پُراسرار وجود

ملکۂ صحرا



ایم اے راحت

شام کی کجلاہٹوں نے زمین کی وسعتوں کا سفر شروع کر دیا۔ سورج کی جوانی ڈھل گئی تھی اور اس نے پورے دن کی حکمرانی کے بعد اپنی قلمرو سمیٹنا شروع کر دی تھی۔

گھنے درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی بھکارن نے کچھ فاصلے پر لگے ہوئے کیبن کی طرف دیکھا۔ جس پر لمکاڈرنک لکھا ہوا تھا۔ دن میں وہاں کوئی نہیں تھا لیکن اب سے تھوڑی دیر قبل وہاں دو لڑکے آگئے تھے۔ دونوں شاید آپس میں بھائی تھے کیونکہ ان کی شکلیں ملتی جلتی تھیں۔ ایک چھوٹا' دوسرا بڑا۔ جو چھوٹا تھا وہ دبلا تھا جب کہ بڑا تندرست تھا۔ جو تندرست تھا وہ دبلے لڑکے سے سارے کام لے رہا تھا۔ بوتلیں سجانا' آس پاس کی صفائی کرنا' برف کی سلیں توڑ کر اسے کیبن کے نچلے حصے میں رکھنا وغیرہ۔

بھکارن نے اپنا سامان بھی سمیٹنا شروع کر دیا۔ آج اس نے اسی درخت کے نیچے ڈیرہ جمایا تھا۔ مگر بڑی خراب جگہ تھی۔ بہت کم لوگ ادھر سے گزرے تھے۔ بس دس بارہ روپے کا دھندہ ہوا تھا۔ پریشانیاں الگ اٹھانی پڑی تھیں۔ ایک ریڑھی والا آگیا تھا اسے دیکھ کر درخت کے نیچے ہی کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر ریڑھی کا سامان درست کرتا رہا اور اسے گھورتا رہا' پھر بولا۔

"گولا گنڈا کھائے گی؟"

"شربت کی بوتلوں سے مکھیاں تو اڑا لے۔ مکھیاں کھلائے گا؟"

"ارے یہ تو شہد کی مکھیاں ہیں۔ پالتو مکھیاں' یہی شربت کو میٹھا کرتی ہیں۔"

"نہیں کھانی مجھے یہ بیماریوں کی جڑ۔"

"ربڑی والا گنڈہ بنا کر دوں گا۔ پیسے تھوڑی مانگوں گا تجھ سے۔"

"کیوں' تیری ماں لگتی ہوں۔ بھکارن چمک کر بولی۔ اور ریڑھی والا بوکھلا کر کپڑے سے مکھیاں اڑانے لگا۔ شاید اس بات کا جواب سوچ رہا تھا۔ مگر پھر دو پولیس والوں کو سڑک عبور کرتے دیکھ کر اس نے ریڑھی آگے بڑھا دی۔ پولیس والوں نے اس چھوٹی سی واردات پر غور بھی نہیں کیا تھا۔

"سالا۔" بھکارن نے فخریہ کہا اور اپنے تھیلے سے کچھ نکالنے لگی۔ اس طرح کے کئی لوگوں سے واسطہ پڑا تھا اسے۔ ایک صاحب اچھے خاصے ادھر سے گزر رہے تھے' اسے دیکھا تو رک گئے۔ جیب سے ایک روپے کا نوٹ نکال کر قریب آئے۔ اسے اور قریب سے دیکھا۔ بولے۔

"اچھی خاصی تو ہے' بھیک کیوں مانگتی ہے؟"

"تو کیا کروں؟" وہ بولی۔

"بہت کچھ کر سکتی ہے۔"

"نکاح کر لوں تم سے۔" وہ تڑ سے بولی۔

"نکاح کرنا ضروری ہے کیا؟" وہ معنی خیز لہجے میں بولے۔

"ابھی بتاتی ہوں۔" بھکارن نے قریب رکھے ہوئے تھیلے کو سرکایا اور پھر اس میں ہاتھ ڈال کر ایک پھٹی ہوئی پشاوری چپل نکال لی جس میں ٹائر کا تلا لگا ہوا تھا۔ وہ صاحب جلدی سے دو قدم پیچھے ہٹے اور ایک اور صاحب سے ٹکرا گئے۔ پھر جلدی سے بولے۔

"بھائی صاحب۔ وہ مراد منزل ہے یہاں کوئی؟"

"مراد منزل تو وہ سامنے ہے۔ مگر آپ ریورس گیئر میں چلتے ہیں کیا؟ میری پسلی توڑ دی۔"

"مم......... معافی چاہتا ہوں۔ مراد منزل .... مراد منزل........." وہ پھرتی سے

ڑک عبور کر کے غائب ہو گئے۔

اور اب شام ہو گئی تھی۔ لکا ڈرنک کے پیچھے فٹ پاتھ پر کرسیاں سجنے لگیں۔ کچھ ور پیچھے خدارا کھانا فاسٹ فوڈ اور جمن میاں کھٹاکھٹ اینڈ فٹافٹ میں تیاریاں شروع وگئیں تھیں۔ سورج کی حکمرانی ختم ہوتے ہی بادلوں کے کچھ سیاہ آوارہ ٹکڑوں نے شرارتیں شروع کر دیں اور ایک دوسرے کی گردن میں بانہیں ڈال کر یکجا ہو گئے۔

بھکارن نے قریب رکھا تھیلا اٹھایا اور کھڑی ہو گئی۔ پیروں میں اسفنج کی پرانی چپلیں ہونسیں جن میں جگہ جگہ دھاگوں سے گھٹائی کی گئی تھی اور اس کے بعد اپنا میلا کچیلا گھیردار لہنگا سنبھالے ہوئے تھیلا ہاتھ میں پکڑے آگے بڑھ گئی۔ لہنگے کے اوپر اس نے جانے کیا کیا چیتھڑے' گودڑے پہنے ہوئے تھے۔ گلے میں شیشے کے موتیوں کی رنگین لائیں' ہاتھوں میں بھدے اور میلے شیشے ہی کے کڑے جو کہنیوں تک جاتے تھے۔ ناک بں بھدی سی بالی یہ اس کے زیورات تھے۔ نوجوانی کی عمر کسی نہ کسی طرح خود کو سجانے کی خواہشمند ہوتی ہے۔ اب اس خواہش کے پیچھے اگر بے کار جذبے تلاش کئے جائیں تو یہ صرف اپنے ذہن کی خرابی ہے' بس یہ عمر ہی ایسی ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ خود کو بنانے سنوارنے کو جی چاہتا ہے' باقی بات وسائل کی آجاتی ہے۔ نوجوان بھکارن جس کے نقوش ز چھپائے نہ چھپتے تھے سوائے اس رنگ کے جو گہرا کالا تھا۔ لیکن سفید سفید ڈیلوں والی آنکھوں کا حسن بھلا کیسے چھپ سکتا تھا۔ جوانی کے بوجھ سے جھکی ہوئی لانبی لانبی پلکوں والی سیاہ آنکھیں۔ اب اگر دیکھنے والے رک رک کر گولا گنڈا کھلائیں یا مراد منزل کا پتہ پوچھیں تو ن کا کیا قصور؟ چال بھی مست تھی' گو اسفنج کی چپل پہن کر چلنے میں اسے دقت ہو رہی تھی لیکن اپنے آپ سے مطمئن نظر آتی تھی۔

جمن میاں کھٹاکھٹ اینڈ فٹافٹ کے سامنے سے گذر کر وہ فٹ پاتھ پر چلتی رہی۔ شاید آج کی کمائی پوری ہو چکی تھی اور اب وہ اپنے گھر جانا چاہتی تھی۔ چنانچہ رکے بغیر چلتی رہی۔ فٹ پاتھ ختم ہوا' سڑک عبور کرنی پڑی پھر سامنے کا حصہ آگیا۔ یہاں سے بھی سا فاصلہ طے کرنا تھا۔ اس سڑک کے آخری سرے پر قبرستان تھا۔ بڑے بڑے بنگلے

قبرستان تک چلے گئے تھے۔ لیکن قبرستان کے پیچھے کا حصہ آزاد تھا اور یہاں طویل عرصے سے فقیروں نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ لکڑی کی پیٹیوں کے بنے ہوئے ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے' ٹاٹ اور چٹائیوں سے بنائے ہوئے کھوکھے اور ان کے درمیان رواں دواں زندگی اپنی دھن میں مست' نہ کسی موسم کی پرواہ' نہ کسی نقصان کا خدشہ' جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ وقت پڑے تو آدمی سوچے' وقت پڑنے سے پہلے سوچنا بے معنی' اپنے آپ کو ہلکان کرو' جینے کا مزہ بھی ختم ہو جائے۔

وہ فقیروں کے ڈیرے کی جانب جا رہی تھی۔ لیکن اچانک ہی اسے احساس ہوا کہ پیچھے آنے والی کار کی رفتار بہت سست ہے۔ وہ وہیں سے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھی جہاں سے اس نے اپنے دن بھر کی کمائی سمیٹ کر اپنے سفر کا آغاز کیا تھا۔ ذرا سی سنک گئی' ہوگا کوئی سر پھرا' کم ہمت' بزدل' بڑی بڑی جگہوں پر تو دال نہیں گلتی ہوگی' بس ایسے ہی تاڑ لیتا ہوگا۔ مگر کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔ بھکارن نے چور نگاہوں سے پیچھے آنے والی کار کو دیکھا۔ اور بنگلوں کے سامنے بنے ہوئے فٹ پاتھ کے دوسری جانب اتر کر چلنے لگی۔ فقیروں کی بستی قریب آتی جا رہی تھی اور بس تھوڑا سا فاصلہ اور طے کر لیا جائے تو مشکل ختم ہو جائے گی۔ لیکن قبرستان کے پاس پہنچتے ہوئے اچانک کار تیزی کے ساتھ آگے بڑھ آئی۔

سرخ رنگ کی انتہائی قیمتی مرسیڈیز تھی۔ جو اس کے قریب آ کر رک گئی اور بھکارن کے منہ سے ہلکی سی آواز نکل گئی۔ اس نے سہم کر کار میں جھانکا اور اچانک کار کے اندر روشنی ہو گئی۔ ڈرائیور نے جان بوجھ کر اندر روشنی کی تھی۔

بھکارن نے دیکھا کہ تنومند جسم والے باوردی ڈرائیور کے علاوہ کار کے عقبی حصے میں ایک معمر خاتون بیٹھی ہوئی ہے۔ تیز روشنی میں اس کے خدوخال واضح نظر آ رہے تھے۔ معمر خاتون نے تھوڑا سا کھسک کر کھڑکی کے پاس چہرہ نکالا اور شی شی کر کے اسے آواز دی۔ چاروں طرف سناٹا تھا۔ بنگلوں کے مکین اپنی اپنی آرام گاہوں میں داد عیش دے رہے تھے۔ کسے پڑی تھی کہ باہر کا منظر دیکھے۔ بھکارن کو شاید کچھ ڈھارس ہوئی۔ عورت تو

ورت ہی تھی کوئی اوباش مرد نہیں تھی۔ تاہم اس نے وہیں کھڑے کھڑے اس طرف یکھا اور پھر آہستہ آہستہ کار کے قریب پہنچ گئی۔

"جیئے کار والی بی بی۔ اللہ مدینے کی زیارت کروائے' لاکھوں دے' تقدیر اچھی کرے۔ دے کچھ اللہ کے نام پر۔" بھکارن نے فوراً ہی کاروبار شروع کر دیا۔ عورت نے آہستہ سے کہا۔

"شش خاموش ہو جاؤ۔ شور مچانے کی ضرورت نہیں۔ قریب آؤ تم سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"بھکارن آگے تو بڑھی لیکن اتنی نہیں کہ اچانک عورت کار کا دروازہ کھولے اور سے پکڑ کر اندر گھسیٹ لے۔ وہ اس کے ہاتھ کی پہنچ سے دور رہی تھی۔"

"بچے جئیں بی بی جی۔ اللہ چاند سا بیٹا دے۔" بھکارن نے پھر آواز لگائی۔"

"افوہ۔ تو سنے گی یا اپنی ہی بک بک کیے جائے گی۔ خاموش ہو کر میری بات سن' کیا نام ہے تیرا؟"

"اللہ رکھی بی بی جی۔"

"اللہ رکھی' کہاں رہتی ہے تو؟"

"وہ جی قبرستان کے اس پار ہمارا ڈیرہ ہے وہیں رہتی ہوں۔"

"کتنے فاصلے پر؟"

"وہ جی بس قبرستان کے اس طرف۔ مگر کیا بات ہے بی بی جی؟ اللہ کے نام پر کچھ دے دو۔ اللہ تمہارا بھلا کرے گا۔"

"کون کون رہتا ہے تیرے ساتھ؟"

"کوئی نہیں بی بی جی۔ اکیلی رہتی ہوں۔"

"شادی ہو گئی ہے تیری؟"

"یہ ساری باتیں پوچھ کر تم کیا کرو گی؟ اپنے بچوں کا صدقہ دے دو۔ اللہ کرے تیرے بچے جئیں۔ بھکارن نے اپنی مخصوص آواز نکالی۔"

"خدا تجھے سمجھے۔ اپنی ٹانگ بیچ میں ضرور اڑائے گی اری باؤلی مجھے تجھ سے ایک کام ہے اور اس کے بدلے میں میں تجھے اتنے پیسے دوں گی کہ تو سال بھر میں نہ کما سکے گی۔"

"کب دو گی جی؟"

"ابھی ابھی اسی وقت۔"

"اللہ تمہارا بھلا کرے بی بی جی۔ یہ بتاؤ کیا کام ہے مجھ غریب بھکارن سے؟"

"تو یہ بتا شادی ہو گئی ہے تیری؟"

"نا جی۔ ماں باپ ہی نہیں ہیں شادی کون کرے گا؟"

"بالکل اکیلی رہتی ہے؟"

"ہاں جی۔ بھکارن نے جواب دیا اور عورت کچھ سوچنے لگی۔ پھر اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی سے کہا۔"

"کیا خیال ہے رحمان؟"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

"بات کیا ہے بیگم جی؟"

"دیکھ یہ سو سو روپے کے نوٹ ہیں اور دیکھ کتنے سارے ہیں"

"گڈی ہے پوری کی پوری لے رکھ لے۔"

"بھکارن نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے سو سو کے سیدھے بے نشان نوٹوں کی اس گڈی کو دیکھا اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔"

"نا بی بی جی نا۔ مذاق نہ کرو غریب سے۔"

"میں مذاق نہیں کر رہی۔ پہلے تو یہ گڈی اپنے لباس میں رکھ لے اور اس کے بعد میرا کام کر دے۔"

"کام کیا ہے بی بی جی؟"

"عورت نے ایک بار پھر ادھر ادھر دیکھا اور اس کے بعد دروازہ کھول دیا۔

بھکارن مزید دو قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔ عورت نے کار کی پچھلی سیٹ سے ایک گٹھڑی سی نکالی اور اسے بھکارن کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔"

"دیکھ کتنی پیاری بچی ہے۔"

"گٹھڑی میں ایک ننھی سی خوبصورت بچی آنکھیں بند کئے سو رہی تھی۔ بہت خوبصورت بچی تھی۔ بالکل شو کیس میں سجی ہوئی گڑیوں کی مانند۔ بھکارن نے حیرت اور مسرت سے اس بچی کو دیکھا تو معمر عورت نے کہا۔"

"تجھے یہ بچی اپنے پاس رکھنا ہوگی۔"

"جی؟"

"ہاں۔" نوٹوں کی یہ گڈی جتنی بڑی ہے میں نے غلط تو نہیں کہا تھا تو سال بھر میں اتنی دولت نہیں کما سکتی۔ یہ تو اپنی مرضی سے خرچ کرنا۔ بس اس بچی کا دودھ وغیرہ خرید لینا اس میں سے۔ اس کے لئے میں تجھے اور بھی پیسے دے سکتی ہوں۔"

"مم، مگر بی بی جی، یہ.......... یہ.........."

"ہاں تو بالکل فکر مت کر۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے تجھے نقصان اٹھانا پڑے یا کوئی تکلیف پہنچے۔"

"مم، مگر بی بی جی.......... یہ مجھے کب تک رکھنا ہوگی؟"

"زیادہ دن نہیں بعد میں ہم اسے واپس لے لیں گے۔ مگر ایک بات کان کھول کر سن لے لڑکی۔ اس بچی کی پوری پوری حفاظت کرنا ہوگی۔ میرا ڈرائیور رحمان' اس کی صورت پہچان لے۔ یہ کبھی کبھی فقیروں کی بستی میں آ کر تجھ سے مل لیا کرے گا اور بچی کی خیریت معلوم کر لیا کرے گا اور سن بچی کو اپنی ہی بچی بنا کر رکھنا۔ تیرے ساتھ رہنے والے تجھ سے پوچھیں گے تو سہی کہ تیرے پاس یہ بچی کہاں سے آ گئی؟ کیا تو اس بات کو سنبھال لے گی۔"

"اتنے پیسوں میں تو میں سب کچھ سنبھال لوں گی بی بی جی۔ مگر یہ بچی کس کی ہے؟ تمہاری ہے؟"

"تو اور کس کی ہو سکتی ہے۔ میں اسے کچھ دن کے لئے اپنے آپ سے الگ رکھنا چاہتی ہوں۔ بعد میں اسے تجھ سے واپس لے لیا جائے گا۔"

"کتنے دنوں میں واپس لے لو گی بی بی جی؟"

"بس مہینہ پندرہ دن' بس اس سے زیادہ نہیں۔ تجھے اور بھی پیسے دوں گی میں' بہت اچھے اچھے کپڑے بنا لینا' زیور بنوا لینا۔ بس تجھے اس کی بھرپور حفاظت کرنی ہے۔ جیسے بھی تو مناسب سمجھے۔"

"میں تو کرلوں گی ایسا ہی بی جی' سب سے نمٹ لوں گی سسروں سے۔ کہہ دوں گی کہ میری بہن کی بچی ہے۔ مجھے دے گئی ہے۔ وہ خود کسی کام سے گاؤں گئی ہے۔ اس کی تو تم پرواہ ہی نہیں کرو' مگر بی بی جی یہ بات سمجھ میں آئی نہیں۔"

"بے وقوف لڑکی بات سمجھ میں نہ آنے کے ہی تو تجھے اتنے پیسے دیئے جارہے ہیں' اب بول کیا فیصلہ کیا ہے تم نے؟"

"لو جی فیصلہ کیا کرنا' سودا پکا ہوگیا۔ ہم اسے جان سے زیادہ پیارا رکھیں گے اور بی بی جی تھوڑے سے کھلے پیسے اور دے دو۔"

"پیسوں کی تو بالکل پرواہ نہ کر' لے یہ اور پیسے رکھ لے۔"

عورت نے اپنے پرس سے بہت سے نوٹ نکالے اور بھکارن نے مزید منافع سمجھ کر انہیں جلدی سے لے کر اپنی چولی میں ٹھونس لیا۔

"اللہ زندگی سلامت رکھے۔ بال بچے جئیں جی۔"

"فضول باتیں مت کر۔ میری تمام باتیں غور سے سن لی ہیں تو نے؟"

"جی بی بی جی۔"

"بہت بڑا خطرہ مول لے رہی ہوں میں' لیکن یہ بات بھی سمجھ لے کہ اگر بچی کو کوئی نقصان پہنچایا تو نے یا کسی کو اس بارے میں بتایا کہ کس طرح یہ بچی تیرے پاس پہنچی ہے تو پھر تیری زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"لو جی ہم کسی کو کیوں بتانے لگے؟"

"اچھا اب تو میرے ساتھ کار میں بیٹھ رہی ہے یا پیدل جائے گی؟"

"نا جی ناکار میں نا بیٹھیں گے۔ کار والوں کا ہمیں کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ تم نے ہمیں یہ لالچ دیا' کار میں بٹھالیا اور لے اڑیں' پھر کر دیا تم نے ہمارا خانہ خراب تو ہم کیا کریں گے جی؟"

عورت آہستہ سے ہنسی پھر بولی۔ "نہیں اللہ رکھی تو جس طرح میرے کام آرہی ہے۔ بھلا اس کے بعد میں تیرے ساتھ ایسا کوئی سلوک کیوں کروں گی۔ اچھا تو یوں کر کہ چل پڑ اپنے ڈیرے کی طرف' ہم تھوڑی دیر یہاں انتظار کرتے ہیں اور پھر تیرے پیچھے پیچھے آجاتے ہیں۔ جب تو اپنے ڈیرے میں داخل ہوگی تو میرا ڈرائیور رحمان تیرا پیچھا کرکے جھونپڑا دیکھ لے گا۔ یہ بھی میں صرف اس لئے کر رہی ہوں کہ تیرے جھونپڑے کا ہمیں پتہ چل جائے اور ہم تیری خبر گیری کرتے رہیں۔"

"ٹھیک ہے بی بی جی۔ چلیے آؤ۔" بھکارن نے کہا اور بچی کو گود میں سنبھالے وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے ڈیرے میں داخل ہوگئی۔ گاڑی کی روشنیاں اس نے دیکھی تھیں جو ڈیرے کے قریب آکر بند ہوگئی تھیں۔ پھر ڈرائیور رحمان نیچے اترا۔ بھکارن کو اب اطمینان ہوگیا تھا کہ کوئی گڑ بڑ نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اپنے ڈیرے پر پہنچ گئی۔ ڈرائیور قریب آیا تو اس نے ایک جھونپڑے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ ہے میرا ڈیرہ' اسی میں رہتی ہوں اب تو جا۔ فقیر بھی عزت والے ہوتے ہیں۔ تجھے میرے ساتھ دیکھیں گے تو تیری بھی مصیبت آجائے گی اور میری بھی۔"

"تو اس پیڑ کے نیچے بیٹھتی ہے نا جہاں سے اٹھ کر آئی ہے؟"

بھکارن نے چونک کر اسے دیکھا۔ اور آہستہ سے بولی۔ "ہاں بیٹھتی تو وہیں ہوں' مگر اب بیگم جی نے اتنے پیسے دے دیئے ہیں تو اب میری جوتی بھیک مانگے' انہی سے عیش کروں گی۔ ہائے کتنے کپڑے بن جائیں گے میرے نئے نئے۔ میں بھی بیگم ہی بن جاؤں گی اب تو........

”اگر تو نے بیگم صاحبہ کا کام کر دیا تو یوں سمجھ لے کہ ایسی ایسی بہت سی گڈیاں تجھے مل جائیں گی۔ بیگم صاحب کے پاس پیسے کی کمی نہیں ہے۔“

”ٹھیک ہے جی‘ میں تو جان لگادوں گی اس بچی پر۔ اس کا نام کیا ہے؟“

”کوئی نام نہیں ہے۔ اچھا اب میں چلتا ہوں۔ کل رات کو پھر آؤں گا تیرے پاس۔ اس کی خبر گیری کرنے۔“

”ٹھیک ہے جی اللہ تمہارا بھلا کرے۔ دے دو کچھ اللہ کے نام پر۔“ بھکارن نے حسب عادت ہانک لگائی اور ڈرائیور کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ اس کے بعد وہ واپس مڑ گیا تھا۔ بھکارن عجیب سی نگاہوں سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے بچی کا چہرہ غور سے دیکھا۔

معصوم بچی گہری نیند سو رہی تھی۔ اس ساری ردو بدل سے بھی وہ نہیں جاگی تھی۔ بھکارن نے ایک گہری سانس لی اور پھر اس جھونپڑے کی جانب چل پڑی جس کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا کہ وہ اس کا جھونپڑا ہے۔ تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر وہ رکی اور جھونپڑے کی اوٹ میں جھانک کر مرسڈیز کی جانب دیکھا۔ اس کی سرخ روشنیاں نظر آرہی تھیں۔ گویا وہ اسٹارٹ ہو کر واپسی کے لئے مڑ گئی تھی۔ تب بھکارن اپنے جھونپڑے میں داخل ہونے کے بجائے ایک سیدھے راستے پر چل پڑی۔ فقیروں کے جھونپڑوں کے اس پار ایک چھوٹا سا میدان تھا جو سامنے کے بنگلوں کے قریب ختم ہوتا تھا۔ بھکارن اس میدان کو عبور کر کے اس کے آخری سرے پر پہنچ گئی۔ پھر وہاں سے اس نے ایک اور راستہ اختیار کیا اور ان بنگلوں کے دوسرے سمت چوڑی سڑک کے پاس پہنچی جہاں چھوٹی چھوٹی دوکانیں بنی ہوئی تھی۔ یہ دوکانیں اب بند ہو گئی تھیں۔ بھکارن دوکانوں سے آگے ایک ایسی جگہ جہاں ایک مکینک نے موٹر گیراج بنا رکھا تھا اور اس کے برابر کوڑے کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے پہنچ گئی۔ یہاں ایک خوبصورت ”سوک“ کھڑی ہوئی تھی۔ بھکارن نے ایک ہاتھ سے بچی کو سنبھالا۔ پھر اپنا تھیلا آگے کیا اور اس میں سے گاڑی کی چابی نکال لی۔ ادھر ادھر دیکھتی ہوئی وہ سوک کے قریب پہنچی۔ اس کے دروازے میں چابی ڈال کر

چابی گھمائی اور دروازہ کھول لیا۔ پھر بچی کو آہستہ سے اسٹیئرنگ کے نیچے سے نکال کر دوسری سمت کی سیٹ پر لٹا دیا۔ بچی آہستہ سے کلبلائی تھی۔ بڑی گہری نیند طاری تھی اس پر اور وہ جاگ نہیں رہی تھی۔ بھکارن نے اسٹیئرنگ پر بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کی اور اس کے بعد ریورس کر کے اسے سڑک پر لے آئی۔ چند لمحات کے بعد خوبصورت سوک برق رفتاری کے ساتھ سڑک پر دوڑ رہی تھی اور بھکارن کی نظریں ونڈ اسکرین سے باہر دیکھ رہی تھیں۔

سرخ مرسیڈیز قبرستان کے راستے سے واپس چل پڑی۔ معمر عورت خاموشی سے پچھلی سیٹ پر گردن ٹکائے بیٹھی ہوئی تھی اور ڈرائیور مناسب رفتار سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ معمر عورت نے سیدھے ہو کر کہا۔

"کیا کہتے ہو اس بارے میں رحمان؟"

"آپ نے جو فیصلہ کیا میڈم درست ہی ہو گا۔"

"تم بتاؤ میں اور کیا فیصلہ کر سکتی تھی؟ کیا کرتی میں اگر اسے تمہارے کہنے کے مطابق دارالاطفال بھیجتی تو وہاں باقاعدہ فارم وغیرہ بھرنے پڑتے۔ اپنا پتہ بتانا پڑتا۔ الٹے سیدھے جھوٹ بولنا پڑتے۔ اگر کسی آیا کو مقرر کر کے کہیں اور لے کر رکھتی تب بھی اس میں وقت لگتا۔ افتاد تو ہم پر اچانک پڑی ہے نا۔ اصل میں ذرا سی غلطی ہو گئی۔ ہمیں مہتاب پور ہاؤس میں نہیں رہنا چاہیے تھا۔ بلکہ عارضی طور پر کوئی اور جگہ منتخب کر لیتے کوئی فلیٹ وغیرہ کرائے پر لیتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ یہ بات رانی صاحبہ نے بھی نہیں سوچی تھی اور یہی نقصان دے گئی۔ ظاہر ہے رانی صاحبہ نے ہمارے سپرد جو ذمہ داری کی تھی اس کی کوئی وجہ ہی ہو گی۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا چنانچہ میں نے یہ فیصلہ کر لیا لیکن میرا خیال ہے کہ عارضی طور پر یہ فیصلہ درست ہی رہا۔ کوئی تصور بھی نہیں کر سکے گا کہ بچی کسی ایسی جگہ پہنچ گئی ہو گی۔ میں سخت پریشان ہوں رحمان۔ تم تصور بھی نہیں کر

سکتے میری پریشانی کا۔ جو ذمہ داری مجھے سونپی گئی ہے اسے پورا بھی کرنا چاہتی ہوں لیکن .... لیکن......... غالباً یہ تصور نہیں کیا گیا کہ اس سلسلے میں کچھ لوگ مہتاب پور ہاؤس کی طرف بھی متوجہ ہو سکتے ہیں۔"

"اب جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا میڈم۔ اس سلسلے میں پریشان ہونا بے معنی ہے' البتہ ہمیں نئی پلاننگ کرنا ہو گی۔"

"بظاہر تو یوں لگتا ہے جیسے وہ باؤلی بھکارن اپنا کام دل و جان سے سرانجام دے گی۔ اس پر نگرانی بس ضروری ہے۔ وہاں سے کہیں نکل نہ جائے۔"

"نکلے گی نہیں' آپ نے اسے خاصا لالچ دے دیا ہے۔ ان لوگوں کے لئے تو یہ سب کچھ پاگل کر دینے والا ہو گا۔ بس صرف اتنی سی بات ہے کہ اس کے ساتھی فقیر کہیں اس سے الٹے سیدھے سوالات نہ کریں اور وہ گھبرا کر ساری بات کسی اور کو نہ بتا دے۔"

"ہوں یہ تو تم سچ کہہ رہے ہو۔ لیکن چلو کوئی بات نہیں۔ دو چار دن گزار لیتے ہیں۔ بس تمہاری ذمہ داریاں کچھ بڑھ جائیں گی۔"

"آپ مجھے حکم دیں میڈم۔ آپ جو کہیں گی میں وہ کروں گا۔ میری طرف سے بے فکر رہیں آپ۔"

"شکریہ رحمان۔ بھلا تمہارے سوا میں کس پر اعتماد کر سکتی ہوں۔ نجانے کیا قصہ ہے' بڑے پیچیدہ معاملات ہیں۔ خیر ہمیں تو صرف اپنا فرض پورا کرنا ہے۔ حکم کے بندے صرف اتنا ہی کر سکتے ہیں جتنا انہیں حکم دیا جائے۔ یہ سب کچھ میں نے اپنے رسک پر کیا ہے۔ خدا کرے اس میں سرخرو رہوں۔ ویسے سچی بات یہ ہے کہ میرا دل بھی لرز رہا ہے۔ لیکن جو واقعات اچانک ہی پیش آئے ہیں انہیں سامنے رکھتے ہوئے تم خود ہی بتاؤ میں اور کیا کرتی؟ فوری طور پر جو دماغ میں آیا وہ کر ڈالا۔"

"آپ اس قدر پریشان نہ ہوں میڈم۔ اللہ پر بھروسہ کیجئے۔ ہم نے تو نیک نیتی سے اپنے فرائض پورے کرنے کی کوشش کی۔ اب اگر اس میں ہمیں کوئی مشکل پیش آجائے تو وہ تقدیر ہی کی بات ہو گی۔"

"عورت نے ٹھنڈی سانس لی۔ پھر بولی۔ "کسی ریستوران کے سامنے کار روک دو" کچھ کھانا چاہتی ہوں، صبح سے بھوکی ہوں۔

"مجھے علم ہے میڈم۔"

"تم بھی پلیز کچھ کھالی لو۔ بعض اوقات ایسے دنوں کا آغاز ہوتا ہے۔ اور انسان سوچ بھی نہیں سکتا کہ آج کا دن اس کے لئے کس قدر ہنگامی ہو گا۔ بہرحال دیکھو۔ دیکھو۔ وہ سامنے ایک ریستوران ہے وہیں کار روک دو۔ میں اندر چلی جاؤں گی تم باہر بیٹھ کر اپنے لئے جو دل چاہے منگوالینا۔ لو یہ پیسے رکھ لو۔"

"پیسے میرے پاس ہیں میڈم۔ آپ زحمت نہ کریں۔"

"معمر عورت ریستوران میں پہنچ کر کار سے اتری اور ریستوران کے اندرونی حصے میں داخل ہوگئی۔ ڈرائیور رحمان باہر پڑی ہوئی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا تھا۔ لاؤنج میں بھی کافی لوگ موجود تھے۔ اس نے اپنے لئے کھانا منگوالیا۔ کھانا کھایا، چائے پی، اور پر خیال انداز میں انگلیاں پھنسائے بیٹھا وہاں موجود لوگوں کو دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے، کئی بار اس نے پر خیال انداز میں گردن جھٹکی تھی۔ پھر کافی دیر کے بعد عمر عورت باہر نکلی اور وہ مستعد ہوگیا۔ جلدی سے کار کے نزدیک پہنچ کر کار کا دروازہ کھولا اور پچھلا دروازہ کھول کر مودب کھڑا ہوگیا۔ معمر عورت کار میں بیٹھ گئی تھی۔ کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ بہت سی سڑکیں طے کرتی ہوئی بالا آخر وہ ایک فیشن ایبل علاقے میں داخل ہوگئی۔ جس کے دروازے پر پیتل کی پلیٹ لگی ہوئی تھی اور اس پر مہتاب پور ہاؤس لکھا ہوا تھا۔ لیکن گیٹ پر کوئی چوکیدار موجود نہیں تھا۔"

"ڈرائیور نے خود ہی اتر کر گیٹ کا لاک کھولا اور اس کے بعد گیٹ کھول دیا۔ کار کو اندر داخل کیا، نیچے اتر کر دروازہ بند کیا اور پھر اندرونی حصے کی جانب چل پڑا۔ بہت شاندار عمارت تھی۔ پورچ میں اس نے کار روکی اور نیچے اتر کر پھرتی سے دروازہ کھول دیا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس عمارت میں ان دو افراد کے علاوہ اور کوئی نہ رہتا ہو۔ وسیع و عریض عمارت بھائیں بھائیں کر رہی تھی۔ باہر کی روشنیاں بجھی ہوئی تھیں اندر بھی گہرا

ندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ڈرائیور نے چابی کی مدد سے گیٹ کھولا اور اندر پہنچ کر روشنی کر دی۔ ہ آگے بڑھتا ہو روشنیاں کرتا چلا جارہا تھا۔ معمر عورت ایک بیڈ روم کے دروازے پر رکی اور اس نے پلٹ کر ڈرائیور سے کہا۔"

"تم بھی اب آرام کرو۔ پریشانیوں کے یہ لمحات دیکھو نجانے کتنے طویل رہتے ہیں۔ ور سنو سکون سے سو جانا، صبح ہو سکتا ہے ہم تازہ ذہن کے ساتھ مشورہ کر کے کچھ اور نئے نیصلے کرسکیں۔"

"جی میڈم۔ ڈرائیور خاموشی سے واپس مڑ گیا۔ وہ عمارت سے باہر نکل آیا تھا اور سرونٹ کوارٹر کی جانب بڑھ گیا تھا۔"

سرونٹ کوارٹر مہتاب پور ہاؤس کے بائیں گوشے میں تھا۔ تین کوارٹرز برابر برابر بنے ہوئے تھے۔ وہ درمیانی کوارٹر میں داخل ہوگیا۔ جب کہ معمر عورت اس کے جانے کے بعد اپنے بیڈ روم کے دروازے سے اندر داخل ہوئی۔ اندر پہنچ کر اس نے چٹ کی آواز کے ساتھ روشنی کی اور تھکی تھکی سانسیں لیتی ہوئی دروازہ بند کرنے لگی۔ پھر وہ واپس پلٹی اور اچانک ہی اس کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکل گئی۔ سامنے لگی ہوئی آرام کرسیوں پر دو افراد بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھوں میں چمکتے ہوئے پستولوں کا رخ معمر عورت ہی کی جانب تھا۔ معمر عورت کی آنکھیں خوف و دہشت سے پھٹ گئیں اور وہ منہ پھاڑے انہیں دیکھتی رہی۔ اس کے بدن پر ہلکی ہلکی لرزشیں طاری ہوگئی تھیں۔

بلند و بالا قد' بھرا بھرا جسم' قدیم مغلیہ نقوش' کمر سے نیچے تک جاتے ہوئے گھنے سیاہ بال' چمکتا ہوا چمپئی رنگ' گہری سیاہ آنکھوں والی عالم آرا مہتاب علی ڈائننگ ہال میں داخل ہوئی اور وسیع و عریض میز کے گرد کھڑے ملازم مودب ہوگئے۔ میز پر انواع واقسام کے کھانے فرانسیسی کراکری میں نظر آرہے تھے۔ سونے چاندی کے گنگا جمنی ظروف الگ اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ عظیم الشان میز پر صرف ایک کرسی بھری نظر آرہی تھی۔ اس پر ایک خوبصورت نوجوان بیٹھی ہوئی تھی۔ جس نے کھڑے ہوکر عالم آرا کا استقبال کیا۔ ملازم نے کرسی گھسیٹی اور وہ بیٹھ گئی۔

"رعنا کہاں ہے۔" عالم آرا کی آواز ابھری۔

"اپنے کمرے میں ہے۔"

"کھانا نہیں کھائے گی؟"

"روٹھی ہوئی ہے۔"

"اوہ۔ عالم آرا نے چونک کر کہا۔ کچھ سوچتی رہی پھر ملازموں کو اشارہ کیا اور وہ قابیں کھولنے لگی۔ دھویں کی قیدی لکیریں فضا میں بلند ہوگئیں" جاؤ۔ عالم آرا نے ملازموں سے کہا اور وہ گردنیں جھکائے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ ایک بوڑھی ملازمہ کھڑی رہ گئی تھی۔ عالم آرا نے اسے دیکھا پھر ایک قاب کی طرح اشارہ کیا اور ملازمہ کھانا

سرو کرنے لگی۔

"امی۔" لڑکی نے آہستہ سے کہا۔

"ہوں۔" عالم آرا نے کھانا شروع کر دیا۔

"اس نے دوپہر کو بھی کھانا نہیں کھایا۔"

"ہوں۔ کھاؤ۔ عالم آرا نے اسے اشارہ کیا اور اس نے جلدی سے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔"

"اس کی ضد قبول نہیں کی جاسکتی اور .... اب وہ بے جا ضد کرنے لگی ہے۔"

"پھر بھی وہ بھوکی ہے۔"

"شفق۔ تنگ آگئی ہوں میں ان ضدوں سے میری بساط سے زیادہ ذمہ داری ڈال دی ہے۔ تمہارے باپ نے مجھ پر۔ اور اب میں اپنے آپ کو بے وقوف محسوس کرنے لگی ہوں۔"

"جی وہ..... بس۔"

"کب تک بھوکی رہے گی۔ دو وقت' چار وقت..... دو دن......... چار دن خود ٹھیک ہو جائے گی۔"

"امی۔" لڑکی نے کہا۔

"کھانا کھاؤ۔" عالم آرا غرا کر بولی۔ اور شفق کھانے میں مصروف ہوگئی۔ پھر کھانے کے اختتام تک مکمل خاموشی رہی۔ اس کے بعد عالم آرا نے کہا۔ "اسے سمجھاؤ۔ حالات کچھ مشکل ہوگئے ہیں۔ کچھ ایسے انجانے خطرات ہمارے گرد منڈلانے لگے ہیں۔ جن کے بارے میں مجھے خود معلوم نہیں ہے۔ ایسے عالم میں پکنک پر جانا کس طرح مناسب تھا۔ میں نے اسی لئے اسے منع کیا تھا۔

"اس کے دوست اسے لینے آئے تھے۔"

"جہنم میں جائیں وہ سب۔ اس سے یہ بھی کہہ دینا کہ کچھ عرصہ تک کوئی پروگرام نہ بنائے۔ میں ہر پروگرام کے لئے منع کردوں گی۔ کوٹھی میں دوستوں کی بھرمار بھی نہ

ہو۔"

"جی۔" شفق نے کہا۔ پھر آہستہ سے بولی۔ "امی۔"

"ہوں۔ کیا بات ہے۔"

"امی ابو کب تک واپس آئیں گے۔ آخر وہ کہاں چلے گئے ہیں۔"

"کیوں۔ وہ جاتے رہتے ہیں۔"

"اس طرح۔" شفق نے کہا۔ "دو سال سے زیادہ ہو گئے۔ اتنے عرصہ کے لئے تو وہ کبھی کہیں نہیں گئے۔ میں ان کے لئے بہت پریشان ہوں امی۔ اتنا عرصہ ہو گیا مجھے ان کی بہت یاد آتی ہے۔ میں وسوسوں کا شکار ہوں۔ خطرناک علاقوں میں ہزاروں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہوگا۔ خدا ان کی زندگی کو سلامت رکھے۔ امی خدا نہ کرے کہیں ابو کسی .... کسی.......... " شفق نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ عالم آرا نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے روکا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"خدا نہ کرے۔ خدا ان کا ہمیشہ تحفظ کرے۔ تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ آ گئے ہیں۔" عالم آرا نے کہا اور شفق اچھل پڑی۔

"کیا؟"

"ہاں وہ آ گئے ہیں۔"

"کب؟ کہاں ہیں؟ یہاں نہیں آئے' میرا مطلب ہے گھر نہیں آئے امی۔"

"آئے تھے۔" عالم آرا نے پتھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آپ کیسی پراسرار گفتگو کر رہی ہیں' کیا بات ہے۔ خیر تو ہے۔ آپ سچ کہہ رہی ہیں ناں امی' آپ سچ کہہ رہی ہیں۔ ابو آئے تھے' کب؟ کس وقت؟ ہم لوگ کہاں تھے۔ ہم سے کیوں نہیں ملے؟ یہاں کیوں نہیں ہیں؟"

عالم آرا کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

"اتنے سارے سوالات ایک ساتھ۔"

"امی کہاں ہیں ابو۔ اور..... اور آپ نے ہمیں بتایا کیوں نہیں وہ ہم سے کیوں نہیں

ملے۔ درجنوں بار وہ مہمات پر جا چکے ہیں۔ جانے سے پہلے خوب ہنگامے ہوتے ہیں اور وہ جب واپس آتے ہیں' تب بھی خوب تقریبیں کی جاتی ہیں۔ ہمارے لئے تحائف لے کر آتے ہیں وہ ہمیشہ' لیکن اس بار وہ ہم سے ملے بھی نہیں۔ کچھ مصروف ہیں۔ کوئی کام ہے اور اتنی جلدی کہاں چلے گئے۔ آپ نے یہ تو بتایا نہیں کہ وہ کب آئے تھے؟"

"کئی دن ہو گئے۔"

"اور پھر کہاں چلے گئے؟"

"یہ نہیں بتایا انہوں نے۔ لیکن ان کا فون دو مرتبہ آ چکا ہے۔"

"کہاں سے؟"

"یہیں سے' اپنے ہی وطن سے' لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کہاں سے فون کر رہے ہیں' کیوں اسے بول رہے ہیں؟" شفق کی آنکھیں شدت حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں' وہ دیر تک محو حیرت رہی۔ پھر اس نے کہا۔"

"کیا قصہ ہے۔ آخر ایسا کیوں کیا ہے ابو نے۔ اور کب تک وہ گھر واپس آ جائیں گے' کیا بات ہے آپ ہمیں کچھ تو بتائیے امی۔ وہ ہمارے ابو ہیں۔ ہم اس گھر کے فرد ہیں اور اتنے احمق نہیں ہیں کہ اگر ابو کسی چیز کے لئے یا آپ کسی بات کے لئے ہمیں منع کریں تو ہم اسے کسی کے سامنے دہرانے بیٹھ جائیں' آپ کو ہم پر اعتماد کرنا چاہیے' کیا میں نے کبھی آپ کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہی' اتنے بڑے مسئلے کو آپ ہم سے چھپائے ہوئے ہیں۔"

"شفق بولے جا رہی تھی اور عالم آرا کسی گہری سوچ میں گم سامنے کی دیوار کو تک رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔"

"اس بار وہ کسی الجھن کا شکار ہیں۔ رات کی تاریکی میں چوروں کی طرح آئے تھے۔ مجھ سے میری خواب گاہ میں ملے اور اسی رات واپس چلے گئے۔"

"مگر کیوں آخر کیوں؟"

"کچھ لوگ ان کی جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں' انہیں اپنے ان دشمنوں سے

خطرہ ہے۔"

"کون ہیں امی، کون ہیں وہ لوگ۔ اگر ایسی بات ہے تو ابو پولیس کا سہارا کیوں نہیں لیتے؟"

"دیکھو، اس سے زیادہ مجھے بھی کچھ نہیں معلوم اور میں نے اسی لئے یہ بات تم سے چھپائے رکھی تھی کہ تم مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرو گی۔ مہتاب علی صاحب کو تم اچھی طرح جانتی ہو۔ ہمیشہ اتنی بات کرتے ہیں۔ جتنی مناسب سمجھتے ہیں۔ دنیا کے کسی بھی فرد کو وہ اپنے آپ پر فوقیت نہیں دیتے۔ مجھے بھی نہیں، بس ذمے داریاں ڈال رکھی ہیں۔ انہوں نے مجھ پر، حالات کیا سے کیا ہوگئے ہیں، لیکن ان حالات کا احساس نہیں ہے۔ زمینوں پر بغاوتیں ہو رہی ہیں ہرکارے اپنا گھر بھر رہے ہیں۔ کب تک چلے گا یہ سب کچھ دو دو جوان بیٹیوں کے باپ ہیں۔ لیکن ابھی تک صرف اپنی ذات کے لئے جی رہے ہیں، کچھ بھی نہیں سوچ رہے وہ اور مجھ پر اتنی ذمے داریاں ڈال دی ہیں، کہاں تک نبھاؤں ان ذمے داریوں کو تنگ آگئی ہوں میں اور ان حالات میں اگر تم لوگ کسی قسم کی ضد کرو تو میری حالت کیا ہونی چاہیے۔" عالم آرا کی آواز میں شدید جھلاہٹ جھلک رہی تھی۔ شفق اسے بغور دیکھتی رہی پھر اس نے آنکھیں بند کرکے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"آپ ٹھیک کہتی ہیں امی، آپ بالکل ٹھیک کہتی ہیں، میں آپ کی بات سے پورا پورا اتفاق کرتی ہوں، لیکن امی ابو کے دشمن کیا ہمیں بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

"کچھ نہیں کہہ سکتی میں، وہ تو اپنی جان بچا کر چلے گئے ہیں، مجھ سے ہوشیار رہنے کے لئے کہہ گئے ہیں۔ لیکن کون جانے کب کہاں، کوئی کسی کے ہاتھوں بک جائے۔ بے شمار افراد ہیں کوٹھی میں، کون غداری کر جائے، کسی کو انداز نہیں۔ کس کس پر نظر رکھوں۔ کیا کروں بتاؤ، کیا کرنا چاہیے مجھے؟"

"کیا دیوان بھی قابل اعتماد نہیں ہیں؟"

"نہیں۔ ان پر میں آنکھیں بند کرکے بھروسہ کرتی ہوں۔ ایک اسی شخص کا سہلدا حاصل ہے۔ جس کی وجہ سے میں پر اعتماد ہوں، اگر وہ بھی نہ ہو تو میرے دماغ کی رگیں

ہٹ جائیں۔"

"دیوان کو یہ بات معلوم ہے کہ ابو آئے تھے اور اس طرح چلے گئے۔"

"بیٹے دیکھو۔ میں نے تمہاری تسلی کے لئے تمہیں اتنا کچھ بتا دیا ہے ورنہ اصولی طور پر مجھے کسی کو کچھ نہیں بتانا چاہیے تھا۔ اب تم مزید سوالات نہ کرو۔ میں تمہاری شکر گزار ہوں گی۔"

"عالم آرا نے کہا اور شفق خاموش ہوگئی۔ اس نے غالباً ماں کی پریشانیوں سے مکمل اتفاق کرلیا تھا اور اس کے کچھ نہ بتانے سے زیادہ بد دل نہیں ہوئی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔"

"میری طرف سے تو خیر آپ بالکل اطمینان رکھیں بلکہ یہ بہت اچھا ہوا کہ آپ نے مجھے ان حالات سے آگاہ کر دیا۔ آپ کو ایسا ضرور کرنا چاہیے تھا امی بس آپ کی قابل اعتماد بیٹی ہوں، قابل اعتماد رعنا بھی ہے، بس ذرا بچی ہے۔ بچپنا ہے اس کے ذہن میں، ٹھیک ہی تو کہتی ہیں آپ، بھلا ان حالات میں اسے پکنک پر جانے کی اجازت کیسے مل سکتی تھی۔ مگر امی اسے بھی تو کچھ نہیں معلوم تھا۔ وہ تو یہی سمجھ رہی ہوگی کہ بس آپ نے اسے اپنے دوستوں کے ساتھ پکنک پر جانے نہیں دیا۔ میں اسے سمجھالوں گی آپ مطمئن رہیں۔ یہ ذمے داری آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔"

عالم آرا کے چہرے پر کسی قدر نرمی اور آسودگی کے آثار نمودار ہوئے۔ وہ آنکھیں کھول کر بیٹی کو دیکھتی رہی اور پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تھینک یو مائی ڈیئر، تھینک یو، اٹھیں۔"

"جی امی اٹھئے۔" شفق نے کہا۔ اور دونوں ڈائنگ ہال سے باہر نکل آئیں۔ شفق نے باہر نکل کر کہا۔

"اچھا امی شب بخیر۔ اب تو آپ سے ملاقات نہیں ہوگی، میں رعنا کے کمرے میں جارہی ہوں۔ آپ بالکل اطمینان رکھیئے میری اور اس کی بہت انڈر اسٹینڈنگ ہے، میں ضرور اسے سمجھالوں گی۔"

"سنو تمہاری نسبت وہ نادان ہے' ان واقعات کے بارے میں اگر اسے کچھ نہ بتاؤ تو بہتر ہے' یہ بھی نہ بتانا اسے کہ ابو آئے تھے۔"

"شفق کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے کہا۔"

"لیکن اس طرح میں اسے ضرور بتا دوں گی کہ امی کو ابو کا پیغام ملا ہے اور اس میں انہوں نے ہم لوگوں کو کچھ دشمنوں سے ہوشیار رہنے کی ہدایت کر دی ہے۔"

" ٹھیک ہے۔ یہ بھی بتا دینا اسے کہ یہ دشمن کوٹھی میں بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ رات برات کوٹھی کے بیرونی حصے میں نہ گھومے پھرے۔"

"اب آپ یہاں کی کمانڈ مجھے دے دیجئے۔ دیوان سرکار نے پہریداروں کو ہوشیار کر دیا ہوگا۔ وہ بہت ذہین آدمی ہیں۔ لیکن میں اپنے طور پر بھی ہر طرح سے ہوشیار رہوں گی۔ آپ مطمئن رہیں۔"

"ایک بار پھر شکریہ' تم نے مجھ سے بہترین تعاون کا مظاہرہ کیا ہے۔" عالم آرا وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ شفق بھی اپنے کمرے کی جانب چل پڑی تھی۔ عام آرا تھوڑی دیر تک خاموشی سے کچھ سوچتی رہی اور اس کے بعد اپنے کمرے میں داخل ہوگئی۔ میز کی دراز سے اس نے پستول نکالا اس کا چیمبر چیک کئے اور پھر پستول لباس میں چھپا کر باہر نکل آئی۔ عظیم الشان کوٹھی کے وسیع و عریض کمپاؤنڈ میں بے شمار درخت تھے اور طرح طرح کے پھول لگے ہوئے تھے۔ عالم آرا پروقار چال چلتی ہوئی صدر دروازے سے باہر آئی اور پھر اس نے کوٹھی کے کمپاؤنڈ کے ساتھ ساتھ ایک طویل چکر لگالیا۔ کسی جانب سے ایک شخص آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے عالم آرا کو سلام کیا تو عالم آرا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں جانتی تھی کہ تم مجھے اپنی کمین گاہ سے دیکھ رہے ہوگے دیوان سرکار' کہو سب خیریت ہے ناں؟"

"بالکل خیریت ہے رانی صاحبہ' آپ مکمل طور پر مطمئن رہیں۔ میں ان درختوں پر بھی نگاہ رکھ رہا ہوں۔ کمپاؤنڈ کے باہر بھی میں نے چند افراد کو تعینات کر دیا ہے۔"

"کیا کہہ کر؟"

"ملازمین کو صرف اپنے فرائض سرانجام دینا ہوتے ہیں۔ انہیں سوال کرنے کا حق ں نے کبھی نہیں دیا اور نہ ہی ان کی ڈیوٹی سے زیادہ ان سے کام لیا' ان کی جو ذمہ داری ں کے سپرد کی جائے انہیں صرف کان دبا کر اس ذمے داری پر عمل کرنا چاہیے۔ ویسے ے بھی چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ آپ بالکل مطمئن رہیں۔ یہاں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"شکریہ دیوان سرکار۔" عالم آرا نے کہا اور اس کے بعد کھانا کھا کر ٹہلنے کے سے ـاز میں اس نے کمپاؤنڈ کے دو تین چکر لگائے۔ پھر اپنی خواب گاہ کی جانب چلی گئی۔

خواب گاہ میں جاتے ہوئے رعنا کے کمرے کے سامنے سے گزرنا ہوتا تھا اندر تیز ـشنی تھی اور دونوں بہنوں کے گفتگو کرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

عالم آرا کے ہونٹوں پر ایک بار پھر مدہم سی مسکراہٹ ابھر آئی اور اس کے بعد وہ ں سے اپنی خواب گاہ کی جانب بڑھ گئی۔ خواب گاہ میں داخل ہو کر اس نے اپنی کلائی پر ـھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور سلک کا یہ خوبصورت لباس تبدیل کر کے شب خوابی لباس پہن لیا۔ اس کے بعد وہ مسہری پر لیٹ کر ٹیلی فون پر کسی کے نمبر ڈائل کرنے ـی۔ ٹیلی فون سیٹ اٹھا کر اس نے مسہری پر ہی رکھ لیا تھا۔ نمبر ڈائل کرنے کے بعد اس ـے ریسیور کان سے لگالیا' دوسری جانب غالباً بیل ہو رہی تھی' لیکن ٹیلی فون ریسیو نہیں ا جارہا تھا۔ کچھ دیر وہ اسی انداز میں ریسیور کان سے لگائے رہی۔ پھر لائن ڈسکنکٹ ـکے دوبارہ اور تیسری بار نمبر ڈائل کئے۔ لیکن دوسری جانب سے فون ریسیو نہیں کیا گیا ۔ چنانچہ اس نے ریسیور رکھ دیا اور مسہری کے تکئے سے ٹیک لگا کر دیوار پر لگی ہوئی ـ خوبصورت پینٹنگ کو گھورنے لگی۔

"ہونڈا سوک راستے طے کرتی رہی۔ بھکارن ایسی سڑکیں اختیار کر رہی تھی جہاں اس کا واسطہ پولیس سے نہ پڑے۔ ویسے بھی رات کی تاریکیاں پوری طرح پھیل چکی تھیں اور ذیلی سڑکیں روشنی سے محروم تھیں۔ اس نے کار کے اندر بھی تاریکی ہی رکھی تھی تاکہ کوئی اسے باہر سے نہ دیکھنے پائے۔ کار کے شیشے بھی ٹینٹڈ تھے۔ اس سے اسے مزید فائدہ حاصل ہوا تھا پھر ایک سنسان سی جگہ اس نے کار روک دی۔ سامنے فلیٹ بنے ہوئے تھے جن کے اوپری حصے پر "منیر اسکوائر" کے نیون سائن نظر آ رہے تھے۔ بھکارن خاموشی سے ادھر ادھر دیکھ کر کار سے نیچے اتری اور اس کا لاک بند کر کے دوسری سائیڈ آئی۔ بچی کو گود میں لیا اور وہ دروازہ بھی لاک کر دیا اب اس کے چہرے پر کسی قدر اطمینان کے نقوش پیدا ہوئے تھے۔ ورنہ اس حلیئے میں کار ڈرائیو کرتے اگر کہیں پولیس والوں سے واسطہ پڑ جاتا تو لینے کے دینے ہی پڑ جاتے۔ بہرحال یہاں تک آ کر کسی قدر اطمینان ہوا تھا وہ بچی کو گود میں لئے عمارت میں داخل ہوگئی۔ چوڑی سیڑھیوں سے اوپر جاتے ہوئے اس نے ایک دو بار بچی کو دیکھا تھا۔ عجیب گہری نیند سو رہی تھی۔ پھر وہ ایک فلیٹ کے دروازے پر رک گئی اور اس نے بیل بجائی۔ چند ہی لمحوں میں ایک عمر رسیدہ ملازمہ قسم کی عورت نے دروازہ کھولا اور بھکارن کو دیکھ کر مسکرا دی۔"

"صائمہ ہے؟" بھکارن نے پوچھا۔

"ہاں عرشی بی بی۔ بی بی موجود ہیں۔" ملازمہ نے کہا۔ اس دوران بھکارن اندر داخل ہوگئی تھی۔ صائمہ بھی شاید بیل کی آواز سن کر باہر نکل آئی تھی۔ دبلے پتلے قامت کی ایک خوبصورت لڑکی جس کے چہرے سے سخت گیری عیاں تھی اور جس کے نقوش نسوانیت سے زیادہ مردانہ پن لئے ہوئے تھے اس نے مسکراتی نگاہوں سے بھکارن کو دیکھا اور بولی۔

"آیئے آپ ہی کا انتظار کر رہی تھی میں، کیا ہوا؟ کیا کوئی پکڑ کر لے گیا تھا؟"

"عرشی نے تھکے تھکے انداز میں گہری سانس لی اور بولی۔"

"اندر چلو۔"

"یہ تمہاری گود میں کیا بریانی کی دیگ ہے۔ ویسے بھی آج جمعرات کا دن ہے، لوگ ذرا فیاضی ہی سے کام لیتے ہیں۔ ارے یہ......... یہ .... یہ........." دفعتاً ہی فلیٹ والی لڑکی کو ایک ننھا سا خوبصورت سا ہاتھ نظر آیا تھا اس کی آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں اور وہ تیزی سے بھکارن جس کا نام اس نے عرشی لیا تھا کی جانب لپکی اور پھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بھکارن کی گود میں دبی ہوئی بچی کو دیکھنے لگی۔ پھر اس نے بھکارن کے چہرے کو دیکھا اور متحیرانہ لہجے میں بولی۔"

"خدا کی پناہ، کیا لوگ اب اس قدر فراخدل ہوگئے ہیں کہ بھیک میں اپنے بچے دے دیا کرتے ہیں؟"

"اندر چلو گی یا یہیں بک بک کیے جاؤ گی؟"

"آؤ آؤ، ذرا دو تو سہی اسے میری گود میں۔ کیا قصہ ہے؟ بھئی کون ہے یہ؟ مائی گاڈ کیا خوبصورت بچی ہے۔ ارے کہاں سے اٹھا لائی کم بخت یہ، پاگلوں کا خاندان ہے پورا۔" صائمہ نے گود میں بچی کو لے کر حیرت و دلچسپی سے گھورتے ہوئے کہا۔ بھکارن آگے بڑھ گئی تھی وہ ایک بڑی سی خواب گاہ میں داخل ہوگئی۔ صائمہ بھی اس کے پیچھے ہی پیچھے لپکی تھی۔ بھکارن نے کہا۔"

"کپڑے کہاں ہیں میرے؟"

"باتھ روم میں ہیں۔ مگر بیٹھ جاؤ' پہلے مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔"

"بکو مت بھئی۔ میری حالت تباہ ہو رہی ہے خدا کی پناہ۔ گرد' مٹی' تیز ہوائیں' پسینہ ارے باپ رے باپ.... توبہ.........توبہ.........."

"کیوں' بس.... اوقات سامنے آگئی" صائمہ بولی۔ لیکن بھکارن باتھ روم میں داخل ہوگئی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد جب وہ ایک خوبصورت لباس میں ملبوس باہر نکلی تو اس کا حلیہ ہی بدل چکا تھا۔ دودھ جیسا سفید چہرہ' روشن آنکھیں' سبک نقوش' بھیگے ہوئے بالوں سے اب بھی پانی کے ہلکے ہلکے قطرے ٹپک رہے تھے اور وہ انہیں تولیے سے خشک کرتی ہوئی باہر آرہی تھی۔

"خدا کی قسم زندگی کے کتنے رخ ہیں انسان اگر اس طرح سے تجزیہ کرلے تو ولی ہو جائے۔ دینے والا کچھ لوگوں کو زندگی کی اتنی خوشیاں دے دیتا ہے کہ وہ کبھی اپنے سامنے سے گزرتے ہوئے لوگوں پر توجہ بھی نہیں دیتا۔ ہاں اگر اسے چند روز ان جیسی زندگی گزارنے کو مل جائے تب اس کے دل میں خدا جاگتا ہے۔ صائمہ زندگی کے مسائل توبہ توبہ۔"

"دیکھ پہلے مجھے اس بچی کے بارے میں بتا دے۔ تو تو پاگل ہے۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں تیری دیوانگی۔ کسی دن مصیبت میں گرفتار کرے گی مجھے۔ یہ میری پیش گوئی ہے۔"

"جانے دے یار۔ اپن سالا زندگی کو دوسرے رنگ میں دیکھتا ہے' اپن حالات سے مقابلہ کرنا جانتا ہے مین......... ابھی تم ہمارے کو ایسا بات مت بولو۔"

"میں کہتی ہوں یہ بچی کون ہے؟"

"بڑی پراسرار اور عجیب کہانی ہے اس کی۔ سچ جانو یہاں میں تم سے مذاق نہیں کر رہی۔ مگر یہ سو کیوں رہی ہے۔ راستے بھر میں اس کے لئے پریشان رہی ہوں۔" عرشی نے کہا اور وہ لڑکی صائمہ جھک کر بچی کی سانسوں کی آمد و رفت کا جائزہ لینے لگی پھر گردن ہلا کر بولی۔"

"نہیں بالکل ٹھیک ہے۔"

"پھر بھی صائمہ یہ گہری نیند بے مقصد نہیں ہے۔"

"چھوٹے بچوں کو بعض اوقات پر سکون سونے کے لئے فزگان وغیرہ دے دیا کرتے ہیں یہ ایسی ہی کسی پرسکون دوا کے زیر اثر معلوم ہوتی ہے۔ مگر تجھے خدا کا واسطہ بتا تو دے' کون ہے؟ کیا چکر ہے یہ؟ پلیز دیکھ یار مجھے پریشان مت کر تیری مہربانی ہوگی۔"

"بتا رہی ہوں بابا۔" ذرا فضیلہ خالہ کو آواز دے چائے کے لئے' کھایا نہیں؟"

"فضیلہ خالہ کو کہنے کی ضرورت نہیں پیش آتی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تیرے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔ وہ تیرے لئے بھی کسی ماں ہی کی طرح فکر مند رہتی ہیں۔ پانچوں وقت نماز پڑھتی ہیں اور دعائیں مانگتی ہیں کہ اللہ اس سرپھری کی حفاظت کرنا۔ کہیں کسی دن یہ اپنی دیوانگی میں کسی حادثے کا شکار نہ ہو جائے۔"

"تو اب ذرا اس بچی کا احوال سنو اور مجھے بتاؤ کہ یہ سب کیا ہے؟"

"بہت خوبصورت بچی ہے تو نے غور سے دیکھا اسے؟"

"کہاں دیکھا ہے اب ذرا دکھاؤ' اور یہ کیا لپیٹ رکھا ہے اس کے اردگرد' اتار کر پھینکو اسے۔" عرشی نے کہا اور صائمہ نے بچی کے جسم کے اردگرد لپٹا ہوا بہت ہی قیمتی اور نفیس گدا نکال کر ایک سمت رکھ دیا۔ بچی خوبصورت لباس میں ملبوس تھی جو بہت قیمتی معلوم ہوتا تھا۔ اس کے خدوخال اور نقوش ایک عجیب سی جاذبیت لئے ہوئے تھے۔ چہرے کی گلابی رنگت میں ہلکا سا سنہرا پن نمودار تھا۔ انتہائی گھنگھریالے سنہری بال' بالکل سونے کے بنے معلوم ہوتے تھے۔ آنکھیں بہت خوبصورت تھیں اور بند ہونے کے باوجود یہ احساس دلا رہی تھیں کہ جب وہ کھلیں گی تو کیا کیا قیامتیں برپا ہو جائیں گی۔ ہاتھ پاؤں ایک نقش دل موہ لینے والا تھا۔ صائمہ تو دیوانی ہوگئی۔

"ہائے عرشی' خدا تجھے غارت کر دے۔ زبان بند کئے بیٹھی ہے بتا نہیں رہی کہ کیا قصہ ہے؟"

"یار بڑا عجیب قصہ ہے صائمہ' تو سوچ بھی نہیں سکتی۔" صائمہ سوالیہ نگاہوں سے

عرشی کو دیکھتی رہی تب عرشی نے کہا۔

"میں بھکارن کی حیثیت سے اپنی معلومات میں اضافہ حاصل کر رہی تھی۔ جب شام کے جھٹپٹوں میں میں آگے بڑھی تو سرخ رنگ کی ایک مرسیڈیز کار میرے پیچھے لگ گئی اور ایک ایسی سنسان جگہ میرے قریب آکر رک گئی جہاں آس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔" عرشی صائمہ کو تمام تفصیلات بتانے لگی اور صائمہ ناقابل یقین نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔ عرشی نے پورا واقعہ سنا دیا اور یہاں تک آنے کی مکمل داستان بیان کر دی۔ صائمہ اسے غصیلی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"اور اب کہہ دے کہ تو نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے؟"

"کیا مطلب؟" عرشی نے بھنویں اٹھا کر پوچھا۔

"یار ایسی پراسرار کہانیاں میں نے خود بھی بہت سنی ہیں اور لکھی ہیں۔ دیکھ خدا کی قسم مجھے سب کچھ سچ سچ بتا دے۔"

"محترمہ جرنلسٹ صاحبہ میرے سامنے ذرا ہوش و حواس قائم رکھ کر گفتگو کیا کریں۔ میں الٹے دماغ کی لڑکی ہوں۔ اگر کوئی میرے سچ کو جھوٹ سمجھتا ہے تو خونخوار بھی بن جاتی ہوں میں' کیا تمہیں اپنا یہ خوبصورت چہرہ عزیز نہیں ہے۔" عرشی نے غرا کر کہا۔

"تو تو سچ کہہ رہی ہے؟"

"ایک ایک لفظ سچ ہے اس کہانی کا اور اب اس کے بعد یہ مت کہنا کہ کیا میں سچ کہہ رہی ہوں' سمجھ میں آگئی بات۔"

"کمال ہے ناقابل یقین سی بات ہے۔"

"یہ فضیلہ خالہ ابھی تک چائے نہیں لائیں؟"

"لے آئی اچھی بٹیا۔ چائے کے ساتھ اور بھی چند چیزیں تھیں جنہیں نکالنے میں دیر ہو گئی۔" دروازے سے فضیلہ خالہ کی آواز سنائی دی اور وہ ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آگئیں۔"

"آپ جیسے بزرگوں کے لئے تو دل سے دعائیں نکلتی ہیں فضیلہ خالہ کہ اللہ تعالیٰ

آپ کو مزید سو سال کی زندگی عطا کرے واہ کیا کیا سجا رکھا ہے آپ نے ٹرالی میں۔"

"فضیلہ خالہ مسکراتی ہوئی باہر چلی گئیں۔ صائمہ کو ٹوہ لگی ہوئی تھی کہنے لگی۔"

"اگر یہ سب کچھ درست ہے عرشی تو کیا یہ ایک خطرناک اور سنسنی خیز واقعہ نہیں ہے؟"

"مجھے اس پر غور کرنے کا ابھی تک موقع ہی نہیں ملا۔"

"تو سوچ.......... سب سے پہلے تو اس بچی کو ہوش میں لانا ہے۔ اگر اس طرح کوئی لاش تیرے حوالے کر دی جاتی تو؟"

"تو اس کی صورت دیکھ کر مجھے واقعی افسوس ہوتا کہ اتنی پیاری بچی کو زندگی سے محروم کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ میں خاموشی سے اس لاش کی تدفین کرا دیتی۔ تو مجھے کیا سمجھتی ہے؟"

"بہرحال یہ لاش نہیں ہے۔ لیکن کیا تو اس نظریئے کو نظرانداز کر سکتی ہے بلکہ ہو سکتا ہے یہ کوئی اغوا شدہ بچی ہو۔ اغوا برائے تاوان۔ لوگ مجرمانہ کارروائیاں کرنے میں اتنے ماہر ہو گئے ہیں کہ ایک سے ایک شاندار طریقے اختیار کرتے ہیں' اگر کسی دولت مند آدمی کی بچی کو اغوا کر کے اپنے پاس رکھنا ممکن نہ ہو تو اس کے لئے یہ کارروائی بھی کی جا سکتی ہے' میں یہ نہیں کہتی کہ انہیں تیرے بھکارن ہونے پر شک ہو گا' وہ تیرا ڈیرہ دیکھ آئے ہیں اور وہیں تجھے تلاش کریں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے عرشی کہ یہ بچی جیسا کہ اس کے حلیے اور اس کے لباس سے نظر آتا ہے واقعی کسی بے حد دولت مند شخص کی بچی ہو اور اس عورت نے اسے اغوا کر لیا ہو۔ وہ عورت اس دولت مند آدمی کی شناسا بھی ہو سکتی ہے۔ کوئی ایسی قریبی عورت جس پر شک نہیں کیا جا سکے اور اب وہ وہاں کی کارروائیاں دیکھے گی اور اگر وہ لوگ مطلوبہ دولت ادا کرنے پر تیار ہو جائیں گے۔ میرا مطلب ہے تاوان کی شکل میں تو باآسانی اسے تجھ سے حاصل کر کے ان کے حوالے کر دیا جائے گا۔ یہ عین ممکن ہے کہ یہ اغوا برائے تاوان کا کیس ہو۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اگر یہ واقعی کسی دولت مند آدمی کی بچی ہے تو کل

کے اخبارات میں اس کے بارے میں اغوا کی خبر شائع ہو جائے گی۔ پتہ بھی لکھا جائے گا۔ ہم رابطہ قائم کرلیں گے کون سا مشکل کام ہے؟"

"لیکن وہ لوگ تیرے دشمن ہو جائے گے۔"

"ہوں دشمن کی آج تک اپن نے پرواہ نہیں کی ہے باس۔ دیکھ لیں گے اگر کوئی دشمن ہو گیا تو؟"

"ہم یہ تو کہہ نہیں سکتے کہ یہ کوئی نوزائیدہ بچی ہے جسے ناجائز طور پر جنم دینے کے بعد ایک بھکارن کے حوالے کر دیا گیا ہے......... نہیں یہ پوائنٹ بالکل درست نہیں ہے۔ پھر یہ قصہ کیا ہے؟ اور اس عورت نے یہ بھی کہا تھا تجھ سے کہ اسے بھکارنوں ہی کی طرح پروان چڑھانا۔"

"ہاں اور یہ رقم دی ہے مجھے۔ اچھی خاصی رقم ہے۔ کم از کم ایک بھکارن کے لئے بے ہوش کرنے والی۔"

"قصہ کیا ہے؟ ارے ہاں ذرا ایک بات تو بتا؟"

"جی ارشاد۔"

"تو پڑھی لکھی لڑکی ہے اور واقعات اس قدر سنسنی خیز ہیں کیا تو نے اس عورت کی کار کا نمبر نہیں دیکھا۔ میرا مطلب ہے اس سرخ مرسیڈیز کا؟"

"اوہ سالا تم بالکل گاؤدی ہے مین۔ اپن اتنا گدھا ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد کار کے نمبر کو نہ دیکھے۔ اپن نے کار کا نمبر نوٹ کرلیا ہے۔"

"زندہ باد......... زندہ باد......... یہ ہوئی ناسمجھداری کی بات......... اس کا مطلب ہے کہ پاگلوں کے اس خاندان میں، تو ایک عقلمند لڑکی ہے۔"

"ارے ارے......... تو کتنی بار میرے خاندان کو پاگلوں کا خاندان کہہ چکی ہے۔ اس کے بعد بالکل نہیں چلے گا۔ ہم سب ہوشمند ہیں۔"

"ہونہہ ہوشمند۔ تیرے جیسے ہوشمند اگر ہونے لگیں تو اس دنیا میں تو بس کیا کہوں آگے........."

"کچھ مت کہو، ورنہ اس کے بعد ہمارا کھیل شروع ہو جائے گا۔"

"اچھا اب تو یہ بتا کہ اس کا کرے گی کیا؟"

"کچھ نہیں، کل اس کے لئے بہت سارے کپڑے خریدوں گی۔ کل ڈیوٹی نہیں کروں گی۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ اب یہ کھیل ختم۔ اپنا فیچر تیار ہو جائے گا۔ جو دیکھا ہے وہ بہت کافی ہے۔ نوجوان بھکارنیں، جو ہر سڑک پر گاڑیوں کے قریب بھٹکتی نظر آتی ہیں اور اپنے شانوں سے ننھے ننھے معصوم بچے لگائے پھرتی ہیں، بس ان کے بارے میں اپنی زبان سے کیا کہوں، محفوظ نہیں ہوتیں وہ، اور شاید بہت کم ایسی ہوتی ہیں جو .... جو .... جو........."

"ہوں......... میں بھی اب تجھے یہی مشورہ دینے والی تھی کہ اب اپنا یہ بہروپ فوراً ختم کر دے۔"

"فیچر تین چار دن میں تیار ہو جائے گا۔ میگزین میں اس کے لئے جگہ خالی رکھنا۔"

"میرا مشورہ مانے گی؟"

"ہاں بول۔"

"ابھی یہ فیچر گول کر جا۔ یہ فیچر اگر تو لکھے گی، تو یہ تو میں جانتی ہوں کہ اس میں اس بچی کا تذکرہ نہیں کرے گی۔ لیکن اگر تو غائب ہو گئی اور وہ لوگ تیری تلاش میں نکلے تو اس فیچر کے چھپنے کے بعد انہیں تجھ تک پہنچنا مشکل نہیں ہو گا۔"

"بات عقلمندی کی ہے جرنلسٹ، چلو ٹھیک ہے۔ میرے اوپر کیا فرق پڑتا ہے۔ کونسا مجھے اس فیچر کی رقم کا چیک لینا ہے۔ ابھی اسے گول کر دیتے ہیں۔ دیکھتے ہیں اس بچی کا کیا مسئلہ ہے۔ ویسے جرنلسٹ ایک کام کرو تم۔"

"ہاں بول۔" صائمہ نے کہا

"کار کا نمبر نوٹ کرلو اور اپنے ذرائع سے کام لے کر اس کار کے مالک کا پتہ لگاؤ۔"

"یہ کام میں کل زین سے کرالوں گی۔"

"زین؟"

"ارے وہی ہمارا کرائم رپورٹر۔"

"جو تم سے عشق کرتا ہے؟" عاشی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ آپ کو اعتراض ہے اس پر؟"

"نہیں عشق پر مجھے اعتراض نہیں ہے' زین پر البتہ اعتراض ہے۔"

"کیا اعتراض ہے آپ کو اس پر؟"

"بس ذرا بونگا سا ہے۔"

"میرے لئے ٹھیک ہے' آپ اپنی بات کیجئے۔"

"تو برا کیوں مان رہی ہو؟ تم ایسے ایسے دس "زین" سے عشق لڑاؤ۔ میرے اوپر کیا اثر پڑتا ہے؟"

"کار کا نمبر بتا۔" صائمہ ایک کاغذ اور قلم اٹھالائی اور عرشی نے اسے کار کا نمبر نوٹ کرا دیا۔ اس کے بعد وہ چائے کے بڑے بڑے گھونٹ لینے لگی۔

دونوں بہت گہری دوست تھیں۔ عرشی ایک نہایت دولت مند شخص ہدایت اللہ واسطی کی بیٹی تھی اور سر ہدایت اللہ واسطی درحقیقت سر پھرے انسان تھے۔ دولت کی ریل پیل تھی' بہت سے کاروبار چل رہے تھے۔ جنہیں پر اعتماد ملازمین سنبھالے ہوئے تھے۔ صرف مہم جوئی کی زندگی اپنا رکھی تھی۔ شیروں کے شیر تھے اور دنیا کے بہت سے پراسرار خطے چھان مارے تھے۔ ایک بیٹی اور دو بیٹے تھے۔ بیٹوں کی شادیاں ہو چکی تھیں اور وہ اپنے اپنے حال میں مست تھے۔ عرشی اکلوتی بیٹی تھی۔ باپ کی مہم جویانہ فطرت اس میں بھی موجود تھی۔ باپ نے کبھی اتنی پذیرائی تو نہیں کی کہ اسے اپنے ساتھ کسی مہم پر لے جاتے انہیں اندازہ تھا کہ پر خطر جنگلات اور ناقابل عبور پہاڑی سلسلے ہر لمحے موت کو مٹھیوں میں لئے کھڑے رہتے ہیں اور ان سے نبرد آزما ہونا نہایت مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ عرشی کی بار بار کی فرمائشیں انہوں نے مسترد کر دی تھیں۔ لیکن اس کے علاوہ عرشی کو آزادی تھی۔ چنانچہ وہ لڑکی سے زیادہ لڑکا بن چکا تھی۔ جوڈو کراٹے کے ایک کلب میں تین سال تک مشق کرنے کے بعد باآسانی بلیک بیلٹ حاصل کرلی تھی۔ اپنی فطرت کی

سکین کے لئے اس نے بہت سے ایسے کام سرانجام دیئے تھے جو کسی لڑکی کے لئے سان نہ ہوں۔ شکل و صورت اور جسم کی بناوٹ خالص مشرقی لڑکیوں جیسی تھی۔ لیکن ں کے اندر ایک اور بھی شخصیت پل رہی تھی۔ اپنی تفریح طبع کی تسکین کے لئے اس نے معاشرے کے مختلف پہلوؤں پر ریسرچ شروع کر دی تھی اور ایک اخبار کو اپنے ان پرز کے لئے منتخب کرلیا تھا جو وہ مختلف انسانی مسائل کے بارے میں ترتیب دیا کرتی تھی۔ بار کو اچھا خاصا ڈونیشن دیا گیا تھا اس کے بعد بھلا اخبار ایک اتنے بڑے آدمی کی بیٹی کے پر چھاپنے سے کیسے گریز کرتا۔ انہی کوششوں کے درمیان صائمہ سے دوستی ہوئی تھی جو ں اخبار میں ملازمت کرتی تھی اور جرنلسٹ تھی۔

"صائمہ بھی اس دنیا میں تنہا تھی۔ والدین کا انتقال ہو چکا تھا اور اب تنہا زندگی گزار رہی تھی۔ بس ایک ملازمہ فضیلہ خالہ اس کے ساتھ رہتی تھیں جو اس کے والدین ے دور ہی کی ملازمہ تھیں اپنا بڑا مکان بیچ کر اس نے یہ فلیٹ خرید لیا تھا اور یہاں بظاہر سکون زندگی گزار رہی تھی۔ دل کے گوشوں میں اپنی ہی فیلڈ کا ایک نوجوان آبسا تھا اور ں سے مستقل کے معاملے طے ہو چکے تھے۔ عرشی کچھ اس قسم کی لڑکی تھی کہ صائمہ وڑے سے ہی عرصے میں اس کی بہترین دوست بن گئی۔ عرشی کے طریقہ کار سے اسے شہ اختلاف رہا۔ اور اس نے اسے بار بار سمجھایا کہ خطرناک اسمگلروں' بلیک میلروں اور ط لوگوں کی راہ پر لگ کر ان کے بارے میں معلومات حاصل کرکے' اخبارات اور پولیس فراہم کرنا ایک خطرناک مشغلہ ہے اور کسی بھی مرحلے پر وہ مصیبتوں میں گرفتار ہو سکتی ہے۔ لیکن عرشی منہ زور گھوڑا تھی۔ دوڑتے رہنا اس کا کام تھا۔ خوش قسمت بھی تھی کہ ی تک کوئی ایسا مرحلہ اسے پیش نہیں آیا تھا جو اسے اس گھڑ دوڑ سے روک سکتے۔ طرح ح کے بہروپ بھرتی اور معاشرے کے کسی پہلوے کے لئے خود بھی وہی بہروپ بھر کے ں میں شامل ہو جاتی تاکہ قریب سے اس پہلو کو دیکھ سکے اور اس کے بارے میں لکھ لے۔"

"ان دنوں بھی اس پر یہی بھوت سوار تھا اور وہ شہر میں بکھرے ہوئے بھکاریوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کر رہی تھی۔ کئی دن سے فقیرنی بنی ہوئی تھی۔ یہ کام صائمہ کے فلیٹ سے شروع ہوتا تھا۔ گھر سے نکل آتی اور پھر یہاں آکر اپنا حلیہ تبدیل کرتی اور بھکارن بن کر نکل جاتی۔ پھر یہیں سے حلیہ وغیرہ بدل کر اپنے گھر واپس چلی جاتی تھی۔ نتیجے میں آج وہ یہ سوغات لے آئی تھی اور صائمہ بھی پریشان ہوگئی تھی کہ کہیں وہ کسی مشکل میں نہ پھنس جائے۔ عرشی نے کہا۔"

"یار بہت وقت ہوگیا ہی' ہماری اماں جان بے شک ایک صلح جو اور نیک خاتون ہیں۔ لیکن بہرحال اس کا خیال رکھتی ہیں کہ آدھی آدھی رات کو گھر واپس نہ جایا جائے۔ ابو تو خیر آج کل بھی گئے ہوئے ہیں اس لئے ذرا کام کی آسانی ہوجاتی ہے لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ آگے کیا کروں؟"

"بھئی مجھے تو واقعی بہت خوف محسوس ہو رہا ہے۔ کہیں یہ بچی ہم سب کے لئے مصیبت نہ بن جائے؟"

"اتنی خوبصورت مصیبت تو ویسے بھی پالی جاسکتی ہے۔ میرا خیال ہے فی الحال مجھے یہ بھکارن کا پیشہ ترک کردینا چاہیے۔ ویسے یقین کرو صائمہ بڑے مزے مزے کے لوگوں سے واسطہ پڑا تھا۔ تمہیں تفصیل سے سناؤں گی یہ ساری کہانی' اس وقت واقعی اس بچی

مسئلہ در پیش ہے اور یار بھلا تمہارے سوا مجھے اور کون نظر آسکتا ہے اس سلسلے میں؟"

"کیا مطلب ہے تیرا؟" صائمہ نے پوچھا۔

"بھئی یہ بچی یہیں رہے گی اس وقت تک جب تک کہ ہم اس کے بارے میں مکمل تفصیلات نہ معلوم کرلیں۔ مسٹر زین سے تم اس کار کے مالک کا پتہ چلاؤ اس کے بعد دیکھیں گے کہ آگے کی کیا صورت حال رہتی ہے۔"

"مم مگر عرشی یہ یہاں؟"

"فضول باتوں سے گریز کرو۔ فضیلہ خالہ.... فضیلہ خالہ۔" عرشی نے زور زور سے آوازیں لگائیں اور فضیلہ خالہ اندر آگئیں۔ عرشی نے وہ سارے نوٹ جو اسے معمر عورت نے دیئے تھے نکال کر فضیلہ خالہ کو دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کو معلوم ہے یہ کتنی رقم ہے؟"

"گنے بغیر کیسے بتا سکتی ہوں بٹیا۔"

"خیر بعد میں گن لیجئے گا۔ یوں سمجھ لیجئے یہ آپ کے ہیں۔"

"ہیں۔" فضیلہ خالہ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"یہ رقم آپ کی ہے فضیلہ خالہ۔"

"مم مگر کیوں؟"

"آپ کو کچھ روز اس بچی کو پالنا ہوگا۔ اپنے سارے کاموں سے فرصت نکال کر آپ اس کی دیکھ بھال کریں گے۔ میں کل اس کے کپڑے وغیرہ خرید کر آپ کو دے دوں گی۔ آپ اس کی ہر ضرورت پوری کریں گی۔ کیا سمجھیں آپ؟"

"فضیلہ خالہ نے بچی کو دیکھ تو پہلے ہی لیا تھا لیکن مالکوں کی بات میں دخل اندازی کی وہ کبھی قائل نہیں رہی تھیں۔ انہوں نے بچی کو غور سے دیکھا تو خود بھی اس پر فریفتہ ہوگئیں۔"

"ٹھیک ہے عرشی بٹیا۔ مگر یہ کون ہے؟"

"معلوم ہو جائے گا تو آپ کو بھی بتا دوں گی' لیکن سنئے محلے میں کس کو یہ پتہ نہیں

چلنا چاہیے کہ آپ کسی بچی کی پرورش کر رہی ہیں۔ فرض کیجئے اتفاق سے کوئی دیکھ بھی لے تو آپ یہ کہہ سکتی ہیں کہ صائمہ کی بہن کی بیٹی ہے۔ بہن کسی کام سے ملک سے باہر گئی ہے اور بچی کو صائمہ کی تحویل میں دے گئی ہے بس اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ وہ بھی اس وقت جب کسی کو بچی کی یہاں موجودگی کا پتہ چل جائے۔ فضیلہ خالہ اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھیں۔ یہ پیسے جو میں نے آپ کو دیئے ہیں اگر اس کے لئے کوئی ضرورت ہو تو آپ بازار سے پوری کر لیجئے گا۔ صائمہ خود بھی اس کا خیال رکھے گی۔ ٹھیک ہے نا؟"

"جو حکم بٹیا۔ میں بھلا آپ دونوں کے کسی حکم سے انکار کر سکتی ہوں۔" فضیلہ خالہ نے کہا اور ننھی سی بچی کو گود میں اٹھالیا اور پیار بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگیں۔ صائمہ نے اب اس معاملے میں کوئی دخل نہیں دیا تھا۔"

"اوکے صائمہ اب اس پر اسرار کہانی کی بقیہ گتھی ہم تم دونوں مل کر سلجھائیں گے۔"

"اپنا خیال رکھنا۔ بس اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہے۔"

"فکر نہ کرو باس۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اچھا اب میں چلتی ہوں۔ باپ رے باپ آج تو واقعی بہت رات ہوگئی۔ عرشی نے کہا اور پھر صائمہ سے بولی۔"

"صائمہ پلیز تم بھی خاص طور سے اس کا خیال رکھنا۔" صائمہ نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی اور عرشی دروازے کی جانب بڑھ گئی۔ صائمہ اس کے پیچھے پیچھے چلتی ہوئی اسے دروازے تک چھوڑنے آئی تھی اور پھر اس نے اسے خدا حافظ کہا تھا۔

معمر عورت پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی جو پر سکون نظر آرہے ہے۔ وہ اپنے بدن کی لرزش پر قابو نہیں پاسکی۔ پھر بھی اس نے لرزتی آواز میں کہا۔

"تت تم ....تت تم کون ہو اور یہاں ....؟""

دونوں بیک وقت اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ "آپ براہ کرم پر اطمینان رہیں اور اں آرام سے تشریف رکھیں۔"

"میں پوچھتی ہوں تم ہو کون اور یہاں میری غیر موجودگی میں.........؟"

"بڑا تعجب ہوا ہمیں یہاں آکر میڈم۔ تا ب پور ہاؤس اور گیٹ پر چوکیدار ا نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ یہاں تو خاص ت ہونا چاہیے تھا؟"

"میں تم سے یہ سوال کر رہی ہوں کہ تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو؟ اگر ڈاکو تو یقیناً" تم نے مکان کی تلاسی لے لی ہوگی۔ یہاں بے شمار قیمتی چیزیں موجود ہیں۔ کیا تم ھ اور چاہتے ہو؟"

"ہاں ایسی ہی بات ہے۔ لیکن آپ اب تک کھڑی ہوئی ہیں۔ کیا آپ ان پستولوں کھلونا سمجھ رہی ہیں؟"

"میں تم جیسے فضول لوگوں سے نہیں ڈرتی۔ میں کہتی ہوں فوراً" یہاں سے نکل ۔... ورنہ......... ورنہ میں........."

"شور مچا دوں گی۔ پولیس کو خبر کردوں گی' یہی احمقانہ باتیں کریں گی نا آپ۔ کیا

آپ کی یہ ننھی سی کھوپڑی آپ کو یہ نہیں سمجھا رہی کہ آپ ان میں سے کوئی عمل نہ کر سکیں گی۔ اگر آپ نے شور مچانے کے لئے منہ کھولا تو اس پستول سے ایک شعلہ نـ گا اور دہکتا ہوا انگارہ آپ کے دانتوں کی قطار کو توڑتا ہوا آپ کے نرم و ملائم حلق سے گذر کر گدی سے باہر نکل جائے گا اور آپ خون میں شرابور ہو جائیں گی۔ پستولوں پ سائیلنسر بھی لگا ہوا ہے۔ کوئی آواز نہیں ہوگی اور آپ......... وہ ہنس کر بولا۔ زندگی بڑ قیمتی شے ہے اسے ہر قیمت پر بچانا چاہیے میڈم۔“

”تم......... تم آخر کیا چاہتے ہو؟“ میڈم نروس ہوگئی۔ ان کے چہرے ان سفاک فطرت کا پتہ دیتے تھے اور میڈم کو اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں ضر کر ڈالیں گے۔

”چلئے ادھر تشریف لے آئیے۔ آپ کی مسہری آپ کی منتظر ہے۔“

”مم......... میں......... “ میڈم نے کہنا چاہا۔ لیکن میڈم دروازے کی طرف کھنـ لگی۔ جو شخص آگے بڑھا تھا اس نے میڈم کے بال پکڑے اور اسے گھسیٹ کر زور سے مسہری پر دھکا دے دیا۔ میڈم کے حلق سے ایک بار اضطرابی چیخ نکل گئی وہ بری طر مسہری پر گری تھی پھر اس نے خود کو سنبھالا ہی تھا کہ اچانک دروازے پر کچھ آہٹ ہو اور میڈم کی متوحش نظریں دروازے کی طرف اٹھ گئیں۔ اس نے رحمان کو اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ رحمان کو دیکھتے ہی وہ بجلی کی طرح تڑپ کر مسہری سے اٹھ بیٹھی ا اس کے منہ سے نکلا۔

”رحمان یہ بدمعاش....“ لیکن اس کا جملہ منہ میں ادھورا ہی رہ گیا تھا کیونکہ رحمان تنہا نہیں تھا اور ایک تیسرا آدمی اس کی گدی پر پستول رکھ کر اسے اندر لایا تھا۔ رحمان ک چہرے پر خوف کے تاثرات تھے۔ تیسرے آدمی نے اندر داخل ہونے کے بعد پاؤں سے دروازہ بند کر دیا۔ لیکن اس نے اندر سے چٹخنی وغیرہ نہیں لگائی تھی۔ پھر اس نے زور سے رحمان کی کمر پر لات رسید کی اور رحمان اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ البتہ سامنے کھڑ ہوئے دوسرے پستول بردار نے رحمان کو فرش پر گرنے سے روکا تھا اور اسے سیدھا کھ

کر دیا تھا۔ رحمان کے چہرے پر شدید بدحواسی نظر آرہی تھی اور میڈم جو مسہری پر آدھی اٹھ کر بیٹھ گئی اسی طرح ساکت رہ گئی تھی۔ تیسرے آنے والے شخص نے کہا۔

”اس کا جائزہ تو ہم لوگ پہلے ہی لے چکے ہیں کہ مہتاب پور ہاؤس میں کوئی نہیں ہے سوائے ان دونوں افراد کے۔“

”اس سے کیا پوچھا؟“

”ابھی نہیں‘ اب ذرا دونوں مل کر مناسب طریقے سے تمام تفصیلات بتا سکیں گے۔“

”ہوں‘ تمہارا نام رحمان ہے؟“

”جی صاحب۔“ رحمان نے لرزتی آواز میں کہا۔

”اور یہ میڈم ہیں؟“

”جی۔“

”میڈم یہاں کیا کرتی ہیں؟“

”ہاؤس کیپر ہیں جناب۔“

”گڈ‘ رحمان ذرا جلدی سے بتاؤ بچی کہاں ہے؟“

رحمان بری طرح چونک پڑا۔ میڈم اب سہمی ہوئی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔ رحمان نے آہستہ سے کہا۔

”کک.........کون‘ کونسی بچی کی بات کر رہے ہیں آپ لوگ؟“

”بب.........بچی......... مم......... مگر مم......... میڈم......... یہ‘ یہ کونسی بچی کے بارے معلومات حاصل کر رہے ہیں؟“

سامنے کھڑے ہوئے آدمی نے اپنا ہاتھ پورا سیدھا کیا۔ رحمان کے فرشتوں کو بھی گمان نہیں تھا کہ یہ اس کی زندگی کے آخری لمحات اور اس کے منہ سے نکلے ہوئے آخری الفاظ ہیں۔ پستول سے ڈز کی آواز ہوئی اور رحمان کی پیشانی میں گہرا سوراخ بن گیا۔ اس کے حلق سے بس ایک سسکی سی نکل تھی اور اس کے بعد وہ دونوں ہاتھ فضا

میں لہراتا ہوا اوندھے منہ زمین پر آ رہا تھا۔ میڈم کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکل اور اس کے قریب کھڑا ہوا آدمی اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"دوسری چیخ پر تمہارا حشر اس سے مختلف نہیں ہو گا' کیا سمجھیں' اس لئے اپنی آوا پر قابو رکھو۔"

میڈم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ "تم نے اسے...... تم نے اسے مار دیا۔ درندو! وحشیو! تم نے اسے مار دیا۔ تم تم.... میں تمہیں' میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔ میڈم پر دیوانگی سی طاری ہو گئی۔ وہ مسہری سے نیچے اتری۔ لیکن قریب کھڑے ہو شخص کا الٹا ہاتھ اس کے رخسار پر پڑا اور ایک بار پھر وہ مسہری پر گر پڑی۔ اسے چکر آ گیا تھا۔ تیسرا آدمی جو رحمان کو لے کر آیا تھا۔ پاؤں کی ٹھوکر سے رحمان کی لاش کو دھکیل ہوا کمرے کی دیوار کے قریب لے گیا۔ فرش پر بچھا ہوا قیمتی قالین رحمان کے خون سے سرخ ہو رہا تھا۔ لیکن تینوں سنگدلوں کے چہروں پر ذرا بھی تاسف کے آثار نہیں تھے۔ پھ کمرے کی فضا میں ایک اور تبدیلی ہوئی۔ چوتھا شخص اندر داخل ہو گیا تھا۔ یہ ایک دراز قامت اور بھاری جسم کا آدمی تھی۔ نہایت قیمتی لباس میں ملبوس' آنکھوں پر بہت خوبصورت سنہرے فریم کی عینک اور فرنچ کٹ داڑھی میں وہ بے حد شاندار نظر آ رہا تھا۔ تینوں مودب ہو گئے اور میڈم کی ہچکیاں ایک دم رک گئیں۔"

"سر' سر آپ' سر میں' سر یہ دیکھئے' سر آپ یہاں کیسے؟ یہ یہ سب کچھ کیا ہو ر ہے سر...."

"میڈم شاید اس شخص کو پہچانتی تھی وہ سنجیدگی سے میڈم کی صورت دیکھتا رہا۔ پھ اس نے سرد اور آہستہ لہجے میں کہا۔"

"بچی تمہارے پاس تھی' کہاں ہے اس وقت وہ؟ اسے ہمارے حوالے کر دو اور کوئی بات نہیں ہے۔"

"سر یہ لوگ سر یہ...... یہ دیکھئے انہوں نے ہمارے ڈرائیور کو قتل کر دیا۔ سر یہ رحمان کی لاش......"

"سنو تم عمر رسیدہ عورت ہو' معصوم لڑکی نہیں ہو جو صورت حال کو نہ سمجھ سکے۔ سب میرے ہی آدمی ہیں اور میرے اشارے پر یہ سب کچھ کر رہے ہیں' بہتر یہ ہے کہ ی میرے سپرد کر دو۔ مجھے اس کی ضرورت ہے۔"

"سر آپ یہ آپ کے آدمی ہیں...... سر میں' آپ مجھے پہچانتے ہیں ناں' سر سر......"

"گویا ابھی تک تمہارے ذہن میں سمجھداری سے کام لینے کا کوئی تصور نہیں آیا"

"آپ ہمیں اجازت دیجئے جناب ہم اس کی زبان کھلوائے لیتے ہیں۔"

"نہیں' یہ خود بتا دے گی اچھی عورت ہے۔ یہ مجھے جانتی ہے اور میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ ہاں بتاؤ بچی کہاں ہے؟"

"میڈم کے چہرے پر اچانک سختی نمودار ہو گئی اس کے رونے کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا تھا۔ اس نے آنسو خشک کئے اور آہستہ سے بولی۔"

"میں اپنے مالکان کی دوست نہیں ہوں بلکہ ان کی وفادار ملازم ہوں سمجھے آپ' آپ لوگ بڑے لوگ ہیں' لیکن میں ایک نمک خوار خادمہ ہوں۔ میری زبان کبھی اپنے مالکان کی مرضی کے خلاف نہیں چلے گی' سمجھ رہے ہیں آپ' مجھے تعجب ہے' مجھے حیرت ہے' لیکن شاید میں غلط لفظ استعمال کر رہی ہوں۔ مجھے حیرت ہے نہیں بلکہ تھی' آپ بہت بڑے بڑے لوگ ایک دوسرے سے کبھی مخلص نہیں ہوتے' لیکن ہم غریب لوگ ہم چھوٹے لوگ خلوص کی پوٹ ہوتے ہیں۔ ہم اپنے مالکان سے غداری نہیں کر سکتے۔"

"فرنچ کٹ داڑھی والے کے چہرے پر ایک زہریلی مسکراہٹ نظر آئی پھر اس نے ایک آدمی سے کہا۔"

"اسے بے لباس کر دے۔"

"یس سر۔" اس شخص نے جیب سے چاقو نکالا اور میڈم کی جانب بڑھ گیا۔

"میڈم پھرتی سے اٹھ کر مسہری سے دروازے کی جانب بھاگی تھی لیکن درمیان اس شخص نے جسے یہ ہدایت کی گئی تھی ایک بار پھر اس کے بال پکڑ لئے اور زور دار

جھٹکے کے ساتھ اسے کسی جانور کی طرح زمین پر گرا دیا' پھر اس کے چاقو کی تیز دھار نے میڈم کے گریبان کو نیچے تک چاک کر دیا اور میڈم اپنا لباس برابر کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن شیطانوں کو اجازت مل گئی تھی' میڈم ابھی اسی شخص کی جانب دہشت زدہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی جس نے یہ مکروہ عمل کیا تھا کہ عقب سے دوسرے شخص نے اپنی کارروائی کر ڈالی اور میڈم کا زیریں لباس اس کے قدموں میں آرہا۔ اس دہشت زدہ انداز میں اپنے زیریں لباس کو سنبھالنا چاہا تو عقب سے اس شخص نے اس کے لباس کے دوسرے حصے کو نیچے سے چاقو سے کاٹ دیا اور اب میڈم کے جسم پر لباس نام کا کوئی چیتھڑا بھی نہیں تھا۔ اس نے سہمی ہوئی آوازیں نکالتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اپنا جسم چھپانے کی کوشش کی اور اس کے حلق سے سہمی ہوئی رونے کی آوازیں نکلنے لگیں۔ اس نے رحم طلب نگاہوں سے سامنے کھڑے ہوئے فرنچ کٹ داڑھی والے کو دیکھا۔ فرنچ کٹ داڑھی والے نے کہا۔"

"اور اس کے بعد میں انہیں جو دوسرا حکم دینے والا ہوں اس کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ تمہارا پسندیدہ عمل ہوگا یا پھر شاید تم اسے سب کی موجودگی میں ناپسند کرو۔ تم میرا مطلب سمجھ گئی ہوگی۔ عمر کے اس حصے میں بعض عورتیں بڑی رنگین مزاج ہوتی ہیں وہ اپنی رنگین مزاجی کا اظہار نہیں کرپاتیں۔ لیکن اندر سے ان کی فطرت کچھ اور ہوتی ہے۔ اگر تم اس فطرت کی مالک بھی ہو تب بھی کم از کم ایسے ماحول کے لئے کچھ لطافتیں درکار ہوتی ہیں۔ لیکن افسوس یہ لوگ صرف میرے حکم کے غلام ہیں۔ یہ اپنی پسند سے نہیں بلکہ میرے حکم سے تمہارے ساتھ وہ وحشیانہ سلوک کریں گے جس کا تم تصور بھی نہیں کرسکتیں' بولو کیا میں انہیں اجازت دے دوں؟"

"نہیں نہیں براہ کرم نہیں' آہ میرا لباس' میرا لباس مجھے دے دو۔"

"لیکن لباس اب اس قابل کہاں تھا کہ جسم پر سجایا جاسکتا۔ میڈم کو اچانک کچھ خیال آیا وہ برق رفتاری سے اپنی برہنگی کو نظرانداز کرکے مسہری کی جانب لپکی اور اس نے مسہری سے چادر گھسیٹ کر اپنے بدن کو اس سے ڈھک لیا۔ فرنچ کٹ داڑھی والا

مسکرایا اور غرائی ہوئی آواز میں بولا۔"

"مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بھلا اس چادر کو تمہارے جسم سے علیحدہ ہونے میں کتنی دیر لگے گی۔ اب بھی اگر ہوش و حواس ساتھ دیں تو مجھے بتاؤ بچی کہاں ہے؟"

"میڈم کے چہرے پر شدید غم کے آثار نظر آئے' اس نے کہا۔"

"میں نے' میں نے اسے ایک بھکارن کے سپرد کر دیا ہے' میں نے اسے ایک بھکارن کو دے دیا ہے اور کچھ رقم دے کر اسے کہا ہے کہ وہ اس کی پرورش کرے۔"

"جھوٹ بکواس' اچھا یہ بتاؤ بچی کے بارے میں تم سے کیا کہا گیا تھا؟"

"کچھ بھی نہیں' اسے میرے حوالے کرنے کے بعد یہ کہا گیا تھا کہ میں اس کا تحفظ کروں۔ لیکن......... لیکن میں.... میں محسوس کر رہی تھی کہ کچھ لوگ میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ میں یہ محسوس کر رہی تھی کہ میں اس کا مناسب تحفظ نہیں کر سکتی۔ چنانچہ میں اسے لے کر نکل گئی۔ پھر مجھے سڑک پر ایک بھکارن نظر آئی اور میں نے اسے اچھی خاصی رقم دے کر کہا کہ بھیک مانگنا چھوڑ کر وہ کچھ دن کے لئے اس بچی کو اپنے پاس رکھے اور اس کی پرورش کرے۔"

"اور کوئی خوبصورت کہانی نہیں سنا سکتیں تم؟"

"نہیں میری یہ کہانی جھوٹی نہیں ہے۔"

"لیکن احمق عورت کیا تجھے اس بھکارن کا پتہ معلوم ہے؟"

"ہاں' ہاں میں اس کا پتہ جانتی ہوں۔"

"پتہ؟"

"مم........"

"مگر دیکھو بات سنو' سر سر میں تو آپ کا بڑا احترام کرتی ہوں۔"

"فضول بکواس سے گریز کرو۔ اب ایک لفظ بھی تمہارے منہ سے ادھر ادھر نکلا تو میرا پیمانہ صبر لبریز ہو جائے گا اور میں تمہاری جو درگت بنواؤں گا تم نے کبھی خواب و

خیال میں بھی نہیں سوچا ہوگا۔"

"سر میں اس کا پتہ بتائے دیتی ہوں۔" میڈم نے کہا اور پھر بھکارن کے ڈیرے کے بارے میں تفصیلات بتا دیں۔

"اور اگر یہ غلط نکلا تو.........؟"

"تو پھر آپ کو اختیار ہے کہ میرے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں۔"

"بھکارن کا نام تو پوچھا ہوگا تم نے؟"

"ہاں' اس نے اپنا نام اللہ رکھی بتایا تھا۔"

"ذرا ڈیرے کے بارے میں کچھ تفصیل بتاؤ۔" فرنچ کٹ داڑھی والے نے کہا۔

میڈم کو اب اندازہ ہو چکا تھا کہ بات معمولی نوعیت کی نہیں ہے۔ نہایت اعلیٰ پیمانے پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ اب اس کے لئے زندگی اور عزت بچانا ضروری تھا چنانچہ اس نے تمام تر تفصیلات فرنچ کٹ داڑھی والے کو بتا دیں اور وہ گردن ہلاتا ہوا بولا۔

"اگر یہ بات غلط نکلی تو؟"

"تو میں آپ سے کہہ چکی ہوں کہ آپ میرے ساتھ جو سلوک چاہے کریں۔"

"ہوں' اب اس کا کھیل تقریباً ختم ہو گیا ہے اور یہ کیونکہ مجھے جانتی ہے اس لئے اس کی زندگی ہمارے لئے غیر مناسب ہے' اوکے کریش۔" فرنچ داڑھی والا واپسی کے لئے مڑ گیا اور اسی وقت ڈز ڈز کی تین آوازیں ابھریں اور ایک سوراخ میڈم کی پیشانی میں' دوسرا اس کے دل کے مقام پر اور تیسرے جسم کے درمیانی حصے میں ہو گیا۔ فرنچ کٹ داڑھی والا تو باہر نکل گیا تھا لیکن وہ تینوں چند لمحات کمرے ہی رکے اور میڈم کے ختم ہونے کا تماشہ دیکھتے رہے' پھر جب وہ سرد ہو گئی تو اس کی نبض وغیرہ چیک کر کے وہاں سے واپس پلٹ پڑے۔"

"دروازے کے ہینڈل سے انہوں نے ہاتھوں کے نشان وغیرہ صاف کئے اور اس کے بعد عمارت کے بیرونی حصے کی جانب چل پڑے۔"

"صائمہ نے اوپری منزل سے عرشی کی کار جاتے ہوئے دیکھی اور پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر واپس پلٹ پڑی۔ فضیلہ خالہ بچی کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔ قدرت نے عورت کی فطرت میں محبت اور ممتا کا ایک ایسا جذبہ رکھا ہے جو عالمگیر ہے۔ کوئی انوکھا ہی کیس ہو گا کہ کسی عورت نے بچوں سے نفرت کی ہو۔ ورنہ ننھے معصوم اور اگر خوبصورت ہوں تو سونے پر سہاگہ' بچے عورت کی نگاہوں کے سامنے آجائیں تو اس کی نگاہوں میں پیار اور ممتا کے جذبے خود بخود نمودار ہو جاتے ہیں۔ یہاں بھی اس ننھی سی معصوم بچی کو وہی محبت ایک لمحے میں حاصل ہو گئی تھی۔ صائمہ واپس پلٹی اور فضیلہ خالہ کے پاس پہنچ گئی۔ کہنے لگی۔"

"چلئے فضیلہ خالہ آپ کو یہ شکایت تھی کہ دن بھر آپ کے پاس کرنے کے لئے کوئی کام نہیں ہوتا۔ اب تو ایک مشغلہ آپ کے ہاتھ آگیا۔"

"فضیلہ خالہ نے تشویش بھری نگاہوں سے صائمہ کو دیکھا اور بولیں۔"

"بیٹا قصہ کیا ہے؟ کیا ہمیں بتاؤ گی؟"

"جتنا اعتماد اس کائنات میں مجھے آپ پر ہے فضیلہ خالہ شاید کسی اور پر نہ ہو۔ دنیا مجھے آپ سے الگ سمجھے یا آپ کو مجھ سے الگ سمجھا جائے لیکن یہ تو میں جانتی ہوں کہ آپ کیا ہیں؟"

"فضیلہ خالہ کی نگاہوں میں ممنونیت کے آثار نمودار ہوگئے چند لمحات خاموش رہیں پھر بولیں۔"

"میری تو آرزو کچھ اور ہی ہے بٹیا۔ یہ بچی جو کوئی بھی ہے اللہ اسے زندگی دے، خوش و خرم رہے، تندرست رہے لیکن اس میں میری صائمہ کے خون کی بو نہیں آتی۔ خیر اللہ کی مخلوق ہے، معصوم ہے، محبت تو اس کے لئے بھی میرے دل میں ابھر رہی ہے لیکن بٹیا وہ ہی میری زندگی کا خوشگوار دن ہوگا جب میں تمہاری اولاد کو اس طرح سینے سے لگاؤں گی۔"

"توبہ ہے فضیلہ خالہ، یعنی وہ جو کہتے ہیں نا سوت نہ کپاس اور جولا ہے سے جھگڑا۔ یہ مرحلہ تو ابھی نجانے کتنی دور ہے۔"

"ضد ہے تمہاری بٹیا۔ ورنہ زین میاں تو سچ بات یہ ہے کہ مجھے دل سے بھاتے ہیں۔"

"فضیلہ خالہ یہ سب بعد کی باتیں ہیں، کوئی اگر آپ کو دل سے بھاتا ہے تو ٹھیک ہے بھائے، ہم نے کب انکار کیا ہے۔ لیکن ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے جب وقت آئے گا تو بقول آپ کے زین یہاں بھی سرخرو ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے، ہمیں پتہ ہے تم اس موضوع کو ہمیشہ ٹال جاتی ہو۔ ارے ہم تو کہتے ہیں کہ ہماری زندگی میں ہی یہ سب کچھ کرلو۔ ہم نہ رہے تو سچ کہتے ہیں مزہ نہیں آئے گا تمہیں اس زندگی کا۔"

"آپ کے لئے تو میں اتنی دعائیں کرتی ہوں فضیلہ خالہ کہ شاید کبھی اپنے لئے بھی نہیں کی ہوں گی آپ کا سہارا تو مجھے اس کائنات میں سب سے زیادہ عزیز ہے۔"

"مگر یہ بچی ہے کون؟ اور یہ اپنی پاگل بٹیا اسے کہاں سے اٹھالائی ہے، ہائے مگر ہے بڑی خوبصورت نجانے کس ماں کی لال ہوگی۔ میرا تو کلیجہ پھٹتا ہے اگر کسی ماں سے اس کی اولاد چھن جائے۔ تو.... تو.... فضیلہ خالہ تشویش زدہ انداز میں خاموش ہوگئیں۔ اور صائمہ کے چہرے پر بھی تشویش ابھر آئی۔ کہنے لگی۔ "عرشی ایسی دیوانی لڑکی ہے کہ بڑے سے بڑا

خطرہ مول لے لیتی ہے۔ نجانے کیا اسرار ہے۔ مجھے تو فضیلہ خالہ خوف ہی محسوس ہوتا ہے۔"

"کچھ ہمیں بھی تو بتاؤ۔"

"ارے کچھ نہیں آپ کو پتہ ہے آج کل اس پر بھکاریوں پر فیچر لکھنے کا بھوت سوار ہے اور آپ کو پتہ ہے کہ وہ جو کچھ بھی لکھتی ہے شوقیہ ہی لکھتی ہے، مگر لکھتی بہت اچھا ہے۔ ایک مہم جو باپ کی بیٹی ہے، خمیر میں خطرات سے کھیلنا شامل ہے۔ ہر وہ کام کر ڈالتی ہے جس کے بارے میں دوسرے سوچتے ہوئے خوفزدہ ہو جائیں۔ لیکن وہ کرلیتی ہے اور پھر اسے سرہدایت اللہ کا سہارا حاصل ہے۔ کسی مشکل میں پھنس گئی تو باآسانی نکل جائے گی۔ کیونکہ سرہدایت اللہ کے تعلقات بے حد وسیع ہیں، بس اسی بنیاد پر ہر خطرہ مول لے ڈالتی ہے۔ بھکارن کی حیثیت سے بھکاریوں کا تجزیہ کر رہی ہے آج کل۔ اور آپ دیکھ رہی ہیں کہ کیا بن کر چلی جاتی ہے۔ دن بھر شہر کی سڑکوں پر آوارہ گردی کرتی ہے۔ دھوپ کھاتی ہے۔ گرد اور مٹی میں زندگی بسر کر رہی ہے اور بھکارنوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتی پھر رہی ہے، بس اسی میں ایک خاتون اسے یہ بچی دے گئیں اور یہ رقم بھی جو اس نے آپ کے حوالے کر دی ہے۔ اس خاتون کا کہنا ہے کہ وہ اسے میرا مطلب ہے اس بچی کو بھکارنوں کی طرح پروان چڑھائے اور وہ خاتون اسے مستقل معاوضہ دیتی رہیں گی۔ یہ ہے اصل مسئلہ۔"

"ایں کچھ بات عقل میں بھی تو آئے؟" فضیلہ خالہ نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے فضیلہ خالہ کہ یہ بات میری عقل میں بھی نہیں آئی، لیکن ایک خطرہ ہے مجھے۔"

"وہ کیا بٹیا؟"

"میں سوچتی ہوں کہ کہیں کوئی مجرمانہ کارروائی نہ ہو۔ یعنی ہو سکتا ہے اس بچی کو کہیں سے اغوا کیا گیا ہو۔ اچھی شکل و صورت اور یہ گدا جس میں یہ لپٹی ہوئی ہے اسے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بچی کسی بہت بڑے گھرانے کی ہے۔ ہو سکتا ہے اس بہت

بڑے گھرانے کی اس بچی کو اغوا کرکے اس کے گھر والوں سے تاوان طلب کیا جائے اور ان لوگوں نے جنہوں نے اس بچی کو اغوا کیا ہے بچی کو کسی محفوظ جگہ پہنچانے کے لئے ایک بھکارن کا سہارا حاصل کیا ہو۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ وہ خود ہی مصیبت میں گرفتار ہوگئے۔ آئندہ ظاہر ہے کہ وہ اس بھکارن کو کہیں تلاش نہیں کرپائیں گے۔ تاوان اگر انہیں مل بھی گیا تو ظاہر ہے کہ اس بچی کو اس کے والدین کے حوالے نہیں کرسکیں گے وہ۔" فضیلہ خالہ کا چہرہ ہونق ہوگیا تھا۔ کہنے لگیں۔

"ہے بیٹا۔ یہ تو بڑی خطرناک بات ہے۔ اس طرح تو ہم بھی پھنس سکتے ہیں؟"

"ہاں پھنس تو سکتے ہیں اسی لئے تو میں نے آپ سے کہا ہے کہ بچی کو انتہائی طور پر محفوظ رکھئے اس کی ہوا بھی باہر نہ نکلنے دیجئے۔"

"اوہ بی بی ہم تو ایسا کریں گے لیکن اگر خدا نہ کرے......... خدا نہ کرے۔"

"نہیں یہ تو میں نے آپ کو بتا دیا ہے کہ اگر خدا نہ کرے کوئی بات ایسی ہو بھی گئی تو سرہدایت اللہ کے حوالے سے عرشی تمام معاملات سنبھال لے گی۔"

"تو پھر اب بتاؤ کیا کریں؟"

"کچھ نہیں فضیلہ خالہ۔ ظاہر ہے جو وہ کہے گی وہ تو ہمیں کرنا پڑے گا۔ آپ جانتی ہیں عرشی میری کتنی عزیز دوست ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے جان دے سکتے ہیں۔ میں نے آج تک اس کی کسی خواہش کو رد نہیں کیا ہے اور آپ کو یہ بھی پتہ ہے کہ اس کے مجھ پر کتنے احسانات ہیں۔"

"ہاں بٹیا پتہ ہے ہمیں۔"

"تو پھر اب آپ ہی اسے سنبھالئے۔ مجھے تو بچوں کو پالنے کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔"

"ہو جائے گا بٹیا ہو جائے گا۔ ہماری بات مان لوگی تو ہو جائے گا۔"

"اچھا اب بہت رات ہوگئی ہے فضیلہ خالہ، مجھے نیند آرہی ہے، صبح کو آفس بھی جانا ہے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے اس کی طرف سے تم بے فکر رہو۔ اور سنئے کچھ ضرورتیں

ہوں گی آپ کو اس بچی کے لئے۔"

"کوئی خاص نہیں۔ دودھ والا دودھ دے جاتا ہے اور باقی تمام چیزیں تو گھر میں موجود ہیں ہی۔ ہم تو خیر دروازہ بھی بند رکھیں گے۔"

"ہاں میں ٹیلی فون کرکے آپ سے اس بچی کی خیریت بھی دن میں معلوم کرلوں گی۔"

"ٹھیک ہے بٹیا۔ فضیلہ خالہ اپنے کمرے میں چلی گئیں اور صائمہ نجانے کب تک اس بچی پر غور کرتی رہی۔ عرشی کے بارے میں بھی وہ سوچتی رہی تھی۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ مسکراتے مسکراتے ہی سو گئی تھی۔"

"دوسری صبح وہ جاگی تو اس کے ذہن سے بچی کا تصور بھی نکل چکا تھا۔ معمول کے مطابق اٹھی اور باتھ روم میں داخل ہوگئی تھی۔ ٹھنڈے پانی کی پھواروں میں اسے بچی یاد آئی اور وہ ایک دم اچھل پڑی۔ پھر جلدی جلدی غسل کرکے باہر نکلی اور فضیلہ خالہ کے کمرے کی جانب چل پڑی۔ فضیلہ خالہ کی آوازیں کچن سے آرہی تھیں۔ وہ کچن کی طرف بڑھی۔ فضیلہ خالہ پر اطمینان انداز میں اپنے کاموں میں مصروف تھیں۔ اسے دیکھ کر بولیں۔"

"اس کی بتایئے فضیلہ خالہ؟"

"ارے بڑی پیاری بچی ہے، رات کو کوئی چار بجے کے قریب جاگ گئی تھی۔ ہاتھ پاؤں مارتی رہی۔ آنکھیں دیکھو گی تو حیران رہ جاؤ گی۔ نیلی کنچا جیسی آنکھیں ہیں، ایسی پرکشش کہ بٹیا اگر دیکھو تو منہ کھول کر رہ جاؤ۔ بڑی ہی خوبصورت بچی ہے، میں کہتی ہوں کہ اگر ہمارا دل لگ گیا اس سے تو کیا ہوگا؟"

"ارے نہیں فضیلہ خالہ اس سے دل نہ لگانا اب کیا کر رہی ہے؟"

"میں نے بس تھوڑا سا دودھ چمچے سے پلا دیا تھا۔ ایسی خاموشی سے پی لیا کہ میں تمہیں کیا بتاؤں۔ ننھے ننھے ہونٹ جب کھلتے ہیں تو ایسی پیاری لگتی ہے کہ......... کہ بس دیکھتے ہی چلے جاؤ۔ دودھ پیا اور اس کے بعد سوگئی اور اب سو رہی ہے ابھی تک۔"

"خوب۔ میں دیکھ آؤں؟"

"دیکھ آؤ بٹیا۔ چائے تمہارے کمرے میں لاؤں یا ادھر ہی لے آؤں؟"

"ادھر ہی لے آیئے فضیلہ خالہ۔ ذرا تھوڑی دیر اسے دیکھوں گی۔" صائمہ نے کہا۔ اور اس کے بعد فضیلہ خالہ کے کمرے میں داخل ہوگئی۔ بچی پرسکون سو رہی تھی۔ صائمہ اسے دیکھتی رہی۔ پھر آنکھیں بند کرکے گردن جھٹکی۔ اتنی دیر میں فضیلہ خالہ چائے لے کر آگئی تھیں۔"

"دیکھا تم نے؟"

"ہاں فضیلہ خالہ واقعی بڑی دل موہ لینے والی صورت ہے اور اس کے بال تو یوں لگتا ہے جیسے سونے کے بنے ہوں۔"

"بہت حسین بچی ہے۔ جس کی بھی ہے اللہ اس کا کلیجہ ٹھنڈا رکھے۔ دیکھو اونٹ کسی نہ کسی کروٹ تو بیٹھ ہی جائے گا ارے جس کی بھی ہے اگر ہمیں پتہ چل جائے تو ہم خود اس کے حوالے کردیں گے تاکہ ان لوگوں سے ہمارا واسطہ تو رہے۔"

"پتہ نہیں کیا قصہ ہے؟ بڑی پراسرار بات ہے۔ چائے وغیرہ پینے کے بعد صائمہ وہاں سے اٹھ گئی۔ دفتری تیاریاں بھی کرنی تھیں۔ اخبار کے بہت سے مسائل اس کے ذمے ہوا کرتے تھے اور وہ ایک جانبدار صحافی کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دیتی تھی۔"

"عرشی کو لکھنے کا شوق تھا اور پھر یہ شوق ایک جنون کی شکل اختیار کرگیا' وہ زندگی کے مسائل پر بہت سے فیچر لکھ چکی تھی اور درحقیقت اس کے لکھے ہوئے فیچرز کو پسند کیا جاتا تھا۔ لیکن بس ایک تشویشناک بات تھی۔ وہ ہمیشہ خطرناک سے خطرناک مسئلوں پر ہاتھ ڈالتی تھی اور اس کی تہہ تک پہنچنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیتی تھی۔ آج تک تقدیر نے ساتھ دیا تھا کہ کسی مشکل میں نہیں پھنسی تھی۔ اس کی چند وجوہات بھی تھیں۔ جن میں سب سے بڑے وجہ سرہدایت اللہ کی شخصیت تھی۔ جو سرکاری حلقوں میں بھی اور صنعتی حلقوں میں بھی ایک معزز شخصیت مانے جاتے تھے۔ ناشتے وغیرہ سے فارغ

ہونے کے بعد اس نے سوچا کہ عرشی کو فون کرے' لیکن پھر اس نے اپنا ارادہ ملتوی کردیا۔ عرشی اس سے سوال کرے گی کہ جو ذمہ داری اس نے اس کے سپرد کی ہے اسے پورا کرنے کے لئے وہ کیا کر رہی ہے؟ ظاہر ہے ابھی یہ سب کچھ ممکن نہیں تھا۔ البتہ صائمہ نے وہ نمبر اپنے پاس محفوظ کرلیا تھا جو سرخ مرسیڈیز کار کا تھا اور جس کے بارے میں اسے معلومات حاصل کرانی تھیں۔ پھر وہ دفتر پہنچ گئی۔ دفتری معاملات میں کوئی ایک ڈیڑھ گھنٹے تک الجھی رہی تھی۔ پھر زین خود سامنے آیا تو اسے سرخ مرسیڈیز یاد آئی اور وہ زین کی جانب متوجہ ہوگئی۔"

"زین کیا آؤٹ ڈور جاؤ گے؟"

"ہاں' کہو کوئی کام ہے؟" زین نے سوال کیا۔

"ہاں تم سے ایک تھوڑا سا کام آن پڑا ہے۔"

"ارشاد' زین محبت بھرے انداز میں بولا۔"

"یہ ایک نمبر نوٹ کرلو' سرخ رنگ کی مرسیڈیز کار کا نمبر ہے' ذرا کار کے رجسٹریشن کا پتہ لگانا ہے کہ کس کی ہے؟"

"اور کوئی حکم؟" زین نے سوال کیا۔

"نہیں بس شکریہ۔"

"ٹھیک ہے تو پھر ابھی دس منٹ میں اس کے بارے میں تفصیل پتہ چل جائے گی۔"

"دس منٹ میں۔"

"ہاں بھئی۔ زین کو اتنی معمولی چیز مت سمجھو۔"

"خیر معمولی چیز تو نہیں سمجھتی میں۔" صائمہ نے کہا اور زین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ کہنے لگا۔

"رجسٹریشن آفس میں میرا ایک گہرا دوست موجود ہے جو پوری ذمہ داری کے ساتھ مجھے اس سرخ مرسیڈیز کے بارے میں معلومات فراہم کردے گا۔"

"گڈ' تو پھر جلدی کرو۔" صائمہ نے کہا اور زین اٹھ کر اپنی میز پر چلا گیا۔ پھر وہ ٹیلی فون پر بہت دیر تک بات کرتا رہا اور ایک بار پھر اٹھ کر صائمہ کے پاس آ گیا۔

"سرخ مرسیڈیز۔ وہ کنور مہتاب علی آف مہتاب پور کے نام رجسٹرڈ ہے۔ یہیں اسی شہر میں استعمال ہوتی ہے اور غالباً" مہتاب پور ہاؤس میں موجود لوگ اسے استعمال کرتے ہیں۔"

"کنور مہتاب علی آف مہتاب پور......... مشہور نام ہے یہ تو؟"

"بہت مشہور ہے اور شاید .... خیر چھوڑو ایک بات بتاؤ زین؟"

"جی جی فرمایئے؟"

"میرا مطلب ہے یہ بالکل صحیح معلومات ہیں ناں؟"

"جی بالکل اس کی مکمل ذمہ داری قبول کی جاتی ہے۔ مگر قصہ کیا ہے؟"

"ابھی کوئی قصہ نہیں ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ آگے چل کر اس سلسلے میں ہمیں اور بھی کچھ معلومات درکار ہوں۔"

"زین بسرو چشم حاضر ہے ساری زندگی آپ کے لئے معلومات فراہم کرتا رہے گا۔"

"تھینک یو......... تھینک یو ویری مچ۔" صائمہ نے کہا اور اپنے سامنے رکھی ہوئی فائل میں مصروف ہو گئی۔ لیکن اس کے ذہن میں یہی نام چکرا رہا تھا۔ کنور مہتاب علی آف مہتاب پور۔"

"عرشی کے لئے خود بھی رات گذرنا مشکل ہوئی تھی۔ ابتدا میں تو اس کے ذہن میں اتنا زیادہ تجسّس نہیں تھا لیکن بعد میں جب وہ صائمہ کے گھر سے واپس اپنے گھر پہنچی تھی اور تمام معمولات سے فراغت حاصل کر کے بستر پر لیٹی تھی تو اس کے ذہن میں یہ واقعات آئے اور وہ شدید سنسنی کا شکار ہو گئی۔ صائمہ کی باتیں بڑی وزن دار تھیں۔ اغوا برائے تاوان کے لئے یہ ایک شاندار طریقہ کار تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ عورت خود ہی دھوکا کھا گئی تھی اور اس نے بچی کو ایک ایسی شخصیت کے حوالے کر دیا تھا جو اصل سے مختلف تھی۔ یعنی جو نظر آ رہی تھی وہ نہیں تھی۔ اگر ایسا کوئی کیس ہے تو صورت حال خاصی خطرناک ہو جائے گی۔ فرض کیا جائے کہ اگر کل کے اخبار میں کسی دولت مند شخص کی معصوم بچی کے اغوا کی خبر شائع ہوتی ہے اور وہ پولیس کو اس بارے میں اطلاع دے دیتی ہے تو بچی تو بے شک اپنے ماں باپ کے پاس پہنچ جائے گی لیکن جن لوگوں نے یہ واردات کی ہے وہ اس کے دشمن بن جائیں گے اور پھر ایک خطرناک کش مکش کا آغاز ہو جائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ عرشی بہت دلیر تھی اور ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کے لئے تیار رہتی تھی لیکن یہ بھی اس کا الڑپن ہی تھا ہر جگہ کامیابی حاصل نہیں ہو جاتی۔ کبھی کبھی سیر کو سوا سیر بھی مل جاتا ہے۔ ایسے حالات میں گھر والوں کے لئے مشکلات کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ دونوں بھائی ہر طرح سے گھر کا خیال رکھتے تھے۔ بھابھیاں

بھی اچھی تھیں، چھوٹی بہنوں کی تو بات ہی کیا، البتہ ماں کو اس سے سخت اختلاف تھا اور وہ عرشی کی اس فطرت سے سخت ناراض رہتی تھیں۔ بھائیوں نے بھی دبی دبی زبان میں کئی بار اس سے کہا تھا کہ جو کچھ وہ کرتی رہتی ہے وہ کبھی خود اس کے لئے مشکل نہ بن جائے۔ بہت سے معاملات تو سمیٹے جاسکتے ہیں لیکن کبھی کوئی ایسا بھی مرحلہ درپیش آسکتا ہے جب ان کے پاس کرنے کے لئے کچھ نہ رہے۔ محبت ہی سے سمجھایا گیا تھا اسے آج تک کبھی کوئی سختی نہیں کی گئی تھی۔ لیکن عرشی کے کان پر جوں نہیں رینگتی تھی۔ وہ اپنی فطرت سے مجبور تھی۔"

رات کو بہت دیر تک وہ اس سلسلے میں سوچتی رہی تھی۔ نتیجے میں صبح بہت دیر تک سوتی رہی تھی۔ ملازمائیں آخر وقت تک اس کے کمرے میں جھانکتی رہیں تاکہ اسے ناشتے کی ہدایت کریں۔ لیکن وہ انہیں سوتی ہوئی ملی تھی۔ دن کے دس بجے آنکھ کھلی اور اسے فوراً ہی یہ احساس ہوگیا کہ غیر معمولی حد تک سوتی رہی وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی۔ دیوار گیر گھڑی پر نظر پڑی تو اس کے ہونٹ سیٹی بجانے والے انداز میں سکڑ گئے۔ آج ڈانٹ کھانی پڑے گی۔ یہی شکر تھا کہ ناشتے پر اسے زبردستی اٹھانے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ جلدی جلدی غسل کیا اور چہرے پر مسکراہٹیں سجائے ماں کے کمرے میں پہنچ گئی۔ بیگم ہدایت اللہ نے خشمگیں نگاہوں سے اسے دیکھا، تنہا ہی تھیں اپنے کمرے میں۔ وہ کہنے لگی۔

"نجانے کیوں، رات بھر نیند نہیں آئی۔ کچھ گرانی سی تھی طبیعت میں۔ پھر سوئی تو بہت دیر ہوگئی۔ سوری مما، آپ کو ناشتے پر انتظار کرنا پڑا ہوگا۔"

"مجھے تم سے جو کچھ کہنا تھا اب ان الفاظ کا ذخیرہ تو ختم ہو چکا ہے میرے پاس۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کس طرح تمہیں سمجھاؤں؟"

"کیا بات ہوگئی مما؟"

"رات کس وقت آئی تھیں"

"اوہ.........وہ......... دراصل ایک بہت اہم قومی مسئلے پر سیمینار تھا۔ شرکاء نے تقاریر شروع کیں، اتنے جذباتی ہوگئے کہ وقت کا خیال ہی نہ رکھا اور مما سیمینار کو چھوڑ

کر آنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔"

"کیا موضوع تھا اور کہاں سیمینار تھا۔ ذرا تفصیل بتا دو۔ میں معلومات کرائے لیتی ہوں۔ اگر تم سچ کہہ رہی ہو تو مطمئن ہو جاؤں گی۔ ورنہ تمہیں جواب دینا پڑے گا کہ تم کہاں تھیں؟"

"مما واہ کمال کرتی ہیں آپ۔ گویا آپ کے خیال میں میں آپ جیسی محترم شخصیت کے سامنے جھوٹ بول سکتی ہوں؟"

"چرب زبانی سے کام نہ لو عرشی، میں جانتی ہوں کہ تم کسی بری جگہ نہیں گئی ہوگی۔ تمہارے کردار پر مجھے اعتماد ہے۔ لیکن دیکھو پھر سمجھا رہی ہوں تمہیں، دنیا بہت خراب ہو چکی ہے۔ تم لاکھ دلیر سہی، اعلیٰ کارکردگی کی مالک سہی۔ کسی وقت ایسی مصیبت میں پھنس جاؤ گی کہ تمہارے لئے حالات کو سنبھالنا بے حد مشکل ہو جائے گا۔"

"مما میں اپنا پورا خیال رکھتی ہوں، اصل میں ماں اپنی اولاد کو ہمیشہ اسی نگاہ سے دیکھتی ہے جو رفد پیدائش ہوتی ہے۔ وہ کبھی اسے بڑا سمجھ ہی نہیں سکتی۔ خیر یہ تو ماں کا حق ہے۔ لیکن مما میں اس بات کا پورا پورا خیال رکھتی ہوں کہ ایسی کوئی بات نہ ہونے پائے جو میرے لئے نقصان دہ ہو۔ آپ مجھ پر اعتماد کیوں نہیں کرتیں؟"

"عرشی دیکھو بیٹیوں میں تم سب سے بڑی ہو اور بھائیوں کے فرض کی ادائیگی کے بعد میرے ذہن میں اب صرف تمہارا ہی تصور رہتا ہے۔ مجھے تمہاری شادی کرنی ہے عرشی۔ اگر تمہارے یہی لچھن رہے تو تم بتاؤ کہ کسی شریف گھرانے میں تمہارا گذارا ہو سکے گا؟"

"ارے مما یہ تو کوئی بات ہی نہیں، آپ مجھے حکم دیجئے۔ دس لڑکے لاکر آپ کے سامنے کھڑے کردوں۔ ہونہہ بھلا یہ کیا بات ہوئی؟ اور مما کونسی میں غیر شریفانہ حرکات کرتی رہی ہوں آج تک؟"

"بیگم سرہدایت اللہ کو ہنسی آگئی۔ دس لڑکوں والی بات بھی خوب تھی۔ ہنسی آئی تو عرشی کا دل بڑھ گیا۔ آگے بڑھ کر ماں کے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور بولی۔"

"آپ کو مجھ پر اعتماد کرنا چاہیے مما۔ بھلا آپ کی عزت کا میں خیال نہیں رکھوں گی تو اور کون رکھے گا۔ آپ میری طرف سے بالکل مطمئن رہا کریں۔"

"عرشی میری ہنسی کا غلط مطلب نہیں نکالنا میں یقین کرو ہمیشہ تمہاری طرف سے فکر مند رہتی ہوں۔ عجیب گھرانہ ہے یہ' تمام تر ذمہ داریاں عورتوں پر ڈال دی گئی ہیں۔ ہدایت اللہ صاحب کو تو خیال ہی نہیں ہے گھر کا؟"

"مما میرا خیال ہے دنیا کی ناسہی تو کم از کم برصغیر کی سو میں سے اٹھانوے خواتین کو اپنے شوہروں سے یہی شکایت رہتی ہے کہ وہ اپنے گھر کی ذمہ داریاں پوری نہیں کرتے اور اپنے تعیشات میں مصروف رہتے ہیں۔ بہرحال مما یہ آپ کا مسئلہ ہے' جہاں تک میری بات ہے تو میں آپ سے صرف اتنا ہی عرض کر سکتی ہوں کہ اس خاندان کی عزت گھر کا وقار میری زندگی سے زیادہ قیمتی ہے اور میں اس کا ہمیشہ خیال رکھوں گی مما۔ ناشتہ نہیں کیا ہے' کہیں آپ نے میرے لئے سزا تو نہیں تجویز کرلی۔" عرشی نے پھر اس انداز میں کہا کہ بیگم ہدایت اللہ کو ہنسی آ گئی۔ کہنے لگیں۔

"بکواس کئے جاتی ہے۔ سوچے سمجھے بغیر بکواس کئے جاتی ہے۔ فضول' احمق گدھی' بے وقوف۔"

"ناشتہ۔" عرشی نے کہا اور بیگم ہدایت اللہ محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگیں۔ پھر بولیں۔

"میں بلاتی ہوں کسی کو' یہیں ناشتہ کرلو۔"

"نہیں مما میرے کمرے میں بھجوا دیجئے گا۔" عرشی نے کہا اور ماں کے کمرے سے اٹھ گئی۔ دروازے پر رک کر اس نے کہا۔

"تو پھر آپ نے اپنے وہ احکامات واپس لے لئے ناں؟"

"کون سے احکامات؟"

"وہی گھر سے باہر نہ نکلنے والے۔"

"دیکھ عرشی باز آجا بٹیا۔ میں بہت پریشان رہتی ہوں تیرے لئے۔ سارا دن ماری ماری پھرتی ہے کیا ملے گا تجھے ایک اخبار نویس بن کر؟"

"مما شوق کی تو کوئی قیمت ہی نہیں ہوتی' آپ دیکھئے میرے نام کتنے ٹیلی فون آتے ہیں۔ میری تعریف وتوصیف میں کتنے خط آتے ہیں' جو کچھ لکھتی ہوں بے دھڑک لکھتی ہوں۔ درجن بھر اخبارات نے مجھے اپنے ہاں ملازمتوں کی پیش کش کی ہے لیکن وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ میں سرہدایت اللہ کی بیٹی ہوں اور درجن بھر اخبارات خرید کر نکال سکتی ہوں۔ بہرحال یہ میری تحریر کی کامیابی ہے کہ اس کے باوجود وہ لوگ مجھے پیش کش کرتے ہیں' ارے آپ یقین کریں مما کہ تمام ہی اخبارات مجھ سے رابطے رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اگر کوئی نیا فیچر لکھوں تو انہیں دوں۔ اور آپ ہیں کہ ہمیں تسلیم ہی نہیں کرتیں۔ ہم اس پر احتجاج کرتے ہیں جناب والا۔ ہماری اس حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔"

"اچھا بابا جا ناشتہ کر۔ ورنہ ناشتے میں تو میرا دماغ ہی کھا جائے گی۔"

"تھینک یو مما......... تھینک یو ویری مچ۔" عرشی نے کہا اور مسکراتی ہوئی باہر نکل آئی۔ باہر اسے رمضان ملا' کہنے لگی۔

"رمضان کتنے پیسے ہیں تمہاری جیب میں؟"

"جی بی بی جی۔ بہت سے ہیں۔ فرمایئے؟"

"تو بھاگ کر جاؤ اور صبح کے سارے اخبارات خرید کر لاؤ۔ خبردار کوئی اخبار باقی نہ بچے' ہو سکتا ہے دوپہر کے اخبارات بھی آ گئے ہوں۔ آج کے جتنے اخبارات ملیں لے آؤ۔"

"جی ابھی جاتا ہوں بی بی جی۔" ملازم رمضان نے کہا اور باہر دوڑ گیا۔ عرشی ناشتہ ناشتہ چلاتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ اس کے ذہن میں صائمہ کا خیال بھی تھا لیکن پہلے ذرا اخبارات کا جائزہ لے لیا جائے تو اس کے بعد آگے کی کارروائی مناسب ہوگی۔

"اسے اندازہ تھا کہ ناشتہ آنے میں ابھی کچھ وقت لگ جائے گا اور اس کے ساتھ ہی رمضان بھی ذرا دیر سے ہی پہنچے گا چنانچہ اس نے صائمہ کے گھر ٹیلی فون کرلینا مناسب

سمجھا۔"

"جانتی تھی کہ صائمہ اس وقت گھر میں نہیں آفس میں ہوگی' بہرحال صائمہ سے تو بعد میں ہی گفتگو کی جائے گی' پہلے ذرا ادھر کی خیریت معلوم کرلی جائے۔ ٹیلی فون پر اس نے صائمہ کے فلیٹ کے نمبر ڈائل کئے اور ریسیور کان سے لگالیا' بیل بج رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد ادھر سے فضیلہ خالہ نے فون اٹھالیا۔"

"ہیلو! میں عرشی بول رہی ہوں۔"

"ہاں بٹیا' ہم فضیلہ خالہ ہیں۔"

"خالہ جی خیریت بتایئے؟"

"معزز مہمان کے کیا حالات ہیں؟"

"بالکل ٹھیک ہے۔"

"میں ذرا تھوڑی دیر میں آؤں گی' صائمہ تو چلی گئی ہوگی؟"

"ہاں بٹیا' صبح ہی صبح چلی گئی تھی۔"

"اور کوئی خاص بات تو نہیں؟"

"بالکل نہیں۔"

"بس خالہ جی میں آرہی ہوں' ذرا دیر لگ جائے گی فکر نہ کریں۔"

"ٹھیک ہے بٹیا۔" دوسری طرف سے جواب ملا اور عرشی نے فون بند کر دیا اب وہ مطمئن ہوگئی تھی۔

"ناشتہ وغیرہ کرکے تیاریاں کیں۔ گھر والوں کی طرف سے کسی بھی قسم کی رکاوٹ ڈالی جاسکتی تھی' اس کے لئے اس کے پاس ہمیشہ ہی سے انتظامات رہتے تھے۔ چنانچہ پچھلے دروازے سے باہر نکلی۔ کار میں بیٹھی اور اس کے بعد کار اسٹارٹ کرکے طوفانی انداز میں آگے بڑھادی۔"

"گیٹ کے پاس ایک لمحے کے لئے رکی۔ لیکن جونہی گیٹ کھلا گاڑی بھگا دی۔ لیکن عقب نما آئینے میں اسے کسی کی صورت نظر نہیں آئی تھی۔ ایسا عموماً" کرنا پڑتا تھا'

یک دو بار کا تجربہ غلط رہا تھا اور اسے روک لیا گیا تھا۔ بس لوگ تاک ہی میں رہتے تھے یکن پھر وہ سنبھل گئی تھی اور اس نے ان لوگوں سے بچنے کے طریقے دریافت کرلئے تھے۔ سڑک پر آکر اس نے مطمئن انداز میں مسکراتے ہوئے کار کی رفتار نارمل کرلی اور پھر مناسب انداز میں گاڑی آگے بڑھاتی رہی۔ بچی کے سلسلے میں اس کے ذہن میں بہت سے خیالات تھے۔ چنانچہ اس نے ایک شاندار بازار کا رخ کیا جہاں انتہائی قیمتی اسٹورز پھیلے ہوئے تھے۔ اچھی خاصی رقم ساتھ لے آئی تھی اور یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا اس کے لئے' س کے اپنے اکاؤنٹ میں لاکھوں روپے پڑے ہوئے تھے اور کوئی روک ٹوک نہیں تھی خرچ کرنے کی کم از کم سرہدایت اللہ نے اس سلسلے میں اپنی اولادوں کو کسی تکلیف سے رو چار نہیں کیا تھا۔"

"اسٹور کھلتے جارہے تھے۔ اس نے اپنے پسندیدہ اسٹور کی جانب رخ کیا۔ اس نے اسٹور میں بچی کے لئے خوبصورت فراکیں اور دوسرے ایسے لوازمات تلاش کرنا شروع کر دیئے جن کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور پھر دو تین بڑے بڑے بنڈل بندھوا کر اسٹور سے نکل آئی۔"

"اس میں بچی کے لئے موزے' ننھے ننھے جوتے' انتہائی حسین ہر طرح کے لباس' ساتھ ہی ساتھ دودھ پینے کی درجن بھر بوتلیں' الگ سے نپل' پھر دودھ کے ڈبے نجانے کیا کیا خریداری کرڈالی تھی اس نے' پیکٹ اسٹور کے ملازم سے کار کی پچھلی سیٹ پر رکھوا کر وہ چل پڑی اور اب اس کا رخ صائمہ کے فلیٹ کی جانب تھا۔"

"ویسے چالاک تھی اور ہر طرف سے ہوشیار رہنے کی عادی تھی چنانچہ عقب نما آئینے میں اس نے بھرپور جائزہ لے لیا تھا' اسے مرسیڈیز والی میڈم بھی یاد تھی جو اپنی حرکات سے خاصی چالاک عورت معلوم ہوتی تھی۔ ہرچند کہ عرشی کو یقین تھا کہ اس حلئے میں اور بھکارن کے حلیے میں اتنا فرق ہے کہ اگر کسی کو بتایا نہ جائے تو وہ کبھی دونوں شخصیتوں کو ایک سمجھنے کی کوشش نہ کرسکے گا۔ مطمئن تو تھی لیکن اس کے باوجود ہوشیار رہنا چاہتی تھی۔ کہیں سے بھی کسی قسم کی کوئی گڑبڑ ہو سکتی ہی' انسان کو اس کے لئے تیار

رہنا چاہیے۔"

"کچھ دیر کے بعد وہ صائمہ کے فلیٹ پر رک گئی۔ تھوڑے سے بنڈل جو بڑے بڑے پیکٹوں میں تھے خود اٹھالئے۔ باقی وہیں گاڑی میں چھوڑ کر وہ صائمہ کے فلیٹ کی جانب چل پڑی۔ پہلی ہی بیل پر فضیلہ خالہ نے دروازہ کھول دیا تھا۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

"میں نے تمہاری گاڑی رکتے ہوئے دیکھ لی تھی۔"

"وہ محترمہ کہاں ہیں؟"

"صائمہ؟"

"نہیں' نئی محترمہ کے بارے میں پوچھ رہی ہوں؟"

"اپنے بستر پر لیٹی ہوئی ہے۔"

"جاگ رہی ہے؟"

"ہاں۔"

"اس کی نیند کب ٹوٹی تھی؟"

"رات کو چار بجے کے قریب۔"

"گڈ' میرا مطلب ہے تندرست ہے ناں بالکل؟"

"ہاں چھوٹی بٹیا۔"

"تو پھر تم یہ چابی لو فضیلہ خالہ۔ نیچے جاکر میری گاڑی کھولو اور اس میں جو پیکٹ رکھے ہوئے ہیں وہ اٹھالاؤ۔"

"اور بھی پیکٹ ہیں؟" فضیلہ خالہ نے اس کے دونوں ہاتھ بھرے ہوئے دیکھ کر کہا۔

"ہاں بس اتنے ہی اور ہیں۔"

"توبہ ہے کیا کیا خرید لائیں۔"

"تم چلی جاؤ بس اس کے بعد دیکھا جائے گا۔" اس نے کہا۔ بچی کو دیکھنے کی آرزو

اس کے دل میں شدت سے تھی چنانچہ وہ تیزی سے اندر چلی گئی اور پھر اس نے کمرے میں بچی کو دیکھا' کھلی ہوئی آنکھیں دیکھ کر وہ سحرزدہ ہوگئی۔ ان آنکھوں میں صرف نیلاہٹیں ہی نہیں تھیں بلکہ ان نیلاہٹوں میں کچھ اور کہانیاں بھی چھپی ہوئی تھیں۔ ایسی انجانی کہانیاں جن کا کوئی مفہوم ذہن تک نہیں پہنچتا تھا۔ لیکن یہ احساس ہوتا تھا کہ یہ کہانیاں اپنی نوعیت کی منفرد ہی کہانیاں ہیں' وہ بچی کو دیکھتی رہی۔ بچی نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور پھر اس کے انتہائی خوبصورت ہونٹ مسکراہٹ کے انداز میں کھل گئے۔ عرشی اس مسکراہٹ پر نثار ہوگئی۔ جھکی اور اس نے بچی کے رخسار چومنا شروع کر دیئے۔ پھر اسے گود میں اٹھایا اور سینے سے بھینچ لیا' بچی کے منہ سے ایک قلقاری سی نکلی تھی' لیکن یہ رونے کی قلقاری نہیں تھی بلکہ ہونٹوں کی مسکراہٹ بتاتی تھی کہ وہ خود بھی خوشی کا اظہار کر رہی ہے۔

"ارے واہ بھئی' تم تو قیامت ہو' کمال ہے' یہ تم اس طرح سے پذیرائی بھی کرنا جانتی ہو' جان لے لوگی تم ہماری' بھلا تمہیں چھوڑا کیسے جاسکے گا' کچھ جواب دینا پسند کریں گی خاتون۔""""

بچی نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور عرشی ہونٹ سکوڑ کر گردن ہلانے لگی۔

"نہیں میڈم' ایسا نہ کیجئے گا۔ کہیں ہم آپ کے عشق میں گرفتار ہوگئے تو خواہ مخواہ مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ کچھ اپنے اہل خاندان کے بارے میں بھی بتانا پسند کریں گی۔ بتادیں گی تو مہربانی ہوگی۔" بچی مسکراتی رہی۔ اتنی دیر میں فضیلہ خالہ واپس آگئی اور ہنستے ہوئے اسے دیکھنے لگیں۔

"فضیلہ خالہ یہ تو باتیں کرتی ہے۔"

"اے خدا قسم بٹیا' میں خود بھی یہی کہنے والی تھی۔ بولتی نہیں ہے۔ لیکن آنکھوں سے سب کچھ بتادیتی ہے۔ اس کی چھوٹی سی عمر اور اس کے یہ لچھن۔"

"ارے فضیلہ خالہ' تم تو اسے برا بھلا کہنے لگیں۔"

"اے بٹیا' برا بھلا کہوں گی اسے' ایسا دل کو بھائی ہے کہ آنکھوں میں آنسو لے آئی ہے ہمارے۔"

"کیوں فضیلہ خالہ؟"

"ارے جس کی ہوگی اس کے پاس چلی جائے گی' چار دن ہمارے پاس رہ کر ہمارے دلوں میں جو محبت جگاوے گی' بھلا بتاؤ اس کا کیا کریں گے؟"

"بات تو آپ سچ کہہ رہی ہیں فضیلہ خالہ' یہ بچی واقعی بہت خطرناک معلوم ہوتی ہے۔"

"اے نہیں بٹیا۔ بس پیاری ہے دل موہ لینا جانتی ہے۔ دیکھو کیسی موہنی صورت ہے۔"

"ہاں فضیلہ خالہ ہم تو خود اس صورت سے پریشان ہوگئے ہیں اب یہ بتاؤ کیا کریں؟"

"اے بٹیا' میں کیا بتاؤں؟"

"ارے ہاں' صائمہ نے کچھ کہا تو نہیں؟"

"نہیں کچھ نہیں کہا۔"

"ہوں' اپنے وقت پر نکل گئی تھی آفس؟"

"ہاں بٹیا۔"

"اچھا میں ذرا اسے فون کرتی ہوں۔"

"بٹیا کرلو فون' میں یہ سوچ رہی ہوں کہ اسے نہلا لوں۔"

"ہاں ہاں ٹھیک ہے' فون بعد میں کروں گی تھوڑا سا وقت اور دے دوں اسے' آؤ اسے نہلاتے ہیں' ذرا دیکھو تو سہی فضیلہ خالہ 'کیا کیا خرید لائی ہوں میں اس کے لئے۔"

"وہ تو نظر آرہا ہے بٹیا۔" فضیلہ خالہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ عرشی موڈی لڑکی تھی۔ بچی میں اب اس کی دلچسپی کچھ اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔ دونوں اسے لے کر غسل خانے میں پہنچ گئیں۔ فضیلہ خالہ نے کہا۔

"ہلکا سا گرم پانی مکس کرلیا جائے ٹھنڈے پانی سے بچی کو نہلانا درست نہیں ہوگا۔"

"آپ اس کے کپڑے اتار دیجئے۔" عرشی نے کہا اور فضیلہ خالہ نے بچی کی فراک اتار دی۔ اس کے بعد اسے نل کے نیچے سیدھا کرلیا' لیکن بچی کی پشت پر عجیب سا نشان دیکھ کر دونوں ہی چونک پڑیں۔ یہ نشان انتہائی حیرت ناک تھا' کسی بہت ہی عجیب و غریب پکاک بلو روشنائی سے بچی کی پیٹھ پر ایک پرندے کا نشان بنا ہوا تھا اتنا واضح' اتنا صاف کہ چھوٹا سا ہونے کے باوجود بالکل صاف ستھرا نظر آرہا تھا۔ فضیلہ خالہ نے اسے حیرت سے دیکھا اور آہستہ سے بولیں۔

"نیل کنٹھ"

"کیا؟"

"یہ نیل کنٹھ بنا ہوا ہے اس کی پیٹھ پر۔"

"ذرا نل کھولو صابن سے دھو کر دیکھیں کچھ عجیب سا نہیں لگ رہا یہ۔"

"پکی سیاہی معلوم ہوتی ہے۔"

"سیاہی۔" عرشی نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ نیل کنٹھ کسی سیاہی سے بنا ہوا نہیں معلوم ہوتا تھا بلکہ ایک ایسی عجیب وغریب چیز سے بنایا گیا تھا جس میں رنگ بھی تھے لیکن کھال بھی کناروں سے ابھری ہوئی تھی۔ جس کا مطلب ہے کہ اسے گرم کرکے بچی کی پیٹھ پر داغا گیا ہے۔ انتہائی حیران کن نشان تھا۔ ہلکے گرم پانی سے اسے خوب رگڑ رگڑ کر دھویا گیا' بچی نے اس سلسلے میں بھی کوئی احتجاج نہیں کیا تھا۔ خوب صابن لگا کر صاف کیا گیا لیکن اس کی چمک دمک کچھ اور بڑھ گئی تھی۔ فضیلہ خالہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بالکل نیل کنٹھ بنا ہوا ہے۔"

"یہ کیا ہوتا ہے؟"

"بٹیا پرندہ ہوتا ہے۔ یہاں شہروں میں ایسے پرندے کہاں نظر آتے ہیں۔ لیکن ہم دیہاتی لوگ ہیں ہم نے نیل کنٹھ دیکھا ہے۔"

"پتہ نہیں کس نے بنایا ہے یہ نشان اس کے بدن پر۔ ویسے بھی اس کی شخصیت کافی پر اسرار ہے' چلو ہوگا پہلے اسے نہلالو۔"

نہلانے کے بعد جب بچی کو حسین قیمتی فراک پہنائی گئی تو اس کا حسن دیکھنے کے قابل ہوگیا۔ عرشی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"فضیلہ خالہ مرگئے ہم تو۔"

"ارے کیا ہوا بٹیا؟"

"دیکھ رہی ہیں آپ اسے؟"

"کالا تل لگادو کہیں نظر نہ لگ جائے۔"

"یہ کام آپ کریں' میں ذرا صائمہ کو فون کرلوں۔" عرشی فون کی جانب بڑھ گئی۔ چند لمحات کے بعد فون پر صائمہ سے رابطہ قائم ہوگیا۔

"کہاں سے فون کر رہی ہو بھئی۔ میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے تمہارے گھر فون کیا تھا۔"

"گالیاں سننے کو ملی ہوں گی؟"

"نہیں' بس یہ کہا گیا کہ تم گھر سے نکل چکی ہو۔"

"تمہارے گھر سے فون کر رہی ہوں۔"

"مجھے یقین تھا اور تم بھی یقین کرلو ابھی چند لمحات قبل میں یہی سوچ رہی تھی کہ فلیٹ میں تمہیں فون کروں' چلو ٹھیک ہے۔"

"تم سناؤ کیا ہو رہا ہے؟"

"وہی دفتری کام' ویسے میں نے زین کے ذریعے کار کے رجسٹریشن نمبر سے اس کا پتہ معلوم کرلیا ہے۔"

"کہاں کا پتہ ہے؟"

"مہتاب پور ہاؤس' کار کنور مہتاب علی کی ملکیت ہے۔"

"مہتاب پور ہاؤس' یہ تو میں نے دیکھا ہوا ہی' ایک دو بار ادھر سے گزری بھی

ہوں۔"

"بس سرخ رنگ کی مرسیڈیز کنور مہتاب علی ہی کی ملکیت ہے۔"

"ہوں۔" عرشی نے کہا۔

"بچی کیا کر رہی ہے؟"

"قیامت ڈھا رہی ہے' تم آؤگی تو تمہیں اس کے بارے میں تفصیلات خود ہی معلوم ہو جائیں گی۔ کب تک واپس آجاؤ گی؟"

"وہی شام کو پانچ بجے۔"

"جلدی آجاؤ یار کچھ۔"

"کیوں؟"

"اچھا ٹھیک ہے' چلو تم پانچ بجے آجانا۔ مجھے جو کرنا ہے وہ میں تنہا ہی کرلوں گی۔"

"اوکے' تو پھر شام کو پانچ بجے کہاں ملاقات ہوگی؟"

"تمہارے فلیٹ پر۔" عرشی نے کہا اور ٹیلی فون بند کر دیا۔ وہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑا رہی تھی۔ "مہتاب پور ہاؤس ہوں۔" اور اس کے بعد وہ سوچ میں ڈوب گئی۔

فضیلہ خالہ اسے دیکھ کر فوراً ہی باورچی خانے میں چلی گئی تھیں وہ بچی کے پاس پرسکون ہوکر بیٹھی تو فضیلہ خالہ نے چائے کی پیالی لاکر اس کے سامنے رکھ دی۔

"ہزاروں سال جئیں فضیلہ خالہ' آپ جیسی خالہ کا ہونا مشکل ہے۔"

"اس کے لئے دودھ کے ڈبے بھی لائی ہو ناں؟"

"ہاں خالہ۔"

"بس میں یہ سوچ رہی تھی کہ کہیں بھینس کا دودھ اسے نقصان نہ دے۔ یہ تم نے بہت اچھا کیا' ارے ساری ہی چیزیں لے آئیں۔" فضیلہ خالہ سامان سنبھالتے ہوئی بولیں پھر کہنے لگیں۔

"تو تم بیٹھو اس کے پاس میں ذرا اس کا سامان سجادوں۔"

"ٹھیک ہے فضیلہ خالہ۔"

عرشی بہت دیر تک بچی سے کھیلتی رہی۔ بچی بھی اس میں بہت زیادہ دلچسپی لیتی نظر آرہی تھی۔ یا پھر اس کی فطرت ہی ایسی تھی۔ لیکن اس کے اس ہنس مکھ انداز نے عرشی کے دل پر بھی بڑا اثر کیا تھا۔ پھر اس نے مہتاب پور ہاؤس کے بارے میں سوچا' سیماب فطرت لڑکی تھی۔ اگر چاہتی تو اس بات کو نظرانداز کر دیتی' لیکن بس ذہن میں جوار بھاٹے اٹھ رہے تھے۔ اگر کسی طرح یہ معلوم ہو جائے کہ بچی کون ہے اور میڈم اسے کیوں دنیا کی نگاہوں سے محفوظ رکھنا چاہتی ہے تو آسانی ہو جائے گی۔ وہ میڈم سے کہہ دے گی کہ وہ بخوشی خاموشی کے ساتھ بچی کو اپنے پاس رکھنے کے لئے تیار ہے۔ فلیٹ سے نکل کر اپنی کار میں بیٹھتے ہوئے اس نے یہی سوچا تھا کہ میڈم کو ساری صورت حال بتا دے گی اور ان سے کہے گی کہ بچی اس کے پاس محفوظ ہے وہ جب تک چاہیں اسے اس کے پاس چھوڑ سکتی ہیں۔ کسی کو کانوں کان اس کے بارے میں خبر نہیں ہوگی۔ لیکن بس اتنا بتادیں کہ وہ کون ہے اور اس کی واپسی کے کیا امکانات ہیں۔

"کار نہایت مناسب رفتار سے مہتاب پور ہاؤس کی جانب جا رہی تھی۔ جس کا پتہ عرشی کو معلوم تھا۔"

دوران سفر مختلف خیالات اس کے ذہن سے گزر رہے تھے صائمہ نے اس سلسلے میں مختلف خدشات کا اظہار کیا تھا' اور بہرحال صائمہ کا تعلق ایک پروقار اخبار سے تھا' جہاں وہ خبروں کا ٹرانسلیشن وغیرہ کرتی تھی' صحافت کا اچھا خاصا تجربہ تھا اسے اور بے شمار جرائم کی خبریں ترتیب دیتی رہتی تھی' عرشی کی فطرت میں شوخی' کھلنڈراپن۔ بے شک موجود تھا' فطری طور پر وہ بے حد دلیرلڑکی تھی لیکن عقل و خرد سے عاری بھی نہیں تھی' فطرت کا جنون صائمہ کی وجہ سے اور ہوا پا گیا تھا کیونکہ صائمہ کے اخبار میں اس کے فیچرز کے لئے ہمیشہ گنجائش نکل آتی تھی اور وہ ایک انوکھے انداز میں فیچر رائٹنگ کرتی تھی کسی بھی گھمبیر مسئلے کو گہرائیوں میں اتر کر دیکھنا اس کی فطرت کا حصہ تھا' تعلق بھی ایسے گھرانے سے تھا جہاں مشکلات کا گزر نہیں ہوتا اور سرہدایت اللہ کے اپنے وسائل اتنے تھے کہ اگر کوئی مشکل پیش بھی آجاتی تو اس کا حل بھی گھر بیٹھے ہی مل جاتا تھا' ہاں انفرادی طور پر اگر عرشی کسی جال میں پھنس جاتی تو شاید سرہدایت اللہ کے اختیارات کسی کام نہ آتے کرنے والے اپنا کام کرکے گزر جاتے اب یہ تو بعد کی بات تھی کہ نتیجے میں سرہدایت اللہ کے اختیارات کس کام آتے لیکن یہاں بھی عرشی نے اپنے پہلو کو محفوظ رکھا تھا اور سینے میں مضبوط دل کے ساتھ ساتھ وہ نہایت مضبوط بدن کی مالک تھی اور ملک کے مشہور کراٹے سینٹر سے اس نے بلیک بیلٹ حاصل کرلی تھی' اپنے آپ میں وہ

بے حد پر اعتماد تھی' لیکن پھر بھی انسانی فطرت خدشات کا مجموعہ ہوتی ہے۔

مہتاب پور ہاؤس جاتے ہوئے اس نے دونوں پہلو مدنگاہ رکھے تھے' نمبر ایک تو یہ کہ اگر ماحول ساز گار ملا اور وہ معمر عورت جو چہرے سے اچھی خاصی شخصیت کی مالک نظر آتی تھی تعاون پر آمادہ ہوئی تو اس سے بس بچی کے بارے میں معلومات حاصل کرے گی اور اگر کیس اتفاق سے گڑ بڑ نکل آیا تو پھر یہ بعد کی بات ہے کہ نوبت کہاں تک پہنچتی ہے تاہم اپنی فطرت کی بنا پر اس نے یہ اندھا قدم اٹھالیا تھا' چنانچہ کچھ دیر کے بعد وہ مہتاب پور ہاؤس پہنچ گئی' بے حد خوبصورت عمارت تھی' وسیع و عریض گیٹ جس میں ذیلی کھڑکی بھی موجود تھی' اگر گیٹ میں تالا لگا ہوا تھا تو اندر ہی کی سمت تھا ہو سکتا ہے ذیلی کھڑکی کھلی مل جائے اور اگر نہ بھی ملی تو چوکیدار سے کہہ سکتی تھی کہ اسے اندر کسی معتبر شخصیت سے ملنا ہے۔

کار کو ایک ایسی جگہ پارک کر کے جہاں سے اگر بھاگنے کی ضرورت پیش آجائے تو آسانی سے فرار ہوا جاسکے' وہ نیچے اتر آئی۔

اطراف کے ماحول کا جائزہ لیا اور پھر مہتاب پور ہاؤس کے گیٹ کی جانب بڑھ گئی' ذیلی دروازے کو اس نے انگلی سے تھوڑا سا دبا کر دیکھا تو دروازہ دبتا چلا گیا' اس نے سیٹی بجانے کے انداز میں ہونٹ گول کئے اور پھر شانے ہلاتی ہوئی متجس انداز میں اندر داخل ہوگئی۔ اندر قدم رکھ کر اس نے سب سے پہلے دائیں بائیں دیکھا' بائیں سمت چوکیدار کا کیبن بنا ہوا تھا' لیکن اس کا دروازہ باہر سے بند تھا اور اس میں تالا پڑا ہوا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ چوکیدار کہیں گیا ہوا ہے' بجری کی سرخ روش پر چلتی ہوئی وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی اور کچھ دیر کے بعد اسے پورچ میں شناسا سرخ مرسیڈیز نظر آگئی' کم از کم ایک بات کا اطمینان ہوا تھا کہ مرسیڈیز کے حوالے سے صحیح جگہ پہنچی ہے اور مرسیڈیز میں سفر کرنے والی عورت کہیں باہر نہیں گئی ہوئی ہے' اگر اس نے اس بات پر اعتراض کیا کہ کسی اجازت کے بغیر وہ کس طرح اندر آگئی ہے تو معذرت کرے گی اور کہے گی کہ دیر تک گیٹ پر کھڑے ہو کر چوکیدار کا انتظار کرتی رہی' لیکن جب وہ نظر نہیں آیا تو بحالت

مجبوری آگے بڑھ آئی' پھونک پھونک کر قدم رکھتی ہوئی وہ صدر دروازے کے قریب پہنچ گئی' گیٹ سے اندر داخل ہونے میں تو اسے کامیابی حاصل ہوگئی تھی' ہو سکتا ہے صدر دروازہ اندر سے بند ہو لیکن کوئی کال بیل وغیرہ ہونی چاہیے' ویسے پوری عمارت میں وہ ایک عجیب سا سناٹا محسوس کر رہی تھی' بائیں سمت سرونٹ کوارٹرز بھی بنے ہوئے تھے' لیکن دور ہی سے دیکھنے سے یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ سب کے سب ویران ہیں' کیا قصہ ہے عجیب سی جگہ ہے' لیکن ایسی ہی جگہیں عرشی کے لئے دلکش ہوا کرتی تھیں' جہاں اسرار و رموز کا بسیرا ہو اور جہاں کے بارے میں انسان صحیح طور پر اندازہ نہ لگا سکے کہ وہاں کی اصلیت کیا ہے' بہرحال محتاط رہنا ضروری تھا......... صائمہ نے جن خدشات کا اظہار کیا تھا وہ ذہن میں موجود تھے' اغوا برائے تاوان کا کیس بھی ہو سکتا ہے' ایسی حالت میں ایک اجنبی شخصیت کو وہ لوگ کیسے برداشت کر سکیں گے' لیکن اب اوکھلی میں سر دیا ہے تو موصلوں کا کیا ڈر۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

صدر دروازہ بھی کھلا ہوا ہی ملا تھا' عرشی نے دل کڑا کیا اور اندر داخل ہوگئی' بہت ہی خوبصورت نشست گاہ تھی۔ جس میں موٹا قالین بچھا ہوا تھا' بے حد قیمتی صوفے اور ڈیکوریشن پیس سجے ہوئے تھے' اگر کسی فنکار کو یہ ماحول مل جائے اور وہ اتنی آسانی سے گیٹ سے اندر داخل ہوکر' دروازے سے اندر داخل ہو جائے تو اس ڈرائنگ روم یا نشست گاہ میں پہنچنا ہی اس کے لئے خاصا فائدہ مند تھا کیونکہ یہاں جو قیمتی ڈیکوریشن پیس رکھے ہوئے تھے بس انہی پر ہاتھ صاف کرلیا جائے تو کام بن سکتا ہے۔ عجیب لوگ ہیں لیکن اب اس سے زیادہ دلیری ذرا غیر عقلی چیز ہے چنانچہ اس نے وہیں کھڑے ہو کر آواز دی۔

"کوئی ہے یہاں' کوئی ہے اس عمارت میں' اگر کوئی ہے تو براہ کرم میرے پاس آئے' میں ایک ضروری کام سے یہاں آئی ہوں۔"

وہ اپنی آواز کی بازگشت محسوس کرتی رہی اور اس کے کان ان آہٹوں کے منتظر رہے جو نشست گاہ میں نیچے بنے ہوئے دو دروازوں یا پھر وہیں سے اوپر جاتی ہوئی

سیڑھیوں سے کہیں سے سنائی دے' ایک بار پھر اس نے مزید زور سے چیخ کر یہ آوازیں لگائیں لیکن جواب ندارد' دل نے اندر سے کہا کہ راہ فرار اختیار کرلو یہ خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ ہے ہو سکتا ہے کچھ نگاہیں تمہاری جانب نگراں ہوں اور کچھ خونخوار لوگ سانس روکے اس بات کے منتظر ہوں کہ تم ان کی رینج میں آجاؤ' یہاں اندرونی عرشی کو آواز دینے کی ضرورت تھی چنانچہ اس نے چند گہری گہری سانسیں لیں اور یہ فیصلہ کرنے لگی کہ نیچے موجود دروازوں میں سے کسی کو ٹرائی کیا جائے یا پھر ان سیڑھیوں سے گزر کر اوپر پہنچا جائے۔

بالا آخر یہی طے کیا کہ سیڑھیاں عبور کرلی جائیں' خوبصورت فریم کی سیڑھیوں پر قالین بچھا ہوا تھا' ہر چیز سے نفاست ٹپکتی تھی' سائیڈ ریلنگ میں کانسی کے مجسّمے نصب کئے گئے تھے جو بڑی خوبصورت شکل میں بنے ہوئے تھے۔ اوپر پہنچ کر ایک چوڑی راہداری ملتی تھی جس کا مخصوص انداز تھا اور ایک سائیڈ جس میں بڑی سی کھڑکی لگی ہوئی تھی کور کرکے دوسری سمت آگے جانے کا راستہ دیا گیا تھا۔ یہاں بھی کمروں کے دروازے نظر آرہے تھے' ایک بار پھر یہاں کھڑے ہو کر عرشی نے چند آوازیں لگائیں' لیکن کہیں سے کوئی آہٹ نہیں سنائی دی پھر اس نے جیب سے رومال نکال کر ہاتھ میں لپیٹا اور جو دروازہ سب سے پہلے اسے نظر آیا اسے کھول کر اندر جھانکا خوابگاہ تھی' بستر لگے ہوئے تھے' سجاوٹ قابل دید تھی' لیکن کوئی انسانی وجود موجود نہیں تھا' یہاں کا جائزہ لے کر دوسرے' تیسرے اور پھر چوتھے کمرے تک پہنچ گئی' چوتھے کمرے کا دروازہ کھولا تو یہاں کچھ محسوس ہوا اندر کا ماحول نیم تاریک تھا' لیکن اتنا بھی نہیں کہ نظر نہ آسکے اور اس نیم تاریک ماحول میں اس نے جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر اس کی رگیں کھنچنے لگیں۔

اس نے ایک انسانی جسم کو موٹے قالین پر پڑے ہوئے دیکھا تھا قالین کا رنگ چونکہ ہلکا تھا اس لئے اس پر جو سرخ نشانات نظر آرہے تھے وہ اس کے ڈیزائن کا حصہ نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ اگر اس پر کوئی سرخ ڈیزائن بنا ہوا ہوتا تو ایک حصے میں نہ ہوتا' جو جسم قالین پر پڑا ہوا تھا وہ لباس سے بے نیاز تھا' البتہ ایک چادر کچھ اس طرح سکڑی ہوئی

نزدیک پڑی ہوئی تھی جیسے اس جسم نے اسے اپنے گرد لپیٹ رکھا ہو' ماحول کی شناسا آنکھوں نے اس جسم میں سرخ نشانات بھی دیکھ لئے تھے جو یقیناً" گولی کے نشانات تھے' عرشی مضطربانہ انداز میں آگے بڑھی اور تمام خدشات کو نظرانداز کرکے لاش کے قریب پہنچ گئی' ایک لمحے میں اس نے شناخت کرلیا یہ اسی عورت کی لاش تھی جسے اس نے مرسیڈیز میں دیکھا تھا اور جس نے ایک عجیب و غریب واقعے کا آغاز کیا تھا' عرشی سنسنی خیز نگاہوں سے اس پر غور کرتی رہی اسے وہ بے شمار واقعات اور کہانیاں یاد آگئیں جن میں کسی بے گناہ کو پھنسانے کے لئے لوگ تیار ہوتے ہیں جب وہ ایسی کسی غیرمتوقع سچویشن میں گرفتار ہو جاتا ہے تو پولیس کو خبر کر دی جاتی ہے اور پولیس عین موقع پر پہنچ کر بے گناہ کو گرفتار کرلیتی ہے اور کہانی شروع ہو جاتی ہے' کہیں ایسی ہی کسی کہانی کا آغاز نہ ہو جائے' لیکن فطرت کے تجسّس کا کیا کرتی' آس پاس کے ماحول کا جائزہ لئے بغیر نہیں رہ سکی' البتہ اس جائزے سے اسے کچھ حاصل نہیں ہوا دل میں وحشت تو ابھر آئی تھی لیکن اپنے آپ پر قابو پانے میں مہارت رکھتی تھی چنانچہ کمرے کا جائزہ لے کر وہاں سے باہر نکل' ایسی کوئی چیز آس پاس نہیں ملی تھی' جیسے ایسے موقع پر تحقیقات کرنے والے جاسوسوں یا پولیس افسروں کو مل جاتی ہے اور اس کے ذریعے وہ مجرموں کی ٹوہ میں لگ جاتے ہیں' عرشی نے چند لمحات اس انداز میں بھی سوچا تھا' لیکن قاتلوں نے اس سلسلے میں کوئی غلطی نہیں کی تھی' چنانچہ وہ وہاں سے باہر نکل آئی۔ اصولی طور پر اسے اس عمارت سے فرار ہو جانا چاہیے تھا' لیکن وقت جب تک موقع دے کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے' ابھی تک نہ تو پولیس کار کے سائرن کی آواز سنائی دی تھی اور نہ ہی قرب و جوار میں ایسی آہٹیں جیسے بس دروازہ کھلنے والا ہو اور انسپکٹر ہاتھ میں پستول لئے اندر داخل ہو اور اس کی آواز ابھرے۔

"خبردار! اپنے آپ کو قانون کے حوالے کردو۔" وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جس طرح قاتلوں نے اپنا کوئی نشان نہیں چھوڑا تھا اسی طرح غالباً" پولیس بھی یہاں لیٹ ہوگئی تھی' یا پھر ممکن ہے کسی کو ابھی اس کا اندازہ ہی نہ ہو سکا ہو۔

عرشی وہاں سے باہر نکل آئی' کسی چیز کو چھوا نہیں تھا کم از کم اتنا جانتی تھی ک
انگلیوں کے کہیں نشانات چھوڑ دینے کا مطلب ہے کہ مصیبت میں گرفتار ہو جائے اور اب
کم از کم فنگر پرنٹس کا معاملہ ایسا افسانوی بھی نہیں تھا کہ پولیس اس کی جانب متوجہ نہ ہ
چنانچہ اس نے اس کا خیال رکھا تھا' لیکن عمارت کے بقیہ کمروں کا جائزہ لینے کے تجسس ک
وہ اپنے دل میں نہ دبا سکی اور خاصا وقت اس نے وہاں صرف کر دیا' پھر اسے دوسری لاش
بھی دستیاب ہوئی اور اس نے مرد کی اس لاش کو بھی پہچان لیا' یہ ڈرائیور تھا اسی سرخ
مرسیڈیز کا ڈرائیور' باقی عمارت میں اسے اور کوئی انسانی وجود نظر نہیں آیا تھا' ہاں درختو
پر پرندے اڑتے پھر رہے تھے اور کوٹھی کے ماحول کی ویرانی ناقابل برداشت تھی' ب
اب اس سے زیادہ دلیر بننے کی کوشش' حماقت کے سوا کچھ نہیں اگر یہاں کی تلاشی لی
شروع کر دی جائے تو پہلی بات تو یہ کہ یہ اتنا آسان کام نہیں ہوگا اور باقی یہ کہ اس س
بڑی دیوانگی اور کوئی نہیں ہو سکتی' نہ میں پولیس جاسوس ہوں اور نہ ہی کوئی ایسی شخصیت
جس کے لئے یہ سب کچھ جان لینا ضروری ہو چنانچہ مس عرشی فرار زیادہ مناسب ہے' اس
سے زیادہ یہاں قیام کرنے کا مقصد ہے کہ مصیبت کو دعوت دی جائے' لیکن دو انسا
زندگیوں کے خاتمے کو مذاق کا درجہ نہیں دیا جاسکتا' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مذاق ہ
ہدایت اللہ کے اختیارات سے باہر ہو جائے اور اسکے بعد اس نے حلق سے سہمی سی آوا
نکالی اور دروازے کی جانب دوڑ لگا دی بس اس قسم کی لڑکی تھی' دلیری فطرت میں عود
آئے تو اس طرح کہ آتش فشاں کے دہانے میں چھلانگ لگا دے' خوف کا کوئی جذبہ دل
میں بیدار ہو تو کاکروچ سے بھی دہشت زدہ ہو جائے' بھاگتی ہوئی گیٹ سے باہر نکلی تھی
ذیلی کھڑکی بند کئے بغیر اپنی کار کی جانب دوڑ پڑی تھی' خوش قسمتی تھی کہ اس وقت
اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا علاقہ بھی ایسے ہی ذہنی طور پر نابالغ لوگوں کا تھا۔ جہا
انسانوں کو انسانوں سے غرض نہیں ہوتی اور کوئی کسی کی جانب نہیں دیکھتا کہ کون کیا کر
ہی' ہر ایک اپنے مشغلے کا شکار اپنے آپ میں مگن' البتہ کار میں بیٹھنے کے بعد اس نے ا
آپ کو محفوظ سمجھا تھا' چند لمحات اسی طرح اسٹیئرنگ پر بیٹھی رہی پھر دل میں خیال آیا

کہیں کوئی اسے اس طرح دیکھ نہ لے اور پولیس جب تحقیقات کرے تو قرب و جوار کے
لوگ یہ بتائیں کہ ہاں ایک خوبصورت کار یہاں کھڑی ہوئی تھی اور اس میں ایک لڑکی
بیٹھی کسی سوچ میں گم تھی' کار کا نمبر بھی اسی طرح نوٹ کرلیا جائے جس طرح اس نے
سرخ مرسیڈیز کا نمبر دیکھ لیا تھا اب تنہا وہی تو ذہین نہیں ہے' ہو سکتا ہے کوئی اور ذہین اس
کیس کو آگے بڑھا دے چنانچہ کار برق رفتاری سے اسٹارٹ کرکے اس نے آگے بڑھا دی
اور دیر تک خاصی تیز ڈرائیونگ کرتی رہی۔ پھر مین سڑک پر آکر رفتار تھوڑی سی ست
کرنا پڑی کیونکہ اس طرح برق رفتاری نقصان بھی دے سکتی تھی۔

کار کی رفتار معتدل کرکے وہ آہستہ آگے بڑھتی رہی' کچھ فاصل طے پر ایک
ریستوران کا بورڈ نظر آیا' یہاں کئی بار آچکی تھی' آوارہ گردی اس کی فطرت میں شامل
تھی' چنانچہ شہر کے بہت کم ریستوران ایسے تھے جہاں اس کی نشست نہ رہی ہو' کم از کم
یہاں بیٹھ کر تھوڑی دیر سکون سے کچھ سوچا جاسکتا ہے۔ ویٹر سے چائے منگوا کر وہ پرخیال
نگاہوں سے ریستوران میں بیٹھے اکا دکا افراد کو دیکھتی رہی وقت ایسا تھا کہ ریستوران میں
رش نہیں تھا' ایک میز پر ایک جوڑا نظر آرہا تھا' حالات کچھ گڑ بڑ محسوس ہوتے تھے' لڑکی
کے چہرے پر غم کے آثار تھے اور نوجوان فکر مند نظر آرہا تھا۔ عرشی ایک لمحے ان پر نگاہیں
جمائے رہی' ہوگا کوئی عشق و محبت کا مشکل مرحلہ' نوجوان یقیناً" کسی دفتر میں کام کرتا ہوگا
لڑکی یا تو کالج اسٹوڈنٹ ہے یا پھر موقع نکال کر کسی طرح یہاں پہنچ گئی ہے عرشی نے اپنا
ذہن اس طرف سے ہٹالیا' دوسری میز پر دو کاروباری شخص بیٹھے ہوئے کسی اختلافی مسئلے
پر گفتگو کر رہے تھے' اس نے اپنے دماغ کو یکسو کیا' چائے آئی اسے بناکر اس کے کئی گرم
گرم گھونٹ لئے اور پھر سوچنے لگی کہ اب کیا کرنا چاہیے' ذہن میں وہی پس منظر تھا' معمر
عورت جو کوئی بھی تھی چہرے سے بری نظر نہیں آتی تھی' ایک عجیب سا تجسس' ایک
عجیب سی گھمبیرتا اس کے چہرے پر چھائی ہوئی تھی' اس وقت تو عرشی نے غور نہیں کیا تھا
لیکن اب وہ مکمل طور سے انداز لگا رہی تھی' اگر اتنا غور پہلے کرلیتی تو کم از کم صائمہ سے
یہ کہہ سکتی تھی کہ یہ کیس اغوا برائے تاوان نہیں ہو سکتا' کیونکہ جس عورت نے یہ ذمے

داری اس کے سپرد کی ہے وہ نرم خدوخال کی مالک تھی اور چہرے سے اس قدر شاطر نظر نہیں آتی تھی کہ ایسی کوئی واردات کر ڈالتی' ڈرائیور بھی اس کے لئے مودب تھا اور اس کا تعلق مہتاب پور ہاؤس سے ظاہر ہو چکا تھا' یقیناً" کوئی اور ہی گہرا معاملہ ہے' بہتر یہ ہے کہ صائمہ سے اس سلسلے میں مشورہ کیا جائے' صائمہ ذرا ڈرپوک سی لڑکی تھی اور کئی ایڈونچر میں اس کا ساتھ نہیں دے پاتی تھی' لیکن اس کی ذہانت سے انکار نہیں کیا جاسکتا تھا' حالانکہ اچھی خاصی پڑھی لکھی تھی' لیکن آفر کے باوجود اس نے پریس رپورٹر بننا پسند نہیں کیا تھا کیونکہ اس میں واسطہ بعض اوقات خطرناک لوگوں سے بھی پڑ جاتا ہے' عرشی کی بہت پرانی دوست تھی' ماں باپ مرچکے تھے' ماموں کے پاس زندگی گزاری تھی اس نے لیکن بعد میں کچھ ایسے حالات پیش آگئے کہ اسے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا پڑا۔ ماموں ممانی اس سے بالکل برگشتہ ہوگئے تھے اور وہ یکہ و تنہا رہ گئی تھی' لیکن عرشی نے اسے سنبھال لیا' ملازمت بھی عرشی کی وساطت سے ہی ملی تھی اور یہ فلیٹ بھی عرشی ہی کی محبت کا نتیجہ تھا' صائمہ کی زندگی کو ایک محور مل گیا تھا اور اس کا رواں دواں عرشی کا مرہون منت تھا' لیکن اس لاابالی لڑکی کے ذہن کے کسی گوشے میں دوستی کے سوا اور کوئی تصور نہیں تھا اس بات کو صائمہ بخوبی جانتی تھی' تاہم وہ عرشی کے احسانات کو دل سے مانتی تھی' عرشی نے سوچا کہ صائمہ سے مشورہ بے شک کرلیا جائے اس بارے میں لیکن کسی عملی قدم کی اس سے کوئی توقع نہیں رکھی جاسکتی' کوئی ایسا فیصلہ کرنا ضروری ہے جس سے صورت حال میں کچھ تبدیلی رونما ہو' اپنی کاوشوں کے درمیان بہت سے ایسے عمل کئے تھے عرشی نے جو ازحد ضروری تھے' جیسے مختلف علاقوں کے تھانوں کے ٹیلی فون نمبر بس ایسی ہی تھی' اس نے اپنے ذہن میں اس علاقے کے تھانے کا ٹیلی فون نمبر تلاش کیا' اور اسے وہ نمبر یاد آگیا' ابتدائی طور پر یہ ضروری تھا کہ وہ تھانہ انچارج کو اس واردات سے آگاہ کرے' لاشیں پولیس کی تحویل میں پہنچ جائیں تو اس کے بعد اخبارات بھی معاون ہو سکتے ہیں کیونکہ یقیناً" اس واردات کی تفصیل اخبارات میں چھپے گی اور نئے واقعات سامنے آئیں گے اس فیصلے سے مطمئن ہوکر وہ چائے کے آخری گھونٹ لے کر اٹھ گئی۔ حالانکہ

ہوٹل کے کاؤنٹر پر ٹیلی فون موجود تھا' اور اسے استعمال بھی کیا جاسکتا تھا' لیکن عرشی کسی حماقت کا ثبوت نہیں دینا چاہتی تھی مختلف سڑکوں پر ٹیلی فون لگے ہوئے تھے اور اس کے پاس ٹیلی کارڈ موجود تھا' اکثر ضروریات کے لئے یہ کارڈ وہ اپنے ساتھ رکھتی تھی' ریستوران سے باہر نکلنے کے بعد اس نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں اور تھوڑے ہی فاصلے پر اسے ٹیلی کام نظر آگیا' کار وہیں چھوڑ کر وہ ٹیلی کام کی جانب بڑھی اور کچھ دیر کے بعد اس کا رابطہ علاقے کے تھانے سے ہوگیا۔

"میں تھانہ انچارج سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"فدوی بول رہا ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں نے عرض کیا تھا نہ انچارج صاحب سے بات کرا دیجئے گا جناب فدوی صاحب۔" وہ کسی قدر پر مزاح لہجے میں بولی۔ اور دوسری طرف کھنکارنے کی ہلکی سی آواز سنائی دی' پھر اس نے کہا۔"

"غالباً" آپ کا تعلق میانوالی سے ہے' خیر کوئی حرج نہیں ہے میں تھانہ انچارج ہی بول رہا ہوں۔"

"اچھا اچھا فدوی آپ کا نام ہے۔" وہ تھانہ انچارج کے طنز کو بخوبی سمجھ گئی تھی۔

"فرمایئے میڈم' رات میں تو اکثر لوگ ٹیلی فون مذاق کرلیا کرتے ہیں آپ کو دن کے وقت بھی فرصت ہے۔" تھانہ انچارج بھی غالباً" کوئی شگفتہ مزاج آدمی معلوم ہوتا تھا۔

"جی ہاں مجھے تو فرصت ہے لیکن آپ کو مصروف کرنا چاہتی ہوں۔"

"کوئی تازہ غزل ہوگئی ہے ارشاد فرمایئے"

"مہتاب پور ہاؤس آپ ہی کے علاقے میں ہے اور اس وقت مہتاب پور ہاؤس میں دو لاشیں موجود ہیں' ایک کسی خاتون کی اور ایک مرد کی۔"

"عجیب غزل ہے' لیکن صرف غزل ہے یا حقیقت بھی...." دوسری طرف سے کہا گیا۔

"مصرعہ اولیٰ میں نے سنا دیا ہے گرہ آپ لگا لیجئے خدا حافظ۔"

"ارے ارے سنئے تو سہی سنئے تو سہی میڈم ارے ارے۔" لیکن اس آخری جملے کے بعد عرشی نے ٹیلی فون بند کر دیا تھا تھانہ انچارج کے الفاظ سے لطف لیتی ہوئی وہ باہر نکل آئی پولیس ڈیپارٹمنٹ میں بھی ایسے اچھے فقرے ادا کر لینے والے خوش مزاج لوگ موجود ہیں تعجب ہے۔ اس نے دل میں سوچا اور اپنی کار کی جانب بڑھ گئی' کار اسٹارٹ کرکے وہ اخبار کے دفتر کی جانب چل پڑی' اب فوری طور پر صائمہ سے رابطہ ضروری تھا۔ کچھ دیر کے بعد وہ اخبار کے دفتر میں داخل ہوگئی۔ بڑے سے ہال میں صائمہ اپنی میز پر نظر آچکی تھی۔ زین اس کے سامنے بیٹھا باتیں کر رہا تھا' عرشی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ صائمہ اپنوں کی اپنائیت سے محروم ہوگئی تھی۔ بیشک عرشی نے اسے سہارا دے کر دنیا کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا تھا۔ لیکن پھر بھی اسے زندگی کا سہارا درکار تھا اور زین نے اسے یہ سہارا دیا تھا۔ دونوں نے زندگی کے عہدو پیمان کئے تھے اور اپنے عمر کے زیادہ تجربے سے عرشی یہ کہہ سکتی تھی کہ زین اچھا اور ٹھوس نوجوان ہے۔ وہ صائمہ سے پوری طرح مخلص ہے ویسے فطرتاً" وہ خالص صحافی تھا۔ موڈی' کھلنڈر' مست فرہاد' ہر وقت خوش رہنے والا۔

دونوں نے مسکرا کر عرشی کو دیکھا اور عرشی نے قریب پہنچ کر کہا۔ "ہائے زین۔"

"ہائے ہائے۔" زین مسخرے انداز میں بولا۔

"ارے خیریت۔ یہ ہائے ہائے کیوں کر رہے ہو۔" عرشی مسکرا کر بولی۔"

"کسی کی ہائے لگ گئی ہے۔" زین نے برجستہ کہا۔

"زین کے دانت میں تکلیف ہے۔" صائمہ مسکرا کر بولی۔

"تمہیں ڈینٹسٹ سمجھ کر یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔" عرشی مسکرا کر بولی۔"

"درد دانت سنانے آیا تھا کہ آپ نازل ہوگئیں۔" زین ہنس کر بولا۔

"سنالیا؟"

"آغاز ہی کیا تھا مگر........ اف۔"

"دانت نکلوا دو زین۔ تمہارے اس دانت میں کئی بار درد ہو چکا ہے۔" صائمہ نے

کہا۔

"اصلی ہے۔" عرشی حیرت سے بولی۔

"کیا مطلب۔ زین کے تمام دانت اصلی ہیں۔" صائمہ نے عرشی کے مذاق پر غور نہیں کیا تھا۔

"واقعی؟ اس عمر میں بھی؟" عرشی برجستہ بولی۔ اور زین نے اسے گھورتے ہوئے کرسی کھسکالی۔

"اب سر میں بھی درد ہو جائے گا صائمہ۔ چلتا ہوں' ویسے سہیلیوں کے انتخاب میں ذرا احتیاط کیا کرو۔ ایسی ورغلانے والی مستقبل کے لئے بہت خطرناک ہوتی ہیں۔"

"مسٹر زین' اپنی والدہ کو رشتے کے لئے آپ میرے پاس ہی لائیں گے' اس لئے گفتگو میں الفاظ کا درست انتخاب کیا کریں۔" عرشی نے کہا۔

"چلتا ہوں نہ جانے کیسے کیسے لمحات سے گزرنا پڑے گا۔" زین نے ناک سکوڑ کر کہا۔ اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔

"ڈاکٹر کے پاس چلے جاؤ سیدھے۔" صائمہ نے کہا۔ اور زین آگے بڑھ گیا۔ عرشی نے کہا۔

"کمال ہے دفتروں میں یہ بھی ہوتا ہے۔ مجھے تو خطرہ ہے کہ کہیں اخبار کا دفتر ہی حجلہ عروسی نہ بن جائے۔"

"بکواس مت کرو۔ لنچ تو نہیں کیا ابھی۔"

"اوہو۔ لنچ کا وقت ہو گیا ہے اٹھو۔ لنچ بھی کروں گی اور تم سے کچھ باتیں بھی کرنی ہیں۔" صائمہ سامنے رکھے کاغذات سمیٹنے لگی۔

"نادر شاہ نے فون بند کر دیا۔ سب انسپکٹر شہزاد اسے دیکھ رہا تھا۔"

"کوئی خاص خبر جناب؟"

"ہاں خبر تو خاص ہے لیکن......... خبر دینے والی بھی خاصی خاص تھی ذرا ایک منٹ کی خاموشی اختیار کرو!" انسپکٹر شاہ نے کہا۔

"کسی موت کی خبر ہے۔" ایس آئی نے پوچھا۔

"ہاں!"

"تب پھر دو منٹ کی خاموشی ضروری ہوتی ہے۔" شہزاد نے کہا۔ اور نادر شاہ بے اختیار مسکرا دیا۔

"کمال ہے، سب کے سب بزلہ سخن ہوگئے ہیں۔ خبر دینے والی بھی خاصی طرار تھی۔ خاموشی پلیز۔" اس نے کہا اور آنکھیں بند کرلیں۔ شہزاد اسے دیکھتا رہا تھا۔ انسپکٹر نادر شاہ نے تھوڑے دن قبل اس تھانے کا چارج سنبھالا تھا۔ کسی دوسرے شہر سے تبدیل ہوکر آیا تھا۔ تفصیل کسی کو نہیں معلوم تھی مزاج بہت جلد سب کو پتہ چل گیا تھا۔ بے حد سخت گیر تھا۔ ڈسپلن کا پابند لیکن خشک فطرت نہیں تھا۔ کوئی کام نہ ہوتا تو عملے کے لئے بہت اچھا دوست تھا۔ کام کے وقت سب کچھ بھول جاتا تھا۔ سخت سمجھنے والوں کو سخت شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

"رشوت سے نفرت کرتا تھا اور یہی سب سے بڑی خرابی تھی جس کی وجہ سے عملہ اس سے زیادہ خوش نہیں تھا اور عملے کے لوگ اس کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے یہ ضرور کہتے تھے کہ خدا اس کی بدلی کرائے۔" یہ جملہ اس طرح کہا جاتا تھا جیسے کوئی کسی کی مغفرت کی دعا کر رہا ہو۔ خود شہزاد خان بھی اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا باقی سب ٹھیک تھا۔ شرلاک ہومز بننے کی کوشش کرتا تھا اور عملی مدوں کے ساتھ عقلی ندے بھی لڑاتا رہتا تھا لیکن یہ بھی سچ تھا کہ اس کے عقلی گھوڑے بھی بہت خوب ہوتے تھے اور عموماً درست نکلتے تھے۔ ڈی ایس پی سردار شیخ کو شاید اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم تھا۔ اس لئے افسر اعلیٰ ہونے کے باوجود وہ اس سے بہت دوستانہ انداز میں پیش آتا تھا۔

"نادر شاہ نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "عمر بیس سے بائیس کے درمیان۔ اچھی تعلیم یافتہ' اور دلیر' یقیناً دلیر' ورنہ دو لاشوں کے بارے میں اطلاع دیتے ہوئے آواز میں خوف کی لرزش ہونی چاہیے۔ یا پھر......... یا پھر........."

"لاشوں کے بارے میں اطلاع......... ایس آئی شہزاد چونک پڑا"

"ایں.... ہاں.... اطلاع .... ارے باپ رے.... اٹھو یار.... موبائل تیار کرو' گاڑی موجود ہے۔" نادر شاہ نے اچانک کہا۔ اور ایس آئی گھبرا کر کھڑا ہوگیا۔ اسی وقت اردلی اندر داخل ہوکر مودب ہوگیا۔

"سرڈی ایس پی صاحب آئے ہیں۔"

"ایں.... کہاں ہیں؟"

"گاڑی سے اترے ہیں۔ اندر چل پڑے ہیں......... اردلی نے جواب دیا۔ باہر سے ایڑیاں بجنے کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ پھر دروازے میں ڈی ایس پی سردار شیخ کا چہرہ نمودار ہوا۔ شہزاد کے علاوہ نادر شاہ نے بھی سیلوٹ کیا۔"

"ہیلو نادر....." "تم باہر جاؤ۔" دوسرا جملہ ڈی ایس پی نے شہزاد سے کہا تھا۔ شہزاد باہر نکل گیا۔ "سب خیریت ہے۔" سردار شیخ نے کیپ اتارتے ہوئے کہا۔

"خیریت نہیں ہے سر۔ ابھی فون پر کسی نامعلوم نسوانی آواز نے اطلاع دی ہے کہ

مہتاب پور ہاؤس میں دو لاشیں موجود ہیں۔"

"مہتاب پور ہاؤس۔" ڈی ایس پی زیر لب بولا۔ پھر اس نے کہا۔ "اطلاع دینے والے نے اپنا سورس بتایا۔"

"کہاں بتاتے ہیں سر' آپ جانتے ہیں۔"

"ہوں۔ جانے کا ارادہ ہے؟"

"جانا تو ہوگا سر۔"

"چلو میں بھی چلتا ہوں۔ عملے کو بتا دیا ہے؟"

"بتانا ہے سر۔"

"آؤ۔ پھر دیکھ لیتے ہیں۔" ڈی ایس پی کیپ واپس سر پر رکھتا ہوا بولا اور دونوں باہر نکل آئے۔ شہزاد نے البتہ سمجھ لیا تھا کہ لاشوں کی اطلاع کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا چنانچہ وہ ضروری لوگوں کو طلب کرکے موبائل تیار کر رہا تھا۔

"فوٹوگرافر اور فنگر پرنٹس کے لوگون کو بھی ساتھ لے لینا۔" نادر شاہ نے حکم دیا۔

"تم میرے ساتھ جیپ میں چلو۔" سردار شیخ نے کہا۔

"بہتر ہے سر۔" نادر شاہ بولا۔ اور دونوں جیپ کے قریب پہنچ گئے۔

"مہتاب پور ہاؤس کے بارے میں جانتے ہو؟"

"بالکل نہیں سر۔"

"کنور مہتاب علی مہتاب پور کے بے تاج بادشاہ ہیں۔ لاکھوں ایکڑ زمین کے مالک۔ ایم۔این۔اے بھی رہ چکے ہیں مگر مہم جو قسم کے آدمی ہیں۔ ایک مہم کے سلسلے میں جانا تھا۔ اپنے منصب سے استعفیٰ دے دیا۔ حالانکہ وزارت ملنے کے امکانات تھے۔"

"شاندار۔" نادر شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خیر اس میں کوئی شاندار بات نہیں ہے۔ الیکشن ہونا تھا۔ ممبر چنا گیا تھا انہیں یہ دوسری بات ہے کہ ووٹرزان کے مزارعے اور ان کے حلقہ اثر کے لوگ تھے۔"

"بکواس مت کرو۔ تمہارے بارے میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم خود اسی مزاج

کے انسان ہو۔"

"سر' نہایت معذرت کے ساتھ عرض کروں۔ یہ زندگی بہت مختصر ہے۔ اس پر اتنے بوجھ بے معنی ہیں۔ انسان کو موڈ کے ساتھ چلنا چاہیے۔ اس طرح دل خوش رہتا ہے۔"

"ہاں ایس پی ضرغام علی نے مجھے تمہارے بارے میں بتایا ہے۔ تمہارے والد محمد شاہ صاحب نے تمہیں زبردستی انسپکٹر بنوایا ہے۔ بقول ان کے کام کا آدمی بنانے کے لئے۔ ویسے ایک بات ضرور کہنا چاہتا ہوں تم سے۔ تم یہ ملازمت نہ چھوڑنا۔ بے شمار خوبیاں نظر آتی ہیں تم میں۔ ذہین ہو معاملہ فہم ہو' بے مثال صلاحیتوں کے مالک ہو۔ اتنے مختصر وقت میں تم نے بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس تھانے کی ریپوٹیشن بن گئی ہے۔ اوپر کے ضلع تمہیں ڈسکس کرتے ہیں کیونکہ تم نے اپنے علاقے میں ہونے والی ہر واردات کا سراغ لگالیا ہے.....ورنہ....."

"موبائل تیار ہوگئی تھی۔ ڈی ایس پی سردار شیخ انسپکٹر کے ساتھ جیپ میں بیٹھ گیا۔ اور جیپ اسٹارٹ ہوکر چلی پڑی۔"

"مہتاب پور ہاؤس کا پتہ جانتے ہو۔" ڈی ایس پی نے پوچھا۔

"نہیں' معلوم کرلیں گے۔"

"میں جانتا ہوں۔" شیخ نے کہا۔ "تو میں کنور مہتاب علی کے بارے میں بتا رہا تھا۔ اس مزاج کا انسان ہے۔ اس کے والد نے اس کی پیدائش پر لاکھیہ نامی اس آبادی کا نام مہتاب پور رکھا تھا اور پھر اسے خوب ترقی دی تھی۔ شاید دس پندرہ ہزار کی آبادی تھی لیکن اب لاکھوں افراد یہاں رہتے ہیں اور زیادہ تر مہتاب علی کے اپنے لوگ ہیں۔"

"آئیڈیل۔" نادر شاہ نے کہا۔

"مگر.........لاشیں کس کی ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے خبر میں صداقت نہ ہو۔"

پولیس موبائل اور جیپ مہتاب پور ہاؤس کی شاندار عمارت کے سامنے رک گئی۔ جیپ بھی ساتھ رکی تھی۔ ایس آئی نے نیچے آکر گیٹ بجایا۔ کئی بار گیٹ بجایا گیا۔ اس

طرح ذیلی کھڑکی اندر دب گئی تھی۔ ایس آئی نے اندر جھانک کر کہا۔

"کوئی ہے....چوکیدار ...." پھر اس نے کسی کے نہ ہونے کی اطلاع دی۔

"گیٹ اندر سے لاک ہے؟ ذرا دیکھو........" نادر شاہ بولا۔ اور ایس آئی اندر داخل ہوگیا۔ گیٹ دیکھ کر اس نے اطلاع دی۔

"نہیں جناب' گیٹ لاک نہیں ہے۔ چوکیدار کے کیبن میں البتہ تالا پڑا ہوا ہے۔"

"گیٹ کھول دو........!" سردار شیخ نے کہا۔ اور ایس آئی کے گیٹ کھولنے کے بعد دونوں گاڑیاں اندر داخل ہوگئیں۔ تمام لوگ نیچے اتر کر اصل عمارت میں داخل ہوگئے۔ دو سپاہیوں کو باہر چھوڑ دیا گیا تھا۔ نسوانی آواز میں دی گئی اطلاع کی تصدیق ہوگئی تھی۔ دونوں لاشیں موجود تھیں۔ پولیس آفیسر مستعد ہوگئے۔ ابتداء میں ہی اندازہ ہوگیا تھا کہ عمارت خالی ہے چوکیدار تک موجود نہیں۔ پولیس مصروف ہوگئی۔ لاشوں کے فوٹوگراف لے لئے گئے۔ ایک ایک چیز کی چھان بین کی گئی اور شام پانچ بجے تک یہ کارروائی ہوتی رہی۔ قرب وجوار کے معززین سے معلومات حاصل کی گئیں۔ پتہ چلا کہ عمارت میں بس ایک سرخ رنگ کی مرسیڈیز کار آتے جاتے دیکھی جاتی ہے جس میں مقتول خاتون کے سوا کوئی نہیں نظر آتا۔ کار مقتول ڈرائیور چلاتا تھا۔ عمارت کا چوکیدار بھی کافی دن سے نظر نہیں آیا۔ ڈرائیور خود ہی گیٹ کھولتا اور بند کرتا نظر آتا تھا۔

فنگر پرنٹس کے ماہرین اپنے کام سے فارغ ہوگئے تو لاشیں اٹھوا دی گئیں۔ اس کے بعد عمارت سیل کر دی گئی اور دو سپاہی پہرے پر چھوڑ دیئے گئے۔ واپسی میں ڈی ایس پی نے پر خیال آواز میں کہا۔

" ایسا کرو نادر شاہ۔ یہاں اور تو کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا۔ تم چند افراد کے ساتھ مہتاب پور چلے جاؤ۔ خود جا کر مہتاب علی سے مل کر معلومات حاصل کرو۔ بہت بڑے آدمی کی بات ہے ابھی ہم اخبارات کو بھی اس بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے۔ یہاں کے معاملات میں سنبھال لوں گا۔"

"کیا مطلب سر!" نادر شاہ کی آواز میں چبھن تھی۔

" بالکل نہیں۔ کوئی غلط خیال دل میں نہ لانا۔ تفتیش مکمل ہوگی مجرموں کو منظر عام پر لایا جائے گا۔ قانون کسی دباؤ کے بغیر متحرک رہے گا۔ یہ کارروائی بس احتیاطاً کی جارہی ہے۔" ڈی ایس پی نے جلدی سے کہا۔

"کوئی رخنہ اندازی بہتر نہ ہوگی سر۔"

"کوئی رخنہ اندازی نہ ہوگی۔ تم مطمئن رہو" لاشوں کی تصویروں کے پرنٹ لے جانا۔ وہاں ضرورت پیش آئے گی۔

"اوکے.... سر.........!" نادر شاہ نے جواب دیا۔

عالم آراء شدید ذہنی گھٹن کا شکار تھی۔ شفق نے رعنا کا موڈ تو ٹھیک کر لیا تھا ا
دوسری صبح وہ ناشتے کی میز پر موجود تھی۔ لیکن مہتاب پور ہاؤس سے کوئی رابطہ نہیں ہو
رہا تھا۔ رات کو تین بجے پھر چار بجے، صبح ساڑھے سات بجے بھی عالم آراء نے فون کیا تھا
مگر وہاں کوئی فون ریسیو کرنے والا ہی نہ تھا۔ دیوان سرکار کسی کام سے چلا گیا تھا۔ بیٹیوں کو
عالم آراء نے رازدار نہیں بنایا تھا چنانچہ کسی سے مل کر حال نہیں کہہ سکتی تھی۔ پھر مز
کئی بار اس نے مہتاب پور ہاؤس فون کیا۔ لیکن جواب نہ ملا۔

شام پانچ بجے کہیں دیوان سرکار کی صورت نظر آئی اور عالم آراء نے فوراً اسے بلا
بھیجا۔ دیوان سرکار فوراً وہاں پہنچ گیا تھا۔

"میں بس لباس تبدیل کر کے حاضری دینے والا تھا خاتون......... خیریت آپ کچھ
پریشان ہیں۔"

"کچھ پریشان ہوں......... سولی پر لٹکی ہوئی ہوں۔"

"خیریت!"

"بس دیوان سرکار......... پیمانہ صبر لبریز ہونے کو ہے سونے کے اس پنجرے سے جی
اکتا گیا ہے اب۔"

"خاتون مجھے بتائیے کیا بات ہے؟"

"کنور صاحب کی حرکتیں اب زیادتی کی صورت اختیار کر چکی ہیں۔ ظلم کر رہے

وہ مجھ پر۔ عمر کا آدھا حصہ ان سے دور گزرا ہے کبھی اف نہیں کی عورت ہوں میں
ں تک ذمہ داریاں سنبھالوں۔ بچیاں جوان ہیں لیکن وہ....."

"آپ کی پریشانی کی کوئی نئی وجہ ہے؟"

"ہاں۔"

"پوچھ سکتا ہوں۔"

"مہتاب پور ہاؤس سے رابطہ نہیں ہو رہا۔ سطوت جہاں اور رحمان مکمل طور پر
بھروسہ ہیں اور میں نے کنور کی سونپی ہوئی ذمہ داری کے لئے یہی بہتر سمجھا کہ انہیں
ف کر دوں۔ لیکن..... نہ جانے مہتاب پور ہاؤس سے وہ دونوں کہاں گئے۔"

"آپ نے دوبارہ فون کیا؟" دیوان سرکار نے پوچھا۔

"کوئی ایک بار۔"

"میں کوشش کروں۔"

"کرلو۔ خدا کرے تمہیں ہی جواب مل جائے۔" عالم آراء نے کہا اور دیوان سرکار
کے پاس جاکر کوشش کرنے لگا۔ لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔

"فون کی لائن بالکل درست ہے۔" دیوان نے تشویش سے کہا۔

"ایک ہی خیال ذہن میں آتا ہے۔ شاید کہ کسی خطرے کے پیش نگاہ انہوں نے
ی طور پر مہتاب پور ہاؤس چھوڑ دیا ہو۔"

"ایسی شکل میں خاتون انہیں سب سے پہلے آپ کو فون پر اس خطرے سے آگاہ
چاہیے تھا۔"

"یہ بھی درست کہہ رہے ہو، پھر بتاؤ اب کیا کریں۔"

"آپ حکم دیں تو میں فوراً شہر چلا جاؤں اور خود جاکر دیکھوں۔"

"خوف محسوس ہوتا ہے دیوان سرکار۔"

"آپ دلیر ہیں خاتون، ایک عظیم مہم جو کی بیگم، آپ کی شخصیت کی تو مثال دی
ہے۔"

"مہم جو....." عالم آراء نے طنزیہ ہنسی سے کہا۔ پھر نڈھال لہجے میں بولی۔
گئی ہوں دیوان سرکار..........بری طرح تھک گئی ہوں۔"

"خود کو سنبھالیئے' نہ جانے ایسی کیا مشکل ہے۔ پہلے کبھی حالات یہ نہ ہوئے
میں کسی اور کے سپرد بھی یہ ذمے داری کر سکتا تھا لیکن یہ مناسب نہ ہو گا۔"

" میں جانتی ہوں۔" عالم آراء نے کہا۔ اسی وقت ایک خادمہ نے اندر آ
اجازت مانگی۔ اور عالم آراء کے اشارے پر اندر آگئی۔ اس نے ایک وزیٹنگ کارڈ
کر کے کہا۔

"یہ صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں" عالم آراء نے کارڈ لے کر اس پر نگاہ
پھر چونک پڑی۔

"پولیس آئی ہے"

"پولیس تو نہیں۔ یہ آئے ہیں جنہوں نے کارڈ دیا ہے۔" عالم آراء نے کارڈ
سرکار کو دیا جس پر لکھا تھا۔

"نادر شاہ۔ انسپکٹر آف پولیس۔"

"نیچے پتہ وغیرہ لکھا ہوا تھا۔ دیوان سرکار نے سوالیہ نظروں سے عالم آراء کو
عالم آراء نے ملازمہ سے کہا۔ "بٹھاؤ.......... آرہے ہیں" ملازمہ سر جھکا کر باہر نکل گئی

"ضرور کوئی اہم بات ہے۔"

"آپ ملیں گی؟"

"ہاں' صبر نہیں کر سکوں گی' تم چلو۔ لیکن میرے ساتھ ہی اس سے ملاقات
میں لباس تبدیل کر کے آتی ہوں۔"

"میں انتظار کر رہا ہوں۔"

عالم آراء نہایت کروفر سے دیوان سرکار کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل
تھی۔ ایک نہایت خوبصورت اور اسمارٹ نوجوان سرمئی رنگ کے سفاری سوٹ
ملبوس وہاں موجود تھا۔ عالم آراء نے ادھر ادھر دیکھا۔ پھر بولی۔

"کیا آپ ہی انسپکٹر نادر شاہ ہیں۔"

"جی خاتون۔"

"ہیلو انسپکٹر' اصل میں پولیس کے نام سے جو تصور ذہن میں ابھرتا ہے آپ اس پر
ے نہیں اترے۔ براہ کرم تشریف رکھیئے۔ آپ دارالحکومت سے آئے ہیں۔"
ن سرکار نے کہا۔

"جی۔"

"کوئی غیر سرکاری مسئلہ ہے۔"

"خالص سرکاری.......... لیکن میں خاص طور سے سادہ لباس میں آیا ہوں تاکہ آپ
ے سنسنی کا شکار نہ ہوں۔"

"کیا بات ہے۔" عالم آراء نے پوچھا۔

"مہتاب پور ہاؤس آپ ہی لوگوں کی ملکیت ہے نا؟"

"جی!" عالم آراء کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔

"کیا آپ کنور مہتاب علی ہیں؟"

"نہیں میں ان کا خادم ہوں۔ یہ ہماری مالکہ مسز مہتاب ہیں۔"

"کنور صاحب کہاں ہیں؟"

"وہ ان دونوں ملک سے باہر ہیں۔ آپ براہ کرم کھل کے بات کیجئے۔ کیا بات
ہے؟" نوجوان انسپکٹر کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

"میں آپ کو بے شک مکمل تفصیلات بتا دوں گا' لیکن اس سے پہلے کچھ اور
الات از حد ضروری ہیں' براہ کرم آپ مجھ سے تعاون کیجئے گا۔"

" ہاں ہاں انسپکٹر بے شک آپ سے تعاون کیا جائے گا لیکن نہایت معذرت کے
تھ میں آپ سے کچھ اور چاہتا ہوں۔"

"جی جی فرمایئے۔" انسپکٹر نادر شاہ نے نرم لہجے میں کہا۔

"آپ نے اپنا وزیٹنگ کارڈ بے شک ہمیں دیا ہے اور ہم نے اس پر پڑھ لیا ہے کہ

آپ انسپکٹر آف پولیس ہیں لیکن کیا آپ ہمیں اپنا پولیس کارڈ دکھانا پسند کریں گے
لباس میں ہونے کے باوجود آپ کو اپنی شناخت کرانے میں کوئی اعتراض نہیں
چاہیے۔"

"بالکل نہیں، یہ آپ کا قانونی حق ہے۔" نادر شاہ نے لباس کی جیب سے
تصدیق نامہ نکال کر دیوان سرکار کے سامنے کر دیا اور دیوان سرکار اسے ہاتھ میں
دیکھنے لگا پھر مدہم سی مسکراہٹ سے بولا۔

"نہایت شکریہ، آپ میری اس بات کا بالکل برا نہ مانیئے گا، آپ کے خیال میں
یہ ضروری ہو گا کیونکہ آپ ہم سے خالص ذاتی نوعیت کے سوالات کر رہے ہیں۔"

"میں آپ سے پوری طرح متفق ہوں، مجھے آپ کی تشریف آوری پر یہ شناخت
نامہ خود آپ کے سامنے پیش کرنا چاہیے تھا، غالباً آپ مطمئن ہو گئے ہوں گے۔"

"بالکل بالکل پلیز۔" دیوان سرکار نے آئیڈینٹٹی کارڈ نادر شاہ کو واپس کرتے ہوئے
کہا، نادر شاہ بولا۔

"مہتاب پور ہاؤس میں آپ کے اپنے ملازمین وغیرہ ہوں گے؟"

"زیادہ نہیں، صرف دو افراد وہاں رہتے ہیں، ایک خاتون سطوت جہاں، دوسرا
ڈرائیور رحمٰن۔"

"ان کے بارے میں کچھ تفصیلات؟"

"ہاں، خاتون سطوت جہاں، کنور مہتاب علی کی بہت پرانی ملازمہ ہیں، یوں سمجھ لیجئے
ان کے والدین کے دور کی، انہوں نے بچپن یہیں گذارا اور یہیں جوان ہوئیں، بعد میں
انہیں ضرورت کے تحت مہتاب پور ہاؤس منتقل کر دیا گیا اور طویل عرصے سے وہ وہیں
رہتی ہیں، ڈرائیور رحمٰن آزاد علاقے کا رہنے والا ہے اس کے عزیز و اقارب وہیں رہتے
ہیں اور وہ تقریباً دس سال سے مہتاب علی کا نوکر ہے، پہلے یہیں مہتاب پور میں تھا، بعد
میں اسے دارالحکومت بھیج دیا گیا۔"

"آپ کے مہتاب پور ہاؤس کے بڑے گیٹ پر چوکیدار کا کیبن بھی بنا ہوا ہے،

تالا پڑا ہوا ہے، آپ کا چوکیدار وہاں نہیں ہے؟"

"چوکیدار کچھ عرصے قبل ملازمت چھوڑ کر چلا گیا ہے اس کا تعلق بھی آزاد علاقے
سے تھا، وہاں اس کے لئے کچھ مشکلات پیدا ہوئیں اور اس نے درخواست کی کہ اسے
زمت سے سبکدوش کر دیا جائے، رانی صاحبہ نے اس کی یہ درخواست قبول کر لی کیونکہ
کی مجبوری صاف ظاہر تھی۔"

"کیا چوکیدار کسی ناراضگی کی بنیاد پر وہاں سے گیا؟"

"نہیں، بالکل نہیں، وہ ایک نہایت شریف آدمی تھا اور اس نے بھی کئی سال یہاں
زمت کی ہے بلکہ واپس جاتے ہوئے وہ آبدیدہ تھا، رانی صاحب نے اپنی جیب خاص سے
سے پچیس ہزار روپے اس کے محنتانہ کے علاوہ ادا کئے تاکہ وہ اپنی مشکلات پر قابو پا سکے
ر اس کے علاوہ یہ بھی اس سے کہہ دیا گیا ہے کہ اگر وہ کبھی واپس آنا چاہے تو آ سکتا ہے
سے کوئی بھی ملازمت دے دی جائے گی۔"

"اب خاتون سطوت جہاں کی بات رہ جاتی ہے، کیا ان کے شوہر اور بچے وغیرہ؟"

"نہیں سطوت جہاں کے لئے خود کنور مہتاب علی نے بہت کوششیں کیں، لیکن وہ
مختلف فطرت کی مالک خاتون ہیں، انہیں شادی کے نام سے ہمیشہ چڑ رہی اور انہوں نے
ا کہ وہ آزاد زندگی پسند کرتی ہیں۔"

"معاف کیجئے گا، اس چڑ کا کوئی پس منظر؟"

"انسپکٹر، آپ کے سوالات کا سلسلہ طویل نہیں ہوتا جا رہا، کیا آپ ہمیں یہ بتانا پسند
ں کریں گے کہ وہاں مہتاب پور ہاؤس میں کیا ہوا جس کی بناء پر پولیس کو اس تفتیش کی
رورت پیش آئی؟"

عالم آراء کی کنپٹیاں چیخ رہی تھیں، وہ سخت بے چینی میں مبتلا تھیں، انسپکٹر نے ابھی
یہ نہیں بتایا تھا کہ تفتیش کی ضرورت کیوں پیش آئی ہے اور وہ کس مقصد کے تحت
ں آیا ہے۔ نادر شاہ حلیمی سے بولا۔

"بس ایک سوال اور خاتون، اس کے بعد آپ کی باری آئے گی، کیا خاتون سطوت

جہاں کی شادی سے نفرت کی کوئی خاص وجہ؟"

"بالکل نہیں کوئی ایسی وجہ نہیں ہے۔"

"غور کر لیجئے، کچھ نہ کچھ تو پس منظر ضرور ہوگا اس کا کوئی محبت اور اس میں
کسی کی بیوفائی وغیرہ وغیرہ۔" عالم آراء نے چڑ کر کہا۔

"آپ کی عمر ایسی ہی ہے انسپکٹر کہ آپ کو رومینٹک باتیں پسند ہوں گی،
آخری بات یہ ہے کہ ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے بس وہ فطرتاً ہی ایسی ہے، باقی رہا اس
کسی رومانس کا مسئلہ تو ہمارے علم میں نہیں ہے آپ خود اس سے پوچھ لیجئے گا، اور
کرم اب آپ یہ بتائیے کہ آپ کی یہاں آمد کس سلسلے میں ہے اور اس کے بعد آپ
کسی سوال کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔"

"نادر شاہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔"

"نہیں شکریہ، اس کے بعد میرے پاس کسی سوال کی گنجائش بھی نہیں ہے، آپ
یہ افسوناک خبر یقینی طور پر دیتے ہوئے مجھے دکھ ہو رہا ہے کہ آپ نے جن خاتون کا
سطوت جہاں بتایا ہے انہیں اور آپ کے ڈرائیور رحمٰن کو مہتاب پور ہاؤس میں قتل کر
گیا ہے۔"

"دیوان سرکار اچھل پڑا، عالم آراء کے جسم میں تشنج سا پیدا ہوگیا، اس کی مٹھیاں
کھلنے اور بھینچنے لگیں آنکھوں میں درجنوں سوالات ابھر آئے اور آنکھیں سرخ ہو گئیں
اس پر ہیجان طاری ہوگیا تھا، لیکن بہت مضبوط اعصاب کی مالک تھی، زبان پر اس نے
ہی رکھا تھا، وہ انسپکٹر کی آنکھوں میں دیکھتی رہی.... نادر شاہ نے کہا۔"

"مجھے خود اس کا افسوس ہے، کسی نے ٹیلی فون پر پولیس کو اطلاع دی تھی
مہتاب پور ہاؤس میں دو لاشیں پڑی ہوئی ہیں، ہم نے جب وہاں جاکر دیکھا تو اس اطلاع
تصدیق ہوگئی، اطلاع دینے والی بھی کوئی خاتون ہی تھیں، ان کے بارے میں کچھ نہیں
معلوم ہو سکا۔"

دیوان سرکار نے بھی اپنے آپ کو سنبھالا اور بولا۔

"واقعی بہت بری خبر ہے انسپکٹر بہت بری خبر ہے، وہاں آپ کو کوئی اور نہیں ملا؟"

"نہیں، کیا آپ کے خیال میں وہاں کسی اور کو ہونا چاہیے تھا؟"

"میرا مطلب ہے قاتلوں کا کوئی نشان کوئی سراغ؟"

"کہاں جناب، قاتل اتنے احمق نہیں ہوتے بشرطیکہ کوئی جذباتی اور عارضی مسئلہ نہ ہو دونوں کو پستول کی گولیوں سے ہلاک کیا گیا ہے اور نہایت اطمینان سے یہ قتل کیا گیا ہے، قاتل کو اس سلسلے میں کوئی جلد بازی نہیں معلوم ہوتی تھی، اب آپ یہ بتائیے کہ ایسا کون شخص ہو سکتا ہے جسے سطوت جہاں اور رحمٰن دونوں سے کوئی پرخاش ہو؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، ہمارے معاملات بہت سیدھے سادے رہتے ہیں اور پھر سطوت جہاں اور رحمٰن کی اپنی تو کوئی حیثیت ہی نہیں تھی، سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کسی سے دشمنی کا، ہو سکتا ہے انسپکٹر مہتاب پور ہاؤس سے قیمتی اشیاء چرانے کے لئے یہ عمل کیا گیا ہو۔"

"اس کے لئے آپ کو کسی ایسے معتبر شخص کو ہمارے ساتھ بھیجنا ہوگا جو وہاں پہنچ کر یہ بتا سکے کہ وہاں سے کچھ چوری ہوا ہے یا نہیں، جہاں تک میرا اندازہ ہے چونکہ آپ لوگ وہاں موجود نہیں ہوتے اس لئے صرف قیمتی سازو سامان کے علاوہ، وہاں بڑی رقومات یا زیورات وغیرہ نہیں رکھے جاسکتے اور چھوٹی موٹی چیزوں کے لئے اس طرح زندگیاں ختم نہیں کر دی جاتیں۔"

"آہ، سطوت جہاں ماری گئی، بہت اچھی عورت تھی۔" عالم آراء کے منہ سے رندھی ہوئی آواز میں نکلا۔

"بہرحال اس کا فیصلہ ہم لوگ کرلیں گے، لاشوں کا کیا کیا گیا؟"

"لاشیں پولیس ہسپتال میں بھیج دی گئی ہیں، ضروری، کارروائی کی جارہی ہے، اس کے بعد آپ پسند کریں گے تو انہیں آپ کی تحویل میں دے دیا جائے گا۔"

"بہت غمناک خبر سنائی ہے آپ نے انسپکٹر۔"

"ہم نے آپ سے تعان کیا ہے، اخبارات تک کو اس بارے میں ابھی کوئی خبر نہیں

دی گئی ہے کیونکہ آپ باعزت لوگ ہیں، لیکن ہم اس بات کے خواہش مند ہیں کہ قاتلوں کی تلاش میں آپ کو ہماری پوری پوری مدد کرنا ہوگی۔"

"یہ پولیس کا ہی نہیں ہمارا بھی فرض ہے انسپکٹر کیونکہ سطوت جہاں کی پوری عمر یہیں گزری ہے، وہ کنور صاحب کے لئے خاندان کے ایک فرد کی حیثیت رکھتی تھیں۔"

"کنور مہتاب علی اس وقت کونسے ملک میں ہیں؟"

"آپ کو شاید کنور صاحب کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہیں وہ ایک مہم جو ہیں اور ان کی زیادہ تر زندگی نامعلوم مقامات پر گزرتی ہے، یہ بات میرا خیال ہے وطن کے بے شمار افراد جانتے ہیں، ان دنوں وہ کہاں ہیں اس بارے میں کچھ نہیں بتایا جاسکتا۔"

"کوئی رابطہ، میرا مطلب ہے گھر سے رابطہ تو رہتا ہوگا ان کا؟"

"رانی عالم آراء صاحبہ مکمل طور پر یہاں کے امور سنبھالے ہوئے ہیں، کاروبار جائیداد زمینوں کی آمدنی وغیرہ یہ تمام کام رانی صاحبہ ہی دیکھتی ہیں، کنور صاحب کو آزادی حاصل ہی، اس لئے بعض اوقات وہ کئی کئی سال تک گھر سے رابطہ نہیں کرتے اور پھر اچانک ہی واپس آجاتے ہیں، اب بھی ایسا ہی ہوا ہے۔"

"انہیں ملک سے باہر گئے ہوئے کتنا عرصہ ہوگیا اس بار؟"

"دو سال سے زیادہ ہوگئے ہیں، آپ ہمیں تھوڑی دیر کے لئے اجازت دیجئے انسپکٹر صاحب، میں رانی صاحب سے مشورہ کرلوں اس کے بعد آپ کو بتاتا ہوں کہ آئندہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"ضرور ضرور۔"

"آپ یہ بتایئے کہ کیا پینا پسند کریں گے، خاطر مدارت تو آپ کی بہت زیادہ ہونی چاہیے تھی، لیکن آپ کو اندازہ ہے کہ ہم اچانک ہی کس المیئے کا شکار ہوگئے ہیں۔"

"میں کچھ نہیں پیئوں گا مجھے خود بھی احساس ہے آپ لوگوں کی پریشانی کا اور یہ نہ سمجھئے کہ میرا تعلق صرف پولیس ہی سے ہے انسانی بنیادوں پر بھی میں آپ کی الجھنوں میں

شریک ہوں، میری طرف سے مطمئن رہیئے۔"

"عالم آراء اپنی جگہ سے اٹھ گئی تھی، دیوان سرکار بھی اس کے ساتھ ساتھ دوسرے کمرے میں آگیا، یہاں پہنچ کر عالم آراء کے بدن پر پھر سے رعشہ طاری ہوگیا تھا، دیوان سرکار نے کہا۔"

"نہیں رانی صاحبہ، آپ اپنے آپ کو سنبھالئے براہ کرم، آپ نہایت مضبوط اعصاب کی مالک ہیں، آپ نے اپنے سپرد جو ذمے داریاں سنبھالی ہوئی ہیں براہ کرم ان پر توجہ دیجئے، بچیوں کو احساس نہیں ہونا چاہیے کہ کیا ہوگیا ہے، آپ سنبھالئے خود کو رانی صاحبہ۔"

"سطوت جہاں کو قتل کر دیا گیا، رحمٰن بھی مارا گیا، اب اور کیا چاہتے ہیں کنور صاحب، اب اور کیا چاہتے ہیں، وہ کہاں گئی، آہ وہ بچی کہاں گئی، اب، اب کیا کریں ہم، صاف ظاہر ہے کہ ان دونوں کو قتل کرکے کسی نے بچی کو حاصل کرلیا، آہ مہتاب علی تم نے ویسے تو ساری عمر جو کچھ بھی کیا ہے کیا ہی ہے لیکن سطوت جہاں کی زندگی لے لی تم نے، بڑی اچھی عورت تھی، تم نے ہمیں مشکل میں ڈال دیا ہے، بتاؤ دیوان سرکار اب ہمارا کیا قصور ہے اس میں، کیا میں اسے کوٹھی میں رکھ کر اپنی بچیوں کے لئے عذاب مول لے لیتی، یہاں حملے ہوتے، دہشت گردی ہوتی، گولیاں چلتیں اور کون جانے کوئی بھٹکتی ہوئی گولی کس سمت رخ کرلے، نہیں یہ میری ذمے داریوں میں شامل نہیں ہے، بیچاری سطوت جہاں مرگئی، رحمٰن مارا گیا، میں اس سے زیادہ مہتاب علی کے لئے اور کچھ نہیں کر سکتی، یہاں کا نظام میں سنبھالے ہوئے ہوں عورت ہو کر مرد کا کردار ادا کرنا پڑا ہے مجھے، لیکن اب یہ اضافی ذمے داریاں تم گواہ ہو دیوان سرکار میں نے دیانت داری کے ساتھ بچی کے تحفظ کی کوشش کی تھی، لیکن لیکن، آہ سطوت جہاں نے فون پر مجھ سے کہا تھا کہ وہ ایک عجیب سا خوف محسوس کر رہی ہے اسے لگتا ہے کہ کچھ لوگ مہتاب پور ہاؤس کے چکر لگا رہے ہیں، اس نے کہا کہ یہ اس کا وہم بھی ہو سکتا ہے، لیکن وہ خوفزدہ ہے، میں نے اس سے یہی کہا کہ وہ ہوشیاری سے اپنا کام سرانجام دیتی رہے، بہت جلد میں اس کے

لئے گارڈز کا بندوبست کردوں گی تا کہ اسے کوئی مشکل پیش نہ آئے' نجانے کیوں کمبخت عقل ماری گئی تھی' میں نے ایسا نہیں کیا' یہ بھی سوچتی رہی تھی کہ ہو سکتا ہے مہتاب پور ہاؤس پر اچانک گارڈز کو دیکھ کر کوئی اور زیادہ مشتبہ ہو جائے اور سوچنے لگے کہ یہاں گارڈز کیوں لگا دیئے گئے ہیں' بہت زیادہ ذہانت کا مظاہرہ کیا تھا میں نے' سطوت جہاں ماری گئی۔"

"براہ کرم اب یہ فیصلہ کیجئے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ اس مشکل کا حل تو دریافت کرنا ہی ہوگا۔"

"کنور نے فون کیا تو میں انہیں کیا جواب دوں گی؟" عالم آراء نے کہا۔

"جو واقعات پیش آئے ہیں ظاہر ہے ان کے علاوہ آپ انہیں اور کیا بتا سکیں گی۔"

"ظاہر ہے ظاہر ہے دیوان سرکار تمہیں دارالحکومت جانا پڑے گا' پوسٹ مارٹم ہو جائے تو لاشیں تحویل میں لے لو اور وہیں دارالحکومت میں ان کی تدفین کردو' یہاں سے کچھ لوگوں کو ساتھ لے جانا چاہو تو لے جاؤ' لیکن خدا کے لئے ہوشیار رہنا' میں بالکل ہی تنہا نہیں رہنا چاہتی' سمجھ رہے ہو' دیوان سرکار' تم چلے جاؤ براہ کرم تم ہی چلے جاؤ۔"

"ٹھیک ہے رانی صاحبہ' میں چلا جاتا ہوں۔"

"یہاں میں لرزتی رہوں گی' میری قوتیں جواب دیتی جارہی ہیں۔"

"نہیں رانی صاحبہ ایک بار پھر عرض کروں گا کہ آپ کو ہمت سے کام لینا ہے۔ میری غیر موجودگی میں آپ پر زیادہ ہوشیار رہنے کی ذمہ داری آجاتی ہے۔"

"کیا اب بھی' کیا اب بھی خطرات ہیں' اصل خطرہ تو وہی بچی تھی جو اس کے طلب گاروں کو حاصل ہوگئی۔"

"اس کے باوجود آپ کو غیر مطمئن نہیں ہونا چاہیے' میں آپ سے اس ہمت کی توقع رکھتا ہوں۔"

"تم چلے جاؤ انسپکٹر کے ساتھ ہی چلے جاؤ اور بھی چند لوگوں کو ساتھ لے جاؤ ضرورت پیش آئے گی' خاص طور سے گارڈز کو ساتھ لے جانا' رحیم خان اور دلاور کو ا

ساتھ رکھو۔"

"نہیں رانی صاحبہ' یہ دونوں بہت ذمے دار آدمی ہیں ان کا یہاں رہنا بہت ضروری ہے۔"

"تمہاری زندگی بھی تو ضروری ہے دیوان سرکار۔"

"میری آپ فکر نہ کریں اور پھر واقعات کے تحت جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ بچی کسی کو حاصل ہوگئی ہے تو میرے خیال میں اب اس کا کام ختم ہوگیا ہے لیکن اس کے باوجود میں یہ چاہتا ہوں کہ یہاں مہتاب پور میں آپ ہوشیار رہیں' آپ اطمینان رکھئے بلکہ اپنے کمرے میں جاکر آرام کیجئے میرے لئے اور کوئی ہدایت تو نہیں ہے۔"

"کیا ہدایت دوں گی سوائے اس کے تمام کاموں سے فارغ ہو کر جس قدر جلد ممکن ہو سکے واپس پہنچ جاؤ' میں بڑی کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔"

"آپ مطمئن رہیں۔" دیوان سرکار نے کہا اور پھر واپس ڈرائنگ روم میں آگیا جہاں انسپکٹر موجود تھا۔

"آپ کو چند لمحات انتظار کرنا پڑے گا انسپکٹر صاحب میں تیاریاں کرلوں' آپ کے ساتھ ہی چلتا ہوں' وہاں آپ قانونی خانہ پری کرلیں اور میری جو بھی ضرورت پیش آئے مجھے اس کے بارے میں بتا دیجئے' رانی صاحبہ نے یہ طے کیا ہے کہ تمام معمولات وہیں سرانجام دے دیئے جائیں' لاشوں کی تدفین بھی وہیں کر دی جائے اور مہتاب پور ہاؤس میں جو بھی ضروریات ہوں وہ پوری کرلی جائیں' میں تفتیش میں ہر طرح کی مدد کروں گا آپ کی' ابھی تھوڑی دیر میں تیار ہو کر آتا ہوں۔"

"ضرور' باہر پولیس کار موجود ہے اور اس میں میرے آدمی بھی' میرا خیال ہے میری کارروائی یہاں مکمل ہے۔ میں باہر ہی جاتا ہوں۔"

"براہ کرم تشریف لایئے۔" دیوان سرکار نے کہا اور انسپکٹر نادر شاہ اس کی ساتھ باہر نکل آیا۔ دیوان سرکار نے اسے صدر گیٹ سے باہر چھوڑا اور اس کے بعد اپنی تیاریاں کرنے کے لئے اندر چلا گیا۔

کھانا ختم ہوگیا' صائمہ مسکرا کر بولی۔ "چائے منگاؤں یا کافی؟"

"اس وقت چائے ہی چلے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" صائمہ نے کہا اور ویٹر سے چائے طلب کرلی عرشی نے خوب ڈٹ کھایا تھا اور خود ہی مختلف آرڈر دیتی رہی تھی صائمہ خود بہت تھوڑا سا کھاتی تھی لیکن عرشی کی خوراک قابل رشک تھی' چائے کے گھونٹ لیتے ہوئے اس نے کہا۔

"تیرا کیا خیال ہے تیرے پاس میں لنچ کرنے آئی تھی؟"

"نہیں بالکل نہیں مجھے یقین ہے' ویسے میں نے گھر ٹیلی فون کیا تھا' فضیلہ خالہ نے بتایا کہ تم وہاں پہنچی تھیں اور بچی کے لئے نجانے کیا کیا الابلا لے آئی تھیں۔"

"یار ایمانداری کی بات ہے بچی بڑی ہی خوبصورت ہے' پتہ نہیں اس کے ماں باپ کیسے ہوں گے آنکھوں سے بات کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔"

"یہی فضیلہ خالہ بتا رہی تھیں' لیکن تعجب ہے میں نے سارے ہی اخبارات دیکھ ڈالے کہیں دولائن کی کوئی خبر بھی نہیں ہے' ویسے بڑا پراسرار معاملہ ہے جس انداز میں بچی تجھ تک پہنچی اور اس کے بعد اس کا پرسان حال بھی کوئی نہیں ہے تو نے کوئی اندازہ لگایا اس بارے میں؟"

"اندازے ہی لگانے تو نکلی ہوئی ہوں اور پہلا ہی اندازہ بے حد خطرناک ثابت ہوا۔"

"کیا مطلب؟" صائمہ نے حیرت سے پوچھا۔

"یار صائمہ بڑا عجیب کیس ہوگیا ہے' تجھ سے حاصل شدہ معلومات کے مطابق بچی سے ملاقات کرنے کے بعد میں سیدھی مہتاب پور ہاؤس پہنچی' عظیم الشان عمارت ہے' لیکن گیٹ پر چوکیدار تک نہیں تھا' اندر داخل ہوگئی اور پھر عمارت میں بھی گھس گئی' پھر جانتی ہے کیا ہوا؟"

صائمہ نے کوئی جواب نہیں دیا بس سوالیہ نگاہوں سے عرشی کو دیکھتی رہی تو عرشی نے کہا۔

"وہاں دو لاشیں میری منتظر تھیں۔"

"صائمہ کے ہاتھ سے چائے کی پیالی چھوٹے چھوٹے بچی' اس نے پیالی پلیٹ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"نف......فضول' بب......بکواس کر رہی ہے۔"

"تیری قسم جھوٹ بولنے والے پر خدا کی لعنت' ایک کمرے میں اسی عورت کی لاش پڑی ہوئی تھی جس نے بچی میرے حوالے کی تھی خون میں لت پت مڑی تڑی' اس ڈرائیور کی لاش بھی وہیں تھوڑے ہی فاصلے پر دستیاب ہوگئی' یعنی بچی کو میرے حوالے جن لوگوں نے کیا تھا' دونوں مارے گئے۔"

"دیکھ عرشی تجھے خدا کی قسم تو جانتی ہے میں ذرا کمزور اعصاب کی مالک ہوں۔"

"یار تو میں نے کوئی تھوڑی مار دیا تھا انہیں' ایسا کرتی تب بھی تجھے بتا دیتی' ان دونوں کی لاشیں وہاں موجود تھیں اور اس کے علاوہ پوری کوٹھی خالی پڑی ہوئی تھی کسی کا نام ونشان نہیں تھا۔"

"میری قسم کھا سچ کہہ رہی ہے۔"

"تیری قسم یار' اتنا سنگین جھوٹ بھی تو نہیں بولا جاسکتا۔" عرشی نے کہا اور صائمہ دھک سے رہ گئی' اس کے چہرے پر ہوائیاں سی اڑنے لگی تھیں' وہ واقعی کمزور اعصاب کی مالک تھی' بہت دیر تک اس کے منہ سے آواز نہیں نکل سکی۔ پھر اس نے بمشکل تمام

کہا۔

"کیا یہ خطرناک بات نہیں ہے؟"

"ہے تو سہی، نجانے کیوں ان دونوں کو قتل کر دیا گیا۔"

"پھر تو نے کیا کیا؟"

"بس اپنے وہاں داخل ہونے کے نشانات مٹائے، میں خود الجھ گئی تھی، تھوڑی تک ایک ریستوران میں بیٹھ کر چائے وغیرہ پی، پھر وہاں سے باہر نکل کر ایک ٹیلی کام علاقے کے تھانے فون کر کے ان لاشوں کے بارے میں اطلاع دی اور اس کے بعد تیر پاس آگئی۔"

"یہ سب کرلیا تو نے؟"

"ضروری تھا، اس سے ایک فائدہ بھی حاصل ہوگا، وہ یہ کہ اب پولیس متاب ہاؤس جائے گی، لاشیں دستیاب ہو جائیں گی تصدیق کرے گی اور کم از کم ہمیں یہ چل جائے گا کہ چکر کیا ہے، ہو سکتا ہے کل کے اخبارات میں بچی کے بارے میں بھی تفصیل آجائے، بہرحال یہ پولیس کا کام ہے کچھ نہ کچھ تو معلوم کرہی لے گی۔"

"عرشی، ہم بالکل اتفاق سے ہی سہی، لیکن اس معاملے میں ملوث ہو چکے ہیں، ہم پر کوئی آفت نازل نہ ہو جائے۔"

"یار آفت ہی تو زندگی ہے، بھلا سیدھی سادی زندگی بھی کیا معنی رکھتی ہے، سب تیری طرح احمق تو نہیں ہوتے، صبح کو اٹھتی ہے، آفس آجاتی ہے، اونگی بونگی کا ٹرانسلیشن کرتی ہے، شام کو گھر واپس چلی جاتی ہے، آخر یہ زین کہتا کیا ہے کب کرے گا تجھ سے؟"

"تو بیکار باتیں لے بیٹھی، میں کہتی ہوں تجھے اس سلسلے میں ذرا بھی خوف محسوس ہوتا، اگر اس قتل کا تعلق کسی نہ کسی طرح بچی سے نکل آیا اور بچی ہمارے سے دستیاب ہوگئی تو کیا ہم مصیبت میں نہیں پھنسیں گے؟"

"ڈر رہی ہے تو۔"

"عرشی تو جانتی ہے کہ میں کمزور طبیعت کی مالک ہوں، کیا اس بارے میں زین سے کوئی مشورہ کروں؟"

"ارے ارے، یہ کیا فضول بکواس شروع کردی تو نے، ہم اس بات کو ابھی زبان سے نہیں نکالیں گے، میں جانتی ہوں، فضیلہ خالہ جانتی ہیں اور تو، ابھی کسی چوتھے آدمی کو شریک نہیں کرنا بھائی چاہے وہ زین ہو یا کوئی لٹھا، ململ کیا سمجھیں، ہائے یہ سب کچھ کتنا سنسنی خیز ہے اور تو ڈر رہی ہے، ہاں ان دونوں کی موت میرے لئے بھی ذرا افسوسناک ہے، لیکن اگر وہ بچی کے اغوا کنندگان ہیں تو پھر تو انہیں مرنا ہی چاہئے تھا، میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ بچی کے اصل وارث کون ہو سکتے ہیں اور یہ کہ ہم ان سے کس طرح تعلقات قائم کرسکتے ہیں، بچی بڑی پیاری ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"دیکھ عرشی، تو تو ہر طرح اپنے آپ کو بچالے گی، لیکن میں اگر کسی مشکل میں پڑ گئی تو میرا پورا مستقبل تباہ ہو جائے گا، اگر زین کو اس بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گی اور بعد میں کچھ ہوگیا تو وہ مجھ سے بددل ہو جائے گا، اب زین کے علاوہ میرا دنیا میں اور کوئی نہیں ہے اور شاید کوئی آبھی نہیں سکتا، ہمارے درمیان کوئی رخنہ پڑگیا تو جینے کا لطف ختم ہو جائے گا۔"

عرشی نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا، پھر بولی۔ "اگر تو سمجھتی ہے کہ میں تیری اس بات کا برا مانوں گی تو تیری حماقت ہے یہ، میں سنجیدگی سے سوچ رہی ہوں اس بارے میں۔"

"تجھے جانتی ہوں عرشی تو ہمیشہ حقیقتوں پر غور کرتی ہے اور کسی بھی چیز کو سطحی نگاہ سے نہیں دیکھتی، اس لئے تجھ سے کچھ کہتے ہوئے مجھے کبھی کوئی دقت نہیں ہوتی، میری جان خدا تجھے زندگی کی تمام نعمتوں سے نوازے، لیکن میرا مسئلہ تو اچھی طرح جانتی ہے۔"

"دیکھ بھائی بات سن، جیسا چل رہا ہے ناں، کم از کم تین دن تک ایسا ہی چلتا رہے گا، ان تین دنوں میں لازمی طور پر کسی نہ کسی ذریعے سے ہمیں یہ پتہ چل جائے گا کہ بچی کے ماں باپ کون ہیں، بچی ظاہر ہے ان کی تحویل میں چلی جائے گی، تین دن تو تجھے اپنی

زبان بند رکھنا ہو گی' زین کو بتانا ہے اور نہ کسی اور کو اور اگر فرض کر ان تین دنوں ب
ایسا کچھ نہیں ہوتا اور بچی کے بارے میں کوئی تفصیل سامنے نہیں آتی تو پھر میں ا
تیرے پاس سے لے جاؤں گی اور کہیں بھی رکھ لوں گی' دیکھیں گے اگر اسے پولیس
حوالے کرنا ضروری ہوا تو پولیس کی تحویل میں دے دیں گے یار میں یہ سوچتی ہوں کہ
ہم نے اسے پولیس کی تحویل میں دے دیا تو پولیس والوں نے کونسی آیائیں رکھی ہوئی
کہ وہ اس کی پرورش کریں گے' ں دارالامان وغیرہ میں بھیج دیں گے پولیس کی تح
میں رہے گی اور اتنی پیاری بچی بے قدری کا شکار ہو جائے گی' صائمہ کیا تیرا دل یہ گ
کر لے گا؟"

"خدا کی قسم نہیں' مگر تو یہ بھی تو سوچ کہ وہ دونوں قتل ہوگئے جن کا تعلق ا
بچی سے تھا اور بچی کتنے پراسرار طریقے سے تیرے پاس آئی ہے' اگر کوئی گھمبیر مسئلہ
آیا تو۔"

"نمٹ لیں گے یار' گھمبیر مسئلوں سے نمٹنا مابدولت کی ہابی ہے' دیکھو بات ا
میں یہ ہے' آدمی کوئی جرم کرے تو اسے خوفزدہ ہونا چاہیے' بھئی ہم نے کوئی جرم ہی نہ
کیا جو کچھ ہے تیرے سامنے ہے' بھلا اس میں ہمارا کیا قصور' اور جب جرم نہیں کیا تو
پولیس ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ یہ بات بھی طے ہے' لیکن کم از کم کچھ تفصیلات معل
تو ہوں۔"

"مگر تفصیلات کیسے معلوم ہوں گی؟"

"ایک بات میرے ذہن میں آ رہی ہے' میں تو وہاں سے بھاگ نکلی تھی ہو سکتا
کوئی وہاں پہنچا ہو اور اس نے معلومات حاصل کی ہوں میرے بارے میں۔"

"کہاں؟"

"ڈیرے پر' میرا مطلب ہے فقیروں کے ڈیرے پر' کیوں نہ ایک نظر وہاں بھی ڈا
لی جائے' ہائے میرا رمضان کتنا پریشان ہو گا۔" عرشی نے کہا اور صائمہ بدحواس ہونے
باوجود ہنس پڑی۔

"ایسا ویسا' جان چھڑکنے لگا ہے مجھ پر چند گھنٹوں کے اندر اندر حالانکہ میری ملاقات
اس سے بہت زیادہ طویل نہیں ہے۔"

"مگر ہے کون؟"

"رمضان' رمضان ہے' بس بیچارے کی ایک ٹانگ کٹ گئی ہے' لیکن ان لوگوں
میں تو ایسی کوئی بات ہو جائے تو اسے نیک شگون سمجھا جاتا ہی' کمبخت میں بس ایک ہی
خرابی ہے' چرس پیتا ہے اور منہ سے ہمیشہ بدبو آتی رہتی ہے' لیکن یقین کر چرس اب اس
پر اثر انداز نہیں ہوتی۔"

"بکے جا رہی ہے' بکے جا رہی ہے میں کہتی ہوں یہ ہے کون؟"

"فقیر ہے بھئی فقیروں کے ڈیرے پر رہتا ہے اور اس نے تو اپنا جھونپڑا مجھے دے
دیا تھا' کہتا ہے اللہ رکھی اگر تو میری زندگی میں آ جائے تو یوں سمجھ لے کہ میرے
جھونپڑے میں بہار آ جائے۔"

"ہوں' چل اللہ نے تیرا بھی بندوبست کر دیا۔" صائمہ نے کہا اور ہنس پڑی پھر
سنجیدہ ہو کر بولی۔

"ویسے پاگل ہے تو اب ادھر کا رخ بھی مت کرنا۔"

"کیوں؟"

"فرض کر اگر کہیں سے کوئی سن گن مل گئی کسی کو اور وہ وہاں پر پہنچ گیا تو خواہ
مخواہ پولیس کی مشکل میں پڑ جائے گی تو۔"

"تو پھر آخر بتا کروں کیا؟"

"میری کوئی مانے گی' بلاوجہ مجھ سے پوچھ رہی ہے۔"

"کہہ دے کہہ دے ہو سکتا ہے کوئی کام ہی کی بات غلطی سے تیرے منہ سے نکل
جائے غور کر لوں گی۔"

"بچی کو پولیس کی تحویل میں دے دے اور صاف صاف بتا دے بلکہ اگر سچ بولنا نہ
چاہے تو کوئی ایسی ترکیب کر کہ بچی کو کپڑوں وغیرہ میں لپیٹ کر کسی جگہ رکھ' وہیں سے ٹیلی

فون کر پولیس کو کہ ایک لاوارث بچی کوڑا گھر پر پڑی ہوئی ہے اسے حاصل کرلیا جائے

"یعنی اپنی منظور نظر کو میں اس طرح پہلے کچرا گھر پر ڈالوں اور پھر پولیس کے حوالے کردوں' نہیں بی صائمہ تین دن کا وقت لیا ہے تم سے' اس کے بعد اپنے اس گوشے کو خود پالوں گی' اگر اس کا کوئی پرسان حال نہ ملا اور مل بھی گیا تو ذرا ان ماں باپ کا جائزہ لوں گی جنھوں نے اس خوبصورت بچی کو اس طرح سڑکوں پر پہنچا دیا ہے' کہہ دوں ان سے کہ نہیں پال سکتے تو مجھے دے دیں' اری واہ ایسی حسین اور معصوم بچی پولیس کے ہاتھوں میں جانے دوں گی وہ کیا قدر کریں گے اس کی' بس میں نے فیصلہ کیا ہے ذرا اطمینان سے اپنے رمضان کے پاس جاؤں گی' اور ہو سکتا ہے وہاں سے کوئی اتا پتا مل جائے۔"

"تو تو ہے ہی پاگل' اللہ قسم مار کھا جائے گی کبھی نہ کبھی۔"

"یار کیا بتاؤں تجھے مار کھانے کو کتنا جی چاہتا ہے مگر کوئی کمبخت ایسا ملتا ہی نہیں جو مار لگائے' اب اٹھ یہاں سے تیرا لنچ کا وقت بھی ختم ہوگیا ہے اور محترمہ ایک بات کان کھول کر سن لیجئے تین دن تک آپ کسی سے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کریں گی' خالہ اس کی اچھی خاصی دیکھ بھال کر رہی ہیں' انہیں ایک مشغلہ بھی مل گیا ہے۔"

"خدا کی قسم' اگر یہ بچی کسی ایسے ذریعے سے ہم تک پہنچی ہوتی جس میں مشکل نہ ہوتی تو اس کی پرورش کرنے میں کتنا لطف آتا' میں بتا نہیں سکتی۔"

"بس بس اٹھ جاؤ اب' بڑی باہمت ہیں بچی کی پرورش کرتیں' زین صاحب لگا دیتے تم پر' کہتے کہ ہوں یہ بات ہے فلم "کبھی کبھی" والی۔"

"کبھی کبھی والی"۔ صائمہ نے حیرانی سے پوچھا۔

"اٹھ جا بھائی انسان اور کچھ کرے یا نہ کرے کم از کم فلم تو دیکھ لیا کرے۔"

"صائمہ پھیکی سی ہنسی ہنستی ہوئی اٹھ گئی' اس کے اعصاب کشیدہ تھے جبکہ اس کی نسبت بہت مطمئن نظر آرہی تھی کچھ دیر کے بعد وہ صائمہ سے رخصت ہو کر کار کی جانب چل پڑی۔"

"شام کے جھٹپٹے فضا میں اتر آئے تھے' چاروں طرف ایک ہنگامہ خیزی کے بعد مدہم مدہم خاموشی پھیلتی جارہی تھی' فقیروں کے ڈیرے میں اکا دکا چراغ جل رہے تھے' یہ چوبیس گھنٹے کے مزدور ہوتے ہیں ہر ایک کی ڈیوٹی کسی بھی وقت شروع ہو سکتی ہے' یہاں کوئی باقاعدگی نہیں ہے' کچھ صبح کی شفٹ میں اس وقت گھروں سے نکلتے ہیں جب اپنے اپنے پروردگار کی سمت جاتے ہوئے لوگ دلوں میں نجانے کیسے کیسے وسوسے سجائے اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہوتے ہیں' اس وقت ان کی آوازیں ہوتی ہیں۔"

"اللہ تجھے روزگار دے بابو' اللہ کے نام پر کچھ دے دے' اللہ تجھے کامیاب کرے' تیرے افسروں کی زبانیں بند ہو جائیں' تجھے تیرے خیال سے زیادہ منافع ملے بابو کچھ اللہ کے نام پر بھی دیتا جا۔" دوپہر کی شفٹ کے لوگوں کی زبانیں الگ ہوتی ہیں اور شام میں کام کرنے والوں کی الگ' رات کو بارہ بجیں یا ایک بج جائے جہاں رونق ہوتی ہے وہاں ان کا کاروبار جاری رہتا ہے اور کسی پر کوئی پابندی نہیں ہوتی' فقیروں کے ڈیرے میں پھیلی ہوئی خاموشی انہی تمام تفصیلات کی ترجمان تھی جو جھونپڑے روشن تھے ان میں کوئی نہ کوئی فقیر موجود تھا' چھوٹے چھوٹے ننگ دھڑنگ بچے سب سے بڑی خوبی ان لوگوں میں یہی ہوتی ہے کہ پیدائش کے چند ہی روز کے بعد بچہ ہو یا بچی کماؤ پوت بن جاتے ہیں' ماؤں کی آوازیں ہوتی ہیں۔

"دے دے بابو' بچے کے دودھ کے لئے پیسے دے دے۔" بعض کو تو صحیح طور پر اپنا مافی الضمیر بتانا بھی نہیں آتا' ننھے سے بچے کو کاندھے سے لگائے کہتی ہیں۔

"یتیم بچے ہیں بابو' دے دے اللہ کے نام پر۔" بعض بزرگ حضرات بھی غلطی سے یہی آواز لگا دیتے ہیں اب بتایئے ساٹھ سال کی عمر میں بھی اگر یتیم نہ ہوں تو کیا ہوں' فقیروں کے اسی ڈیرے کے ایک جھونپڑے میں مدھم سا چراغ روشن تھا' جھونپڑے کے دروازے کے باہر ایک لنگڑا فقیر اداس اور خاموش بیٹھا ہوا تھا' اطراف میں خاموشی اور سناٹے کا راج تھا' فقیر کی خاموشی بڑی عجیب سی تھی' لیکن چند ہی لمحات کے بعد یہ خاموشی ٹوٹ گئی' ایک دوسرا فقیر اس کے پاس آکر بیٹھ گیا تھا۔

"کیا ہے رے رمضان' دھندے پر نہیں نکلا آج؟"

"ناہیں حکمت بابا' بس کچھ بیماری ہو گئی ہے۔"

"کیا بیماری ہو گئی ہے رے' بخار چڑھ گیا ہے؟"

"نہیں' بخار تو نہیں چڑھا۔"

"پھر کیا بیماری ہو گئی ہے تجھے ایں' ارے حرام خور سیدھا سیدھا کیوں نہیں کہتا کہ کام دھندہ نہیں ہوتا' ڈیرے سے باہر جانے کو جی نہیں چاہتا ہیں رے' چل آ سوٹے لگائیں۔" معمر فقیر نے اپنی بنڈی کی جیب سے چھوٹی چلم نکالی پھر سگریٹ کی ڈبیہ نکال کر اس میں سے دو سگریٹیں نکال لیں اور ان کا تمباکو ہاتھ پر خالی کرنے لگا' کالے رنگ کی چرس کی ایک گولی اس نے اس تمباکو میں شامل کی اور پھر انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے ہتھیلی پر پڑے ہوئے تمباکو میں اس گولی کو حل کرنے لگا' چلم اس نے گود میں رکھ لی تھی' نوجوان لنگڑا فقیر رمضان خاموشی سے اس کا یہ عمل دیکھتا رہا۔

"آخر ہو کیا گیا ہے تجھے' ہیں کیا بیماری لگ گئی ہے' ایک دم' دو دن پہلے تو ہٹا کٹا تھا۔" حکمت نے چرس کی گولی کو تمباکو میں حل کرتے ہوئے پوچھا۔

"محبت ہو گئی ہے حکمت بابا۔" رمضان نے جواب دیا اور حکمت ہنس پڑا۔

"ہائے رے سسرے اس عمر میں بھی محبت نہ ہوگی تو پھر کس عمر میں محبت کرے گا'

س سے ہو گئی ہے تجھے محبت؟"

"بس حکمت بابا' کیا بتاؤں' وہی جو کہتے ہیں ناں کہ یہاں بدلہ وفا کا بیوفائی کے سوا کیا ہے؟" رمضان نے بھونڈی آواز میں گانا شروع کر دیا۔

"ارے ارے کیا گدھے کی طرح رینگ رہا ہے؟"

"سچ کہتا ہوں حکمت بابا' نہیں دل کو لگانا کوئی دل گی' کوئی دل گی۔" رمضان نے ہر کہا' حکمت نے چلم تیار کر لی تھی پھر اس نے چلم ہاتھ میں پکڑی' ماچس کی ڈبیہ رمضان ے ہاتھ میں دے کر منہ آگے کرتے ہوئے اشارہ کیا کہ چلم کو آگ لگائے' رمضان نے چس کی تیلی سلگائی' چند ہی لمحات کے بعد چرس کی بدبو فضا میں پھیلنے لگی......... حکمت نے دو تین گاڑھے گاڑھے سوٹے لگائے اور سفید دھواں فضا میں اگل دیا' پھر اس نے چلم مضان کی طرف بڑھا دی' رمضان نے ابھی پہلا سوٹا ہی لیا تھا کہ سامنے سے کسی کار کی وشنیاں نظر آئیں اور کار ڈیرے سے کچھ فاصلے پر رک گئی۔

"چل دھندہ خود چل کر تیرے پاس آ گیا' کوئی بابو کھانا وغیرہ لایا ہے۔"

"نذر نیاز کا کھانا ہو گا۔"

"ابے چلم یہیں رکھ دے' سوچیں گے کہ چرس پی رہے ہیں۔" رمضان نے دو فروں کے بیچ میں چلم اٹکا دی اور پھر قریب رکھی ہوئی بیساکھی کو بغل میں لگا کر حکمت کے ہارے کھڑا ہو گیا' لیکن کار سے اترنے والے چار آدمی خود ان کی جانب بڑھ آئے تھے۔"

"اللہ مدینے کی زیارت کرائے' ہر بگڑی بن جائے' آؤ بابو دے دو اللہ کے نام پر' بچوں کی دعا لو گے تو کبھی پریشانی نہیں ہو گی۔"

"دونوں نے اپنے اپنے گیت گانے شروع کر دیئے' آگے آنے والے شخص نے چھا۔"

"یہیں رہتے ہو تم لوگ؟"

"تو اور کیا بابو' خاندانی فقیر ہیں' دے دو اللہ کے نام پر کچھ نذر نیاز کرا کر لائے

ہو؟"

"بابو میرے پاس پہننے کو کپڑے نہیں ہیں دیکھ لو بدن پر چیتھڑے جھول رہے ہیں۔"

"میں بیمار ہوں بابو ڈاکٹر نے دوا لکھ کر دی ہے مگر دوا کے پیسے نہیں ہیں۔" دونوں اپنی اپنی گانے لگے' آگے والے شخص نے ڈپٹ کر کہا۔

"تم بکواس بند کرو گے یا ہماری بھی سنو گے۔" دونوں خاموش ہو کر اسے دیکھنے لگے اس نے آگے بڑھ کر کہا۔

"اللہ رکھی کہاں رہتی ہے؟"

"ہیں۔" رمضان اچھل پڑا۔

"اللہ رکھی ہے اس کا نام' جوان لڑکی ہے' یہیں کہیں رہتی ہے۔"

"ارے ہم اس کے گھر والے ہیں بابو جی ہم سے بات کرو' ہماری گھر والی ہے وہ۔" رمضان نے فوراً ہی اپنے حقوق پیش کر دیئے۔

"کہاں ہے تیری گھر والی' کیا اندر جھونپڑے میں ہے؟" آگے والے شخص نے جھونپڑے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے' گھر میں کیوں گھسے جا رہے ہو' کچھ لائے ہو تو ہمیں دے دو بابو اللہ کے نام پر وہ اس وقت اندر نہیں ہے۔"

"ہٹ سامنے سے۔" آگے آنے والے قوی ہیکل آدمی نے رمضان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے دھکا دیا' وہ تو حکمت نے اسے سنبھال لیا ورنہ لنگڑا رمضان یقینی طور پر گر پڑتا' حکمت نے اسے سنبھالتے ہوئے کہا۔

"ارے واہ فقیروں کے گھر میں ڈکیتی کرنے آئے ہو بابو کچھ نہیں ملے گا تمہیں یہاں' کوئی نہیں ہے اندر....."

حکمت کی بات سنی ان سنی کر کے وہ اندر داخل ہو گیا' باقی تین ان دونوں کو گھیرے ہوئے کھڑے تھے' حکمت نے کہا۔

"لو ہماری تو کوئی جیسے عزت ہی نہیں ہے' دھکا دیا اور گھس گئے اندر گھر میں' ارے بھائی بات تو بتاؤ' کیا کرنا ہے' تمہیں اللہ رکھی کا' دیکھو ہم بھی فقیروں کو آواز دے دیں گے ایسے بے عزت نہیں ہیں ہم' ہماری بھی وہ ہے' وہ جو ہوتی ہے ناں' ایسی ویشن' مطلب یہ کہ ویسی ایشن' ابے کیا کہتے ہیں اسے رمضانی تو بتا۔"

"اردو میں بتا دو ناں حکمت بابا' یہ لوگ انگریزی نہیں جانتے۔"

"ہاں' یعنی انجمن حقوق فقیران' ایک آواز پر سب آ کر جمع ہو جائیں گے' لو دینے کے بجائے لینے آ گئے۔" اتنی دیر میں اندر داخل ہونے والا شخص باہر نکل آیا تھا۔

"اندر تو کوئی نہیں ہے۔"

"پھر یہی دونوں کمینے بتائیں گے۔" باہر کھڑے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے ہاتھ بڑھا کر حکمت کا گریبان پکڑ لیا۔

"ارے واوا' مم...... میرا گریبان چھوڑو' عشق چل رہا ہے اس بھوتنی والے کا' گریبان پکڑا جا رہا ہے میرا' ابے بھائی جھٹکے کائے کو دے رہے ہو۔"

دوسرے آدمی نے رمضان کی گردن پکڑ لی تھی' اس کے ہاتھ کی گرفت رمضان کے حلقوم پر جمی تو رمضان کے حواس جواب دینے لگے وہ ہاتھ پاؤں ہلاتا ہوا بولا۔

"مم...... مار دیا' فق...... قسم اولاد کی مار دیا' ابے گردن دب جائے گی' زبان باہر نکل آئے گی' آنکھیں پھٹ جائیں گی' کائے کو مار رئے ہو' پیارے بھائی' ابے کچھ نہیں بتا تو مت دو۔"

"تو بتائے گا نہیں کتے کہاں ہے اللہ رکھی؟"

"ابے ہمیں نہیں معلوم بھائی' کل سے غائب ہے سسری' گھر میں نہیں گھسی۔"

"بکواس کرتا ہے زندگی بھاری پڑ رہی ہے تجھ پر۔"

"اے لو کائے کو بھاری پڑے گی کونسا کسی بھوتنی والے کا دیا کھاتے ہیں' بھائی جان ہم کھا رہے ہیں وہ آئی ہی نہیں ہے کل سے۔"

"تیری بیوی ہے وہ"

"اماں کہاں پیارے بھائی' بس نجانے کہاں سے آئی اور سیدھی ہمارے دل
آگھسی۔"

"تو تو کہہ رہا تھا گھر والی ہے وہ تیری؟"

"ابھی کہاں ہے ہم تو بس خوابوں میں یہی دیکھتے ہیں کہ وہ ہمارے گھر کی
ستھرائی کر رہی ہے' ہمارے ساتھ رہتی ہے نکاح ہوگیا ہے ہمارا۔"

"ایک بچی ہے اس کے پاس۔"

"بچی۔"

"ہاں' جسے وہ اس جھونپڑے میں لائی ہے۔"

"اماں نہیں پیارے بھائی پھر تم سے غلطی ہوگئی ہے اپنی اللہ رکھی تو اللہ رکھی
ہے بالکل چھوٹی سی' اس کی بچی کہاں سے آگئی؟"

"دیکھو ہم تمہیں پیسے بھی دیں گے اور شاید تم چرس پی رہے تھے تمہیں
ڈیرے کا ڈیرا چرس کا بھی دیں گے۔ اللہ رکھی کا صحیح پتہ بتاؤ' یقیناً" وہ اس جھونپڑے
نہیں رہتی تم اس کا جھونپڑا بتا دو اور دیکھو یہ نوٹ تمہارے ہیں۔" اس شخص نے
بڑھ کر نوٹ نکال لئے' اسی وقت ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"رمجانی رمجانی کاہے رہے؟"

"آگئی۔" رمضان کے منہ سے مسرت بھری آواز نکلی اور وہ چاروں جو اس
کے سامنے کھڑے تھے اچانک ہی جھونپڑی کی آڑ میں ہوگئے۔ اللہ رکھی دوسری سمت
آرہی تھی۔ غالباً" اس نے جھونپڑوں کے پیچھے کا راستہ اختیار کیا تھا ورنہ سامنے کھڑی
گاڑی اسے ضرور نظر آجاتی' رمضان نے کہا۔

"اری اللہ رکھی ادھر' کونسی بچی ہے تیرے پاس' دیکھ یہ بابو لوگ تجھ سے ملنا چا
ہیں۔"

"اللہ رکھی کے بدن میں جیسے بجلی کا کرنٹ لگا تھا' جھونپڑے کے بالکل قریب آ
تھی' لیکن عقب سے ہوشیار نہیں تھی' رمضان کی زبان سے یہ بات سنتے ہی وہ ایک

ٹھٹکی تھی اور اس نے چاروں طرف دیکھا تھا' لیکن چاروں آدمیوں میں سے دو فوراً" اس
کے عقب میں پہنچ گئے تھے اور پھر انہوں نے ایک لمحہ رکے بغیر اس پر حملہ کر دیا تھا' اللہ
رکھی کے حلق سے کئی آوازیں نکلیں' لیکن سامنے کھڑے ہوئے دو بھی اس سے لپٹ گئے
تھے' رمضانی چیخ رہا تھا۔"

"ابے نکلنا بھائیو' اپنی گھر والی اغواء ہو رہی ہے' ابے نکلو ابے ٹھہر جاؤ' بیٹا لنگڑے
ہیں' نہیں تو بتا دیتے تمہیں' ابے رکو کمین کے چرخو' ہم کہتے ہیں رک جاؤ ابے دوڑو'
ابے سب کہاں مرگئے۔"

"رمضانی کے ساتھ حکمت بھی چیخ رہا تھا لیکن ان لوگوں نے اللہ رکھی کو بڑی
بیدردی سے اٹھا کر گاڑی میں ٹھونس دیا تھا اور اس کے بعد انہوں نے نہایت برق رفتاری
سے گاڑی اسٹارٹ کی اور وہاں سے چل پڑے' رمضان اور حکمت چیختے ہی رہے تھے لیکن
یہ بھی دلچسپی بات تھی کہ ایسی ویشن یا ویسی ایشن کا ایک بھی آدمی باہر نہیں نکلا تھا۔"

"بیڑا غرق۔" رمضان نے مغموم آواز میں کہا۔

"ابے لے پیارے' بیٹھ نیچے ساری چلم جل گئی' سسرے لے دے کر تو کچھ گئے
نہیں' چرس خراب کرادی' لے لگا دو سوٹے۔"

"رمضان نے چلم لے کر اس کے کش لگائے اور مست لہجے میں بولا۔"

"اماں اب تو یہ جوان ہوئی ہے کھوپڑی پر ڈنک مار رہی ہے سسری مگر یہ کیا ہوا' وہ
لوگ اللہ رکھی کو لے گئے' اماں حکمت بابا ہم تو سہاگن ہونے سے پہلے بیوہ ہوگئے۔"

"دھت تیرے کی چڑھ گئی دماغ کو' دو گھونٹوں میں چرس چڑھ گئی ابے بیوہ ہوتی
ہیں عورتیں اور سہاگن بھی وہی ہوتی ہیں۔"

"تو پھر مرد سہاگہ ہوتے ہوں گے؟"

"لے دو سٹے اور لگا سب کچھ سمجھ میں آجائے گا مگر یہ سسرے تھے کون؟" حکمت
بھی سوچ میں ڈوب گیا' رمضان جھونپڑے کی پشت سے ٹیک لگا کر چلم کے گہرے گہرے
کش لینے لگا تھا۔

"کار کا سفر دیر تک جاری رہا تھا اور اس کے بعد وہ ایک پسماندہ سی بستی میں داخل ہو کر ایک پختہ مکان کے سامنے رک گئی تھی' اس دوران ان چاروں نے پوری کوشش کر کے بھکارن کو دبوچے رکھا تھا' انہوں نے اسے سیٹوں کے درمیان ڈال لیا تھا اور وہیں بیٹھے بیٹھے اس کے منہ میں کئی رومال ٹھونس کر منہ کس کر باندھ دیا تھا۔ بھکارن خاصی طاقتور تھی' لیکن سیٹوں کے درمیان پھنسے ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں کر پا رہی تھی اس کا حلیہ بگڑ گیا تھا اسے لانے والے چاروں آدمی بار بار للچائی ہوئی نگاہوں سے بھکارن کو دیکھنے لگتے تھے' چاروں کے چاروں وحشت ناک شکلوں کے مالک تھے اور انتہائی غنڈے قسم کے لوگ لگتے تھے' پانچواں ڈرائیور تھا جو اپنی سیٹ پر بیٹھا خاموشی سے کار ڈرائیو کرتا رہا تھا۔"

"بہرحال وہاں' پہنچنے کے بعد انہوں نے بھکارن کو سیٹوں کے بیچ سے نکالا اور بھکارن پھر مچلنے لگی' انہوں نے اسے بری طرح جکڑ لیا اور گھسیٹتے ہوئے مکان کے اندرونی حصے میں داخل ہو گئے' سارے کمرے ویران پڑے ہوئے تھے' بس ایک کمرے میں روشنی تھی' یہاں ایک بھدی سی میز پڑی ہوئی تھی جس کے پیچھے کرسی پر ایک بھاری بھر کم شخص بیٹھا ہوا تھا' روشنی جل رہی تھی اور بھاری بھر کم شخص کے نقوش نمایاں تھے' اس کے چہرے پر فرنچ کٹ ڈاڑھی تھی' آنکھیں گہری بھوری' انگلیوں میں انگشتریاں پڑی ہوئی

تھیں اور خاصی اچھی شخصیت کا مالک معلوم ہوتا تھا۔"

"وہ چاروں بھکارن کو گھسیٹ کر اندر لے آئے' بھاری بھر کم شخص نے انہیں دیکھا اور پھر مطمئن انداز میں گردن ہلانے لگا۔"

"مل گئی؟"

"یس سر' لیکن آفت کی پرکالہ ہے' بڑی مشکل سے قابو میں کیا ہے۔"

"بچی کہاں ہے؟" فرنچ کٹ ڈاڑھی والے نے سوال کیا اور چاروں ایک دم بھونچکے سے ہوئے انہوں نے حیرانی سے ایک دوسرے کی صورت دیکھی اور فرنچ کٹ ڈاڑھی والے کی بھنویں تن گئیں اس نے پھر اسی انداز میں پوچھا۔

"بچی کہاں ہے؟"

"ب.... بچی' بچی تو نہیں تھی سر۔"

"کیا؟" فرنچ کٹ ڈاڑھی والے کی آواز میں بے پناہ غراہٹ تھی۔

"ب.... بچی تو جھ.... جھونپڑے میں بھی نہیں تھی اور...."

"تو پھر اسے کیوں لے آئے؟" فرنچ کٹ ڈاڑھی والا غرایا اور بھکارن پھر مچلنے لگی۔

"اس کا منہ کھولو۔" فرنچ کٹ ڈاڑھی والے نے کہا اور وہ لوگ جلدی جلدی بھکارن کے منہ کا رومال کھول کر اس کے منہ میں ٹھنسے ہوئے رومال نکالنے لگے' آخری رومال نکلتے ہی بھکارن کے منہ سے آوازیں نکل پڑیں۔

"ارے تمہارا ستیاناس جائے مری کے لیو' ارے تمہیں ڈھائی گھڑی کا ہیضہ آئے' ارے اللہ تم سڑکوں پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرو' ہائے کیسا توڑ پھوڑ دیا ہے مجھے' ارے تمہارا بڑا غرق سور کے پلو' میں کہتی ہوں ماں بہنیں نہیں ہیں تمہاری اپنی' ارے غریبوں کو پریشان کرتے ہو کیڑے پڑیں گے تمہارے زخموں میں کوڑھ ہو جائے گا کوڑھ دیکھ لینا۔ آنکھوں سے اندھے ہو جاؤ گے سڑکوں پر پڑے کراہو گے اور بھیک بھی نہیں ملے گی ہیں' دیکھ لو صاب' غریبوں پر ظلم ہوتا ہے' سرکار کے راج میں ارے ہم تو دو کوڑی کے آدمی ہیں' مم.... مگر تم لوگ عزت دار ہو' اللہ کرے تمہاری بھی عزت اسی طرح لٹے۔"

"چپ رہو لڑکی خاموش ہو جاؤ' خاموش ہو کر میری بات سنو۔"

"ارے کیا خاموش ہو جائیں تمہارے باپ کی جاگیر ہیں کیا' ارے واہ ایسے پکڑ کر لے آئے جیسے میا کا مال ہو' دیکھو ہمیں چھوڑ دو نہیں تو خدا قسم خون کر دیں گے دو چار کا ارے کمزور نہیں ہیں ہم' دھوکے سے پکڑلیا تھا پیچھے سے' ارے مرد کے بچے ہو تو ذرا اب سامنے آکر ہاتھ لگا کر دیکھو' چمڑی ادھیڑ کر نہ رکھ دوں تو ہمارا نام بھی اللہ رکھی نہیں ہے۔"

"لڑکی ایک منٹ کے لئے چپ ہو جاؤ میری بات سنو۔" فرنچ کٹ ڈاڑھی والے نے کہا۔

"ایک منٹ کے لئے چپ ہو جائیں ہم اور ان الو کے پٹھوں سے نہیں پوچھتے تم جو کہتے ہیں ہمیں کیوں اٹھا کر لائے؟"

"تم میری بات سنو تو میں تمہیں کچھ بتاؤں........" فرنچ کٹ ڈاڑھی والے نے نرم لہجے میں کہا۔"

"سنا دو سنا دو تم بھی سنا دو بابو سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے لگتے ہو ہمیں اللہ کرے تمہاری صورت پر بھی جھاڑو پھر جائے۔"

"لڑکی دیکھو میری بات سنو فائدے میں رہو گی۔ نہیں تو کیا فائدہ ان لوگوں کو اگر غصہ آگیا تو تمہاری تکا بوٹی کر دیں گے۔"

"چھوڑ دو بابو چھوڑ دو ہم بھی موم کے بنے ہوئے نہیں ہیں پوچھو ان سے پیچھے سے پکڑا تھا کہ نہیں ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی اس طرح حملہ کر دے گا ہم پر نہیں تو تم جیسوں سے نمٹنا خوب اچھی طرح جانتے ہیں ہم کیا سمجھے؟"

"تو تو بکواس جاری رکھے گی' میری بات نہیں سنے گی۔ فرنچ کٹ ڈاڑھی والا اپنی کرسی سے اٹھ گیا۔"

"سناؤ سناؤ اپنی بھی سناؤ مگر ہمیں بس ایک بات بتا دو کیا بگاڑا ہے ہم نے تمہارا کیوں لائے ہو ہمیں ایسے؟"

"اگر تو میری بات سنے گی تو میں تجھے سب کچھ بتادوں گا اے کرسی دو اسے۔"

"چھوڑو ہم نہیں بیٹھتے تمہاری ان حرام کی کرسیوں پر ایسے ہی بات کرو ہم سے۔"

"اللہ رکھی وہ بچی کہاں ہے' جو تیرے پاس موجود تھی کہاں رکھا ہے تو نے اسے؟"

"بچی کائے کی بچی؟"

"وہ جو کار والی عورت نے تجھے دی تھی اور کہا تھا کہ تو اس کی پرورش کر تجھے اس کے بدلے میں پیسے ملیں گے۔"

"بابو کھوپڑی کھسک گئی ہے کیا تمہاری کسی کار والی عورت نے ہمیں کوئی بچی نہیں دی۔ کیسی بچی آخر کائے کی بچی اور کوئی ہمیں کیوں دیتا اور ہم کسی سے ایسے پیسے نہیں لیتے ہمیں تو اللہ کے نام پر جو کچھ مل جاتا ہے اسی پر گزارا کر لیتے ہیں بس........"

"فرنچ کٹ ڈاڑھی والے نے اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا تو ان میں سے ایک گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔"

"آپ اس سے پوچھ لیجئے سر' وہیں ڈیرے سے اٹھا کر لائے ہیں ہم اسے اور اس کا نام اللہ رکھی ہی ہے۔"

"تیرا نام اللہ رکھی ہے ناں؟"

"ہاں ہے' مگر مگر اوہو ارے' کک........ کیا مطلب' کیا کہا تم نے.... ذرا ہمیں بتاؤ........" اللہ رکھی ایک دم کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی' وہ آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی۔

"بکری کا دودھ بچے کو پلاتا ہے ارے اس کا بچہ کہاں سے آگیا' کچھ گڑ بڑ لگتی ہے ہمیں۔" پھر اس نے جیسے ایک دم اپنے آپ کو سنبھال لیا اور بولی۔

"ہاں ہاں بولو آگے بولو۔" فرنچ کٹ ڈاڑھی والا اسے بغور دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"ڈیرے میں تیرے علاوہ بھی کوئی اور اللہ رکھی ہے؟"

"تو اور کیا قادر ماموں کی لونڈیا کا نام بھی اللہ رکھی ہی ہے ناں۔"

"اور کیا کہہ رہی تھی تو........؟"

"قادر ماموں کی لونڈیا کل رات سے کچھ پریشان سی لگ رہی تھی' دن میں جب ہم

دھندے پر نکلے تو پوچھنے لگی کہ بکری کا دودھ کہاں ملے گا‘ میں نے پوچھا کہ بکری کے کا کیا کرے گی تو کہنے لگی بچے کو پلانا ہے‘ میں حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔‘‘

’’کیا اس کا کوئی بچہ ہے؟‘‘

’’نہیں صاب جی ابھی تو اس کی شادی بھی نہیں ہوئی ہے‘ مگر بکری کا دودھ بچے پلانا ہے‘ تم نے بات کہی تو ہمیں خیال آیا۔‘‘ فرنچ کٹ ڈاڑھی والے نے ایک بار پھر ساتھیوں کی طرف دیکھا اور وہ ہونق ہوگئے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔‘‘

’’سر واقعی یہ غلطی تو ہوگئی‘ پہلی اللہ رکھی جو ہمیں ملی تو ہم اسے اٹھالائے‘‘

’’کیا کہوں تمہیں اور کس زبان میں کہوں‘ اب تک جس طرح ناکامیاں ہو رہی اس کے ذمے دار پوری طرح سے تم ہو۔‘‘

’’سر غلطی ہم سے ہوئی ہم خود ہی اس غلطی کو سنبھالیں گے۔‘‘ اسی وقت موبائل فون پر بیل ہوئی اور اس نے ان لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کرکے موبائل فون میں اٹھالیا‘ بٹن آن کیا اور بولا۔

’’ہاں کون ہے؟‘‘

’’جواب میں دوسری طرف سے مدھم مدھم آوازیں سنائی دیتی رہیں۔‘‘

’’ہوں‘ کتنی دیر کے بعد۔‘‘ فرنچ کٹ ڈاڑھی والے نے کہا اور دوسری طرف سے آنے والی آواز کے ساتھ فون کا بٹن آف کردیا‘ پھر وہ دانت پیستا ہوا بولا۔‘‘

’’سنو‘ میں جارہا ہوں لیکن صرف آج کی رات دے رہا ہوں تمہیں‘ صبح ہو سے پہلے اس لڑکی کو یہاں ہونا چاہیے بمعہ اس بچی کے اور اس کے بعد تمہارا کوئی گد پن معاف نہیں کیا جائے گا کیا سمجھے؟‘‘

’’سر‘ اس کا کیا کیا جائے؟‘‘

’’کرش‘ ہم کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتے یہ وہاں ڈیرے میں جائے گی شور مچاد گی‘ سب کو بتا دے گی اور کام خراب ہو جائے گا اوکے میں چلتا ہوں لیکن صبح کو ا یہاں ہونا چاہیے۔ فرنچ کٹ ڈاڑھی والا ان لوگوں کو گھورتا ہوا بولا اور انہوں نے نیا

مندی سے گردنیں جھکادیں۔‘‘

’’اس کے بعد تین آدمی تو وہیں کھڑے رہے اور ایک باہر نکل گیا‘ بھکارن نے دروازے کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔‘‘

’’ہم بھی چلتے ہیں‘ تمہارا بیڑا غرق‘ انگ انگ دکھا کر رکھ دیا جاؤ جاکر اپنی اس اماں کو لے آؤ ہمیں کاہے کو پکڑ لائے۔‘‘

’’تینوں نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا تھا‘ ان میں سے ایک نے مسکرا کر کہا۔‘‘

’’جانا تو تجھے ہے ہی اللہ رکھی‘ لیکن تیرے انگ انگ نے ہمارے انگ انگ میں جو آگ لگادی ہے اسے بھی تو بجھادے۔‘‘

’’کک....کیا‘ کیا مطلب ہے تمہارا؟‘‘ اللہ رکھی دو قدم پیچھے ہٹ گئی اور وہ تینوں بے تکے انداز میں ہنسنے لگے چند لمحات کے بعد چوتھا بھی واپس آگیا‘ اس نے پریشانی سے کہا۔‘‘

’’یار یہ تو گڑبڑ ہوگئی واقعی‘ ہم نے جلد بازی نہیں کرڈالی۔‘‘

’’ابے چھوڑ یار جو کرلیا ہے وہ تو اب ہو ہی گیا۔ لیکن ذرا اسے دیکھ‘ کیا سرگوشی کی تھی تونے راستے میں میرے کان میں۔‘‘

’’ابے ہاں بات تو ٹھیک ہے واقعی ہے تو بھکارن مگر مکھن کا ڈھیر ہے۔‘‘

’’کرش۔‘‘ اس نے فرنچ کٹ ڈاڑھی والے کے سے انداز میں کہا اور باقی تینوں بے اختیار ہنسنے لگے‘ بھکارن انہیں عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی‘ پھر اس نے گردن کھجاتے ہوئے کہا۔

’’وہ بابو چلا گیا؟‘‘

’’ہاں وہ تو گیا اور تیری خدمت کے لئے ہمیں چھوڑ گیا ہے۔‘‘

’’تو خدمت کروگے تم میری؟‘‘

’’ایسی ویسی تو دیکھنا کیسی خدمت کرتے ہیں ہم تیری۔‘‘

"تو پھر دروازہ بند کردو ناں' خواہ مخواہ آوازیں باہر جائیں گی۔"

"او جیتی رہ جیتی رہ' چل بھائی دروازہ بند کردے۔" ایک نے دوسرے سے کہا اور دوسرے نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا پھر مڑ کر بولا۔

"یہ ہوئی نا بات۔"

"مگر یارو' ایک بڑا سوال پیدا ہوگیا ہے۔"

"میں جانتا تھا تو یہی کہے گا ایسا کرتے ہیں پرچی نکال لیتے ہیں۔" وہ شخص بولا۔

"ٹھہرو' پرچی میں خود نکال لیتی ہوں۔" بھکارن شریر سے لہجے میں بولی۔ اور پھر اس نے اپنے ڈھیلے ڈھالے لباس کو کسنا شروع کر دیا' اوڑھنی جو شانوں پر ڈھلک آئی تھی' شانوں سے اتار کر کمر سے باندھ لی' اور اس کے بعد انہیں دیکھتی ہوئی بولی۔

"پہلی پرچی کس کے نام نکالی جائے' میرا خیال ہے تم ٹھیک ہو' تم ذرا آگے آؤ۔"

اس نے ان میں سے ایک سب سے زیادہ طاقتور شخص کی جانب اشارہ کیا اور وہ بے حیائی سے ہنستا ہوا چند قدم بڑھ گیا' بھکارن نے دونوں ہاتھ تانے اور پھر اچھل کر ایک زوردار لات اس شخص کی ٹھوڑی کے نچلے حصے پر رسید کردی' یہ اتنا غیر متوقع حملہ تھا کہ وہ شخص سنبھل نہ سکا' غالباً اس کی زبان دانتوں تلے آکر کٹ گئی تھی اس کے منہ سے خون کی کلی نکل گئی اور وہ اپنا منہ پکڑے کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ بھکارن نے ایک پاؤں پر گھوم کر ایک اور لات اس کی کوکھ پر رسید کی اور اس کے حلق سے ایک کربناک آواز نکل گئی' باقی تینوں غرا کر بھکارن کی جانب لپکے' انہوں نے کچھ مغلظات بھی بکی تھیں' لیکن بھکارن نے اپنے بدن کو سنبھال کر' ان میں سے ایک کے گریبان پر ہاتھ ڈالا اور اپنا سر اس کی ناک پر مارا' دوسرے کے پیٹ پر اس کی لات پڑی تھی اور پھر اسی کے سہارے اچھل کر اپنا ایک پاؤں ان میں سے ایک کی گردن پر مارا وہ شخص فضا میں اچھل کر سامنے کی دیوار سے جا ٹکرایا تھا' پھر باقی لوگوں نے بھکارن کو پکڑنے کی کوشش شروع کر دیں اور اس کوشش میں وہ بھکارن کے نپے تلے ہاتھ کھانے لگے' بھکارن جوڈو کراٹے کی ماہر معلوم ہوتی تھی' اس کا پورا بدن پھرکنی کی طرح گھوم رہا تھا اور وہ ان چاروں کی گدھوں کی طرح پٹائی کر رہی

تھی' دو تو پہلے ہی خاصے زخمی ہوگئے تھے' سب سے پہلے جس کی ٹھوڑی پر لات پڑی تھی' وہ تو بس اندھوں ہی کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا' غالباً اس کی حالت کافی خراب ہوگئی تھی' اس کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا اور منہ سے خون' باقی دوسروں کا تیہ پانچہ بھی تھوڑی دیر میں ہوگیا' شاید وہ اس طرح مار نہ کھاتے لیکن اس معمولی سی بھکارن سے ان کے فرشتوں کو بھی یہ توقع نہیں ہوگی کہ وہ اتنی شدید مدافعت کر سکتی ہے اور لڑائی بھڑائی کی ایسی ماہر ہو سکتی ہے۔ بس اسی دھوکے میں مار کھا گئے تھے ورنہ اتنے کمزور بھی نہیں تھے' بھکارن بھی کچھ ضرورت سے زیادہ مہارت رکھتی تھی' تھوڑی ہی دیر میں وہ زمین پر پڑے ہانپ رہے تھے اور بھکارن ایک طرف کھڑی مسکرا رہی تھی۔

"ہاں سورماؤ پرچی کس کے نام نکلی؟" اس نے طنزیہ انداز میں کہا' لیکن کسی نے کوئی جواب نہیں دیا' تو وہ حقارت آمیز انداز میں ہاتھ جوڑ کر بولی۔

"سالے۔" اور اس کے بعد وہ باہر جانے والے راستے پر چل پڑی' مار کھانے والوں کی بری حالت تھی' ایک لمحے کے لئے وہ ذہنی طور پر معطل ہوگئے تھے' پھر مار بھی ایسی پڑی تھی کہ ان کے پورے جسم دکھ رہے تھے' لیکن بھکارن کو باہر جاتے دیکھ کر ان میں سے ایک نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"ابے' باس نے اسے ختم کرنے کے لئے کہا تھا اور باس کے حکم کی تعمیل نہ ہونے کا نتیجہ ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"ان سب میں جیسے زندگی کی لہر دوڑ گئی' غالباً یہ موت کا خوف تھا جس نے انہیں اپنی چوٹوں سے بے نیاز کر دیا وہ ہڑبڑا کر اٹھے اور بھرا مار کر بھکارن کی جانب لپکے' بھکارن نے انہیں دیکھا تو اس کے منہ سے آواز نکلی۔"

"ارے باپ رے۔" اور اس کے بعد اس نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور سڑک پر آگئی' سڑک پر وہ ایک کار سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی اور کار کے بریکوں کی چرچراہٹ رات کے سناٹے میں دور تک پھیل گئی تھی' عقب سے آنے والوں نے یہ صورت حال دیکھی تو پیچھے ہی پیچھے فرار ہو جانا مناسب سمجھا تھا۔

انسپکٹر نادر شاہ' دیوان سرکار کے ساتھ ہی دارلحکومت آیا تھا' پہلے وہ دیوان سرکار کو پولیس اسٹیشن لے گیا' وہاں سے اس نے احتیاطاً ڈی ایس پی سردار شیخ سے رابطہ قائم کیا اور سردار شیخ نے اسے بتایا کہ وہ پولیس ہسپتال میں ہی موجود ہے چنانچہ نادر شاہ' دیوان سرکار کو لے کر پولیس ہسپتال پہنچ گیا۔

"یہاں اس نے دونوں لاشوں کی شناخت کی' دیوان سرکار کافی مغموم نظر آرہا تھا' اس نے سردار شیخ سے بھی چند سوالات کئے یہ سوالات کچھ اسی انداز کے تھے جیسے وہ مقتولوں کے ساتھ کسی اور کی موجودگی کی توقع رکھتا ہو لیکن انداز ایسا اختیار کیا تھا کہ پولیس افسران کو اس پر کوئی شبہ نہیں ہو سکا۔ لاشوں کا پوسٹ مارٹم ہو چکا تھا' چنانچہ انہیں دیوان سرکار کے حوالے کر دیا گیا' مہتاب پور ہاؤس کے بارے میں کافی تفصیلات معلوم کرلی گئیں تھیں پھر بھی پولیس کی موجودگی میں یہ اندازہ لگایا گیا کہ وہاں سے کوئی چیز چوری تو نہیں ہوئی ہے' دیوان سرکار نے پوری طرح جائزہ لینے کے بعد اس امکان کو مسترد کر دیا تھا اور یہ بات سامنے آگئی تھی کہ یہ چوری کی واردات نہیں ہے اور اس قتل کی کچھ اور ہی وجوہات ہیں لیکن ان وجوہات کی نشاندہی دیوان سرکار نہیں کرسکا تھا۔"

"بہرحال مہتاب پور ہاؤس کو سیل کرنے کے انتظامات کر دیئے گئے' دیوان سرکار نے اجازت لے لی تھی کہ لاشوں کی تدفین کردی جائے' یہاں سے عارضی طور پر پولیس کا

کام ختم ہوگیا تھا اور نادر شاہ کو خاصی رات گئے تک مصروف رہنا پڑا تھا' پولیس کے دوسرے افراد بھی اس کے ساتھ تھے اس وقت بھی وہ پولیس جیپ میں اپنے انہی آدمیوں کے ساتھ آرہا تھا' رخ تھانے ہی کی جانب تھا' سارا دن تھانے سے دو رہا تھا وہاں کا جائزہ لینے کے بعد آرام کی نوبت آئی.... ایس آئی شہزاد بھی اس کے ہمراہ تھا اور سب لوگ کافی تھکے ہوئے تھے' اس وقت وہ ایک گندی سی بستی کے علاقے سے گزر رہے تھے سڑک سنسان پڑی ہوئی تھی بستی میں خاموشی اور سناٹے کا راج تھا کہ اچانک ہی کہیں سے ایک عورت دوڑتی ہوئی آئی اور جیپ سے ٹکراتے ٹکراتے بچی' پھر بھی اسے ہلکا سا دھکا لگ گیا تھا' ڈرائیور نے جیپ روک دی' نادر شاہ قریب ہی بیٹھا ہوا تھا' وہ ایک دم چونک پڑا' ڈرائیور کا ذرا برابر قصور نہیں تھا۔ کھلی سڑک پر جیپ جارہی تھی' ڈرائیور نے تو پھر بھی مہارت کا ثبوت دیا تھا' ورنہ دوڑنے والی ضرور جیپ کے نیچے آکر کچل جاتی' نادر شاہ چونک کر اسے دیکھنے لگا' مدہم روشنی میں دوڑنے والی کا چہرہ دیکھ کر اسے اندازہ ہوگیا کہ وہ اس غریب سی بستی کی کوئی غریب عورت ہے' نادر شاہ نے کڑک کر کہا۔"

"کیابات ہی' کہاں بھاگی جارہی ہے تو؟"

"عورت نے رک کر پولیس والوں کو دیکھا اور پھر اس کی عجیب سی آواز ابھری"

"دے دے پولیس بابو اللہ کے نام پر' اللہ تجھے حج کرائے' دے دے حاجی صاحب بچے خوش رہیں' گھر والی خوش رہے دے دے کچھ اللہ کے نام پر۔"

"نادر شاہ کی آنکھوں میں غصے کے تاثرات نظر آئے۔"

"تو تو اس وقت یہاں بھیک مانگ رہی ہے' اس وقت بھیک مانگنے کا وقت ہے؟"

"اے پولیس بابو' بھیک مانگنے کا بھی کوئی ٹیم ہووے ہے' ارے جب بھی بھوک لگ آئے' انسان کو ہاتھ پھیلانا ہی پڑتا ہے۔" عورت نے ترکی بہ ترکی کہا۔

"دوڑ کیوں رہی تھی؟"

"دور سے تیری گاڑی دیکھ لی تھی پولیس بابو پر یہ نہیں پتہ تھا کہ پولیس بابو کی گاڑی ہے' تو ہی دے دے بابو' دنیا تجھے دیتی ہے' تو ہمیں کچھ دے دے اللہ کے نام پر۔"

"بہت چرب زبان معلوم ہوتی ہے تو' اگر گاڑی کے نیچے آجاتی تو؟"
"تو اچھا ہی تو ہوتا' ہر ایک کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے تو بچ جاتی۔" بھکارن
ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ نجانے کیوں سب انسپکٹر شہزاد کو ایک عجیب سا احساس ہو رہا
بھکارن بالکل نوجوان تھی اور اس کے نقوش بھی بہت بہتر تھے ہر چند کہ میلی کچیلی
بدبودار تھی' پھر بھی نوجوانی کی دلکشی اس میں موجود تھی۔ اس کے دوڑ کر آنے کی
صرف یہ تھی کہ وہ گاڑی روک کر بھیک مانگنا چاہتی ہے' بہرحال نادر شاہ نے جیب
دس کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھایا اور بولا۔

"سامنے سے تو ہٹ جا مر جاتی تو خواہ مخواہ ہم پر مصیبت آتی۔"

"اللہ تیرا بھلا کرے پولیس بابو' تیری جائز کمائی میں اضافہ ہو۔" بھکارن نے کہا
ڈرائیور نے جیپ آگے بڑھا دی۔ شہزاد ہنس پڑا تھا' نادر شاہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیوں اس میں دانت پھاڑنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"نہیں سر سوری ویری سوری' اصل میں اسے کہتے ہیں چوروں کو مور' ہم دنیا
وصولیابی کرتے ہیں اور یہ ہم سے۔"

"کیا بکواس ہے؟" نادر شاہ پھر غرایا۔

"سوری سر ویری سوری۔" ایس آئی شہزاد نے پھر اپنے مخصوص انداز میں
لیکن نادر شاہ کے ذہن میں جو گڑبڑ ہو رہی تھی وہ شدت اختیار کرتی گئی' اس کے منہ
بڑبڑاہٹ نکلی۔

"یار یہ آواز اور اور' کیا واقعی گاڑی دیکھ کر بھیک مانگنے دوڑی تھی' کچھ ان نج
نہیں لگتا یہ اور پھر یہ آواز اوہ اوہ' لولولو........"

شہزاد بری طرح چونک پڑا اس نے ڈرائیور کے شانے پر ہاتھ رکھا اور ڈرائیور
بریک پر دباؤ ڈال دیا۔

"یار ذرا واپس چلو' یہیں سے موڑ لو پھرتی سے موڑ لو۔"

"مگک........ کیوں سر....؟" سب انسپکٹر شہزاد بولا' لیکن پھر اس نے خود ہی دا

تلے زبان دبالی' یہ سوال کیا جانے والا نہیں تھا۔ ڈرائیور نے جیپ کو لمبا ٹرن دے کر سائیڈ
میں کیا اور واپس چل پڑا' رفتار خاصی تیز رکھی تھی کیونکہ وہ سمجھ چکا تھا کہ بھکارن ہی کے
لئے گاڑی واپس مڑوائی گئی ہے' وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں بھکارن نظر آئی تھی لیکن اب
بھکارن سڑک پر نہیں تھی' ظاہر ہے بستی میں واپس چلی گئی تھی' انسپکٹر نادر نیچے اتر آیا'
شہزاد بھی اس کے ساتھ تھا۔"

"دیکھو یار شاید کوئی اندازہ ہو سکے۔" نادر شاہ نے کہا اور پولیس والے آس پاس
پھیل کر بھکارن کو تلاش کرنے لگے لیکن اس کا کہیں پتہ نہیں تھا' نادر شاہ ایک لمحے کچھ
سوچتا رہا پھر واپس گاڑی میں آبیٹھا' سب انسپکٹر شہزاد پوچھے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

"سر آپ کو اللہ کا واسطہ جتنے عرصے آپ کا ساتھ دیا ہی' یہ اندازہ تو ہو گیا ہے کہ
آپ شریف آدمی ہیں اور کسی ایسے ویسے چکر میں نہیں پڑتے' لیکن بھکارن کے لئے
آپ کی یہ بھاگ دوڑ سمجھ میں نہیں آئی' وہ بے شک جوان تھی' لیکن سر آپ؟"

"تمہارا دماغ خراب ہے شہزاد' کیا تمہارے خیال سے میں اس بھکارن کے حسن و
جمال سے مرعوب ہو کر اس کے پیچھے لپکا تھا۔"

"نن........ نہیں سر' یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ آپ بے حد شریف آدمی ہیں'
لیکن بات اگر سمجھ میں آجاتی۔"

"یار بس تم اسے ایک احمقانہ عمل ہی سمجھ لو' تمہیں یاد ہے اس وقت جب مجھے
مہتاب پور ہاؤس میں لاشوں کی اطلاع ملی تھی تو میں نے تھوڑی دیر کے لئے خاموشی اختیار
کی تھی۔"

"جی سر' دو منٹ کی خاموشی۔" انسپکٹر شہزاد مذاق سے باز نہ رہ سکا۔

"یہ خاموشی لاشوں کی اطلاع ملنے پر ان کے سوگ میں نہیں تھی بلکہ میں اپنے
دماغ کے کمپیوٹر کو ہمیشہ متحرک رکھتا ہوں' میں وہ آواز اس کمپیوٹر میں فیڈ کر رہا تھا جس
نے مجھے لاشوں کے بارے میں اطلاع دی تھی" اصل میں وہ شخصیت کچھ بتانے کے لئے
آمادہ نہیں تھی کہ وہ کون ہے' میں نے اس آواز کو البتہ اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا تھا اور

اس وقت یقین کرو یہ آواز بالکل اسی آواز سے مشابہ تھی۔

"بھکارن کی آواز سر؟"

"ہاں' تم اس بات پر قہقہہ لگا سکتے ہو' میری طرف سے تمہیں اجازت ہے' کیونکہ بات میرے اپنے خیال میں بھی اتنی احمقانہ ہے لیکن بس کمپیوٹر کی بات کر رہا ہوں اور شہزاد وہ بول تو رہی تھی بھکارن کی آواز میں' لیکن اس کے الفاظ پر غور کرو' نہیں مائی ڈیئر اب جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی گیا ظاہر ہے میں اس بستی میں گھس کر گھر گھر کا دروازہ کھٹکھٹا کر بھکارن کو تلاش نہیں کروں گا لیکن سب کچھ ان نیچرل تھا' اس کے بھاگ کر سڑک آنے کی وجہ کچھ اور تھی اور اس نے فوری طور پر اس وجہ کو بھیک مانگنے کی آڑ میں چھپا لیا تھا' خیر اب میں چاہے کتنا ہی شرلاک ہومز بنوں بقول تمہارے' لیکن اپنا اپنا مشغلہ اپنی اپنی سوچ ہے کیا سمجھے؟"

"سب انسپکٹر شہزاد بوکھلا گیا' شرلاک ہومز کا تذکرہ اس نے اپنے آدمیوں سے بار کیا تھا' لیکن ہمیشہ انسپکٹر نادر شاہ کی غیر موجودگی میں' اس کا مطلب ہے کسی نے اس کے یہ الفاظ نادر شاہ کے کانوں میں پھونک دیئے ہیں' اسے شرمندگی بھی ہوئی تھی اور حیرت بھی نادر شاہ نے کبھی اس سے اس بارے میں کوئی باز پرس نہیں کی تھی' یہ اس کی اعلیٰ ظرفی تھی ویسے بھی اب تھانے کے لوگ نادر شاہ کو سمجھتے جا رہے تھے' یہ نوجوان افسر ذہنی طور پر بوڑھا یا پھر بہت زیادہ دیانت دار تھا' بس اتنی سی بات ہی تو تھی کہ وہ رشوت سے نفرت کرتا تھا' ورنہ باقی سارے عملے کے ساتھ اس کا رویہ خراب نہیں تھا' شہزاد نے اس کے بعد خاموشی اختیار کئے رکھی تھی۔"

عالم آراء کا خوف اب بہت بڑھ چکا تھا' اس کے اعصاب ساتھ چھوڑتے جا رہے تھے' حالانکہ کوٹھی میں بے شمار ملازم تھے' گارڈ تھے' لیکن جن حالات سے سابقہ پڑا تھا وہ بے حد پریشان کن تھے اور نجانے کیوں عالم آراء کو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ کوٹھی بالکل غیر محفوظ ہے اور اردگرد بے شمار دشمن پھیلے ہوئے ہیں' سطوت جہاں اور ڈرائیور رحمٰن کی موت کی خبر نے تو عالم آراء کو بالکل ہی نیم جان کر دیا تھا' سطوت جہاں سے بڑی پرانی وابستگی تھی' ایک انتہائی نفیس عورت جو ایک احمقانہ عمل کے تحت موت کا شکار ہو گئی' نجانے مہتاب علی نے کیا مصیبت گلے لگالی ہے' شوہر کی حیثیت بے شک مسلم' لیکن بیوی کو صرف ایک ڈیکوریشن پیس سمجھنا بہت غیر مناسب بات تھی' عالم آراء کو ہمیشہ ہی یہ احساس رہا کہ بہت اچھی فطرت کے مالک ہونے کے باوجود مہتاب علی میں یہ کمزوری رہی' اپنی ذات کے سامنے انہوں نے کبھی کسی کو کوئی حیثیت نہیں دی تھی۔

"بیشتر معاملات ایسے ہوتے ہیں جن میں شوہر اور بیوی کے باہمی مشورے کار آمد رہتے ہیں' لیکن مہتاب علی کا خیال تھا کہ تمام تعیشات مہیا کرنے کے بعد بیوی کے حقوق ختم ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد اسے شوہر کے ذاتی معاملے میں مداخلت سے باز رہنا چاہیے' کاروبار بالکل سیٹ تھا' جائیدادوں کی آمدنی باقاعدگی سے آجایا کرتی تھی اور اس میں کبھی کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی تھی لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ انتظام عالم آراء

نے اپنے ہاتھ میں سنبھالا ہوا تھا' بے شک مہتاب علی نے اس کا بارہا اعتراف کیا
بس اعتراف ہی تو آخری چیز نہیں ہوتی اس کے ساتھ کچھ اور مراحل بھی ہو
مہتاب علی کو مہم جوئی سے دیوانگی کی حد تک عشق تھا لیکن عالم آراء نے بارہا
میں یہ بات محسوس کی تھی کہ دنیا بھر کے تعیشات مہیا ہونے کے باوجود مہتاب
قسمت خراب ہے اور اس کی تقدیر میں جنگلوں' پہاڑوں' ویرانوں اور دلدلوں پ
لکھا ہے' جہاں زندگی کو لمحہ لمحہ خطرات لاحق رہتے ہیں' اب یہاں عالم آراء کی
فرق تھا' عشق کی منزلیں تو ایسی ہی ہوا کرتی ہیں کہ انسان دنیا و مافیہا سے بے خبر
ہے اور نجانے کہاں کہاں لذت محسوس کرتا ہے' بہرحال عالم آراء نے مہتاب علی
فطرت سے بھی سمجھوتہ کرلیا تھا اور اپنی زندگی کی ایک ڈگر بنالی تھی' مہتاب علی
اوقات ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو سال تک مہتاب پور سے غائب رہتے' واپس آتے تو ان
بہت اچھا ہوتا تھا' عالم آراء کو خوب سیرو سیاحتیں کرائی جاتی تھیں' دوری کی معذر
جاتی تھی اور ان دوریوں کی کسر پوری کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔"

"پھر اچانک ایک رات کنور مہتاب علی واپس آگئے انہوں نے عجیب انداز م
آراء سے ملاقات کی تھی' ان کے آنے کی خبر کسی کو بھی نہیں ہو پائی تھی' یہاں ت
چوکیدار کو بھی نہیں' ورنہ اس انداز میں وہ کبھی نہیں آئے تھے' اول تو کہیں نہ کہ
اپنی آمد کی اطلاع پہلے سے دے دیا کرتے تھے اور ایئرپورٹ پر عالم آراء اور بچیاں
ان کا استقبال کرتی تھیں' لیکن اس بار نجانے کیا ہوا تھا' عالم آراء نے رات کے
وغیرہ سے فراغت حاصل کرکے اور تمام معمولات سے فرصت پانے کے بعد اپنی خوا
رخ کیا تھا' بچیاں الگ اپنے کمروں میں سونے جاچکی تھیں۔"

"جب وہ خواب گاہ میں داخل ہو کر روشنی جلانے لگی تو انہیں کنور مہتاب ع
آواز سنائی دی۔"

"تیز روشنی نہ جلاؤ عالم آراء مدھم بلب روشن کردو۔" عالم آراء اس
بدحواس ہوئی کہ گرتے گرتے بچی تھی' اس نے اس کے باوجود اعصاب پر قابو پا کر

بلب جلایا تھا' کنور مہتاب علی آرام کرسی پر دراز بیٹھا مسکرا رہا تھا' عالم آراء کی آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں۔

"تک.........کیا' کیا مطلب' آپ آپ اچانک اس طرح؟"

"ہاں یار اس بار ذرا عجیب و غریب مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔"

"لیکن آپ یہاں آئے کیسے' کسی نے مجھے خبر تک نہیں دی' چوکیدار تک نے اطلاع نہیں دی اور آپ نے۔"

"تمہارے یہ تمام سوالات فطری ہیں' آؤ بیٹھو' کیسی ہو؟" کنور مہتاب علی نے معمول کے مطابق عالم آراء کا استقبال کیا' عالم آراء کو ان کا لمس کائنات میں ہر چیز سے زیادہ دلکش لگتا تھا' وہ دیر تک کنور مہتاب علی کے لمس میں ڈوبی رہی پھر اس نے کہا۔"

"آپ نے یہ سرپرائز کیوں دیا اس بار' پہلے تو آپ نے کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔"

"بیٹھو میں اصل میں اس بار ایک سخت مشکل کا شکار ہو گیا ہوں۔"

"خدا خیر کرے' مگر آپ آئے کیسے؟"

"میں آگیا ہوں' لیکن رکوں گا نہیں' میں سخت مشکل میں گرفتار ہوں۔ اور دیکھو۔" کنور مہتاب نے کہا۔ اور عالم آراء کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔ پھر اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا' ایک ننھا سا بچہ کپڑوں میں لپٹا لیٹا ہوا تھا' عالم آراء پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"یہ.........یہ.........کون ہے۔" اس کے منہ سے آواز نکلی۔

"یہی میری الجھن ہے۔" کنور مہتاب علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مگر یہ کون ہے کس کا بچہ ہے۔"

"انسان ہی کا بچہ ہے' بلکہ بچہ نہیں بچی ہے۔ سنو عالم آراء' میں یہاں زیادہ نہیں رک سکوں گا' میں خطرات میں گھرا ہوا ہوں۔ تم یوں سمجھ لو میری زندگی کو شدید خطرہ ہے۔ مجھے تلاش کرنے والے سب سے پہلے یہیں کا رخ کریں گے۔ تمہیں کچھ ہدایات دینا چاہتا ہوں۔"

"خدا کے لئے کچھ تو بتایئے' کیا بات ہے۔" عالم آراء نے سخت پریشانی میں کہا۔

"اگر اس وقت تفصیل بتانے بیٹھ گیا تو دیر ہو جائے گی اس کا موقع بالکل نہیں ہے۔ سنو عالم آراء یہ بچی میری زندگی کی ضمانت ہے۔ تمہیں اس کا تحفظ کرنا ہے ہر قیمت پر۔ جہاں چاہو اسے رکھو' جس طرح چاہو اس کی حفاظت کرو' تمہیں اس کا اختیار ہے بس اسے زندہ سلامت رہنا چاہیے' تم اسے دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رکھو گی کسی کو اس کے بارے میں کانوں کان خبر نہ ہونے دو گی۔ میں جانتا ہوں یہ ایک مشکل کام ہے۔ مگر تمہیں سرانجام دینا ہے۔"

"آپ کہیں چلے جائیں گے۔"

"جاؤں گا نہیں جارہا ہوں۔"

"کہاں؟"

"اس کا فیصلہ ابھی خود بھی نہیں کرپایا۔"

"میرا کیا ہوگا۔"

"کیا مطلب۔"

"کیا میں یہ سوچ کر نہ مرجاؤں گی کہ خدانخواستہ آپ کے دشمنوں نے آپ کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا دیا۔"

"میرے دشمن۔" کنور مہتاب کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میرے دشمن بیچارے زیادہ طاقتور نہیں ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ میں یکسوع رہوں' بچی کا تحفظ اگر ممکن ہو جائے تو میں سب ٹھیک کرلوں گا۔ اگر یہ دوسری ذمے داری اٹھانی پڑی تو مار کھا سکتا ہوں۔"

"مجھ سے فون پر رابطہ کریں گے؟" عالم آراء نے پوچھا۔

"نہیں' بالکل نہیں۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ کسی کو کانوں کان میرے یہاں آنے کی خبر ہو سکے۔"

"بچیوں کو بھی نہیں۔"

"قطعی نہیں' معاملہ بہت خطرناک ہے۔ تم ہر طرح محتاط رہو گی۔ بچیوں کا بھی خاص خیال رکھنا' بہتر ہے کوٹھی سے باہر ان کی ایکٹیویٹی نہ ہوں کیونکہ میرے دشمن مجھے مجبور کرنے کے لئے بچیوں کو قابو میں کرسکتے ہیں بس تھوڑے عرصے کی تکلیف ہے اس کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"مجھ پر کیا بیتے گی آپ کو اندازہ ہے۔"

"پورا پورا اندازہ ہے۔ لیکن دوست مشکل آپڑی ہے ساتھ دو!" مہتاب علی نے عجیب سے لہجے میں کہا اور عالم آراء پگھل گئی۔

"دیوان سرکار کو راز دار بنا سکتی ہوں۔"

"دیوان سرکار........" مہتاب علی ایک لمحے سٹپٹایا پھر بولا۔

"ہاں' اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر نگاہ ڈالی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "او کے پارٹنر.... میں چلتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے' خدا حافظ........" عالم آراء نے آنسو بھری آواز میں کہا۔ اور مہتاب علی اس کی پیشانی چوم کر باہر نکل گیا۔ عالم آراء نے احتیاطاً باہر قدم نہیں رکھا تھا' لیکن مہتاب علی کے جانے کے بعد اس پر اعصابی دباؤ کا دورہ پڑا تھا۔ بہت دیر تک وہ اپنے آپ کو سنبھالتی رہی' پھر وہ بچی کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس نے بچی کو بغور دیکھا۔ ایسے دلکش نقوش کی مالک تھی کہ دل باہر نکل آئے۔ بہت ہی چھوٹی تھی اس کی پرورش بھی ایک مشکل کام ہوگی۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ یہاں رہے اور دوسروں کی نگاہوں سے بچی رہے۔ ناممکن ہے' کیا کروں........ اس کے بعد دیوان سرکار سے مشورے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ بچی کو سینے میں چھپائے وہ باہر آئی اور دیوان سرکار کو اس کی رہائش گاہ میں پکڑا۔ وہ اسے دیکھ کر حیران سا ہو گیا تھا۔

"مجھے کیوں نہ طلب کرلیا رانی صاحبہ۔"

"تکلفات کا وقت نہیں ہے۔ ایک شدید مشکل آپڑی ہے۔"

"خیریت...." دیوان سرکار نے کہا۔ اور عالم آراء نے اسے ساری کہانی سنادی۔

دیوان سرکار نے بچی کو گود میں لے لیا۔ وہ خود ششدر نظر آ رہا تھا۔

دیر تک اس کے منہ سے آواز نہ نکل سکی' وہ بھونچکی نگاہوں سے عالم آراء کو دیکھ رہا تھا' پھر اس نے پھیکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"ایک بات بھی سمجھ میں جو آئی ہو۔"

"باتوں پر غور کرنے کا وقت نہیں ہے دیوان سرکار جو حالات نگاہوں کے سامنے آئے ہیں وہ اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہم فوری طور پر کوئی عمل کریں' کنور صاحب کے پاس اگر اس مسئلے کا کوئی حل ہوتا تو تم جانتے ہو وہ دوسرے پر انحصار کرنے کے عادی نہیں ہیں' خود ہی کوئی تجویز پیش کرتے' فون تک پر گفتگو نہیں کرنا چاہتے کہ کسی کو یہاں سے ان کے رابطے کا احساس ہو جائے ان حالات میں تم سمجھتے ہو کہ ہم پر کتنی بڑی ذمے داری آپڑی ہے' میرا ذہن کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر ہے مجھے انہوں نے اجازت دی تھی کہ تمہارے علاوہ کسی کو راز دار نہ بناؤں۔ بتاؤ کیا کروں دیوان سرکار۔"

"دیوان سرکار بہت دیر تک سوچتا رہا تھا پھر اس نے کہا۔"

"کئی تجاویز ہیں میرے ذہن میں رانی صاحبہ ہم اس بچی کو سرونٹ کوارٹر میں کسی ملازمہ کے حوالے کر کے اس کی مستقل ڈیوٹی اس بات پر لگا سکتے ہیں کہ وہ صرف اس بچی کی پرورش کرے اور اسے اپنی بچی ظاہر کرے' لیکن یہ ایک مخدوش قدم ہوگا بقول کنور صاحب کے یقیناً" ان کے دشمنوں کی نگاہیں اسی سمت ہوں گی اور ملازموں پر کیا بھروسہ' وہ ذہنی طور پر اتنے طاقتور تو نہیں ہوتے کہ بات کو خوش اسلوبی سے نبھا جائیں' چہ میگوئیاں ہوں گی اور بچی منظر عام پر آجائے گی' ظاہر ہے کنور صاحب یہ نہیں چاہتے۔"

"میں خود بھی نجانے کیا کیا سوچتی رہی ہوں۔ لیکن بات کسی طرح ذہن میں نہیں بیٹھ رہی۔"

"ایک ترکیب آئی ہے میرے ذہن میں اگر اس پر عمل کر لیا جائے تو ہم کچھ عرصے کے لئے محفوظ رہ سکتے ہیں۔"

"بھلا کیا؟"

"میں بچی کو ابھی اور اسی وقت لے کر دارالحکومت چلا جاؤں اور اسے سطوت ں کے سپرد کردوں' سطوت جہاں کو بس اس حد تک بتایا جائے کہ بچی کسی کی نگاہوں نہ آنے پائے ورنہ دشمنی کا شکار ہو سکتی ہے' اس سے میں بات کرلوں گا آپ اس کی ے بالکل بے فکر رہیں' بس مجھے بتایئے کہ کیا یہ عمل بہتر رہے گا؟"

"میرے خدا تم نے اتنی عمدگی سے سوچا ہے کہ میں خواب میں بھی یہ بات نہیں چ سکتی تھی۔ واقعی اس سے بہتر ترکیب اور کوئی نہیں ہو سکتی اس میں ہمیں بس یہ و رہے گا کہ بچی ہماری نگاہوں سے دور رہے گی لیکن سطوت جہاں ایک نہایت ذمے عورت ہے' ہماری پوری زندگی کی ساتھی' میرے خیال میں اس سے زیادہ موثر اور شخصیت نہیں ہو سکتی۔"

"بس تو پھر سارے خدشات ذہن سے نکال دیجئے' یہ ابتداء ہے اور ابھی کسی کو اندازہ نہیں ہوگا' میں چلا جاتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے دیوان سرکار' بات دل کو لگتی ہے خدا تمہیں کامیابی عطا کرے' پوری سطوت جہاں کو سمجھا دینا بعد میں' میں ٹیلی فون پر اس سے گفتگو کرلوں گی۔"

"آپ مطمئن رہیں۔" دیوان سرکار نے کہا اور اس کے بعد اس نے عالم آراء ہی سامنے تیاریاں کیں۔ عالم آراء نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"سطوت جہاں سے کہہ دینا کہ اسے نازک پھولوں کی طرح سنبھال کر رکھے اور تمام ذمے داریاں ختم کر کے صرف اس ذمے داری کو نبھائے۔"

"آپ اس طرف سے بالکل مطمئن رہیں۔"

"کچھ دیر بعد دیوان سرکار کار میں بیٹھ کر چل پڑا اور عالم آراء پریشانی سے اپنے رے میں واپس آ کر بیٹھ گئی' بچیاں پر سکون تھیں' ان کے فرشتوں کو بھی اندازہ نہیں تھا راتوں رات کیا واقعات پیش آئے ہیں۔"

دیوان سرکار صبح کے وقت واپس آگیا اور اس نے بتایا کہ سطوت جہاں کو تمام تر ات دے دی گئی ہیں' رحمان اور سطوت جہاں نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ وہ پوری

طرح محتاط رہیں گے' بس اس کے بعد دن گزرنے لگے' پہرے سخت کر دیئے گئے تیسرے ہی دن اس بات کے مضبوط شواہد مل گئے کہ کچھ پر اسرار لوگ کوٹھی کے گر لگا رہے ہیں اور ملازموں وغیرہ سے بھی معلومات حاصل کی جارہی ہے' ملازموں کو ذرہ برابر کوئی بات نہیں معلوم تھی اس لئے بھلا کوئی کسی کو کیا بتاتا' بعد میں سطوت سے بھی رابطے قائم ہوئے اور سطوت جہاں نے پورے اطمینان کا اظہار کیا' لیکن پھر کچھ روز سے سطوت جہاں نے اس خوف کا اظہار کیا کہ مہتاب پور ہاؤس میں کچھ پرا سرگرمیاں دیکھی گئی ہیں' ایسا لگتا ہے جیسے کچھ نامعلوم لوگ مہتاب پور ہاؤس میں رہے ہیں' ابھی تک کسی سے مڈبھیڑ تو نہیں ہوئی لیکن بس یہ احساس شدت اختیار کر ہے' دیوان سرکار سے تذکرہ کیا تو اس نے کہا کہ سطوت جہاں کو سچویشن بتا دی گئی بہت محتاط عورت ہے اور پھر دوسری رات سے سطوت جہاں سے رابطہ نہیں قائم ہو تھا اور اب یہ اطلاع ملی تھی۔ اگر سطوت جہاں اور رحمٰن کو قتل کر دیا گیا تو ظاہر ہے مسئلہ خطرے میں پڑ گیا ہے اول تو ان کی موت اور پھر بچی' جبکہ اس دن کے بعد سے مہتاب علی نے آج تک کسی بھی طرح رابطہ نہیں قائم نہیں کیا تھا۔

رانی عالم آراء کے ہوش اڑے جارہے تھے' شدید بے چینی کا شکار تھی وا جانے' کیا ہو سکتا ہے کیسے اس صورت حال کا کوئی حل نکلے' آہ نجانے بچی کے ساتھ ہوا' شدید پریشانی کے عالم میں وہ عقبی سمت کھلنے والی کھڑکی پر جا کھڑی ہوئی بڑے کمپاؤنڈ میں آسٹریلیا کے لیٹس ہاؤنڈ ٹہل رہے تھے' اتنے خونخوار کتے کہ دیکھ کر دہشت ہوتی تھی' دیوان سرکار موجود نہیں تھا' لیکن حویلی کے تحفظ کا خاصا معقول بندوبست پھر اچانک ہی عالم آراء کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا' آنکھیں دھوکہ نہیں کھا رہی تھیں کمپاؤنڈ کی عقبی دیوار سے ایک سر اوپر ابھر رہا تھا' فاصلہ بے شک کافی تھا لیکن عالم آرا کی آنکھیں اندھیرے میں بخوبی دیکھ رہی تھیں سو فیصدی ایک انسانی جسم ہی تھا جو کمپاؤنڈ کی عقبی دیوار پر بلند ہو رہا تھا' عالم آراء کے بدن میں گرم گرم لہریں دوڑ گئیں کو خوفناک واقعہ پیش آنے والا ہے' یقیناً" کوئی انتہائی خوفناک واقعہ پیش آنے والا ہے۔

عالم آراء کا سانس تیز ہونے لگا اس کی نگاہیں اس شخص پر جمی ہوئی تھیں اور وہ اس بات کی منتظر تھیں کہ اس کے عقب میں شاید کچھ اور لوگ بھی برآمد ہوں گے۔ لیکن چند لمحات کمپاؤنڈ میں رک کر وہ شخص گہرے سناٹے میں ادھر ادھر کا جائزہ لیتا رہا' جیسے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہو کہ آس پاس کوئی موجود تو نہیں ہے اور اس کے بعد وہ دبے قدموں سے ایک سمت بڑھنے لگا۔ اس نے عقبی راستہ ہی اختیار کرنے کی کوشش کی تھی اور اس کے لئے کراٹا کی باڑھ کا سہارا لیا تھا۔ عالم آراء آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی رہی۔ وہ جو کوئی بھی ہے یقینی طور پر کوٹھی میں اندر داخل ہونے کی کوشش کرے گا۔ کیا کرنا چاہیے۔ وہ چند لمحات سوچتی رہی اس کے بعد کھڑکی بند کر کے واپس پلٹی' کم از کم اپنے طور پر محتاط ہو جانا تو ضروری ہے۔ ویسے اس کے کان اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ ابھی تھوڑی دیر بعد کتوں کی غراہٹ ابھرے گی اور چند لمحات کے بعد کوٹھی میں شور مچے گا۔ کتے غالباً" اس سمت گئے بھی تھے۔ لیکن عالم آراء کو وہ آواز نہیں سنائی دی۔ اس نے واپس آکر میز کی دراز سے پستول نکالا اور اس کے چیمبر چیک کرنے لگی۔ کان ابھی بھی آہٹوں کے منتظر تھے لیکن کوئی آہٹ سنائی نہیں دی تھی۔ بہت دیر تک وہ انتظار کرتی رہی۔ اس کے جسم میں سناٹے رینگ آئے تھے' دلاور اور رحیم اپنے کوارٹر میں تھے اور چونکہ وہ ذمہ دار اور شاندار شخصیتوں کے مالک محافظ تھے اس لئے عالم

آراء نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ انہیں ٹیلی فون کرکے صورت حال کے بارے میں تفصیلات بتائے۔ لیکن پھر نجانے کیا سوچ کر رک گئی' پہلے یہ اندازہ لگالینا چاہیے کہ آنے والا کون ہے اور کہاں آنا چاہتا ہے۔ لیکن کمرے میں بند رہ کر یہ تمام باتیں معلوم کرنا بے حد مشکل کام تھا۔ چنانچہ اس نے سب سے پہلے روشنیاں بجھائیں اور اس کے بعد پستول کو احتیاط سے اپنے ہاتھ میں سنبھال کر دبے قدموں باہر نکل آئی اس نے کمرے کے دروازے کو کھلا چھوڑ دیا تھا تاکہ اگر آنے والا اندر آنے کی کوشش کرے تو اسے اس بات کا احساس نہ ہو کہ یہاں کوئی موجود نہیں ہے۔

عالم آراء بڑی راہداری میں رینگ گئی۔ ایک جانب چوڑا ستون بنا ہوا تھا۔ وہ ستون کی آڑ میں چھپ کر انتظار کرنے لگی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر بچیوں کا کمرہ تھا۔ اپنے علاوہ اسے بس شفق اور رعنا کی فکر تھی باقی سارے معاملات دوسرے لوگوں کے ہیں۔ وہ جانیں اور ان کا کام۔ لیکن اس کے ان دونوں کے کمرے کے آس پاس بھی سناٹا ہی دیکھا۔ ویسے ستون کے جس حصے میں وہ کھڑی ہوئی تھی' یہاں سے وہ کمرہ بھی صاف نظر آتا تھا اور اپنے کمرے کا دروازہ بھی۔ اس کی تمام تر توجہ اس کمرے کی جانب تھی' آنے والا اگر عقبی راستے سے واقفیت رکھتا ہے تو وہاں سے داخل ہوکر کون کون سے راستوں سے گزرے گا اس بات کا عالم آراء کو پوری طرح اندازہ تھا' اور وہ اس راستے کو بھی ذہن میں رکھ رہی تھی۔ پھر پانچ دس منٹ اسی طرح خاموشی میں گذر گئے' لیکن اسے کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ تب وہ حیران ہوگئی' آخر وہ کون تھا اس کے بعد اس کا ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بن گیا۔ کوٹھی ہی کا رہنے والا کوئی شخص ایسا ہو سکتا ہے' جو رات کی تاریکیوں میں کہیں باہر نکل جاتا ہو۔ مگر کون؟ اس کا مطلب ہے کہ اگر کوئی گڑ بڑ والی بات ہے تو اس میں کوٹھی کا کوئی شخص بھی ملوث ہو سکتا ہے۔ بہت دیر تک وہ ان خیالات میں الجھی خاموش کھڑی رہی کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی' سخت پریشان ہوگئی اور اس کے بعد اس نے اس راستے کا جائزہ لینے کا فیصلہ کرلیا جو عقبی سمت سے آتا تھا اور ستون کی آڑ سے نکل کر آہستہ آہستہ آگے بڑھ گئی۔ بچیوں کے کمرے کے سامنے رک کر اس نے شیشے

سے اندر جھانکا۔ شفق اور رعنا' مدہم روشنی میں پرسکون اور گہری نیند سو رہی تھیں۔ ان لوگوں کو ہدایت تھی کہ دروازہ اندر سے بند کرلیا کریں۔ ویسے بھی بیرونی حصے میں باقاعدہ پہرے داری ہوتی تھی اور سامنے کی سمت سے کسی کا آنا بڑا مشکل تھا بشرطیکہ ملازم حرام خوری کرنے پر تل جائیں۔ وہ بہت دور تک نکل آئی۔ عقبی دروازہ عام حالات میں کھلا نہیں ہوا کرتا تھا بلکہ اسے اندر سے بند کرلیا جاتا تھا۔ لیکن اس وقت وہ دروازہ کھلا ہوا تھا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے' کوئی ایک بات جو سمجھ میں آرہی ہو...... ان دنوں تو نجانے کیا ہو رہا تھا' ہر نیا لمحہ سنسنی کا حامل ہوتا تھا۔ کوئی بہت ہی گہری سازش ہو رہی ہے اور اس کے سرے اندر ہی موجود ہیں۔ ورنہ دروازہ اندر سے کھولنے والا کون ہو سکتا ہے' یا پھر ایک خاص ٹیکنیک تھی جس کے ذریعے دروازہ باہر سے بھی کھولا جاسکتا تھا۔ لیکن یہ ٹیکنیک بہت کم لوگوں کو معلوم تھی۔

عالم آراء پھر واپس پلٹی اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ایک بار پھر بچیوں کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئی اس نے اپنی تسلی کے لئے اندر جھانکا' کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ بہت دیر تک وہ بچیوں پر نظر جمائی رہی' وہ پرسکون نیند سو رہی تھیں۔ دروازہ وغیرہ چیک کیا وہ بھی معمول کے مطابق بند تھا۔ پھر وہ اپنے کمرے کی جانب چل پڑی۔ اب اس کے پاس کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ملازموں کو ٹیلی فون کرے اور ان سے کہے کہ پوری کوٹھی کو روشن کرکے اس کے ایک ایک چپے کا جائزہ لیا جائے۔ اب اس بات کو نظرانداز تو نہیں کیا جاسکتا تھا کہ کوئی اندر آیا ہے اس نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور اس کی بینائی نے اسے دھوکہ نہیں دیا تھا' نہ ہی یہ اس کی ذہنی اختراع تھی۔ چنانچہ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اپنے کمرے میں داخل ہوگئی۔ کمرے کی بتیاں بجھا کر گئی تھی۔ اس لئے ٹیلی فون کرنے کے لئے روشنی کرنا ضروری تھا۔ دل میں ہلکے سے خوف کا احساس بھی تھا حالانکہ وہ ایک نہایت بہادر عورت تھی۔ پھر بھی انسان تو تھی ہی اور پھر خاص طور سے عورت' چنانچہ دل میں ایک خوف کا احساس مسلسل موجود تھا۔ سب سے پہلے اس نے دروازہ اندر سے مضبوطی سے بند کیا تاکہ ٹیلی فون کرتے ہوئے کوئی اچانک ہی اس کے کمرے میں

گھس نہ آئے اور اس کے بعد روشنیاں جلا دیں۔

وہ ٹیلی فون کی جانب مڑی، لیکن دفعتاً" ہی اسے ایک احساس ہوا تھا۔ ایک عجیب اور ایک انوکھا سا احساس......... اسے یوں لگا تھا جیسے کمرے میں اس کے علاوہ بھی کوئی ذ روح، موجود ہو۔ یہ نہ سانسوں کی بازگشت تھی اور نہ کوئی مدھم آواز، بس ایک احسا تھا جسے چھٹی حس کا احساس کہا جاسکتا ہے۔ اس نے گردن گھما کر دیکھا اور دفعتاً" اس کے پورے وجود میں بجلیاں سی دوڑ گئیں۔ اس کا اندازہ درست تھا۔

"عرشی پر یہ لمحات بہت بھاری گزرے تھے۔ اگر اپنی مہارت اور دلیری سے کام نہ لیتی تو اس وقت صورت حال بڑی خطرناک ہوگئی تھی۔ ہو سکتا ہے ان لوگوں پر قابو پانا مشکل ہو جاتا......... اس لوگوں نے اس کا پیچھا کیا تھا۔ وہ تو شکر تھا کہ پولیس کی گاڑی آگئی تھی، اور اس کی جان بچ گئی تھی۔ ورنہ معاملہ بہت خراب ہو جاتا۔ بہرحال وہ یہاں سے بھاگی تو اس طرح کہ پلٹ کر نہیں دیکھا۔ گھر پہنچنے میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا اور پھر ایسی شکل میں گھر میں داخلہ بھی نہایت مشکل کام تھا۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح سب کی نگاہوں سے چھپتی چھپاتی وہ اپنے کمرے میں پہنچ گئی تھی اور اس کے بعد اس نے دروازہ اندر سے بند کیا اور سیدھی باتھ روم میں داخل ہوگئی۔ ابھی گھر کے تمام لوگ سوئے نہیں تھے اور اسے اس حلیے میں دیکھا جاسکتا تھا اور پھر اس کے لئے جواب دینا مشکل ہو جاتا۔

گھر میں ایک باقاعدہ نظام قائم تھا اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سرہدایت اللہ واسطی نے اپنی بیٹی کو بہت آزادیاں بخش دی تھیں اور گھر میں وہ بڑی لاڈلی مشہور تھی۔ لیکن اس کی ماں اور خاص طور سے دادی اماں، سرہدایت اللہ کے اس لاڈ پیار سے بڑی نالاں تھیں اور اکثر اس پر لعنت ملامت ہوا کرتی تھی۔ خاص طور سے دادی اماں تو سرہدایت اللہ کو بھی جلی کٹی سنا دیا کرتی تھیں اور کہتی تھیں۔

"تو دیکھ لیجیو ہدایت، اللہ تجھے نیک ہدایت دے۔ تیری یہ بیٹی کوئی ایسا گل کھلائے

گی کہ اس کے بعد تو سر پکڑ کر بیٹھ جائے گا۔"

"اماں بی کچھ میرے اعتماد کو بھی قائم رہنے دیں آپ۔ بہرحال وہ میری بڑ
میں اسے اچھی طرح سمجھتا ہوں۔"

"ہاں میاں ہم کب کہتے ہیں کہ وہ ہماری اولاد ہے......... اولاد کی اولا
ہوتی جو اپنی اولاد ہوتی ہے اور پھر تم......... تم تو اپنی اولاد ہونے کا ثبوت بھی
رہے۔ خیر تم جانو تمہارا کام......... ہم نے اپنا کام جو تھا وہ پورا کر دیا۔ سمجھو
تمہاری مرضی' اب باقی ذمہ داری تمہاری ہے۔"

"سرہدایت اللہ واسطی ویسے بھی مست ملنگ قسم کے آدمی تھے' چنانچہ
اس بات پر کبھی کوئی بہت زیادہ توجہ نہیں دی تھی اور اس طرح عرشی کی عادات
گئی تھیں۔ دوسرے لوگ بھی اس سے بہت زیادہ خوش نہیں رہتے تھے' کیونکہ
فطرت ہی ایسی تھی لیکن بہرطور کسی کی یہ مجال نہیں تھی کہ اس کے معاملات
اڑائیں۔ صرف دو ہی افراد خطرناک تھے اس گھر میں اور وہ تھیں اماں بی اور دا
بس ان دونوں سے ذرا احتیاط رکھ لی جائے تو پھر سارے کام ٹھیک ہو جاتے ہیں
کے بعد اس نے میک اپ وغیرہ اتار لیا اور بھکارن کا لباس اتار کر اپنا لباس تبد
پھر اس خیال سے بیٹھ گئی کہ ممکن ہے کوئی اندر آجائے۔ اس کے کمرے میں
کی مرضی کے مطابق ہوا کرتی تھی۔ ورنہ عام طور پر یہ کمرہ خالی ہی پڑا رہتا تھا
بات کی شکایت گھر کے تمام لوگوں نے اس سے کی تھی۔ نہ کبھی وقت پر لنچ پر ہو
ڈنر پر۔ اس نے اپنے آپ کو سب سے الگ تھلگ کر لیا تھا.... لیکن جب کبھی گھ
سب سے اس طرح اٹھلا اٹھلا کر باتیں کرتی کہ پھر لوگوں کے شکوے شکایت
کرتے تھے۔"

آرام کرسی پر بیٹھ کر اس نے آنکھیں موند لیں اس وقت کافی کی شدید
محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن اسے اندازہ تھا کہ اگر کسی ملازمہ سے کافی کے لئے
کم بخت ضرور جا کر اماں بی یا دادی اماں کو بتادے گی کہ وہ اپنے کمرے میں موجو

اس کے بعد ان کا نزول ہو جائے گا.... اور اسے سوچنے کا موقع بالکل نہیں ملے گا۔ چنانچہ
اس نے کافی پینے کا ارادہ بھی ملتوی کر دیا۔ اب ان معاملات کو ذرا گہری سنجیدگی سے سوچنا
تھا۔ صورت حال ضرورت سے زیادہ بگڑتی جارہی تھی۔ اگر وہ بچی اس کے پاس موجود نہ
ہوتی تو پھر اس تمام مصیبت کو اپنے سر سے جھٹک دیتی۔ لیکن بچی کا وجود اسے اس بات
کے لئے مجبور کر رہا تھا کہ یہ معاملہ اس طرح نہیں چھوڑا جا سکتا۔

"واقعات کا ایک بار پھر اس نے گہری نگاہوں سے جائزہ لیا۔ سرخ مرسیڈیز والی
عورت جس نے یہ بچی اس کے سپرد کردی تھی۔ صائمہ کا کہنا تھا کہ ہو سکتا ہے یہ اغواء
برائے تاوان کا کیس ہو۔ اخبارات میں ایک بھی ایسی رپورٹ نہیں آئی تھی جس میں ایسی
کسی بچی کی گمشدگی کا قصہ موجود ہو۔ پھر بچی کا چکر کیا ہے ان لوگوں کو قتل کر دیا گیا جنہوں
نے اس بچی کو اس کے حوالے کیا تھا اور اب یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس بھکارن کی
تلاش میں ہیں' گویا انہیں اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ بچی کو کسی بھکارن کے سپرد کر دیا گیا
تھا۔ یہ علم کس طرح ہوا اس کا کوئی صحیح اندازہ مشکل تھا۔ ہو سکتا ہے اس عورت اور اس
کے ساتھی کو قتل کر کے ان لوگوں نے اس بارے معلوم کرلیا ہو ارے باپ
رے........ اگر صحیح طور پر اس کی نشاندہی ہوگئی ہے تب تو پھر بڑی مشکل پیش آجائے گی۔
لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔ وہ بھکاریوں کے ڈیرے ہی میں کسی اللہ رکھی کو تلاش کر رہے تھے
اور وہ بدقسمتی سے وہاں پہنچ گئی تھی خیر یہ معاملہ تو ختم ہوگیا' اب زندگی بھر کے لئے اللہ
رکھی پر لعنت بھیج دی جائے گی بھلا مجھے کیا ضرورت ہے جو بلاوجہ ایسے کسی چکر میں
پڑوں۔ لیکن اس بچی کا کیا کیا جائے' کیسے معلوم ہو کہ وہ بچی کس کی ہے اور یہ سارا کیس
کیا ہے۔ ویسے اس کا صرف ایک ہی حل تھا۔ اور وہ یہ کہ مہتاب پور ہاؤس کے بارے
میں ذرا خفیہ طور سے معلومات جاری رکھی جائیں......... لیکن صائمہ......... صائمہ خوفزدہ
ہے تین دن کا وقت لیا ہے میں نے اس سے' تین دن کے بعد بچی کا کچھ نہ کچھ کرنا ہی
پڑے گا۔ بس یہی ہو سکتا ہے کہ.... اور کچھ نہ ہو سکا تو کوئی عمدہ سی ترکیب استعمال کرتے
ہوئے بچی کو پولیس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ لیکن یہ سوچتے ہوئے اس کے دل کو

گھونسہ سا لگ رہا تھا۔ بچی کو اس نے بہت زیادہ نہیں دیکھا تھا۔ لیکن جتنا دیکھا تھا
ہی یہ اندازہ ہوتا تھا کہ کتنی پیاری اور کتنی معصوم بچی ہے۔ اگر پولیس کی تحویل
اسے کسی نے حاصل نہ کیا تو اس کا کیا ہوگا کسی یتیم خانے کے سپرد کر دی جائے
رفاہی اداروں میں بظاہر تو بہت ساری کہانیاں سنائی جاتی ہیں' لیکن درحقیقت جو
ہے اس کا اندازہ ایک بار وہ لگا چکی تھی اس نے فیچر رفاہی اداروں پر بھی لکھا تھ
خانے اور دوسری ایسی جگہیں جہاں اس قسم کے کام ہوا کرتے تھے ان میں سے
جگہیں نیک نام تھیں اور وہاں صحیح انداز میں کام ہوا کرتا تھا۔ انسانی ضرورتوں ک
رکھا جاتا تھا ورنہ کہاں ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کسی غیر کی اولاد کو اپنی اولاد سمجھ کر
چڑھائیں ایسی معصوم بچی اگر ایسے کسی ہاتھ میں لگ گئی' جو اس کی صحیح پرورش نہ
سکا تو کیا زندگی ملے گی اسے۔"

عرشی کا دل بری طرح پگھلنے لگا۔ لیکن پھر اسے صائمہ یاد آئی۔ صائمہ بہت
لڑکی تھی۔ ساری زندگی بدقسمتی کا شکار رہی تھی اب اتنا موقع ملا تھا اسے کہ اپنی
حسین انداز میں گزارے۔ زین بہت سیدھا سادہ اور شریف نوجوان تھا۔ آنے
وقت میں زین کے ساتھ صائمہ کی زندگی خوشگوار گزارے گی۔ چنانچہ صائمہ کو وہ کس
مصیبت میں گرفتار نہیں کرنا چاہتی تھی جو اسے زندگی کی ان چند خوشیوں سے بھی
کردے۔ نہیں یہ ممکن نہیں ہے۔ جو کھیل کھیلا ہے اسے خود ہی بھگتنا پڑے گا'
بے چاری کے سر پر مصیبت کیوں ڈالی جائے۔ صائمہ بھی اسے منع کرتی تھی کہ وہ
آپ کو ان مصیبتوں میں نہ ڈالا کرے۔ لیکن کیا کرتی بس شوق تھا۔ صائمہ ہی کے ذ
یہ شوق پروان چڑھا تھا اور اس نے مختلف معاملات پر اخبارات میں مضامین لکھے تھ
پھر اب اسے کیا کہا جاسکتا ہے کہ ان مضامین کی بڑی پذیرائی ہوئی تھی۔ خود صائمہ
اخبار کے چیف ایڈیٹر نے کئی بار عرشی سے ملاقات کرکے اسے اس کے دلچسپ اور
آموز مضامین پر دلی مبارکباد پیش کی تھی ناصرف اس نے مبارکباد پیش کی تھ
عرشی کے نام سے آئے ہوئے لاتعداد خطوط بھی اس بات کے مظہر تھے کہ عوام م

ان کے فیچر بڑی دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں بس شوق تو شوق ہی ہوتا ہے اس کے بعد عرشی کے جنون کو ہوا مل گئی۔ سر ہدایت اللہ واسطی ہر قسم کی مشکلات سنبھالنے کے لئے موجود تھے۔ حالانکہ خود ان کی زندگی بھی مہم جوئی میں گزری تھی اور وہ بھی انہی پیٹ بھرے لوگوں میں شامل تھے جن کے پاس جب کرنے کے لئے کچھ نہیں ہوتا تو وہ زندگی کو خواہ مخواہ مشکلات میں ڈالتے رہتے ہیں ان کا یہ شوق بھی جنون کی حد کو پہنچا ہوا تھا لیکن ان کے تعلقات اس قدر وسیع تھے کہ عرشی کو اس بات کا اطمینان تھا کہ اگر کسی لمبی مصیبت میں پھنس بھی گئی تو سر ہدایت اللہ واسطی کی وجہ سے اس مصیبت سے نکلنا کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں کیا کیا جائے بہت غور و خوض کیا اور اس کے بعد یہ فیصلہ کرلیا اس نے کہ کچھ بھی ہو بچی کو کسی رفاہی ادارے کے سپرد تو کیا نہیں جائے گا......... اگر اس گھر میں ایک اور بچی پروان چڑھ جائے گی تو کیا مشکل ہے......... لیکن اس کے لئے طریقہ کار کیا اختیار کیا جائے۔ اور اس طریقہ کار کے سلسلے میں بھی اس نے اپنی فطرت سے ہی کام لیا۔ یعنی سیدھے طریقے سے تو اسے چلنا ہی نہیں آتا تھا۔ گھر والے بھلا سیدھی سادی باتوں کو کہاں تسلیم کرتے ہیں اگر وہ بچی کو لے کر آ بھی جائے اور یہ ساری کہانی سنائے بھی تو اسے صرف کہانی ہی سمجھا جائے گا اور لوگ حقیقت کی تلاش میں اس کی نگاہوں کا جائزہ لیتے رہیں گے پھر انہیں ان کی مرضی کے مطابق ہی کیوں نہ کوئی ایسی کہانی سنائی جائے جس سے کام بھی بن جائے اور لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع بھی نہ ملے.........

عرشی دیر تک سوچتی رہی اور اس کے بعد اس کے ہونٹوں پر آہستہ آہستہ مسکراہٹ ابھرنے لگی۔ ایک منصوبہ اس کے ذہن میں آیا تھا۔ اس منصوبے میں اس کی شخصیت بھی جھلکتی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی تفریح کا ایک دلچسپ پہلو بھی تھا۔ بہت دیر تک سوچتی رہی۔ پھر خود بخود ہنس پڑی......... پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے تھے۔ جو منصوبہ اس کے ذہن میں آیا تھا وہ اتنی دلچسپیوں کا حامل تھا کہ گھر والے واقعی عذاب کا شکار ہو جائیں گے......... عرشی نے اس منصوبے کی نوک پلک سنوارنا شروع کر دی اور

بالآخر اس کے ذہن میں ایک تصویر آکر جمع آگئی۔

یہ نجمہ پھوپھی کی تصویر تھی......... نجمہ پھوپھی اس گھرانے کی دور کی رشتہ دار تھیں، بہت عرصے پہلے کی بات ہے بیوہ ہوگئی تھیں.... بیوہ ہونے کے بعد انہیں اس میں لے آیا گیا تھا۔ بال بچہ کوئی تھا نہیں۔ چنانچہ یہیں انہوں نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ گزارا تھا۔ طبیعت کی اور دل کی بری نہیں تھیں بس پیٹ کی بہت ہلکی تھیں کوئی بات جس کی پبلسٹی کرانا ہو ان کے کانوں میں پھونک دی جائے، بس اس کے بعد دیکھئے کہ گھر کے ایک ایک فرد کے کانوں تک وہ بات پہنچ جائے گی لیکن ان تمام ق کے ساتھ کہ کسی دوسرے کو نہیں بتایا جائے گا......... ویسے عام باتیں تو ان کے لئے اہمیت ہی نہیں رکھتی تھیں۔ بس صرف اتنا کہہ دیا جائے کہ نجمہ پھوپھی کسی کو بتایا ا سے برا کوئی نہیں ہوگا پھر نجمہ پھوپھی یہ دیکھنا چاہتی تھیں کہ جس شخص نے انہیں کوئی بات بتائی ہے اس سے برا کوئی ہے یا نہیں اور اس سلسلے میں نجمہ پھوپھی سے ا رازدار بھلا اور کون ہو سکتی تھیں۔ چنانچہ ان تمام فیصلوں کے بعد وہ آرام سے اپنے پر لیٹ گئی۔ دوسری صبح اپنی اس کارروائی کا آغاز کیا جائے گا۔

"چنانچہ وہ تیار ہو کر باہر نکلی۔ ویسے کافی دیر تک سونے کی عادی تھی اور اس ک کو اٹھ جانا سب کے لئے اتنا ہی تعجب خیز ہو سکتا تھا، چنانچہ پھوپھی اسے دیکھ کر حیران گئی تھیں۔ وہ نجمہ پھوپھی سے بے نیاز آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی او رات کو خاصی دیر تک جاگتی رہی تھی اور منصوبے بناتی رہی تھی، دوسرے یہ کہ اب نئے منصوبے پر کام کرنا تھا۔ چنانچہ بال بکھرے ہوئے تھے، چہرہ اجاڑ تھا، منہ تک نہیں د تھا، آنکھیں ویسے بھی رات کو دیر تک جاگنے کی وجہ سے سرخ تھیں پھر ان میں انگ بھی مار لی گئیں اور ان سے پانی نکلنے لگا۔"

"نجمہ پھوپھی سے بے نیاز وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتی رہی اور نجمہ پھوپھی جگہ کھڑی حیرت سے اسے دیکھتی رہیں۔ انہیں غالباً اس بات پر یقین نہیں آرہا تھا ک عرشی ہی ہے اور اگر ہے تو آخر اتنی جلدی کیسے جاگ گئی، وہ اسی سوچ میں تھیں او

جب انہوں نے دیکھا کہ عرشی انہیں نظرانداز کر کے آگے بڑھ گئی ہے تو ان سے نہ رہا گیا اور وہ خود بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑیں۔ چند ہی لمحات کے بعد وہ اس کے قریب پہنچ گئیں۔ عرشی اپنے آپ کو اس طرح بے خبر رکھے ہوئے تھی جیسے ان کی آمد کا اسے کچھ علم نہیں ہے۔ نجمہ پھوپھی نے خود ہی اسے آواز دی۔

"عرشی........." اور عرشی چونک کر پلٹی، نجمہ پھوپھی اس کا چہرہ اور آنکھیں دیکھ کر حیران رہ گئی تھیں۔ بہرحال تھوڑی بہت محبت بھی تھی اس گھرانے سے......... عرشی کو بھی چاہتی تھیں۔ حالانکہ عرشی کی شرارتوں نے سب ہی کو اس سے دور کر رکھا تھا۔ لیکن نجمہ پھوپھی بہرطور تھوڑی بہت محبت تو ضرور کرتی تھیں اس کی آنکھوں سے بہتا ہوا پانی، اس کا اداس چہرہ دیکھ کر پریشان سی آگے بڑھ آئیں.........

"عرشی.........عرشی بیٹا.........عرشی.........!"

عرشی اداکاری میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں۔ اس نے گردن جھکالی اور پھر کپڑے ے آنکھیں صاف کرنے لگی......... پھر نجمہ پھوپھی اور آگے بڑھ آئیں۔

"عرشی اتنی جلدی کیسے جاگ گئیں بیٹا؟" عرشی نے کوئی جواب نہیں دیا بس خاموشی ے اپنا رخ دوسری طرف کر لیا تھا......... نجمہ پھوپھی سے اب نہ رہا گیا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر وہ اس کے سامنے پہنچ گئیں۔

"عرشی بیٹا، مجھے نہیں بتائے گی کیا بات ہے۔ ہائے اللہ کیا ہوگیا میری بچی کو........."

انہوں نے عرشی کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے اور اور عرشی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی ہ سسکیاں لے رہی تھی اور اس نے چہرہ چھپالیا تھا کہ کہیں چہرے کے تاثرات سے یہ اندازہ نہ ہو جائے کہ یہ سسکیاں مصنوعی ہیں۔

"نجمہ پھوپھی بے قرار ہوگئیں۔ انہوں نے اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا اور پریشان لہجے میں بولیں۔"

"بیٹا.........ہوں تیری، .... جان دے سکتی ہوں تجھ پر......... مجھے نہیں بتائے گی کیا بات ہے۔ ارے خیر تو ہے اللہ بچی کو خیر سے رکھے۔ یا اللہ کیا ہوگیا کیا کروں، میں جاؤں

اندر جاؤں بتاؤں کسی کو.....؟"

"نہیں نجمہ پھوپھی نہیں......... خدا کے لئے نہیں.........." عرشی گلو گیر لہجے میں بولی۔

"ادھر آ.........ادھر آ..... بیٹھ جا......... بیٹھ کر مجھے بتا کیا بات ہوگئی' کیا پریشانی ہے اور یہ صبح ہی صبح کیا کوئی ڈروانا خواب دیکھ لیا ہے بیٹا.........عرشی عرشی۔" نجمہ پھوپھی بے قرار ہوئی جارہی تھیں اور عرشی بہترین اداکاری کر رہی تھی اس کی سسکیاں بلند ہو رہی تھیں اور رکنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

"یا اللہ بچی......... کیا کروں میں......... ارے کچھ بتا تو سہی مجھے۔"

"نجمہ پھوپھی......... خدا کرے میں مرجاؤں۔"

"ارے کیا کہہ رہی ہے بچی' کیا بک رہی ہے' خدا نہ کرے' خدا نہ کرے ایسا تیرے دشمن مریں۔"

"نہیں نجمہ پھوپھی خدا کے لئے کچھ کریں میں مرنا چاہتی ہوں۔"

"بکے جارہی ہے' بکے جارہی ہے' میں پوچھتی ہوں آخر ہوا کیا ہے کیوں مرنا چاہتی ہے تو.........؟"

"نجمہ پھوپھی مجھ سے ایسی ہی غلطی ہوگئی ہے میں' میں بہت عرصے سے پریشان ہوں نجمہ پھوپھی' کسی کو بتانے کے قابل نہیں ہوں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں ہوں۔"

"ہے ہے کیا ہوا' آخر ایسی بات ہے؟" نجمہ پھوپھی نے مشتبہ نگاہوں سے اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا اور عرشی اپنے آنسو خشک کرنے لگی.........

"نجمہ پھوپھی' اب کیا دیکھ رہی ہیں جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا ہے۔"

"کک.....کیا ہو چکا ہے.....؟" نجمہ پھوپھی گھبرا کر بولیں۔

"بس نجمہ پھوپھی' کیا بتاؤں تمہیں؟"

"اری باؤلی صبح ہی صبح کیا ناٹک کرنے نکل پڑی ہے' دیکھ اگر تو مجھ سے مذاق کر

رہی ہے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا اس وقت تو نے صبح ہی صبح میرا دل ہولا کر رکھ دیا ہے۔"

"تم اسے ناٹک سمجھتی ہو نجمہ۔ پھوپھی۔"

"تو پھر بتا تو سہی' منہ سے تو کچھ بول' بس روئے جارہی ہے۔ روئے جارہی ہے' دیکھ کیسی آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں ہوا کیا ہے؟"

"لمبی کہانی ہے نجمہ پھوپھی میں آپ کو بتائے دے رہی ہوں اپنا راز دار بنا رہی ہوں' لیکن ایک بات کان کھول کر سن لیجئے۔"

"ہاں ہاں بول کیا کیا.....؟"

"اگر کسی کو پتہ چل گیا تو اچھا نہیں ہوگا میں آپ سے مشورہ لینا چاہتی ہوں نجمہ پھوپھی' بات اصل میں یہ ہے نجمہ پھوپھی' بات اصل میں یہ ہے........."

"ہاں ہاں بول جلدی بول۔" نجمہ پھوپھی کا سانس چڑھا جارہا تھا۔

"نجمہ پھوپھی بہت پرانی بات ہے' میں نے......... میں نے شادی کرلی تھی۔"

"ہیں۔" نجمہ پھوپھی کا جیسے سانس ہی بند ہوگیا تھا۔

"ہاں نجمہ پھوپھی' جاوید ہے میرے شوہر کا نام' بہت اچھا لڑکا تھا' نجمہ پھوپھی ابتداء میں تو پتہ ہی نہ چل سکا کہ وہ کبھی مجھے دھوکہ دے دے گا لیکن لیکن' یہ مرد بڑے کمبخت ہوا کرتے ہیں......... نجمہ پھوپھی میں کیا بتاؤں آپ کو کتنا اچھا تھا وہ' لیکن لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ مجھے کبھی اس طرح دھوکہ دے دے گا۔"

"دیکھ تجھے خدا کا واسطہ' دیکھ تجھے اللہ کا واسطہ' کیا کہوں میں' مجھے کیوں پریشان کر رہی ہے؟"

"ارے میں خود پریشان ہوں آپ کو کیا پریشان کروں گی۔ نجمہ پھوپھی' سنتی ہیں نہیں بس ادھر ادھر کی باتیں کئے جارہی ہیں۔"

"اے بی تو نے بات ہی ایسی کر دی ہے کہ میرا تو اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا ہے۔"

"تو پھر میں کیا کروں.........؟"

"کیا بک رہی ہے ذرا جلدی سے بول' کون ہے وہ جاوید اور .... اور........"

"ہاں نجمہ پھوپھی' ایک بیٹی بھی ہے میری۔"

"ہیں۔" نجمہ پھوپھی نے پاؤں پھیلا دیئے اور لمبی ہو گئیں' وہ پھٹی پھٹی آ سے عرشی کو دیکھ رہی تھیں.........."

"ہاں نجمہ پھوپھی' بہت خوبصورت بچی ہے آپ دیکھیں گی تو آپ کی آنکھو محبت اتر آئے گی۔"

"ارے خون اتر آئے گا میری آنکھوں میں تو محبت کی بات کر رہی ہے میر ہوں دیکھ' دیکھ عرشی تجھے کیا کہوں اب تجھ سے' کیا کہوں۔" نجمہ پھوپھی سر پیٹنے لگیں

"جاوید بہت کمینہ انسان نکلا' بس نجمہ پھوپھی یوں سمجھ لیجئے کہ جو کچھ دھوکے ہی میں ہوا اس نے مجھے نجانے کیسے کیسے سنہری زندگی کے لالچ دیئے تھے۔"

"اور شادی کر لی تھی تجھ سے....؟"

"ہاں۔"

"کب.........؟"

"دو سال ہو گئے۔"

"اور گھر والوں کو پتہ نہیں چل سکا.........؟"

"ہم نے چھپ کر شادی کی تھی۔"

"کہاں.........؟"

"کورٹ میں.........."

"پھر....؟"

"اس نے' اس نے میرے لئے ایک گھر لے کر دیا' پہلے تو بہت اچھا تھا' لیکن رفتہ پھر اس کے اندر بری عادتیں پیدا ہوتی چلی گئیں' مجھ سے بیزار ہو گیا۔"

"اے عرشی سچ کہہ رہی ہے تو.........؟"

"نجمہ پھوپھی' اس سے بڑا غم آلود واقعہ اور کون سا ہو سکتا ہے اور آپ کہہ رہی ہیں کہ میں سچ کہہ رہی ہوں یا جھوٹ۔"

"مگر مگر بیٹا' ارے طوفان آ جائے گا' ارے کیا ہو جائے گا تو نہیں سمجھتی۔"

"جو ہونا تھا ہو چکا ہے نجمہ پھوپھی' وہ کم بخت مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔"

"کون جاوید؟"

"ہاں۔"

"کہاں بھاگ گیا ہے؟"

"یہی تو پتہ نہیں اگر مجھے مل جائے تو کچا چبا جاؤں اسے۔" عرشی دانت پیس کر بولی۔

"اور وہ بچی' وہ بچی تیری بچی کہاں ہے مگر مگر' بیٹا دیکھ ہمیں کیوں چلا رہی ہے؟"

"نجمہ پھوپھی میں آپ کا سر پھاڑ دوں گی' بتائے دے رہی ہوں' میں تو خود زندگی سے بیزار ہو رہی ہوں اور آپ میری بات پر یقین بھی نہیں کر رہی ہیں۔"

"اری بٹیا یقین کرنے کی کوئی بات ہو تو آدمی یقین کرے ارے تو ہماری نگاہوں کے سامنے ہی رہی ہے اور یہ سب کچھ ہو گیا اور ہمیں پتہ بھی نہیں چلا آخر کیسے ہو سکتا ہے یہ' ہم نے بھی تو دنیا دیکھی ہے' یہ چونڈا دھوپ میں تو سفید نہیں کیا ہے۔"

"اب آپ نے دھوپ میں کیا ہو یا چھاؤں میں' جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا ہے' میری ایک بچی ہے۔"

"کہاں ہے.........؟"

"ایک آیا کے پاس رکھ چھوڑی ہے میں نے.........."

"ارے تیرا ستیاناس' کیا بکے جا رہی ہی' ارے بہو بیگم سنیں گی تو تو' کیا کہہ رہی ہے عرشی' کیا کہہ رہی ہے تو..........؟"

"میں آپ سے جو کچھ کہہ رہی ہوں سچ کہہ رہی ہوں۔ نجمہ پھوپھی اور اب ذرا سنجیدگی سے سنئے مجھے کہیں سے تھوڑا سا زہر منگوا دیجئے' پیسے میں آپ کو دیئے دیتی ہوں'

میں زہر کھا کر سو جانا چاہتی ہوں۔"

"اور زہر مجھ سے منگوانا چاہتی ہے تاکہ بعد میں میری بھی مصیبت آجائے۔"

"تو پھر میں کس سے کہوں' آخر کس سے کہوں اپنے دل کا حال نجمہ پھوپھی؟"

"جاوید چھوڑ کر بھاگ گیا تجھے؟"

"ہاں۔"

"اور بچی کہاں ہے؟"

"کہانا' اسی مکان میں ایک آیا کے پاس ہے۔"

"تو پھر اب.........؟"

"یہی تو میں آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں نجمہ پھوپھی کہ اب میں کیا کروں؟"

"اے اللہ' اگر تو سچ کہہ رہی ہے تو میں میں' میں کیا بتاؤں تجھے.........؟"

"بس آپ ایک کام کر دیجئے میرا' مجھے زہر منگوا دیجئے کہیں سے' دیکھئے نجمہ پھ... زہر منگوا دیجئے مجھے' ورنہ ورنہ اچھا نہیں ہوگا' میں میں سارا الزام آپ کے سر پر لگا... گی۔"

"ہیں۔" نجمہ پھوپھی خوف سے اچھل پڑیں۔

"ہاں' کہوں گی کہ نجمہ پھوپھی نے یہ سب کچھ کرایا ہے۔"

"ارے' ارے' ارے میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے بیٹا' کیوں مجھے برباد کرنے پ... ہوئی ہے' اگر تو نے جھوٹے منہ بھی یہ بات کہہ دی تو سب لوگ سچ مان لیں گے' ب... اتنی بری ہے کہ تجھے اندازہ نہیں ہے اس کا۔"

"کچھ ہو جائے نجمہ پھوپھی' یا تو آپ مجھے زہر منگوا دیجئے ورنہ میں پھر' یہ بات... کو بتا دوں گی۔"

"اور میرا نام لے دے گی؟"

"بالکل آپ کا نام لے دوں گی۔"

"تو تیرا ستیاناس جائے' تو جان اور تیرا کام' کھالے زہر مجھے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"یہ لیجئے سو روپے مجھے زہر منگوا دیجئے۔" عرشی نے سو روپے کا نوٹ نجمہ پھوپھی کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ اور نجمہ پھوپھی نے نوٹ لے کر اپنے گریبان میں رکھ لیا اور پھر کہنے لگیں۔

"اے بی بی کوئی اور حل سوچ' دیکھ جلد بازی نہ کر' کچھ نہ کچھ راستہ نکل ہی آئے گا مگر یہ ہوا کیسے' اور آخر ہماری نگاہیں اتنی اندھی کیسے تھیں کہ دھوکہ کھا گئیں' ہم تو اندازہ بھی نہیں لگا سکے۔"

"میں آپ کی نگاہوں کی بات نہیں کر رہی ہوں نجمہ پھوپھی بس یہ بتائے دے رہی ہوں آپ کو کہ زہر منگوا کر رکھ دیجئے' کب منگوا دیں گی یہ زہر.........؟"

"دیکھ بٹیا ایک دو دن صبر کر لے' ہو سکتا ہے ایسی کوئی بات میرے ذہن میں آجائے جس سے تیرا کام بھی بن جائے۔"

"خاک کام بنے گا بس آپ مجھے زہر منگوا دیجئے کسی سے.........؟"

"یا اللہ' کس مصیبت میں پھنس گئی' آج نجانے صبح ہی صبح کس کا منہ دیکھ کر آئی تھی.........؟"

"جس کا بھی منہ دیکھ کر اٹھی ہوں نجمہ پھوپھی مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے' آپ بس میرا کام کر دیجئے۔"

"زہر کھائے بغیر گزارا نہیں ہوگا تیرا.........؟"

"آپ بتائیے اور کیا ہو سکتا ہے؟"

"بٹیا دو دن دے دے مجھے' دیکھ دو دن دے دے۔"

"نجمہ پھوپھی اگر آپ کے منہ سے کہیں یہ بات نکل گئی تو سمجھ لیجئے کہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

"اے بوا تو نے بات ہی ایسی کر دی ہے کہ اب بھلا میرے منہ سے بات کہاں نکلے گی' مگر تو دیکھ' دیکھ پیسے تو رکھ لئے ہیں میں نے' میں کوشش کروں گی کہ کچھ کام کر سکوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے نجمہ پھوپھی میں دو دن انتظار کئے لیتی ہوں لیکن دو دونوں اندر اندر آپ کو کچھ نہ کچھ ضرور کر ڈالنا ہے۔"

"اے بٹیا میں ضرور کچھ کرلوں گی' مگر دیکھ کوئی ایسا ویسا قدم مت اٹھا لیجیو' یا اللہ کیسے ہوگیا' ارے کیا مصیبت نازل ہوگئی اس گھرانے پر' ہائے ہائے ہائے۔" نجمہ پھو بدستور اپنا سر پیٹتی رہیں' اور عرشی اپنی جگہ سے اٹھ گئی' واپس پلٹتی ہوئی بولی۔

"نجمہ پھوپھی خیال رکھیئے گا' صرف دو دن' اس وقت سوا سات بج رہے ہیں ٹھیک دو دن کے بعد سوا سات بجے اسی جگہ اسی وقت۔"

"ہاں ہاں ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔" نجمہ پھوپھی ہولے ہولے لہجے میں بولیں عرشی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئے آگے بڑھ گئی......... اس نے اپنی سازش کے سلسلے پہلا قدم اٹھا دیا تھا اور اب اس کے نتیجے کا اسے انتظار کرنا تھا' نجمہ پھوپھی نے دو دن تھے' عرشی یہ بات جانتی تھی کہ چند گھنٹوں سے زیادہ یہ بات صیغہ راز میں نہیں رہے گ

بات بہت بڑے آدمی کی تھی اس بہت بڑے آدمی کو عام لوگوں کی طرح تنگ نہیں کیا جاسکتا تھا' پھر ایس پی سردار شیخ صاحب خود اس سلسلے میں دلچسپی لے رہے تھے' نادر شاہ نے بھی دیوان سرکار سے پوری طرح تعاون کیا تھا اور لاشوں کے حصول میں بہت زیادہ دقت پیش نہیں آئی تھی پولیس ہی کی نگرانی میں تدفین بھی کرا دی گئی تھی اور اس کے بعد سردار شیخ نے دیوان سرکار سے گفتگو کرتے ہوئے پوچھا تھا کہ اب اس سلسلے میں کیا کرنا ہے اس نے دیوان سرکار کو بتایا تھا۔

"بات ایسی نہیں ہے جناب کہ اسے بس یونہی ٹال دیا جائے' میرے خیال میں مہتاب پور ہاؤس کے مالکان کو میرا مطلب ہے کنور مہتاب علی وغیرہ کو اس بارے میں تھوڑی بہت معلومات ضرور حاصل ہوگی' ہم صرف اس بات پر حیران ہیں کہ نہ تو یہ کوئی ڈکیتی کی واردات ہے اور نہ ہی مہتاب پور ہاؤس میں کچھ ایسے نشانات ملے ہیں جن کی بناء پر یہ اندازہ لگایا جاسکے کہ یہاں کوئی اور کھیل کھیلا جارہا ہے' پھر وہ کون لوگ تھے جنہوں نے یہ کارنامہ سرانجام دیا۔" دیوان سرکار نے کہا۔

"ایس پی صاحب' اس کا بہتر اندازہ تو آپ ہی لگا سکتے ہیں' بھلا ہمارا ذہن ایسی باتوں میں کہاں کام کر سکتا ہے۔"

"وہ تو ہو رہا ہے' لیکن آپ کہتے ہیں کہ کنور مہتاب علی یہاں پر ہیں بھی نہیں؟"

"جی ہاں' یہ خاصی پرانی بات ہے' کافی عرصے سے وہ باہر گئے ہوئے ہیں میرا خیا
ہے اگر ان کے بارے میں آپ کو معلومات حاصل کرنا ہو تو جس طرح بھی آپ منا
سمجھیں کر سکتے ہیں' یہ کوئی ایسا مشکل مسئلہ نہیں ہے۔"

"نہیں نہیں کنور صاحب کی شخصیت ایسی معمولی نہیں ہے کہ ان پر کسی غلط تر
شبہ کیا جاسکے' ہاں لیکن اگر وہ یہاں موجود ہوتے تو ہماری کم از کم اس سلسلے میں مدد بھی
سکتے تھے۔ دیکھئے نا' بہرحال کیس تو درج کرنا پڑا ہے' دو انسانی زندگیوں کا معاملہ ہے ہم
تحقیقات تو مکمل کرنا ہوگی' اگر وہ عام قسم کے لوگ بھی تھے تو آپ یہ اندازہ لگا کر
نہیں بتا سکتے ہیں کہ یہاں سے کوئی چیز چوری ہوئی ہے۔"

"آپ یقین کیجئے' پہلی بات تو یہ ہے کہ مہتاب پور ہاؤس میں اتنے قیمتی نوادرا
رکھے ہی نہیں گئے تھے جن کی چوری کا خدشہ ہو' یہاں تو کبھی کبھی ہی آبادی ہوتی ہ
ورنہ یہی دونوں افراد اس کی دیکھ بھال کے لئے موجود تھے' آپ یہ سمجھ لیجئے کہ چوکید
کی بھی کوئی اہم ضرورت محسوس نہیں کی گئی تھی۔"

"وہ چوکیدار جس کی کچھ عرصے قبل چھٹی کر دی گئی ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ
واردات اسی نے کی ہو۔ آپ ہمیں اس کے بارے میں تفصیلات بتا دیجئے۔"

"میں آپ کو تفصیل لکھوائے دیتا ہوں' آپ خود تحقیق کر لیجئے ہو سکتا ہے ایسی
بات ہو' لیکن بظاہر ایسی کوئی بات نہیں ہے' آپ کو بیگم صاحبہ بھی بتا چکی ہیں۔"

"ہاں بیگم عالم آراء نے جو کچھ بتایا ہے اس سے بقول نادر شاہ کے کسی بھی با
میں کوئی مدد نہیں ملتی' ہو سکتا ہے بیگم صاحبہ کو دوبارہ زحمت دی جائے' ویسے آپ
اطمینان رکھیئے' پولیس اپنے طور پر تحقیق کرے گی۔"

"میں جا سکتا ہوں۔"

"ضرور ضرور۔"

دیوان سرکار کو رخصت کر دیا گیا تھا' ایس پی سردار شیخ نے نادر شاہ کے سا
میٹنگ کی اور اس سلسلے میں گفتگو ہونے لگی۔

"بہرحال اس واردات کے پس پردہ کوئی بہت ہی اہم بات ہے' ہم یہ کہہ کر تو اس
مسئلے کو نہیں ٹال سکتے کہ یہ کوئی معمولی سا واقعہ ہے' معمر عورت تھی' معمر ہی ڈرائیور تھا'
کوئی اور بات تو ہو نہیں سکتی سوائے کسی قسم کی دشمنی کے جس کی بناء پر ان دونوں کو قتل
کر دیا گیا۔" نادر شاہ نے کوئی جواب نہیں دیا' سردار شیخ نے پھر کہا۔

"تم نے کوئی ایسا ثبوت تلاش کیا نادر شاہ جس کی بناء پر تم آگے بڑھ سکو؟"

"نہیں سر بالکل نہیں' تمام باتیں عام سی ہیں' کوٹھی وغیرہ میں بھی ایسی کوئی چیز
نہیں مل سکی ہے ہمیں جو اس معاملے میں کوئی نشاندہی کر سکے۔"

"نہیں سر بالکل نہیں' تمام باتیں عام سی ہیں' کوٹھی وغیرہ میں بھی ایسی کوئی چیز
نہیں مل سکی ہے ہمیں جو اس معاملے میں کوئی نشاندہی کر سکے۔"

"تاہم تحقیقات جاری رکھو' بہت سے ایسے معاملات ہوتے ہیں جو پولیس حل نہیں
کر سکتی لیکن ہمیں اپنی جیسی کوششیں ضرور کرنا ہیں۔" سردار شیخ نے یہ کہہ کر گفتگو کا
سلسلہ منقطع کر دیا تھا لیکن نادر شاہ کے ذہن میں کیڑے کلبلا رہے تھے' ایک عجیب سا
احساس اس کے دل میں موجود تھا' اسے وہ آواز یاد آ رہی تھی جس نے ٹیلی فون پر مہتاب
پور ہاؤس میں دو لاشوں کی موجودگی کی اطلاع دی تھی۔ مگر وہ کون شخصیت ہے جس کا
تعلق مہتاب پور ہاؤس سے نہیں تھا تو پھر مہتاب پور ہاؤس کے اندرونی حصے میں وہ کیا کر
رہی تھی' کس مقصد کے تحت وہ وہاں گئی تھی' لاشیں ایسی جگہ پڑی ہوئی تھیں جہاں کسی
گزرنے والے کی نظر ان پر نہیں پڑ سکتی تھی' جب تک کہ کوئی اندر اس جگہ نہ پہنچے
جہاں لاشیں موجود تھیں......... پھر ایک ایسی شخصیت جس نے ان لاشوں کو دیکھا اندر
کیوں گئی تھی' وہ کون ہو سکتی ہے' اس کے علاوہ نادر شاہ کے ذہن میں وہ آواز بھی کلبلا
رہی تھی' غالباً قدرت نے اسے اس خاص حس سے نواز تھا کہ جو آواز وہ ایک بار سن لیا
کرتا تھا وہ اس کے ذہن سے کبھی محو نہیں ہوتی تھی' یہی کیفیت چہروں کی بھی تھی' جس
چہرے کو وہ ایک بار دیکھ لیتا تھا' اس کا بھلانا بھی اس کے لئے ممکن نہیں ہوتا تھا۔ اور پھر
رات کو پیٹرولنگ کے وقت اس بھکارن کا ملنا' یہ اتفاق ہی ہو سکتا تھا بعض اوقات آوازیں

اس طرح مل جاتی ہیں کہ شناخت ناممکن ہو جائے‘ گو یہ اتنی اہم بات نہیں تھی لیکن نہیں کیوں نادر شاہ اپنے ذہن سے اس تصور کو مٹا نہیں پا رہا تھا۔ بھکارن اس کے معمہ بنی ہوئی تھی۔

شہر میں بھکاریوں کے بے شمار ڈیرے تھے اور ان تمام ڈیروں کا گشت نہیں جاسکتا تھا۔ بہر طور جلد بازی سے تو کوئی کام ہونا ممکن نہیں ہوتا۔ تحقیقات کے لئے نہ کیا کیا کوششیں ہوتی رہیں۔

مہتاب پور ہاؤس میں ملنے والی لاشوں کا معمہ اگر اور کسی ذریعے سے حل نہیں تو اس ذریعے کو بھی ذہن میں رکھا ہی جائے گا چنانچہ شہزاد کو اس سلسلے میں ہدایت کر ہوئے نادر شاہ نے کہا۔

"شہزاد میں پورے شہر میں پھیلے ہوئے فقیروں کے اڈوں کے بارے میں تفصیل معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"کوئی نیا آرڈیننس نکلا ہے فقیروں کے سلسلے میں؟"

"کیا مطلب؟"

"ہمارے ہاں اس قسم کے مزاحیہ آرڈیننس نکلتے رہتے ہیں کبھی کہا جاتا ہے گداگری کی لعنت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے گا‘ کبھی گداگروں کے لئے کچھ منصو کا آغاز کیا جاتا ہے اور ان منصوبوں کے اعلان کے ساتھ ساتھ ہی گداگروں کی تعداد بڑ چلی جاتی ہے اور سر آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت شہر میں گداگروں کی اتنی بڑی تع موجود ہے کہ انہیں کسی سے تشبیہ تک نہیں دی جاسکتی‘ کسی بھی بس اسٹاپ‘ کسی ہوٹل‘ کسی بھی ایسی جگہ کھڑے ہو جائیے جہاں عام گزر گاہ ہو‘ بس فقیروں کی ٹولیاں ٹولیاں آپ کو نظر آجائیں گی۔"

"میں کوئی تقریر نہیں سننا چاہتا‘ نہ ہی کوئی ایسا آرڈیننس نکلا ہے‘ بس میں نے کچھ تم سے کہا ہے اس پر عمل کرو۔"

"ٹھیک ہے فقیروں کے اڈوں کے بارے میں تحقیقات شروع کر دیتا ہوں‘ اس

لئے مجھے دو کانسٹیبل عطا کر دیئے جائیں۔"

"جسے چاہو اپنے ساتھ لے لو‘ رپورٹ کب تک دو گے؟"

"سر جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ ان کے اڈے ایک دو تو ہیں نہیں جگہ جگہ معلوم کرنا ہوگا۔"

"خیر جیسا تم پسند کرو۔" نادر شاہ نے کہا۔

"ابتداء میں نادر شاہ کو چھ اڈوں کا پتہ ملا اور نادر شاہ نے اپنے طور پر تحقیقات شروع کر دیں۔ اس کے بعد ایس آئی شہزاد فقیروں کے مختلف اڈوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا‘ نادر شاہ پر ان دنوں فقیروں کے ڈیروں میں جاکر تحقیقات کرنے کا بھوت سوار ہوا تھا اور اس سلسلے میں اسے نہایت دلچسپ تجربات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ قبرستان کے اس علاقے میں جہاں فقیروں نے اپنا ایک عارضی اڈہ بنایا ہوا تھا اس کی ملاقات چند افراد سے ہوئی اور نادر شاہ نے اپنے طریقہ کار کے مطابق چند معمر فقیروں کو پکڑ کر ان میں کچھ رقم تقسیم کی اور پھر ان سے معلومات کا سلسلہ شروع کر دیا‘ طرح طرح کے چہرے اس کے سامنے آتے رہے‘ کوئی کہنے لگا کہ جس حلئے کا وہ اظہار کر رہا ہے وہ تو نتھیا کا ہے‘ نتھیا کو بلایا گیا تو نتھیا وہ نہ نکلی‘ پھر نوری اور نجانے کون کون سامنے آتی رہیں‘ لیکن وہ چہرہ سامنے نہیں آیا جو اس رات اسے نظر آیا تھا‘ اسی ڈیرے پر اس کی ملاقات حکمت بابا سے ہوئی اس وقت حکمت بابا پیچھے کھڑا ہوا تھا اور شہزاد یہ حلیہ بتا رہا تھا‘ تبھی حکمت بابا نے چیخ کر کہا۔

"ارے رمضان‘ او رمضان یہ حلیہ تو تیری اللہ رکھی کا لگے ہے۔"

"رمضان کون ہے؟" نادر شاہ نے سوال کیا اور رمضان آگے بڑھ آیا۔

"ہم ہیں سرکار۔"

"کیا بیمار ہو تم؟"

"ہاں سرکار‘ ہمیں عسک ہوگیا ہے۔" رمضان نے اپنی بیماری کے بارے میں بتایا اور نادر شاہ نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا۔

"اللہ رکھی سے......... وہ جو کہتے ہیں ناں بابو صاب کہ پھول تو دو دن پتہ نہیں
کر جاتے ہیں اور ہم مرجاتے ہیں۔"

"ہوا کیا قصہ کیا ہے؟"

"ہم بتائیں بابو جی' اللہ رکھی کہیں اور سے آئی تھی اس ڈیرے پر' بس اس
عسک ہوگیا اسے' یہیں رہنے لگی اور یہ اس کی پوجا کرنے لگا' وہ بھیک مانگنے جاتی تھی
یہ مزے میں پڑا اینڈھتا رہتا تھا۔ پھر وہ غائب ہوگئی اور ہاں وہ قصہ تو بتادے سرکار بابو کو
اس رات پیش آیا تھا؟"

"کیا قصہ تھا؟"

"سرکار کچھ آدمی آئے تھے اللہ رکھی کو پوچھتے ہوئے اور اتفاق سے اللہ رکھی
اسی وقت آگئی' بڑی دھینگا مشتی ہوئی اور وہ اللہ رکھی کو گاڑی میں ڈال کر لے گئے'
اس دن کے بعد سے اللہ رکھی کا کوئی پتہ نہیں چل سکا ہے۔"

"اور وہ اسی حلیئے کی مالک تھی؟" نادر شاہ نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں سرکار' حلیئے ہی سے تو ہم نے بتایا ہے کہ یہ اس کی اللہ رکھی کا حلیہ ہے۔
حکمت فقیر نے جواب دیا۔ نادر شاہ کو یہاں بات بنتی محسوس ہو رہی تھی' اس نے کہا۔

"اچھا میں اس لڑکی کی ایک تصویر بنوا کر تم لوگوں کو دکھاؤں گا اور اگر وہ وہی نکل
پھر میرا وعدہ ہے کہ اسے تلاش کرکے میں رمضان کے حوالے کردوں گا۔"

"اللہ سلامت رکھے بابو جی' جوڑی بنائے رکھے' اللہ چاند سا بیٹا دے۔" رمضا
دعائیں دینے لگا۔

"نادر شاہ وہاں سے چلا آیا' یہ صرف ایک مفروضہ تھا' اسے پورا پورا اطمینان نہ
تھا کہ رمضان نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہی ہو' ہو سکتا ہے اسی حلیئے کی کوئی دوسری لڑ
وہاں آگئی ہو' لیکن یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں تھا جس پر بھرپور اعتماد کرلیا جاتا' ویسے یہ با
بھی ذرا تعجب خیز تھی کہ اس لڑکی کو اغواء کرلیا گیا تھا' مزید تحقیقات سے پتہ چلا کہ یہ
دن تھا جب نادر شاہ کو وہ لڑکی نظر آئی تھی جس کی آواز اطلاع دینے والی کی آواز سے

جلتی تھی' ایس آئی شہزاد بھی فقیروں کے ڈیرے تلاش کرکے پریشان ہوگیا تھا' نادر شاہ نے
اسے اس کام سے روکتے ہوئے کہا۔"

"اب کچھ دن کے لئے رک جاؤ شہزاد میں اپنے کام کا دوسرا حصہ مکمل کرلیتا ہوں'
ہاں اگر تمہاری نگاہ میں کوئی ایسا فنکار مصور ہو جو صرف حلیہ بتانے سے تصویر کشی کرسکے
تو براہ کرم اسے میرے پاس لاؤ۔"

"اب میں فنکاروں کے ڈیرے کی تلاش میں نکلوں گا سر' ہو سکتا ہے کسی ڈیرے پر
ایسا فنکار مل جائے۔" ایس آئی شہزاد نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور نادر شاہ کی
خشک نگاہیں دیکھ کر اٹینشن ہوگیا۔

عالم آراء کو خوف سے چکر سا آگیا تھا' آنکھوں میں ایسی دھند پیدا ہوگئی تھی کہ سامنے بیٹھے ہوئے شخص کے چہرے کا بھی صحیح طور پر جائزہ نہ لے سکیں' ان کا انداز اس قسم کا ہوگیا جیسے وہ چکرا کر فرش پر گر پڑیں گی' تبھی کرسی پر بیٹھا ہوا شخص اٹھ ہوا۔

"ارے عالم آراء' عالم آراء' سنبھالو خود کو کیا ہوگیا ہے۔" اس نے جلدی آگے بڑھ کر عالم آراء کو اپنے بازوؤں میں سنبھال لیا' عالم آراء درحقیقت گرتے گر بچی تھیں لیکن اس آواز سے انہیں تسلی ہوئی' انہوں نے آنکھیں بھینچ لیں' اور زور سے سر جھٹکا پھر آنکھیں کھول کر اپنے قریب کھڑے ہوئے شخص کو دیکھا۔

"آپ' آپ....." اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"خوفزدہ ہوگئی تھیں مجھے دیکھ کر۔"

"آپ کیا واقعی یہ آپ ہی ہیں' آپ ہی ہیں نا؟"

"عالم آراء کیا میری صورت اس قدر بدل گئی ہے کہ تم مجھے پہچان بھی نہ سکو؟"

"عالم آراء نے کوئی جواب نہیں دیا' تھکے تھکے انداز میں گہری گہری سانسیں لے رہی' پھر اس شخص نے اسے آگے بڑھا کر اس کرسی پر بٹھا دیا جس پر چند لمحات قبل وہ خو بیٹھا ہوا تھا' عالم آراء اپنے آپ کو سنبھالتی رہی' وہ شخص برابر کی مسہری پر بیٹھ گیا تھا' عا

آراء نے کہا۔

"مہتاب علی' مہتاب علی' کیا' کیا کریں گے آپ' کیا کرنا چاہتے ہیں آخر آپ' مہتاب علی آخر آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔"

"عالم آراء تم اتنی کچی طبیعت کی کب سے ہوگئیں' تم تو بہت باہمت خاتون ہو اور اب تمہاری یہ کیفیت۔"

"آہ مرگئی ہوں میں' میں میں دہشت اور خوف سے زندگی گزارتے گزارتے تنگ آگئی ہوں......... مہتاب علی آپ نے آپ نے مجھ پر بے پناہ زیادتیاں کی ہیں۔ مہتاب علی آپ مجھ سے بدلہ لے رہے ہیں کسی بات کا۔"

"میں آپ سے بدلہ لوں گا عالم آراء کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ' کمال کرتی ہیں بھئی' خود کو سنبھالیئے خدارا خود کو سنبھالیئے' آپ یقین کیجئے' جب بھی کبھی میں آپ کے بارے میں سوچتا ہوں میرے دل کو ایک تقویت کا احساس ہوتا ہے' میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ جیسے خاتون میری بیوی ہیں تو پھر مجھے کسی سے نہیں ڈرنا چاہیے۔"

"ہاں مار دیجئے مجھے مار دیجئے' ہلاک کر دیجئے' خدارا اب مجھ سے یہ سارے کام نہ لیجئے' میں اپنے حواس کھو چکی ہوں' میری ہمت دم توڑ چکی ہے' آہ میں میں....." عالم آراء کی آواز سسکی میں بدل گئی اور کنور مہتاب علی نے آگے بڑھ کر پھر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"پلیز عالم آراء' پلیز دیکھئے کوئی ایسا ہی مشکل مسئلہ ہے جس کی بناء پر میں آپ کو یہ تکلیف دے رہا ہوں ورنہ زندگی میں کبھی ایسے کچھ واقعات گزرے تھے' عالم آراء خدارا خود کو سنبھالیئے' مجھے آپ سے بڑی تقویت ہے اگر آپ بھی ہمت چھوڑ گئیں تو میں اپنی زندگی نہیں بچا سکوں گا۔"

"عالم آراء نے شاکی نگاہوں سے کنور مہتاب علی کو دیکھا' وہ شخص مہتاب علی ہی تھا' اور یہ انکشاف اب ہوا تھا عالم آراء پر کہ کتوں نے آنے والے کو چیر پھاڑ کر کیوں نہیں پھینک دیا تھا' ظاہر ہے وہ مہتاب علی کے پروردہ تھے اس کی بو پہچانتے تھے' اس کی شخصیت کو پہچانتے تھے بھلا اس پر حملہ کیسے کرتے وہ' تو یہ بات تھی' لیکن مہتاب علی کس

طرح یہاں پہنچ گئے' عالم آراء تو سب کچھ دیکھ آئی تھی' بہرطور کنور مہتاب علی ان دنوں جن حالت سے گزر رہا تھا اس کی بناء پر یہ سب کچھ ایسی بات نہیں تھی جس پر حیرت کا اظہار کیا جائے۔ کنور مہتاب علی خاموشی سے عالم آراء کی صورت دیکھتا رہا۔ عالم آراء نے اپنے آپ کو سنبھال لیا' کنور مہتاب علی بولا۔

"میں تو یہ سمجھتا تھا کہ یہاں آکر مجھے ڈھارس ملے گی لیکن اب مجھے یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ میں خود آپ کو ڈھارس دینے کے لئے مجبور ہیں۔"

"کوئی انتہا ہو کنور' کوئی انتہا بھی ہو' آپ خود دیکھئے کیا کیا سنبھالنا پڑتا ہے مجھے' کتنا عرصہ ہوگیا' کتنا طویل عرصہ ہوگیا مجھے انہی حالات سے گزرتے ہوئے........"

"نہیں عالم آراء یہ تو آپ غلط کہہ رہی ہیں' یہ حالات تو اب پیدا ہوئے ہیں بے شک اس سے پہلے میں آپ کی اجازت کے ساتھ مختلف ممالک میں مہم جوئی کے لئے جاتا رہا ہوں' مگر یہ آپ کی اجازت سے ہوا ہے اس طرح کے واقعات پہلے تو کبھی پیش نہیں آئے۔"

"ہاں' آپ کی غیر موجودگی میں بہت سی مشکلات مجھ پر پڑیں' لیکن جب میں نے ان کا بار اپنے شانوں پر سنبھال ہی لیا تو آپ سے کبھی تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔"

"اب اس میں میرا قصور نہیں ہے عالم آراء بیگم اگر آپ کبھی اپنی کسی مشکل کا تذکرہ مجھ سے کر دیتیں تو میں ملک کو اس وقت تک نہ چھوڑتا جب تک کہ آپ کی اس مشکل کا حل آپ کو نہ پیش کر دیتا' آپ نے مجھے کچھ بتایا ہی نہیں اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"اور معاف کیجئے گا' یہ نہ سمجھیں کہ میں آپ کو قصوروار قرار دے رہا ہوں قصور آپ کا بھی نہیں ہے' آپ نے اپنی محبت میں اور مجھے پریشان نہ کرنے کی وجہ سے یہ سب کچھ نہیں بتایا لیکن........ لیکن عالم آراء' چھوڑیئے ان باتوں کو دیکھئے اگر کوئی ایسا ذریعہ ہو تاکہ میں میں آپ کی اس لمحاتی پریشانی کو دور کر سکتا تو آپ یقین فرمائیے آپ کی

اس کیفیت کے بعد ذرا برابر بھی اس بارے میں نہ سوچتا کہ اب ایک لمحہ بھی آپ کو چھوڑوں۔"

"تو پھر تو پھر آپ پھر چلے جائیں گے۔ میں میں آخر کہاں تک ان بچیوں کا تحفظ کروں' کاروبار کا مسئلہ الگ ہی' سب کچھ دیکھنا پڑتا ہے مجھے اور اب جبکہ یہ خوف کی فضا پیدا ہوگئی ہے تو میرے لئے اور مشکلات پیش آگئی ہیں بچیوں کو سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے کیا کہوں ان سے کیا نہ کہوں' کتنی ساری الجھنیں پال لی ہیں میں نے............"

"ہاں مجھے احساس ہے عالم آراء' بس یوں سمجھ لیجئے کہ میں میں' عالم آراء میں آپ کا مجرم بن گیا ہوں' لیکن ایک بے گناہ مجرم' میں کیا بتاؤں آپ کو کہ کیا کچھ پیش آیا ہے میرے ساتھ۔"

"ہاں آپ مجھے نہ بتائیے' مجھے بتانا ضروری بھی نہیں ہے حکم دیجئے مجھے کیا کرنا چاہیے' اصل میں اپنے لئے زیادہ فکر مند نہیں ہوں بلکہ ان بچیوں کا خوف ہے انہیں قیدی بناکر رکھ لیا ہے میں نے' آپ کو پتہ ہے' شفق تو پھر بھی سمجھدار ہے لیکن رعنا کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے میرے لئے۔"

"خیر بچیوں کا اتنا مسئلہ نہیں ہے' میرا مطلب یہ نہیں کہ آپ انہیں آزادی دے دیجئے گا' بلکہ بلکہ مجھے یہ خوف ہے کہ انہیں بھی کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"آخر کون ہے وہ' جو اچانک ہمارا دشمن بن گیا ہے۔ کون نقصان پہنچا سکتا ہے' میری بچیوں کو' مجھے کچھ تو بتائیے اگر ایسا کوئی مسئلہ ہے تو پھر ہم پولیس کا سہارا کیوں نہ حاصل کریں۔"

"آپ کا کیا خیال ہے کیا میں نے ان تمام چیزوں کے بارے میں نہیں سوچا ہوگا' کیا میں یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ ہمیں اپنی مشکلات کے لئے پولیس کا سہارا لینا چاہیے؟"

"تو پھر آخر کیا کریں ہم' کتنا عرصہ یہ سب کچھ رہے گا آپ کو کچھ علم ہے کہ کیا ہو چکا ہے؟"

"نہیں' میں کچھ نہیں جانتا' کیوں' کوئی اور خاص بات ہوئی ہے کیا؟"

"بہت سی خاص باتیں ہوئی ہیں' جو بچی آپ نے میرے حوالے کی تھی' میں اس کا تحفظ کرنے میں ناکام رہی ہوں۔"

"کیا.........؟" کنور مہتاب علی اچانک اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

"ہاں' میں اس کے لئے آپ سے معذرت چاہتی ہوں' شرمندہ بھی ہوں اور غمزدہ بھی' لیکن لیکن میں اس بچی کی حفاظت نہیں کر سکی اور مجھے خطرہ ہے کہ وہ اب ہماری تحویل میں نہیں ہے۔"

"کنور مہتاب علی پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہوگئی تھی وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے عالم آراء کو دیکھتا رہا' پھر اس نے آہستہ سے کہا۔"

"کیا کہہ رہی ہو عالم آراء' یہ تم نے یوں سمجھو مجھے موت کی خبر سنا دی ہے؟"

"میں کیا کرتی' آخر آپ مجھے بتائیے میں کیا کرتی۔ آخر کس طرح اس کا تحفظ کرتی' میں نے بارہا یہ محسوس کیا ہے کہ کچھ پراسرار لوگ ہمارے گرد چکراتے رہتے ہیں' کوٹھی میں بھی نئے نئے لوگوں کو پراسرار طریقے سے داخل ہوتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ ہرچند کہ میرے ساتھی خاص طور سے دیوان سرکار اس سلسلے میں بہت زیادہ محتاط ہیں۔ لیکن میں کیا کرتی' پھر میں نے ایک فیصلہ کیا آپ تو اس دن آنے کے بعد ایسے غائب ہوئے کہ آپ نے دوبارہ ہماری خبر ہی نہیں لی' مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں اس بچی کا تحفظ کرنے میں ناکام رہوں گی' کبھی نہ کبھی کوئی میرے پاس پہنچ جائے گا اور مجھے آپ سے شرمندگی اٹھانا پڑے گی لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ معاملات اتنی دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔"

"ہوا کیا خدا کے لئے مجھے بتائیے عالم آراء کیا ہوا ہے؟"

"بچی کو میں نے سطوت جہاں کے پاس بھیج دیا تھا۔"

"سطوت جہاں؟"

"مہتاب پور ہاؤس کی بات کر رہی ہوں۔"

"اوہو اچھا' پھر یہ تو میرا خیال ہے آپ نے بہت بہتر کیا' سطوت جہاں ایک قابل اعتماد خاتون ہیں اور یقینی طور پر آپ نے جو کچھ ان سے کہا ہوگا انہوں نے اس کی پابندی

کی ہوگی' آہ یہ خیال میرے ذہن میں نہیں آیا تھا واقعی مہتاب پور ہاؤس میں تو اس بچی کی' مگر مگر مگر آپ کے الفاظ تو کچھ اور ہی ہیں۔"

"ہاں آپ نے کہا کہ سطوت جہاں ایک قابل اعتماد خاتون ہیں۔"

"میں تو یہ سمجھتا ہوں' کیوں کیا ہوا؟ کیا آپ کا تجربہ اس سے مختلف ہے؟"

"نہیں میرا تجربہ اس سے مختلف نہیں ہے۔ سطوت جہاں قابل اعتماد خاتون ہیں نہیں' تھیں۔"

"کیا' کیا مطلب.........؟"

"ہاں' رحمٰن اور سطوت جہاں کو مہتاب پور ہاؤس میں قتل کر دیا گیا ہے" کنور مہتاب علی پر ایک بار پھر حیرت کا دورہ پڑا تھا' وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے عالم آراء کو دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

"قتل کر دیا گیا ہے.........."

"ہاں ان کی لاشیں مہتاب پور ہاؤس میں پائی گئی ہیں۔ دارالحکومت سے ایک پولیس آفیسر تحقیقات کے لئے آیا تھا اور اسی نے یہاں آکر یہ اطلاع دی ہے' مہتاب پور ہاؤس کے حوالے سے وہ مہتاب پور آیا تھا۔ دیوان سرکار اس کے ساتھ دارالحکومت گیا ہوا ہے' تاکہ ان دونوں کی وہیں تدفین کر دے۔"

"اور بچی.........؟"

"اب یہ تو دیوان سرکار ہی واپس آکر بتائے گا کہ بچی کا کیا ہوا؟"

"اوہ' اگر کسی نے ان دونوں کو قتل کر دیا ہے تو بچی اب لازمی طور پر ان کے پاس نہیں ہوگی' اوہ مائی گاڈ' اوہ مائی گاڈ۔" کنور مہتاب علی کا چہرہ ایک دم سفید پڑ گیا' عالم آراء اسے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔ "آخر وہ ہے کون' کس کی بچی ہے کیا قصہ ہے' کہاں سے لے آئے ہیں آپ اسے اور کیوں اسے چھپائے چھپائے رکھنا چاہتے ہیں؟"

کنور مہتاب علی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا وہ دیر تک سکتے کے سے عالم میں کھڑا رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"اگر بچی غائب ہوگئی ہے تو پھر یوں سمجھ لیجئے کہ مجھے اب موت سے کوئی نہیں بچاسکے گا۔"

"خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کیجئے خدا کے لئے۔"

"لیکن، لیکن یہ موت تم لوگوں تک نہیں پہنچے گی' اس کا میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟"

"یوں سمجھ لیجئے عالم آراء بیگم کہ وہ بچی میری زندگی کی ضمانت تھی' اور اب میری زندگی کی کوئی ضمانت نہیں ہے خیر اب میں اتنا کچا آدمی بھی نہیں ہوں اپنے شہر اپنے وطن میں کوئی مجرمانہ کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اگر لوگ مجھے جرائم کی زندگی کی جانب لانا ہی چاہتے ہیں تو میں اتنا نرم چارہ نہیں ثابت ہوں گا ان کے لئے۔" کنور مہتاب علی خود کلامی کر رہا تھا' عالم آراء کی جانب اس کی توجہ ہی نہیں تھی' عالم آراء نے اسے جھنجوڑتے ہوئے کہا۔

"مہتاب علی تمہیں خدا کا واسطہ مجھے بھی تو کچھ بتاؤ' کون ہے وہ بچی اور وہ کون لوگ ہیں جو اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں اور تم تم میرا مطلب ہے کہ یہ سب کچھ جو تم کہہ رہے ہو اس کا مفہوم کیا ہے؟"

"نہیں عالم آراء بیگم اس کا مفہوم بھی آپ کو بتا دینا' ابھی آپ کے حق میں درست نہیں ہوگا۔"

"کیوں آخر کیوں؟"

"اس لئے کہ اگر کبھی کسی نے آپ پر ہاتھ ڈال بھی دیا تو وہ آپ سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اور ایک بات میں آپ سے عرض کردوں اگر اسے صحیح معلومات حاصل ہوگئیں تو پھر آپ کی زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔" عالم آراء پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہ گئی پھر اس نے کہا۔

"بچیوں کا کیا کروں' انہیں تو کہیں بھیج بھی نہیں سکتی؟"

"کہاں بھجیں گی بچیوں کو' براہ کرم آپ خود ہمت سے کام لیجئے اور ان کا تحفظ

کیجئے۔"

"اور آپ....؟"

"مجھے جانا ہے عالم آراء بیگم مجھے ضرور جانا پڑے گا' میرے جائے بغیر کام نہیں بن سکتا۔"

"ایک آخری سوال کروں آپ سے؟"

"کرو عالم آراء بیگم۔" کنور مہتاب علی تھکے تھکے انداز میں واپس مڑا اور ایک بار پھر مسہری پر بیٹھ گیا۔ اب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم کی جان نکل گئی ہو۔ وہ بہت زیادہ خوف کا شکار نظر آ رہا تھا۔ بہت دیر تک اس پر یہ کیفیت طاری رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں عالم آراء بیگم اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے لیکن لیکن بہرطور میں نے زندگی میں کبھی یہ سب کچھ نہیں کیا ہے' اب کرنا پڑے گا عالم آراء بیگم اب کرنا پڑے گا۔"

"کیا مجھے کچھ نہیں بتاؤ گے؟"

"نہیں عالم آراء آخری بار کہہ رہا ہوں کہ آپ کو ابھی کچھ بتانا میرے حق میں بہتر ہے اور نہ آپ کے حق میں۔"

"ہماری یہ قید کب تک جاری رہے گی؟"

"دیکھئے عالم آراء بیگم میں ایک مشکل کا شکار ہوں اگر اس مرحلے پر آپ نے کچھ سخت گفتگو کی تو مجھ پر بھی جنون سوار ہو جائے گا' میں آپ سے یہ عرض کر چکا ہوں کہ میں بے گناہ ہوں بالکل بے گناہ ہوں' میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے میں نے کوئی ایسی برائی نہیں کی ہے جس میں میرے اپنے ارادے کا دخل ہو' کچھ ہوگیا ہے بے شک ایسا کچھ ہوگیا ہے جو آپ کو پسند نہیں آئے گا لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا' ہاں اگر مجھے قصوروار قرار دے سکتی ہیں آپ تو صرف اتنا ہے کہ مہم جوئی سے مجھے شوق رہا ہے اور میں ان دنوں مہم جوئی ہی کے واقعے کا شکار ہوگیا ہوں' عالم آراء بیگم براہ کرم آپ مجھے

مجرم نہ گردانیے اور ابھی مجھ سے کوئی سوال نہ کیجئے۔" عالم آراء نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولی۔

"خدا آپ کو سلامت رکھے' خدا آپ کی زندگی محفوظ رکھے آپ خود تصور کیجئے ایک ایسی بیوی کا جس کا شوہر اس کے پاس موجود نہ ہو جس کے اوپر زمانے بھر کی ذمہ داریاں ہوں اور جو انتہائی سنسنی خیز حالات کا شکار ہو' میں بس انہی حالات کی وجہ سے گھبرائی ہوئی ہوں' مجھے سب سے زیادہ بچیوں کی فکر رہتی ہے اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ان کے تحفظ کے لئے کیا بندوبست کروں۔"

"آپ چاہیں تو کوٹھی میں ملازموں کی پوری فوج رکھ سکتی ہیں' اخراجات کی بالکل پرواہ نہ کیجئے' کاروبار کے بھی مسئلے ہیں' اول تو ہمارے ساتھ جو لوگ کام کر رہے ہیں وہ بڑے دیانتدار لوگ ہیں' آپ پوری توجہ اس وقت اس بات پر رکھیئے کہ اپنے گھر میں اپنا تحفظ کر سکیں آپ نے جو خبر مجھے سنا دی ہے اگر وہ سچ ہے تو پھر یہ سمجھ لیجئے کہ ہمارے لئے مشکلات کا آغاز ہو گیا ہے' لیکن اب ان مشکلات کو میں ذرا مختلف طریقے سے دیکھوں گا اچھا مجھے اجازت دیجئے اس سے زیادہ میں آپ کے پاس نہیں رک سکوں گا۔" عالم آراء بے بسی کی نگاہ سے اسے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔

"میرے بھی کچھ حقوق ہیں اپ پر۔"

"خدا کے لئے عالم آراء خدا کے لئے' آپ کے تمام حقوق ہیں مجھ پر لیکن براہ کرم اس وقت انہیں طلب نہ کیجئے گا اگر تقدیر نے مجھے موقع دیا تو بس یوں سمجھ لیجئے' باقی زندگی آپ کے ساتھ گزار دوں گا اور اپنے تمام مشاغل ختم کر دوں گا۔"

عالم آراء نے ایک ٹھنڈی سانس لی' چند لمحات شوہر کو دیکھتی رہی اور پھر اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"سوری کنور مہتاب علی' مجھے سخت شرمندگی ہے' اصل میں آپ کو ایک بار پھر یہ یہی بتا رہی ہوں کہ مجھے اپنی ذرہ برابر فکر نہیں ہے بس دونوں بچیاں ہی ہماری ملکیت ہیں باقی سب کچھ تو ٹھیک ہے' اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو کچھ دیا ہے اس سے ساری زندگی بہتر

ہے گزاری' اگر اس میں کوئی کمی ہو جائے تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے لیکن میری بچیوں کو کوئی نقصان پہنچنے میں یہ برداشت نہیں کر سکوں گی۔"

"دیکھئے عالم آراء میں منظر عام پر نہیں ہوں' میں آپ کو ہدایت کرتا ہوں' دیوان سرکار سے رابطہ کر کے آپ یہاں ایسے ذمے دار لوگوں کی تعداد بڑھا دیجئے جو بہترین حفاظت کر سکیں اگر کتوں کی تعداد بڑھانا چاہتی ہیں تو دنیا کے قیمتی ترین کتے خرید لیجئے جو رکھوالی کر سکیں' آپ اس کوٹھی کا تحفظ کر لیجئے بہت زیادہ طویل وقت نہیں گزرے گا اس مسئلے کے حل میں بس چند لوگوں سے نمٹ لوں اس کے بعد میں واپس آپ کے پاس آجاؤں گا۔ دعا کیجئے کہ خدا کرے وہ بچی مل جائے' ہاں اگر وہ نہ ملی تو پھر یوں سمجھ لیجئے کہ حالات کی بہتری ممکن نہیں ہے۔"

"آہ مجھے خوفزدہ کر رہے ہیں آپ' مجھے خوفزدہ کر رہے ہیں لیکن خیر فکر نہ کیجئے' آپ اپنی زندگی اور سلامتی کا پورا پورا خیال رکھیئے' میں یہ وقت نکال لوں گی جس طرح بھی بن پڑا' میں یہ وقت نکال لوں گی' مجھے ایک نیا چولا پہننا پڑے گا اور......... اور آپ کو یہ اندازہ نہیں ہے کہ میں اندر سے کیا ہوں؟"

"مجھے اندازہ ہے عالم آراء بیگم آپ میری بیوی ہیں' ہم نے زندگی کا ایک طویل دور ساتھ گزارا ہے مجھے یہ علم ہے کہ آپ اندر سے کیا ہیں۔ آپ اپنے اندر کی عورت کو آواز دیجئے اس وقت آپ کے شوہر کو آپ کی مدد کی ضرورت ہے' اگر آپ سے بھی اسے مدد نہ حاصل ہو سکی تو پھر وہ کہاں جائے گا۔" عالم آراء نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے کنور مہتاب علی اب آپ مطمئن ہو جائیں لیکن آپ اتنا تو بتا دیجئے کہ آپ کا قیام کہاں ہے؟"

"ابھی کچھ نہیں بتا سکتا عالم آراء بیگم اور یقین کرو میرا قیام کسی ایک جگہ نہیں ہے۔"

"ہوں......... تو آپ جا رہے ہیں۔"

"ہاں، میرا نکل جانا بہت ضروری ہے، آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ میں کس چکر میں پھنسا ہوا ہوں، اگر میں یہاں موجود رہا تو وہ کتوں کی طرح میری بو سونگھتے ہوئے یہاں پہنچ جائیں گے اور پھر یہ جگہ زیادہ خطرناک ہو جائے گی۔" عالم آراء کی آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے رینگ آئے لیکن اس نے انہیں پی لیا۔ کنور مہتاب علی کھڑا ہو گیا تھا، اس نے آہستہ سے کہا۔ "اچھا عالم آراء خدا حافظ۔"

"خدا حافظ ...." عالم آرام مدہم سرگوشی میں بولی اور کنور مہتاب علی ہوا کے کسی تیز رفتار جھونکے کی طرح دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ عالم آراء جب اس کے پیچھے پیچھے راہداری میں آئی تو وہ راہداری کے آخری سرے پر نظر آ رہا تھا اور اس کے بعد نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

عرشی بلا کی تیز تھی۔ نجمہ پھوپھی کے بارے میں سب کچھ جانتی تھی وہ۔ اور اچھی طرح جان بوجھ کر ہی اس نے اس کام کا آغاز کیا تھا اب نجمہ پھوپھی پیٹ پکڑے رہی تھیں، سچ مچ پیٹ میں درد ہی ہو رہا تھا۔ عجیب سی ہیجان خیز کیفیت سوار تھی ان پر، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ روح فرسا خبر کیسے سنائیں کس کو سنائیں، عرشی کو بھی جانتی تھیں قیامت برپا کر دے گی اگر اس کی کوئی بات منہ سے نکل گئی تو......... لیکن زہر بھی تو لا کر نہیں دے سکتی تھیں اسے، کچھ نہ کچھ کرنا تو ضروری ہے بچی جان سے جائے گی اور بہرطور انہیں کسی قیمت پر گوارہ نہیں تھا......... بہت دیر سوچتی رہیں۔ دادی اماں کے کمرے کے سامنے کے چکر لگاتی رہیں، اس دوران ایک عجیب جان کنی کی سی کیفیت کا شکار تھیں......... دادی اماں خود ہی کمرے سے باہر نکلیں اور نجمہ پھوپھی دھک سے کھڑی رہ گئیں۔ دادی اماں نے انہیں دیکھا اور بولیں۔

"اے نجمہ کیا بات ہے خیریت، کہاں ٹہل رہی ہو؟" نجمہ پھوپھی نے کوئی جواب نہ دیا تو دادی اماں ان کے پاس آگئیں۔

"اے خدا خیر کرے......... آؤ تو سہی ذرا اندر تو آؤ۔"

"آپ بلا رہی ہیں تو اندر آ جاتی ہیں۔ لیکن لیکن یوں سمجھ لیجئے کہ بس یا خدایا ......"

"اے نجمہ خیر تو ہے کیوں مجھے ہولائے دے رہی ہو بات کیا ہے؟"

"بس اماں بی کیا بتاؤں' سر پھوڑ لینے کو جی چاہ رہا ہے' اے اماں بی نظر لگ گئی ہمارے گھر کو۔ اے اماں بی سب کچھ ملیامیٹ ہو گیا' عزت لٹ گئی اماں بی۔" نجمہ پھوپھی بین کرنے لگیں۔

دادی اماں نے دروازہ بند کر لیا تھا' نجمہ کے پاس پہنچ کر بولیں۔

"اے نجمہ تجھے میری قسم دیکھو میری جان کی قسم ہے تمہیں' مجھے تو بتا دو کیا بات ہے؟"

"قسمیں دلا رہی ہیں آپ' اللہ آپ کی زندگی رکھے اب تو زبان بند نہیں رہ سکتی۔ آیا گیا آپ ہی نمٹیں گی آپ نے مجھے قسمیں دلائی ہیں اب بھلا میری کیا مجال ہے کہ زبان بند رکھوں.........اور پھر زبان تو میں ویسے بھی بند نہیں رکھ سکتی تھی اماں بی.........ہائے کیا بتاؤں کیا ہو گیا........"

"اری کچھ منہ سے تو پھوٹو نجمہ' کیوں مجھے ہلکان کئے دے رہی ہو؟"

"بتا رہی ہوں.........اماں بی بتا رہی ہوں یہ یہ۔ عرشی ظلم کر بیٹھی ہے' ارے اماں بی کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا ارے میں کہتی ہوں لڑکیوں کو اتنی آزادی دینے کا وقت اس دور میں آیا ہے ارے ہم نے بھی تو اتنی زندگی گزار دی کوئی انگلی نہ اٹھا سکا' اماں بی غضب ہو گیا' غضب ہو گیا۔"

اب دادی اماں کو غصہ آنے لگا۔ نجمہ پھوپھی ڈرامہ کئے جا رہی تھیں۔ دادی اماں نے کہا۔

"دیکھو نجمہ میری عادت جانتی ہو' جب تک نرم ہوں نرم ہوں' جب سخت ہو جاتی ہوں تو مجھے سنبھالا نہیں جا سکتا۔ میں تم سے مسلسل پوچھے جا رہی ہوں اور تم مجھے کہانیاں سنائے جا رہی ہو۔ ارے چھوڑو اپنے ماضی کو' کیا ہوا عرشی کو' کیا ہو گیا کیا کر ڈالا اس نے؟"

"ہائے اماں بی کوئی چھوٹی موٹی بات ہوتی تو منہ کھول کر کہہ بھی دیتی' ہائے کیسے کہوں کس منہ سے کہوں کہ لٹ گئی ہماری عزت' برباد ہو گئے ہم سارے کے سارے۔"

"خدا تمہیں غارت کرے نجمہ اور کیا کہو۔ ارے خدا کی بندی کچھ منہ سے تو پھوٹ دے' عرشی کا نام لیا ہے تو نے غور کر لیجیو جو کچھ کہہ رہی ہے۔"

"جھوٹ نہیں بولوں گی اماں بی آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گی۔ ارے آپ سے جھوٹ بول سکتی ہوں میں اور......... اور پھر یہ بات' نہ بھائی نا......... گردن اتر جائے بری' یہ بھی بھلا کوئی چھپانے کی بات ہے اور وہ کر سکتی ہوں میں جو مجھ سے کہا گیا ہے۔"

دادی اماں کی نگاہیں دیکھ کر نجمہ پھوپھی ایک دم سنبھل گئیں۔ دادی اماں نے غلط نہیں کہا تھا' جنونی ٹائپ کی خاتون تھیں' بعض اوقات ان کا غصہ قابو سے باہر ہو جاتا تھا اور اس وقت ان کے غصے کو سنبھالنے والا کوئی بھی نہیں ہوتا تھا۔ جلدی سے بولیں۔

"شادی کر لی عرشی نے'

عرشی نے شادی کر ڈالی ہے اماں بی۔"

"کیا........" دادی اماں کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

"ہاں......... اب خود ہی بتائیے' منہ کھول کر اتنی بڑی بات کیسے کہہ دیتی ہیں' کس طرح سے کہہ دیتی' آپ کہہ سکتی تھیں میری جگہ ہوتیں تو یہ بات.........؟"

"اے خدا کی بندی کچھ آگے بھی تو بول کیا کہہ رہی ہے' کچھ ہوش و حواس قابو میں ہیں؟"

"ہوش و حواس ہی تو قابو میں نہیں ہیں اماں بی عرشی میرے پاس آئی تھی۔ دیکھو سب میں بتائے دے رہی ہوں۔ عرشی میرے پاس نہیں آئی تھی بلکہ صبح کو وہ......... وہ باغ میں ٹہل رہی تھی۔ پریشان تھی رو رہی تھی۔ تمہیں پتہ ہے اماں بی۔ میں بھی صبح کو باغ میں ٹہلنے نکل جاتی ہوں عرشی بھلا اتنی صبح کہاں سے اٹھنے والی......... اسے چہل قدمی کرتے دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ پہنچ گئی ہیں اس کے پاس۔ آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ شکل اجڑی ہوئی تھی۔ میرا تو دل ہول گیا۔ میں نے ذرا سا دلاسہ دیا تو پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔"

"کون عرشی.........؟"

"ہاں اسی کے بارے میں کہہ رہی ہوں۔"

"مگر کیوں ہوا کیا.........."

"بڑی مشکل سے زبان کھولنے پر آمادہ ہوئی کہنے لگی' نجمہ پھوپھی مجھے زہر منگا دو میں زہر کھا کر سو جانا چاہتی ہوں۔ بھلا مجھ سے یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا' قسمیں دلائیں طرح سے سہارے دیئے' تب بڑی مشکل سے زبان کھولنے پر آمادہ ہوئی۔ کہنے لگی ا نے جاوید نامی کسی نوجوان سے شادی کرلی تھی۔ دو سال پہلے کی بات ہے' اور اب وہ ایک بچی کی ماں بھی ہے۔ جاوید نے اسے دھوکا دے دیا موا کم بخت مارا' کہیں بھاگ گیا۔ چھوڑ چھاڑ کر' بچی کو وہی رکھتا تھا۔ اماں بی کچھ بھی کہیں' لڑکیوں کو اتنی آزادی دینا لیجئے تباہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے اور وہ تباہی آگئی اس گھر پر۔ اب بتایئے کیسے سنبھالیں عزت۔ ارے ہم تو دو کوڑی کے لوگ ہیں۔ ہمارا تو خیر کیا ہی بگڑے گا لیکن گھر کا کیا ہوگا ارے ہم تو اپنے آپ کو یہی سمجھتے ہیں کہ اس گھر کی عزت ہے تو ہماری عزت ہے ور ہم کیا اور ہماری اوقات کیا۔"

"نجمہ خدا کے لئے پوری بات تو سناؤ مجھے' ادھر ادھر کی ہانکنے لگ جاتی ہو ارے کچھ کہہ رہی ہو وہ سچ ہے۔ اس کم بخت ماری کی عادت جانتی ہو' ایسے ایسے گہرے مذا کرتی ہے کہ کسی کو شبہ تک نہیں ہوتا کہ مذاق کر رہی ہے۔ مذاق کیا ہوگا اس نے سے۔"

"لو اماں بی مجھ سے مذاق کرنے کی کیا ضرورت تھی اسے ایک میں ہی رہ گئی تھ مذاق کرنے کے لئے۔ وہ سچ کہہ رہی تھی اس کا حلیہ بتا رہا تھا اس کی شکل بتا رہی تھی کہ رہی تھی اس نے دو سال پہلے شادی کرلی تھی کسی جاوید نامی نوجوان سے وہ اس سے محبت کرتی تھی اور اس کے بعد اس کے ساتھ رہتی رہی' اس بات کو چھپائے رہی پھر ایک بچ کی ماں بن گئی اب جاوید اسے چھوڑ کر بھاگا ہے تو پریشان پھر رہی ہے۔"

"کہاں ہے وہ.........؟" دادی اماں نے سوال کیا۔

"خدا جانے.........اماں بی تمہیں خدا کا واسطہ دیکھو میرا چونڈا مت کٹوا دینا اس۔

مجھے منع کر دیا تھا کہ کسی کو بتاؤں نہیں' مگر آپ خود بتایئے' کیا یہ ایسی بات تھی کہ میں چھپائے رکھتی اسے......... اور یہ سو روپے کا نوٹ دیا ہے مجھے زہر منگانے کے لئے......... کہنے لگی نجمہ پھوپھی اگر زندگی میں کبھی آپ نے مجھ سے محبت کی ہے تو خدا کے لئے مجھے زہر منگوا کر دے دیجئے۔ میں زہر کھا کر سو جانا چاہتی ہوں۔"

"اللہ نہ کرے اللہ نہ کرے......... ارے دیکھو کہاں ہے وہ نجمہ اسے بلا کر لاؤ میرے پاس۔"

"میں........." نجمہ پھوپھی اچھل پڑیں۔

"ہاں کیوں.........؟"

"قتل کردے گی مجھے۔ میں کمرے میں گئی کہ دادی اماں نے بلایا ہے تو سمجھ لو سر پھاڑ دے گی میرا......... ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی' اسے تم اچھی طرح جانتی ہو اماں بی۔"

"ہوں' اپنے کمرے میں ہی ہے؟"

"ہاں۔"

"چلو میں خود چلتی ہوں۔"

"مم میں بھی چلوں۔"

"چلو جب میں کہہ رہی ہوں تو چلتی کیوں نہیں"

"دیکھو اماں بی.........مم مجھے......... مجھے نہ لے جاؤ اپنے طور پر معلوم کرلو جو کچھ نہیں معلوم کرنا ہے۔"

"چلو میرے ساتھ........." دادی اماں نے غرا کر کہا۔ اور نجمہ پھوپھی پر مردنی چھاگئی۔ بہرطور مرے مرے قدموں سے باہر نکل آئی تھیں' اب جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا ہے مگر دل مطمئن پا رہی تھیں' کم از کم اپنی ذات پر یہ بوجھ نہیں رہا تھا' اب یہ بوجھ تقسیم ہوگیا تھا۔ عرشی اپنے کمرے میں ہی موجود تھی اسے اتنی جلدی کی امید نہیں تھی بہرحال دادی اماں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے آگے آکر دروازہ کھول دیا دادی اماں کو دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔

"آیئے دادی اماں........ آج آپ ہمارے کمرے میں........؟" لیکن پھر دادی اماں کے پیچھے نجمہ پھوپھی کو دیکھ کر عرشی کی آنکھیں سکڑ گئیں۔ بغور نجمہ پھوپھی کو دیکھا۔ دادی اماں اندر داخل ہوگئی تھیں انہوں نے پیچھے مڑ کر کہا۔

"آؤ نجمہ........" اور نجمہ پھوپھی بھی اندر داخل ہوگئیں........دادی اماں نے عرشی کو سر سے پاؤں تک گھورتے ہوئے کہا۔"

"بیٹھ جاؤ اور سنو نجمہ سے تم کسی بھی سلسلے میں کچھ نہیں کہو گی۔ دیکھو عرشی نجمہ اس گھر کی ایک فرد ہے ایک ذمہ دار عورت ہے اگر اس نے مجھ سے کچھ کہا ہے تو یوں سمجھو اپنی ذمہ داری کی بنیاد پر کہا ہے۔ میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ نجمہ سے اس بارے میں ایک لفظ نہ کہنا۔"

"نجمہ پھوپھی........" عرشی مٹھیاں بھینچ کر بولی۔

"اے میں مرگئی........ میرے مالک........ میرے مولا........" نجمہ پھوپھی تھر تھر کانپنے لگیں۔

"دادی اماں نے پھر کہا۔" "عرشی میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کیا کہہ رہی ہوں میں دادی اماں؟"

"بیٹھو بیٹھ جاؤ........" دادی اماں کی تجربے کار نگاہیں عرشی کے سراپے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ان کا تجربہ یہ بتا رہا تھا کہ وہ ایک بچی کی ماں تو کہیں سے نہیں لگتی۔ بہرحال تجربے دھوکہ بھی دے جاتے ہیں۔ وہ بیٹھ گئیں اور پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"تم نے نجمہ سے جو کچھ کہا ہے کیا وہ سچ ہے؟" عرشی کے چہرے پر ایک سنگین سی خاموشی طاری تھی وہ خاموش رہی۔ دادی اماں پھر بولیں۔

"میں پوچھ رہی ہوں تم نے نجمہ سے جو کچھ کہا ہے' کیا وہ سچ ہے؟"

"ہاں دادی اماں۔ وہ سچ ہے۔"

"گویا........گویا تم نے خاندان کی عزت لٹا دی؟"

"کیا کروں دادی اماں بھٹک گئی تھی۔ عرشی مغموم لہجے میں بولی۔"

"اور تم ایک بچی کی ماں بھی ہو؟"

"جی۔"

"شرم نہیں آتی یہ جملے ادا کرتے ہوئے؟"

"نہیں........" عرشی نے کہا اور پھر گڑبڑا کر جلدی سے بولی۔ "مم........ میرا مطلب ہے آتی ہے آتی ہے........"

"تجھے یہ سب کچھ کرنا چاہیے تھا عرشی........؟"

"نہیں۔"

"پھر تم نے کیوں کیا........"

"کھانا بھٹک گئی تھی۔"

"کچھ نہیں........میں خاموشی سے زہر کھا کر سو جاؤں گی آپ لوگوں کو بالکل رسوا نہیں کروں گی۔"

"اگر تو زہر کھا کر سو جائے گی تو ہم سب رسوائی سے بچ جائیں گے۔"

"یہ سب کچھ میرے بعد ہوگا میں تو دیکھنے کے لئے زندہ نہیں رہوں گی۔"

"ہوں........کون تھا یہ جاوید........"

"ایک بہت خوبصورت لڑکا تھا' کالج میں تعلیم حاصل کرتا تھا کسی زمانے میں۔ ماں باپ نہیں تھے لاوارث تھا' چچا نے پرورش کی تھی۔ اس کے بعد چچا نے بھی گھر سے نکال دیا۔ بے یارومددگار پھر رہا تھا مجھ سے ملاقات ہوگئی۔ مجھے اس پر ترس آگیا دادی اماں وہ مجھ سے محبت کرنے لگا تھا۔ پھر........پھر........پھر ہم دونوں کی شادی ہوگئی۔"

"کہاں........؟"

"کورٹ میں۔"

"کوئی ثبوت؟"

"کاغذات میرے پاس موجود ہیں۔"

"پھر۔"

"پھر ہم دونوں زندگی گزارتے رہے۔ میں رات کو یہاں آجاتی تھی، جاوید سے ر
میں دو چار گھنٹے کے لئے ملاقات ہو جایا کرتی تھی۔ پھر..... پھر........."

"ہاں پھر کیا........؟"

"پھر میں ایک بچی کی ماں بن گئی۔"

"خدا تجھے غارت کرے کس کھلے منہ سے کہہ رہی ہے۔ اری مگر تو تو یہیں رہ
تھی ہم سب اندھے ہوئے تھے کیا........؟"

"دادی اماں میں نے بڑی احتیاط سے کام لیا تھا۔"

"کمال ہے نجمہ......... کمال نہیں ہے، یہ ہو کیا گیا ہے آج کل کی نسل کو، ار
خدا انہیں غارت کر دے ارے خدا انہیں فنا کر دے، یہ.........یہ......... یہ وہ سب کچھ کر بیٹھتی ہیں جس کا تصور کر کے ہارٹ فیل ہو جایا کرتے تھے۔ ارے خدا انہیں غارت کر دے۔" دادی اماں کوسنے پر کوسنے دینے لگیں۔ عرشی سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"اب کیا ہو گا ناشدنی اب کیا ہو گا، ارے میں تو پہلے ہی کہتی تھی کہ کوئی نہ کوئی گل کھلے گا۔ یہ ناشدنی کچھ نہ کچھ کر کے رہے گی۔ باوا کو جنگلوں کی خاک چھاننے سے فرصت نہیں ہے ارے کیا تلاش کرتا پھر رہا ہے وہ جنگلوں میں۔ جب دیکھو مہم پر جا رہے ہیں، مہم پر جا رہے ہیں اور یہاں بیٹی نے نئی مہم جوئی شروع کر رکھی ہے۔ ابھی دادی اماں یہاں کوسنے پیٹنے دے رہی تھیں کہ عرشی کی والدہ کسی کام سے اندر داخل ہو گئیں۔ اور یہاں کے ماحول کو دیکھ کر ششدر رہ گئیں۔ عرشی ایک دم سے کھڑی ہو گئی تھی۔"

"کیا ہوا اماں بی، کسے برا بھلا کہہ رہی ہیں۔ کچھ ایسی ہی آوازیں سنائی دے رہی تھیں باہر سے۔"

"آجاؤ........ آجاؤ........ بیگم صاحبہ اندر آجاؤ، آؤ تمہیں ایک دلچسپ کہانی سناؤں۔" عرشی کی والدہ اندر داخل ہو گئیں......... لیکن دوسرے لمحے عرشی کے منہ سے نکلا۔

"ارے باپ رے........." اور وہ پھرتی سے اٹھ کر باہر دوڑ لگا گئی۔ اب یہاں رکنا

خطرے سے خالی نہیں تھا پہلے یہ سارے معاملات ہموار ہو جائیں اس کے بعد جیسی بھی صورت حال ہو اندازہ لگا کر آگے قدم بڑھایا جا سکتا ہے۔

الیاس خان ہسٹری شیٹر تھا' ہر قسم کے جرائم کرتا رہتا تھا۔ بہت سے برے دھند
کئے تھے اس نے' یہاں تک کہ قتل دغا رتگری سے بھی گریز نہیں کیا تھا۔ پھر اس نے
اپنا معیار زندگی بڑھایا۔ ایک گروہ قائم کیا اور بڑے آدمیوں کے کام آنے لگا۔ شہر میں
سے بڑے آدمی ہوتے ہیں' اور انہیں اپنی بڑائی قائم رکھنے کے لئے الیاس خان
لوگوں کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے الیاس خان بذات خود بہت کچھ تھا۔ لیکن جب لو
لمبی لمبی رقمیں دے کر باس بننے کی کوشش کریں تو ان کی بڑائی کو تسلیم کرنا پڑتا ہے الیا
خان نے بھی یہی طریقہ کار اپنایا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ رقم ہاتھ آئے...... اور یہ طریقہ
اسے بہت راس آیا تھا۔ خاصا صاحب حیثیت بن چکا تھا۔ فطرت میں کمینگی اگر نہ ہو
مجرم ہی کیوں بنتا۔ یہ کمینگی اس کی فطرت کا ایک حصہ تھی۔ بہت سے لوگوں کے کام
رہا تھا اور اب ایک نیا باس اس پر مسلط تھا۔ الیاس خان اور اس کے ساتھیوں نے
اندازہ بے شک لگا لیا تھا کہ یہ نیا باس کافی خطرناک ہے' بے رحم' سنگدل اور ہر کام
گزرنے والا' لیکن رقمیں بھی اتنی لمبی لمبی دیتا ہے کہ اس کے کسی کام سے انکار نہیں
جاسکتا۔ اگر لمبی رقم مل جائے اور ایک گدھا بھی اپنے آپ کو باس کہلوانے پر مجبور کر
تو اسے باس کہا جاسکتا ہے۔ اور اتفاق سے یہ شخص گدھا بھی نہیں تھا اس نے کچھ ذ
داریاں الیاس خان کے سپرد کی تھیں' انہیں پورا کرنے کے لئے اتنی رقم دے دی تھی

خود الیاس خان کو اس کی دماغی کیفیت پر شبہ ہونے لگا تھا۔ کام ایک بچی کی تلاش تھا جو یہیں کہیں موجود تھی۔ وہ خود ساری معلومات حاصل کر کے ہدایات دیا کرتا تھا...... اور الیاس خان اپنے لوگوں کے ساتھ اس کے لئے کام کیا کرتا تھا۔ پراسرار باس نے الیاس خان کو یہ بات ضرور کہہ دی تھی کہ کوئی بھی کام اتنی چابکدستی سے کیا جائے کہ اس میں کوئی دقت نہ ہو' کیونکہ اس سے آگے کی سلامتی متاثر ہوتی ہے۔ اب تک الیاس خان نے اپنے اس خطرناک باس کے لئے جو کارنامے سرانجام دیئے تھے وہ بہترین تھے۔ مثلاً" مہتاب پور ہاؤس میں ایک عورت اور ایک مرد کا قتل۔ باس خود بھی اس کام میں ان کا ساتھی تھا۔ اسکے بعد وہاں سے حاصل شدہ معلومات کے تحت فقیروں کے ڈیرے پر معلومات' پھر بھکارن اللہ رکھی کا اغواء' اللہ رکھی وہ نہیں نکلی تھی جس کی باس کو امید تھی' باس نے کہہ دیا تھا کہ وہ لوگ اگر چاہیں تو اللہ رکھی سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد اسے ختم کر دیا جائے۔ البتہ الیاس خان کو یہ امید نہیں تھی کہ جو کچھ ہوا ہے وہ ہو جائے گا۔ اب یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ باس کو غلط اطلاع دی جائے یا صحیح بات بتا دی جائے...... صحیح بات بتانے میں ذرا سی سبکی تھی لڑکی تو بھاگ گئی تھی۔ لیکن اب یہ مسئلہ ذرا ٹیڑھا تھا' ساتھیوں سے مشورہ کیا تو ایک ساتھی نے کہا۔

"دیکھو اگر ہم اسے یہ اطلاع دیتے ہیں کہ ہم نے لڑکی کو مار دیا۔ اور لڑکی کبھی کسی شکل میں سامنے آجاتی ہے تو سارا کام بھنڈ ہو سکتا ہے' بھئی سیدھی سیدھی بات کہہ دو کہ وہ دھوکا دے کر نکل گئی۔ ہم لوگوں نے اس کا تیاپانچہ کر دیا تھا اور مطمئن ہو گئے تھے کہ اب وہ ہل جل بھی نہیں سکے گی۔ لیکن کم بخت چکر دے کر نکل گئی۔ زیادہ سے زیادہ کچھ برا بھلا کہہ لے گا اور پھر کوئی ایسی بات بھی نہیں ہے' ہمیں اس کے لئے کام کرنا ہے تو یہ سچ تو ہمیں بولنا پڑے گا......" الیاس خان نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے میں تو بس یہ سوچ رہا تھا کہ ذرا ڈھنگ کی آسامی ہاتھ لگی ہے' چالو رہنے دیا جائے کوئی گھپلا کرے گا تو دیکھا جائے گا۔"

"تو پھر اب ارادہ کیا ہے......؟"

"کچھ نہیں آرام کرو.......... کل ہیڈ کوارٹر جاکر اطلاع دیں گے۔"

ہیڈ کوارٹر ایک بنگلہ تھا جہاں یہ لوگ ملا کرتے تھے' یہ فلیٹ بھی باس ہی کی ملکیت تھا ویسے الیاس خان نے اپنے ٹھکانے بھی بنا رکھے تھے۔ لیکن باس نے انہیں خصوصی ہدایت دی تھی کہ عام حالات میں وہ اسی فلیٹ تک محدود رہیں اور کسی اہم میٹنگ کے سلسلے میں اس بنگلے پر آجایا کریں۔ اچھی خاصی عیش کی گزر رہی تھی ان دنوں......

دوسرے دن الیاس خان اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہیڈ کوارٹر چل پڑا۔ ہیڈ کوارٹر پہنچنے کے بعد ہی باس کو کال کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ الیاس خان نے ٹیلی فون پر باس کو اپنی ہیڈ کوارٹر میں موجودگی کی اطلاع دی اور باس نے کہا۔

"کوئی خاص بات ہے۔"

"ہاں باس۔"

"ٹھیک ہے میں آرہا ہوں۔" الیاس خان فون بند کرکے اس کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ فرنچ کٹ داڑھی والا خطرناک آدمی تھوڑی دیر کے بعد وہاں پہنچ گیا تھا۔ الیاس خان نے دل سے اس بات کو تسلیم کیا تھا کہ بہرطور وہ خطرناک آدمی ہے اور بعض اوقات اس کے انداز میں ایسی کیفیت پائی جاتی ہے کہ خود الیاس خان کو بھی چوکنا ہونا پڑتا ہے۔

باس اس حال نما کمرے میں آگیا جس میں اعلیٰ درجے کا فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ الماریاں لگی ہوئی تھیں' بہت سا سامان موجود تھا جو انتہائی قیمتی حیثیت رکھتا تھا اس کے علاوہ اس بنگلے میں اور بھی بہت سے کمرے تھے۔ وہاں کیا کیا کچھ تھا۔ الیاس خان اور اس کے ساتھیوں کو یہ دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ بہرحال باس نے ان لوگوں سے ملاقات کی۔ اور ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ہاں' ہیڈ کوارٹر میں تمہاری آمد بتاتی ہے کہ کوئی خاص بات تمہارے ذہن میں ہے۔"

"نہیں باس کوئی خاص بات تو نہیں ہے' بس آپ سے ملنا تھا اور یہ بھی بتانا تھا کہ وہ کم بخت بھکارن زندہ بچ کر نکل گئی۔"

"کیا مطلب..........؟"

"بس باس ہم ذرا رنگ رلیوں میں مصروف ہوگئے تھے ہم سمجھے کہ وہ بھاگ نہیں سکے گی۔' سسری نکل بھاگی۔" باس کے چہرے پر غصے کے آثار پھیل گئے اس نے کہا۔

"الیاس خان اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم میرے اچھے خاصے کام آتے رہے ہو۔ لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اب تم سے کام میں بھی کوتاہی ہونے لگی ہے' بھکارن کو نکل کر نہیں جانا چاہیے تھا۔ جب میں تمہیں یہ ذمہ داری سونپ کر آیا تھا تو تمہیں اپنا یہ فرض پورا کرنا چاہیے تھا۔"

"آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں باس لیکن اب کیا کیا جائے آخر کو انسان ہیں' کبھی نہ کبھی غلطی ہو ہی جاتی ہے۔" فرنچ کٹ ڈاڑھی والے کے چہرے پر غصے کے آثار پھیل گئے اس نے کہا۔

"لیکن میں تمہیں ان غلطیوں کا معاوضہ نہیں دیتا' تم یوں لگتا ہی جیسے اس معیار کے آدمی نہیں ہو جس کا میں نے تمہیں سمجھا تھا۔"

"دیکھو باس' وہ نکل گئی' ہم کوشش کریں گے کہیں نہ کہیں سے اسے پکڑلیں اور پھر ویسے بھی وہ تمہارے کام کی تو نہیں تھی اب ان باتوں سے کیا فائدہ' نکل گئی سو نکل گئی' آئندہ اس چیز کا خیال رکھیں گے۔"

"نہیں الیاس خان' میں بہت دن سے یہ بات محسوس کر رہا ہوں کہ تم زیادہ کام کے آدمی نہیں ہو۔"

"لگتا ہے سیریل ختم ہوگئی ہے تمہاری اور اب آخری فلم چل رہی ہے الزام لگاکر دو نہ کہ' کام ختم ہوگیا ہے تو چھٹی کر دو ان باتوں سے کیا فائدہ' اگر تم یہ کہہ دیتے کہ بھکارن کسی قیمت پر زندہ نہیں بچنی چاہیے تو ہم اپنا دھندہ چالو نہ کرتے' چھٹی کر دیتے سسری کی' تم نے اس بات پر کچھ نہیں کہا اس لئے ہم بھی سمجھے کہ چلو بات اتنی بڑی نہیں ہے' بس ذرا سی چوک ہوگئی۔"

"اگر یہ چوک تم سے کہیں اور ہوگئی الیاس خان تو میرے کام کا کیا بنے گا؟"

"اب یہ تم خود سوچ لو باس، اگر ہم تمہارے قابل نہیں ہیں تو بات ختم کرو کی اور کو دیکھ لو۔"

"ہوں، لیکن تم نے جو ذمہ داری قبول کی ہے، اس کا کیا ہو گا؟"

"کچھ نہیں ہو گا ہم لوگ اتنا زیادہ سننے کے عادی نہیں ہیں، اب تک جو کچھ کیا ہے اس کا معاوضہ تم نے ہمیں دیا ہے آگے کچھ مت کرانا ہم سے زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے نا۔"

"ہوں۔" باس کسی سوچ میں گم ہو گیا، پھر اس نے کہا۔ "اور اگر کوئی اور تمہیں مجھ سے زیادہ معاوضہ دے کر یہ معلوم کرنا چاہے کہ میں کیا کرتا رہا ہوں یا مہتاب پو ہاؤس میں کیا ہوا ہے تو میرے خیال میں تم اس سے گریز نہیں کرو گے۔"

"ہو سکتا ہے ایسا ہو جائے۔" الیاس خان ناخوشگوار لہجے میں بولا۔

"فرنچ کٹ ڈاڑھی والا الیاس خان کو گھورتا رہا۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔ "کیا یہ اچھی بات ہو گی الیاس خان۔"

"یہ تو تم نے سوچی ہے۔ ہم نے تو ایسا نہیں کہا، کام بہت ہے ہمارے پاس، یہ ضروری تو نہیں ہے کہ اب تمہارے مخالف ہم سے کام لیں تب ہی ہماری روزی چلے۔" الیاس خان نے کہا

"یہ بات میں مانتا ہوں الیاس خان لیکن میرے دوست میرا کام ابھی ختم تو نہیں ہوا ہے، میں جن مشکلات کا شکار ہوں میرے دوست ہونے کی حیثیت سے تمہیں کم از کم اس پر غور تو کرنا چاہیے۔"

"دیکھو باس، کبھی کبھی اونچ نیچ ہو ہی جاتی ہے ہم بھی نئے کام کرنے والے نہیں ہیں اور جب کسی سے ہم کوئی کنٹریکٹ کرتے ہیں، تو عزت نہیں بیچ دیتے اپنی اگر ہم ایمانداری سے کام نہ کیا ہوتا تو اپنے آپ کو چور سمجھتے جب ہم چور ہیں ہی نہیں تو پھر کسی کی کیوں سنیں، وہ سسری سرے سے بھکارن تھی ہی نہیں، چوک ہو گئی ہم نے غور نہیں کیا تھا اس پر۔"

"کیا مطلب؟" فرنچ کٹ ڈاڑھی والے نے چونک کر پوچھا۔

"اماں تم خود ہی سوچو باس سڑکوں پر بھیک مانگنے والی کیا جوڈو کراٹے کی ماہر ہو سکتی ہے۔" فرنچ کٹ ڈاڑھی والا عجیب سی نگاہوں سے الیاس خان کو دیکھنے لگا پھر بولا۔

"کیا وہ جوڈو کراٹے مظاہرہ کر کے نکل گئی تھی؟"

"تو اور کیا، اصل میں چونکہ امید تو تھی نہیں کہ ایسا کوئی گھپلا ہو جائے گا، مگر ہو گیا.........؟" فرنچ کٹ ڈاڑھی والا ایک بار پھر سوچ میں ڈوب گیا۔ کچھ دیر اسی طرح خاموش بیٹھا رہا، پھر بولا۔

"بہر حال الیاس خان، تم جس پائے کے آدمی ہو، تم سے میں یہی توقع رکھتا ہوں کہ تم جو کام بھی کرو گے وہ شاندار ہو گا، تم خود سوچو میں نے بلاوجہ تو تم سے رابطہ نہیں قائم کیا تھا اب اس طرح مجھے بیچ منجدھار میں چھوڑ دو گے تم۔"

"دیکھو باس، ہم عزت سے کام کرنے کے عادی ہیں، اپنی طرف سے کوئی کمی نہیں چھوڑتے لیکن کوئی آئی گئی ہو جائے تو اس طرح سخت باتیں سننے کے عادی بھی نہیں ہیں۔"

"خیر چھوڑو اب یہ بتاؤ کہ اس سلسلے میں کیا کرنا ہے؟"

"پہلے تو یہ فیصلہ کرنا ہے باس کہ ہمارا تمہارا کام جاری بھی رہے گا یا نہیں۔"

"الیاس خان، الیاس خان اس بے مروتی کا مظاہرہ تو نہ کرو، میں نے بہت سوچ سمجھ کر تمہارا انتخاب کیا ہے اور تم جانتے ہو کہ روپے پیسے کے معاملے میں میں کبھی کنجوس نہیں رہا ہوں، بس میرے دوست ذرا احتیاط سے کام کر لو، میری یہ مشکل حل ہو جائے تو یہ نہ سمجھنا میرا تم سے رابطہ ٹوٹ جائے گا، تمہیں فرصت ہوئی تو میرے یہ کام تو جاری رہیں گے، بہت سے منصوبے ہیں میرے دماغ میں جو میں تم سے مل کر کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر بس ایک بات کا خیال رکھنا میاں خان، ہمارے ساتھ رویہ نرم رکھنا، ورنہ ہمارا تمہارا کام جاری نہیں رہ سکے گا۔"

"چلو چھوڑو بیٹھو' یہ بتاؤ کہ اب اس کی تلاش کے لئے اور کیا کرنا ہے' تم نے یہ کہہ کر مجھے اور پریشان کر دیا کہ بھکارن جوڈو کراٹے جانتی تھی' واقعی ایک بھکارن........." فرنچ کٹ ڈاڑھی والا اپنی جگہ سے اٹھا' ایک الماری کے پاس جا کھڑا ہوا' الماری کھول کر اس نے شراب کی کئی بوتلیں نکالیں' کچھ گلاس نکالے اور اس کے بعد واپس پلٹ آیا یہ بوتلیں اس نے میز پر رکھیں' الیاس خان اور اس کے آدمیوں کی آنکھیں غیر ملکی شراب دیکھ کر چمک اٹھیں تھیں اور وہ سب ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگے تھے' فرنچ کٹ ڈاڑھی والا پھر واپس پلٹا' اس نے الماری سے سائفن وغیرہ نکال کر رکھا اور پھر الماری کے آدھے کھلے دروازے میں ہاتھ ڈال کر شاید کچھ تلاش کرنے لگا' چند لمحات کے بعد وہ ایک اور بوتل لئے ہوئے واپس آگیا' اس نے سامنے بیٹھ کر مسکراتے ہوئے الیاس خان کو دیکھا اور بولا۔

"جو بدمزگی ہوگئی ہے میرے اور تمہارے درمیان یہ لال پری اسے دور کر دے گی' میں آج تمہیں فرانس کی بہترین کاک ٹیل پلاتا ہوں' یاد رکھو گے اسے۔" فرنچ کٹ ڈاڑھی والے نے بوتلوں کے کارک اڑائے اور ان میں سے تھوڑی تھوڑی ہر گلاس میں انڈیلنے لگا' تمام بوتلوں سے اس نے تھوڑی تھوڑی شراب گلاسوں میں انڈیلی پھر بولا۔

"یہ فرانس کے رئیسوں کی خاص کاک ٹیل ہے' کئی شرابوں کو ملا کر بنائے جانے والے پیگ پی کر تم ان چند لمحات کی ناخوشگوار باتوں کو بھول جاؤ گے' لیکن الیاس خان ہمیں بہت کچھ کرنا ہے' میرے دوست میں نے تم پر بہت بھروسہ کیا ہے' آنے والے وقت میں یوں سمجھ لو ہم اتنی دولت کمائیں گے کہ تمہارے تصور سے باہر ہو۔" فرنچ کٹ ڈاڑھی والے نے اپنا گلاس اٹھالیا اور الیاس خان اور اس کے ساتھیوں کو اشارہ کیا' سب نے للچائے ہوئے انداز میں گلاس اٹھائے ایک دوسرے سے جام ٹکرائے اور الیاس خان نے سب سے پہلے اپنا گلاس ہونٹوں سے لگالیا' کاک ٹیل چکھ کر دیکھی' کچھ ایسا مزا آیا اسے کہ وہ چند ہی لمحات میں گلاس خالی کر گیا۔ یہی کیفیت اس کے ساتھیوں کی تھی' فرنچ کٹ ڈاڑھی والا اپنا گلاس ہاتھ میں لئے کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا' چند لمحات کے بعد اس نے

کہا۔

"اور کوئی ایسی گفتگو ہوئی اس کی تم سے' جس سے تم یہ اندازہ لگا سکو کہ اس کی شخصیت کیا تھی؟"

"باس! یہ جو کچھ تم نے بنایا ہے یہ تو واقعی لاجواب ہے۔ کم از کم میرا گلاس تو دوبارہ بنا دو۔"

فرنچ کٹ ڈاڑھی والے کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے ایک بار پھر بوتلوں کی شراب کو مکس کرنا شروع کر دیا الیاس خان کے ساتھیوں نے بھی جلدی جلدی اپنے گلاس خالی کر کے سامنے رکھ دیئے تھے۔ فرانس کے امراء کی یہ کاک ٹیل ان کے لئے بھی بڑی لذیذ تھی' فرنچ کٹ ڈاڑھی والے نے ایک بار پھر ان کی کاک ٹیل بنا کر ان کے سامنے رکھی اور اپنا گلاس ہاتھ میں اٹھالیا۔ ان سب نے ندیدوں کی طرح گلاس ہاتھ میں لے لئے تھے' تب فرنچ کٹ ڈاڑھی والا بولا۔

"ہاں الیاس خان تم کچھ بتا رہے تھے؟"

"سسری نے اچانک ہی کھیل شروع کر دیا تھا' پہلے تو ڈرامہ کرتی رہی اور اس کے بعد جب ہم لوگ اس کے بارے میں ہچ........." الیاس خان نے ایک ہچکی لی اور آہستہ سے بولا۔

"یہ تو کھوپڑی پر ڈنک مار رہی ہے' کیا چیز ہے؟" اس نے ایک بار پھر اپنا گلاس خالی کر دیا اور آنکھیں پھاڑتا ہوا بولا۔ "پھر وہ نکل بھاگی اور ہم نے اس کا پیچھا کیا' ہم.......مگر پ.......پولیس........ہچ ہچ ہچ........." وہ مسلسل ہچکیاں لینے لگا لیکن اس کے باوجود اس نے اپنا گلاس خالی کر لیا تھا پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"کمال کی چیز ہے باس' اگر تم مجھے یہ کاک ٹیل بنانے کا نسخہ بتا دو تو' اور نہیں ملے گی کیا.........؟"

فرنچ کٹ ڈاڑھی والے نے ایک نظر ان سب پر ڈالی اور کہا۔

"بس الیاس خان' اتنی ہی کافی ہے تمہارے لئے' تم بہت بڑے بدمعاش ہونا' مجھ

سے رابطہ توڑ کر بہت سے کام ہیں تمہارے پاس‘ لیکن تم مجھے نہیں جانتے‘ جس شخص نے مجھ سے کبھی انحراف کیا ہے اسے دوبارہ دنیا دیکھنا نصیب نہیں ہوئی سمجھے اب تم جہنم رسید ہو جاؤ‘ یہ فرانسیسی کاک ٹیل جانتے ہو فرانس کے امراء کب استعمال کرتے تھے‘ جب انہیں اپنے دشمنوں سے نجات حاصل کرنا ہوتی تھی‘ ان چار بوتلوں کی شراب بہترین شراب ہے‘ لیکن یہ پانچویں بوتل دیکھ رہے ہو نا تم اس میں ایک اتنا نفیس زہر شامل ہے جس کی مقدار اگر ذرا سی بڑھا دی جائے تو جسم کا اندرونی نظام آناً فاناً گل جاتا ہے۔ کیا خیال ہے تمہارا‘ ہر جگہ ایک ہی انداز نہیں اختیار کیا جاتا الیاس خان تمہاری جگہ بہت سے لوگ میرے لئے کام کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے لیکن میرا راز کہیں باہر نکل جائے یہ کیسے ممکن ہے۔“

الیاس خان کی حالت خراب ہونے لگی تھی اس نے اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش کی اور اوندھے منہ فرش پر آگرا‘ اس کے ساتھی تو وہیں بیٹھے بیٹھے لڑھک گئے تھے‘ فرنچ کٹ ڈاڑھی والا اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا پھر اس نے نفرت بھری نگاہ ان سب پر ڈالی اور آہستہ سے بولا۔

”بدبختو! ایک کام بڑھا دیا ہے تم نے میرے لئے تمہاری لاشوں کو ٹھکانے لگانا بھی ایک مشکل مسئلہ ہو گا۔“

صائمہ کا فلیٹ ایک طرح سے عرشی کا ہیڈ کوارٹر تھا یہیں سے وہ اپنے تمام معاملات ڈیل کرتی تھی اور اسی جگہ سے اس کا ایکشن شروع ہوتا تھا‘ صائمہ اس کی بہترین دوست تھی اور عرشی کا ہر راز اس کے دل میں رہتا تھا۔

گھر سے فرار ہونے کے بعد عرشی یہیں آتی تھی‘ فضیلہ خالہ نے استقبال کیا‘ بچی ان کے پاس خیریت سے تھی‘ اس بچی میں ایک خاص بات عرشی نے ہمیشہ محسوس کی تھی اس کے سامنے جا کر اس سے روگردانی نہیں کی جا سکتی تھی‘ کچھ ایسا پیارا انداز ہوتا تھا اس کا کہ انسان اس کی جانب رجوع ہونے پر مجبور ہو جاتا تھا‘ عرشی کو معلوم تھا کہ صائمہ اس وقت اخبار کے دفتر میں ہوگی‘ لیکن یہاں اسے لباس وغیرہ تبدیل کرنا تھا‘ پہلے اس نے بچی کو خوب پیار کیا‘ اس کے بعد لباس تبدیل کرنے چلی گئی‘ لباس تبدیل کرکے فضیلہ خالہ سے چند باتیں کیں‘ پھر یہیں سے دفتر صائمہ کو ٹیلی فون کیا اور بس اتنا کہا کہ وہ اس کے پاس آ رہی ہے‘ پھر وہ وہاں سے بھی چل پڑی اور صائمہ کے دفتر پہنچ گئی......... صائمہ نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا تھا..........

”کہو چیف کیا ہو رہا ہے؟“ عرشی نے سوال کیا۔

”وہی رفتار بے ڈھنگی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے۔“

”یار زندگی میں کوئی ڈھنگ کا کام کرلو‘ یہ بے ڈھنگی رفتار کب تک جاری رہے

گی؟"

"جب تک تقدیر میں لکھی ہوئی ہے۔" صائمہ نے جواب دیا۔

"زین کہاں ہے؟"

"آؤٹ ڈور ہے۔"

"ان ڈور کب ہو رہا ہے؟" عرشی نے سوال کیا اور صائمہ مسکرا دی۔

"ہو جائے گا' تم سناؤ کیسی گزر رہی ہے؟"

"بہت خراب۔"

"کیا مطلب؟"

"بس یار بہت بڑا گھپلا کر دیا ہے میں نے۔"

"یہ تو کوئی نئی بات نہیں ہے۔"

"لیکن اس بار کا گھپلا بے حد خطرناک ہے' ایک چکر چلایا ہے میں نے صرف تمہاری بچت کے لئے۔"

"کیا مطلب؟"

"لڑکی کا مسئلہ بہت ہی گھمبیر ہے صائمہ' یقین کرو بہت ذہین سمجھتی ہوں اپنے آپ کو لیکن اس بارے میں ابھی تک کوئی اندازہ نہیں لگا سکی چیف مان لو میری بات .... کوئی بہت بڑا چکر ہے' کوئی بڑا ہی لمبا گھپلا ہے' نہ یہ کیس اغواء برائے تاوان ہے اور نہ ہی کوئی اور چھوٹا موٹا مسئلہ بچی کے پس منظر میں کوئی بہت ہی الجھی ہوئی کہانی ہے۔"

"تم یقین مانو عرشی' بعض اوقات تو میری نیندیں گم ہو جاتی ہیں کتنا بڑا جرم عائد ہوتا ہے ہم پر ایک ایسی معصوم بچی ہماری تحویل میں ہے جو پراسرار طریقے سے ہم تک پہنچی ہے' اگر پولیس کو اس بارے میں پتہ چل جائے اور بچی ہمارے پاس سے برآمد ہو جائے تو یقین کرو تمام تاویلیں بیکار ہو جائیں گی' ہم جو کہانیاں سنائیں گے وہ ہمیں دلدل میں غرق کرتی چلی جائیں گی کوئی ہماری اس بات کو نہیں مانے گا کہ ہم بچی کے سلسلے میں تحقیق کر رہے تھے' سیدھا سیدھا سا پولیس کیس ہے ہم سے یہی سوال کیا جائے گا کہ کہانی

تو کچھ بھی تھی' بچی کو پولیس کی تحویل میں کیوں نہیں دیا گیا۔"

عرشی نے غصیلی نگاہوں سے صائمہ کو دیکھا پھر آہستہ سے بولی۔

"پہلے تمہارے فلیٹ گئی تھی' لباس وغیرہ تبدیل کیا تھا بچی کو بھی دیکھا تھا' پولیس........" عرشی نے ہونٹ سکوڑ لئے چند لمحات خاموش رہی پھر بولی۔

"پولیس جس طرح اس کی دیکھ بھال کرے گی مجھے اس کا اندازہ ہے واقعات کوئی بھی شکل اختیار کر جائیں' میں اسے پولیس کی تحویل میں کبھی نہیں دوں گی' سمجھیں تم اور تم بھی اس طرح دبے دبے لفظوں میں مجھ سے اس بات کا اظہار مت کرو کہ تم خوفزدہ ہو' میرے اور تمہارے درمیان موجود معاہدے میں ابھی وقت باقی ہے اور اس وقت تم اس بچی کو اپنی تحویل میں رکھنے کی پابند ہو' کیا سمجھیں؟"

صائمہ ہنس پڑیں پھر بولی۔ "یار ایک تو میں تیری اس عادت سے تنگ ہوں کہ ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی' ایک لمحے میں چراغ پا ہو جاتی ہے' کون ذلیل یہ بات کہہ رہا ہے کہ میں بچی کو اپنے ساتھ رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوں' میں تو بس یہ سوچتی ہوں کہ کہیں ہم دونوں کسی مصیبت میں نہ گرفتار ہو جائیں۔"

"میری بات چھوڑ دے' میں تو مصیبتوں ہی میں زندہ رہنے کی عادی ہوں اب میں نے جو مصیبت اپنے سر مول لے لی ہے اسے سنے گی تو دنگ رہ جائے گی۔"

"کچھ اور بھی ہو گیا؟" صائمہ نے سوال کیا۔

"ہاں ہو گیا ہے۔" عرشی ناک سکوڑ کر بولی۔

"کیا؟"

"بھئی تیری گلو خلاصی تو کرانی ہی تھی کسی نہ کسی طرح تجھے دیا ہوا وقت بھی پورا ہو رہا تھا چنانچہ سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔"

"تو پھر کیا کیا؟"

"ڈرامہ۔"

"کیا ڈرامہ کیا اس میں تو تو ماہر ہے؟"

"ہاں' میں نے جو خطرہ اپنی زندگی کے لئے مول لے لیا ہے بس دعا کرنا کہ اس زندگی محفوظ رہے۔"

"آخر کیا کیا ہے تو نے کچھ بتا تو سہی؟"

"میں ایک بچی کی ماں بن گئی ہوں۔" عرشی نے جواب دیا اور صائمہ پھر ہنس پڑی پھر بولی.........

"بغیر شادی کے.........؟"

"نہیں شادی کے بعد........"

"بھئی بور نہ کرو کیا ہوا ہے کیا کیا ہے کچھ بتاؤ تو سہی؟" اور عرشی نے صائمہ کو ساری تفصیل بتا دی' صائمہ انگشت بدنداں رہ گئی تھی' بہت دیر تک وہ عرشی کی سنائی ہوئی کہانی میں ڈوبی رہی اور پھر خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"تجھے ڈر نہیں لگتا عرشی۔"

"بعد میں لگتا ہے' جب بات کرتی ہوں اس وقت نہیں لگتا' اگر ایسا ہو تو بات کرنا مشکل ہو جائے۔"

"خدا کی بندی کوئی چھوٹی موٹی بات نہیں ہے' سارے گھر والوں کو پریشان کر کے رکھ دیا تو نے۔"

"تو میں خود جو پریشان ہوں اس کا کیا کروں؟" عرشی آنکھیں نکال کر بولی۔

"تو پھر اب کرے گی؟"

"دیکھو پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے؟"

"جتنا آسان سمجھ رہی ہے ناں تو اس بات کو' یہ اتنی آسان نہیں ہے۔"

"وہ تو میں بھی جانتی ہوں۔"

"اس وقت بھاگ آئی تو کیا ہوا' آخر گھر تو واپس جائے گی ہی نا۔"

"ہاں جاؤں گی' لیکن اس وقت تک کوئی نہ کوئی فیصلہ ہو چکا ہو گا' اصل میں فیصلوں کے درمیان رہنا مجھے سخت خوفزدہ کرتا ہے جب لوگ فیصلہ کر چکیں گے تو میں ان کے

سامنے جاؤں گی اور فیصلہ سن لوں گی۔"

"اتنی دیر میں اخبار کا ایڈیٹر کسی کام سے باہر نکل آیا۔ عرشی کو دیکھ کر وہ ادھر ہی آگیا تھا۔ "ہیلو عرشی........"

"ہیلو سر۔" عرشی نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے بھئی وہ تمہارا نیا فیچر ابھی تک نہیں پہنچا' کیا کام مکمل نہیں ہوا۔"

"کام تو مکمل ہو گیا ہے سر۔"

"تو پھر اس بار مڈ دیک میں اسے لگا رہا ہوں۔ کب تک مل جائے گا۔"

"جی سر........ایک دو دن میں۔"

"زیادہ غیر حاضری مناسب نہیں ہے۔ میں منگل کے اخبار میں اعلان کر دوں گا۔"

"جی سر........!" عرشی نے کہا۔

"ٹھیک ہو۔ اور سب خیریت ہے۔"

"جی۔" عرشی نے جواب دیا۔

نصیر بیگ کے ماضی کے بارے میں تو کوئی تفصیل کسی کو معلوم نہیں تھی کون تھا کہاں کا رہنے والا تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا۔ بہت پرانے شناساؤں کو بس اتنا معلوم تھا کہ بچپن میں گھر سے بھاگ نکلا تھا اس کے بعد کبھی ماں باپ تک نہیں پہنچا۔ تنہا زندگی بری صحبتوں میں گزاری۔ جوا سیکھ گیا۔ پھر پتے لگانے لگا۔ اور پھر بہترین شارپر بن گیا۔ قدرتی طور پر ذہین انسان تھا حالانکہ تعلیم کچھ بھی نہیں تھی لیکن بہترین انگریزی سیکھ لی تھی اور جب انسان کو انگریزی فرفر بولنا آجائے تو کسی کو جرات نہیں ہوتی کہ اس سے کوئی اس کی تعلیم کے بارے میں پوچھے۔

بہت عرصہ تک شارپنگ کر کے کماتا رہا۔ گھربار بنالیا۔ پھر کہیں نکل گیا۔ کہاں یہ کسی کو معلوم نہیں تھا۔ چھ سال کے بعد وطن واپس لوٹا تو حالات بہت بہتر تھے۔ پرانا مکان بیچ کر کوٹھی خریدی پھر شادی کرلی۔ تاش سے تو جانے کیوں توبہ کرلی تھی۔ دوستوں نے لاکھ اکسایا کہ تاش نہ چھوڑے۔ اس کے ذرائع آمدنی نامعلوم تھے۔ ایک بیٹی اور ایک بیٹے کا باپ بنا تو طبیعت میں اور بردباری آگئی۔ سلطانہ بیگم کو شوہر سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ عیش سے بسر کرتی تھیں کوئی مالی پریشانی نہیں تھی پھر کسے غرض کہ شوہر کی آمدنی کے بارے میں پوچھے۔

نصیر کئی بار ملک سے باہر گیا۔ سالوں میں واپس آیا۔ مگر گھر میں کوئی ایسا نہیں تھا جو

اس کی موجودگی یا غیر موجودگی پر غور کرتا۔ بچے جوان ہوئے مگر اسی طرح جیسے بگڑے ہوئے گھروں کے بچے ہوتے ہیں۔ بیٹا ابراہیم بیگ رنگین مزاج تھا باپ کے نقش قدم پر چل رہا تھا۔ بیٹی مغرور اور خود پرست' بہت کم لوگوں کو خاطر میں لانے والی.........!

اس بار بھی وہ کوئی تین سال کے بعد وطن واپس آیا تھا۔ کچھ پریشان تھا۔ مگر پوچھنے والا کوئی نہ تھا۔ گھر والے اس کی پذیرائی تو ضرور کرتے تھے لیکن اس کے ذاتی معاملات میں مداخلت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ البتہ سلطانہ بیگم نے اس کی پریشانی کے بارے میں ضرور پوچھ لیا تھا۔

"بس کچھ بیمار ہوں' عمر بھی تو کافی ہوگئی ہے۔ اور کوئی بات نہیں ہے۔"

بات ختم ہوگئی' نصیر بیگ گھر کے معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کرتا تھا۔ البتہ فیروز آیا تو کچھ بے چینیاں پیدا ہوگئیں۔ فیروز لندن سے آیا تھا۔ خوبصورت تھا' صحت مند اور تندرست تھا۔ لیکن چہرے میں کوئی خاص بات تھی جسے محسوس کیا جاسکتا تھا۔ بیان نہیں کیا جاسکتا تھا۔

"میرا بھتیجا ہے۔" نصیر بیگ نے گھر والوں سے تعارف کرایا۔

"بھتیجا.........؟" سلطانہ بیگم نے حیرت سے کہا۔ اتنا تو انہیں بھی معلوم تھا کہ نصیر بیگ نے بچپن میں گھر چھوڑ دیا تھا۔ مگر اس کے بعد اس کے اہل خاندان میں سے کوئی سامنے نہیں آیا تھا۔ پھر یہ بھتیجا سب کے لئے باعث حیرت کیوں نہ ہوتا۔

"کیوں' اس دنیا میں بھتیجے نہیں ہوتے۔"

"ہوتے ہیں' لیکن آپ کا بھتیجا.........؟"

"ہم دو بھائی تھے۔ میں تو گھر سے بھاگ آیا۔ بڑے بھائی ماں باپ کے ساتھ رہے۔ ماں باپ مرگئے۔ بڑے بھائی لندن جاکر آباد ہوگئے۔ فیروز مجھے لندن میں ہی ملا تھا۔"

"بڑے بھائی کہاں گئے؟"

"ان کا بھی انتقال ہوگیا۔"

"بھابھی وغیرہ۔"

"فیروز کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔"

"تو اب یہ آپ کے پاس آ گیا ہے۔"

"مستقل نہیں آیا۔ کچھ عرصہ رہے گا پھر چلا جائے گا۔"

"کوئی بات نہیں آپ کا گھر ہے، آپ کے عزیز میرے عزیز ہیں۔ میں تو ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔"

"اس کا خیال رکھنا۔"

"کیوں نہیں۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔ چنانچہ فیروز کے لئے بہترین کمرہ سجا دیا گیا۔ اس کے اعزاز میں پہلی رات کا ڈنر بھی شاندار تھا۔ ابراہیم اور شائلہ نے زیادہ اسے پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا اور نہ اسے زیادہ منہ لگایا تھا۔

ڈنر کے بعد بہت دیر تک لندن کی باتیں ہوتی رہیں۔ خاصی رات گئے بھتیجا چچا کے کمرے میں داخل ہوا۔ اور چچا نے دروازہ بند کرلیا۔

"کس وقت سوتے ہیں چچا؟" بھتیجے نے پوچھا۔

"بیٹھو.........!" نصیر بیگ نے کہا۔ اور بھتیجا بیٹھ گیا۔ "یہاں کیوں آ گئے؟"

"تین بار آکر جا چکا ہوں۔"

"کیا مطلب۔"

"تم ملے ہی نہیں، جانتے ہو کتنا عرصہ ہو گیا۔"

"شاید کام تو پورا کرلیا تھا میں نے.........؟"

"کیسی باتیں کرتے ہو چچا.........خون کے رشتے کہیں ختم ہوتے ہیں۔ اور وہ بھی پانچ پانچ خون کے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔"

"تم جانتے ہو چچا......... میرا خون خراب ہے۔ معدہ تباہ ہو جائے گا اور پھر زندگی بھر خون تھوکتے رہو گے۔"

"میں پوچھتا ہوں تمہیں یہاں آنے کی جرات کیسے ہوئی۔"

"آدمی جرات مند ہوں میں چچا۔ آخر تمہارا بھتیجا ہوں۔"

"میں تمہیں قتل کردوں گا۔" نصیر بیگ غرایا۔

"یہ تمہاری زندگی کی بدترین غلطی ہوگی چچا۔ کرکے دیکھ لو.........! ویسے یہ تین ل تم نے کہاں گزارے۔"

"آٹھ لاکھ ڈالر دیئے تھے میں نے تمہیں۔" نصیر بیگ نے کہا۔

"موڈی آدمی ہوں، کھا پی کر برابر کرا دیئے۔ اب قلاش ہو چکا ہوں۔• ویسے چچا ارے گھر کا ماحول بہت خوبصورت ہے۔"

"تم یہاں نہیں رہ سکتے.........!" نصیر بیگ غرایا۔

"کوشش کروں گا۔ میرا خیال ہے مشکل نہ ہوگا!"

"انسان جب حالات سے تنگ آجاتا ہے تو کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اس بات کو یاد کھنا۔"

"ارے چچا، اسے تو سب سے پہلے یاد رکھتا ہوں۔ زندگی بڑی عزیز ہے مجھے۔ چار ر محافظ ساتھ رکھتا ہوں۔ لوگوں کے ساتھ ایک ہمزاد ہوتا ہے، میں نے چار چار کا ربست کر رکھا ہے اور تم جانتے ہو چچا ہمزاد رازدار ہوتے ہیں۔ انہیں سب کچھ معلوم ا ہے مجھے کوئی بھی نقصان پہنچا تو یہ ہمزاد وہ کر بیٹھیں گے جو کوئی سوچ بھی نہ کے......... اور چچا۔ انٹرپول کوئی کیس کبھی بند نہیں کرتی۔" فیروز نے کہا۔

"آخر اب تم کیا چاہتے ہو؟"

"عزیز از جان چچا۔ ہمارا زندگی بھر کا ساتھ ہے۔ تم جانتے ہو میرا اور کوئی ذریعہ اش بھی نہیں ہے۔ بس چاہتا ہوں زندگی تمہاری محبت میں گزر جائے۔"

"میں تمہیں اپنے گھر میں نہیں رکھ سکتا۔"

"تمہاری بیٹی میری سگی بہن ہے۔ بیٹا بھائی اور بیوی چچی، یہ مرد کی زبان ہے۔"

"تمہیں جو کچھ چاہیے مجھے بتاؤ اور یہاں سے جاؤ۔"

"چھری تلے دم تو لینے دو چچا۔ یہ ماحول مجھے بہت پسند آیا ہے۔ تمہاری تلاش میں

بار بار یہاں آتا رہا ہوں۔ پتہ چلا کہ تم موجود نہیں ہو۔ اس بار کامیاب ہو گیا تو اب وقت تو یہاں گزارنے دو.........!"

"کتنا وقت۔"

"بعد میں بتا دوں گا۔" فیروز نے کہا۔ "اور نصیر بیگ خاموش ہو گیا۔ فیروز نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "چلتا ہوں چچا' آخری بار کہہ رہا ہوں کہ میری زندگی تمہارے لئے بہت قیمتی ہے۔ اسے ختم کرنے کی کوشش مت کرنا' اچھا شب بخیر.........!"

"فیروز دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد نصیر بیگ دیر تک پتھرایا ہوا بیٹھا رہا تھا۔ وہ گہری پریشانی کا شکار نظر آ رہا تھا۔ پھر وہ کسی خیال سے چونک پڑا۔ ایک دم اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ پھر اس نے دروازے کا پردہ بھی کھینچ دیا۔ اس کے بعد وہ کمرے کی کھڑکیوں کے پردے کھینچتا رہا۔ اور پھر کمرے میں اندھیرا کر دیا۔ کمرہ تاریک کرنے کے بعد وہ ایک الماری کے قریب پہنچا اور اس نے الماری کی ایک خفیہ دراز کھول کر ایک بریف کیس نکال لیا' نمبروں سے کھلنے والا تالا کھول کر اس نے بریف کیس سے دو فائل نکالے۔ اور پھر باریک شعاع والی ٹارچ کی روشنی میں فائل میں لگے کاغذات کا جائزہ لیتا رہا۔ اس کے بعد اس نے فائل سے تمام کاغذات پھاڑ کر اس نے ان کے گولے بنائے اور انہیں اٹھائے ہوئے ملحقہ باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ کاغذات کے گولوں کو اس نے واش بیسن میں رکھا پھر لائٹر نکال کر ایک ایک گولے کو آگ لگانے لگا۔ بہت دیر تک وہ یہ شغل جاری رکھے رہا۔ تمام کاغذات جل کر کوئلہ ہو گئے تھے تب اس نے بیسن کا نل کھول دیا۔ اور راکھ کو بیسن کے سوراخ سے بہتے ہوئے دیکھتا رہا۔ تمام راکھ بہہ گئی تو اس نے بیسن کو خوب صاف کر کے دھویا تاکہ جلے ہوئے کاغذات کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔ پھر اس نے ہاتھ منہ صاف کر کے دھوئے اور پوری طرح مطمئن ہو کر باہر نکل آیا۔ اس کے انداز سے تھکن ظاہر ہو رہی تھی۔ باہر آ کر وہ مسہری پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا۔ قریب رکھے ہوئے سگار بکس سے اس نے سگار نکال کر دانتوں میں چبایا اور سلگانے لگا۔ کچھ دیر کے بعد کمرے میں گاڑھے دھوئیں کے مرغولے

چکرا رہے تھے۔ نصیر بیگ گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اچانک وہ جیسے کسی خیال سے چونک پڑا۔ اس کے منہ سے نکلا۔

"آوہ مائی گاڈ......... واقعی.........واقعی.........!" رفتہ رفتہ اس کے ہونٹوں پر مدہم مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے آہستہ سے جیسے خود سے کہا۔ "بھتیجے.........چچا کا رشتہ قائم ہوا ہے تم سے......... تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ میں تمہارا چچا ہی ہوں۔ گڈ.........وری گڈ.........! اب کوئی فکر نہیں ہے مجھے۔" اس نے سگار ایش ٹرے میں رگڑ دیا۔ اور پھر آرام سے مسہری پر لیٹ گیا۔

صائمہ نے عرشی کو ہمیشہ ایک دلیر اور دنیا کی کسی بات سے نہ ڈرنے والی لڑکی پایا تھا۔ لیکن اب وہ محسوس کر رہی تھی کہ عرشی کسی قدر الجھی ہوئی ہے' صائمہ کو اس سے دلی محبت تھی اور عرشی کے لئے وہ ہر قربانی دینے کو ہمیشہ تیار رہتی تھی یہ بھی حقیقت تھی کہ عرشی نے اس کی سطح کا نہ ہونے کے باوجود اسے ہمیشہ اپنی محبتیں دی تھیں اور اس کی زندگی سنوارنے میں بہت نمایاں کردار سرانجام دیا تھا۔ زین تو اب اس کی زندگی میں آیا تھا اور یہ بھی عرشی ہی کی کرم فرمائی تھی کہ زین اسے ایک باعزت حیثیت سے قبول کر رہا تھا ورنہ وہ خود کچھ نہیں تھی۔ عرشی کی اس الجھن کو محسوس کرنے کے بعد اس نے کہا۔

"عرشی' کیا خیال ہے' گھر چلیں.....؟"

"چلو۔" عرشی کھوئے ہوئے لہجے میں بولی اور صائمہ نے انٹرکام پر چیف ایڈیٹر کی سیکریٹری کو بتایا کہ وہ گھر واپس جا رہی ہے اور اگر ایڈیٹر صاحب اس کے بارے میں پوچھیں تو انہیں بتا دیا جائے۔ اس کے بعد دونوں وہاں سے اٹھ گئی تھیں۔ راستے میں بھی صائمہ محسوس کرتی رہی تھی کہ عرشی خاصی پریشان ہے۔ بالآخر وہ فلیٹ پر پہنچ گئیں اور صائمہ عرشی کے ساتھ اندر آگئی۔

فضیلہ خالہ معمول کے مطابق بچی کو سنبھالے ہوئے تھیں صائمہ نے ان سے خیریت پوچھی تو فضیلہ خالہ نے کہا۔

"بالکل خیریت ہے۔"

"اور یہ محترمہ کیا کر رہی ہیں......؟"

"وہ تو بس کیا بتاؤں' میں نے زندگی میں اتنی انوکھی بچی نہیں دیکھی....." فضیلہ خالہ نے پیار سے بچی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"خیر دیکھی تو ہم نے بھی نہیں ہے۔ کیا کر رہی ہیں یہ محترمہ۔ ذرا دکھایئے تو....." عرشی نے بچی کو گود میں لے لیا صائمہ نے فضیلہ خالہ سے کہا۔

"فضیلہ خالہ' سب سے پہلے بہت عمدہ سی چائے پئیں گے۔"

"ابھی لاتی ہوں۔ فضیلہ خالہ جلدی سے باورچی خانے میں چلی گئیں...... عرشی پیار سے بچی کو دیکھ رہی تھی جو آنکھیں کھولے عرشی ہی کے چہرے کی جانب نگراں تھی۔ اس کے چہرے پر اتنی حسین مسکراہٹ تھی کہ انسان دیکھے تو دیوانہ ہو جائے عرشی نے گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔"

"یار تیرے لئے تو انسان سو بار قتل ہونے کو تیار ہو جائے..... ہائے ذرا دیکھ' صائمہ ے دیکھ اسے یار پھانسی پر لٹکا دیا اس نے تو ہمیں' صائمہ کیسی انوکھی بات ہے نہ تم نے ے کوئی نام دیا نہ میں نے.....ارے یہ گمنام ہی ہے ہمارے پاس۔"

"میں نے کئی بار تم سے اس موضوع پر بات کرنے کے بارے میں سوچا۔ لیکن پھر بھول ہی گئی۔"

"کوئی نام سوچو اس کا' کوئی اچھا سا' خوب صورت سا نام.....ویسے یہ جس قدر ننھی ہے' پیاری سی ہے اسے دیکھ کر ایک ہی نام ذہن میں ابھرتا ہے۔"

"کیا.....؟" صائمہ نے پوچھا۔

"گل..... گل کیسا نام رہے گا....."

"اس پر سجتا ہے۔"

"تو پھر ہوگئی بات طے......"

"ہوگئی....." صائمہ نے ہنس کر کہا اور دونوں دیر تک بچی کے بارے میں گفتگو کرتی

رہیں۔ پھر فضیلہ خالہ چائے لے آئیں تو صائمہ نے کہا۔

"اگر تم اجازت دو تو منہ پر پانی کے چھینٹے مارلوں؟"

"اجازت ہے....." عرشی گردن اکڑا کر بولی اور صائمہ غسل خانے کی جانب چلی گئی.....فضیلہ خالہ نے کہا۔

"بی بی آپ چائے پئیں.....میں اسے لے لوں....."

"لے لیں فضیلہ خالہ' ویسے آپ کی اس بچی کے بارے میں کیا رائے ہے؟"

"میں تو بہت سی بار اس کے بارے میں اپنی رائے دے چکی ہوں جادو گرنی ہے پوری جادو گرنی' سچ آنکھوں ہی آنکھوں میں ایسا جادو کرتی ہے کہ انسان اپنی سدھ بدھ ہی بھول جائے....."

"آپ اسے سنبھالتے ہوئی اکتاتی تو نہیں ہیں فضیلہ خالہ....."

"ارے بالکل نہیں بیٹا' بے چاری کو کہیں بھی لٹا دو خاموش لیٹی ٹکر ٹکر گھورتی رہتی ہے۔ آنکھوں میں بولتی ہے خدا قسم' مجھے تو اس کی ہر بات سمجھ میں آتی ہے۔"

عرشی کسی سوچ میں ڈوب گئی' پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلاتی ہوئی بولی۔

"لیکن صائمہ کو بھی تو مشکل میں نہیں ڈالا جاسکتا۔ اگر کوئی عام سی بات ہوتی تو دیکھا جاتا۔ مگر نہیں بھائی ہمارا کیا ہے ہم تو بدنام بھی ہوئے تو سنبھال لیں گے اپنے آپ کو......لیکن اگر صائمہ پر کوئی ضرب آگئی تو بڑا گھپلا ہو جائے گا۔"

"میں بھی نہیں بیٹا....." فضیلہ خالہ نے کہا۔

"ارے تم ابھی تک یہیں ہو' جاؤ لے جاؤ اسے۔" عرشی نے کہا اور فضیلہ خالہ بچی کو لے کر باہر نکل گئیں۔ صائمہ بال سنوارتی ہوئی اس کے پاس آ بیٹھی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"یہ فضیلہ خالہ بھی خوب ہیں' کچھ بسکٹ وغیرہ لانے چاہیے تھے انہیں۔"

"چھوڑ یار چھوڑ.....چائے پی' چائے بہت عمدہ لگ رہی ہے۔" عرشی نے پر خیال انداز میں کہا۔ صائمہ اسے دیکھنے لگی۔ پھر عرشی بولی۔

"یار صائمہ' اونٹ کسی کروٹ بیٹھ نہیں رہا ہے۔"

"میں بھی محسوس کر رہی ہوں۔" صائمہ نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"یہی کہ اونٹ بیٹھ ہی نہیں رہا....."

"محترمہ اس وقت میرا مذاق کا موڈ نہیں ہے تو آپ مذاق فرما رہی ہیں۔ میرا موڈ بن گیا تو برداشت نہ کر پائیں گی۔"

"توبہ کرتی ہوں.....کان پکڑتی ہوں۔ تم موڈ مت بنانا۔" صائمہ نے فوراً ہی ہار مان لی۔ عرشی نے چائے کا ایک گھونٹ لیا اور پھر جلدی سے پیالی رکھ کر منہ پیٹنے لگی۔

"افوہ' تمام حلق جل گیا ہوگا۔ میں کہتی ہوں آخر ایسی کیا بدحواسی طاری ہے تجھ پر' کیوں پریشان ہو رہی ہے۔"

"تجھے بتا چکی ہوں صائمہ' نجمہ پھوپھی نے سارا کام کر دیا ہے اسی طرح جس طرح میں چاہتی تھی۔"

"مگر پلان کیا ہے تیرا.....؟"

"اسے گھر لے جاؤں گی۔"

"خطرہ ہوگا۔"

"کیوں؟"

"بھئی گھر والوں کے لئے یہ بہت بری بات ہوگی' تم اسے معمولی حرکت سمجھ رہی ہو' کوئی اور ترکیب سوچتیں' کوئی اور طریقہ اختیار کرتیں' تمہیں اندازہ ہے کہ تم نے گھر والوں کو کس مشکل میں ڈال دیا ہے۔ یہ کوئی معمولی بات تو نہیں ہے۔"

"تو پھر کیا کہتی' تم ہی بتاؤ اور کیا کہتی میں۔ بڑے تیز لوگ ہیں۔ کبھی قبول نہ کرتے اسے۔"

"اوہو عرشی' خدا کی قسم تیری شخصیت آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔ کہیں تو اس قدر ذہین لگتی ہے کہ میں سوچتی ہوں کہ تیری ذہانت کا کوئی ثانی ہے اور کبھی کبھی ایسی

حماقت کی حرکتیں کرتی ہے کہ سرپیٹ لینے کو جی چاہتا ہے۔"

"کیا حماقت کی ہے میں نے.....بولو....." عرشی جھلا کر بولی۔

"دیکھو عرشی اس قسم کی باتوں پر گھر کی عزت کا دارومدار ہوتا ہے۔ انسان سب کچھ برداشت کرلیتا ہے لیکن توبہ توبہ.....تو نے جو بے تکی کہانی گھر میں سنائی ہے نا' مجھے خدشہ ہے کہ کہیں یہ کسی بڑے حادثے کا سبب نہ بن جائے۔"

"دیکھو بھئی یہ ابتدائی معاملہ ہے اگر میں نے دیکھا کہ بات حد سے کچھ آگے بڑھ رہی ہے تو پھر کوئی دوسری کوشش کروں گی۔"

"یعنی.....؟"

"قسم کھالوں گی بڑی سے بڑی کہ یہ میری بچی نہیں ہے۔"

"خدا کی پناہ' بس خدا ہی تجھ سے سمجھے۔ ارے بھائی اسے یہیں رہنے دیتی' بھگتنی پڑتی' دونوں ہی مل کر بھگت لیتے۔"

"بس بس میڈم اب بہت زیادہ دوست نواز بننے کی کوشش مت کریں۔ آپ کا اترا ہوا چہرہ آپ کی دلی کیفیات کا پوری طرح اظہار کرتا ہے اور مجھے خود بھی اندازہ ہے۔ میں اپنی دوست کو کسی مشکل میں تو نہیں ڈال سکتی اول تو لڑکی کا پراسرار طریقے سے اس طرح آنا پھر ابھی تک نہ تو کسی اخبار میں اس کی تصویر چھپی ہے اور تو اور مہتاب ہاؤس میں جو واقعہ پیش آیا ہے یہ ساری باتیں اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ اس کے پس منظر میں کوئی بہت گہرا راز ہے' اب میں تیری زندگی تو عذاب نہیں کر سکتی۔ بعد میں چاہے جو کچھ بھی کہتی رہوں میں۔ اگر کسی طرح تو پھنس گئی تو تیرا تو پورا کیریئر تباہ ہو جائے گا..... نہیں بھئی' ہم دیکھ لیں گے اب جو بھی ہوگا۔ دیکھ لیں گے....."

صائمہ محبت بھری نگاہوں سے عرشی کو دیکھتی رہی تھی..... پھر اس نے کہا۔

"ہاں میں اچھی طرح جانتی ہوں' یہ سب کچھ تو نے میری ہی وجہ سے کیا ہے لیکن اب آگے کے بارے میں بتا آگے کیا کرنا ہے تجھے....."

"اس لئے تو پریشان ہوں کہ مجھے آگے کی کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آرہی

کسی سے ڈر نہیں لگتا لیکن وہ محترمہ ناظمہ ہدایت اللہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اتنے خنجر اتارتی ہیں کہ انسان بری طرح چھلنی ہو جاتا ہے....." صائمہ ہنسنے لگی تھی پھر اس نے کہا۔

"اپنی والدہ کے بارے میں تمہارے یہ خیالات ہیں؟"

"خالی والدہ ہوتیں تو کوئی بات نہیں تھی۔ دوسری محترمہ تو ہٹلر سے براہ راست تعلق رکھتی ہیں بلکہ ہٹلر بھی کیا ہوگا ان کے سامنے....." صائمہ ہنستی رہی۔ کچھ دیر کے بعد عرشی نے کہا۔

"یار صائمہ ایک ہی ترکیب سمجھ میں آتی ہے۔"

"کیا؟"

"آج رات گھر نہ جاؤں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ گھر نہیں جاؤں۔"

"ارے ارے دماغ خراب ہوگیا ہے کیا.....؟"

"ہوٹل میں رہ جاؤں گی' تو کیوں مری جارہی ہے۔" عرشی نے کہا اور صائمہ عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"کیا تمہارے یہ الفاظ انصاف پر مبنی ہیں....."

"اللہ کی پناہ..... میں کیا کروں' کہاں سر پھوڑ لوں اپنا۔ بی بی جھلا رہی ہوں۔ کم از کم میری جھلاہٹ کا تو خیال کرو۔ کیا حرج ہے رات کو یہاں رک جانے میں۔"

"سب کتنے پریشان ہوں گے تمہیں اندازہ نہیں۔"

"اور تمہیں میرے گھر کا اندازہ نہیں۔ تم کیا سمجھتی ہو۔ تمہیں میں نے اپنے گھر سے بلاوجہ دور رکھا ہے' کم از کم ایک تو ایسا شناسا ہو جس کے بارے میں کوئی نہ جانتا ہو اور اگر میں کہیں گھر سے غائب ہو جاتی اور تمہارا پتہ گھر والوں کو معلوم ہوتا اور انہیں یہ علم ہوتا کہ تم میری کتنی گہری دوست ہو تو یقین کرو سارے کا سارا گھرانہ باقاعدہ ملازم آرمی کے ساتھ یہاں نازل ہو جاتا۔ میں نے اسی لئے آج تک تمہیں اپنے گھر سے دور

رکھا ہے۔"

"میں جانتی ہوں بتانے کی کیا ضرورت ہے۔"

"تو میں یہ کہہ رہی تھی کہ یہ ایک حل ہے۔ وہ لوگ جتنے پریشان ہوں گے اتنے ہی نرم ہو جائیں گے اور میں بھی ذرا سختی کا مظاہرہ کروں گی' کیا سمجھی....."

"تو خود سوچ لے عرشی..... اصل میں تیرے اندر اتنا بچپن ہے کہ تو وہ سارے فیصلے کرلیتی ہے جو بے حد خطرناک ہوتے ہیں اور میں یہ سوچتی ہوں کہ کہیں تیرے کسی فیصلے سے خدانخواستہ کہیں تجھے یا تیرے گھر والوں کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے....."

"اماں چھوڑ یار صائمہ یہ زندگی نفع اور نقصان ہی کا نام ہے کبھی نفع' کبھی نقصان..... نقصان ہوگا تو بھی برداشت کرنا پڑے گا' نفع ہوگا تو بھی دیکھا جائے گا مگر اس بچی کو' نا بھائی نا ایسی حسین بچی کو کون چھوڑے۔"

"خدا کی قسم دل تو میرا بھی نہیں چاہتا..... اور میں سمجھتی ہوں مجھ سے زیادہ فضیلہ خالہ اس کے لئے بے چین رہتی ہیں۔ مگر تم کرو گی کیا؟؟"

"پہلے گھر والوں سے مذاکرات کروں گی ہواؤں کا رخ دیکھوں گی اور اس کے بعد اسے لے کر گھر چلی جاؤں گی۔"

"اپنی بچی کے طور پر......"

"ہاں۔ صرف یہی' ایک ترکیب ہے جس سے کام بن سکتا ہے۔"

صائمہ خاموش ہوگئی۔ فضیلہ خالہ کو رات کے کھانے کا آرڈر دے دیا گیا تھا اور بتادیا گیا تھا کہ کیا کیا پکنا ہے بچی کو صائمہ اور عرشی اپنے اپنے طور پر سنبھالتی رہی تھیں ویسے وہ تھی بھی بہت خوش مزاج اور ان دونوں کے درمیان تیسری دوست کی سی شکل اختیار کرگئی تھی۔ پھر رات ہوگئی کھانا کھایا گیا۔ عرشی کے چہرے پر کبھی کبھی پریشانی کی جھلکیاں نظر آتی تھیں۔ لیکن پھر اس نے خود کو سنبھال لیا۔ حالانکہ ساری رات وہ سوتی جاگتی رہی تھی' جانتی تھی کہ گھر میں کہرام مچا ہوا ہوگا..... صائمہ سے بھی بہت دیر تک باتیں کرتی رہی تھی۔ صائمہ نے ہنس کر کہا تھا۔

"اول تو اس بچی کا معاملہ ہی اتنا گھمبیر ہے نجانے کون کون اسے تلاش کرتا پھر رہا ہوگا..... اور اب اگر اتفاق سے محترمہ عرشی بھی اسی فلیٹ سے برآمد کرلی جائیں تو دو دو گمشدگان کے اغواء کنندہ کی حیثیت سے مجھے اور فضیلہ خالہ کو کم از کم عمر قید کی سزا ہو جائے گی۔"

عرشی نے ہنس کر کہا..... "خیر فضیلہ خالہ کی بات تو تم چھوڑ دو..... رہا تمہارا معاملہ..... تو تمہیں تو عمر قید کی سزا ہو چکی ہے زین بھلا تمہیں زندگی میں آزادی کیوں دے گا۔"

"پھر وہی بے تکی بات.....ادھر کی بات ادھر گھمانا تم بہت اچھی طرح جانتی ہو۔" صائمہ نے کہا اور عرشی مسکرانے لگی۔ اس طرح سوتے جاتے رات گزر گئی اور صبح ہوگئی۔ "عرشی کے چہرے پر خاصا پھیکا پن تھا۔" صائمہ نے کہا۔

"میں دفتر فون کر دیتی ہوں کہ آج آفس نہیں آرہی' بیمار ہوگئی ہوں۔"

"بیماری کی مت کہنا ورنہ وہ حضرت زین فوراً ہی چلے آئیں گے....."

"یار یہ تو نے بالکل صحیح کہا۔ زین ہی نہیں بلکہ اور بھی لوگ فوراً ہی عیادت کو پہنچ جائیں گے۔ بڑا نیک دل دفتر ہے وہ۔ کوئی اور بہانہ کردوں گی۔ خیر....." عرشی نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی تھی۔

"دن کے گیارہ بجے کے قریب اس نے کہا۔ "صائمہ اب ذرا گھر والوں کی نبض پر ہاتھ رکھ لیا جائے......"

"فون کرو گی۔" صائمہ نے پوچھا۔

"ہاں....."

"کرلو..... تمہیں اندازہ نہیں کہ میں ان کے لئے بھی بے حد پریشان ہوں۔"

"عرشی نے اپنے گھر کا نمبر ڈائل کیا۔ ایک لمحے میں فون اٹھالیا گیا اور ادھر سے دادی اماں کی آواز سنائی دی۔"

"ہیلو' ہیلو' کون ہے؟ کون ہے؟" آواز سے جس بے چینی کا اظہار ہو رہا تھا اس سے ماحول کا پورا پورا اندازہ ہوتا تھا۔ عرشی نے کہا۔

"میں عرشی بول رہی ہوں۔"

"ارے تیرا ستیاناس جائے' اری کم بخت خدا تجھے غارت کردے۔ کہاں مرگئی ہے تو۔ کہاں سے بول رہی ہے۔"

"دادی اماں کیا آپ کے بریک فیل ہوگئے ہیں۔" عرشی نے کہا۔

"دیکھ بچی' کیوں مار رہی ہے تو ہم سب کو۔ دیکھ عرشی باز آجا' ارے کتے کی موت مرے پڑے ہیں ہم سارے کے سارے۔ پورے شہر میں تیری خفیہ تلاش ہو رہی ہے اب طے یہ کیا گیا تھا کہ تھانے میں رپٹ درج کرا دی جائے۔"

"کرادیجئے کرادیجئے' کہہ دیجئے کہ میری پوتی عرشی پچاس لاکھ روپے کے زیورات' پچاس لاکھ روپے نقد اور خاندانی شجرہ لے کر بھاگ گئی ہے۔ کیا بگاڑ لے گا کوئی میرا' کوئی کچھ کرکے دیکھے۔ ابو سب ٹھیک کرلیں گے۔ آخر کیا سمجھتے ہیں آپ لوگ مجھے؟"

"تیرا دماغ واقعی خراب ہوگیا ہے عرشی' ارے یہ بتا کہاں غائب ہے۔"

"ارے غائب کہاں ہوں بس چھپی چھپی پھر رہی ہوں آپ لوگوں سے۔ نجانے کہاں کہاں رات گزاری ہے اپنی بچی کے ساتھ......"

"بب بچی......"

"تو اور کیا...... دیکھئے آپ لوگ بھی صاحب اولاد ہیں اولاد کا دکھ درد سمجھتے ہیں۔ اب میں اپنی اولاد کو تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔ آپ لوگ فیصلہ کرلیجئے اگر مجھے معہ میری اولاد کے برداشت کرسکتے ہیں تو ٹھیک ہے' ورنہ پھر جو تقدیر میں لکھا ہے وہی ہوگا......"

"سن' ایک منٹ سن۔ ٹھہر۔ میں تیری ماں سے بات کراتی ہوں تیری۔"

"بند کر رہی ہوں فون' فوراً" بند کر رہی ہوں......"

"ارے نہیں' سن تو سہی۔ عرشی' عرشی' بات تو سن۔"

"امی جان جو کچھ کہیں گی' مجھے معلوم ہے۔"

"نہیں کہیں گی' بالکل کچھ نہیں کہیں گی' تو بات تو کر۔" دادی اماں نے شاید ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ ناظمہ بیگم یقینی طور پر کمرے میں موجود تھیں چند لمحات کے بعد ان

کی آواز سنائی دی۔

"عرشی......"

"مم مرگئے...... مرگئے......" عرشی نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"عرشی' کہاں ہے بیٹا۔ واپس آجا......"

"کوئی چار سو بیسی تو نہیں ہوگی میرے ساتھ؟"

"ہم تیرے ساتھ کیا چار سو بیسی کریں گے بیٹا......"

"سوچ لینا والدہ صاحبہ' کہیں بھی کوئی گھپلا ہوا تو میں دھوکا دہی کو برداشت نہیں کرسکتی۔ آپ بڑے اطمینان سے کہہ سکتی ہیں کہ کم بخت تو نے گھر میں قدم رکھا تو تیری ناک چوٹی کاٹ کر تجھے واپس نکال دیں گے۔ میں گھر میں قدم ہی نہیں رکھوں گی۔ لیکن اگر گھر بلا کر کوئی دھوکا کیا گیا میرے ساتھ...... تو سمجھ لیجئے میری دشمنی کسی کو راس نہیں آتی۔"

"آجا' گھر آجا خاموشی کے ساتھ' دو کوڑی کا کرکے رکھ دیا تو نے ہمیں...... گھر آجا......"

"کچھ شرائط ہیں محترمہ والدہ حضور......"

"جو کہے گی مان لیں گے آجا......"

"مرد کا وعدہ ہے......"

"بکواس مت کر واپس آجا...... پاگل ہوگئے ہیں ہم تیرے لئے......"

"خدا آپ کو خوش رکھے اپنی اولاد کے ساتھ آرہی ہوں اور دیکھئے میرے ساتھ جو چاہیں سلوک کرلیں آپ' لیکن اگر میری اولاد کے ساتھ کوئی برا سلوک کیا گیا تو میں خودکشی نہیں کروں گی بلکہ دس بیس کو ہلاک کردوں گی۔"

"میں فون بند کر رہی ہوں' کیا میں تجھے لینے کے لئے ڈرائیور کو بھیجوں......؟"

"جی نہیں۔ میں آرہی ہوں۔" عرشی نے کہا اور فون بند کردیا۔ پھر مطمئن انداز میں گردن ہلا کر بولی۔ "گڈ' ویری گڈ' یہ ہوئی نا بات...... کام بن گیا ہے دوست' اب ذرا جلدی سے میری گل کا سامان پیک کردو......" فضیلہ خالہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے

تھے‘ اس وقت جب عرشی صائمہ کے فلیٹ سے باہر نکل رہی تھی۔ اس نے فضیلہ خالہ سے کہا۔

”آپ فکر کیوں کرتی ہیں فضیلہ خالہ۔ یہ ہم تینوں کی اولاد ہے‘ میں اسے صرف اپنے حصے میں نہیں رکھوں گی وعدہ کرتی ہوں‘ وقتاً فوقتاً آپ سے ملاتی رہوں گی ذرا اس کم بخت کا کوئی مسئلہ تو حل ہو جائے‘ ویسے یہ بات طے ہے اور آپ لوگ اطمینان رکھئے کہ اسے میں کسی کو دوں گی نہیں.....“

”میں چلو تیرے ساتھ.....“ صائمہ نے کہا۔

”کیوں‘ دماغ خراب ہے کیا......“

”تو اس کے ساتھ کار کیسے ڈرائیو کرے گی......؟“

”جیسے اللہ رکھی بن کر ڈرائیو کی تھی۔“ عرشی نے کہا۔ بچی کو اس نے سائیڈ کی سیٹ پر لٹایا اور اس کے بعد کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

”عالم آراء وحشتوں کے درمیان بسر کر رہی تھی۔ شفق اور رعنا ہر وقت نگاہوں کے سامنے رہتی تھیں‘ شفق تو بہت سمجھدار تھی‘ لیکن رعنا پھر اکھڑنے لگی تھی‘ اس وقت تو شفق نے بھی ماں سے بڑی صاف صاف باتیں کی تھیں۔“

”اصل میں آپ نے ہمیں اعتماد میں نہیں لیا ممی‘ ہم بچے نہیں ہیں اب‘ ان پراسرار حالات کے بارے میں ہمارے ذہن میں شدید تجسس ہے اگر ہمیں بھی ان کی وجوہات معلوم ہو جاتیں تو ہم آپ سے تعاون کرتے۔“

”دیکھو‘ شفق بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جن کے بارے میں بچوں کو نہیں بتایا جاسکتا.....“

”یہ اپنے بزرگ ہونے کا ناجائز حق ہے جو استعمال کیا جارہا ہے‘ ہماری عمروں کا اندازہ لگایئے اور پھر بتایئے کہ کیا ہم واقعی بچے ہیں..... ممی‘ یہ اصل میں آپ کا اپنا فیصلہ ہے۔ ورنہ بعض اوقات ہماری عمر کے بچے‘ بچے میں اس لئے کہہ رہی ہوں کہ آپ نے ہمیں بچہ قرار دیا ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ بھی آپ کی کسی شکل میں مدد کر سکتے ہیں‘ کوئی بہتر مشورہ دے سکتے ہیں۔“

”بچوں کے نام پر یہ صرف بے وقوف بنانے والی بات ہے اپنی برتری کا احساس دلانا

ہے۔ ورنہ ہم کوئی دشمن تو نہیں ہیں۔ میں پوچھتی ہوں یہ قید آخر ہم پر کیوں مسلط کر دی گئی ہے اور تو اور کہیں جانے کا مسئلہ اپنی جگہ' ہماری دوستوں تک کو یہاں آنے نہیں دیا جاتا...... مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے ممی ہم سے کوئی انتقام لے رہی ہیں.....'' رعنا نے حسب عادت کہا۔

''دیکھو رعنا تمہاری ان باتوں سے میں ناراض بھی ہو سکتی ہوں' میری فطرت سے تم اچھی طرح واقف ہو' میں اس وقت تک نرم رہتی ہوں' جب تک میرے اندر برداشت کی قوت باقی رہتی ہے اور جب یہ قوت ختم ہوتی ہے تو پھر تمہیں میری دیوانگی کا احساس ہوگا۔''

''ہمارے جسموں کی کھال اتار دیں گی آپ۔ ہمیں زخمی کر کے بستروں پر پہنچا دیں گی۔ بس یہی کریں گی نا..... ارے ہم تو ویسے ہی زخمی ہو رہے ہیں اس قدر عدم اعتماد ہے ہم پر تو ہم کیا سوچیں گے آگے کے بارے میں۔'' رعنا نے اس طرح کہا کہ عالم آراء کو ہنسی آ گئی۔

''نہیں بیٹے اس میں عدم اعتماد کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں شفق کو بہت کچھ سمجھا چکی ہوں اور وہ کہتی ہے کہ اس نے بھی تمہیں سمجھایا ہے لیکن میں تمہیں بتا دوں ایک بار پھر بتا دوں کہ میں خود بھی اپنے آپ کو تمہارے جیسا ہی محسوس کر رہی ہوں۔ اصل میں کنور صاحب نے یہ سارا ماحول پیدا کر دیا ہے۔ وہ کسی مشکل میں گرفتار ہیں بیٹے' دو دفعہ آ چکے ہیں یہاں اور مجھے نہیں بتایا کہ انہیں مشکل کیا ہے' کچھ بھی ہوں لیکن ان کی بیوی ہوں انہیں ان کی مرضی کے خلاف مجبور نہیں کر سکتی۔ دوسری بار بھی جب وہ آئے تھے تو یہی کہہ رہے تھے کہ مجھ سے تعاون کرو' میں مشکل کا شکار ہوں۔ میں نے کچھ تلخ باتیں کیں تو افسردہ ہو گئے' اب تم بتاؤ میں کیا کروں۔ تم لوگ الگ مجھے پریشان کئے ہوئے ہو میں تو پہلے ہی پریشان ہوں۔''

''دوبارہ کب آئے تھے وہ ممی.....''

''پرسوں رات کو.....''

''ہمیں کیوں نہیں ملایا آپ نے ان سے۔''

''مجھ سے کوئی سوال مت کرو بھئی پلیز مجھ سے کوئی سوال مت کرو۔''

''ٹھیک ہے ممی۔ ہماری اس سزا کی میعاد تو بتا دی جائے ہمیں۔ دوست لڑکیوں سے فون پر بات کرتے ہوئے کتنی شرم آتی ہے۔ کوئی جواب نہیں ہوتا ہمارے پاس۔ نجانے کیا کیا سوچ لیا ہوگا انہوں نے ہمارے بارے میں.....''

''سب کو جہنم میں جانے دو' جو میں کہہ رہی ہوں وہ درست ہے اور بس۔ اب اس کے بعد ایک بھی فضول بات میرے کان تک نہ پہنچے۔''

''او کے ممی۔ او کے۔''

''اسی رات دیوان سرکار واپس آ گیا' عالم آراء کو بڑا سکون محسوس ہوا' دیوان سرکار کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے' تنہائی میں جب عالم آراء سے اس کی ملاقات ہوئی تو اس نے مفصل رپورٹ پیش کر دی اور عالم آراء سخت پریشانی کا شکار ہو گئی.....

''کوئی ایک بات جو سمجھ میں آتی ہو' پتہ نہیں مہتاب علی نے کیا کر ڈالا ہے۔ دیوان سرکار' تم یقین کرو مجھے تو سخت وحشت ہو رہی ہے اتنی وحشت کہ ناقابل بیان ہے' بچیاں الگ تنگ کئے ہوئے ہیں۔ تم ایسا کرو بچیوں ہی کو کہیں بھیج دو۔''

''کہاں میڈم.....؟''

''کسی بھی جگہ' کسی تفریحی مقام پر دو چار ملازموں کو ساتھ کر دو جو ان کی دیکھ بھال کریں' کم از کم انہیں اس قید سے رہائی تو ملے گی۔ جان کھا رکھی ہے انہوں نے میری۔''

''نہیں میڈم' مناسب نہیں ہوگا۔ یہاں تو جو کچھ بھی ہے ہماری نگاہوں میں ہے وہ دور ہوں گی تو ہم تین حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے' آپ بھی برداشت نہ کر پائیں گی اور کنور صاحب کے لئے بھی یہ بات قابل قبول نہیں ہوگی۔''

''میرے خدا! پھر میں کیا کروں۔ آخر میں کیا کروں۔''

''آپ سے صرف ایک ہی درخواست کر سکتا ہوں۔ پریشان نہ ہوں جس طرح

وقت کی ضرورت ہے اسی طرح گزاریں۔"

"وہ آئے تھے۔"

"کون کنور صاحب۔"

"ہاں۔"

"پوچھ سکتا ہوں کیا کہہ رہے تھے؟" جواب میں عالم آراء نے کنور مہتاب علی ۔ ملاقات کی ساری کہانی دیوان سرکار کے گوش گزار کر دی اور دیوان سرکار کی بھنویں سُ گئیں۔ "کیا ہو سکتا ہے یہ سب کچھ' آخر کیا ہو سکتا ہے' بہت سی مہمات میں شریک ہو۔ ہیں کنور صاحب' لیکن اس طرح کبھی کسی مشکل میں نہیں پڑے' نجانے کیا ہوا ہے' خ ہی جانے' نجانے کیا ہو گیا ہے؟"

"اور کسی کو کچھ بتاتے بھی نہیں ہیں' تم یہ بتاؤ وہاں پولیس کا رویہ تمہارے سا کیسا رہا.....؟"

"جیسا کہ میں نے آپ کو تفصیل بتائی' لاشوں کی تدفین کر دی گئی ہے اصل بہ کنور مہتاب صاحب کا نام اتنا بڑا ہے کہ وہاں سرکاری طور پر بھی مجھ سے پورا پورا تعاو کیا گیا' وہ نوجوان انسپکٹر جو یہاں آیا تھا' خاصا سرکش ہے' میں نے اس کی نگاہوں میں ۔ کے آثار دیکھے ہیں' ممکن ہے وہ یہاں آکر ہمیں تنگ کرنے کی کوشش کرے۔ بہرحا ایس پی سردار شیخ مکمل تعاون پر آمادہ ہے' ہر طرح کی آسانیاں حاصل ہو گئی تھیں' لیک بیچاری سطوت جہاں اور رحمٰن کو بڑی بے دردی سے قتل کیا گیا تھا' میں ان کے بارے مہ معلوم ہونے والی تفصیلات کو کبھی نہیں بھول سکوں گا....."

"نجانے کیا چکر چلا ہوا ہے' کاش کنور صاحب ہمیں اپنے اعتماد میں لے لیتے' ا ہے یا برا جو کچھ بھی ہے ہم ہی ان کے ساتھ ہو سکتے ہیں' ہم سے زیادہ ان کا جانثار اور کو ہے' میڈم ایک درخواست ہے آپ سے اس بار اگر کنور صاحب آجائیں تو خدا کے وا مجھے ان سے ضرور ملا دیجئے۔ چاہے وہ برا ہی کیوں نہ مانیں۔ میں انہیں زبان کھولنے مجبور کروں گا' آہ! جو کچھ وہ کہہ کر گئے ہیں وہ بھی بڑا سنسنی خیز ہے میرے لئے' کہیں ک

کل میں نہ پڑ جائیں نجانے کس' سے نبرد آزما ہیں اور کیوں ہیں' کچھ سمجھ میں نہیں آ ل سمجھ نہیں آتا....." دیوان سرکار خلاء میں گھورنے لگا' عالم آراء بھی اسی کیفیت کا ار تھی.....

"فیروز نوجوان تھا' خوش شکل تھا لیکن اس کی فطرت میں کوئی ایسا پہلو ضرور تھا کہ نصیر بیگ کی بیٹی شمائلہ' بیٹا ابراہیم بیگ یا سلطانہ بیگم کوئی بھی اس سے متاثر نہیں ہوا تھا حالانکہ گفتگو بھی اچھی کرتا تھا' ملنے جلنے کے انداز میں بھی نرمی تھی' لیکن کچھ ایسا ضرور تھا اس کی شخصیت میں یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اچانک ہی اس گھر میں ایک بھتیجا نمودار ہوگیا تھا' حالانکہ اس سے پہلے چچا یا چچی کا تصور بھی نہیں تھا' غالباً ذہنی طور پر اس بھتیجے کو کسی نے قبول نہیں کیا تھا' اس صبح بھی وہ نصیر بیگ کی خوبصورت کوٹھی کے عقبی حصے میں چہل قدمی کر رہا تھا کہ ابراہیم بیگ نجانے کس طرح صبح کو جاگ کر باہر نکل آیا' فیروز پر نظر پڑی تو ٹھٹک کر رک گیا' فیروز نے بھی اسے دیکھا' ہاتھ ہلا کر مسکراتے ہوئے ہیلو کہا۔ ابراہیم بیگ کا جی تو نہیں چاہا تھا کہ اس طرف جائے لیکن پھر کسی خیال کے تحت وہ آگے بڑھ گیا' فیروز کی جس طرح اس گھر میں پذیرائی ہو رہی تھی وہ ابراہیم بیگ کو ناپسند تھی اور کیونکہ اس نے خود بھی ذہنی طور پر فیروز کو قبول نہیں کیا تھا اس لئے وہ فیروز کو ناپسند کرتا تھا بہرطور ابھی تک اس کا اور فیروز کا براہ راست کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا' لیکن اس وقت یہ لمحات بھی آگئے' ابراہیم بیگ قریب پہنچ گیا۔

"تمہارا نام ابراہیم ہے نا......؟"

"ہے تو سہی ڈیئر لیکن اس کے آگے پیچھے بھی بہت کچھ ہے' اس کے بارے میں

معلوم کرنے کی کبھی کوشش مت کرنا' ویسے یہ تعجب کی بات ہے کہ تم میرے کزن ہوئے ہو۔"

"کزن ہونے میں تعجب کی کیا بات ہے؟" فیروز نے مسکرا کر کہا۔

"کزن ہونے میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے' لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ کزن ہونے کے باوجود تمہیں میرا نام تک معلوم نہیں ہے۔"

"کیا اس سے پہلے تمہیں میرا نام معلوم تھا؟"

"یہی تو سب سے بڑی مصیبت ہے کہ اچانک ہی پہلے ایک چچا تولد ہوا' پھر اس چچا کا ایک بیٹا بھی ہوگیا اور وہ یہاں پہنچ بھی گیا' نہیں دوست بات ہضم نہیں ہو رہی' ویسے ایک سوال کروں تم سے برا تو نہیں مانو گے؟"

"بالکل نہیں' میں یہاں رشتے استوار کرنے آیا ہوں' کسی بات کا برا ماننے نہیں۔"

"ہمارے والد صاحب قبلہ کی کوئی بھتیجی نہیں ہے؟" ابراہیم بیگ نے اوباش لہجے میں کہا' بات فیروز کی سمجھ میں آگئی تھی۔ لیکن وہ بھی کسی اور ہڈی ہی کا بنا ہوا تھا' کہنے لگا۔

"ہاں ہے' ملو گے اس سے؟"

"کیا واقعی؟" ابراہیم بیگ خوشی کا اظہار کرتا ہوا بولا۔

"بالکل' میں جھوٹ نہیں بول رہا۔"

"تو پھر اسے ساتھ کیوں نہیں لائے' اصل میں لڑکا اگر کزن ہو تو بیکار ہی رہتا ہے کسی کام کا نہیں ہوتا' لیکن یہ لڑکیاں' کزن کی حیثیت سے بڑی کار آمد ہوتی ہیں۔"

"اگر تمہاری خواہش ہے تو پھر میں نیلما کو بلوالوں گا۔"

"نیلما؟"

"ہاں۔"

"کتنی عمر ہے اس کی؟"

"انیس سال۔"

"واہ' پھر تو لطف آ گیا دوست' تمہاری ہی طرف خوبصورت بھی ہوگی۔"

"مجھ سے کہیں زیادہ"

"اماں تو پھر ملاؤ نا دوستی کا ہاتھ' یہ ہوئی نا بات' بلوالو اس کو ہمارے خرچ پر' پروا نہیں' جتنی بھی دولت خرچ ہو جائے ہم ادا کریں گے۔" ابراہیم بیگ نے بدتمیزی سے کہا۔ فیروز نے ایک ہلکا سا قہقہ لگایا اور بولا۔

"نیلما بھی تم سے مل کر بہت خوش ہوگی۔"

"ہم جلد از جلد اس گھر میں خوشیاں اتارنا چاہتے ہیں۔ مائی ڈیئر کزن اور ہو سکتا ہے اس کے بعد ہماری تمہاری گہری دوستی بھی ہو جائے' ویسے ایک بات کہوں تم سے' پھر یہ کہوں گا کہ برا مت ماننا......"

"کہتے رہو میں برا نہیں مانتا۔" فیروز ہنس کر بولا۔

"اگر تم اپنے ساتھ ہماری کزن کو بھی لے آتے تو یقین کرو تمہاری پذیرائی اس سے کہیں زیادہ ہوتی تو پھر تم جیسے فراخ دل لوگ۔ یہاں ہمارے وطن میں اگر کسی لڑکی سے اس قسم کی لگاوٹ کا اظہار کیا جائے تو بھائی صاحبان آپے سے باہر ہو جاتے ہیں' مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں۔"

"جیسے اگر میں شمائلہ کے بارے میں تم سے کچھ کہوں تو۔"

"نہ نہ نہ' میں نے کہا نا' ہم تم لوگوں کی طرح نہ فراخ چشم ہیں' نہ فراخ دل شمائلہ کے بارے میں کوئی بات کبھی خواب میں بھی نہ کہنا' ہاتھ پر مٹی لگاؤں گا' منہ کھول کر تمہاری زبان پکڑوں گا اور پوری قوت سے باہر کھینچ لوں گا' کیا سمجھے۔"

"جب دوستیاں کی جاتی ہیں تو کسی بھی بات کا برا نہیں مانا جاتا۔"

"تو پھر بات پکی رہی' ملاؤ ہاتھ۔" ابراہیم بیگ نے کہا اور فیروز نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ ابراہیم بیگ نے منہ سکوڑ کر شانے ہلائے تھے۔

"کمال کے آدمی ہو یار۔"

بہرحال اس کے بعد ابراہیم بیگ کا رویہ تھوڑا سا بدلا تھا جسے ناشتے کی میز پر بھی

نے محسوس کیا تھا' ورنہ ابراہیم بیگ ایسا سر پھرا نوجوان تھا کہ اپنے گھر والوں کو بھی کم ہی منہ لگاتا تھا۔ یہاں تک کہ شمائلہ سے بھی اس کی کوئی لاگ ڈاٹ نہیں تھی' بس سرسری طور پر مل لیا' ورنہ اس کے اپنے مشاغل تھے' خاصی اوباش سوسائٹی میں اٹھتا بیٹھتا تھا' ڈینگ مارنے والوں میں سے تھا' دولت کی فراوانی ہونے کی وجہ سے ایسے دوست پال رکھے تھے جو اس کے لئے نائٹ کلبوں' ہوٹلوں اور سڑکوں پر گولیاں چلا سکتے تھی' نصیر بیگ نے بھی گہری نگاہوں سے ابراہیم بیگ کے اور فیروز کے درمیان یہ یگانگت دیکھی تھی' ناشتے کے بعد اس نے فیروز سے کہا۔

"فیروز میاں' کچھ وقت لوں گا تمہارا......"

"حاضر ہوں چچا جان۔"

"کوئی آدھے گھنٹے کے بعد میرے کمرے میں آجانا......" نصیر بیگ نے کہا اور فیروز نے گردن ہلا دی..... پھر ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد فیروز نے نصیر بیگ کے دروازے پر دستک دی تھی۔"

"آجاؤ....." اندر سے بھاری آواز ابھری اور فیروز دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔

"دروازہ اندر سے بند کردو......"

"گڈ' گویا تقدیر کھلنے والی ہے۔" فیروز مسکراتا ہوا بولا۔ نصیر بیگ نے کوئی جواب نہیں دیا اور فیروز اس کے سامنے آکر آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"چچا حضور' بھتیجا حاضر خدمت ہے۔"

"یہ تم میرے سامنے ہمیشہ طنزیہ انداز کیوں اختیار کئے رہتے ہو۔"

"ارے توبہ توبہ سعادت مند بچہ ہوں' بھلا چچا کے احترام میں کوئی فرق آسکتا ہے کسی طرف سے۔"

"ہوں' یہ ابراہیم بیگ سے اچانک تمہاری دوستی کیسے ہوگئی۔"

"اب دیکھئے نا چچا فرسٹ کزن ہے میرا' دوستی کیوں نہ ہوگی۔"

"واہ، پھر تو لطف آگیا دوست، تمہاری ہی طرف خوبصورت بھی ہوگی۔"

"مجھ سے کہیں زیادہ"

"اماں تو پھر ملاؤ نا دوستی کا ہاتھ، یہ ہوئی نا بات، بلوالو اس کو ہمارے خرچ پر، پرواہ نہیں، جتنی بھی دولت خرچ ہو جائے ہم ادا کریں گے۔" ابراہیم بیگ نے بدتمیزی سے کہا۔ فیروز نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بولا۔

"نیلما بھی تم سے مل کر بہت خوش ہوگی۔"

"ہم جلد از جلد اس گھر میں خوشیاں اتارنا چاہتے ہیں۔ مائی ڈیئر کزن اور ہو سکتا ہے اس کے بعد ہماری تمہاری گہری دوستی بھی ہو جائے، ویسے ایک بات کہوں تم سے، پھر یہ کہوں گا کہ برا مت ماننا......"

"کہتے رہو میں برا نہیں مانتا۔" فیروز ہنس کر بولا۔

"اگر تم اپنے ساتھ ہماری کزن کو بھی لے آتے تو یقین کرو تمہاری پذیرائی اس سے کہیں زیادہ ہوتی تو پھر تم جیسے فراخ دل لوگ۔ یہاں ہمارے وطن میں اگر کسی لڑکی سے اس قسم کی لگاوٹ کا اظہار کیا جائے تو بھائی صاحبان آپے سے باہر ہو جاتے ہیں، مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں۔"

"جیسے اگر میں شمائلہ کے بارے میں تم سے کچھ کہوں تو۔"

"نہ نہ نہ، میں نے کہا نا، ہم تم لوگوں کی طرح نہ فراخ چشم ہیں، نہ فراخ دل، شمائلہ کے بارے میں کوئی بات کبھی خواب میں بھی نہ کہنا، ہاتھ پر مٹی لگاؤں گا، منہ کھول کر تمہاری زبان پکڑوں گا اور پوری قوت سے باہر کھینچ لوں گا، کیا سمجھے۔"

"جب دوستیاں کی جاتی ہیں تو کسی بھی بات کا برا نہیں مانا جاتا۔"

"تو پھر بات پکی رہی، ملاؤ ہاتھ۔" ابراہیم بیگ نے کہا اور فیروز نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ ابراہیم بیگ نے منہ سکوڑ کر شانے ہلائے تھے۔

"کمال کے آدمی ہو یار۔"

بہرحال اس کے بعد ابراہیم بیگ کا رویہ تھوڑا سا بدلا تھا جسے ناشتے کی میز پر بھی

نے محسوس کیا تھا، ورنہ ابراہیم بیگ ایسا سر پھرا نوجوان تھا کہ اپنے گھر والوں کو بھی کم ہی لگاتا تھا۔ یہاں تک کہ شمائلہ سے بھی اس کی کوئی لاگ ڈاٹ نہیں تھی، بس سرسری در پر مل لیا، ورنہ اس کے اپنے مشاغل تھے، خاصی اوباش سوسائٹی میں اٹھتا بیٹھتا تھا، رنے مارنے والوں میں سے تھا، دولت کی فراوانی ہونے کی وجہ سے ایسے دوست پال کھے تھے جو اس کے لئے نائٹ کلبوں، ہوٹلوں اور سڑکوں پر گولیاں چلا سکتے تھے، نصیر بیگ نے بھی گہری نگاہوں سے ابراہیم بیگ کے اور فیروز کے درمیان یہ یگانگت دیکھی تھی، شتے کے بعد اس نے فیروز سے کہا۔

"فیروز میاں، کچھ وقت لوں گا تمہارا......"

"حاضر ہوں چچا جان۔"

"کوئی آدھے گھنٹے کے بعد میرے کمرے میں آجانا......" نصیر بیگ نے کہا اور فیروز نے گردن ہلا دی..... پھر ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد فیروز نے نصیر بیگ کے دروازے پر ستک دی تھی۔

"آجاؤ....." اندر سے بھاری آواز ابھری اور فیروز دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔

"دروازہ اندر سے بند کردو......"

"گڈ، گویا تقدیر کھلنے والی ہے۔" فیروز مسکراتا ہوا بولا۔ نصیر بیگ نے کوئی جواب نیں دیا اور فیروز اس کے سامنے آکر آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"چچا حضور، بھتیجا حاضر خدمت ہے۔"

"یہ تم میرے سامنے ہمیشہ طنزیہ انداز کیوں اختیار کئے رہتے ہو۔"

"ارے توبہ توبہ سعادت مند بچہ ہوں، بھلا چچا کے احترام میں کوئی فرق آسکتا ہے میری طرف سے۔"

"ہوں، یہ ابراہیم بیگ سے اچانک تمہاری دوستی کیسے ہوگئی۔"

"اب دیکھئے نا چچا فرسٹ کزن ہے میرا، دوستی کیوں نہ ہوگی۔"

"وہ بہت خطرناک لڑکا ہے۔"

"ارے چھوڑیئے چچا' بچہ ہے بیچارہ' ابھی اس نے اس دنیا میں۔"

"اصل میں چچا بات میری اور تمہاری ہے' ان بچوں کے بارے میں کیا کہوں' میں نے یہاں داخل ہو کر سب سے پہلی بات یہی کہی تھی کہ تمہاری بیٹی میری بہن' تمہارا بیٹا میرا بھائی اور تمہاری بیوی میری چچی ہے' زبان کا تھوڑا سا پابند آدمی ہوں کم از کم اس حد تک کہ اگر ایسی کوئی بات کہہ دوں تو اس کی پابندی بھی کرتا ہوں' ورنہ چچا' نوجوان آدمی ہوں' زندگی سے دلچسپی بھی ہے' حسین چہرے متاثر بھی کرتے ہیں' ارے ہاں چچا تم نے بات اپنے بیٹے ابراہیم بیگ کی تھی' صبح مل گیا تھا مجھے' اس میں کوئی شک نہیں ہے چچا کہ بڑی بدتمیز اولاد ہے تمہاری۔"

"کیا بکواس کرتے ہو؟"

"اماں سن لو چچا' میری توہین کرنے پہنچ گیا میرے پاس' اوباش لڑکا ہے نا تمہارا' چچا ہو سکے تو اسے کسی ایسے برے وقت سے بچانا جب وہ میرے سامنے آ جائے' بعد کے حالات کا ذمے دار میں نہیں ہوں گا' خیر خیر ابھی ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے' اب تو میری اور اس کی دوستی ہو چکی ہے جانتے ہو کیسے؟"

"یہی تو جاننا چاہتا ہوں۔"

"پریشان کیوں ہو گئے چچا' اصل میں وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ کوئی بہن نہیں ہے' میری مطلب یہ ہے کہ اس کی نگاہ میں میں ایک حسین نوجوان ہوں اور میری بہن بھی اتنی ہی حسین ہونی چاہیے' وہ میری توہین کرنا چاہتا تھا' لیکن چچا تم جانتے ہو میں زمانہ ساز آدمی ہوں۔" میں نے فوراً ہی اس پر جال پھینک دیا اور اسے بتایا کہ "ہاں میری ایک بہن بھی ہے اور اس کا نام نیلما ہی' اصل میں چچا میری ایک دوست لڑکی ہے' درحقیقت وہ اتنی خوبصورت ہے کوئی دیکھے تو دیکھتا رہ جائے اور پھر میری طرح کمانے کھانے کی عادی ہے' بالکل سیف میڈ' تو چچا میرے ایک اشارے پر وہ میری بہن بن کر میرے پاس پہنچ جائے گی اور ابراہیم بیگ' اس کے بارے میں یہ اندازہ میں اچھی طرح لگا چکا ہوں کہ

ہن نوجوان ہے' پھر نیلما کا اور اس کا گٹھ جوڑ ہو جائے اور چچا تمہارے پاس کچھ بچ ے' بھئی کمیشن تو مجھے بھی ملے گا نا' ہم لوگ ایک دوسرے کو اپنے کیس دیتے رہتے ہیں۔"

"تم نہایت کمینے انسان ہو فیروز' میں نہیں سمجھتا کہ کوئی انسان اس حد تک گرا ہوا سکتا ہے۔"

"اب جو باتیں تم نہیں سمجھتے چچا تو کیا میں تمہیں سمجھانے بیٹھوں گا' مجھے دیکھو اور رت حاصل کرو۔"

"خیر' میں نے تمہیں ان فضول باتوں کے لئے نہیں بلایا بلکہ تمہارے ایک انتہائی آدمی ہونے کے باوجود میرے ذہن میں تمہارے لئے ایک ایسا نرم گوشہ آیا ہے کہ تم ور بھی نہیں کر سکتے۔"

"اچھا۔" فیروز نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں بالکل سچ کہہ رہا ہوں اور اس کی بنیادی وجہ ایک ر بھی ہے۔"

"کیا؟"

"یہ کہ میرا کوئی براہ راست ساتھی نہیں ہے جس سے میں یہ کام لے سکوں' تم ں سلسلے میں بڑے کارآمد ثابت ہو سکتے ہو۔"

"کونسے کام کی بات کر رہے ہو چچا؟"

"کیا تم اربوں ڈالر کی مالیت کے ہیرے' کروڑوں ڈالر کی مالیت کا سونا حاصل کرنا ہاہتے ہو۔"

"اماں چچا' بھتیجے کو الو بنا رہے ہو' جو چیز تم مجھے دلوانا چاہتے ہو تم اس سے کیوں پرہیز کر رہے ہو۔"

"میں پرہیز نہیں کر رہا بلکہ اتنی ہی مالیت کا حصہ اس میں میرا ہو گا۔"

"اچھا! کہیں ڈاکہ ڈالنا ہے کیا؟"

"نہیں' بس یوں سمجھ لو میرے پاس ایک ایسے خفیہ خزانے کا راز موجود ہے جسے اگر حاصل کرلیا جائے تو یقین کرو ہم اوناسس سے زیادہ مالدار ہو سکتے ہیں' وہ ہمارے سامنے کوئی حیثیت نہ رکھے گا' دنیا کے دولت مند لوگوں میں ہمارا شمار ہو گا۔"

"کوئی چکر چلا رہے ہو چچا۔"

"دیکھو فیروز اس کے بعد اگر تم نے اس قسم کی کوئی بات کی تو میں یہ گفتگو یہیں ختم کردوں گا' انسان بہرحال انسان ہوتا ہے' دولت' شخصیت کی کمزوری ہمیشہ سے رہی ہے۔" فیروز کے چہرے پر ایک رنگ آیا' تیز طرار چالاک نوجوان تھا' لیکن نصیر بیگ جو کچھ کہہ رہا تھا وہ اتنا دلکش تھا کہ اس کے بارے میں جاننے کے لئے بے چین ہوگیا.....

"چلو چچا ٹھیک ہے میں یہ دولت حاصل کرنا چاہتا ہوں اور اگر اتنی مالیت کی دولت مجھے مل جائے تو یوں سمجھ لو میں زمین سے آسمان تک سفر کرنے کے لئے تیار ہوں' خزانہ ہے کہاں؟"

"تمہارا کیا خیال ہے' کیا اتنے قیمتی خزانے پلیٹوں میں رکھے ہوئے مل جاتے ہیں؟"

"اب میں کام کی بات شروع کر رہا ہوں تو تم مسخرے پن پر اتر آئے چچا' کون کہہ رہا ہے پلیٹوں میں رکھے ہوئے مل جاتے ہیں' لیکن جب تم نے بات چھیڑی ہے تو آگے بھی تو بڑھاؤ۔"

"ایسے نہیں فیروز' پہلے تم یہ بتاؤ کہ جو کچھ چلانے تم آئے ہو اگر میں تمہیں درمیان میں اس کھیل میں داخل کراوں تو تم یہ تو نہیں سوچو گے کہ ہو سکتا ہے میں نے اپنی بلا ٹالنے کے لئے تم سے یہ بات کہی ہو۔"

"یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا چچا۔"

"چلو ٹھیک ہے' تمہارے ماہانہ اخراجات کتنے ہیں؟"

"ہائے' دل پر چھری مار دی چچا میاں' ماہانہ اخراجات اپنے مزاج کے مطابق کرد ں تو بہت ہیں لیکن جب فقیری کا عالم ہو تو بھلا آدمی کا اپنا مزاج قائم رہ سکتا ہے۔"

"پھر بھی اگر تمہیں ایک لاکھ روپے ماہانہ دے دیئے جائیں تو کیسا رہے گا؟"

"بہت گھٹیا' بالکل بیکار' لیکن تمہارے اس ملک میں ایک لاکھ روپے بہر طور وڑے بہت کام آسکتے ہیں۔"

"تو پھر یوں سمجھ لو کہ یہاں تم عیش و عشرت سے رہو گے ایک لاکھ روپے ماہانہ ں تمہیں باقاعدگی سے ادا کرتا رہوں گا' لیکن جب تم نے یہ کام کرلیا اور مجھے اس سلسلے ں کامیابی حاصل ہوگی تو پھر میری ایک بات اور بھی سن لو۔"

"سناؤ چچا' تمہاری باتیں سننے کے لئے تو اتنی دور سے سفر کرکے یہاں تک پہنچے ہا۔"

"اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک اتنی بڑی رقم جس سے تم پوری زندگی عیش و شرت سے بسر کرسکو' یکمشت دے سکتا ہوں۔"

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔"

"میں اس رقم کا کوئی تعین نہیں کروں گا' بس اسے ان الفاظ کی روشنی میں دیکھنا' ر تم میرا کام مکمل کرنے کے بعد خزانے کے حصول میں دلچسپی نہ لینا چاہو تو میں اس کے وض تمہیں وہ رقم ادا کردوں گا اور اگر تم آگے بڑھ کر خزانے کے سلسلے میں اپنی خدمات ی مجھے پیش کرسکو تو پھر وہی پہلے والا وعدہ برقرار ہے۔"

"ہوں' اب میں بالکل سنجیدہ ہوگیا ہوں اور غیر سنجیدگی کی کوئی بات برداشت نہیں کروں گا۔" فیروز پوری طرح ٹریپ ہوگیا تھا..... نصیر بیگ سنجیدگی سے تھوڑی دیر سوچتا رہا ں کے بعد اس نے کہا۔

"تمہارے اور میرے درمیان تو ایک ایسا مجبوری کا رشتہ ہے کہ اگر تم مجھے اس سلسلے میں بھی کوئی نقصان پہنچانا چاہو گے تو صبرو سکون سے یہ نقصان برداشت کرلوں گا' ہرحال تمہیں جس راز میں شریک کر رہا ہوں لیکن اتنی بات ضرور سمجھ لو کہ میرے بغیر کوئی بھی ایک قدم آگے نہ بڑھا سکے گا۔ کوئی بھی' کوئی بھی' کوئی بھی۔ اگر یقین آجائے تو ٹھیک ہے نہ آئے تو پھر آنے والے وقت میں دیکھ لینا۔"

"میں اس لئے خاموش رہوں گا چچا کہ مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔" فیروز نے کہا لیکن نصیر بیگ نے جیسے اس کی بات ہی نہیں سنی تھی' اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں اور یوں لگ رہا تھا جیسے وہ چشم تصور سے کہیں اور دیکھ رہا ہو........ کچھ دیر تک وہ اسی طرح خیالات میں ڈوبا رہا اس دوران فیروز گہری نگاہوں سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا' غالباً یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ نصیر بیگ اس کے ساتھ فریب تو نہیں کر رہا' واقعی کوئی ایسی ہی بات ہے جس کے لئے وہ اس سے کام لینا چاہتا ہے یا اس کے علاوہ اس کے پس پردہ کوئی اور مقصد ہے۔" کچھ دیر کے بعد نصیر بیگ نے کہا۔

"تمہیں مہتاب پور جانا ہو گا' مہتاب پور یہاں سے خاصے فاصلے پر ایک چھوٹی سی آبادی کا نام ہے' چھوٹی لیکن نہایت خوبصورت آبادی' اسے دیکھ کر تمہیں یورپ کے چھوٹے چھوٹے دیہات یاد آجائیں گے' کنور مہتاب علی نے اپنی زمینوں کے ساتھ ساتھ پوری بستی کو بے حد خوبصورت بنا ڈالا ہے سمجھ لو وہ مہتاب پور کا مالک ہے' کیا چیز ہوگا مجھ سے کہیں زیادہ دولت مند' ایک شاندار مہم جو جس نے اپنی زندگی میں بے شمار مہمات سرانجام دی ہیں اور یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو فیروز کہ میری زندگی مہمات میں گزری ہے تم نے ابھی مجھ سے کہا تھا نا کہ تین سال سے تم میری تلاش میں سرگرداں ہو تین سال پہلے میں نے تمہیں آٹھ لاکھ ڈالر ادا کئے تھے اس کے بعد جانتے ہو یہ تین سال میں نے کہاں گزارے؟"

"اگر تم مجھے بتاؤ گے تبھی جانوں گا نا۔"

"ہم لوگ کانگو' یوگنڈا' روانڈا' برونڈی' تنزانیہ اور زائر کے چکر لگاتے رہے ہیں' کنشاسا میں ہم نے اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا تھا اور اس کے بعد ہم ایسے نامعلوم راستوں پر چل پڑے تھے جنہیں تم قصے کہانیوں کے راستے کہہ سکتے ہو ہو سکتا ہے جغرافیائی معلومات تمہیں بھی حاصل ہوں' یہ تمام چھوٹے چھوٹے افریقی ممالک ایک دوسرے سے ملے جلے ہیں' اصل میں ہمیں یہاں ایک خاص قبیلے کی تلاش تھی' یہ قبیلہ ایک روپوش قبیلہ ہے اور نیل کنٹھ کہلاتا ہے' نیل کنٹھ قبیلے کو تلاش کرنے میں ہمیں جن واقعات سے گزرنا پڑا

تمہیں ان کی تفصیل بتانا بیکار ہے' میرے ہی چند ہم وطن اس مہم میں شریک تھے اور پھر یہ مہم ایک نہایت دلچسپ پہلو اختیار کر گئی' آئی ایم سوری فیروز' کچھ حقیقتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں بس ایک حد تک ہی بتایا جاسکتا ہے' اس سے آگے نہیں' یوں سمجھ لو ہم نہایت پراسرار واقعات سے دو چار ہوئے اور اس کے بعد ایسے حالات سے گزرے جن کا تصور آج بھی روح کو لرزا دیتا ہے' میں بس اتنی ہی تفصیل بتا سکتا ہوں تمہیں' اس کے بعد منتشر ہوگئے اور کنور مہتاب علی آف مہتاب پور اس سلسلے میں بہت آگے بڑھ گیا' اس نے کچھ ایسے کام کئے جو بھو....." نصیر بیگ چونک پڑا اس کی آنکھیں پر خیال انداز میں پھیلی ہوئی تھیں' لیکن اب جیسے وہ ہوش و حواس میں آگیا تھا' اس نے فیروز کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کنور مہتاب علی واپس آچکا ہے' اسی ملک میں ہے' مہتاب پور کے آس پاس کہیں موجود ہے بظاہر اس نے یہ تاثر دیا ہے کہ وہ اپنے اہل خاندان سے دور رہے' لیکن یہ بات مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے کہ اس کے اہل خاندان اس کی اصل جگہ سے واقف ہیں' لیکن تم اس کی فکر نہ کرو' مہتاب پور پہنچ کر تمہیں کنور مہتاب علی کے خاندان میں شامل ہونا ہے' اب یہ تمہاری صلاحیتوں پر منحصر ہے کہ کس طرح تم اس خاندان میں داخل ہو سکتے ہو' ہاں میں تمہیں کچھ اشارے دیئے دیتا ہوں اگر کنور مہتاب علی وہاں موجود نہیں ہے تب بھی تم ان لوگوں میں داخل ہو جاؤ وہاں ایک عورت عالم آراء کے نام سے موجود ہے' نہایت بردبار' ذہین اور کسی قدر سفاک عورت ہے اس کا بھی ایک خاندانی پس منظر ہے' عالم آراء مہتاب علی کی بیوی ہے دو بیٹیاں ہیں اس کی نوجوان اور اس کے علاوہ گھر کے کچھ افراد ہیں سب کے سب فطین اور تیز طرار' اس خاندان میں ایک چھوٹی سی بچی پہنچ گئی ہے' عمر ڈیڑھ دو سال سے زیادہ نہیں ہوگی' ننھی سی بچی لیکن یہی بچی اس عظیم الشان خزانے کی کنجی ہے' کیا سمجھے...... ان لوگوں نے اس بچی کو غائب کر دیا ہے' میں دعوے سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ بچی ان کی تحویل میں ہے یا نہیں' لیکن یوں سمجھ لو کنور مہتاب علی کی زندگی کا دارومدار بھی اسی بچی پر ہے' خزانہ ایک طرف رہا لیکن ایک مخصوص وقت پر وہ بچی کنور مہتاب علی کی زندگی کی ضامن بن سکتی

ہے ورنہ کنور مہتاب علی کو اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑیں گے' بڑی عجیب اور پراسرار
ستان ہے' لیکن اور اس کا ایک ایک لفظ سچ ہے' اصل میں فیروز ہمیں اس بچی کا پتہ لگانا
ہے' اسے حاصل کرنا ہے۔ وہ بچی تحویل میں ہونی چاہیے اگر وہ ہماری تحویل میں ہوئی تو
ں سمجھو ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں ہو گا جو اس ناقابل یقین حد تک عظیم خزانے کا مالک
' میں جو کچھ تم سے کہہ رہا ہوں اسے جھوٹ نہ سمجھنا۔ تم مجھے بلیک میل کر رہے ہو نا'
پانچ انسانوں کے قاتل کی حیثیت سے جنہیں درحقیقت میں نے قتل نہیں کیا تھا بلکہ وہ
ب حادثہ تھا جس میں یہی تاثر ملا کہ وہ قتل تھے اور وہ قتل میں نے کئے تھے' بلیک میلنگ
ے تمہیں جو کچھ حاصل ہو رہا ہے وہ اس عظیم الشان خزانے کے مقابلے میں ایک مذاق
اور اگر تم ان کوششوں میں کامیاب ہو گئے تو یوں سمجھ لو کہ زندگی بھر میرے دوست
و گے کیونکہ اس کے بعد دولت تمہارے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہو گی' ہاں تو میں یہ کہہ
تھا کہ تم مجھے بلیک میل کر رہے ہو' مزید بلیک میلنگ کے لئے میں تمہیں ایک ایسی
دینے کو تیار ہوں جس میں میں اپنے آپ کو مزید بیس انسانوں کا قاتل قبول کرلوں' تم
سے مجھے مزید کچھ عرصے تک بلیک میل کر سکتے ہو' میرا مطلب سمجھ رہے ہو نا' اپنی
کی صداقت کے لئے میں تمہیں اپنے خلاف مزید ثبوت مہیا کرتا ہوں' اصل مسئلہ یہ
کہ تم اس سلسلے میں کام کرلو اور مجھ پر کوئی شک نہ کرو۔“

فیروز خاصا متاثر نظر آ رہا تھا۔ اس نے پرخیال انداز میں کہا۔

”کہانی واقعی الجھی ہوئی ہے چچا' لیکن انسان زندگی میں اگر رسک نہ لے تو زندگی
بے مزہ ہو جاتی ہے۔ تم بھی کیا یاد کرو گے کہ میں نے مذاق ہی مذاق میں تمہاری اس
پر بھروسہ کرلیا لیکن مجھے ذرا یہ تو بتاؤ کہ بھلا ایک چھوٹی سی بچی ایک اتنے عظیم
نے کی چابی کیسے ہو سکتی ہے۔“

”آہ! یہی تو سب سے پراسرار مسئلہ ہے بہت سے مسئلے ہمیں حل کرنا ہوں گے۔
گروپ ہے پورا۔ فیروز' اگر تم یہ پہلا کام کرلو اس بچی کے بارے میں صحیح تفصیل
' یا پھر اور کچھ نہ کرپاؤ تو کنور مہتاب علی ہی کو ٹریس آؤٹ کرلو تو سمجھ لو ہم نے آدھا

کام کرلیا' بچی ہاتھ آ جائے تب تو پھر اس کام کو تم پچھتر فیصد سمجھو' لیکن اگر بچی نہ بھی ملے اور صرف کنور مہتاب علی مل جائے تب بھی ہمیں بہت سے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں' وہ گدھا نہ خود کچھ کر پا رہا ہے اور نہ اس نے دوسروں کے لئے موقع چھوڑا ہے۔“

”بات بے حد الجھی ہوئی ہے اور اس میں چچا تمہاری کارستانی صاف نظر آ رہی ہے' لیکن دل چاہ رہا ہے یہ خطرہ مول لے لوں' سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ میں اس خاندان میں داخل کیسے ہو سکتا ہوں۔“

”وہ لوگ بے حد محتاط ہو رہے ہیں' اصل میں ان کی یہ احتیاط ہی مجھے اس بات کے لئے مشکوک کر رہی ہے کہ کنور مہتاب علی اپنے گھر پہنچ چکا ہے یا تو وہ اپنے گھر میں ہی پوشیدہ ہے یا اور کچھ نہیں تو کم از کم اس کے گھر والوں کو اس کے بارے میں معلومات حاصل ہیں' تم ان لوگوں سے ایک تذکرہ کرو ان سے کہو کہ تم کانگو سے آئے ہو اور تمہارے پاس سائی تھول کا ایک پیغام موجود ہے۔ نام ذہن میں رکھو گے۔“

”سائی تھول۔“

”ہاں۔“

”یہ کون ہے؟“

”بس اس کا نام ہی لے دینا کافی ہے۔ اگر یہ نام سن کر کنور مہتاب علی تمہارے سامنے آ جائے تو تم اس سے صرف اتنا کہو گے کہ تم سائی تھول کے آدمی ہو اور اس نے کنور مہتاب علی کے لئے یہ پیغام دیا ہے کہ وہ یہاں موجود ہے اور مہتاب علی کا اس سے ملنا بے حد ضروری ہے۔ وہ سائی تھول کے نام پر تمہیں زبردست اہمیت دے گا۔ اگر وہ سامنے نہ آئے تو تم اس کا انتظار کرو گے اور اس کے اہل خاندان سے کہو گے کہ تمہارا اس سے ملنا ضروری ہے' ویسے تمہیں وہاں دلچسپی کا کافی سامان ملے گا۔“

”اور اگر مل جائے تو......“

”اسے یہاں لاؤ گے۔ ہوٹل سیرینو' روم نمبر آٹھ سو اٹھ۔“

”ہوں۔ مجھے کچھ اور پوائنٹس بتاؤ تاکہ میں اس کردار کے بارے میں اس کے

سوالات کے جواب دے سکوں۔"

"ضرور میری جان۔ اور اگر تم نے یہ کام کرلیا تو میری تمہاری ایسی دوستی کا آغاز ہوگا جو کبھی ختم نہ ہوگی۔" نصیر بیگ نے کہا۔

عرشی نے کار پورچ میں روک دی اور بچی کو لے کر نیچے اتر گئی' دادی اماں اور ناظمہ بیگم ایک ایسے کمرے میں تھیں جہاں سے باہر نظر رکھی جاسکتی تھی' ناظمہ بیگم نے پورچ میں عرشی کو اترتے ہوئے دیکھا اور دھک سے رہ گئیں۔ عرشی نے دوسری طرف کا دروازہ کھول کر ایک خوبصورت سی گٹھری نکالی اور اسے سینے سے لگائے ہوئے اندر کی جانب چل پڑی۔

"پہنچ گئی۔" ناظمہ بیگم نے کہا۔

"بچی ساتھ ہے؟" دادی اماں نے پوچھا۔

"ہاں' کم بخت لے آئی۔" ناظمہ بیگم نے جواب دیا۔

"اب کیا کرو گی؟"

"خودکشی کے علاوہ اور کیا کیا جاسکتا ہے۔" ناظمہ بیگم نڈھال لہجے میں بولیں۔

"دلہن خود پر قابو رکھو' یہ بری گھڑی آئی ہے تو اسے ہوشیاری سے ٹالنا ہوگا' ورنہ عزت دو کوڑی کی ہوکر رہ جائے گی۔"

"اماں بی' ہم پر یہ وقت بھی آنا تھا۔" ناظمہ بیگم نے نڈھال لہجے میں کہا۔

"ہونی کو کون ٹال سکتا ہے ناظمہ۔ ارے ذرا دیکھو اسے باہر نکل کر' میرے مولی۔ ملازموں سے کیا کہیں گے' دنیا کو کیا بتائیں گے کس مصیبت میں پھنس گئے ہم لوگ ہدایت اللہ آئے گا تو کیا کہیں گے اس سے....."

"سب کچھ انہی کا تو کیا دھرا ہے، گھر میں اولاد جوان ہوگئی اور وہ بھی بیٹی اور اللہ نے انہیں نیک ہدایت نہ دی۔"

"اے دلہن ہاتھ جوڑ کر کہتی ہوں اسے کچھ نہ کہا کرو، آنکھ سے اوجھل ہے نہ جانے کس حال میں ہوگا، میں تو ایک ایک لمحہ اس کے لئے دعائیں مانگتی رہتی ہوں، تمہیں خدا کا واسطہ اپنی اولاد کا صدقہ میرے بچے کو برا بھلا مت کہا کرو۔"

"اماں بی آپ ہماری پریشانی بھی تو دیکھئے کیا آپ کے خیال میں اس عمر میں انہیں یوں مارے مارے پھرنا چاہیے......"

"وہ تو تم ٹھیک کہتی ہو مگر اور کچھ نہ کہنا دلہن ہاتھ جوڑتی ہوں تمہارے......"

"نہیں نہیں اماں بی، کیوں مجھے شرمندہ کر رہی ہیں آپ....."

"وہ گئی کہاں۔"

"اپنے کمرے میں گئی ہوگی۔"

"بلاؤ تو کمبخت کو۔"

"میرا دل اس سے بات کرنے کو نہیں چاہتا۔"

"آہ تو پھر ہم ہی چلتے ہیں اس کے کمرے میں، ذرا دیکھیں تو سہی اس بلا کو جو وہ ہماری مٹی پلید کرنے کے لئے لائی ہے، دیکھو ناظمہ بیگم خیال رکھنا، سختی سے کچھ حاصل نہیں ہوگا، جو ہو چکا ہے، اسے برداشت کرنا ہوگا، اس کا تو کچھ نہیں بگڑے گا، ہم ہی رسوا ہو جائیں گے زمانہ بھر میں، آؤ چلو میرے ساتھ۔" دادی اماں ناظمہ کا ہاتھ پکڑ کر عرشی کے کمرے کی جانب چل پڑیں۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اندر سے باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ عرشی ہی بچی سے کچھ بول رہی تھی، دونوں خواتین اندر داخل ہوگئیں۔ عرشی بچی کو گود میں لئے ہوئے، ہنس ہنس کر اس سے باتیں کر رہی تھی، ان دونوں کو دیکھ کر اس نے کہا۔

"ارے دیکھو، تمہاری نانی امی آگئیں اور وہ پرنانی امی بھی ہیں، بھئی واہ کتنی خوش نصیب ہو تم گل، نانی اور پرنانی بھی ہیں تمہاری....."

"بے حیا بے شرم تیری آنکھوں کی شرم کہاں مرگئی، کچھ تو شرم ہونی چاہیے تھی تجھ میں کس آرام سے تعارف کرا رہی ہے۔" ناظمہ بیگم کلکلا کر بولیں۔

"ارے تو کیا کروں، دادی اماں آپ دیکھ رہی ہیں کیسی وعدہ خلافی ہو رہی ہے، مجھ سے کہا تھا کہ مجھے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ آپ کیا سمجھتی ہیں، قید ہوگئی ہوں، میں یہاں سے پھر نکل بھاگوں گی۔"

"خدا ہی تجھے سمجھے عرشی، خدا ہی تجھے سمجھے۔" ناظمہ بیگم نے سر پکڑتے ہوئے کہا۔

"تم خاموش رہو ناظمہ، عرشی تو نے جو کچھ بھی کیا وہ تو کیا ہی ہے، لیکن اب یہ بتا آئندہ کیا ہوگا، کم بخت سب سے گاتی پھر رہی ہے، ہر ایک کو بتاتی پھر رہی ہے۔"

"تو پھر کیا کروں دادی اماں کیسے چھپا کر رکھوں۔"

"وہ کم بخت مارا، مر کہاں گیا ہے۔ تیرا خصم۔"

"لعنت بھیجو اس پر، جاوید کی بات کر رہی ہو نا۔"

"اب تو لعنت بھیجے گی ہی، مگر اس کھلونے پر کون لعنت بھیجے گا۔"

"دیکھ لو دادی اماں، دیکھ لو امی کی باتیں، اب بتاؤ۔"

"ناظمہ تم باز نہیں آؤ گی۔"

"ارے کیسے باز آجاؤں، اماں بی رازدار بھی بنایا تو نجمہ کو، ایک ایک سے گائیں گی، ایک ایک کو صورت حال بتاتی پھریں گی۔"

"ہاں یہ تو سچ ہے، سب کو پتا چل جاتا، نجمہ کو پتا نہ چلتا مگر وہی سب سے پیاری لگی اسے۔"

"گل، دیکھو یہ دادی اماں ہیں اور یہ، ہٹلر ہیں۔" اس نے ناظمہ بیگم کی طرف رخ کرکے کہا پھر اس نے بچی کو بستر پر لٹا دیا، دادی اماں آہستہ آہستہ آگے بڑھیں، بچی پر نظر ڈالی ایک لمحے کے لئے دیکھتی کی دیکھتی رہ گئیں۔ ایسا پیارا چہرہ اس سے پہلے نظروں کے سامنے نہیں آیا تھا، خوبصورت آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، دادی اماں کو دیکھ کر ننھے ننھے ہونٹ مسکرا اٹھے اور دادی اماں کا پوپلا منہ بھی مسکراہٹ سے کھل گیا، لیکن پھر فوراً ہی

سنبھل کر اپنی مسکراہٹ کو روک لیا اور پیچھے ہٹ گئیں، ناظمہ بیگم نے کہا۔

"اب یہ بتاؤ کیا کیا جائے۔"

"بی بی، اب جو ہوگیا ہے وہ تو بھگتنا ہی پڑے گا۔ اس سے پوچھو جاوید کون تھا، کہاں رہتا تھا، اور کیوں بھاگ گیا؟"

"دادی اماں اس کمینے کا تو اب میرے سامنے .... نام بھی مت لینا تم........." عرشی نتھنے پھلا کر بولی۔

"ارے تو بچی اسی کے حوالے کردی ہوتی نا۔"

"واہ واہ، واہ اپنی اولاد اسے دے دیتی ہیں۔"

"ارے تیری اولاد والی کم بخت، خدا غارت کردے تجھے۔" ناظمہ بیگم پھر چیخیں۔

"دیکھا گل، نانی اماں مجھے کوس رہی ہیں، مگر تم پرواہ مت کرنا میں ساری دنیا کو ایک طرف رکھ دوں گی، اور تمہیں ایک طرف۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ میں ابھی موجود ہوں۔ ان کے کہنے سے میں کوئی غارت تو نہیں ہو جاؤں گی۔"

"ناظمہ کسی نوکر کو بلا کر کہو کہ نجمہ کو یہاں بھیج دے، دادی اماں نے کہا اور ناظمہ بیگم غصے سے باہر نکل گئیں، پھر وہ دوبارہ واپس نہیں آئی تھیں، لیکن نجمہ پھوپھی پہنچ گئیں۔"

"جی اماں بی۔"

"نجمہ، کتنا عرصہ ہوگیا تمہیں اس گھر میں؟"

"جی۔" نجمہ پھوپھی حیرت سے بولیں۔

"کتنا عرصہ ہوگیا تمہیں اس گھر میں؟"

"مجھے تو یاد بھی نہیں رہا اماں بی کیوں پوچھ رہی ہیں آپ....."

"کوئی برا سلوک ہوا اس گھر میں تمہارے ساتھ....."

"ارے خدا کی پناہ، مجھ سے کوئی غلطی ہوئی اماں بی....."

"نہیں، اگر اس گھر میں تمہارے ساتھ اچھا سلوک ہوا ہے تو آج اس کا صلہ ادا

کا وقت آگیا ہے۔"

"حکم دیں اماں بی۔"

"بچی کے سلسلے میں اپنی زبان بند رکھنا، بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں چاہتی۔"

"آپ فکر ہی نہ کریں، بھلا میری زبان کھلے گی کہیں....."

"دادی اماں، میں ابھی آئی، ذرا گل کا خیال رکھیئے۔" عرشی کو کوئی کام یاد آگیا، وہ کچھ کہے بغیر باہر نکل گئی، دادی اماں نے محبت بھری نگاہوں سے بچی کو دیکھتے ہوئے

"ذرا صورت تو دیکھو اس کی، ہائے اللہ قسم گلاب کا پھول لگ رہی ہے، ایسی خوش ایسی پیاری کہ کلیجے میں اتار لینے کو دل چاہے، اری نجمہ ذرا ایک بات تو بتاؤ۔"

"جی اماں بی۔"

"کتنی عمر ہوگی اس کی۔"

"اماں بی، دو سال سے کم تو نہیں ہے۔"

"اتنا عرصہ ہوگیا اسے شادی کئے ہوئے۔"

"کیا پتہ۔" نجمہ پھوپھی نے کہا۔

"عقل ماری جارہی ہے ہماری تو پتہ نہیں ہدایت اللہ کے آنے کے بعد کیا ہوگا۔"

"اب تو سنبھالنا ہی پڑے گا اماں بی۔"

"بس نجمہ تم خیال رکھنا ابھی کسی کو مت بتانا، ارے یہ ناظمہ کہاں چلی گئی۔"

"پتہ نہیں، مجھے آپ کے پاس آنے کا کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں....."

"کلیجے پر چھریاں چل رہی ہیں اس کے اور بات بھی سچ ہے کوئی ایسی ترکیب کی کہ ابھی بات دبی رہے....."

"یہ کہہ دیں گے اماں بی کہ کسی سہیلی کی لڑکی ہے، میرا مطلب ہے عرشی کی سہیلی اس کی ماں مرگئی ہے اس لئے عرشی اسے یہاں لے آئی ہے۔"

"اے نجمہ، اللہ نہ کرے، ایسے منہ کھول کر میری بچی کو بددعا تو نہ

دو۔" دادی اماں ہاتھ اٹھا کر بولیں۔

"تو پھر آپ خود ہی سوچئے' کیا کریں گے۔" اس دوران دادی اماں نے غیر اختیاری طور سے بچی کو اٹھا کر گود میں لے لیا تھا' اچانک ہی عرشی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔ دادی اماں نے بچی کو جلدی سے نیچے لٹا دیا' عرشی کار سے بچی کے کپڑے نکالے تھی' کپڑے اس نے ایک جانب ڈال دیئے' دادی اماں اور نجمہ پھوپھی کو دیکھا پھر کہنے لگی۔

"نجمہ پھوپھی آپ ذرا آج کل میرے کمرے میں ہی رہا کریں۔ آپ ذرا اس کی دیکھ بھال کر سکتی ہیں' میں تو مصروف رہتی ہوں......"

"اب بھی تیری مصروفیت رہ گئی ہے کچھ۔"

"ارے بہت سی مصروفیات ہیں دادی اماں' کیا کیا بتاؤں آپ کو' عرشی نے کہا اور اسی وقت اس کی قریب رکھے ہوئی ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی دوسری جانب سے صائمہ کے اخبار کا ایڈیٹر بول رہا تھا۔ اس نے کہا۔"

"مس عرشی' آپ نے اخبار میں اپنے فیچر کے بارے میں اشتہار پڑھ لیا ہوگا۔ میں نے صائمہ سے معلوم کیا تھا تو پتہ چلا کہ آپ نے فیچر ابھی تک نہیں دیا' دیکھئے چند گھنٹوں کے اندر اندر فیچر صائمہ کو پہنچا دیجئے' اشتہار دینے کے بعد فیچر نہ چھپنے کا مطلب بے عزتی ہوگی۔"

"نہیں نہیں' بس تھوڑی دیر کے اندر اندر میں فیچر پہنچا دیتی ہوں۔" عرشی نے جواب دیا اور فون بند کر دیا پھر کہنے لگی۔

"دادی اماں' آپ چاہیں تو گل کو اپنے کمرے میں لے جاسکتی ہیں' مجھے تھوڑا سا کام کرنا ہے۔"

"میری لے جائے جوتی' بڑی سوغات لائی ہے تو میرے لئے۔" دادی اماں نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئیں' لیکن جاتے ہوئے وہ نجمہ پھوپھی کو اشارہ کر گئی تھیں کہ بچی کو اٹھا کر کمرے میں لے آئے۔

مہتاب پور ہاؤس میں ہونے والے قتل کی دہری واردات کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا' پی سردار شیخ بھی اس سلسلے میں کچھ دبا دبا سا نظر آرہا تھا' انسپکٹر نادر شاہ کو بارہا اس کا ہوا تھا' کیونکہ بے باک آدمی تھا اور ہر بات بے تکان کر لیا کرتا تھا اس نے ایس پی شیخ سے اس موضوع پر بات کی اور کہا کہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے تاب پور جاکر وہاں سے کچھ لوگوں کو تفتیش کے لئے حاصل کرے ورنہ اور تو کوئی ت نظر نہیں آتی' نادر شاہ کا کہنا تھا کہ وہ لوگ اتنی آسانی سے قتل کی اس واردات کو رگئے اس کا مقصد ہے کہ اس کے پس پشت کوئی کہانی ہے۔ ایس پی' سردار شیخ نے ھجاتے ہوئے کہا۔

"دیکھو نادر شاہ دو باتیں ہیں' پہلی بات تو یہ کہ کنور مہتاب علی کسی معمولی شخصیت نہیں ہے' اگر خدا جھوٹ نہ بلائے تو خود اس وقت حکومت کے بااختیار لوگوں میں ہتاب کے کئی رشتے دار موجود ہوں گے' الٹی آنتیں گلے پڑ جائیں گی' دوسری بات مارے پاس کوئی ایسی واضح بات نہیں ہے جس کی بناء پر ہم وہاں سے کچھ لوگوں کو ' بڑے لوگوں کے معاملات بھی بڑے ہی ہوتے ہیں' تم ہلکی پھلکی تحقیقات جاری ور جب تک کوئی ایسا واضح ثبوت نہ مل جائے کسی کے خلاف کوئی سخت قدم اٹھانے ز کرو' میں تمہیں سختی سے اس کی ہدایت کرتا ہوں۔"

''نادر شاہ خاموش ہوگیا تھا' ایس پی سردار شیخ نے جس مشکل کا اظہار
در حقیقت اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا تھا ایسی بات تھی' لے دے کر اب وہی فقیر
رکھی رہ جاتی تھی جو نادر شاہ کی اس کیس کے سلسلے میں اپنی ذہنی تخلیق تھی' صرف
آواز کی بنیاد پر جس نے مہتاب پور ہاؤس میں قتل کی اطلاع دی تھی اور پھر فقیر
روپ میں اسے جو لڑکی ملی تھی اس کی آواز بھی اس آواز سے مشابہہ تھی۔ اس کے
فقیروں کی بستی کے کچھ شواہد ملے تھے جن میں اسے پتہ چلا تھا کہ اللہ رکھی نامی کسی
کو اغواء کرلیا گیا ہے' اللہ رکھی کے بارے میں مزید معلومات سے جو انکشافات ہوئے
وہ بھی نادر شاہ کے شبے کو تقویت دیتے تھی' رمضان نامی فقیر نے جو کہانی سنائی تھی و
نوعیت کی انوکھی کہانی تھی' حالانکہ انسپکٹر نادر شاہ اس کہانی سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں
تھا پھر بھی اس نے تین بار اپنے سب انسپکٹر شہزاد کو فقیروں کی اس آبادی کی جانب ر
کیا تھا اور یہ معلوم کرایا تھا کہ وہ فقیرنی یہاں واپس آئی یا نہیں یا اس کے بارے میں
معلومات حاصل ہوئیں یا نہیں' پتہ چلا تھا کہ اس کا کوئی نشان نہیں ملا' بس یہ چند واقع
تھے جن کی بناء پر انسپکٹر نادر شاہ کو اس کیس میں خاصی دلچسپی محسوس ہو رہی تھی'
تحقیقات کے تمام ہی راستے بند تھے اور کوئی کام نہیں بن رہا تھا..... باقاعدہ تھانہ انچارج
اور اپنے تھانے کو بڑی خوش اسلوبی سے چلا رہا تھا' یہ دوسری بات ہے کہ اس کے تھا
کے لوگ اس سے خاصے بد دل نظر آتے تھے' یہ الفاظ انسپکٹر نادر شاہ کے کانوں تک
تھے کہ انسپکٹر صاحب خود تو ایک بڑے دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں' انہیں
رشوت وغیرہ کی ضرورت ہے نہیں' باقی لوگوں کے لئے انہوں نے مشکل پیدا کردی
غرضیکہ وقت گذر رہا تھا۔ اس وقت بھی نادر شاہ ایک کیس سے فراغت حاصل کرکے
تھا' پچھلا پورا دن اس کیس کا چالان پیش کرنے میں گزر گیا تھا اور عدالت ہی میں
وقت صرف ہوگیا تھا' چنانچہ آج اس نے مکمل آرام کا فیصلہ کیا تھا۔''

سامنے میز پر رکھا ہوا اخبار اٹھا کر اس نے پہلے فرنٹ پیج کی خبروں پر نظر ڈالی
کی تمام خبریں معمول کے مطابق تھیں' کوئی ایسی خاص خبر نہیں تھی جو اس کے لئے با

دلچسپی ہوتی' پھر اس نے اندر کا صفحہ پڑھا اور یونہی ایک عنوان پر نظر ڈالتے ہوئے اس کی
نگاہیں اس پر رک گئیں' غالباً' کوئی فیچر تھا' جس کے بارے میں ایڈیٹر نے نوٹ لکھا تھا۔
نادر شاہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ ایڈیٹر نے لکھا تھا۔

''مس عرشی ہدایت اللہ' یہ نام اخبار نویسوں کے لئے نیا نہیں ہے۔ کچھ عرصے سے
یہ نام لوگوں کی توجہ کا باعث بننے لگا ہے' اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مس عرشی ہدایت
اللہ جس چیز کے بارے میں بھی لکھتی ہیں' اس کا بھرپور مشاہدہ کرتی ہیں اور اپنے آپ کو
اس ماحول میں شامل کرکے اس کی تمام گہرائیوں کا پتہ لگاتی ہیں' پھر اپنے زور قلم کا جادو
جگاتی ہیں' اس بار انہوں نے گداگروں کی زندگی پر ایک دلچسپ فیچر لکھا ہے' ہمیں خوشی
ہے کہ آج تک ان کی تمام تحریروں کو شائع کرنے کا اعزاز ہمیں ہی حاصل ہوا ہے۔''

''نادر شاہ پوری دلچسپی سے اخبار پر جھک گیا تھا اس نے فیچر پڑھنا شروع کیا۔''

''دنیا کی قدیم ترین تاریخ میں بہت سے پیشے ایسے ملتے ہیں جو پیشے سے ہٹ کر نسل
بن چکے ہیں اور وہ پیشہ ور لوگ اسی نسل کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ موجودہ دور میں
گداگری کو ایک سائنسی حیثیت حاصل ہوگئی ہے' بے شمار نئے افراد جن کا تعلق
گداگروں کے خاندان سے نہیں ہے اس پیشے میں شامل ہوتے جارہے ہیں۔'' کیونکہ
حقیقت یہ ہے کہ بس اسٹاپوں پر' ہوٹلوں پر' ریلوے اسٹیشنوں پر' ہسپتالوں پر' دوکانوں پر'
غرضیکہ جہاں انسان کا گذر ہو سکتا ہے آپ کا واسطہ گداگروں کی فوج سے ضرور پڑے گا
اور آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گا کہ فرض انسانیت کس حد تک نبھائیں' گداگروں کی
زندگی عام انسانوں کی زندگی سے مختلف نہیں ہوتی' نہ یہ کسی احساس کمتری کا شکار ہوتے
ہیں' ان کی اپنی آبادیوں میں وہ تمام مسائل اسی شکل میں موجود ہیں جس طرح ہماری آپ
کی زندگی میں' یہاں حسن و جمال کا گداز بھی ہوتا ہے' جدائی اور فراق کی راتیں بھی' خود
ان گداگروں کو بہت عجیب و غریب مشکلات سے گزرنا پڑتا ہے' میں نے اپنی زندگی کے
چند روز ایک نوجوان بھکارن کی حیثیت سے گزارے ہیں اور شہر کی مختلف سڑکوں پر بھیک
مانگ کر یہ اندازہ لگایا ہے کہ ایک نوجوان بھکارن کو کیا کیا مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

میں نے محسوس کیا ہے کہ بھکارن اگر نوجوان ہو اور تھوڑی سی نرم و نازک بھی تو بڑے آرام سے ایک بڑی رقم کمالیتی ہے اور اس کے صلے میں اسے کسی مشکل وقت سے نہیں گزرنا ہوتا' ہاں اسے پیشکشیں صبح سے شام تک ملتی ہیں' فقیروں کی بستی میں بھی اسے بہت سے ہمدرد اور دوست مل جاتے ہیں۔"

"فیچر اچھا خاصا طویل تھا اور اسے دلچسپ پیرائے میں لکھا گیا تھا لیکن نادر شاہ کا ذہن ہوا میں اڑ رہا تھا اس کے ہونٹوں سے بار بار ایک ہی نام نکل رہا تھا۔ "عرشی ہدایت اللہ' عرشی ہدایت اللہ' اللہ رکھی' دیدے بابو اللہ کے نام پر' سنئے مہتاب پور ہاؤس میں دو افراد کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔" ایس آئی شہزاد نے میز پر آہستہ سے رول بجا کر کہا۔

"سر' کس خیال میں کھوئے ہوئے ہیں؟"

"ایں۔" انسپکٹر نادر شاہ چونک پڑا۔

"میں نے سلوٹ کیا' پھر آوازیں دیں' لیکن سر بالکل ہی بے خبر بیٹھے رہے۔"

"سوری شہزاد' بیٹھو' کوئی خاص بات تھی؟"

"نہیں سر۔ راوی چین لکھتا ہے۔ آج کا روزنامچہ مکمل ہو گیا ہے' وہ اصل میں کچھ کام تھا ذرا جلدی گھر جانا تھا۔ اگر کوئی خاص بات نہ ہو تو۔"

"نہیں نہیں' ہیڈ محرر فرید شاہ تو ہے ناں؟"

"جی سر' سب لوگ موجود ہیں' آپ کہیں تشریف لے جائیں گے سر؟"

"ایں' ہوں' سوچ رہا ہوں۔"

"کس خیال میں گم تھے؟"

"شہزاد' ذرا یہ فیچر پڑھ لو۔" نادر شاہ نے سرخ پنسل سے فیچر کے گرد دائرہ بنا دیا اور اخبار ایس آئی شہزاد کے سامنے رکھ دیا' شہزاد نے بھی پورا فیچر پڑھا اور بہت زیادہ پر جوش ہو گیا۔

"سر اپنے سارے تجربے کو سامنے رکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم یہ معمہ حل ہو گیا' یہ وہی بھکارن اللہ رکھی ہے' سر' آپ یقین کریں اس کے علاوہ اور کوئی

نہیں ہو سکتا۔"

"ہوں' مگر شہزاد مسئلہ یہ ہے کہ سر ہدایت اللہ کے بارے میں مجھے کچھ معلومات درکار ہوں گی۔"

"پھر جو حکم کریں سر' میں اپنی روانگی کینسل کئے دیتا ہوں اور اس سلسلے میں معلومات حاصل کئے لیتا ہوں۔"

"سوچ لو' تمہیں کوئی دقت تو نہیں ہو گی؟"

"نہیں سر' فون کر دیتا ہوں کہ جس پروگرام میں مجھے جانا ہے وہاں نہیں پہنچ سکتا' بس سر' ٹھیک ہے' مگر ایک بات بتایئے کیا اس لڑکی کو ٹریس آؤٹ کیا جائے؟"

"نہیں' بالکل نہیں' تمہیں صرف سر ہدایت اللہ کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم کرنی ہیں' ویسے تو یہ کام میں اخبار کے دفتر سے بھی کر سکتا ہوں' لیکن بہتر ہو گا کہ تم ذاتی طور پر یہ معلومات حاصل کرو۔"

"جی کوئی مشکل کام نہیں ہے اور ویسے بھی یہ نام سنا ہوا ہے سر' بڑے لوگوں کی بڑی بات ہوتی ہے۔"

"تو پھر تم یہ معلومات کر کے مجھے اطلاع دو۔"

"شام کو سات بجے ایس آئی شہزاد نے نادر شاہ کو مکمل تفصیلات فراہم کی تھیں۔"

"سر ہدایت اللہ کو اللہ نے نیک ہدایات نہیں دیں' مہم جو ہیں اور زیادہ تر زندگی جنگلوں' پہاڑوں اور ریگستانوں کی خاک چھانتے ہوئے گزری ہے' بہت بڑی جائیدادیں ہیں' سر کا خطاب نسل در نسل منتقل ہو رہا ہے' اب پتہ نہیں یہ خطاب انہیں ڈائریکٹ ملا ہے یا پھر سر شجاعت اللہ کے نام سے انہیں منتقل ہوا ہے' برائن روڈ پر کوٹھی ہے ان کی ستائیس نمبر' دیکھنے دکھانے کی چیز ہے' عرشی ہدایت اللہ کی بیٹی ہے۔ باقی لوگوں کے بارے میں زیادہ تفصیلات نہیں معلوم ہو سکیں سر' کیا ان کی بھی ضرورت تھی۔"

"نہیں' بس اتنا ہی کافی ہے۔"

"وہ سر' اصل میں میں نے کہہ دیا تھا کہ جس تقریب میں مجھے شرکت کرنی ہے میں

وہاں ذرا دیر سے پہنچ جاؤں گا' سر اگر آپ کا حکم ہو تو رات کو تھانے نہ آؤں۔"

"ہاں' تم جاؤ۔ بہت شکریہ....." انسپکٹر نادر شاہ نے کہا اور اس کے بعد دیر تک وہ بیٹھا کاغذ پر لکیریں کھینچتا رہا تھا۔ اس نے برائن روڈ کوٹھی نمبر دو سو ستائیں کاغذ پر لکھ لیا تھا۔ غرض پہلی بار اس سلسلے میں انسپکٹر نادر شاہ کو کچھ تھوڑی سی معلومات حاصل ہونے کی توقع ہوئی تھی۔

اور پھر دوسرے ہی دن وہ تیار ہو کر چل پڑا' باقی تمام معاملات نمٹا لئے تھے۔ چونکہ اس نے تحقیقات کے لئے رات بھر میں ایک لائحہ عمل مقرر کرلیا تھا اس لئے اس وقت وہ اپنی پرائیوٹ کار میں تھا سادہ لباس میں ملبوس' سفید شلوار' سفید قمیص اور سیاہ چشمے میں اس کی شخصیت بے حد حسین نظر آرہی تھی' ویسے بھی خوبصورت نوجوان تھا' خاص طور سے جامہ زیب' بھرے بھرے جسم اور حسین خدوخال کا مالک شلوار قمیض میں ہوتا تو اتنا حسین نظر آتا کہ دیکھنے والے ایک نگاہ دیکھنے کے بعد اسے نظرانداز نہیں کرپاتے تھے' اس کی کار برائن روڈ کی طرف جارہی تھی جیسا کہ سردار شیخ صاحب نے کہا تھا کہ بڑے لوگوں کے بارے میں تحقیقات کرتے ہوئے ذرا محتاط رہنا پڑتا ہے' اس نے ہدایت کو مدنگاہ رکھا تھا' یہاں بھی ایک بڑے آدمی ہی کا قصہ نکلا تھا اور یہ شوق جو مس عرشی ہدایت اللہ کا تھا' یقینی طور پر کسی بڑے آدمی کی بیٹی ہی کا شوق ہو سکتا تھا' وہ بھکارن پوری طرح اس کے ذہن میں محفوظ تھی جو اس رات سڑک پر اس سے ٹکرائی تھی۔ بالکل بے موقع سی بات تھی یقینی طور پر وہ کسی اور ہی عمل سے گزر رہی تھی لیکن اس نے فوراً" ہی دیدے بابو اللہ کے نام پر کہہ کر اپنی شخصیت کو مشکوک ہونے سے بچالیا تھا' اس وقت نادر شاہ کو یہ احساس ہو رہا تھا کہ وہ حماقت کا شکار ہوگیا تھا ورنہ بھکارن کو روک کر اس سے ذرا اس کے بارے میں تفصیل تو پوچھنی چاہیے تھی۔ بھکارن کے نقوش جو ایک لمحے کے لئے اس کے سامنے آئے تھے' لیکن یہ صرف انسپکٹر نادر شاہ کا ہی اپنے بارے میں تجزیہ نہیں تھا' بلکہ اس کی اس صفت کو ہر شخص نے تسلیم کیا تھا کہ اس کی یادداشت باکمال ہے' ایک بار کوئی آواز سن لے تو اسے نہیں بھولتا' ایک بار کوئی چہرہ نگاہوں کے سامنے آجائے تو

ہزار لوگوں میں بھی اسے پہچان لے' اس خوبی کو اس نے کئی بار اپنے کیس کے سلسلے میں استعمال کیا تھا۔ برائن روڈ پہنچ گیا' سست رفتاری سے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کوٹھی نمبر دو سو ستائیس تلاش کی' ذرا پیچیدہ راستوں سے گزر کر ملی تھی۔ کوٹھی نمبر بڑی خوبصورتی کے ساتھ لکھا ہوا تھا باقی اور کوئی نمبرپلیٹ وغیرہ نہیں لگائی گئی تھی۔

ابھی اس نے کار کی رفتار سست ہی کی تھی کہ کوٹھی نمبر دو سو ستائیس سے ایک خوبصورت کار نکلی جسے ایک لڑکی ڈرائیو کر رہی تھی' انسپکٹر نادر شاہ اسے مکمل طور پر تو نہ دیکھ سکا' لیکن قریب سے گزرتے ہوئے اس نے لڑکی کے چہرے کو ضرور دیکھ لیا اور دوسرے لمحے اس کی نگاہوں میں بے شمار تصویریں ابھر آئیں اور ساتھ ہی وہ آواز بھی..... "دیدے بابو اللہ کے نام پر" یہ چہرہ اگر تھوڑا سا بگاڑ دیا جائے تو اس بھکارن کے چہرے کے علاوہ اور کوئی چہرہ نہیں تھا' عرشی ہدایت اللہ' اللہ رکھی..... انسپکٹر نادر شاہ نے فوراً" ہی کار کو موڑا اور برق رفتاری سے اس کار کے پیچھے چل پڑا' اپنی یادداشت پر اعتماد کرتے ہوئے اس نے یہ اندازہ لگالیا تھا کہ وہ عرشی ہدایت اللہ ہی ہے اور اگر وہ نہیں ہے تب بھی وہ بھکارن ضرور ہے جو اسے ٹکرائی تھی۔ بس چہرے پر تھوڑا سا میک اپ کرلیا جائے' بال بکھیر لئے جائیں' چیتھڑے لگالئے جائیں تو یہ لڑکی اس بھکارن کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی' نادر شاہ بڑی ہوشیاری سے اس کا تعاقب کرنے لگا' لیکن کچھ دور چلنے کے بعد اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ لڑکی کو تعاقب کا شبہ ہو چکا ہے۔ وہ اب اس طرح ذیلی سڑکوں اور گلیوں میں گاڑی گھما رہی تھی جیسے تعاقب کا اندازہ لگا رہی ہو' نادر شاہ کو یہ بھی احساس ہوگیا کہ وہ ایک بہت تیز طرار لڑکی ہے اسے بڑی مشکل سے ہینڈل کرنا ہوگا۔ لڑکی مختلف راستوں سے گزرتی رہی اب وہ جس علاقے میں تھی' یہ اتفاق سے نادر شاہ ہی کے تھانے کا علاقہ تھا' لڑکی نے ایک ذیلی گلی میں کار موڑ دی تھی جس کا اختتام ایک چوڑی سڑک یا بازار میں ہوتا تھا' نادر شاہ نے بھی اپنے کار اس کے پیچھے لگا دی' لیکن جیسے ہی وہ گلی کے دوسرے سرے پر نکلا اسے اپنی کار کو بریک لگانا پڑا' لڑکی نے اپنی گاڑی روکی ہوئی تھی اور وہ بھی اس طرح کہ نادر شاہ کی کار آگے نہ نکل سکے' نادر شاہ نے گردن نکال کر باہر دیکھا.....لڑکی

دروازہ کھول کر نیچے اتر رہی تھی' اس کا رخ نادر شاہ کی جانب تھا اور وہ بڑے عجیب سے انداز میں آگے بڑھ رہی تھی' نادر شاہ نے گیئر نیوٹرل کیا اور انجن اسٹارٹ کئے لڑکی کو دیکھنے لگا' وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب پہنچی اور اور پھر اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"تم غنڈے ہو؟"

مہتاب پور کے حالات معمول کے مطابق چل رہے تھے رعنا اور شفق اب آپس ہی میں گفتگو کرنے لگی تھیں' شفق بہت سنجیدہ تھی' رعنا کو اسی نے سنبھال رکھا تھا' بھی وہ کسی معاملے میں ضد کرتی تو شفق ہی اس سے کہتی۔"

"تم خود بتاؤ' کیا یہ سب کچھ مجبوری کے عالم میں نہیں کیا جا رہا۔ نہ ممی ایسی تھیں اور نہ ڈیڈی' ہم پر تو کبھی سختی ہوئی ہی نہیں اور ویسے بھی تم اسے سختی تو نہیں کہہ سکتیں' ممی نے کتنی سنجیدگی سے ہمیں سمجھایا ہے کہ حالات کچھ ایسے ہو گئے ہیں جن کی وجہ سے عارضی طور پر ہمیں ممی کی بات ماننی پڑے گی' حالات درست ہو جائیں گے تو پھر معمولات پہلے کی طرح ہو جائیں گے' میرے خیال میں رعنا ہمیں اپنی ماں سے تعاون کرنا چاہیے' دیکھو اگر ہماری وجہ سے ان کی پریشانیوں میں اضافہ ہو گیا تو یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہوگی۔"

"مگر یہ بتاؤ شفق کہ ہمیں آخر اس گھر میں سمجھا کیا جاتا ہے' کیا ہم ممی کے لئے قابل اعتماد نہیں ہیں' اگر ہمیں بھی یہ بتا دیا جائے کہ حالات کی شکل کیا ہے تو کیا ہم اس کے لئے تعاون نہیں کریں گے۔" شفق مسکرا کر بولی۔

"دیکھو' میرا تجربہ تم سے بہت زیادہ نہیں ہے لیکن تمہارے سوچنے کا انداز نیگیٹو ہے۔ تم ہر بات کو شدت کے ساتھ سوچتی ہو جبکہ میں ایسا نہیں کرتی' ماں باپ اپنی اولاد کو

ہمیشہ بچہ ہی سمجھتے ہیں اور یہ سوچتے ہیں کہ اپنی مشکلات بچوں پر مسلط نہ کریں' یہ تو ان کی اچھی سوچ ہے کوئی بری بات تو نہیں۔"

عالم آراء ان دنوں کافی سخت ہوگئی تھی' حالانکہ ساری زندگی بچیوں کے ساتھ اس کا رویہ بہت ہی مشفق اور محبت آمیز رہا تھا لیکن اب حالات ہی کچھ ایسے ہوگئے تھے کہ وہ ذہنی طور پر شدید الجھنوں کا شکار ہوگئی تھی' کاروباری معاملات بھی سب کچھ اسے ہی سنبھالنے پڑتے تھے' اس سے پہلے کبھی اس نے لوگوں کے ساتھ سختی نہیں کی تھی' لیکن اب کئی بار وہ ان کاروباری لوگوں کو سزائیں دے چکی تھی جنہوں نے ذرا سی بھی غلطی کی ہو' دیوان سرکار بھی گہری نگاہوں سے عالم آراء کی ان کیفیات کا جائزہ لے رہا تھا اور ان کی وجوہات سمجھتا تھا اس لئے کسی معاملے میں مداخلت بھی نہیں کر رہا تھا' اسے احساس تھا کہ عورت ہونے کے باوجود عالم آراء پر مردوں سے زیادہ ذمے داریاں عائد کر دی گئی ہیں' پرانا نمک خوار تھا' ہر قیمت پر حالات بحال رکھنا چاہتا تھا۔ کنور مہتاب علی کے بارے میں بھی اسے علم تھا کہ بہت نفیس انسان ہیں' کوئی ایسا ہی انوکھا واقعہ پیش آگیا ہے جس میں الجھ گئے ہیں' لیکن دیوان سرکار کو بس اتنا سا اختلاف تھا کہ اگر کوئی بات ہے تو وہ تنہا ہی خود پر کیوں جھیل رہے ہیں۔ انہیں اپنے وفاداروں کو اعتماد میں لینا چاہیے تھا۔ عام لوگ نہ سہی کم از کم بیوی کی حد تک' بہرحال یہ مالک کی بات تھی۔ عالم آراء ان دنوں بالکل پتھر ہوگئی تھی' نہ ہونٹوں پر مسکراہٹ' نہ انداز میں شگفتگی' ملازم بھی سہمے سہمے سے رہتے تھے' ہرایک معمولی سے معمولی بات پر سخت سرزنش کیا کرتی تھی۔

پھر اس دن دوپہر کا وقت تھا جب ایک نوجوان ہاتھ میں چھوٹا سا سوٹ کیس لئے کوٹھی کے دروازے پر نظر آیا۔ چوکیدار سے کچھ باتیں کر رہا تھا' شفق اور رعنا سامنے ہی موجود تھیں دونوں اس طرف متوجہ ہوگئیں' نوجوان شاید اندر آنے پر بضد تھا اور چوکیدار اسے روک رہا تھا۔

"آؤ ذرا دیکھیں۔" رعنا نے کہا۔

"نہیں' ہمیں وہاں نہیں جانا چاہیے دیوان سرکار کو اطلاع دو یا پھر ممی کو....." رعنا بتاکر خاموش ہوگئی۔

چوکیدار نے اشارہ کرکے ایک ملازم کو بلایا اور اس سے کچھ کہا اور ملازم دیوان سرکار کی طرف دوڑ گیا۔ شفق اور رعنا وہیں کھڑی رہیں' پھر چوکیدار ہی نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور انہیں بلایا۔ شفق نے ایک لمحے سوچا اور پھر رعنا کو اشارہ کرکے آگے بڑھ گئی' نوجوان بہت اچھی شکل و صورت کا مالک تھا اور اس کی شخصیت کافی پرکشش نظر آتی تھی۔ اس نے کہا۔

"دیکھئے مس' اصل میں مجھے کنور مہتاب علی صاحب سے ملنا ہے ایک بیرونی ملک سے آیا ہوں' لیکن یہ چوکیدار عجیب سی باتیں کر رہا ہے کیا آپ لوگوں کے ہاں مہمانوں کی آمد پر پابندی لگا دی گئی ہے۔"

"آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟" شفق نے پوچھا۔

"میرا نام فیروز بخت ہے اور میں جرمنی سے آیا ہوں۔"

"ڈیڈی سے کیا کام ہے آپ کو؟"

"میڈم' ویسے تو میں مقامی باشندہ ہی ہوں اور زندگی کا ایک طویل دور میں نے یہیں اسی ملک میں گزارا ہے یہاں کی روایات میرے علم میں بھی ہیں' باپ سے اگر کوئی کام ہے تو کیا بیٹی کو بتانا ضروری ہوتا ہے' مجھے کنور صاحب سے ہی اشد ضروری کام ہے۔"

"چوکیدار نے آپ کو بتایا ہوگا کہ ڈیڈی ان دنوں ملک سے باہر ہیں۔"

"ہاں چوکیدار نے یہ کہا ہے لیکن آپ اسے کیا کہیں گی کہ مجھ سے زیادہ یہ بات اور کوئی نہیں جان سکتا تھا کہ کنور صاحب یہیں موجود ہیں۔"

"گویا آپ ہم لوگوں کو جھوٹا قرار دینا چاہتے ہیں۔" شفق نے کہا۔ لیکن اتنی دیر میں دیوان سرکار ملازم کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس نے فیروز کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے جناب۔ آپ کون ہیں اور کس سے ملنا چاہتے ہیں؟"

"خدا کی پناہ! مجھے کتنے لوگوں کو یہ جواب دینا ہوگا۔ لیکن خیر مشکل ہی یہ آپڑی ہے کہ آپ جیسے غیر مہذب لوگوں کو برداشت کرنا پڑے گا' بھائی میں کنور مہتاب علی کا ایک

بہت گہرا شناسا ہوں ایک ایسا پیغام لایا ہوں ان کے لئے جو اگر ان تک نہ پہنچا تو انہیں بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ جائے گا' میں ہر قیمت پر ان سے ملنا چاہتا ہوں اور یہاں ایک ایک شخص مجھ سے تفتیش کر رہا ہے' چوکیدار مجھے دروازے سے ہی بھگانے کی فکر میں تھا آپ کیسے لوگ ہیں؟ میرا خیال ہے اس قسم کا انداز تو ابھی تک کہیں استعمال نہیں کیا گیا۔"

"آئیے تشریف لائیے۔" دیوان سرکار نے حلیمی سے کہا اور نوجوان سوٹ کیس ہاتھ میں لئے ہوئے اندر داخل ہوگیا۔ شفق اور رعنا بھی پیچھے پیچھے چل پڑی تھیں۔ دیوان سرکار اسے ڈرائنگ روم میں لے گیا۔ اندر داخل ہوتے ہوئے اس نے شفق اور رعنا سے کہا۔

"شفق بی بی آپ براہ کرم بیگم صاحبہ کو بھیج دیجئے۔" دونوں خاموشی سے واپس مڑ گئی تھیں۔ دیوان سرکار نے نوجوان سے کہا۔

"دیکھئے' میں اصل میں بیگم صاحبہ کا پرسنل سیکریٹری ہوں بلکہ آپ مجھے کنور صاحب کا بھی پرسنل سیکریٹری سمجھ لیجئے۔ گھر کے امور کا نگران میں ہی ہوں اور آپ یہاں کے بارے میں جو بھی گفتگو کریں گے آپ کو مجھ سے ہی کرنا ہوگی۔"

"محترم' میں یہاں کے بارے میں گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ آپ براہ کرم کسی اور کو اطلاع دینے کی بجائے کنور مہتاب علی ہی کو میرے بارے میں اطلاع دے دیجئے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ وہ یہاں موجود نہیں ہیں تو اس بات کو ذہن نشین کر لیجئے گا کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ یہیں موجود ہیں آپ انہیں صرف میرا ایک پیغام دے دیجئے اس کے بعد اگر وہ مجھ سے ملنا نہ چاہیں تو میں چند منٹوں کے اندر یہاں سے نکل جاؤں گا۔ آپ لوگ میری بات کی اہمیت کو کیوں نہیں سمجھ رہے۔"

دیوان سرکار خاموش ہو گیا' پھر عالم آراء اندر آگئیں اور تمام معاملات اس کے سامنے پیش کئے گئے۔ عالم آراء نے کہا۔

"دیکھئے فیروز صاحب' کنور مہتاب علی کو آپ جو بھی پیغام دینا چاہتے ہیں براہ کرم

ے دے دیجئے۔ آپ یہ تصدیق کر لیجئے کہ میں ان کی بیوی ہوں اور ان کی غیر موجودگی ں یہاں کے معاملات صرف میری ہی ذمہ داری ہوتے ہیں۔"

"میڈم' آپ صرف ایک بات کہہ دیجئے پورے دعوے کے ساتھ کہ وہ اس ملک ں موجود نہیں ہیں۔ آپ اگر دعوے سے یہ بات کہہ دیں گی تو میری ذمہ داری ختم ہو ائے گی۔ ورنہ آپ ہر قیمت پر مجھے ان سے ملا دیجئے۔ آپ نے اگر یہ سب کچھ نہ کیا تو کنور مہتاب علی کو جو نقصان پہنچے گا وہ صرف آپ کی وجہ سے پہنچے گا۔ میں ان کا دوست وں دشمن نہیں۔ ایک پیغام ان تک پہنچانا چاہتا ہوں بس اس کے بعد چھٹی۔"

عالم آراء نے گہری نگاہوں سے دیوان سرکار کو دیکھا اور پھر مدھم لہجے میں بولی۔

"تشریف لائیے' میرے ساتھ آئیے۔"

دیوان سرکار خود بھی حیران رہ گیا تھا...... "تم بھی آؤ....." عالم آراء نے نوجوان سے کہا۔

"اپنا سوٹ کیس یہیں رکھ دیجئے۔ آپ باہر سے تشریف لائے ہیں ناں۔ میرا خیال ہے آپ کا قیام بھی یہیں ہوگا۔"

"میڈم' اگر کنور صاحب سے میری ملاقات ہو جاتی تو میں آپ کے ہاں ایک معزز مہمان قرار پاتا۔"

"آپ اب بھی معزز مہمان ہیں۔ آئیے......"

نوجوان باہر نکل آیا اور ایک بڑے سے کمرے میں داخل ہوگیا۔ دیوان سرکار خود بھی نہیں سمجھ پایا تھا کہ عالم آراء کیا کرنا چاہتی ہے۔ پھر جب عالم آراء نے ایک مخصوص ذریعے سے کھلنے والے تہہ خانے کے اس دروازے کو کھولا تو دیوان سرکار دھک سے رہ گیا' اسے ایک دم یہ احساس ہوا تھا کہ ممکن ہے کنور مہتاب علی یہیں اسی کوٹھی میں موجود ہوں۔ اس تہہ خانے کے بارے میں اسے معلوم تھا' لیکن اس کا مکمل راز دونوں میاں بیوی کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ عالم آراء نے اس سے بھی کنور مہتاب علی کی یہاں موجودگی چھپائی۔ یہ ذرا حیران کن بات تھی۔

بہرحال تہہ خانے کا دروازہ کھول کر عالم آراء نے فیروز کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور فیروز حیران سا اس کے ساتھ تہہ خانے کی سیڑھیاں طے کرنے لگا۔

"کیا کنور مہتاب علی نے خود کو روپوش کرلیا ہے۔" اس نے سوال کیا۔ لیکن عالم آراء نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تہہ خانے کے دوسرے دروازے سے وہ ایک بڑے سے کمرے میں داخل ہوگئی، بہت شاندار کمرہ تھا، اٹیچ باتھ بھی تھا، بستر بھی لگا ہوا تھا، الماریاں بھی تھیں، لیکن کمرے میں کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ عالم آراء نے کہا۔

"آپ یہاں تشریف رکھئے۔ میں ایک منٹ کی مہلت چاہتی ہوں آپ سے۔"

نوجوان اس کرسی پر بیٹھ گیا جس کی طرف عالم آراء نے اشارہ کیا تھا۔ ایسی چند کرسیاں اس طرف پڑی ہوئی تھیں۔ دیوان سرکار بھی ایک جانب کھڑا ہوگیا۔ عالم آراء ایک الماری کی جانب بڑھی..... اس کا دروازہ کھولا۔ دیوان سرکار نے پلٹ کر دیکھا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

فیروز کے دونوں ہاتھ کرسی کے ہتھے پر رکھے ہوئے تھے، لیکن اب ان ہاتھوں میں خاص قسم کی لوہے کی ہتھکڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور یہی کیفیت پیروں کی بھی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں جکڑ گئے تھے اور یہ سب کچھ کسی خاص میکنزم کے ذریعے ہوا تھا، جو اسی الماری میں محفوظ تھا۔ فیروز زور سے دہاڑا.....

"یہ کیا بدتمیزی ہے....."

"عالم آراء نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے جبڑے بھنچے ہوئے تھے اور وہ اس وقت بہت سخت نظر آرہی تھی۔ الماری کا پٹ بند کرنے کے بعد وہ واپس پلٹی اور فیروز کے سامنے کھڑی ہوگئی۔"

"اصل میں چوکیدار نے تمہیں صحیح روکا تھا مسٹر فیروز کہ یہاں کے حالات ان دنوں کچھ ایسے ہی ہیں کہ ہم کسی پر بھروسہ نہیں کرسکتے۔ اب تم وہ پیغام بتاؤ، جو تم کنور مہتاب علی کو دینا چاہتے تھے۔"

"میں نہیں جانتا تھا کہ کنور مہتاب علی کوئی مہم جو نہیں بلکہ باقاعدہ ایک جرائم پیشہ

ں ہے۔ میڈم، آپ نے یہ جو کچھ کیا ہے اس کے لئے آپ کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔"

"سنو، میں جو کچھ کہہ رہی ہوں اس کا وہی مطلب ہے۔ فوراً بتاؤ کہ کنور مہتاب ے کیوں ملنا چاہتے تھے اور اگر تم نے یہ جواب نہیں دیا تو کرسی کے ان ہتھوں کو ر دیکھو۔ ان میں تانبے کی ایک راڈ گزر رہی ہے، وہ سامنے جو سوئچ لگا ہوا ہے اگر میں ں کو دباؤں گی تو اس کرسی میں کرنٹ دوڑ جائے گا اور اس کی قوت صرف اتنی ہوگی کہ تمہیں ہلاک نہ کرے بلکہ جھٹکے دیتا رہے۔"

"میں کہتا ہوں یہ کیا بدتمیزی ہے......"

"ور میں تمہیں وارننگ دیتی ہوں کہ بد زبانی بالکل مت کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یری تم سے ذاتی دشمنی ہو جائے۔"

یروز ہراساں نگاہوں کے عالم آراء کو دیکھنے لگا اور اسے ایک د احساس ہوگیا کہ و عورت سامنے کھڑی ہے اس کے جبڑوں کی بناوٹ بتاتی ہے کہ انتہائی سخت گیر اور سفاک عورت ہے جو کہہ رہی ہے کر دکھائے گی۔ وہ اس ناگہانی کے لئے تیار نہیں تھا ویسے بھی وہ صرف ایک بلیک میلر تھا، ذہنی کام کرنے کا عادی۔ لڑائی بھڑائی یا جسمانی محنت ے اسے سخت نفرت تھی، سوائے اس کے کہ کوئی کلائنٹ ہی بگڑ جائے تو اس کے سینے میں پستول کی گولی اتار دے۔ ایسی کسی مصیبت کا وہ اس سے پہلے شکار نہیں ہوا تھا۔ چند لمحات وہ عالم آراء کو دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"اس کے باوجود میں یہی چاہوں گا کہ کنور مہتاب علی کو صرف یہ پیغام دے دیا جائے کہ ایک شخص کانگو کے رہنے والے سائی تھول کا پیغام لے کر آیا ہے اور کنور مہتاب علی سے ملنا چاہتا ہے۔"

"تو پھر آپ یہاں ایک طویل انتظار کریں گے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کنور مہتاب علی کا رابطہ ہم سے آج ہی ہو جائے اور اس میں کچھ وقت بھی لگ سکتا ہے۔ لیکن مسٹر بہتر تھا کہ آپ چوکیدار کی بات مان کر یہاں سے چلے جاتے اور اب جب آپ یہاں تک آگئے ہیں تو آپ کو کنور مہتاب علی کا انتظار کرنا ہوگا اور آپ کا یہ میسج جو آپ نے دیا ہے میں

نے ذہن نشین کرلیا۔ یہ اطلاع کنور سے رابطہ قائم ہوتے ہی انہیں دے دی جائے گی۔ باقی آپ کے کھانے پینے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے' کمرے میں اٹیچڈ باتھ ہے آپ کو باقاعدہ ہر طرح کی سہولت فراہم کی جائے گی۔ ہاں' بس اتنا سمجھ لیجئے کہ یہاں ہم نے اپنے مہمانوں کو رکھنے کا اتنا معقول بندوبست کیا ہوا ہے کہ آپ اس کے بارے میں تصور بھی نہیں کرسکتے۔ کسی بھی قسم کی کوئی گڑ بڑ' کھانا لانے والے ملازموں سے کوئی سختی' باتھ روم جاتے ہوئے کسی بھی قسم کی کوئی حرکت آپ کو جو نقصان پہنچائے گی اس کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے۔ ہم صرف آپ کو اتنی سی تکلیف دیں گے کہ آپ کو اپنا یہ وقت اسی کرسی پر گزارنا ہوگا۔"

"یہ زیادتی ہے اور ایک مجرمانہ حرکت بھی' میں اس کے خلاف احتجاج بھی کر سکتا ہوں' کنور کو وہ پیغام نہیں دوں گا جو میں اس کے لئے لے کر آیا ہوں' یوں سمجھ لیجئے آپ اپنے خاندان کے لئے ایک دشمن پال رہی ہیں۔"

"آؤ۔" عالم آراء نے دیوان سرکار سے کہا اور پھر دو قدم آگے بڑھ کر رک گئی۔

"سنو دیوان سرکار' ان صاحب کے پورے جسم کی تلاشی لے لو اور جو کچھ ملے اپنے قبضے میں کرلو۔" دیوان سرکار نے خاموشی سے یہ سب کچھ کیا تھا' فیروز کی بندشیں اتنی سخت تھیں کہ وہ ہل بھی نہیں سکتا تھا اس لئے کسی قسم کی مدافعت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اس کے لباس کی برآمدات لے کر دیوان سرکار عالم آراء کے پاس پہنچ گیا اور عالم آراء اسے لئے ہوئے باہر نکل آئی' دیوان سرکار خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔ عالم آراء نے کہا۔

"اصل میں یہ سب کچھ حالات کی دین ہے میں کیا کرسکتی ہوں' ان دنوں مجھ پر جو مشکل ذمے داریاں ڈال دی گئی ہیں وہ آہستہ آہستہ میری اس فطرت کو نمایاں کرتی جارہی ہیں جسے میں نے چھپائے رکھا ہے' ممکن ہے ذہنی الجھنوں کا شکار ہوکر وہ وقت بھی آجائے جب میں ہر اس مشتبہ شخص کو قتل کردوں جس سے مجھے خطرہ ہے۔"

"میڈم' میرا خیال ہے اس شخص کے ساتھ ذرا سی زیادتی ہوگئی ہے' کہیں یہ

یادتی ہمارے لئے مصیبت نہ بن جائے۔"

"جو کچھ بھی ہوگا اسے برداشت کیا جائے گا' ہم ویسے کونسی کم مصیبتوں میں پھنسے ئے ہیں' ایک اور مصیبت کا اضافہ کوئی خاص بات نہیں ہوگی ہمارے لئے کیونکہ ہمیں نور صاحب نے ان حالات کی سوغات دی ہے۔"

"اب کیا کریں گی آپ؟"

"اس کے لئے مناسب بندوبست کردو جن لوگوں کو اس پر ڈیوٹی کے لئے تعینات کیا ئے انہیں ہدایات دے دو' ہم اسے اس وقت تک اپنے پاس رکھیں گے جب تک کہ نور صاحب سے رابطہ قائم نہ ہو جائے۔" دیوان سرکار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ عالم راء نے پوچھا۔

"اس کی جیب سے جو سامان برآمد ہوا ہے وہ اور اس کا سوٹ کیس لے کر میرے رے میں آجاؤ ہمیں اس کے پاس موجود اشیاء سے اس کی شخصیت کا اندازہ لگانا ہوگا۔"

ان سرکار نے خاموشی سے گردن خم کردی تھی۔

نادر شاہ نے دلچسپی کی نظر سے لڑکی کو دیکھا پھر مسکرا کر بولا۔

"جی ہاں' آپ نے ٹھیک پہچانا۔"

"تو ذرا نیچے تشریف لے آیئے۔"

"بہتر ہے۔" نادر شاہ نے سوئچ آف کیا اور دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا' عرشی نے سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ لیا اور بولی۔

"لگتے تو شریف خاندان کے ہیں' مگر کیا کہا جاسکتا ہے دولت اب ہر گھر میں پہنچ چکی ہے' پیسہ شکلیں بے شک بدل دیتا ہے' لچھن نہیں بدلتا' کیسے میری گاڑی کا پیچھا کیوں کیا جارہا تھا؟"

"میڈم' آپ نے گاڑی اس طرح کھڑی کر کے ایک غیر قانونی حرکت کی ہے' آپ کو اندازہ ہے کہ اس طرح حادثہ بھی ہو سکتا تھا' اب مجھے کیا معلوم کہ آپ نے گاڑی اس طرح غلط انداز میں کھڑی کی ہے اگر میری کار کی رفتار تھوڑی سی تیز ہوتی تو یقیناً میں آپ کی کار سے ٹکرا جاتا۔"

"اور ونڈا سکرین ٹوٹ جاتا اور اس کا کوئی شیشہ آپ کی ناک کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتا۔ آہ' کٹی ناک کے ساتھ آپ کتنے پیارے لگتے لیکن خیر آیئے جو کچھ نہیں ہوا وہ میں کر دوں۔"

"کیسے.....؟" نادر شاہ نے پوچھا اور عرشی نے ایک پاؤں کی ایڑھی پر گھوم کر دوسرا ؤں نادر شاہ کے پیٹ پر مارنے کی کوشش کی۔ یقینی طور پر اس نے یہی سوچا تھا کہ نادر اہ کے پیٹ پر پاؤں لگے گا' وہ جھکے گا اور وہ اسے ناک آؤٹ کر دے گی لیکن نادر شاہ کئی دم پیچھے ہٹ کر اس کے اس وار کو بچا گیا' لڑکی نے فوراً ہی اپنا پاؤں زمین پر رکھا اور وسرا پاؤں اسی انداز میں گھما دیا' نادر شاہ نے پھر اپنے آپ کو بچایا۔ تین بار لڑکی نے یہ کیا ور نادر شاہ صاف محفوظ رہا۔ پھر وہ غرا کر بولا۔

"اور اگر اب کی بار آپ نے پاؤں چلایا تو میں آپ کی یہ ٹانگ پکڑ لوں گا اور آپ منہ کے بل نیچے گر جائیں گی۔" اس بار عرشی نے جھکائی دے کر اس پر کراٹے کا ہاتھ مارنے کی کوشش کی تھی' لیکن نادر شاہ اس وار کو بھی بچا گیا' آس پاس سے بہت سے لوگ دوڑ دوڑ کر ان کے گرد جمع ہونے لگے تھے۔ عرشی نے رک کر کہا۔

"یہ حضرت غنڈے ہیں میرا تعاقب کر رہے تھے یہاں میں آپ لوگوں کے سامنے انہیں اس کا سبق دے رہی ہوں۔"

"آپ پیچھے ہٹ جایئے یہ کام ہمارے سپرد کر دیجئے۔" ایک ہیرو ٹائپ کے نوجوان نے کہا۔

"نہیں نہیں بھائی' آپ زحمت نہ کیجئے گا وقت بدل گیا ہے اب ہم اپنی حفاظت خود کر لیا کرتے ہیں۔ یہ جناب غنڈے صاحب شاید جوڈو کراٹے بھی سیکھ چکے ہیں' میں خود ہی انہیں ٹھیک کر لوں گی' جب آپ انہیں میرے ہاتھوں پٹا ہوا دیکھیں گے تو آپ کو بہت لطف آئے گا۔" عرشی نے ایک بار پھر اس پر اپنا پاؤں گھمایا' اس بار نادر شاہ نے اپنا پاؤں کھڑا کر کے اس کا یہ وار روکا اور عرشی لڑکھڑا گئی لیکن نادر شاہ نے فوراً ہی اس کا بازو پکڑ کر اسے گرنے سے روکا تھا۔ وہ بپھرا ہوا نوجوان جو عرشی کی مدد ہر قیمت پر کرنا چاہتا تھا پھرتی سے آگے بڑھا اور نادر شاہ نے اس کے پیٹ پر کہنی رسید کر کے ایک زور دار ہاتھ اس کے گال پر جڑ دیا' نوجوان خاصی دور جا کر گرا تھا' دوسرے لوگ بھی مشتعل ہو گئے۔ ایک بزرگوار نے کہا۔

"اماں مارو چھنن میاں' سسرے کو' ایک تو ماں بہن کو چھیڑتا ہے اوپر سے دادا گیری دکھاتا ہے۔" چھنن میاں شاید کسی اکھاڑے کے پٹھے تھے' آگے بڑھے اور پینترے بدلنے لگے' عرشی رک گئی تھی غالباً" اس کی پنڈلی پر اچھی خاصی چوٹ آئی تھی اس کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا' ابھی تک اس نے جتنے وار کئے تھے نادر شاہ پر ایک بھی کارگر نہیں ہو سکا تھا اور جس طرح نادر شاہ نے یہ وار بچائے تھے اس سے عرشی کو یہ اندازہ ہوگیا کہ مدمقابل جوڈو کراٹے میں خود بھی کافی مہارت رکھتا ہے اور اب چونکہ باپ بھائی مدد پر آمادہ ہوگئے تھے چنانچہ اسے رکنا پڑا تھا اب وہ اس چکر میں تھی کہ گاڑی لے کر نکل بھاگے' یہ لوگ خود ہی نادر شاہ کی مرمت کرلیں گے حالانکہ ہیرو ٹائپ کے نوجوان کے جو تھپڑ پڑا تھا اس کی آواز عرشی نے بھی سنی تھی اور اسے یہ خوف ہوگیا تھا کہ بات کہیں ضرورت سے زیادہ آگے نہ بڑھ جائے' غرضیکہ اس وقت صورت حال اچھی خاصی سنگین ہوگئی تھی۔ چھنن میاں ابھی پینترے بدل ہی رہے تھے کہ اچانک ہی نادر شاہ نے پستول نکال لیا اور غرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اگر کسی نے زیادہ بدتمیزی کرنے کی کوشش کی تو بھون کر رکھ دوں گا۔" بھگدڑ مچ گئی' چند افراد تو فوراً" ہی فرار ہوگئے تھے کچھ پیچھے ہٹ گئے تھے اسی وقت کچھ فاصلے سے ایک پولیس موبائل گزر رہی تھی' کسی صاحب نے چیخ کر کہا۔

"پولیس کو بلاؤ' پولیس کو بلاؤ خون ہونے والا ہے' دہشت گردی ہو رہی ہے' خون ہونے والا ہے' اماں ذرا پولیس کو لاؤ۔" موبائل والوں نے شاید خود بھی یہ مجمع دیکھ لیا تھا' وہ اس جانب چل پڑے۔ عرشی نے کہا۔

"آپ لوگ میری گواہی دیجئے گا میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ یہ غنڈہ بہت دیر سے میری گاڑی کا پیچھا کر رہا تھا' پتہ نہیں کیا چاہتا ہے۔"

موبائل قریب پہنچ گئی' یہ نادر شاہ ہی کے تھانے کی موبائل تھی' ایس آئی شہزاد آگے ہی ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا' پولیس کے جوان گاڑی سے نیچے کود گئے' شہزاد بھی نیچے اتر آیا اور ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی ہلاتا ہوا بولا۔

"کیا ہوا رہا ہے یہ' کیوں مجمع جمع کر رکھا ہے۔" پھر جملہ پورا بھی نہیں ہو پایا تھا کہ اس کی نظر نادر شاہ پر پڑی' پولیس کے جوانوں نے بھی نادر شاہ کو دیکھ لیا تھا' سارے کے سارے اٹینشن ہوگئے' ایس آئی شہزاد نے سیلوٹ کیا اور آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں کے چہرے اتر گئے۔ خود عرشی کی کیفیت بھی خراب ہوگئی' وہ ہونق سی نظر آنے لگی' شہزاد دو قدم آگے بڑھ کر بولا۔

"سر کیا قصہ ہے یہ؟"

"ان خاتون کو موبائل میں بٹھا کر تھانے لے کر آؤ' ایک سپاہی سے کہو کہ ان کی گاڑی لے کر تھانے پہنچ جائے۔" نادر شاہ اپنی کار میں آبیٹھا اور سامنے سے گاڑی ہٹ جانے کا انتظار کرنے لگا' موبائل سے اترنے والے ایک سپاہی نے فوراً" ہی گاڑی اسٹارٹ کی عرشی نے موبائل میں بیٹھنے سے گریز کیا تھا اور غرا کر بولی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔ تم لوگ مجھے جانتے نہیں' ایک ایک کا دماغ درست نہ کرا دوں تو عرشی ہدایت اللہ نام نہیں۔"

دیکھئے میڈم اپنی عزت اپنے ہاتھ ہوتی ہے آپ خود موبائل میں بیٹھ جائیے تو زیادہ اچھا ہوگا ورنہ کیا فائدہ' ہم آپ کو اٹھا کر اندر پھینک دیں گے کیا عزت رہ جائے گی آپ کی۔"

"ٹھیک ہے چلتی ہوں لیکن تم لوگ اپنی موت کے دن گن لو۔"

"جی بہتر ہے آپ ان کا حساب ہمیں اندر بیٹھ کر بتا دیجئے۔" شہزاد نے کہا اور عرشی کھٹ کھٹ کرکے چلتی ہوئی موبائل میں جا بیٹھی' مجمع تو پہلے ہی کھسک گیا تھا جب اس نے پولیس والوں کو اس غنڈے کو سیلوٹ کرتے ہوئے دیکھا تھا مجمع کے خیال میں دو ہی باتیں ہو سکتی تھیں' یا تو وہ کوئی بڑا پولیس افسر ہے اور اگر بڑا پولیس آفیسر نہیں ہے تو کوئی بہت بڑا غنڈہ ضرور ہے' اب اتنے بڑے غنڈے کے سامنے کھڑے رہنا جتنا خطرناک ہو سکتا ہے بھی یہ بات جانتے تھے۔ بہرحال دونوں گاڑیاں چل پڑیں اور انسپکٹر نادر شاہ اپنی گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے یہ سوچنے لگا کہ لڑکی واقعی پٹاخہ ہے اور اسے ہینڈل کرنے کے لئے

خاصی مشکلات سے گزرنا ہوگا نوبت اس حد تک شاید نہ پہنچتی لیکن عرشی ہدایت اللہ نے خود ہی بہت زیادہ مستعدی کا ثبوت دے ڈالا تھا۔ بہرحال نادر شاہ کو یہ سچویشن بہت دلچسپ لگی تھی۔ یہ سب کچھ جو ہو چکا تھا معمول کے خلاف نہیں تھا' ایسے واقعات بھی اکثر ہو جایا کرتے ہیں' نادر شاہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی کچھ دیر کے بعد وہ تھانے کی عمارت میں داخل ہوگیا عرشی پیچھے موبائل میں آرہی تھی' نادر شاہ اپنے آفس میں پہنچ گیا اور کچھ دیر کے بعد ایس آئی شہزاد نے عرشی ہدایت اللہ کو نادر شاہ کے آفس میں پہنچا دیا۔ نادر شاہ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا' عرشی کا چہرہ لال بھبھو کا ہو رہا تھا غصے سے اس کی آنکھیں خون اگل رہی تھیں۔ نادر شاہ نے ایس آئی شہزاد سے کہا۔

"تم جاؤ۔" پھر وہ عرشی سے بولا۔ "تشریف رکھئے محترمہ۔" عرشی آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور نادر شاہ کے سامنے رکھی ہوئی کرسی کو گھسیٹ کر اس پر بیٹھ گئی۔ اپنی کیفیت کے برعکس اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"تم اس علاقے کے انچارج ہو۔"

"آپ کی بدقسمتی سے۔" نادر شاہ مسکرا کر بولا۔

"ہاں بدقسمتی کا لفظ تم نے بالکل درست استعمال کیا' اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ بدقسمتی میری ہے تمہاری۔"

"خوب محترمہ آپ پولیس اسٹیشن میں بیٹھ کر ایک پولیس آفیسر کے ساتھ بدتمیزی فرما رہی ہیں۔"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ تم نے میرے گھر سے اس جگہ تک میرا تعاقب کیا جہاں میں نے تمہیں روکا اور سبق دینے کا فیصلہ کیا تم اگر پولیس آفیسر بھی ہو تو اس وقت وردی میں نہیں تھے' میں نے فطری طور پر تمہیں کوئی برا آدمی سمجھا جو میرا تعاقب کر رہا تھا اور بحالت مجبوری تمہیں اس تعاقب سے روکنے کی کوشش کی۔"

"مانتا ہوں۔ یہاں آپ کا پوائنٹ آف ویو بالکل درست ہے۔"

"اس کے بعد تم مجھے نہایت بدتمیزی کے ساتھ موبائل میں ڈال کر یہاں لے

آئے' تمہیں اس کی بدترین سزا بھگتنا ہوگی۔" نادر شاہ ہنس پڑا پھر بولا۔

"مزید دلچسپ محترمہ' واقعی کچھ سول لوگ اتنے ہی پاور فل ہوتے ہیں کہ وہ پولیس والوں کو سزائیں دیتے ہیں۔"

"اصل میں تمہاری غلط فہمیاں ہی تمہیں لے کر ڈوب رہی ہیں۔ تم لوگ قانون کو پنے ہاتھوں میں کھلونا سمجھ لیتے ہو' جس کے ساتھ جو سلوک چاہو کرو' کیا تم مجھے جواب ے سکتے ہو کہ میرا تعاقب کیوں کر رہے تھے' کیا یہ قانون کی کسی ضرورت کے مطابق تھا تمہاری کوئی ذاتی کوشش۔"

"اصل میں آپ کے ہوش و حواس اس قدر بگڑے ہوئے ہیں کہ آپ' آپ سے نم پر اتر آئی ہیں لیکن ہوتا ہے ایسا ہی ہوتا ہے' شکست خوردہ لوگ تو گالیاں بھی بکتے ہیں ور اب تو خواتین میں بھی گالیاں دینے کا رواج ہو چکا ہے۔ اس لئے میں آپ کی ان باتوں کا برا نہیں مان رہا۔ ویسے آپ کی اطلاع کے لئے ذرا سی تفصیل گوش گزار کر رہا ہوں۔ صل میں آپ کی تلاش میں' میں آپ کے گھر پہنچا تھا' ابھی آپ کی کوٹھی کے دروازے کے قریب ہی تھا کہ آپ کی گاڑی باہر نکلتے ہوئے دیکھی اور مجبوراً آپ کا تعاقب کرنے لگا یہ سوچا تھا کہ جہاں آپ رکیں گی وہاں رک کر آپ سے گفتگو کروں گا۔"

"راستے میں آپ مجھے نہیں روک سکتے تھے؟"

"مناسب نہیں سمجھا۔"

"دیکھو آفیسر' کیا نام ہے تمہارا؟"

"نام اگر بتا دیا تو آپ خوفزدہ ہو جائیں گی محترمہ' اس لئے فی الحال نام جانے یجئے۔"

"بہت اسمارٹ بننے کی کوشش کر رہے ہو برا وقت اسی طرح آتا ہے' مجھے تمہارے ام سے کوئی دلچسپی نہیں ہے' میرا نام ذرا اپنے سامنے رکھے ہوئے پیڈ پر لکھ لو۔"

"بی بی ارشاد۔"

"عرشی ہدایت اللہ' سر ہدایت اللہ کی بیٹی ہوں۔"

"اسی لئے آپ کے لچھن اتنے خراب ہیں۔" نادر شاہ نے کہا۔

"عرشی اندر ہی اندر بری طرح تلملا رہی تھی۔" اگر سامنے کوئی پولیس والا نہ ہوتا اور یہ پولیس اسٹیشن نہ ہوتا تو بہت کچھ کر کے دکھا دیتی۔" نادر شاہ نے کہا۔

"خیر میں آپ کو کسی ذاتی گفتگو کے لئے یہاں تک نہیں لایا۔ میں عرض کر رہا تھا کہ ہوش و حواس قائم نہ ہوں تو آدمی بہت سی باتیں بھول جاتا ہے مثلاً" آپ کو یاد نہیں رہا ہوگا کہ جب مہتاب پور ہاؤس میں آپ کو دو لاشیں ملی تھیں تو آپ نے ایک پولیس افسر کو پولیس تھانے فون کر کے ان لاشوں کی اطلاع دی تھی۔"

عرشی کے اندر ایک دھماکہ سا ہوا' لیکن اعصابی طور پر اتنی کمزور نہیں تھی کہ اس کا اظہار ہونے دیتی' البتہ چند لمحات کے لئے زبان بند ہو گئی تھی۔ نادر شاہ نے پھر کہا۔

"فون پر آپ نے میری آواز سنی لیکن اسے ذہن میں محفوظ نہیں کیا جبکہ میرے ذہن میں آپ کی آواز محفوظ رہ گئی' ہماری دوسری ملاقات اس رات کیلائن روڈ پر ہوئی تھی جب آپ شاید کسی فیشن شو میں حصہ لے کر واپس آ رہی تھیں۔ اس دن آپ نے ایک بھکارن کا روپ دھارا ہوا تھا اور دوڑ کر سڑک عبور کر رہی تھیں کہ ایک پولیس جیپ کے سامنے آگئیں اور آپ نے اپنے آپ کو چھپانے کے لئے یا پھر فیشن شو میں فرسٹ پرائز حاصل کرنے کے لئے دے دے بابو اللہ کے نام پر کی صدا لگا ڈالی تھی' میڈم عرشی ہدایت اللہ' سوری مس عرشی ہدایت اللہ عرف اکلوتی' ایک پولیس آفیسر کی تجربہ کارانہ صلاحیتوں کو شاید آپ نے کبھی نہیں پرکھا' آپ کی دونوں بار کی آواز میرے ذہن میں نقش ہو گئی اور شاید اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کی آواز بہت دلکش ہے۔"

عرشی نے اتنی دیر میں اپنے آپ پر قابو پالیا تھا' صورت حال بہت سنگین معلوم ہوتی تھی اور اگر اسے ذہانت سے کنٹرول نہ کیا گیا تھا مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس نے کہا۔

"اصل میں سارے کا سارا نظام ہی ناقص ہے محکمہ پولیس میں کم از کم اس قدر ذمے داری کا عہدہ عمر رسیدہ لوگوں کو دیا جانا چاہیے' عام قسم کے ناتجربے کار لڑکے پولیس

فیسر بنا دیئے جاتے ہیں اور وہ ایسی ہی بے تکی حرکتوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ ایک ت بڑا المیہ ہے میں اس کے لئے کوشش کروں گی کہ آئندہ کم از کم پینتالیس سال عمر ے بعد کسی کو ذمے داری کا یہ عہدہ دیا جائے اور آپ جانتے ہیں مسٹر آفیسر کہ یہ کام رے لئے مشکل نہیں ہوگا کیونکہ میں سر ہدایت اللہ کی بیٹی ہوں۔"

"اور وہ بھی اکلوتی۔" نادر شاہ نے لقمہ دیا۔

"جی ہاں۔"

"خیر مس اکلوتی' آئی ایم سوری مس عرشی تو آپ یہ بتانا پسند فرمائیں گی کہ اصل عاملہ کیا تھا؟ آپ کو مہتاب پور ہاؤس میں دو افراد کو قتل کرنے کی ضرورت کیا تھی۔"

عرشی یہ الفاظ سن کر غصے کی شدت سے کرسی کھسکا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے رائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وہی سب کچھ جو پولیس والے کیا کرتے ہیں' اب آپ مجھے کسی جرم میں پھانس ر میرے خلاف انتقامی کارروائی کرنا چاہتے ہیں۔"

"ارے ارے آپ کھڑی کیوں ہوگئیں۔"

"تم مجھے نہیں روک سکتے مسٹر انسپکٹر سمجھے' تم مجھے نہیں روک سکتے۔"

"مجھے اس کی ضرورت نہیں پیش آئے گی محترمہ' آپ باہر نکلیں گی اور پولیس کے وان آپ کو بازوؤں سے پکڑ کر اندر دھکا دے دیں گے' اگر آپ کو اپنے کسی نئے فیچر کے لئے کچھ مواد درکار ہے تو آپ یہ کوشش بھی کر لیجئے' آپ تو مختلف شعبوں سے متعلق فیچر لکھنے میں خاصی مہارت رکھتی ہیں' محکمہ پولیس سے متعلق کچھ لکھنے میں آپ کو ان اقعات سے مدد ملے گی۔"

عرشی کو ایک بار پھر چونکنا پڑا' نادر شاہ کی نگاہیں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں' وہ کھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"کک.... کیا مطلب ہے آپ کا؟"

"سیدھی سی بات ہے مس عرشی ہدایت اللہ' آپ شوقیہ طور پر اخبارات میں فیچر

لکھتی رہتی ہیں اور اخبار کا ایڈیٹر آپ کے بارے اچھے تعریفی نوٹ لکھتا ہے۔"

"اوہ' تو آپ نے اصل میں اخبار کا یہ فیچر پڑھ لیا تھا' جناب بوجھ بجھکڑ صاحب' یہ تھا اصل معاملہ اور اس سے آپ نے سارے معاملات اخذ کئے۔"

"جی نہیں' پولیس کا طریقہ کار یہ نہیں ہوتا' آپ اس بات سے انکار کریں گی کہ اس رات کیلائن روڈ پر آپ میری جیپ سے نہیں ٹکرائی تھیں۔"

"آپ کا دماغ خراب ہے جناب آفیسر صاحب' بھلا مجھے کیا پڑی تھی؟"

"لیکن آپ نے اپنے فیچر میں اعتراف کیا ہے کہ آپ ایک بھکارن کا روپ بدل کر دربدر بھیک مانگتی پھری ہیں اور اس طرح آپ نے بھکاریوں کے بارے میں ذاتی طور پر معلومات حاصل کرکے یہ فیچر تیار کیا ہے۔"

"میں نے جو کچھ کیا ہے اس سے آپ کو کیا غرض؟"

"نہیں' آپ کے اس طریقہ کار سے مجھے اختلاف نہیں ہے' لیکن پہلے آپ یہ اعتراف کیجئے کہ آپ اس رات مجھے ٹکرائی تھیں یا نہیں۔"

"نہیں نہیں' ہرگز نہیں' میں اسے آپ کی دیوانگی ہی قرار دے سکتی ہوں مسٹر پولیس آفیسر آپ خواہ مخواہ مجھ پر یہ الزام لگا رہے ہیں اور اس سے آپ کی کوئی ذاتی غرض معلوم ہوتی ہے۔"

"آپ اگر تشریف رکھیں تو میں آپ کی کچھ خاطر مدارت بھی کروں' چائے پینا تو آپ یقیناً پسند کریں گی۔"

"چائے تو میں آپ کو پلاؤں گی کسی دن آفیسر' میرا وعدہ ہے آپ سے اور ایسی چائے پلاؤں گی کہ آپ زندگی بھر یاد رکھیں گے۔" نادر شاہ ہنسنے لگا پھر بولا۔

"اس کے لئے میں آپ کا پیشگی شکریہ ادا کئے دیتا ہوں۔ واقعی بہت عرصے سے ایسی چائے نہیں پی جسے عرصے تک یاد رکھا جاسکے' آپ اپنا وعدہ ضرور پورا کیجئے گا' لیکن فی الحال آپ کو میرے سوالات کے جواب دینے ہیں' دیکھئے' اگر کسی بڑی مشکل سے بچنا چاہتی ہیں تو میرا مشورہ قبول کرلیجئے ان واقعات کے بارے میں مجھے مکمل تفصیل بتادیجئے'

کیا قصہ تھا' کیسے آپ کو ان لاشوں کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں' خیر شکل صورت سے قاتل وغیرہ تو آپ لگتی نہیں ہیں' لیکن میڈم مہتاب پور ہاؤس میں دو افراد کو قتل کیا گیا ہے اور پولیس اس کی تفتیش کر رہی ہے' بہت بہتر ہوگا کہ آپ اچھے شہری کی مانند پولیس کی مدد کریں' میں آپ سے پہلے بھی عرض کرچکا ہوں کہ باقی ساری باتیں غلط فہمی کی بنیاد پر ہوئیں۔ اگر آپ مجھے اپنی کوٹھی میں مل جاتیں تو آپ سے یہی تمام سوالات کرتا اور واپس آجاتا......"

"میرا خیال ہے اب آپ خوف کا شکار ہو رہے ہیں۔ آفیسر' آپ کو یہ احساس ہوگیا ہے کہ جو کچھ آپ کرچکے ہیں اس کے بدترین نتائج آپ کو بھگتنا پڑیں گی' چنانچہ اب آپ نے شرافت کا لہجہ اختیار کیا ہے۔"

"نہیں' ایسی بات نہیں ہی' شرافت کا لہجہ تو میں نے ابھی تک ترک نہیں کیا ہے آپ ہی مجھے کچھ دھمکیاں دے رہی ہیں میں نے ان کے جواب میں آپ سے یہ کہا ہے کہ بہرطور پولیس کے اختیارات ہوتے ہیں' سرہدایت اللہ بے شک قابل احترام ہیں اور ان کی صاحبزادی بھی' لیکن دیکھئے ناں پولیس کے بھی کچھ مسائل ہوتے ہیں' میں اس کیس کی تفتیش کر رہا ہوں آپ کو اس میں میری مدد کرنی چاہیے۔"

"میں تمہاری ہر بات سے انکار کرتی ہوں' نہ میں نے تمہیں کسی قتل کے بارے میں کوئی اطلاع دی اور نہ ہی میں بھکارن کی حیثیت سے تم سے ٹکرائی' فرض کرو اگر ایسا ہوا بھی ہے تو میں تم جیسے کسی شخص کو اس بارے میں کچھ بتانا پسند نہیں کرتی۔ تم مجھے جس طرح چاہو مجبور کرلو کیا سمجھے؟"

"میڈم' بہت کچھ کرسکتا ہوں۔ آپ میرے اختیارات کو چیلنج نہ کریں۔ پھر آپ کو سمجھا رہا ہوں' میں آپ کو اطمینان سے لاک اپ میں بند کردوں گا اور اس وقت تک بند رکھے رہوں گا' جب تک آپ زبان نہیں کھول دیں گی۔"

"اور اس کا نتیجہ جانتے ہو؟" عرشی نے دانت پیس کر کہا۔

"کیا ہوگا؟"

"تم اس نوکری پر قائم نہیں رہ سکو گے' میرے ڈیڈی تمہیں دربدر بھیک مانگنے پر مجبور کر دیں گے۔ تم یہ کیسے ثابت کر سکو گے کہ میں ہی وہ بھکارن ہوں۔"

"ہم لوگ اپنا کام کرتے ہوئے ایسے ہر خطرے کو مول لیتے ہیں میڈم' سوری میں' تمہارا چہرہ سیاہ کر کے' بال بکھرا کے' تمہارے بدن پر چیتھڑے لگا کے میں تمہیں فقیروں کے اس ڈیرے پر لے جاؤں گا جہاں رمضان نامی فقیر نے تمہیں اپنے ڈیرے میں جگہ دی تھی اور پھر وہاں سے اس بات کی تصدیق بھی ہو گی کہ کچھ لوگوں نے تمہیں اغواء کر لیا تھا' کیس میں پیچیدگیاں پیدا ہوتی چلی جائیں گی۔ یہاں تک کہ تمہیں زبان کھولنا پڑے گی۔"

عرشی ہدایت اللہ ایک بار پھر کرسی پر بیٹھ گئی تھی' اس انکشاف نے واقعی اس کے حوصلے پست کر دیئے تھے' ایک لمحے کے لئے وہ نڈھال ہو گئی تھی' اسے احساس ہو گیا تھا کہ پولیس آفیسر معمولی شخصیت نہیں ہے اور اس کے بارے میں کافی کام کر چکا ہے' لیکن اس کے سامنے حوصلہ ہار جانے کا مطلب تھا بہت سی باتوں کا انکشاف' خاص طور سے گل کا معاملہ' اگر عام حالات ہوتے اور یہ آفیسر اس کے سامنے آتا' مفاہمت کی فضا ہوتی تو شاید وہ اس کا سہارا حاصل کر لیتی' کوئی جرم تو نہیں کیا تھا اس نے' اپنا کام کر رہی تھی اور کرتی رہتی تھی' اب یہ سب کچھ جو پیش آ گیا الگ نوعیت کا حامل تھا' لیکن اب تک کے جو حالات رہے تھے اور جس طرح آفیسر اس کے ساتھ پیش آیا تھا اس سے عرشی کی جو بے عزتی ہوئی تھی وہ اسے برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔ چند لمحات وہ اپنے ذہن پر قابو پاتی رہی پھر اس نے کہا۔

"آفیسر' تم میرے اوپر کوئی بھی الزام لگا لو مجھے لاک اپ میں بند کر دو' ٹھیک ہے پولیس ایسے کام کرتی رہتی ہے کسی بھی بے گناہ کی عزت اچھالنا اس کے لئے کوئی مشکل بات نہیں ہوتی لیکن میری بھی ایک بات دل سے تسلیم کر لو۔ تم مجھے قتل تو نہیں کر دو گے' زیادہ سے زیادہ یہاں بند رکھو گے' بالآخر تمہیں مجھے چھوڑنا پڑے گا اور جب بھی میں تمہارے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہوئی تو تمہیں ایسا مزہ چکھاؤں گی کہ زندگی بھر یاد رکھو گے اور بھول نہیں پاؤ گے۔"

"گویا آپ مہتاب پور ہاؤس میں ہونے والے دہرے قتل کے سلسلے میں پولیس کی وئی مدد نہیں کرنا چاہتیں' ٹھیک ہے مس عرشی ہدایت اللہ' آپ یہ بات تسلیم کر چکی ہیں لہ آپ کو لاک اپ میں بند کر دینا میرے لئے مشکل نہیں ہے۔ جو کام میرے لئے شکل نہ ہو وہ میں نہیں کرتا' مشکل پسند آدمی ہوں' مشکل کام کرنے کا شوقین' لیکن تم نے مجھے چیلنج کیا ہے کہ تم مجھے در در بھیک مانگنے پر مجبور کر دو گی' بہر حال مہتاب پور ؤس میں ہونے والی واردات کا پتہ تو کسی نہ کسی طرح چل ہی جائے گا اور تمہارا اس سے وئی تعلق نکلا تو تمہاری گردن کسی طور نہیں بچے گی' لیکن تم جیسی نو عمر لڑکی کو میں اس ہا موقع ضرور دوں گا کہ تم میرے خلاف کچھ کرو۔ جا سکتی ہو اب۔ اور ہاں میرا نام تم بھی ہن نشین کر کے جاؤ۔ نادر شاہ ہے میرا نام۔ سمجھیں' درانی نہیں ہوں لیکن دلی لوٹنا جانتا وں۔ اوکے۔ خدا حافظ جاؤ' گیٹ آؤٹ....." نادر شاہ کی آواز میں غراہٹ پیدا ہو گئی۔ رشی ایک لمحے اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہی اور اس کے بعد تیزی سے واپسی کے لئے مڑ گئی۔ اس کا رواں رواں غصے سے کانپ رہا تھا۔ اتنی بے عزتی شاید کبھی اس کے تصور میں بھی نہیں آئی تھی۔ وہ باہر نکل آئی۔ تھانے کے احاطے میں اس کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ ایک کانسٹیبل سے اس نے پوچھا۔

"کار کی چابی کہاں ہے؟"

"ہیڈ محرر کے پاس!"

"لے کر آؤ!" وہ دھاڑ کر بولی اور سپاہی مسکرانے لگا کوئی بد زبان اور بیباک آدمی تھا' کہنے لگا۔

"کیا انچارج صاحب نے تھانیداری آپ کو دیدی ہے میڈم..... انتظار کریں' انچارج صاحب سے پوچھ لوں۔" عرشی دانت پیسنے لگی۔ بہرحال اسے چابی مل گئی اور وہ کار اسٹارٹ کر کے تھانے کی عمارت سے باہر نکل آئی۔ آنکھوں کے سامنے تاریکی چھائی جا رہی تھی اور وہ اندھا دھند گاڑی چلا رہی تھی......

مہتاب پور کے حالات بنوں کے توں چل رہے تھے' لڑکیوں کے الگ منہ پھولے ہوئے تھے لاکھ انہیں سمجھایا گیا تھا کہ اس وقت حالات قابو میں نہیں ہیں' اگر انہوں نے احتیاط نہ کی تو انہیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اب تو شفق بھی بد دل ہوگئی تھی اور اس نے تیوری چڑھا کر کہا تھا۔

"اس سے تو بہتر تھا کہ ہم نے کسی جھونپڑے میں آنکھ کھولی ہوتی' عام لوگوں کی طرح آزاد زندگی کے مالک ہوتے' گھر کے دروازے سے باہر نظر ڈالو تو لوگ بے فکری سے اپنے معمولات میں مصروف نظر آتے ہیں' جہاں دل چاہے آتے ہیں جہاں دل چاہے جاتے ہیں' یہ اچھی قید ہے جو ہم پر مسلط کر دی گئی ہے۔ اس میں ہمارا تو قصور نہیں ہے۔"

"تو میرا قصور ہے۔" عالم آراء خونخوار لہجے میں بولی۔

"ادب زبان روکتا ہے ممی ورنہ ہم کہہ دیتے کہ ہاں یہ آپ ہی لوگوں کا قصور ہے۔ اگر ہمارا کوئی قصور ہے تو ہمیں بتایا جائے' ہم نے کسی سے دشمنی مول لی ہے ہم نے آپ لوگوں کے کہیں راستے بند کئے ہیں۔"

"اوہ' بہت زیادہ باتیں کرنے لگی ہو تم لوگ' لڑکیاں ہو لڑکی بن کر رہو۔"

"ممی یہ اسی ملک کا دستور ہے۔ یورپ کو دیکھئے' بچے اپنے پیروں سے چلنے کے قابل ہوئے تو والدین نے ان پر اعتماد کیا اور انہیں گھر سے باہر کی دنیا دکھادی' بس اس کے بعد وہ اپنی ذمے داری پر جیتے ہیں' ہمیں بھی اپنی ذمے داری پر جینے کی اجازت دی جائے۔"

"ہاں ٹھیک کہتی ہو۔" عالم آراء زہریلے لہجے میں بولی

"یورپ میں بچے اپنی پسند سے جیتے ہیں اور جتنے عدم تحفظ کا وہ شکار ہوتے ہیں کبھی جاکر ذرا ان کے دل سے تو پوچھو۔"

"چھوڑیئے ممی' عدم تحفظ نہ کہیں آپ اسے' وہ اعتماد سے جینا جانتے ہیں' اپنے اچھے برے کے خود ذمے دار ہوتے ہیں۔ یہاں کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے۔ والدین کی مرضی سے سوؤ' والدین کی مرضی سے جاگو' ان کی پسند سے لباس پہنو' ان کی پسند سے دوست بناؤ' ان کی پسند سے شادیاں کرو' خود تو ایک گندے مستقبل کی جانب روانہ کر کے اپنی زندگی ختم کر لیتے ہیں اور بہت سوں کو کرب کا شکار کر جاتے ہیں۔"

"شفق شفق' مجھے نہیں امید تھی کہ تم بھی اس طرح مجھ سے زبان چلاؤ گی۔"

"ممی کوئی حد ہوتی ہے۔ آپ دیکھئے تمام دوستوں سے رابطے منقطع ہیں' وہ ٹیلی فون کرتی ہیں' سوال کرتی ہیں کہ بھئی ہوا کیا' نہ خود ملتی ہو نہ ہمیں ملنے کے لئے آنے دیتی ہو کم از کم آپ ایسے سوالات کے جواب بھی تو ہمیں بتا دیجئے گا......"

"کوئی جواب نہیں ہے میرے پاس' بس میں تمہیں بتا چکی ہوں سب کچھ کیا دھرا تمہارے باپ کا ہے اب اگر میں ان کے حکم سے سرتابی کرتی ہوں اور تمہیں کوئی نقصان پہنچ جاتا ہے تو کل مجھ پر سوالوں کی بوچھاڑ ہو جائے گی لڑکیو! اگر تم نے زیادہ سرکشی کی تو مجبوراً' تمہیں کسی کمرے میں قید کر کے باہر سے تالا لگانا پڑے گا۔"

"کر دیجئے کمرے میں بھی قید' فرق صرف اتنا ہے کہ اب کمروں میں قید ہیں اس محلے میں قید ہیں' پھر ایک کمرے تک محدود ہو جائیں گے' بات تو وہی ہے کون سا بڑا فرق پڑتا ہے۔"

"اوہو' ٹھیک ہے' میں دیکھوں گی سوچوں گی تمہارے بارے میں' غور کرنا پڑے گا

مجھے اب تو تمہارے سلسلے میں....“ عالم آراء غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی لڑکیوں کے پاس سے باہر چلی گئی۔ دیوان سرکار نظر آگیا تھا اسے دیکھ کر رک گیا۔

”خیریت میڈم۔“

”لعنت ہے خیریت پر۔“

”کوئی خاص بات ہے۔“

”لڑکیوں نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔“

”ہاں مجھے احساس ہے‘ وہ بہت زیادہ بددل ہو گئی ہیں۔“

”تو میں کیا کروں بتاؤ مجھے‘ میں کیا کروں‘ کیا کرنا چاہیے مجھے‘ اب تو دل یہ چاہتا ہے دیوان سرکار کہ سر کے بال نوچتی ہوئی حویلی سے باہر نکل جاؤں افوہ یہ یہ نہیں بھئی‘ نہیں غلط بالکل غلط۔ یہ ظلم ہے اب مجھے کنور مہتاب علی کے احکامات سے انحراف کرنا ہو گا۔“

”دیوان سرکار تشویش ناک نگاہوں سے عالم آراء کو دیکھتا رہا دفعتاً“ عالم آراء کے ذہن میں کوئی خیال آیا اور اس نے کہا۔“

”وہ بلا وہیں قید خانے میں موجود ہے؟“

”جی میڈم۔“

”اس نے زبان کھولی یا نہیں۔“

”ابھی اس سے ہم نے کچھ معلوم ہی نہیں کیا؟“

”اسے بتانا چاہیے۔ یہاں ہر شخص ایک پراسرار کہانی لے کر اندر داخل ہو رہا ہے‘ اسے بتانا پڑے گا‘ ٹھہرو ایک منٹ رکو انتظار کرو میں ابھی آتی ہوں۔“

عالم آراء وہاں سے بھی نکل گئی۔ غالباً“ اپنی خواب گاہ کی جانب گئی تھی واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک ہنٹر تھا‘ دیوان سرکار کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

”یہ.....یہ میڈم۔“

”آؤ۔“ عالم آراء اس تہہ خانے کی جانب بڑھتی ہوئی بولی اور دیوان سرکار اس

کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ فیروز کے سامان کا جائزہ لے لیا گیا تھا اس سے کوئی ایسی چیز برآمد نہیں ہوئی تھی جو فیروز کی شخصیت کی نشان دہی کرتی اور اس وقت عالم آراء پر جنون سوار ہو گیا تھا وہ تہہ خانے میں اتر گئی‘ فیروز وہاں موجود تھا اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ پریشان نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔ عالم آراء کی آنکھوں میں خونی کیفیت تھی اس نے فیروز سے کہا۔

”ہاں تم نے اپنے بارے میں کچھ بتایا نہیں۔“

”کمال کرتے ہیں آپ لوگ یعنی اس حویلی میں مہمانوں کے ساتھ یہ سلوک ہوتا ہے‘ میں کہتا ہوں مجھے کنور مہتاب کے سامنے پیش کر دیا جائے‘ میں ان کے علاوہ کسی اور سے بات نہیں کر سکتا۔“

فیروز نے جواب دیا لیکن وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس جواب کے نتیجے میں اسے چمڑے کا ہنٹر برداشت کرنا پڑے گا شائیں کی آواز کے ساتھ ہنٹر اس کے جسم پر پڑا اور وہ بندر کی طرح اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔

”ارے ارے یہ کیا شروع کر دیا آپ نے۔ آپ کو پتہ ہے کہ میں بھی ایک معزز آدمی ہوں اور اور.....“ لیکن جواب میں دوسرا ہنٹر اس کے جسم پر پڑا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ ہنٹر نے اس کی کھال چاٹ لی تھی وہ اذیت سے اپنا زخم مسلنے لگا اور پھر دیوان سرکار کی جانب دیکھ کر بولا۔

”مجھے تو یہ پاگل خانہ معلوم ہوتا ہے کیا یہ عورت پاگل ہے؟“ فیروز چیخا لیکن اس کے جواب میں اسے تیسرا ہنٹر برداشت کرنا پڑا۔

”ارے مر گیا مار ڈالا۔ خدا تمہیں غارت کرے۔ مم.... میں پوچھتا ہوں کک.....کیا کیا بدتمیزی ہے یہ‘ ارے مم....میں تو مم..... مہمان آیا ہوں۔ یہاں مجھے مجھے تو ایک پیغام دے کر بھیجا گیا ہے اور اور یہ یہ.....“

”پیغام کیا ہے؟“ عالم آراء نے سوال کیا۔

”تمہیں بتاؤں تمہیں تم عورت ہو یا.....یا.....“ لیکن عالم آراء نے اس کا جملہ پورا

نہ ہونے دیا۔ وہ ایک تندرست و توانا عورت تھی اور اس وقت اس پر دیوانگی سوار تھی۔ دیوان سرکار جانتا تھا کہ اسے روکنا کس قدر خطرناک ہو سکتا تھا۔ عالم آراء نے پھر ایک ہنٹر اس پر جمادیا اور فیروز نڈھال ہو گیا۔

"دیکھو دیکھو بات سنو' بات سنو' وہ پیغام وہ پیغام تمہاری سمجھ میں بھی نہیں آئے گا۔ کچھ بھی سمجھ میں نہیں آئے گا مم.....میں تمہیں کیا بتاؤں تم یقین کرو مم..... مجھے بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ اب اگر میں تم سے کہوں کہ سائی تھول کنور مہتاب سے ملنا چاہتا ہے تو یہ بات تمہاری سمجھ میں آجائے گی؟"

"آجائے گی' سائی تھول کون ہے؟"

"ایک منٹ ایک منٹ' اب ہنٹر نہ مارنا سنو' مجھے بھی آلہ کار بنایا گیا ہے۔ میں تو ایک غیر ملکی آدمی ہوں۔ باہر سے آیا تھا یہاں کسی سے ملاقات کرنے کے لئے تت.....تو تو' تو تو....."

"ہاں ہاں آگے بولو۔"

"سنو مجھے تھوڑی سی مہلت دے دو' بہت تھوڑی سی مہلت دے دو' اور خدا کے لئے یہ بتا دو کہ کنور مہتاب علی کب آئیں گے ارے تم لوگوں نے تو کمال کر دیا' زخمی کر دیا مجھے' یہ یہ' یہ تو سب کچھ یہ تو سب کچھ....."

"میڈم میرا خیال ہے اسے مہلت دے دینی چاہیے۔ تھوڑی سی مہلت اور دے دیجئے آپ اسے....." دیوان سرکار نے نرم لہجے میں کہا اور عالم آراء نے خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھا۔ پھر وہ چمڑے کا ہنٹر لپیٹ کر دروازے کی جانب واپس چل پڑی تھی۔

سرہدایت اللہ اچانک ہی واپس آگئے تھے۔ کسی کو ان کے آنے کی توقع نہیں تھی۔ ناظمہ بیگم کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور تو اور اماں بی بھی پریشان ہو گئیں حالانکہ اس سے پہلے ہمیشہ سرہدایت اللہ کی آمد پر اماں بی نہال ہو جاتی تھیں۔ ناظمہ بیگم خوش ہو جاتی تھیں۔ پورے گھر میں ایک عجیب سی چہل پہل پیدا ہو جاتی تھی۔ لیکن اس وقت جونہی بڑی گاڑی کوٹھی کے احاطے میں آکر رکی اور اس سے سرہدایت اللہ نیچے اترے' بھگدڑ مچ گئی کیونکہ اماں بی اس وقت بڑے کمرے میں عرشی کی ننھی سی بچی گل کو لئے ہوئے بیٹھی تھیں' عرشی موجود نہیں تھی جب عرشی موجود نہیں ہوتی تھی تو سب کی محبتیں پھٹ پڑتی تھیں۔ ناظمہ بیگم بھی چوری چھپے بچی کو کئی بار پیار کر چکی تھیں۔ آخر نانی تھیں۔ دل سے اس کی محبت تو نہیں نکال سکتی تھیں' یہ دوسری بات ہے کہ سوچ سوچ کر کلیجہ خون ہوتا تھا۔ اکلوتی بیٹی' نجانے کیا کیا تصورات ذہن میں تھے اس کے لئے' کوئی حل نظر نہیں آتا تھا۔ نجانے کمبخت نے کس طرح چوٹ کھائی' نجانے کیا ہوا' یہ باتیں تو سب کی سب الگ تھیں لیکن اب اچانک ہدایت اللہ کی آمد پر جو دہشت پھیلی تھی وہ قابل دید تھی اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہدایت اللہ کے ساتھ ان کے دوست بھی آئے تھے۔ یہ تینوں کے تینوں غیر ملکی تھے۔ بہرحال اب ایسا تو نہیں کیا جاسکتا تھا کہ سرہدایت اللہ کو صحیح طور پر خوش آمدید نہ کیا جاتا۔ اماں بی نے فوراً نجمہ پھوپھی کو بلایا اور کہنے لگیں۔

"اے نجمہ ذرا دوڑ ئیو جلدی سے اس بچی کو لے کر' کسی ملازم کے کوارٹر میں گھس جائیو' اے نجمہ اب اس گھر کی عزت تجھے بچانی ہے' دیکھ بہت ساتھ دیا ہے ہم نے تیرا اب ہم پر پڑی ہے تو تجھے ساتھ دینا ہو گا۔"

"کیسی باتیں کرتی ہیں' اماں بی' میری جان آپ پر نچھاور' آپ بالکل بے فکر رہیں پریشان نہ ہوں کسی کو کانوں کان خبر نہ لگنے دوں گی۔" نجمہ بیگم بچی کو لے کر دوڑ گئیں اور ناظمہ بیگم اور اماں بی باہر نکل آئیں۔ عرشی تو موجود ہی نہیں تھی ورنہ باپ کی پیشوائی میں وہ ہمیشہ پیش پیش رہا کرتی تھی۔ ہدایت اللہ نے مسکراتے ہوئے ماں کو سلام کیا۔ بیوی سے ان کی خیریت پوچھی اور پھر فوراً" ہی عرشی کے بارے میں سوال کر ڈالا۔

"عرشی کہاں ہے؟"

"کہیں نکل گئیں ہے خیریت تو ہے آپ کا آنا اچانک ہی ہو گیا۔"

"بھئی ان سے ملو۔ یہ میرے ایک بہت اچھے دوست مائیکل بائر ہیں۔ آسٹریلیا کے رہنے والے اور یہ مسٹر لارک اینجلو' یہ فرنچ ہیں اور ان خاتون سے ملو' یہ ریٹا ہاروے' یہ دوہری شخصیت کی مالک ہیں یعنی ماں جرمن' باپ برٹش' بہت زبردست قسم کی مہم جو ہیں۔ بس کچھ ان کے بارے میں پوچھو نہیں' اگر میں نے تفصیل بتادی تو تم ان سے خوفزدہ ہو جاؤ گی اور اب ناظمہ بیگم ان معزز مہمانوں کی رہائش گاہ کا فوری طور پر انتظام کرنا ہے تمہیں۔"

"آپ کو اپنی آمد کی اطلاع دے دینی چاہیے تھی۔" ناظمہ بیگم نے سب کے ساتھ ڈرائنگ روم کی جانب بڑھتے ہوئے کہا۔

"بس بھئی کچھ نہ پوچھو' ہمیں خود بھی یقین نہیں تھا کہ ہمارا رخ اپنے وطن کی جانب ہو جائے گا' بہرحال اتنا تو ہم جانتے ہیں کہ ہمارے آنے سے تمہیں خوشی ہوئی ہو گی۔"

"لیجئے یہ بھی کوئی سوال ہے؟" ناظمہ بیگم سب کو ڈرائنگ روم میں لے گئیں۔ سر ہدایت اللہ خوش مزاج آدمی تھے۔ مائیکل بائر لارک اینجلو اور ریٹا ہاروے سے اپنی بیوی

کی باتیں کرنے لگے۔ ماں کو بھی ملایا اور پھر ہنس کر بولے۔

"ویسے آپ لوگوں کو اس مہم جو کے گھرانے میں کوئی بھی مہم جو نظر نہیں آئے گا۔ سب کے سب سیدھے سادے لوگ' اصل میں یہ ہماری ثقافت ہے' آپ لوگ اس سے لطف اٹھائیے۔"

"میں تو ہمیشہ ہی ایک بات کہتی رہی ہوں' آپ کے وطن کے لوگ بہت معصوم ہیں۔ خاص طور سے خواتین۔ آپ لوگ یقین کیجئے میں اس ماحول کی عاشق ہوں۔ اس سے پہلے دو بار یہاں آچکی ہوں اور ہمیشہ ہی دل میں بہترین تاثرات لے کر گئی ہوں۔ اس بار ذرا زیادہ بے تکلفی کا ماحول مل گیا ہے کیونکہ پچھلی دو بار جب بھی یہاں آئی تھی تو ہوٹلوں میں قیام کیا تھا میں نے....." یہ الفاظ ریٹا ہاروے کے تھے۔ بہرطور ناظمہ بیگم نے تھوڑی دیر تک ان لوگوں سے گفتگو کی۔ اور پھر شوہر کی ہدایت کے مطابق ان لوگوں کی رہائش کا انتظام کرنے باہر نکل گئیں۔ اماں بی نے بھی ایک منٹ کے لئے اجازت طلب کرلی تھی۔ باہر نکلیں اور سیدھی ناظمہ بیگم کو تلاش کرتی ہوئی پہنچ گئیں۔

"اے دلہن' اللہ خیر کرے مجھے تو طوفان کے آثار نظر آتے ہیں۔"

"اماں بی میرے ہاتھ پاؤں کیوں پھلائے دے رہی ہیں۔"

"اے کچھ نہ کچھ تو ہو گا آخر ہم کب تک چھپا سکیں گے یہ سب کچھ۔"

"تو پھر بتائیے کیا کریں؟"

"بی بی میرا تو دل ہول رہا ہے کیا کر سکتے ہیں' تم سوچو۔"

"اماں بی میں کیا سوچوں' ویسے میرا خیال ہے جب تک یہ بیرونی مہمان موجود ہیں نجمہ پھوپھی ہی کو سنبھالے رکھئے۔ وہ بچی کو لے کر ملازموں کے کوارٹر میں رہیں تو اچھا ہے۔"

"عرشی مان جائے گی؟"

"ارے نہ مانے گی تو اس کے سر میں موٹا سا ڈنڈا مار کر اسے بے ہوش کر کے ہسپتال میں داخل کرا دیجئے۔ اس نے ہمارا جو ناک میں دم کیا ہی بس اللہ کسی کو یہ وقت نہ

دکھائے۔"

"دیکھو دلہن، کوسنے پیٹنے سے کچھ نہیں حاصل ہو گا۔ عقل سے کام لینا ہو گا اب کیا کیا جائے جو تقدیر میں لکھا ہے، وہ تو ہو ہی گیا ہے۔" بڑی آفت آ گئی تھی۔ بہر طور مہمانوں کے قیام کے لئے بہترین بندوبست کر دیا گیا۔ عرشی کا انتظار تھا۔ ناظمہ بیگم نے کہا۔

"دو چار ملازموں کو لگا دیجئے گا ذرا باہر وہ کم بخت ماری آئے تو اسے باہر ہی سے اچک لیا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ باپ کی آمد کی خبر سن کر دوڑ پڑے ان کے پاس اور پھر اپنا کچا چٹھا انہیں بھی سنا دے۔ ارے اسے تو کچھ نہیں کہا جائے گا ہم جانتے ہیں اچھی طرح ہدایت اللہ واسطی صاحب کی عادت۔ ہم ہی لوگوں پر الزام رکھا جائے گا کہ آخر ہم گھر میں جھک مار رہے تھے۔ اماں بی بہت برا وقت آ پڑا ہے۔"

"دلہن دیکھو صبر سے کام لو اب جو کچھ ہو گا بھگتیں گے۔ اللہ مالک ہے۔"

اور پھر عرشی کی آمد کی اطلاع مل گئی۔ دونوں کی دونوں بری طرح باہر دوڑی تھیں۔ نجمہ بیگم تو بدستور کوارٹر میں موجود تھیں۔ عرشی گاڑی سے اتری تھی کہ ناظم بیگم اور اماں بی اس کے پاس پہنچ گئیں۔

"تیرا ستیاناس جائے کم بخت، خدا تجھے سمجھے، برباد کر دیا تو نے ہمیں، دو کوڑی کا کر دیا کہیں کا نہ رکھا۔"

"سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ آپ لوگ میرا خیال ہے استقبال کے نئے طریقے دریافت کر رہے ہیں۔ یعنی یعنی یہ سب کچھ کیا ہے کیوں کوسا جا رہا ہے مجھے؟"

"باوا آ گئے تیرے۔"

"ابو۔" عرشی حیرت سے اچھل پڑی اور اس کے بعد اس نے اندر چھلانگ لگانے کی کوشش کی لیکن ناظمہ بیگم نے پیچھے سے اس کے بال پکڑ لئے۔

"ارے ارے یہ کیا، یہ کیا، یہ کیا ہو رہا ہے بھئی، کیا ہو گیا آپ کو امی؟"

"بات تو سن لے، بات تو سن لے، باوا کے کانوں میں جا کر کیا پھونکے گی؟"

"دعائیں ہی پڑھ کر پھونکوں گی اور کیا پھونک سکتی ہوں ان پر؟" عرشی نے جواب

دیا۔

"اپنے کارنامے کے بارے میں بھی تو فوراً ہی بتائے گی۔"

"کک..... کارنامہ، کیا میں نے کوئی کارنامہ سرانجام دیا ہے؟" عرشی نے خوشی سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے پوچھا۔

"بے حیائی، اے بے حیائی تو تو اس طرح سر پر چڑھ کر اسی گھر میں بول رہی ہے ورنہ ایسی حرکتوں پر تو میں نے لڑکیوں کو شرم سے زمین میں گڑ جاتے ہوئے دیکھا ہے۔"

"یہ شرم سے زمین میں گڑ جانا صرف ایک محاورہ ہے امی، اگر اس کی کوئی حقیقت ہے تو آپ ذرا مجھے اس کی تفصیل بتا دیجئے بھلا شرم سے زمین میں کیسے گڑا جا سکتا ہے؟"

"ہاں تجھ جیسی لڑکیاں کبھی نہیں گڑتیں وہ تو اور ہی ہوتی ہیں۔"

"اب مجھے برا بھلا کہے جائیں گی یا ابو سے ملنے جانے دیں گی؟"

"سن بات سن عرشی، دیکھ پورے گھر کو آگ لگا دوں گی، یا خود کشی کر لوں گی۔ اگر ہدایت اللہ کو یہ پتہ چل گیا کہ تو یہ گل کھلا چکی ہے۔"

"گل..... گل کہاں ہے؟" عرشی نے سوال کیا۔

"نجمہ پھوپھی کے پاس ہے ملازموں کے کوارٹر میں۔"

"میری اولاد کے ساتھ یہ سلوک!" عرشی آنکھیں نکال کر بولی۔

"ارے اولاد والی، ارے اولاد والی دیکھ باز آ جا، کچھ نہ کہنا، سنا تو نے، بیوقوفی کی کوئی حرکت نہ کرنا، باہر کے مہمان بھی آئے ہوئے ہیں۔ ارے میں تو حشر کر دیتی مگر کیا کروں تقدیر ہی ساتھ نہیں دے رہی، اچھا سمجھ میں آ گئی بات۔"

"اچھا بابا آ گئی" سمجھ میں، اب مجھے جانے دیجئے، کتنے دن کے بعد ابو آئے ہیں اور آپ لوگوں نے اپنی کہانیوں کا آغاز کر دیا۔ میں جا رہی ہوں۔" عرشی دوڑتی ہوئی ڈرائنگ روم کی جانب چل پڑی۔ ناظمہ بیگم اور اماں بی ایک دوسرے کو عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی رہی گئی تھیں۔

عرشی ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ لارک اینجلو، مائیکل بائر

اور ریٹا ہاروے کسی اہم مسئلے پر گفتگو کر رہے تھے۔ ہدایت اللہ واسطی نے عرشی کو دیکھا اور اچھل کر کھڑے ہو گئے

"عرشی' میری زندگی' میری روح' میری بچی....." انہوں نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور عرشی باپ کے سینے سے جا لگی۔ معزز مہمان سمجھ گئے تھے کہ وہ سر ہدایت اللہ کی اکلوتی بیٹی ہے جس کا تذکرہ وہ اکثر ان سے کرتے رہے ہیں۔ بعد میں عرشی کا تعارف ایک ایک سے کرایا گیا اور عرشی نے بڑے مہذب لہجے میں کہا۔

"ہیلو جینٹلمین آپ لوگ کیسے ہیں؟"

"ٹھیک ہیں' تمہاری تعریفیں سنتے چلے آئے تھے' آج تمہیں دیکھا ہے اور بہت خوشی ہوئی ہے۔"

"تھینک یو تھینک یو ویری مچ' ویسے آپ لوگ بھی کیا مہم جو حضرات ہیں؟"

"ہاں ہمارا رابطہ جنگلوں' پہاڑوں' دلدلوں اور وحشت ناک صحراؤں کے سلسلے میں ہی ایک دوسرے سے ہے۔"

"شوق برا نہیں ہے لیکن کیا کیا جائے' یہ ہمارے ہاں کے والدین جو ہوا کرتے ہیں نا مسٹر لارک اینجلو یہ اپنی اولاد کو ہمیشہ بے وقوف سمجھا کرتے ہیں۔"

"ارے نہیں بھئی' میں نے اپنی اولاد کو بالکل بے وقوف نہیں سمجھا یہ شبہ تمہیں کیسے ہوا؟"

"تو پھر کیا آپ مجھے کبھی کسی مہم میں شامل نہیں کر سکتے تھے ابو؟"

"ہاں ہاں بات صحیح ہے اور غالباً ہم نے تم سے وعدہ بھی کیا تھا لیکن ابھی تھوڑا سا انتظار کرو کوئی ایسی مہم ترتیب دیں گے جب' جس میں ذرا نرمی ہوگی تو پھر تمہیں بھی ساتھ لے لیں گے۔"

"یہی تو کمزوری ہے ہمارے ہاں کے والدین میں....." عرشی ریٹا ہاروے کی جانب متوجہ ہو کر بولی۔

"کیا مطلب؟"

"یہ سمجھتے ہیں کہ وہ خود بہت قوی ہیں اور ان کے بچے کمزور' حالانکہ موقع پڑنے پہ ہم ہی لوگ ان لوگوں کے دست راست ثابت ہوتے ہیں۔" ریٹا ہاروے نے عرشی کو دیکھ کر ہدایت اللہ سے کہا۔

"ویسے میں اس لڑکی کے بارے میں پیش گوئی کر سکتی ہوں مسٹر ہدایت اللہ کہ یہ بہت ہی دلیر اور مہم جوئی میں کبھی شکست نہ ماننے والی لڑکی ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میری فطرت کا بہت بڑا حصہ اسے ملا ہے۔ یہ یہاں رہ کر بھی نجانے کیا کیا کھیل کھیلتی رہتی ہے۔"

"سویٹی میں تمہیں آفر کرتی ہوں اگر تمہارے ڈیڈی تمہیں اس سلسلے میں ڈسکریج کریں تو میں تمہاری ہیلپ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ تم کبھی کسی وقت بھی مجھ سے رابطہ کر سکتی ہو اور ہم لوگ مل کر کوئی مہم ترتیب دے سکتے ہیں۔"

"ریٹا ہاروے میں یہ بہت بڑی خرابی ہے کہ فوراً ہی کسی نہ کسی کو ورغلانے لگتی ہے۔" ہدایت اللہ واسطی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ویسے ابو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کے تینوں دوست بہت اچھے ہیں اور آنٹی ریٹا مجھے بے حد پسند آئیں' آنٹی میں آپ سے رابطہ رکھوں گی' میں جانتی ہوں کہ میرے ابو کبھی مجھے کسی مہم میں نہیں لے جائیں گے۔"

"میں تمہیں اس کی آفر کر رہی ہوں جب بھی تمہارا دل چاہے۔"

"اچھا بھئی عرشی' اب ہماری تمہاری باتیں تو ذرا بعد میں ہوں گی جاؤ دیکھو تمہاری پھوپھی نے ان لوگوں کے لئے انتظامات کئے یا نہیں۔"

عرشی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ معزز مہمانوں کے لئے قیام کا بندوبست ہو چکا تھا۔ بہت بڑی کوٹھی تھی یہ' اس میں بہت سے لوگ آ سکتے تھے۔ چنانچہ مہمانوں کے لئے قیام گاہ کے انتخاب میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ سر ہدایت اللہ واسطی کی آمد پر ایک خاص موقع کی وجہ سے جو ذرا گڑبڑ ہوئی تھی اس پر کنٹرول کر لیا گیا تھا۔ نجمہ پھوپھی کے نمبر اس وقت بہت بڑھ گئے تھے کیونکہ وہ گھر کی عزت سنبھالے ہوئے کوارٹر میں بیٹھی ہوئی

تھیں۔ عرشی تھوڑی دیر کے لئے ان کے پاس گئی تھی اور نجمہ پھوپھی نے آنکھیں پھاڑ کر کہا تھا۔

"آ گئیں تم!"

"کیا ہو گیا ہے آپ لوگوں کو' میری آمد پر اس طرح آپ لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے کیوں دیکھ رہے ہیں۔"

"اے بوا گل کو یہیں اس کوارٹر میں رہنا ہے۔"

"ہاں مجبوری ہے' میں سوچوں گی اس بارے میں' میں کسی بھی چیز کو چھپا کر نہیں رکھنا چاہتی۔"

"عرشی عرشی پاگل پن کی باتیں مت کرو' ہدایت اللہ واسطی کو پتہ چل گیا تو تم نہیں سمجھتیں کہ کیا طوفان آجائے گا۔"

"ارے چھوڑیئے میں ہر قسم کے طوفانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہتی ہوں۔ آپ لوگ اپنے کام سے کام رکھیئے گا۔ ویسے ایک بات سنئے نجمہ پھوپھی' گل کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔"

"ارے واہ' بہت زیادہ گل کی ہمدرد بن گئیں' ایں باپ کو دیکھتے ہی نگاہیں بدل لیں۔"

"اب آپ کو پوچھیں گے وہ تو آپ کیا کریں گی؟"

"کون ہدایت بھائی؟"

"تو اور کیا؟"

"جب مجھے پوچھیں تو تم یہاں آجانا اور تم اسے سنبھال لینا۔"

"چھوڑیئے چھوڑیئے' میں جب تک ابو یہاں موجود ہیں اب ان کے ساتھ ہی رہوں گی گل کی ذمے داری آپ ہی سنبھالئے۔"

"ہوں! سنبھال تو لوں گی' مگر اس کے لئے تم سے بہت کچھ وصول کروں گی عرشی۔"

"ارے نجمہ پھوپھی آپ ٹھہریں ہمیشہ کی لالچی۔ خیر جو مانگیں گی دے دیں گے آپ کو لیکن ذرا احتیاط رکھئے گا گل کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔"

"ٹھیک ہے تم فکر مت کرو......"

رات کو ڈنر کے بعد عرشی کی ملاقات سر ہدایت اللہ واسطی سے ہوئی' نجمہ بیگم حسب معمول اپنی ڈیوٹی پر تھیں اور آج گل کو ملازموں کے کوارٹر میں ہی رکھا جانا تھا۔ ویسے یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ ہدایت اللہ واسطی کا پروگرام کیا ہے۔ آیا طویل عرصے کے لیے یہاں آئے ہیں یا ان انگریز مہمانوں کو اس لیے ساتھ لگا کر لائے ہیں کہ ان کے سہارے یہاں سے نکل لیں۔ ویسے جب بھی وہ آتے تھے اور دوبارہ جانے کا نام لیتے تھے تو گھر میں بڑی لے دے ہوا کرتی تھی' سب کے سب انہیں برا بھلا کہا کرتے تھے اور سر ہدایت اللہ کا دوبارہ یہاں سے نکلنا بہت مشکل ہو جاتا تھا چنانچہ وہ کوئی نہ کوئی ایسا انتظام کر کے آیا کرتے تھے کہ دوبارہ یہاں سے نکل جانے میں کوئی دقت نہ ہو اور اس بار بھی شاید ان تینوں مہمانوں کو اسی لیے ساتھ لایا گیا تھا۔ بہرحال ان سب سے چھٹکارہ حاصل کر لیا گیا تھا کیونکہ وہ لوگ اپنے اپنے کمروں میں آرام کرنے کے لئے چلے گئے تھے۔ عرشی ہدایت اللہ کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔

"ابو۔"

"ہاں بیٹے کہو۔"

"کہاں چلے گئے تھے آپ کس جگہ گئے تھے؟"

"بھئی ہمارا کیا ہے کبھی دنیا کے کسی گوشے میں کبھی کسی گوشے میں....."

"ویسے بھی آپ سے بڑی شکایت ہے ابو آپ کی وجہ سے ہماری عزت دو کوڑی کی ہو کر رہ گئی ہے۔"

باہر دروازے سے ناظمہ بیگم اور اماں بی کان لگائے کھڑی ہوئی تھیں...... خطرہ یہ تھا کہ کہیں وہ کم بخت کوئی ایسی بات کان میں نہ پھونک دے کہ سارا کیا دھرا مٹی میں مل جائے۔ سر ہدایت اللہ چونک کر بیٹی کو دیکھنے لگی پھر انہوں نے کہا۔

"میں سمجھا نہیں بیٹا۔"

"ابو آپ یہاں ہوتے ہیں تو ہمیں ایک ڈھارس ہوتی ہے آپ نہیں ہوتے تو یوں سمجھ لیجئے کہ بالکل لاوارث محسوس کرتے ہیں اپنے آپ کو....."

"ارے بیٹے کیوں ایسی کیا بات ہے یہاں سب کچھ ہے تمہارے لئے۔ تمام لوگ موجود ہیں' کوئی کام کسی سے کہو' مجال ہے کسی کی کہ انکار کر دے۔"

"نہیں ابو' ایسا نہیں ہوتا۔"

"مطلب کیا ہے تمہارا مجھے بتاؤ' تفصیل سے بتاؤ۔"

"ابو بس ایسے ہی کچھ الجھنیں پیش آجاتی ہیں۔"

"آخر کیا؟"

"ابھی تھوڑے دن پہلے کی بات ہے ایک پولیس انسپکٹر نے میری گاڑی روک لی اور اس کے بعد میرے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ خواہ مخواہ مجھ پر ایک الزام لگانے لگا اور تھانے لے گیا پستول کے زور پر۔ وہاں جاکر مجھے خاصا سخت سست کہا۔ میں نے آپ کا نام بھی لیا لیکن وہ خاطر میں ہی نہیں لایا۔ اگر آپ ہوتے ابو تو اسے سزا دی جاسکتی تھی۔ بہت ذلیل کر کے مجھے اس نے تھانے سے باہر آنے دیا۔ آپ بتائیے یہ ٹھیک ہے؟"

"سرہدایت اللہ بے چین ہوگئے' کہنے لگے۔" کیا واقعی تم سچ کہہ رہی ہو؟

"جی ابو بالکل سچ۔"

"تمہیں انکل انصاری یاد نہیں آئے؟"

"کیوں ابو؟"

"وہ ہوم سیکریٹری ہیں بیٹے اور تم جانتی ہو میرے ان سے کیسے تعلقات ہیں۔"

"وہ تو ساری باتیں ٹھیک ہیں لیکن آپ کے بغیر۔"

"نہیں بیٹا اگر میرا کوئی دوست میری غیر موجودگی میں تم لوگوں کے کام نہ آئے تو پھر اسے دوست کیسے کہہ سکتا ہوں۔"

"ابو مجھے اس انسپکٹر پر بہت غصہ ہے تھانہ انچارج ہے وہ....."

"اب نہیں رہے گا بیٹے۔ ہمارا تم سے وعدہ ہے۔"

"سچ ابو!"

"ہاں بالکل سچ۔ بلکہ لاؤ ذرا مجھے موبائل دو۔ میں انصاری کو ٹرائی کرتا ہوں۔

ہدایت اللہ نے کہا اور موبائل فون ہاتھ میں لے کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ دو تین نمبر ڈائل کرنے کے بعد بالا خر ہوم سیکریٹری سے رابطہ قائم ہوگیا۔"

"ہیلو انصاری۔ میں ہدایت اللہ بول رہا ہوں۔"

"کون ہدایت اللہ؟"

"ہاں مجھے یقین تھا کہ اب تمہیں یہی سوال کرنا چاہیے۔ یہی سوال کرو گے تم؟"

"واسطی!"

"جی....." ہدایات اللہ نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کب آئے یار۔ الٹا مجھے دوش دے رہے ہو۔ آتے ہو تو مجھے بتاتے ہو' کہیں جاتے ہو تو مجھ سے کہہ کر جاتے ہو اور اوپر سے شکایت؟"

"نہیں بالکل غلط' تمہیں میرے جانے کے بارے میں معلوم ہے۔"

"آنے کے بارے میں تو نہیں معلوم؟"

"آج ہی آیا ہوں۔ ظاہر ہے اطلاع بھی دیتا۔"

"یار ناراض کیوں ہو رہے ہو۔ ایسے اطلاع دی جاتی ہے؟"

"ناراض ہونے کی کچھ خاص وجوہات ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"میری غیر موجودگی میں کبھی تم نے میرے گھر کی خبر لی؟"

"یہ تو بھابھی سے پوچھو۔ مجھ سے کیوں سوال کر رہے ہو؟"

"یعنی.....یعنی....."

"کچھ نہیں۔ بھابھی بھی اگر یہی الفاظ کہیں تو پھر میں تسلیم کرنے کو تیار ہوں مستقل انہیں فون کرتا رہتا ہوں۔ تین چار بار گھر بھی جاچکا ہوں کیا تمہیں اس کی اطلاع نہیں دی

گئی۔"

"بھئی مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ آج ہی آیا ہوں اور یہ میری بیٹی جو ہے ناعرشی اس نے مجھے کچھ ایسی باتیں بتائی ہیں کہ بس دماغ چکرا کر رہ گیا ہے۔"

"کیوں خیریت......"

"اس سے بات کرلو۔" ہدایات اللہ نے موبائل عرشی کے ہاتھ میں دے دیا۔

"ہیلو انکل۔"

"ہیلو بیٹا کیا بات ہے خیریت سے تو ہو؟"

"انکل آپ سے کچھ کام ہے مجھے۔"

"تو اس کے لئے تم نے اپنے اس بددماغ باپ کا سہارا کیوں لیا۔ اگر مجھ سے کوئی کام تھا تو تم مجھ سے براہ راست بات نہیں کر سکتی تھیں......"

"انکل بس یاد نہیں آیا؟"

"اچھا چلو چھوڑو بتاؤ کیا کام ہے؟"

"انکل وہ ایک انسپکٹر ہے تھانہ انچارج۔"

"ہاں پھر......"

"اس نے میری کافی بے عزتی کی ہے میری گاڑی روکی۔ میں نے اسے بتایا کہ میں کون ہوں تو مجھ پر پستول تان لیا اور پستول کے زور پر تھانے لے گیا۔ وہاں لے جاکر مجھے دھمکیاں دیں کہ وہ مجھے بند کر دے گا۔ میں نے اس بتایا کہ میں سرہدایت اللہ واسطی کی بیٹی ہوں لیکن اس بات پر بھی اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی، بہت دیر تک اس نے مجھے وہاں بٹھائے رکھا اور اس کے بعد آنے دیا۔ انکل اگر ہمارے ساتھ ایسا ہونے لگے تو پھر ہمیں یہ تو نہیں کہنا چاہیے کہ میں آپ کی بھتیجی ہوں۔"

"ہاں بیٹے بات تو بالکل صحیح کہتی ہو تم..... کوئی ایسی بات تو نہیں تھی جو ذرا مشکل ہو۔"

"جی نہیں۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ سب کچھ بلاوجہ ہی ہوا تھا۔"

"علاقہ بتاؤ....." انصاری صاحب نے پوچھا اور عرشی نے انہیں ساری تفصیل بتا دی۔

"ٹھیک ہے بیٹے کرنا کیا ہے..... نکال دیں اسے نوکری سے؟"

"نوکری سے تو خیر نہ نکالیں انکل لیکن کم از کم تین ماہ کے لیے سسپینڈ (Suspend) ہونا چاہیے۔"

"ہو جائے گا اور کچھ؟"

"نہیں انکل بس یہی بات تھی۔"

"تو پھر ٹھیک ہے، فون اپنے باپ کو دے دو۔" ہوم سیکریٹری صاحب نے کہا اور عرشی نے مطمئن انداز میں گردن ہلاتے ہوئے موبائل سرہدایت اللہ کے حوالے کر دیا۔

"ہاں بھئی ہدایت اللہ۔"

"جی انصاری صاحب۔"

"کس حال میں ہو؟"

"بالکل ٹھیک ہوں۔"

"آوارہ گردی جاری ہے؟"

"زندگی ہی گزر گئی۔ آخری وقت میں کیا خاک....." ہدایت اللہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نئے سفر کی تیاریاں ہو رہی ہوں گی۔"

"ابھی وقت لگے گا۔"

"مجھ سے ملاقات کئے بغیر فرار نہ ہو جانا۔"

"پہلے بھی کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"اوکے تھینک یو۔ عرشی کو اطمینان دلا دیا۔ اس کا کام ہو جائے گا۔" انصاری نے فون بند کر دیا۔ پھر مسکراتی نظروں سے عرشی کو دیکھنے لگے۔

"مطمئن ہو؟"

"تھینک یو ابو۔"

"اور کیسی گزر رہی ہے؟"

"ٹھیک ہوں کوئی خاص بات نہیں۔ ویسے ابو ایک وارننگ دینا چاہتی ہوں آپ کو۔"

"اوہو۔ کیا ہمیں بھی سسپینڈ کرا رہی ہو۔"

"نہیں ابو اصل میں، میں ایک ایڈونچر کی بیٹی ہوں۔ میرے خون میں بھی وہی جراثیم پل رہے ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ جنگلوں، پہاڑوں، صحراؤں اور بلند و بالا پہاڑوں کی چوٹیوں کو قدموں تلے روند ڈالوں۔ آپ سے کئی بار فرمائش کی ہے۔ لیکن آپ نے ہمیشہ ٹال دیا۔ کسی دن خود نکل پڑوں گی۔"

"یہ وارننگ ہے۔"

"بالکل!"

"ٹھیک ہے سویٹی۔ کوئی پروگرام بناتے ہیں۔ تمہارا یہ شوق ضرور پورا کر دیں گے۔"

"اس بار ہی کیوں نہیں۔"

"اس بار" ہدایت اللہ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

نادر شاہ کے شب و روز ہمیشہ ہی مصروف گزرتے تھے، ایک کے بعد ایک واقعہ، پورے علاقے پر نظر رکھنا، اپنے علاقے میں قانون کا استحکام اور پھر مختلف قسم کے کیس۔ لیکن پچھلے دو دن سے اس کے ذہن پر ایک عجیب سی کیفیت سوار تھی، عرشی ہدایت اللہ اسے کئی بار یاد آچکی تھی، فطرتاً خود بھی تند خو نوجوان تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ پولیس میں باقاعدہ نوکری حاصل کرنے کے بعد اس نے اپنی فطرت پر قابو پانے کی کوشش کی تھی ورنہ ایک بڑے باپ کا بیٹا تھا زندگی گزارنی کے بہت سے لوازمات ہو سکتے تھے لیکن بس پولیس کی نوکری کرلی تھی۔ بعد میں اسے کچھ عجیب سے احساسات نے آگھیرا تھا اس نے درحقیقت عرشی ہدایت اللہ کی کچھ زیادہ ہی بے عزتی کر ڈالی تھی لیکن تجزیہ کرنے کے بعد وہ اپنے آپ کو بے قصور سمجھتا تھا۔ لڑکی حد سے زیادہ سرکش اور تند مزاج تھی۔ اس نے ایسے الفاظ استعمال کیے تھے کہ نادر شاہ بھی اپنے آپ پر قابو نہیں پا سکا تھا لیکن اب اس کے اندر لڑکی کے لیے کچھ نرم گوشے پیدا ہوگئے تھے۔ ایس آئی شہزاد اس کا بے تکلف ماتحت تھا، نادر شاہ کا کہنا تھا کہ ڈسپلن اچھی چیز ہوتی ہے لیکن اس کے لیے ایک طریقہ کار رائج کرلیا جائے اور اس کے بعد انسان انسان ہی رہے۔ اپنے تھانے میں اس نے جو قوانین نافذ کر دیئے تھے اس سے سب ہی نالاں تھے۔ ایس آئی شہزاد کا کہنا تھا کہ انسپکٹر صاحب خود تو فارغ البال ہیں، تنخواہ بھی بچی رہتی ہوگی بھلا ان کے لیے کس چیز کی

کی لیکن بال بچوں والوں کو انہوں نے بے دست و پا کر دیا ہے۔ اس وقت بھی شہزاد کہیں سے کوئی تفتیش کر کے آیا تھا اور اس کا منہ بنا ہوا تھا۔ اندر آکر اس نے سیلوٹ کیا اور پھر نادر شاہ کے سامنے بیٹھ کر اسے اپنی تفتیش کی رپورٹ بتانے لگا۔ جو کسی کاروباری شخص کے بارے میں تھی۔

"سر اس شخص نے درحقیقت بہت کچھ کیا ہے جو کچھ اس نے کیا ہے وہ جرم کے زمرے میں نہیں آسکتا۔ چالاک آدمی ہے سر میرے خیال میں آپ اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ آپ خود دیکھ لیں۔ کوئی نہیں تو کل ہم اس کے خلاف کوئی ثبوت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"اچھا اچھا کیا کہتا ہے؟"

"بس سر جو کہتا ہے وہ آپ کے مطلب کی بات نہیں ہے اور آپ کی سمجھ میں بھی نہیں آئے گا؟"

"کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں مگر بتاؤ تو سہی۔"

"کہتا ہے کہ شہزاد صاحب آپ خود چیک کر لیجئے میں جرم نہیں کرتا' کاروبار کر رہا ہوں' ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ زیادہ محنت کرے اور زیادہ کمائے' میری اپنی کاوشوں سے اگر میری آمدنی بڑھ گئی ہے تو یہ کوئی جرم کی بات تو نہیں ہے ہاں اگر پولیس اسے جرم بنانے پر تل جائے تو مجبوری ہے مگر کیا کیا جائے' جب پولیس ایسے اقدامات کرتی ہے تو پھر ہم لوگوں کو بھی اپنی گردن بچانے کے لئے وکیلوں وغیرہ کا سہارا لینا پڑتا ہے اور بات آگے بڑھانی پڑتی ہے اگر پولیس خود ہی ہم سے معاملہ طے کر لے تو اس کا بھی فائدہ اور ہمارا بھی فائدہ۔ سر ایک اچھی خاصی رقم کی پیش کش کی ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس کے خلاف کوئی ثبوت تو نہیں حاصل ہو سکا لیکن اچھے تعلقات قائم کرنے کے لیے وہ ہمارا بھی خیال کرنے کو تیار ہے۔"

"اوہ! کیا واقعی اس نے یہ الفاظ کہے ہیں۔" نادر شاہ پر مسرور لہجے میں بولا۔

"جی سر بالکل کہے ہیں۔" ایس آئی شہزاد کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آنے

لگے۔

"تب تو پھر اس کا مطلب ہے شہزاد کہ آگے ہمارے لیے امکانات ہیں؟"

"سر قوی امکانات ہیں آپ صرف اشارہ کیجئے سودا میں طے کر لوں گا۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو' کیا ہم اس سے رشوت لیں گے۔" نادر شاہ نے کہا اور شہزاد کا چہرہ اتر گیا۔ پھر وہ مردہ سے لہجے میں بولا۔

"تو پھر آپ کون سے امکانات کی بات کر رہے ہیں سر؟"

"بھئی اگر وہ رشوت کی پیش کش کر رہا ہے تو اس کا مقصد ہے کہ اس کے دل میں جرم کا احساس ہے اور وہ کچھ بھی سہی اپنے جرم کو محسوس کرتا ہے' یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ وہ آگے کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ شہزاد اس پر ہاتھ تو ڈالنا ہے۔"

"کمال ہے سر اس کا مطلب ہے....."

"بھئی رشوت تو میں مذاق میں بھی قبول نہیں کر سکتا۔"

"سر ہمیں اجازت دے دیجئے ہم قبول کر لیں گے قسم لے لیجئے بڑی کڑکی میں گزر رہی ہے۔"

"یار تجھے کچھ پیسے چاہیں تو مجھ سے لے لے ہزار' دو ہزار' پانچ ہزار..... اس سے زیادہ کا آدمی نہیں ہوں وہ کتنا دے دے گا تمہیں؟"

"سر اس نے تو پچیس ہزار کی پیش کش کی ہے۔"

"بھئی پچیس ہزار تو میں نہیں دے سکتا ہاں چار پانچ ہزار میں کام چلا سکتے ہو تو لے لو اور یقین کرو یہ میرے اپنے اکاؤنٹ کے پیسے ہیں' کسی غلط ذریعے سے نہیں آئے۔"

"نہیں سر بات ہماری ہی تو نہیں ہے اور پھر یہ ایک دن کی بات تو نہیں ہے۔"

"تو پھر سوری شہزاد!"

"چھوڑیئے سر اپنی تقدیر ہی کالی ہے' اور کیا حکم ہے میرے لیے؟"

"کچھ نہیں یار آرام کرو' دیکھیں گے کیا کرتے ہیں؟"

"سر وہ ایک لڑکی کا جو قصہ تھا وہ اب کس پوزیشن میں ہے۔" شہزاد نے گفتگو کا

رخ بدل دیا اور نادر شاہ چونک کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"مطلب؟"

"نہیں سر کوئی مطلب نہیں ہے بس ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔ اصل میں وہ کیس تو بالکل ہی ادھورا رہ گیا۔ میری مراد مہتاب پور ہاؤس کیس سے ہے۔"

"ہاں واقعی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا' ویسے میں سردار شیخ صاحب سے اجازت لے کر ایک بار پھر مہتاب پور ہاؤس جاؤں گا۔ اب ذرا انگلیاں ٹیڑھی کرنا پڑیں گی ایک تو بڑی بدقسمتی یہ ہے ہماری کہ اگر معاملہ کسی بڑے آدمی کا نکل آئے تو سب کے سب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ اب سردار شیخ صاحب کو دیکھو' ٹھیک ہے مہتاب پور سے آنے والے دیوان کے ساتھ اچھا سلوک کیا گیا۔ وہ لوگ ہمیں مجرم نظر نہیں آئے۔ لیکن کم از کم بات کچھ تو آگے بڑھنی چاہیے۔ انہوں نے ہمیں اس بارے میں کچھ بتایا بھی نہیں ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ پولیس کو سختی کر کے ان کی زبان کھلوانی چاہیے۔ آخر مہتاب پور ہاؤس ان کی ملکیت ہے اور پھر وہ دو افراد ان کے دیرینہ ملازم کچھ تو بتائیں وہ ان کے بارے میں۔"

"سر ویسے باقی ساری باتیں اپنی جگہ لڑکی بڑی تیز طرار تھی۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ویسے یار شہزاد' کیا مجھ سے' اس کے ساتھ کوئی زیادتی ہو گئی تھی۔"

"جی جی.....جی....." شہزاد نے چونک کر نادر شاہ کو دیکھا۔

"یار اچھی لڑکی ہے مجھے اس قسم کی تیز و طرار لڑکیاں بے حد پسند ہیں۔"

"بہت بڑے آدمی کی بیٹی ہے سر آپ نے اس سے جھگڑا مول لے کر اچھا نہیں کیا۔"

"خیر اس کی تو مجھے کبھی فکر نہیں ہوتی بہت سخت باتیں کر گئی ہے میں نے جواب بھی صحیح دیئے لیکن اب یہ احساس ہوتا ہے کہ......"

"ایک بات کہوں سر؟"

"کہو۔"

"آپ کے دل میں اس کے لئے کوئی نرم گوشہ ضرور ہے۔"

"ہاں میرا خیال ہے میں اسے پسند کرنے لگا ہوں!"

"لیجئے سر۔ ہم تو یہی دعا کریں گے کہ اللہ آپ کو بال بچوں والا کرے' آپ کی رورتیں بڑھیں اور اس کے بعد ہمارا کام بھی چلے سر.....سچ مچ بڑی کڑکی ہے۔"

"ارے بھائی تو مجھ سے پیسے لے لے' یہ تیرے کام آجائیں گے' میرے لیے فی ل بے کار ہیں۔"

"سر' مگر دوسروں کا کیا ہوگا۔" ایس آئی شہزاد نے نادر شاہ کے ہاتھ سے پیسے لیتے ئے کہا۔

"یار تین ہزار تو رکھ لینا اور تھوڑے تھوڑے ان لوگوں کو دے دینا۔ اب دیکھ لٔ جب تک میں یہاں ہوں رشوت تو نہیں چلے گی میرے علاقے میں' کیا سمجھا؟"

ایس آئی شہزاد پیسے جیب میں رکھ کر بڑبڑاتا ہوا باہر نکل گیا۔ نادر شاہ کے ہونٹوں پر لراہٹ پھیل گئی۔ وہ کچھ دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اس نے ٹیلی فون کے ریسیور کی جانب ، بڑھایا لیکن اسی وقت گھنٹی بج اٹھی اور نادر شاہ نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو!" دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"جی فرمایئے!"

"انسپکٹر نادر شاہ سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں بول رہا ہوں۔"

"میری آواز آپ کے کانوں میں منجمد ہونی چاہیے انسپکٹر۔"

"اوہو آپ.....!" انسپکٹر نادر شاہ نے عرشی ہدایت اللہ کی آواز پہچان لی تھی۔

"جی میں ہی عرض کر رہی ہوں۔"

"آپ کی عمر بہت بڑی ہے مس ہدایت اللہ....."

"ہاں مجھے بڑی عمر درکار تھی تاکہ تم جیسے مغرور لوگوں کو طویل عرصے تک سبق ، سکوں۔"

"ارے ارے آپ کو لڑنے کے علاوہ اور کچھ نہیں آتا۔"

"مجھے جو کچھ آتا ہے انسپکٹر اب تمہیں اس کا پورا پورا تجربہ ہو جانا چاہیے"

"وہ کیسے؟"

"تمہاری عمر کیا ہے؟"

"مردوں سے ان کی عمر نہیں پوچھا کرتے۔" نادر شاہ نے پر مزاح انداز میں کہا۔

"بہرحال مجھے کم سن نظر آتے ہو۔"

"شکریہ۔ ان الفاظ میں تو میری تعریف چھپی ہوئی ہے۔"

"غالباً پر مزاح بننے کی کوشش کر رہے ہو لیکن افسوس کہ یہ مزاح ایک لمحے میں ختم ہو جائے گا"

"پھر دھمکی..... پولیس افسر کو دھمکی دیتی ہیں آپ' پہلے بھی ایک ہزار دھمکیاں دے کر گئی تھیں۔"

"میرا نام یاد ہے نا تمہیں۔"

"جی ہاں عرشی ہدایت اللہ۔"

"اللہ تمہیں ہدایت دے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اس کم سنی میں ابھی تمہیں پولیس انسپکٹر نہیں بننا چاہیے تھا۔"

"رفتہ رفتہ تجربہ ہو جائے گا کوئی کمی پائی ہے آپ نے میرے اندر۔"

"ہاں! میرا خیال ہے تمہاری ٹریننگ پوری نہیں ہوئی۔"

"نہیں ٹریننگ کا سرٹیفکیٹ تو میرے پاس موجود ہے۔"

"تو پھر عقل کی کمی معلوم ہوتی ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"بڑے لوگوں سے گفتگو کرنا نہیں جانتے' یہ اندازہ نہیں ہے تمہیں کہ بڑے لوگوں کے ساتھ کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے تم نے مجھ پر الزام لگایا تھا کہ میں بھکارن بن کر مہتاب پور ہاؤس کے بارے میں کچھ جانتی ہوں اور تمہیں میں نے اطلاع دی تھی

کہ وہاں دو قتل ہوئے ہیں۔ میں نے انکار کر دیا تھا مان جاتے۔ چلو اس وقت نہیں مانے کوئی بات نہیں لیکن جب میں نے تمہیں اپنا نام بتایا کہ میں سر ہدایت اللہ واسطی کی بیٹی ہوں تب تمہیں مان جانا چاہیے تھا۔ جانتے ہو بعض اوقات ضدوں کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔"

"کہنا کیا چاہتی ہیں مس ہدایت اللہ؟"

"مطلب یہ ہے کہ میں تم سے کہہ کر نکلی تھی کہ تمہیں اس بد تمیزی کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ میں چاہتی تو تمہیں اس ملازمت سے نکلوا بھی سکتی تھی اور یہ میرے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہوتا لیکن میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ملازمت پر تو تمہیں برقرار رہنے دیا جائے لیکن تربیت مکمل ہونے کے لئے دو تین مہینے ہیڈ کوارٹر میں رہو۔ یا اگر وہاں نہ جانا چاہو تو پھر عیش کی گزارو۔"

"اچھا..... یہ فیصلہ کیا ہے آپ نے؟"

"جی انسپکٹر صاحب۔"

"تو ٹھیک ہے مجھے اس فیصلے پر اعتراض نہیں ہے مس ہدایت اللہ..... لیکن ایک شرط ہے۔"

"کیا؟"

"یہ عیش کی گزارنے کی جو بات کی ہے نا آپ نے تو وقت گزاری کے لیے انسان کے اپنے اپنے مشاغل ہوتے ہیں آپ کی ہدایت پر میں دو تین ماہ کے لئے عیش کی گزارنے کو تیار ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں آپ کو معاونت دینا پڑے گی۔"

"گڈ ویری گڈ! اگر جواب میں گالیاں سننا چاہتے ہو تو میں اس سے بھی گریز نہیں کروں گی۔ لیکن تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میں نے یہ تین ماہ تمہارے لئے منتخب کر دیئے ہیں اور اس بارے میں تمہیں بہت جلد اطلاع مل جائے گی۔"

"اچھا!" نادر شاہ نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"جی جناب..... اور اس وقت اگر آپ چاہیں تو مجھ سے ملاقات کر سکتے ہیں۔ میرا فون نمبر نوٹ کر لیجئے گا۔"

"آپ کا پتہ اور فون نمبر میرے پاس نوٹ ہے لیکن مس عرشی ہدایت اللہ بڑی احمقانہ باتیں کرتی ہیں آپ اتنا بڑا دعویٰ کرنے کا مقصد کیا ہے....."

"فون بند کر رہی ہوں' اس سے زیادہ گفتگو کرنا غیر مناسب سمجھتی ہوں کیونکہ تم میرے اسٹیٹس کے آدمی نہیں ہو۔ او کے.....خدا حافظ۔"

"سنئے تو سہی' سنئے تو سہی۔ اب دو چار نرم باتیں بھی کر لی جائیں تو کیا حرج ہے....." انسپکٹر نادر شاہ نے کہا لیکن عرشی نے فون بند کر دیا۔ نادر شاہ ریسیور کو گھورتا رہا۔ اور پھر اس نے مسکرا کر ریسیور نیچے رکھ دیا۔

فیروز درحقیقت حواس باختہ ہو گیا تھا' یہ کیا ہوا۔ وہ اس وقت دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔ نصیر بیگ نے یہاں اسے کچھ اور کہہ کر بھیجا تھا۔ لیکن یہاں جو صورت حال پیش آئی تھی اس نے فیروز کا حلیہ درست کر دیا تھا۔ اصل میں نادانستگی میں مارا گیا تھا ورنہ اتنا چوہا بھی نہیں تھا اور اب وہ خونخوار عورت جو بے دریغ چابک برساتی ہے اس پر مسلط تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ کیا نصیر بیگ کے بارے میں تفصیلات بتا دے۔ کیا کرے کیا نہ کرے.....بڑی پریشانی کے عالم میں تھا۔ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ ہو سکتا ہے یہ نصیر بیگ کی چال ہو نصیر بیگ جرائم پیشہ آدمی تھا' بے حد خطرناک۔ یہاں تک کہ قتل جیسے جرم سے بھی اس نے دریغ نہیں کیا تھا لیکن فیروز اس کے ایک جرم کا گواہ بن گیا تھا اور پھر نہایت ذہانت سے وہ نصیر بیگ کو بلیک میل کر کے بڑی بڑی رقمیں وصول کرتا رہا تھا۔ لیکن جانتا تھا کہ نصیر بیگ نرم چارہ نہیں ہے جب بھی کبھی اس کا داؤ لگا وہ فیروز کو چت کر دے گا اور غالباً اس بار وہ اپنا کام کر گیا ہے۔

ادھر نیروز ان سوچوں میں گم تھا اور ادھر عالم آراء معمول کے مطابق وقت گزار رہی تھی۔ اس کی کیفیت بے حد خراب تھی۔ دیوان سرکار بھی اسے سنبھالنے میں ناکام رہا تھا۔ بس ایک عجیب سی وحشت اس پر سوار رہتی تھی۔ بعد میں دیوان سرکار نے اسے سمجھایا۔

"میڈم! درحقیقت ہم نادانستگی میں ایک جرم کا شکار ہو رہے ہیں۔ کسی بھی شخص کو حبس بے جا میں رکھنا بہت بڑا جرم ہے۔ بہرحال ہم اسے قتل تو نہیں کر سکتے کیونکہ اس نے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ وہ اپنے قول کے مطابق کسی کا پیغام لے کر یہاں آیا ہے اب یہ تو کنور مہتاب علی ہی طے کر سکتے تھے کہ اس پیغام کی کیا نوعیت ہے۔ میں خاصی پریشانیوں کا شکار ہوں اور یہ سوچ رہا ہوں کہ کہیں ہمارا یہ عمل ہمارے لئے مشکل نہ بن جائے۔"

"میں دیوانی ہوگئی ہوں دیوان سرکار پاگل ہوگئی ہوں میں اور تم سے کہہ چکی ہوں کہ میرا اسٹیمنا اب ختم ہوتا جارہا ہے۔ میں ذہنی طور پر پھٹنے والی ہوں۔ قتل بھی کر سکتی ہوں اسے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں کیا نہ کروں؟"

میڈم خود کو سنبھالئے۔ براہ کرم خود کو سنبھالئے دیوان سرکار اسے بہت دیر تک سمجھاتا رہا تھا۔ پھر یہ شاید فیروز کی خوش قسمتی ہی تھی کہ اسی رات کنور مہتاب علی اپنے مخصوص انداز میں پھر نمودار ہوگیا۔ اس وقت تمام لوگ آرام کی نیند سو رہے تھے۔ عالم آراء بھی اپنی خواب گاہ میں تھی۔ بچیوں سے اب اس کے تعلقات زیادہ اچھے نہیں رہے تھے۔ کنور مہتاب علی نے دروازہ بجایا تھا اور عالم آراء چونک کر خود ہی اٹھ آئی تھی۔ دروازہ کھول کر اس نے کنور مہتاب علی کو دیکھا اور اس کے چہرے پر شدید غصے کے تاثرات پھیل گئے۔ مہتاب علی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا تھا۔

"کہو کیسی ہو؟" اس نے سوال کیا لیکن عالم آراء نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مہتاب علی نے دروازہ بند کر دیا اور بولا۔

"کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم لوگ کسی محفوظ جگہ بیٹھ کر بات چیت کریں۔"

"یہ تمہاری کوٹھی ہے مہتاب علی' یہاں تم نے زندگی کا طویل وقت گزارا ہے۔ کیا یہ محفوظ جگہ نہیں رہی اور اگر یہ محفوظ جگہ نہیں ہے تو کیا تم نے ہمیں ایک غیر محفوظ جگہ چھوڑ کر خود غرضی کا ثبوت نہیں دیا ہے؟"

"میں جانتا ہوں عالم آراء' پچھلی بار بھی جب تم سے ملاقات ہوئی تھی تو میں نے تم

بہت معذرت کی تھی۔ عالم آراء! میری زندگی کو خطرہ ہے۔ اگر میں کھلم کھلا یہاں جاؤں تو ہو سکتا ہے کسی طرف سے چلنے والی گولی مجھے چاٹ لے۔ پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کچھ لوگ یہاں آجائیں اور مجھے اغواء کر کے لے جائیں۔"

"کنور مہتاب علی' ساری باتیں مانتی ہوں۔ لیکن کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم ہمیں اپنے راز میں شریک کرلو؟"

"بات اصل میں ایسی ہے کہ اگر میں تمہیں اس کے بارے میں تفصیلات بتاؤں گا عالم آراء تم اسے صرف ایک کہانی سمجھوگی' میں تمہاری شخصیت سے واقف ہوں۔ اچھی طرح واقف ہوں۔ اگر تمہاری فطرت میں متلون مزاجی نہ ہوتی تو یقین کرو میں تمہیں اپنا رازدار بنالیتا۔ لیکن میں جانتا ہوں جو کچھ میں تمہیں سناؤں گا اس کے نتیجے میں صرف تمہارا غصہ برداشت کرنا پڑے گا مجھے' کام کی کوئی بات نہیں ہوگی۔"

"تو پھر سنو کنور مہتاب علی' خدا کی قسم آخری فیصلہ ہے یہ میرا' بالکل آخری' بچیاں اگر میرے ساتھ نہ بھی جانا پسند کریں گی تو نہ سہی' تمہاری بیٹیاں ہیں اس وقت' اسی لمحہ تم انہیں اپنی تحویل میں لو اور مجھے آزادی بخش دو۔"

"عالم آراء کیا حماقت کی باتیں کر رہی ہو تم؟"

"دیکھو بعد میں کچھ بھی کرتے رہنا مجھے اس کی پرواہ نہیں ہوگی۔ اس وقت جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اسے نظر انداز کرنا یا نہ کرنا تمہاری ذمے داری ہے۔ میں آخری بار تمہارا انتظار کر رہی تھی تاکہ تمہیں بتانے کے بعد کوئی قدم اٹھاؤں۔ میں اب یہاں نہیں رہنا چاہتی۔ ان حالات میں میرے لیے تمہارے ساتھ گزارا کرنا ایک ناممکن عمل ہے۔"

"افوہ! ٹھیک ہے۔ جب اپنے ہی برائی پر آمادہ ہو جائیں تو انسان کیا کر سکتا ہے۔ اچھا یوں کرو' دیوان سرکار کو بلاؤ۔"

"ہاں وہ تم سے ملنا چاہتا ہے۔"

"جاؤ بلالو اسے' میں بزدل آدمی نہیں ہوں۔ تم لوگوں کے ہی طرح جینا چاہتا تھا اور پھر جو کچھ بھی ہے وہ ایک انوکھی داستان ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں کوئی جرم کر بیٹھا ہوں۔

یقین کرو میں مجرم نہیں ہوں۔ لیکن حالات ایسے ہیں کہ میں پولیس سے بھی مدد نہیں لے سکتا۔ میں خود پولیس کے جال میں پھنس جاؤں گا کوئی ایسی بات ہے بھی نہیں جسے سنجیدگی سے سنا جائے۔ یا تو مجھے خبطی قرار دے دیا جائے گا یا پھر لوگ ہنس کر ٹال جائیں گے۔ اچھا خیر چھوڑو' دیوان سرکار کو بلالاؤ' ٹیلی فون اٹھاؤ میں خود اسے فون کرتا ہوں۔"

عالم آراء نے خاموشی سے اسے دیکھا پھر بولی۔ "ایک شخص آیا ہے یہاں۔ فیروز نام بتاتا ہے اپنا۔"

"آیا ہے سے کیا مراد ہے' موجود ہے یہاں۔"

"ہاں۔"

"کیا؟" کنور مہتاب علی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"ہاں وہ یہاں موجود ہے۔"

"یعنی یعنی میری غیر موجودگی میں تم نے کسی کو یہاں مہمان بنالیا ہے۔"

"وہ مہمان نہیں ہے۔"

"پھر؟"

"میں نے اسے قیدی بنالیا ہے۔"

"کیا؟"

"ہاں۔"

"کیا کہہ رہی ہو۔ کچھ سمجھا تو دو مجھے؟"

"وہ تہہ خانے میں قید ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ اس نے مجھے یہاں اپنی آمد کی صحیح وجہ نہیں بتائی۔ وہ یہاں آگیا اور اس نے یہاں آکر ایسی الٹی سیدھی باتیں کیں کہ میں اسے قید کرنے پر مجبور ہوگئی۔"

"کیا کہہ رہا تھا؟"

"تم سے ملنا چاہتا تھا۔"

"کس حوالے سے؟"

"کسی سائی تھول کے حوالے سے۔" عالم آراء نے کہا اور کنور مہتاب علی کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پیدا ہوگئی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے عالم آراء کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"سائی تھول؟"

"ہاں۔"

"ک.....کہاں ہے وہ؟"

"کہا نا قید خانے میں موجود ہے۔"

"سائی تھول' سائی تھول' سائی تھول۔" کنور مہتاب علی آہستہ آہستہ دہرانے لگا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے پیروں کی جان نکل گئی ہو۔ وہ دوبارہ بیٹھ گیا کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

"تم دیوان سرکار کو بلاؤ' تمہیں یقین ہے کہ وہ تہہ خانے میں موجود ہوگا۔"

"ہاں مجھے یقین ہے۔"

"تو پھر سنتی کیوں نہیں ہو کتنی بار کہہ چکا ہوں دیوان سرکار کو بلاؤ۔" کنور مہتاب علی کے لہجے میں درشتگی پیدا ہوگئی۔ اور عالم آراء فون کی جانب بڑھ گئی۔ اس نے یہیں کوٹھی کے ایک نمبر پر رنگ کر کے ریسیور کان سے لگالیا۔ دیوان سرکار مستعد آدمی تھا حالانکہ رات اچھی خاصی ہو چکی تھی لیکن شاید وہ جاگ رہا تھا فوراً ہی اس نے فون ریسیو کیا۔

"میں بول رہی ہوں۔"

"جی میڈم۔"

"میرے کمرے میں آجاؤ۔"

"خیریت۔"

"خیریت تمہیں فون پر بتاؤں۔" عالم آراء نے جھلا کر کہا اور ٹیلی فون بند کر دیا پھر

وہ ریسیور رکھ کر مہتاب علی کی جانب دیکھنے لگی جو کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد عالم آراء نے کہا۔

"سائیں تھول کون ہے اور اس کا نام سن کر تمہارے چہرے پر مردنی کیوں چھا گئی ہے۔" کنور مہتاب علی کے انداز میں کشمکش نظر آرہی تھی۔ اس نے عالم آراء کو فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ عالم آراء اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ پھر باہر سے دیوان سرکار کی آواز سنائی دی۔

"میں حاضر ہو سکتا ہوں۔" اجازت ملنے پر وہ اندر آگیا پھر کنور مہتاب علی کو دیکھ کر وہ سکتے میں رہ گیا تھا۔ مہتاب علی نے خود اسے مخاطب کیا۔

"کیا حال ہے دیوان سرکار؟"

"یہی کہہ سکتا ہوں کہ ٹھیک ہوں۔" دیوان سرکار نے جواب دیا اور کنور مہتاب علی نے پوچھا۔

"اکتا گئے ہو؟"

"نہیں۔ لیکن اعتماد سے محروم ہو گیا ہوں۔"

"ارے نہیں' ایسی بات نہیں ہے۔"

"اسے وفاداری کہہ لیں، یا انسانی کمزوری۔ ایک طویل وقت گزارنے کے بعد انسان اپنی اوقات بھول جاتا ہے اور جہاں اور جن لوگوں کے درمیان رہتا ہے' انہی کے دکھ درد میں اس طرح شریک ہو جاتا ہے کہ ان کے تردد کو اپنے دل میں ان کی مشکل کو اپنے سینے میں محسوس کرتا ہے۔ کنور صاحب میری کچھ ذمے داریاں مخصوص ہیں مجھے ان کی ادائگی کرنا ہوتی ہے۔ اس کا معاوضہ ملتا ہے مجھے۔ اصولی طور پر مجھے اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے لیکن نہیں رکھ پاتا۔ میڈم ان دنوں جس قدر پریشان رہی ہیں بس اگر آپ یقین کرنا پسند فرمائیں تو یقین کر لیجئے کہ میں بھی اتنا ہی پریشان ہوں۔ اعتماد نہیں کھو بیٹھا کنور صاحب' ناواقفیت کا شکار ہوں۔"

کنور مہتاب علی عجیب سے انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔

"ہوتا ہے بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ تقدیر چاروں طرف سے گھیر لیتی ہے اور کسی بے گناہ شخص کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ وہ گنہگار ہے۔ سب کا مجرم ہے۔ بہرحال میں ابھی تم لوگوں کو اس کہانی میں شریک کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ برا مانتے ہو مان لو خاص طور سے میں عالم آراء سے کہہ رہا ہوں ہاں چلو میں تم سے دور نہیں رہتا۔ یہیں مقیم ہو جاتا ہوں پوشیدہ رہ کر خطرات کا مقابلہ کرنا زیادہ آسان تھا۔ اب ذرا مشکل پیش آجائے گی لیکن کوئی حرج نہیں ہے دیکھتے ہیں کیا گزرتی ہے۔ ٹھیک ہے دیوان سرکار ہاں اب ذرا اس شخص کے بارے میں بتاؤ جسے تم لوگوں نے حبس بے جا میں رکھا ہوا ہے۔"

"میڈم سے یہی کہتا رہا ہوں کہ کہیں کسی اور مشکل کا شکار نہ ہو جائیں ہم۔"

"ٹھیک ہے میں اس سے مل لیتا ہوں تم لوگوں کی ذمے داری ختم میں یہاں موجود ہوں کل سے یہیں رہوں گا اور خود حالات کا مقابلہ کروں گا۔"

عالم آراء سرد نگاہوں سے کنور مہتاب علی کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"اور یہ ممکن نہیں ہے کہ ہمیں حقیقت بتا دی جائے۔"

"نہیں۔" کنور مہتاب علی کی آواز میں غراہٹ پیدا ہو گئی۔ گھر کے لیے وہ ایک نرم' خوش مزاج' مشفق آدمی تھا لیکن باہر کی دنیا میں کیا تھا کم از کم گھر والوں کو اس کا تجربہ کبھی نہیں ہوا تھا۔ لیکن اس وقت اس کے لہجے کی غراہٹ بتا رہی تھی کہ وہ اپنی اس شخصیت کے پیچھے اور بھی بہت کچھ ہے۔ خود عالم آراء اس کے لہجے پر حیران رہ گئی تھی۔

ڈی ایس پی ارشاد علی نے نادر شاہ کو سسپنڈ آرڈر پیش کیا تھا۔ ارشاد علی ویسے بھی نادر شاہ سے کچھ اختلاف رکھتا تھا اور عموماً اس کی کاٹ میں لگا رہتا تھا۔ نادر شاہ نے کبھی اس بات پر توجہ نہیں دی تھی اور ڈسپلن کے مطابق ہمیشہ اس کا احترام کیا تھا لیکن کئی بار اس نے یہ بات محسوس کی تھی کہ ڈی ایس پی ارشاد علی اس سے خصوصی طور پر الرجک رہتا ہے اس نے سسپنڈ آرڈر نادر شاہ کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"اصل میں ناتجربے کاری کے ساتھ ساتھ اگر فطرت میں سرکشی بھی ہو تو نقصان اٹھانے ہی پڑتے ہیں تم نے محکمہ پولیس کو صحیح طور پر نہیں سمجھا یہاں ہر قدم بڑی احتیاط سے رکھنا پڑتا ہے نتیجہ خود دیکھ لو۔"

نادر شاہ نے سسپنڈ آرڈر دیکھا اور اس کے کانوں میں عرشی کی آواز گونج اٹھی۔ بہرحال اس نے سسپنڈ آرڈر لے لیا اور اس کے بعد دوسرے کمرے میں جا کر وردی اتار دی۔ ایس آئی شہزاد کو فوری طور پر ڈی ایس پی ارشاد علی نے ذمے داریاں سونپ دی تھیں۔ تمام کارروائی مکمل کرنے کے بعد نادر شاہ باہر نکلنے کی تیاریاں کر ہی رہا تھا کہ سردار شیخ آ گیا۔ غالباً یہ خبر اسے بھی مل گئی تھی اس کی اور نادر شاہ کی بنتی تھی۔ ڈی ایس پی ارشاد علی نے طنزیہ انداز میں مسکرا کر سردار شیخ کو بتایا کہ عارضی طور پر تھانے کا چارج ایس آئی شہزاد کو دے دیا گیا ہے۔ سردار شیخ نادر شاہ کو لے کر دوسرے کمرے میں پہنچ گیا۔

"یہ غالباً تمہارے کسی عمل کا شاخسانہ ہے ابھی تک مجھے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ اس کارروائی کا پس منظر کیا ہے لیکن فکر نہ کرنا میں معلومات حاصل کرنے کے بعد براہ راست ڈی آئی جی صاحب سے ملوں گا اور ان سے اس موضوع پر بات کروں گا۔" نادر شاہ نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں سردار شیخ صاحب آپ کو پتہ ہے کہ یہ نوکری میرا شوق تھی۔ محکمہ پولیس میں رہ کر میں دولت کے ڈھیر نہیں لگانا چاہتا تھا بلکہ اپنے شوق کی تکمیل کرنے کے لیے کام کا خواہش مند تھا یہ تو اچھا ہوا کہ مجھے ابتدائی مرحلے میں یہ اندازہ ہو گیا کہ یہاں مجھے کام کے مواقع نہیں ملیں گے بلکہ یہ دیکھنا پڑے گا کہ کس شخصیت پر ہاتھ ڈالا جا سکتا ہے کس پر نہیں ڈالا جا سکتا۔ چاہے کوئی مجرم ہو یا نہ ہو۔ اب آپ خود دیکھ لیجئے کچھ شبہات تھے مجھے، ان کی تصدیق کے لیے نکلا تھا اور کوئی ایسا عمل بھی نہیں کیا جو غیر اخلاقی ہو، مجھے فون پر اطلاع دی گئی کہ تمہارے لیے لمبی چھٹی منتخب کر لی گئی ہے اور کام ہو گیا۔ میں سمجھتا ہوں یہ بہتر ہوا اب کچھ اور کام کروں گا کیونکہ یہ میرے مزاج سے میل نہیں کھاتا خواہ مخواہ اپنی ضد میں کہیں مجرم نہ بن جاؤں۔"

"ارے نہیں بھئی نہیں اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے شاید تمہیں علم نہیں میں اپنی بات کر رہا ہوں۔ درجنوں بار ایسے حالات سے گزرنا پڑا پھر، ٹھیک ہو جاتا ہے وقت کے ساتھ ساتھ اور پھر سسپنڈ ہی کیے گئے ہو ٹرمینیٹ تو نہیں کیے گئے۔"

"اپنا اپنا مزاج ہوتا ہے سردار شیخ صاحب نہیں چل سکوں گا اس فیلڈ میں، بالکل نہیں چل سکوں گا۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، میں بقیہ کارروائی کر کے اپنا استعفیٰ بھجوا دوں گا جو کھیل ختم سو ختم۔"

"مجھے افسوس ہو گا۔" سردار شیخ نے کہا۔

"مجھے بھی افسوس ہے، لیکن سر کوئی بات نہیں، کامیابی اور ناکامی دو ہی لفظ ہوتے ہیں انسانی زندگی میں، میں اس مسئلے میں ناکام رہا، ناکامی سہی کچھ اور دیکھتے ہیں۔" بہرحال سردار شیخ نادر شاہ کو سمجھانے میں ناکام رہا تھا اور اس کے بعد نادر شاہ نے محکمہ پولیس سے

استعفیٰ دے دیا اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ بڑے گھرانے کا آدمی تھا محمد شاہ کی سرحد کے علاقے میں زمینیں تھیں اور بہت سے کاروبار ہوتے تھے۔ یہاں ہمیشہ ہی سے رہائش اختیار کی گئی تھی، لیکن سرحد میں محمد شاہ کا بڑا نام تھا۔ وہاں کی سیاسی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتا رہتا تھا اور ایک اعلیٰ مقام حاصل تھا اسے، بہرحال نادر شاہ اپنی کارروائیاں مکمل کرکے گھر واپس پہنچ گیا اور یہ اتفاق کی بات تھی کہ محمد شاہ سے ملاقات ہوگئی ورنہ عموماً باپ بیٹے کم ہی ملتے تھے محمد شاہ نے ہونٹ سکوڑ کر بیٹے سے کہا۔

"کہو پولیس کی نوکری کیسی جارہی ہے ویسے اگر میرا موقف معلوم کرتے ہو تو آج بھی میں وہی الفاظ کہتا ہوں۔ مجھے یہ سب کچھ پسند نہیں ہے۔"

"اوہو بابا خان اتفاق کی بات ہے آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ جان کر ایسا نہیں کیا بلکہ ہوگیا ہے پولیس کی نوکری چھوڑ دی ہے میں نے۔"

"کیا مطلب؟" محمد خان چونک کر بولا۔

"ہاں، تھوڑا سا تجربہ کیا ہے اس میں رہ کر بابا خان۔ یہ ہمارے مزاج کا کام نہیں ہے۔ ہم ٹھہرے پٹھان لوگ کسی کی بات نہ سننے اور نہ ماننے والے۔ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ سمجھنے والے۔ ہمیں اگر جھوٹ کو سچ سمجھانے کی کوشش کی جائے تو ہم کیسے مان سکتے ہیں۔ مجھے ایک ایسی بات پر سسپنڈ کیا گیا جس میں میرا قصور نہیں تھا۔ میں ریزائن کرکے چلا آیا ہوں۔"

"سسپنڈ کیا گیا ایک ایسی بات پر جو سچ تھی؟"

"ہاں بابا خان۔"

"نہیں نادر شاہ، نوکری چھوڑ دینا اچھی بات ہے تم نے ریزائن کیا بہت اچھا کیا ہے۔ لیکن سسپنڈ ہوکر کیا یہ اچھی بات نہیں ہے ابھی تم اس سلسلے کو میرے حوالے کردو اور مجھے اجازت دو کہ میں آگے بڑھ کر کچھ کام کروں۔"

"کیا بابا خان؟"

"میں آئی جی صاحب سے بات کرتا ہوں، آئی جی صاحب یہ آرڈر واپس کرادیں

گے اور اس کے بعد تم ریزائن کرو گے تو زیادہ بہتر رہے گا۔"

"ضرورت تو نہیں ہے بابا خان لیکن اگر آپ یہ بہتر سمجھتے ہیں تو ٹھیک ہے اب میں آپ سے انحراف نہیں کروں گا البتہ اب مجھے یہ ملازمت نہیں کرنی۔"

"میں تو تمہیں پہلے منع کرتا تھا۔ ٹھیک ہے میں آئی جی صاحب سے بات کروں گا اور اس کے بعد تم باقاعدہ ریزائن کرو گے۔" نادر شاہ خاموش ہوگیا تھا۔

مہتاب علی نے اپنا رویہ نہایت سخت رکھا تھا۔ عالم آراء یا دیوان سرکار کو اس کے بعد کنور مہتاب علی سے کسی قسم کی گفتگو کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ کنور مہتاب نے کہا۔

"میں اس شخص سے ملنے جارہا ہوں آپ لوگ اپنے معمولات سنبھالئے۔ میں نے صورت حال میں تبدیلی لانے کا جو فیصلہ کیا ہے اس کے بعد آپ کا تردد ختم ہو جانا چاہیے۔" پھر وہ وہاں سے اٹھ گیا تھا حالانکہ خاصی رات تھی لیکن تہہ خانے میں فیروز جاگ رہا تھا۔ کنور مہتاب علی نے نیچے اترنے کے بعد لائٹ آن کر دی اور فیروز اپنی مسہری پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کنور مہتاب علی نے اس کا جائزہ لیا اور ایک دم اچھل پڑا۔ دوسری جانب فیروز بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ مہتاب علی اسے غور سے دیکھتا رہا اور پھر اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"پہچانے؟"

"ہاں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ہمارا تعارف ہے۔"

"لیکن آپ کون ہیں؟"

"میرا نام مہتاب علی ہے۔ پورا نام کنور مہتاب علی کہہ سکتے ہو۔"

"او مائی گاڈ! لیکن آپ جانتے ہیں سر کہ ناموں سے ہمارا تعارف نہیں ہوا تھا میرا

نام فیروز رعنا ہے۔"

"ہاں میری بیوی نے تمہیں فیروز کے نام سے متعارف کرادیا تھا۔"

"سر اس حقیقت سے تو آپ بھی واقف ہوں گے کہ چونکہ مجھے بالکل نہیں معلوم تھا کہ یہ آپ ہو سکتے ہیں چنانچہ ایک طرح سے میں قابل معافی ہوں۔ میں بہت زیادہ نیک نیت آدمی نہیں ہوں لیکن آدمی بے شک ہوں۔ جو کچھ کہہ رہا ہوں سر دل چاہے تو اس پر یقین کرلیں اگر دل قبول نہ کرے تو ضروری نہیں ہے۔"

"بیٹھو! مجھے علم ہوا ہے کہ یہاں تمہارے ساتھ کافی سخت سلوک کیا گیا ہے۔"

"اسے جانے دیجئے اس قسم کے کاموں میں ایسا ہوتا ہے میں اگر آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کروں تو ظاہر ہے آپ فرشتے نہیں ہیں کہ مجھے نقصان نہ پہنچانا چاہیں لیکن سر انسان کے اندر ایک شخص ایسا چھپا ہوتا ہے جو کبھی نہ کبھی سے متاثر ہو جاتا ہے۔ کنشاشا میں ہونے والے اولمپکس جو ایک رات مجھ پر آئی تھی میں اسے مرتے دم تک نہیں بھول سکوں گا اور آپ کی صورت ہمیشہ میری نگاہوں میں رہی۔ ہزاروں آدمی میری زندگی کے دشمن ہو رہے تھے اور اگر میں ان کے ہاتھ لگ جاتا تو میرا خیال ہے وہ مجھے ریزہ ریزہ کر دیتے آپ نے اس وقت جس طرح مردانہ وار میری زندگی بچائی تھی اور مجھے اپنے پاس پناہ دی تھی میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔ میں آج بھی آپ کا ممنون کرم ہوں باقی ساری باتیں بعد میں لیکن اگر کوئی مجھے آپ کے خلاف کسی شکل میں استعمال کرنا چاہے تو میں بڑے سے بڑا مفاد ٹھکرا دوں گا۔ آپ اسے جان بچانے کا ایک طریقہ نہ سمجھئے بلکہ ایک انسان کے جذبات سمجھئے اور اب اس سلسلے میں آپ سے ایک لفظ کہنا میں اپنی توہین سمجھتا ہوں اس لیے وہ سب کچھ ختم۔"

"کنور مہتاب علی مسکرا دیئے پھر بولے۔" انہی اتفاقات کا نام دنیا ہے فیروز چلو چھوڑو ماضی کی باتیں بھول جاتے ہیں تم مجھے کسی بھی حیثیت سے میری حیثیت سے یہ بتانا بند کرو گے کہ تمہاری یہاں آمد کا مقصد کیا تھا۔

"بالکل بتانا پسند کروں گا آپ یہ بتائیے کنور مہتاب علی کہ آپ نصیر بیگ نامی کسی

شخص سے واقفیت رکھتے ہیں؟" مہتاب علی کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے کہا۔

"ہاں، وہ شخص ایک جرائم پیشہ آدمی ہے اس نے کن کن ذرائع سے دولت حاصل کی ہے یہ پرانی بات ہے لیکن طویل عرصے سے دولت مند ہے اور اس نے اپنا ایک اسٹیٹس بنایا ہے۔ مقامی حلقوں میں وہ ایک معزز آدمی مانا جاتا ہے۔ تھوڑی بہت آواز بھی ہے اس کی لیکن میں پھر اپنے پہلے الفاظ دہراؤں گا فطرتاً" خطرناک قسم کا جرائم پیشہ دولت کے حصول کے لئے گھٹیا سے گھٹیا حرکت کر ڈالتا ہے۔ بہت لالچی ہے اور اب قاتل بھی بن چکا ہے۔" فیروز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب؟"

"ہاں۔"

"آپ کتنے عرصے کی بات کر رہے ہیں؟"

"اس ماہ۔"

"نہیں سر، پھر اس کا مطلب ہے کہ آپ اس سے صحیح طور پر واقف نہیں ہیں۔ وہ نجانے کب سے قتل و غارت گری کر رہا ہے۔ لیکن کئی سال پہلے اس نے چند افراد کو قتل کر دیا تھا جس کے تمام تر ثبوت اور دستاویزات مع کچھ تصویروں کے میرے پاس موجود ہیں۔ اپنے بارے میں زیادہ تفصیل نہیں بتاؤں گا۔ بس یہ سمجھئے ناجائز ذرائع سے دولت حاصل کرنا میرا بھی مشغلہ ہے۔ بلیک میلنگ کو اول مقام دیا ہے دنیا کے کئی ملکوں کی سیر کر چکا ہوں۔ کنساشا میں بھی وہ مجرمانہ کارروائی میں نے ہی کی تھی جس کے نتیجے میں وہاں کے لوگ میرے دشمن بن گئے۔ خاصے عرصے سے نصیر بیگ کو بھی بلیک میل کر رہا تھا ان ہلاکتوں کے سلسلے میں جن کی دستاویزات میرے ہاتھ لگ گئی تھیں۔ یہاں آیا اس سے ملاقات اس نے مجھے ایک بہت بڑے خزانے کا حوالہ دے کر یہاں بھیج دیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ میں آپ کو کسی بھی طرح ورغلا کر ایک مخصوص جگہ لے جاؤں۔ جہاں یقیناً" وہ آپ سے ملاقات کرے گا اور لازمی امر ہے کہ ایک مجرمانہ ملاقات' یہ ذمے داری اس نے مجھے دی

تھی اور میں لالچ میں آکر یہاں آ گیا لیکن یہاں کافی مستعد لوگ موجود ہیں نہ صرف مستعد بلکہ خطرناک بھی جس کے نتیجے میں میرے جسم پر کئی ایسی سرخ دھاریاں بھی پڑی ہوئی ہیں جو اب بھی جل رہی ہیں۔" مہتاب علی نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھا اور کہا۔

"ابھی چند روز قبل اس نے میرے دو اہم ساتھیوں کو بھی قتل کر دیا ہے جن کا اس سارے واقعے میں کوئی قصور نہیں تھا جہاں تک وہ عظیم الشان خزانوں کی بات کرتا ہے مسٹر فیروز تو ان خزانوں کا وجود بے شک ہے لیکن کہانیوں کی حد تک' اور ان کا حصول تقریباً" ناممکن ہے۔ بہرحال ایک سوال اور کرنا چاہتا ہوں تم سے؟"

"ضرور جناب۔"

"سائی تھول کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟" فیروز ہنس پڑا پھر بولا۔

"صرف اتنا کہ اس حوالے سے نصیر بیگ آپ کو ایک ہوٹل میں بلانا چاہتا تھا۔ ہوٹل سیرینو کمرہ نمبر آٹھ سو آٹھ۔"

مہتاب علی نے گہری نگاہوں سے فیروز کو دیکھا اور کہا۔

"فرض کرو ڈیئر فیروز میں تمہیں یہاں سے جانے کی اجازت دے دوں تو تم اس کے بعد کیا کرو گے؟"

"نصیر بیگ کو یا تو قتل کردوں گا یا پھر اس سے اتنی رقم حاصل کروں گا کہ طویل عرصے تک گزارا ہو سکے۔ دوسری شکل میں اس کے بارے میں سارے ثبوت مقامی پولیس اور انٹرپول کو فراہم کردوں گا۔ میرا کام ختم ہو جائے گا۔"

"اگر میں تم سے اپنے لیے مدد کی درخواست کروں اور تمہاری پسند کے مطابق اس کا معاوضہ طے کردوں تو کیا تم میرا کچھ کام کر سکتے ہو؟"

"پہلا سوال یہ ہے مسٹر مہتاب علی کہ آپ کچھ کہہ کر مجھ پر اعتماد کر سکیں گے؟"

"ہاں۔" مہتاب علی نے مستحکم لہجے میں کہا۔

"تو پھر آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میں آپ سے ہر طرح کا تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں کسی معاوضے کے بغیر کسی لالچ کے بغیر اور آپ یہ سوال نہ کیجئے کہ میں ایسا کیوں کرنا چاہتا

ہوں کیونکہ آپ کو اس کا علم ہے جو زندگی آپ کی وجہ سے آج رواں دواں ہے اس لیے میں آپ کے خلاف کچھ نہیں کرنا چاہتا۔ جہاں تک دولت حاصل کرنے کا مسئلہ ہے تو آپ مطمئن رہیں ابھی میرے سامنے بڑے وسیع میدان ہیں۔"

"تھینک یو مسٹر فیروز' ویسے تمہارا اس تہہ خانے ہی میں رہنا بہتر ہے لیکن اب ذرا انداز دوسرا ہوگا۔ میں اس کے خلاف جال بچھانا چاہتا ہوں جس کے لیے ہم دونوں مل کر پلاننگ کریں گے۔ ویسے تہہ خانے کے دروازے اب کھلے ہوں گے تم اپنے آپ کو آزمالینا کہ کس حد تک اپنا قول نبھا سکتے ہو' اجازت دو۔"

فیروز نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کنور مہتاب علی تہہ خانے کی سیڑھیوں کی جانب واپس چل پڑا تھا۔

سر ہدایت اللہ درحقیقت ابھی تک صحیح معنوں میں اپنے اہل خاندان کے ساتھ وقت نہیں گزار سکا تھا۔ ادھر اماں بی اور ناظمہ بیگم تھیں کہ دونوں کو چکر آرہے تھے۔ خیر ابھی تو اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کیونکہ غیر ملکی مہمان ساتھ آئے ہوئے تھے۔ بعد میں ظاہر ہے کہ سر ہدایت اللہ سے یہ سنگین مسئلہ چھپایا نہیں جاسکتا تھا بیٹی کے کرتوت باپ کے علم میں لانا تو از حد ضروری تھا۔ دونوں کی حالت خراب تھی۔ عرشی کی صورت دیکھتیں تو جل کر خاک ہو جاتیں۔ باپ پر خوب چاہتیں' چونچلے ہو رہے تھے۔ کیا مجال جو پیشانی پر ایک شکن بھی ہو۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا.....ادھر نجمہ بیگم تھیں کہ جان کنی کے عالم سے گزر رہی تھیں۔ انہیں کوئی راز چھپانے کے لیے دیا جائے اور ان کا معدہ درست رہ سکے۔ شدت سے ضعف معدہ کا شکار تھیں اور ان پر قیامتیں ٹوٹ رہی تھیں بھلا بھائی کو اتنے بڑے واقعہ سے لاعلم رکھا جائے؟ یہ ان کے لیے ناقابل یقین بات تھی..... لیکن کیا کرتیں بھابھی اور اماں بی کا معاملہ تھا۔ دونوں خطرناک خواتین تھیں اور اس گھر کی مالکنیں تھیں۔ ان سے انحراف ہو جائے تو پھر کہاں ٹھکانہ ہو۔ ایک ایسے شخص کی جس کے پیٹ میں کبھی کوئی بات نہ رکھنے کا ریکارڈ ہو ایسے کسی معاملے میں جو حالت ہو سکتی ہے اس سے کہیں زیادہ خراب حالت اس وقت نجمہ پھوپھی کی تھی۔ ملازمین کے کوارٹر میں رہ رہی تھیں۔ عرشی' بچی کی چاہت اور چونچلے کرلیا کرتی

تھی، گود میں بھی لیتی۔ سینے سے لگا کر چادر اوڑھ کر بیٹھ جاتی تھی۔ ہر وہ حرکت کر رہی تھی جس سے یہ ظاہر ہو کہ بچی اس کی اولاد ہے سب کے سب کھول کر رہ جاتے تھے مگر کیا کرتے۔ ادھر سرہدایت اللہ اس بار شاید کوئی الجھن اپنے ساتھ لگا کر لے آئے تھے تین الجھنیں تو بظاہر نظر آتی تھیں تینوں غیر ملکی مہمان ہر وقت ساتھ چپکے رہا کرتے تھے کچھ عجیب سی فطرت کے لوگ تھے۔ گھر والوں سے بالکل الگ تھلگ اپنے طور پر زندگی گزارنے کے عادی۔ اس وقت بھی ڈنر کے بعد بند کمرے میں میٹنگ کا آغاز ہو گیا تھا اور بڑی پراسرار گفتگو ہو رہی تھی لارک اینجلو نے کہا۔

"تو مسٹر ہدایت اللہ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا پروگرام کیا رہے گا؟"

"کوئی خاص بات ذہن میں آئی ہے لارک؟"

"ہاں مائیکل بائر کا کہنا ہے کہ اس دوران جب تک تم تھوڑا سا وقت اپنے گھر والوں کے ساتھ گزارو کیوں نہ ہم لوگ دوسرے شہروں اور تاریخی مقامات کی سیر کرلیں۔"

"لیکن میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گا۔" سرہدایت اللہ نے کہا۔

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تم تھوڑا سا وقت اپنے اہل خانہ کے ساتھ گزارلو۔"

"یہ تو بہت اچھا ہوگا.... اور پھر ریٹا ہاروے ویسے بھی ان علاقوں سے بہت زیادہ دلچسپی رکھتی ہے کیوں ریٹا؟"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے تمہاری دنیا پراسرار روایات کی حامل ہے اور تم جانتے ہو مجھے پراسرار زندگی سے کتنی دلچسپی ہے۔"

"ابھی ان لوگوں کے بارے میں بھی کام شروع نہیں ہوا۔"

"اب یہ کوئی مشینی عمل تو ہے نہیں بائر۔ اس کے لئے باقاعدہ ایک طریقہ کار وضع کرنا پڑے گا۔" سرہدایت اللہ نے کہا۔

"نہیں نہیں تمہارا کہنا بالکل درست ہے اور ہم بھی یہ چاہتے ہیں کہ اس بار جب ہم یہاں سے نکلیں تو ایک ٹھوس طریقہ کار اختیار کر کے نکلیں کچھ کر کے ہی آنا ہے ویسے

بات تو طے کرلی گئی ہے کہ اگر اس مہم میں ہمیں کامیابی حاصل ہو گئی تو اس کے بعد ریٹائرمنٹ لے لیں گے اور اپنے اپنے طور پر زندگی بسر کریں گے۔"

"ہاں اب واقعی زندگی میں اتنی ہلچل کا وقت نہیں رہ گیا ہے۔"

"اصل مسئلہ کنور مہتاب علی کا نہیں ہے بلکہ مرزا نصیر بیگ کا ہے تمہارا کیا خیال ہے ہدایت اللہ، کیا مرزا نصیر بیگ سیدھا ادھر ہی آیا ہے؟"

"یہ معلوم کرنے میں کوئی بہت زیادہ دقت نہیں ہوگی کیونکہ میرے اس سے گھریلو تعلقات تھے لیکن آدمی بہت خطرناک ہے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ اب میرے بارے میں اس کا کیا نظریہ ہے؟"

"خیر تم تو ویسے بھی نیوٹرل رہے ہو اور تم نے نصیر بیگ کے خلاف بھی کوئی سخت قدم نہیں اٹھایا لیکن کنور مہتاب علی اور اس کی بری طرح چل رہی ہوگی۔"

"سب کچھ معلوم کرنا پڑے گا اور اس کے لیے تھوڑا سا وقت تو صرف کیا ہی جائے گا۔"

"ویسے نصیر بیگ جس مزاج کا آدمی ہے اس سے مجھے خطرہ ہے کہ کہیں وہ کنور مہتاب علی کو نقصان نہ پہنچا دے۔ اس کا مقصد تو کنور مہتاب علی کے بغیر بھی پورا ہو جاتا ہے۔" ریٹا ہاروے نے کہا۔

"بلاشبہ نصیر بیگ جرائم پیشہ آدمی ہے اس نے وہاں بھی جو کچھ کیا اس سے اس کی وحشت اور درندگی کا اندازہ ہوتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اب اس کا اس علاقے میں آنا جانا اتنا آسان نہیں ہوگا اگر وہ کمینگی نہ کرتا تو حالات بہتر ہو سکتے تھے۔ لیکن کنور مہتاب علی ٹھنڈا اور بردبار آدمی ہے۔ نصیر بیگ آسانی سے اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکے گا۔ اور ہو سکتا ہے اگر اس نے کچھ زیادہ ہاتھ پاؤں مارے تو کنور مہتاب علی اسے ٹھکانے ہی لگا دے۔"

"سائی تھول کے بارے میں کیا خیال ہے؟" مائیکل بائر نے سوال کیا اور سب کی نگاہیں اس کی جانب اٹھ گئیں سب سوچ میں ڈوب گئے تھے۔ پھر لارک اینجلو نے کہا۔

"کچھ نہیں کہا جاسکتا وہ پراسرار دنیا کے پراسرار لوگ ہیں۔ ان کے بارے میں صحیح فیصلہ کرنا ممکن نہیں ہے لیکن اگر جیسا کہ ہمیں علم ہوا ہے سائی تھول ہمارا سراغ لگانے میں کامیاب ہوگیا تو پھر یوں سمجھ لو کھیل ہی بدل جائے گا اور ہو سکتا ہے ہماری اس آخری مہم کا اختتام ہماری زندگیوں کے اختتام پر ہی ہو۔"

"اتنی خوفناک باتیں نہ کرو یار بلاوجہ ذہن پر دہشت سوار ہوتی ہے۔" مائیکل ہاڑ نے کہا اور سب ہنسنے لگے۔ ریٹا ہاروے بولی۔

"تو پھر مسٹر ہدایت اللہ ہمیں اجازت مل جائے گی۔ کل دن میں ہم بذریعہ ٹرین یہاں سے آگے بڑھ جائیں گے کیونکہ ٹرین کا سفر سب سے خوبصورت ہوتا ہے۔"

"کہاں جانا چاہوگی؟"

"کہیں خاص نہیں۔ بس ٹرین سے جہاں سے جہاں تک جاتی ہو ہمارے لیے وہاں تک کے ٹکٹ بک کرو اور جو جگہ پسند آئے گی وہاں اتر جائیں گے بہرحال ابھی وقت ہے۔ ہاں اپنے شوق کی تکمیل بھی کرلیں۔"

اوکے..... جب تک تم لوگ واپس آؤ گے میں مرزا نصیر بیگ اور کنور مہتاب علی کے بارے میں تمام معلومات حاصل کرلوں گا۔ بلکہ ہو سکتا ہے ان سے میرا رابطہ بھی ہو جائے....." اور اس کے بعد اس پراسرار میٹنگ کا سلسلہ ختم ہوگیا تھا۔

"زین نے صائمہ کو نادر شاہ کے استعفیٰ کے بارے میں بتایا تھا۔ پریس رپورٹر ہونے کے ناطے زین کا رابطہ تقریباً تمام ہی تھانوں سے رہتا تھا۔ وہیں سے رپورٹیں جمع کی جاتی تھیں نادر شاہ سے بھی زین کے تعلقات تھے اسی سے ملنے پہنچا تھا۔ وہاں ایس آئی شہزاد سے رابطہ ہوا تھانے میں کچھ ہماہمی نظر آئی تھی۔ شہزاد بھی زین کا شناسا تھا۔ زین نے نادر شاہ کے بارے پوچھا تو شہزاد نے کہا۔

"حق مغفرت کرے عجیب آزاد مرد تھا۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو' کیا مطلب' خیریت سے تو ہے؟"

"ہاں ہے تو خیریت سے' بس یوں سمجھیں کہ وہ بھی آرام سے اور ہم بھی ہیں آرام سے۔"

"کیا بات ہے بڑی جولانی پر ہے طبیعت۔ نادر شاہ صاحب ہیں کہاں؟"۔

"دوائے دل ختم ہوگئی تھی سو دوکان اپنی بڑھاگئے۔"

"خیر تم جیسے نمک حراموں سے اور کیا توقع رکھی جاسکتی ہے مگر بات میری سمجھ میں آئی نہیں؟"

"سسپینڈ ہوگئے تھے تین مہینے کے لیے۔ ناراض ہوکر استعفیٰ دے دیا۔"

"نادر شاہ سسپینڈ ہوگیا تھا۔"

"ہاں بھائی رپورٹر' یہ دور اقتدار کے مارے ہوؤں کا نہیں ہے یہاں ہم سب کا ناک میں دم کرکے رکھ دیا تھا۔ گھر والی پچھلے طویل عرصے سے طلاق کا مطالبہ کرنے لگی تھی' سوکھی سوکھی تنخواہ میں کیا ہوتا ہے۔ نادر شاہ صاحب خود تو زمیندار کے بیٹے' اپنی جیبیں تو نوٹوں سے بھری ہوئی ہیں۔ ارے بھائی آخر پولیس میں نوکری کی کس لئے.....یہی کہ حالات کچھ بہتر ہوں۔ زندگی کا لطف اٹھائیں۔ تبادلہ بھی نہیں ہو رہا تھا اور یہاں تھانے میں بس یوں سمجھ لو کہ روٹی کپڑے کو ترس گئے تھے۔"

"تو پھر کیا ہوا۔ میرا مطلب ہے نادر شاہ صاحب کہاں گئے؟" زین نے کہا۔

"ابھی جانا کہاں تھا انہوں نے' استعفیٰ دے دیا اور پھر سچی بات یہ ہے کہ نوکری کی انہیں کیا فکر تھی۔"

"مگر یہ سب کچھ ہوا کیسے؟"

"اڑ گئے تھے ایک بی بی سے..... سرہدایت اللہ کا نام تو سنا ہوگا آپ نے؟"

"ہاں۔"

"ان کی ایک بیٹی ہے عرشی ہدایت اللہ۔"

"ٹھیک ہے۔"

"نادر شاہ صاحب کی ان سے چل گئی تھی۔ اب وہ ٹھہرے اونچے پائے کے لوگ۔ بس چھٹی کرادی۔ نادر صاحب ہوئے تو معطل تھے مگر برداشت نہیں کرسکے اور استعفیٰ دے دیا۔"

"استعفیٰ منظور ہوگیا؟"

"اب یہ افسروں کا کام ہے بھائی۔ ہماری تقدیر میں تو راوی نے عیش ہی عیش لکھ دیئے ہیں۔ فی الحال تھانے کا چارج ہمارے پاس ہے۔ ہم نے تمام شناساؤں سے ہاتھ جوڑ کر درخواست کی کہ پیارے بھائیو' کچھ دن تک کوئی جرم نہ کرنا تاکہ اپنی پوزیشن پکی ہو جائے۔ بعد میں ہم ہوں گے اور تم۔"

نجانے کیوں ذہن پر کچھ افسردگی سی طاری ہوگئی تھی نادر شاہ سے بہت گہری دوستی

تو نہیں تھی۔ لیکن کھرا اور خوش مزاج آدمی تھا ہنسنے ہنسانے والا۔ عام پولیس افسروں سے بالکل مختلف' طبیعت میں سختی ضرور تھی لیکن پٹھانوں والی۔ ذاتی طور پر کسی کے لیے برا نہیں تھا۔ آفس پہنچ کر اس نے صائمہ کو اس بارے میں تفصیل بتائی۔

"وہ آپ کی عرشی صاحبہ نے ایک اور گل کھلا دیا ہے۔"

"خیریت۔" صائمہ ایک دم سے خوفزدہ ہوگئی۔ اسے گل کا خیال آگیا تھا۔

"وہ ایک بے چارہ پولیس آفیسر تھا نادر شاہ' اسے پہلے معطل کرایا بعد میں اس نے استعفیٰ دے دیا مگر ایک بات میں آپ سے کہہ دوں صائمہ صاحبہ! پٹھان آدمی ہے' حق پر جما ہوگا۔ عرشی صاحبہ نے اپنے تعلقات سے فائدہ اٹھایا۔ لیکن دشمنی مول لے لی اس کی پٹھان کی دشمنی جانتی ہو کیا ہوتی ہے؟"

"غیر سنجیدہ نہ ہو زین یہ واقعی برا ہوا۔ عرشی سے بات کرتی ہوں۔" صائمہ نے کہا اور عرشی کو فون کرنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد رابطہ قائم ہوگیا تھا۔

"صائمہ بول رہی ہوں۔"

"ہیلو صائمہ...... کہو کیا بات ہے' خیریت تو ہے؟"

"تم سناؤ' ابو آگئے ہیں۔ کیسی گزر رہی ہے' گل کا کیا حال ہے؟"

"اس وقت بری طرح بے حال ہوں۔ بس یوں سمجھ لو سولی پر لٹکی ہوئی ہوں۔ دیکھو کیا ہوتا ہے' ابھی تو گھر میں مہمان ہیں' جب تک یہ مہمان ہیں اس وقت تک تو کوئی خطرہ نہیں ہے نہ گھر والے زبان کھولیں گے اور نہ ابو کو فرصت ملے گی بس جب یہ مہمان چلے جائیں گے اس وقت خطرات کا آغاز ہوگا اور پھر ہوگا فیصلہ کیا ہوتا ہے ابھی تو گل کو سبھی لوگ چھپائے ہوئے ہیں۔ مجھے تو خیر کوئی مشکل پیش نہیں آئی لیکن گھر والے بڑی مشکل میں ہیں بلکہ ایک طرح سے مصیبت میں گرفتار ہیں۔"

"تجھے خدا ہی سمجھے عرشی جو کچھ بھی کرتی ہے ایسا ہی کرتی ہے۔ اپنے لیے خواہ مخواہ مصیبت مول لے لی۔"

"کمال کرتی ہو یار' مصیبت میں نے مول لی ہے یا مصیبت خود بخود آگئی ہے' اب

تم بتاؤ آخر کچھ تو کرنا ہی ہے۔"

"مگر اس فضول بکواس کی کیا ضرورت تھی جو تو نے اپنے گھر میں کردی ہے کوئی اور بھی طریقہ کار ہو سکتا تھا گل کے بارے میں کسی کو بتانے کا' کسی سہیلی کی اولاد کہہ دیتی کچھ اور بہانہ لگا دیتی' مگر تجھے تو ایڈونچر کا خبط ہے۔"

"ایک ایڈونچر کی بیٹی ہوں۔ کیا سمجھتی ہو صائمہ اور پھر اگر ایسی کوئی بات کہتی تو اتنی جان نہیں پیدا ہو سکتی تھی ماحول میں تو اب تمہیں اندازہ نہیں ہے ایک ایک کی شکل دیکھ کر ہنسی آتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے گل ان میں سے ہر ایک کی اولاد ہو' ایسی اولاد جسے چھپانا ضروری ہو۔" عرشی نے قہقہہ لگایا اور صائمہ بھی ہنسنے لگی۔

"خدا تجھے عقل دے صائمہ' پتہ نہیں کب تو انسان بنے گی۔ ویسے اس وقت جو میں نے تجھے فون کیا وہ ایک اور وجہ سے کیا ہے۔"

"کہو کیا بات ہے؟"

"ویسے تو تو بہت سے کارنامے سرانجام دیتی رہتی ہے لیکن نادر شاہ کے سلسلے میں تو نے جو کچھ کیا ہے اس سے میں اتفاق نہیں کرتی عرشی؟"

"کون نادر شاہ؟"

"پولیس آفیسر۔"

"اوہو۔ ہاں ہاں۔ کام ہو گیا نا اس کا۔ نیوز پہنچ گئی نا تمہارے پاس۔ میں نے وارن کر دیا تھا اسے' کہہ دیا تھا کہ تربیت نامکمل ہے' بڑے آدمیوں کے ساتھ پیش آنے کا سلیقہ نہیں ہے اسے' ہیڈ کوارٹر پہنچائے دے رہی ہوں تاکہ تربیت میں جو کمی رہ گئی وہ پوری ہو جائے۔ حالانکہ انکل انصاری تو کہہ رہے تھے کہ بولو کیا کرنا ہے۔ سروس ٹرمینٹ کر دی جائے یا پھر سسپینڈ پر ہی گزارا کیا جائے۔ میں نے کہا نہیں انکل بس تین مہینے کے لئے سسپینڈ کر دینا ہی کافی ہے۔ سچ یقین کر بڑی آسانی سے اس کی نوکری ختم کرائی جا سکتی تھی۔"

"بہت خوش ہے' تو مزید خوش اس بات سے ہو جا کہ اس نے خود ہی ریزائن کر

دیا۔"

"کیا مطلب؟"

"استعفیٰ دے دیا نادر شاہ نے سسپینڈ ہونے کے بعد۔"

"ایں! یعنی ملازمت ہی چھوڑ دی؟" عرشی نے کہا۔

"ہاں! ویسے بھی غیور آدمی ہے۔ تجھے شاید یہ بھی معلوم نہ ہو کہ وہ بھی کوئی معمول آدمی نہیں ہے بہت بڑے زمیندار کا بیٹا ہے سرحد کے علاقے میں ان کے وسیع و عریض کاروبار پھیلے ہوئے ہیں۔ پولیس کی ملازمت تو بس شوقیہ کی ہے اس نے۔"

"اوہ! تب ہی اتنے نخرے ہیں۔ تو کیا واقعی اس نے استعفیٰ دے دیا؟"

"ہاں اور زین کا کہنا ہے کہ یہ اچھا نہیں ہوا؟"

"کک..... کیوں؟"

"تجھے پتہ ہے سرحد میں دشمنیوں کا رواج ہے اور ان لوگوں کا بہترین مشغلہ ہے کہ کوئی دشمنی پال لیں اور اس کے بعد دھنا دھن گولیاں چلیں۔ قتل و غارت گری ہو۔ روزانہ چار ادھر کے آٹھ ادھر کے مارے جائیں۔ زین کہہ رہا تھا کہ یہ گیم اب شروع ہو چکا ہے۔"

"ابے نہیں....." عرشی خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"تیری قسم' غلط نہیں کہہ رہی۔ یہ سب کچھ اچھا نہیں ہوا اب تیری مرضی ہے تو یہ حرکت کی ہے۔ زین بھی الجھا ہوا ہے اور ویسے بھی یار یہ ذاتی معاملات تھے۔ ان میں کسی بڑے افسر کو ملوث نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اصل میں عوام کو پولیس سے یہ شکایت ہے کہ پولیس اپنے فرائض سرانجام نہیں دینے دیتے۔ حالات دونوں سمت سے بگڑے ہوئے ہیں۔ جب ادھر کے دباؤ پر ادھر سب کچھ ہو سکتا ہے تو پھر ادھر ہی کچھ کر لینے والوں کو تکلف کرنے کی کیا ضرورت ہے' یوں یہ صورت حال چل رہی ہے۔"

"تو پھر اب کیا کیا جائے؟"

"کچھ نہیں..... میں بس تجھے اطلاع دے رہی تھی البتہ نادر شاہ کی جانب سے ہوشیار

رہنا۔"

"کمال ہے یار' آج کل چاروں طرف سے خطرات سر پر منڈلا رہے ہیں ویسے ایمانداری سے بتاؤں۔ اس کی مجھے بھی امید نہیں تھی آدمی بڑا سوئیٹ سا ہے وہ خوش مزاج اور دلکش و دلچسپ گفتگو کرنے والا' ہوگا بے چارہ۔ اب تو تھانے میں بھی نہیں مل سکتا۔"

"نہیں' اب تھانے سے اس کا کیا واسطہ؟"

"پھر صائمہ کیا کروں کوئی مشورہ دے یار مجھے؟"

"ابھی کیا مشورہ دے سکتی ہوں ابھی تو تجھے اطلاع دی ہے اور فی الحال مشورہ یہی دے سکتی ہوں کہ اپنے آپ کو سنبھال کے رکھنا۔ نادر شاہ کے ہاتھوں کہیں کوئی نقصان نہ ہو جائے۔"

"خیر اب اتنی بھی بودی نہیں ہوں۔ ویسے تھوڑی سی خوفزدہ ضرور ہوئی ہوں اس بات سے لیکن اتنی بھی نہیں کہ مجھے نادر شاہ کے بھوت نظر آنے لگیں چاروں طرف"

"او کے۔ کیا حال ہے ہمارے گلاب کے پھول کا؟"

"کھلا ہوا ہے اور خوش و خرم ہے۔"

"کتنے دن ہوگئے اندازہ ہے؟" صائمہ نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"یار بس ذرا صورت حال بہتر ہو جانے دے' لے کر آؤں گی تیرا تو یہاں آنا بالکل مناسب نہیں ہے۔"

"فضیلہ خالہ تو چھپ چھپ کر روتی ہیں' کئی بار میں نے انہیں روتے ہوئے دیکھا ہے۔"

"ارے نہیں انہیں میری طرف سے تسلی دے دینا کہنا میں نے وعدہ کیا ہے کہ ذرا سے حالات بہتر ہوتے ہی گل کو لے کر ان کے پاس آؤں گی۔"

"مجھے خود بھی اس کا خیال آتا رہتا ہے۔ شام کو گھر پہنچتی تھی تو ایک عجیب ماحول ملتا تھا۔ اب پھر اداسیاں پھیل گئی ہیں پورے گھر میں۔"

"کبھی کبھی تو میں خود بھی پریشان ہو جاتی ہوں صائمہ۔"

"کیوں؟"

"اگر مجھے بھی اس سے محبت ہوگئی تو کیا ہوگا؟ نہ جانے یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے؟"

"ایک کام تو کرو صائمہ۔"

"بولو۔"

"یہ تمہیں نادر شاہ کے بارے میں کچھ اور معلومات حاصل ہیں۔ کہاں رہتا ہے' کس کا بیٹا ہے؟"

"زین کو معلوم ہوگا۔"

"معلوم کر کے مجھے بتا دینا۔ بہرحال یہ برا ہوا۔ مجھے واقعی اس کا افسوس ہے۔"

"ٹھیک ہے میں زین سے معلوم کر کے تمہیں دوبارہ فون کر دوں گی۔" صائمہ نے جواب دیا اور پھر فون بند کر کے سوچ میں ڈوب گئی۔

دوسری صبح کنور مہتاب علی نے بچیوں کی خواب گاہ پر دستک دی۔ بڑی مشکل سے اس نے یہ لمحات برداشت کئے تھے ورنہ دل تو یہی چاہ رہا تھا کہ رات ہی کو انہیں جگالے۔ لیکن ان کی نیندیں خراب کرنا اس نے مناسب نہیں سمجھا تھا۔ ویسے بھی ذہنی طور پر الجھا ہوا تھا۔ شفق نے دروازہ کھولا' باپ کو دیکھا اور اس کی آنکھوں میں بے یقینی کی کیفیت لہرانے لگی' کنور مہتاب علی نے مسکراتے ہوئے بازو کشادہ کر دیئے اور شفق کے حلق سے چیخ سی نکل گئی۔

"آپ! ڈیڈی آپ' یہ آپ ہی ہیں ڈیڈی۔ میں خواب تو نہیں دیکھ رہی۔" پھر وہ کنور مہتاب علی کے سینے سے آلگی۔ رعنا بھی جاگ گئی اور اس کے بعد کچھ رقت آمیز مناظر پیدا ہوگئے۔ کنور مہتاب علی نے دونوں بچیوں کو سینے سے لگالیا تھا۔ دونوں سسک رہی تھیں اور کنور مہتاب علی آہستہ آہستہ سسک رہا تھا۔

"ارے نہیں بیٹا' رونے کی کیا بات ہے' ارے اتنی بہادر بچیاں اتنے دلیر باپ کی بیٹیاں اور ایسے رو رہی ہیں کیوں بھئی آخر کیوں' بات کیا ہے' کیا ہوگیا رعنا' کیا بات ہے شفق؟"

"ظلم کرتے ہیں آپ ہم پر' آپ ہم پر ظلم کرتے ہیں ڈیڈی آپ نے ہم پر ظلم کیا ہے۔"

"میں نے؟ ارے کیوں بھئی' کچھ بتا تو دیا جائے ہمیں؟"

"قیدی بنا دیا آپ نے ہمیں ہمارے گھر میں' ہم قیدیوں کی سی زندگی گزار رہے ہیں' تمام دوستوں سے رشتے ٹوٹ گئے ہیں' راتوں کو پہرہ لگتا ہے' اس گھر پر کیوں آخر کیوں' کیا ہوگیا ہے ہم لوگوں کو اتنا بے حقیقت کیوں تصور کرلیا گیا ہے کہ ہمیں کچھ نہیں بتایا جاتا۔ ہمیں ہمارے گھر میں اجنبی بنا دیا گیا ہے کچھ بھی نہیں معلوم ہمیں کہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے گھر کی یہ کیفیت کیوں ہے؟ یہ سب کچھ کیوں ہے ڈیڈی؟"

"اوہ بٹیا' بعض اوقات کچھ ایسے غیریقینی حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ انسان کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر رہتا ہے لیکن بس بات ختم ہوگئی بٹیا۔ کوئی بات نہیں ہے۔ عیش کرو اپنے سارے دوستوں کو کوٹھی میں مدعو کرو۔ سب کی ایک شان دار دعوت کردو کوئی بھی بہانہ کر دینا' بٹیا! ہو جاتا ہے کبھی کبھی ایسا' تم لوگ کچھ زیادہ ہی متاثر ہوگئے۔"

دیوان سرکار اور عالم آراء بھی آگئی تھیں۔ دونوں خاموشی سے باپ بیٹیوں کو دیکھ رہے تھے' کنور مہتاب علی نے کہا۔

"اور یہ تمہاری ممی صاحبہ' بھئی اتنا ڈانٹا ہے انہوں نے ہمیں کہ سچ مچ ہمارا بھی رونے کو دل چاہ رہا تھا۔ اب دیکھو نا ہماری ممی تو ہیں نہیں جو ان سے کہتیں کہ میرے بیٹے کو مت ڈانٹو۔ بس جو جی میں آیا انہوں نے ہم سے کہہ دیا۔ بھئی ہماری بھی طرفداری کرنے والا کوئی ہے؟"

ماحول ایک خوشگوار شکل اختیار کر گیا تھا لیکن عالم آراء کے چہرے پر مسلسل سنجیدگی طاری تھی وہ اس بات پر ناراض تھی کہ ابھی تک اسے حقیقتوں کا علم نہیں ہوسکا۔ آخر کنور مہتاب علی کس سے خوفزدہ تھا۔ اس رات جو اس نے الٹی سیدھی باتیں کی تھیں ان کا مفہوم کیا تھا' کس نے اسے ناکردہ مجرم بنا دیا ہے۔ کوئی ایک بات جو سمجھ میں آتی ہو اور ابھی تک کنور مہتاب علی نے کچھ نہیں بتایا تھا بلکہ اس نے فیروز سے گٹھ جوڑ کرلیا تھا۔ فیروز مسلسل تہہ خانے میں موجود تھا اور اب عیش کی زندگی گزار رہا تھا۔ کنور مہتاب علی نے دیوان سرکار کو اس کے بارے میں ہدایات دی تھیں کہ فیروز کو ذرہ برابر تکلیف نہیں

ہونی چاہیے۔ بہرحال کنور مہتاب علی نے پورے دو دن اپنی بچیوں کو دیئے' سارا وقت ان کے ساتھ گزارا۔ دوسرے ہی دن کوٹھی میں ایک شاندار پارٹی کا بندوبست کیا گیا۔ لیکن عالم آراء نے محسوس کرلیا تھا۔ دیوان سرکار کو بھی اس بات کا اندازہ تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے ایک رسک لے کر ہو رہا ہے ورنہ کنور مہتاب علی چاروں طرف سے محتاط ہے اس کی چور نگاہیں کوٹھی کے ایک ایک گوشے کا جائزہ لیتی رہی ہیں۔ بہرحال پارٹی خیریت سے گزر گئی اور پھر اسی رات کنور مہتاب علی نے فیروز سے ملاقات کی۔ فیروز اب کافی مطمئن نظر آتا تھا۔ کنور مہتاب علی نے کہا۔

"ہاں تو مسٹر فیروز' اس دوران آپ نے بھی بہت کچھ غور کیا ہوگا' بہت کچھ سوچا ہوگا۔ کوئی بات ذہن میں آتی ہے۔"

فیروز نے کنور مہتاب علی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "کنور صاحب اصل میں بات یہ ہے کہ میری زندگی بھی بہت عجیب گزری ہے۔ ماضی کیا تھا اس سے نہ آپ کو کوئی دلچسپی ہوگی اور نہ میں کسی کو اس کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔ کیفیت یہ ہے کہ ضرورت پڑنے پر زندگی کا بڑے سے بڑا رسک لے سکتا ہوں کسی سے خوف نہیں محسوس ہوتا۔ زندگی جانے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ بے پناہ لالچی آدمی ہوں۔ دولت کے انبار لگانا چاہتا ہوں اپنے اردگرد' دولت مند لوگوں میں شمار ہونا چاہتا ہوں لیکن کسی ایسے ذریعے سے نہیں جو عام لوگوں کے ذرائع ہیں۔ میری خواہش ہے کہ مجھے کوئی ایسا کام ملے جس سے زبردست دولت حاصل ہو۔ اگر ایک بار دولت ہاتھ لگ جائے تو جانتے ہیں رہائش کے لیے میں نے کون سی جگہ منتخب کی ہے۔"

کنور مہتاب علی نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جب تک تم بتاؤ گے نہیں کیسے جان سکتا ہوں؟" فیروز بھی مسکرا دیا پھر بولا۔

"جانے دیجئے خوابوں کو اپنے ہی سینے میں پلنا چاہیے۔ ہاں اگر ان کی تکمیل ہو جائے تو بات دوسری ہے۔ کنور مہتاب علی صاحب اس وقت میں آپ سے بے حد مخلص ہوں۔ ہو سکتا ہے گزرنے والا دن میری اس کیفیت میں کوئی تبدیلی پیدا کر دے۔ میں تو

نہیں کہتا کہ میں کوئی بہت کارآمد آدمی ہوں لیکن بعض اوقات لمحات کسی بھی شخص کو کسی ایک فرد کے لئے بڑا کارآمد بنا دیتے ہیں۔ اس وقت جو معاملات آپ کے چل رہے ہیں ان میں میں آپ کے لیے کارآمد ثابت ہو سکتا ہوں۔ کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں آپ سے اسی موضوع پر۔"

"ہوں کہو؟۔"

"کیا یہ ممکن ہے کہ نصیر بیگ جیسے چالاک اور بد معاملہ شخص کے مقابلے میں میرے اور آپ کے درمیان کوئی کاروبار سلسلہ جاری ہو جائے۔"

"بالکل ممکن ہے' بلکہ سچ بات یہ ہے کہ تمہیں یہاں روکنا اور انتظار کرنا میری اس خواہش کی تکمیل کرتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ مل کر کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر ایک بات اور بتا دیں' جو کچھ آپ کریں گے کیا اس میں میرے ساتھ سلوک کا برتاؤ ہوگا؟؟"

"اس کا پیمانہ کیا ہو سکتا ہے؟"

"وقت۔ وقت کے علاوہ اور کچھ نہیں' یہ بھی میرا تجربہ ہے الفاظ' زبان قسمیں سب بعض اوقات بالکل بے کار ہو جاتی ہیں انسان صرف حالات کے تحت سوچتا ہے۔ میں وقت سے آئندہ کے ماحول کا تعین کروں گا ہاں ایک نظریہ ضرور ہوتا ہے جس کے لیے ہم ایک دوسرے کو اعتماد دلا دیتے ہیں ہم اس وقت صرف اسی اعتماد کے سہارے کام کر سکتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے بلکہ تمہارے ان الفاظ سے میں متاثر ہوا ہوں۔ واقعی وقت کے بارے میں تمہارا یہ تجزیہ بالکل درست ہے' اب آگے چلو۔"

"کیا آپ خلوص دل کے ساتھ مجھے اپنے ساتھ شریک کرنے پر تیار ہیں؟"

"ہاں' مجھے بہت اچھے ساتھیوں کی ضرورت ہے اور ہو سکتا ہے تم میرے بہت اچھے ساتھی ثابت ہو۔"

"تو پھر ایک بات آپ ذہن نشین رکھئے' میں اس وقت آپ سے بالکل مخلص ہوں

اور ہمیشہ مخلص رہنا چاہتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ مجھے اس کے لئے مالی مفاد حاصل ہو۔“

”کیا مالی مفاد چاہتے ہو؟“

”اور کچھ نہیں۔ لیکن آپ مجھے یہ بتایئے کہ جس خزانے کا تذکرہ نصیر بیگ نے کیا ہے کیا اس کا کوئی وجود ہے؟“

”بالکل ہے، اور وہ خزانہ اتنا عظیم الشان ہے اگر اس کے حصول میں کامیابی حاصل ہو جائے تو میں نہیں کہہ سکتا اس کے مالک کی یا اس کے حصے دار کی مالی پوزیشن کیا ہوسکتی ہے، ہو سکتا ہے وہ دنیا کا دولت مند انسان ہو۔“

”گڈ، ویری گڈ! اور آپ یقیناً یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں غلط نہیں ہے۔“

”فی الحال یوں غلط نہیں ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان ابھی کوئی کاروبار شروع نہیں ہوا ہے۔“

”کیا اس کے حصول کے لئے آپ کے دل میں کوئی امنگ ہے؟“

”دیکھو دوست، بہت سارے معاملات ایسے ہوتے ہیں جن کے بارے میں سب کچھ نہیں بتایا جاسکتا۔ خزانے کسی کو بھی برے نہیں لگتے میں بھی چاہتا ہوں کہ مجھے کچھ حاصل ہو لیکن ایک بات خاص طور سے سن لو کہ میں اگر اس سلسلے میں کوئی جدوجہد کروں گا تو وہ صرف خزانے کے حصول کے لیے نہیں ہوگی بلکہ اس کے متعلق میرے کچھ اور بھی معاملات ہیں جو خزانے سے زیادہ قیمتی ہیں میرے لیے۔“

”ہوں گے، یقیناً ہوں گے۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ آپ ان معاملات کی تکمیل کرتے ہوئے، میری خدمات میری اوقات کے مطابق حاصل کریں اور جب خزانے کے حصول کی باری آئے تو آپ میری مدد کریں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس کے بعد سارا خزانہ میرا ہوگا بلکہ جس طرح بھی اس کی تقسیم ہو جائے، ہاں یہ الگ بات ہے کہ خزانہ سامنے آنے کے بعد ہمارے اندر کچھ ٹوٹ پھوٹ نہ ہو لیکن اس کے لیے ہم ایک جامع طریقہ کار اختیار کرلیں گے تاکہ اس بھکائے میں آنے کے باوجود اپنا تحفظ بھی کر سکیں۔“

”یار تمہاری باتیں مجھے کافی اچھی لگ رہی ہیں، یہ سب کچھ واقعی ہو سکتا ہے

بلکہ کوئی خلوص دل سے کچھ کرنا چاہیے۔“

”بس تو پھر ٹھیک ہے، مسٹر مہتاب علی، فیروز تمہارے ساتھ ہے بلکہ یہ سمجھ لو کہ وہ تمہارا دست راست ہے۔ آزمالینا بڑے کام کا ثابت ہوگا۔ دو چار کوششوں میں اگر میں اپنے آپ کو تمہارے لیے کارآمد نہ ثابت کرسکوں تو پھر تمہیں اختیار ہوگا کہ مجھے اپنی قربت سے ہٹا دو اور یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اس کے لئے کسی انتقامی کیفیت کا شکار نہیں ہوں گا۔“

کنور مہتاب علی گردن جھکا کر سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ اسی طرح سوچ میں ڈوبا رہا پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

”ٹھیک ہے فیروز، اب میرے اور تمہارے درمیان اس قسم کی گفتگو کرنے کے لیے کچھ نہیں رہ گیا ہے دیکھو فیروز ساری تفصیل تو میں تمہیں نہیں بتا سکتا۔ کچھ ایسی ہی وجوہات ہیں کہ انہیں قطعی طور پر مجھ تک رہنا چاہیے لیکن مختصراً میں تمہیں بتا رہا ہوں مہم جوؤں کا ایک ٹولا تھا ہم لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مخلص بھی تھے اور ہم نے ایک ساتھ بہت سی مہمات سر انجام دی تھیں۔ دوسرے، چند نام بھی اس میں شامل ہیں انہیں فی الحال نظرانداز کردو، بس یوں سمجھ لو کہ مرزا نصیر بیگ بھی ہم میں شریک تھا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ ہمارا ظرف ہی تھا کہ ہم نے اس کم ظرف آدمی کو صرف اپنا ہم وطن اور ہم شوق ہونے کی وجہ سے ہمیشہ نظرانداز کر دیا، بلکہ بارہا ہم نے محسوس کیا تھا کہ وہ ایک شاطر اور بے ایمان شخصیت کا مالک ہے۔ ہر وہ قدم اٹھا سکتا ہے جو غیر معیاری اور غیر انسانی ہو۔ بارہا ایسے تجربات ہوئے اور کئی بار ہم نے فیصلہ کیا کہ اسے ساتھ نہ رکھا جائے۔ ہم نے ایسا کر بھی ڈالا۔ دو تین بار اس نے معذرتیں کرکے اور آئندہ اپنا رویہ بہتر رکھنے کا وعدہ کرکے ہمارا ساتھ اختیار کیا لیکن اس کے اندر بچھو جیسی فطرت ہے جس کا کام ڈنک مارنا اور نقصان پہنچانا ہوتا ہے۔ ہم نے اسے وارننگ دی بعد میں اس نے کچھ مہمات میں ہمارا تعاقب کیا اور یہ بھی ایک ایسی ہی مہم تھی جو ہم نے دنیا کے ایک پراسرار گوشے میں سر انجام دی۔ اس میں ایسے ناقابل یقین واقعات پیش آئے

کہ یہ مہم جو ٹولی چکرا کر رہ گئی۔ مرزا نصیر بیگ کے بارے میں ہمیں علم ہوگیا تھا کہ وہ ہمارے قریب ہی قریب چکرا رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اس قسم کی سرگرمیوں میں ملوث ہے جو ہمارے مفاد کے خلاف ہی نہیں بلکہ ہماری زندگی کے لیے خطرناک ہو سکتی ہیں ہم نے اس سے محفوظ رہنے کی کوشش کی اور کئی بار ایسے مواقع آئے کہ اگر ہم چاہتے تو مرزا نصیر بیگ کو مصیبت میں پھنسا کر اس حد تک پہنچا دیتے کہ وہ زندہ واپس نہ آسکتا تھا لیکن یہ ہمارے ظرف کے خلاف تھا۔ ہم نے اسے نظر انداز کیا' لیکن پھر اسے ایک ایسا موقع مل گیا کہ اس نے ہمیں جال میں پھنسا دیا اور درحقیقت اس جال سے بچ نکلنا بس اللہ کی سیدھی نگاہ ہی تھی ورنہ ہم شدید مشکل میں پھنس گئے تھے۔ میرے دوست بہتر ہے کہ اسی تفصیل پر اکتفا کرو۔ مزید اندر جاؤ گے تو الجھن کا شکار ہو جاؤ گے تو میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ہم واپس آگئے اور یہ بدبخت انسان اور بھی بہت لوگوں کو اس میں شامل کر کے ہمارے پیچھے لگا ہوا یہاں تک آگیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس بار ہم جس مہم میں الجھے تھے اگر اس میں ہمیں کامیابی حاصل ہو جاتی تو شاید وہی ہوتا جو میں تم سے کہہ چکا ہوں یعنی یہ کہ ہم دنیا کے ایک عظیم خزانے کے مالک بن جاتے۔ مرزا نصیر بیگ کو بھی یہ بات معلوم ہو چکی تھی اس لیے وہ دیوانہ ہوگیا اور ابھی تک دیوانگی کا شکار ہے یہ جو نام اس نے تمہارے ذریعے لیا ہے ایک ایسی شخصیت کا نام ہے جس کے بارے میں سن کر ہم مہم جوؤں میں سے کوئی بھی شخص اس سے ملاقات کے لئے دیوانہ ہو سکتا ہے۔ بہرحال مرزا نصیر بیگ کے بارے میں ایک بات میں تمہیں بتادوں کہ اگر وہ وہاں بھی ہم سے تعاون کرلیتا تو یقین کرو بہت سی آسانیاں حاصل ہو جاتیں اور ہم اس خزانے کو حاصل کر کے آپس میں تقسیم کر سکتے تھے لیکن اس نے ہم لوگوں کو راستے سے ہٹانا چاہا اور وہ کمینی قسم کی حرکت کر ڈالی جس نے ہم سب کی زندگی خطرے میں ڈال دی اور ہمیں کچھ حاصل کیے بغیر وہاں سے بھاگنا پڑا۔ اب بھی وہ انہی کوششوں میں مصروف ہے کہ تنہا ہی ہم سب سے چھٹکارا حاصل کر کے خزانے کے حصول کے لئے جدوجہد کرے اور اپنا مقصد پالے۔ اگر اس نے تمہیں یہ پیشکش کی ہے ڈیئر فیروز تو اس کے پس پردہ بھی ں کے ذہن میں کوئی مجرمانہ تصور ہوگا۔ جو شخص اپنے دیرینہ دوستوں کو برداشت نہ کر سکا وہ کسی ایسے شخص کو کیوں برداشت کرے گا جس سے اس کا اس طرح کا تعلق ہے نہیں راستے سے ہٹانے کے لیے اس نے یہ تمام کارروائی کی ہے۔ یہ تھی وہ مختصر تفصیل ب اس کے بعد میں تمہیں یہ پیشکش کرنا چاہتا ہوں کہ ایسے شاطر آدمی کو یقینی طور پر سزا ہے۔ تم اس سے جو کچھ حاصل کر رہے ہو' بے شک وہ حاصل کرو لیکن میں تمہیں یہ پیشکش کرتا ہوں کہ اسے میرے راستے سے ہٹا دو۔ میں اس کا قتل اب بھی نہیں چاہتا۔ لیکن کوئی ایسا عمل چاہتا ہوں جس سے وہ مشکل کا شکار ہو جائے اور جب ہم اس مہم کی تکمیل کریں تو وہ ہمیں پریشان نہ کر سکے۔"

فیروز گہری نگاہوں سے کنور مہتاب علی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"کنور صاحب میں اس سلسلے میں آپ کی بھرپور مدد کر سکتا ہوں اور میرے ذہن میں جو تجاویز ہیں وہ آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں۔"

"ضرور یہی میں چاہتا ہوں۔"

"تو پھر سنئے اس کے لیے ایک بہترین طریقہ کار ہے وہ یہ کہ آپ میرے ساتھ دارالحکومت چلیں وہاں ہوٹل سیرینو کے کمرہ نمبر آٹھ سو آٹھ میں قیام کریں اور اس کے لیے جو شاندار طریقہ کار میں نے منتخب کیا ہے اس پر عمل کریں۔"

"وہ شاندار طریقہ کار کیا ہے؟" کنور مہتاب علی نے سوال کیا۔

اور فیروز اسے آہستہ آہستہ کچھ بتانے لگا۔ کنور مہتاب علی بغور اس کی گفتگو سن رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں' اس میں کوئی شک نہیں۔ آئیڈیا بہت اچھا ہے۔ واقعی بہت اچھا ہے تم مجھے ایک دن سوچنے کی مہلت دو۔"

"ضرور۔ میری طرف سے اس کی اجازت ہے۔" فیروز نے جواب دیا اور کنور مہتاب علی گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

ایک دلچسپ سلسلے کا آغاز ہوا تھا۔ محمد شاہ نے انسپکٹر جنرل غازی حیات سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا دو تین جگہ کوششوں کے بعد انسپکٹر جنرل سے رابطہ قائم ہو سکا تھا۔ محمد شاہ نے کہا۔

"میں کوشش کرتا ہوں کہ زیادہ بڑے لوگوں سے کم ملاقات کروں کیونکہ بہت بڑے لوگ آسانی سے دستیاب نہیں ہوتے' اور چھوٹے لوگوں کو ان کی تلاش کے لیے بہت تگ و دو کرنا پڑتی ہے بہرحال السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام! پہچان نہیں سکا کون صاحب ہیں؟"

"محمد شاہ نام ہے گلاب خیلی کے نام سے پہچانا جاتا ہوں۔"

"ارے' افوہ! محمد شاہ بھئی آواز بدل کر بول رہے ہو کیا؟"

"نہیں' چہرہ چھپا کر بول رہا ہوں۔" محمد شاہ نے جواب دیا۔

"کیوں بھئی کیوں' خیریت تو ہے؟"

"چھوٹے آدمی کی جب خیریت نہیں ہوتی' تبھی وہ بڑے آدمی کو تلاش کرتا ہے۔"

"کیا بیکار باتیں کر رہے ہو یار' تم چھوٹے آدمی ہو؟"

"ہاں' بڑے آدمی اگر چھوٹا آدمی بنانے پر تل جائیں تو پھر آدمی کیا کر سکتا ہے؟"

"لگتا ہے خان کچھ ناراض ہو۔"

"ناراض نہیں ہوں بلکہ یہ سوچتا ہوں کہ دوستیاں کرنے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ بعض دوست کبھی کبھی سخت زیادتی کر جاتے ہیں۔"

"مجھ سے کوئی غلط ہو گئی؟ بھئی تو مجھ سے مل لو' بولو کہاں ملاقات کر رہے ہو؟"

"ملاقات کر لیں گے حیات صاحب فی الحال ایک شکایت کر رہے ہیں آپ سے۔"

"کہو بھئی تم نے تو مجھے پریشان کر دیا تم جانتے ہو تم میرے کتنے اچھے دوست ہو۔"

"ایک لڑکا جو کبھی آپ کو چاچا چاچا کہتا ہے اور کبھی آئی جی صاحب' اس وقت بڑی عجیب کیفیت کا شکار ہے ہم پٹھان لوگ ہیں غازی حیات بس جو بات دل کو جم گئی سو جم گئی۔ تم نے ایک احسان کیا تھا ہمارے اوپر' نادر شاہ کو تم نے انسپکٹر کا عہدہ دیا تھا۔"

"نادر شاہ' تمہارا بیٹا!"

"ہاں' ہماری سفارش پر نہیں بلکہ شاید میرٹ پر لیا تھا اسے اس لیے تمہیں معلوم نہیں ہو گا لیکن خیر اب تعارف کرائے دے رہے ہیں' تم نے اسے سسپنڈ کر دیا ہے۔"

"نادر شاہ کو' کیا کہہ رہے ہو محمد شاہ؟"

"تھانہ انچارج تھا وہ۔" محمد شاہ نے علاقے کا نام بتایا اور انسپکٹر جنرل چونک پڑے۔

"بھئی نادر شاہ تمہارا بیٹا تھا مگر دیکھو بھائی محمد شاہ میرا کیا قصور ہے میرے تو فرشتوں کو بھی پتہ نہیں تھا اور اس بے وقوف نے بھی کبھی میرے پاس آکر نہیں بتایا کہ وہ کون ہے مجھے یاد آیا۔ نادر شاہ کو میں نے تین ماہ کے لئے.... اوہ میرے خدا! مگر نادر شاہ ولد محمد شاہ اور بھی تو ہو سکتے ہیں۔"

"اور نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ ایک سچا پٹھان ہے۔ میں نے اس کو منع کیا تھا کہ پاگل آدمی پولیس کا نوکری مت کرو' نہیں کر سکو گے اور نقصان اٹھا جاؤ گے' تو نقصان اٹھا گیا وہ۔"

"بھئی محمد شاہ' اب اگر تم غور کرو تو تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ میرا قصور نہیں ہے وہ اصل میں یہ آرڈر بھی مجھے ہوم سیکریٹری صاحب سے براہ راست موصول ہوا تھا

انصاری صاحب نے کہا تھا کہ نادر شاہ کو تین مہینے کے لئے سسپینڈ کردو۔ کچھ ایسے معاملات تھے جو انہوں نے مجھے بتائے بھی نہیں بہرحال وزارت داخلہ کی طرف سے احکامات تھے تعمیل کرنا پڑی' میں فائٹ کرتا لیکن ان دنوں کچھ مصروف بھی تھا بس احکامات پر تعمیل کر ڈالا۔"

"وہ ریزائن کر چکا ہے لیکن اس طرح میں اسے نوکری چھوڑنے کو منع کر رہا ہوں' میں چاہتا ہوں کہ وہ ملازمت پر بحال ہو جائے اور اس کے بعد ریزائن کردے۔"

"نہیں نہیں محمد شاہ جو ہوگیا وہ ہوگیا.....تم بے فکر رہو ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ آرڈر واپس لے لئے جائیں گے۔"

"شکریہ! بس اس وقت اتنی ہی بات کرنی تھی۔ مجھ سے نہ میری خیریت پوچھنا نہ اپنی خیریت بتانا۔ میں بالکل خیریت سے نہیں ہوں۔ جب میں خیریت سے نہیں ہوں تو میں کسی کی خیریت بھی نہیں پوچھنا چاہتا۔"

جواب میں غازی حیات ہنس پڑے تھے انہوں نے کہا۔

"اچھا میں خود تم سے ملاقات کروں گا ٹیلی فون کرکے تمہارے پاس آؤں گا۔ یار چھوٹی چھوٹی باتوں پر برا مت مانا کرو۔"

جواب میں محمد شاہ نے ہنس کر فون بند کر دیا تھا لیکن انسپکٹر جنرل غازی حیات واقعی پریشان ہوگئے تھے۔ محمد شاہ کی شخصیت بھی کم نہیں تھی اگر یہ سلسلہ لمبا چل گیا تو اچھی خاصی چپقلش پیدا ہو سکتی تھی۔ محمد شاہ نے رابطہ ختم کیا تو غازی حیات نے فوراً ہی ہوم سیکریٹری سے رابطے کے لیے کوششیں شروع کر دیں اور بہرحال انصاری صاحب سے ان کا رابطہ ہوگیا۔

"سر! یقیناً" آپ مصروف ہوں گے لیکن میں اس وقت ایک ایسے مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں جو بظاہر معمولی نوعیت کا ہے' لیکن کچھ اس قسم کے حالات ہیں کہ مجھے آپ کو تکلیف دینا پڑی۔"

"نہیں نہیں آئی جی صاحب' کیا بات ہے خیریت؟"

"وہ آپ کے احکامات پر نادر شاہ نامی ایک ایس ایچ او کو معطل کیا گیا تھا۔"

"ہاں یاد ہے۔"

"سر وہ اصل میں مجھے بھی اس وقت نہیں معلوم تھا ورنہ میں آپ کو اطلاع ضرور دیتا۔ وہ محمد شاہ گلاب خیلی کا بیٹا ہے۔"

"ارے شاہ گلاب خیلی' ارے بھئی یہ تو میرے اپنے شناساؤں سے ہے یہ تو بہت شاندار آدمی ہے اور بڑی حیثیت کا مالک ہے۔"

"اس کے بیٹے نے اپنے شوق کی خاطر یہ ملازمت کی تھی ایک بات میں کہہ سکتا ہوں سر! جس خاندان سے اس کا تعلق ہے اس میں سچائی کا راج ہے۔ وہاں کوئی ایسا عمل نہیں کیا جاسکتا جس سے کوئی جرم ثابت ہوسکے۔ میں کچھ اور بھی رپورٹس حاصل کروں گا اس کے بارے میں لیکن یہ سب کچھ جو ہوا ہے نا سر ابھی تھوڑی دیر پہلے محمد شاہ نے بڑی گفتگو کی ہے مجھ سے۔ میرے بھی اس سے بہت اچھے تعلقات ہیں۔"

"ارے بھئی میں خود اس کا بہت اچھا دوست ہوں اور توبہ توبہ لاحول ولا قوۃ بھئی وہ تو سرہدایت اللہ کا بھی دوست ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے' ہم لوگ کئی بار اس کے علاقے میں جاچکے ہیں اور وہاں اس نے جس طرح ہماری خاطر مدارت کی اور ہمیں برفانی علاقوں میں شکار کھلایا اسے تو نظر انداز کیا ہی نہیں جاسکتا' بڑا مہمان نواز اور بڑے اعلیٰ پائے کا شخص ہے۔ اچھا ایسا کرو غازی حیات تم فوری طور پر وہ آرڈر واپس لے لو سرہدایت اللہ سے میں بات کرلوں گا۔ بہت چھوٹی سی بات تھی لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ محمد شاہ گلاب خیلی کا بیٹا ہے۔" اس طرح غازی حیات کی گفتگو ہوم سیکریٹری انصاری صاحب سے ہوئی۔ اور اس کے بعد انصاری صاحب نے سرہدایت اللہ کو فون کیا۔

"جی جی! اب میں فارغ ہوگیا ہوں' آج ہی اپنے مہمانوں کو رخصت کیا ہے یا تو تم میرے لیے ایک شاندار دعوت کا اہتمام کرو یا پھر میں یہ دعوت کرتا ہوں۔ ذرا فہرست بنالو سارے پرانے دوستوں کو مدعو کرنا ہے۔"

"جناب ہدایت اللہ صاحب یہ بتایئے آپ کہ محمد شاہ گلاب خیلی یاد ہے؟"

"اپنا یار محمد شاہ؟ وہ اکھڑے دماغ والا....."

"جی' اسی کی بات کر رہا ہوں۔"

"ہاں ہاں' خیریت؟"

"نور نظر عرشی نے جس پولیس انچارج کو میرے ہاتھوں معطل کروایا ہے اس کا نام نادر شاہ گلاب خیلی ہے اور وہ محمد شاہ کا بیٹا ہے۔"

"کیا؟" سرہدایت اللہ اچھل پڑا۔

"اس نے فوراً استعفیٰ دے دیا ہے۔"

"اوہ نو..... یار یہ تو غلط ہوگیا۔ یہ تو بہت برا ہوگیا۔" سرہدایت اللہ افسوس سے بولا۔ "اب کیا ہوگا؟

"تم بتاؤ۔"

"یار..... کچھ کرنا ہے۔ محمد شاہ تو ڈیسنٹ آدمی ہے۔ بڑا اچھا دوست....."

"صاحب زادی مان جائیں گی؟"

"اسے میں منالوں گا مگر یہ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ غلط ہوا ہے مگر وہ پولیس کی نوکری کیوں کر رہا ہے؟"

"شوقیہ۔"

"یقیناً! مجھے اندازہ ہے۔ بھئی تم سنبھال لو۔ عرشی کو میں دیکھ لوں گا۔"

"اوکے۔ میں کوشش کرتا ہوں۔" ہوم سیکریٹری نے جواب دیا۔

انسپکٹر جنرل نے محمد شاہ گلاب خیلی کو ٹیلی فون کیا۔ نادر شاہ بھی اس وقت باپ کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ محمد شاہ نے فون کا ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے آئی جی صاحب کی آواز سنائی دی۔

"محمد شاہ صاحب بول رہے ہیں؟"

"ہاں' آپ کون ہیں؟"

"میں حیات احمد بول رہا ہوں۔"

"اچھا اچھا' آئی جی صاحب۔ بولو' کیا خیریت ہے؟"

"ہاں وہ..... محمد شاہ ایک معذرت کرنی تھی آپ سے۔"

"کرو کرو' معذرت کرو' کیا معذرت ہے؟"

"اصل میں وہ جو مجھے بتایا تھا نا آپ نے نادر شاہ کے بارے میں..... تو میں تو پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ نادر شاہ نے کبھی تذکرہ بھی نہیں کیا کہ وہ کس کا بیٹا ہے' میں خاص طور سے خیال رکھتا لیکن یہ بات ہوم سیکریٹری کو معلوم تھی اور نہ سرہدایت اللہ کو۔ میں نے ہوم سیکریٹری صاحب سے کہا اور انہوں نے سرہدایت اللہ سے بات کی تو سرہدایت اللہ کہنے لگے کہ بھئی یہ تو بڑے افسوس کی بات ہوئی۔ انہوں نے ہوم سیکریٹری صاحب سے کہا کہ نادر شاہ کو اس کی جگہ بحال کرا دو ورنہ مجھے محمد شاہ سے شرمندہ ہونا پڑے گا۔"

"آگے بولو یار اصل بات' کیا ہوا....." محمد شاہ نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"نادر شاہ کو اس کی ملازمت پر بحال کر دیا گیا ہے ابھی کوئی پولیس آفیسر اس کی بحالی کا پروانہ لے کر آپ کے گھر پہنچ جائے گا اور سنیئے مسٹر محمد شاہ! اس بے وقوف لڑکے سے کہنا کہ کسی وقت میرے دفتر میں آ کر مجھ سے ملاقات کرے یعنی مجھے پتہ بھی نہیں کہ وہ کون ہے اور بس جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا۔"

"نادر شاہ کو بحال کر دیا گیا....."

"ہاں۔"

"بہت بہت شکریہ۔ وہ آپ کے پاس ضرور آئے گا لیکن ایک بات میں آپ کو کہتا ہوں اور میری بات مان لینا ضد مت کرنا یارا یہ نوکری کیا ہے جو کسی بڑے آدمی کا کہنے سے ختم ہو جاتا ہے اور پھر اسی کے کہنے سے بحال ہو جاتا ہے اور پھر اتنا ذمہ داری کا کام کہ زندگی بھی خطرے میں پڑا رہتا ہے۔"

"بھئی طنز مت کرو' تمہیں حالات معلوم ہیں' ایسا صرف محکمہ پولیس ہی میں نہیں ہوتا۔ موجودہ حالات وہ نہیں ہیں جو ہمارے تمہارے دور کے تھے۔ اب یہی سب کچھ ہوتا ہے۔"

"ہوتا ہو گا یارا..... پر میں تو صرف ایک بات بولتا ہے' اگر اب نوکری کرنا ہے تو پھر میرا خیال میں ایسا نوکری بے کار ہے اس کو کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میں اسے آپ کے پاس بھیجوں گا۔ لیکن اس کو بس یہ سمجھا دینا کہ نوکری کرنے کی ضرورت نہیں باپ کا کام سنبھالے....."

"نہیں نہیں' اسے نوکری کرنے دو' اس کے لیے بہت ترقی کے مواقع ہیں۔"

"یہ بات آپ اس سے ہی کر لینا....." مزید تھوڑی سی گفتگو کے بعد محمد شاہ نے فون بند کر دیا اور نادر شاہ کو اس کی نوکری پر بحالی کی اطلاع دی۔ نادر شاہ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"شکریہ بابا خان.....ویسے مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے۔ بس طبیعت میں ایک شوق

تھا جسے پورا کرنے کے لیے میں نے پولیس کی نوکری کی تھی..... لیکن آپ سچ کہتے ہو ایسی نوکری کسی کام کی نہیں جس میں ہر وقت کسی بڑے آدمی کی مداخلت کا خطرہ ہو۔ ایسے کام تو اتنے کھل کر ہونے چاہئیں کہ چاہے کتنا ہی بڑا آدمی ہو اس کی گرفت ہونی چاہیے' ورنہ پھر جرم کیسے ختم ہو گا....."

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ڈی ایس پی سردار شیخ' محمد شاہ کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ اصل میں سردار شیخ کو خود بھی نادر شاہ سے محبت تھی۔ افسر اعلیٰ ہونے کے باوجود اس کا رویہ نادر شاہ کے ساتھ ہمیشہ ہی اچھا رہتا تھا اور دونوں میں خوب بنتی تھی..... وہ تو ایس پی صاحب تھے جو نادر شاہ سے اللہ واسطے کا بغض رکھتے تھے۔ ڈی ایس پی صاحب نے فخریہ انداز میں بحالی کے کاغذات نادر شاہ کے حوالے کیے اور نادر شاہ سے کہا۔

"بھئی' اب تو مجھے سیلوٹ کرو اٹھ کر' میں تمہارا ڈی ایس پی ہوں۔"

"شکریہ سردار صاحب۔" نادر شاہ نے کہا اور اٹھ کر سردار شیخ کو سیلوٹ کیا' پھر بولا۔ "لیکن میرا دل ٹوٹ گیا ہے' یہ بحالی میرے لیے ضروری تھی جس وقت تک مناسب سمجھوں گا بحال رہوں گا' لیکن میرا استعفیٰ ہر قیمت پر آپ کو قبول کرنا ہو گا۔"

"نادر شاہ' چھوٹی چھوٹی باتوں سے اس قدر بددل نہیں ہوا کرتے' یہ تو زندگی کے لوازمات ہیں نجانے کیسے کیسے لوگوں سے تمہارا واسطہ پڑے گا۔"

"مجھے صرف اس بات کا خدشہ ہے سردار شیخ صاحب کہ قانون کا محافظ ہونے کے باوجود اپنے مزاج سے مجبور ہو کر کہیں مجھے قانون شکنی نہ کرنی پڑے' میں بس اس سے بچنا چاہتا ہوں۔"

"خیر' یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ تم اپنا چارج کب لے رہے ہو؟"

"میرے رائے ہے کہ ابھی ان لوگوں کو نہ بتایا جائے۔ میرا مطلب ہے میرے تھانے کی ذمہ داری تو ابھی ایس آئی شہزاد وغیرہ نے ہی سنبھالی ہوئی ہے نا؟"

"ہاں بالکل۔"

"تو اس بے چارے کو خوشیوں کے کچھ لمحات اور گزار لینے دیئے جائیں۔ کل میں

اپنا چارج لے لوں گا اس سے۔"

"ٹھیک ہے' جیسا تم پسند کرو۔" سردار شیخ نے کہا اور خوشی سے مسکرانے لگا۔ وہ بہرطور نادر شاہ کے بہی خواہوں میں سے تھا۔

☆

نادر شاہ نے دوبارہ ڈیوٹی سنبھالنے کے بعد عرشی کو کن کن مشکلات سے دوچار کیا...... یہ جاننے کے لئے **ملکہ صحرا** (دوسرا حصہ)

"سحر زادی"

پڑھیں۔

سحرزادی

ملکۂ صحرا



عرشی کو نجانے کیوں دلی افسوس ہوا تھا۔ نادر شاہ کی شخصیت میں ایک ایسی شگفتگی تھی جو عرشی کو پہلی ہی بار ٹیلی فون پر ہونے والی گفتگو میں پسند آئی تھی۔ ایک اعلیٰ پولیس افسر اور اتنی شگفتہ گفتگو کرے! پولیس افسروں کے تصور کے ساتھ ایک مخصوص لہجہ، ایک مخصوص انداز ذہن میں اتر آتا ہے۔ لیکن نادر شاہ میں وہ سب کچھ نہیں تھا اور پھر ویسے بھی خوب صورت اور خوش مزاج نوجوان تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ عرشی سے معاملہ ہی کچھ خراب چل رہا تھا۔ زین شاید مصروف ہوگیا تھا، اس نے صائمہ سے کہا تھا کہ نادر شاہ کے بارے میں مزید تفصیلات معلوم کر کے اسے بتائے۔ بعد میں اس نے صائمہ کو ٹیلی فون کیا تو صائمہ نے کہا کہ زین نے اسے کچھ بتایا نہیں ہے۔ اس وقت کہیں اور گیا ہوا ہے۔

عرشی کچھ سوچ کر خود ہی اپنی گاڑی لے کر تھانے کی جانب چل پڑی تھی۔ اسے یقین تھا کہ تھانے سے نادر شاہ کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں گی۔

ادھر تھانے میں شہزاد صاحب کا راج تھا۔ لاک اپ میں کئی مجرم آچکے تھے۔ اس سے پہلے یہ لاک اپ عموماً خالی پڑا رہتا تھا لیکن ایس آئی شہزاد اپنے گھر کو بگڑنے سے بچانے کے لیے اپنی کوششوں میں مصروف تھا اور اسے یقین تھا کہ بہت جلد کچھ کام کی باتیں ہو جائیں گی۔ عرشی ہدایت اللہ دن کو گیارہ بجے کے قریب وہاں پہنچی تھی اور ایس

آئی شہزاد نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"جی میڈم۔ میرا خیال ہے میں آپ سے واقف ہوں۔"

"اچھا...... تمہیں علم ہے کہ انسپکٹر نادر شاہ مجھے یہاں تک لائے تھے اور اس کے بعد ان کی چھٹی ہوگئی۔"

"جی جی میڈم..... میرے علم میں ہے۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیے؟"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ نادر شاہ صاحب کہاں ملیں گے۔"

یہ تو ہمیں نہیں معلوم لیکن آپ کو شاید یہ نہیں معلوم کہ انہوں نے استعفیٰ دے دیا ہے۔ آپ نے تو ان کی چھٹی ہی کرادی میڈم۔ ایس آئی شہزاد مسرور لہجے میں بولا۔

"ہاں اس کا مجھے افسوس ہے لیکن کیا تمہیں ان کے گھر کے بارے میں بھی تفصیلات نہیں معلوم؟"

"نہیں میڈم، صاحب سے کبھی یہ بات ہی نہیں ہوئی ہاں ان کے گھر کا ٹیلی فون نمبر ہمارے پاس موجود ہے۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے، مجھے ٹیلی فون نمبر ہی دو۔" عرشی نے کہا اور ایس آئی شہزاد نے ٹیلی فون نمبر اسے بتا دیا۔

"کیا میں ٹیلی فون کر سکتی ہوں؟"

"ضرور کریجئے۔"

عرشی ہدایت اللہ نے وہ ٹیلی فون نمبر ملایا دوسری طرف سے ملازم نے فون اٹھایا تھا اس نے اطلاع دی کہ نادر شاہ صاحب گھر پر نہیں ہیں۔ بہرحال عرشی ایس آئی شہزاد کا شکریہ ادا کرکے باہر نکل آئی۔ ایس آئی شہزاد نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"یہی وہ خطرناک خاتون ہیں جنہوں نے نادر شاہ صاحب کی چھٹی کرائی ہے۔ پہلے مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا اور میں ان سے اپنے خاص لہجے میں بات کرنے لگا تھا۔ بعد میں جب مجھے یاد آیا تو...... ارے باپ رے....." لیکن دوسری بار ایس آئی شہزاد کو "ارے باپ رے" دوبارہ کہنا پڑا تھا کیونکہ دروازے میں انسپکٹر نادر نظر آیا تھا جو فل وردی میں ملبوس

تھا۔ ایس آئی شہزاد اپنی کرسی سے کھڑا ہوگیا اور اس نے بے اختیار سیلوٹ جھاڑ دیا۔ دو سپاہی بھی وہیں موجود تھے جو اٹینشن ہوگئے تھے پھر ایس آئی شہزاد نے بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے نادر شاہ کو دیکھا اور بولا۔

"سر آپ..... سر آپ..... وردی میں..... سر آپ تو......؟"

"ہاں، سسپینڈ ہوگیا تھا اور استعفیٰ دے دیا تھا میں نے، لیکن بہرحال افسرِ اعلیٰ اپنے حکم کو منسوخ کرنے پر مجبور ہوگئے، سوری مائی ڈیر شہزاد تمہیں ایک بار پھر مجھے برداشت کرنا ہوگا۔"

"جی سر....." ایس آئی شہزاد آہستہ سے بولا۔ نادر شاہ نے کہا۔

"ویسے میں تمہیں آئی جی آفس سے نکلنے والے یہ آرڈر دکھانا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ انہیں دیکھنا تمہارا قانونی حق ہے اور میں تمہیں تمہارے اس حق سے محروم نہیں کروں گا۔ نادر شاہ نے کاغذات ایس آئی شہزاد کے سامنے رکھ دیئے۔ اس نے ایک سرسری سی نظر اس پر ڈالی اور کہا۔

"سر آپ کا کہہ دینا ہی کافی ہے، ویسے غالباً اس موقع کے لیے کہا گیا ہے کہ....."

پھول تو دو دن بہار جاں فزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

انسپکٹر نادر شاہ کا گھن گرج قہقہہ گونج اٹھا تھا۔ اس نے شہزاد کے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"نہیں میری جان، میں تمہیں مرجھانے نہیں دوں گا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ایک دن، دو دن یا تین دن مجھے یہ ملازمت کرنی ہے اور اس کے بعد پھر جب میں ریزائن کردوں گا تو دوبارہ بحال نہیں ہوں گا۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔" ایس آئی شہزاد نہ سمجھنے والے انداز میں سر کھجانے لگا۔

کنور مہتاب علی بھی احمق نہیں تھا' فیروز کی زبانی ساری تفصیل سننے کے بعد اسے شاید یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ فی الحال وہ محفوظ ہے' چنانچہ اس نے بیوی اور بیٹیوں کو خوش کرنے کے لیے انہیں ایک تقریب کی اجازت دے دی۔ بچیاں خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھیں اور انہوں نے ٹیلی فون پر اپنی تمام دوستوں کو دعوت دے ڈالی تھی تقریب کا اہتمام بڑے شاندار پیمانے پر کیا گیا تھا جو دوستیں ناراض ہوگئی تھیں انہوں نے سوالات کئے تھے اور کہا تھا کہ آخر انہیں ہو کیا گیا ہے۔ رعنا اور شفق انہیں الٹے سیدھے جوابات دے رہی تھیں لیکن بہرحال چونکہ باپ نے خوشی پوری کردی تھی اور پھر کنور مہتاب علی کی واپسی ہی بچیوں کے لیے بڑی دل خوش کن تھی اس لیے معصوم لڑکیاں بہل گئی تھیں لیکن اس کے باوجود کنور مہتاب بہت محتاط تھا اور کئی بار عالم آرا نے محسوس کیا تھا کہ وہ وحشت زدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگتا ہے۔

تقریب بڑی شان و شوکت کے ساتھ ختم ہوگئی کنور مہتاب نے بچیوں سے کہا۔

"ہاں بھئی شفق' رعنا آپ لوگوں کی شکایت دور ہوگئی ہم سے؟"

"ہمیں آپ سے کوئی شکایت نہیں تھی ہم تو یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ آخر ہم پر یہ قید کیوں لگا دی گئی ہے کوئی وجہ تو پتہ ہوتی ممی بھی کچھ نہیں بتاتی تھیں ہمیں' بس یہ بات تھی۔ اب آپ یہ بتایئے ڈیڈی کہ کیا اس کے بعد ہماری اس قید کا آغاز دوبارہ ہو

جائے گا۔"

"دیکھو بیٹا بعض اوقات انسان کو وہ کچھ کرنا پڑتا ہے' جس کا خیال نہ تو اس کے دل میں ہوتا ہے اور نہ وہ یہ سب کچھ کرنے کے بارے میں کبھی سوچتا ہے۔ لیکن مجبوریاں آڑے آجاتی ہیں۔ ہو سکتا ہے تمہیں چند روز اور اسی پابندی میں رہنا پڑے۔ اصل میں تم لوگوں پر جو اکتاہٹ طاری ہوگئی تھی میں نے سوچا اسے دور کر دیا جائے۔ اب بیٹے فوراً ہی ہنگاموں میں مصروف نہ ہو جانا۔ دیکھو نا بیٹیاں ہوں یا بیٹے' باپ کی کسی مشکل میں وہی اس کے ساتھی ہوتے ہیں اگر میں کسی مشکل کا شکار ہوں تو کیا مجھ سے تعاون کرنا تمہارا فرض نہیں ہے؟"

"ہے ڈیڈی۔"

"بس تو یہی میں چاہتا ہوں تم سے کہ چند روز اور تعاون کرو آخر پہلے بھی تو تمہیں ہر طرح کی آزادی تھی' اور پھر ہم اپنے پیارے پیارے گلاب کے پھولوں کو قید میں تھوڑی رکھنا چاہتے ہیں یہ تو ایک عارضی مجبوری ہے جس میں ہم توقع رکھتے ہیں کہ ہم سے تعاون کیا جائے گا۔"

عالم آراء بیگم نے تنہائی میں کہا۔ "بچیوں کو آپ نے بقول شخصے' ٹافیاں دے کر مطمئن کردیا۔ لیکن کیا مجھے اطمینان دلانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے آپ....."

"آدھی سے زیادہ زندگی آپ نے ہمارے ساتھ گزار دی عالم آراء' آپ خدا لگتی کہئے..... کبھی ہم نے آپ کو بے اطمینانی کا شکار ہونے دیا؟"

"جھوٹ بالکل نہیں بولوں گی۔ واقعی آپ نے جان بوجھ کر تو ایسا کبھی نہیں کیا۔ لیکن یہ جو آپ کا مہم جوئی کا شوق ہے نا۔ آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ ساری زندگی میں نے کس طرح گزاری ہے۔ کبھی شکوہ نہیں کیا آپ سے۔ لیکن اب مجبور ہوں دل کی بات کہنے پر....."

"تو کہئے نا؟"

"مجھے یہ سب کچھ سخت ناپسند رہا ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہر عورت

اس بات کی خواہشمند ہوتی ہے کہ شوہر کی سرپرستی میں وقت گزارے۔ ایک مطلق انسان زندگی' میں سمجھتی ہوں کہ کسی عورت کا شوق نہیں ہو سکتا۔ ہاں آپ ان عورتوں کی بات اگر کرتے ہیں جو عورت نہیں ہوتیں' تو میں نہیں کہہ سکتی' لیکن میں ایک مکمل عورت ہوں۔ میں ہمیشہ اپنے مرد کی تحویل میں رہنا چاہتی ہوں۔"

"عزیزہ محترمہ' پہلے ارشاد فرمایا ہوتا تو ہم اپنے مشاغل کسی اور شکل میں ڈھال لیتے' اب اچانک ہی تو سب کچھ نہیں ہو جاتا۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ ہم آپ سے یہ وعدہ کریں کہ اس مشکل سے نمٹ لیا تو شاید کہیں اور جانے کے بارے میں نہ سوچیں۔"

"آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ کتنے وسوسے پیدا ہو جاتے ہیں میرے دل میں۔ راتوں کی نیندیں اڑ جاتی ہیں جب سوچتی ہوں کہ آپ نجانے کون سے جنگل میں مارے مارے پھر رہے ہوں گے نجانے کون سے پہاڑ کی چوٹی پر آپ کا بسیرا ہو گا وہاں کا ماحول کیسا ہو گا..... کیا کر رہے ہوں گے وہاں آپ۔ یہ ساری باتیں مجھے تردد کا شکار رکھتی ہیں اور میں آپ کو نہیں بتا سکتی کہ زندگی کس قدر تنگ ہو جاتی ہے مجھ پر' اب آپ یہ بتایئے کہ کیا مجھ سے بہتر رازدار آپ کے لئے اور کوئی ہو سکتا ہے' کیا کوئی اور ایسی شخصیت ہے جو آپ کے راز کی حفاظت کر سکے۔ آخر وہ بچی کون تھی جس کی وجہ سے ہمارے دو بہترین ساتھی موت سے ہمکنار ہو گئے کون تھی وہ بچی' کیا راز ہے اس بچی کا" آپ سے کیا تعلق ہے اس کا؟ یہ ساری باتیں مجھے سکون سے جینے دیں گی! بتایئے کیا میری سوچوں میں یہ سب کچھ شامل نہیں ہو گا؟

کنور مہتاب علی کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئے پھر انہوں نے کہا۔

"دیکھو عالم آراء اگر میرے صرف یہ بتا دینے سے بات بن جاتی کہ وہ بچی کون تھی تو میں یقیناً" تمہیں اس کے بارے میں بتا دیتا۔ لیکن ادھوری بات بتا کر میں تمہارے ذہن کو مزید پراگندہ نہیں کرنا چاہتا..... بات مکمل ہو جانے دو' یہ حقیقت ہے کہ تم سے زیادہ اور کوئی میری قربت میں نہیں ہے۔ تمہیں سب سے پہلے اس کے بارے میں بتاؤں گا۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ میں ایک ناکردہ گناہ کا مجرم بن چکا ہوں۔ یہاں کے قانون کی

نگاہوں میں نہ سہی' لیکن...... لیکن کچھ ایسے لوگ ہیں جو مجھے بدترین مجرم سمجھتے ہیں اور یوں سمجھ لو میری زندگی کے دشمن ہیں..... اصل میں' میں ان کے علم میں اصل واقعہ لانا چاہتا ہوں کہ ہوا کیا تھا..... لیکن اس کے لئے بہت وقت درکار ہے مجھے۔ بس یہ تھوڑی سی الجھن ہے اسے سلجھ جانے دو۔ میں تمہارے ذہن سے تمام الجھنیں دور کرنے کی کوشش کروں گا یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔"

عالم آراء نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور آہستہ سے کہا۔

"کچھ نہیں اب وہ قیدی نہیں ہے بلکہ ہمارا ایک مہمان ہے۔ ویسے میں نے سنا ہے کہ تم نے اس کی اچھی خاصی مرمت کر ڈالی۔"

"وہ میرے ہاتھوں قتل بھی ہو سکتا تھا۔ اتنا ہی جنون سوار ہے مجھ پر آج کل۔"

"اب بھی؟" کنور مہتاب علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب سے آپ کی کیا مراد ہے۔ کیا آپ نے مجھے مطمئن کر دیا؟"

"خدا کی پناہ! یعنی..... یعنی اب بھی آپ غیر مطمئن ہیں؟"

کنور مہتاب علی نے شرارت بھری نگاہوں سے عالم آراء کو دیکھتے ہوئے کہا اور عالم آراء کنور مہتاب علی کی بات کا مطلب سمجھ کر شرما گئیں پھر آہستہ سے بولیں۔

"دیکھئے فضول باتوں سے گریز کیا کیجئے۔"

"کمال ہے! آپ نے تو فضول باتوں سے گریز نہیں کیا اور نہ ہی انہیں فضول قرار دیا؟"

"سمجھتی ہوں سب آپ کی چالیں۔ اب مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔"

"بخدا' ہم نے اپنے فرائض میں کبھی کوتاہی نہیں کی اور آپ فرائض کی ادائیگی کو بے وقوفی کہتی ہیں۔"

"پلیز چپ ہو جایئے' کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔ آپ تو ہمیشہ سنجیدہ گفتگو کیا کرتے تھے۔"

"بھئی کبھی کبھی غیر سنجیدگی میں جو لطف ملتا ہے وہ سنجیدگی میں نہیں ملتا خیر' آپ کہنے پر ہم خاموش ہو جاتے ہیں۔"

"تو اب پھر آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"عالم آراء تھوڑا وقت اور بس' یوں سمجھ لو پلکوں کی سوئیاں رہ گئی ہیں تھوڑا وقت اور گزر جانے دو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنی ایکٹیویٹیز کو ختم کرکے تمہارے سا اور بچیوں کے ساتھ زندگی بسر کروں گا۔"

خدارا غور کیجئے۔ واقعی اب انہیں آپ کی مکمل سرپرستی کی ضرورت ہے اس کوئی شک نہیں ہے کہ میری بچیاں انتہائی نفیس فطرت کی مالک ہیں ان سے کسی قسم غلط بات کی توقع میں کبھی نہیں رکھ سکتی۔ لیکن ماں سے زیادہ باپ کی حالات پر گہری ہوتی ہے' یہ ضروری ہے کہ ان کے لئے وہ آپ کی نگاہوں کے سائے میں رہیں۔

"تم بالکل بے فکر رہو۔ ویسے کل یہاں سے میرا نکل جانے کا پروگرام ہے۔ تمہ شاید اس بات پر یقین نہ آئے کہ میں نے جو تقریب منعقد کی ہے بڑا رسک لے کر ہے۔ مجھے ہر لمحہ یہی دھڑکا اور یہی خطرہ رہا کہ کہیں کچھ ہو نہ جائے۔ خدا کا شکر ہے کچھ نہ ہوا' لیکن پھر بھی میں تمہیں محتاط کرنا چاہتا ہوں۔ میرے اس طرح منظر عام آجانے سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جانا۔ بچیوں کو اب بھی اتنی ہی احتیاط کی ضرور ہے' ویسے دیوان سرکار سے میں نے بات بھی کرلی ہے اور مزید اس سے یہ کہہ کر جاؤں کہ میرے جانے کے بعد ایک لمحہ بھی غفلت نہ برتے اور شدید احتیاط کرے۔ پہرہ اتنا سخت ہونا چاہیے' کتوں کا گشت اسی انداز میں رہنا چاہیے کہیں بھی کوئی لغزش نہ ہو۔ اگ ہم سے لغزش نہ ہوئی تو جیت ہماری ہے اور اگر کہیں ہم کسی مشکل کا شکار ہو گئے تو یقین کرو حالات اس قدر خراب ہو جائیں گے کہ سنبھالے نہیں سنبھالے جاسکیں گے۔"

عالم آراء نے پرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ویسے تو نہیں' لیکن آپ کی کیفیت سے مجھے اس بات کا پورا پورا احساس ہو رہا ہے۔ تو کل آپ روانہ ہو رہے ہیں اور میں پھر وہی سوال کروں گی تہہ خانے میں

موجود شخص کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"وہ بھی میرے ساتھ جائے گا۔" کنور مہتاب علی نے کہا اور عالم آراء سنسنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

دوسرے دن کنور مہتاب علی نے معمول کے مطابق سب کے ساتھ ناشتہ کیا۔ روانگی کے لیے عالم آراء نے رات ہی کو تیاریاں کر دی تھیں ایک چھوٹے سے سوٹ کیس میں چند جوڑے کپڑے رکھے۔ فیروز کا مسئلہ بالکل ہی مختلف تھا اس کے بارے میں کسی سے خاص طور سے کوئی رابطہ نہیں کیا گیا تھا۔ دیوان سرکار کو آخری ہدایت دینے کے بعد کنور مہتاب علی نے عالم آراء سے رخصت لی۔ بچیوں کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فیروز کو ساتھ آنے کا اشارہ کرکے جیپ میں جابیٹھا۔ دیوان سرکار چار آدمیوں کے ساتھ مسلح کیفیت میں اس کے ہمراہ تھا۔ عالم آراء کوٹھی کے اوپری حصے میں کھڑی عجیب سی نگاہوں سے اپنے اس دیوانے شوہر کو دیکھ رہی تھی جس نے اپنی زندگی کے قیمتی ترین لمحات نجانے کہاں کہاں کن کن چکروں میں پڑ کر گزار دیئے تھے۔ جب جیپ نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو وہ ٹھنڈی سانس لے کر نیچے اتر آئی پھر اچانک ہی اسے کچھ خیال آیا اور اس نے دیوار پر آویزاں رائفل اٹھا کر اس کے چیمبر چیک کئے اور انہیں خالی پاکر ان میں کارتوس ڈال کر ہاتھوں میں سنبھالے ہوئے باہر نکل آئی۔ باہر کی فضا پرسکون تھی اور عالم آراء کی آنکھوں میں ایک عجیب سی سنجیدگی طاری تھی۔

خدا خدا کر کے گھر سے یہ بلائے جان نکلے تھے۔ سر ہدایت اللہ کی آمد ان کی موجودگی میں آمد ہی نہیں کہی جاسکتی تھی۔ ہر وقت ان کا نزول رہتا تھا اور سر ہدایت اللہ تو تھے ہی ہمیشہ کے مہمان نواز' مہمان آجائیں تو سارے گھر کو بھول جائیں' حالانکہ ہر وقت نظر رکھی جاتی تھی لیکن نجمہ پھوپھی ایسی گن کی پکی تھیں کہ ہزار نظر رکھی جائے جو کام کرنا ہو وہ ان کے لئے مشکل نہیں ہوتا وہ تو پھر بھی خدا کا شکر تھا کہ مہمان بھی آئے ہوئے تھے بلکہ اماں بی اور ناظمہ بیگم کے درمیان جب نجمہ پھوپھی کے اس تعاون پر گفتگو ہوتی تو یہی شکر ادا کیا جاتا کہ مہمان آئے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے نجمہ پھوپھی ابھی تک اپنے آپ پر قابو پائے ہوئے ہیں ورنہ حقیقی معنوں میں موت سے ہمکنار ہوں گی' وہ پھولے ہوئے پیٹ کی بنا پر۔

بہر حال مہمان چلے گئے تھے دونوں ساس بہو سر جوڑ کر بیٹھ گئیں اماں بی نے کہا۔

"اے ناظمہ' میری بچی! یہ بتاؤ کب تک اسی طرح سولی پر لٹکی رہو گی اور پھر بات بھی قاعدے کی ہے۔ بی بی' ناک چوٹی خطرے میں پڑ جائیں گی اگر ہدایت اللہ کو کسی اور ذریعے سے معلوم ہوگیا۔ لاکھ میری اولاد سہی' شریف زادہ ہے' تمہارا قصور نہیں سمجھے گا لیکن ہے تو باپ! مجھے بتاؤ آج نہیں تو کل منہ تو کالا ہونا ہے۔ پھر اسے چھپا کر کیوں اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال رہی ہو؟"

"اماں بی' میں نے تو کبھی آپ کے کسی حکم سے انحراف نہیں کیا ہے میں تو سمجھتی ہوں کہ آپ بڑی ہیں جو بھی آپ مشورہ دیں گی وہی صائب ہوگا۔ آپ مجھے بتایئے کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں؟"

"بھئی میرا خیال ہے اب یہ بات حلق سے نکال ہی دو پتہ نہیں ہدایت اللہ کا کیا ٹھکانہ' کسی اور جھگڑے میں پڑ جائیں مصیبت میں پڑے رہیں ہم۔"

"اور اگر بگڑ گئے تو....."

"خیر یہ تو ہے بگڑ تو جائیں گے۔"

"اللہ نہ کرے خون خرابہ نہ کر ڈالیں کہیں ایسے جوش میں نہ آئیں کہ بیٹی کو گولی ہی مار دیں۔"

"اللہ جو کرے گا اچھا ہی کرے گا ارے میں اپنی جیسی تو ساری کوشش کروں گی اسے سمجھانے کی۔ ماں ہوں اس کی' واسطے دوں گی اپنے دودھ کے' کہوں گی بیٹا اگر میرا دودھ پیا ہے تو ہوش و حواس قائم رکھنا جو کچھ کرنا ہے سوچ سمجھ کر کرنا اب یہ تو سر پر آپڑی ہے۔ اللہ کسی دشمن پر بھی نہ ڈالے' جانتی ہوں کہ عزت خطرے میں پڑ گئی ہے لیکن بیٹا انسانوں پر ہی مصیبتیں آتی ہیں۔ اللہ اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے سمجھاؤں گی' بوا' جو کچھ مجھ سے بن پڑا کہوں گی لیکن یہ بہت خطرناک ہوگا اگر بات بالکل ہی چھپائی جاتی رہے۔ جب یہ پتہ چلے گا اسے تو پھر وہ معاف کرنے کا نہیں۔"

"تو پھر اماں بی کیا کیا جائے؟"

"اے یہ دیکھو وہ آفت کی پر کالہ ہے یا نہیں۔"

"عرشی؟"

"ہاں اور کیا' وہی بوا وہی۔"

"دیکھتی ہوں اماں بی' ابھی تھوڑی دیر پہلے تو اپنے کمرے میں تیار ہو رہی تھی۔" ناظمہ بیگم نے کہا۔ کمرے سے باہر نکلی ہی تھیں کہ عرشی کو اپنے کمرے سے باہر نکل کر جاتے ہوئے دیکھا۔ بنی ٹھنی تیار تھی' کلیجہ جل کر خاک ہوگیا' کم بخت کے ماتھے پر ایک

شکن جو ہو، معمولات جوں کے توں، حالانکہ ایک جرم کر بیٹھی تھی لیکن اپنے قصور، قصور ماننے کے لیے تیار ہی نہیں تھی۔ بگاڑا ہوا ہدایت اللہ ہی نے تھا۔ اتنا اعتماد کرتے تھے بیٹی پر کہ قسمیں کھاتے تھے کہ وہ بیٹی نہیں بیٹا ہے۔ ساری کسرپوری کر دی ہے اس نے، خوب کسرپوری کی تھی۔ دل میں تو آتا تھا کہ خوب جلی کٹی سنائیں، لیکن شوہر کے سامنے ہمیشہ کی دبی دبی رہی تھیں۔ دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ اماں بی کو آکر بتایا کہ ابھی ابھی نکلی ہے۔"

ناظمہ بیگم نے کھڑکی سے دیکھا۔ عرشی اپنی کار میں بیٹھ رہی تھی۔ کار اسٹارٹ ہوئی اور اس کے بعد کوٹھی سے باہر نکل گئی۔ ناظمہ بیگم نے اماں بی کو رپورٹ دی کہ طوفان گھر سے باہر نکل گیا ہے، اماں بی نے کہا۔

"اے بوا، طوفان تو ابھی گھر میں ہی ہے۔ چلو اللہ کا نام لے کر، کچھ پڑھتی ہوئی اور پھونکتی ہوئی چلنا، آج نجانے کیا ہو جائے۔ اللہ بہتری کرے۔" اماں بی اور ناظمہ بیگم ہانپتی کانپتی کمرے سے باہر نکلیں اور سرہدایت اللہ کے کمرے کی جانب چل پڑیں۔ درحقیقت ان کے پاؤں بری طرح لرز رہے تھے۔ حالانکہ اماں بی ہدایت اللہ کی والدہ تھیں لیکن اس وقت جس صورت حال کا اظہار کرنے جارہی تھیں اس کے نتائج کا انہیں پورا پورا اندازہ تھا۔

پتہ وغیرہ سب معلوم کرلیا تھا اس نے لیکن ہمت نہیں پڑ رہی تھی، رات بھر سوچتی رہی تھی بہت کچھ سمجھایا تھا اپنے آپ کو، پہلے تو غصہ آتا رہا تھا اس بات پر کہ اسے بلاوجہ غصہ دلا کر اس حد تک پہنچا دیا کہ وہ اسے سسپینڈ کرانے پر مجبور ہوگئی لیکن اب نجانے کیوں افسوس ہو رہا ہے۔ نوکری چلی گئی بیچارے کی، پتہ نہیں کتنا ضرورت مند تھا اس نوکری کا۔ پتہ نہیں کیا چکر ہے، ویسے غیور آدمی معلوم ہوتا ہے۔ سسپینڈ ہونے کے بعد استعفیٰ ہی دے ڈالا مگر میں کہوں گی کیا اس سے "کیا معافی مانگوں گی، خواہ مخواہ بانس پر چڑھ جائے گا پتہ نہیں کیا الٹی سیدھی کہہ ڈالے کیا کرنا چاہیے۔ بہت کچھ غور کرتی رہی تھی اور اس کے بعد سوچا تھا کہ اب جو کچھ بھی ہو بھگتنا پڑے گا۔ جاکر اس سے کہے گی کہ مذاق ہی مذاق میں بات یہاں تک پہنچ گئی نہ وہ اس کے ساتھ یہ سلوک کرتا اور نہ بات یہاں تک پہنچتی۔ پھر وہ اسے پیشکش کرے گی کہ وہ فکر نہ کرے وہ اس کی نوکری بحال کرادے گی، بس ذرا انکل انصاری سے بات کرنا ہوگی۔ پہلے تو ڈیڈی سے کہلوایا ہے میں نے، لیکن انکل خود میری بھی تو مان لیں گے ان سے کہوں گی کہ انکل بس اتنی سزا کافی ہے اس کے لیے آپ اس کی معطلی کے احکامات واپس لے لیجیے زیادہ سے زیادہ کچھ برا بھلا کہہ لیں گے مجھے لیکن اس بیچارے کی نوکری تو بچ جائے گی۔ مجھے اتنی امید نہیں تھی کہ وہ بات اس حد تک پہنچ جائے گی اچھا آدمی ہے۔ دیکھنے میں بھی پیارا لگتا ہے۔ بہرحال

نجانے کتنی کشمکش کا شکار ہونے کے بعد آخری فیصلہ یہی کیا تھا کہ اب جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا' اس سے ملاقات کر لینی چاہیے اسی خیال کے تحت تیار ہو کر گھر سے باہر نکلی تھی۔ جو پتہ تھانے سے معلوم ہوا تھا وہ ایک شاندار علاقے کا تھا اسے اس علاقے کے بارے میں معلومات حاصل تھی۔ اب دیکھو' پولیس آفیسر ہے زیادہ سے زیادہ تھانہ انچارج ہے لیکن کیا عیش ہیں۔ کیا شاندار علاقے میں رہتا ہے۔ پولیس کے سارے افسر اسی طرح عیش کرتے ہیں' اسے پولیس کے بارے میں بھی اچھا خاصا تجربہ تھا' اپنے تجربات میں اس نے پولیس کو بھی شامل حال رکھا تھا اور اس کے بہت سے گر جانتی تھی۔ کوٹھی سے کافی دور نکل آئی لیکن اس جیپ سے بے خبر جو اس کے تعاقب میں آ رہی تھی کئی سڑکوں اور گلیوں سے نکلنے کے بعد بالآخر وہ ایک سنسان راستے پر پہنچی' چوراہا عبور کیا اور اسی وقت جیپ کی رفتار اچانک تیز ہوگئی۔ وہ زناٹے کے ساتھ اس کے برابر سے نکلی اور آگے جا کر کھڑی ہوگئی۔ عرشی ہدایت اللہ کو کار کے پورے بریک دبانے پڑے تھے ورنہ جس رفتار سے وہ جا رہی تھی اس رفتار سے اچانک راستہ روک دینے والی جیپ سے ٹکرا ہی جاتی۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے جیپ میں بیٹھے ہوئے افراد کو دیکھا اور پھر اسے اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آیا۔ وہ سامنے ہی بیٹھا ہوا تھا۔ پولیس کی وردی میں ملبوس! تین سپاہی عقب میں تھے ڈرائیونگ وہ خود ہی کر رہا تھا۔ اس کی نگاہیں عرشی پر جمی ہوئی تھیں۔ عرشی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی پھر اچانک ہی اس نے کلچ پر سے پاؤں ہٹا لیا ایکسیلیٹر پر سے پاؤں پہلے ہی ہٹایا جا چکا تھا کار ایک جھٹکے کے ساتھ بند ہوگئی۔ وہ اپنی جیپ سے نیچے اتر رہا تھا پھر وہ عرشی ہدایت اللہ کے قریب پہنچا اور اس نے کرخت لہجے میں کہا۔

"نیچے اترو۔"

"مم..... میں وہ..... میں تو آپ آپ....."

"نیچے اترو' کیا تم بہری ہو؟" وہ غرائی ہوئی آواز میں بولا اور عرشی ہدایت اللہ بوکھلائے ہوئے انداز میں نیچے اتر آئی۔

"چلو۔" اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ڈنڈے سے عرشی کی کمر پر ہلکا سا دباؤ ڈالتے

ہوئے کہا۔

"وہ بب..... بات تو سنئے مم..... میں تو آپ آپ....."

"چلو۔" ورنہ میں بہت سختی سے پیش آؤں گا' اور ریاض تم یوں کرو ان کی کار لے کر جیپ کے پیچھے پیچھے تھانے چلے آؤ' چلئے' جیپ میں چڑھئے۔

"بب..... بات تو سنئے' آپ کو' آپ کو' آپ سمجھنے کی کوشش....."

"میڈم میں آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں بھی ڈال سکتا ہوں' کہیں تو یہ کر کے دکھاؤں۔"

"وہ تو' وہ تو' وہ تو' اف....." اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا اور سیٹ سے ٹک گئی وہ جیپ کے اسٹیرنگ پر آ بیٹھا' گیئر ڈالا اور اتنے تیز جھٹکے کے ساتھ جیپ آگے بڑھائی کہ وہ بری طرح اگلی سیٹ سے جا ٹکرائی پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے سیٹ پکڑ لی تھی۔ وہ جیپ اسی رفتار سے دوڑتا رہا تھا۔ عرشی پر کچھ دیر کے لئے بد حواسی سی طاری رہی اور پھر اس کے اندر وہی فطرت عود کر آئی جو اس پر جنون طاری کر دیتی تھی' اسے شدید غصہ آنے لگا۔ اس نے سختی سے دانت بھینچ لئے اور پھر تھانے کی عمارت تک وہ خاموش ہی بیٹھی رہی تھی۔ تھانے میں پہنچنے کے بعد اس نے عرشی سے نیچے اترنے کے لیے کہا اور وہ نیچے اتر گئی۔ اس نے نادر شاہ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تم نے سسپینڈ ہونے کے باوجود وردی پہنی ہوئی ہے اور اس طرح مجھے گرفتار کیا ہے' اس کا نتیجہ جانتے ہو؟"

"آگے بڑھو۔" نادر شاہ غرائے ہوئے لہجے میں بولا اور وہ آگے بڑھ گئی۔ نادر شاہ اسے اسی طرح آگے دھکیلتا ہوا لاک اپ تک لایا' سپاہی سامنے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے سپاہی سے تالا کھولنے کے لیے کہا تو وہ بوکھلا کر بولی۔

"کک..... کیا تم مجھے لاک اپ میں بند کرو گے؟"

"بعد میں تم مجھے سولی پر چڑھوا دینا۔ کیا سمجھیں مس عرشی ہدایت اللہ! بہت بڑے باپ کی بیٹی ہونا تم' لاک اپ کا مزہ چکھو اور اس کے بعد کوشش کرنا کہ اپنے باپ کی مدد

سے میرے لیے کوئی اور راستہ اختیار کرسکو۔" اس نے عرشی کے بازو پر ہاتھ رکھ اور اسے لاک اپ میں دھکا دے دیا۔ عرشی کی آنکھوں میں غصے کی شدت سے آنسو آگئے تھے اس نے لاک اپ کی سلاخیں پکڑتے ہوئے کہا۔

"درحقیقت تم اسی قابل ہو کہ تمہیں پھانسی کی سزا دلوائی جائے۔ میں نے' میں نے غلط سوچا تھا تمہارے بارے میں' غلط سوچا تھا میں نے تمہارے بارے میں......"

"شٹ اپ!" نادر شاہ بپھرے ہوئے لہجے میں بولا اور وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔
عرشی کی سمجھ میں اب کچھ نہیں آرہا تھا اب تک وہ نادر شاہ کے لیے دل میں ایک در محسوس کرتی رہی تھی لیکن اب وہ یہ سوچ رہی تھی کہ وہ احمق ہے' بالکل ہی بے وقوف۔ لیکن اس شخص نے' اس شخص نے دوبارہ وردی کیسے پہن لی؟ یہ تو جرم ہے انکل انصاری نے غلط تو نہیں کہا تھا اور پھر صائمہ نے بھی یہی بتایا تھا بعد میں اسے خبر ملی تھی کہ اس نے استعفیٰ بھی دے دیا اور پھر اس وقت جب وہ تھانے آئی تھی تو اس کا اسسٹنٹ تھانہ انچارج بنا ہوا تھا کیا ہے یہ سب کچھ' کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ پھر اچانک اسے احساس ہوا کہ وہ لاک اپ میں بند ہے اور آنے جانے والے سپاہی اسے ایک قیدی کی حیثیت سے دیکھ رہے ہیں۔ وہ شدید غصے کے عالم میں بڑبڑانے لگی۔ بہت دیر تک اس پر یہ کیفیت طاری رہی پھر اس نے کچھ فاصلے پر کھڑے ہوئے سپاہی کو آواز دے کر قریب بلایا اور سپاہی اس کے قریب پہنچ گیا۔

"جی میڈم۔"

"اپنے انچارج سے کہو کہ میں ایک فون کرنا چاہتی ہوں۔"

"میڈم! انچارج صاحب کہیں چلے گئے ہیں۔"

"تو کون ہے' کیا سب مرگئے؟"

"نہیں سب زندہ ہیں میڈم' آپ فرمایئے اور کسی سے کوئی کام ہے؟"

"اس وقت انچارج کون ہے؟"

"انچارج تو انچارج صاحب ہے میرا مطلب ہے نادر شاہ صاحب' لیکن ایس آئی

شہزاد صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"بلاؤ' انہیں' فوراً بلاؤ' جاؤ....." وہ غرائی اور سپاہی مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ایس آئی شہزاد نے لاک اپ کے سامنے پہنچنے میں وقت نہیں لگایا تھا۔ اس کا چہرہ بھی لٹکا ہوا تھا۔

"جی بی بی صاحبہ۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"جی شہزاد۔"

"یہ سب کیا ہوا ہے؟" نادر شاہ کو تو سسپینڈ کر دیا گیا تھا۔ میرے کہنے پر' بعد میں وہ بحال کیسے ہوگیا؟"

"ہمیں کیا معلوم میڈم' آپ بڑے لوگوں کے کھیل بڑے ہی ہوتے ہیں' آپ نے اپنی طاقت لگا کر نادر شاہ صاحب کو سسپینڈ کرادیا' انہوں نے اپنی طاقت لگا کر اپنے آپ کو بحال کرالیا' آپ نے شاید پہلے معلومات نہیں حاصل کی تھیں ان کے بارے میں' ہم ہی سے پتہ پوچھنے کے بعد آپ کو پتہ چلا ہوگا۔"

"کیسی معلومات؟"

"آپ نہیں جانتیں نادر شاہ صاحب کون ہیں؟"

"کون ہے' وہ کیا ہے' بتاؤ مجھے کون ہے؟"

"محمد شاہ صاحب کا نام سنا ہے؟"

"محمد شاہ رنگیلا کی بات کر رہے ہو' وہ تاجدار دلی تھا"

"جی نہیں' میں ان محمد شاہ صاحب کی بات کر رہا ہوں جو سرحد کے بہت بڑے زمیندار ہیں اور یہاں ان کی عالی شان کوٹھی ہے جس کا آپ پتہ پوچھ کر گئی تھیں۔"

"تو پھر۔"

"نادر شاہ صاحب انہی محمد شاہ صاحب کے بیٹے ہیں۔ وہ تو اصل میں آپ خفیہ طور پر چیک لگا گئیں' آئی جی صاحب کو جب پتہ چلا ہوگا کہ نادر شاہ صاحب کس کی اولاد ہیں تو

انہوں نے فوراً" ہی اپنے احکامات واپس لے لئے۔ بہرحال میڈم‘ ساری باتیں اپنی جگہ ہمارے سہرے کے پھول نہ کھل سکے.....“

”کیا مطلب؟“

”اجی! چھوڑیئے بس کیا بتائیں آپ کو‘ آپ نے خوش کر دیا تھا‘ لیکن اس تھانے کو اب خوشیاں راس نہیں آتیں۔“

”کیا کہہ رہے ہو تم‘ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا؟“

”میڈم یہ جو خان صاحب ہیں نا‘ میرا مطلب ہے نادر خان صاحب‘ آپ شاہ کے بجائے انہیں خان کہیں تو زیادہ اچھا ہے۔ یہ خان صاحب بڑے اللہ والے ہیں‘ نہ خود کھاتے ہیں نہ کسی کو کھانے دیتے ہیں‘ جب سے اس تھانے پر ڈیوٹی لگی ہے ان کی‘ سمجھ لیں ہمارے گھروں کے چولھے بجھ گئے ہیں۔ آپ نے کچھ امید بندھا دی تھی۔ مگر آپ بھی پھسپھی نکلیں۔“

”گویا یہ رشوت وغیرہ نہیں لیتے“

”اجی خود لیں یا نہیں لیں‘ کسی کو لینے بھی نہیں دیتے۔“

”خیر یہ تو اچھی بات ہے۔“

”بڑے آدمی کی باتیں کر رہی ہیں آپ‘ کبھی ہمارے گھروں میں بھی جھانک کر دیکھئے۔“

”خیر‘ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے‘ میں ایک فون کرنا چاہتی ہیں“

”اجازت نہیں ہے‘ اجازت ہوتی تو ہم بھلا آپ جیسی بڑی بی بی کو منع کر سکتے تھے؟“

”تو وہ کب آئے گا آخر؟“

”اللہ ہی لائے گا بی بی جی‘ اب ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟“ ایس آئی شہزاد نے مردہ سے لہجے میں کہا۔

”نادر شاہ شام کو تقریباً ساڑھے پانچ بجے لوٹا تھا۔ ضروریات سے فارغ ہونے کے

بعد اس نے لاک اپ کے سامنے کھڑے ہو کر مسکراتی نگاہوں سے عرشی ہدایت اللہ کو دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ عرشی خاموش کھڑی ہوئی تھی۔“

”مس عرشی ہدایت اللہ‘ کہئے آپ کے کیسے مزاج ہیں؟“

”مزاج تو میرے ٹھیک ہیں نادر شاہ صاحب‘ لیکن آپ نے دشمنی کی جو بنیاد ڈال لی ہے میرا خیال اب اسے لمبے عرصے چلانا ہوگا۔“

”نہیں مس عرشی ہدایت اللہ‘ آپ مجھے اس پائے کی خاتون نظر نہیں آتیں کہ آپ سے لمبے عرصے کے لیے دشمنی کی جائے‘ ویسے بھی سچ بتاؤں آپ کو‘ آپ سے دشمنی کرنے کو میرا دل ہی نہیں چاہتا تھا‘ ورنہ دشمنی تو میں کر سکتا تھا۔ بات صرف اتنی سی تھی کہ اگر آپ مجھے بتا دیتیں کہ مہتاب پور ہاؤس میں جو قتل ہوئے تھے ان کی اطلاع آپ کو کیسے مل گئی تھی‘ یہ تو میں جانتا ہوں کہ وہ قتل آپ نے نہیں کئے ہوں گے لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ اطلاع آپ ہی نے مجھے دی تھی۔ میں آوازوں کی شناخت میں کبھی دھوکہ نہیں کھاتا۔ اس کے بعد آپ مجھے انتہائی پراسرار حالات میں ایک بھکارن کے روپ میں اس سڑک پر ملیں وہاں بھی آپ نے مجھے جل دے کر نکلنے کی کوشش کی‘ لیکن آپ یقین کیجئے میں نے وہاں بھی آپ کو صرف آپ کی آواز سے پہچانا تھا بعد میں آپ کا فیچر بھکاریوں کے بارے میں چھپا اور مجھے تصدیق ہوگئی کہ دونوں بار میں نے جس آواز کو شناخت کیا تھا وہ آپ ہی کی تھی۔ اگر آپ میری مدد کر دیتیں تو میرے خیال میں بہتر ہوتا۔ آپ مجرم تو ہیں نہیں۔ آپ کا خاندانی پس منظر‘ آپ کی اپنی حیثیت اس بات کی دعوے دار ہے کہ آپ بذات خود کوئی بری انسان نہیں ہیں۔ لیکن پولیس کی مدد ہو جاتی۔ آپ نے یہ سب کچھ نہ کیا بلکہ خواہ مخواہ میرے خلاف کمربستہ ہوگئیں مجھے سسپنڈ کرا دیا آپ نے۔ بات یہ ہے میڈم کہ ہم پٹھان ہیں ایک بار جس چیز کو تھوک دیتے ہیں اس کو چاٹتے نہیں ہیں۔ میں استعفیٰ دے چکا تھا لیکن میری آرزو تھی کہ ایک بار وردی پہننے کے بعد آپ کو لاک اپ لے کر آؤں اور یہاں بند کردوں بس اتنا سا شوق تھا مجھے جو میں نے پورا کر لیا ہے اور اب آپ نکل سکتی ہیں‘ لیکن آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میں نے اپنا

استعفیٰ واپس نہیں لیا ہے۔ اب آج اپنے اس شوق کی تکمیل کرنے کے بعد میں حتمی طور پر اپنی اس ملازمت سے استعفیٰ دے دوں گا۔ آپ گھر واپس جائیں گی زیادہ سے زیادہ یہی کریں گی کہ آئی جی صاحب سے یا ہوم سیکریٹری صاحب سے میری شکایت کریں گی۔ بہرحال یہ پولیس کے فرائض میں سے ہے کہ کسی مشکوک شخص کو تھانے تک لے آئے مجھ پر زیادہ سے زیادہ اتنا ہی عتاب نازل ہو سکتا ہے کہ مجھے سسپینڈ کرنے کے احکامات جاری کر دیئے جائیں لیکن اس سے پہلے میں اپنے استعفیٰ کی تصدیق کردوں گا اور کہوں گا کہ اب وہ استعفیٰ کبھی واپس نہیں لیا جائے گا باقی باتیں اس کے بعد آتی ہیں مس عرشی ہدایت اللہ' یعنی پھر اگر میری اور آپ کی ذاتی دشمنی چلتی ہے تو بخدا' ہم تو دشمنی کے شوقین ہیں اور جس طرح لوگ دوستیاں نبھاتے ہیں اسی طرح ہم سرحد کے رہنے والے دشمنی بھی نبھاتے ہیں۔ ایک دلیر دشمن کی حیثیت سے میں آپ کو ہمیشہ خوش آمدید کہوں گا......!!!"

عرشی ہدایت اللہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے نادر شاہ کو دیکھتی رہی تھی' نجانے کیوں اس وقت اسے یہ مستانہ دیوانہ بڑا عجیب لگا کیسی انوکھی باتیں کر رہا ہے کتنی پر لطف اور دلکش' اور باتیں کرتے ہوئے اس کے چہرے پر جو تمتماہٹ ہے وہ اس کے مردانہ حسن میں اضافہ کر رہی ہے۔ وہ اسے گھورتی رہی' پھر گھورتے گھورتے مسکرا دی اور بولی۔

"کھسکے ہوئے ہو۔ سچ مچ کھسکے ہوئے ہو' اب یہ بتاؤ مجھے کب تک اس لاک اپ میں رہنا پڑے گا۔"

"سوری میڈم' بس اتنا کافی ہے۔ کئی گھنٹے گزار لئے ہیں آپ نے اور لازمی امر ہے کہ بھوکی پیاسی بھی ہوں گی۔ بہرحال یہ آپ کی کار کی چابی' سنتری دروازہ کھول دو۔"

"سپاہی نے لاک اپ کا دروازہ کھولا اور عرشی ہدایت اللہ باہر نکل آئی' لیکن سچ مچ ہی پاگل تھی۔ دن بھر جس عالم میں گزارا تھا نجانے کیا کیا' منصوبے بناتی رہی تھی لیکن اس وقت سارے منصوبے صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ گئے تھے۔ نادر شاہ کے ہاتھ سے چابی لی اور بولی۔"

"شکریہ نادر شاہ صاحب' لیکن ایک درخواست کروں آپ سے' مان لیں گے۔"

"آپ درخواست کریجئے' ماننے یا نہ ماننے کی بات میں بتادوں گا۔"

"استعفیٰ نہ دیجئے' پلیز میں وعدہ کرتی ہوں کہ یہ چند گھنٹے جن میں آپ نے مجھے اس لاک اپ میں قید رکھا ہے اپنے رجسٹر سے خارج کردوں گی۔ آپ چاہیں تو اپنے اس کارنامے کی تشہیر کریں میں تردید نہیں کروں گی' لیکن میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ بذات خود اپنی زبان سے آپ کے اس عمل کے بارے میں کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہوں گی۔ اس لیے نہیں کہ اس میں میری سبکی ہوگی بلکہ صرف اس لیے کہ میں سچ مچ آپ کی دشمنی سے ڈر گئی ہوں اور آپ سے دشمنی نہیں چاہتی....."

"اس نے رخ بدل لیا۔ تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی اپنی کار کے قریب پہنچی' کار اسٹارٹ کی اور تھانے کی عمارت سے باہر نکل آئی۔"

ہدایت اللہ نے ماں اور بیوی کو دیکھا اور مسکرانے لگا پھر اس نے کہا۔ ”مجھے تو حیرت تھی کہ اب تک مجھے معافی کیوں ملی ہوئی ہے میری گوشمالی تو مہمانوں کے جاتے ہی شروع ہو جانی چاہیے تھی۔“

اماں بی نے کہا۔ ”یہ حقیقت ہے ہدایت اللہ، تم نے ہم عورتوں کو بڑی آزمائش میں ڈالا ہوا ہے۔“

”آزمائش میں؟“

”تو اور کیا جو گھر مرد کی سرپرستی سے خالی ہو وہاں جو کچھ بھی نہ ہو جائے کم ہے۔“

”نہیں اماں بی، سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میری ماں ہیں اس گھر میں، ناظمہ ہیں، بڑا اعتماد ہے مجھے آپ دونوں پر۔ بالکل پرواہ نہیں ہوتی مجھے۔“

”اس کے باوجود ہدایت اللہ، مرد کی نگاہ گھر سے باہر ہوتی ہے۔ ہم چہار دیواری کے اندر ہی رہیں گے نا، باہر کیا ہوتا ہے وہ تو نہیں جان سکتے ہم۔“

”باہر کیا ہوتا ہے اماں بی وہ آپ کو جاننے کی کیا ضرورت ہے۔“ ہدایات اللہ نے کہا۔

”تم سمجھتے کیوں نہیں ہو ہدایت اللہ۔ بہت ہو گیا، ہم لوگ گھر کی مکمل ذمہ داری نہیں سنبھال سکتے، بیٹی جوان ہو گئی ہے کبھی تمہیں اس کا بھی خیال آیا؟“

”عرشی کی بات کر رہی ہیں آپ؟“

”اور کتنی بیٹیاں ہیں تمہاری؟“

”مگر اماں بی اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ اس کی کیا عمر ہو گئی ہے!؟“

”فرق پڑتا ہے ہدایت اللہ..... ماں کی نگاہیں بے شک بیٹی پر ہوتی ہیں لیکن ایک ایسی آزاد اور ماڈرن لڑکی کے لیے جو آزادانہ گھر سے باہر نکلتی ہو باپ کی نگاہوں کا محتاط ہونا ضروری ہوتا ہے تم نے اس طرف سے بالکل پہلو تہی کی ہے۔“

”مگر اماں بی، عرشی کے بارے میں تو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ کس قسم کی لڑکی ہے آپ لوگ اسے لڑکی کہہ لیں۔ لیکن میں ہمیشہ سے اپنا بیٹا سمجھتا رہا ہوں۔“

”بعض اوقات ہدایت اللہ وہ سب کچھ ہو جاتا ہے جو انسانوں کے خواب وخیال میں بھی نہ ہو۔“

”ہو جاتا ہو گا اماں بی..... لیکن آپ میرے اعتماد کو کیوں متزلزل کرنا چاہتی ہیں، مجھے اپنے گھر پر جو اعتماد ہے خدا کے فضل و کرم سے وہ ہمیشہ قائم رہے گا۔“

”ہدایت اللہ، بہت معصوم ہو تم۔ ان حقیقتوں سے نگاہیں کیوں چراتے ہو، جن کا تعلق زندگی سے ہے۔ نوجوانی میں نجانے کیا کیا لغزشیں ہو جاتی ہیں انسان سے اور سچی بات یہ ہے کہ اگر انہیں سنبھالنے والا کوئی نہ ہو تب بڑے بڑے حادثے جنم لیتے ہیں۔“

”اماں بی آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔“ ہدایت اللہ الجھے ہوئے لہجے میں بولا۔

”اور میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا کہ میں تمہیں اس واقعے کے بارے میں کیسے بتاؤں جو اس گھر میں رونما ہو چکا ہے۔“

”کیا کہہ رہی ہیں آپ اماں بی.....“

”ہاں ہدایات اللہ، ہم لوگ ایک ایسے حادثے سے دو چار ہو چکے ہیں کہ تصور کر کے جی پھٹتا ہے۔ لیکن..... لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ کسے قصوروار قرار دیں۔ اپنے آپ کو، یا تمہیں، یا ماحول کو، یا عرشی کی ناسمجھی کو، ہدایت اللہ، یہ لمحات ہم پر جس طرح

قیامت بن کر ٹوٹے ہیں تم اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"ہدایت اللہ واقعی بے چین ہو گیا۔ اس نے اماں بی اور ناظمہ بیگم کو دیکھتے ہوئے کہا۔"

"اس کا مطلب ہے آپ لوگ اپنے سینوں میں کچھ دبائے ہوئے ہیں؟"

"سینہ پھٹ گیا ہے ہمارا۔ جو کچھ ہم نے سنبھال کر رکھا ہے۔ تم آئے تو تمہارے ساتھ وہ تین مہمان بھی چلے آئے' مزید برداشت کرنا پڑا۔ سولی پر لٹکے ہوئے ہیں ہم ہدایت اللہ....."

"خدا خیر کرے' اماں بی.....ناظمہ بتاؤ بھئی کیا ہوا' کیا ہو گیا.....کیا واقعہ ہے....."

ہدایت اللہ واقعی بے حد مضطرب نظر آنے لگا تھا۔ لیکن ناظمہ بیگم نے کوئی جواب نہیں دیا اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور ہدایت اللہ بے چین ہو کر ماں کے پاس پہنچ گیا۔

"اماں بی' بتائیے کیا ہوا ہے' کیا بات ہے؟"

"بیٹے جو ہوا ہے بڑے صبرو سکون سے اسے برداشت کرنا پڑے گا۔ حوصلہ رکھ کر سنو میرے بچے عرشی سے لغزش ہو گئی ہے....."

"عرشی سے.....؟"

"ہاں۔"

"کیا لغزش ہو گئی ہے اس سے؟"

"زبان کھلتی نہیں ہے ہدایت اللہ' کیسے کہوں' کیا کہوں اور کیا نہ کہوں....."

"اماں بی دیکھئے' یہ آپ زیادتی کر رہی ہیں میرے ساتھ۔ کیا اس وقت آپ پر لازم نہیں ہے کہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر مجھے وہ تمام بات بتا دیں جس کے لیے آپ نے اتنی تمہید باندھی ہے۔"

"ارے ناظمہ تم بتاؤ بھئی' میرے لیے تو مشکل ہو رہی ہے۔"

"اماں بی آپ آپ....." ناظمہ لرز کر بولی۔

تب اماں بی نے کہا۔

"عرشی نے شادی کر لی ہے۔"

"کیا؟"

"عرشی نے شادی کر لی ہے جاوید نامی کسی نوجوان سے اور شادی کو بھی کافی عرصہ ہو گیا۔ ہم سے چھپائے رہی یہاں تک کہ ایک بچی کی ماں بن گئی اور بچی بھی اچھی خاصی بڑی ہو گئی ہے۔ اس کے بعد ہم پر یہ دلدوز انکشاف ہوا۔ اور.....اور..... تم خود سوچو ہدایت اللہ کہ کیا ہو گیا ہو گا.....اور پھر جانتے ہو اس کے آگے کیا ہوا۔ وہ کمینہ ذلیل جس نے اس معصوم بچی کو ورغلا کر برائی کے راستے پر لگایا' اسے چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس نے دغا دی ہے عرشی کو..... اور معصوم عرشی اس کی سازشوں کا شکار ہو گئی۔ بھاگ گیا وہ کمینہ اور اس کا کوئی پتہ نہیں چل رہا۔ عرشی بچی کی ماں بن چکی ہے بڑی مشکل سے اس نے ہم پر یہ انکشاف کیا۔ تم..... تم سوچ بھی نہیں سکتے ہدایت اللہ کہ ہم لوگوں پر کیا گزری ہے؟"

"عرشی نے شادی کر لی..... وہ ایک بچی کی ماں ہے.....اس کا شوہر اسے چھوڑ کر بھاگ گیا....." ہدایت اللہ نے زیر لب کہا اور اس کے بعد اچانک ہی اس کا گھن گرج قہقہہ فضا میں گونج اٹھا۔ ناظمہ بیگم اور اماں بی چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔ ہدایت اللہ قہقہے پر قہقہے لگا رہا تھا اور وہ دونوں پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ اماں نے ناظمہ بیگم سے آہستہ سے کہا۔

"لو بی بی' یہ اور کچھ ہو گیا' برداشت نہیں کر سکا وہ..... ذہنی صدمہ برداشت نہیں کر سکا۔ ہائے میرا بچہ! بدنامی کے غم نے میرے بچے کے ہوش اڑا دیئے۔ ہائے میرے لعل.....!" اماں بی بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھیں اور ہدایت اللہ کے قریب پہنچ گئیں۔ ہدایت اللہ بدستور پیٹ پکڑ پکڑ کر ہنس رہا تھا۔ اماں بی نے کہا۔

"ہدایت! میرے بچے' میرے لعل..... خود کو سنبھال.....یہ کیوں ہنسے جا رہا ہے؟"

"اماں بی خدا سمجھے' خدا سمجھے اس سے۔" ہدایت اللہ نے قہقہے لگاتے ہوئے کہا۔

"کس سے بیٹا' کس سے؟ ارے چپ تو ہو۔ ناظمہ بیگم پانی تو منگوا ایک گلاس....."

"بیٹھ جائیے' بیٹھ جائیے۔ آپ کو یہ تمام اطلاعات کہاں سے ملی ہیں اماں بی؟"

"ہیں..... بیٹا تو ٹھیک تو ہے؟"

"جی ہاں پاگل ہو گیا ہوں۔ آپ یہ بتائیے آپ کو یہ اطلاع کہاں سے ملی؟"

"اے اطلاع کہاں سے ملنے کی بات کر رہا ہے تو..... عرشی نے خود بتایا ہے اور..... اور بچی کو بھی اب وہ یہیں لے آئی ہے کہاں رکھتی' کم بخت جاوید تو اسے چھوڑ چھاڑ کر بھاگ گیا۔ کس فلیٹ میں چکر چلایا ہوا تھا ان دونوں نے۔ اب وہ فلیٹ ہی خالی کر گیا ہے جاوید....."

"بچی کہاں ہے؟"

"ارے بیٹا بس کیا بتائیں' ان حالات کے تحت ہم اس کی تشہیر تو کر نہیں سکتے تھے۔ خدا بھلا کرے نجمہ کا' ارے برے وقت میں اپنے ہی کام آتے ہیں' کلیجے سے لگا کر ملازموں کے کوارٹر میں جا بیٹھی ہے۔ دنیا بھر سے چھپائے ہوئے ہے' اور بچی کے ساتھ دن رات رہتی ہے' بس اسی کے ساتھ گزارا ہو رہا ہے۔"

"عرشی کہاں ہے اس وقت؟"

"گئی ہے کہیں۔ وہ کہیں سنتی ہے کسی کی' ارے بے لگام گھوڑا ہے وہ تو۔ اتنے بڑے بڑے گل کھلا بیٹھی ہے مگر کیا مجال جو پیشانی پر شکن بھی ہو' ایسے ہی دندناتی پھرتی ہے' اخباروں کے لیے مضمون لکھتی ہے دوستوں میں گھومتی پھرتی ہے' گاڑی دی ہوئی ہے تم نے بیٹا' بس وہ گاڑی ہے اور وہ ہے..... کسی کی سنتی ہے وہ کبھی۔"

ہدایت اللہ پھر ہنس پڑا تھا۔

"دیکھ ہدایت اللہ' ہمارا دماغ خراب ہو کر رہ گیا ہے اور تو ہنسے جا رہا ہے۔"

"اماں بی' کمال ہے اور ناظمہ بیگم آپ پر بھی کمال ہے۔ عرشی کے بارے میں ایسی باتیں سوچتی ہیں آپ؟"

"کیا مطلب ہے تیرا؟"

"وہ جس قسم کی لڑکی ہے اس کے بارے میں' مجھ سے زیادہ شاید آپ لوگ نہیں

جانتے اماں بی' عرشی لڑکی ہے ہی نہیں۔ بیٹا ہے وہ میرا اور میں نے جو کچھ کہا ہے اس پر مجھے اتنا اعتماد ہے کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتا۔"

"بیٹا اللہ تیرا اعتماد قائم کرے مگر یہ تو ہو چکا ہے اور جو ہو چکا ہے اسے تو کیسے نظر انداز کر سکتا ہے؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اماں۔ وہ بڑی چکر باز ہے' نجانے کیا چکر چلایا ہے اس نے' اور آپ اس کے چکر میں پھنس گئیں اچھا بتائیے مجھے' وہ لڑکی کہاں ہے؟ میرا مطلب ہے وہ بچی کہاں ہے؟"

"کہا نا' نجمہ کے پاس۔ ملازموں کے کوارٹر میں....."

"چلیے ذرا مجھے دکھائیے اسے۔" ہدایت اللہ نے کہا اور اماں بی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ناظمہ بیگم بھی بادل نخواستہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں اور اس کے بعد یہ تینوں ملازموں کے کوارٹر کی جانب چل پڑے۔

نجمہ پھوپھی بے چاری زندگی کے بد ترین دنوں سے گزر رہی تھیں جیسا کہ ان کے بارے میں بتایا جا چکا ہے کہ اگر ان کے پیٹ میں کوئی بات پھنس جائے تو صحت خراب ہو جایا کرتی تھی اور اس وقت بھی وہ خرابی صحت کا شکار تھیں۔ ہدایت اللہ ہی سے تو سب کچھ چھپانا تھا لیکن کوارٹر میں سب سے پہلے ہدایت اللہ ہی داخل ہوئے تھے۔ نجمہ بیگم بچی کو گود میں لئے بیٹھی ہوئی تھیں۔ ہدایت اللہ کو دیکھ کر اچھل پڑیں اور ان کا رنگ فق ہو گیا پھر ان کے پیچھے اماں بی اور ناظمہ بیگم کو دیکھا تو دل کو ڈھارس ہوئی۔ ہدایت اللہ مسکراتے ہوئے نجمہ بیگم کے پاس پہنچ گئے تھے۔

"یہی تو ہم نے سوچا کہ سب کی صورتیں نظر آ گئیں لیکن نجمہ بیگم کا کوئی پتہ نہیں چل سکا' افوہ' ماشاء اللہ' مبارک ہو نجمہ بیگم' مبارک ہو....." ہدایت اللہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور نجمہ بیگم پر غشی طاری ہونے لگی۔

"مم مجھے..... مجھے کیسی مبارک باد!"

"بھئی گود بھری ہوئی ہے ماشاء اللہ آپ کی' ذرا دیکھیں تو ہم بھی' آپ کی اس بچی

"کو ......!!!" ہدایت اللہ نے کہا اور جھک کر لڑکی کے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا۔ وہ تھوڑے سے کپڑے میں لپٹی ہوئی تھی۔ ہدایت اللہ نے بغور بچی کو دیکھا اور دفعتاً ہی اس کے چہرے پر سنجیدگی کے آثار پیدا ہوگئے۔ وہ کسی قدر متعجب نگاہوں سے بچی کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے چور نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور دوبارہ بچی کو دیکھنے لگا۔ ناظمہ بیگم اور اماں بی سکتے کے عالم میں ہدایت اللہ کو دیکھ رہی تھیں۔

ہدایت اللہ دیر تک بچی کا چہرہ دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر جو شوخی اب سے تھوڑی دیر پہلے تھی وہ اچانک ہی ختم ہوگئی تھی۔ پھر وہ چونکا اور اس نے چونک کر ناظمہ بیگم اور اماں بی کو دیکھا پھر آہستہ سے بولا۔

"یہ......یہ کون بچی ہے اماں بی؟"

"تمہیں بتایا نہیں میں نے! بے وقوف سمجھ رہے تھے ہمیں، مذاق کر رہے تھے ہم تم سے......"

"نن نہیں یہ بات نہیں ہے۔ بس وہ اف یہ تو واقعی بڑی عجیب بات ہے۔ بہت عجیب ہوا یہ سب کچھ......میں......میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا اماں جی کہ مجھے ایسے کسی حادثے سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"بیٹا دیکھو، جو ہو چکا ہے وہ تو ہو ہی چکا ہے مگر شاید تمہیں ہماری بات پر یقین نہیں آیا تھا۔"

"نہیں اماں بی، بس میں کیا بتاؤں بہت عجیب حالات کا شکار ہوگیا ہوں میں تو..یہ......یہ سب کچھ۔ یہ سب کچھ ......اف......" ہدایت اللہ نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑلیا۔ ان کی نگاہیں بچی پر جمی ہوئی تھیں۔ ناظمہ بیگم اور اماں بھی افسردہ ہوگئیں۔ اماں بی پھر بولیں۔

"ہدایت اللہ، میرے بیٹے، دیکھو تقدیر نے ہم پر یہ بوجھ ڈال دیا ہے اگر سوچ سمجھ کر قدم نہ اٹھایا اور جذباتی ہو کر کچھ کر بیٹھے تو دنیا بھر میں جگ ہنسائی ہوگی جو کچھ کرو غور کر کے کرنا، سمجھے! سوچ سمجھ کر کرنا ہدایت اللہ...... اللہ تمہیں سمجھ دے، سکون دے، اب

یہ وقت تو آن ہی پڑا ہے ہم۔"

"ہوں۔ اماں بی، آپ لوگ جائیے، آپ جائیں، چلئے میں بھی چلتا ہوں۔" ہدایت اللہ نے جیسے اپنا کوئی ارادہ بدل دیا ہو۔

ناظمہ بیگم اور اماں بی بادل نخواستہ واپسی کے لئے پلٹیں تو ہدایت اللہ نے نجمہ بیگم سے کہا۔

"نجمہ بیگم آپ جس طرح میری عزت کو چھپائے بیٹھی ہیں۔ میں اس کے لئے آپ کا بے حد احسان مند ہوں۔ ایک درخواست ہے آپ سے، مجھے سوچنا سمجھنا ہے اس بارے میں بات واقعی جگ ہنسائی کی ہے، میں تو خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ ایسا کوئی حادثہ برداشت کرنا پڑے گا مجھے۔ نجمہ بیگم کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو اس بچی کے بارے میں۔ آپ اب تک جس طرح محتاط رہی ہیں اس سے بھی زیادہ محتاط ہو جائیے۔ بس، یہی درخواست ہے آپ سے......"

"فکر نہ کرو بھیا۔ تمہاری عزت میری عزت ہے۔" نجمہ بیگم نے کہا اور ہدایت اللہ اماں بی اور ناظمہ بیگم کے ساتھ باہر نکل آئے۔ انہوں نے کہا۔

"سنو ناظمہ اور سنیئے اماں بی......ابھی عرشی کو بھی پتہ نہیں چلنا چاہیے کہ مجھے بچی کے بارے میں کچھ معلوم ہو چکا ہے، آپ سے بات ہو تو یہی کہئے کہ ابھی تک اصل بات میرے کانوں تک نہیں پہنچی ہے۔"

"ٹھیک ہے بیٹا لیکن اب کرو گے کیا؟"

"کچھ غور کروں گا اماں بی، کچھ غور کروں گا۔" ہدایت اللہ نے کہا اور ناظمہ بیگم اور اماں بی ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں لے کر رہ گئیں۔ ویسے ان کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ پہلے تو ہدایت اللہ کو اس بات پر یقین ہی نہیں آیا تھا لیکن اس کے بعد وہ اچانک ہی کیوں یقین کر بیٹھا تھا۔ بہرطور یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی۔

کنور مہتاب علی فیروز کے ساتھ دارالحکومت پہنچ گیا۔ فیروز کے بارے میں ک
مہتاب علی کو صحیح طور پر یہ اندازہ نہیں تھا کہ کسی قسم کا نوجوان ہے لیکن بظاہر اس
اب تک جو گفتگو ہوئی تھی اسی پر کنور مہتاب علی نے قناعت کرلی تھی۔ ویسے بھی ہر ط
کے خطرات مول لینے کا عادی تھا۔ فیروز نے جو حقیقتیں بتا دی تھیں ان سے تو یہی اظ
ہوتا تھا کہ وہ کنور مہتاب علی کے ساتھ مخلص ہوگیا ہے۔ نصیر بیگ واقعی اس قسم کا آ
تھا کہ اس پر کسی کو اعتبار نہیں کرنا چاہیے تھا وہ دنیا کے ہر شخص کو دھوکہ دے سکتا
یہاں تک کہ اپنے اہل خاندان کو بھی بہرحال اب یہ خطرہ مول لئے بغیر تو چارہ کار نہ
تھا۔ ہوٹل سیرینو کے کمرہ نمبر آٹھ سو آٹھ میں دونوں پہنچ گئے۔ کاؤنٹر سے چابی طلب کی
کنور مہتاب علی کے نام پر فوراً ہی انہیں چابی مل گئی اور دونوں کمرے میں آ گئے۔

”اب کیا کرو گے؟“ کنور مہتاب علی نے فیروز سے کہا۔

”اصولی طور پر اب مجھے نصیر بیگ کو یہ اطلاع دینی چاہیے کہ اس کے پلان کے مطابق میں کنور مہتاب علی کو سیرینو لے آیا ہوں۔“

”اس کے پاس جاؤ گے یا کہیں سے ٹیلی فون کرو گے؟“

”میرا خیال ہے میں کہیں سے ٹیلی فون کر لیتا ہوں۔ ویسے میں نے ہوٹل کے سامنے والے فٹ پاتھ پر ایک ٹیلی کام دیکھا ہے۔“

”ہاں میں نے بھی دیکھا ہے۔“

”وہیں سے فون کرلیتا ہوں‘ اس سے کہوں گا کہ میں نگرانی کر رہا ہوں۔“

”اور سائی تھول کے بارے میں کیا کہو گے؟“

”وہی کہ اسی کے نام پر میں آپ کو یہاں لایا ہوں۔“

”ان سوالات کا تعین کرلو فیروز‘ جو وہ تم سے کر سکتا ہے وہ تیز طرار آدمی ہے‘ کہیں شبے کا شکار ہو کر غائب نہ ہو جائے۔“

”بالکل کنور صاحب‘ آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں‘ مجھے اس شخص سے دلی نفرت ہوگئی ہے لیکن کنور صاحب کوئی ایسا طریقہ نکالنا ہے کہ باقی تو جو کچھ ہو سو ہو ہی‘ لیکن میں اس سے کچھ وصول کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔“

”فیروز‘ اس سلسلے میں‘ میں تم سے کافی تفصیلی بات کروں گا۔ براہ کرم اس وقت کام پر توجہ رکھو‘ باقی سب اللہ مالک ہے‘ دیکھیں گے آگے ہم کیا کر سکتے ہیں۔“

”ہاں ہاں‘ آپ بالکل مطمئن رہیں اور اگر کبھی آپ کے دل میں بھولے سے بھی یہ خیال آجائے کہ اس وقت تک جب تک مجھے آپ کی ذات سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی کنور مہتاب علی میں آپ کو کوئی تکلیف پہنچانے کی کوشش کروں گا تو براہ کرم خود ہی اس خیال کی گردن دبا دیجئے گا۔ میں بڑے ہی جاہل قسم کا آدمی ہوں۔ کبھی اپنی زندگی کے بارے میں تفصیل بتاؤں گا آپ کو‘ ہر برائی کے پیچھے ایک کہانی ہوتی ہے۔ میری زندگی کی بھی ایک کہانی ہے جس نے مجھے کبھی بہتری کی جانب مائل نہ ہونے دیا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ میرے بارے میں اس وقت تک کوئی شبہ دل میں نہ لائیں جب تک میں آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچادوں اور بس اس بات کو ذہن ...ھ لیجئے گا کہ اگر مجھے آپ کی ذات سے کوئی نقصان پہنچا تبھی میں آپ کے بارے میں ...برے انداز میں سوچوں گا۔“

”مجھے اندازہ ہے فیروز اگر ایسا نہ ہوتا تو تمہارا کیا خیال ہے میں خود موت کے منہ میں چلا آتا۔ تمہیں شاید اس کا اندازہ نہیں ہے کہ نصیر بیگ سے محفوظ رہنے کے لیے میں نے کیا کیا کارروائیاں کی ہیں؟“

گا پتہ نہیں کیا کیا چکر دے کر وہاں سے کھسکا ہوں‘ اور تمہیں یہاں سے فون کر رہا ہوں۔"

"اچھا دیکھو سنو فیروز‘ تم یہیں فٹ پاتھ پر رکو میں کوئی پندرہ منٹ کے اندر اندر پہنچ رہا ہوں ویسے یہ نظر رکھنا کہ کہیں وہ ہوٹل سے باہر نہ نکل جائے میرا مطلب ہے کہیں اسے شبہ نہ ہو جائے کہ اس کے ساتھ کوئی چالاکی کی گئی ہے۔"

"فکر مت کرو‘ اتنا وعدہ تم سے کرتا ہوں کہ اسے جانے نہیں دوں گا کہیں۔"

"آ رہا ہوں میں آ رہا ہوں۔" نصیر بیگ نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

فیروز نے ٹیلی فون بند کر کے کارڈ اپنی تحویل میں لیا اور اسے جیب میں رکھنے کے بعد وہ فٹ پاتھ پر چہل قدمی کرنے لگا ذہن میں متضاد خیالات تھے۔ درحقیقت کنور مہتاب علی اسے بہت نفیس انسان معلوم ہوا تھا اس کی اپنی فطرت کچھ بھی رہی ہو لیکن وہ کنور مہتاب علی سے واقعی مخلص ہو گیا تھا۔ نصیر بیگ کے بارے میں اسے اندازہ تھا کہ جلاد قسم کا انسان ہے کنور مہتاب علی کو کوئی بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ بہر طور اس کے لیے نصیر بیگ کو بھی سنبھالنا تھا اور ان دونوں کی ملاقات کے دوران فیروز اپنے آپ کو مستعد رکھنا چاہتا تھا۔ وہ انتظار کرتا رہا اور پھر اس نے وہیں ٹیلی کام سے ہوٹل کے نمبر ڈائل کئے اور کمرہ نمبر آٹھ سو آٹھ میں کنور مہتاب علی سے گفتگو کی۔

"ہاں میں مہتاب علی بول رہا ہوں۔ میں نے تمہاری آواز پہچان لی ہے فیروز۔"

"نصیر بیگ تھوڑی دیر کے بعد یہاں پہنچ رہا ہے آپ محتاط رہیں کنور صاحب۔"

"میں محتاط ہوں بیٹے تم فکر مت کرو۔" کنور مہتاب علی نے کہا اور فیروز ٹیلی فون بند کر کے باہر نکل آیا۔ پھر اس نے نصیر بیگ کی کار دیکھی جو آہستہ آہستہ چلتی ہوئی سیرینا کے سامنے رک گئی تھی۔ دوسری سائیڈ کے فٹ پاتھ کے ساتھ اور بھی بہت سی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ نصیر بیگ نے وہیں کار پارک کر دی۔ فیروز فٹ پاتھ عبور کر کے نصیر بیگ کے پاس پہنچ گیا۔ نصیر بیگ نے اس سے پر جوش مصافحہ کیا تھا۔

"وہ کمرے ہی میں موجود ہے؟"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے فیروز تم یہاں میری کار کے پاس رکو‘ میں ذرا اس سے ملاقات کرلوں۔"

"فیروز نے ایک لمحے کے لیے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر رک گیا اور اس نے گردن ہلا کر کہا۔ "کار کا دروازہ کھلا رہنے دو میں اسی میں بیٹھ جاتا ہوں۔"

"اوکے‘ اوکے۔" نصیر بیگ نے کہا اور کار کی چابی فیروز کے حوالے کر کے ہوٹل سیرینو کی جانب چل پڑا۔ فیروز اسے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

''عرشی' صائمہ کے دفتر میں داخل ہوگئی۔ صائمہ نے اسے دور ہی سے دیکھ لیا تھا اور مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے اس کے استقبال کے لیے تیار تھی۔ عرشی تھکے تھکے سے انداز میں آگے بڑھ کر اس کے پاس جا بیٹھی۔''

''ہائے عرشی' کہو کیسی ہو' کیا حال ہے؟''

''بہت برا حال ہے یار گرما گرم عمدہ سی چائے۔'' عرشی نے کہا۔

''ابھی آجاتی ہے' کیا بات ہے خیریت تو ہے آواز کچھ نڈھال سی محسوس ہو رہی ہے؟''

''بیٹھنے دو یار ذرا سانس لے لوں بس دل و دماغ کی کیفیت نہ پوچھ کیا گزری ہے مجھ پر۔ کیا بتاؤں رات بھر تارے گنتی رہی ہوں؟'' عرشی نے کہا اور صائمہ ہنس پڑی۔

''کوئی نیا ڈرامہ؟'' اس نے کہا۔

''ہاں نیا ہی سمجھ لے۔''

''کیا کوٹھی کے لان پر سوئی تھی رات کو؟''

''کیوں؟''

''تارے گننے کا اور کیا طریقہ ہو سکتا ہے؟''

''چھوٹی کھوپڑی والوں کی چھوٹی بات ہوتی ہے کیا تارے کمرے کی کھڑکی میں سے

باہر جھانک کر نہیں گنے جاسکتے؟''

''جی نہیں کیونکہ کھڑکی سے صرف سامنے کا آسمان نظر آسکتا ہے جبکہ آسمان کھڑکی کے پیچھے بھی ہوگا۔''

''ارے واہ' ویری گڈ ویری گڈ' یار اس کا مطلب ہے صائمہ کہ تو خاصی ذہین ہوگئی ہے۔''

''اچھا اب فضول باتوں سے گریز کرو۔ یہ بتاؤ سب خیریت ہے نا؟''

''نہیں ہے خیریت۔ جب ایک بار کہہ دیا کہ خیریت سے نہیں ہوں تو سمجھ لو کہ خیریت نہیں ہے۔''

''خدا خیر' کیا ہوا؟''

''مجھے عشق ہوگیا ہے صائمہ؟'' عرشی نے مسمی سی صورت بنا کر کہا اور صائمہ منہ پر ہاتھ رکھ کر بے اختیار ہنس پڑی۔

''تجھے؟''

''ہاں تیری قسم' سچ مچ ہوگیا ہے۔''

''مبارک! کون ہے وہ خوش نصیب؟''

''وہی انسپکٹر نادر شاہ۔'' عرشی نے دکھ بھرے لہجے میں کہا اور صائمہ پھر ہنس پڑی پھر وہ بولی۔

''دیکھ عرشی' یہ دفتر ہے مجھے قہقہے لگانے پر مجبور مت کر لوگ چونک چونک کر مجھے دیکھیں گے۔''

''ہاں' یہی سنا گیا ہے کہ جب انسان کو عشق کی بیماری لاحق ہوتی ہے تو آس پاس کے لوگ اس کا مذاق ہی اڑاتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں مجنوں کو پتھر مارے جاتے تھے۔ زمانہ جدید ذرا مہذب ہوگیا ہے لوگ قہقہوں کی مار مارتے ہیں۔''

''بھائی دیکھ' ایک بات سن لے' تو چاہے کتنی ہی قسمیں کھا' کچھ بھی کہہ' تیری باقی باتوں پر تو یقین کرلوں گی میں' لیکن تجھے کسی سے عشق ہو جائے اپنا معدہ یہ بات ہضم نہیں

کر سکتا۔"

"نیا تجربہ ہے ہو سکتا ہے یہ عشق نہ ہو' کوئی وقتی تاثر ہوا اگر ایسا ہو تو زیادہ اچھا ہے۔ صائمہ میرے لیے دعا کرنا۔"

"صائمہ ہنستی رہی تھی۔ عرشی غمزدہ سی اس کے سامنے بیٹھی رہی اور اس کا چہرہ دیکھ دیکھ کر صائمہ کو ہنسی آتی رہی۔"

"دیکھ صائمہ میں چڑ جاؤں گی اور اگر میں چڑ گئی تو سمجھ لے تیری شامت آجائے گی۔"

"ارے بابا میں کیا کہہ رہی ہوں مگر یہ آخر تیرا کھیل کیا ہے' کیا اب عشق پر ریسرچ کرکے کوئی فیچر لکھنا چاہتی ہے؟"

"ہائے کم بخت یہ مسئلہ صدیوں سے مشکلوں کا باعث بنا چلا آرہا ہے اور اس مرض کا کوئی علاج دریافت نہیں ہو سکا۔ یار صائمہ بات تو سوچنے کی ہے۔"

"کیا؟"

"یہی کہ زمانہ قدیم سے آج تک بیماریاں جنم لیتی رہی ہیں کبھی کوئی بیمار آگئی کبھی کوئی آگئی' طاعون کی وبا پھیلتی تھی' اس کے سدباب کے لیے سائنس داں سر جوڑ کر بیٹھ گئے بہرحال علاج نکل آیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی بیماریاں چیچک' ٹی بی یہ تمام مرض قابل علاج ہوگئے لیکن عشق کا یہ مسئلہ انسان کے لیے صدیوں سے روگ بنا ہوا ہے آخر سائنس دانوں نے اس کا علاج کیوں نہیں دریافت کیا؟"

"اسے مرض ہی کب قرار دیا گیا ہے؟"

"گدھا پن ہے کہ نہیں' تو بتا؟"

"کیوں؟"

"بھئی دیکھ نا' وہ بیچارے کیسی کیسی مشکلوں کا شکار رہے ہیں جن کے نام منظر عام پر رہے ہیں وہ اپنے حضرت فرہاد تھے۔ عشق کے جراثیم خون میں شامل ہوئے باؤلے ہوگئے تیشہ لے کر پہاڑوں پر پل پڑے اور پہاڑوں سے نہر کھود لانے میں مصروف ہوگئے۔ ایک

اچھا خاصا بھلا چنگا آدمی جب پہاڑوں کو کھودنے میں مصروف ہو جائے تو آخر کسی کو متوجہ ہونا ہی چاہیے۔ اس دور میں تو بڑے بڑے نامور حکیم گزرے تھے کسی نے اس کا علاج نہیں کیا اور پھر وہ دوسرے باؤلے جن کا نام حضرت قیس تھا۔ بھلا دیکھو جنگلوں میں شور مچاتے پھرتے تھے ہائے لیلیٰ ہائے لیلیٰ' بیچارے پر کسی نے کوئی توجہ نہیں دی پھر اور بے شمار ایسے کردار' مرض تو یہ ہے اور اج تک پھیلا ہوا ہے۔ ہر گلی اور محلے اور کوچے میں کوئی نہ کوئی لڑکا کسی نہ کسی لڑکی کے لیے آہیں بھرتا ہے' کوئی چھت کے کنڈے سے لٹک کر مرجاتا ہے کوئی خودکشی کرنے کا دوسرا طریقہ دریافت کرلیتا ہے' آخر کوئی نہ کوئی وجہ تو ہے اس کی' یہ وائرس آج تک قابل علاج کیوں نہ قرار دیا گیا اور اس کے خاتمہ کا بندوبست کیوں نہیں کیا۔"

"سمجھ آگئی' آج کل یہ جنون سوار ہوا ہے تجھ پر۔"

"نہیں بھائی جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہ سچ ہے۔ میں واقعی انسپکٹر نادر شاہ کی محبت میں گرفتار ہوگئی ہوں۔"

"پہلے تو اس کا کباڑہ کر دیا اور اب اس سے محبت کا آغاز کیا ہے۔ دیکھو بیچارے پر آئندہ کیا کیا قیامتیں ٹوٹتی ہیں؟"

"ویسے آدمی وہ بھی تپڑ کا لگتا ہے۔"

"تپڑ' یہ کیا ہوتا ہے؟"

"بھئی میرا مطلب ہے کہ کروفر کا آدمی ہے۔ ملازمت بحال کرالی اپنی...."

"کیا مطلب؟"

"یعنی یہ تو آپ کے حضرت زین نے بتا دیا آپ کو کہ انسپکٹر نادر شاہ معطل ہوگیا اس نے استعفیٰ دے دیا۔ یہ نہیں پتہ چلا زین صاحب کو کہ نادر شاہ کسی طرح اپنی نوکری پر بحال ہوگیا۔"

"کیا واقعی؟"

"دیکھ' اس وقت میں جو کچھ کہہ رہی ہوں اس میں ایک لفظ سچا ہے' ہائے ہوئی

کر کے میرا موڈ اور زیادہ خراب نہ کر سچ کہہ رہی ہوں شدید بیزاری کے عالم میں تیرے پاس آئی ہوں اس وقت مجھے صحیح مشورے اور ہمدردی کی ضرورت ہے۔"

"اللہ ہی بہتر سمجھتا ہے کہ کس وقت تجھے کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے لیکن یہ انکشاف واقعی میرے لیے نیا ہے البتہ نادر شاہ کے بارے میں کیا تجھے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ وہ محمد شاہ کا بیٹا ہے؟"

"کتنی بار اس کے بارے میں تفصیل بتائے گی، معلوم ہے مجھے۔"

"تب اس کے لئے یہ کام زیادہ مشکل نہیں تھا۔"

"تو کیا اس نے اپنا استعفیٰ واپس لے لیا ہے؟"

"اب یہ تو پتہ نہیں لیکن جانتی ہے کیا ہوا؟"

"بتا بھئی بتا، تو نے مجھے واقعی سنسنی کا شکار کر دیا ہے۔"

"جناب انسپکٹر نادر شاہ صاحب اپنی ڈیوٹی پر واپس آ گئے میں نے تجھے بتایا تھا کہ میں تھانے جا کر ان کا پتہ نشان لے کر آئی تھی۔ لیکن یہ فیصلہ نہیں کر پائی تھی کہ مجھے وہاں جانا چاہیے یا نہیں، پھر اچانک ہی نادر شاہ صاحب نے اس وقت مجھ پر چھاپہ مارا جب میں گاڑی لے کر نکلی تھی۔ مجھے بڑے بے دردی سے گرفتار کر لیا۔ میری گاڑی بھی تھانے میں لے گئے، مجھے لاک اپ میں بند کر دیا اور کئی گھنٹے لاک اپ میں رکھا، خود کہیں چلے گئے تھے حضرت، پھر واپس آئے، مجھے نکالا، میرے اوپر طنز کے تیر برسائے، کہنے لگے کہ میں نے ایک بڑے باپ کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے ان کے خلاف جو کچھ کیا ہے اب اسے آنکھوں سے ناکام دیکھ رہی ہوں، یہ بھی فرمایا حضرت نے کہ وہ جانتے ہیں کہ بڑے باپ کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے اب میں جو جوابی کارروائی کروں گی ہو سکتا ہے وہ اس کا توڑ نہ دریافت کر سکیں۔ اس لیے اپنا دل ٹھنڈا کرنے کے بعد وہ حضرت دوبارہ اپنا استعفیٰ پیش کر دیں گے اور وردی اتار دیں گے، بس یہ کہنے کے بعد مجھے چھوڑ دیا، مطلب یہ تھا کہ انہوں نے مجھ سے انتقام لے لیا اور اب انہیں اس نوکری کی پرواہ نہیں ہے۔"

"اوہ میرے خدا! بات یہاں تک آگے بڑھ گئی ہے۔"

"یہیں سے تو بات بگڑی ہے صائمہ۔"

"وہ کیسے؟"

"یار بس، یہ کمزوری ہے میرے اندر، کوئی زبردست مل جاتا ہے تو پھر میں اس کی قائل ہو جاتی ہوں نادر شاہ ہے زبردست آدمی، چاہے کیسے ہی سہی اس نے اپنی ملازمت بحال کرائی دوبارہ اپنی وردی پہنی، اسی تھانے میں تعینات ہوا مجھے گرفتار کیا، میرے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ جیسے میری کوئی اوقات ہی نہ ہو۔ بس ان تمام چیزوں نے مجھے مار دیا اور یقین کر کہ ایک بات پر بڑا دل دکھ رہا ہے۔"

"وہ کیا؟" صائمہ نے حیرت اور دلچسپی سے پوچھا۔

"بیچارے کی نوکری مذاق ہی مذاق میں ختم ہو جائے گی۔ بہرحال، جوان آدمی ہے، ذہین بھی معلوم ہوتا ہے، بڑی ترقی کرتا محکمہ پولیس میں رہ کر لیکن بعض اوقات میرے اقدامات سچ مچ ایسے غلط ہوتے ہیں کہ بعد میں مجھے ان کا شدید افسوس ہوتا ہے۔"

"ہوں، بہرحال وہ بھی پٹھان آدمی ہے جو فیصلہ کر لیا میرا خیال ہے اب اسے بدلے گا نہیں۔"

"اگر اسے یہ بات معلوم ہو جائے کہ اب میں اس کے خلاف ذرا برابر کچھ نہیں کرنا چاہتی تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ اپنا استعفیٰ دینے کا فیصلہ واپس لے لے۔"

"یہ بات کیسے معلوم ہو گی اسے؟"

"اب تو پھر تیرے پاس آئی کس لیے ہوں؟"

"میرے پاس؟"

"تو اور کیا؟"

"میں کیا کر سکتی ہوں؟"

"زین۔"

"کیا مطلب؟"

"آخر وہ کس دن کام آئے گا تیرا زین، اس کے نادر شاہ سے تعلقات ہیں، یہ پیغام

اس کے ذریعے نادر شاہ تک بھجوا کہ میں اس کے خلاف کچھ نہیں کرنا چاہتی اگر کرنا چاہتی تو اب تک کر چکی ہوتی' بلاوجہ میری وجہ سے استعفیٰ نہ دے' اب دیکھ نا اس طرح سے کم از کم مفاہمت کا آغاز ہو گیا اور پھر جب مفاہمت کا آغاز ہو جائے گا تو بات آگے بڑھ جائے گی۔"

"یعنی عشق والی؟"

"تو اور کیا؟"

"کیا واقعی تو اس سلسلے میں سنجیدہ ہے؟"

"صائمہ صائمہ' ون ٹو تھری' بس اب فور نہ ہونے پائے۔"

"کمال ہے یار مجھ پر ہمیشہ ہی رعب جماتی آئی ہے۔"

"یار میں سچ مچ مشکل کا شکار ہوں' تو سوچ کیوں نہیں رہی؟"

"میں تیری مشکلات کے بارے میں اچھی طرح جانتی ہوں عرشی' آج اگر ذہن پر واقعی یہ خبط سوار ہو گیا ہے تو میں نہیں سمجھتی کہ کتنے گھنٹے تک یہ خبط سوار رہے گا؟"

"اب جتنے گھنٹے بھی رہے یار اتنے گھنٹے کے لیے تو کچھ کر۔"

"ہوں' زین کو بلاتی ہوں۔" صائمہ نے کہا اور چپراسی کو اشارہ کیا۔ چپراسی قریب آیا تو بولی۔

"مسٹر زین کو بلاؤ۔"

"جی میڈم۔" چپراسی واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس بھی آ گیا تھا۔

"میڈم' زین صاحب آؤٹ ڈور پر نکلے ہوئے ہیں۔"

"اوہ لاحول ولا قو' یہ ہوتی ہے مصیبت جب آتی ہے تو چاروں طرف سے ہی آتی ہے اب زین صاحب کو بھی اسی وقت آؤٹ ڈور سوجھی تھی اب بتا کیا کروں' کوئی ایسی جگہ ہے جہاں انہیں تلاش کیا جا سکے۔"

"صحافی آدمی ہے' کیا صحافی آدمی کو کسی ایک جگہ تلاش کیا جا سکتا ہے؟"

"تو پھر کیا کروں یہ بتا' میں خود چلی جاؤں اس کے گھر؟"

"میرا خیال ہے اتنی جلد بازی سے کام نہ لو۔ اگر وہ استعفیٰ دے رہا ہے تو دینے دو' ویسے میں تمہیں ایک بات بتاؤں۔ اس سے فون پر بات کرو۔"

"ایں۔"

"ہاں' فون پر بات کرو اس سے۔" صائمہ نے کہا اور عرشی کسی سوچ میں ڈوب گئی پھر بولی۔

"کیا کہوں؟"

"وہ بس یہی کہو کہ مسٹر نادر شاہ آپ براہ کرم ریزائن نہ کریں میں آپ سے شکست قبول کرتی ہوں۔"

"بکومت۔" عرشی نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا ہو گیا اب؟"

"میں اس سے یہ کہوں کہ میں اس سے شکست مانتی ہوں۔"

"تو پھر کیا کہے گی بھائی' خود سوچ لے؟"

"سوچنا پڑے گا' سوچنا پڑے گا یہ کام اتنی آسانی سے نہیں ہو سکتا۔ دنیا کا ہر مسئلہ مان سکتی ہوں میں لیکن کسی سے یہ نہیں کہہ سکتی کہ میں نے اس سے ہار مان لی ہے۔"

"ایسا طوفانی عشق کرے گی تو....."

"ایں۔" عرشی پھر سوچ میں ڈوب گئی۔ بہت دیر تک غور کرتی رہی پھر اس نے کہا۔ "نہیں یہ الفاظ تو میں کبھی نہیں کہوں گی لیکن ایسا کرتی ہوں فون کرتی ہوں اسے۔ تیرے پاس سے انتظام ہو جائے گا؟"

"آفس کا فون ہے اور آپریٹر سے نمبر مانگنا پڑے گا کون کہہ سکتا ہے کہ آپریٹر ہماری بات نہ سنے؟"

"نہیں نہیں' یہ تو مناسب نہیں ہے اچھا پھر میں فون پر ہی بات کروں گی' کہوں گی نادر شاہ صاحب سے بلکہ یہ کہوں گی کہ وہ مجھ سے ملاقات کر لیں کچھ اہم گفتگو کرنا چاہتی ہوں ان سے ویسے ایک بات بتا صائمہ' کیا نادر شاہ کو اس راز میں شریک کر لیا جائے؟"

"کس راز میں؟"

"میرا مطلب ہے بچی والے مسئلے میں۔" عرشی نے کہا اور صائمہ سوچ میں ڈوب گئی، کچھ دیر کے بعد بولی۔

"اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نادر شاہ اس سلسلے میں تجھ سے مخلص ہوتا ہے یا نہیں، معاملہ خاصہ ٹیڑھا ہے عرشی۔"

"اسی پر تو غور کر رہی ہوں، اگر فرض کرو میں نادر شاہ سے بچی کے بارے میں بات کرتی ہوں تو پھر مجھے پوری تفصیل بتانا پڑے گی، یہ بھی بتانا پڑے گا کہ اس وقت میں مہتاب پور ہاؤس گئی تھی جب وہاں لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔"

"بالکل بتانا پڑے گا۔"

"یار پولیس والا ہے الٹا میرے سر ہی کوئی مصیبت نہ منڈھ دے اب اسے یہ تو معلوم نہیں کہ میں اتفاقیہ طور پر اس سے مخلص ہوگئی ہوں۔ وہ پرانی باتوں کو یاد رکھے گا اور یہ بھی ایک لازمی امر ہے کہ میری ہی وجہ سے اسے اپنی نوکری سے استعفیٰ دینا پڑا ہے میرا تو خیر معاملہ بالکل مختلف ہے لیکن وہ اس بات کو کبھی نہیں بھلا سکے گا، نہیں یہ مناسب نہیں ہوگا صائمہ وہ مجھ سے تعاون نہیں کرے گا۔ کہیں میرے لیے واقعی کوئی مشکل نہ کھڑی کردے۔ اب دیکھ نا، ہدایت اللہ صاحب باقی سارے معاملات تو سنبھال سکتے ہیں ایک ایسے پولیس آفیسر کو اپنے اختیارات سے کام لے کر معطل کراسکتے ہیں جس نے میری توہین کی ہو لیکن قتل کے کسی کیس کو وہ ختم نہیں کرسکتے۔ اگر اس کمبخت نے میرے اوپر قتل ہی کا کوئی کیس بنوا دیا تو کیا ہوگا؟"

"تمام باتیں سوچنی پڑیں گی؟"

"ہاں تیرے پاس آنا تو بالکل ہی بیکار رہا تو مجھ سے زیادہ بے وقوف لڑکی ہے۔"

"ارے ارے اب نزلہ میری جانب منتقل ہوگیا؟"

"تو کیا کروں کبھی کوئی صحیح مشورہ دیا مجھے؟"

"کبھی کوئی صحیح بات کی تو نے؟"

"چھوڑ چھوڑ یار بالکل بیکار شخصیت ہے تیری۔"

"اچھا یہ بتا ہماری شہزادی کا کیا حال ہے؟"

"وبال جان پر بنی ہوئی ہے یار میرے لیے، بعض اوقات تو میں یہ سوچتی ہوں کہ کیا مصیبت میں نے اپنے گلے لگالی؟"

"ہاں یہ بات واقعی سچ ہے؟"

"یار ایک کام کر صائمہ۔"

"کیا؟"

"تو اسے لے لے۔"

"میں؟"

"ہاں۔"

"مم..... میں کیا کروں گی؟"

"لے، میں کیا کروں گی اس کا؟" عرشی نے کہا۔

"ارے بابا تو نے تو اسے خود اپنے گلے لگایا ہے ورنہ سیدھا سیدھا سا مسئلہ تھا پولیس کے حوالے کر دیتی پولیس جانتی اور وہ جانتی۔"

"ہوں پولیس کے حوالے کر دیتی اور اس کے بعد بھی اس سے اتنی زیادہ محبت کا دعویٰ کرتی ہے۔"

"واقعی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس پر جان تو جاتی ہے لیکن یہ بتا اس مسئلے کا کوئی حل بھی ہے؟"

"حل ہی تو نہیں ہے۔"

"بس اسی لیے تو کہہ رہی تھی کہ پولیس کے حوالے کر دیتی بلکہ اگر یہ سارا چکر نہ ہوتا تو واقعی نادر شاہ ہی سے تعاون کرتی اسے ساری صورت حال بتا دیتی اور اس سے یہ بھی کہہ دیتی کہ اس بچی کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔"

"نادر شاہ صاحب کون سے توپ ہیں کیا کرلیتے، بالا آخر یہی ہوتا یا تو کسی دارالامان میں

چلی جاتی یا پھر ان لوگوں کے ہتھے چڑھ جاتی جو اس کی تلاش میں سرگرداں پھر رہے ہیں' مار مور کے ختم کر دیتے بیچاری کو۔ ہائے میری بچی! ایسا تو میں بالکل نہیں ہونے دوں گی۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ گل کو کوئی نقصان پہنچائے۔"

صائمہ پھر ہنس پڑی تھی۔ "تیری شخصیت کا کوئی پہلو میری سمجھ میں نہیں آیا۔ انسان اونٹ کی تمام کلیں گن سکتا ہے تیری نہیں۔"

"اب مجھے غصہ آرہا ہے اگر کوئی بہتر مشورہ مل جاتا تجھ سے تو ٹھیک تھا لیکن اب مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ میں نے یہاں آکر بھی وقت ضائع کیا ہے' اچھا چلتی ہوں۔"

"ارے بیٹھ' سن تو سہی مجھے تو بتاتی جا کیا کروں؟"

"جھک مار جھک مار' بس یہ قلم گھستی رہ ان کاغذات پر' اس کے علاوہ تیری زندگی میں کچھ بھی نہیں ہے۔"

"ارے بابا میرا کیا قصور ہے خود تو مجھے بتا دے میں کیا کر سکتی ہوں؟"

"بکواس مت کر یار' تو کچھ بھی نہیں کر سکتی اس دنیا میں' بس زین سے شادی کر' گھر بسا' دو چار بچے پیدا کر لے' انہیں پال' روتی پیٹتی زندگی گزار' لعنت ہے تجھ پر۔" عرشی نے کہا اور جھلائے ہوئے انداز میں اٹھ گئی۔

"توبہ توبہ' پتہ نہیں کون سی بگڑی ہوئی نسل کی مخلوق ہے تو؟" صائمہ نے کہا اور عرشی اسے گھورتی ہوئی واپس مڑ گئی۔ صائمہ اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی رہی تھی اور پھر قہقہہ مار کر ہنس پڑی تھی۔ آس پاس بیٹھے ہوئے لوگ چونک کر صائمہ کو دیکھنے لگے تھے۔

"دروازے پر دستک ہوئی اور کنور مہتاب علی چونک کر سنبھل گیا۔ اس نے سنسنی خیز نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر دروازے کے پاس پہنچ گیا۔"

"کون ہے؟"

"ویٹر۔" باہر سے آواز آئی اور کنور مہتاب علی کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ اس ویٹر کی آواز پہچان چکا تھا تاہم اس نے دروازہ کھول دیا۔ سب سے پہلے اسے جو چیز نظر آئی وہ پستول کی ایک نال تھی جو اس کے سینے کی جانب اٹھی ہوئی تھی اور پستول نصیر بیگ کے ہاتھ میں تھا۔ نصیر بیگ نے پستول اس کے سینے پر رکھ کر اسے پیچھے دھکیلا اور کنور مہتاب علی آگے بڑھ گیا۔

"کک..... کیا کیا بدتمیزی ہے؟" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ نصیر بیگ کی آنکھوں میں نفرت کی شعاعیں رقصاں تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ آیا۔ خود کار دروازہ بند ہو گیا تھا۔ نصیر بیگ نے کنور مہتاب علی کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"ہیلو ڈیئر مہتاب علی!"

"یہ کیا جنون ہے نصیر بیگ' تم' تم یہاں کیسے آمرے؟"

"اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں گے جان من' کیا خیال ہے جلد بازی میں بعض

اوقات بڑے بڑے نقصانات ہو جاتے ہیں۔"

"میں کہتا ہوں تم یہاں کیسے آ گئے؟" کنور مہتاب علی نے منصوبے کے تحت گفتگو کا آغاز کیا۔

"بتادوں گا بتادوں گا' بیٹھو جان من بڑے عرصے کے بعد ملاقات ہوئی ہے اور بڑی ہنگامہ خیزیوں کے بعد' کیسے مزاج ہیں ویسے صحت تو تمہاری خاصی بہتر نظر آ رہی ہے۔"

"نصیر بیگ تم اپنے جنون سے کبھی باز نہیں آؤ گے کیا تم سمجھتے ہو کہ تم نے جو طریقہ کار اپنی زندگی میں اپنایا ہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔"

"آج تک تو بہتر ہی رہا ہے میرے دوست' اصل میں یہ سب کچھ مجھے اس دنیا ہی نے سکھایا ہے۔ میں نے جب تک انگلیاں سیدھی رکھیں' انگلیوں میں درد ہوتا رہا کہیں بھی اپنا کام نہیں نکال سکا بے بسی اور مایوسی کا سامنا کرنا پڑا بالآخر یہ تجربہ ہوا کہ سیدھی انگلیاں دنیا میں کوئی کام نہیں نکال سکتیں جب تک کہ انسان انگلیاں ٹیڑھی نہ کرے کچھ نہیں کر سکتا اس دنیا میں۔"

"جہالت کی سوچ ہے تم جیسے مجرمانہ ذہنیت کے مالک بے شمار افراد اسی انداز میں سوچتے ہیں۔"

"اور تم جیسے غیر مجرمانہ ذہنیت کے مالک افراد؟"

"ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ایک مخلصانہ جدوجہد اپنے کسی مقصد کے لیے کی جاتی رہنی چاہیے' کامیابی بالآخر قدم چومتی ہے۔"

"تمہاری کامیابی تم سے کتنے فاصلے پر ہے میرے دوست؟"

"میں نے اس کا کبھی کوئی تعین نہیں کیا' اصل میں اگر تم کامیابی اسے سمجھتے ہو کہ جس چیز کے تم خواہش مند ہوں وہ تمہیں مل جائے تو میں تم سے مختلف سوچ رکھتا ہوں۔"

"تمہاری سوچ کیا ہے؟"

"میری سوچ یہ ہے کہ اگر کوئی خواہش دل میں بیدار ہو جاتی ہے تو مخلصانہ اور

ایماندارانہ طریقے سے اس پر عمل جاری رکھو اگر تقدیر میں ہے تو کام ہو جائے گا اور اگر نہیں ہے تو پھر تمہاری ساری جدوجہد بیکار جائے گی۔"

"یہاں میرے اور تمہارے سوچنے کے انداز میں اختلاف ہے۔"

"کیوں آخر؟"

"میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہر کام کے لیے اس کے اپنے انداز میں محنت کرنا پڑتی ہے۔"

"خیر اب یہ تمہاری سوچ ہے' مجھے بتاؤ اس وقت تم کیسے نازل ہوئے اور تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ میں یہاں موجود ہوں؟"

"لمبی کہانی ہے' بیٹھ کر سنو۔ افسوس میں تم سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے لیے چائے یا کافی منگواؤ۔"

"کہہ سکتے ہو اگر شریفانہ انداز اختیار کرو' پستول جیب میں رکھو اور بیٹھ کر بات کرو میں کافی عرصے سے تمہاری وجہ سے پریشان ہوں۔"

"کیا تم اس بات کو تسلیم کرو گے کہ تمہیں میری یہاں آمد کا علم تھا؟"

"ہاں مجھے علم تھا کہ تم وطن واپس آ چکے ہو اور مجھے یہ بھی علم تھا کہ تم اپنے طور پر بہت سے ایسے کام کر رہے ہو جو میرے لیے نقصان دہ ہو سکتے ہیں۔"

"اور تم نے اپنے تحفظ کا بندوبست کر لیا تھا۔"

"ضروری تھا نصیر بیگ ورنہ کیا میں اپنے آپ کو تمہاری تحویل میں دے دیتا؟"

"میں نے تم سے تعاون کی بات کی تھی لیکن تم نے سب کچھ خود ہی کھا جانا چاہا جب ایک پروگرام ہم سب کا مشترکہ پروگرام تھا تو تمہیں سب کا خیال رکھنا چاہیے تھا

"کنور مہتاب علی' یہ چکر ہی ایسے ہوتے ہیں کہ انسان انتہائی خود غرض ہو جاتا ہے۔"

"بکواس کرتے ہو' میں نے کبھی کسی مرحلے پر تم لوگوں سے گریز نہیں کیا' میں نے تو ٹیم بنا کر ٹیم ہی کے انداز میں کام کرنا چاہا تھا' اب وہاں کے حالات تمہارے علم میں ہیں کہ کیا ہو گئے تھے ہم سب لوگ اپنی اپنی زندگی بچانے کی فکر میں سرگرداں تھے لیکن تم

نے جو عمل کیا وہ انتہائی مجرمانہ عمل تھا اور سبھی اس بات سے متفق ہو گئے تھے کہ تم قابل اعتبار نہیں ہو۔"

"ہاں میں نے یہ محسوس کرلیا تھا کہ تم لوگوں نے اپنی ٹیم الگ بنالی ہے اور تم اپنے طور پر کام کرنا چاہتے ہو؟"

"یہ اسی اندھے والی مثال ہے جس کے سامنے جلیبیوں کا تھال رکھ دیا گیا اور چند آنکھوں والے اس کے ساتھ بیٹھ کر جلیبیاں کھا رہے تھے تو اندھے نے یہ سوچا کہ میں اندھا ہوں اور یہ آنکھوں والے' میں ایک ایک جلیبی کھا رہا ہوں اور یہ زیادہ کھا رہے ہوں گے' چنانچہ اس نے زیادہ جلیبیاں کھانی شروع کر دیں اور بالآخر تھال پر گر پڑا کہ اب باقی سب میری ہیں حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی' نصیر بیگ ہم سب جس انداز میں کام کر رہے تھے اسی انداز میں اگر کام جاری رہتا تو کامیابی ہم سے بہت زیادہ دور نہیں تھی لیکن تم نے دیوانگی کا مظاہرہ کیا اور سب کو مصیبت میں گرفتار کرادیا۔"

"بہت زیادہ مخلص بننے کی کوشش کر رہے ہو تمہارا عمل تمہاری کاوشیں میرے علم میں ہیں میرے دوست اور میں کوئی احمق آدمی نہیں ہوں اور اب نہ ہی میں تم سے معذرتیں کرنے کے لیے آیا ہوں' میں تو بس یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ بچی کہاں ہے؟"

"اس سے پہلے تمہیں اور بہت سی باتوں کے جواب دینا ہوں گے مثلاً" یہ کہ تم یہاں ہوٹل سیرینو میں اس کمرے میں کیسے آمرے؟"

جواب میں نصیر بیگ نے قہقہہ لگایا پھر بولا۔ "فیروز کو جانتے ہو؟"

"فف.... فیروز؟"

"ہاں۔"

"ہاں میں جانتا ہوں اسے؟"

"وہ میرا آدمی ہے۔"

"کیا!" کنور مہتاب علی نے شدید حیرت کا اظہار کیا۔

"ہاں وہ میرا بھیجا ہوا آدمی تھا۔"

"اور سس.... سس.... سس سائی تھول۔" کنور مہتاب علی بوکھلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا۔

"تم جانتے ہو کہ سائی تھول کا نام تمہارے لئے کس قدر دلکش ہے میں اسی کے نام سے تم سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔"

"تو یہاں مم.... میرا مطلب ہے اس ہوٹل میں' اس کمرے میں۔"

"ہاں' فیروز میرے ہی ایماء پر تمہیں یہاں لایا ہے اب بات تمہاری سمجھ میں آگئی ہوگی میرا خیال ہے بہت زیادہ وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہوگا میری جان۔"

"تو تم نے مجھے فریب دیا ہے۔"

"ارے فریب تو بہت معمولی سی بات ہے میں تو بہت سے ارادے رکھتا ہوں تمہارے لیے۔"

"میں جانتا ہوں' میں جانتا ہوں کہ تم ایک کمینہ صفت آدمی ہو لیکن مجھے بتاؤ اگر ہمارے درمیان یہی پھوٹ جاری رہی تو کیا مستقبل میں تم کامیاب ہو جاؤ گے؟"

"یہ سب بعد کی باتیں ہیں مجھے صرف ایک بات کا جواب دو۔"

"کون سی بات کا جواب؟"

"بچی کہاں ہے؟"

"یقین کرو اب میں بھی اس کے بارے میں نہیں جانتا۔"

"مہتاب علی' مہتاب علی' اب بھی دیوانگی کا مظاہرہ کرو گے تو مجھے بعد میں تم پر افسوس ہوگا۔"

"تم یقین کرلو بچی اب میری تحویل میں بھی نہیں ہے اور تم' تم.... میں تمہیں کیا کہوں؟"

"دیکھو مہتاب علی میری فطرت بلی جیسی ہے' یقین کرو لوگ میرے بارے میں یہی تجزیہ کرتے ہیں کہ میرے اندر بلی کے خواص ہیں' کھاتا نہیں تو گرا دیتا ہوں تاکہ دوسرے کو بھی نہ ملے۔"

"ہاں، مجھے اس کا اندازہ ہے۔"

"وہ چند لوگ ہیں جو میرے راستے کی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں، سب سے پہلے میں تمہیں اس دنیا سے رخصت کروں گا اس کے بعد ایک ایک کر کے ان باقی لوگوں کو بھی اور پھر اپنے طور پر کوشش کروں گا کہ بچی مجھے مل جائے اور اگر بچی نہ ملی تو پھر اپنے اس خیال پر لعنت بھیج دوں گا لیکن کم از کم راستے کے پتھر ضرور ہٹا دوں گا میں۔ سمجھے!"

"تم اگر یہ سمجھتے ہو کہ دوبارہ نیل کنٹھ جا پہنچو گے تو یہ تمہاری بھول ہے۔"

"ہاں میں جانتا ہوں، اس کے لیے مجھے تمہارے سہارے کی ضرورت ہوگی لیکن میرے دوست میرا اپنا منصوبہ الگ ہے، اور میں تمہیں اس کے بارے میں بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔"

"تم کوئی بھی منصوبہ بنالو نصیر بیگ لیکن اس میں کامیابی نہیں حاصل کر سکو گے۔"

جواب میں نصیر بیگ ہنس پڑا پھر بولا۔ "نہیں میری جان اب ایسا بھی نہیں ہے۔ نئی ٹیم تو بنائی جا سکتی ہے، اخبار میں بچی کی تصویر شائع کر کے اشتہار تو دیا جا سکتا ہے کہ نیل کنٹھ تک سفر کرنے کے لیے ان لوگوں کی ضرورت ہے جو وہاں تک کے سفر کے بارے میں معلومات رکھتے ہیں، تم کیا سمجھتے ہو، کیا اس کائنات میں ہم چند ہی مہم جو ہیں جو پراسرار دنیاؤں کے رابطے جانتے ہیں۔ نہیں دوست، نئی ٹیم کا سربراہ میں ہوں گا اور تمہیں یہ سن کر ہنسی آئے گی کہ دوسرے لوگ ساری تفصیل نہیں جانتے ہوں گے جبکہ میں جانتا ہوں کہ میرے لیے وہاں کیسے راستے بن سکتے ہیں؟"

"دیوانے ہو تم اور دیوانگی کی باتیں کر رہے ہو؟"

"مجھے میری دیوانگی کے درمیان جینے دو، تم مجھے یہ بتاؤ کہ بچی کا کیا معاملہ ہوا تھا؟"

"احمق ہو تم لوگ۔ سنو، بچی کا معاملہ یہ ہوا تھا کہ میں اسے اپنے ساتھ لے آیا، لیکن مجھے تمہارے بارے میں شک ہو چکا تھا اور ثبوت مل چکے تھے اس لئے کہ تم بھی آچکے ہو اور بچی کی تلاش میں ہو، چنانچہ میں نے اسے مہتاب پور ہاؤس میں اپنے دو ملازموں کے حوالے کر دیا اور وہ اسے ساتھ رکھنے لگے لیکن، لیکن نصیر بیگ تم نے انہیں

قتل کر دیا۔ میرے ذہن میں تو اب بھی یہی بات تھی کہ بچی تمہارے پاس ہے۔"

"بکواس مت کرو، بچی میرے پاس نہیں ہے اور نہ ہی وہ ان کے پاس تھی بلکہ انہوں نے ایک عجیب احمقانہ کہانی سنائی مجھے۔"

"کیا؟"

"یہی کہ انہوں نے بچی کسی بھکارن کو دے دی تھی اور وہ اسے لے کر چلی گئی تھی۔"

"بھ..... بھکارن....."

"ہاں....."

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"سچ کہہ رہا ہوں۔ اس کے بعد بچی کا کوئی پتہ نہیں چل سکا میرا اپنا یہ خیال تھا کہ یہ ان کی سنائی ہوئی جھوٹی کہانی ہے۔"

"بخدا، مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم اور نہ ہی بچی میری تحویل میں ہے۔"

"ہوں۔ اگر تم جھوٹ بھی بول رہے ہو، تو یہ جھوٹ میرے نہیں تمہارے ہی حق میں نقصان دہ ہے۔"

"تم چاہے کچھ بھی کہہ لو، میں نے جو کچھ مجھے معلوم تھا تمہیں بتا دیا۔"

"ٹھیک ہے ڈیئر، میں دوہرا منصوبہ بنا کر آیا تھا۔ تمہیں یہاں بلانے کا مقصد یہی تھا کہ کم از کم ایک شخص سے تو نجات حاصل کی جائے۔" نصیر بیگ نے کہا۔ اسی وقت دروازے پر آہٹ محسوس ہوئی خود کار دروازہ تھا لیکن اسے اندر سے لاک نہیں کیا گیا تھا۔ نصیر بیگ کو فوراً ہی اپنی اس غلطی کا احساس ہوا کہ اس نے دروازے کا لاک بٹن نہیں دبایا ہے، وہ برق رفتاری سے اپنی جگہ سے واپس پلٹا لیکن دروازہ کھل چکا تھا اور فیروز دروازے سے اندر آ گیا تھا۔ نصیر بیگ نے اسے دیکھ کر گہری سانس لی۔

"غلطی ہوگئی تھی مجھ سے، لیکن تھینکس گاڈ کہ آنے والے تم ہو، براہ کرم دروازہ

لاک کردو۔" فیروز نے پلٹ کر دروازے کا لاک بند کر دیا تھا۔ وہ اس سچویشن کو مسکراتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ نصیر بیگ نے جیب سے ایک پستول نکال کر فیروز کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"میری دوسری جیب سے سائیلنسر نکال کر اس پستول پر فٹ کردو۔"

"یس سر....." فیروز بولا اور اس نے نصیر بیگ کے ہاتھ سے پستول لے کر اس کے کوٹ کی دوسری جیب سے سائیلنسر نکالا اور پستول کی نال پر فٹ کر دیا۔

"پروگرام کیا ہے چچا؟"

"بس کام بن گیا۔" نصیر بیگ نے مسکرا کر کہا اور فیروز کی جانب دیکھ کر آنکھ ماردی۔ پھر وہ کنور مہتاب علی کی طرف رخ کرکے بولا۔

"کنور مہتاب علی، مجھے افسوس ہے کہ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔ یا تو نصیر بیگ نیل کنٹھ پہنچے گا یا پھر تم..... لیکن تمہارا کھیل ختم ہوگیا۔ باقی لوگوں کا کھیل میں نمٹالوں گا۔ چنانچہ اب میں تمہیں الوداع کہنا چاہتا ہوں۔"

"ایک منٹ چچا' ایک منٹ....." اچانک ہی فیروز کے منہ سے آواز نکلی اور سائیلنسر لگا ہوا پستول نصیر بیگ کی کنپٹی سے آٹکا۔ نصیر بیگ اچھل پڑا۔ فیروز نے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ سے پستول لے لیا۔

"یہ کک کیا بدتمیزی ہے فیروز؟"

"چچا جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو بھتیجے کا ذہن اس سے زیادہ تیز چلتا ہے۔ پیارے چچا' کھیل کنور مہتاب علی کا نہیں تمہارا ختم ہوا ہے سمجھے؟"

"فی.....فیروز کیا بدتمیزی ہے تم..... تم..... بدعہدی پر کیوں آمادہ ہوگئے۔ یہ میرا بدترین دشمن ہے اور..... اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا ہے وہ اس کی موت کے بعد ہی پورا ہو سکتا ہے۔"

"وہ وعدہ تو میری موت کے بعد بھی پورا نہیں ہو سکتا پیارے چچا جان۔ تمہاری فطرت کو میں اچھی طرح جانتا ہوں اور اس سلسلے میں کنور مہتاب علی کا دل سے شکر گزار

ہوں کہ انہوں نے مجھے....." ابھی فیروز نے اتنا ہی کہا تھا کہ دروازے پر زوردار دستک ہوئی اور اس دستک پر فیروز کا ہاتھ ایک لمحے کے لیے بہک گیا۔ نصیر بیگ بہرطور کتنی ہی عمر کا مالک ہو لیکن جسمانی طور پر وہ اب بھی پھرتیلا اور چاق و چوبند تھا اس نے ایک مخصوص انداز میں فیروز کی بغل پر ہاتھ مارا اور پستول نصیر بیگ کی پیشانی سے ہٹ گیا۔ نصیر بیگ نے فوراً ہی پلٹ کر فیروز کی پنڈلی پر ایک لات ماری اور اس کے بعد دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ فیروز نے غالباً جان بوجھ کر فائر نہیں کیا تھا کیونکہ دستک دوبارہ سنائی دی تھی۔ نصیر بیگ کو دروازہ کھولنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اس کے ساتھ ہی باہر دھڑام دھڑام کی آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک ہلکی سی چیخ..... کنور مہتاب علی اور فیروز سنبھل کر باہر کی طرف بھاگے اور دروازے کے سامنے گرا ہوا ویٹر چیخ اٹھا کیونکہ اسے خطرہ ہوگیا تھا کہ اب وہ اندر سے آنے والوں کی لپیٹ میں بھی آجائے گا۔

"اندازہ ہوگیا تھا کہ واقعہ کیا ہوا ہے۔ غالباً" ویٹر نے دروازہ کھٹکھٹایا تھا اور نصیر بیگ کو نکل بھاگنے کا موقع مل گیا تھا۔ اب ایک بھرے پرے ہوٹل میں یہ تو ممکن نہیں ہو سکتا تھا کہ کسی کا اس طرح تعاقب کرکے اس پر گولیاں چلائی جاسکیں۔ چنانچہ فیروز نے جھک کر ویٹر کو اٹھایا اور ویٹر بری طرح سہما ہوا نظر آنے لگا۔"

"وہ کوئی چور تھا۔ یہاں گھس آیا تھا اور ہمارا کچھ قیمتی سامان لے کر بھاگ گیا ہے۔ تم..... تم اپنے آپ کو سنبھالو ہم اس کے پیچھے جا رہے ہیں۔"

فیروز نے کنور مہتاب علی کو اشارہ کیا اور کنور مہتاب علی باہر نکل آیا۔ ویٹر ہکا بکا کھڑا رہ گیا۔ دونوں راہداری میں دوڑتے چلے گئے' لیکن لفٹ نیچے جاچکی تھی۔

سرہدایت اللہ شدید سنسنی کا شکار نظر آتا تھا اس وقت بھی وہ اپنے کمرے میں بیٹھ دروازہ بند کئے گہری سوچوں میں گم تھا۔ بہت دیر تک وہ خیالات میں ڈوبا رہا پھر کسی کے دستک دینے پر ہی چونکا تھا۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ آنے والا اس کا دیرینہ ملازم جمشید تھا سرہدایت اللہ نے جمشید کو ہمیشہ ہی اپنا معتمد خاص رکھا تھا اس وقت جمشید کو دیکھ کر اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ جمشید نے کہا۔

”حضور کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے' میں بس یہی معلوم کرنے آیا تھا۔ معافی چاہتا ہوں۔“

”نہیں جمشید ایسی کوئی بات نہیں ہے' وہ .... سنو' کیا تمہاری بیوی یہیں کوٹھی پر ہے؟“

”نہیں سرکار وہ تو میکے میں رہتی ہے۔ میں نے بتایا تھا آپ کو..... وہاں اس کی بیوہ بہن کے تین بچے ہیں بوڑھے ماں باپ ہیں کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہیں ہے' اس لئے وہ عام طور سے وہیں رہتی ہے۔“

”مجھے تم سے کچھ کام ہے جمشید کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ چند روز کے لیے تمہاری بیوی یہاں آجائے۔“

”سرکار بالکل ہو سکتا ہے اب تو بچے بھی بڑے ہوگئے ہیں کبھی کبھی وہ آجاتی ہے دا

چار روز کے لیے اگر میں اسے بلاتا ہوں تو.....“

”کوئی مشکل تو نہیں ہوگی تمہیں؟“

”بالکل نہیں سرکار۔ کوئی کام ہے تو بتائیے۔“

”ہاں کام تو ہے تم سے۔ اچھا جمشید تم یوں کرو۔ اس وقت میرے پاس اور کسی کام سے تو نہیں آئے تھے؟“

”نہیں سرکار۔ جب آپ ہوتے ہیں تو ہماری ڈیوٹی صرف آپ پر ہی ہوتی ہے۔“

”اچھا تم یوں کرو تیار ہو کر کوٹھی سے باہر نکل جاؤ مجھے سڑک کے بالکل آخری سرے پر جہاں یہ سڑک دوسری سڑک سے جاملتی ہے' کھڑے ہوئے مل جانا کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کوئی ضروری کام ہو یہاں تو کرلو بلکہ مجھے اس کے بارے میں بتادو۔ ورنہ پھر یوں سمجھ لو کہ تمہیں کچھ روز کے لیے کوٹھی سے باہر رہنا پڑے گا۔“

”نہیں سرکار' کوئی ضروری کام نہیں ہے۔ آپ جو بھی حکم دیں۔“

”بس ٹھیک ہے' تم چلے جاؤ۔ جب تک تم وہاں پہنچو گے۔ میں تیار ہو کر وہاں آجاؤں گا۔“

”جی سرکار جیسا آپ کا حکم ہو۔“ جمشید نے جواب دیا اور گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔ سرہدایت اللہ بھی اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا..... اور پھر اس نے اپنی ڈریسنگ وارڈ روب سے نیا لباس نکال کر پہنا کچھ ضروری چیزیں لباس میں ٹھونستا رہا اور اس کے بعد کار کی چابی لے کر باہر نکل آیا کسی کو کچھ بتانا ضروری نہیں تھا۔ اس نے اطمینان سے کار اسٹارٹ کی۔ ڈرائیور قریب آیا تو اس نے پوچھا کہ کار میں پٹرول موجود ہے۔ ڈرائیور نے جواب دیا کہ وہ روزانہ رات کو ٹینک بھروالیتا ہے اس وقت بھی پیٹرول ٹینک پورا بھرا ہوا ہے۔ ہدایت اللہ کار اسٹارٹ کرکے چل پڑا تھا۔ کچھ دیر کے بعد وہ آہستہ روی سے سڑک پر کار دوڑاتا ہوا بالا آخر سڑک کے آخری سرے پر پہنچ گیا۔ جمشید اس کی ہدایت کے مطابق سڑک کے اس حصے پر کھڑا ہوا تھا جس کے بارے میں اس نے جمشید کو ہدایت کر دی تھی۔

ہدایت اللہ نے جمشید کو گاڑی میں بٹھایا اور اس کے بعد چل پڑا۔ یہاں شہر میں ہدایت اللہ کی بہت سی جائیدادیں تھیں۔ جائیداد کی خرید فروخت بھی اکثر کی جاتی رہتی تھی۔ شہر کے ایک بہت ہی پرسکون علاقے میں فلیٹوں کا ایک طویل سلسلہ تھا۔ ہدایت اللہ نے وہیں گاڑی روک دی۔ ان فلیٹوں میں اس کا بھی ایک فلیٹ تھا۔ بے حد شاندار، کشادہ اور ہر طرح سے آراستہ۔ ہدایت اللہ کے باہر آنے والے مہمان کبھی کبھی اس فلیٹ میں بھی قیام کرلیا کرتے تھے چنانچہ فلیٹ کو انتہائی شاندار طریقے سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا یہاں کوئی چوکیدار وغیرہ بھی نہیں چھوڑا گیا تھا کیونکہ مین گیٹ پر ہمیشہ چوکیدار موجود رہا کرتا تھا اور اسے باقاعدہ فلیٹس ایسوسی ایشن تنخواہ دیتی تھی اور بل آنرز کو بھجوا دیا کرتی تھی۔

جمشید کے ساتھ ہدایت اللہ اپنے فلیٹ میں داخل ہوگیا۔ پہلی منزل کا کارنر فلیٹ تھا۔ جمشید خاموشی سے اس کے ساتھ اندر آگیا تھا۔ ہدایت اللہ نے فلیٹ کا بھرپور جائزہ لیا اور جمشید سے کہنے لگا۔

"اچھا جمشید، اب تمہیں یہاں جو کچھ کرنا ہے میں تمہیں اس کے بارے میں بتائے دیتا ہوں۔ یوں کرو، ابھی یہاں سے چلے جاؤ، یہ پیسے رکھو۔ ضرورت کا سارا سامان، میرا مطلب ہے کھانے پینے کے لئے گوشت مرچ، مصالحے جو بھی چیزیں ہوا کرتی ہیں وہ یہاں لے آؤ، اور خاص طور سے بچوں کے پینے کے لیے دودھ کے ڈبے، بسکٹ وغیرہ اور ایسی چیزیں جو بچوں کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ یہ سارا سامان خرید کر واپس آجاؤ۔ پہلے یہ کام کرلو اس کے بعد دوسرا کام بتاؤں گا۔"

جمشید کو واپسی میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ لگا تھا۔ اس ڈیڑھ گھنٹے میں سر ہدایت اللہ یہاں موجود کچھ کتابوں کا مطالعہ کرتا رہا تھا۔ وہ خاصا متجسس نظر آرہا تھا۔

جمشید واپس آگیا اور تمام چیزیں قرینے سے لگاتا رہا۔ ایک دوبار اس کی ڈیوٹی یہاں فلیٹ پر لگائی گئی تھی وہ اس وقت جب باہر سے کچھ مہمان آئے ہوئے تھے اور انہیں یہاں ٹھہرایا گیا تھا۔ اس وقت بھی جمشید یہی سمجھا تھا کہ کوئی ایسی ہی بات ہے، کچھ لوگ آ-

والے ہیں جب وہ تمام کاموں سے فارغ ہوچکا تو ہدایت اللہ نے اسے دوسرا حکم دیا۔

"اب تم یوں کرو جمشید کہ خاموشی سے اپنی بیوی کو یہاں لے آؤ، اس سے کہنا کہ اپنے لباس وغیرہ بھی ساتھ لائے ایک آدھ ہفتے قیام کرنا پڑ جائے گا۔"

"جی صاحب، آپ فکر ہی نہ کریں۔"

"تو پھر جاؤ۔" جمشید دوبارہ چلا گیا تھا پھر جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ واپس آیا تب ہدایت اللہ نے اسے کچھ رقم دیتے ہوئے کہا۔

"اب تم آرام سے یہاں رہو، میں دوبارہ آؤں گا اور سنو کھانے پینے اور اخراجات میں کوئی تکلف مت کرنا، پیسے ختم ہو جائیں تو مجھ سے اور پیسے لے لینا ارے ہاں دودھ کے ڈبے لے آئے ہو بچے کو پلانے کے لئے؟؟"

"جی ہاں صاحب۔"

"ایک غلطی ہوگئی مجھ سے، وہ بوتلیں وغیرہ بھول گیا تھا بچے کو دودھ پلانے والی.... خیر، میں انہیں خود بازار سے خرید لوں گا۔ اچھا ٹھیک ہے میں چلتا ہوں۔" ہدایت اللہ فلیٹ سے باہر نکل آیا۔ پھر ایک جنرل اسٹور سے اس نے چھوٹے بچے کو دودھ پلانے والی بوتلیں وغیرہ خریدیں اور انہیں کار ہی میں محفوظ رہنے دیا۔ بہت دیر تک وہ سڑکوں پر مارا مارا پھرتا رہا۔ نجانے کس بے کلی اور بے چینی کا شکار تھا پھر اس نے ایک میڈیکل اسٹور سے بھی کچھ خریداری کی اور خریدی ہوئی اشیاء کا پیکٹ لے کر باہر نکل آیا۔ اس کے بعد اس نے گھر ہی کا رخ کیا تھا۔

"گھر میں واپس آنے کے بعد وہ اپنے کمرے بند ہوگیا تھا۔ بیوی اور ماں محسوس کر رہی تھیں کہ ویسے تو اس نے کتنا ہی مذاق اڑایا ہو اس بات کا لیکن جب بچی کو دیکھا تھا اس نے تو اس کے بعد اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری ہوگئی تھی اور پھر اس نے کسی سے اب تک کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ دونوں یہی سمجھ رہی تھیں کہ ہدایت اللہ پر بچی کی اس حرکت کا گہرا اثر ہے اور اس وقت اسے چھیڑنا کسی طور مناسب نہیں ہے۔"

شام ہوئی پھر رات ہوگئی۔ ہدایت اللہ کھانے کی میز پر بھی نہیں آیا تھا۔ ناظمہ بیگم

نے ڈرتے ڈرتے اس کے کمرے کے دروازے پر دستک دی تو اس نے اندر سے پوچھا۔

"کون ہے' کیا بات ہے؟"

"دروازہ کھولئے آپ کھانا نہیں کھائیں گے کیا؟"

"نہیں..... میرا جواب سن لو اور واپس جاؤ اپنے مشاغل میں مصروف رہو اور مجھے بالکل تنگ نہ کرو۔" اس کا لہجہ اتنا سخت تھا کہ ناظمہ بیگم کو اس کے بعد کچھ کہنے کی جرات نہیں ہوئی اور وہ واپس چلی گئیں۔ ہدایت اللہ انتظار کرتا رہا۔ رات گہری ہوتی چلی گئی اس نے اپنے کمرے کی روشنیاں بجھا دی تھیں اور اس طرح بستر پر لیٹ گیا تھا کہ اگر کوئی عقبی کھڑکی کے شیشوں سے جھانکے تو یہی سمجھے کہ وہ گہری نیند سو چکا ہے۔ لیکن وہ جاگ رہا تھا اور اس کے ذہن میں ایک منصوبہ گردش کر رہا تھا پھر جب رات خاصی گہری ہوگئی تو وہ اپنی جگہ سے اٹھا دروازے کے قریب پہنچ کر پہلے اس نے باہر کی سن گن لی پھر دروازہ اندر سے بند کیا اور الماری سے ایک مخصوص لباس نکال کر لباس تبدیل کرنے لگا۔ مٹیالے رنگ کی وہ چست پتلون جو مہم جوئی کے دوران مشکل راستوں پر سفر کرنے میں معاون ہوتی تھی اس پر جیکٹ اور پھر جیکٹ میں کچھ اور چیزیں' ساتھ ہی اس نے گاڑی کی چابی بھی جیب میں رکھ لی تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کمرے کے دروازے سے باہر نکل آیا۔ راہداری عبور کی' صدر گیٹ سے گیلری کی جانب چل پڑا اور گیلری کے دوسرے حصے سے نیچے اترا تاکہ دروازے پر موجود چوکیدار اسے دیکھنے نہ پائے۔ پھر وہ مہندی کی باڑھ کے ساتھ ساتھ جھک کر آگے بڑھنے لگا۔ مہندی کی باڑھ کا یہ حصہ اس نے بڑی احتیاط سے عبور کیا اور ملازموں کے کوارٹرز کے پاس پہنچ گیا۔ چند لمحات کے بعد وہ اس کوارٹر میں داخل ہو رہا تھا جس میں نجمہ پھوپھی بچی کے ساتھ موجود تھی۔

نہایت احتیاط سے اس نے کمرے میں جھانکا۔ نجمہ پھوپھی کروٹ بدلے سو رہی تھیں۔ بچی ان کے قریب ہی گہری نیند میں تھی۔

ہدایت اللہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ پھر اس نے ناک چٹکی سے بند کی اور جیب سے ایک رومال نکال کر نجمہ پھوپھی کے قریب پہنچ گیا۔ ان کی مخالف سمت کھڑے

ہو کر اس نے رومال نجمہ پھوپھی کی ناک کے سامنے لہرایا' کلوروفارم کی خوشبو فضا میں پھیل رہی تھی۔ نجمہ پھوپھی آہستہ آہستہ کسمسائیں اور اس کے بعد ڈھیلی ہوگئیں۔ ہدایت اللہ نے جلدی سے رومال جیکٹ کی جیب میں رکھ لیا اور اس کے بعد چند لمحے انتظار کرتا رہا۔ نجمہ پھوپھی کی سانسیں بہت گہری ہوگئی تھیں۔ پھر اس نے ہاتھ کو جسم سے رگڑ کر صاف کیا اور بچی کی جانب بڑھ گیا۔ بچی کو احتیاط سے اٹھا کر اس نے شانے سے لگایا۔ وہ معصوم گہری نیند سو رہی تھی۔ ہو سکتا ہے کلوروفارم کے کچھ اثرات اس کی ناک تک بھی پہنچے ہوں۔ کیونکہ کوارٹر سے باہر آتے ہوئے نہ تو اس کے جسم میں کوئی کسمساہٹ ہوئی تھی اور نہ ہی اس کی مدھم سی آواز ہی نکلی تھی۔ باہر رک کر ہدایت اللہ نے ایک لمحے ادھر ادھر انتظار کیا اور اس کے بعد اپنی کار کی جانب بڑھ گیا۔ اس نے بچی کو نہایت احتیاط سے کار کی پچھلی سیٹ پر لٹایا اور پھر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کردی پھر وہ آہستہ آہستہ گیٹ کی جانب بڑھ گیا۔ چوکیدار نے جلدی سے گیٹ کھول دیا تھا۔ اس نے رک کر چوکیدار سے کہا۔

"بابا' میں ابھی تھوڑی دیر کے بعد واپس آتا ہوں سونا نہیں۔ ذرا ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔"

"جی صاحب۔" چوکیدار نے جواب دیا اور ہدایت اللہ کی کار گیٹ سے باہر نکل آئی۔ اس نے رفتار سست ہی رکھی تھی۔ وقت اتنا ہو چکا تھا کہ سڑکوں پر پولیس گشت کے لئے نکل پڑی ہوگی۔ ذرا سی مخدوش حالت تھی اگر بچی کو پچھلی سیٹ پر دیکھ لیا گیا تو ہو سکتا ہے پولیس گڑبڑ کرنے کی کوشش کرے لیکن اب یہ خطرہ تو مول لینا ہی تھا البتہ فلیٹ تک پہنچتے ہوئے اسے کوئی مشکل پیش نہ آئی اور وہ بچی کو شانے سے لگائے ہوئے گاڑی باہر ہی کھڑی چھوڑ کر اندر داخل ہوگیا۔ پھر اس کے بعد پہلی منزل کے فلیٹ تک پہنچنا اس کے لیے مشکل ثابت نہیں ہوا تھا۔ بیل بجا کر اسے انتظار کرنا پڑا کیونکہ اس نے جمشید کو یہ ہدایت نہیں کی تھی کہ وہ رات کے اس حصے میں واپس آئے گا۔ کئی بار بیل بجانے کے بعد اندر روشنی ہوئی تھی اور جمشید کی آواز سنائی دی تھی۔

"کون ہے؟"

"دروازہ کھولو جمشید.... میں ہوں۔"

"جمشید نے اس کی آواز پہچان لی اور دروازہ کھول دیا۔"

"ہدایت اللہ بچی کو شانے سے لگائے ہوئے اندر داخل ہوگیا تھا۔ جمشید نے حیرا سے دروازہ بند کردیا اور ہدایت اللہ کو دیکھتا ہوا بولا۔"

"صاحب' اس وقت خیریت تو ہے؟"

"ہاں جمشید سب خیریت ہے' بیوی کہاں ہے تمہاری؟"

"جاگ گئی ہے صاحب' بلاتا ہوں۔" جمشید نے اپنی بیوی کو آواز دی اور وہ بے چاری آنکھیں ملتی ہوئی آگئی۔

"رقیہ' ایک بہت ضروری کام تمہارے سپرد کرنا ہے مجھے۔"

"حکم دیں سرکار' آپ کے غلام ہیں ہم تو....."

"یہ بچی سنبھالو' میں ابھی جمشید کے ہاتھ دودھ کی بوتلیں وغیرہ بھجتا ہوں۔ دودھ منگوا ہی لیا تھا میں نے' یہ بچی اپنے پاس رکھو اور دیکھو' تمہیں اس کا بہت خیال ر ہے۔ بچی کو ذرہ برابر کوئی تکلیف نہ پہنچے کل دن میں' میں واپس آؤں گا دوپہر کے وقت اور تمہیں اور کچھ باتیں بتاؤں گا' فی الحال تمہارا کام بس اتنا ہے کہ بچی کا ہر طرح خیال رکھو اس کے کپڑوں وغیرہ کا بندوبست بھی کل دوپہر ہی کو ہوسکے گا۔ اس وقت کپڑے پہنے ہوئے ہیں انہی سے کام چلاؤ۔ بچوں کو پالنے کے سلسلے میں میرا کوئی خا تجربہ نہیں ہے لیکن لو' یہ رقم رکھ لو' جس چیز کی ضرورت ہو صبح کو جمشید کو بھیج کر منگا لینا۔ کیا سمجھیں؟"

"جی صاحب آپ بالکل فکر نہ کریں۔"

"مجھ سے یہ سوال مت کرنا کہ یہ کس کی بچی ہے۔"

"نہیں صاحب آپ کا حکم ہوگا تو بالکل نہیں کریں گے۔"

"اور کوئی خاص بات؟"

"نہیں سرکار' ہم کیا خاص بات پوچھیں گے؟"

"آؤ جمشید میں تمہیں شیشیاں وغیرہ دیئے دیتا ہوں۔"

"جی سرکار!" جمشید نے جواب دیا اور ہدایت اللہ کے ساتھ نیچے اتر آیا۔ ہدایت اللہ نے دودھ کی بوتلیں اس کے حوالے کیں اور اطمینان کی گہری سانس لے کر گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور اس نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی۔ کچھ دیر کے بعد وہ کوٹھی کے دروازے پر پہنچ گیا۔ چوکیدار جاگ رہا تھا اس نے جلدی سے گیٹ کھولا اور ہدایت اللہ اس سے کوئی بات کئے بغیر گاڑی کو آگے لیتا چلا گیا۔ پھر پورچ میں اسے کھڑا کرکے اس نے ایک نگاہ چاروں طرف ڈالی' ہر طرف خاموشی اور سناٹے کا راج تھا وہ خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف چل پڑا لباس وغیرہ تبدیل کیا اور بستر پر لیٹ کر روشنی بند کردی۔

نصیر بیگ شیطان کی طرح چالاک تھا۔ اس نے ایک دم اندازہ لگالیا تھا کہ پانسہ پلٹ گیا ہے۔ فیروز نے اس کے ساتھ فراڈ کیا ہے اور لازمی بات ہے کہ کنور مہتاب علی کا اس کا گٹھ جوڑ ہوگیا ہے۔ وہ اپنی ہی چال میں مارا گیا تھا۔ فیروز کے بارے میں اسے اندازہ تو تھا کہ بے حد چالاک نوجوان ہے لیکن اس نے یہ بھی سوچا تھا فیروز کے بار میں کہ ایسے شاطر نوجوان کا ساتھ اس کیس میں بہت معاون ہوگا اور اسے بڑے فائد حاصل ہو سکیں گے۔ اسے خزانے کے لالچ میں اپنے ساتھ شامل کرکے لے جائے گا پھر اس سے پورا پورا فائدہ حاصل کرے گا.... اور یہ تو بہت بعد کی بات ہے کہ اپنے مق میں کس حد تک کامیابی حاصل ہوسکے گی۔ لیکن فیروز نے یہ چال الٹ دی تھی اور ا اس کے بعد اسے فوری طور پر اس سلسلے میں کوئی ایسا قدم اٹھانا تھا کہ فیروز اور کنور مہ کا گٹھ جوڑ کسی خطرناک مشکل کا باعث نہ بن جائے۔ پہلے ہی مرحلے پر اس نے چالا قدم اٹھایا تھا۔ وہ لفٹ سے نیچے گیا تھا اور دوسری ہی منزل پر اتر گیا تھا۔ اس کے بعد نے لفٹ کا نیچے کا بٹن دبا دیا تھا تاکہ وہ گراؤنڈ فلور پر چلی جائے۔ یہاں اس نے ایک جگہ منتخب کرلی جہاں وہ چھپ سکے اور پھر اس نے کنور مہتاب علی اور فیروز کو سیڑھ سے نیچے اترتے ہوئے دیکھا' دونوں دیوانہ وار نیچے جارہے تھے۔ نصیر بیگ کے ہونٹو مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

"کھیل کا پانسہ تو اس وقت دوبارہ پلٹا جاسکتا ہے کنور مہتاب اور فیروز......... لیکن میں ہمیشہ لمبے کھیل کھیلنے کا عادی ہوں۔ ٹھیک ہے' اس نئی مہم میں ایک اور شخص شامل ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔" پھر اس نے لفٹ کو اوپر جاتے ہوئی دیکھا اور اطمینان سے سیڑھیوں کی جانب چل پڑا۔ اسے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ ان کے ساتھ اور کوئی نہیں ہے چنانچہ وہ بڑے پرسکون انداز میں ہوٹل سے باہر نکلا۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھا اور ٹیکسی ڈرائیور کو اپنی کوٹھی کا پتہ بتا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کوٹھی پر اتر گیا۔ اسے یہ اندازہ تھا کہ فیروز نے اب اگر آگے اقدامات کئے تو پہلے قدم کے طور پر وہ اس کی کوٹھی پر ہی آئے گا کیونکہ یہاں اس کا تعارف ایک انوکھے انداز میں کرایا گیا تھا۔ اب اس کا تدارک کرنا تھا۔

"اہل خاندان نصیر بیگ کے بارے میں کبھی اچھے تاثرات نہیں رکھتے تھے۔ نصیر بیگ کا بیٹا ابراہیم بیگ اس کی بیوی' بیٹی شمائلہ اور باقی تمام لوگ جن کا اس سے تعلق تھا' یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ نصیر بیگ ہمیشہ ہی مجرمانہ کارروائیوں میں مصروف رہتا ہے۔ گھر کے معاملات میں کبھی اس نے کوئی دلچسپی نہیں لی تھی۔ یہ دوسرے ہی تھے جو گھر کو سنبھالے ہوئے تھے اور اب مرزا ابراہیم بیگ پوری ذمہ داری کے ساتھ گھر اور کاروبار سنبھالے ہوئے تھا۔ یہ بھتیجا جو پچھلے دنوں نمودار ہوا تھا ان سب کو خطرناک شخصیت کا مالک نظر آتا تھا اور وہ اس تصور سے خوفزدہ تھے کہ نصیر بیگ کا کھلایا ہوا یہ نیا گل کہیں کوئی مصیبت ہی نہ بن جائے۔ جب وہ چلا گیا تو ان لوگوں نے سکون کی سانس لی تھی۔ بہرطور' نصیر بیگ اپنے کمرے میں داخل ہوگیا۔ بیوی کو آواز دی اور سلطان بیگم' نصیر بیگ کے کمرے میں آگئیں۔"

"میرے لیے کپڑوں کا ایک سوٹ کیس تیار کردو۔"

"کیا پھر کوئی نئی مہم جوئی سوجھی ہے؟"

"سلطانہ بیگم' تم بھی دھن کی پکی ہو۔ ساری زندگی میرا اور تمہارا اس بات پر تنازعہ رہا کہ میں ہوں مہم جوئی کا شوقین اور تم میرے اس شغل کی دشمن.........."

"ہاں تنازعہ تو ساری زندگی ہی رہا ہے لیکن اپنے گال پیٹنے کے سوا میں نے آج تک اور کیا ہی کیا ہے؟"

"بخدا، تمہارے اس عمل نے تمہارے گالوں کی ایسی ورزش کی ہے کہ آج بھی ان کا تناؤ اور چکنا پن محسوس کیا جاسکتا ہے۔"

"ان الفاظ کے بارے میں دل تو چاہتا ہے کہ وہ کہہ دوں جو میرے ذہن میں آیا لیکن ہمیشہ کی طرح اب بھی خاموشی ہی اختیار کئے لیتی ہوں۔"

اتنی دیر میں ابراہیم بیگ اندر آگیا اور بولا۔ "کہیئے ڈیڈی کیا ہو رہا ہے؟"

"میاں، تمہاری طرح کنوئیں کے مینڈک تو نہیں ہیں کہ ایک جگہ بیٹھے ٹراتے رہیں۔ ہماری زندگی میں تو ہنگامہ ہے۔ چند روز پرسکون بیٹھ جائیں تو بیمار ہو جاتے ہیں۔ نکل رہے ہیں کچھ عرصے کے لئے، آجائیں گے واپس، گھر تو اب تمہارا ہے؟"

"آپ نے اسے ہمارا رہنے کہاں دیا ڈیڈی۔ وہ ایک بھتیجا مسلط کر کے آپ نے نجانے ہمیں کیسے کیسے وسوسوں کا شکار کر دیا ہے۔"

"تو میاں کہہ دیا ہوتا ہم سے۔ بھلا تم سے زیادہ عزیز اس روئے زمین پر ہمیں کوئی اور ہو سکتا ہے۔ اچھا دیکھو، ہم تو جارہے ہیں، تم سے ٹیلی فون پر رابطہ رکھیں گے۔ بھتیجا اگر آجائے نا تو ہماری طرف سے مکمل اجازت ہے ہاتھ پاؤ توڑنا اور کوٹھی کے گیٹ سے باہر پھنکوا دینا۔ جتنا مار سکتے ہو مارنا۔ ملازموں سے بھی کہہ دینا ہم اجازت دیتے ہیں اور کہنا اس کتے سے کہ فراڈ کرنے آیا تھا مرزا نصیر بیگ کے گھر میں؟"

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟"

"اب اگر تم سے تعاون کر رہے ہیں، تو تم یقین نہیں کرتے۔"

"لیکن ڈیڈی آپ نے تو.........."

"میاں بدلتے مزاج کے مالک ہیں، جو دل چاہتا ہے کہہ دیا اور کر لیا کرتے ہیں۔ بس چند روز کے لیے بھتیجا بنالیا تھا اسے، بھگا دیا تو بھگا دیا۔ اب دوبارہ یہاں آئے نا تو میں تم سب سے کہتا ہوں کہ جو کچھ اس کے ساتھ کر سکتے ہو کر لینا۔ میں تو کہتا ہوں کہ قصہ ہی

ختم کر دینا اس سور کی زندگی کا۔ پولیس کا معاملہ لے دے کے بھگت لیں گے۔"

"مگر ایسا کیا ہوا ڈیڈی، آخر آپ اس کے دشمن کیسے بن گئے؟"

"دیکھو میرے پاس وقت نہیں ہے اور آپ بیٹھی بیٹھی ابھی تک میری صورت دیکھ رہی ہیں۔ میں نے کہا ہے آپ سے کچھ کپڑے تیار کر دیجئے۔ وہ میری شیروانی اور پائجامے کہاں گئے۔ جب مجھے شیروانیاں پہننے کا شوق ہوا تھا اور آپ لوگوں نے میرا مذاق اڑایا تھا۔ کہاں گئیں وہ شیروانیاں؟"

"رکھی ہوئی ہیں سب۔"

"فوراً نکلوا لیجئے۔ اور اب کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ آپ لوگ میری جان چھوڑ دیں۔ سلطانہ جاؤ، جو میں کہہ رہا ہوں کرو۔"

"سلطانہ بیگم منہ بنا کر باہر نکل گئی تھیں۔ ابراہیم بیگ نے کہا۔"

"ڈیڈی کچھ کاروباری امور نہیں دیکھیں گے؟"

"دیکھو ابراہیم بیگ! اصولی طور پر اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہو گا کہ تم ان نکمی اولادوں میں سے ہو، جو صرف باپ کی کمائی پر گزارا کیا کرتی ہیں، خود اگر انہیں کچھ کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو منہ دیکھنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتیں۔ اولادیں والدین کی، بلکہ ایک دولت مند باپ کا بیٹا، باپ کے مرنے کی دعائیں مانگتا ہے تاکہ اسے مکمل اختیارات حاصل ہو جائیں۔ میں نے اپنی زندگی میں ہی تمام کاروبار اور دولت وغیرہ تمہیں سونپ دی ہے اور تم اب بھی میری جان کھاتے ہو؟"

"پتہ نہیں ڈیڈی آپ کا تعلق کن دولت مندوں سے رہا ہے جن کے بیٹے باپ کی موت کی دعا مانگتے ہیں۔ میرے لیے تو اس سے اچھا وقت اور کوئی نہیں ہوتا جب گھر پر ہوتے ہیں۔ ایک سایہ سا محسوس ہوتا ہے سر پر۔ لیکن بدنصیبی ہے کہ جو باپ کی آرزو کرتے ہیں ان کے باپ ان پر توجہ نہیں دیتے۔"

"میاں، سارے کاروبار کو خود سنبھالے رکھو۔ ہر چیز پر اختیار حاصل کرو۔ یہ سب کچھ کیا کس کے لئے ہے، کوئی کمی ہے تو بتادو وہ بھی پوری کر دی جائے۔"

"آپ کی کمی ہے ڈیڈی؟"

"بھئی تو پھر میرے بوڑھے ہونے کا انتظار کرو۔" مرزا نصیر بیگ نے خوش گوار لہ
میں کہا۔

"خدا کرے آپ جلدی بوڑھے ہو جائیں۔" مرزا ابراہیم بیگ ٹھنڈی سانس لے
کر بولا۔ مرزا نصیر بیگ کی چرب زبانی کے سامنے اس کی زبان ہمیشہ ہی بند ہو جاتی تھی ا
وہ لاجواب ہو جاتا تھا۔

"تو پھر اجازت........" نصیر بیگ نے کہا۔

"جی جا رہا ہوں۔"

"میاں، کھاؤ پیو، عیش کرو۔ خدا حافظ۔" نصیر بیگ نے کہا اور اس کے بعد غس
خانے میں داخل ہو گیا۔ سب سے پہلے اس نے اپنی خوب صورت داڑھی صاف ک
حسین مونچھیں صاف کیں اور چہرہ پلپلا کدو نظر آنے لگا۔ سلطانہ بیگم اندر داخل ہوئیں
نصیر بیگ سفاچٹ ہو کر باہر نکل آیا تھا۔ انہوں نے اسے دیکھا اور پھر حیرت سے ادھر اد
دیکھنے لگیں پھر واپس دروازے کی جانب پلٹیں تو نصیر بیگ نے ہنس کر کہا۔

"گویا جوانی لوٹ آئی تو آپ چل دیں؟"

"آپ آپ........ یہ کیا کر لیا؟"

"کیسے لگ رہے ہیں؟" نصیر بیگ نے پوچھا اور سلطانہ بیگم نے بے اختیار قہقہہ
پھر منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

"یعنی کیا بات ہوئی؟"

"لگ رہا ہے جیسے کسی مرغے کے سارے پر نچ گئے ہوں۔" نصیر بیگ ا
گھورنے لگا۔ پھر بولا۔

"ٹھیک ہے، جب عورت ذہنی طور پر بوڑھی ہو جاتی ہے تو اسی قسم کے الفاظ
کرتی ہے۔ اچھا ذرا ہماری شیروانی وغیرہ نکال دو۔ لباس تبدیل کر لیں۔"

"شیروانی پہنیں گے آپ؟"

"بھئی نکاح کرنے تھوڑی جا رہے ہیں۔ بس ایسے ہی شوق پیدا ہو گیا ہے۔ کپڑے رکھ دیئے نا سب سوٹ کیس میں؟"

"جی ہاں۔"

"تو پھر باہر جاؤ، ذرا کپڑے تبدیل کر لیں۔"

"جا رہی ہوں۔ آپ بھی شاید جا ہی رہے ہیں؟"

"ہاں، بالکل! اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے؟"

"میں بس اتنا کہہ رہی تھی کہ خدا کے واسطے پچھلے دروازے سے باہر نکل جائیں۔ ورنہ لوگ میرا ہی مذاق اڑاتے رہیں گے۔" نصیر بیگ بیوی کو گھورنے لگا تھا وہ ہنستی ہوئی باہر نکل گئیں۔ نصیر بیگ نے اندر سے دروازہ بند کیا۔ پھر ٹیلی فون کے قریب پہنچ گیا۔ کوئی نمبر ڈائل کیا اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ جب دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا تو اس نے کہا۔

"ہوٹل سیرینو؟"

دوسری طرف سے آواز آنے کے بعد وہ بولا۔ "میاں ہم مرزا تصور بیگ بول رہے ہیں۔ ہمیں ایک خوب صورت سا کمرہ چاہئے۔ ایئرپورٹ سے فون کر رہے ہیں آپ لوگوں کو۔ آپ کو تو خیر اپنے معزز مہمان کیا ہی یاد رہتے ہوں گے لیکن سیرینو سے ہماری بڑی پرانی یاد اللہ ہے۔ کمرہ بک کر دیجئے اور ادائیگی وغیرہ پہنچ کر دیں گے۔" دوسری طرف سے جواب ملنے کے بعد نصیر بیگ نے فون بند کر دیا۔ اس کے بعد کھڑکھڑاتا ہوا لٹھے کا پائجامہ، قمیض اور اوپر سے شیروانی، سر پر ٹوپی بھی رکھ لی تھی۔ آنکھوں پر قدیم طرز کا چشمہ چڑھا لیا اور پھر آئینے میں اپنے آپ کو دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ سلطانہ بیگم نے سوٹ کیس لا کر رکھ دیا تھا، نکال کر اسے چیک کیا۔ الماری سے نوٹوں کی کچھ گڈیاں نکال کر چھوٹے نوٹ شیروانی کی جیب میں اور بڑے نوٹوں کی گڈیاں سوٹ کیس کے نیچے جمائیں، البتہ باہر نکلنے کے لیے سلطانہ بیگم کی ہدایت کے مطابق اس نے پچھلا ہی راستہ اختیار کیا تھا۔ سوٹ کیس ہاتھ میں لئے وہ ٹیکسی کی تلاش میں ادھر ادھر

نگاہیں دوڑاتا رہا اور کچھ دیر کے بعد اسے ٹیکسی مل گئی۔ سوٹ کیس ٹیکسی کی ڈگی میں رکھنے کے بعد جب ڈرائیور سیٹ پر آکر بیٹھا تو نصیر بیگ نے کہا۔

"ہوٹل سیرینو۔" اور ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔

کنور مہتاب علی اور فیروز واپس کمرہ نمبر آٹھ سو آٹھ میں آگئے۔ بس چوک ہی ہو گئی تھی کہ نصیر بیگ نکل گیا۔ فیروز بہت شرمندہ تھا۔ کمرے میں آنے کے بعد دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ کوئی گفتگو بھی نہیں کی تھی کہ ہوٹل کا منیجر آگیا اور صورت حال معلوم کرنے لگا۔

"نہیں، خدا کا شکر ہے کہ وہ کچھ لے جا نہیں سکا۔ ویسے تمہارے ہوٹل میں ڈاکہ زنی کی واردات کیا اس سے پہلے بھی ہو چکی ہے؟"

"خدا کے لیے جناب، یہ لفظ بھی نہ استعمال کیجیے۔ ہماری تمام محنت ڈوب جائے گی۔ ہمارے ہاں اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ ہماری سمجھ میں تو بات ہی نہیں آسکی۔"

"بہرحال اب ہوا ہے۔"

"میں آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔" منیجر گڑگڑاتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"فرمائیے۔" فیروز نے کہا۔

"آپ براہ کرم اگر کوئی نقصان ہوا ہے تو مجھ سے لے لیجیے میں ہر ادائیگی کے لئے تیار ہوں۔ لیکن اگر آپ نے پولیس میں رپورٹ درج کرادی تو یوں سمجھ لیجیے کہ ہم تباہ و

برباد ہو جائیں گے۔ آپ ہوٹل کا پورا ریکارڈ اٹھا کر دیکھ لیجئے یہاں کبھی کوئی ایسی واردات نہیں ہوئی۔ اب اگر آپ نے ...."

"نہیں منیجر' نہیں۔ ہم کوئی رپورٹ وغیرہ درج کرانے نہیں جارہے اور ہمارا کوئی نقصان بھی نہیں ہوا۔ اگر ہوتا تو ہم تمہیں بتادیتے لیکن یہاں سیکیورٹی ذرا ٹائٹ کردو۔ یہ سب کچھ نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں سمجھتا ہوں جناب' آپ کا بے حد شکریہ۔ میں آپ کا احسان مند ہوں۔ آپ لوگ تو واقعی فرشتہ صفت ہیں۔ ورنہ اس وقت ہماری مجبوری سے جو فائدہ چاہتے اٹھا سکتے تھے۔ بے حد شکریہ جناب۔ تو میں اطمینان رکھوں؟"

"ہاں منیجر' کوئی مسئلہ نہیں۔" کنور مہتاب علی نے کہا اور منیجر مطمئن انداز میں گردن ہلا کر واپس مڑا۔ پھر بولا۔

"آپ کے لیے کچھ بھجواؤں جناب' چائے یا کافی وغیرہ۔ آپ ذہنی طور پر یقیناً منتشر ہوگئے ہوں گے۔ کیا پسند فرمائیں گے؟"

"اس وقت کچھ بھی نہیں منیجر۔ بے حد شکریہ۔" کنور مہتاب علی نے نرم لہجے میں کہا اور منیجر دروازے سے باہر نکل گیا۔ کنور مہتاب علی پر خیال نگاہوں سے فیروز کو دیکھنے لگے تھے۔ پھر انہوں نے کہا۔

"وہ کم بخت زہریلا سانپ ہے' وار ضرور کرے گا۔"

"کنور صاحب' بدقسمتی تو یہ ہے میری کہ اب تک میں ان تمام حقیقتوں سے آشنا نہیں ہوں جن کے تحت یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ اگر مجھے ذرا تفصیل معلوم ہو جاتی تو آپ یقین کیجئے کہ میں آپ کا بہترین معاون ثابت ہوتا۔ جتنا کچھ آپ نے مجھے اس بارے میں بتایا ہے یا اس وقت کی جو گفتگو آپ لوگوں کے درمیان ہوئی ہے میں سمجھتا ہوں اس سے کسی بھی قسم کی کوئی معلومات نہیں حاصل ہوتیں۔" کنور مہتاب علی نے پر خیال نگاہوں سے فیروز کو دیکھا پھر بولے۔

"فیروز! میں نہیں جانتا تم کون ہو۔ تم نے جتنا مجھے اپنے بارے میں بتایا ہے میں بس

اتنا ہی جانتا ہوں' لیکن آج میں تمہیں ایک نہایت مخلصانہ پیش کش کرتا ہوں' حالانکہ پہلے بھی اس بارے میں تم سے کہہ چکا ہوں لیکن ایک بار پھر دہرانا ضروری سمجھتا ہوں۔ اگر تم دولت کے خواہش مند ہو تو میرے ساتھ ایک طویل تعاون کرو میں اس تعاون کے وقت کا تعین نہیں کر سکتا لیکن ایک وعدہ کر سکتا ہوں تم سے کہ اگر میں اپنی کوششوں میں کامیاب ہوگیا تو اتنی دولت مل جائے گی تمہیں کہ اگر تم سو سال کی عمر بھی پاؤ اور اتنا خرچ کرو جتنا تمہارے تصور میں آسکے تو تمہیں دولت کی کمی محسوس نہ ہوگی۔"

فیروز نے ہنس کر کہا۔ "تو پھر میں بھی اپنے کچھ الفاظ دہرانے میں قباحت محسوس نہیں کرتا۔ کنور مہتاب علی' جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا کہ دولت کے حصول کے معاملے میں قسمت نے میرا ساتھ نہیں دیا' حالانکہ ایسی بات نہیں ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں اپنی خواہشوں کی تکمیل نہ کی ہو' کھلے ہاتھ کا آدمی ہوں' خوب خرچ کرتا ہوں لیکن اتنی دولت میرے ہاتھ میں کبھی نہیں آئی کہ میں کسی ایک جگہ مطمئن ہو کر بیٹھ جاؤں اور یہ سوچوں کہ اب زندگی کا رخ تبدیل کرلیا جائے۔ یہاں تو یہ کیفیت رہی ہے کہ اخراجات کرنے کے بعد ہمیشہ نیا طریقہ ہی سوچنا پڑتا ہے کہ اب ایسا کون سا قدم اٹھایا جائے کہ آئندہ کا کام چلے۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ میرا مطلب.........دولت مند بننے کی آرزو میرے ذہن میں ایک طویل عرصے سے ہے اور اگر یہ آرزو پوری ہو جائے تو یوں سمجھ لیجئے کہ میں اس کے لیے ہزار بار مرنے کو تیار ہوں۔ ارے ہاں.........ایک ہی بازی لگ جائے' آر یا پار........."

"اگر یہ بات ہے تو بس ایک مختصر عرصے کے لیے اس وقت میں مختصر کا لفظ خاص طور سے استعمال کر رہا ہوں۔ تم ابھی نوجوان ہو' طویل ترین زندگی پڑی ہے تمہاری' بس ایک مخصوص وقت تک کے لیے مجھ سے تعاون کرلو۔ آنکھیں بند کرکے تعاون کرلو۔"

"اعتماد کریں گے آپ؟"

"ہاں اعتماد کروں گا۔ تم نے اپنے آپ کو اس اعتماد کا اہل ثابت کر دیا ہے۔ مرزا نصیر بیگ کے خلاف اس وقت جس طرح تم نے میرا تحفظ کیا ہے' میری مدد کی ہے میں

اسے کبھی نہیں بھول سکتا اور تم پر بے حد اعتماد کرنے لگا ہوں۔“

”تو پھر ٹھیک ہے' آپ دیکھیں گے کہ آنے والا وقت میرے اور آپ کے گٹھ جوڑ سے ہمارے لیے کتنا منفعت بخش ہو سکتا ہے۔“

”کچھ ایسے معاملات ہیں جن پر مجھے غور کرنا پڑے گا۔ اس سلسلے میں تفصیل بتانے کے لیے مجھے تھوڑی سی مہلت دے دو۔ میں تمہیں ایک ایک لفظ بتا دوں گا.........“

”ٹھیک ہے۔“

”یہ نہ سمجھنا کہ میں اب بھی تم پر اعتبار نہیں کر رہا' یوں سمجھ لو کہ اس معاملے میں' میں نے اپنی زندگی کی سب سے قریبی شخصیت' میری مراد اپنی بیوی سے ہے' اس تک کو میں نے کچھ نہیں بتایا ہے۔ بس فیروز تھوڑا سا وقت اور چاہیے مجھے؟“

”مرزا نصیر بیگ کے رویئے سے مجھے اس بات کا علم ہو گیا کہ وہ ضرورت پڑنے پر آپ کو راستے سے ہٹا بھی سکتا ہے۔“

”ہاں مجھے اس کا احساس ہے۔“

”تو ہمیں اس سے اپنا تحفظ کرنا ہو گا۔ اب تو وہ میرا بھی اتنا ہی دشمن ہے۔“

”بالکل' بالکل۔“

”تو اس کے لیے سب سے پہلے' ہمارے لیے مناسب ہو گا کہ ہم یہ ہوٹل چھوڑ دیں۔ کیونکہ وہ یہاں دوبارہ بھی آسکتا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ لیکن کیا ارادہ ہے' کہاں قیام کیا جائے؟“

”بہت سے ہوٹل ہیں شہر میں' کسی کا انتخاب کر لیں گے۔ فی الحال یہاں سے نکلیں کیونکہ دشمن جانتا ہے کہ ہم کہاں موجود ہیں۔ اس سے قبل کہ وہ دوبارہ ہم پر نگاہ رکھنے کے لیے مستعد ہو جائے' ہمیں اس کی نگاہوں سے دور ہو جانا چاہیے۔“

”تو پھر آؤ' چلتے ہیں۔ ہمارا اس کمرے سے کوئی براہ راست تعلق تو ہے نہیں۔“

”آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ذمہ داریاں آپ کی اور کھوپڑی میری۔ میں اس کیس [illegible]

اب تو لے ہی چکے ہو۔ میری پسند یا ناپسند کا کیا مسئلہ ہے۔ ویسے کیا خیال ہے' تمہاری رسائی تو مرزا نصیر بیگ کے گھر تک ہے؟“

”ہاں' لیکن یہ بات شاید آپ نہ سوچیں' میں جانتا ہوں کہ مرزا نصیر نے اپنے گھر کو مجھ سے محفوظ کر لیا ہو گا۔“ فیروز نے پر خیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

عرشی بے وقوف نہیں تھی۔ ماں اور دادی اماں پر پوری نظر رکھی ہوئی تھی۔ ہدایت اللہ کے آجانے سے اچانک ہی صورت حال کسی حد تک سنسنی خیز ہوگئی تھی۔ ا کے ساتھ اگر مہمان نہ آئے ہوتے تو شاید اب تک ماں اور دادی بچی کے بارے میں ہدایت اللہ کو بتا چکی ہوتیں اور صورت حال میں کسی تبدیلی کا امکان پیدا ہو جاتا' لیکن اچھی طرح جانتی تھی کہ مہمانوں کے آجانے کی وجہ سے ان لوگوں نے بات کو دبا رکھا ہے۔ درحقیقت وہ اس سلسلے میں خاصی پریشان ہوگئی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اب آخر بچی کا کرنا کیا چاہیے۔ اب تک جو کھیل نہیں پیدا ہوتا تھا حالانکہ اس نے لاتعداد با اخبارات میں اور لوگوں کی زبانی ایسے بچوں کے بارے میں سنا تھا جنہیں جان بوجھ کر لاوارث چھوڑ دیا جاتا ہے۔ بے شمار ایسے واقعات اس کے علم میں آچکے تھے لیکن اس لڑکی کا تو معاملہ ہی بالکل مختلف تھا۔ جس طرح اس کے حوالے کیا گیا تھا وہ بذات خود ایک حیرت ناک بات تھی اور اس سے بھی زیادہ سنسنی خیز بات یہ تھی کہ ان دونوں افراد کو قتل کر دیا گیا تھا جنہوں نے یہ بچی اس کے سپرد کی تھی۔ کوئی بہت ہی سنسنی خیز معاملہ تھا۔ اس نے تفریح کی حد تک اب تک اس سارے معاملے کو چھپائے رکھا تھا لیکن اب وہ سنجیدگی سے سوچ رہی تھی کہ کچھ کرنا ہی ہوگا۔ کچھ کرنا چاہیے۔ آخر کیا کیا جاسکتا ہے۔ اچھی خاصی رات ہوگئی تھی اور پھر سب سے زیادہ سنسنی خیز بات یہ تھی کہ مہمان چلے گئے تھے

اب اماں بی اور دادی اماں کا کھیل شروع ہونے والا تھا۔ نجمہ پھوپھی کا کردار البتہ اچانک ہی اس کی نگاہوں میں بدل گیا تھا۔ نجمہ پھوپھی نے بھرپور ساتھ دیا تھا اس کا اور بچی کو بہت اچھی طرح سنبھالے رکھا تھا۔ لیکن کب تک........ بیمار ہو جائیں گی بیچاری' پیٹ پھولے گا' پھٹے گا اور مر جائیں گی۔ اس سے پہلے کہ ان کا پیٹ پھٹ جائے کچھ نہ کچھ کرلینا ضروری ہے لیکن کیا کیا جاسکتا ہے۔ ادھر نادر شاہ کے مسئلے نے اسے الجھا رکھا تھا۔ بس پاگل ہی تھی' نجانے کون سی رگ متاثر ہوگئی تھی حالانکہ پہلے نادر شاہ نے اس کے ساتھ جو بدسلوکی کی تھی تو اس نے آخری حد تک کوشش کرکے نادر شاہ کو سسپنڈ کرا دیا تھا لیکن وہ بھی مرد کا بچہ ہی تھا۔ اس نے عرشی کو ناکام بنا دیا اپنی ملازمت پر بحال ہوا اور عرشی کے ساتھ پھر وہی سلوک کیا جس کی بناء پر سسپنڈ کیا گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے جو کچھ بتایا تھا وہ عرشی کے لیے بڑا افسوس ناک تھا بلاوجہ انسان کی نوکری چلی گئی۔ ویسے یہ سوچ کر اسے اطمینان بھی ہوا تھا کہ نادر شاہ کوئی مجبور آدمی نہیں تھا۔ وہ بھی پائے کی شخصیت تھی اور یہ ملازمت اس نے صرف شوقیہ طور پر اختیار کی تھی۔ اب جس انداز میں اس نے دلیری سے یہ قدم سرانجام دیا اس سے اس بات کی صداقت ثابت ہو جاتی تھی کہ وہ اپنی نوکری سے استعفیٰ دے دے گا۔ اچانک ہی ایک خیال عرشی کے ذہن میں آیا کیوں نہ نادر شاہ ہی کو اس سلسلے میں اپنا معاون بنائے ایسا باآسانی ہو سکتا ہے۔ اس نے تھانے سے باہر نکلتے ہوئے نادر شاہ سے جو الفاظ کہے تھے وہ صداقت پر مبنی تھے اور ان کے پس پردہ کوئی بزدلانہ کارروائی نہیں کرنا چاہتی تھی جو ہوگیا سو ہوگیا۔ بالآخر وہ بھی مرد ہے اس نے ذرہ برابر کوئی بدسلوکی نہیں کی تھی عرشی کے ساتھ' سوائے اس کے کہ اپنی حیثیت اور اختیارات کو استعمال کیا تھا۔ اگر وہ نادر شاہ سے دوبارہ ملاقات کرکے اسے ساری تفصیل بتادے اور کہے کہ ایک پولیس آفیسر ہونے کے ناتے وہ اپنی تفتیش کے دائرہ کار کو بڑھا سکتا ہے یقیناً" اس سلسلے میں نادر شاہ سے بہتر اور کوئی شخصیت نہیں ہو سکتی۔ رات اچھی خاصی گزر چکی تھی لیکن وہ اپنے کمرے میں تاریکی کئے ہوئے کھڑکی کے پاس کھڑی خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی کہ دفعتاً" ہی اس نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔

باہر اتنی تاریکی بھی نہیں پھیلی ہوئی تھی کہ وہ سرہدایت اللہ کو نہ دیکھ پاتی۔ سرہدایت اللہ اس کوارٹر کی جانب جارہے تھے جہاں نجمہ پھوپھی موجود تھیں۔ عرشی کا دل دھک سے ہوگیا اس کا مطلب ہے اماں بی اور دادی اماں اپنا کام کرچکی ہیں اور انہوں نے سرہدایت اللہ کے کان میں تفصیل پھونک دی ہے۔ لیکن سرہدایت اللہ کے انداز نے اسے ذرا چونکا دیا تھا اگر یہ بات ابھی ان کے علم میں آئی ہے تو دادی اماں اور اماں بی کو ان کے ساتھ ہونا چاہیے تھا لیکن وہ تنہا ہی جارہے تھے۔ یہ ذرا سنسنی خیز اور چونکا دینے والی بات تھی۔ عرشی شب خوابی کا لباس پہن چکی تھی لیکن ایک لمحے میں اس نے اپنے آپ کو مستعد کیا اور برق رفتاری سے لباس تبدیل کرلیا پھر وہ تیزی سے اپنے کمرے سے باہر نکل آئی۔ کوئی گھپلا ضرور ہے۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا پھر اچانک ہی اسے کچھ خیال آیا اور وہ واپس پلٹی۔ اگر ہدایت اللہ کو اس بات کا پتہ چل گیا ہے اور کوئی ہنگامہ ہونے والا ہے تو اس کا بہتر طریقہ یہی ہے کہ فی الحال کوٹھی چھوڑ دی جائے اور صائمہ کے فلیٹ میں رہائش اختیار کی جائے بعد میں گھر والوں سے سودے بازی کرلے گی کہ اگر اس کی واپسی چاہتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ وہ گھر ہی واپس نہیں آئے گی۔ اس خیال کے تحت وہ جلدی سے اپنے کمرے میں پہنچی اور گاڑی کی چابی لے کر باہر نکل آئی۔ اس نے اپنی جیب میں کچھ کرنسی نوٹ بھی رکھ لئے تھے تاکہ بوقت ضرورت کام آجائیں۔ ویسے تو اس سلسلے میں صائمہ بھی اس کی بہترین معاون کار تھی اور اس بات پر اسے بے حد خوشی تھی کہ اس نے آج تک صائمہ کی ہوا کسی کو نہیں لگنے دی تھی ورنہ وہ لوگ باآسانی صائمہ کے فلیٹ تک پہنچ سکتے تھے۔ عرشی چوروں کی طرح باہر نکل آئی اور آہستہ آہستہ مہندی کی باڑھ کا سہارا لیتے ہوئے اس جانب چل پڑی جہاں ملازموں کے کوارٹر تھے۔ اسے لباس تبدیل کرنے اور دوبارہ چابی لانے میں دیر ہوگئی تھی۔ اس نے سرہدایت اللہ کو باہر نکلتے ہوئی دیکھا۔ وہ کسی چیز کو اپنے سینے سے لپٹائے ہوئے تھے اور عرشی کو ایک لمحے میں یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہوئی کہ بچی اس وقت سرہدایت اللہ کے پاس تھی۔ اس کی ساری جان آنکھوں میں کھینچ آئی۔ کیا کرنے جارہے ہیں سرہدایت اللہ۔ آہ! کہیں وہ

معصوم گل کو ٹھکانے لگانے تو نہیں جارہے؟ ایسے انسان تو نہیں کہ سرہدایت اللہ یہ سوچ کر بچی کو لے جارہے ہوں کہ اسی کسی دریا کے پل سے نیچے پھینک دیں گے یا کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دیں گے یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کسی یتیم خانے یا دارلامان میں بچی کو رکھوا دیں۔ اگر ایسا ہو بھی گیا تو اس کے علم میں بالکل نہیں آئے گا کہ بچی کہاں گئی۔ اس نے فیصلہ کرلیا کہ اگر سرہدایت اللہ بچی کو باہر لے جانے کے موڈ میں ہیں تو پھر وہ ان کا تعاقب کرے گی اور انہیں دلیری سے ان کی اس حرکت سے روکے گی۔ اس کے اندازے کی تصدیق ہوگئی۔ سرہدایت اللہ اپنی کار میں بیٹھ گئے اور پھر کار اسٹارٹ ہوکر باہر نکل گئی۔ عرشی کو چکر آرہے تھے۔ سرہدایت اللہ نے یقینی طور پر کوئی خطرناک ہی فیصلہ کیا ہے اس کا مطلب ہے کہ بات پہلے سے ان کے علم میں آچکی ہے اور وہ اس وقت جو کچھ بھی کررہے ہیں چوری چھپے کررہے ہیں' نہیں ڈیڈی' ایسا نہیں ہو سکتا۔ گل کی زندگی بچانا میرا فرض ہے میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گی چاہے میرا آپ سے رابطہ ہی کیوں نہ ٹوٹ جائے۔ سرہدایت اللہ کی کار جیسے ہی باہر نکلی عرشی نے اپنی کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی۔ چوکیدار' جو ابھی سرہدایت اللہ کے جانے کے بعد گیٹ بند ہی کر رہا تھا' رک گیا۔ عرشی نے اپنی کار کی ہیڈ لائٹس نہیں جلائی تھیں۔ اس نے آگے بڑھ کر کہا۔

"دروازہ کھولو۔" چوکیدار ایک بات اچھی طرح جانتا تھا کہ ساری دنیا ایک طرف اور یہ شیطان لڑکی ایک طرف۔ جس کی جان کو آجائے اسے جان بچانا مشکل ہو جائے اس نے جلدی سے گیٹ کھول دیا۔ عرشی نے کار تھوڑی سی آگے بڑھائی اور غرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"دیکھو' اگر تم نے کسی کو یہ بات بتادی کہ اس وقت میں کوٹھی سے باہر نکلی ہوں تو سمجھ لو اپنی اور تمہاری زندگی ایک کردوں گی۔ خیال رکھنا اس بات کا۔"

"نہیں بی بی صاحب' ہم کسی کو نہیں بتائے گا۔" چوکیدار نے مردہ لہجے میں کہا اور عرشی نے کار آگے بڑھا دی۔ سرہدایت اللہ کی کار کی پچھلی لائٹیں صاف نظر آرہی تھیں لیکن اس نے اپنی کار کی لائٹیں نہیں جلائی تھیں حالانکہ اس طرح سے سرہدایت اللہ کا

تعاقب کرتے ہوئی اگر کہیں پولیس موبائل آگئی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے لیکن بہرحال جب تک کوئی واقعہ پیش نہ آجائے لائٹیں بند کئے رکھنا زیادہ مناسب ہے۔ ویسے بھی رات کی تاریکیوں میں یہ کام زیادہ مشکل نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ تعاقب کرتی رہی اور جب سرہدایت اللہ کی کار ایک بارونق علاقے میں داخل ہوئی تو اس نے اطمینان سے اپنی کار کی لائٹیں بھی روشن کرلیں اب تو بے شمار گاڑیاں جارہی تھیں اور سرہدایت اللہ کو تعاقب کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا لیکن وہ جا کہاں رہے ہیں؟ عرشی ان کے پیچھے لگی رہی پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے سرہدایت اللہ کو ایک عمارت کے سامنے رکتے ہوئے دیکھا۔ وہ گاڑی کا انجن بند کرکے بچی کو گود میں اٹھائے نیچے اتر آئے تھے۔ عرشی برق رفتاری سے اپنی گاڑی کو ایک جگہ کھڑی کرکے ان کی جانب لپکی اور ان کے پیچھے دوڑتی چلی گئی۔ سرہدایت اللہ جس فلیٹ کے سامنے رکے تھے' عرشی اس سے کچھ فاصلے پر ایک ستون کی آڑ میں کھڑی ہوگئی اور اس کے بعد اس نے سرہدایت اللہ کو اس فلیٹ میں جاتے ہوئے دیکھا کوئی بات جو سمجھ میں آرہی ہو! آخر کیا کررہے ہیں ڈیڈی؟ وہ انتظار کرتی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے سرہدایت اللہ کو واپس آتے ہوئے دیکھا۔ ان کے ساتھ کوئی اور بھی تھا اور جو کوئی تھا اسے پہچان کر عرشی حیران رہ گئی۔ یہ گھر کا ملازم جمشید تھا۔ جمشید اور یہاں؟ سرہدایت اللہ تو تنہا ہی آئے تھے۔ جمشید اس فلیٹ میں کیا کررہا ہے؟ عرشی چند لمحات سوچتی رہی اور پھر دوڑ کر راہداری کے آخری سرے پر اس جگہ پہنچ گئی جہاں سے وہ سرہدایت اللہ کی کار دیکھ سکتی تھی۔ اس نے یہ اندازہ تو لگا ہی لیا تھا کہ بچی اس وقت نہ جمشید کے پاس ہے نہ سرہدایت اللہ کے پاس اس کا مطلب ہے کہ وہ فلیٹ میں ہی ہے۔ کچھ لمحات کے بعد سرہدایت اللہ اپنی کار کے پاس پہنچے۔ جمشید باہر کھڑا ہوگیا۔ سرہدایت اللہ نے جھک کر کار میں کچھ کیا اور پھر کچھ چیزیں جمشید کے حوالے کرکے وہ اپنی کار میں بیٹھ گئے۔ جمشید واپس پلٹ پڑا۔ سرہدایت اللہ کی کار اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھ گئی تھی۔ عرشی خاموش اپنی جگہ کھڑی رہی اور پھر جمشید راہداری میں نظر آیا تو اس نے کافی فاصلے سے دوسرے ستون کی آڑ اختیار کرلی۔ جمشید فلیٹ میں داخل ہوا اور

دروازہ اندر سے بند ہوگیا۔ عرشی بہت دیر تک سناٹے میں کھڑی' باہر گھورتی رہی یہ سب کچھ کیا ہوا ہے کچھ سمجھ میں تو آئے۔ فلیٹ میں جمشید موجود ہے تقریباً" پندرہ یا بیس منٹ اس نے انتظار کیا اور جب یہ اندازہ ہوگیا اسے کہ سرہدایت اللہ واقعی واپس جاچکے ہیں تو اپنے دل میں ایک فیصلہ کرکے وہ واپس پلٹی اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی فلیٹ کے دروازے پر پہنچ گئی ایک بار پھر اس نے فلیٹ کی بیل پر انگلی رکھ دی تھی اور چند ہی لمحات کے بعد دروازہ کھل گیا۔ جمشید سامنے کھڑا ہوا تھا۔ عرشی کو دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ عرشی نے کہا۔

"ہٹو جمشید' مجھے اندر آنا ہے۔"

"جی بی بی صاب۔" عرشی اندر داخل ہوگئی اس نے کہا۔

"دروازہ بند کردو۔ ابھی تو دو چار منٹ میں یہاں رکوں گی دراصل ڈیڈی اس بچی کو دے گئے ہیں نا جمشید' انہوں نے اچانک فیصلہ کیا ہے کہ اسے یہاں رکھنا مناسب نہیں ہے۔ مجھے بھیجا ہے انہوں نے کہ بچی کو واپس لے آؤں۔ اور ہاں' اس کا جو سامان دے گئے ہیں وہ' وہ بھی سنبھال کر رکھ دینا' بچی رو تو نہیں رہی؟"

"نہیں بی بی صاب' وہ تو بہت خوش ہے آرام سے سو رہی ہے۔"

"ہاں ڈیڈی بھی عجیب آدمی ہیں پہلے اسے یہاں پہنچا گئے کہنے لگے' بڑے چوری چھپے جمشید کو میں نے اس کام پر آمادہ کیا ہے اور عرشی تمہارے علاوہ کسی اور کو اس بارے میں نہیں بتا رہا۔"

جمشید کی بیوی بولی۔ "بیٹھو عرشی بی بی' اتنی پیاری بچی ہے اللہ قسم کہ دیکھ کر کلیجہ نکل آئے کس کی بچی ہے یہ؟"

"بس کیا بتاؤں تمہیں' اچھے اچھے انسان اپنی زندگی میں بعض اوقات ایسی لغزشیں کر بیٹھتے ہیں کہ بعد میں انہیں منہ چھپائے چھپائے پھرنا پڑتا ہے۔"

"ہوا کیا عرشی بی بی؟" جمشید بھی اب رازداری پر آمادہ ہوگیا تھا۔

"بس جمشید ڈیڈی سے ایک لغزش ہوگئی ہے۔ کسی سے نکاح کرلیا تھا انہوں نے۔ بچی کی ماں مرگئی۔ ڈیڈی نے پہلے تو اسے چھپائے رکھا' جب یہ بچی پیدا ہوگئی تو پریشان

ہوتے رہے۔ بہرحال جیسے تیسے وقت گزرا پھر جب بچی کی ماں ہی اس دنیا میں نہ رہی تو مجبور ہوگئے کہ کچھ کریں۔ بہت دن سے پریشان تھے اس سلسلے میں۔ بس مجھے رازدار بنایا تھا۔ مجھ سے ہی مشورہ کرکے اسے تمہارے پاس پہنچانے آئے تھے پہلے تو یہاں پہنچا گئے پھر پریشان ہونے لگے فوراً ہی مجھے بھیجا اور کہا کہ بچی کو واپس لے آؤ۔ اب جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ حالات کا مقابلہ کرنا زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ میں لینے آگئی۔"

"اچھا!" جمشید نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے بیوی کی جانب دیکھا اور بیوی دانت نکوس کر جمشید کو گھورنے لگی۔

"اس کا سارا سامان وغیرہ پیک کردو اور میں چلتی ہوں۔"

"میرے لیے کچھ کہا ہے صاحب نے؟"

"نہیں' کچھ نہیں کہا۔ تمہیں بس یہیں رکنا ہے۔ بعد میں وہ تمہیں بتا دیں گے کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔" عرشی نے کہا اور جمشید نے اطمینان سے گردن ہلا دی پھر وہ بولا۔

"چلئے بی بی جی' میں یہ سامان نیچے پہنچا آؤں۔"

"ہاں آجاؤ۔" عرشی بولی اور جمشید بچی کا سامان اٹھائے ہوئے نیچے گاڑی تک آگیا۔ بچی کو عرشی نے اسٹیرنگ سیٹ کے برابر والی سیٹ پر لٹایا سامان کا بیگ پیچھے رکھا اور اس کے بعد جمشید کو واپسی کی اجازت دے کر گاڑی اسٹارٹ کرکے چل پڑی یہ قدم اس نے اٹھا تو لیا تھا اس کے ذہن پر کافی بوجھ طاری تھا' بہرحال صائمہ کا سہارا اتنا قیمتی محسوس ہو رہا تھا اس وقت کہ بیان سے باہر ہے۔ بھلا اس کی طرف رخ کرنے کے علاوہ وہ کسی اور سمت کا رخ کیسے کر سکتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی کار صائمہ کی رہائش گاہ پر جارکی۔ بچی کو سینے سے لگا کر وہ صائمہ کے فلیٹ کے دروازے پر پہنچ گئی۔ یہ وقت کسی کے آنے جانے کا نہیں تھا۔ کافی دیر تک بیل بجاتی رہی تب کہیں فضیلہ خالہ نے دروازہ کھولا تھا۔ عرشی اور اس کی گود میں گل کو دیکھ کر وہ بری طرح چونک پڑیں۔

"اے بچی' اس وقت! آؤ آؤ اندر آجاؤ اب تو کافی رات ہوگئی ہے۔"

"ہاں فضیلہ خالہ' صائمہ کہاں ہے؟"

"اٹھ گئی وہ بھی' لو وہ آگئی۔" صائمہ جو خود بھی جاگ گئی تھی اور اس وقت کسی کے آجانے پر ہکا بکا تھی' باہر نکل آئی۔ عرشی کو دیکھ کر وہ ایک بار پھر ساکن رہ گئی تھی۔ عرشی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم گل کو یاد کر رہی تھیں نا۔ میں نے سوچا چلو تم سے ملا ہی لاؤں۔"

"خدا تجھ سے سمجھے عرشی۔ یہ یہ ذرا وقت تو دیکھ۔ اس وقت تو گل کو مجھ سے ملانے لائی ہے۔"

"یار کمال کرتی ہو' انسان ہر کام اپنی سہولت ہی سے تو کر سکتا ہے نا۔ بس مجھے یہی وقت ملا تو میں لے آئی۔ کیا واپس لے جاؤں؟" عرشی نے کہا اور صائمہ اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"اندر تو آجا کیا دروازے میں کھڑی ہوگئی؟"

"آرہی ہوں بھئی آرہی ہوں۔ فضیلہ خالہ ایک تکلیف کرلو تمہاری بڑی مہربانی ہوگی۔"

"ہاں بیٹی بولو اور لاؤ ذرا اسے میرے حوالے تو کرو۔ ہائے اللہ کلیجہ پھٹتا ہے اس کے لیے تو۔ آنکھیں ترس گئیں اسے دیکھنے کو۔"

"یہی تو میں بھی کہہ رہی تھی اس سے۔"

"کس سے؟"

"تم ایک کام کردو' بعد میں باتیں کریں گے۔"

"ہاں ہاں بولو۔"

"لو میری گاڑی کی چابی لے جاؤ' نیچے جا کر پچھلا دروازہ کھولو اور اس کا سامان رکھا ہوا ہے وہ اٹھا لاؤ۔"

"ابھی لائی۔" فضیلہ خالہ نے کہا اور گاڑی کی چابی لے کر نکل گئیں۔

"عرشی' کیا چکر ہے یار جلدی بول پڑ' میرا ذہن الجھا ہوا ہے۔"

"یار بہت بڑا پھڈا ہوگیا۔"

"خدا خیر کرے' کیا ہوا؟"

"بس یوں سمجھ لے کہ حالات سوئی کی نوک پر آگئے ہیں۔"

"اے بولو نا بھئی' خواہ مخواہ پریشان کر رہی ہو۔"

"اس وقت جاگ کر کچھ چڑ گئی ہو تم؟" عرشی نے کہا۔

"دیکھو میں امن پسند آدمی ہوں۔ مجھے بدامنی پر آمادہ مت کرو۔"

"سبحان اللہ' سبحان اللہ' یعنی آپ کیا کریں گی میرا؟"

"ہاتھ جوڑوں گی بابا اور کچھ نہیں کروں گی بتا دو تمہیں میری قسم۔"

"اماں بی اور دادی اماں کا پیٹ پھٹ گیا۔" عرشی نے کہا۔

"ہیں!؟"

"ہاں۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ جن کے پیٹ میں ہمیشہ درد رہتا تھا وہ تو اپنا درد سہہ گئیں لیکن ان دونوں خواتین نے اچھا نہیں کیا اپنے ساتھ' میرے ساتھ تو خیر جو کچھ ہوا وہ ہوا ہی۔"

"سمجھ گئی میں۔" صائمہ نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا سمجھ گئیں؟"

"میرا خیال ہے ڈیڈی کو بتا دیا ان لوگوں نے۔"

"جی ہاں' ایسا ہی کیا گیا ہے اور کوئی ایسی پراسرار کہانی سنائی گئی ہے ڈیڈی کو کہ ڈیڈی بھی حد سے زیادہ پراسرار ہو گئے ہیں۔"

"کیا مطلب' کیسے؟"

"ڈیڈی چوروں کی طرح نجمہ پھوپھی کے پاس پہنچے جو بیچاری ملازموں کے کوارٹر میں رہ رہ کر ذہنی طور پر نجانے کیا سے کیا ہو گئی ہوں گی۔ بڑی مشکل سے انہوں نے برداشت کیا تھا یہ۔ لیکن اب ان کی مصیبت تو ٹل گئی۔"

"پھر......پھر کیا ہوا؟" جواب میں عرشی نے ساری کہانی صائمہ کو سنا دی اور

صائمہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"تو نے اسے چند ہی منٹ میں واپس بھی لے لیا؟"

"ہاں یار صائمہ اب ذرا ذہن دوڑاؤ کہ یہ سب کچھ ہوا کیا ہے؟"

"میں اسے لٹادوں ذرا' سو رہی ہے۔ بیچاری کی نیند خراب ہو رہی ہوگی آدھی رات میں نجانے کہاں کہاں ماری ماری پھر رہی ہے۔" صائمہ نے گل کو بستر پر لٹایا۔ وہ آرام کی میٹھی نیند سو رہی تھی۔ عرشی نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولی۔

"یار کافی مل سکتی ہے اس وقت؟"

"مل سکتی ہے' بالکل مل سکتی ہے مم......مگر ہاں اب آگے بڑھو' کیا قصہ ہے؟"

"کافی کے ساتھ یہ مگر کیا تھا؟"

"نہیں نہیں' میں یہ کہہ رہی تھی کہ فضیلہ خالہ کو ہی بنانی پڑے گی مجھ میں تو ہمت نہیں ہے۔"

"کیا ہوا بٹیا' کیا بنانی پڑے گی؟" فضیلہ خالہ نے اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

"دروازہ لاک کر دیا تھا فضیلہ خالہ؟"

"ہاں بٹیا کیوں نہیں' ذرا گل کو دیکھ لوں؟"

"دیکھ لیجئے' دیکھ لیجئے۔ میں ایک بار پھر اسے آپ کے پاس لے آئی ہوں۔"

"اے خدا تمہیں سلامت رکھے۔ سچی بات یہ ہے کہ اس کی ایسی عادت پڑ گئی کہ دل ہی نہ لگا اس کے بغیر۔"

"اب ذرا آرام سے دل لگاؤ اور مجھے کافی پلا دو۔"

"ابھی لاتی ہوں بنا کر۔"

"معاف کرنا فضیلہ خالہ' بڑی ناوقت تکلیف دے رہی ہوں نیند آ رہی ہوگی آپ کو۔"

"لو بٹیا کی باتیں۔ میں تو ویسے ہی کم سوتی ہوں اس وقت آنکھ لگ گئی تھی۔ اب تھوڑی لگے گی صبح تک۔"

"کس سے آنکھ لگ گئی تھی؟" عرشی نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں، میرا مطلب ہے نیند آگئی تھی۔" سیدھی سادی فضیلہ خالہ نے سادگی سے جواب دیا۔

"اوہو اچھا اچھا، تو پھر ذرا عمدہ سی کافی ہو جائے۔"

"ابھی ہو جاتی ہے۔" فضیلہ خالہ نے کہا اور باہر نکل گئیں۔ صائمہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کسی کو بھی نہیں چھوڑتی، کسی کو بھی نہیں چھوڑتی۔"

"اپنوں کو کیسے چھوڑا جاسکتا ہے یار، فضیلہ خالہ اپنی ہی تو ہیں۔"

"اچھا اب یہ بتا کہ اب کیا ہوگا؟"

"پہلے یہ سوچو کہ اماں بی اور دادی اماں نے ابو کے کان میں کیا سحر پھونکا کہ وہ راتوں رات اسے لے کر چل پڑے۔ تیری قسم میں تو یہ سمجھی کہ کسی دریا کے پل سے نیچے پھینکنے جا رہے ہیں یا کسی یتیم خانے میں جمع کرانے، مگر انہوں نے جمشید کا بندوبست کیا تھا۔ بیچارہ جمشید مارا جائے گا۔"

"ہو کیا سکتا ہے۔ ویسے اتنا تو اندازہ مجھے ہوگیا ہے کہ انکل نے، میرا مطلب ہے سر ہدایت اللہ نے یہی سوچا ہوگا کہ پہلے تو بدنامی سے بچنے کے لیے بچی کو کہیں روپوش کر دیا جائے اس کے بعد صورت حال پر غور کر لیا جائے گا۔"

"اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ڈیڈی کو کیا جواب دیا جائے؟"

"ویسے عرشی قیامت ہے تو، ہمت بڑی ہے تیرے اندر۔ یہ بات تو میں مانتی ہوں۔"

"یار گل کو نگاہوں سے روپوش تو نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وہ تو شکر ہے کہ مجھے محبت ہوگئی ورنہ سو گئی ہوتی اور گل کا پتہ بھی نہ چلتا۔"

"ایں کیا؟" صائمہ تعجب سے بولی۔

"محبت ہوگئی ہے یار، عشق......... عشق سمجھتی ہے نا؟ وہی جو تجھے زین سے ہو گئی ہے۔"

"پھر بکواس، پھر بکواس۔"

"یار خدا قسم جھوٹ نہیں بول رہی۔"

"یار مطلب؟"

"وہ جو کہتے ہیں نا اختر شماری، اختر شماری والی بات، یعنی راتوں کو تارے گننا تو میں کھڑکی کے پاس کھڑی ہوئی تارے گن رہی تھی کہ ڈیڈی نظر آگئے چوروں کی طرح اپنی کوٹھی میں مٹر گشت کرتے ہوئے۔"

"عشق ہوگیا ہے تجھے؟"

"تو اور کیا۔"

"خدا کی پناہ! ایک بچی کی ماں ہونے کے بعد عشق بھی ہوگیا تجھے۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اخباروں میں نہیں پڑھتیں تم۔ چھ چھ بچوں کی ماؤں کو عشق ہو جاتا ہے۔" عرشی نے تڑ سے جواب دیا۔

"ہاں تیری معلومات مجھ سے کہیں زیادہ ہے۔ مگر اب یہ بتا کہ ڈیڈی کا سامنا کیسے کرے گی؟"

"یوں جا کر کھڑی ہو جاؤں گی ان کے سامنے۔" عرشی سینہ تان کر بولی۔

"ہاں تجھ میں یہ ہمت موجود ہے۔ کیا کہے گی ان سے؟"

"یار اب بیان نہیں بدلنا چاہیے بلکہ میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ ناک میں دم کر دوں گی ان لوگوں کا۔ کیا یاد کریں گے وہ بھی۔"

"کیا کرے گی؟"

"اپنے شوہر کی طرف سے دعویٰ کر دوں گی ان لوگوں پر ان سے کہلواؤں گی کہ میری بیٹی کو اغواء کر کے لے جایا گیا ہے۔ میں عدالت میں کیس دائر کر رہا ہوں۔"

"دیکھ عرشی! عقل کے ناخن لے! سر ہدایت اللہ کے بارے میں یہ الفاظ کہے گی تو.........؟"

"یہ تو اس وقت کی بات ہے جب میرے ساتھ کوئی سختی کی جائے گی۔"

”ہوں‘ تجویز بہرحال بری نہیں ہے گویا تو اب سرہدایت اللہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرے گی؟“

”صاحب ماں ہوں۔ اولاد کے لیے تو انسان نجانے کس کس سے لڑ جاتا ہے۔“

”ہاں یہ تو ہے۔“ صائمہ نے کہا اور ہنس پڑی‘ پھر چونک کر بولی۔

”ارے وہ عشق والی بات رہ گئی یعنی تو کس کے لیے اختر شماری کر رہی تھی؟“

”نادر شاہ کے لیے۔“ عرشی نے پھر اسی انداز میں جواب دیا۔

”ہاں‘ مگر اس نے تو ریزائن کر دیا۔“

”کیا مطلب......یعنی اگر کسی کی نوکری نہ ہو تو اس سے عشق نہیں کیا جا سکتا؟“

”نہیں یہ بات نہیں ہے۔ یہ سب کچھ تیری ہی وجہ سے ہوا ہے‘ کیا تو سنجیدہ ہے اس مسئلے میں؟“

”خدا قسم بالکل سنجیدہ‘ اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ مجھے اس سے عشق ہو گیا ہے۔“ صائمہ قہقہہ لگانے لگی۔ عرشی نے کہا۔ ”ہاں تو تو اس مرحلے سے گزر ہی چکی ہے نا‘ اب تیرا کیا ہے‘ بس ایک ہے‘ کافی ہے‘ لیکن میرے بارے میں نہیں جانتی مجھے نجانے کیسے کیسے مرحلوں سے گزرنا پڑے گا۔ عشق بھی اس سے ہوا ہے جو دشمن بنا ہوا ہے۔ میری وجہ سے اچھی خاصی نوکری چھوڑنی پڑی ہے اسے۔ اب تو خود سوچ‘ مجھ پر کیا بیت رہی ہو گی؟“ صائمہ ہنستی رہی۔

”کمال ہے‘ میں نے تو ہمیشہ تیرے مسئلے میں دلسوزی سے کام لیا ہے اور تو میری محبت کا بھی مذاق اڑا رہی ہے۔“

”یار اگر تجھے کسی سے محبت ہو گئی تو میں سمجھوں گی وہ دنیا کا خوش قسمت ترین آدمی ہے کہ اس نے ایک ایسے منہ زور گھوڑے کو رام کیا ہے۔“

”اچھا فضول بکواس مت کر‘ کام کی بات پر آ‘ گل کو اب تجھے ہی سنبھالنا پڑے گا۔“

”خیر‘ گل اتنی پیاری بچی ہے کہ اس سے جدا ہو کر دل واقعی عجیب عجیب سا رہا

اس کا تو کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔“

”بیٹھ جائے گا‘ اب اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب میں پریشان نہیں ہوں تو تو کیوں پریشان ہے۔“

”بس میں ذرا بزدل ہوں۔“ صائمہ نے جواب دیا۔

کافی پینے کے بعد عرشی نے چونک کر گھڑی دیکھی اور پھر بولی۔

”باپ رے باپ‘ کتنا وقت ہو گیا اب گھر بھی واپس جانا ہے چلتی ہوں‘ کہیں کوئی مصیبت ہی نہ بن جائے۔“

”او کے۔“

”بس خیال رکھنا ذرا گل کا‘ کوئی گڑبڑ نہ ہونے پائے۔“

”اس کی تو تو فکر مت کر۔ بہرحال مجھ سے رابطہ رکھنا۔“

کچھ دیر کے بعد عرشی وہاں سے واپس چل پڑی شکر تھا کہ راستے میں کوئی ایسی دقت پیش نہیں آئی اور وہ باآسانی گھر پہنچ گئی۔ چوکیدار نے گاڑی پہچان کر گیٹ کھول دیا تھا۔ عرشی نے سرگوشی کے انداز میں اس سے کہا۔

”پتہ تو نہیں چل سکا ڈیڈی کو کہ میں کہیں باہر گئی ہوں۔“

”نہیں بی بی صاب۔“

”شکریہ‘ تمہیں انعام دیا جائے گا۔“ عرشی نے کہا اور گاڑی اندر لے جا کر بند کر دی۔ اس کے بعد وہ چوروں کی طرح اپنے کمرے میں داخل ہوئی‘ لباس تبدیل کیا اور بستر پر لیٹ کر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

"نصیر بیگ گہری سوچوں میں ڈوبا رہتا تھا۔ ہوٹل آنے کے بعد اس نے ابھی تک ہوٹل سے باہر قدم نہیں نکالا تھا۔ اس کا ذہن مختلف خیالات میں ڈوبا رہتا تھا۔ ماضی کی جو کہانی اس کے ذہن میں پوشیدہ تھی اس کے مختلف پہلو نگاہوں کے سامنے آتے رہتے تھے۔ فیروز ایک خطرناک نوجوان تھا' اس کا اعتراف نصیر بیگ نے ہمیشہ ہی کیا تھا۔ وہ خود کسی سے کم نہیں تھا اور اس دوران اس نے جو کارنامے سرانجام دیئے تھے وہ معمولی نہیں تھے اس کے علاوہ بھی زندگی میں اتنا کچھ کر چکا تھا کہ خود بھی جب یاد کرتا تو عجیب سے احساسات کا شکار ہو جاتا۔ ایک طویل ماضی تھا اس کا' اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے شہر میں اسے ایک باعزت مقام حاصل تھا۔ لوگ اسے ایک دولت مند شخص کی حیثیت سے جانتے تھے۔ اس کی اولادیں پروقار اور پرسکون زندگی بسر کر رہی تھیں۔ ان کی عزت اور احترام تھا لیکن خود نصیر بیگ یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ سب کچھ حاصل کرنے کے لیے اس نے زندگی میں کیا کیا کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ ذہن جرم کی طرف مائل تھا۔ مہم جوئی فطرت کا ایک حصہ تھی لیکن اس نے کبھی ایسے کسی پہلو کو نہیں چھوڑا تھا جس سے اسے منافع حاصل ہو سکے خواہ اس کے لیے کیسا ہی قدم کیوں نہ اٹھانا پڑے۔ یہ تازہ ترین کہانی جو اس کی زندگی سے وابستہ ہوئی تھی بڑی منفعت بخش تھی اور نصیر بیگ نے صرف اسی کو مدنگاہ نہیں رکھا تھا بلکہ اس کا نقطہ نظر کچھ اور تھا۔ درمیان میں گڑبڑ ہوگئی۔ بہرحال' یہ ایک انتہائی دلچسپ قصہ تھا اور اس میں ایسی ایسی پیچیدگیاں تھیں کہ

خود بعض اوقات نصیر بیگ ان پیچیدگیوں میں الجھ کر پریشان ہو جاتا تھا حالانکہ کنور مہتاب علی اس کے مقابلے پر کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ ایک سیدھا سادا مہم جو آدمی تھا۔ بے شک دلیر اور بہادر اور زندگی کے الٹ پھیر سے نمٹنے کے گر جانتا تھا لیکن نصیر بیگ کی دشمنی کے قابل نہیں تھا وہ۔ ہاں اب ذرا صورت حال بدل گئی تھی۔ فیروز نے غالباً" یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ نصیر بیگ کی نسبت کنور مہتاب علی کا ساتھ زیادہ منافع بخش ہے اور فیروز اور مہتاب علی کے گٹھ جوڑ سے نصیر بیگ کافی پریشان تھا اب وہ کوئی ایسی ترکیب تلاش کر رہا تھا جس سے ان دونوں کو چت کیا جا سکے۔

"کئی دن کے غور و خوض کے بعد بالآخر وہ کسی نتیجے پر پہنچ گیا اور پہلی بار اس کے چہرے پر سکون کے آثار نظر آئے۔ اس نے دل ہی دل میں اپنے آپ کو سراہا اور اس رات وہ ہوٹل سے باہر نکلا۔ مرزا تصور بیگ کی حیثیت سے وہ ایک مرنجان مرنج قسم کا آدمی تصور کیا جاتا تھا اور ہوٹل میں کسی نے بھی اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی۔ ہوٹل سے باہر آکر اس نے ایک ٹیکسی لی اور اس کے بعد خاموشی سے گھر چل پڑا۔ اپنے گھر میں داخل ہوا اور اجنبیوں کی طرح اندر پہنچا لیکن باقی سب لوگ جانتے تھے کہ وہ کس حیثیت سے گھر سے باہر نکلا ہے۔ سلطانہ بیگم نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولی۔"

"کیا کھیل کھیلتے پھر رہے ہیں آپ؟"

"دیکھو سلطانہ بیگم' میں جو کھیل کھیل رہا ہوں اس میں تم لوگوں کا کوئی دخل نہیں' مجھے صرف یہ بات بتاؤ کہ میرے کسی بھی کھیل سے تم لوگوں کو کسی ذہنی تکلیف سے دوچار ہونا پڑا؟"

"نصیر بیگ! کیوں نہیں سوچتے کہ اب تمہاری عمر ڈھل رہی ہے۔ اب بہتر طریقہ یہی ہے کہ گھر میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرو اور باقی زندگی بچوں کی سرپرستی میں گزار دو۔ کیسے انسان ہو' تمہارے بچے جوان ہوگئے لیکن کبھی بھی انہیں باپ کا کوئی ایسا سہارا حاصل نہیں رہا جس سے وہ یہ کہہ سکیں کہ ہم بھی باپ والے ہیں۔"

نصیر بیگ ہنس پڑا پھر بولا

"خوب باتیں کرتی ہو سلطانہ بیگم۔ عورت کو تو خیر ناقص العقل کہا ہی گیا ہے، لیکن میرا خیال ہے تم ان میں بھی ذرا اولیت رکھتی ہو۔"

"چرب زبانی تو تمہارا خاص گر ہے، فضول باتیں بنا کر اصل بات کو ٹال دیتے ہو۔ میں کہتی ہوں یہ کیا حلیہ بنائے پھر رہے ہو۔ کسی تھیٹر میں نوکری کرلی ہے کیا؟"

"میں تم سے صرف ایک سوال کرتا ہوں سلطانہ بیگم۔ تم لوگوں کو یا تمہاری اولاد کو زندگی میں کسی مالی تکلیف سے دوچار ہونا پڑا؟"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا دولت ہی تمام مشکلات کا حل ہے؟"

"ہاں سلطانہ بیگم میرا یہی خیال ہے۔"

"غلط خیال ہے۔"

"میں نے کہا نا تمہاری عقل سے میں اتفاق نہیں کرتا۔ میں نے تمہارے لیے دنیا کی ہر آسائش مہیا کر دی ہے اور آسائشیں خود بخود مہیا نہیں ہو جاتیں۔ ان کے لیے انسان کو نجانے کیسی کیسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں نے تمام مشکلات کو جھیل کر تمہیں وہ سہولتیں فراہم کی ہیں جو اچھے سے اچھے لوگ نہیں فراہم کر سکتے اور اس کے بعد تمہارے یہ مسائل میری سمجھ میں نہیں آتے۔"

"خیر تمہاری مرضی ہے اب تو بچے تمہارے بغیر جینے کے عادی ہو گئے ہیں۔"

"کیا یہ نہیں ہو سکتا آپ بھی میرے بغیر جینے کی عادی ہو جائیں؟"

"اب اس عمر میں کیا ہو سکتا ہے؟"

"کیا مطلب؟" نصیر بیگ غصیلے انداز میں بولا۔

"میں نے کہا نا اب تمہارے بغیر عادی ہونے سے کیا فائدہ اب ایسی عمر رہی ہے کہیں۔"

"یہ شوق بھی پورا کرلو۔"

"چھوڑو چھوڑو بیکار باتیں مت کرو اب گھر سے باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ہوں، ٹھیک ہے۔ آپ اپنا کام کیجئے مجھے اپنا کام کرنے دیجئے۔"

"بمشکل تمام سلطانہ بیگم سے پیچھا چھوٹا تھا۔ نصیر بیگ تو یہاں کچھ چیزوں کے حصول کے لیے آیا تھا اپنے کمرے میں بند ہونے کے بعد اس نے اپنی الماری کے خفیہ خانے کھولے اور ان میں سے کاغذات کے ڈھیر نکالنے لگا۔ بہت سے کاغذات تھے۔ بہت سے لفافے تھے۔ بہت سے فائل تھے۔ ان فائلوں اور لفافوں میں سے اس نے کچھ تصویریں حاصل کیں، کچھ کاغذات لئے اور انہیں بغور دیکھتا رہا۔ ان تمام چیزوں کو اچھی طرح دیکھ بھال کرنے کے بعد اس نے انہیں ایک چرمی بیگ میں رکھا۔ سلطانہ بیگم نے اچھی خاصی لیکچربازی کرڈالی تھی چنانچہ بہتر یہی تھا کہ ان سے خاموشی سے چھٹکارا حاصل کرلیا جائے۔ کچھ دیر کے بعد وہ چوروں کی طرح مکان کے عقبی حصے سے باہر نکلا اور تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ پھر ایک ٹیکسی اسے لے کر چل پڑی۔ گھر سے اسے بس اتنی ہی دلچسپی تھی کہ وہاں اس کی بیوی تھی، بچے تھے۔ ان لوگوں کی تمام ضروریات واقعی اس نے بڑے شاندار انداز میں پوری کر دی تھیں۔ اب اپنے شوق کی تکمیل کے لئے تو انسان جیتا ہی ہے۔ اگر اس کی زندگی انہی تمام واقعات سے وابستہ تھی تو بھلا کسی کو کیا اعتراض ہونا چاہیے! وہ اپنے ہوٹل میں واپس آگیا۔

کمرہ بند کر کے اس نے تیز روشنی کی اور اپنی لائی ہوئی تمام چیزیں چرمی بیگ سے نکال کر سینٹر ٹیبل پر رکھ لیں۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ پھر اس نے دل ہی دل میں سوچا۔ "میری جان مہتاب علی اور شاطر نوجوان فیروز! تم لوگ بھی کیا یاد کرو گے نصیر بیگ کے ذہن کو! اب میں جو کھیل کھیلنے جا رہا ہوں وہ اس سلسلے میں اتنا انوکھا کھیل ہو گا کہ تم لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

اس نے اپنے سامنے بڑے خوبصورت کاغذوں کا ایک پیڈ رکھا اور ساتھ لائے ہوئے قلم کھول کر سامنے رکھ لئے اور اس کے بعد وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ غالباً ماضی کی کوئی ایسی داستان اپنے ذہن میں دہرا رہا تھا جس کا تعلق اس کی زندگی کے موجودہ واقعات سے تھا۔ پتہ نہیں اس کے ذہن میں کیا منصوبہ آیا تھا؟

سرہدایت اللہ کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ راتوں رات کیا ہوگیا ہے۔ وہ صبح کو ناشتے کی میز پر سکون سے تھے حالانکہ دادی اماں اور ناظمہ کے چہرے پر شدید تجسّس اور کبیدگی کے آثار تھے۔ اس انکشاف کے بعد وہ سرہدایت اللہ کے ردعمل سے خوفزدہ تھیں لیکن سرہدایت اللہ نے ابھی تک کسی خاص ردعمل کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ عرشی البتہ ناشتے کی میز پر نہیں آئی تھی اس کے بارے میں سرہدایت اللہ نے پوچھا۔

"کہاں ہے وہ؟"

"اپنے کمرے میں۔"

"کیا کر رہی ہے؟"

"کمرہ بند کیے بیٹھی ہے۔"

"کیا اس کو ناشتے کے لئے طلب نہیں کیا گیا؟"

"کیا گیا تھا۔" ناظمہ بیگم نے جواب دیا۔

"پھر؟"

"کہنے لگی ناشتہ نہیں کرے گی۔ رات سے طبیعت بھاری ہے۔"

"پوچھا نہیں کیوں؟"

"وہ کبھی کسی کو بتاتی ہے؟"

"ہوں۔" سرہدایت اللہ ایک گہری سانس لے کر خاموش ہوگئے۔ ناظمہ بیگم نے کہا۔

"آپ نے اس کو اتنا سر چڑھالیا ہے کہ اب وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی۔"

"ایک بات کہو آپ سے۔ ہر چیز کا ایک وقت ایک موقع ہوتا ہے۔ یہ ناشتے کی میز ہے۔ کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں ناشتہ کیے بغیر اٹھ جاؤں۔"

"ناظمہ بیگم خاموش رہو بری بات ہے۔ وہ سچ کہہ رہا ہے۔" دادی اماں نے بیچ میں دخل دیا اور ناظمہ بیگم خاموش ہوگئیں۔ سرہدایت اللہ پھر ناشتے میں مصروف ہوگیا۔ کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں نہ اس پر کوئی سختی کی جائے، نہ کوئی ایسی بات کہی جائے جس سے وہ کسی برائی پر آمادہ ہو جائے۔"

"کیا میں یہ پوچھنے کا حق نہیں رکھتی کہ آپ نے اس بارے میں کیا فیصلہ کیا؟"

"ابھی میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔ فیصلہ کرلوں گا تو آپ لوگوں کو بتادوں گا۔"

"آپ نے یہ بات محسوس نہیں کی کہ آپ کی غیر موجودگی میں حالات کس قدر بگڑ گئے ہیں؟"

"ہاں۔ میں نے محسوس کی ہے۔"

"اور اس کے بعد بھی آپ اپنی ہی مصروفیات میں لگے رہیں گے۔ آپ کے وہ دوست کیا پھر واپس آئیں گے؟"

"مائیکل بائز، لارک انجلو اور ریٹا ہاروے میرے ایسے دوست ہیں کہ انہیں مجھ پر پورا پورا حق حاصل ہے۔ آپ کو یہ بات نہیں معلوم کہ وہ میرے کتنے بڑے مددگار ہیں اور ان کی وجہ سے میں ایک نئی زندگی پاسکا ہوں ورنہ آپ لوگ زندگی بھر میرا انتظار ہی کرتے رہ جاتے۔"

"خدانہ کرے، کیا ہوگیا تھا؟" اماں بی نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

"بس اماں بی، زندگی کے مختلف مدراج اور مختلف مراحل ہوتے ہیں۔ بعض

اوقات انسان ایسے حالات میں پھنس جاتا ہے کہ اسے اپنی زندگی کا یقین نہیں رہتا۔ ایسے میں اگر کوئی اس کا اتنا بڑا مددگار ثابت ہو تو پھر اس کی محبت کا اعتراف تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ اب آپ ہی انہیں سمجھائیے' ناظمہ بیگم کو۔"

"بیٹے' وہ تو سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے لیکن تم یہ سوچو کہ یہ جو کچھ ہوا ہے وہ کیا ہے؟"

"اگر میں یہاں ہوتا اور عرشی اس قسم کا کوئی قدم خاموشی سے اٹھالیتی اور ہم لوگوں کو پتہ نہ چلتا تو میں کیا کر سکتا تھا؟"

"آپ عجیب انسان ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے آپ پر اس بات کا کوئی اثر ہی نہ ہوا ہو۔"

"نہیں ناظمہ مجھ پر اس بات کا اثر ہوا ہے لیکن نہ میں احمق ہوں نہ جلد باز۔ میں جانتا ہوں کہ نئی نسل کن راستوں پر چل رہی ہے۔ میں جو کچھ بھی قدم اٹھاؤں گا سوچ سمجھ کر اٹھاؤں گا آپ کو یہ اندازہ نہیں ہے کہ عرشی کس قسم کی لڑکی ہے۔"

"ہاں آپ کو سینکڑوں میل دور رہ کر یہ اندازہ بخوبی ہو گیا ہے۔"

"خدا کی قسم یقین کرو مجھے عرشی کے بارے میں اتنا اندازہ ہے کہ تم لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"بڑا خوبصورت تحفہ دیا ہے اس نے آپ کو۔ جائیے' مل لیجئے آپ کی نواسی ہے۔" ناظمہ بیگم نے نشترزنی کی تو اماں بی نے پھر انہیں ڈانٹا۔

"ناظمہ! کیا تم محسوس نہیں کر رہیں کہ تم زیادتی کر رہی ہو۔ میں یہاں موجود ہوں اور تم اتنی سخت گفتگو کر رہی ہو۔"

"ٹھیک ہے میرا یہاں سے چلے جانا مناسب ہے۔" ناظمہ بیگم ناشتے کی میز سے اٹھ گئیں۔ سر ہدایت اللہ اور اماں بی انہیں دیکھتے رہ گئے تھے۔

"خیر اس بات سے تو میں بھی اتفاق کرتی ہوں ہدایت اللہ کہ اس کے دل پر بری بیت رہی ہے۔ ارے تم خود سوچو جو کچھ قدم اٹھا بیٹھی ہے اگر وہ منظر عام پر آئے گا تو

ہم لوگ دنیا کو کیا جواب دیں گے۔"

"اماں بی' میں موجود ہوں ابھی' جا نہیں رہا ہیں۔ کوئی نہ کوئی فیصلہ کر کے جاؤں گا۔"

"تم نے یہ بھی نہیں معلوم کیا اس سے کہ وہ کمینہ جو اس کا شوہر ہے آخر ہے کہاں؟ اصل میں تم تو یہاں موجود نہیں تھے۔ تمہاری غیر موجودگی میں بہت سوں کو سر اٹھانے کا موقع مل جاتا ہے۔ اگر تم یہاں ہوتے تو بھلا کس کی مجال تھی کہ اس طرح بچی کو چھوڑ دیتا۔"

"میں سب ٹھیک کرلوں گا' آپ اس کی فکر نہ کریں اور بہت جلد میں آپ لوگوں کو بھی اطمینان دلاؤں گا۔" ہدایت اللہ نے کہا۔

"خدا جانے کیا کرو گے کچھ ہماری سمجھ میں بھی تو آئے۔"

"آپ لوگ اگر اس سلسلے میں کوئی بہتر مشورہ دے سکتے ہیں تو ضرور دیجئے۔ میں اس مشورے کو مانوں گا۔ لیکن اگر کوئی بہت اچھی بات آپ کے ذہن میں نہیں آ رہی تو کم از کم مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ میں اگر اتنے اطمینان سے بیٹھا ہوا ہوں تو اس کا کوئی مقصد ہے۔ آپ لوگ جو بھی کہیں گے میں اسے منظور کرلوں گا لیکن اگر آپ کے ذہن میں کوئی ترکیب نہیں ہے تو خدارا مجھے سوچنے کا موقع دیجئے گا۔"

"ٹھیک ہے ہدایت اللہ۔ بہرطور گھر کی عزت تمہارے ہی دم سے وابستہ ہے تم اگر اس سلسلے میں اتنے زیادہ متردد نہیں ہو تو پھر ہمیں بھی اس تردد کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔"

"میں یہی چاہتا ہوں اماں بی۔" ہدایت اللہ نے جواب دیا۔

ناشتے کی میز سے اٹھنے کے بعد ہدایت اللہ اپنے کمرے میں چلے گئے۔ بہت دیر تک سوچوں میں گم رہے ان کے ذہن میں نجانے کیا کیا خیالات آ رہے تھے۔ عرشی سے ابھی انہوں نے ملنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ نجانے کیا کیا خیالات تھے دل میں بہرحال کافی وقت گزر گیا پھر انہوں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور اس کے بعد لباس

تبدیل کرنے لگے۔ لباس تبدیل کر کے باہر نکلے۔ ناظمہ بیگم سے عرشی کے بارے میں پوچھا تو ناظمہ بیگم نے کہا۔

"صاحبزادی کبھی کسی سے کچھ پوچھ کے تو نہیں جاتیں باہر۔"

"ناظمہ بیگم! ایک بات میں ضرور کہوں گا باقی اور جو کچھ بات ہے وہ تو ہے ہی لیکن گھر کے بچوں کے ساتھ اتنا سخت رویہ مناسب نہیں ہوتا۔"

"میں اب اس موضوع پر آپ سے کوئی بات کرنا ہی نہیں چاہتی۔"

"یہ بہت اچھی بات ہے۔ اچھا میں ذرا جا رہا ہوں۔ وہ گھر پر نہیں ہے۔۔؟"

"جی نہیں' گاڑی ہے ان کے پاس چابی اٹھاتی ہیں لے کر نکل جاتی ہیں۔ کسی سے پوچھنے 'گچھنے' کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

ہدایت اللہ باہر نکل گئے تھے۔ کچھ دیر کے بعد وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے کوٹھی سے باہر نکل آئے۔ جمشید کے علاوہ اور کہاں جا سکتے تھے' سیدھے وہیں پہنچ گئے۔ جمشید نے دروازہ کھولا۔ ہدایت اللہ کو دیکھ کر سلام کیا اور ہدایت اللہ اندر داخل ہو گئے۔

"کہو' کیا صورت حال ہے۔ اس نے تنگ تو نہیں کیا؟"

"جی۔" جمشید سر کھجاتا ہوا بولا۔

"میرا مطلب ہے کہ بچی نے رات کو پریشان تو نہیں کیا؟"

"بب.........بچی نے.....؟" جمشید پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہدایت اللہ کو دیکھتا ہوا بولا اور ہدایت اللہ اس کے لہجے پر چونک پڑے۔

"کیا ہوا' کیا بات ہے؟"

"جی وہ بب بچی' بچی تو........"

"جمشید کیا بک رہا ہے کہاں ہے بچی۔ خیریت سے تو ہے؟"

"صص....صاب جی وہ تو وہ تو........"

"او گدھے' کیا ہوا' پھوٹتا کیوں نہیں منہ سے۔" سر ہدایت اللہ کا پارہ چڑھ گیا۔

"سر جی بچی تو یہاں نہیں ہے۔"

"ایں! کہاں گئی؟" سر ہدایت اللہ سناٹے میں آ گئے۔

"جی وہ تو تھوڑی ہی دیر کے بعد عرشی بی بی آ گئی تھیں کہنے لگیں آپ نے اسے واپس منگوایا ہے' لے گئیں رات کو ہی۔"

"کیا؟" ہدایت اللہ کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"صاب جی' آپ کے واپس جانے کے تھوڑی ہی دیر کے بعد عرشی بی بی جی آ گئی تھیں۔ کہنے لگیں کہ ڈیڈی نے بچی کو واپس منگوایا ہے۔ صاب جی میں انہیں تو منع نہیں کر سکتا تھا اگر کوئی اور ہوتا تو ہوا بھی نہ لگنے دیتا۔ کیا آپ نے انہیں نہیں بھیجا تھا؟"

"سر ہدایت اللہ کا سر چکراتا رہا۔ چند لمحات کے لیے تو کچھ سمجھ ہی نہیں آیا تھا۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھے ایک کرسی پر بیٹھ گئے اور چکرائی ہوئی آنکھوں سے جمشید اور اس کی بیوی کو دیکھتے رہے جو مجرم سے بنے کھڑے ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔"

"اور کیا کہہ رہی تھی وہ' فوراً ہی بچی کو لے کر چلی گئی یا رکی بھی تھی کچھ دیر؟"

"نہیں صاب جی تھوڑی دیر رکی تھیں۔"

"کچھ کہہ رہی تھی؟" سر ہدایت اللہ نے یونہی پوچھ لیا۔

جمشید نے بیوی کو دیکھا اور بیوی نے جمشید کو' سر ہدایت اللہ غصے سے بولے۔

"بتاتے کیوں نہیں' کیا کہہ رہی تھی وہ؟"

"صاب جی زبان نہیں کھلتی۔"

"ابے میں کھولوں تیری زبان۔" سر ہدایت اللہ دھاڑے۔

"صاحب جی' وہ کہہ رہی تھیں کہ بچی آپ کی ہے۔ آپ نے شادی کر لی تھی سب سے چھپ کر اور پھر بچی کی ماں مر گئی۔ صاب جی ہم بہت غریب لوگ ہیں مگر دل رکھتے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو ہم لوگ خوشی سے اس بچی کو پالنے کے لیے تیار ہیں۔ ہم غلام ہیں آپ کے صاب جی' ہماری زبان سے کوئی بات کبھی باہر نہیں نکلے گی۔ عرشی بی بی تو معصوم ہیں انہوں نے ہمیں بتا دیا۔ ہم تو خود چور بن کر رہ گئے تھے جو بات آپ نے سب سے

چھپائی صاب جی عرشی بی بی ہمیں بتا گئیں مگر آپ۔"

"کیا کیا؟ اس نے کہا کہ بچی میری ہے۔ میں نے دوسری شادی کرلی تھی چھپ کر اور اور........" سرہدایت اللہ پھٹے پھٹے لہجے میں بولے۔

"جی صاب جی عرشی بی بی نے یہی بتایا تھا۔"

سرہدایت اللہ ایک لمحے سوچتا رہا پھر اس کے منہ سے نکلا۔

"لاحول ولا قو لاحول ولا قو۔" اور اس کے بعد اس کے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔ پھر اس نے یکے بعد دیگرے کئی قہقہے لگائے اور آنکھیں بند کر کے سر جھٹکنے لگا۔ اس کے بعد اٹھتا ہوا بولا۔ "ٹھیک ہے جمشید' تم تھوڑا سا وقت یہاں گزار لو اس کے بعد گھر واپس آجانا۔ کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔" سرہدایت اللہ نے کہا اور اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل آیا۔ جمشید اور اس کی بیوی ہکا بکا رہ گئے تھے۔ سر ہدایت اللہ کو بڑی طرح ہنسی آرہی تھی جو کچھ اس کے دل میں تھا وہ ایک الگ بات تھی لیکن عرشی نے جس انداز میں جمشید وغیرہ کو یہ تفصیل بتائی تھی اس پر وہ ہنسے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ بہرحال' وہاں سے سیدھا کوٹھی ہی واپس آیا۔ عرشی کی خبر لینا چاہتا تھا۔ یہ لڑکی یا شیطان کی خالہ' عرشی کی گاڑی نظر نہیں آئی تھی۔ سرہدایت اللہ ہنستا ہوا اپنے بیڈ روم میں داخل ہوگیا لیکن ابھی وہ بیڈ روم میں بیٹھا ہی تھا کہ دادی اماں اور ناظمہ بیگم ہولتی ہوئی اندر آگئیں۔

"کچھ سنا آپ نے' کچھ سنا؟"

"جی نہیں میں نے کچھ نہیں سنا آپ سنایئے؟" سرہدایت اللہ نے خوش گوار موڈ میں کہا۔

"بچی غائب ہوگئی' اسے اغواء کرلیا گیا۔"

"ایں۔" سرہدایت اللہ نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"ہاں' نجمہ بیچاری کو رات کو کسی نے بے ہوش کر دیا۔ دن چڑھے تک وہ بے ہوش پڑی رہی۔ اس کی بری حالت ہے کوارٹر سے باہر نہیں نکل رہی۔ بس یہ بتاتے آ

تھی کہ بچی کو کوئی رات کو اغواء کر کے لے گیا اور اسے بے ہوش کر دیا گیا۔"

"کیا عجیب سنسنی پھیلا رکھی ہے آپ لوگوں نے؟"

"ارے چھوڑیئے۔ تباہ و برباد کرا دیجئے اس گھر کو' اس کے بغیر آپ کو سکون تھوڑی ملے گا۔ کس نے اغواء کیا بچی کو پتہ ہے' کون لے گیا' آپ نہیں جانتے؟"

"بھائی میں تو نہیں جانتا۔ آپ بتا دیجئے۔" ہدایت اللہ نے ناظمہ بیگم سے کہا۔

"اس فاحشہ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا اری آفت کی پر کالہ ہے۔ پتہ چل گیا ہوگیا اسے۔ ضرور پتہ چل گیا ہوگا۔ نجمہ ویسے ہی پیٹ کی ہلکی ہے۔ بتا دیا ہوگا اس نے کہ سب کچا چٹھا حل گیا۔ لے گئی بچی کو راتوں رات اور کیسے واپس آکر سو گئی۔ ارے مگر یہ کم بخت بچی کو چھوڑ کہاں آئی۔ پتہ نہیں کیا کیا چکر چلا رکھے ہیں۔"

"دیکھئے آپ حضرات' ایک بات میں آپ کو بتا دوں میں یہاں موجود ہوں آپ میری موجودگی کو نظرانداز نہ کیجئے گا آپ لوگ اپنے کام سے کام رکھئے آپ نے اس بات کی نشاندہی کردی آپ کا بے حد شکریہ۔ اب اس کے بعد کیا اس رسوائی کو گھر گھر پہنچانے کا ارادہ ہے۔ میں بہت سنجیدگی سے اس مسئلے پر غور کر رہا ہوں کوئی بہت اچھا حل نکال لوں گا اس کا' لیکن شرط یہ ہے کہ آپ لوگ آسمان سر پر نہ اٹھائیں۔"

"ٹھیک ہے بھیا' ٹھیک ہے۔ جیسے تم مناسب سمجھو' کرو۔ ناظمہ بیگم اب اس سلسلے میں زبان نہیں کھولنی تم نے کیا سمجھیں۔ میں تمہیں ہدایت کر رہی ہوں۔" اماں بی نے آخری الفاظ ناظمہ بیگم سے کہے تھے۔

"ارے اماں بی مجھے کیا پڑی ہے چھوڑیئے اولاد ہے لیکن کبھی اولاد بن کر رہی وہ' جو کر رہی ہے کرتی پھرے۔ اللہ جانے اور وہ جانے۔ میرے بس میں اب کچھ نہیں ہے۔" ناظمہ بیگم بکتی جھکتی باہر نکل گئیں۔ دادی اماں خاموشی سے بیٹھی ہدایت اللہ کو دیکھتی رہی تھیں پھر انہوں نے کہا۔

"ہدایت اللہ بیٹا تو بڑا غیرت مند ہے مگر میں نے اس واقعے کو سننے کے بعد تیرے چہرے پر کوئی پریشانی نہیں پائی۔ آخر کیا سوچ رہا ہے تو؟"

"اماں بی' آپ لوگ بات کو اتنا آگے نکال دیتے ہیں کہ بات بنائے نہیں بنتی اس لیے آپ سے کچھ کہتے ہوئے ڈرتا ہوں۔"

"اے بیٹا' یہ تو گھر کی عزت کا معاملہ ہے۔ تو نہیں جانتا کہ ہم لوگوں کے دلوں پر کیا بیت رہی ہے۔ ارے فاطمہ بھی تو ماں ہے اس کی اور اس گھر کی عزت بھی ہے۔ کے نہیں پیاری اس گھر کی عزت۔"

"میں جانتا ہوں اماں بی لیکن بس ایک بات ذرا ذہن میں رکھیے گا وہ یہ ہے کہ جس لڑکی کا نام عرشی ہی نا' وہ شریر بھی ہے ذہین بھی اور خود سر بھی ہے' لیکن بدکار نہیں ہے۔ مجھے اب بھی اس پر اتنا ہی اعتماد ہے جتنا روز اول تھا۔ وہ کبھی کوئی غلط قدم نہیں اٹھا سکتی اور یہ جو کھیل ہو رہا ہی نا اماں بی' یہ صرف ایک کھیل ہے صرف ایک کھیل۔ آپ اس بات کو پوری طرح ذہن میں رکھیے گا۔"

"ہیں! صرف کھیل؟"

"جی ہاں' صرف کھیل۔"

"مم........ مگر بیٹا وہ بچی تو کھیل نہیں ہے؟"

"جو کچھ بھی ہے آپ یہ سمجھ لیجیے کہ گھر کی عزت کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ بچی کسی بھی قیمت پر عرشی کی نہیں ہے۔"

"کیا........!" اماں بی آنکھیں پھاڑ کر بولیں۔

"جی۔" ہدایت اللہ نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

عرشی نے بہت غور و خوض کیا تھا اور اس کے بعد اس نے یہی فیصلہ کیا کہ نادر شاہ سے دوستی کرلی جائے۔ پتہ نہیں صائمہ سے اس نے جو کچھ کہا تھا اس میں سچائی تھی یا پھر وہ لمحاتی طور پر بھٹک گئی تھی۔ بہرحال' یہ بات تو طے تھی کہ وہ نادر شاہ سے متاثر ہوگئی تھی۔ سب سے پہلے وہ نادر شاہ کے تھانے میں پہنچی۔ تھانے کا عملہ موجود تھا۔ ایس آئی شہزاد نے معنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھا تو عرشی نے پوچھا۔

"نادر شاہ صاحب کہاں ہیں؟"

"وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دوکان اپنی بڑھائے گئے..........."

"ہوش میں ہو؟"

"جی میڈم' بالکل ہوش میں ہوں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ نادر شاہ صاحب آتے ہی نہیں ہیں۔"

"کیوں؟"

"آپ کے ڈر سے۔"

"مجھے خوش کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"خوش کرنا تو ضروری ہے بی بی صاحب' ہمیں معلوم ہے کہ آپ ہی نے نادر شاہ صاحب کا بستر گول کیا ہے۔"

"تم لوگ نادر شاہ کے جانے سے بہت خوش ہو؟"

"نادر شاہ نے جب دلی پر حملہ کیا تھا تو محمد شاہ رنگیلا کی کیا حالت تھی آپ کو معلوم ہے۔"

"بہت چرب زبان معلوم ہوتے ہو؟"

"نہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ نادر شاہ صاحب تھے ہی اس قسم کے آدمی۔ بی بی جی ہم لوگوں کو ناکوں چنے چبوا دیئے تھے انہوں نے۔ بہرحال' معافی چاہتے ہیں آپ سے۔ آپ سے تو ویسے بھی ہمیں ڈر ہی لگتا ہے۔ وہ پہلے بھی کہہ رہے تھے کہ صرف اس لیے انہوں نے اپنی ڈیوٹی دوبارہ جوائن کی ہے کہ آپ کو ایک بار پھر سزا دی جائے۔ ان کا کام ختم ہو گیا' وہ چلے گئے.........."

"ریزائن منظور ہو گیا ہے؟"

"اب اتنی باتیں تو ہمیں نہیں معلوم لیکن اس دن کے بعد سے آج تک وہ تھانے نہیں آئے ہیں اور ہم ہی تھانہ سنبھال رہے ہیں۔"

"تمہیں کوئی نوٹیفیکشن ملا ہے؟"

"ابھی تک نہیں ملا ابھی کا انتظار کر رہے ہیں۔" شہزاد نے کہا اور عرشی وہاں سے نکل آئی۔ ایک بار پھر اس کے دل میں عجیب سے خیالات پیدا ہو گئے تھے۔ غلطی ہو گئی بات اس حد تک آگے نہیں بڑھانی چاہیے تھی۔ نادر شاہ کو پتہ نہیں کیوں اس بات پر یقین نہیں آیا کہ وہ جو کچھ کہہ کر گئی ہے سچ ہے۔ عرشی نے خلوص دل سے کہا تھا کہ دوبارہ اس نے جو کچھ کیا ہے وہ اس پر کسی سے کوئی احتجاج نہیں کرے گی۔ بلکہ شاید زندگی میں پہلی بار اس نے کسی کے سامنے یہ الفاظ کہے تھے کہ وہ اس سے ہار مان رہی ہے۔ پتہ نہیں اس کے پس پردہ کیا جذبے تھے لیکن عرشی کو خود ہی اندازہ ہو گیا کہ نادر شاہ کی جگہ کوئی بھی شخص ہوتا وہ احمقوں کی طرح اس بات پر یقین کر کے نہ بیٹھ جاتا ایک لڑکی جب ایک بار ایک کام اس انداز میں کرا سکتی ہے تو دوسری بار وہ کام اسے کرانے میں دقت پیش آسکتی ہے؟ بہرحال یہ سب کچھ برا ہوا۔ گاڑی میں بیٹھ کر اس نے گاڑی

اسٹارٹ کی اور آہستہ آہستہ اسے آگے بڑھا دیا۔ دل کو ایک دکھ کا احساس ہو رہا تھا۔ اب کیا کیا جائے! پہلے تو یہ سوچ کر نکلی تھی کہ نادر شاہ سے ملاقات کرے گی اس سے دوستی کے راستے استوار کرے گی اور اسے تمام باتیں بتا کر اپنا رازدار بنا لے گی۔ اب اگر وہ اس کے گھر جاتی ہے تو پتہ نہیں نادر شاہ کا رویہ کیا ہو؟ پھر اس کی اندرونی فطرت ابھر آئی اور اس نے سوچا کہ رویہ زیادہ سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے؟ جان سے تو نہیں مار دے گا زیادہ سے زیادہ برا بھلا کہے گا۔ دیکھوں گی' آخری حد تک کوشش کروں گی کہ وہ ہموار ہو جائے۔ برا تو خیر ہوا ہے مجھ سے۔ اب اس کے نتیجے میں اگر کچھ الٹی سیدھی باتیں سننی بھی پڑ جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس بات سے اس نے اپنے آپ کو مطمئن کیا اور اس کے بعد اس کی گاڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگی تھوڑی دیر کے بعد وہ محمد شاہ کی کوٹھی کے سامنے جا پہنچی۔ یہاں ایک بار پھر دل کو ایک ہلکے سے خوف کا احساس ہوا۔ لیکن پھر ہمت کر کے اس نے ہارن بجایا۔ کوٹھی کا دروازہ کھل گیا اور وہ کار کو اندر لیتی چلی گئی۔ کار پورچ میں روکی' ایک ملازم کو اشارے سے بلایا اور اسے سے بولی۔

"نادر شاہ صاحب موجود ہیں؟"

"جی بی بی صاب موجود ہیں؟"

"میں ان سے ملنا چاہتی ہوں اور سنو.........بڑے صاحب بھی ہیں۔"

"نہیں بڑے صاحب کہیں گئے ہوئے ہیں؟"

"اوہ یہ بہت اچھی بات ہے۔" عرشی نے خود سے کہا۔

"جی!" ملازم بولا۔

"نہیں۔ تم نادر شاہ صاحب سے جا کر کہو کہ کوئی ان سے ملنا چاہتا ہے۔"

"آپ اپنا نام تو بتا دیجئے بی بی جی۔"

"جاؤ' فضول باتیں مت کرو۔ تم ملازم ہو یا گدھے؟"

"جی ہیں تو ملازم ہی۔" ملازم بڑبڑاتا ہوا اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد نادر شاہ اس کے ساتھ ہی باہر نکل آیا تھا۔ عرشی گاڑی سے اتر کر بونٹ سے ٹیک لگائے کھڑی ہوئی

تھی۔ نادر شاہ نے اسے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اوہ مس عرشی.........زہے نصیب! تشریف لائیے۔ آپ کیا واقعی مجھ سے ملنے آئی ہیں؟"

"جی ہاں نادر شاہ صاحب۔"

"تشریف لائیے۔" نادر شاہ نے کہا اور عرشی اس کے پیچھے پیچھے اندر داخل ہوگئی۔ نادر شاہ اسے اپنے حسین ڈرائنگ روم میں لے گیا تھا۔ عرشی نے ڈرائنگ روم کا جائزہ لیا اور بولی۔

"بڑا ہی خوب صورت ڈرائنگ روم آراستہ کیا ہے آپ نے۔"

"آہ! آج اسے نظر لگ گئی۔"

"کیا مطلب؟" عرشی نے نادر شاہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب یہ تباہ ہو جائے گا۔" نادر شاہ معصوم سے لہجے میں بولا۔

"کیوں، کیسے؟"

"ظاہر ہے آپ خالی ہاتھ تو نہیں آئی ہوں گی۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کے اس پرس میں کوئی بہت ہی طاقتور بم ضرور رکھا ہوگا جسے آپ یہاں سے جاتے ہوئے لگا جائیں گی۔"

عرشی نے شکایت بھری نظروں سے اسے دیکھا پھر بولی۔ "اتنے برے خیالات ہیں میرے لیے آپ کے دل میں؟"

"نہیں میڈم! یہ بات نہیں ہے۔ اصل میں ہمارے درمیان جو دشمنی چل رہی ہے نا اس سے ہر بات متوقع رکھی جاسکتی ہے۔ یہ آپ کا حق ہے کہ اپنے دشمن کو نیست و نابود کردیں۔"

"آپ میرے پرس کی تلاشی لے لیجئے سب سے پہلے اور اس کے بعد اگر چاہیں میرے لباس کی تلاشی بھی لے لیجئے گا۔"

"توبہ توبہ.........میں نے یہ کام آپ یقین کیجئے کبھی نہیں کیا۔ اگر کسی خاتون

تلاشی لینا ہوئی تو ہمیشہ لیڈی پولیس کو ساتھ رکھا۔"

"دیکھئے، مجھے غصہ نہ دلائیں آپ۔ آپ اس بات کا اطمینان کرلیجئے سب سے پہلے، جس طرح بھی آپ چاہیں کہ میں آپ سے دشمنی کرنے نہیں آئی۔ میں نے تو پہلے ہی آپ سے کہہ دیا تھا کہ میری اور آپ کی لڑائی ختم ہوگئی۔ میں آپ سے لڑنا نہیں چاہتی حالانکہ آپ نے مجھے بند کر دیا تھا۔ آپ نے اپنا قول پورا کرلیا۔ اندازہ لگالیا ہوگا کہ میں نے بھی اپنا قول پورا کیا۔ کسی سے بھی کچھ نہ کہا۔ وہ بات ہی چھپا گئی سب سے۔ اس کا مطلب جانتے ہیں آپ؟"

"بتاتی جائیے۔"

"اس کا مطلب یہ تھا کہ میں نے.........میں نے اپنے اور آپ کے درمیان لڑائی ختم کردی۔"

"لیکن.........لیکن مس عرشی۔ آپ نے میری نوکری تو چھین لی نا؟"

"غلط، بالکل غلط۔ میں کہہ کر آئی تھی اس دن آپ سے کہ آپ نے اپنی نوکری بحال کرالی ہے آپ کو مجھ پر فوقیت حاصل ہوگئی ہے۔ آپ اس فوقیت کو قائم رکھئے گا میرا اب آپ سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے مس عرشی، لیکن آپ نے اس ملازمت سے میرا دل کھٹا کر دیا۔ دیکھئے نا کسی بڑے آدمی کے کہنے سے اگر کوئی ملازمت اتنی آسانی سے چلی جاتی ہے تو میرا خیال ہے پھر ایسی نوکری کرنی نہیں چاہیے۔ معاف کیجئے گا مس عرشی، پہلے بھی آپ کو بتا چکا ہوں کہ وہ نوکری میری ضرورت نہیں تھی میرا شوق تھا۔"

"آپ کو اپنا یہ شوق جاری رکھنا چاہیے۔"

"رات گئی بات گئی۔ اب تو یہ قصہ ختم ہوگیا۔"

"میں آپ کو یہ نوکری ختم نہیں کرنے دوں گی۔"

"میرا خیال ہے آپ کو کوئی ایسا حق حاصل نہیں ہے۔" نادر شاہ نے کہا۔ عرشی نے ایک بار پھر گہری نگاہوں سے نادر شاہ کو دیکھا پھر بولی۔

"حق حاصل ہے۔ سمجھے آپ! مجھے حق حاصل ہے کہے دیتی ہوں۔ آپ کو ا
نوکری پر واپس جانا ہو گا' ترقی کرنا ہو گی۔ ایس ایچ او سے ایس پی پھر ڈی آئی جی اور آ
میں آئی جی تک پہنچنا ہے آپ کو۔"

"ارے باپ رے باپ میرے دل میں یقین کریں ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا یعنی ا
وقت بھی جب میں نے پولیس کی نوکری حاصل کی تھی۔ میں ان تمام چیزوں سے ک
دلچسپی نہیں رکھتا بلکہ ایک طرح سے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ وہ نوکری اصل ی
میرے کرنے کے لیے نہیں تھی اس کے لیے الگ ہی مزاج کے لوگ درکار ہوتے ہیں
میں تو ایک لاابالی سا' کھلنڈرا سا آدمی ہوں مس عرشی۔ سچی بات یہ ہے کہ زندگی کو آ
تک میں نے کبھی سنجیدگی سے دیکھا ہی نہیں بس نئے نئے تجربات کرنے کے شوق
ایک ایڈونچر لائف چاہتا ہوں جس میں ہنگامہ خیزیاں ہوں' تفریح ہو' نئے نئے واقع
ہوں۔ پولیس کی نوکری کے بارے میں' میرے ذہن میں یہی خیال تھا کہ اس میں مجھے
ایڈونچر لائف مل جائے گی اس لیے میں نے پولیس کی یہ نوکری کرلی تھی لیکن اندر جا
یہ معلوم ہوا کہ اس میں بڑے بوجھ ہیں۔ بعض اوقات ایسے لوگوں کو گرفتار کرنا پڑتا
جو جرم تو کر بیٹھے ہیں لیکن اپنے پیچھے ایسے بے کسوں کو چھوڑ آتے ہیں جن کی بے
برداشت نہیں ہو پاتی۔ وہ ان گھروں کے کفیل ہوتے ہیں اور بعض اوقات تو ان کا ج
یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے گھر کو ایک بہتر زندگی دینا چاہتے ہیں لیکن قانون اپنی آنکھوں
انہیں دیکھتا ہے۔ وہ صرف انہیں مجرم گردانتا ہے' ان کے ماضی سے قانون کو کوئی دلچ
نہیں ہوتی۔ وہ صرف یہ دیکھتا ہے کہ انہوں نے کیا جرم کیا ہے اور انہیں اس جرم کی
مل جاتی ہے۔ مس عرشی! آپ یقین کیجیے بعض اوقات میرا دل اس سزا کو قبول نہ
کرتا۔ میں پولیس کی نوکری کے لیے بالکل ان فٹ آدمی ہوں۔"

عرشی پریشان نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "تو آپ اپنی نوکری پر وا
نہیں جائیں گے؟"

"نہیں مس عرشی۔ آپ یقین کیجیے' میں آپ سے جو بات کر رہا ہوں خلوص

کر رہا ہوں ارے ہاں آپ یہ بتائیے کہ آپ کیا پینا پسند کریں گی۔"

"گویا... گویا دشمنی ختم۔" عرشی نے معصومیت سے پوچھا اور کچھ ایسا انداز ہو گیا تھا
کہ نادر شاہ اسے دیکھتا رہ گیا۔ چند لمحات وہ عرشی کو دیکھتا رہا۔ پھر مسکرا کر بولا۔

"آپ سے دشمنی کرنے والا کوئی انسان تو نہیں ہو سکتا۔"

"جی!"

"ہاں وہ جنگل کا کوئی جانور ہی ہو سکتا ہے مس عرشی۔"

"مم...... مگر آپ نے آپ نے تو...... آپ نے مجھے دوبارہ بھی بند کر دیا تھا؟"

"وہ ایک اصولی بات تھی۔ میں نے اپنا مقصد پالیا بات ختم ہو گئی۔ بھلا آپ سے
کے بعد دشمنی کیا معنی رکھتی ہے۔"

"دیکھئے' بات اصل میں یہ ہے نادر شاہ صاحب میں بھی بری لڑکی نہیں ہوں بس
ا بھی ذہن پر جنون سا سوار ہو جاتا ہے۔ میں نے جو کچھ کیا اسی جنون کے عالم میں کیا
میں اس پر بہت شرمندہ ہوں آپ سے۔"

"ایک سوال کروں آپ سے عرشی؟"

"جی کیجیے۔"

"آپ کو مجھ پر فوقیت حاصل ہو گئی تھی۔ آپ نے مجھے سسپینڈ کرادیا اس کے بعد
آپ کا کیا مسئلہ رہ جاتا ہے؟"

"رہ جاتا ہے نا۔" عرشی نے کہا۔

"کیا...... میں نہیں سمجھ پایا۔"

"اصل میں میرا خیال ہے مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے۔" عرشی نے سوچتے
ئے کہا اور نادر شاہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ تعجب بھری نگاہوں سے عرشی کو دیکھ رہا
لیکن عرشی کے چہرے پر گہری سوچ کے آثار تھے۔ جیسے وہ اپنے آپ سے مخاطب ہو۔
آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی۔

"یقیناً" ایسی ہی بات ہے۔ وہ ہوا یہ کہ جب مجھے صائمہ نے بتایا کہ ایسا ہو گیا ہے تو

آپ یقین کیجئے میرے دل پر چوٹ سی لگی تھی۔ میں نے بہت غور کیا تھا آپ نے ساتھ سختی کی تھی' بدسلوکی کی تھی اس کا نتیجہ آپ کو مل گیا۔ لیکن مجھے نیند نہیں تھی۔ ایک عجیب سی بے کلی اور بے سکونی رہی تھی پھر میں نے غور کیا تو مجھے اندا کہ آپ مجھے اچھے لگے۔ ہاں یقینی طور پر محبت ایسے ہی تو ہو جاتی ہے مجھے بھی ہو اس کے بعد مجھے ہمیشہ آپ کے سلسلے میں دکھ رہا۔ اس دن جو میں آپ سے یہ کہہ تھی ناکہ اب آپ کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گی تو اس کی وجہ محبت ہی تھ آپ؟"

"دیکھئے' اگر واقعی آپ کو مجھ پر اعتبار آگیا ہے نا تو پھر بہت اچھی سی چا لیجئے۔" عرشی نے اس طرح کہا جیسے کوئی بہت ہی بڑا مسئلہ نادر شاہ کے سامنے پیش ہو۔ نادر شاہ ہنس پڑا تھا اس نے ملازم کو آواز دی اور بہت ہی عمدہ چائے معہ لوازما لانے کے لئے کہا۔ عرشی اب بھی اسی طرح بیٹھی ہوئی تھی اور نادر شاہ اسے نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"تو یہ سلسلہ ہے؟"

"ہاں نادر شاہ صاحب! اب آپ مجھے معاف کر ہی دیجئے دیکھئے نا میں آپ کیا مشاغل ہیں؟"

"بہت کچھ بتانے آئی ہوں آپ کو' سارے مسئلے حل کر کے رکھ دوں گی۔ کو ایک لمبی کہانی سناؤں گی' جلدی تو نہیں ہے؟"

"بالکل جلدی نہیں ہے آپ آرام سے بیٹھئے۔" نادر شاہ نے کہا اور صوفے کی پشت سے کمر لگالی۔ نادر شاہ اسے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ پولیس میں بہت زیادہ وقت تو نہیں گزارا تھا لیکن تجربات کافی ہوئے تھے زندگی میں۔ یہ لڑ واقعی عجیب سی شخصیت کی مالک نظر آرہی تھی۔ سادہ سادہ' پروقار' معصوم سی نجانے کیا کیا چیزیں اس کی ذات میں گڈمڈ ہوگئی تھیں۔ لیکن دل ہی دل میں وہ یہ رہا تھا کہ واقعی عرشی محبت کرنے کے قابل ہے۔ ایک ایسی مختلف' ایک انوکھی

میں انفرادیت ہے' جو عام قسم کی لڑکی نہیں ہے' بہت مختلف ہے عام لڑکیوں

بہت سی باتیں نادر شاہ کے ذہن میں گردش کرنے لگیں۔ وہ رات جب اس نے کو پہلی بار دیکھا تھا ایک بھکارن کے روپ میں۔ اس وقت وہ ایک چالاک لڑکی تھی پولیس آفیسر کو بے وقوف بنا کر نکل گئی تھی۔ اس سے پہلے عرشی نے ٹیلی فون پر بات کی تھی۔ پھر وہ لمحات جب اس نے عرشی کا تعاقب کیا تھا۔ بہت سی باتیں اس ذہن میں آتی رہیں عرشی بھی خاموشی سے کچھ سوچتی رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"اصل میں......میں آپ کو وہ کہانی سنانا چاہتی ہوں نادر شاہ' جو آج تک میں نے کو نہیں سنائی۔ خدا کی قسم' صائمہ کے سوا اصلیت کسی کو نہیں معلوم۔"

"یہ صائمہ صاحبہ کون ہیں؟ آپ دوسری بار ان کا نام لے رہی ہیں۔"

"بہت گہری دوست ہے میری آپ اسے نہیں جانتے وہ اخبار میں ملازمت کرتی "

"اچھا اچھا۔ وہ زین صاحب؟"

"ہاں' زین اور صائمہ کی شادی ہونے والی ہے۔ آپ کو معلوم ہے یہ بات؟"

"ارے اچھا! مجھے نہیں' بالکل نہیں معلوم۔"

"زین آپ کا دوست ہے' اس نے آپ کو کبھی بتایا نہیں؟"

"بہت چالاک آدمی ہے وہ۔ کبھی ذکر تک نہیں کیا اس نے۔" نادر شاہ مزے لیتا بولا۔

"یہ بھی خوب سلسلہ ہوا ہے آپ یقین کریں صائمہ کا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ بہت اچھا ہوا ہے کہ اسے زین سے محبت ہوگئی اور زین کو بھی اس سے محبت ہوگئی' کچھ عرصے کے بعد دونوں کی شادی ہو جائے گی۔ بہت اچھی لڑکی ہے صائمہ۔"

"یقیناً" آپ کی دوست ہے تو اچھی ہی ہوگی۔ ویسے مس عرشی آپ درحقیقت عجیب و غریب شخصیت ہیں۔ میری سمجھ میں تو ابھی تک نہیں آئی ہیں۔"

”کیوں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔“

”آپ کی زندگی کا دلچسپ ترین مشغلہ کیا ہے؟“

”میں بتاؤں آپ کو۔ اصل میں آپ میرے ڈیڈی کو تو جانتے ہوں گے؟“

”جی سرہدایت اللہ کوئی معمولی شخصیت تو نہیں ہیں۔“

”ڈیڈی ایڈونچر پسند ہیں۔ ان کی تمام زندگی مہم جوئی میں صرف ہوئی ہے اور زیادہ تر نجانے کہاں کہاں مارے مارے پھرتے رہے ہیں بس آپ یوں سمجھ لیں کہ ا کے جراثیم میرے اندر منتقل ہوگئے ہیں۔ میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ زندگی میں خو ہنگامہ آرائی ہو۔ ایسی انوکھی انوکھی باتیں ہوں کہ زندگی عام ڈگر سے ہٹ جائے۔ ا دیکھئے نا ہمارے گھر میں دادی اماں ہیں‘ پتہ نہیں جوانی میں کیسے وقت گزارا ہو گا۔ میری ا ہیں‘ پتہ نہیں ان کے کیا مشغلے ہیں۔ ملازم کیا کر رہے ہیں۔ کیاریاں ٹھیک ہوئیں یا نہیں کھانا کیسا پک رہا ہے گھر میں‘ صفائی ستھرائی ہوئی یا نہیں‘ یہ ڈیکوریشن پیس یہاں سے ہٹ گیا؟ اتنی سی زندگی ہے ان کی۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے؟ آپ خود ہی بتائیے؟“

”بالکل نہیں۔“ نادر شاہ نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

”میں اس زندگی سے ہٹنا چاہتی تھی۔ میں نے اپنے لیے مشغلہ تلاش کرلیا۔ صا سے بھی دوستی ہوگئی۔ اس دوستی کا پس منظر بھی بہت طویل ہے اسے جانے دیجئے ک دلچسپ بات نہیں ہے۔“

”نہیں نہیں پتہ تو چلنا چاہیے۔“

”بس یوں سمجھ لیجئے بے چاری بے سہارا تھی۔ عجیب سے حالات میں مجھے ملی بہت اچھی لڑکی تھی میں نے اسے دوست بنالیا اور جب دوست کوئی بن جاتا ہے نا تو اس کے لیے انسان کو جس حد تک ممکن ہو سکے کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے۔ اب صائمہ ٹھیک ہے۔ تو صائمہ ہی کی وجہ سے مجھے اخبارات سے بھی دلچسپی ہوئی۔ اخبارات مختلف خبریں پڑھتی رہتی تھی۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو مختلف چیزوں کے بارے لکھا کرتے ہیں لیکن بس اوپر اوپر کی باتیں۔ اب دیکھئے نا‘ آپ بارش کے بارے میں

کچھ لکھ رہے ہیں تو بارش کی پر لطف تفصیلات لکھنے کے لیے بارش کے پانی میں بھیگنا ضروری ہوتا ہے نا۔ سڑکوں پر مارا مارا پھرا جائے‘ جنگلوں اور پہاڑوں کے چکر لگائے جائیں درجب بارش میں مصیبتیں پڑیں تو پھر بارش کے بارے میں لکھا جائے۔ اس وقت آدمی سچائی سے لکھ سکتا ہے کہ اسے بارش سے کیا کیا فائدے حاصل ہوئی اور کیا کیا نقصانات۔ میرے دل میں یہی بات تھی چنانچہ میں نے جو کچھ بھی کیا پہلے اس کا تجربہ کیا اس کے بعد اس کے بارے میں لکھا۔ میرے بہت سے فیچر صائمہ کی وجہ سے اخبارات میں چھپ چکے ہیں اور اب تو اخبارات کے ایڈیٹر خاص طور سے صائمہ کے اخبار کے ایڈیٹر صاحب میرے آرٹیکل ہمیشہ مانگتے رہتے ہیں۔ اب کوئی موضوع بھی تو ملے انسان کو۔ کوئی اچھا موضوع ہو تو اس پر کچھ لکھا جائے۔ تو جناب اب جو واقعہ میں آپ کو سنا رہی ہوں اس کو ذرا غور سے سنئے گا۔ آپ کہہ چکے ہیں کہ آپ کے پاس وقت ہے۔“

”ہاں‘ میرے پاس بہت وقت ہے۔“ نادر شاہ نے کہا۔

”اس پر اسرار داستان کا آغاز اس وقت سے ہوتا ہے جب میں فقیروں کی زندگی پر ریسرچ کر رہی تھی میں دیکھنا چاہتی تھی کہ یہ فقیر کس طرح زندگی گزارتے ہیں ان کے بارے میں بہت سے آرٹیکل اخبارات میں پڑھے ہیں خود اپنی آنکھوں سے بھی دیکھا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فنکار ہوتے ہیں۔ وہ لوگ بہت کم بھیک مانگنے کے لیے ہاتھ پھیلاتے ہیں جو مجبوراً فقیر بن جاتے ہیں۔ اگر ہم غور سے دیکھیں تو شرمندگی ان کے چہروں سے جھلکتی ہے بلکہ زیادہ تر لوگ اپنی مشکلات سے تنگ آکر ہاتھ پھیلا کر کھڑے نہیں ہو جاتے یہاں تک کہ خودکشی بھی کر لیتے ہیں مالی حالات سے تنگ آکر۔ ایسی خبریں بھی اخبارات میں چھپتی رہتی ہیں۔ فقیروں کا ایک خاص ہی انداز ہوتا ہے ان کے بھی خاندان ہوتے ہیں نسلیں ہوتی ہیں ان کی اور ان کی نسلوں میں اور کچھ کرنے کا جذبہ کبھی نہیں ابھرتا۔ میں ایک بات پر حیران ہوں نادر شاہ صاحب وہ یہ کہ آج تک میرے علم میں یہ بات نہیں آسکی حالانکہ ابھی میرا تجزیہ محدود ہے لیکن جتنے لوگوں سے بھی مجھے اندازہ ہو سکا وہ یہ ہے کہ کسی فقیر کا بیٹا آگے بڑھ کر کوئی بڑی چیز نہیں بنا۔ اس نے اپنے باپ

کے نقش قدم پر ہی چلنا مناسب سمجھا اور اندھا' لنگڑا' لولا یا اگر کچھ بھی نہیں ہے تو مصنوعی طور پر بن کر وہ صرف بھیک مانگتا ہے۔ حالانکہ جذبے تو ہر دل میں پروان چڑھتے ہیں' خون کا کچھ عطیہ بھی ہوتا ہے لیکن ایسے واقعات بھی لاتعداد ہیں کہ ایک غریب گھرانے کا لڑکا بہت بڑی شخصیت بن گیا بات ابھی تک سامنے نہیں آئی۔ میں نے فقیرو کے ایک ڈیرے میں اللہ رکھی کے نام سے اپنے لیے جگہ حاصل کی وہاں کے بھی معاملات بہت دلچسپ ہیں۔ رمضان نامی ایک فقیر کو مجھ سے' اللہ رکھی کی حیثیت سے محبت ہو ہوگئی بس ایسے ہی کوئی اونگی بونگی کہانی سنا دی تھی میں نے اسے۔ اس کے خیمے میں مجھے جگہ بھی مل گئی تھی اس طرح مجھے فقیروں کی زندگی کا تجزیہ کرنے میں بڑی آسانی ہوئی بس میں بھکارن بن کر سڑکوں پر ماری ماری پھرتی رہتی تھی۔ لوگوں کے بھی خوب رنگ ہیں' ارے ایسے ایسے رنگ رسیا دیکھے میں نے کہ حیران رہ گئی۔ ایک جوان فقیرنی کے لیے بھی بڑی مشکلات ہوتی ہیں۔ ہر شخص اپنی دال گلانے کی فکر میں سرگرداں ہوتا ہے بڑے بڑے سنجیدہ لوگ۔ بہرحال یہ ایک الگ بات ہے' تو میں آپ کو ایک دن کا واقعہ رہی ہوں کہ ایک دن میں دن بھر بھیک مانگنے کے بعد گھر واپسی کے لیے پلٹی تھی کہ ایک خوبصورت مرسیڈیز کار میرے قریب آکر رکی۔ کار میں ایک بیگم صاحبہ اور ڈرائیور ت ہوا تھا۔ بیگم صاحبہ نے مجھے روک کر مجھ سے میرے بارے میں پہلے ساری معلومات حاصل کیں۔ میں نے انہیں بتا دیا کہ فقیرنی ہوں اور فلاں ڈیرے پر رہتی ہوں۔ ت صاحبہ نے ایک بچی میرے حوالے کی۔ چھوٹی سی بچی' نہایت خوب صورت' بے حسین.... اور انہوں نے مجھے ایک اچھی خاصی رقم دے کر کہا کہ میں اس بچی کی فقیرنی حیثیت سے ہی پرورش کروں۔ وہ مجھے اتنا کچھ دیں گی کہ مجھے بھیک مانگنے کی ضرورت نہیں آئے گی پھر انہوں نے میرے ڈیرے تک میرا پیچھا کیا۔ میرا مطلب ہے میں تیا ہوگئی تھی بات بھی کچھ حیرت ناک تھی اور جو بات میری سمجھ میں نہ آئے میں اسے کے لیے آخری حد تک کوشش کرتی ہوں بچی بہت پیاری تھی میں اسے اپنے ڈیرے لے آئی اور پھر وہاں سے اپنی گاڑی میں لے کر اسے چل پڑی۔ میرا مطلب ہے اس د

ب بیگم صاحبہ چل گئیں۔ پھر میں بچی کو لے کر صائمہ کے پاس پہنچی صائمہ تو ڈر گئی کہنے لگی کہیں یہ اغوا کا کوئی کیس نہ ہو۔ اغواء برائے تاوان کا کوئی چکر نہ ہو کوئی ایسی ویسی بات نہ ہو۔ میں نے کہا کہ یار اب تو جو کچھ کرنا تھا کر ہی بیٹھی ہوں اب بچی کو تو سنبھال ہی ہیں دیکھتی ہوں اس کے بارے میں کہ کیا چکر ہے۔ دوسرے دن جناب میں نے زین کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ مرسیڈیز کار کے بارے میں معلوم کرے۔ ظاہر ہے میں نے کار کے نمبر تو نوٹ کر ہی لئے تھے۔ زین نے معلومات کر کے مجھے بتایا کہ مرسیڈیز کار کا تعلق مہتاب پور ہاؤس سے ہے اور وہ کنور مہتاب علی خان کے نام رجسٹرڈ ہے۔ مہتاب پور ہاؤس کے بارے میں تفصیلات معلوم کر کے میں نے مہتاب پور ہاؤس کا رخ کیا۔ وہاں پہنچی تو وہ عمارت مجھے بالکل خالی نظر آئی کوئی تھا ہی نہیں وہاں۔ پہلے تو میں نے کوشش کی کہ کسی سے رابطہ قائم کروں لیکن جب کوئی نظر ہی نہ آیا تو میں مہتاب پور ہاؤس میں داخل ہوگئی۔ لیکن وہاں پہنچ کر میرے حواس اور خراب ہوگئے کیونکہ وہاں میں نے انہی بیگم صاحبہ کی لاش دیکھی تھی جنہوں نے بچی میرے حوالے کی تھی۔ وہ ڈرائیور بھی وہیں مردہ پڑا ہوا تھا۔ میرے اوسان خطا ہوگئے۔ میں وہاں سے باہر نکل آئی لیکن دل نہیں مانا۔ تب میں نے ایک ٹیلی فون بوتھ سے علاقے کے تھانے میں ٹیلی فون کیا اور آپ نے وہ ٹیلی فون ریسیو کیا تھا۔ میں نے آپ کو لاشوں کے بارے میں اطلاع دے دی۔ مجھے یہ تو پتہ نہیں چل سکا کہ پولیس نے وہاں کیا کارروائی کی لیکن میں خود متجسس تھی پھر میں دوبارہ ڈیرے پر گئی یہ معلومات حاصل کرنے کے لیے کہ وہاں اور کوئی کارروائی تو نہیں ہوئی لیکن ڈیرے پر پہنچی ہی تھی کہ مجھ پر مصیبت ٹوٹ پڑی۔ چند افراد نے مجھ پر حملہ کر دیا اور دھوکے سے مجھے وہاں سے اٹھالیا اور ایک گاڑی میں ڈال کر ایک فلیٹ میں لے گئے۔ فلیٹ میں انہوں نے مجھ سے بچی کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ وہاں ایک آدمی بھی تھا جس کا حلیہ میں آپ کو بتا سکتی ہوں۔ فرنچ کٹ داڑھی تھی اس کے چہرے پر اور آنکھوں سے بہت شاطر نظر آتا تھا۔ میں نے ان لوگوں کو چکمہ دیتے ہوئے کہا کہ میں تو وہ اللہ رکھی ہی نہیں ہوں جس کے دھوکے میں وہ مجھے یہاں لے آئے ہیں۔ وہ آدمی تو خیر

اپنے ساتھیوں کو برا بھلا کہتے ہوئے چلا گیا لیکن اس کے ساتھی بدتمیزی پر آمادہ نظر آنے لگے۔ مگر اللہ کے فضل سے مجھے جوڈو کراٹے آتی ہے۔ میں نے ان لوگوں کی اچھی خاصی مرمت کر ڈالی اور وہاں سے نکل بھاگی۔ بہرحال یہ ساری باتیں اپنی جگہ' بچی صائمہ کے پاس تھی ہم اس انتظار میں تھے کہ اخبار میں کوئی خبر شائع ہو اور ہمیں یہ پتہ چلے کہ بچی کس کی ہے لیکن ایسا بھی کچھ نہیں ہوا صائمہ بری طرح پریشان تھی کہ کیا کرے اس سلسلے میں مجھے اس کی پریشانی کا بھی پورا پورا احساس تھا اور یہ بھی خطرہ تھا کہ میری وجہ سے وہ کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے حالانکہ فضیلہ خالہ بچی سے بہت محبت کرنے لگی تھیں لیکن معاملہ وہی کا وہی تھا۔ ہمیں یہ نہیں پتہ چل رہا تھا کہ آخر وہ بچی ہے کس کی اور کیوں اس طرح دربدر ہوئی ہے پھر میں نے ایک اور فیصلہ کیا' وہ یہ کہ بچی کو گھر لے جاؤں' میں ڈرتی ڈراتی نہیں ہوں کسی سے۔ گھر میں' میں نے کہا کہ میں نے شادی کر لی ہے اور اب ایک بچی کی ماں ہوں۔ میں نے ایک فرضی نام لے لیا اور کہا کہ جاوید نے مجھے چھوڑ دیا ہے اور بچی میرے حوالے کر دی ہے۔ گھر والوں کے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ خوب لے دے ہوئی۔ ڈیڈی بھی اس وقت یہاں موجود نہیں تھے' مگر جناب گھر والے اس معاملے کو سنبھالنے پر مجبور ہو گئے۔ ہماری ایک نجمہ پھوپھی ہیں' بڑی پیٹ کی ہلکی ہیں مگر کیا کمال دکھایا انہوں نے اس بار نادر شاہ صاحب' کسی سے بھی تذکرہ نہیں کیا اس بچی کا۔ بچی کو ان ہی کے حوالے کر کے کوارٹر میں چھوڑ دیا گیا تھا اور وہ اس کی پرورش کر رہی تھیں۔ گھر والوں کا برا حال تھا۔ خدا کی قسم' میرے پیٹ میں ہنس ہنس کر بل پڑ جاتے تھے جب میں اماں بی اور دادی اماں کی شکل دیکھتی تھی۔ وہ بیچاری اس سلسلے میں پریشان تھیں کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ پھر آپ میرے پیچھے لگ گئے اور آپ نے مجھے بند کر دیا۔ اتفاق کی بات یہ کہ ڈیڈی بھی واپس آ گئے۔ ان کے ساتھ تین غیر ملکی مہمان بھی آئے تھے۔ میں جانتی تھی کہ مہمان جب تک یہاں موجود ہیں کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی لیکن ان کے جاتے ہی ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔ بھلا دادی اماں اور امی یہ بات ڈیڈی سے کیسے چھپا سکتی تھیں۔ بچی نجمہ پھوپھی کے پاس کوارٹر میں ہی پل رہی تھی۔ بہت پیاری

بچی ہے آپ دیکھیں گے تو حیران رہ جائیں گے۔ بہرحال اب جناب مہمان چلے گئے اور بات ڈیڈی کے کانوں تک پہنچی ڈیڈی صاحب نے پتہ نہیں کیا سوچا پچھلی رات وہ خاموشی سے بچی کو لے کر گھر سے نکلے۔ ہمارا ملازم جمشید شادی شدہ ہے۔ ڈیڈی نے کیا کیا کہ ایک فلیٹ میں بچی کو لے جا کر جمشید کے حوالے کر دیا۔ ہاں' میں اتفاق سے اس وقت اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی آپ ہی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اصل میں مجھے اس بات پر بہت افسوس تھا نادر شاہ صاحب کہ آپ نے میری وجہ سے یہ ملازمت چھوڑ دی۔ پھر آپ مجھے اچھے بھی لگے تھے اور اکثر میں آپ کے خیالات میں ڈوبی رہتی تھی۔ میں نے صائمہ کو بھی بتا دیا کہ مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے۔ خیر یہ ایک الگ بات ہے تو جب میں نے دیکھا کہ ڈیڈی بچی کو لے کر جا رہے ہیں تو میں نے بھی اپنی گاڑی اسٹارٹ کی چوکیدار کو دھمکی دی کہ خبردار میرے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتایا جائے۔ میں نکل گئی ڈیڈی کے پیچھے' ڈیڈی صاحب اسی فلیٹ میں پہنچے جس کا میں نے آپ سے تذکرہ کیا ہے اور بچی جمشید کے حوالے کر کے آ گئے۔ ڈیڈی واپس آ گئے تو میں جمشید کے پاس پہنچی میں نے کہا کہ ڈیڈی نے بچی کو واپس بلایا ہے اور ایک اور لطیفہ ہوا۔ جمشید مجھ سے پوچھنے لگا کہ یہ بچی آخر ہے کس کی؟ میں نے کہا کہ ڈیڈی کی ہے انہوں نے دوسری شادی کر لی تھی۔ ان کی دوسری بیوی مر گئی تھی اب وہ بچی کو چھپائے چھپائے پھر رہے ہیں کہ کہیں ان کا راز نہ کھل جائے۔"

"نادر شاہ کے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا تھا اور عرشی اس طرح بولتے بولتے رک گئی تھی جیسے سوتے سے جاگ پڑی ہو۔"

"خدا کی پناہ! خدا کی پناہ عرشی صاحبہ! آپ......... آپ......... آخر ہیں کیا؟"

"کیوں' کوئی خاص بات ہو گئی کیا؟" عرشی نے رازدارانہ انداز میں کہا اور ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ نادر شاہ بے تحاشہ قہقہے لگاتا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"خدا کی قسم مزہ آ گیا' مزہ آ گیا آپ جیسی باکمال شخصیت پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ میں دل سے اس بات کا اعتراف کرتا ہوں۔"

"اچھا!" عرشی نے خوشی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر بولی۔

"اصل میں نادر شاہ صاحب میرا دل ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ کوئی ایسا کام کروں جو دوسروں سے بہت مختلف اور منفرد ہو۔ میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ ایک مہم جو کی بیٹی ہوں اور دل میں ہمیشہ بلبلے سے اٹھتے رہتے ہیں کہ کچھ کیا جائے' کچھ کیا جائے' ان واقعات میں مزہ تو بہت آرہا ہے لیکن الجھنیں بھی ہیں اب کیا بتاؤں آپ کو گھر کے حالات کیا ہوگئے ہوں گے۔ ارے خدا قسم جب ڈیڈی صاحب جمشید کے پاس پہنچیں گے اور انہیں یہ پتہ چلے گا کہ اغواء در اغوا ہوگیا ہے تو ناچ کر رہ جائیں گے۔ مگر خوفزدہ بھی ہوں تھوڑی سی۔ اماں بی اور دادی' اماں تو پچھلے دنوں سے شدت سے میری مخالف ہیں اور بھی کوئی ہمدرد نہیں ہے میرے خلاف جو جو زہر افشانیاں کی جاسکتی ہیں' کی جائیں گی۔ پتہ نہیں بیچاری نجمہ پھوپھی کا کیا حال ہو۔ اچھا چھوڑیئے ان باتوں کو' میری کہانی تو ابھی ادھوری ہی رہ گئی۔"

"جی جی پوری کیجئے۔" نادر شاہ ہنستا ہوا بولا۔

"بس جناب' اب وہاں سے بچی کو لے کر میں بھاگی صائمہ کی طرف۔ وہی بیچاری میرا آخری سہارا ہے۔ جس طرح چاہوں اسے دبالیتی ہوں۔ خیر' بچی کو صائمہ کے حوالے کرکے مطمئن ہوگئی۔ یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ چوکیدار نے پورا پورا تعاون کیا۔ کسی کو پتہ نہیں چل سکا کہ میں رات کو کیا کرکے آئی ہوں' سوگئی۔ صبح کو اٹھی اور گھر سے نکل بھاگی۔ آپ کو تلاش کرتی ہوئی آپ کے گھر تک آگئی۔ یہ ہے مکمل کہانی اور سنئے بات سچائی کی ہو رہی ہے۔ آپ کو خدا کا واسطہ' شک نہ کیجئے میری کسی بات پر۔ میں نے ایک ایک لفظ سچ بولا ہے آپ کے سامنے۔" نادر شاہ گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا' پھر بولا۔

"لیکن عرشی صاحبہ میرے اور آپ کے درمیان تو بڑی گڑبڑ چل چکی ہے۔ آپ نے مجھ پر اتنا اعتبار کیوں کرلیا۔"

"بھئی دیکھئے نا' اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہی بس جو ہونا تھا وہ ہوگیا اور اب تو آپ بار بار مجھ سے یہ کہلوانا چاہتے ہیں کہ........" اچانک ہی عرشی اس طرح چونکی جیسے

اب تک کی جانے والی گفتگو کا اسے اب احساس ہوا ہو۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے نادر شاہ کو دیکھنے لگی۔ پھر اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نمودار ہوئی اور وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

"اب اب' اب تو کچھ نہیں ہوا؟" وہ بھونچکے سے انداز میں بولی۔

"عرشی صاحبہ' آپ کی کیفیت کیوں بدل گئی؟"

"ارے نہیں' وہ میں........میں دراصل پتہ نہیں کیا بات ہے........"

"آپ پلیز آرام سے بیٹھئے' بتایئے کیا ہوا؟"

"نہیں مم........ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں کیا وہ مجھے کہنا چاہیے تھا؟"

"یہ سارے واقعات........"

"نہیں یہ سارے واقعات تو آپ کو بتاکر میں آپ کا ذہن صاف کرنا چاہتی ہوں لیکن وہ محبت والی بات؟"

"کیا وہ بھی سچائی پر مبنی ہے؟" نادر شاہ نے گہری نگاہوں سے عرشی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"قسم کھائی ہے نا آپ کے سامنے کہ ایک ایک لفظ سچ کہہ رہی ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے' بات صاف ہوگئی ہے۔"

"کیا صاف ہوگئی ہے؟"

"یہی کہ آپ کو مجھ سے محبت ہوگئی ہے۔" نادر شاہ نے کہا اور عرشی کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوگئی اسے یوں محسوس ہوا جیسے اسے بے حجابی سے یہ سب کچھ نہیں کہنا چاہیے تھا لیکن نادر شاہ کی زیرک نگاہیں اس کا جائزہ لے رہی تھیں۔ یہ ایک معصوم بے حجابی تھی۔ ایک انوکھی سچائی جس پر ہزار بار مرمٹا جائے اور انسان تو وہ بھی تھا۔ یہ تمام کیفیت اس پر اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ عرشی اب کافی جھنپی جھنپی نظر آرہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"اچھا! میں چلتی ہوں۔"

"ارے ارے خیریت' اچانک ہی...."

"نہیں' میرا خیال ہے مجھے چلنا چاہیے۔"

"نہیں' آپ کو نہیں چلنا چاہیے۔ آپ بیٹھئے۔"

"جی!"

"ٹھیک ہے بیٹھی جاتی ہوں۔"

"کوئی کام تو نہیں آپ کو۔"

"مجھے کیا کام ہو سکتا ہے؟"

"تو پھر بیٹھئے کچھ باتیں کی جائیں۔" نادر شاہ نے کہا۔

"اچھا آپ ایک بات بتائیے مجھے"

"جی پوچھئے"

"آپ اپنی ملازمت بحال کرلیں گے نا؟" عرشی نے کہا اور نادر شاہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا' اس کے چہرے پر سنجیدگی پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

"مس عرشی' تھوڑی بہت تفصیل تو میرے بارے میں آپ کو معلوم ہوگی۔ اصل میں مجھے اس ملازمت کی ضرورت مالی فائدے کے لئے نہیں تھی۔ بس یونہی میری فطرت میں بھی تھوڑی سی ایڈونچر پسندی ہے۔ میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ پولیس کی ملازمت میں نے اسی لیے کی تھی کہ اپنے بعض جذبوں کی تسکین کروں لیکن مزہ نہیں آیا جس عہدے پر پابندی اور سچ بولنے میں دقت پیش آئے وہ مناسب نہیں ہے میرے لیے کیونکہ میں یہ نوکری کرنے کے لیے مجبور نہیں ہوں۔ یہ تو خیر چھوٹی سی بات تھی' آپ کی بات تھی۔ مستقبل میں ایسے بہت سے طاقتور لوگ ہیں جو اپنے اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔ اگر مجھے دوسرے کسی معاملے میں دبا دیا گیا اور اسی طرح میری حوصلہ شکنی کی گئی تو ہو سکتا ہے میں کوئی ایسا قدم اٹھا ڈالوں جس کی وجہ سے قانون کی گرفت میں آجاؤں۔ میرے والد محمد شاہ صاحب کا بھی یہی خیال ہے کہ میں اس ملازمت کے لیے ان فٹ ہوں۔ چنانچہ عرشی صاحبہ اب آپ کا مسئلہ نہیں رہا اصل میں آئی جی صاحب کو مجھے سسپینڈ کرنا ہی

ین چاہیے تھا۔ وہ تو ہم باپ بیٹوں نے یہ مفاہمت کا رویہ اس لیے اختیار کیا کہ یہ میری واہش تھی کہ میں سسپینڈ ہونے کے بجائے ملازمت
ازمت پر بحال ہونے کے بعد۔ اور اب اگر میں نہ بھی
الد صاحب کا یہی مشورہ ہے مجھے' اور ہم باپ بیٹے ایک دوسرے ... رہے
ں اور کبھی اختلاف نہیں کرتے۔"

"گویا آپ کا کہنا ہے کہ آپ کے ابو یہ چاہیں گے کہ آپ استعفیٰ دے دیں؟"

"استعفیٰ دیا جاچکا ہے اور اب ہم اسے واپس لینے کے موڈ میں نہیں ہیں۔ اصل ں آپ کو بتا چکا ہوں کہ ہم سرحد کے علاقے کے رہنے والے ہیں بس جو سوچ لیا تو سوچ یا۔ اس میں ترمیم نہیں کی جاتی۔"

"خیر' مجھے افسوس رہے گا۔"

"نہیں عرشی صاحبہ افسوس کی بات نہیں ہے۔ تو بچی اب آپ کی تحویل میں ہے"

"ہاں صائمہ کے پاس ہے بتا چکی ہوں۔"

"ارادہ کیا ہے آپ کا؟"

"میرا تو کوئی ارادہ نہیں ہے۔ میں تو بس اب اس سلسلے میں پریشان ہوں کہ کیا کروں کیا نہ کروں۔ کہیں وہ بچی میرے لیے کوئی مصیبت نہ بن جائے۔"

"کیس واقعی انوکھا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں اور اس کا تعلق براہ راست مہتاب پور سے ہے۔ کنور مہتاب علی اس کے بارے میں سب سے بہتر طریقے سے بتا سکیں گے اور اگر ہم انہی سے معلوم کریں تو زیادہ بہتر رہے گا۔"

"مگر وہ کیسے؟" عرشی نے کہا اور نادر شاہ پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔

"مس عرشی' آپ کو کچھ مشورے دینا چاہتا ہوں۔"

"ضرور دیجئے۔"

"بچی کے معاملے کو ابھی آپ بالکل صیغہ راز میں رکھئے یہ ایک انوکھا راز بن چکا

ہے۔ پہلے ہم اس کے بارے میں یہ تفصیل معلوم کرلیں کہ وہ ہے کس کی بچی۔ کہاں سے آئی ہے؟ کیا ہوا ہے؟ براہ کرم مجھے تھوڑا سا وقت دیجئے سوچنے کے لئے' میرے اور آپ کے درمیان رابطہ رہنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے تو پھر میں گھر میں کیا کہوں' کیونکہ ڈیڈی کو اس بارے میں معلوم ہو چکا ہے۔"

"آپ اپنا وہی موقف برقرار رکھئے گا۔"

"جاوید والا؟"

"ہاں۔" نادر شاہ ہنس پڑا۔ حالانکہ آپ نے اسے اپنی بہن بھی بنالیا ہے"

"وہ تو مجبوری تھی۔ جمشید سے کچھ نہ کچھ تو کہنا ہی تھا۔"

کافی دیر تک عرشی' نادر شاہ سے باتیں کرتی رہی پھر بولی۔

"اب تو ہم اور آپ دوستوں کی طرح ملتے رہیں گے نا....."

"یقیناً" یقیناً" اس سلسلے میں کام بھی کریں گے۔ میں غور و خوض کرنے کے بعد کو ایسا فیصلہ کروں گا جو بچی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں معاون ہو۔ آ مطمئن رہیں۔"

تھوڑی دیر کے بعد نادر شاہ نے عرشی کو رخصت کر دیا لیکن اس کے جانے کے ب بھی وہ دیر تک چشم تصور سے اسے دیکھتا رہا۔ لڑکی واقعی محبت کرنے کے قابل تھی۔

مرزا نصیر بیگ اپنے کام کی تکمیل میں کئی دن مصروف رہا اور اس کے بعد اس نے اپنا کام مکمل کرلیا۔ چند ہی مشغلے اس نے اپنائے رکھے تھے اور تصور بیگ کی حیثیت سے وہ کامیابی کے ساتھ اور مکمل سکون کے ساتھ ہوٹل میں مقیم اپنے کام میں مصروف رہا تھا۔ اس دوران اس نے شہر بھر کے تمام اخبارات کا جائزہ لینے کا کام بھی جاری رکھا تھا اور ایک اخبار کو اپنے لئے منتخب کرلیا تھا لیکن کچھ خاص طریقہ کار اس نے اپنائے تھے پھر ایک دن وہ تمام تیاریوں کے بعد ہوٹل سے باہر نکلا لیکن اس دن اس نے مرزا تصور بیگ کا میک اپ اتار دیا تھا اور اپنی اصل شکل میں تھا۔ تاہم' نہایت محتاط انداز میں اس نے اخبار کے دفتر تک کا سفر کیا تھا۔ اخبار کے دفتر میں داخل ہو کر میگزین ایڈیٹر کے کمرے تک اس کی رسائی ہوگئی اس کا کارڈ میگزین ایڈیٹر کے پاس پہنچ چکا تھا لیکن جب وہ اندر داخل ہوا تو میگزین ایڈیٹر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر حیرت انگیز طریقے سے اس کی پذیرائی کی اور بڑے پرجوش انداز میں اس کا استقبال کیا۔ مرزا نصیر بیگ نے اسے دیکھا اور اس کے منہ سے حیرت زدہ لہجے میں نکلا۔

"ارے جبار شاہ تم!"

"ہاں نصیر بیگ' کیوں! اتنی حیرت سے کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"ابے یار تم! میں یہ سمجھ کر یہاں نہیں آیا تھا کہ میگزین ایڈیٹر کی میز پر تم بیٹھے

ہوئے ہوگے۔"

"واہ بھئی، یہ تو بڑی دلچسپ بات ہے میں تو تمہارا کارڈ پڑھ کر خوش ہوگیا تھا کہ یہ آج ہم کیسے یاد آگئے پرانے دوستوں کو کون یاد رکھتا ہے۔"

"کمال ہے بھئی جبار شاہ! گویا تم اپنے منصب تک پہنچ گئے شروع ہی سے تمہارے ذہن پر جرنلزم کا خبط تھا اور یاد ہے میں ہمیشہ تمہارا مذاق اڑایا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ تم جرنلسٹ کبھی نہیں بن سکو گے۔"

"بس تمہاری دعائیں ہیں نصیر بیگ، دوستوں کی کرم فرمائیاں ہیں اور تقدیر ہے کہ بالآخر میں آج اس میز پر بیٹھا ہوا ہوں۔"

"بخدا، بہت خوشی ہوئی ہے۔ ایک شخص اگر اپنا نظریہ اس حد تک مکمل کرلے تو میں سمجھتا ہوں اس دور کا خوش نصیب ترین انسان ہے۔ ورنہ ہوتا یہی ہے کہ انسان اپنی سوچوں کی تکمیل کبھی نہیں کرپاتا۔ وقت اسے اس کا موقع ہی نہیں دیتا۔"

"بیٹھو یار، خوب۔ ملے، یاد ہے کتنے عرصے کے بعد ملاقات ہو رہی ہے؟"

"ایک عمر گزر گئی جبار شاہ، بہت طویل عرصہ ہوگیا۔ لیکن تمہارے اندر کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوئی ہے۔"

"اور میں محسوس کرتا ہوں کہ تم بھی ویسے کے ویسے ہو۔"

"نہیں، مجھ میں تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"کچھ دن پہلے اگر تم مجھے دیکھتے شاید نہ پہچان پاتے۔ میں نے فرنچ کٹ داڑھی رکھی ہوئی تھی اور میرا حلیہ کافی بدلا ہوا تھا۔"

"چلو اچھا ہوا مجھ تک پہنچنے سے پہلے تم نے اپنا حلیہ پہلے جیسا کرلیا۔"

"یہ بھی صرف اتفاق ہے جبار شاہ۔"

جبار شاہ نے انٹرکام پر چائے طلب کی اور کہا کہ ایک ضروری میٹنگ ہے اس وقت کسی کو اس کے پاس نہ آنے دیا جائے۔ دونوں ماضی کی باتیں کرنے لگے۔ جبار شاہ

نصیر بیگ کا کالج فیلو تھا۔ دونوں میں گہری دوستی تھی۔ جبار شاہ پر جرنلزم کرنے کا بھوت سوار تھا اور نصیر بیگ اس کی مخالفت کیا کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ تم ایک سچے صحافی کبھی نہیں بن سکو گے کیونکہ تمہاری فطرت میں سچ نہیں ہے اور جبار شاہ اس کی اس بات کا برا مان جاتا تھا۔ نصیر بیگ اس وقت یہ سوچ کر بالکل نہیں آیا تھا کہ اپنے جس کام سے وہ اخبار کے دفتر میں جارہا ہے اس کی تکمیل کے لیے اس کا ایک دیرینہ دوست وہاں موجود ہوگا۔ جبار شاہ کے مل جانے سے اسے بڑی تقویت ہوئی تھی اور یہ احساس بھی اس کے دل میں جاگ اٹھا تھا کہ اب اسے اپنے مقصد میں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ دونوں دوست دیر تک ماضی کی باتیں کرتے رہے، پھر نصیر بیگ نے چائے کی پیالی اپنے سامنے سرکاتے ہوئے کہا۔

"جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں جبار شاہ کہ اس وقت میں اپنے ایک ذاتی کام سے آیا تھا اور یہ نہیں پتہ تھا مجھے کہ یہاں اس جگہ تم مجھے مل جاؤ گے۔ بہرحال، اب مجھے اس بات کا اطمینان ہوگیا ہے کہ میرا کام میری مرضی کے مطابق ہو جائے گا۔"

"اگر وہ کام مجھ سے اور اخبار سے متعلق ہے تو پھر تمہیں سوچنا ہی نہیں چاہیے، سمجھ لو ہوگیا.........."

"سو فیصدی اخبار سے متعلق ہے۔ تمہیں علم ہے جبار شاہ کہ میں نے اپنی زندگی کا محور کیا بنایا ہے؟"

"ہاں بھائی، مرزا نصیر بیگ کے بارے میں بہت سی خبریں چھپی ہیں۔ ایک عظیم مہم جو کی حیثیت سے اس کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں رہا ہے۔ تمہاری غیر موجودگی میں میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ چھاپا اور لکھا ہے۔ تمہیں پتہ ہے کہ ہمارے میگزین میں اس قسم کے آرٹیکل بھی ہوتے ہیں۔ بہرحال، تم مجھے دستیاب نہیں تھے۔ ورنہ تمہاری بارے میں جو کچھ میں نے چھاپا اس پر تم سے داد و تحسین وصول کرتا۔"

"اب جو کچھ تم میرے بارے میں چھاپو گے اس پر جس طرح چاہو داد وصول کر سکتے ہو۔ میرا مطلب ہے کہ........" مرزا نصیر بیگ نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"جملہ پورا کرو یار۔"

"میرا مطلب ہے کہ مالی منافع بھی تمہیں حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جو کچھ میں نے کمایا ہے وہ میری ضرورت سے بہت زیادہ ہے اور اگر اس میں سے کچھ حصہ میرے کسی دوست کے کام آجائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔ میں تو یہ سوچ کر بھی نہیں آیا تھا کہ کسی اپنے ہی کا کوئی فائدہ ہو جائے گا مجھ سے۔"

"واہ' یعنی تم آج بھی بہت اچھے دوست ہو۔" جبار شاہ نے کہا اور دونوں قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ پھر جبار شاہ سنجیدہ ہو کر بولا۔

"خیر یار' تم سے کیا لینا دینا۔ اگر کچھ دل چاہا ہے تو دے دینا انکار نہیں کریں گے ہم' کام بتاؤ کام کیا ہے؟"

"ذرا وقت طلب معاملہ ہے تمہیں مجھے خاصا وقت دینا پڑے گا۔"

"تمہیں علم ہے میں نے کسی اور ملاقاتی سے ملاقات کرنے کے لیے منع کر دیا ہے۔ بے دھڑک کہو کیا بات ہے۔" جبار شاہ نے کہا اور نصیر بیگ نے چرمی بیگ سامنے رکھ لیا پھر اس میں سے بہت سے کاغذات' تصاویر کا ایک لفافہ نکال کر سامنے رکھ لیا اور بولا۔

"میگزین میں مہم جوئی کے واقعات بڑی تفصیل سے چھاپتے ہو تم۔ میں نے تمہارے کئی میگزین حاصل کر کے انہیں پڑھا ہے۔ زیادہ طویل مضمون نہیں ہے میرا لیکن پھر بھی میرا خیال ہے کئی صفحے بن جائیں گے اور میں چاہتا ہوں کہ یہ مضمون ایک ہی اشاعت میں شامل ہو یعنی اس کی قسطیں نہ بنائی جائیں۔"

"ٹھیک ہے' ایسا ہو جائے گا۔ کس موضوع پر ہے؟"

"مہم جوئی کا ایک ایسا سنسنی خیز واقعہ ہے کہ پہلے تم خود پڑھو گے اور اگر تمہیں پسند آئے گا تو چھاپو گے۔"

"تمہاری اپنی زندگی سے متعلق ہے؟"

"سو فیصدی۔"

"ویری گڈ! تو پھر لاؤ مسودہ کہاں ہے؟"

"یہ لو' سگریٹ پیتے ہو؟"

"ہاں' کیوں نہیں؟"

"تو پھر تم جب تک مسودہ پڑھتے رہو گے میں سگریٹس پھونکتا رہوں گا۔ لو' شروع ہو جاؤ۔" مرزا نصیر بیگ سگریٹ سلگا کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا اور جبار شاہ نے مسودہ اس کے ہاتھ سے لے کر اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ مرزا نصیر بیگ نے پر خیال انداز میں آنکھیں بند کر لی تھیں۔ دل ہی دل میں وہ خوش تھا کہ جبار شاہ سے ملاقات خوب ہوئی' اب کم از کم یہ پوری کہانی من و عن میگزین میں شائع ہو جائے گی۔ اس کہانی سے اس کے ذہن میں جو مفادات تھے ان پر وہ غور کرتا رہا۔ جبار شاہ کہانی میں کھو گیا تھا۔ کمرے میں مکمل خاموشی طاری تھی۔ پھر جبار شاہ نے کہانی کا آخری صفحہ ختم کیا اور پر خیال انداز میں نصیر بیگ کا چہرہ دیکھنے لگا' پھر آہستہ سے بولا۔

"واقعی' بے حد دلچسپ کہانی ہے۔ اس میں اختراع کس حد تک ہے؟"

"اس کا جواب میں تمہیں دینے کے لیے تیار ہوں۔" نصیر بیگ نے تصویروں والا لفافہ نکال لیا اور پھر اس میں سے ایک تصویر جبار شاہ کے سامنے رکھتا ہوا بولا۔

"یہ برازیل وے ہے۔ کانگو کا دارالحکومت اور برازیل وے کا یہ سب سے بڑا ہوٹل لیو پیرے ہے۔ یہ لیو پیرے کا سامنے کا حصہ جس میں اس کا سائن نظر آرہا ہے۔ یہ سرہدایت اللہ' شاید تم اسے جانتے ہوں گے۔ یہ کنور مہتاب علی' یہ ڈاکٹر پیرے اور اور یہ مائیکل بائر۔ اس شخص کا نام لارک اینجلو ہے' اور یہ فرانس کی خطرناک ترین عورت ریٹا ہاروے ہے۔ ان تمام لوگوں کا گروپ۔ یہ پہلی تصویر ہے جب ہم کانگو پہنچے اور اب یہ دوسری تصویر دیکھو۔ تمہیں اتنا تو علم ہوگا کہ برازیل وے' کانگو کا دارالحکومت ہے۔ بحراقیانوس کے ساحل پر واقع اس افریقی ملک کی ایک پراسرار حیثیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ اب ہم اس کے مغرب میں واقع غیبون کی جانب آتے ہیں۔ یہ غیبون کا علاقہ ہے یہاں سے ہم انگولا اور زائر کے شمال مشرق سے گزرتے ہوئے وسطی افریقہ میں داخل ہوتے

ہیں۔ کہانی کے مطابق تم ہمارے اس سفر کی تفصیل پڑھ چکے ہوگے۔ یہاں سے اس سفر آغاز ہوتا ہے۔ ہمارے پاس اس سفر کے تمام انتظامات تھے۔ یہ وہ جنوب مغربی علاقہ جہاں سے افریقہ کا وہ نامعلوم خطہ شروع ہو جاتا ہے جس کی کہانیاں آج بھی پراسر نوعیت رکھتی ہیں اور انہیں دلچسپ داستانوں کے طور پر سنا جاتا ہے۔ دیکھو یہ وہ افرا بستی ہے جس میں کانگو کے جلا وطن آباد ہیں۔"

مرزا نصیر بیگ ایک کے بعد ایک تصویر دکھاتا رہا اور اپنی کہانی کی تصدیق کراتا رہا۔ جبار شاہ کے چہرے پر دلچسپی کے نقوش تھے۔ بہت دیر تک تصویروں کا یہ سلسلہ جاری رہا اور آخری تصویر دیکھنے کے بعد جبار شاہ نے کہا۔

"یار واقعی' یہ کہانی اس قدر دلچسپ ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں سمجھتا ہوں یہ تمہاری زندگی کا ایک انوکھا اور پراسرار واقعہ ہے' لیکن اس کی تشنگی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"یہ تشنگی فطری ہے میرے دوست' کیونکہ ابھی اس کہانی کا اختتام نہیں ہوا۔ ابھی اس کا دوسرا حصہ باقی ہے لیکن اس کے لئے جو مسائل درپیش ہیں اگر ان کا حل مل جائے تو کہانی مکمل ہو جائے گی۔"

"اس میں ایک اور مشکل مرحلہ ہے نصیر بیگ' اس کے بارے میں تم سے معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں کہو' کیا؟"

"کچھ ایسے ناموں کا استعمال جو بہر طور مستند حیثیت کے مالک ہیں۔ ان کے وسیع تعلقات بھی ہیں' اور پھر ان کا نام اس انداز میں استعمال ہوا ہے کہ میں سمجھتا ہوں یہ ان کی زندگی کے راز ہیں جنہیں ہو سکتا ہے وہ افشا کرنے کی کوشش نہ کریں۔ جیسے کنور

مہتاب علی، سرہدایت اللہ وغیرہ.........."

"مگر میرے دوست، ان ناموں کا استعمال ہی دلچسپیوں کا حامل ہے۔"

"دیکھو نصیر بیگ، میں تم سے بالکل مخلص ہوں اور تمہارے ہر کام آنا چاہتا ہو
لیکن یہ مسئلہ ذرا مشکل نہیں ہو جائے گا؟ اخبار کی پالیسی ہوتی ہے اور ہم اس کا خیا
رکھتے ہیں.........بعد میں اگر اخبار کے لیے کوئی مصیبت بن گئی۔"

"تو پھر سنو جبار شاہ، تمہیں ملازمت سے کیا تنخواہ ملتی ہے؟"

"مسئلہ تنخواہ کا نہیں ہے، میرے شوق کا بھی ہے۔"

بات اسی اخبار تک محدود رہے گی، تمہارا شوق دوسرے اخبار سے بھی پورا ہو
ہے۔ میں تمہیں اس کا اتنا معاوضہ دوں گا کہ اگر بات تمہاری نوکری تک بھی بن جا
تمہیں مالی پریشانی نہ ہو۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن ان لوگوں سے خواہ مخواہ چپقلش چل جائے گی۔"

"نہیں، تم اسے صرف ایک مہماتی داستان کے طور پر چھاپو گے۔ ایک مہم جو
سرگزشت، جس میں اگر کچھ نام آبھی جاتے ہیں تو وہ اس لیے قابل اعتراض نہیں ہیں
تمہارے پاس یہ تصویری ثبوت موجود ہے۔ ان تصویروں سے تو کوئی انحراف نہیں کر
گا۔"

"ہاں ثبوت تو ہے۔"

ثبوت ہی نہیں، دیکھو یہ پاسپورٹ، یہ ویزے وغیرہ تمام چیزیں تفصیل سے تمہار
پاس موجود ہیں۔ اور پھر تم ان میں سے کسی کو بلیک میل تو نہیں کر رہے۔ تم اس کے
اپنی مخلصانہ حیثیت استعمال کرنا اور یہ بات کبھی ظاہر نہیں کرنا کہ مجھ سے تمہارا کوئی ت
رہ چکا ہے۔"

"گویا تم اس بات کے شدت سے خواہش مند ہو کہ ان کے نام بھی ضرور ش
ہوں۔"

"کہانی کا مزا یہی ہے اور میری ضرورت بھی۔"

"ٹھیک ہے، ہو جائے گا۔ یہ سب کچھ ہو جائے گا اور کچھ؟"

"تھینک یو۔ تھینک یو ویری مچ۔" مرزا نصیر بیگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ جو منصوبہ اس نے اپنے ذہن میں بنایا تھا اور جس کے لیے یہ عمل کیا تھا وہ جانتا تھا کہ اس کے نہایت شاندار نتائج اسے حاصل ہوں گے۔

انسان کی کہانی بھی عجیب ہے۔ زندگی گزارنے کے لئے اس نے نجانے کیا کیا طریقے دریافت کئے۔ ہم زمانہ قدیم کے ان واقعات کی جانب نہیں جاتے جہاں سے انسان نے ان تمام ضروریات کو محسوس کیا جن کے نتیجے میں گروہی طریقہ زندگی وجود میں آیا اور اس کے بعد تہذیب کی ارتقاء کے راستے کھلتے چلے گئے۔ ایجادات ہوئیں' ضروریات تکمیل کی گئی اور جب اس نے تمام بنیادی عوامل پر قابو پالیا تو جینے کے لئے اپنی دلچسپیوں کی جانب راغب ہوا۔ یہ دلچسپیاں ہزاروں اشکال میں ہیں' کسی کا کوئی مشغلہ رہا' کسی کا کوئی۔ انہی لوگوں میں خصوصی طور پر ہم ان مہم جوؤں کا تذکرہ کرتے ہیں جو زندگی کی بازی لگا کر صرف اپنے ذوق کی تکمیل کے لئے ایسے ایسے ناقابل یقین کارنامے سرانجام دے گئے جن پر غور کرنے سے عقل حیران ہوتی ہے۔ بلند و بالا برف پوش پہاڑیاں جن کو سر کرنے کا تصور تو کیا' انہیں دیکھ کر ہی خوف محسوس ہو' انہی دلیر انسانوں کے قدموں تلے آگئیں۔ ایسے ایسے ناقابل یقین کارنامے سرانجام دیئے گئے کہ دنیا حیران رہ گئی۔ ہولناک دریا' سمندر کی گہرائیاں' ناقابل عبور زمین کے خطوں کا سفر۔ غرض مہم جوئی کی زندگی میں ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیئے گئے ہیں جن میں سے چند ہی منظر عام پر آئے' لیکن جو نہ آئے وہ ان سے بھی زیادہ ہولناک تھے۔

اس وسیع و عریض کائنات کے بارے میں مکمل طور پر جاننے کا دعوے دار ایک

شخص اس کائنات میں موجود نہیں ہے۔ ہاں سب کے اپنے اپنے راستے' اپنے اپنے انتخابات اور ان کے بارے میں معلومات جو کہیں منظر عام پر آئیں' کہیں نہ آسکیں' ویسے تو حقیقی معنوں میں انسانی زندگی کی مہم جوئی کا پہلا دن اس کی نمود کے ساتھ ساتھ شروع ہو جاتا ہے اور وہ زندگی گزارنے کے لئے نجانے کتنی مہمات سرانجام دیتا ہے۔ بعض ایسے بھی ہیں جن کی زندگی کی مہم صرف اتنی سی رہی کہ انہوں نے پیٹ بھر کر روٹی کھالی' تن ڈھک لیا اور زندگی گزار گئے۔ زندگی گزارنے کا یہ انداز بھی ان کے لئے اتنا سنسنی خیز اور مہم جویانہ تھا کہ ان کی مہم جو فطرت اسی میں سیر ہو گئی' لیکن جنہیں ان راستوں سے ہٹنے کا موقع ملا انہوں نے اپنے لئے نجانے کیا کیا مصیبتیں خرید لیں اور انہی مصیبتوں میں انہیں زندگی کی آسائشیں حاصل ہوئیں اور انہوں نے دنیا کے پر عیش ہنگاموں سے ہٹ کر جنگلوں' پہاڑوں' دلدلوں' اور سمندروں کی راہیں اپنائیں۔ کچھ واپس آگئے' کچھ رہ گئے۔ کچھ کامیاب ہوئے' کچھ ناکام ہوئے۔

مندرجہ ذیل داستان ایک ایسے ہی دلیر مہم جو کی ہے جس نے ہماری درخواست پر یہ داستان من و عن ہمیں سنائی اور اس کی تصدیق کے لئے ہر طرح کے ثبوت مہیا کئے اور اس شخص کا نام ہے مرزا نصیر بیگ اور یہ مرزا نصیر بیگ کی تصویر ہے۔ مرزا نصیر بیگ ایک متمول گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اہل خاندان ہیں' بیوی' بچے سبھی موجود ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی زندگی بیوی بچوں سے کافی دور جنگلوں' پہاڑوں اور دلدلوں میں گزری ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں بیش بہا کارنامے سرانجام دیئے ہیں جن میں سے کچھ کی تفصیل منظر عام پر آچکی ہے اور کچھ کی نہیں آسکی۔ ہم ان کی ایک ایسی پراسرار اور انوکھی داستان شائع کرنے کا فخر حاصل کر رہے ہیں جو مہم جویانہ زندگی میں ایک عجیب و غریب ماحول رکھتی ہے۔ یہ مختصر سی داستان جسے اختصار صرف صفحات کی پابندی کے باعث دیا گیا ہے مرزا نصیر بیگ کی زبانی سنئے۔

”ویسے تو میری زندگی نجانے کہاں کہاں گزری ہے۔ اگر ان جگہوں کے نام گنانے بیٹھوں تو بہت وقت گزر جائے۔ ان مہمات میں موت بیشتر دفعہ اتنے قریب سے گزری

ہے کہ میں نے اس کا چہرہ بخوبی دیکھ لیا ہے۔ نجانے کیوں اس نے اپنے ہاتھ میری جانب نہیں بڑھائے۔ ہم لوگوں کا ایمان ان تمام لوگوں کی مانند جو زندگی اور موت پر یقین رکھتے ہیں، پختہ ہوتا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ زندگی کا اختتام جہاں مرتب کر دیا گیا ہے وہیں ہر قیمت پر ہوگا اس لئے ہم موت سے خوفزدہ نہیں ہوتے۔ مہم جو کی فطرت کو کسی مہم پر راغب کرنے کے لئے بعض اوقات ایک چھوٹا سا واقعہ بھی کافی ہوتا ہے۔ ہمارا ایک پورا گروہ تھا جس میں خود ہمارے وطن کے بہت سے ایسے نامور مہم جو شامل تھے جن کی اپ زندگیاں الگ کارناموں سے بھری پڑی ہیں، میں مقامی افراد میں سے خصوصاً" دو افراد کا نا لیتا ہوں۔ ان میں کنور مہتاب علی آف مہتاب پور جو ایک بہت بڑے رئیس بھی ہیں او ان کی ریاست ایک باقاعدہ درجہ رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ سرہدایت اللہ جن کا نام کر تعارف کا محتاج نہیں ہے اور ان کے بیش بہا کارنامے ملکی ہی نہیں غیر ملکی اخبارات ا مہم جوئی کی داستانوں سے مرصع رسائل وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ مہم جوئی کی دنیا ان دونوں حضرات کا بڑا مقام حاصل ہے۔ ہم تین افراد یہاں اس ملک سے تعلق ر تھے۔ ہمارے ساتھ ہمارے کچھ غیر ملکی دوست مثلاً" مائیکل بائر، لارک اینجلو، ایک بہت دلیر خاتون ریٹا ہاروے اور مزید چند افراد شامل تھے۔ ویسے تو مہم جوئی کے لئے دنیا کے شمار خطے اپنے اندر بڑی کشش رکھتے ہیں لیکن قدرت کے تخلیق کردہ نو اور زیادہ ترا کے علاقے میں بکھرے ہوئے ہیں اور یہ براعظم جتنی پراسرار روایات کا حامل ہے کوئی دوسرا براعظم اس کا ہم پلہ نہ ہو۔ افریقہ کے ہر خطے کی ایک الگ کہانی ہے او کی وسعتوں میں ایسے ایسے رازہائے سربستہ پنہاں ہیں کہ انسان اپنی مختصر سی زندگی میں کے انکشاف کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ہم نے افریقہ کے لئے حصوں کو دیکھا عینبون کے دارالحکومت لبریولی میں ہماری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو انگولا باشندہ تھا اور عینبون میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ یہ ایک پراسرار شخص تھا۔ ہماری اس دوستی ہوگئی اور اس نے ہمیں ایک ایسی انوکھی کہانی سنائی جس نے ہماری مہم جو فطرت کو بیدار کر دیا۔

اس نے کانگو کے انتہائی علاقوں میں آباد زائر اور کیمرون کے مشرقی حصے میں آباد ں قبیلے کی داستان ہمیں سنائی جو نیل کنٹھ کہلاتا ہے، نیل کنٹھ ایک پرندہ ہوتا ہے اور رے وطن میں بھی پایا جاتا ہے، لیکن کانگو کے اس پراسرار علاقے میں آباد نیل کنٹھ قبیلہ دوگروں کا قبیلہ کہلاتا تھا اور اس کی کہانی بے حد عجیب تھی۔ ہماری افریقی دوست نے یں بتایا کہ نیل کنٹھ قبیلہ مقدس دریا کے کنارے آباد ہے۔ جس میں سورج چھپے ہوتے ں، یہ ایک اشارتی معاملہ تھا جس کی تفصیل یوں پتہ چلی کہ مقدس دریا جس کا کوئی نام یں ہے بس اسے دیوتاؤں کا غسل خانہ کہا جاتا ہے، سورج کی طرح چمکتا ہے اور یہ چمک ھے ننھے پتھروں سے ابھرتی ہے جو رات کی تاریکیوں میں بھی اس علاقے کو منور کرتے تے ہیں۔ ان کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اور دیوتاؤں کے غسل خانے میں جو پتھر بہتے ں اس شخص نے بتایا کہ اصل میں وہ انتہائی قیمتی ہیرے ہیں جو اس دریا میں اس طرح بے وقعت پڑے ہوئے ہیں کہ کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہے، لیکن چونکہ دریا کو مقدس یثیت دی جاتی ہے اس لئے آس پاس کے بے شمار قبائل دیوتاؤں کے اس غسل خانے کی حفاظت کرتے ہیں۔ قبیلہ نیل کنٹھ اس علاقے کا حکمران ہے اور نیل کنٹھ کے لوگ نگلوں میں آباد ہیں، لیکن اس قدر غیر مہذب نہیں جتنا عموماً" افریقہ کے غیر مہذب قبائل کے بارے میں کہا اور سنا جاتا ہے۔ نیل کنٹھ قبیلے کی اپنی انوکھی روایات ہوتی ہیں اور ان روایات میں ایک ایسی دلکش اور پراسرار روایت شامل تھی جسے سن کر ہم لوگ نیل کنٹھ جانے کے لئے بے چین ہو گئے۔

میرے دوست کنور مہتاب علی ایک انتہائی خوبصورت آدمی ہیں اور بے پناہ دلیر اور طاقتور شخصیت کے مالک ہیں۔ صحیح معنوں میں یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ ہم لوگوں مں سب سے شاندار شخصیت انہی کی تھی اور ہر مہم کے سلسلے میں وہ اس قدر پرجوش ہو جاتے تھے کہ پھر ان کے جوش کو ختم کرنا ہمارے لئے ایک مشکل کام ہوتا تھا۔ کنور مہتاب علی نے جب یہ تمام تفصیلات سنیں تو کانگو جانے کے لئے بے چین ہو گئے اور اس دوست مل کرنے لگے، لیکن وہ خود ایک محقق تھا اس لئے اس کے پاس

زیادہ تفصیلات موجود نہیں تھیں، لیکن ہم جانتے تھے کہ کانگو پہنچنے کے بعد ہمیں یہ تفصیلات حاصل ہو سکتی ہیں، نتیجہ یہ ہوا کہ ہم کانگو کے دارالحکومت برازیل وے پہنچ گئے۔ افریقہ کے بارے میں کسی زمانے میں جو تصورات قائم تھے وہ یہی تھے کہ ایک نہایت غیر مہذب اجاڑ آباد علاقہ ہے جہاں زندگی بڑی مشکلات کا شکار ہے۔ لیکن یہ پرانی بات تھی۔ اب جدید افریقہ دنیا کے نقشے پر ابھر آیا ہے۔ آپ اس کے ان علاقوں کے نام لے لیجئے جنہیں غیر مہذب اور زمانہ قدیم میں عجیب و غریب روایات کا حامل کہا جاتا تھا لوگ تو وہی ہیں، ان کے رسم و رواج میں قدامت بھی ہے، لیکن انہوں نے جس طر اپنی محنت سے اپنے ملکوں کو آباد کیا ہے، دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اور بعض جگہیں ا اتنی حسین بنا دی گئی ہیں کہ شاید مغربی دنیا میں اس کا تصور بھی نہ کیا جاسکے۔ یہ بھی ایک سچ ہے کہ قدرت نے خطہ افریقہ کو وہ حسن بخشا ہے جس کا نمونہ دنیا میں کہیں نہیں ملتا افریقہ کے محنت کشوں نے اس حسن کو قدرتی انداز میں نکھار کر ایسا بنا دیا ہے کہ اگر سیا وہاں جا نکلے تو وہیں کا ہو کر رہ جائے کانگو کے شہر برازیل وے کی بھی یہی کیفیت تھی۔

فائیو اسٹار ہوٹلوں سے مرصع اس ملک کے دارالحکومت میں ہم نے قیام کیا اور ا کے بعد ہماری ٹیم نے نیل کنٹھ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا شروع کر دیں۔ نی کنٹھ جیسے پراسرار قبیلے کے بارے میں ایک بھی شخص ہمیں ایسا نہیں مل سکا جو اس کی تفصیلات بتا دیتا۔ لیکن تھوڑے، تھوڑے واقعات جمع کرنے سے یہ اندازہ قائم کر لیا گیا اگر ہم برازیل وے سے طریقہ اختیار کریں تو ہمیں کون کون سے راستے استعمال کرنا ہ گے۔ انگولا، زائر، کیمرون وغیرہ کی سرحدوں کو چھوتے ہوئے گزرنا تھا۔ یہاں سب ق سرحدی حد بندی ہے، لیکن ایسے علاقے جو ناقابل عبور تصور کئے جاتے ہیں سب نے انداز کر دیئے ہیں اور نیل کنٹھ تک پہنچنے کے لئے ایسے ہی ناقابل یقین راستوں کو استع کرنا تھا۔ بہرحال ہم نے تمام تیاریاں مکمل کیں، کچھ اور لوگوں سے نیل کنٹھ کے با میں تفصیلات معلومات ہوئیں۔ دریا مقدس کے کنارے آباد یہ قبیلہ اپنی عجیب و رسمیں اور رواج رکھتا تھا۔ یہاں ہمیشہ عورت کی حکمرانی ہوتی تھی اور اس سلسلے میں

پچھ انوکھی روایات سامنے آئیں۔ میں چونکہ ایک اخبار کے لئے اپنی یہ کہانی ترتیب دے رہا ہوں اس لئے ان روایات کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا، لیکن بس اتنا کہوں گا کہ مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے ہم بالآخر اپنی منزل پانے میں کامیاب ہوگئے۔ دریائے مقدس ہم سے بہت فاصلے پر تھا اور ہم وہاں نہیں جاسکتے تھے، لیکن اس کے اطراف میں ہم پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔

ہم اس بات کے لئے بھی تیار تھے کہ جس طرح افریقہ کے قبائل غیروں کو اپنے درمیان قبول نہیں کرتے، اسی طرح ہمارے ساتھ یہاں بھی کوئی واقعہ پیش آسکتا ہے، ہم میں سے کئی افراد، جن میں خود کنور مہتاب علی، سر ہدایت اللہ اور مادام ریٹا ہاروے شامل ہیں افریقی علاقوں کی مختلف زبانیں بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ مثلاً جیسے کانگو میں فرانسیسی، لنگالا، کو کونگو زبان بولی جاتی ہے، انگولا میں بانٹو اور پرتگالی بولی جاتی ہے۔ کیمرون میں بامی، لیکو، ایوانڈو، ڈونولا، منگا کا اور باسا زبانیں بولی جاتی ہیں، ہمارے ان مہم جوؤں کو ان میں سے بیشتر زبانیں آتی تھیں۔ اس طرح یہ اپنے طور پر ایک ٹھوس اور بنیادی حقیقت رکھتے تھے۔ غرضیکہ ہمارا یہ پراسرار سفر بالآخر دریائے مقدس کے پاس ختم ہوا اور ہم بڑے اطمینان سے نیل کنٹھ قبائل کی قید میں آگئے۔ ان لوگوں میں وحشت خیزی نہ ہونے کے برابر تھی، لیکن جنہیں وہ دشمن تصور کرتے ہیں انہیں لازمی طور پر نقصان پہنچا دیتے ہیں۔ ہمیں اس وقت نہایت حیرت ہوئی جب ہم میں سے کنور مہتاب علی کو الگ کر لیا گیا اور ہمیں ایک جگہ قید کر دیا گیا۔ کنور مہتاب علی کے بارے میں ہمیں کافی دن تک تفصیلات نہیں معلوم ہوئیں، لیکن پھر ایک دن کنور مہتاب علی ہم سے ملے، خاصے پریشان نظر آتے تھے۔ مسکرا کر بولے........

"یارو! یہاں ہم دریائے مقدس کے ہیرے حاصل کرنے آئے تھے۔ یہ ہیرے بے شک ہماری تحویل میں آسکتے ہیں، لیکن کچھ اور مسائل پیدا ہوگئے ہیں۔"

"وہ کیا؟" ہم نے پوچھا تو کنور مہتاب علی نے ہمیں ایک نہایت دلچسپ داستان سنائی۔ قبیلہ نیل کنٹھ ... سے وچ ڈاکٹروں اور بزرگوں پر انحصار کرتا ہے، لیکن

ان میں سائی تھول وہ شخصیت ہوتی ہے جو پورے قبیلے کے لئے زندگی کے راستے متعین کرتی ہے۔ سائی تھول اس قبیلے کا سب سے بڑا حکمران ہوتا ہے' لیکن وہی قبیلے کا سب سے بڑا جادوگر بھی ہوتا ہی اور اس کا ایک الگ خاندان بھی ہے جس کا تعلق افریقہ ہ کے کسی حصے سے ہے' لیکن وہ نیل کنٹھ کا سربراہ ہوتا ہے۔ یہی شخص حکومت کی دیکھ بھال کرتا ہے اور جو عورت حکمران ہوتی ہے وہ سائی تھول ہی سے ہدایات لیتی ہے۔ کیونکہ سائی تھول کو ایک دیوتا کی سی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ قبیلے کی رسم ہے کہ ایک خاندا صدیوں سے اس پر آباد چلا آتا ہے اور اس خاندان کی کسی عورت کے بطن سے جب ایک لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اسے مستقبل کا حکمران تسلیم کرلیا جاتا ہے اور اس پہلی لڑکی پرورش سائی تھول کیا کرتا ہے۔ یہ سائی تھول بھی اسی طرح خاندانوں کے ساتھ سا تبدیل ہوتا رہتا ہے اور نسل در نسل چلا آتا ہے' لیکن نیل کنٹھ پر پچھلے کافی عرصے ایک عتاب نازل ہوا تھا وہ یہ کہ جو قبیلہ صدیوں سے حکمرانی کر رہا تھا اس قبیلے کی حکمرا عورتوں کے ہاں لڑکیاں نہیں پیدا ہو رہی تھیں' ایسی کسی حکمران عورت کے ہاں پہلی اگر لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اس لڑکے کو قتل کر دیا جاتا ہے' کیونکہ اسے بدشگونی تصور کیا ہے۔

بہرحال اس قبیلے کی مختلف عورتوں کے ہاں لڑکے پیدا ہوتے رہے' حکمران عور کو لڑکے کی پیدائش کے بعد معزول کرکے اسی خاندان کی کسی اور نوجوان لڑکی کو نگ حکمران مقرر کر دیا جاتا ہے اور اس نگراں حکمران لڑکی کے ہاں اگر کوئی لڑکی پیدا ہو جا اسے قبیلے کی حکمرانی سونپ دی جاتی ہے' لیکن اس قبیلے کی جس عورت کو بھی عار حکمراں قائم کیا گیا اس کے ہاں لڑکی کے بجائے لڑکا ہی پیدا ہوا اور ایسا تقریباً" سو سال ہو رہا تھا۔ موجودہ حکمران لڑکی اس وقت تھوڑے ہی دن پہلے عارضی حکمران مقرر ک تھی اور موجودہ سائی تھول نے نجانے کیوں کنور مہتاب علی کو اس سلسلے میں منتخب ک غالباً" ان کے ہاں مرد کے لئے ایسا کوئی تصور نہیں کیا جاتا تھا کہ وہ قبیلے ہی کا کوئی فرد بیرونی شخصیت کو بھی اس مقصد کے لئے استعمال کرلیا جاتا تھا' چنانچہ جو بات کنور مہتاب

کے ذریعے ہمارے علم میں لائی گئی وہ یہ تھی کنور مہتاب علی کو موجودہ عارضی حکمران لڑکی س کا نام سومتی تھا سے منسوب کر دیا گیا تھا اور ایسا طاقت کے ذریعے ہوا تھا' کیونکہ کنور ہتاب علی بہرطور عمر کی اس منزل میں بھی نہیں تھے جس میں نوجوانی کے جذبات ہوا رتے ہیں' لیکن اپنی شاندار شخصیت کی بناء پر انہیں اس کام کے لئے منتخب کرلیا گیا تھا۔ ہ اس بات پر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ "یارو! کیا مصیبت سر پر آگئی ہے' بڑی عجیب یفیت ہے میری اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں' لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر سومتی کے ہاں بیٹی پیدا ہوگئی تو دریائے مقدس ہمارے قدموں کی پہنچ سے دور ہیں رہے گا۔

کیونکہ ہمیں وہ مقام حاصل ہو گا کہ ہم دریائے مقدس کی سیر کر سکیں' ہیروں وغیرہ ے ان لوگوں کو کوئی دلچسپی نہیں ہے اور وہ انہیں بے مقصد پتھر تصور کرتے ہیں' جب کہ مجھے دریائے مقدس کی سیر کرادی گئی ہے اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہاں یسے ایسے نایاب ہیرے پتھروں کی طرح بے مقصد بہتے رہتے ہیں کہ کوئی سوچ بھی نہ سکے۔ ان ہیروں کے حصول کا بس ایک ہی ذریعہ ہے' وہ یہ کہ سومتی کے ہاں بیٹی پیدا ہو جائے۔" غرضیکہ یہ سلسلہ جاری رہا اور پھر کنور مہتاب علی کا مقصد پورا ہوگیا۔ موجودہ عارضی حکمران لڑکی کے ہاں بیٹی پیدا ہوگئی اور اس بیٹی کو نیل کنٹھ کا نشان دے دیا گیا۔ یعنی مستقل کی پائیدار حکمران اور اس کے بعد کسی عارضی حکمران لڑکی کی ضرورت نہیں تھی۔ سومتی کی بیٹی کو سائی تھول کی تحویل میں دے دیا گیا اور کنور مہتاب علی کی دلجوئی کی جانے لگی۔ وہاں اسے ایک مقدس مقام حاصل ہوگیا تھا' لیکن انسان کی سرشت میں خود غرضی اس طرح پنہاں ہوتی ہے کہ اس کا آج تک کوئی مفہوم نہیں نکل سکا۔ نجانے کیوں وہ اپنی ذات میں سمٹ جانا چاہتا ہے اور یہی کیفیت کنور مہتاب علی کے اندر پیدا ہوگئی تھی اس نے اپنی ایک الگ دنیا بسالی اور ہم لوگوں کو نظرانداز کر دیا۔ اسے یہ مقام حاصل ہو جانے کے بعد ہمیں بھی وہاں آزادی حاصل ہوگئی تھی کیونکہ ہم مقدس حکمران کے باپ کے دوست احباب تھے۔ لیکن کنور مہتاب علی کی توجہ ہم سے ہٹ گئی تھی اور وہ اپنے طور پر

ہی سوچوں میں گم ہوگئے تھے۔ سرہدایت اللہ وغیرہ اس مسئلے میں کافی پریشان تھے اور میں خود بھی۔

کنور مہتاب علی کے انداز سے تو یہ پتہ چلتا تھا کہ وہ وہاں طویل عرصے قیام کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے ہم لوگوں سے بے توجہی اختیار کرلی تھی اور زیادہ تر قبیلے کے اندرونی حصوں ہی میں رہا کرتے تھے۔ اس بات سے ہمارے ذہنوں میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی' گویا اب یہ صورت حال تھی کہ اگر ہم واپس جانا چاہیں تو جاسکتے ہیں' کنور مہتاب علی اپنے مقصد کی تکمیل کے بعد ہی واپسی کے بارے میں فیصلہ کریں گے' بلکہ ایک بار تو انہوں نے ہمارے سوال کے جواب میں صاف صاف یہ کہہ بھی دیا تھا کہ وہ اپنے مسائل زیادہ بہتر سمجھتے ہیں اور ہمارے لئے اپنے کسی ایسے مسئلے کو نہیں چھوڑ سکتے جو ان کے حق میں بہتر نہ ہو۔ ہم لوگ خاصے پریشان ہوگئے تھے۔ واپسی میں ا خیر ہمیں کوئی ایسی دقت نہیں پیش آسکتی تھی جس کی بناء پر ہمیں ان کی خاص ضرورت تھی' لیکن جو مقصد لے کر ہم وہاں پہنچے تھے کنور مہتاب علی نے اس مقصد پر تنہا قبضہ جما تھا اور اس بات کو سبھی محسوس کر رہے تھے' میں ذرا تیز مزاج انسان ہوں۔ باقی لوگ ا نرم روی سے سوچ رہے تھے' لیکن میرے دل میں یہ تصور پیدا ہوتا جارہا تھا کہ کنو مہتاب علی ہم سے غداری کر رہا ہے' چنانچہ میری اپنی تیز مزاج فطرت یہ تساہل طویل عرصے برداشت نہ کرسکے اور میں نے اپنے طور پر ایک منصوبہ بنایا۔ چونکہ کنور مہتاب علی کے دوستوں کی حیثیت سے ہمیں آزادی حاصل تھی اور ہم ایسے تمام مقامات پر جاسکتے تھے جہاں کوئی خاص پابندی نہ ہو اس لئے سائی تھول کی وہ خانقاہ جہاں وہ حکمران لڑکی پرورش کر رہا تھا میرے قدموں کی پہنچ سے دور نہیں تھی۔

میں نے اپنے ذہن میں ایک منصوبہ بنایا' لیکن اس منصوبے میں' میں نے دوسرا کو شریک نہیں کیا تھا' کیونکہ میں محسوس کر رہا تھا کہ باقی لوگ اب بھی یہی امید رکھتے ہیں کہ کنور مہتاب علی جلد واپسی کا فیصلہ کرلیں گے اور ہمیں اپنے ساتھ ہی رکھیں گے لیکن میں صورت حال کو سمجھ چکا تھا۔ یہ لیت و لعل صرف اس بات کا اظہار تھا کہ کن

اب علی ہم لوگوں کو بددل کر کے واپس کر دینا چاہتے ہیں اور اس کے بعد دریائے دس کا سفر کر کے وہ ان ہیروں کو حاصل کریں گے جن کی مالیت مہذب دنیا میں اتنی بڑی گی کہ انسان اسے تصور میں بھی نہ لاسکے۔ میں اس بات سے سخت بددل تھا اور میری ت فطرت نے بالآخر ایک فیصلہ کرلیا۔ میں کنور مہتاب علی کو سزا دینا چاہتا تھا' جنہوں نے ک بار مجھ سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اگر ہم لوگ واپس جانا چاہیں تو جاسکتے ہیں' وہ پنے طور پر کام کریں گے۔ مجھے بمشکل تمام موقع ملا اور میں سائی تھول کی خانقاہ سے اس ی کو لے کر فرار ہوگیا۔ میں نے تنہا ہی یہ صعوبت سفر طے کیا۔

واپسی کے راستے میں نے ایسے رکھے تھے کہ وہ لوگ میرا تعاقب نہ کرسکیں۔ میں ستوائی گنی میں موجود تھا کہ نجانے کس طرح یہ سب میرا پتہ لگا کر وہاں پہنچ گئے۔ کنور مہتاب علی بھی ساتھ تھے۔ وہاں انہوں نے طاقت کے ذریعے بچی کو مجھ سے حاصل کرلیا اور وہاں سے فرار ہوگئے۔ میں ان لوگوں کے ظلم و ستم کا شکار تھا اور انتقام کی آگ میں ل رہا تھا۔ میں نے پتہ لگایا تو مجھے علم ہوا کہ یہ لوگ واپس کانگو نہیں پہنچے' بلکہ انہوں نے شاید اپنے وطن کا راستہ اختیار کیا ہے اور اس کی وجہ بھی بعد میں مجھے معلوم ہوگئی' کیونکہ بچی کی گمشدگی کے سلسلے میں ان سب ہی کو مجرم قرار دیا گیا تھا اور وہ نیل کنٹھ قبائل ان کے دشمن ہوگئے تھے۔ یہاں تک کہ کنور مہتاب علی بھی اس سے محفوظ نہیں رہے تھے۔ نجانے انہوں نے کیا منصوبہ بندیاں کی تھیں جو میرے علم میں نہیں آسکیں۔ مجھے تو ان لوگوں نے بالکل تنہا چھوڑ دیا تھا۔ لیکن کنور مہتاب علی یہ بات جانتے تھے کہ ان کی بدعہدی اور بداعمالی کو میں آسانی سے معاف نہیں کروں گا۔ چنانچہ یہاں اپنے وطن واپس آنے کے بعد انہوں نے بچی کو انتہائی محتاط طریقے سے کہیں پوشیدہ کردیا۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کنور مہتاب علی دوبارہ کانگو کا سفر کریں گے اور بچی کو کسی نہ کسی طرح واپس نیل کنٹھ قبیلے پہنچادیں گے تاکہ انہیں انفرادی طور پر وہ ہیرے حاصل ہوسکیں۔

خیر' یہ تو ایک المناک داستان تھی' دوستی کو ریزہ ریزہ کرنے کی۔ لیکن اس کی مہم جوئی اور پراسرار کیفیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کائنات میں ایسے نجانے کتنے راز ہائے

سربستہ پنہاں ہیں' لیکن ہم مہم جو بعض اوقات جس انداز میں سوچتے ہیں وہ شک افسوسناک ہے۔ اب ان دنوں بھی کنور مہتاب علی یہاں موجود ہیں اور یقینی طور پر وہ ایک بار پھر اپنے سفر کے لیے تیاریاں کر رہے ہوں گے۔ یہ کہانی جہاں ایک دلچسپ نوعیت رکھتی ہے' وہیں ایک المناک پہلو اس کا یہ بھی ہے دنیا دوستی کی قدروں سے بے نیاز ہوگئی ہے۔ حالانکہ دریائے مقدس میں جو ہیرے بہہ رہے ہیں وہ پتھروں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اور ان کی تعداد اتنی ہے کہ دنیا کا کوئی بھی شخص انہیں سمیٹ کرلانے کی اہلیت نہیں رکھتا' لیکن انداز فکر کیسا افسوسناک ہے کہ دوسروں کو فائدہ حاصل نہ ہوسکے اور صرف چند افراد اس سے بہرہ ور ہوں ۔ یہ ایک دکھ بھرا پہلو ہے۔ میں اپنی اس داستان کو یہیں ختم کرتا ہوں' ہاں اگر زندگی میں کبھی اس داستان کے آگے بڑھنے کا موقع ملا تو میں اس کے بقیہ واقعات سے اپنے قارئین کو روشناس ضرور کراؤں گا۔

مہم جوئی کے واقعات پر مبنی یہ فیچر ایک بہت بڑے اخبار میں چھپا تھا اور اس میں ی خوبصورت کے ساتھ ان تصاویر کو شائع کیا گیا جو مہم جوئی کے واقعات کے دوران ائی گئی تھیں۔ کنور مہتاب علی کی تصویر بھی تھی۔ سرہدایت اللہ کی تصویر بھی تھی اور وسرے افراد کی تصاویر بھی۔ دو چار تصویریں اس قبیلے کے مختلف علاقوں میں بنائی گئی ہیں۔

بہرحال مہم جوئی سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ فیچر بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ یکن فیروز نے بڑے پرجوش انداز میں یہ اخبار کنور مہتاب علی کے سامنے پیش کیا تھا۔

"کیا آپ نے یہ اخبار دیکھا؟"

"نہیں.........خیریت.........؟"

"دیکھئے' آپ کے مطلب کی چیز ہے۔" فیروز کی ہونٹوں پر ایک پراسرار سی سکراہٹ کھیل رہی تھی۔ کنور مہتاب علی ابھی تک فیروز کے ساتھ دارالحکومت ہی میں تھے اور مختلف مراحل سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے اخبار سامنے کیا۔ فیروز نے خصوصاً یہ مضمون ان کے سامنے پیش کیا تھا جس پر خود ان کی اپنی تصویر بھی موجود تھی۔ کنور مہتاب علی نے مضطرب نگاہوں سی ان تصاویر کو دیکھا اور پھر فیچر پڑھنے لگے۔ جوں جوں وہ یہ فیچر پڑھ رہے تھے ان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیلتے جارہے تھے۔ کبھی ان کا

چہرہ سرخ ہو جاتا اور کبھی تاریک۔ یہاں تک کہ وہ آخری سطر پر پہنچ گئے اور پھر انہوں نے نڈھال سے انداز میں اخبار رکھ کر صوفے کی پشت سے گردن ٹکا دی۔ فیروز ان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی تو فیروز نے کہا۔

"کہیئے کنور صاحب' کیا خیال ہے اس کہانی کے بارے میں؟"

"نہایت خطرناک......... ایک ایسی چال جس نے مجھے چاروں شانے چت کر دیا ہے۔"

"اور یہ چال ظاہر ہے مرزا نصیر بیگ نے چلی ہے۔"

"ہاں اس نے اپنا نام نہیں چھپایا؟"

"میں نے پوری داستان کو پڑھتے ہوئے یہ اندازہ لگایا ہے کہ اس میں کوئی بھی قانونی پہلو نہیں ہے جس کی بناء پر نصیر بیگ کو کسی قانونی چکر میں پھنسایا جاسکے۔"

"ہاں اس نے نہایت ذہانت سے یہ کہانی ترتیب دی ہے۔" کنور مہتاب علی نے جواب دیا۔

"کیا یہ کہانی حقیقت ہے؟"

"کافی حد تک۔"

"تب تو یہ آپ کے لئے بڑی مشکلات کا باعث بن جائے گی۔"

"ہاں اس نے ایک مذموم کوشش کی ہے۔"

"کیسی کوشش؟ کیا آپ مجھے اس کے بارے میں تفصیل بتائیں گے؟"

"ہاں......... اس نے وہی محاورہ اختیار کیا ہے کہ بلی اگر کھا نہ پائے تو لڑھکا ضرور دیتی ہے۔"

"یعنی؟"

"یہ بہت پراسرار داستان تھی۔ نیل کنٹھ کے بارے میں شاید دنیا میں چند ہی گنے چنے مہم جوؤں کو کچھ تفصیلات معلوم ہوں' لیکن اب اس اخبار کے ذریعے یہ کہانی دنیا بھر میں پھیل جائے گی۔"

"اس سے کیا ہوگا؟"

"اس سے یہ ہوگا کہ دنیا بھر کے بے شمار مہم جو چل پڑیں گے اور دریائے مقدس کی تلاش کی جائے گی۔"

"اوہو' ہاں یہ تو ہے۔"

"اس کے علاوہ میرے لئے بھی چند مسائل پیدا ہوگئے ہیں۔"

"وہ کیسے؟"

"گھریلو مسائل۔"

"کیا آپ مجھے اپنا راز دار بنانا پسند کریں گے؟"

"فیروز' اب یہ سوال کچھ عجیب سا لگتا ہے تمہارے منہ سے۔"

"نہیں کنور مہتاب علی صاحب' بات دراصل یہ ہے کہ دنیا بڑی عجیب و غریب جگہ ہے۔ میں بے شک آپ سے مخلص ہوں اور اس کی وجہ آپ کی فطرت کا مخلصانہ انداز اور آپ کا میرے ساتھ رویہ ہے' لیکن میں پہلے بھی آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ میری زندگی بھی عجیب و غریب کیفیات کا شکار رہی ہے۔ میں نے اس دنیا میں ہمدرد بہت کم پائے ہیں۔ صرف سودے بازی دیکھی ہے۔ دنیا میں لوگ بے شک ایک دوسرے کے لئے بہت کچھ کرتے ہیں' لیکن اس کے پس پردہ ان کا اپنا مفاد وابستہ ہوتا ہے۔ انسانی فطرت کے اس پہلو کو ہم کسی بھی طور نظر انداز نہیں کر سکتے۔ جینے کے لئے لاتعداد خواہشات دل میں ہوتی ہیں اور ان خواہشات کی تکمیل مختلف انداز میں کی جاتی ہے۔ ان خواہشات کی راہوں میں جو رکاوٹ ہوتی ہے اس سے بھی نمٹا جاتا ہے۔ غرض ایک عجیب گورکھ دھندہ ہے' کوئی انسان اگر اپنے لیے سیدھے سچے راستے اختیار کرنا بھی چاہے تو اسے ان راستوں پر چلنے میں دشواری ہی نہیں بلکہ بعض اوقات ناکامی بھی ہوتی ہے۔ معاف کیجئے گا آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں اس تحریر سے متاثر ہوا ہوں اور مرزا نصیر بیگ کے اس انکشاف کے بارے میں سوچ رہا ہوں' لیکن ایک تصور میرے دل میں اب بھی ابھر رہا ہے۔"

"کیا؟" کنور مہتاب علی نے پوچھا۔

"وہ یہ کہ بالا آخر آپ، مرزا نصیر بیگ، سرہدایت اللہ اور دوسرے تمام افراد ان ہیروں کو حاصل کرنے کی دوبارہ کوشش ضرور کریں گے۔ کنور صاحب، کیا آپ مخلصانہ طور پر مجھے یہ بتانا پسند کریں گے کہ آپ کے دل میں یہ تصور ہے؟"

"سو فیصد ہے۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔

"اور میں نے آپ کو ایک پیشکش بھی کی تھی؟"

"کیا؟"

"یہی کہ مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمالیجئے، میرا مطلب ہے کہ اپنے ساتھ شامل کرلیجئے اور ایک طرح سے اپنا دست راست بنالیجئے۔ بشرطیکہ آپ مجھے اس قابل سمجھیں؟"

"میں یہ کہہ چکا ہوں فیروز، تمہاری فطرت میں بے شک کچھ برائیاں ہوں گی، میں ان سے انکار نہیں کرتا۔ لیکن مجموعی طور پر اگر تم اپنے بارے میں میرا تاثر جاننا چاہتے ہو تو اس بات کو بالکل حقیقت پر مبنی سمجھنا، تم اگر اسے فریب سمجھنا چاہو تو اپنے طور پر اس کا تجزیہ بھی کرسکتے ہو کہ میں تم پر بہت اعتماد کرنے لگا ہوں اور اب تک تم نے اپنے آپ کو اس اعتماد کا اہل ثابت بھی کیا ہے۔"

"شکریہ کنور صاحب، لیکن میرا آپ کے ساتھ شامل ہونا بے مقصد نہیں ہے۔ میں آپ سے لالچ رکھتا ہوں۔"

کنور مہتاب علی کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر وہ بولے۔

"لفظ لالچ استعمال نہ کرو۔ توقعات کہو تو زیادہ بہتر ہے اس سلسلے میں۔"

"یہ آپ کی محبت ہے۔ لفظوں کی تراش خراش کچھ بھی کرلیجئے، اصل مقصد اپنا مفاد ہوتا ہے۔"

"جو کچھ کہنا چاہتے ہو فیروز کھل کر کہو۔"

"کنور صاحب، کیا آپ مجھے اس مہم میں شریک رکھنا پسند کریں گے؟"

"دل و جان سے۔"

"اور اس صلے میں مجھے کیا ملے گا؟"

"جو کچھ تم چاہو!"

"زبان کی پابندی کریں گے؟"

"ہاں۔"

"دریائے مقدس تک اگر ہم لوگ پہنچنے میں کامیاب ہوگئے اور آپ کو وہاں سے ہیروں کے حصول میں کامیابی ہوگئی تو اس میں میرا کتنا بڑا حصہ ہوگا؟"

"یہ جو الفاظ نصیر بیگ نے لکھے ہیں بالکل سچ ہیں۔ وہاں ہیرے پتھروں ہی کا درجہ رکھتے ہیں۔ تم اپنے مقدور بھر جس قدر بھی پتھر وہاں سے حاصل کرسکو گے وہ تمہاری اپنی ملکیت ہوں گے۔"

"آپ میرے ساتھ مخلص رہیں گے؟"

"ہاں......اس کا میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"تو پھر بات ختم ہو جاتی ہے کنور صاحب، یوں سمجھ لیجئے میں آپ کا داہنا بازو ہوں۔ زندگی لینا اور زندگی دینا میرے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ میں یہ جانتا ہوں کہ انسان اپنے مقصد کے لئے جیتا ہے اور اس مقصد میں اگر موت بھی حاصل ہو جائے تو وہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس پر بہت زیادہ افسوس کیا جائے۔ چنانچہ زندگی کی بازی لگا کر اگر ہم ایک بار پھر دریائے مقدس تک پہنچ جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمیں کرنا چاہیے۔"

"میں بالکل یہ ارادہ رکھتا ہوں۔"

"تو پھر آپ نے مجھے اپنے دست راست کی حیثیت سے قبول کیا؟"

"قبول کیا میں نے۔" کنور مہتاب علی مسکرا کر بولے۔ پھر انہوں نے کہا۔

"دیکھو، اس شخص نے جو یہ تفصیلات لکھی ہیں ان کے ہمیں بہت سے نقصانات اٹھانے پڑیں گے۔ ہمارا سفر کافی سخت ہو جائے گا اور ہمیں بہت سے ایسے لوگوں سے نمٹنا پڑے گا جو اس سلسلے میں کوشش کریں گے۔ بچی کو لے کر ہمیں جانا پڑے گا۔ میں اسے سائی تھول کے حوالے کروں گا، اور اس کے بعد اس سے وہ مراعات حاصل کروں گا،"

اسے سمجھانا ایک مشکل مرحلہ ہوگا' لیکن بہرطور میں پر امید ہوں کہ حقیقتوں کو سائی تھول کے سامنے لایا جائے گا تو وہ انہیں تسلیم کر لے گا۔ وہ نہایت سلجھا ہوا انسان ہے۔ وہ قبیلہ بے شک افریقہ کے ایک دور دراز خطے میں دنیا سے دور آباد ہے' لیکن وہاں مسائل کو سمجھا جاتا ہے۔ خاصی بہتر زندگی گزارتے ہیں وہ۔ کچھ اور ایسی باتیں بھی ہیں جن کا انکشاف اس وقت مناسب نہیں ہے' لیکن ان کا وجود ایک معنویت رکھتا ہے۔ بعد میں تمہیں اس کے بارے میں بتادوں گا' لیکن اب یہ کہانی منظر عام پر آجانے کے بعد تھوڑی سی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے ہمیں بہرطور آگے کے سفر کی تیاریاں کرنی ہیں' لیکن جو سب سے مشکل مرحلہ درپیش ہے فیروز......... وہ بہت عجیب و غریب ہے اور تم اسے سنو گے تو دنگ رہ جاؤ گے۔"

"وہ کیا جناب؟" فیروز نے پوچھا اور کنور مہتاب علی سوچ میں ڈوب گئے۔ تھوڑی دیر تک غور کرتے رہے پھر انہوں نے کہا۔

"بچی میرے پاس سے گم ہو چکی ہے۔"

"جی؟"

"ہاں......... مرزا نصیر بیگ سے میرا جو جھگڑا چل رہا ہے وہ یہی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ بچی میری تحویل میں ہے اور اس نے اس بچی کے حصول کے لئے میرے خلاف ایک محاذ بنا رکھا ہے' لیکن حقیقت یہ ہے کہ بچی میری تحویل سے نکل چکی ہے۔"

فیروز عجیب سی نگاہوں سے کنور مہتاب علی کو دیکھتا رہا' کنور مہتاب علی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"دیکھو فیروز' کسی کے ساتھ شامل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر اعتبار کیا جائے۔ میں تمہیں اپنے دست راست کی حیثیت سے قبول کر چکا ہوں اور مکمل طور پر تم سے مخلص ہوں تو میری آرزو ہے کہ تم مجھ پر اعتبار بھی کرو۔ اگر کبھی ایک بار صرف ایک بار یہ اعتبار مجروح ہو جائے تو بعد میں تم مجھ پر اعتبار کرنا چھوڑ دینا۔ تم بھی بے دست وپا نہیں ہو۔ وہ سب کچھ کر سکتے ہو جو کیا جا سکتا ہے۔ میری غلط بیانی پر تم مجھ سے دشمنی

یار کر کے جو جی چاہے کر سکتے ہو' مجھے اس پر اعتراض نہ ہوگا' میں خود تمہیں اس کی ازت دیتا ہوں۔"

"جی!" فیروز نے آہستہ سے کہا۔

"تم نے جن نگاہوں سے مجھے دیکھا ہے ان میں ایک شک کا سا انداز پایا جاتا ہے۔"

"بے شک۔ شک کا وہ انداز تھا' لیکن اب نہیں ہے۔"

"ہاں یہ سچ ہے' اب میں تمہیں مزید تفصیل بتاتا ہوں۔ بچی کو وہاں سے حاصل رنے کے بعد میں نے سرہدایت اللہ اور دوسروں سے بھی راہ فرار اختیار کر لی تھی۔ میں انتا تھا کہ اگر میں واپس نیل کنٹھ جانے کی کوشش کروں گا تو راستے میں ہی کوئی ایسا واقعہ یش آجائے گا جو میرے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے' کیونکہ تمام لوگ مجھ سے کٹ گئے تھے۔ چنانچہ میں نے وطن واپسی کا فیصلہ کیا اور یہاں پہنچ گیا۔ دارالحکومت میں میری چھوٹی ی ریاست کا ایک اسٹیٹ ہاؤس ہے اسے بھی مہتاب پور ہاؤس ہی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ بچی کو میں نے اسٹیٹ ہاؤس میں دو افراد کی تحویل میں دے دیا جو میرے دیرینہ وفادار تھے۔ پہلے یہ لڑکی میں نے اپنی بیگم کے پاس پوشیدہ کر دی تھی اور انہیں مختصر صورت حال بتا کر خود روپوش ہو گیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ نصیر بیگ بھی وطن واپس آگیا ہے اور وہ ایک چالاک اور درندہ صفت انسان ہے۔ چنانچہ وہ اپنی سی ہر ممکن کوشش کرے گا کہ بچی کو کسی طرح مجھ سے حاصل کر لے۔ اسی لئے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ اپنی اسٹیٹ میں میں نے بہت سے انتظامات کئے تھے' لیکن بیگم کو یہ احساس ہوا کہ جو پراسرار واقعات مہتاب پور میں ہونے لگے ہیں ان کے تحت وہ اس بچی کی حفاظت نہیں کر سکیں گی۔ چنانچہ انہوں نے بچی کو دارالحکومت میں مہتاب پور ہاؤس پہنچا دیا۔ یہاں نجانے کیا واقعات پیش آئے۔ میرے ان دو ملازمین کو قتل کر دیا گیا جو وہاں بچی کے نگران تھے۔ انہیں بھی یہ احساس ہو گیا تھا کہ ان کے لئے حالات بے حد سخت ہو گئے ہیں جس کا اظہار انہوں نے میری بیگم سے کیا تھا' لیکن بعد میں تفصیلات نہیں معلوم ہو سکیں اور انہیں قتل کر دیا گیا۔ بچی گم ہو گئی اور اس کے بعد کوئی ذریعہ ایسا نہ رہا جس سے اس بچی کا پتہ چل

سکتا۔ مرزا نصیر بیگ کے بارے میں مجھے شبہ تھا کہ ممکن ہے وہ بچی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا ہو' لیکن بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ بچی اس کے بھی ہاتھ نہیں لگ سکی۔ سرہدایت اللہ بھی یہاں موجود ہے' لیکن وہ ذرا مختلف قسم کا آدمی ہے۔ اگر بچی اس کے ہاتھ لگ جاتی تو وہ یقینی طور پر مجھے اس سے آگاہ کرتا اور پھر ویسے بھی وہ میرے بہت بعد یہاں پہنچا ہے۔ مجھے ابھی چند روز قبل اس کے بارے میں یہ اطلاع ملی ہے کہ وہ یہاں آگیا ہے۔ میرا مطلب ہے' بچی پراسرار طور پر غائب ہوگئی ہے۔ اب تم یہ خود سوچو کہ بنیادی چیز ہی موجود نہیں ہے تو ہم کیا کریں گے؟"

"فیروز متعجب نگاہوں سے کنور مہتاب علی کو دیکھ رہا تھا' پھر اس نے کہا۔"

"اس طرح تو اس مہم کا آغاز ہی نہیں ہو سکتا۔"

"نہیں' مہم کا آغاز ہو سکتا ہے' لیکن اس کے لئے ہمیں ابھی انتظار کرنا پڑے گا۔"

"کیوں؟"

"میں سوچ رہا ہوں' بہت غور کر رہا ہوں' پہلے میں اپنی انتہائی کوشش کرکے بچی کے حصول کے لئے سرگرداں رہوں گا......... تم بھی اس سلسلے میں میرا ساتھ دو گے......... لیکن اگر ایسا نہ ہو سکا تو پھر مجھے ایک اور طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔"

"وہ کیا؟"

"وہ طریقہ کار انتہائی گھناؤنا ہے' لیکن بہرطور اس کی سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔"

"مجھے بتانا پسند کریں گے؟"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"تو پھر بتایئے۔"

"اس شکل کی ایک اور بچی کو تلاش کرنا پڑے گا۔ اصل میں اس بچی کا صحیح نشان ہے کہ اس کی پشت پر نیل کنٹھ' کا ایک ایسا پراسرار نشان بنا ہوا ہے جو سائیں تھول نے ا خانقاہ میں بنایا تھا اور یہی وہاں کی ریت ہے۔ اس کے بارے میں طرح طرح کی پرا روایات بتائی جاتی ہیں' لیکن بہرطور یہ صرف میں جانتا ہوں کہ وہ نشان کیسا تھا اور ا

اسے مصنوعی طریقے سے بنایا جائے تو وہ کیسے بن سکتا ہے۔ نیز یہ کہ اس بچی کی شکل و صورت کیا تھی۔ ہمیں ایک بچی کسی بھی قیمت پر حاصل کرنا ہوگی جسے اس بچی کے عوض وہاں لے جایا جاسکے۔ یہ کام میرے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا......... سومتی کو صرف میں یہ بتا سکتا ہوں کہ وہ اس کی بچی ہے' کیونکہ وہ مجھ پر بے حد اعتبار کرتی ہے۔"

"سومتی؟"

"ہاں.........وہ لڑکی جس کا تعلق نیل کنٹھ قبیلے سے تھا۔"

"اور جس سے آپ کی شادی ہوئی تھی۔" فیروز نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔" کنور مہتاب علی نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"آئیڈیا آپ کا بہت اچھا ہے۔ میرا خیال ہے ان میں سے اور کوئی یہ طریقہ کار اختیار نہیں کر سکتا۔"

"ہاں' یہ بھی ان کی بدقسمتی ہے کہ وہ بچی کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں کر سکتے۔ ممکن ہے نصیر بیگ کو یہ بات معلوم ہی نہ ہو کہ بچی کی اصل شناخت کیا ہے۔ اس نے اس پر غور نہیں کیا ہوگا۔ چونکہ یہ بات قبیلے تک ہی خفیہ رکھی جاتی ہے۔" فیروز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

"آپ یقین کیجئے کنور مہتاب علی' آپ کے ان چند الفاظ نے آپ پر میرا اعتبار قائم کر دیا ہے۔"

"کون سے الفاظ نے؟"

"آپ نے مجھے نیل کنٹھ کے نشان کے بارے میں بتا دیا ہے۔"

"ہاں فیروز' ایسا میں نے حماقت کے طور پر نہیں کیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے جان بوجھ کر تمہیں یہ راز بتایا ہے تاکہ تم اپنے آپ کو مکمل طور پر اس راز میں شریک سمجھ لو۔ صرف دو تین معمولی سی باتیں ہیں جو میں نے تمہیں نہیں بتائیں' ورنہ ساری تفصیل تمہارے علم میں آ چکی ہے۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بچی کہاں گئی؟ کیا سرہدایت اللہ کو اس سلسلے میں ٹٹولا جائے؟"

"سو فیصدی' میرے ذہن میں بھی یہی خیال ہے کہ ہم ہدایت اللہ سے رابطہ قائم کریں۔ ویسے ہدایت اللہ ایک نفیس انسان ہے اور اس کے علاوہ وہ یہ بات جانتا ہے کہ اپنے طور پر جو کوئی بھی یہ کوشش کرے گا اسے نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میں واحد شخصیت ہوں کہ بچی کو واپس لے کر اس قبیلے میں جاسکتا ہوں۔ ورنہ ممکن ہے اگر کوئی اور وہاں پہنچے تو اسے قبیلے کی سڑکوں پر ہی ختم کر دیا جائے' بچی کا معاملہ تو بعد میں آتا ہے۔"

"فیروز کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "کیا آپ یہاں سرہدایت اللہ کا پتہ جانتے ہیں؟"

"سرہدایت اللہ کوئی معمولی شخصیت نہیں ہے۔ لیکن فیروز ابھی ہمیں براہ راست ان تک نہیں پہنچنا چاہیے......... تم کیا سمجھتے ہو' یہ کہانی اخبارات میں خود بخود شائع ہوگئی ہے؟"

"نہیں' نصیر بیگ کے نام سے شائع ہوئی ہے۔"

"نصیر بیگ اس کہانی کا رد عمل معلوم کرنے کے لئے اپنی انتہائی کوششیں صرف کر دے گا۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ وہ سرہدایت اللہ کو بھی ٹٹولے گا؟"

"سو فیصد۔ بھلا اس میں شک کی کیا گنجائش ہے' ایسے حالات میں ہمارا فوری طور پر سرہدایت اللہ تک پہنچ جانا مناسب نہیں ہے۔"

"سرہدایت اللہ سے رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے؟"

"ہاں' اس کے بارے میں' میں ایک موثر منصوبہ بندی کروں گا۔"

"ویسے نہایت دلچسپ داستان ہے۔ میں واقعی اس داستان سے بے حد متاثر ہوں۔ مہم جوئی کی زندگی بھی کیا ہے۔"

"ایک بار اگر ہم وہاں پہنچ جائیں تو تم یہ سمجھ لو کہ میں حالات کو اپنے قابو میں کر سکتا ہوں۔ میرے پاس ایسے ذرائع موجود ہیں جن سے میں اس قبیلے کو رام کر سکتا ہوں۔ جب کہ دوسرے لوگوں کے لئے یہ تقریباً ناممکن ہوگا اور اب یہ چوٹ کھانے کے بعد ڈسائی تھول نے وہاں اور بھی دوسرے احکامات جاری کر دیئے ہوں گے جن کے تحت باہر کے لوگوں کی وہاں موجودگی خود ان کے لئے نہایت خطرناک ہو سکتی ہے۔ لیکن میں واحد ایسا آدمی ہوں جو حالات کو کنٹرول کر سکتا ہوں۔"

فیروز نے گردن ہلا دی اور پھر آہستہ سے بولا۔ "آپ بالکل فکر مند نہ ہوں۔ میں خود بھی اس سلسلے میں اپنا ذہن دوڑاؤں گا کہ کیا کیا جاسکتا ہے۔"

"فیروز' میرے دل میں ایک بات آرہی ہے۔"

"کیا؟"

"ہم دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں۔"

"ہم سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"یعنی میں اور تم۔"

"اب میں دو حصوں کی تفصیل جاننا چاہتا ہوں۔"

"تم بظاہر مجھ سے شناسائی کا اظہار نہ کرو' بلکہ الگ ہی الگ رہ کر کام کرو۔ اس طرح ہم نصیر بیگ کو دھوکا دے سکتے ہیں۔"

فیروز' مہتاب علی کی بات پر غور کرتا رہا اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

"ونڈر فل آئیڈیا......... یعنی......... یعنی آپ کا مطلب ہے کہ میں آپ کی مخالفت میں سامنے آؤں۔"

"ہاں......... یہ بات تو مرزا نصیر بیگ جان چکا ہے کہ میرا اور تمہارا گٹھ جوڑ ہو گیا ہے اور ہوٹل میں جو واقعات پیش آئے وہ اس گٹھ جوڑ کا نتیجہ ہیں۔ چنانچہ وہ تمہاری طرف سے بھی محتاط ہوگیا ہوگا۔ لیکن اب جب اسے یہ علم ہوگا کہ تم اپنے طور پر ان

واقعات کو جان کر اپنے طور پر کام کرنے پر آمادہ ہوئے ہو تو میرا خیال ہے اسے تسلی ہو ہوگی اور ہم اپنے ا ں سے بڑے فائدے حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم بظاہر ایک دوسرے کے مخالف ہی ہوں گے' یعنی آگے چل کر صورت حال کے تحت' لیکن درپردہ ہم ایک دوسرے سے تعاون بھی کریں گے۔ اس طرح ہو سکتا ہے نصیر بیگ کھل کر سامنے آجائے تو تم ان واقعات سے باخبر رہ سکو جن کے تحت ہمیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

فیروز کافی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اس نے عقیدت بھرے انداز میں کہا۔

"نہایت دلچسپ' بلکہ یوں سمجھے کہ بے حد دلچسپ بات ہے۔ بلاشبہ' اس طرح کامیابی زیادہ آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں۔"

"تو پھر یہ بات طے ہو گئی ہمارے درمیان؟"

"ہاں۔"

"تو سنو' میں تمہیں سرہدایت اللہ کا پتہ بتائے دیتا ہوں۔ ہو سکتا ہے مرزا نصیر بیگ مہتاب پور ہاؤس میں مجھے تلاش کرے۔ جب کہ میں وہاں کا رخ نہیں کروں گا۔ اس بعد یقینی طور پر وہ مہتاب پور کا سفر کرے گا اور میرے بارے میں جاننے کی کوشش کرے گا۔ اس کے پاس بے پناہ وسائل ہیں۔ وہ بہت شاطر آدمی ہے۔ ان کوششوں میں اسے کوئی خاص دقت نہیں ہوگی۔ لیکن ہمیں اسے ڈاج دینا ہے۔ اس دوران تم یہاں رہو اور خفیہ طور پر سرہدایت اللہ پر نظر رکھو۔ بعد میں جب ہم یہ محسوس کریں گے کہ اب سرہدایت اللہ سے مل لینا مناسب ہے تو اس کے بعد ملاقات کرلیں گے۔ مشترکہ طور بھی یہ ملاقات کی جاسکتی ہے اور الگ الگ ایک گروپ کی شکل میں بھی......... تم اس با سے بالکل مطمئن رہو' تم جو کچھ کرو گے میرے لئے کرو گے۔ لیکن بظاہر میں تمہارا مخالف نظر آؤں گا۔ تمہیں بالکل ہی ایک اجنبی آدمی کی حیثیت سے اس کام میں شریک ہوگا۔ ہاں بس اتنی سی بات ہے کہ مرزا نصیر بیگ تمہارے بارے میں جانتا ہے' لیکن اپنے طور پر قیاس آرائیاں کرے گا۔ ہم اسے خود کچھ نہیں بتائیں گے۔"

"فیروز نے کنور مہتاب علی کے اس منصوبے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ "ٹھ

اپ بالکل مطمئن رہیں۔ جو آپ کہہ رہے ہیں وہی ہوگا......... لیکن میرے اور آپ
ابطے کا ذریعہ کیا ہوگا؟"

"مہتاب پور ہاؤس میں ہم کسی کی ڈیوٹی لگائے دیتے ہیں۔ تم وہاں سے مجھ سے رکھ سکتے ہو۔"

"لیکن جیسا کہ آپ نے کہا' نصیر بیگ مہتاب پور ہاؤس کی نگرانی بھی جاری رکھے
......" فیروز نے کہا اور کنور مہتاب علی سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر انہوں نے کہا۔

"ٹھیک ہے' پھر اس کے لئے کوئی اور جگہ منتخب کرلی جائے۔"

"میں جس ہوٹل میں قیام کروں گا وہاں بدلی ہوئی شکل میں کروں گا۔ لیکن آپ کو ارے میں ٹیلی فون پر اطلاع دے دوں گا۔"

"نہایت مناسب ہے۔"

"تو پھر اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟"

"مجھے واپس مہتاب پور جانا ہے۔ بیوی' بچے وغیرہ بھی ہیں۔ ان لوگوں کا مسئلہ الگ ۔ اصل میں اخبارات بڑی باقاعدگی سے ہمارے گھر میں بھی پڑھے جاتے ہیں اور تم لرو کہ جب میری بیوی پر انکشاف ہوگا کہ اس مہم جوئی کے دوران میں نے ایک ت سے شادی کی ہے اور اس سے میری ایک بیٹی بھی پیدا ہوگئی ہے تو بیوی کی ذہنی ت کیا ہوگی؟ ذرا گھر کو بھی سنبھالنا ضروری ہوتا ہے۔ تم تو دیکھ ہی چکے ہو کہ میں دو سا کا باپ بھی ہوں۔"

"اس کے باوجود کنور مہتاب علی آپ کی شخصیت واقعی اتنی دلکش ہے کہ اس کا اف کرنا ہوگا۔ میں نے اس عمر میں اتنا خوبصورت شخص اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا قبیلہ نیل کنٹھ نے بھی آپ ہی کا انتخاب کیا۔"

"شکریہ فیروز......... لیکن تم یقین کرو' میں ان دنوں بے حد فکر مند ہوں۔"

"اپنی فکروں کا پچھتر فیصد حصہ میرے حوالے کر دیجئے کنور مہتاب علی صاحب۔ اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کر دوں گا۔"

"مجھے یقین ہے۔"

"تو پھر آپ کب روانہ ہو رہے ہیں؟ میرا مطلب ہے مہتاب پور؟"

"میرا خیال ہے اب مجھے مزید انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ تم اس دوران اپنے آر مستحکم کرو گے اور اپنا خیال بھی رکھو گے۔ کیونکہ نصیر بیگ بہت منتقم المزاج آدمی ہے۔

"آپ فکر نہ کریں۔ ویسے بھی میں اسے پچھا بنا چکا ہوں۔" فیروز نے مسکر ہوئے کہا اور کنور مہتاب علی بھی مسکرانے لگا۔

دادی اماں کے پیٹ میں بات بھلا کہاں رکتی۔ سر ہدایت اللہ نے جس اعتماد سے یہ بات کہی تھی کہ بچی عرشی کی نہیں ہے اور یہ صرف عرشی کی شرارت ہے' دادی اماں کے پیٹ میں نہیں سما رہی تھی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ مرد ذات ہے' بھلا اسے عورت کی کمزوریوں کے بارے میں کیا معلوم' لیکن بہرحال ہدایت اللہ عرشی کے باپ تھے اور ان سے ان کی یہ حیثیت چھینی نہیں جا سکتی تھی۔ ناظمہ بیگم چونکہ کمرے سے باہر نکل گئی تھیں' دادی اماں تھوڑی دیر کے بعد وہاں پہنچ گئیں۔

"اے ناظمہ سنا تم نے؟"

"اماں بی' اتنا سن چکی ہوں کہ اب مزید کچھ سننے کی سکت نہیں رہی مجھ میں...." ناظمہ بیگم نے نڈھال لہجے میں کہا۔

"ارے سنو تو سہی' ہدایت اللہ تو کچھ اور ہی کہہ رہا ہے۔"

"وہ عاقبت نا اندیش ہیں اماں بی۔ آپ ہمیشہ سے انہیں جانتی ہیں۔ سنجیدہ سے سنجیدہ بات کو بھی کبھی وہ سنجیدگی سے نہیں سنتے۔ اب آپ دیکھ لیجیے' ہم تو دہشت سے مرے جا رہے ہیں' لیکن ان کی پیشانی پر شکن تک نہیں ہے۔"

"ارے سن تو لو میں کیا کہہ رہی ہوں۔"

"سنا دیجیے' سنا دیجیے۔ میں جانتی ہوں کوئی سنجیدہ بات نہیں ہو گی۔"

"واہ' کم از کم بات سن لیا کرتے ہیں' حد سے آگے بڑھ کر نہیں بولتے.......... بھی تو بیٹا ہے وہ.........."

"ہاں اماں بی' اس لئے ان کے بارے میں آپ سے کچھ کہتے ہوئے خیال رکھتی ہوں۔ ماں کے دل کو جانتی ہوں۔ لیکن آپ یقین کیجئے میں نے کبھی آپ کے اور ان کے معاملے میں کوئی مداخلت نہیں کی۔ لیکن اب جب یہ بپتا پڑی ہے ہم پر' تو کیسے برداشت کروں؟ کیسے صبر کروں؟ کیسے خاموش رہوں؟ ذمہ داری ان کی ہے اور مشکل کا شکار ہم لوگ ہیں' اب آپ دیکھئے نا وہ.........."

"ناظمہ بیگم' تمہیں خدا کا واسطہ' سن تو لو میں کیا کہہ رہی ہوں۔" دادی اماں نے کسی قدر ناراض ہو کر کہا تو ناظمہ بیگم سنبھل گئیں اور کہنے لگیں۔

"جی.........بہلا پھسلا دیا ہوگا آپ کو بھی انہوں نے۔ بس اپنی ذمہ داریوں سے بچنا چاہتے ہیں۔"

"توبہ ہے' خدا تمہیں نیکی دے' جب بولنے پر آتی ہو تو ایسے بولتی ہو کہ دوسرے کو بولنے کا موقع ہی نہیں دیتیں۔ بوا وہ کہہ رہا ہے کہ بچی عرشی کی نہیں ہے۔"

"پھر کس کی ہے؟"

"وہ یہ کہتا ہے کہ عرشی کو وہ سب لوگوں سے زیادہ جانتا ہے۔"

"ہاں ہاں' ضرور جانتے ہوں گے۔ جان چھڑانے کے لئے کچھ نہ کچھ کہنا تو ضروری ہوتا ہے نا' مگر پھر آپ بتائیے کہ کیا کہتے ہیں وہ بچی کے بارے میں؟"

"کہتا ہے ہم لوگ بالکل بے فکر رہیں۔ دودھ کا دودھ' پانی کا پانی ہو جائے گا۔ وہ اعتماد سے کہتا ہے کہ عرشی شریر بے شک ہے' لیکن بدکار نہیں ہے۔"

"بدکار بھی وہ بے شک نہیں ہے' کیونکہ اس نے جاوید سے شادی کی ہے۔"

"ارے بوا' اب یہ بتاؤ ہم کیا کریں؟"

"خاموشی ہو جائیے' اماں بی' خاموش ہو جائیے۔ میں یہ کہتی ہوں کہ ان کے سامنے یہ بات صاف صاف کہہ دی جائے کہ اب ہم دنیا والوں کو یہ بتائے دیتے ہیں کہ ہماری بیٹی

نے یہ گل کھلایا ہے۔"

"ارے توبہ کرو خدا سے ناظمہ' ماں ہو عرشی کی' ایسی بات منہ سے نکالو گی؟"

"تو پھر بتائیے' جب دنیا کے منہ سے یہ بات ہمارے کانوں تک پہنچے گی' اس وقت یک رہے گا؟"

"کیا کروں ناظمہ میں تو سچ مچ سخت پریشان ہو گئی ہوں۔ سوچ رہی تھی کہ ہدایت ہد کو بتاؤں گی' وہ کچھ کرے گا' اس کم بخت کو پکڑے گا جس کا نام جاوید ہے۔ کوئی نہ کوئی ل نکل آئے گا' مرد ذات ہے۔ لیکن وہ تو سرے سے یہ بات ہی تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے کہ بچی عرشی کی ہے۔"

"مگر وہ اسے اغواء کر کے کہاں لے گئی ہے' یہ پتہ چلا؟"

"لو بوا' جو پتہ تمہیں چل سکتا ہے' کہیں مجھ پتہ چل سکتا ہے؟ کچھ نہیں پتہ بابا' کچھ بھی نہیں.........باپ بیٹی میں بھی کوئی بات نہیں ہو رہی.........دیکھو کیا ہوتا ہے؟"

"ہاں بس اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں ہم کہ دیکھو کیا ہوتا ہے۔" ناظمہ بیگم نے کہا اور اماں بی خاموش ہو گئیں۔

عرشی دن بھر گھر پر ہی رہی تھی، لیکن اپنا کمرہ بند کیے۔ لنچ پر بھی وہ نہیں آئی تھی۔ ویسے بھی سرہدایت اللہ کسی کام سے گھر سے باہر نکل گئے تھے۔ شام کو ساڑھے چھ بجے وہ گھر واپس آئے۔ چائے کا وقت بھی نکل چکا تھا، لیکن رات کو عرشی ڈنر پر موجود تھی۔ وہی ہشاش بشاش چہرہ، کوئی تردد نہیں تھا اس کے چہرے پر شفاف آنکھیں، مسکراتے ہوئے بے داغ ہونٹ۔ سرہدایت اللہ بھی ڈنر ٹیبل پر موجود تھے، مسکراتی نگاہوں سے عرشی کو دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں ایک ایسی چبھن تھی کہ عرشی نگاہیں جھکائے بغیر نہ رہ سکی۔ ویسے یہ بات تو وہ بھی اچھی طرح جانتی تھی کہ ہدایت اللہ کو ساری تفصیلات معلوم ہو گئی ہوں گی اور انہیں پتہ چل گیا ہو گا کہ بچی کو جس طرح اغواء کیا گیا تھا اسی طرح دوبارہ اغواء کیا گیا ہے۔ بہرحال کھانا خاموشی سے سے کھایا گیا۔ اماں بی اور ناظمہ بیگم تو بس جلی کٹی سی رہتی تھیں، لیکن شکر تھا کہ اس وقت انہوں نے کوئی موضوع نہیں نکالا۔ البتہ ڈنر کے بعد سرہدایت اللہ، عرشی سے بولے۔

"مس عرشی ہدایت اللہ' آپ کے تو نیاز حاصل کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ نہ صبح ناشتے پر، نہ دوپہر لنچ پر، کہیں پتہ ہی نہیں چل سکا آپ کا۔"

"وہ ڈیڈی، بس آپ اپنے طور پر مصروف رہتے ہیں۔ میں نے بھی اپنے لئے مصروفیات تلاش کر لی ہیں۔"

"حضور والا! ان ساری باتوں کو اپنی جگہ رکھا جائے، لیکن ہمارے کچھ حقوق بھی تو آپ پر؟"

"کیوں نہیں ڈیڈی۔"

"تو پھر ان حقوق کی ادائیگی کیوں نہیں ہوتی؟"

"آپ بتایئے مجھے ڈیڈی، کوئی حکم ہو تو دل و جان سے حاضر ہوں۔"

"آپ اپنے دل و جان سمیت ذرا ہمارے کمرے میں تشریف لے آیئے گا۔" ہدایت اللہ نے کہا۔

"آیئے۔ ہمیں پتہ ہے کہ اگر ہم آپ کو یہ ہدایت کر کے اپنے کمرے میں چلے گئے پھر شاید آج رات اور کل دن بھر آپ کو دوبارہ نہ پا سکیں۔"

عرشی کے ہونٹوں پر ایک بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے لئے، دوسرے لمحے اس نے اس مسکراہٹ کو چھپا لیا اور خاموشی سے گردن جھکا کر ہدایت اللہ کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ سرہدایت اللہ اسے اپنے کمرے میں لے گئے اور اس کے بعد انہوں نے دروازہ بند کر دیا۔

"مم ماریں گے ڈیڈی؟"

"جی یہی ارادہ ہے میرا۔"

"نن نہیں۔ دیکھئے مجھے مار پیٹ سے بہت خوف محسوس ہوتا ہے۔"

"تشریف رکھئے۔"

"بٹھا کر ماریں گے؟"

"عرشی، شرارت نہیں بھئی۔"

"آپ کا رویہ تو خاصا اچھا معلوم ہوتا ہے۔"

"کیوں بیٹے، میرا رویہ کبھی آپ کے خلاف بھی رہا ہے؟"

"نن نہیں، میرا یہ مطلب نہیں ہے، لیکن لیکن........"

"ہاں موجودہ حالات میں آپ نے ذرا سا چکر ضرور چلا دیا ہے، بلکہ ہمیں چکرا دیا

ہے۔“

”کک کون سے موجودہ حالات؟“

”عرشی ایک بات کہیں تم سے؟“

”جی ڈیڈی؟“

”دیکھو، ہم نے ہمیشہ یہ محسوس کیا ہے کہ ہم باپ بیٹی گہرے دوست ہیں، کیا تم نے اپنے دل میں ہماری یہ دوستی ختم کر دی ہے؟“

”بالکل نہیں ڈیڈی۔ میں ہمیشہ آپ کی عزت کرتی ہوں۔“

”ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ تم ہماری عزت کرتی رہو۔“

”کوئی گستاخی ہو گئی مجھ سے ڈیڈی؟“

”نہیں ہوئی ہے، لیکن خطرہ ہے۔“

”گستاخی کا؟“

”ہاں۔“

”نہیں ڈیڈے، میں آپ کی شان میں کبھی کوئی گستاخی نہیں کر سکتی، کیونکہ میں دل و جان سے آپ کی عزت کرتی ہوں۔“

”واقعی؟“

”ہاں ڈیڈی۔“

”چلو تو پھر ثبوت دو۔“

”جی ڈیڈی؟“

”وہ بچی کون ہے؟“ سر ہدایت اللہ نے پوچھا اور عرشی گردن اٹھا کر انہیں دیکھنے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

”کک کون سی بچی؟“

”وہی جسے پہلے میں نے اغواء کیا تھا اور بعد میں تم نے اسے واپس لے لیا۔“

”ڈیڈی وہ.....وہ.....میری.........“

”عرشی، صرف دو لفظوں میں فیصلہ کر لو، جانا چاہو تو باہر جا سکتی ہو، ورنہ میں سچائی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“

”اس سچائی کا صلہ مجھے کیا ملے گا ڈیڈی؟“

”محبت، اعتماد اور وہ سب کچھ جو تم چاہتی ہو۔“

”بس ڈیڈی، ذرا تفریح کا موڈ بن گیا تھا۔“

”تفصیل مائی ڈیئر، تفصیل۔“

”آپ جانتے ہیں ڈیڈی میں ایڈونچر پسند ہوں، آپ اپنے طور پر بڑی بڑی مہمات سر کرتے ہیں، میں اپنے طور پر تھوڑی سی تفریحات کر لیا کرتی ہوں۔ اب کیا کروں آپ نے تو کبھی مجھے موقع ہی نہیں دیا۔ صرف وعدوں پر ٹالتے رہے ڈیڈی۔ میں نے اخبارات کے لئے فیچر لکھنے شروع کر دیئے اور ان میں ذرا منفرد طریقہ کار اختیار کیا میں نے۔ یعنی جس شعبے کے بارے میں لکھا پہلے اس میں گھس کر دیکھا۔ میرے فیچر کافی کامیاب کہے جاتے ہیں۔ تو ڈیڈی پچھلے دنوں میں فقیروں کی زندگی پر فیچر لکھ رہی تھی کہ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا اور وہ بڑا انوکھا واقعہ تھا۔“

”کیا؟“

”میں آپ کو بتاتی ہوں۔“ عرشی نے کہا اور پھر اس نے شروع سے لے کر آخر تک تمام داستان سنا دی جس کا تعلق بچی سے تھا۔ اس داستان میں مہتاب پور ہاؤس کا قصہ بھی تھا اور وہ ساری تفصیل جو بعد میں پیش آئی تھی، سر ہدایت اللہ آنکھیں اور منہ پھاڑے تفصیل سنتے رہے اور اس کے بعد وہ گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ عرشی خاموشی سے ان کی صورت دیکھ رہی تھی۔ بہت دیر تک سر ہدایت اللہ سوچوں میں ڈوبے رہے۔ پھر انہوں نے گردن اٹھا کر کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تم اس بچی کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں؟“

”جی!“

”ہاں.........تم اس بچی کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔ تمہیں یہ تک علم نہیں

ہے کہ وہ کون ہے؟"

"ہاں ڈیڈی' اس کا تو میں اعتراف کرتی ہوں۔ آپ نے خود میری باتوں سے اندازہ لگالیا ہو گا کہ بس وہ اتفاقیہ طور پر ہی میرے ہاتھ آگئی تھی اور اس کے بعد مجھے کبھی یہ پتہ نہیں چل سکا کہ اس کے ماں باپ کون ہیں اور وہ کس کی بچی ہے۔ بڑا پراسرار معاملہ ہے ڈیڈی۔ بارہا مجھے یہ خوف محسوس ہوا کہ کہیں میں کسی مصیبت میں نہ پھنس جاؤں' لیکن آپ جانتے ہیں کہ میں فطرتاً دلیر ہوں اور مصیبتوں کی زیادہ فکر نہیں کرتی۔ میں نے سوچا کہ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

"ہو.........ہنہ.........اگر میں تم سے یہ کہوں کہ بچی کو تم سے زیادہ میں جانتا ہوں تو؟"

"میں سمجھتی ہوں ڈیڈی کہ آپ جھوٹ کس طرح بولتے ہیں اور آپ کے سچ بولنے کا انداز کیا ہے؟"

"اس وقت کیا محسوس کر رہی ہو؟"

"آپ سچ بول رہے ہیں...یقیناً.........."

"مجھے تمہارے اعتماد پر خوشی ہے۔ ہاں عرشی میں سچ بول رہا ہوں۔ وہ بچی انتہائی پراسرار شخصیت کی مالک ہے۔ اس ننھی سی عمر میں وہ اتنی حیرت ناک ہے کہ اگر تم خود اس کے بارے میں سنو گی تو متعجب رہ جاؤ گی۔"

"آپ اسے جانتے ہیں ڈیڈی؟"

"نہ جانتا ہوتا تو اس کے لئے اتنی تگ و دو کیوں کرتا۔ میں بھی تمہاری والدہ اور دادی کی طرح اسی بات پر غور کرنے لگتا جو تم نے کہا ہے۔"

"نہیں ڈیڈی.........وہ سب تو خیر بنڈل بازی تھی' آپ کو اس کا اندازہ ہے کہ میں بدکردار نہیں ہوں۔"

"یہ بات میں نے پہلے ہی تمہاری دادی اماں اور اماں سے کہہ دی تھی۔"

"لیکن ڈیڈی آپ.........آپ کی بات میرے لئے بڑی سنسنی خیز ہے۔"

"نہیں تمہیں تفصیل بتاتا ہوں' مختصر الفاظ میں یہ سن لو کہ وہ بچی افریقہ کے وحشی قبائل میں سے ایک قبیلے کی سربراہ ہے۔" سرہدایت اللہ نے کہا اور عرشی آنکھیں پھاڑ کر انہیں دیکھنے لگی۔ پھر وہ بے اختیار ہنس پڑی۔

"اور اس کی عمر چوبیس ہزار سال ہے۔ وہ ہر سال کے پہلے مہینے میں آگ میں نہاتی ہے اور اس کے بعد امر ہو جاتی ہے۔ قرطیس اس کی تلاش میں سرگرداں ہے اور وہ ابھی تک اسے نہیں ملی۔ آپ مجھے کون سی کہانی سنا رہے ہیں ڈیڈی؟"

"تم نے بالکل ٹھیک پہچانا۔ یہ کہانی بھی ویسی ہی کہانیوں میں سے ایک ہے۔"

"پلیز ڈیڈی' ہم لوگ ایک معاہدے کے تحت بات کر رہے ہیں۔"

"اور معاہدے میں یہ بھی شامل ہے کہ ہم ایک دوسرے سے جھوٹ نہیں بولیں گے۔" سرہدایت اللہ نے سخت لہجے میں کہا۔

"تت.........تت.........تو کیا واقعی.........واقعی سربراہ.........مگر.........مگر کیا جو کچھ وہ نظر آتی ہے وہ نہیں ہے۔"

"وہی ہے۔ عرشی جو کچھ وہ نظر آتی ہے بالکل وہی ہے۔ ایک معصوم سی نومولود بچی۔ جس کی اپنی سوچ ابھی کچھ نہیں ہے' لیکن یہ بھی ایک سچ ہے کہ وہ اس ننھی سی عمر میں ایک قبیلے کی سربراہ ہے۔ تم نے کبھی اسے غور سے دیکھا ہے؟"

"کیوں نہیں۔"

"کبھی اس کا بدن دیکھا ہے؟"

"کیا آپ اس کی پشت پر بنے ہوئے نیل کنٹھ کے نشان کی جانب توجہ دلانا چاہتے ہیں مجھے؟"

"ونڈر فل.........اس کا مقصد ہے کہ تمہاری نگاہیں بھی بہت تیز ہیں۔"

"جی ڈیڈی' وہ نشان حیرت ناک ہے میرے لئے!"

"ہاں اور یوں سمجھ لو کہ سارا کھیل اسی نشان کا ہے۔"

"وہ ہے کیا چیز؟"

"ایک قبیلے کی شناخت۔ قبیلہ نیل کنٹھ کے نام سے پہچانا جاتا ہے اور وہ کانگو کے نواحات میں ایک ایسی جگہ موجود ہے جسے کوئی بھی ملک اپنی ملکیت نہیں قرار دے سکتا۔ بس ایک نہایت پراسرار راستہ جو کئی ملکوں سے ہو کر گزرتا ہے۔ قبیلہ افریقہ کے بالکل اندرونی علاقوں میں واقع ہے اور وہاں تک عام انسانوں کی پہنچ نہیں۔ یہ بچی اس قبیلے کی سربراہ عورت کی بیٹی ہے اور مستقبل کی حکمران' بلکہ یہ سمجھو کہ یہ حکمرانی اسے مل چکی ہے۔ جوان ہو کر وہ یہ حکمرانی سنبھال لے گی اور اس وقت تک قبیلے کا وچ ڈاکٹر اسے وان چڑھائے گا۔"

"آہ ڈیڈی' کتنی پراسرار' کتنی انوکھی کہانی ہے' لیکن....... لیکن کچھ اور آگے بڑھیے۔"

"اس کا تعلق کنور مہتاب علی سے ہے۔ تم نے مہتاب پور ہاؤس کا تذکرہ کیا ہے نا....... کنور مہتاب علی' مہتاب پور کے بہت بڑے رئیس ہیں....... ایک مہم جو' جو میرے ساتھ اس مہم میں شریک تھے۔ میں بھی تمہیں تمہاری ہی کہانی کی ہم پلہ ایک کہانی سناتا ہوں۔" سرہدایت اللہ نے کہا اور پھر ایک پراسرار کہانی عرشی کے سامنے دہرا دی۔ جس میں وہ تمام کردار موجود تھے جو اس مہم میں شریک تھے۔ عرشی حیرت و دلچسپی سے منہ پھاڑے یہ داستان سن رہی تھی....... بہت دیر تک اس داستان کے ختم ہونے کے باوجود وہ خاموش رہی اور خیالوں میں ڈوبی رہی۔ سرہدایت اللہ نے کہا۔

"اور اب تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ تم ایک نہایت انوکھی شخصیت کو اپنی تحویل میں رکھے ہوئے ہو۔"

"واقعی ناقابل یقین سی کہانی ہے ڈیڈی۔"

"لیکن میں بیان کر رہا ہوں اور سچ کے ان رشتوں کے درمیان جو میرے اور تمہارے درمیان قائم ہیں۔"

"ڈیڈی' کمال ہے....... لیکن کیا اس بچی کو واپس اس قبیلے میں نہیں پہنچایا جائے گا۔؟"

"وہ کنور مہتاب علی کے ہاتھ سے نکل چکی ہے' اب مجھے اندازہ ہو گیا ہے......... ں کنور مہتاب علی لازمی طور پر اس بچی کو اس قبیلے تک پہنچائے گا.........اور پھر میں ں کہہ سکتا کہ ان واقعات سے اس کا کتنا رابطہ ہے۔ بہرحال یہ ہے اس بچی کی ساری انی۔"

"اوہ میرے خدا' میں نے تو کبھی خوابوں میں بھی یہ بات نہیں سوچی تھی۔ ی...ڈیڈی......... کیا ہم اس بچی کو لے کر اس قبیلے تک نہیں جا سکتے؟"

"ہم؟"

"ہاں۔"

"تو کیا تم بھی؟"

"ہاں ڈیڈی' میں بھی۔"

"نہیں....میں ان راستوں سے گزر چکا ہوں۔ جو مشکلات ان راہوں میں آتی ہیں ا کے لئے میں کسی بھی طور تمہارے لئے رسک نہیں لے سکتا۔"

"نہیں ڈیڈی' یہ رسک آپ کو لینا پڑے گا۔"

"نہیں عرشی' ممکن نہیں ہے بیٹے۔ اگر ممکن ہوتا تو یوں سمجھ لو میں تمہاری اس ہش کی تکمیل ضرور کرتا۔"

"ڈیڈی بات بگڑ جائے گی ذرا۔"

"نہیں عرشی' میں تم سے سچ کہہ رہا ہوں۔"

"دیکھئے' ڈیڈی' ہم نئی نسل کے لوگ ہیں' ہم یہ سمجھتے ہیں کہ والدین کے حقوق کیا تے ہیں' لیکن ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہمارے کیا حقوق ہوتے ہیں۔ آپ میرے ڈیڈی ا' لیکن یہاں صورت حال ایسی آ گئی ہے کہ میں آپ سے صرف اس شکل میں تعاون کر تا ہوں جب بات میری مرضی کے مطابق ہو۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"آپ کو بچی چاہیے؟"

”یقینا“.......... وہ ایک بہت بڑا کردار ہے اور ایک بہت دلچسپ بات ہے کہ بالکل اتفاقیہ طور پر میں کنور مہتاب علی سے سودے بازی کی پوزیشن میں آگیا ہوں‘ کیونکہ بچی اس وقت ہمارے تحویل میں ہے۔“

”اس وقت آپ لفظ ”ہماری“ نہ استعمال کریں ڈیڈی‘ بچی میری تحویل میں ہے اور آپ کو علم نہیں ہے کہ وہ کہاں ہے۔“ عرشی کا لہجہ بے حد سخت تھا۔

”تو پھر؟“

”پھر یہ کہ اگر آپ نے مجھ سے سودا نہ کیا تو بچی آپ کو نہیں مل سکے گی۔“

”گویا تم اسے مجھے دینے سے انکار کردو گی؟“

”جی ڈیڈی ایسا ہی ہو گا۔“

”لیکن کیوں؟“

”اس لئے کہ میں بھی اس مہم میں شریک ہونا چاہتی ہوں ا[illegible]را الگ گروپ ہو ڈیڈی۔ آپ مجھے آزما دیکھئے ....میں اگر آپ کے لئے [illegible] ین گروپ نہ ثابت ہو تو میرا نام بدل کر رکھ دیجئے گا۔“

”عرشی اس مہم میں بے پناہ خطرات ہیں۔

”میں آپ کی بیٹی ہوں ڈیڈی‘ میر[illegible]دن میں خطرات [illegible]دں کے جراثیم ہیں۔ آپ نے میری اس کہانی [illegible] لگایا۔ میں اپنے د[illegible] حاوی ہونا جانتی ہو اور ڈیڈی اب میں اچھی طرح سمجھ گئی [illegible] کہ وہ شخص جس نے اس رات مجھ پر [illegible]کرایا تھا اور مجھے فقیرنی کی حیثیت سے پکڑ کر لے گیا تھا مرزا نصیر بیگ کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ سو فیصد ڈیڈی‘ یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے۔“

”ڈیڈی‘ آپ سوچتے کیوں نہیں۔ جب آپ کنور مہتاب علی سے بھی سودے با[illegible] کرنا چاہتے ہیں تو آپ یہ کیوں سوچتے ہیں کہ وہ آپ سے ایک باعزت سودا کرلیں گے۔ ہو سکتا ہے وہ بہت اچھے انسان ہوں‘ لیکن اس قسم کے معاملات ذرا مختلف ہی ہوا کرتے ہیں۔ آپ ان سے صرف یہ سودا کریں گے کہ بچی ایک مخصوص مقام پر لے جا[illegible]ران

[illegible] جاسکتی ہے اور اس مخصوص مقام کا تعین آپ کریں گے ڈیڈی‘ لیکن اس شرط کو اس قبیلے میں پہنچانے کے بعد اس کا جو صلہ ملے گا اس میں کئی گروپ آپ کے ہوں گے‘ جن میں سے ایک میں بھی ہوں گی ڈیڈی......... اگر آپ بچی کو اپنی [illegible] رکھیں گے تو کسی بھی وقت کوئی بھی گروپ آپ کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس [illegible]ں میرا گروپ الگ ہو گا اور بچی میرے پاس ہوگی۔ میں اس انداز میں سفر کروں [illegible]ئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس طرح بچی محفوظ رہے گی‘ ورنہ آپس کی چپقلش میں سودے بازی بھی ختم ہو سکتی ہے۔“

[illegible]سر ہدایت اللہ نے‘ اس انداز میں نہیں سوچا تھا۔ وہ چونک کر عرشی کو دیکھنے [illegible] دیر خاموش رہے‘ پھر بولے۔“

[illegible]آئیڈیا تمہارا بہت اچھا ہے‘ لیکن تمہارا گروپ؟“

[illegible]بہت مختصر ہو گا ڈیڈی......... بلکہ ہو سکتا ہے میں آپ ہی کو اپنا گروپ قرار دوں [illegible]ئی نیا منصوبہ بنالیں۔“

[illegible]مجھے سوچنے کے لئے کچھ وقت دو عرشی‘ میں سوچنا چاہتا ہوں؟“

[illegible]ضرور سوچئے ڈیڈی.... لیکن آپ کو اندازہ ہونا چاہیے کہ آپ کی سوچیں کیا ہوں

[illegible]مطلب؟“

[illegible]مطلب یہ ہے کہ سارے رشتے‘ ساری محبت‘ ساری عزت‘ سارا احترام اپنی [illegible]... لیکن بات اس شرط پر طے ہوگی کہ آپ اس مہم میں مجھے پورا پورا موقع دیں [illegible]... ورنہ بچی آپ کو کبھی نہیں ملے گی ڈیڈی......... میں دیوانی لڑکی مشہور ہوں بلی[illegible]ں رکھتی ہوں......... کھاؤں گی نہیں تو لڑھکا دوں گی۔ بچی کو اس طرح غائب [illegible]گی کہ آپ میں سے کوئی بھی مہم جو اسے نہیں پا سکے گا۔ اور پھر ان الفاظ میں [illegible] بے شک ہے ڈیڈی......... لیکن لچک نہیں ہے......... آپ اپنے اندر بھی تھوڑی [illegible] پیدا کیجئے۔“

"عرشی!"

"جی ڈیڈی........ اس وقت صاف بات ہو رہی ہے تو مجھے بھی اس کا موقع دیجئے کہ میں بھی لگی لپٹی بات نہ کروں۔"

"بھئی میں تم سے کہہ تو چکا ہوں کہ مجھے سوچنے کے لئے تھوڑا سا وقت دے دو۔"

"ضرور ڈیڈی' آج کی رات باقی ہے۔ کل صبح آپ ناشتے کے بعد مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کریں گے اور فیصلہ میرے حق میں ہی ہونا چاہیے۔"

عرشی کا لہجہ اتنا سخت تھا کہ سر ہدایت اللہ اسے گھورتے رہے پھر ایک دم ہنس پڑے۔

"واقعی تم تو بہت خطرناک ہوگئی ہو عرشی۔"

"میرا شوق ہے ڈیڈی۔ میں اپنے شوق کی تکمیل چاہتی ہوں۔ اور آپ زبردستی مجھے ایک نازک اندام لڑکی بنانے پر تل گئے ہیں' کبھی میرے جوہر دیکھئے۔ آپ بھی کیا یاد کریں گے۔"

"وہ تو دیکھ رہا ہوں۔" سر ہدایت اللہ نے محبت بھرے انداز میں کہا۔ پھر ایک دم قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

"کیوں ڈیڈی' ہنسے کیوں آپ؟"

"میں غور کر رہا ہوں ان خواتین پر جو کبھی اس بات پر یقین نہیں کریں گے کہ وہ تمہاری بچی نہیں ہے بلکہ یہی سوچتی رہیں گی کہ میں نے صورت حال کو چھپالیا ہے۔"

عرشی بھی ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔

"آپ یقین کیجئے ڈیڈی' کیا مزہ آتا تھا اس وقت جب میں بچی کو کندھے سے لگائے لگائے پوری کوٹھی میں پھرتی تھی اور دادی اماں اور اماں بی اس چکر میں رہتی تھیں کہ مجھے چادر میں چھپائے چھپائے پھریں تاکہ کسی کو یہ علم نہ ہو سکے۔" سر ہدایت اللہ ہنسنے لگے پھر بولے۔

"نہیں بیٹی' وہ اس ماحول کی پروردہ ہیں اور سچ بات یہ ہے کہ ابھی ہمارا ماحول اپنی

بات کا حامل ہے۔ ان کا بھی کوئی قصور نہیں ہے اور تمہارا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ کبھی میری بات پر یقین نہیں کریں گی' لیکن خیر اب اتنی گنجائش تو نہیں بھی رہی ہے۔ ویسے وہ بچی کہاں ہے؟"

"جناب ڈیڈی صاحب' ایک دوسرے کے ساتھ فریب کرنے کی نہیں ہو رہی، پہلے میرے حق میں فیصلہ کریں' اس کے بعد بات آگے بڑھے گی۔"

"تمہارا اگر وہ کون سا ہوگا"

"اس کا بھی فیصلہ کروں گی' لیکن اس وقت جب آپ مجھے لائن کلیئر دیں گے۔" ٹی نے کہا اور ہدایت اللہ پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگے۔

عالم آراء نے اخبار بند کر دیا۔ اس کی ذہنی کیفیت بے حد خراب ہو گئی تھی۔ اخبار میں جو تفصیل تصاویر کے ساتھ درج تھی وہ عالم آراء کے لئے بہت دیر تک ناقابل یقین رہی۔ کنور مہتاب علی آزاد منش تھا' عالم آراء اسے بے حد چاہتی تھی اور اس میں کوئی شک بھی نہیں کہ کنور مہتاب علی عمر کی اس منزل میں بھی ہزاروں جوانوں سے بہتر تھا۔ اس کی بلند و بالا شخصیت' چہرے کے دلکش نقوش' بڑی بڑی حسین آنکھیں' پروقار شخصیت انتہائی جاذب نگاہ تھی اور عالم آراء اس پر فخر کرتی تھی۔ لیکن تمام تر باتوں کے باوجود اپنی محبت میں کسی کو شریک کرنا عورت کے لئے شاید دنیا کی سب سے کرب ناک کیفیت ہوتی ہے۔ اس نے اپنی تمام تر محبتوں کے ساتھ ساتھ کنور مہتاب علی کی شخصیت کو اس کی خواہش کے مطابق زندہ رکھنے کے لئے اس کی راہ میں کبھی رکاوٹ نہیں ڈالی تھی۔ وہ مہم جویانہ فطرت کا مالک تھا اور اس کی زندگی کا دلچسپ ترین مشغلہ یہی تھا کہ جنگل' پہاڑ' دریا اور سمندر کھنگالتا رہے۔ عالم آراء اس کی غیر موجودگی میں سخت دلبرداشتہ ہوتی تھی' لیکن شوہر کی خوشی کے لئے اس نے اپنے آپ کو اس کا عادی بنالیا تھا' ایک عورت ہونے کی حیثیت سے یہ تصور بارہا' اس کے ذہن میں آیا تھا کہ اپنی طویل گمشدگیوں کے دوران کہیں کنور مہتاب علی بھٹک نہ جائے۔ لیکن لاتعداد بار اس نے اس کا تجزیہ کیا تھا اور کچھ ایسا اطمینان ہوا تھا اسے کنور مہتاب علی کی ذات پر کہ وہ مطمئن

ہو گئی تھی۔ کنور مہتاب علی کے بارے میں اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ مہم جوئی اس کی زندگی کا سب سے دلچسپ مشغلہ ہے' لیکن وہ بھٹکنے والوں میں سے نہیں اور کم از کم یہ شعبہ محفوظ ہے۔ اس نے بہت سے تجربات کئے تھے اور ہر بار اسے اطمینان ہی حاصل ہوا تھا' لیکن اس کہانی نے اس کی ذہنی کیفیت تہہ و بالا کر دی تھی۔ اس نے اب تک چھ بار اس کہانی کو پڑھا تھا' سمجھا تھا' غور کیا تھا اور یہ بات بھی اس کے ذہن میں آئی تھی کہ کنور مہتاب علی کے ساتھ قبیلہ نیل کنٹھ میں جو کچھ ہوا' وہ عشق و محبت یا پسند کا معاملہ نہیں تھا' بلکہ ایک مجبوری تھی' لیکن اس کا دل کسی مجبوری کو نہیں مان رہا تھا۔ وہ تو بس یہ سوچ رہی تھی کہ اسکے محبوب کی ذات پر کسی اور کا تصرف بھی رہا ہے اور یہی چیز اسے اندر سے جلا کر خاک کئے دے رہی تھی۔ حالانکہ دونوں بیٹیاں جوان تھیں اور اب عمر کی وہ منزل نہیں تھی جہاں رقابت کا جذبہ شدت اختیار کر جائے' لیکن محبت کی کوئی عمر نہیں ہوتی' عالم آراء بالکل اسی طرح کے احساسات کا شکار تھی جس طرح عالم نوجوانی میں ہو سکتی تھی۔ وہ جلتی جھلستی رہی۔ شفق اور رعنا اپنے مشاغل میں مصروف تھیں۔ عالم آراء کو معاً یہ خیال آیا کہ یہ دونوں بھی یہ اخبار دیکھیں گی اور باپ کی شخصیت کے اس پہلو سے بھی واقف ہو جائیں گی' چنانچہ اس نے جلدی سے اخبار لپیٹا اور تکیئے کے نیچے رکھ دیا۔ اس سے زیادہ اور کیا کر سکتی تھی؟ بہت دیر تک اسے چکر آتے رہے۔ چشم تصور میں وہ سومتی کو دیکھ رہی تھی۔ ایک جنگل کی حسینہ' جس کی ادائیں' عشوے' ناز' کنور مہتاب علی کو لبھا رہے تھے اور کنور مہتاب علی اس کی دلجوئی میں لگا ہوا تھا۔ پھر عالم تصور میں اس کی نگاہوں میں وہ بچی آئی جو بہت مختصر وقت اس کے ساتھ رہی تھی اور بعد میں اس نے اس کے تحفظ کے خیال سے اسے دارالحکومت بھجوا دیا تھا۔ بے چارہ رحمن اور سطوت جہاں اسی چکر میں زندگی کھو بیٹھے۔ بہت غلط ہوا ہے یہ' کنور مہتاب علی نے اپنا مقام کھو دیا میرے دل میں' اور اب اس کے ساتھ وہ رویہ ممکن نہیں ہو گا جو آج تک رہا ہے۔ ہاں سب کچھ برداشت کیا جا سکتا ہے' یہ نہیں جو ہو چکا ہے۔ خواہ کیسے بھی ہوا' لیکن ہوا ہی کیوں؟ زندگی کے اس دور میں تو کنور مہتاب علی کو اسے تنہا نہیں چھوڑنا چاہیے تھا' کیا

مہم جوئی اتنی ہی ضروری ہے کہ محبتوں کا خیال تک ترک کر دیا جائے؟ نہیں کنور مہتاب علی اب یہ سلسلہ جاری نہیں رہ سکے گا۔ یہاں سے عدم تعاون کا آغاز ہوتا ہے۔ میں تم سے اس موضوع پر بات کرنا چاہتی ہوں' سمجھے کنور مہتاب علی۔ میں تم سے اس موضوع پر بات کرنا چاہتی ہوں۔ مجھ سے ملاقات کرو' تمہیں آنا ہوگا۔ ورنہ اگر میں نے یکطرفہ عدم تعاون شروع کر دیا تو شاید تم اسے برداشت نہ کر سکو اور اس کے دل کی آواز کسی پراسرار ذریعے سے کنور مہتاب علی تک پہنچ گئی۔ وہ اس طرح دروازے سے اندر داخل ہوا کہ عالم آراء اسے دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔ یہ ممکن نہیں ہے' یہ تصور ہے' بلاشبہ یہ صرف ایک تصور ہے' اس نے اپنے تصور کو سرد نگاہوں سے دیکھا تو کنور مہتاب علی نے آگے بڑھ کر کہا۔

"خیریت عالم آراء؟ کس طرح بیٹھی ہوئی ہو اور یہ دیوان سرکار کہاں ہے؟ حویلی میں سناٹا کیوں پھیلا ہوا ہے؟"

"کیا تم نہیں جانتے مہتاب علی؟" عالم آراء نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا ہوگیا' بھئی' بچیاں کہاں ہیں؟ یہ بچیاں کہاں گئیں' ارے شفق رعنا......"

کنور مہتاب علی زور زور سے آوازیں دینے لگا اور دونوں لڑکیاں جو نجانے کہاں تھیں دوڑتی ہوئی اندر آگئیں۔"

"اوہ ابو آپ' آپ آگئے' ہمیں پتہ ہی نہیں چلا' اتنی خاموشی سے آپ آگئے۔"

دونوں بچیاں کنور مہتاب علی کے سینے سے لپٹ گئیں اور وہ ان پر اپنی شفقت کی بارش کرنے لگا۔ تب عالم آراء کو ہوش آیا اور اس نے سوچا کہ یہ تصور نہیں حقیقت ہے' بچیوں کی موجودگی میں اس نے خود کو سنبھال لیا اور کھڑی ہوگئی۔

"آپ واقعی بالکل اچانک ہی آئے' میں یقین نہیں کر پائی تھی۔"

"اوہو' تو گویا ہمیں خوابوں میں دیکھا جا رہا تھا؟" کنور مہتاب علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں' میں چشم تصور ہی سے آپ کو دیکھ رہی تھی اور جب آپ اندر آئے تو میں

سمجھی کہ میرا تصور میرے سامنے آکھڑا ہوا ہے۔"

"سب خیریت ہے نا؟" دیوان سرکار کہاں ہے؟

"کسی کام سے گیا ہوا ہوگا' میرے علم میں نہیں ہے۔"

"یہاں کے حالات تو مناسب ہیں؟"

"ہاں۔"

"بھئی کمال ہے' تمہاری سرد مہری دیکھ کر میں یہی سمجھا کہ خدانہ کرے کوئی خاص بات ہوگئی ہے' لیکن اللہ کا احسان ہے کہ سب ٹھیک ہے۔" کنور مہتاب علی نے کہا اور پھر دیر تک وہ بچیوں کے ساتھ گفتگو کرتا رہا۔ بچیوں نے اس سے شکایات کیں فرمائشیں کیں' جن میں اول فرمائش یہ تھی کہ ابو اب آپ مہم جوئی کا یہ سلسلہ ترک کر دیں' ہم آپ کے بغیر بڑی تنہائی محسوس کرتے ہیں' کنور مہتاب علی نے کہا۔

"بیٹے' زندگی میں بس ایک آخری مہم کی اجازت اور دے دو' ایک بار مجھے اور جانا ہے' اتنا ہی اہم مسئلہ ہے' بس اس کے بعد وعدہ کرتا ہوں کہ واپس آکر باقی زندگی تمہارے ساتھ ہی بسر کروں گا اور اپنی بیٹیوں کے پاس سے کہیں نہیں جاؤں گا۔"

عالم آراء غیر معمولی طور پر سنجیدہ نظر آرہی تھی اور کنور مہتاب علی کے ذہن میں بس ایک ہی خیال آرہا تھا کہ عالم آراء اخبار کی کہانی دیکھ چکی ہے۔ بہت دیر تک بچیوں کے ساتھ وقت گزارنے کے بعد اس نے کہا۔

"اچھا بھئی' تم لوگ اب آرام کرو' میں ذرا عالم آراء بیگم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"لڑکیاں چلیں گئیں تو کنور مہتاب علی نے عالم آراء کو دیکھتے ہوئے کہا۔"

"گویا' ہمارے وجود میں اب بھی اتنی کشش باقی ہے کہ آپ ہماری غیر موجودگی میں تم تصور سے ہمیں دیکھتی رہتی ہیں اور ہماری غیر موجودگی کی کسر پوری کر لیتی ہیں؟"

عالم آراء کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی' اس نے کہا۔

"عورت کی ذات کا سب سے بڑا المیہ ہے مہتاب علی کہ وہ مرد کی دلکش باتوں میں

کھو جاتی ہے۔ میں بے شک اسے ناقص العقل تسلیم کرتی ہوں' کیونکہ سب کچھ ہونے کے باوجود وہ اپنے مرد کے سامنے خوش رہتی ہے' حالانکہ مرد اس کے ساتھ انصاف نہیں کرتا۔"

"تمہاری شکایت بجا ہے عالم آراء لیکن بس ایک آخری موقع اور دے دو' جس طرح میں نے اپنی بچیوں سے یہ وقت مانگ لیا ہے' اسی طرح میں تم سے بھی یہ وقت مانگنا چاہتا ہوں۔"

"یہ کسر نفسی ہے یا پھر کوئی اور احساس' ممکن ہے وہ احساس بچیوں کی وجہ سے ہو. انسان بہر طور محبتوں کا ایک جذبہ تو رکھتا ہے۔ بیوی کو دھوکہ دیا جاسکتا ہے' لیکن میرے خیال میں ایک اچھا باپ اپنے بچوں کو دھوکہ نہیں دیتا' کیسی عجیب بات ہے' جسے نوخیزی اور نو عمری میں زندگی سے منسلک کرلیا جاتا ہے وہ زندگی کی آخری سانس تک غیر ہی رہتی ہے اور اس کے وجود کے ٹکڑے شوہر کے اپنے ہوتے ہیں' وہ انہیں اپنی ذات' اپنا خون کہہ سکتا ہے' جب کہ بیوی ہمیشہ ایک غیر خون رہتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں رشتوں کی ترتیب مناسب نہیں ہے' اس میں خامیاں ہیں' کاش وہ خامیاں کبھی دور ہو سکتیں۔"

"عالم آراء' ناراض ہو؟"

"بہت ناراض ہوں' بلکہ ناراض نہ کہو' ناراضگی کے لفظ میں تو من جانے کا تصور ہوتا ہے' میں ناراض نہیں ہوں' دل گرفتہ ہوں' بہت کچھ کھو چکی ہوں اپنا' کھو جانے کے احساس کا شکار ہوں۔"

"بات نہیں بتاؤ گی' بات کیا ہے؟"

"اتنے نابلد نہیں ہو دنیا سے' حالات سے' واقعات سے' تمہاری اچانک آمد یہ بتاتی ہے کہ یہ اخبار تم بھی پڑھ چکے ہو۔" عالم آراء نے تکیئے کے نیچے سے اخبار نکال کر کنور مہتاب علی کے سامنے ڈال دیا اور کنور مہتاب علی سرد سی نگاہوں سے عالم آراء کو دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"ہاں عالم آراء میں یہ اخبار پڑھ چکا ہوں۔"

"میں اس کہانی کا تذکرہ کر رہی تھی جو تمہاری تصویر کے ساتھ اخبار میں چھپی ہے۔"

"ہاں' میں نے وہ کہانی بھی دیکھ لی ہے۔"

"جھوٹ ہے؟"

"نہیں۔"

"خوب' اصل میں کنور مہتاب علی پھر وہی بات کہوں گی کہ عورت ہوں' نا' ان عورتوں میں سے ہوں جنہیں اپنے شوہروں پر اختیار نہیں ہوتا' محبت بے شک کرتی ہوں تم سے' یہ بھی چاہا تھا کہ تم سے دوری نہ رہے' لیکن تم نے جو ذمے داریاں سونپ دیں وہ سنبھالنے پر تیار ہو گئی۔ صرف تمہاری محبت میں' بارہا یہ خیال بھی دل میں آیا کہ تمہاری دلکش شخصیت اوروں کے لئے بھی پسندیدہ ہو سکتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کنور مہتاب علی کہ کوئی تمہیں پسند نہ کرے' لیکن ہاں' یہ امید بھی نہیں رکھتی تھی کہ میرے متاع حیات کو دیمک لگ جائے گی۔ ایک ایسا گھن لگ جائے گا جو.....جو........." عالم آراء کی آواز لڑکھڑا گئی' کنور مہتاب علی آہستہ آہستہ آگے بڑھا' اس نے عالم آراء کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"دیکھو عالم آراء' شاید تمہیں اس بات پر یقین ہو کہ میں نے زندگی میں کبھی تم سے جھوٹ نہیں بولا' میں یہ نہیں کہتا کہ جھوٹ کبھی میری زبان سے نہیں نکلا' لیکن تمہارے سامنے نہیں۔ میں نے تمہیں جن سچائیوں کے ساتھ اپنی زندگی میں شامل کیا تھا' آج بھی وہ سچائیاں زندہ ہیں۔ میں یہ کہانی پڑھ چکا ہوں اور یہ حقیقت ہے کہ اسے پڑھ کر ہی میں تمہارے پاس آیا ہوں' کیونکہ میں جانتا تھا کہ دنیا پر اس کہانی کے اثرات جس انداز میں بھی مرتب ہوں' مجھے ان کی پرواہ نہیں' لیکن میں تمہارے ذہن کو خراب نہیں کرنا چاہتا تھا' اس لئے بہت سی ذمے داریاں چھوڑ کر تمہارے پاس آیا ہوں' کہانی بے شک بالکل درست ہے' لیکن اس کا ایک حصہ جو دنیا بھر کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے' جسے صرف چند افراد جانتے ہیں وہ میں تمہیں اور سنانا چاہتا ہوں' سننا پسند کرو گی۔" عالم آراء

نے نگاہیں اٹھا کر کنور مہتاب علی کو دیکھا اور آہستہ سے بولی۔

"کیا اس حصے میں میری دلجوئی کے کچھ لمحات ہیں' اگر ایسی بات ہے تو میں ضرور سننا چاہتی ہوں۔"

"ہاں وہ حصہ صرف تمہارے لئے ہے اور بالکل سچ ہے' اگر تم نے اس سچ پر کوئی شبہ کیا عالم آراء تو زندگی بھر تم سے گلہ رہے گا' ہاں اپنی تسلی کے لئے ان واقعات کو سننے سے پہلے وہ سب کچھ کر لو جو تمہیں میری بات کا یقین دلا دے۔" عالم آراء کنور مہتاب علی کا چہرہ دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

"میں تمہاری بات پر یقین کروں گی' وعدہ کرتی ہوں۔" کنور مہتاب علی ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھ کر خیالات میں کھو گیا وہ ماضی کی وہ کہانی یاد کرتا تھا جو عجیب و غریب نوعیت کی حامل تھی' عالم آراء کی سوالیہ نگاہیں اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد کنور مہتاب علی نے کہا۔

"جو داستان تم نے اخبار میں پڑھی ہے وہ بالکل درست ہے عالم آراء' کہانی وہاں تک بالکل سچ ہے جہاں نصیر بیگ نے لکھا ہے کہ نیل کنٹھ کے سائی تھول نے مجھے سومتی سے منسلک کر دیا۔ جانتی ہو ان کے ہاں شادی کا طریقہ کیا تھا۔ سائی تھول کی خانقاہ میں مجھے پہنچا دیا گیا اور وہاں مجھے ایک غار میں بند کر دیا گیا۔ سائی تھول نے مجھ سے ملاقات کی بلاشبہ وہ جادوئی قوتوں کا حامل تھا۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا' اس نے سنگالی زبان میں مجھ سے گفتگو کی اور مجھے اپنا ماضی الضمیر بتاتے ہوئے کہا "سو سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا' عبوری حکمران عورت کے ہاں بیٹیاں پیدا ہی نہیں ہوتیں اور اس کا علم کہتا ہے کہ نیل کنٹھ کو نئی حکمران ملے گی' لیکن ابھی کچھ وقت باقی ہے' میں نے یہ تبدیلی کرنے کے بارے میں سوچا ہے' ہم لوگ اجنبیوں کو اپنے درمیان ناپسند کرتے ہیں اور انہیں یا تو بھگا دیتے ہیں یا پھر انہیں قتل کر دیا جاتا ہے۔ لیکن تم اور تمہارے ساتھ جتنے لوگ آئے ہیں' زندگی پا سکتے ہیں' تمہیں واپسی کی اجازت بھی دے دی جائے گی' لیکن تمہیں قبیلے کی اس لڑکی سے جسے عبوری حکمرانی سونپ دی گئی ہے شادی کرنا ہوگی' اور اگر اس کے ہاں بیٹی پیدا ہو گئی تو

تمہیں انعام و اکرام دے کر واپسی کی اجازت دے دی جائے گی' لیکن اگر بیٹا پیدا ہوا تو تمہیں بغیر انعام کے یہاں سے جانا پڑے گا' دونوں صورتوں میں تمہاری زندگی کی ضمانت دی جا سکتی ہے۔" میں سخت پریشانی کے عالم میں تھا' لیکن جانتا تھا کہ کچھ کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہے' چنانچہ میں نے گردن خم کر دی اور پھر مجھے سومتی سے منسلک کر دیا گیا' جانتی ہو کس طرح ہمیں مقدس درخت کے پاس لے جایا گیا۔ درخت کے چند پتے توڑ کر ہمارے گئے' میں ہار بنا کر ڈالے گئے۔ ان میں سے ایک ہار سومتی نے میری گردن میں ڈالا' دوسرا میں نے اس کی گردن میں۔ پھر سائی تھول نے ہمارے ہاتھ ایک دوسرے کے ہاتھ میں دیئے اور ہماری کلائیوں میں کانٹا چبھو کر سوراخ کئے گئے اور ہم دونوں کے زخم یکجا کر دیئے گئے۔ اس طرح ہم ایک دوسرے کی زندگی کے ساتھی بن گئے۔ سومتی بہت خوبصورت لڑکی تھی' بے حد حسین' جنگل کا پھول' جنگلی حسن کا شاہکار' لیکن اس کی آنکھوں میں غم و اندوہ کے تاثرات تھے' اس نے ایک بار بھی نظر اٹھا کر مجھے نہیں دیکھا تھا' میں خود بھی اس کے لئے پرشوق نہیں تھا' کیونکہ میری زندگی کی ساتھی بھی کم خوبصورت نہیں ہے اور میں مکمل ذہنی اور جسمانی طور پر اس سے آسودہ ہوں۔ ہم دونوں کو ایک کشادہ جھونپڑے میں پہنچا دیا گیا۔ بہت وسیع احاطے میں یہ جھونپڑا بنا ہوا تھا۔ تم ایک طرح سے اسے سرداری محل کہہ سکتی ہو' بہت سے لوگ وہاں موجود تھے جو ہماری خدمت گزاری پر مامور تھے' محل کو بہت عمدگی سے سجایا گیا تھا اور نجانے کیا کیا اس میں بھر دیا گیا تھا' غرضیکہ سومتی دلہن بنی ہوئی میرے قریب میں آ گئی۔ ہم دونوں تنہا تھے اور اس رات قبیلہ نیل کنٹھ کی تقدیر کا ایک اہم فیصلہ ہونے والا تھا' ان لوگوں کا یہی خیال تھا' بہرحال سومتی نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا' دیکھتی رہی' لیکن ان آنکھوں میں شوق نہیں تھا' بلکہ اداسی اور غم کے تاثرات تھے۔ چونکہ میں بہت سی افریقی زبانیں جانتا ہوں۔ سومتی نے مجھ سے کہا۔

"باہر کی دنیا کے اجنبی! تجھے میری تقدیر کا مالک بنا دیا گیا ہے اور اب میرا فرض ہے کہ تیری اطاعت کروں' لیکن میں تجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"کہو سومتی۔" میں نے کہا۔

"وہ میری تقدیر کا سب سے کالا دن تھا جب بدقسمتی سے میرا نام اس خاندان کی لڑکی کی حیثیت سے عبوری حکمران کے طور پر پیش کیا گیا اور مجھے اس کے لئے مخصوص کیا گیا کہ میں اس خاندان کو مستقبل کی حکمران دوں۔ دوسری کوئی لڑکی ہوتی تو خوشی سے پاگل ہو جاتی، لیکن میری آنکھوں میں یہ سن کر آنسو آ گئے، جانتا ہے کیوں؟"

"میں نہیں جانتا سومتی۔"

"اس لئے کہ میں میگنا سے محبت کرتی ہوں۔"

"کیا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں، تیری غلام بن چکی ہوں میں، حالانکہ قبیلے کی حکمران ہوں، لیکن یہ بات اچھی طرح جانتی ہوں کہ اب تیری غلامی میں میری زندگی ہے اور تیری غلام تجھ سے جھوٹ نہیں بولنا چاہتی۔ میں اپنے آپ کو تجھے سونپنے کے لئے تیار ہوں، لیکن ایک بات سن لینا، میرا جسم تیرا ہو سکتا ہے، میرا دل اور میرا دماغ نہیں اور جب تو میرے جسم کو اپنی گرفت میں لے گا تو میرے ذہن میں ایک لمحے کے لئے بھی تیرا تصور نہیں ہو گا، میں اس وقت میگنا کو یاد کروں گی، تیری صورت کو میں اپنی آنکھوں میں میگنا کی صورت میں تبدیل کر لوں گی۔ وہ تو نہیں ہو گا جو میرے قریب ہو گا بلکہ وہ میگنا ہو گا۔" میں نے تعجب سے اسے دیکھا اور کہا۔

"میگنا کون ہے؟"

"یوں سمجھ لے میرے بچپن کا ساتھی، اسی احاطے میں موجود میرا غلام، لیکن وہ میرا غلام نہیں تھا اس نے میری غلامی صرف اس لئے اختیار کی کہ میرے قریب رہے اور میری خدمت گزاری کرتا رہے، وہ اس کو اپنی زندگی سمجھتا ہے، میرے قبیلے ہی کا ایک جوان ہے جو بچپن سے میرے ساتھ پلا بڑھا اور میں نے اس کی محبت میں زندگی گزاری۔ آج بھی وہ احاطے کے اس گوشے میں کانٹوں اور درخت کے نیچے بیٹھا آنسو بہا رہا ہو گا۔ یہ آنسو اس کی زندگی میں شامل ہو گئے ہیں۔"

"سومتی، تو اسے چاہتی ہے؟"

"ہاں میرے آقا، اور میں سب کچھ تجھے دے دوں گی، لیکن میرے دل میں تیری ی، تیرا پیار کبھی پیدا نہ ہو گا۔"

"مگر سومتی، سائی تھول نے تجھے میری زندگی کا ساتھی بنا دیا ہے۔"

"میں نے اس ساتھ کو دل سے قبول ہی نہیں کیا، یہ رشتے تو دل کے رشتے ہوتے ں۔ باقی ساری باتیں ایک کہانی۔ میں اس کہانی کو بالکل نہیں مانتی جو دل میں جگہ نہ سکے۔"

میں عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ عالم آراء یہ الفاظ کہتے ہوئے مجھے ذرا ی جھجک نہیں ہوتی، بلکہ شرم نہیں آتی کہ میں سومتی کی قربت بالکل نہیں چاہتا تھا اور ر میں سومتی کی قربت کے لئے مجبور ہو جاتا تو میرے دل میں تمہارے تصور کے علاوہ رکچھ نہ ہوتا۔ اس کے علاوہ جو طریقہ کار انہوں نے میری اور سومتی کی یکجائی کے لئے تعمال کیا تھا، ظاہر ہے مذہبا" وہ میرے لئے بے مقصد اور بیکار چیز تھی۔ سومتی اس شکل ں میری ذمے داری نہیں بن سکی تھی، بلکہ میرے لئے یہ ایک مذاق تھا اور خدانخواستہ ر مجھے اس کی قربت اختیار کرنی ہی پڑتی تو میں اسے صرف ایک گناہ سمجھتا، لیکن ایک ایسا ناہ جو عالم مجبوری میں کیا جائے۔ سومتی کے یہ الفاظ سن کر مجھے ڈھارس ہوئی اور میں نے کہا۔

"گویا تو بھی دل سے اس بات کو نہیں مانتی کہ تیری اور میری شادی ہو گئی ہے؟"

"ہاں میرے آقا، ہاں اجنبی دنیا کے مرد، یہ شادی نہیں ہوئی، اس لئے کہ میری نکھوں میں تیرے لئے محبت کی چمک نہیں پیدا ہوئی۔"

"مگر سومتی، اب کیا ہو سکتا ہے؟"

"صرف ایک کام۔" اس نے کہا۔

"بھلا وہ کیا؟"

"تو میرے جسم کو نہ چھوئے، میرے کوئی اولاد پیدا نہیں ہو گی اور جب ان کی توقع ختم

ہو جائے گی تو یہ رشتہ خود بخود ختم کر دیا جائے گا۔ بس یہی ہو سکتا ہے۔" میں غور کرنے لگا، پھر میں نے مسکرا کر کہا۔

"اور اگر میں ایک اور کام کروں سومتی تو؟"

"کیا؟" وہ حیرت سے بولی۔

"میں تیرا میگنا تجھے دے دوں۔"

"کیا؟"

"ہاں۔"

"مگر........مگر کیسے؟"

"جیسے کہ تو کہتی ہے کہ وہ اس وقت بھی کانٹوں والے درخت کے نیچے بیٹھا آنسو بہا رہا ہوگا، میں اس کے آنسو خشک کردوں گا، اسے تیری خلوت میں پہنچا دوں، تو اسے اپنا شوہر مان اور اس کے بعد اس آبادی کو ایک بیٹی دے، تو کیا یہ بہتر نہ رہے گا۔" وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی، پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تو میرا مذاق اڑا رہا ہے؟"

"نہیں، میں ایک سچ کا اظہار کر رہا ہوں۔"

"کیا تو ایسا کر سکے گا؟"

"ہاں۔"

"لیکن کیوں، کیا میں بد صورت ہوں۔"

"نہیں۔"

"لیکن ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ تو مجھے یونہی چھوڑ دے گا؟"

"جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سچ ہے سومتی، تو بتا کیا تو یہ سب کچھ قبول کرے گی؟" میں نے پوچھا۔

اس نے کہا۔ "میں تو پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ میں نے دل سے اس رشتے کو قبول ہی نہیں کیا۔ اس طرح تو میرا کچھ نہیں ہے، ہاں جو کچھ تو کہہ رہا ہے اگر وہ سچائی ہے

ر تو ایسا کر سکتا تو پھر میں یہی کہہ سکوں گی کہ تو انسان نہیں دیوتا ہے، ایسے کام دیوتا ہا کرتے ہیں۔"

"سومتی، اگر تیرے ہاں بیٹی پیدا ہو جائے اور تجھے وقت مل جائے تو پھر میری اس ے دلی کا مجھے انعام دے دینا۔"

"میں تیری اس نیک دلی پر تجھ پر زندگی قربان کر سکتی ہوں، اگر میری زندگی بھر کی ب مجھے مل جائے تو میرے لئے اس سے بڑی چیز اور کوئی بھی نہیں ہو سکتی، تو بتا تو کیا ہتا ہے؟"

"دریائے مقدس کے چمکتے ہوئے پتھر ہم اس کے لئے یہاں آئے تھے سومتی، ہم یہ رلے جانا چاہتے ہیں، کیا تو اپنی محبت کی تکمیل کے بعد ہمارے لئے یہ کر سکتی ہے؟"

"ہاں، میں دریائے مقدس تیرے لئے کھول دوں گی، یہ میرے اختیار میں ہے، ن اس وقت جب میں بیٹی کی ماں بن جاؤں گی اور اگر میرے ہاں بیٹی نہ پیدا ہوئی تو شاید ا تیرے لئے کچھ بھی نہ کر سکوں۔" میں خاموشی سے سوچ میں ڈوب گیا اور اس کے بعد ہا نے کہا۔

"ٹھیک ہے سومتی، طریقہ کار یہی ہوگا کہ میں بظاہر تیری زندگی کا مالک بنا رہوں گا، لا تیری خلوتیں میگنا کے لئے ہوں گی۔ میں ابھی میگنا کو تیرے پاس بھیجتا ہوں۔" متی اب بھی متحیر تھی۔ کانٹوں دار درخت کے نیچے میگنا موجود تھا۔ میں اس کے پاس ُ گیا اور سومتی کا کہا بالکل درست تھا، ایک بھولا بھالا سا جنگلی جوان جس کی آنکھیں سو برسا رہی تھیں، مجھے دیکھ کر حیرانی سے کھڑا ہو گیا اور میں نے اس کے شانے پر ہاتھ کھتے ہوئے کہا۔

"میرے ساتھ آ میگنا۔" وہ میرا غلام تھا، چنانچہ خاموشی سے میرے ساتھ چل پڑا۔ ا عیش گاہ میں پہنچ کر میں نے میگنا کا ہاتھ سومتی کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

"اور تو جانتی ہے سومتی کہ یہ بات کسی بھی قیمت پر سائی تھوں کو نہیں معلوم ہونی ہیے۔ ورنہ شاید ہمارے لئے وہ سزا مقرر کی جائے جو تیرے قبیلے کے کسی اور فرد کو نہ

دی گئی ہوگی۔" سومتی خوشی سے پاگل ہوگئی تھی اور اس کے بعد میں باہر نکل آیا۔ پھر زندگی گزرتی رہی' میگنا سومتی کا شوہر تھا' لیکن اس کا دن غلاموں کی مانند گزرتا تھا' ہاں دونوں کے چہروں پر جو خوشیاں نظر آتی تھیں عالم آراء مجھے ان پر بڑی مسرت تھی۔ وقت گزرتا رہا۔ مجھے بھی انتظار کرنا تھا۔ میرے ساتھ آئے ہوئے لوگ مسلسل قیدی بنے ہوئے تھے۔ ان کی آزادیاں محدود تھیں' لیکن انہیں کوئی تکلیف نہیں دی جارہی تھی۔ وہ وہیں رہے اور وقت پر لگا کر اڑ گیا۔ سومتی نے بچی کو جنم دیا اور قبیلے میں گیارہ دن تک جشن منایا گیا' مجھے اس جشن میں دولہا کی حیثیت دی گئی تھی اور بچی کو سائی تھول کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ لیکن کم بخت نصیر بیگ کو موقع مل گیا اور باقی واقعات جو اخبار میں درج کہانی میں دیئے ہیں بالکل اسی طرح ہیں جیسا کہ نصیر بیگ نے اپنی داستان میں لکھا۔

کنور مہتاب علی خاموش ہوگیا۔ عالم آراء کے چہرے کے تاثرات بدلے ہوئے تھے۔

کیا یہ سچ ہے مہتاب علی؟

"خود غور کرو عالم آراء' تمہارا یہ سوال میری توہین نہیں ہے؟" مہتاب علی نے شاکی انداز میں کہا۔

"مہتاب علی' میں عورت ہوں۔"

"میری بیوی بھی ہو۔"

"کک.........کیا مطلب؟"

"اگر مجھے نہیں جانتی تو.........معاف کرنا' تم ایک نامکمل عورت ہو۔" مہتاب علی نے کہا۔

"نہیں مہتاب علی' تم ایک باکردار انسان ہو۔"

"پھر یہ تردد کیوں؟"

"کہا نا.........عورت ہوں....ناقص العقل' زمانے کا ہر دکھ برداشت کر سکتی ہوں لیکن شوہر کی محبت میں کسی کو شریک نہیں کر سکتی۔"

"اب مطمئن ہو؟"

"ہاں.........سوری.........ویری سوری۔" عالم آراء نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر

"پھر اب کیا کرو گے؟"

"اس بچی کو اس کے قبیلے پہنچانا ہے۔ ہر قیمت پر۔"

"ہیروں کے لئے؟"

"نہیں انسانیت کے لئے۔"

"مگر بچی کہاں ہے؟ آخر وہ کہاں گئی؟"

"ملے گی....ضرور مل جائے گی۔ تمہیں اس قبیلے کے بارے میں نہیں معلوم....وہ وگر قبیلہ ہے.........وہ بچی.........کچھ نہ کچھ ضرور ہو جائے گا' میرا دل کہتا ہے۔"

اب علی پر خیال انداز میں بولا۔

اور نادر شاہ کو بھی عرشی سے محبت ہوگئی۔ بس موڈی قسم کا نوجوان تھا۔ زندگی میں بہت سے نشیب و فراز آئے تھے' لیکن سب سے بڑی بات یہ تھی کہ خوشحال گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ کوئی مالی مشکل درپیش نہیں تھی۔ زندگی عیش و عشرت سے گزری تھی۔ ملازمت کا انتخاب بھی کیا تو اپنی پسند کے مطابق اور جب جی کو نہ بھائی تو اس نے اسے ترک کر دیا۔ محمد شاہ صاحب بیٹے کو بہت چاہتے تھے اور اس کی کسی فرمائش کو انہوں نے رد نہیں کیا تھا۔ آمدنی بے پناہ تھی' اسے ایک سرکش گھوڑے کی مانند آزادی [illegible] تھی۔ خود نادر شاہ کی فطرت میں بھی ایک آزاد انسان بستا تھا اور وہ اپنی [illegible] سے خلاف کسی پابندی کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا تھا' ویسے تو زندگی میں [illegible] لڑکیوں نے اس کی جانب قدم بڑھائے تھے' لیکن نادر شاہ اپنی فطرت کے مطابق [illegible] نہیں ہوسکا۔ اس کی ذات میں تو ایک انوکھی تڑپ تھی اور وہ کسی ایسی شخصیت سے دل لگانا چاہتا تھا جو عام لڑکیوں سے بالکل مختلف ہو۔ لیکن اب تک اسے جو لڑکیاں ملی تھیں کسی نہ کسی شکل میں اس کے قریب آئی تھیں' ان میں کوئی ایسی خاص [illegible] حسن و جمال تو نوجوانی میں ہر لڑکی کا حصہ بن جاتا ہے' لیکن کوئی بات تو ہو [illegible] لڑکی اسے بھاگئی تھی۔ جو سرکش تھی' بے باک تھی اور آزادی سے اپنا [illegible] تھی۔ جو کچھ اس نے کیا تھا وہ نہایت حیرت ناک تھا اور جو کہانی اب اس نے نادر شاہ کو

ئی تھی وہ عقل کی پرکھ پر جھوٹی نہیں تھی اور نادر شاہ اس کے انوکھے پن سے متاثر ئے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ ساری رات وہ سوچوں میں ڈوبا رہا تھا کہ اس سلسلے میں کیا کرنا ہیے۔ پھر اس نے فیصلہ کیا کہ عرشی سے فرمائش کرے کہ وہ لڑکی کو اسے دکھائے تو ں۔ عرشی نے اسے ان تمام باتوں کے باوجود اپنا رازدار بنانے پر ترجیح دی تھی۔ اس کے ما پردہ بھی کچھ تھا۔

دوسری صبح اس نے عرشی کو فون کیا اور کسی کے فون اٹھانے پر اس نے عرشی سے ات کی خواہش ظاہر کی' چند لمحات کے بعد عرشی فون پر پہنچ گئی۔

"ہاں کون بول رہا ہے؟"

"نادر شاہ۔"

"اوہ' واقعی' کیا واقعی؟" عرشی کی آواز میں خوشی پھوٹ رہی تھی۔

"ہاں' کیوں' آپ کو حیرت کیوں ہوئی مس عرشی؟"

"اس لئے کہ پچھلی رات' رات بھر خواب میں آپ کو دیکھتی رہی ہوں۔"

"ارے کیا واقعی؟" نادر شاہ ہنس پڑا۔

"آپ سے جھوٹ بولنے کا سلسلہ ترک کر دیا گیا ہے؟"

"اچھا......کیا دیکھ رہی تھیں آپ خواب میں مس عرشی؟"

"میں دیکھ رہی تھی کہ ایک عجیب و غریب' وسیع و عریض پہاڑی غار ہے' اس میں بگہ جگہ سے دھواں اٹھ رہا ہے' میرا خیال ہے وہ دھواں اسموکنگ مشین سے پیدا کیا گیا تھا' پھر میں نے چند بھیانک شخصیتوں کو ہی ہی' ہا ہا' ہو ہو کرکے اس دھوئیں سے برآمد ہوتے ہوئے دیکھا۔ میں نے محسوس کیا کہ میں ان بھیانک شکلوں کے درمیان ہوں اور وہ مجھے دہشت زدہ کر رہے ہیں' میں خوف سے دیوانی ہوئی جارہی تھی کہ میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک گھوڑا اترا۔ اس پر ایک شہزادہ سوار تھا جو آپ کا ہمشکل تھا۔ شہزادے کا گھوڑا زمین پر آگیا۔ اس نے ان بھیانک شکلوں کو مار مار کر پیچھے ہٹا دیا اور مجھے گھوڑے پر بٹھا کر فضا میں پرواز کرنے لگا۔ بس اس کے بعد صبح ہوگئی۔" نادر شاہ نے قہقہہ لگایا تھا' پھر

وہ آہستہ سے بولا۔

”یہ کون سی فلم کا سین تھا؟“

”فلم راج کمار۔“ عرشی نے اطمینان سے جواب دیا اور نادر شاہ ہنسنے لگا۔ پھر بولا

”آپ کے خواب بھی پر لطف ہوتے ہیں مس عرشی۔“

”اب انسان خواب بھی دیکھے تو بور قسم کے‘ میں درحقیقت زندگی میں ایک۔ کی قائل ہوں‘ ویسے نادر شاہ صاحب‘ ایک بات کہوں آپ سے؟“

”کہیے۔“

”میرا خیال ہے مجھے آپ سے عشق ہو گیا ہے۔“ عرشی نے کہا اور نادر شاہ لمحے کے لئے چپ رہ گیا۔

”کیا خیال ہے چلے گا؟“ عرشی نے پوچھا۔

”چلنا تو چاہئے۔“

”تو پھر ڈن؟“

”ڈن۔“ نادر شاہ نے کہا۔

”چلئے‘ ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہو گیا۔ اب یہ بتائیے کہ ملاقات کہاں ہو رہی ہے؟“

”جہاں آپ فرمائیں۔“ نادر شاہ مسکرا کر بولا۔

”وہی جگہ کیسی رہے گی جہاں سے آپ نے مجھے ٹریس کیا تھا اور جہاں میرا اور آپ کا جھگڑا شروع ہوا تھا۔“

”کیوں‘ وہی جگہ کیوں؟“

”آپ سمجھئے تو سہی‘ جب عشق کا آغاز ہوتا ہے تو وہ محبت کرنے والے وہیں کرتے ہیں‘ جہاں ان کا پہلا ٹکراؤ ہوا تھا۔“

”مس عرشی‘ آپ مذاق بھی کرتی ہیں تو بڑی سنجیدگی سے۔“

”یعنی‘ یعنی کیا مطلب ہے آپ کا‘ میرا عشق مذاق ہے؟“

”کیا پتہ؟“

”آپ آزما لیجئے‘ وہ آسمان سے تارے وغیرہ جو توڑے جاتے ہیں نا‘ آپ یقین کریں کہ وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں‘ آپ مجھے بتائیے‘ کبھی کسی عاشق نے اپنے محبوب کے لئے یا محبوبہ کے لئے‘ آسمان سے تارے توڑے ہیں؟“

”سنا تو نہیں ہے کبھی۔“

”فراڈ‘ چیٹنگ‘ سب ہنڈل بازی ہے۔ وہ جھوٹ بولتے ہیں ایک دوسرے سے‘ لیکن بہرحال تھوڑا بہت کچھ تو کرنا چاہیے نا عاشقوں کو ایک دوسرے کے لئے‘ میرا خیال ہے‘ آپ وہیں آجائیے یا پھر جو جگہ آپ بتادیں۔“

”ہوٹل نیراسکا کیسا رہے گا؟“

”ونڈرفل جگہ ہے‘ لیکن اتنی صبح کھل گیا ہو گا؟“

”ہاں یقیناً‘ آپ اس کے ریفرشمنٹ ہال میں آجائیے‘ میں آپ کو مل جاؤں گا۔“

”بیس منٹ میں پہنچتی ہوں‘ اکیسواں منٹ نہیں لگے گا۔“ عرشی نے کہا۔

”اوکے‘ میں آپ کو وہیں ملوں گا۔“ نادر شاہ نے کہا۔

”تو پھر خدا حافظ۔“

”بالکل خدا حافظ۔“ نادر شاہ ہنس کر بولا اور اس نے فون بند کر دیا۔ ایک بار پھر اس کے حلق سے قہقہہ نکل گیا تھا‘ لیکن وہ بہت زیادہ خوش تھا۔ عرشی نے یہاں بھی اپنی فطرت کو مختلف انداز میں پیش کیا تھا۔ شاید یہ لمحات ہفتوں کیا‘ بلکہ مہینوں نہ آتے۔ ایسی باتیں جرات کے ساتھ ایک دوسرے سے کہہ دینا آسان نہیں ہوتا‘ لیکن عرشی تو چیز ہی دوسری تھی۔ اس نے اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنے میں کسی تکلف سے کام نہیں لیا تھا۔ نادر شاہ اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھ رہا تھا‘ بہرحال اس نے جلدی جلدی تیاریاں کیں۔ سادہ سی شلوار قمیص پہنی اور اس کے بعد اپنی گاڑی لے کر نکل کھڑا ہوا۔

..... ”ہوٹل نیراسکا اس کی جانی پہچانی جگہ تھی اور اس کے بارے میں وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ اس وقت بھی نیراسکا کے ریفرشمنٹ ہال میں صرف ویٹر گردش کر رہے تھے۔

کوئی گاہک وغیرہ نہیں تھا۔ نادر شاہ ایک میز پر جا کر بیٹھ گیا۔ بیس منٹ ابھی پورے نہیں ہوئے تھے اور تین چار منٹ باقی تھے' کہ اسے عرشی نظر آئی۔ نادر شاہ کو دیکھ کر وہ دور ہی سے مسکرائی تھی اور پھر بے تکلفی سے وہ اس کی جانب بڑھنے لگی۔ نادر شاہ اسے آتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ہر لحاظ سے ایک دلکش شخصیت کی مالک' نہایت موزوں جسامت' انتہائی خوبصورت کھلا کھلا چہرہ بے شک وہ چاہے جانے کے قابل تھی۔ عرشی مسکراتی ہوئی اس کے قریب پہنچ گئی۔

"ہیلو نادر شاہ' دل کیسی ہے؟"

"لٹ گئی۔"

"لوٹ لیا نا؟"

"میں نے؟"

"تو اور کیا؟" عرشی کرسی گھسیٹ کر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"ہاں' یہ الزام تو مجھ پر ہے۔"

"کیسے مزاج ہیں؟"

"بالکل ٹھیک۔"

"آپ نے کوئی خواب وغیرہ تو نہیں دیکھا؟"

"نہیں' میں آنکھیں کھلی رکھنے کا عادی ہوں۔"

"بھئی ایک دو خواب دیکھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے' کبھی کبھی انسان کو حقیقتوں سے ہٹنا چاہیے"

"مس عرشی' میں زندگی میں ہر وہ خواب دیکھنا چاہتا ہوں جو خواب نہ ہو حقیقت ہو۔"

"گھوڑے پر بیٹھے ہیں کبھی؟"

"بے شمار مرتبہ۔"

"تلوار چلانی آتی ہے؟"

"میرے پاس شمشیر زنی کا سرٹیفکیٹ ہے۔"

"ہوں' چلیں پھر ٹھیک ہے' مگر میں نے جو پروپوزل دیا ہے اس کے بارے میں کیا ہے؟"

نادر شاہ ہنس پڑا' پھر بولا۔ "پتہ نہیں' آپ زندگی میں کسی مرحلے پر سنجیدہ ہوتی ہیں ں۔"

"سنجیدگی تو موت ہے۔"

"نہیں یہ بات نہیں۔ بعض معاملات میں سنجیدہ ہونا ہی پڑتا ہے۔"

"مثلاً"؟"

"مثلاً" آپ نے ٹیلی فون پر جو کچھ کہا۔"

"معاف کیجئے نادر شاہ صاحب' بعض اوقات میں حد سے زیادہ بے تکلف ہو جاتی ا لیکن ہر ایک کے سامنے نہیں۔ آپ سے جو پہلی ہی گفتگو ہوئی تھی وہ کچھ اس قسم تھی کہ کم از کم ذہن پر آواز کا نقش رہ گیا تھا۔ میں واقعی آپ کو پسند کرنے لگی ہوں' ساری باتیں تو خیر شرارت میں تھیں' لیکن اس سے انکار نہیں کر سکتی کہ آپ دلکش یت کے مالک ہیں۔ آپ کی طبیعت بھی بہت اچھی ہے' گفتگو بھی بہت شگفتہ کر لیتے اور پھر دیکھئے نا انسان کو زندگی میں بہت سے مراحل سے گزرنا ہوتا ہے اور زندگی کے مراحل بھی ضروری ہیں' آپ غیر شادی شدہ ہیں' میری بھی شادی نہیں ہوئی۔ آپ شادی کریں گے' مجھے بھی کرنی ہے۔ لوگ ایک دوسرے کو پسند کرتے بھی ہیں' اگر اپسند کا اظہار بھی کر دیں تو کیا حرج ہے۔ آپ یقین کیجئے' اگر کبھی مجھے اس قسم کا موقع لہ شادی کے لئے کسی پسندیدہ شخص کو منتخب کروں تو آپ کا نام میں بڑے اطمینان سے ے سکتی ہوں۔"

"مس عرشی' آپ یقین کیجئے آپ کی شخصیت میں ایک ایسی ندرت ہے جس سے ئی کافر بھی انکار نہیں کر سکتا' میں بھی آپ کو اسی انداز میں پسند کرتا ہوں۔ اور اگر ت ہمیں موقع دے گا تو ہم ایک دوسرے کو اپنانے کے لئے اپنی آخری کوشش کر ڈالیں

گے۔"

"گڈ' ویری گڈ' لیکن جناب اس سے پہلے آپ کو مجنوں بننا ہو گا۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے یہ قیس صاحب جو ایکٹیوٹیز کرتے تھے' کچھ اس قسم کی ایکٹیوٹیز یا پھر جناب فرہاد' کمال کی بات ہے' کدال اٹھائی اور پہاڑوں پر پل پڑے۔ پتہ نہیں اصلیت کیا ہے' ویسے اس قسم کے لوگوں نے ایسی حرکتیں کچھ زیادہ نہیں کیں۔ ہاں یورپ میں ایک عشق مشہور ہوا۔ اصل میں وہاں کے ماحول کے مطابق اس قسم کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔ ورنہ مسٹر رومیو بھی جنگل وغیرہ کاٹنے میں مصروف ہو جاتے۔ ہمارے یہاں دیکھئے' ہر ایک نے اپنے اپنے کارنامے الگ دکھائے ہیں۔ سوہنی صاحبہ مٹی کے گھڑے پر بیٹھ کر دریا پار کرتی تھیں اور پتہ نہیں کیا کیا' لیکن یہ ضروری ہوتا ہے کچھ' آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"آپ بتایئے؟" نادر شاہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ ویٹر آیا تو عرشی جلدی سے بولی۔

"کوئی جوس منگایئے گا میرے لیے اور مجھے یقین ہے کہ ابھی سے ہم دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہو گا۔ یعنی آپ بھی جوس ہی پئیں گے۔"

"کیوں نہیں؟" نادر شاہ نے کہا اور ویٹر کو آرڈر دے دیا۔ پھر سوالیہ نگاہوں سے عرشی کو دیکھتا ہوا بولا۔

"جی۔"

"اصل میں نادر شاہ صاحب کیس کچھ آگے بڑھ گیا ہے۔ واقعات تو آپ کو بتا چکی ہوں۔ ڈیڈی صاحب بالا آخر زبان کھولنے پر آمادہ ہوگئے اور انہوں نے مجھے بڑی سنسنی خیز کہانی سنائی ہے۔ بہت دلچسپ کہانی ہے' میں آپ کو سنانا چاہتی ہوں۔"

"جی جی ضرور۔" نادر شاہ نے کہا اور عرشی' سرہدایت اللہ کی سنائی ہوئی کہانی نادر شاہ کو سنانے لگی۔ نادر شاہ حیرت اور دلچسپی کے ساتھ یہ کہانی سن رہا تھا۔ بہت دیر تک وہ کہانی کے تاثر میں ڈوبا رہا پھر بولا۔

"مس عرشی! ایک سوال نہایت معذرت کے ساتھ؟"

"جی جی' ارشاد؟"

"سرہدایت اللہ نے آپ کو بے قوف تو نہیں بنایا؟"

"نہیں' میں نے اس پر غور کیا تھا۔ اصل میں بعض شخصیتوں پر بے شک اندھا اعتماد کرنا پڑتا ہے' لیکن پھر بھی بہتر ہے کہ انسان عقل کا ساتھ نہ چھوڑے۔ ان اور آؤٹ اوور کر لے۔ میں نے پوری طرح اس بات کا جائزہ لیا اور مجھے یہ اندازہ ہوا کہ ڈیڈی صاحب جھوٹ نہیں بول رہے' کہانی بالکل سچائی پر مبنی ہے۔"

"تب تو واقعی بے حد دلچسپ اور ایڈونچر کی لاتعداد داستانوں میں سے ایک دلکش داستان' مس عرشی' پر لطف کہانی ہے' بڑی سنسنی خیز۔"

"اور ظاہر ہے اسے آگے بڑھنا ہو گا۔"

"یقیناً' ایسی کہانیاں اس انداز میں تو ختم نہیں ہو جاتیں۔"

"اور چونکہ ہم اس کہانی میں براہ راست شریک ہیں' اس لئے مستقبل میں ہمیں ان کا کوئی نہ کوئی کردار بننا ہو گا۔"

"یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"جیسا کہ ڈیڈی نے کہا' بچی کے سلسلے میں اور جو مشورہ میں نے انہیں دیا اس کے تحت نادر شاہ صاحب ڈیڈی کی اس مہم میں ہمیں بھی ایک سنسنی خیز کردار ادا کرنا ہو گا۔ میرا مطلب سمجھ رہے ہیں نا آپ؟"

"یعنی میں بھی۔"

"بالکل جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا کہ میں نے ڈیڈی کے سامنے یہ شرط پیش کی کہ ہمارا اپنا ایک گروپ الگ ہو گا تو اس گروپ میں لفظ ہمارا کا جو استعمال ہے وہ میں نے اپنے اور آپ کے سلسلے میں کیا تھا۔ حالانکہ یہ ایک رسک لیا تھا میں نے' کیونکہ میری آپ سے اس موضوع پر بات نہیں ہوئی تھی' لیکن بس رسک لے لیا تھا اور اس کے بعد آپ کا فون نہ آتا تو میں خود آپ سے رابطہ قائم کرکے ملاقات کی درخواست کرتی۔"

"یہ بھی دلچسپ بات ہے' کیونکہ میں نے بھی آپ سے اسی سلسلے میں ملاق کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا' میں آپ کی سنائی ہوئی اس دلچسپ داستان کے پہلے حصے پر بڑا متجسس ہو گیا تھا اور میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ آپ سے اس بچی کو دَ کی فرمائش کروں' لیکن اب یہاں تو معاملہ بالکل ہی مختلف ہو گیا ہے۔ ویسے شواہد مل ر ہیں اور حالات بتاتے ہیں کہ ان میں حقیقتیں موجود ہیں۔ یعنی مہتاب پور ہاؤس کے ا افراد کا قتل۔ میں بھی تو مہتاب پور پہنچا تھا اور وہاں میری ملاقات مسز مہتاب علی سے تھی۔ بڑی دبدبے کی خاتون ہیں' بعد میں کچھ اور بھی معاملات ہوئے تھے' لیکن پھر صو حال ہی مختلف ہو گئی۔ البتہ میرے ذہن میں ذاتی طور پر یہ تجسّس ضرور تھا کہ صورت کا کچھ پتہ چلنا چاہیے اور میں اس سلسلے میں مزید اقدامات کے بارے میں سوچ رہا چاہے وہ غیر سرکاری ہی کیوں نہ ہوں' لیکن بہرطور اپنے تجسّس کی تکمیل کے لئے میں چاہتا تھا مس عرشی' آپ نے جو کچھ مجھے بتایا ہے' بات جی کو لگتی ہے۔"

"لگتی ہے نا؟"

"بالکل۔"

"بچی کو جب آپ دیکھنا چاہیں' آج اور ابھی' تب بھی کوئی مشکل نہیں ہے۔ می چکی ہوں کہ وہ صائمہ کے پاس ہے' لیکن میرے ذہن میں جو خیال آیا ہے' براہ کرم کے بارے میں آپ بالکل سنجیدگی کے ساتھ بتائیے۔"

"آپ کہیں جو کچھ بھی کہنا چاہتی ہیں۔"

"کہہ چکی ہوں' میں نے جب ڈیڈی سے اس بات کی فرمائش کی کہ میرا اپنا گر الگ ہو گا اور میں بھی اس مہم میں پورا پورا حصہ لوں گی تو میرے ذہن میں صرف تھے نادر شاہ صاحب' میں نے یہ سوچا تھا کہ آپ سے اس موضوع پر بات کروں گی آپ سے فرمائش کروں گی کہ آپ پلیز میرا ساتھ دیجئے۔"

"کیا یہ اس قدر آسان ہو گا مس عرشی؟"

"دیکھئے' نہ میں سہل پسند ہوں اور میں آپ کو مسکہ بالکل نہیں لگا رہی' جہاں

اندازہ ہے آپ کی فطرت میں بھی وہ سب کچھ موجود ہے جو ایک ایڈونچر کی فطرت ہونا چاہیے۔ یہ میرا تجزیہ ہے۔ آپ اس کی تائید یا تردید کر سکتے ہیں۔ بس مسئلہ یہ کہ آپ اس میں دلچسپی لینے پر آمادہ ہو جائیں اور دوسری بات یہ کہ کیا آپ کے ئل' حالات میری اس خواہش کا ساتھ دے سکیں گے۔ دیکھئے بات بالکل آسان اور ھی سادی سی ہے۔ ہم دونوں اس گروپ کے بنیادی کردار ہوں گے اور اس کے بعد ی ذمے داریوں میں آپ بھی اپنا حصہ بانٹ لیں گے۔ مثلاً" ہمیں کچھ اور افراد کی ورت ہو گی' ان کا انتخاب۔ ایک نہایت گھٹیا قسم کی بات کہنا چاہتی ہوں اور کہنے کے اور کوئی چارہ کار بھی نہیں ہے' اخراجات ہوں گے ڈیڈی کے ذمے ہوں گے اور میں ں میں کوئی مفاہمت قبول نہیں کروں گی۔"

نادر شاہ ہنسنے لگا اور پھر بولا۔ "خیر' ہم اسے موضوع نہیں بنائیں گے' لیکن واقعی یدگی سے غور کرنے والی بات ہے' میں ذاتی طور پر آپ یقین کیجئے ایڈونچر پسند ہوں اور اس انوکھے کام میں دلچسپی لئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اپنے والد صاحب قبلہ سے اجازت بھی لینا ہو گی' بہت کچھ سوچنا ہو گا اس سلسلے میں۔ وہ یہ کہ صحیح بات بتا کر اجازت لی جائے یا کوئی اور ڈرامہ کیا جائے۔"

"ہمیں کم از کم کتنے افراد کی ضرورت پیش آئے گی؟"

"بہت زیادہ نہیں' چار چھ آدمی' لیکن ایسے جو ہمارے مزاج سے مطابقت رکھتے ہوں اور جیالے ہوں۔ موت سے نہ گھبراتے ہوں' ہر قسم کے معاملات میں دلچسپی لے لیا کرتے ہوں۔ بھئی آپ پولیس والے رہ چکے ہیں۔ یہ انتخاب آپ کو کرنا ہو گا' میں اس معاملے میں نل ہوں۔"

"آپ مجھے کچھ وقت دیں گی مس عرشی؟"

"کم از کم کتنا؟"

"ایک ہفتہ؟"

"زیادہ ہے۔"

"چار دن؟"

"مناسب ہیں۔"

"تو ٹھیک پانچویں دن میں آپ کو اپنے خیال سے آگاہ کردوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ کو اس کا پورا پورا حق پہنچتا ہے' لیکن بہتر یہ ہو گا کہ آپ اس پروگرام کے حق میں فیصلہ کریں۔ ورنہ میرے لئے بڑی مشکل پیش آجائے گی۔"

"کیسی مشکل؟"

"بس پیش آئے گی' میں آپ کو کیا بتاؤں۔"

"او' شاید یہ بتانے والی بات نہیں ہے۔" نادر شاہ نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا تعلق اپنی ذات سے ہوتا ہے۔ ایسی ہی کوئی بات؟"

"بالکل بالکل۔" عرشی نے گردن ہلا کر کہا۔ اور نادر شاہ بے اختیار مسکرا پڑا۔

"کیوں' آپ مسکرائے کیوں؟"

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آپ نے اتنی اہم باتیں مجھے بتا کر اپنا رازدار بنا ہی لیا' لیکن اب بھی کچھ باتیں ایسی ہیں جو آپ مجھے بتانا ضروری نہیں سمجھتیں۔ گویا میری غیریت ابھی برقرار ہے۔"

"اوہو' نہیں بھئی۔ یہ بات نہیں ہے۔ آپ سمجھنے کی کوشش کریں نادر شاہ صاحب۔ اصل میں آپ سے ابھی تو دوستی ہوئی ہے اور........ اور میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانا چاہتی۔ حالانکہ زندگی میں پہلی بار وطن سے کہیں نکل کر ایڈونچر کا موقع مل رہا ہے۔ میں اس موقع کو بھی نہیں کھونا چاہتی۔ اگر ایڈونچر بھی ہو جائے اور آپ کے ساتھ بھی رہوں تو خوشی ہوتی۔ ورنہ پھر ڈیڈی کے ساتھ جانے کا خیال ترک کرنا پڑے گا۔ ڈیڈی بار بار میرے جال میں نہیں پھنسیں گے۔ اس بار تو وہ گل کی وجہ سے پھنس گئے ہیں۔"

"گل؟"

"وہی بچی۔"

"تو اس کا نام گل ہے؟"۔

"ہاں' میں نے رکھا ہے۔"

"اوہ اچھا' تو آپ میری وجہ سے مشکل کا شکار ہیں؟"

"تو اور کیا؟"

"آپ کو تو واقعی عشق ہوگیا ہے۔" نادر شاہ شرارت سے بولا اور عرشی چونک کر ے دیکھنے لگی۔ پھر اچانک اس کے چہرے پر شرم کے آثار نمودار ہوگئے۔ اس نے گھبرا ادھرادھر دیکھا اور پھر ایک دم سنجیدہ ہوگئی اور اپنا پرس اٹھاتی ہوئی بولی۔

"مم........ میں چلتی ہوں۔"

"ایں........ کیوں؟" نادر شاہ چونک کر بولا۔

"بس چلتی ہوں' خدا حافظ۔" اس نے کہا اور جلدی سے کھڑی ہوگئی۔

"سس سنئے تو سہی مس عرشی........ مس عرشی پلیز۔ ابھی تو آپ سے بہت سی ں کرنی ہیں۔" لیکن عرشی تیزی سے چلتی ہوئی باہر نکل گئی۔ ہوٹل ہونے کی وجہ سے شاہ کوئی اور حرکت نہیں کرسکا تھا۔ بل وغیرہ بھی نہیں ادا کیا تھا۔ پھر بھی جس قدر جلد سکا بل کی رقم نکال کر میز پر رکھی اور ویٹر کو اشارہ کرکے اٹھ گیا۔ برق رفتاری سے باہر ...... لیکن بیکار........ عرشی کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔

"بلند و بالا قد و قامت، جھلسا ہوا رنگ لیکن تیکھے نقوش بھرا ہوا بدن۔ ایک نگا دیکھ کر اس کے بارے میں صحیح اندازہ لگانا مشکل تھا۔ وہ اس وقت ایک جنرل اسٹور کے سامنے کھڑا تھا۔ باہر فٹ پاتھ پر اچھا خاصا رش تھا۔ بھرا پرا بازار تھا اور یہاں معیاری لوگ خریداری کرتے تھے۔ فٹ پاتھ کے ساتھ اتنی کاریں کھڑی تھیں کہ ان کے درمیان سے انسان کا گذر بھی مشکل تھا۔"

اچانک وہ سنبھل گیا۔ مطلوبہ شخص اسٹور سے نکل رہا تھا۔ پھر وہ فٹ پاتھ پر پیدل چل پڑا اور وہ اس کے پیچھے۔ اسے مناسب جگہ کا انتظار تھا۔ یہ مناسب جگہ وہ گلی ثابت ہوئی جسے عبور کرتے ہوئے وہ اپنے شکار کی جیب پر ہاتھ صاف کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ پھولا ہوا پرس اس کے ہاتھ آگیا۔ اور اس نے رفتار سست کر دی جبکہ اس کے شکار نے سڑک عبور کرلی تھی۔ اب اسے کسی ایسی سنسان جگہ کی تلاش تھی جہاں وہ اپنی کاوش نتیجہ دیکھ سکے۔ لیکن اس علاقے میں ایسی جگہ نظر آنا مشکل تھا۔ اسے امید تھی کہ اس کی یہ محنت اسے کافی دنوں کے لئے فکر معاش سے بے نیاز کر دے گی۔ اس نے ایک او دوکان میں یہ پرس کھلتے ہوئے دیکھا تھا جس سے بڑے بڑے نوٹوں کی بڑی تعداد جھانک رہی تھی۔ بس وہیں سے اس نے یہ شکار تاڑ لیا تھا۔ اور اس کے پیچھے لگ گیا تھا۔

"پھر وہ ایک ایسی گلی میں داخل ہوگیا جہاں کھانے پینے کی اشیاء کے ہوٹل بکھر

ے تھے۔ بھنے ہوئے مرغ، کٹاکٹ، روغنی روٹیاں، جبکہ اس نے دوپہر کو بھی کھانا نہیں تھا۔ اس کی بھوک چمک اٹھی۔ یہ اشیاء اب اس کی دسترس سے باہر نہیں تھیں۔ زیادہ احتیاط فضول ہے۔ پرس میں جو کچھ ہے، اسے جیب میں منتقل کر کے پرس سے حاصل کرلی جائے چنانچہ اس نے پرس کھولا۔ نوٹوں کے سفید سرے جھانک رہے اس نے نوٹ پرس سے کھینچ لئے اور اس کا سر چکرا گیا۔ سارے نوٹ سادہ تھے۔ یں سے ایک پر بھی کوئی نشان نہیں تھا۔ وہ صرف کاغذ کے سفید ٹکڑے تھے۔ وہ نگل کر رہ گیا۔ تبھی عقب سے ایک آواز سنائی دی۔"

"اس مذاق کے لئے معافی چاہتا ہوں مسٹر زاہد۔" اس نے دوسرا پرس نکال کر دکھاتے ہوئے کہا۔ اور اس میں تقریباً چالیس ہزار نو ساٹھ روپے ہیں۔ اگر میں تمہارے حوالے کر دوں تو تم دوڑ لگا دو گے اور یہ حقیقت ہے کہ میں تمہیں بھاگ پکڑ نہیں سکتا۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ پھر بولا۔ "لیکن میں اسے تمہارے حوالے کرنا ہوں۔

"تم اپنے آپ کو پر اسرار میکاولی ثابت کرنا چاہتے ہو۔ لوگوں کو یہ شوق ہوتا "

"گڈ! تم سمجھ گئے۔" اجنبی مسکراتے ہوئے بولا۔ "وہ دیکھو کیسی نفیس خوشبو ہے۔ یں تمہیں اس سامنے والے ہوٹل میں چرغہ اور روغنی نان کی دعوت کی پیش کش ں تو کیا تم قبول کرلو گے۔"

"اپنی ان فضول باتوں کا مطلب بتاؤ گے؟"

"دوستی کرنا چاہتا ہوں تم سے۔"

"کیوں؟"

"تم سے بہت سے کام لینے ہیں۔"

"تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟"

"اس بات سے اندازہ لگالو کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔"

"پتہ نہیں تم.........."

"دیکھو جان! اس دور میں جو رسک لینا نہیں جانتا وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اور پھر میں تنہا ہوں۔ تم سے زیادہ طاقتور بھی نہیں ہوں، تمہارا کیا بگاڑ لوں گا۔" وہ بولا۔

"زاہد نے ایک لمحے سوچا پھر بولا۔ "چلو.........!"

دونوں [illegible] میں داخل ہو گئے۔ اجنبی نے ویٹر کو زبردست آرڈر نوٹ کرایا پھر وہاں بیٹھے لوگوں پر نظر ڈالنے لگا۔ کھانا آ گیا تو اس نے کہا۔

"اگر تم میرے بارے میں ذہنی خلجان کا شکار رہے تو کھانے کا مزہ نہ لے سکو گے۔ ایک بار پھر دوستوں کی طرح تمہیں یہ پیشکش کرتا ہوں کہ خوب ڈٹ کر کھاؤ اور......... اور ہر قسم کی پریشانی کو ذہن سے نکال دو۔"

"زاہد نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا اور بولا۔"

"کیا انسانی فطرت اس کی اجازت دیتی ہے؟"

"ہرگز نہیں دیتی، لیکن سچ بتاؤ کیا تم بھوکے نہیں ہو۔ میں نے انسانی ضروریات ہی کے مد نگاہ عمل کیا ہے۔ پیٹ بھر کر کھانا کھالو اس کے بعد تمام باتیں کھل کر بیان کر دوں گا جن کا اس ملاقات سے تعلق ہے۔"

"او کے!" زاہد نے کہا اور درحقیقت اس کے بعد وہ ماحول سے بے نیاز ہو گیا۔ نجانے کتنے عرصے کے بعد اچھا کھانا کھا رہا تھا۔ یاد بھی نہیں تھا۔ پھر اچھی طرح کھانے کے بعد ٹھنڈی بوتلیں [illegible] پی گئیں [illegible] کے بعد اجنبی نے کہا

"اور ظاہر ہے [illegible] سے گفتگو نہیں کر سکیں گے [illegible] یہیں سے تھوڑے فاصلے پر ایک پرسکون ریسٹورنٹ ہے [illegible] کافی [illegible] گفتگو [illegible] گے۔ اصل [illegible] کھانا [illegible] اور [illegible] کھانے کے [illegible] پر [illegible] بیٹھ کر [illegible] کے بعد کافی [illegible] لطف آئے گا۔ ویسے معاف کرنا [illegible] رقم [illegible] [illegible] رہا ہوں۔ یوں سمجھ لو اس وقت کا کھانا پینا [illegible] میں [illegible]

چاہو تو تم مجھ سے اپنا یہ قرض وصول کر سکتے ہو۔"

جواب میں زاہد ہنس پڑا پھر بولا۔ "تمہارے بارے میں کہہ چکا ہوں کہ تم ایک ڈرامائی شخصیت بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ آؤ چلو اٹھیں۔ تمہارے ان الفاظ سے میں اتفاق کرتا ہوں کہ زندگی میں رسک لئے بغیر کچھ ہو نہیں سکتا۔"

اجنبی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بل ادا کر کے وہ وہاں سے چل پڑے۔ پیدل چلتے ہوئے اس ریستوران تک آئے جو اجنبی کے کہنے کے مطابق واقعی پرسکون تھا۔ اکا دکا میزوں پر کچھ لوگ موجود تھے۔ وہ ایک گوشے میں جا کر بیٹھ گئے ویٹر آیا تو اجنبی نے کہا۔

"بھائی ابھی آدھے گھنٹے انتظار کرنا پڑے گا اس کے بعد کافی لے آنا ہمارے لئے۔"

ویٹر گردن جھکا کر چلا گیا تھا تب اجنبی نے کہا۔

"ہاں زاہد تو میں ایک پراسرار شخصیت بننے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن پراسرار ہوں نہیں، بس یوں سمجھو تمہارے بارے میں تھوڑی سی معلومات حاصل ہیں مجھے۔ میں نے تمہارا نام غلط تو نہیں لیا؟"

"نہیں۔"

"تم حسین پورہ کے ایک چھوٹے سے گھر میں کرائے پر رہتے ہو جس کا کرایہ بھی ڈھائی سال سے نہیں جا سکا ہے کیونکہ ڈھائی سال قبل تمہیں سزا ہو گئی تھی۔" زاہد کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اجنبی نے پھر کہا۔

"تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہوئے میں تم تک پہنچا تھا اور پھر تمہارا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک آیا تھا۔ تمہیں مزید آزمانے کے لئے میں نے اپنے پرس سے ہزار روپے کا نوٹ نکال کر سگریٹ کا پیکٹ وغیرہ خریدا تھا اور تم نے وہ پرس دیکھ لیا تھا۔ اس کے بعد میں تمہیں ساتھ ساتھ لگائے اس [illegible] تک پہنچا اور پالا آخر میں نے تمہیں چانس دیا کہ تم میری جیب پر ہاتھ صاف کر دو، لیکن اصل پرس میری بغلی جیب میں تھا جو میں نے احتیاط کے لئے بنوا رکھی ہے، یہ دیکھو" اس نے اپنا بازو اٹھاتے ہوئے کہا۔"

"زاہد اب پرسکون نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔"

"میرے بارے میں یہ معلومات حاصل کرنے کی کوئی خاص وجہ' کیا تمہارا تعلق کسی سرکاری محکمے سے ہے؟"

"نہیں' زاہد میں بالکل ایک عام آدمی ہوں اور یوں سمجھ لو مجھے تمہاری ضرورت تھی۔ ان دنوں میں کسی ایسے شخص کی تلاش میں ہوں جو تعلیم یافتہ ہو' زمانے کا ستایا ہوا ہو اور اپنے راستے تبدیل کرنا چاہتا ہو۔ اب یہ نہ پوچھنا کہ تمہارے بارے میں میری معلومات کا ذریعہ کیا ہے۔ بس یوں سمجھ لو جب ایسے لوگوں کی تلاش میں نکلا تو تمہارا نام میرے علم میں آیا اور میں نے سوچا کہ تمہیں ٹرائی کرلوں۔"

"اور کیا جانتے ہو میرے بارے میں؟"

"بس اتنا' اس سے زیادہ پراسرار بننے کی کوشش نہیں کروں گا۔ ہاں اس بات کا خواہشمند ضرور ہوں کہ تم مجھے اپنے بارے میں تفصیل سے بتا دو البتہ ایک جملہ اور بڑھاؤں گا اپنی اس گفتگو میں وہ یہ کہ مجھے اس کا علم ہے کہ تم بی ایس سی کر چکے ہو اور اس کے بعد تمہیں ڈھائی سال کی سزا ہوگئی تھی' میرے دوست جب اتنا رسک لے چکے ہو تو تھوڑا سا خطرہ اور مول لو۔"

"کیا؟"

"مجھے اپنے بارے میں مختصر ترین الفاظ میں تفصیل بتاتے جاؤ۔"

"نام زاہد علی' باپ کا نام رہنے دو کیونکہ کونسا میں نے اس کا نام روشن کیا ہے' ماں باپ مر چکے تھے' بی ایس سی کرنے کے بعد نوکری حاصل کرنے کی کوششیں جاری رکھیں۔ نوجوانی کی عمر میں ہی منگنی ہو چکی تھی۔ چچا زاد بہن سے منگنی ہوئی تھی۔ چچا بھی غریب آدمی ہیں۔ نوکری تو ڈھنگ کی مل نہیں سکی۔ چچا کی بیماری نے مجبور کر دیا کہ شادی کرلوں' ایک جوڑا کپڑے اور شربت کے پیالے پر نکاح ہوگیا۔ فوزیہ کو اسی کرائے کے گھر میں لے آیا۔ ایک بچہ بھی ہوگیا' لیکن نوکری نہیں ملی۔ بہت پریشانیوں کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ اگر ایک بی ایس سی شخص کو نوکری نہیں مل سکتی تو کوئی چھوٹا موٹا کام ہی کرلیا جائے۔

پینٹنگ کی ایک دکان والا شناسا تھا۔ اس نے کہا میاں سفید پوشی چھوڑو میلے کپڑے پہن کر گاڑیوں کی منجھائی کرو' چالیس روپے روز دے دیا کروں گا۔ چنانچہ یہی غنیمت سمجھا کہ بیوی کے ساتھ اب بچی کی ضروریات بھی شروع ہوگئی تھیں۔ اپنی شخصیت کو بدل کر کام کرنے لگا۔ ایک گاڑی اس وقت رنگ کے لئے لائی گئی جب دکان کا مالک موجود نہیں تھا۔ میں نے معمول کے مطابق اسے بک کرلیا اور پھر اس رات صرف احتیاط کے خیال سے میں اس گاڑی کو دکان سے ہٹا کر مالک کے گھر پہنچانے لے جارہا تھا کہ پولیس نے چھاپہ مار کر گاڑی پکڑلی۔ وہ گاڑی چوری کی تھی اور چور اس کا رنگ بدلوانا چاہتا تھا۔ میں نے ہر طرح سے افسران کو سمجھایا کہ بھائی گاڑی میری نہیں ہے اور میں ایک ایسی جگہ کام کرتا ہوں......... لیکن گاڑی ایک ایسے شخص کی تھی جس کے سامنے مجرم کو پیش کرنا ضروری تھا اور اصل چور کو تلاش کرنا اب اتنا آسان بھی نہیں تھا۔ چنانچہ مجھے ہی اس چوری کا مجرم قرار دے دیا گیا۔ دکان کا مالک بھی میری کوئی مدد نہیں کرسکا۔ مقدمہ چلا' ڈھائی سال کی سزا ہوگئی۔ بیوی اور بچے کو بحالت مجبوری ان کے گھر بھیج دیا تاکہ یہ ڈھائی سال وہ وہاں گزار لیں۔ ابھی اٹھارہ دن پہلے جیل سے رہا ہوا ہوں۔ جیل میں بڑے انوکھے تجربات حاصل ہوئے' ہر طرح کے فنکار وہاں موجود تھے۔ مجھے بہت سے فن سکھا دیئے گئے۔ استاد دلا جیب تراشی کے ماہر تھے۔ انہوں نے بلیڈ کا کام سکھایا۔ کچی شراب بنانے کا پورا فارمولا مجھے دے دیا گیا۔ نقب زنی کے لئے جدید ترین طریقوں سے آشنا کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ میں نے سیکھنا نہیں چاہا تھا۔ بس دوستوں کی دوستی اور ہمدردی نے مجھے یہ سکھا دیا۔ باہر کی دنیا میں آیا فوزیہ بیچاری سے کیا رابطہ قائم کرتا' کیا لے جاتا اس کے لئے ایسی صورت میں جو ایک مجرم کی ڈھائی سالہ سزا یافتہ کی صورت تھی' اس دکاندار کے پاس پہنچا جس کے ہاں کام کرتا تھا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر معذرت کی اور کہا کہ سب کو یہ بات معلوم ہے کہ میں ایک سزا یافتہ مجرم ہوں اس لئے یہاں بات بن نہیں سکے گی۔ نوکری کی تلاش کا ایک طویل تجربہ تھا جانتا تھا کہ اور کچھ نہیں ہو سکے گا۔ چھوٹی موٹی محنت مزدوری کرکے روزی کمانے کا خیال اب بھی دل سے نہیں نکلا تھا۔ لیکن میں نے اس کے

لئے ایک پریڈ مقرر کرلیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ اگر اس دوران کچھ ہو گیا تو ٹھیک ہے ورنہ پھر استادوں کے بتائے ہوئے گر استعمال کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے اور میری توقع کے مطابق کچھ بھی نہیں ہو سکا۔ فاقہ کشی نے نڈھال کر دیا' کل نا تجربے کاری کی بناء پر ایک جیب پر ہاتھ ڈالا تو کل ستیئس روپے ہاتھ لگے۔ بہرحال کام چل گیا تھا ایک وقت کا لیکن مشکلات کا پہاڑ سر پر کھڑا ہوا ہے۔ آج یہ سوچ کر نکلا تھا کہ کسی بڑے علاقے میں قسمت آزمائی کروں گا۔ تم مل گئے اور تم نے یہ ناٹک رچا ڈالا۔"

"اجنبی مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا' پھر اس نے پرس نکال کر اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔"

"گن لو' میں نے رقم غلط نہیں بتائی تھی۔"

"دیکھو' مجھے آج کل بہت جلد غصہ آجاتا ہے۔ مزید ڈرامہ مت کرو۔ تم یہ رقم مجھے کس سلسلے میں دینا چاہتے ہو؟"

"میں تم سے جرائم کرانا چاہتا ہوں۔" اجنبی نے جواب دیا اور زاہد اسے گھورنے لگا۔ پھر غرا کر بولا۔

"قتل کرانا ہے کسی کو؟"

"بالکل نہیں۔"

"ڈاکہ ڈالنا ہے؟"

"نہیں۔"

"ملک کے راز چوری کر کے کہیں پہنچانے ہیں؟"

"بالکل نہیں۔"

"کسی کو اغواء کرانا ہے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"تو پھر؟"

"ٹھنڈے ٹھنڈے' ٹھنڈے۔ مائی ڈیئر زاہد' ٹھنڈے ہو جاؤ۔ جرائم کی مختلف اقسام

ں۔ میں اصل میں تمہیں اپنا آلہ کار بنانا چاہتا ہوں۔"

"اسمگلر ہو' ہیروئن بیچتے ہو؟"

"ایسا کوئی کام نہیں کرتا جو ان گھٹیا قسم کے جرائم میں شامل ہو۔"

"پھر آخر کیا جرم کرانا چاہتے ہو مجھ سے؟"

"میرے دوست بن جاؤ' میرے ساتھی بن جاؤ' ایک طویل مہم ہمارے سامنے ڈھائی سال تک تم اپنی بیوی اور بچے سے دور رہے ہو' ایک دو تین مہینے کا خطرہ اور لے لو۔ اگر ایک شہنشاہ کی حیثیت سے ان کے سامنے نہ جاؤ تو میرا نام مرزا نصیر بیگ ہے۔" اجنبی نے پہلی بار اپنا نام اسے بتایا اور زاہد اسے دلچسپ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"یہ ڈرامہ تمہاری فطرت میں رچا ہوا ہے یا میرے سامنے مجھے متاثر کرنے کے ڈرامہ کر رہے ہو۔"

"جب کوئی کسی کے ساتھ کاروباری معاہدہ کرتا ہے اور کوئی کسی کو کچھ دینے پر ہوتا ہے تو دینے والے کا احترام ضروری ہوتا ہے۔"

"گویا مجھے تمہارا احترام کرنا چاہیے۔"

"یہ پرس اپنی جیب میں کیوں نہیں رکھ لیتے تم' بس نو سو ساٹھ روپے میں سے دو روپے مجھے دے دینا تاکہ میری ضرورت پوری ہو جائے اور اس کے علاوہ ساٹھ روپے سے کافی کا بل ادا کر دینا بلکہ اب تو شاید کم رہ گئے ہیں۔ ہم نے وہاں بھی تو بل دیا تھا' نالو۔"

"دیکھو' خدا کے لئے سنجیدہ ہو جاؤ۔"

"زاہد میں تم سے ایک طویل کام لینا چاہتا ہوں۔ تمہیں تین چار مہینے تک میرا ساتھ دینا پڑے گا۔ اگر تم اس پر آمادگی کا اظہار کر دیتے ہو تو اب تک تو میں تمہیں ہائے گھمائے پھرا ہوں اس کے بعد تم مجھے وہاں لے چلو جہاں بیٹھ کر ہم مستقبل کے بارے میں بات چیت کر سکیں۔"

"اور تم بالکل سنجیدہ ہو؟"

"ہاں بالکل سنجیدہ ہوں۔"

"اور یہ چالیس ہزار روپے ہیں؟"

"نقد۔"

"تو کیا ان میں سے میں تیس ہزار روپے اپنی بیوی کو بھیج سکتا ہوں؟"

"تم چالیس ہزار بھیج سکتے ہو۔ تمہارے آئندہ کے اخراجات مکمل طور پر میرے ذمے ہوں گے میں کوئی ٹٹ پونجیا نہیں ہوں۔"

"سوچ لو!"

"سوچ لیا۔"

"دیکھو میں واقعی اب جرائم کی زندگی میں آگیا ہوں۔ اگر میرے ساتھ کوئی ایسا فرا کیا گیا جس سے میری توقعات پوری نہ ہوں تو میں شاید قتل و غارت گری پر بھی ا آؤں۔"

"منظور ہے، لیکن اگر ایسا کوئی فراڈ نہ ہو تمہارے ساتھ تو پھر تم خلوص دل سے میرا ساتھ دینا۔"

"ہاتھ ملاؤ گے۔" زاہد نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا اور جواب میں مرزا نصیر بیگ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا پھر مسکرا کر بولا۔

"یہ مضبوط ہاتھ یوں سمجھ لو کہ میرے مستقبل کے منصوبوں میں بہترین معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ زاہد مجھے سنجیدگی سے تمہاری ضرورت ہے، ایک ایسے تعلیم یافتہ شخص کی جو طاقتور بھی ہو، سرکش بھی ہو، مخلص بھی ہو۔ یہ تینوں چیزیں بظاہر تمہارے اندر نظر آرہی ہیں۔ میرا تمہارا ساتھ ایسا رہے گا کہ تم بھی زندگی بھر یاد رکھو گے اور جہاں تک میں نے ایک اتنی دولت کے بارے میں کہا ہے تو تم یقین کرو اگر واقعی ہم لوگ تم سے کام لے گئے تو یہ دولت ہمارے قدموں میں ڈھیر ہوگی۔ زاہد تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ میں تمہیں کیا دے دوں گا۔"

"سنو، فی الحال اگر تم مجھے یہ رقم دے رہے ہو اور یہ میں اپنے بیوی اور بچے تک نا ہوں تو سمجھ لو میں تمہارے ہاتھوں بک گیا۔ اس کے بعد میرے لئے ہر فیصلہ تم کرو گے۔"

"اٹھیں....بل ادا کر دو۔"

کافی کا بل ادا کیا گیا اور اس کے بعد زاہد، مرزا نصیر بیگ کو لئے ہوئی اپنی اس رہائش پہنچ گیا جو ایک گندے سے مکان میں تھی اور جس کا کرایہ اس نے ڈھائی سال سے ں کیا تھا وہ مسکراتی نگاہوں سے مرزا نصیر بیگ کو دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ ہے کاشانہ زاہد۔" مرزا نصیر بیگ نے منہ ٹیڑھا کیا اور اطمینان سے اس چار بیٹھ گیا جس پر گندی اور میلی سی چادر بچھی ہوئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"جب دوستیاں ہوتی ہیں تو کاشانے نہیں دیکھے جاتے، دل دیکھے جاتے ہیں۔"

"خوبصورت جملہ ہے، پسند آیا۔" زاہد نے سامنے پڑی ایک تپائی گھسیٹ کر اس امنے بیٹھتے ہوئے کہا پھر بولا۔

"نہ چائے پیش کر سکوں گا اور نہ کوئی اور چیز، کھانا وغیرہ تو ہم لوگ پیٹ بھر کے کھا چکے ہیں۔"

"ہاں، کسی شے کی حاجت نہیں ہے۔" مرزا نصیر بیگ لاپرواہی سے بولا۔

"تو پھر کام کی بات شروع کریں؟"

"ہاں۔ جیل سے نکلنے کے بعد تم نے خود کو دوبارہ اس دنیا میں اپنا مقام حاصل نے کے لئے آزمایا۔ اور بالآخر اس نتیجے پر پہنچے کہ تمہیں راستے بدلنا چاہئیں۔" نصیر نے کہا۔

"اور میں نے راستے بدل دیئے۔" زاہد مسکرا کر بولا۔

"کیا مطلب؟"

"جب میں نے ایک اجنبی کی جیب میں ہاتھ ڈالا تو اقدار، معیار اور نیک جذبے کی جیب میں چھوڑ دیئے۔"

"ویری گڈ! لیکن جیب تراشی بہت گھٹیا اور معمولی کام ہے۔ برے کاموں میں سے نچلے درجے کا کام ہے۔"

"لیکن جرم کی دنیا کی پہلی سیڑھی ہے۔"

"میں تمہیں دولت کے حصول کے ایسے راستے پر لے جانا چاہتا ہوں جو جر راستہ بھی نہیں ہے اور جس کے اختتام پر تمہاری دنیا ہی بدل جائے گی۔"

"مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔" زاہد نے کہا اور مرزا نصیر بیگ نے وہ اخبار نکا کراس کے سامنے کر دیا جس میں اس کا فیچر چھپا تھا۔ پھر اس مضمون پر انگلی رکھ کر کہا۔

"اسے پڑھو!"

"زاہد نے شروع سے آخر تک پوری کہانی پڑھی اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ لگا۔"

"مرزا نصیر بیگ بھی اس کہانی میں موجود ہے۔"

"یعنی تم؟"

"ہاں۔"

"اور یہ کہانی سچی ہے؟"

"ہاں سچی ہے اور اس کے کردار یہاں موجود ہیں۔"

"عجیب ہے۔ میں تو ایسی کہانیوں کو صرف اختراع سمجھتا رہا ہوں۔ انوکھی دنیا دلچسپ قصے۔"

"بیشتر جاہل یہی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بھی زندگی کا ایک اہم شعبہ ہے۔"

"میں کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔ اور اب آپ کے الفاظ کی روشنی میں اندازہ بھی رہا ہوں۔"

"سیدھی سی بات ہے، مجھے ایک ساتھی کی ضرورت ہے۔ ذہین، چالاک، پھر اور معاملہ فہم ساتھی کی۔ اس کے لئے میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے۔ تم اس مہم میرے دست راست رہو گے۔ میرے لئے کام کرو گے۔ ہمیں اپنا ایک گروہ بنانا ہو گا جس

لئے میرے ذہن میں کچھ افراد ہیں۔ لیکن یہ لوگ ہمارے مخالف ہیں جن کا تذکرہ اس نی میں موجود ہے۔ ہم ان کے تعاقب میں سفر کریں گے اور تم ان کی نگرانی کرو گے۔ ں یہ ہمارے مفادات کے آڑے آئیں گے وہاں ہمیں ان سے مقابلہ بھی کرنا ہو گا۔"

"مجھے اس کا کیا معاوضہ ملے گا؟"

"اتنی دولت کہ تمہاری کئی نسلوں کے کام آئے۔"

"دو گے؟" زاہد بولا۔

"میں نہیں دوں گا۔ تم اپنے ہاتھوں سے سمیٹو گے۔"

"کام بے حد دلچسپ ہے، لیکن میں اناڑی ہوں۔"

"تمہیں استعمال کرنا میری ذمے داری ہے۔"

"مجھے قبول ہے۔" زاہد نے کہا۔ اور نصیر بیگ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ں نے پرس نکال کر اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"یہ رقم تم اپنی بیوی کو بھجوا دو۔ میں تمہاری واپسی کا انتظار کروں گا اور اس کے د تمہیں تمہارے کام سمجھاؤں گا۔"

"نہیں، مجھے اس کے لئے صرف چند گھنٹے درکار ہوں گے۔ تم اسی وقت سے مجھے نا ساتھی سمجھو۔"

"تب پھر اٹھو میرے ساتھ چلو۔"

"اوکے۔ میرے پاس کچھ بہتر کپڑے ہیں، اجازت ہو تو تبدیل کر لوں؟"

"ہاں۔" مرزا نصیر بیگ نے کہا۔ کچھ دیر کے بعد وہ باہر نکل آئے۔ نصیر بیگ نے یک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر ہوٹل چل پڑا۔ کچھ دیر کے بعد وہ اپنے ہوٹل کے مرے میں داخل ہو گیا۔

"تم یہاں رہتے ہو؟"

"ہاں۔"

"تمہارا گھر یہاں نہیں ہے؟"

”ہے۔ مگر وہ میرے لئے مخدوش ہے۔ تم اس کے بارے میں چھان بین نہ کر
کی بات سنو........“

”سوری۔ میں نے ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔“

”اچھا اب سنو۔ یہ ایک پتہ ہے۔ سرہدایت اللہ ایک مشہور اور باحیثیت
ہے۔ تمہیں اس کے پیچھے رہنا ہے۔ مجھے اس کے موجودہ حالات کی رپورٹ چاہیۓ
زاہد پتے پر غور کرنے لگا۔“

حالانکہ اخبار ایک دن پرانا تھا لیکن نجانے کس کام میں مصروف ۔رنے کی وجہ سے
رہدایت اللہ نے وہ پڑھا نہیں تھا۔ آج جب نیا اخبار اٹھایا تو اس کے نیچے پرانا اخبار نظر
لیا اور اتفاق کی بات یہ کہ وہ سرخی نگاہوں کے سامنے آگئی جس میں ایک مہم جو کی
ستان لکھی ہوئی تھی پھر کچھ تصاویر اور ایسی چیزیں بھی نگاہوں سے محفوظ نہ رہ سکیں اور
رہدایت اللہ کے چہرے پر سنسنی کے آثار دوڑ گئے۔ پوری خبر پڑھی اور شدت حیرت
ے گنگ رہ گئے۔ یہ کیا ہوا' ساری داستان ہی منظر عام پر آگئی۔ کافی دیر تک اخبار کے
ں مضمون پر نگاہیں دوڑاتے رہے پھر اسے رکھ کر گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ اس طرح
خاصا غلط معاملہ ہوگیا تھا۔ یہ بات کسی طرح منظر عام پر نہیں آنی چاہیے تھی۔ اس کے
یا غلط نتائج نکلیں گے اور کیا درست اس پر وہ بہت دیر تک غور کرتے رہے پھر عرشی یاد
ئی اور انہوں نے عرشی کی تلاش کے لئے ملازم کو روانہ کر دیا۔ ملازم تھوڑی دیر کے بعد
رشی کے ساتھ واپس آگیا تھا۔

شوخ شریر عرشی نے مسکراتی نگاہوں سے باپ کو دیکھا پھر بولی۔

”ویری گڈ! انتظار ہی کر رہی تھی ڈیڈی آپ کی طرف سے بلاوا آئے۔“

”اس وقت یہ بلاوا بالکل الگ نوعیت کا ہے' یہ دیکھو........“ سرہدایت اللہ نے
خبار اس کے سامنے کر دیا۔

عرشی کی نگاہوں سے یہ بھی مضمون نہیں گزرا تھا وہ اسے لے کر بیٹھ گئی اور پھر بے اختیار اسے دیر تک پڑھتی رہی۔ یہی تھوڑی بہت تفصیلات اسے سرہدایت اللہ نے بھی بتائی تھیں جن کی تفصیل اب اخبارات میں آگئی تھیں۔ پورا مضمون پڑھنے کے بعد اس نے تصاویر وغیرہ دیکھیں اور پھر احمقانہ سے انداز میں باپ کی صورت دیکھنے لگی۔

"تم نہیں سمجھیں یہ بڑا سنسنی خیز معاملہ ہوگیا ہے۔"

"کیسے ڈیڈی؟"

"جس نے بھی یہ سب کچھ کیا ہے قیامت ڈھا دی ہے اس کے بڑے انوکھے نتائج نکل سکتے ہیں۔"

"مثلاً کوئی ایک آدھ........"

"بھئی اب یہ سب کچھ صیغہ راز میں نہیں رہا۔ دنیا بھر میں لاکھوں ایسے مہم جو پڑے ہوئے ہیں جو اس قسم کی مہمات کے لئے جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کچھ.... ارے عرشی، تم ایک کام کرو۔"

"جی ڈیڈی!"

"کیا یہ وہی اخبار ہے جس میں تمہاری دوست لڑکی کام کرتی ہے۔ میرا مطلب ہے تم نے بتایا تھا کہ تمہارے بھی فیچر چھپتے ہیں۔"

"نہیں، یہ وہی اخبار نہیں ہے۔"

"خیر، اخبار والوں کا تو ایک دوسرے سے تعلق ہوتا ہے، جس طرح بھی بن پڑے یہ معلومات کراؤ کہ یہ مضمون کس نے اخبار تک پہنچایا ہے۔ ہم کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جس سے اخبار کو نقصان پہنچے یا ہم اس کے بارے میں باز پرس بھی نہیں کریں گے لیکن بس پتہ چل جانا چاہیے۔"

"عرشی نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور بولی۔ "ایک منٹ ڈیڈی ذرا ٹیلی فون۔" اور سرہدایت اللہ نے ٹیلی فون عرشی کی جانب بڑھا دیا۔ عرشی نے صائمہ کو ٹیلی فون کیا تھا اور دوسری جانب سے تھوڑی دیر کے بعد رابطہ قائم ہوگیا تھا۔

"براہ کرم مس صائمہ سے بات کرا دیجئے۔"

چند لمحات کے بعد صائمہ ٹیلی فون پر موجود تھی۔

"ہیلو صائمہ میں عرشی بول رہی ہوں۔"

"ہاں کہو عرشی، کیا بات ہے؟"

"صائمہ ایک اخبار کا حوالہ دے رہی ہوں زین موجود ہیں کیا؟"

"ہاں زین ہیں۔"

عرشی نے اخبار کا نام دہرایا پھر بولی۔ "کل اس میں ایک فیچر چھپا ہے ایک مہم جو کے بارے میں۔ جس طرح بھی بن پڑے۔ مجھے یہ بتاؤ کہ یہ کس طرح اخبار تک پہنچا کس نے پہنچایا ہے اور یہ تصاویر کس نے مہیا کی ہیں اخبار کو۔ معلوم ہو سکے گا؟"

"مضمون کے بارے میں بتاؤ؟"

"ایک مہم جو کی سرگزشت ہے۔"

"اچھا میں فائل نکلوا کر دیکھتی ہوں۔"

"دیکھو صائمہ میں انتظار کر رہی ہوں، یہیں اپنے گھر میں........ تم جس قدر جلد ممکن ہو سکے مجھے اس کے بارے میں تفصیل بتا دو؟"

"ٹھیک ہے میں تمہیں رنگ کرتی ہوں۔" صائمہ نے کہا اور عرشی نے فون بند کر دیا۔ سرہدایت اللہ اس کی صورت دیکھ رہے تھے۔ عرشی نے کہا۔

"تھوڑی دیر کے بعد ہمیں معلوم ہو جائے گا ڈیڈی۔"

"اُفوہ........ کنور مہتاب علی اس مضمون کو دیکھے گا تو دنگ رہ جائے گا۔ اس کی تو گھریلو زندگی پر بھی اثر پڑ سکتا ہے جس نے بھی یہ سب کچھ کیا ہے بہت خطرناک قدم اٹھایا ہے۔ پھر سب سے بڑی بات یہ کہ اگر ہم اس سلسلے میں آگے قدم بڑھانے کا ارادہ بھی کرتے ہیں تو ہمیں اب شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ بہت سے مہم جو اس عمل کو دہرانے میں مصروف ہو جائیں گے۔ عرشی یہ صورت حال بے حد خطرناک ہوگئی ہے اور سنو میں تمہیں ایک بات اور بتاؤں، تم سمجھدار ہو اگر اس بچی کی حفاظت صحیح

طریقے سے نہ کر سکو تو اسے ہمارے حوالے کر دو۔"

"آپ نے ابھی مجھے سمجھدار کہا ہے ڈیڈی۔"

"ہاں۔"

"تو پھر آپ یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ میں اس کی حفاظت نہیں کر سکوں گی۔"

"عرشی اب یہ گیم بے حد خطرناک ہو گیا ہے اور وہ تفریحی پہلو نہیں رہا اس کا۔ پلیز اس بچی کی زندگی کو خطرے میں نہ ڈالو۔ ہمیں بڑی محنت کرنا ہوگی۔ اور ہاں اتفاق کی بات ہے کہ مائیکل بائر نے مجھے فون کیا تھا اور یہ بتایا تھا کہ ایک آدھ دن میں وہ واپس آرہا ہے۔ اب ان لوگوں کا آجانا انتہائی ضروری ہو گیا ہے کیونکہ اس مہم میں وہ میرے شریک کار تھے اور اب بھی وہ یہی چاہتے ہیں کہ اگر صورت حال کچھ بہتر شکل اختیار کر جائے تو ہم دوبارہ اس مہم کا آغاز کر دیں۔"

"ڈیڈی دیکھئے' میں اس سنجیدہ صورت حال کو اچھی طرح محسوس کر رہی ہوں اور جانتی ہوں کہ آپ لوگوں کے لئے یہ انتہائی اہمیت کی حامل ہے لیکن میں بھی کوئی مسخری نہیں ہوں۔ میرا مطالبہ اپنی جگہ قائم ہے اور آپ کو اس سلسلے میں فیصلہ کرنا ہوگا۔"

"گویا تم اپنی ضد پہ اڑی ہوئی ہو۔"

"سوچ لیجئے ڈیڈی۔ تقدیر میرے راستے آسان کرتی جا رہی ہے اور اب تو آپ کا یہ احسان بھی نہیں رہا میرے اوپر کہ آپ نے مجھے اس حقیقت سے روشناس کرایا۔ ایک دو دن کی دیر بے شک ہو جاتی لیکن یہ سب کچھ مجھے پتہ چلنا ہی تھا۔ میرا اس مہم میں شریک ہونا بے حد ضروری ہے۔"

"مگر تم کہہ رہی ہو کہ تمہارا پورا گروپ........."

"یہ تو بعد کی بات ہے ڈیڈی لیکن میں پورے اعتماد کے ساتھ........"

"اچھا ایک بات سنو۔ کیا تمہارے گروپ میں ایسے کچھ افراد ہو سکتے ہیں' جو تمہارا تحفظ بھی کریں' ذہین بھی ہوں اور اس سلسلے میں بہترین انسان ثابت ہو سکیں۔"

"امکان تو ہے اس بات کا ڈیڈی۔"

"تو پھر عرشی ایک کام کیوں نہ کرو۔"

"جی جی ارشاد۔"

"تم اپنا گروپ واقعی الگ بنالو۔ بچی کو اپنے پاس ہی رکھو۔ میں اور تم مل کر ایسے راستوں کا انتخاب کر لیتے ہیں جہاں سے گزر کر تمہیں اس منزل تک پہنچانا ہو۔ اگر تم واقعی بہتر طریقہ سے اپنا تحفظ کر سکتی ہو تو میرے ذہن میں جو آئیڈیا آیا ہے' اس سے بہترین ترکیب اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔"

"آئیڈیا پلیز آئیڈیا۔" عرشی نے کہا۔

"یہ بچی تمہاری تحویل میں رہے گی اور ہم لوگ اپنے طور پر ٹیم بنا کر وہاں کا سفر کریں گے۔ تمہیں بھی وہ تمام سہولتیں مہیا کی جائیں گی جو اس سفر میں تمہاری معاون ہوں لیکن تم ہماری ٹیم سے دور رہو گی۔ میرے علاوہ کسی اور کو یہ بات نہیں معلوم ہو سکے گی کہ تم اس طرح سفر کر رہی ہو تم انہی راستوں سے گزرو گی' جو مناسب راستے ہیں اور جن سے گزر کر ہمیں اپنی منزل تک پہنچنا ہے لیکن ہم سے بالکل الگ تھلگ اور اس طرح کہ کسی کو تم پر کوئی شبہ نہ ہو سکے۔ تم بچی کو لے کر وہاں تک جاؤ گی ادھر ہم چلیں گے اور تم سے ہمارا کوئی رابطہ نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ اگر کوئی مشکل پیش آگئی تو ہم تمہارا تحفظ کریں۔ اس طرح یہ خطرہ ٹل جائے گا۔ میں کچھ اور بھی ایسے منصوبے بناؤں گا جن کے تحت اس خطرے میں اور کمی ہو جائے۔ بولو کیا کہتی ہو؟"

"ونڈر فل آئیڈیا۔ ڈیڈی ونڈر فل.... اور میں خوشی سے تیار ہوں اور یہ بھی آپ کو بتادوں کہ اگر آپ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ تجربے کار مہم جو ہیں اور جو کچھ کر سکتے ہیں آپ ہی کر سکتے ہیں تو اس خیال کو ذہن سے نکال دیجئے ڈیڈی۔ ہم نئی نسل کے لوگ آپ سے زیادہ ذہین ہیں اور زیادہ عمدگی سے کام کر سکتے ہیں۔"

سر ہدایت اللہ ہنسنے لگے پھر بولے۔ "چلو بھئی اس میں جھگڑے کی کیا بات ہے۔ مگر عرشی اب ذرا محتاط ہو جاؤ اور تم ایسا کرو کہ اپنا گروپ بنالو لیکن خدا کے لئے مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتا دینا جنہیں تم اپنا ساتھی بنا رہی ہو کہیں وہ تمہیں چوٹ نہ دے

جائیں۔"

"ڈیڈی آپ کو کھلے دل سے ایک بات پر اعتماد کرنا ہوگا۔"

"وہ کیا؟"

"میری طرف سے آپ ذرا بھی متردد نہیں رہیں گے ورنہ پھر مہم جوئی کا مزہ جاتا رہے گا۔ آپ اپنے لئے کام کریں میں اپنے لئے......اپنے آپ کو آزمانا بھی تو ہوتا ہے۔"

"مگر بیٹا میں تمہیں کسی خطرے میں نہیں دیکھ سکتا۔"

"ڈیڈی یہ ہمت تو کرنی ہوگی آپ کو۔ اگر مجھے کوئی خطرہ بھی پیش آیا تو آپ مجھے خود اس سے نمٹنے کا موقع دیں۔"

"اور اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچ گیا تو؟"

"یہ نقصان تو مجھے' گھر میں اپنے بستر پر بھی پہنچ سکتا ہے۔ چھت گر سکتی ہے' کوئی اور حادثہ پیش آسکتا ہے۔ آپ کو اس کے لئے تیار رہنا ہوگا۔ ویسے میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ اپنے تحفظ کا زبردست بندوبست کروں گی۔"

"اوکے عرشی اوکے۔ اب ان حالات میں میں تم پر زیادہ پابندیاں نہیں لگا سکتا۔ تم آج ہی اپنے طور پر اپنا کام شروع کر دو اور سنو اب مجھے بچی کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ تم جس طرح بھی چاہو اسے اپنے ساتھ رکھ سکتی ہو۔"

"اوکے ڈیڈی تھینک یو۔ یہ آپ کی سچائی کی علامت ہے۔"

"گویا اس سے پہلے میں جھوٹ بول رہا تھا۔"

"نہیں نہیں' میرا یہ مطلب نہیں ہے ڈیڈی لیکن اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"سب سے پہلے میں فوری طور پر مائیکل بائر' لارک اینجلو اور ریٹا باروے کو طلب کئے لیتا ہوں' انہیں بہت مختصر وقت میں یہاں پہنچ جانا چاہیے تاکہ ہم اپنے کام کا آغاز کر سکیں۔ مجھے نور مہتاب علی کی بھی ضرورت ہے اتفاق کی بات ہے کہ میں اس وقت اکیلا ہوں۔"

"آپ اس وقت تک مجھے استعمال کریں ڈیڈی جب تک کہ ہم یہاں سے روانگی کے لئے تیار نہیں ہو جاتے۔"

"نہیں' تمہارا مجھ سے کچھ فاصلہ ہی مناسب ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم گھر ہی چھوڑ دو۔ البتہ اپنے آپ کو ہر معاملے سے بے تعلق ظاہر کرنا۔ یہاں تک کہ مائیکل بائر اور لارک انیجلو کو بھی اس بات کا علم نہیں ہونا چاہیے کہ لڑکی تمہارے پاس ہے اور تم میرے اس منصوبے میں کام کر رہی ہو۔"

"اوکے ڈیڈی اوکے.... اب آئے گا مزہ!"

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔"

عرشی وہاں سے اٹھ گئی تھی۔ سرہدایت اللہ کچھ دیر تک رخسار کھجاتے رہے اور اس کے بعد انہوں نے ایک نمبر ڈائل کیا اور ریسیور کان سے لگالیا کچھ دیر کے بعد دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہوٹل پارک ویو۔"

"دیکھئے روم نمبر دو سو ستر' اکہتر یا بہتر میں سے کوئی نمبر مل سکے گا۔"

"سوری سر یہ کمرے خالی ہو چکے ہیں۔ مہمان رخصت ہو گئے ہیں۔"

"کہاں گئے ہیں یہ معلوم ہو سکے گا؟"

"نہیں سر۔ مہمانوں سے یہ سوال نہیں کئے جاتے۔"

"کب خالی ہوئے ہیں؟"

"پچھلی رات۔" جواب ملا اور سرہدایت اللہ نے فون بند کر دیا۔ لیکن یہ بھی اتفاق تھا کہ تھوڑی ہی دیر کے بعد انہیں اطلاع ملی کہ غیر ملکی مہمان واپس آگئے ہیں سرہدایت اللہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ انہوں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کام جب ہونا ہوتا ہے تو اس کا یہ انداز ہوتا ہے۔" پھر باہر نکل کر انہوں نے مہمانوں کا استقبال کیا تھا۔ مہمانوں کے کمرے تو مخصوص تھے ہی۔ انہیں ان کے کمروں تک پہنچا دیا گیا۔ مائیکل بائر' ریٹا باروے۔ اور لارک اینجلو نے ان کے وطن کی تعریف کرتے

ہوئے کہا۔

"بھئی اس میں کوئی شک نہیں ہے مسٹر ہدایت اللہ کہ آپ کا ملک بہت خوبصورت ہے۔ اس کی پسماندگی کے بارے میں جو کچھ ہم نے سنا تھا وہ مذاق معلوم ہوتا ہے۔"

"یقیناً" .... بہرحال تم لوگ وقت پر آئے۔ میرے پاس تمہارے لئے ایک ایسی سنسنی خیز خبر ہے کہ تم لوگ دنگ رہ جاؤ گے۔" وہ سوالیہ نگاہوں سے ہدایت اللہ کو دیکھنے لگے تو سر ہدایت اللہ نے انہیں اخباری خبر دکھائی اور اردو تحریر کو انگلش میں ترجمہ کر کے سنایا۔ مائیکل بائز اور دوسرے تمام لوگ حیران منہ کھولے یہ پوری تفصیل سن رہے تھے اور پھر مائیکل بائز' لارک اینجلو اور ریٹا ہاروے کے چہروں پر بھی شدید سنسنی پھیل گئی۔ ابھی وہ اس بارے میں کوئی بات نہیں کر پائے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی اور سر ہدایت اللہ نے ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو ڈیڈی........ میں بول رہی ہوں۔" عرشی کی آواز سنائی دی۔

"ہاں بولو۔"

"آپ کے دوست اچانک آگئے۔"

"ہاں بالکل اچانک۔"

"صائمہ سے رپورٹ مل گئی ہے۔ میں آپ کی ہدایت کی وجہ سے آپ کے سامنے نہیں آئی۔"

"اچھا کیا ہے۔"

"میگزین ایڈیٹر جبار شاہ نے یہ فیچر تیار کیا ہے اور اسے یہ معلومات فراہم کرنے والا ایک مہم جو شخص مرزا نصیر بیگ ہے جو جبار شاہ کا دوست بھی ہے۔"

"اوہ۔" سر ہدایت اللہ نے آہستہ سے کہا۔

"آپ اس شخص کو جانتے ہیں نا؟"

"ہاں۔"

"میرے لئے کوئی حکم؟"

"نہیں۔"

"اوکے ڈیڈی۔"

"اوکے۔" ہدایت اللہ نے فون بند کر دیا۔ مائیکل بائز اور دوسرے لوگ ابھی تک سنسنی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کچھ دیر کے بعد ریٹا ہاروے نے گہری سانس لے کر کہا۔

"پھر اب مسٹر ہدایت اللہ؟"

"صورت حال آپ کے سامنے آچکی ہے۔ ابھی میں نے جو فون ریسیو کیا تھا۔ اس سے میرے شبے کی تصدیق ہو گئی۔"

"یعنی؟"

"اخباری رپورٹ مرزا نصیر بیگ نے ہی شائع کرائی ہے۔"

"لیکن اس سے اسے کیا حاصل ہو گا؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"سوال وہی ہے ہمیں اب کیا کرنا چاہیے؟" ریٹا ہاروے نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

"یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ اس فیچر کے شائع ہونے کے بعد بہت سے ایسے نئے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو اس مہم میں دلچسپی لینے لگیں گے حالانکہ یہ فیچر مقامی زبان کے اخبار میں چھپا ہے لیکن یہ بھی معمولی بات نہیں ہے دوسری زبانوں میں بھی اس کا ٹرانسلیشن ہو سکتا ہے اور ہم اسے نہیں روک سکیں گے۔"

"یقیناً۔" بائز نے تائید کی۔

"اس طرح یہ مہم اب خطرناک ہو جائے گی۔"

"بے شک۔"

"پھر آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟"

"تو کیا مسٹر ہدایت اللہ آپ اس سے کنارہ کش ہونے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔" ریٹا ہاروے نے کہا۔

"نہیں، میں نے یہ تو نہیں کہا۔"

"ہمیں ہر طرح کے حالات کو فیس کرنا ہوگا۔ لیکن سب سے اہم معاملہ تو اب ب
باقی ہے۔"

"یعنی کنور مہتاب علی؟"

"بالکل۔"

"یہ سب کچھ بھی اسی عمل کا حصہ ہے لیکن میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں آپ لوگو
کے مشورے سے کرنا چاہتا ہوں۔"

"میرے خیال میں ہمیں کنور مہتاب علی سے مل لینا چاہیے۔"

"اس کا اب تک کوئی نشان نہیں مل سکا ہے۔"

"کوشش کی؟"

"نہیں، سچ یہ ہے کہ کوشش بھی نہیں کی۔ لیکن کوشش کی جاسکتی ہے۔"

"دیر نہ کی جائے تو بہتر ہے۔ ہمیں ہر قیمت پر اس کام کی تکمیل کرنی ہے لیکن
جانے کنور کے اس بارے میں کیا تاثرات ہیں۔"

"یہ تو اس سے مل کر ہی پتہ چلے گا۔" سرہدایت اللہ نے پر خیال لہجے میں کہا۔

"بس تو پھر ٹھیک ہے اب جبکہ صورت حال یہ شکل اختیار کر چکی ہے ہدایت اللہ
ہمیں بھی اس میں کسر نہیں چھوڑنی چاہیے لیکن یہ بات بھی مدنگاہ رکھنی ہوگی کہ ہ
ایک مقابل ہے جو یہیں سے ہم پر نگاہ رکھتے ہوئے اپنے اقدامات کرے گا۔"

"اور وہ اقدامات شدید ہوں گے۔" ریٹا ہاروے نے کہا۔

"بالکل، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"کنور مہتاب علی سے تمہارے خیال کے مطابق کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟"

"یہاں مہتاب پور ہاؤس ہے، اس کی اسٹیٹ کا ایک گیسٹ ہاؤس ہو سکتا ہے و
سے اس کے بارے میں شاید معلومات حاصل ہو جائیں، میرے پاس اس کے نمبر تو مو
تھے، تلاس کرتا ہوں۔" سرہدایت اللہ نے کہا اور اس کے بعد ان لوگوں سے معذ
کرکے اٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ٹیلی فون انڈیکس لے آئے جس میں ان کے

ہاؤس کے نمبر درج تھے۔ مہتاب پور ہاؤس کے نمبر ڈائل کرکے سرہدایت اللہ نے
ریسیور کان سے لگا لیا لیکن انہیں کسی کی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ عرشی نے جو کچھ انہیں
بتایا تھا اس کے مطابق مہتاب پور ہاؤس میں واقعی کسی کو نہیں ملنا چاہیے تھا۔ پھر انہوں
نے کوڈ نمبر ڈائل کرکے براہ راست مہتاب پور کال کی اور تھوڑی دیر میں عالم آراء سے
مہتاب پور رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو، مہتاب پور، کنور مہتاب علی کی کوٹھی ہے؟"

"جی، کون صاحب بات کر رہے ہیں؟"

"بھابھی میں نے آپ کی آواز پہچان لی ہے آپ بھابھی عالم آراء بول رہی ہیں نا؟"

"جی مگر بدقسمتی سے میں آپ کی آواز نہیں پہچان سکی۔"

"میں ہدایت اللہ بول رہا ہوں۔ لوگ بلاوجہ مجھے سرہدایت اللہ کہتے ہیں۔"
سرہدایت اللہ نے کہا اور دوسری طرف سے ہلکی سی ہنسی کی آواز سنائی دی۔

"ہاں میں پہچان گئی آپ کو ہدایت اللہ صاحب، کہئے کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"بھابھی میں بالکل ٹھیک ہوں، مہتاب علی کہاں ہیں؟"

"مجھ سے زیادہ آپ کو ان کے بارے میں معلوم ہونا چاہیے ہدایت اللہ صاحب۔"

"جی میں سمجھا نہیں۔"

"اخبار کی کہانی آپ کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوگی ہمیں تو ایسے معاملات سے
اخبارات کے ذریعے ہی واقفیت ہو جاتی ہے۔"

"بھابھی کیا کنور مہتاب علی مہتاب پور میں موجود نہیں ہیں؟"

"نہیں البتہ اس سلسلے میں ہمارے دو دیرینہ ملازموں کا قتل ہو چکا ہے، شاید آپ کو
اس بارے میں بھی خبر نہیں ہے۔"

"اتفاق سے میں ابھی چند روز قبل واپس پہنچا ہوں لیکن بہرحال مجھے یہ اطلاع بھی
مل گئی تھی۔ کنور مہتاب علی کہاں ہیں؟"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"بس اتنا بتا دیجئے کہ وہ مہتاب پور میں ہیں یا نہیں۔"

"مہتاب پور میں ہوتے تو کیا کوٹھی کے علاوہ کہیں اور ہوتے‘ یہ اطلاع بھی آپ اگر مجھے دے دیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔"

"نہیں مجھے ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"افسوس میں بھی اتنی ہی ناواقف ہوں۔" عالم آراء کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

"آپ صرف اتنا کیجئے بھابھی کہ اگر کنور مہتاب علی سے رابطہ قائم ہو جائے تو ا سے یہ کہہ دیجئے کہ میں واپس آگیا ہوں اور ان سے فوراً ملنا چاہتا ہوں۔"

"ہو سکتا ہے مجھ سے پہلے آپ ہی سے ان کی ملاقات ہو جائے۔ یہی پیغام میر طرف سے آپ انہیں دے دیجئے گا۔" عالم آراء نے کہا اور فون بند کر دیا۔

سرہدایت اللہ کچھ دیر فون کا ریسیور ہاتھ میں لئے بیٹھے رہے اور اس کے بع انہوں نے ٹھنڈی سانس لے کر فون بند کر دیا۔

نادر شاہ درحقیقت ان دنوں عجیب سی کیفیات کا شکار ہو گیا تھا۔ بہت انوکھی صورت ال تھی۔ عرشی نے واقعی اس کے ذہن پر قبضہ جمالیا تھا اور ان دنوں وہ مسلسل اسی کے رے میں سوچ رہا تھا۔ بڑی دلکش شخصیت کی مالک تھی۔ ایک انوکھی فطرت کی حامل۔ ک جانب شوخ‘ بے باک نڈر‘ آنکھیں بند کر کے دریا میں چھلانگ لگا دینے والی تو دوسری رف نسوانیت کا جو عنصر فطرت میں شامل تھا اس سے بھی بہرہ ور تھی اور اس کے چہرے ے نقوش میں وہ سب کچھ نظر آجاتا تھا جو نسوانی دلکشی کا حامل ہو۔

بہرحال نادر شاہ سے صبر نہ ہو سکا۔ عرشی کو اس کی کوٹھی پر فون کر ڈالا۔ گھر کے ی اور فرد نے فون ریسیو کیا تھا۔

"محترمہ عرشی سے بات کرنی ہے۔"

"کون صاحب ہیں؟"

"اگر وہ موجود ہیں تو ان سے کہہ دیجئے کہ نادر شاہ بات کرنا چاہتا ہے۔"

"ہولڈ آن پلیز" دوسری طرف سے کہا گیا اور کچھ دیر کے بعد عرشی کی آواز فون پر ائی دی۔

"دل لوٹ لی۔"

"جی نہیں‘ الزام ہے۔" نادر شاہ نے جواب دیا۔

"تاریخ کو نہیں جھٹلایا جاسکتا۔"

"تاریخ میں بعض اوقات حقائق مسخ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔"

"ویسے آپ کے ساتھ بڑا دلچسپ لطیفہ ہے جناب۔"

"کیا؟"

"آپ کا نام نادر شاہ ہے اور آپ کے والد کا نام محمد شاہ۔"

"جی ہاں اس سلسلے میں اکثر والد صاحب کے چہرے پر شرمندگی نظر آتی ہے غا نام رکھتے ہوئے انہوں نے اس نقطے پر غور نہیں کیا تھا۔"

"خیر' آپ کے والد بہت نفیس انسان ہیں جبکہ محمد شاہ کے ساتھ رنگیلا کا لفظ لگا تھا۔"

"آپ خیریت سے تو ہیں؟"

"ارے ہاں' یہ کیا بات ہوگئی ہم لوگ کہاں بھٹک گئے؟"

"جی ہاں' محبت کرنے والوں میں یہی ایک خرابی ہوتی ہے۔"

"کیا؟"

"اصل موضوع پر کوئی بات نہیں کرتے۔ بس جذبات کی رو میں نجانے کہاں کہاں بھٹک جاتے ہیں۔"

"اچھا اچھا' اصل میں اس سلسلے میں میرا تجربہ نامکمل ہے۔"

"مکمل کر لیجئے گا نا۔"

"کیسے؟"

"محبت کر کے۔" نادر شاہ نے جھٹ سے جواب دیا اور دوسری جانب خا طاری ہوگئی۔ پھر عرشی نے کہا۔

"مشورے پر غور کیا جائے گا۔"

"کمال ہے! آپ نیک کاموں کے سلسلے میں بھی غور و خوض کرتی ہیں؟"

"یہ نیک کام ہے؟"

"ازل سے نیک کام ہے اس کی ہدایت تو ہر مذہبی کتاب میں کی گئی ہے۔"

"یعنی یہ کہ محبت کی جائے۔"

"سو فیصدی' آپ مطالعہ کر لیجئے' اس دنیا بلکہ اس کائنات کی بنیاد ہی محبت ہے۔"

"ویسے ایک بات بتاؤں آپ کو' فطری طور پر آپ پولیس والے بالکل نہیں تھے' شاید میری چھٹی حس نے بھانپ لیا تھا اور اسی لئے میں نے آپ کو پولیس کی نوکری سے ت دلادی۔"

"واقعی آپ نے بہت اچھا کیا' ہو سکتا تھا میری لطافت مجروح ہو جاتی۔"

"تو پھر یہ تو احسان ہوا نا میرا"

"آپ کے تو اتنے احسانات ہیں مجھ پر کہ الفاظ میں بیان نہیں کئے جاسکتے۔"

"پھر؟"

"اس کے لئے تو بس آگے کیا کہوں؟"

"اچھا خیر' سنایئے کیا کیا ہو رہا ہے۔"

"بس بات پھر وہیں آجاتی ہے یعنی شب بیداری' اختر شماری وغیرہ وغیرہ۔"

"ارے لاحول ولا قوۃ' کیا فرسودہ کام شروع کر دیئے آپ نے؟"

"کیوں؟"

"میرا مطلب ہے یہ تو پرانی باتیں ہیں آج کل تو اگر نیند نہ آئے تو تارے گننے کے ئے سلیپنگ پلز کھالی جاتی ہیں۔"

"وہ الگ بات ہوتی ہے' نیند نہ آنے کی بھی تو بہت سی وجوہات ہوتی ہیں' آپ رشن چندر کا مضمون کھانسی پڑھا ہے۔"

"کھانسی!"

"ہاں' جس میں انہوں نے مختلف اقسام کی کھانسی کے بارے میں بتایا ہے' سیاسی ا' سماجی کھانسی' معاشرتی کھانسی وغیرہ وغیرہ ...."

"خیر' میں نے نہیں پڑھا لیکن آپ کا مطلب؟"

"میں نیند کی بات کر رہا تھا۔ سلیپنگ پلز کھانے والے ذرا مختلف مرض کا شکار ہو
ہیں' یہاں تو ایک ایسے مرض کا شکار ہوئے ہیں جس میں جاگنے میں بھی لطف آتا ہے۔"

"خوب خوب خوب' ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ باتیں کرنے کے ما
ہیں۔"

"آپ کے سامنے بھلا کیا حقیقت ہے ہماری؟"

"تو پھر اور سنائیے۔"

"بھئی اب سنائے ہی جائیں اور وہ بھی ٹیلی فون پر۔"

"تو پھر؟"

"نبراسکا زندہ باد۔"

"یعنی؟"

"آپ آ رہی ہیں نا؟"

"کیا ہمارا پروگرام تھا؟"

"لیجئے کیا اب ہمارے درمیان اس طرح پروگرام بنیں گے؟"

"نادر شاہ صاحب کھل کر کہئے کیا بات ہے؟"

"کھل کر تو بات رو برو ہی کی جا سکتی ہے۔"

"میرا مطلب ہے نبراسکا میں کیا کرنا ہے؟"

"عمدہ عمدہ کھانے پینے کی اشیاء وہاں ہوا کرتی ہیں ان کے ساتھ انصاف کری
گے۔"

"کب؟"

"ابھی آ جائیے۔"

"ابھی تو میں ناشتہ کر چکی ہوں۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے تھوڑی دیر چہل قدمی ہو گی۔"

"نہیں پلیز' آپ یوں کیجئے کہ ساڑھے بارہ بجے آپ میرے ساتھ نبراسکا میں ل

بجے گا۔"

"آپ لنچ ساڑھے بارہ بجے کر لیتی ہوں؟"

"بھئی بیٹھیں گے باتیں کریں گے اور اس کے بعد لنچ کریں گے۔"

"ٹھیک ہے' منظور ہے' وقت تھوڑا سا ہے لیکن خیر برداشت کر لیا جائے گا۔" نادر
ناہ نے کہا اور پھر مزید کچھ رسمی گفتگو کے بعد فون بند کر دیا گیا۔

اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ بڑی حاضر جواب اور خوش مزاج قسم
ی لڑکی تھی۔ ویسے زندگی کے طویل سفر میں ایک اچھی ساتھی ثابت ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ
رام ہو جائے۔ مقررہ وقت پر وہ نبراسکا پہنچ گیا۔ اندر جا کر بیٹھا ہی تھا کہ چند منٹ کے بعد
رشی کی صورت نظر آ گئی۔ خوبصورت سا سادہ سا لباس پہنے ہوئے ایک دلکشی کا پیکر نظر
آ رہی تھی۔ لباس کے استعمال میں جو موزونیت تھی وہ اس کی صاف ستھری طبیعت کا پتہ
یتی تھی۔ کہیں بھی ہلکا پن نہیں محسوس ہوتا تھا۔ نادر شاہ نے پرتپاک انداز میں اس کا خیر
قدم کیا وہ کرسی کھینچ کر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"دلی لٹ گئی۔"

"جی نہیں دلی بڑی خوبصورتی سے آباد ہو رہی ہے۔" عرشی ہنس پڑی تھی۔ "ویٹر
نے مینو لا کر رکھ دیئے نادر شاہ نے اس سے کہا کہ ٹھیک پینتالیس منٹ کے بعد وہ ان کے
س آئے۔ اس وقت لنچ کیا جائے گا۔ ویٹر گردن جھکا کر چلا گیا۔ عرشی نے کہا۔

"جناب عالی یہ فیصلہ آپ نہیں کریں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے آپ کو مدعو کیا ہے؟"

"میں نے" نادر شاہ تعجب سے بولا۔

"جی ہاں کیوں؟"

"میرا خیال ہے ہم میں اور تو کا فرق مٹانے کے لئے ہی یہاں جمع ہوئے ہیں۔"

"صرف دو افراد۔" عرشی نے کہا اور قہقہہ مار کر ہنس پڑی نادر شاہ بھی ہنسنے لگا پھر وہ

بولی۔

"جناب بس یہی تو خامی رہ جاتی ہے مرد اور عورت کی دعوت میں' آپ نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ اس دوران میں کیا پیوں گی۔"

"وہ جی ہاں واقعی نہیں پوچھا' اصل میں جھوٹ بولنے کو دل چاہ رہا تھا میں کہنے والا تھا کہ میں تو آپ سے پوچھنے ہی والا تھا لیکن پھر مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوگیا کیونکہ میں نے ویٹر کو واپس جانے کی اجازت دے دی ہے۔"

"اسے پھر سے بلایا جاسکتا ہے۔" عرشی نے کہا۔

"ویٹر۔" نادر شاہ نے آواز لگائی اور ویٹر قریب آگیا۔

تب مکس فروٹ جوس منگوالیا گیا اور ویٹر یہ آرڈر لے کر چلا گیا۔ نادر شاہ نے مسکراتی نگاہوں سے عرشی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں مس عرشی کہئے آپ کا معاملہ کس حد تک آگے بڑھا؟"

"میرے معاملے سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"میرا مطلب ہے جن لائنوں پر آپ کام کر رہی ہیں۔"

"بس اتنی دیر کی محبت تھی؟" عرشی نے کہا۔

"جی؟"

"ابھی میرا اور تیرا فرق ختم ہو رہا تھا اب میرے معاملے کے بارے میں پوچھا جارہا ہے۔" عرشی نے کہا اور نادر شاہ ہنس پڑا۔

"بہت تیز ہیں آپ' واقعی آپ بہت تیز ہیں۔"

"جناب نادر شاہ صاحب شہنشاہیت میں یہی ایک خرابی تھی جس نے شہنشاہیت کو ڈبو دیا۔"

"چلئے معاف کردیجئے' نہ میں شہنشاہ ہوں اور نہ آپ میری رعایا۔"

"وہ معاملہ اب میرا نہیں بلکہ ہمارا معاملہ ہے' کیا آپ اس بات کو قبول کرتے ہیں؟"

"قبول کیا میں نے۔" نادر شاہ نے مسکراتے ہوئی کہا اور عرشی بھی ہنس پڑی۔

"چلئے پھر ٹھیک ہے معاف کر دیا آپ کو اس سلسلے میں۔"

"اب یہ بتایئے مجھے کیا کرنا ہے؟"

"بچی کے باپ بن جایئے۔"

"جی!"

"جی ہاں!"

"مگر... مگر کیسے؟"

"بھلا باپ بننے میں بھی کوئی مشکل پیش آتی ہے۔" عرشی نے کہا اور نادر شاہ ادھر دھر دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔

"میرا مطلب ہے کہ آپ گل کے باپ بن جایئے۔"

"بنا جاتا ہوں اگر آپ کا حکم ہے تو لیکن آپ' آپ کا کیا کردار ہوگا؟"

"میں اس کی ماں بن جاؤں گی۔"

"سبحان اللہ! یہ تو بڑا سستا سودا رہا' یعنی کوئی محنت ہی نہ کرنی پڑی۔"

"شرارت نہیں میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔"

"قطعی نہیں میڈم بھلا اس میں شرارت کی کیا گنجائش ہے۔" اس سے خوبصورت لفاظ تو شاید میں نے زندگی میں کبھی نہیں سنے۔

"نادر شاہ صاحب!"

"یہ نادر شاہ صاحب کتنا بوجھل محسوس ہوتا ہے۔"

"پھر میں کیا کہوں؟"

"نادر۔"

"اتنی آسانی سے؟"

"میرا خیال ہے نادر شاہ صاحب سے آسان لفظ ہے یہ۔"

"چلئے ٹھیک ہے تو مسٹر نادر........"

’’مسٹر نہیں نادر‘ صرف نادر۔‘‘

’’چلو نادر‘ کیا خیال ہے اس بارے میں؟‘‘

’’منصوبہ کیا ہے۔‘‘ نادر شاہ اب سنجیدہ ہو گیا تھا۔

’’اصل میں ڈیڈی کو قائل کر لیا ہے میں نے۔‘‘

’’کس بات پر؟‘‘

’’یہی کہ مہم جوئی کی اس نئی سیریز میں ہم شامل ہو جائیں‘ ہمارا گروپ الگ ہو‘ نادر شاہ اب میں آپ سے ایمانداری سے ایک سوال کرتی ہوں اپ کو خدا کا واسطہ بالکل درست جواب دیجئے گا۔‘‘

’’ہاں ٹھیک ہے میں سنجیدہ ہوں۔‘‘

’’دیکھئے مختصر صورت حال میں آپ کو بتا چکی ہوں۔ تفصیل اگر آپ کی خواہش ہو تو دوبارہ آپ کو بتا دی جائے۔ جیسا کہ میں نے آپ سے کہا کہ اس وقت کئی گروپ ہیں جو اس سلسلے میں شدید کاروائیاں کر رہے ہیں اور اخبار میں وہ سب کچھ شائع ہونے کے بعد‘ ارے‘ ہاں کیا میں آپ کو اس بارے میں بتا چکی ہوں؟‘‘

’’جی نہیں۔‘‘

’’اوہ مائی گاڈ.... اخبار نہیں پڑھا آپ نے؟‘‘

’’اگر آپ اس اخبار کی بات کر رہی ہیں جس میں آپ کے والد بزرگوار اور دوسرے چند افراد کی مہم جوئی کی داستان ہے تو وہ اتفاق سے میری نگاہوں سے گزر چکا ہے۔‘‘

’’ویری گڈ‘ ویری گڈ‘ میں سمجھ رہی تھی کہ ہماری شاید اس موضوع پر گفتگو ہو چکی ہے۔‘‘

’’کہاں سے ہو گئی ہوتی ہماری گفتگو‘ ملاقاتیں ہی کب ہوتی ہیں؟‘‘

’’ارے توبہ کیجئے کل ہی تو میری آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔‘‘

’’وہ کل ہوئی تھی‘ کل کل!‘‘ نادر شاہ نے نیچے ہاتھ کر کے کہا اور عرشی ہنسنے لگی پھر

بولی۔

’’آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اب اس وقت صورت حال کیا ہے۔ اخبار میں اس رپورٹ کے شائع ہونے کے بعد ڈیڈی کا خیال ہے کہ بہت سے افراد اس جانب متوجہ ہو جائیں گے اور ہماری یہ مہم خطرناک شکل اختیار کر جائے گی۔‘‘

’’سو فیصدی‘ میں نے بھی اس بارے میں یہی سوچا ہے۔‘‘

’’ایسی شکل میں ہمیں بہت محنت کرنی ہو گی کیونکہ ہم تو اس مہم کے مرکزی کردار بن گئے ہیں۔‘‘

’’گل کی وجہ سے نا؟‘‘

’’ہاں سو فیصدی۔‘‘

’’ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے میں آپ سے متفق ہوں۔‘‘

’’تو وہ ایمانداری سے جو بات پوچھ رہی تھی میں وہ یہ تھی کہ کیا آپ اس معاملے میں دلچسپی لیں گے؟‘‘

’’ایمانداری کی بات کر رہی ہیں مس عرشی تو جواب بھی ایمانداری ہی سے ملے گا۔‘‘

’’ہاں ہاں پلیز‘ میں یہی چاہتا ہوں کہ جو کچھ بھی آپ کہیں بڑے کھل کر کہیں تاکہ ہمیں فیصلے کرنے میں کوئی دقت نہ ہو۔‘‘

’’نہ مجھے نیل کنٹھ سے دلچسپی ہے۔ نہ سائی تھول کی روایات سے‘ نہ اس عظیم الشان خزانے سے جس کے لالچ میں نجانے کون کون پڑا ہوا ہے۔ مس عرشی مجھے صرف آپ سے دلچسپی ہے‘ آپ اس مہم میں پوری طرح ملوث ہو رہی ہیں تو میں آپ کے ساتھ شرکت سے انکار نہیں کر سکتا جو کچھ کروں گا میں آپ کے لئے کروں گا۔‘‘

عرشی نے شکر گزار نگاہوں سے نادر شاہ کو دیکھا اور بولی۔

’’کیا میں واقعی آپ پر اپنا اتنا حق تسلیم کر لوں؟‘‘

’’غور کر لیجئے گا۔‘‘

"نہیں' اصل میں نادر یہی تو خرابی ہے میرے اندر کہ میں غور بہت کم کرتی ہوں۔ دل چاہتا ہے تو کسی بات کو قبول کر لیتی ہوں نہیں چاہتا تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے وہ بات منوانے پر مجبور نہیں کر سکتی۔"

"یہ ایک اچھی علامت ہے آپ کی مس عرشی۔"

"تو میں آپ سے یہ پوچھ رہی تھی کہ کیا میں آپ کے یہ الفاظ قبول کر لوں؟"

"میں نے کہا نا کہ یہ سوال مجھ سے کرنے کا نہیں ہے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔" عرشی نے کہا اور پھر گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی پھر جوس کا گلاس اٹھا کر اس کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتی رہی۔ پھر اس کے بعد آہستہ سے اس نے کہا۔

"قبول کیا میں نے۔"

نادر شاہ نے سنجیدگی سے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھا دیئے اور ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بدبدانے لگا۔ عرشی ہنس پڑی تھی۔

"یہ کیا؟" اس نے کہا اور نادر شاہ نے دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرتے ہوئے اسے دیکھ کر کہا۔

"ایجاب و قبول کے بعد دعا تو کی ہی جاتی ہے۔"

عرشی ہنس پڑی تھی پھر اس نے کہا۔ "اصل میں سچ بتاؤں میں آپ کو' برجستگی مجھے بھی بے حد پسند ہے اور آپ کے اندر بڑی برجستگی ہے۔"

"جب دو دل ایک دوسرے کو قبول کر لیتے ہیں مس عرشی تو پھر ہر بات اچھی لگتی ہے۔"

"اب کیوں نہ ہم سنجیدہ ہو جائیں؟"

"ہاں ان حالات میں تو سنجیدہ ہونا ہی پڑتا ہے۔"

"نہیں پلیز' بی سیریس۔"

"جی جی میں بالکل سیریس ہوں۔"

"جیسا کہ میں نے آپ سے کہا نادر کہ ڈیڈی اس بات پر آمادہ ہو گئے ہیں کہ میں اپنا گروپ الگ بناؤں' غیر ملکی مہمان آ گئے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو ڈیڈی کے ساتھ مہم میں شریک تھے۔ اب یہ لوگ بھی روانگی کا پروگرام بنائیں گے۔ ہم ان سے بالکل الگ تھلگ اپنے سفر کا آغاز کریں گے۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ ہم ایک ایسا انداز اختیار کریں جس سے کسی کو ہم پر شبہ نہ ہو اور اس کے لئے نادر شاہ صاحب آپ کو کوئی خوبصورت منصوبہ بنانا پڑے گا میں ہر حالت میں آپ کے ہمراہ ہوں۔"

"میں یہ سمجھتا ہوں مس عرشی کہ جن علاقوں کی جانب ہمیں سفر کرنا ہے ان کے لئے آغاز کسی بہتر جگہ سے کرنا ہو گا۔ یہ جگہ لندن بھی ہو سکتی ہے' وسطی افریقہ کے سفر کے لئے اور بھی ایسے کئی پوائنٹس ہیں جہاں سے اس سفر کا آغاز کیا جا سکتا ہے۔"

"میں آپ سے عرض کروں' لندن ہی سے اس سفر کا آغاز ہو گا میں نے ان لوگوں کی گفتگو سنی ہے۔"

"ہاں اصل میں وسطی افریقہ کے ممالک کانگو' برازیل وے' غیبون' انگولا' زائر اور کیمرون وغیرہ اس سلسلے میں ملوث ہیں۔ یہ انہی علاقوں کا جھمگٹ ہے اور ہم انہی کی جانب سفر کریں گی چنانچہ ہمیں اپنا ایک گروپ بنا لینا چاہیے۔ لیکن طریقہ کار کیا ہو گا؟"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا' بچی ہمارے ساتھ ہو گی اور ہم لوگ اس کے ماں باپ کی حیثیت سے آگے بڑھیں گے۔ میری رائے ہے کہ بچی کی پشت پر نیل کنٹھ کا جو نشان ہے وہ کسی ایسے طریقے سے چھپا دیا جائے جس سے وہ نمایاں نہ ہو بلکہ پوشیدہ رہے لیکن اس طرح کہ وقت ضرورت وہ فوراً" نمایاں ہو سکے۔" نادر شاہ پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر بولا۔

"بہترین تجویز ہے تو تمہارا مطلب یہ ہے عرشی' مجھے معاف کرنا میں اور بے تکلف ہو گیا ہوں۔"

"اب تکلفات میں کیا رکھا ہے؟"

"ہاں بے شک' خیر' تو بچی کی پشت کا نشان ہم چھپا لیں گے۔ ہمیں خود بھی اپنے

آپ میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کرنی ہوگی۔ اس کے علاوہ ہمیں انٹرنیشنل پاسپورٹ پر ان تمام ممالک کا اندراج کرانا ہوگا اور ایک سیاح کی حیثیت اختیار کرنا ہوگی۔ عرشی میں اس سلسلے میں تمام کارروائی کرلوں گا آپ بالکل مطمئن رہیں۔ مجھے تین دن کا وقت دے دیجئے اس کے بعد میں آپ کو بتادوں گا کہ میں نے کیا کیا کچھ کیا ہے‘ آپ اپنے ذہن سے باقی ہر طرح کے خیالات نکال دیجئے۔ اگر آپ کے ڈیڈی آپ سے کہیں کہ آپ کے گروپ کے سفر کے لئے انہیں کیا کیا کرنا ہے تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ وہ آپ کو اپنے ذہن سے بالکل نکال دیں اور کہیں یہ ظاہر نہ کریں کہ آپ اس سلسلے میں کوئی نمایاں کردار ادا کر رہی ہیں۔“

”آہ! میں خود بھی تو یہی چاہتی ہوں۔“

”اب آپ جو چاہتی ہیں عرشی مجھ سے کہہ دیا کیجئے گا وہ سب کچھ ہو جائے گا۔“

”یہ تو بڑا اچھا ہوا۔ میں نے واقعی اپنے شوہر کی جگہ غلط نام لے دیا تھا۔“

”کیا مطلب؟“ نادر شاہ ہنس کر بولا اور عرشی اسے وہ واقعہ سنانے لگی جب بچی کو لے کر گھر پہنچی تھی اور اس نے کہا تھا کہ وہ ایک ایسے شخص کی بیوی ہے جو اسے چھوڑ کر بھاگ گیا ہے اور یہ بچی اس کی اولاد ہے تو گھر والوں کا کیا حشر ہوا تھا۔ نادر شاہ بے تحاشہ ہنستا رہا پھر اس نے کہا۔

”واقعی! آپ بے حد ستم ظریف ہیں مس عرشی۔“

”اچھا تو جناب نادر صاحب اب آپ پر بوجھ پڑنے شروع ہوگئے نا آخر؟“

”کیا مطلب‘ کیسے بوجھ؟“

”میرا مطلب ہے اس سلسلے میں اخراجات وغیرہ۔ وہ جو کہتے ہیں نا کہ نصف بہتر والی بات تو کیا اخراجات کے مسئلے میں آپ میرا شیئر قبول نہیں کریں گے؟“

”عرشی‘ ان تکلفات کی کیا ضرورت ہے۔ اگر میں اس قابل نہ ہوتا تو ظاہر ہے آپ کو یہ ذمے داری خود ہی پوری کرنا ہوتیں میں یہ سب کچھ کر سکتا ہوں تو آپ ایسے سوالات بالکل نہ کیجئے گا۔ اس سے پھر وہی غیریت درمیان میں آجاتی ہے۔“

”اس غیریت کی ایسی تیسی‘ آکر دیکھے ہمارے درمیان۔“ عرشی آنکھیں نکال کر بولی۔

”ویری گڈ! میں بھی یہی چاہتا ہوں۔“

”تو پھر آپ یہ تمام تیاریاں کر لیجئے گا۔ کیسے کریں گے نادر شاہ یہ آپ خود جانتے ہیں۔“

”عرشی‘ آپ کی تصویر کا کوئی نیگیٹو ہے؟ مجھے آپ کی تصویر درکار ہوگی۔“

”میں فراہم کردوں گی۔“

”دیر نہیں جلدی۔“

”ٹھیک ہے‘ پھر آج ہی رات کو۔“

”جی ہاں بالکل تاکہ میں کل سے اپنے کام کا آغاز کردوں۔“

”آپ نے کہا تھا کہ چہرے میں تھوڑی سی تبدیل کرنا ہوگا ہمیں۔“

”چہروں میں تبدیلیاں تو خود بخود ہو جاتی ہیں جب لڑکی عورت کا روپ دھار لیتی ہے اور ایک بچی کی ماں ظاہر ہونے لگتی ہے۔“

”کیا مطلب ہے آپ کا؟“

”مطلب یہ کہ یہ گروپ آپ نے اسی شکل میں ترتیب دیا ہے نا۔“ نادر شاہ بولا اور عرشی ہنسنے لگی پھر اس نے کہا۔

”بس کیا کہوں‘ سب سے بڑی خوبی یہی ہے آپ کے اندر کہ آپ بات کو خوب گھمانا پھرانا جانتے ہیں۔“

”میرا خیال ہے ہم دونوں ایک دوسرے کی خوبیوں کا بہت زیادہ تذکرہ کر چکے ہیں اب لنچ آجانا چاہیے۔“

”ٹائم کیا ہوا؟“

”ایک بج کر دس منٹ۔“

”ارے کمال ہے‘ کتنی جلدی وقت گزر گیا۔“

"محبت میں ایسا ہی ہوتا ہے۔" نادر شاہ نے کہا اور عرشی شرارت آمیز نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

نادر شاہ نے مینو کھول کر سامنے رکھ لیا تھا پھر اس نے کہا۔ "جی ارشاد!"

"کون ارشاد؟ ہمارے درمیان کسی ارشاد کو نہیں آنا چاہیے۔"

"میرا مطلب ہے آپ کیا کھانا پسند کریں گی مس عرشی؟"

"یہ فیصلہ آپ کر لیجئے۔"

"نہیں، میرا خیال ہے اب تو تمام فیصلے آپ ہی کو کرنا ہوں گے۔" نادر شاہ نے کہا اور عرشی ہنس کر مینو پر نگاہیں دوڑانے لگی۔ مینو دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔

"سنا ہے ابتدا اسی طرح ہوتی ہے اور انتہا یہ کہ دونوں ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے ہوئے مرجاتے ہیں۔"

"یہ بات میرے تجربے میں نہیں ہے۔" نادر شاہ نے کہا۔ عرشی نے ویٹر کو آرڈر نوٹ کرادیا تھا۔ "ویسے مس عرشی ہم لوگ مشترکہ طور پر صاحب اولاد ہوئے ہیں لیکن میں وہ بد نصیب باپ ہوں جس نے ابھی تک اپنی بچی کی صورت نہیں دیکھی۔" نادر شاہ نے کہا اور عرشی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"ہاں یہ تو ہے۔ میرے خیال میں آج یہ بھی کرلیں۔"

"ضروری ہے۔" نادر شاہ بولا۔

"کھانے کے بعد آپ میرے ساتھ چلئے۔ ویسے صائمہ گریٹ ہے اور اس سے زیادہ فضیلہ خالہ۔ انہوں نے اس طرح سے بچی کو سنبھال لیا ہے کہ بعض اوقات مجھے حیرت ہوتی ہے۔"

"بچے زمین پر اللہ کا نور ہوتے ہیں۔ بہت ہی بدبخت اور سنگ دل لوگ ہوتے ہیں جو ان سے محبت نہیں کرتے۔"

"ایک نجمہ پھوپھی بھی ہیں ہمارے ہاں۔"

"وہ کیا چیز ہیں؟" نادر شاہ نے پوچھا۔ اور عرشی اسے نجمہ پھوپھی کے بارے میں تفصیل بتانے لگی۔ نادر شاہ خوب ہنستا تھا۔

"آپ واقعی باکمال شخصیت ہیں عرشی۔"

"بہرحال، میں اپنی زندگی کی اس پہلی مہم کے سلسلے میں بڑی سنسنی کا شکار ہوں۔" عرشی نے کہا۔ کھانے کے بعد دونوں اٹھ گئے۔ اور پھر وہ صائمہ کے فلیٹ کی طرف جارہے تھے.........

فیروز، کنور مہتاب علی کے پاس پہنچ گیا۔ فطرتاً وہ جو کچھ بھی تھا، پتہ نہیں اس کا ماضی کیا تھا اور وہ کیسے کیسے عوامل تھے جنہوں نے اسے زندگی کے اتنے بدنما راستوں پر لاڈالا تھا لیکن شاید یہ خوبی تھی اس کے اندر کہ اگر کسی بات کو سچائی سے قبول کرلیتا تو پھر اپنے ذہن سے سارے وسوسے نکال دیتا تھا۔ ایک لاابالی نوجوان تھا اور ہر قسم کی مجرمانہ کارروائیوں میں شمولیت اختیار کرلیتا تھا، اب مرزا نصیر بیگ ہی کا معاملہ تھا اسے ساری دنیا پر یقین آسکتا تھا مرزا نصیر بیگ پر نہیں، حالانکہ نصیر بیگ سے اس کی کافی طویل شناسائی تھی یہ دوسری بات ہے کہ اس شناسائی کی وجوہات ذرا مختلف تھیں اور وہ یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ مرزا نصیر بیگ کو ایک لمحہ بھی مل جائے تو وہ اس کے بدن میں اتنی گولیاں اتار دے کہ کوئی اس کے بدن کے سوراخ بھی نہ گن سکے، لیکن بہرحال شناسائی کے بھی مختلف روپ ہوتے ہیں یہ بھی ایک روپ تھا۔ لیکن کنور مہتاب علی سے وہ اس قدر متاثر ہوگیا تھا کہ کنور مہتاب علی اس پر یقین کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں لیکن وہ کنور مہتاب علی کی ہر بات پر یقین کرنے لگا تھا اور ان کی کسی بھی ہدایت پر آنکھیں بند کرکے دریا میں چھلانگ لگانے پر تیار ہو جاتا۔ بہرحال جو معاملات ان دونوں کے درمیان طے پاچکے تھے اب ان پر قطعی گفتگو نہیں ہوتی تھی۔ اب تو عمل کی صورت حال تھی اور اس عمل کا آغاز ہو چکا تھا۔ وہ اپنے طور پر تمام تیاریاں کر رہا تھا ساتھ ہی ساتھ مرزا نصیر بیگ کی

تلاش بھی جاری تھی لیکن نصیر بیگ جانتا تھا کہ اب صورت حال بدل گئی ہے اور اسے براہ راست خطرناک دشمنوں کا سامنا ہے۔ نہ صرف سامنا ہے بلکہ ان کے درمیان اسے پنے لئے وہ مقام بنانا ہے جو اسے کامیابی سے روشناس کرادے بہرحال فیروز کو اس کا نشان نہیں ملا تھا۔ طے شدہ پروگرام کے تحت وہ کنور مہتاب علی سے ملا اور کنور مہتاب نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ فیروز کے چہرے پر مایوسی کے آثار دیکھ کر کنور مہتاب علی بولے۔

”اگر تم اس بات سے بددل ہو کہ مرزا نصیر بیگ کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چل کا تو میرا خیال ہے یہ بددلی کی بات نہیں ہے فیروز۔“

”کیوں کنور صاحب؟“

”اس لئے کہ مرزا نصیر بیگ کسی اسکول کا اسٹوڈنٹ نہیں ہے۔ وہ اپنا کام کا مانا ہوا کھلاڑی ہے۔ اگر ہم اس کے بارے میں منصوبہ بندی کر رہے ہیں تو کیا وہ اپنے دفاع ہی ں بلکہ اس سارے معاملے میں اپنی کامیابی کے لئے کوشش نہ کر رہا ہوگا؟“

”کیوں نہیں کنور صاحب۔“

”نہ صرف کوشش کر رہا ہے بلکہ اس کی کوشش کے عملی ثبوت بھی سامنے آرہے ہیں۔ اس نے بہرحال جس طرح بھی ممکن ہو سکا کام کیا ہے اور ہمارے لئے مشکلات پیدا دی ہیں۔“

”میں بھی یہ چاہتا ہوں کہ اگر وہ نگاہوں میں آجائے تو ہم اس کا راستہ تو کاٹنے کی شش نہ کریں کیونکہ اس طرح ~~ہم پھر ایک~~ باقاعدہ چپقلش میں الجھ جائیں گے بلکہ صرف ریں کہ اس کے اقدامات سے ہوشیار رہیں۔“

”ہاں یہ ایک اچھی بات ہوگی لیکن اب یہ کسی طور مناسب نہیں ہے کہ ہم صرف کے چکر میں پڑے رہیں اب بات اس قدر آگے آگئی ہے تو ہمیں فوری طور پر عمل شروع کردینا چاہیے۔“

”میں اس سلسلے میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں بلکہ سچی بات یہ ہے کہ اگر آپ یہ لا اپنے منہ سے ادا نہ کرتے تو میں آپ سے یہ درخواست کرتا کہ آپ عمل کا آغاز کر

دیجئے گا۔ اس چپقلش میں بہت وقت گزر گیا ہے۔"

"یعنی تمہارا مطلب ہے........."

"جی ہاں۔"

"ہوں' لیکن فیروز یہ ایک خاصا مشکل کام ہو گا۔"

"میں اس مشکل کام کو آسان بنانے کے لئے آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ سرہدایت اللہ سے فورا" ملاقات کر لیجئے۔"

"میرے دل کی بات کہہ دی تم نے.....میں تم سے مشورہ کرنے کے بعد اب پہلا قدم یہی اٹھانا چاہتا تھا۔ سرہدایت اللہ بہت نفیس انسان ہیں اور ویسے بھی میرے ذہن میں یہی بات تھی کہ اب جب ہم اس مہم کے دوسرے مرحلے میں داخل ہوں گے تو سر ہدایت اللہ مجھ سے زیادہ دور نہیں ہو گا۔"

"میری تو یہی رائے ہے جناب۔"

"اچھا تو ہم اس سلسلے میں کچھ اور گفتگو کئے لیتے ہیں مثلا" میں سرہدایت اللہ سے ملاقات کروں گا تو انہیں تمہارے بارے میں بتاؤں یا نہیں؟"

"آپ خود سمجھتے ہیں کنور مہتاب علی' مجھے تو آپ اس طرح نظرانداز کر دیجئے جیسے میرے تصور سے بھی ناواقف ہیں میں تو آپ کا خفیہ محافظ رہوں گا۔"

"ٹھیک! لیکن فیروز ہمیں بہت احتیاط سے کام لینا ہو گا۔ کیا تم اپنے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کرو گے۔"

"ابھی تک میرے ذہن میں ایسا کوئی تصور نہیں ہے جناب اور یہاں بھی یہی سوچ دامن گیر ہے کہ اگر کسی کو اپنے ساتھ شامل کیا جائے تو ایک خطرے کا تصور ذہن میں ابھر آتا ہے۔ میں دراصل رازداری کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ اور پھر تنہا کام کرنے میں جو لطف آئے گا وہ ایک الگ ہی بات ہے۔"

"اصل میں تم نہیں جانتے نوجوان لڑکے کہ جن راستوں پر ہم سفر کریں گے وہاں اتنے خطرات ہیں کہ انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اتنے مشکل راستے ہیں وہ کہ بعض

جگہ موت کی سانسیں شہ رگ سے قریب محسوس ہوتی ہیں اور اس وقت ہم اس خوف کو نظرانداز نہیں کر سکتے جو ہمیں دامن گیر ہوتا ہے۔"

"بے شک میں نے ان راستوں پر کبھی سفر نہیں کیا لیکن موت کی قربت جگہ جگہ پائی ہے۔ میں آپ کو ان اقدامات سے آگاہ کر دوں گا جو میں اپنے تحفظ کے لئے کروں گا۔ اس لئے آپ اس سمت سے بے فکر رہیں۔"

"ہوں' ٹھیک ہے تو پھر میں سرہدایت اللہ سے مل لیتا ہوں۔"

"فورا" .... اور اب اس میں دیر کرنا میرے خیال میں آپ کے لئے مناسب نہیں ہے۔"

"اوکے۔ پھر اس ملاقات کی تفصیل تمہیں ٹیلی فون پر بتاؤں گا۔"

"اور آپ کے پاس میرا ٹیلی فون نمبر موجود ہے۔"

"بے شک' کیوں نہیں۔" کنور مہتاب علی نے کہا اور اس کے بعد بہت دیر تک رسمی گفتگو جاری رہی پھر فیروز نے اجازت طلب کر لی تھی۔ کنور مہتاب علی سرہدایت اللہ کے پاس جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔

معلومات کے مطابق سرہدایت اللہ واپس آ چکا تھا۔ اس دوران جو کچھ بھی کام ہوتا رہا تھا وہ نہایت موثر تھا۔ کنور مہتاب علی نے مہتاب پور ہاؤس سے رابطہ نہیں رکھا تھا بلکہ اپنے آپ کو بالکل خفیہ طور پر چھپائے رکھا تھا لیکن اس وقت ظاہر ہے سرہدایت اللہ سے ملنے کے لئے وہ منظرعام پر آئے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے۔ البتہ سفر کے لئے ٹیکسی ہی استعمال کی تھی۔

"سرہدایت اللہ کی خوب صورت کوٹھی کے سامنے ٹیکسی سے اتر کر انہوں نے بل ادا کیا۔ دروازے پر کھڑے چوکیدار سے سرہدایت اللہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ وہ موجود ہیں۔ اور چند لمحات کے بعد کنور مہتاب علی سرہدایت اللہ کے سامنے پہنچ گئے۔ سرہدایت اللہ کے فرشتوں کو بھی گمان نہیں تھا کہ جس شخص کی تلاش کے لئے وہ اس قدر سرگرداں ہیں وہ اچانک ہی ان کے سامنے اس طرح پہنچ جائے گا۔

کنور مہتاب علی کو دیکھ کر وہ ہکابکا رہ گئے۔ ادھر کنور مہتاب علی کو اب معلوم ہوا کہ ما
بائر وغیرہ سرہدایت اللہ کے ساتھ ہیں۔ بڑی دلچسپ ملاقات رہی یہ۔ سرہدایت اللہ جی
سے کھڑے ہوگئے اور آگے بڑھتے ہوئے بولے۔"

"کیا میں اسے صرف اپنا تصور سمجھوں یا حقیقتاً" تم میرے سامنے موجود ہو ک
مہتاب؟"

"خیریت' کیا ان دنوں آپ مجھے چشم تصور سے دیکھ رہے ہیں؟" کنور مہتاب
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"باخدا ایسی ہی کیفیت ہے' تمہاری تلاش کا کوئی ذریعہ ذہن میں نہیں آرہا تھا۔
تمہیں مہتاب پور ہاؤس سے بھابھی نے میرے بارے میں کوئی اطلاع دی تھی؟"

"آہ بھابھی! کسی زمانے میں ہم بھی گھر والے ہوا کرتے تھے۔ اس وقت عالم آر
سے بھی رابطہ رہتا تھا۔ بچیوں سے بھی۔ لیکن اب تو یوں لگتا ہے جیسے ان لوگوں
بڑے ثانوی سے تعلقات رہ گئے ہیں کبھی مل لئے تو مل لئے ورنہ صرف یادوں سے کا
چلتا ہے۔"

"یہ زیادتی ہے کنور مہتاب علی۔ میں نے بھابھی سے ٹیلی فون پر گفتگو کی تھی۔"

"واللہ مجھے نہیں معلوم........."

"ہاں ہاں' یقیناً" تمہیں نہیں معلوم ہوگا لیکن بھابھی کا شاکی لہجہ مجھے اب بھی یا
ہے۔ بڑی شکایت تھی ان کے لہجے میں۔ کہہ رہی تھیں کہ اب تو کنور مہتاب علی کی ادھ
ادھر سے ہی خبر مل جاتی ہے تو ہمیں پتہ چل جاتا ہے کہ وہ کہاں ہیں۔ خیریت سے ہیں
نہیں ہیں' باقی گھریلو طور پر تو ہم صرف ان کی یادوں ہی سے دل بہلا لیتے ہیں۔ کنور مہتاب
علی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے پھر اس نے کہا۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض اوقات انسان اپنی تفریح طبع کے لئے
بہت سوں کی حق تلفی کر دیتا ہے۔ خیر' یہ موضوع بعد کے لئے اٹھا رکھا جائے۔ ان
حضرات کو دیکھ کر دلی خوشی ہوئی ہے۔ معاف کیجئے گا مسٹر بائر' ڈیر لارک اور ڈیر ریٹا' تم

لوگوں کو بھی یہاں دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی ہے مجھے۔"

"شکر ہے کہ ہمارا تذکرہ تو آیا۔ ہم تو یہ سوچنے پر مجبور ہوگئے تھے کہ شاید آپ نے
ہمیں پہچانا نہیں ہے کنور مہتاب علی؟"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے آپ لوگ بھلا بھولے جانے کے قابل ہیں۔"

"چلئے ٹھیک ہے ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ کافی وقت ہوگیا۔ جب سے آپ
کی تلاش جاری ہے اور بڑی مایوسیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ یہ تو یوں سمجھ لیجئے جیسے کوئی
نیکیوں کے لیے دعائیں مانگے اور اس کی دعائیں پوری ہو جائیں۔ آپ اسی طرح آگئے
ہیں۔" کنور مہتاب علی ہنسنے لگا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ مہم جوؤں کی پوری ٹیم یہاں جمع ہے یقینی طور پر اہم فیصلے
ہو رہے ہوں گے؟"

تمام دوست مسکرانے لگے اور سرہدایت اللہ کے چہرے پر آہستہ آہستہ سرخی پھیل
گئی پھر انہوں نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

"اور اب اگر میں تم سے یہ کہوں کنور مہتاب کہ کیا تم موجودہ حالات سے واقفیت
رکھتے ہو تو مجھے یہ الفاظ خود حماقت محسوس ہوں گے' کیونکہ یقیناً" ایسا نہیں ہوگا۔"

"ہاں واقعی' ایسا بالکل نہیں ہے۔" کنور مہتاب علی نے بھی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اچھا اب اگر میں یہ سوال کروں کنور مہتاب علی کہ تمہاری یہاں آمد یقینی طور پر
خاص اہمیت کی حامل ہوگی تو یہ غلط تو نہ ہوگا؟"

"ویسے تو ہم دوست ہیں اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ مائیکل بائر وغیرہ بھی اس
وقت تمہارے ساتھ ہی آئے ہیں۔ ان لوگوں سے ملاقات ہر طرح کی دلچسپیوں کی حامل
ہے جہاں چار مہم جو مل کر بیٹھ جائیں گے وہاں ظاہر ہے زندگی کے وہ حسین ترین قصے
شروع ہو جائیں گے جن سے ہماری زندگی منسلک رہی ہے۔ لیکن اس وقت میری آمد اسی
پورے مسئلے کے سلسلے میں ہوئی ہے۔"

"سب سے پہلے میں اس بات پر شکر گزار ہوں کہ تم نے ہمیں اپنے آپ میں

شامل کیا۔"

تمہیں معلوم ہے ہدایت اللہ کہ میں پہلے بھی کسی سے منحرف نہیں تھا۔ اس نامعقول شخص سے بھی نہیں، جس کا نام مرزا نصیر بیگ ہے۔ تم بتاؤ' دوران سفر پیش آنے والے واقعات میں کہیں بھی اس بات کا اظہار ہوا کہ میں نے انفرادی طور پر کچھ سوچا ہو۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہم انسان کی شناخت نہ کرپائے۔ بے شک دولت ہم میں سے ہر شخص کے لئے دلکشی کی باعث ہے اور ہم اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ تصور کہ وہ سب ہمارے قبضے میں آجائے بڑا احمقانہ ہے۔ اگر یہی سب کچھ سوچا جائے تو بھلا پہاڑوں' جنگلوں اور ویرانوں میں جاکر جدوجہد کرنے کی کیا ضرورت ہے' ڈاکہ زنی کا پیشہ کیوں نہ اختیار کرلیا جائے۔ کیونکہ دولت تو ہمارے شہر اور ملک میں بھی بہت سے لوگوں کے پاس ہے۔ ہم میں سے ہر شخص صرف اپنا اپنا حصہ حاصل کرنے کے بارے میں سوچتا ہے۔ میں تو خواب میں بھی یہ تصور نہیں کرسکتا تھا کہ سب کچھ میں ہی حاصل کرلوں۔ وہ جو کچھ ہوا وہ تو بس ایک طریقہ تھا ان لوگوں سے کچھ حاصل کرنے اور اس کے لئے میرا ہی انتخاب ہوا۔ میں نے اس مقصد کے لئے قبول کرلیا کہ ٹھیک ہے بات تو بنی چاہیے۔ لیکن نصیر بیگ اسے برداشت نہیں کرسکا اور اس نے انتہائی بھونڈے انداز میں اپنی جہالت کا ثبوت دیا اور سب کے لئے مشکلات پیدا کردیں۔ بات صرف اتنی سی نہیں ہے ہدایت اللہ کہ ہم دولت کے حصول کے لئے اس بچی کو واپس وہاں تک پہنچائیں بلکہ ویسے بھی یہ ایک افسوس ناک امر ہے کہ ہماری وجہ سے ایک ماں سے اس کی بچی چھن گئی۔

"اور باپ سے بھی۔" سر ہدایت اللہ نے کہا۔

"یقیناً" اب وہی سوال میں دہراؤں گا کہ یہاں واپس آنے کے بعد تم صرف سر مستیاں ہی نہیں کرتے رہے ہوگے بلکہ تم نے کام بھی کیا ہوگا۔ اور تمہیں علم بھی ہوگیا ہوگا اس بات کا کہ بچی دوبارہ میرے ہاتھ سے نکل گئی اور اس بار جو کچھ ہوا ہے وہ زیادہ افسوس ناک ہے۔"

"ذرا تفصیل سے بتاؤ.........."

"نصیر بیگ مسلسل میرے پیچھے لگا ہوا تھا۔ تم جانتے ہو میں مہم جو ہوں۔ جرائم پیشہ دی نہیں ہوں۔ جب کہ نصیر بیگ کے بارے میں مجھ سے زیادہ تم سب لوگ جانتے ۔ وہ دولت کے حصول کے لئے ہر قسم کی مجرمانہ کارروائیاں کرسکتا ہے اور اس نے انہی رروائیوں کا آغاز کردیا' میں نے بچی کو اپنے گھر چھوڑ دیا اور خود نصیر بیگ کی نگاہوں سے وپوش رہنے کے لئے گھر سے ہٹ گیا۔ وہ دیوانوں کی طرح میری کوٹھی کے چکر لگاتا رہا ر میری بیوی خوفزدہ ہوگئی۔ اس نے بچی کو یہاں مہتاب پور ہاؤس بھیج دیا جہاں میرے دو زم رہتے تھے لیکن نصیر بیگ اپنی کاوشوں میں مصروف تھا۔ ملازموں کو شبہ ہوگیا کہ کوئی اسرار طریقے سے ان تک پہنچنے کی کوشش کررہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بچی کی حفاظت ے لئے کارروائی کی اور بچی کو کہیں محفوظ کردیا۔ کہاں؟ یہ بالکل پتہ نہیں چل سکا۔ لیکن یر بیگ نے میرے ان دونوں ملازمین کو قتل کردیا۔ اس طرح بچی میرے ہاتھوں سے ں گئی ہے۔ اس کے بارے میں کوئی ایسی کاوش بھی نہیں کرسکتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یر بیگ جگہ جگہ آڑے آنے کی کوشش کرے گا۔ یہ صورت حال ہے ہدایت اللہ..... میں ت پریشانی کے عالم میں ہوں اور سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا کروں؟؟"

ہدایت اللہ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے' ساری باتیں اپنی جگہ لیکن کنور مہتاب علی کو بھی حقیقت بتانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا' یہ کام اگر عین وقت ہو' تو اس سے بہتر اور کوئی بات نہیں تھی ورنہ صورت حال بھیانک شکل اختیار کرلیتی ر راستے میں ہی اتنا کچھ ہو جاتا کہ کامیابی کا چانس ایک فیصد بھی نہیں رہتا۔ ہدایت اللہ خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ یہ بات مائیکل بائر' لارک اینجلو' ریٹا ہاروے کو بھی لوم تھی کہ بچی ہاتھ سے نکل چکی ہے لیکن جو تجویز وہ کنور مہتاب علی کے سامنے پیش رنے والے تھے اسے پیش کرتے ہوئے بہر طور کافی تردد تھا کیونکہ کنور مہتاب ی بھی ا بچی سے کافی لگاؤ رکھتا تھا اور اس کا باپ تھا اور حقیقت حال جو تھی وہ کنور مہتاب علی کو معلوم تھی کوئی دوسرا اس بارے میں نہیں جانتا تھا۔ یہ بڑے دلچسپ معاملات تھے۔ اجوؤں کی زندگی میں ہو سکتا ہے ایسے واقعات اکثر آتے رہے ہوں لیکن اپنی نوعیت کا

یہ بڑا ہی منفرد اور دلچسپ واقعہ تھا۔ مہم جوؤں کی ایک پوری ٹیم اپنے آپ کو اس خزانے سے لاتعلق ظاہر کرتے ہوئے' جو انتہائی بیش قیمت تھا۔ اپنے اپنے خلوص کا اظہار کر رہی تھی۔ اس نے طریقہ کار بھی ایک جیسا ہی اختیار کیا تھا۔ مثلاً" سرہدایت اللہ جنہوں نے بہرحال اپنی بیٹی کو اپنے محافظ گروپ اور بچی کے محافظ کی حیثیت سے پوشیدہ کر کے' اپنے ساتھ سفر کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ مرزا نصیر بیگ جس نے زاہد کو اپنے محافظ کی حیثیت سے مقرر کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ خود کنور مہتاب علی جو فیروز سے اس قسم کا گٹھ جوڑ کر چکا تھا۔ ہاں ہدایت اللہ کو یہ فوقیت حاصل تھی کہ وہ اس سلسلے میں لیڈنگ رول کر سکتا تھا۔ بچی کو محفوظ طریقے سے مطلوبہ جگہ تک پہنچا کر مقاصد حاصل کرنے میں اس وقت سرہدایت اللہ کو فوقیت حاصل تھی لیکن شریف النفس آدمی خود بھی اسی انداز میں سوچ رہا تھا کہ تنہا کوئی بھی عمل زیادہ موثر نہیں ہوتا بلکہ جو ٹیم بنی ہے اسے پوری طرح اس مہم جوئی کے فائدے حاصل ہونے چاہئیں۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد سرہدایت اللہ نے کہا۔

"میں تمہیں جس مقصد کے لئے تلاش کر رہا تھا وہ بے شک الجھا ہوا تھا اور کسی قدر خود غرضی پر مشتمل ہے لیکن بہرحال اسے تمہارے سامنے پیش کرنا ضروری سمجھا گیا بشرطیکہ تم اسے قبول کر لو۔"

"ہاں کہو' کیا؟"

"اصل میں کنور مہتاب علی یہ مسئلہ جس قدر طوالت اختیار کرتا جا رہا ہے ہمیں اس کا بھی احساس ہے بعد میں یہ ٹائیں ٹائیں فش ہو کر رہ جائے گا۔ اس کے علاوہ کم بخت نصیر بیگ نے اخبار میں جو تفصیل شائع کرائی ہے وہ بڑی پریشان کن کیفیت کی حامل ہے۔ اس طرح بہت سے گروپ اس طرف روانہ ہو جائیں گے۔ اور ممکن ہے ان میں سے کچھ صحیح راستوں کی نشاندہی پا کر نیل کنٹھ تک پہنچ بھی جائیں پھر بعد میں اگر ہم وہاں پہنچیں تو شاید ہمارے لئے وہاں کچھ بھی باقی نہ رہے بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قبیلے والے ہمارے دشمن بن چکے ہوں جس کے امکانات اب بھی ہیں چنانچہ سب کچھ بے کار رہے گا۔ میں یہ سوچ

رہا ہوں مہتاب علی کہ کیوں نہ ہم تھوڑی سی تیاریاں کر کے نیل کنٹھ روانہ ہو جائیں اور وہاں پہنچ کر اپنے مقصد کی تکمیل کریں۔" کنور مہتاب علی نے گہری نگاہوں سے سرہدایت اللہ کو دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"بچی کے بغیر؟"

"یہی میری تم سے گفتگو کا سب سے نازک پہلو ہے' مجھے اجازت دو کنور مہتاب علی کہ جو کچھ میرے دل میں ہے وہ میں تم سے کہہ دوں اور یہ بھی تم پر منحصر ہے کہ تم اس سلسلے میں آمادہ ہوتے ہو یا نہیں لیکن بہرطور میں اور میرے دوست ہر قیمت پر تمہیں اپنی اس پلاننگ میں شریک رکھنا چاہتے ہیں۔"

"منصوبہ کیا ہے' مجھے بتاؤ۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔

سرہدایت اللہ چند لمحات سوچ میں پھنسا رہا پھر اس نے کہا۔

"اصل میں بچی ہمارے ہاتھ سے نکل چکی ہے اور ہماری کاوشیں اسے تلاش کرنے میں ناکام رہی ہیں۔ وہ کس کے پاس ہے؟ کہاں ہے؟ یہ نہ تمہیں معلوم ہے نہ مجھے اور نہ اس روسیاہ کو جس نے اس تمام برائی کی داغ بیل ڈالی ہے پھر ایسے حالات میں ہمیں کب تک انتظار کرنا چاہیے۔ خصوصاً" اس شکل میں کہ اس نے یہ بات منظر عام تک پہنچا دی ہے۔ اصل میں کنور مہتاب علی میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر کسی اور بچی کو حاصل کرنے کے بعد' ہم اسے نیل کنٹھ کی حیثیت سے اسے قبیلے میں لے چلیں تو ہمیں وہ آسانیاں حاصل ہو جائیں گی جن کے ہم خواہش مند ہیں۔" سرہدایت اللہ نے کنور مہتاب علی کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "وہ اس کے چہرے سے اس کے تاثرات کا جائزہ لینا چاہتا لیکن اس نے ایک لمحے میں محسوس کر لیا کہ کنور مہتاب علی جذباتی نہیں ہوا ہے بلکہ سوچ میں ڈوب گیا ہے۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا اس طرح ہم اس قبیلے کے سائی تھول کو بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے؟"

"بے شک یہ آسان نہیں ہو گا۔ لیکن اس مرحلے پر ہمیں ہوشیاری سے کام لینا

ہو گا۔ تم اس بچی کے باپ ہو۔ اگر تم اس بات کی تصدیق کر دیتے ہو کہ یہ وہی بچی ہے جسے ایک شیطان صفت لے گیا تھا اور جس کی وجہ سے قبیلے کے اور ہمارے درمیان غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں تو شاید قبیلے والے اس بات سے انکار نہ کر سکیں اور پھر چونکہ ایک مخصوص وقت بھی گزر چکا ہے اس لئے اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ سومتی بھی ان بچی کو اپنی بچی تسلیم کر لے اور چونکہ تم اس کے گواہ ہو گے اس لئے یہ کام زیادہ مشکل نہیں رہے گا۔ مجھے معاف کرنا کنور مہتاب علی میں اس سلسلے میں تمہارے جذبات سے بھی واقفیت رکھتا ہوں اور ہونا بھی چاہیے لیکن اس کی وجوہات بھی میں نے تمہیں بتائی ہیں۔ تاہم تم اس کا پورا پورا حق رکھتے ہو کہ ہماری اس تجویز کی مخالفت کرو۔ البتہ انتہائی معذرت کے ساتھ میں یہ بات کہنے پر مجبور ہوں کہ اگر تم اس ضمن میں ہمارا ساتھ نہیں دے سکے تب بھی اس بات کے امکانات ہیں کہ ہم اپنے طور پر یہ قدم اٹھا ڈالیں کیونکہ معاملہ اب ہمارے تمہارے ہاتھ سے نکل چکا ہے اور یہی ترکیب کوئی دوسرا بھی کر سکتا ہے ہمیں اس کے لئے سب سے بڑی آسانی یہ حاصل ہے کہ تم اس بچی کے باپ کے طور پر تصدیق کرنے والوں میں شامل ہو گے۔"

کنور مہتاب علی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ خاموش رہا پھر اس نے کہا۔

"انوکھی تجویز ہے لیکن ہدایت اللہ، بچی کہاں سے آئے گی؟"

"اس کے لئے میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔"

"وہ کیا؟"

"تمہاری اجازت کے ساتھ ساتھ بلکہ تمہاری شمولیت کے ساتھ ہم یتیم خانوں ا ایسے اداروں میں جہاں لاوارث اور نادار بچوں کو رکھا جاتا ہے ایسی کوئی بچی تلاش کر گے اور یقینی طور پر ہمیں اس میں کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ پھر اس بچی کی پشت پر نیل کنٹھ کا وہ نشان بنوائیں گے، جو میرے اور تمہارے دونوں کے ذہنوں میں محفوظ یہ نشان بنوانے کے لئے ہم وہ خاص طریقہ کار اختیار کریں گے جو جسم پر نشانات بنوا کے لئے استعمال ہوتا ہے چنانچہ ہم اپنا یہ کام کر لیں گے بس کنور مہتاب علی تم ا

اظہار کر دو۔ یہ ذمہ داری میں خود سنبھال لوں گا۔"

"کنور مہتاب علی دل ہی دل میں مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ یہ تجویز تو فیروز نے بھی پیش کی تھی اور وہ اس پر تقریباً متفق ہو گئے تھے لیکن تھوڑی سی ردوقدح ضروری تھی۔" کنور مہتاب علی نے آہستہ سے کہا۔

"اگر تم سمجھتے ہو سرہدایت اللہ کہ اس طرح ہمارا کام ہو سکتا ہے تو میرا خیال ہے مجھے اس میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔"

"سرہدایت اللہ کا چہرہ کھل اٹھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

"مجھے تمہاری ذہانت اور فراست سے یہی امید تھی۔ کنور مہتاب علی' یقیناً" ہم اپنے اس عمل میں دوسروں کی نسبت موثر طریقے سے کامیاب ہو جائیں گے۔ میں اس کی پوری پوری امید رکھتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے سرہدایت اللہ۔ تم اگر یہ ذمہ داری قبول کرتے ہو تو کام شروع کر دو' میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

"تم ان دنوں مہتاب پور میں نہیں ہو؟؟"

"نہیں میں جانتا ہوں نصیر بیگ آزاد ہے اور جرائم پیشہ بھی ہے۔"

"ہاں میں سمجھتا ہوں۔ تو پھر تمہارا کیا پروگرام ہے؟؟"

"میں یہاں ایک ہوٹل میں مقیم ہوں۔ جس کے بارے میں تم اگر مجھ سے نہ پوچھو تو بہتر ہے۔ ہاں میرا تم سے رابطہ رہے گا اور جس طرح بھی تم مجھے شیڈول دو گے میں تم سے رابطہ قائم کرتا رہوں گا۔"

"اس کے بجائے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ تم یہاں میرے ساتھ رہو میں تمہاری حفاظت کے لئے انتہائی معقول انتظامات کر دوں گا۔"

"یہ مشکل قبول نہ کرو ہدایت اللہ۔ میں اپنا بہتر تحفظ تم سے دور رہ کر کر سکتا ہوں۔"

"تمہاری زندگی ہمارے لئے بے حد قیمتی ہے۔"

"تم اطمینان رکھو۔ میں آسانی سے نصیر بیگ کا شکار ہو جانے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

سرہدایت اللہ سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے کہا۔ "میں تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف کسی بھی بات پر مجبور کرنا نہیں چاہتا۔ اگر تم یہی سمجھتے ہو تو یہی ٹھیک ہے۔"

"میری طرف سے اطمینان رکھو۔ لیکن اب اس سلسلے میں میری کیا خدمات ہیں مجھے بتا دو۔"

"فی الحال تم خود کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرو۔ ہم اب اس منصوبے پر عمل کرنے کے لئے سرگرداں ہو جاتے ہیں۔ ہمارے درمیان رابطہ رہنا چاہیے۔ میں تمہیں اس بارے میں رپورٹ دیتا ہوں۔ میرے خیال میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔"

"ٹھیک ہے ہدایت اللہ میں تم سے متفق ہوں۔"

نصیر بیگ نے زاہد کو بس اس لئے اپنے ساتھ لے لیا تھا کہ وہ خود کو بالکل تنہا محسوس کر رہا تھا' ہر معاملے میں آگے بڑھ کر کام کرنا اس لئے خطرناک تھا کہ دشمن اطراف میں پھیلے ہوئے تھے اور زیادہ جدوجہد اسے نقصان پہنچا سکتی تھی اس کے اپنے خیال میں زاہد ان پیچ در پیچ معاملات کے لئے بالکل بے حقیقت آدمی تھا لیکن بہرحال اسے زاہد کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی تھیں اس کے تحت اس نے ایک ایسے شخص کو اپنے ساتھ رکھنا پسند کیا تھا جو ذہنی طور پر اس قدر مضمحل ہو چکا ہو کہ اب اسے جرم کی آغوش میں ہی پناہ ملے اور نصیر بیگ زاہد کو باآسانی شیشے میں اتارنے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن زاہد کا ایک پہلو مطمئن کرنے کے بعد جب اس نے اپنے کاموں میں زاہد کو آزمایا تو خود ہی دنگ بھی رہ گیا کیونکہ زاہد اس کی توقع سے کہیں زیادہ باوفا' پھرتیلا' چالاک ور اعلیٰ ترین کارکردگی کا مالک ثابت ہوا تھا' نصیر بیگ نے اس کے سپرد مختلف ذمہ داریاں گائی تھیں مثلاً" یہ کہ مہتاب پور جا کر کنور مہتاب علی کے بارے میں معلومات حاصل کرے علانکہ یہ کام وہ فیروز سے بھی کرا چکا تھا لیکن فیروز نے اس کے نتیجے میں دغابازی کا ثبوت یا تھا اور خود کنور مہتاب علی کے ساتھ مل گیا تھا لیکن زاہد اس طرح بال کی کھال نکال کر ایا کہ خود نصیر بیگ حیران رہ گیا۔ زاہد نے اسے بتایا۔"

"میرا ذریعہ معلومات مہتاب پور میں کنور مہتاب علی کے وہ ملازم رہے جو کنور

مہتاب علی کے دیرینہ وفادار ہیں اور اس پر جان چھڑکتے ہیں لیکن سر میں نے ایسا طریقہ کار اختیار کیا کہ ان کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہوگیا۔" نصیر بیگ نے سنجی دہ نگاہوں سے زاہد کو دیکھا پھر اس نے کہا۔

"عالم آراء مہتاب پور اپنے شوہر سے سخت بد دل ہے۔ کیونکہ اس کے شوہر نے اس سے بے وفائی کی ہے اور مہم جوئی کے نام پر ایک ایسی عورت کا شوہر بن گیا جس کا تعلق ایک قبیلے سے تھا۔ عالم آراء اور اس کی دونوں بچیاں اپنے آپ کو بڑی بے کسی کا شکار محسوس کر رہی ہیں۔ دیوان سرکار نامی ایک شخص وہاں کے تمام معاملات کا نگران ہے اور عالم آراء سے اس کے گہرے تعلقات ہیں بلکہ عالم آراء شاید اپنے شوہر سے زیادہ اس پر بھروسہ کرتی ہے۔ کنور مہتاب علی اس دوران راتوں کو چھپ چھپ کر دو تین بار وہاں آچکا ہے اور کافی عرصہ سے اس نے مہتاب پور کا رخ نہیں کیا۔ مہتاب پور ہاؤس خالی پڑا ہوا ہے اور وہاں کوئی نہیں ہے۔ یہ تفصیلات ہیں جناب......... لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ تفصیلات اور بھی ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"آپ نے مجھے سرہدایت اللہ کے بارے میں بتایا' سرہدایت اللہ کے ہاں ان دنوں تین غیر ملکی مہمان ٹھہرے ہوئے ہیں ایک کا نام مائیکل بائر' دوسرا لارک اینجلو تیسری ایک عورت ریٹا ہاروے کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔ یہ تینوں ان دنوں یہیں مقیم ہیں اور جناب ان سب سے زیادہ سنسنی خیز اطلاع یہ ہے کہ کنور مہتاب علی جس کی تصویر آپ نے مجھے دکھائی ہے پچھلے کچھ دنوں سے ان لوگوں کے ساتھ اکثر دیکھا جارہا ہے۔ یہ لوگ خاص قسم کی سرگرمیوں میں ملوث ہیں اور انہیں لندن ایمبیسی کے اردگرد بھی دیکھا گیا ہے جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے پانچ افراد لندن جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

نصیر بیگ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ زاہد نے تو وہ کر دکھایا تھا جو شاید خود نصیر بیگ کسی طور نہ کرپاتا۔ اس نے حیرانی سے زاہد کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"زاہد کیا تم یہ سب کچھ سچ کہہ رہے ہو؟"

"سر' آپ کے اور میرے درمیان جھوٹ کی قطعی گنجائش نہیں ہے میں آپ سے و کچھ کہوں آپ سمجھ لیجئے کہ اس میں میرے دل کی سچائیاں شامل ہوتی ہیں۔"

"یوں سمجھ لو زاہد کہ تم نے اپنے آپ کو میرے سب سے بہترین دوست کے لئے مکمل ثابت کردیا ہے۔"

"سر' آپ نے مجھے ان لمحات میں سہارا دیا ہے جب میں زندگی کی قیمت لگانے پر ں گیا تھا اور میں نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ چاہے کتے کی موت مرجاؤں لیکن کچھ کرکے اپنی یوی اور بچے کے لئے موت کو اپناؤں ایسے عالم میں آپ نے مجھے وہ روشنی دکھائی ہے کہ گر میں اپنی منزل نہ بھی پاسکوں تب بھی مجھے اپنی موت کا افسوس نہیں ہوگا۔" نصیر بیگ نے اسے متاثر کن نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ رقم تم نے اپنی بیوی کو پہنچادی؟"

"ہاں.........فوزیہ کو پہلے بھی اس بات پر یقین نہیں تھا کہ میں کوئی جرم کر سکتا وں۔ اب جب میں نے اسے یہ رقم پہنچائی تو اس کے غریب ماں باپ اس بات پر حیران ں کہ اتنی بڑی رقم میں نے کہاں سے مہیا کردی۔ فوزیہ کا کہنا ہے کہ میں دنیا کا ہر کام کر سکتا ہوں لیکن کوئی جرم نہیں کر سکتا اور یہ رقم جہاں سے بھی آئی ہے وہ ذریعہ ناجائز نہیں وگا۔"

"بہت اچھی بات ہے۔ کیا تم اس سے یہ کہہ کر آئے ہو کہ ہو سکتا ہے تم طویل رصے تک اس سے ملاقات نہ کرسکو؟"

"میں اس سے صرف یہی کہہ کر آیا ہوں کہ وہ میرا بالکل انتظار نہ کرے رقم حتیاط سے خرچ کرے۔ زندگی نے وفا کی تو کچھ عرصے کے بعد اس سے دوبارہ ملاقات کروں گا اور اس وقت میں اسے ایک نئی زندگی کی جانب لے چلوں گا۔"

"یقیناً" ایسا ہی ہوگا' تو زاہد تم نے جو معلومات مجھے فراہم کی ہیں ان کی روشنی میں جانتے ہو ہمیں کیا کرنا ہے؟"

"سر آپ بتائیے۔"

”ہم لندن چل رہے ہیں۔“

”ہم؟“

”میں اور تم۔“

”سر کیا واقعی!؟“

”ہاں۔“

”مم..... میں......... بھی؟“

”اپنے دل کی کیفیت بتاؤ‘ کیا تم میرے ساتھ جانا پسند کرو گے؟“

”سر آپ کے ساتھ تو میں دنیا کے آخری حصے تک جانے کا خواہش مند ہوں لیکن واقعی یہ ایک انوکھی خبر ہے میرے لئے۔ زندگی میں بہت سی بار میں نے دنیا کے مختلف ملکوں کے بارے میں سوچا ہے‘ تعلیمی زندگی میں انسان اپنے آپ کو نجانے کیا کچھ سمجھتا ہے دنیا اسے بہت چھوٹی معلوم ہوتی ہے وہ یہ سوچتا ہے کہ یہ ناکام لوگ جو سڑکوں پر جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں کیسے عجیب ہیں کہ ان کی جدوجہد انہیں وہ آسائشیں نہیں دے سکتی جو جدوجہد کرکے اپنی زندگی بنانے والوں کو حاصل ہیں اس وقت وہ یہ سوچتا ہے کہ جب وہ عملی زندگی میں آئے گا تو ایسے لاتعداد محل تیار کرکے پھینک دے گا جو ان نکمے اور ناکام لوگوں کے لئے ممکن نہیں ہوتے۔ لیکن جناب جب وہ عملی دنیا میں آتا ہے اور اسے زندگی کی پہلی چوٹ لگتی ہے تو بڑا شدید حیران ہوتا ہے وہ......... اور سوچتا ہے کہ یہ دنیا تو بہت بدنما ہے اور وہ لوگ جو زندگی میں کچھ حاصل کرنے میں کامیاب رہے ہیں اس دنیا کے لوگ نہیں ہیں بلکہ ان کا تعلق کسی اور ہی دنیا سے ہے۔ انہیں کوئی آسمانی امداد ملتی ہے جس کی بناء پر وہ اپنی زندگی کو اس قدر خوش گوار بنانے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ سر‘ میرا خیال ہے میرے جذبات کی زبان کافی طویل ہوگئی معذرت چاہتا ہوں اصل میں یہ خوشی مجھ سے ہضم نہیں ہو رہی کہ میں.... اپنی ان آنکھوں سے لندن دیکھوں گا.........“

نصیر بیگ ہنس پڑا پھر بولا۔

”تمہیں فوری طور پر تیاریاں کرنی ہیں باقی چھوٹے موٹے انتظامات میں خود کئے لیتا

ہوں۔“

”مجھے ہدایات درکار ہیں۔“

”نہیں......... اس سلسلے میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں کرنا ہوگی یہ انتظامات میرے سپرد ہیں ہاں اپنی بیوی سے ملنا چاہو تو مل سکتے ہو‘ اصل میں تم نے اس مختصر وقت میں جو کارنامہ سرانجام دے دیا ہے میں تو صرف اس کے بارے میں سوچتا ہوں۔ وہ کوئی عام بات نہیں تھی میں تمہاری اس کاوش سے بے حد خوش ہوں۔“

”تھینک یو سر......... میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ لیکن جہاں تک بیوی وغیرہ سے ملنے جانے کا تعلق ہے میرا خیال ہے اس کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ میں اس سے کہہ آیا ہوں اس کے لئے بس وہی کافی ہے۔“

”ہوں......... تو پھر تم آرام کرو اور ہاں بہتر یہ ہوگا کہ تین یا چار دن کے اندر اندر اپنے لئے عمدہ قسم کے لباس تیار کرالو‘ ہر وہ خریداری کرلو جس کی تمہیں عارضی طور پر ضرورت پیش آسکتی ہے ویسے لندن بھی ہمارے لئے اجنبی نہیں ہوگا وہاں میرے ایسے دوست موجود ہیں جو یہاں سے زیادہ میری پذیرائی کریں گے۔ میں نے زندگی میں دوستیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا زاہد تم دیکھو گے کہ میرے کئی غیر ملکی دوست مجھ پر زندگی قربان کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ بہرحال تمہیں تمہاری خوشیوں کے اس سنہری دور پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔“

”سر‘ اس کا محرک بھی تو آپ ہی ہیں۔“

”اس بات کو بار بار نہ دہراؤ ہر شخص اپنی غرض کا بندہ ہوتا ہے۔ اگر میں نے تم سے کوئی فائدہ حاصل کیا ہے تو اس کے نتیجے میں تم کو فائدہ پہنچا رہا ہوں اس سے ہٹ کر اور کوئی بات نہیں ہے۔“

”سر! آپ بہت عظیم انسان ہیں میں ذاتی طور پر بھی آپ کا دل سے عزت کرتا ہوں۔“ زاہد نے کہا اور نصیر بیگ کے ہونٹوں پر وہی مکارانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے دل میں کہا کہ ”دوست سارے تجربات تجھے زندگی میں حاصل ہوں گے لیکن انسان کی

سرشت کو سمجھنا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے حالانکہ میں نے تجھ سے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ ہر شخص اپنی غرض کا بندہ ہوتا ہے تجھ سے میری کوئی غرض ہے تو مجھے تجھ سے دلچسپی ہے ورنہ تو میرے لئے ایک بے حقیقت شے ہوتا........" زاہد اپنی تیاریوں میں مصروف ہوگیا اور نصیر بیگ نے اپنے طور پر تیاریاں شروع کر دیں۔ بہرحال اتنے وسائل اس کی پاس تھے کہ وہ لندن کے سفر کو آسان ترین بنالیتا ویسے زاہد کی افادیت کا اب اسے زیادہ احساس ہو رہا تھا۔ ایسے آدمی کا مل جانا آئندہ بھی کام آسکتا ہے۔ اس کی خواہش تھی کہ اب جبکہ وہ لوگ لندن کے لئے عازم سفر ہوگئے ہیں تو وہ ان سے پہلے وہاں موجود ہوتا کہ کامیابی سے ان کا پیچھا کر سکے وہ جانتا تھا کہ لندن میں وہ کون سے ذرائع ہیں جو وہ لوگ استعمال کریں گے ۔ بہرحال نصیر بیگ اپنے طور پر وہ سب کچھ کر لینا چاہتا تھا جو اس کے لئے ممکن ہو اور اب اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کامیابی اس کے قدم چومنے جارہی ہو اور وہ ان سب لوگوں کو کراس کر کے بالا خر نیل کنٹھ تک پہنچ جائے گا۔

زاہد اپنے طور پر دوسری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ ایک سنہری مستقبل کے لئے دنیا کی آخری حد تک سفر کرنا پڑے تو ضرور کرنا چاہیے۔ جن اقدار کا دامن پکڑ کر اس نے زندگی کا آغاز کیا تھا وہ بیوہ کا آنچل ثابت ہوئے' نہ گرفت نہ صلا........پھر اگر ایک شخص روشنی کا راستہ دکھا رہا ہے تو اس سے کیوں گریز کیا جائے۔ وہ پورے خلوص سے نصیر بیگ کا ساتھ دے رہا تھا یہ شخص اگر برا بھی ہے تو اسے کیا فرق پڑتا ہے۔ اچھے کون سے کام آگئے جو بروں سے پہلو بچانے کی کوشش کی جائے۔

انسان نے زندگی اپنے ہاتھوں سے مشکل بنائی ہے ورنہ یہ چند سانسیں اگر سادگی سے پوری کرلی جائے تو کوئی مشکل نہ ہو۔ ایک طرف دولت کی ہوس کو شوق کا نام دے رائے لوگ برسرپیکار تھے تو دوسری طرف وہ سادہ لوگ تھے جو ابھی تک ایک چھوٹے سے مسئلے ہی میں الجھے ہوئے تھے۔ یعنی دادی اماں' ناظمہ بیگم اور نجمہ پھوپھی! ان کی ٹھنگیں کئی بار ہو چکی تھیں۔ دادی اماں نے کہا۔

"لو....وہ موئے پھر آمرے........"

"کون اماں جی؟"

"ارے وہی کم بخت صورت حرام۔ دو مردوں کی شکل بنائے ہوئے مگر مردانگی سے روم اور وہ ایک مٹی ماری جوان عورت مگر مردوں جیسی۔"

"غیر ملکی مہمانوں کے بارے میں کہہ رہی ہیں اماں بی؟"

"اے لو اور کیا۔"

"ہاں اماں بی دیکھو کب تک رہتے ہیں۔" ناظمہ بیگم نے کہا۔

"اور اس جھاڑو پھری کو دیکھو کیسی سینہ تانے دندناتی پھر رہی ہے۔ ماتھے پر شکن تا تو نہیں ہے۔"

"باوا کی شہ جو مل گئی ہے۔"

"باوا کو دیکھو۔ خود بھی فرشتے بنے ہوئے ہیں اور اسے بھی فرشتہ بنائے ہوئے ہیں۔"

"آپ خود دیکھیں اماں بی۔ کہتے ہیں میری بچی بد کردار ہرگز نہیں ہے۔ پوچھا اس سے کہ پلی کس کی ہے کہاں چھوڑ آئی اس پلی کو۔ کس کے پاس پل رہی ہے؟"

"ہاں مجھے تو بچی بہت یاد آتی ہے۔ جتنے دن میرے پاس رہی مجھ سے ہلی رہی۔ خون کی بو پہچانتی تھی۔ کلیجے سے لگتی تو یوں لگتا جیسے اپنے پیٹ کی جنی ہوئی ہو۔" نجمہ پھوپھی نے کہا۔

"ارے بھاڑ میں جاؤ تم نجمہ۔ جب بکو گی ایسے ہی بکو گی۔ خون کی خوشبو بس تمہیں ہی آئی تھی۔"

"آپ لوگوں نے اسے چھوا ہی کب تھا۔"

"ارے ہم کیوں چھوتے اس گناہ کی پوٹ کو۔"

"خیر گناہ کی پوٹ تو نہیں تھی وہ۔ نکاح کیا تھا عرشی نے جاوید سے۔" نجمہ پھوپھی نے کہا۔

"نکاح نامہ تو تمہارے پاس ہوگا؟"

"ان باتوں کو چھوڑو اماں بی۔ یہ بتاؤ اب ہوگا کیا؟" ناظمہ بیگم نے پریشانی سے پوچھا۔

"ارے میں کیا بتاؤں کیا ہوگا۔"

"اگر وہ پھر نکل لیے تو۔"

"کون؟"

"آپ کے صاحب زادے۔ مجھے تو لگتا ہے پر تول رہے ہیں۔"

"ہیا......کون روکے گا انھیں۔"

"کوئی فیصلہ تو کر کے جائیں۔ کان پر جوں تک نہیں رینگی کمال کیا ہے انھوں نے۔"

"پتہ نہیں اتنا بے غیرت کیسے ہو گیا' ایسا تو نہیں تھا۔"

"میں آسکتی ہوں؟" عرشی کی آواز بم کے دھماکے کی طرح سنائی دی تھی۔ تینوں اچھل پڑیں۔ کسی نے جواب نہیں دیا۔ عرشی مسکراتی ہوئی اندر آگئی تھی۔

"آہا......کورم پورا ہے۔" اس نے کہا۔ "کیا میٹنگ ہو رہی ہے۔"

"بٹیا تم نے ہی سولی پر لٹکا رکھا ہے۔ تمہارے باوا تو مہمانوں میں الجھے ہوئے ہیں' پریشان کون ہے' ہم.........."

"آپ کیوں پریشان ہیں؟"

"تمہاری وجہ سے۔"

"میں نے کیا کیا ہے؟"

"بچی کہاں ہے؟"

"توصیف کے پاس۔" عرشی نے معصومیت سے کہا۔

"کس کے پاس؟"

"توصیف کے پاس!"

"یہ توصیف کون ہے؟" ناظمہ بیگم نے پوچھا۔

"ڈیڈی نے آپ لوگوں کو نہیں بتایا۔"

"ارے ہم ہیں کون جو ہمیں کچھ بتایا جائے۔ رعایا ہیں ان کی۔ دیا کھاتے ہیں۔ اس سے زیادہ ہماری اوقات کیا ہے؟"

"میں سمجھی تھی آپ لوگوں کو معلوم ہے۔"

"کون ہے یہ توصیف؟"

"ان سے میرا نکاح ہونے والا ہے یعنی عقد ثانی!" عرشی نے شرماتے ہوئے لہجے میں بتایا۔

"کیا؟" اماں بی' ناظمہ بیگم اور نجمہ پھوپی اچھل پڑیں۔ عرشی معصومیت سے آنکھیں پھاڑے انھیں دیکھ رہی تھی۔

"ڈیڈی بھی خوب ہیں نہ خود کسی کو کچھ بتاتے ہیں نہ دوسرے کو اجازت دیتے ہیں حالانکہ میں نے کہا تھا کہ دادی اماں کو تو ضرور بتایا دیا جائے۔ مجھے ڈانٹ کر کہنے لگے کہ یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے خاموش رہو۔"

"بیٹھو‘ کسی کام سے آئی تھیں۔" دادی اماں نے مصلحتاً لہجہ نرم کرلیا۔

"نہیں‘ کیا میں بغیر کام کے آپ کے پاس نہیں آسکتی؟" عرشی نے بیٹھ کر کہا۔

"کیا قصہ ہے؟" دادی اماں رازداری سے بولیں۔

"آپ ڈیڈی کو تو نہیں بتائیں گی؟"

"نہیں بتاؤں گی‘ بتاؤ۔" دادی اماں بولیں۔

"ڈیڈی نے جاوید کو گرفتار کرالیا تھا۔"

"ایں۔"

"ہاں‘ کمینہ چھپا چھپا پھر رہا تھا۔ ڈیڈی نے پولیس پیچھے لگادی اور پولیس نے اسے ڈھونڈلیا۔"

"اے جاوید کون‘ تیرا میاں؟" دادی اماں نے کہا۔

"تو اور کون........"

"پھر کیا ہوا؟"

"پولیس نے الٹا لٹکا کر مار لگائی۔ میں تو اس کے ساتھ پھر بھی رہنے کو تیار تھی مگر ڈیڈی کا کہنا تھا کہ وہ اچھا آدمی نہیں ہے۔ جو اپنی بیٹی اور بیوی کو اس طرح چھوڑ دے وہ اچھا آدمی نہیں ہو سکتا۔"

"ہاں پھر...."

"بس ڈیڈی نے اسے کورٹ لے جاکر مجھے طلاق دلوادی۔"

"لو........ کم بخت ماری طلاق بھی ہوگئی!"

"ہاں دادی اماں........ اور پھر........" عرشی شرماگئی۔

"پھر........ پھر آگے بول........؟"

"ڈیڈی نے میرے لئے توصیف کو تلاش کرلیا۔"

"توصیف کون ہے؟"

"بالکل جیکی شروف لگتا ہے۔"

"کیا بک رہی ہے۔" دادی اماں بولیں۔

"آپ نے جیکی شروف کو نہیں دیکھا؟"

"اے کون موا ہے وہ........؟"

"فلم ہیرو دیکھی تھی۔ وہ میرا بالم‘ میرا ساجن.... جا........ نو........" عرشی نے کہا اور بری طرح شرماگئی۔ نجمہ پھوپھی دونوں گال تھپتھپا رہی تھیں۔

"میں فلمیں دیکھتی ہوں کبھی۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں تصویر دکھادوں گی۔ بس مونچھیں نہیں تھیں جیکی شروف جیسی۔ میرے کہنے سے مونچھیں بھی رکھ لیں گے۔"

"تیرا ستیاناس‘ آخر وہ ہے کون؟"

"ارے انسان ہے۔ میرا ہونے والا شوہر۔"

"شش.... شوہر........" سب کی زبان سے نکلا۔

"تو اور کیا؟"

"ہدایت اللہ اس سے تیری شادی کر رہا ہے؟"

"بس دو چار دن کی بات ہے۔ سادگی سے ہمارا نکاح ہو جائے گا اور اس کے بعد ہم تینوں ہنی مون کو چل پڑیں گے۔ ڈیڈی نے سارا انتظام کردیا ہے۔" عرشی نے اٹھلاتے ہوئے کہا۔

"بھوبل پڑے کنجوس کے چہرے پر۔ ارے دین دنیا سب بھول گئے۔ یہ ہدایت اللہ تو دہریہ ہوگیا۔ بے دین ہوگیا۔ مذہب کو ہی بھول گیا۔ میں کہتی ہوں۔ یہ پاگل ہوگیا ہے کیا؟"

"اماں........ آہستہ........ کوٹھی میں مہمان ہیں۔" ناظمہ بیگم نے سہمے ہوئے لہجے

میں کہا۔

"ارے خاک پڑے ان مہمانوں پر۔ یہ ہدایت اللہ نے آخر سمجھ کیا رکھا ہے۔ میں کہتی ہوں یہ بالکل دیوانہ ہوگیا ہے کیا........ ارے طلاق کے بعد عدت ہوتی ہے۔ تین مہینہ دس دن گزارنے ہوتے ہیں اس کے بعد کہیں اس بارے میں سوچا جاتا ہے۔ اور یہاں سب کچھ بھول گئے۔ ساری باتیں مباتیں ہیں اس کی لیکن ہدایت اللہ........ یہ بے دینی برداشت نہیں کروں گی تیری........"

"اماں بی لہجہ ہلکا رکھیں۔" ناظمہ بیگم نے کہا۔

"ارے سب جہنم میں جائے۔ میں بات کروں گی اس سے اور........ بی بنو بچی اسے کیوں دے دی؟"

"میں نے کہاں دی ہے؟" عرشی منہ بسور کر بولی۔

"پھر؟"

"ڈیڈی ہی تو لے گئے تھے اسے نجمہ پھوپھی کے پاس سے۔ انہوں نے بچی توصیف کے حوالے کر دی۔ ویسے دادی اماں توصیف بچوں سے بہت پیار کرتا ہے۔ اصل میں اس کی پہلی بیوی کے ہاں بچے نہیں ہوئے تھے۔"

"کیا.... کیا.... پہلی بیوی...." دادی اماں کا سانس پھر چڑھ گیا۔

"وہ اس کے پاس تھوڑی رہتی ہے۔ بس توصیف اسے خرچہ دے دیتا ہے۔" عرشی نے کہا اور دادی اماں سر پر دو ہتھڑ مارنے لگیں وہ سینہ کوبی کر رہی تھیں۔

"اماں بی خود کو سنبھالئے کیا کر رہی ہیں آپ؟"

"خاک سنبھالوں خود کو.... یہ من مانی کئے جا رہا ہے' اندھا ہو گیا ہے بالکل' نجمہ.... نجمہ بلا کر لائیو اسے........ جہاں بھی ہے جو کچھ بھی کر رہا ہے اس سے کہنا اماں بی بلا رہی ہیں........"

"جی!" نجمہ پھوپھی اٹھ گئیں۔ اور پھر وہ باہر نکل گئیں۔ عرشی جوتے سنبھالنے لگی تو

"بیٹھو' تم کہاں جا رہی ہو؟" دادی اماں نے کہا۔

"ارے واہ........ یہ باتیں ہوں گی اور میں دیدے پھاڑے بیٹھی رہوں گی۔ بعد میں کہیں گی کہ ویڈیوں کا پانی مر گیا ہے۔ ہم........ میں نہیں رکنے کی........" عرشی جلدی سے باہر نکل گئی تھی۔

ڈارین ولیم آرنلڈ میں دو اہم خوبیاں تھیں۔ اول تو وہ نہایت بے جگر اور دلیر آدمی تھا دوئم نہایت بے وقوف۔ ہوش کے بجائے جوش سے کام لیتا تھا جس کی وجہ سے وہ اپنی پسندیدہ زندگی کے حصول میں ناکام رہا تھا۔ اس کی فطرت سے گہری واقفیت رکھنے والے اچھی طرح جانتے تھے کہ اسے خطرناک سے خطرناک کام سونپا جاسکتا ہے۔ جنگلی بھینسوں کے بپھرے ہوئے غول میں اسے چھوڑ دیا جائے وہ ان میں سے دو چار کو ختم کر کے صاف نکل آئے گا۔ لیکن اگر کسی کام میں عقل کے استعمال کی ضرورت پیش آجائے تو اس پر بھروسہ کرنے والے کو اپنی عقل پر ماتم کرنا پڑے گا۔

اس کے باوجود لندن کے بااثر حلقوں میں وہ مقبول تھا۔ ضرورت منداس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ انھیں علم تھا کہ ولیم کو کس طرح استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس کی کمزوریاں سبھی جانتے تھے۔ اس کی پہلی کمزوری گریتھا گریشم تھی۔ جس کا تعلق شاہی خاندان کے کسی فرد سے تھا اور اس نے شاہی مراعات اور اعزازات چھوڑ کر ولیم کو اپنی زندگی میں شامل کیا تھا اور نتیجے میں لندن کے ایک معمولی سے علاقے کے گندے سے فلیٹ میں رہتی تھی۔ اس کے پاس ولیم کی بے پناہ محبت کی دولت کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ دوسری کمزوری دولت کا حصول تھی جس کے لئے وہ ہمیشہ زندگی کی بازی لگانے کے لئے تیار رہتا تھا۔ بلکہ دوسری کمزوری کا تعلق بھی پہلی کمزوری سے ہی تھا۔ اس نے گریتھا سے وعدہ کیا

تھا کہ ایک دن وہ اسے وہ کچھ مہیا کر دے گا جو اسے شاہی خاندان کے سامنے سر اٹھا کر چلنے کے قابل بنا دے۔

لیکن........ اپنی پر جوش فطرت سے وہ ہمیشہ مار کھا جاتا تھا۔ اور آج تک گریتھا سے کیا ہوا وعدہ پورا نہ کر سکا تھا۔ طرفہ بات یہ تھی کہ وہ خود کو بے وقوف سمجھنے کے لئے تیار نہیں تھا اور ہمیشہ یہی کہتا تھا کہ تقدیر ساتھ نہیں دیتی۔ ڈارین کے منصوبے بے مثال ہوتے تھے لیکن ان دنوں اس کے پاس کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ اور وہ بے حد اداس تھا۔ جب وہ اداس ہوتا تھا تو لیٹینا ریستورانیہ کا رخ کرتا تھا۔ یہ ایک پرسکون اور مناسب جگہ تھی۔

اس وقت بھی وہ لیٹینا کی ایک میز پر بیٹھا ہوا تھا اور کسی قدر مضطرب نظر آرہا تھا کیونکہ خلاف معمول آج لندن کے بے فکرے لیٹینا پر ٹوٹ پڑے تھے۔ زیادہ تر میزیں بھری ہوئی تھیں اور کافی رش ہو رہا تھا۔ اس نے پریشان لہجے میں ویٹر سے پوچھا۔

"آج بہت رش ہے کوئی خاص بات ہے؟؟"

"نہیں سر' اب ہمارے یہاں اتنا ہی رش ہوتا ہے۔"

"شاید بہت دن کے بعد........" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور ویٹر کو واپس جانے کا اشارہ کر دیا۔ پھر وہ سامنے رکھے گلاس سے چسکیاں لینے لگا۔ کچھ دیر اسی طرح گزر گئی۔ وہ بیزاری سے سوچ رہا تھا کہ اب یہاں سے اٹھ کر کہاں جائے۔ دفعتاً گلاس اس کے ہاتھ میں لرز گیا۔ اس نے جلدی سے اسے میز پر رکھ دیا اور اس شخص کو گھورنے لگا جس کے داخل ہونے پر اس کی یہ کیفیت ہوئی تھی۔

نووارد ایک مشرقی تھا۔ اسمارٹ اور چست و چالاک۔ گو عمر رسیدہ تھا لیکن جوانوں جیسی پھرتی رکھتا تھا۔ اچانک ڈارین ولیم آرنلڈ نے رخ تبدیل کر لیا۔ نووارد ایک میز پر بیٹھ گیا تھا۔ ہر چند کہ اس کا رخ بدلا ہوا تھا لیکن پھر بھی احتیاطاً وہ اپنا چہرہ اس کے سامنے نہیں لانا چاہتا تھا۔ آنے والا اس کا دیرینہ شناسا تھا۔ اس کا نام نصیر بیگ تھا وہ ایک جرائم پیشہ آدمی تھا۔ کچھ سال پہلے ولیم کی اس سے گہری دوستی تھی۔ لیکن پانچ لاکھ پاؤنڈ کے

ایک فراڈ کیس میں، جس میں ولیم آرنلڈ اور وہ شریک تھے اور ساری محنت ولیم نے کی تھی۔ وہ رقم لے کر صاف نکل گیا تھا۔ اس دن کے بعد سے ولیم اس کا دشمن بن گیا تھا۔

مرزا نصیر بیگ نے اپنے لئے شراب طلب کی اور پرسکون انداز میں بیٹھا چسکیاں لیتا رہا۔ ولیم کے انداز میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ نصیر بیگ کو گولی سے اڑا دے لیکن افسوس اس وقت اس کا پستول اس کے پاس موجود نہیں تھا۔ اپنی تیز مزاجی کے باعث وہ پستول ہر وقت اپنے پاس نہیں رکھتا تھا۔ کئی بار اس قسم کے حالات پیش آچکے تھے کہ وہ قتل کا مجرم بنتے بنتے رہ گیا تھا لیکن پستول اس کی گاڑی میں اس کی سیٹ کے نیچے موجود تھا جہاں اس نے پوشیدہ خانہ بنا رکھا تھا۔ ولیم آرنلڈ نے ویٹر کو طلب کر کے بل منگوایا اور اس کے بعد بل کی رقم ادا کر کے خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

ریستورانیہ سے باہر جانے کا ایک ہی راستہ تھا اور وہ جانتا تھا کہ مرزا نصیر بیگ اسی راستے سے باہر آئے گا اور اس کے بعد اسے دیکھ لیا جائے گا۔ البتہ اپنی گاڑی میں داخل ہو کر اس نے اسے اسٹارٹ کیا اور ایک ایسے اینگل پر لا کر کھڑا کر دیا کہ مرزا نصیر اس کی نگاہوں کے سامنے رہے اس کے بعد اس نے اپنی سیٹ کے نیچے سے آٹو میٹک ریوالور نکال کر اسے چیک کیا اور مطمئن ہو کر اسے اپنے کوٹ کے جیب میں ڈال لیا پھر وہ تند نگاہوں سے ریستوران کے دروازے کو دیکھتا رہا۔ اسے پورے بیس منٹ انتظار کرنا پڑا۔ اکا دکا لوگ ریستوران میں آجا رہے تھے۔ بیس منٹ کے بعد مرزا نصیر بیگ پر اطمینان انداز میں پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈالے ہوئے باہر نکلا اور ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھ گیا ولیم آرنلڈ پھرتی سے اپنی گاڑی کا دوسری سمت کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا تھا اور اس نے پستول اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ نصیر بیگ اس طرح آگے بڑھا جیسے ٹیکسی کی تلاش میں ہو۔ آرنلڈ نے ایک لمحے انتظار کیا اور اس کے بعد مزید انتظار نہ کرنے کا فیصلہ کر کے برق رفتاری سے آگے بڑھا۔ نصیر بیگ اطمینان سے کھڑا ہوا ٹیکسی کا منتظر تھا کہ ولیم آرنلڈ اس کے عقب میں پہنچ گیا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ ”غالباً تمہیں ٹیکسی درکار ہے؟“

”ہاں بے شک۔“ مرزا نصیر بیگ نے جواب دیا اور واپس پلٹا۔ ولیم آرنلڈ نے

پستول کی نال اس کی پیشانی کے عین سامنے اٹھا دی اور نصیر بیگ بری طرح اچھل پڑا۔

”میرے پاس ٹیکسی تو نہیں البتہ سفید رنگ کی وہ پرائیویٹ کار موجود ہے اور یقیناً تم اس میں سفر کرنا پسند کرو گے۔“

”او مائی ڈیر ولیم یہ تم ہو؟“

”اور تم میری عادت جانتے ہو اگر میں پستول نکال لیتا ہوں تو پھر میرا دل چاہتا ہے کہ جس پر پستول اٹھایا ہے اس کے لئے زندگی کسی طور ممکن نہ رہے تمہیں ایک چانس دے رہا ہوں پتلون سے ہاتھ نکالو اور انہیں سامنے کر کے آگے بڑھو۔“

”تمہاری بہت سی عادتیں مجھے ابھی تک یاد ہیں۔“ مرزا نصیر بیگ نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر اس کی ہدایت پر عمل کرتا ہوا اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

”شاید تم نے اپنی گاڑی بدل دی ہے بہت اچھی کار ہے کب خریدی۔“ ولیم آرنلڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ پیچھے سے اسے پستول کی نال سے دھکیلتا ہوا اپنی کار کے پاس لے گیا۔ مرزا نصیر بیگ نے اس کی کسی بات کا برا نہیں مانا تھا وہ بدستور شگفتہ لہجے میں بولا۔

”کیا دروازے کا لاک کھلا ہوا ہے؟“

”ہاں۔ دروازہ کھول کر اندر بیٹھ جاؤ۔“

”تمہارے ساتھ۔“

”نصیر بیگ زیادہ چالاک بننے کی کوشش کر رہے ہو اور مجھے دیوانگی پر آمادہ کر رہے ہو؟“

”سوری مائی ڈیئر سوری۔“ نصیر بیگ دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ ولیم پستول کی نال اس کی جانب کئے ہوئے ڈرائیونگ سائیڈ پر پہنچا اور پھر اس نے ڈرائیونگ سائیڈ کا دروازہ کھولا اور پستول نصیر بیگ کی جانب کئے بیٹھ گیا۔

”اس طرح پستول ہاتھ میں لے کر ڈرائیونگ کرو گے تو کوئی حادثہ بھی ہو سکتا ہے؟“

"پستول تمہیں دے دوں؟" آرنلڈ نے سوال کیا اور خود ہی ہنس پڑا لیکن اس ہنسی میں ایک ہیجان انگیز کیفیت طاری تھی۔ مرزا نصیر بیگ نے بھی قہقہہ لگایا تھا پھر اس نے کہا۔

"ظاہر ہے اس وقت تم مجھے دوستانہ موڈ میں نہیں لے جا رہے ہو پستول اپنے حوالے کرنے کے لئے کیسے کہہ سکتا ہوں میں تو بس یہ کہہ رہا تھا کہ پر اطمینان انداز میں کار ڈرائیو کرو ظاہر ہے میں دوڑتی ہوئی کار سے نیچے نہیں کود سکتا۔"

"تم اس سلسلے میں بالکل بے فکر رہو میں پستول کے ساتھ گاڑی ڈرائیو کر سکتا ہوں۔ ولیم نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی وہ بڑی مہارت کے ساتھ پستول سے نصیر بیگ کو کور کئے ہوئے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ نصیر بیگ نے پر اطمینان انداز میں سیٹ سے سر ٹکا کر بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا پھر بولا۔"

"اور میں جانتا ہوں اس وقت تم مجھے سیسنا کاٹیج لے جاؤ گے ارے ہاں ہمارا دوست میک ڈونلڈ کیسا ہے اب تو خاصا بوڑھا ہو گیا ہو گا ہم اسے پیار سے میکی کہتے تھے اور سیسنا کاٹیج تمہارے لئے سب سے بہترین پناہ گاہ تھا وہیں جا رہے ہو نا۔"

"یقیناً" کیونکہ وہاں میرے پاس لاشیں ٹھکانے لگانے کا معقول انتظام ہے۔"

"غالباً" وہی سوکھی ہوئی گٹر لائن جس کے بارے میں تم نے مجھے ایک بار بتایا تھا۔"

"سب کچھ یاد ہے تمہیں۔"

"میکی بھی یاد ہے ڈیر میکی بہت نفیس انسان ہے۔"

"ہے نہیں، تھا۔" ولیم نے جواب دیا۔

"کیا مطلب۔"

"مر چکا ہے۔"

"اوہ میرے خدا، کیا واقعی! آخر تم نے مجھے ایک افسوس ناک خبر سنا ہی دی لیکن کیسے؟"

"بکواس بند کرو اور خاموش بیٹھ جاؤ۔"

"ارے ارے ارے! کم از کم تعزیت تو کر لینے دو اپنے دوست کی بڑا اچھا آدمی تھا بلاشبہ بے حد نفیس طبیعت کا مالک، واقعی مجھے دلی صدمہ ہوا ہے۔" ولیم آرنلڈ نے کوئی جواب نہیں دیا مرزا نصیر بیگ بھی اس طرح خاموش ہو گیا جیسے اسے واقعی میکی کی موت کا صدمہ ہوا ہو، کار فاصلے طے کرتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک نواحی علاقے میں پہنچ گئی پھر ولیم آرنلڈ نے اسے ایک عمارت کے سامنے روک دیا یہی سیسنا کاٹیج تھی کھنڈر نما اس عمارت میں چند کمرے ہی ثابت اور سالم نظر آ رہے تھے۔ ولیم نے پستول کے اشارے پر نصیر بیگ کا دروازہ کھول کر نیچے اترنے کے لئے کہا۔ اور نصیر بیگ پر اطمینان انداز میں نیچے اتر گیا۔

"بعض جگہوں سے کیسی پرانی یادیں وابستہ ہوتی ہیں لیکن یہ کہہ کر تم نے مجھے سخت دکھی کر دیا کہ ہمارا دوست اب اس دنیا میں موجود نہیں ہے کم از کم مجھے یہ تو بتا دو کہ اس کی موت کی وجہ کیا ہوئی تھی۔ قدرتی موت مرا یا پھر....." ولیم نے سستا کاٹیج کا دروازہ کھولا اور اسے اندر چلنے کا اشارہ کیا۔ نصیر بیگ مغموم انداز میں گردن ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا ایک بار پھر اس نے کہا۔

یہاں کی ہر چیز اس کی یاد دلاتی ہے اگر وہ یہاں موجود ہوتا تو ابھی چیختا ہوا باہر نکل آتا وہ ہمیشہ چیخ چیخ کر گفتگو کرتا تھا۔ ولیم اسے اشارہ کرتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔ اندر داخل ہو کر بھی ولیم ہی نے کاٹیج میں روشنی کی تھی۔ کمرے میں پرانا فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ ولیم نے پاؤں کی ٹھوکر سے دروازہ بند کیا اور اسے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا مرزا نصیر بیگ مغموم انداز میں گردن ہلاتا ہوا پرانے طرز کے ایک صوفے پر بیٹھ گیا ولیم آرنلڈ اس کے سامنے صوفے کے ہتھے پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"غالباً" تم اس دوران لندن سے باہر رہے ہو۔"

"تھوڑے بہت عرصے۔ کئی سال کے بعد میں لندن میں داخل ہوا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے کیونکہ لندن میں کوئی ایسی جگہ نہیں چھوڑی تھی میں نے جہاں تلاش کیا جا سکتا تھا۔"

"ہاں یقیناً" میرے تم سے بہت سے رشتے ہیں۔"

"ہاں بہت سے رشتے لیکن اب ان رشتوں کے دھاگے ٹوٹ رہے ہیں تم نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا ہو گا کہ تمہیں میرے ہاتھوں موت نصیب ہو گی۔"

"واقعی ایسی فضول باتیں میں کبھی نہیں سوچتا۔"

"لیکن بد قسمتی ہے تمہاری کہ بالآخر وہی وقت آ گیا جو نہیں آنا چاہیے تھا۔"

"خیر اب ایسی بات بھی نہیں ہے ایسا وقت آنا ناممکن ہے۔"

"رقم کہاں گئی؟"

"کون سی رقم؟" مرزا نصیر بیگ نے حیران آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بہت زیادہ چالاک بننے کی کوشش کر رہے ہو لیکن تم میرے بارے میں جاننے کا دعویٰ بھی کرتے رہے ہو۔ میں نے غداری کرنے والوں کو کبھی معاف نہیں کیا میری دوستی اور دشمنی یکساں ہوتی ہے اور دشمنی کا آغاز تم نے کیا تھا۔"

"پانچ لاکھ ڈالر کی بات کر رہے ہو دوست چھوٹی موٹی رقمیں اتنی بڑی حیثیت نہیں رکھتیں کہ دوستی کے راستے میں مزاحم ہوں۔"

"اس کے بعد میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ تم جیسے بے شرم لوگ بہت کم دیکھنے کو ملتے ہیں۔" ولیم آرنلڈ نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔

"انسان کے اندر کوئی نہ کوئی خوبی ہونی چاہیے چلو بہرحال تم نے میری خوبی کا اعتراف تو کیا۔"

"نصیر بیگ وقت نے تمہیں ایک بار پھر میرے حوالے کر دیا ہے' پانچ لاکھ ڈالر کی رقم درکار ہے مجھے' ورنہ اس کے بدلے تمہاری موت اور تم یقین کرو اس کے بعد مجھے پشیمانی نہیں ہو گی کیونکہ میں نے دوستی کے نام پر دھوکہ کھایا ہے۔"

"میری جان اول تو وہ پانچ لاکھ ڈالر کی رقم میں ہاتھ میں لئے نہیں گھوم رہا دوسری بات یہ کہ اگر میں تمہیں ان پانچ لاکھ ڈالر کے عوض اربوں ڈالر دلوا دوں تو کیا تم ان پانچ لاکھ ڈالر کو بھول نہیں جاؤ گے۔" ولیم آرنلڈ زہریلی ہنسی ہنسا اور بولا۔

"اپنے آپ کو بہت شاطر سمجھتے ہو' اربوں ڈالر کی یہ رقم کیا تمہارے والدین رثے میں چھوڑ گئے تھے۔" نصیر بیگ پھر ہنس پڑا پھر آہستہ سے بولا۔

"ورثے کا تو میں قائل ہی نہیں ہوں میری جان' جو کچھ کیا ہے اپنی قوت بازو سے یا ہے اور جو پیشکش تمہیں کر رہا ہوں وہ میری ہی نہیں تمہاری بھی قوت بازو سے ہیں حاصل ہو گی۔"

"میں تم سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اربوں ڈالر کی وہ رقم مجھے دینے کے ائے پانچ لاکھ ڈالر میں سے میرا حصہ میرے حوالے کر دو ورنہ تم اس وقت میرے ھوں زندہ نہیں بچو گے۔"

"دیکھو میری بات مان لو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ ایک ٹھوس سچائی ہے اور اگر تم سمجھتے ہو کہ تم ذہانت کا مظاہرہ کر کے مجھے یہاں تک لانے میں کامیاب ہوئے ہو تو اس ور کو اپنے ذہن سے نکال دو میں بڑی محنت سے تمہارا تعاقب کرتا ہوا تم تک پہنچا ہوں ر پورے منصوبے کے تحت یہاں آیا ہوں۔ بولو کیا میں تمہاری مصروفیات کے بارے ں تمہیں بتاؤں۔ تم اپنے فلیٹ سے باہر نکلے گیراج سے اپنی گاڑی نکالی اس کے بعد چل ے پھر تم ولسن کے علاقے میں ہاؤس آف ناولٹی پر رکے وہاں تم نے اپنے دوست اینڈ سن سے ملاقات کی وہ تمہیں چھوڑنے باہر آیا پھر تم اپنی گاڑی میں بیٹھے اور کافی دیر تک کوں پر مٹر گشت کرتے رہے اس کے بعد تم نے سیٹینا کا رخ کیا تھا اور بعد کے حالات د تمہارے علم میں ہیں۔" ولیم آرنلڈ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں یہ تمام باتیں لکل درست تھیں اور وہ شدید حیران تھا اس نے بے یقینی کے سے انداز میں نصیر بیگ کو کھا اور نصیر بیگ آنکھیں بند کر کے مسکراتا ہوا بولا۔

"پستول واپس جیب میں ڈال لو میں دوسری بات بھی بالکل درست ہی کہہ رہا ہوں نی وہ اربوں ڈالر والی بات۔"

"میں تم پر لعنت بھیجتا ہوں تم جیسا شاطر آدمی میری نگاہوں سے پہلے کبھی نہیں زرا۔"

”ایسے موقعوں پر لعنت نہیں بھیجتے بلکہ یہ اعتراف کرتے ہوئے مبارک باد دیا کرتے ہیں اگر تم مجھے چالاک اور شاطر سمجھتے ہو تو سمجھ لو کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ بالکل درست ہے۔“

”میں.........میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

”پھر وہی حماقت کی باتیں‘ جب میں تم تک پہنچنے کا اس طرح ارادہ رکھتا تھا تو تمہارا کیا خیال ہے‘ کیا مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے چنانچہ میں نے اس کا پورا پورا انتظام کرلیا تھا اگر دل چاہے تو گھوم کر اپنی پشت پر دیکھ سکتے ہو۔“ مرزا نصیر بیگ کے ان الفاظ پر ایک لمحے کے لئے ولیم آرنلڈ کے اعصاب کشیدہ ہوئے تھے لیکن پھر اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ پرانی چال ہے‘ اتنی پرانی کہ اب جرائم پیشہ لوگ اسے اختیار نہیں کرتے۔“

”نہیں مسٹر‘ چیف جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ بالکل درست ہے۔“ عقب سے آواز ابھری اور پستول کی ٹھنڈی نال ولیم آرنلڈ کی گردن سے آلگی ساتھ ہی عقب سے ایک ہاتھ نے اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کو باآسانی چھین لیا تھا اس کے باوجود آرنلڈ پلٹا لیکن پستول بردار نے اس کے پیٹ میں زور دار گھٹنا رسید کیا اور آرنلد کے حلق سے آواز نکل گئی گھٹنا رسید کرنے کے بعد پستول بردار چند قدم پیچھے ہٹ گیا تھا اس نے ولیم کو پستول سے کور کرتے ہوئے کہا۔

”باس نے حکم دیا ہے کہ صورت حال کو ناگزیر پاؤ تو گولی چلانے میں گریز نہ کرنا اس لئے مسٹر ولیم بہتر یہی ہے کہ آپ صورت حال سے فائدہ اٹھایئے یہ صوفہ آپ ہی کے لئے ہے۔“ عقب میں کھڑے ہوئے تن و من شخص نے سرد لہجے میں کہا۔ ولیم لاکھ پر جوش آدمی تھا لیکن یہ تجزیہ کر سکتا تھا کہ کس وقت کیا صورت حال ہے اور خودکشی کسے کہتے ہیں۔ چنانچہ اس کے چہرے پر مایوسی کے آثار پیدا ہوگئے اس نے ایک لمحے تک عقب میں کھڑے پستول بردار کو دیکھا اور پھر صوفے پر بیٹھ گیا۔

”اور اب ان حالات میں بھی اگر میں تم سے یہی کہوں کہ جو کچھ میں نے پہلے کہا

ہے وہ بالکل درست ہے تو تمہیں اس پر یقین کرلینا چاہیے میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ سکون ہو جاؤ اور دوستانہ انداز میں مجھ سے گفتگو کرو۔ میں واقعی اس بار تمہیں کوئی وکہ دینے کے موڈ میں نہیں ہوں بات ایسی ہے کہ تمہارے بغیر میرا کام بننا مشکل ہے۔“

”میں تم پر ہزار بار لعنت بھیجتا ہوں۔ ہزار بار لعنت بھیجتا ہوں تمہارے ساتھ مل کر م کرنے پر۔“

”تو پھر میں تمہیں یہ اطلاع دیتے ہوئے افسوس محسوس کرتا ہوں ڈیئر کہ تمہیں پنے ساتھ تعاون پر آمادہ کرنے کے لئے میں نے دوسرا بندوبست بھی کیا ہے مثلاً" تمہاری ی.........“

نصیر بیگ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگیا۔ لیکن اس جملے کا خاطر خواہ اثر ہوا ۔ولیم آرنلڈ اچھل پڑا تھا۔

”کیا مطلب؟“ اس نے نصیر بیگ کو گھورتے ہوئے کہا۔

”گریتھا گریشم.........یا گریتھا آرنلڈ اس وقت ہمارے قبضے میں ہے۔“

”بکواس کرتے ہو۔“ ولیم آرنلڈ پستول کا نشانہ بنے ہونے کے باوجود وحشت ناک از میں اچھل کر کھڑا ہوگیا لیکن پیچھے کھڑے ہوئے نصیر بیگ کے ساتھی زاہد نے پستول نال اس کے سینے پر رکھ کر اسے زور سے دھکا دیا اور ولیم آرنلڈ صوفے کے ہتھوں کا رالے کر گرنے سے بچا۔ زاہد نے خوفناک لہجے میں کہا۔

”سوری مسٹر‘ مجھے ہدایت ہے کہ اگر ذرا بھی خطرہ دیکھوں تو فوراً" گولی چلا دوں۔ نا یہ صرف اسی صورت میں ہے کہ بات حد سے آگے نہ بڑھے آپ اپنے آپ کو رول میں رکھئے کیونکہ معاملات گفتگو سے بھی طے ہو سکتے ہیں۔“

ولیم آرنلڈ نے خونخوار لہجے میں کہا۔ ”تم جو بکواس کر رہے ہو اس کی وضاحت رو۔“

نصیر بیگ نے مطمئن اور پرسکون لہجے میں کہا۔ ”اصل میں ڈیئر ولیم ہماری تمہاری

دوستی اتنی گہری رہ چکی ہے کہ میں تمہارے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں اور میرا یہ اندازہ ہے کہ اب تم اتنے بے وقوف آدمی بھی نہیں ہو کہ میرے بارے میں سب کچھ نہ جانتے ہو۔ جب کسی کام کا بیڑہ اٹھاتا ہوں تو اس کے سلسلے میں اتنا پسند ہو جاتا ہوں حالانکہ میں تمہیں دوستوں کی طرح اپنے ساتھ شامل کرنے کا خواہش مند ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ پچھلے دنوں جو واقعات گزرے ہیں ان کے تحت تم میرے دوست نہیں دشمن بن چکے ہو اور اگر دشمن سے کوئی معاملہ طے کرنا ہوتا ہے تو ہر پہلو پر نظر رکھنی پڑتی ہے اور اس وقت جب تم اپنے فلیٹ سے باہر نکلے تو ہم لوگوں نے اپنی ذمہ داریاں تقسیم کرلیں۔ میڈم گریتھا گریشم کو ایک لمحے کے اندر اندر اطلاع دی گئی کہ مسٹر ولیم ارنلڈ انہیں بلا رہے ہیں اور یہ کہ اپنی گاڑی میں موجود ہیں۔ اتفاق سے تم اس وقت اپنی گاڑی میں تھے اور اس انداز میں بیٹھے ہوئے تھے' جیسے کسی کا انتظار کر رہے ہو حالانکہ تم اس وقت اپنے بریف کیس سے شاید کچھ نکال رہے تھے گریتھا گریشنم نے تمہیں دیکھا اور انہیں یقین آگیا کہ تم انہیں طلب کر رہے ہو۔ چنانچہ وہ بڑے اطمینان سے فلیٹ سے نیچے آگئیں۔ تمہاری گاڑی جاچکی تھی اور پیچھے دوسری گاڑی موجود تھی۔ وہ میڈم گریتھا گریشم کو لے کر اس ٹھکانے پر پہنچ گئی جہاں اسے پہنچا تھا لیکن جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ اگر میں تمہارے بارے میں جانتا ہوں تو تم بھی میرے بارے میں یہ بات بخوبی جانتے ہو گے کہ دوستوں کی بیویوں کی میں نے ہمیشہ عزت کی ہے وہ میرے لئے محترم ہوتی ہیں اس لئے کہ میرا تعلق ایشیا سے ہے۔ مسٹر ولیم آرنلڈ بے شک چند لمحات کے لئے میڈم گریتھا ذہنی پریشانی کا شکار ہوگئی ہیں لیکن انہیں نہایت احترام کے ساتھ اس جگہ رکھا گیا ہے جہاں میں نے انہیں بھیجا ہے۔"

"تت...... تم تم بالکل بکواس کر رہے ہو۔ تم مجھے مجبور کرنا چاہتے ہو۔ میں تم جیسے شیطان آدمی کو بخوبی سمجھتا ہوں۔" ولیم آرنلڈ نے کہا۔

"یہی تو افسوس کی بات ہے کہ مجھے بخوبی سمجھنے کا دعوی کرنے کے باوجود تم اس بات سے انحراف کر رہے ہو کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ غلط ہے۔ بہرحال تمہاری تسلی

کے لئے میں تمہاری میڈم گریتھا سے فون پر گفتگو کرا سکتا ہوں۔"

ولیم آرنلڈ نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے نصیر بیگ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میری بات کراؤ۔ بات کراؤ میری اس سے..........."

"ٹھیک ہے۔ لاؤ ذرا یہ پستول مجھے دے دو۔" نصیر بیگ نے کہا اور زاہد نے پستول نصیر بیگ کی جانب بڑھا دیا۔

"وہ سامنے فون رکھا ہے۔ نمبر ڈائل کر کے مسز گریتھا آرنلڈ سے بات کرنے کی خواہش کا اظہار کرو۔"

زاہد ٹیلی فون کی جانب بڑھ گیا پھر اس نے ٹیلی فون سیٹ اٹھا کر ولیم آرنلڈ کے سامنے رکھ دیا۔ ولیم نے بدحواسی سے ریسیور اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

"گریتھا...... ہیلو گریتھا......." دوسری جانب سے گریتھا کی آواز آئی۔

"ولیم کیا یہ تم ہی بول رہے ہو؟"

"ہاں' گریتھا خیریت تو ہے' کہاں ہو تم؟"

"ولیم مجھے اغواء کرلیا گیا ہے۔" گریتھا کی رندھی ہوئی آواز سنائی دی۔

"نہیں ڈیئر ایسی کوئی بات نہیں ہے' ایسی بالکل کوئی بات نہیں ہے۔ تم نے ان اغواء کرنے والوں کا رویہ محسوس کیا' کیسا رویہ ہے ان کا تمہارے ساتھ؟"

"رویہ تو بہت اچھا ہے وہ مجھے بڑے احترام سے مخاطب کر رہے ہیں لیکن تمہارے نام سے۔"

"اوہ ڈارلنگ بس کچھ ایسے ستم ظریف دوست بھی ہیں میرے' جو.....جو بے تکے مذاق کرنے کے عادی ہیں یہ صرف ایک مذاق ہے تم مطمئن رہو کسی قسم کی فکر یا تردد نہ کرو' بس تھوڑی دیر کے بعد میں تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں۔ گریتھا ڈیئر یہ صرف ایک مذاق ہے' قطعی مذاق۔"

"تم ان دوستوں پر لعنت کیوں نہیں بھیج دیتے جو اس قسم کے فضول مذاق کرتے ہیں۔"

"وہ بس....." ولیم ہیجانی انداز میں ہنسنے لگا۔

"کتنی دیر میں آ رہے ہو تم؟"

"تم بالکل مطمئن رہو۔ یہ ایک پر لطف قدم اٹھایا ہے ان لوگوں نے لیکن میں بھی انہیں ایسا سبق دوں گا کہ زندگی بھر یاد رکھیں گے۔ ویسے تم وہاں مطمئن تو ہو۔"

"خاک مطمئن ہوں مجھے اغواء کیا گیا۔ اور میں مطمئن ہو جاؤں۔"

"میرا مطلب ہے کہ ان لوگوں کا رویہ تو برا نہیں ہی تمہارے ساتھ؟"

"نہیں' ان کا رویہ میرے ساتھ برا نہیں ہے لیکن تم فوراً" ان لوگوں کو سزا دو اور ایسے لوگوں سے دوستی ختم کر دو۔"

"بالکل.......بالکل اوکے میں پھر تم سے بات کروں گا۔"

"بات کرنے کی ضرورت نہیں فوراً" یہاں آجاؤ اور مجھے بتاؤ کہ وہ کون بدتمیز دوست ہیں تمہارے جنہوں نے اس قسم کا بھونڈا مذاق کیا ہے۔"

"میں انہیں تمہارے سامنے پیش کروں گا اوکے بس اب فون بند کر دو۔" ولیم آرنلڈ نے کہا اور خود ہی ریسیور رکھ کر آنکھیں بند کر کے گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ پھر اس نے آنکھیں کھول کر خونی نگاہوں سے نصیر بیگ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا ہے نصیر بیگ۔ یہ تم نے اچھا نہیں کیا ہے........"

"دیکھو ولیم اصل میں معاملہ پچھلی ملاقات میں بگڑ گیا تھا۔ مجھے رقم کی اشد ضرورت تھی۔ اتنی اشد ضرورت کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔ میں نے وہ رقم ہضم کر لی' خرچ ہو گئی وہ۔ میں تمہیں اب بھی بہت کچھ دے سکتا ہوں تھوڑے بہت پیسے میں اپنے ساتھ لایا ہوں لیکن جو منصوبے میرے ذہن میں ہے اگر تم اسے تفصیل سے سن لو تو یہ ساری رنجش بھول جاؤ گے اور میرے ساتھ تعاون کرنے میں خوشی محسوس کرو گے۔ مائی ڈیئر یہ تو صرف چند احتیاطی اقدامات تھے جو میں نے تم سے ملاقات کے لئے کئے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم ایک تند مزاج آدمی ہو۔"

ولیم آرنلڈ کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے تبدیلی پیدا ہوئی اس نے انتہائی تیکھی

نگاہوں سے نصیر بیگ کو دیکھا اور پھر اپنی آنکھوں کا انداز بدل لیا۔ اس نے کہا۔

"بہرحال اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا دل تمہاری جانب سے صاف ہو گیا ہے تو یہ تمہاری بھول ہے لیکن پھر بھی' پھر بھی میں تمہارا منصوبہ سننے کے لئے تیار ہوں۔"

مرزا نصیر بیگ نے مسکرا کر زاہد کو آنکھ ماری اور اس کے بعد کہنے لگا۔

"میں کسی بھی کام میں بہت زیادہ وقت ضائع کرنے کا عادی نہیں ہوں اور پھر یہ معاملہ بھی ایسا ہے کہ ہم وقت ضائع نہیں کر سکتے۔ میں نے اسی لئے تمام کام انتہائی احتیاط سے کئے ہم لوگ مسلسل تمہاری تلاش میں تھے تمہیں پانے میں تو خیر مجھے وقت نہیں ہوئی تھی لیکن ایک ایسی موزوں اور بہتر جگہ جہاں ہم پرسکون انداز میں بات چیت کر سکیں ضروری تھی۔ میرا یہ ساتھی تمہاری اسی گاڑی میں موجود تھا جس میں اور تم دونوں یہاں ساتھ آئے ہیں۔"

"بب بکواس کرتے ہو۔"

"نہیں میری جان' حقیقت یہی ہے سارا منصوبہ بڑی احتیاط کے ساتھ ترتیب دیا گیا تھا پہلے یہ شخص تمہاری گاڑی کی پچھلی سیٹیوں کے درمیان اس طرح سمٹ کر لیٹ گیا کہ تمہیں اس پر شبہ نہ ہو اور اس کے بعد میں تمہاری پسندیدہ جگہ داخل ہوا جہاں تم موجود تھے بعد میں جو کچھ ہوا وہ سارا پروگرام کے مطابق ہی ہوا۔"

ولیم آرنلڈ نے گہری نگاہوں سے نصیر بیگ کو دیکھا اس کے ذہن میں اور جو خیالات آئے ہوں وہ اپنی جگہ لیکن یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا وہ کہ بلاشبہ یہ شخص انتہائی شاطر ہے اور ذہنی طور پر اس پر فوقیت رکھتا ہے۔

نجمہ پھوپھی کہیں نہ کہیں سے سرہدایت اللہ کو تلاش کر کے اماں بی کے کمرے میں لے آئیں۔ ناظمہ بیگم پتھرائی ہوئی بیٹھی تھیں۔ ہدایت اللہ مسکراتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔

"خیریت اماں بی؟"

"بیٹھ جا ہدایت اللہ' بیٹھ جا تیرا نام غلط رکھ دیا ہے ہم لوگوں نے........"

"ارے ارے اب اس عمر میں میرا نام بدلنے کے بارے میں کوئی تجویز زیر غور ہے؟"

"ہدایت اللہ پتہ نہیں تیرے خمیر میں یہ سب کچھ کیسے آگیا ہم تو بڑے اچھے خاندان کے لوگ ہیں ہمارے خاندان کی نجابت کے تو حوالے دیئے جاتے تھے۔"

"خدا خیر کرے میرا نام بھی غلط ہو گیا اور کچھ خاندانی معاملات بھی مجروح ہو گئے ہیں کیا غلطی ہو گئی مجھ سے اماں بی؟"

"عرشی کے سلسلے میں تو کیا کر رہا ہے' کیا کر رہا ہے تو؟ کیا سوچا ہے کیا سمجھ رکھا ہے تو نے ہم لوگوں کو ماں ہوں میں تیری میں نے جنم دیا ہے تجھے' بڑا آدمی ہو گیا ہے۔ بہت دنیا داری جانتا ہے لیکن ہماری حیثیت بالکل ہی دو کوڑی کی کر کے کیوں رکھ دی ہے تو نے کیا بتانا چاہتا ہے تو ہمیں' یہ کہنا چاہتا ہے کہ ہم سب تیرے غلام ہیں تیری راج دھانی میں

بسے ہوئے ہیں کیوں بول جواب دے۔"

"ارے ارے' توبہ توبہ بھئی ناظمہ بیگم کیا ہوا تم ہی کچھ بتاؤ۔ یہ اماں کا عتاب سر چڑھ کر کیوں بول رہا ہے۔"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ میں تو ان لوگوں میں سے ہوں جو زمانہ قدیم کی مانند آج بھی عورت کو پیر کی جوتی سمجھتے ہیں اور اسی اپنے معاملات میں مداخلت کی کوئی اجازت نہیں دیتے۔"

"گویا کوئی مشترکہ محاذ ہے نجمہ بیگم آپ جائیے۔ ہم لوگ ذرا باتیں کر رہے ہیں۔" سرہدایت اللہ نے نجمہ پھوپھی سے کہا اور نجمہ پھوپھی خاموشی سے باہر نکل گئیں۔ سرہدایت اللہ بیٹھتے ہوئے بولے۔

"جی اب فرمایئے کیا ہو گیا کیا...... چکر ہے؟"

"تو بتا کیا چکر ہے؟"

"ارے بھائی اگر مجھے معلوم ہوتا تو سب سے پہلے آپ کو چکر ہی بتاتا خود چکر میں کیوں پڑتا۔"

"اب بیٹی کی شادی کر رہا ہے تو؟"

"ایں!"

"بننے کی کوشش مت کر ہدایت اللہ بننے کی کوشس مت کر' دیکھ پانی سر سے اونچا چکا ہے۔ میں خودکشی کرلوں گی۔ وہ نہیں ہونے دونگی جو ہو چکا ہے۔" اماں بی نے سخت لہجے میں کہا اور ہدایت اللہ نے سر پکڑ لیا۔ پھر آہستہ سے بولے۔

"اس لڑکی نے بھی ناک میں دم کر رکھا ہے حالانکہ' حالانکہ میں........ میں ہے........ لیکن اب مجبوری ہے کہ سوری عرشی اب مجبوری ہے۔" انہوں نے کہا۔

"میرے سامنے اداکاری کرنے کی کوشش مت کر۔ میں کہتی ہوں آخر تو اتنا بے غیرت کیسے ہو گیا؟"

"پتہ نہیں اماں بی۔ میں خود ابھی تک پتہ نہیں چلا سکا۔" سرہدایت اللہ نے کہا اور

پھر فوراً سنبھل کر بولے۔

”عرشی کا کیا معاملہ ہے؟“

”تو بتا کیا معاملہ ہے؟“

”اماں بھی کوئی معاملہ ہو تو میں بتاؤں؟“

”تو نے جاوید کو گرفتار کروا دیا ہے۔“

”ایں۔“ سر ہدایت اللہ سر کھجانے لگے۔

”اور توصیف سے اس کی شادی کر رہا ہے۔ دوسری شادی۔ یہ سب بالا ہی بالا کئے جا رہا ہے تو ارے میں تو کہتی ہوں اس موذی کو کم بخت کو پھانسی پر چڑھوا دیتا تو جس کا نام جاوید ہے‘ بچی کو چھوڑ دیا۔ دھوکا دے کر شادی کی۔ میں جانتی ہوں یہ سب کچھ کیوں کیا گیا۔ عرشی کی دولت ہتھیانے کے لئے مگر مگر.........تو نے تو نے ہمیں کسی قابل ہی نہیں سمجھا۔ بیٹی جو دل چاہے کرتی پھر رہی ہے اور تو.........تو اس کا ساتھ دے رہا ہے۔“

”اماں بی بات اصل میں یہ ہے کہ اب یہ کھیل اتنا اونچا ہو گیا ہے کہ میں آپ لوگوں کو پریشان بھی نہیں کر سکتا۔ حالانکہ وہ لڑکی.........وہ لڑکی ایک بات کہوں.........میں نے آپ سے کہا تھا کہ مجھے اپنی بیٹی کے کردار پر فخر ہے۔ میں وہی الفاظ پھر دہرا رہا ہوں۔“

”اور مجھے تیرے کردار پر فخر ہے۔ جو کچھ تو کرتا پھر رہا ہے نا‘ وہ بہت بڑے آدمیوں کا کام ہے۔ عزت دار اور صاحب حیثیت خاندانی لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔“

”کچھ نہیں کر رہا میں اماں بی‘ کچھ بھی نہیں کر رہا‘ میں آپ کو تمام حقیقت بتائے دیتا ہوں۔“ وہ بچی عرشی کی نہیں ہے۔

”اچھا اچھا.........ماشاء اللہ‘ یہ منصوبہ تم دونوں نے مل کر ہی بنایا ہو گا۔“

”بچی کا منصوبہ؟“

”نہیں اس کہانی کا منصوبہ.........“

”نہیں اماں بی یہ کوئی کہانی نہیں ہے۔ ہوا یوں تھا کہ وہ بچی اتفاقیہ طور پر عرشی کو

مل گئی‘ ایک ایسے گھرانے نے وہ بچی عرشی کی گاڑی میں لا کر ڈال دی جو بڑی بری کیفیت کا شکار تھا اور بچی کی پرورش نہیں کر سکتا تھا۔ بعد میں سنا ہے کہ ماں باپ نے دریا میں کود کر خودکشی کر لی۔“

ہدایت اللہ نے اپنی کہانی شروع کر دی اور اماں بی چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔ ناظمہ بیگم کے بھی کان کھل گئے تھے اور وہ چونکی نگاہوں سے شوہر کو دیکھ رہی تھیں۔

”اور آپ جانتی ہیں کہ وہ لڑکی اس قدر آفت کی پرکالہ ہے‘ بچی کو کہیں اور دے نہیں سکتی تھی بچی اسے پسند آ گئی تھی چنانچہ یہاں لے آئی اور آپ لوگوں کو گھڑ کر ایک کہانی سنا دی۔ اماں بی آپ تو تجربے کار ہیں اور ناظمہ بیگم آپ اپنی عمر سے دس سال پیچھے بلکہ بیس سال پیچھے کیوں جا رہی ہیں آپ کو یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ بچی کی ماں ہو سکتی ہے؟“

”مم میں.........میں کیا بتاؤں‘ جو کچھ اس نے کہا تھا.........“

”وہ تو نجانے کیا کیا کہتی ہے اور اب تو آپ کی سمجھ میں آ گیا ہو گا کہ نہ تو جاوید کا کوئی وجود ہے اور نا بچی عرشی کی ہے بس وہ شرارتیں کرتی ہے اس نے ایک طویل شرارت کر کے آپ سب لوگوں کو بے وقوف بنایا ہے۔ میں نے ساری تفصیل اس سے معلوم کر لی ہے اور آپ لوگوں کی مشکل کو ٹالنے کے لئے بچی کو ایک جگہ بھجوا دیا ہے سمجھ رہی ہیں آپ‘ نہ کوئی جاوید ہے نہ توصیف ہے نہ بچی اس کی ہے اور نہ اس کی شادی ہوئی ہے۔ آخر میں باپ ہوں اس کا۔ آپ کا کیا خیال ہے اماں بی کیا میں واقعی ہی اتنا بے غیرت آدمی ہوں۔ مگر کیا کروں۔ اس کی شرارتیں ایسی ہی ہوتی ہیں کہ ان پر غصہ بھی آتا ہے اور پھر ہنسی بھی آ جاتی ہے۔“ اماں بی نے ناظمہ بیگم کی اور ناظمہ بیگم نے اماں بی کی صورت دیکھی۔ اماں بی تعجب سے بولیں۔

”تو تو یہ.........یہ سب فریب ہے‘ جھوٹ ہے سب کچھ.........؟“

”جی.........اور اس کے بعد آپ نے جو کچھ کہنا تھا وہ تو آپ سے کہہ دیا۔ میں آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں اور وہ درخواست یہ ہے کہ خدا کے لئے اب

مسئلے کو ذہن سے نکال دیجئے۔ وہ شرارتیں کرتی رہتی ہے اور کوئی بات نہیں.........میں اس بار اسے ایک اہم مہم پر اپنے ساتھ لے جارہا ہوں۔"

"کسے؟ عرشی کو؟" ناظمہ بیگم نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔"

"لیجئے سن لیا آپ نے۔ یک نہ شد دو شد۔" ناظمہ بیگم نے اماں بی سے کہا۔

"ہاں بیٹا تو پیدا کیا نہ جاسکا' بیٹی کو مرد بنانے کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔ اب مہم پہ لے جائیں گے اسے' ارے وہ یہاں کون سی کم مہمات سرانجام دے رہی ہے۔" اماں بی نے کہا۔

"اس لئے تو اماں بی یہ سوچ رہا ہوں کہ تھوڑے دن کے لئے آپ کو اس سے نجات دلادی جائے وہ تو یہی شرارتیں کرکے آپ کو پریشان کرتی رہے گی۔"

"خیر میاں باوا ہو' ہم کیا روکیں گے' لیکن یہ لچھن اچھے نہیں ہیں۔"

"بہت دن سے کوشش کر رہی تھی اماں بی بڑی فرمائش کرتی ہے میں نے سوچا اس بار ذرا اسے باہر کی سیر کروادوں۔"

"تو تم قسم کھاکر کہتے ہو کہ وہ بچی اس کی نہیں ہے۔"

"اماں بی مجھے قسم کھانے کی ضرورت ہے اگر عرشی ایسا کوئی کھیل کھیلتی تو کیا میں اسے زندہ چھوڑ دیتا اتنا ہی بے غیرت سمجھتی ہیں آپ مجھے۔" سرہدایت اللہ کے لہجے میں ایک کرختگی پیدا ہوگئی اور اماں بی ناظمہ بیگم کی صورت دیکھنے لگیں۔ ناظمہ بیگم نے مسمسی آواز میں کہا۔

"ٹھیک ہی کہہ رہے ہوں گے؟"

"جاسکتا ہوں اب' ذرا اس کی خبر بھی لینی ہے۔" سرہدایت اللہ نے کہا۔

"بیٹا اگر تم ٹھیک کہہ رہے ہو تو واقعی پھر تو اس کمینی نے ہم سب ہی کو بے وقوف بنالیا۔ ارے ہاں ہماری عقل بھی چرنے ہی چلی گئی تھی ایسا ہو نہیں سکتا' نہ وہ اتنے برے کردار کی ہے مگر بچی ہے بیٹا ہم سمجھے کہ بھٹک گئی ہوگی۔"

"خدا کے لئے آپ یہ نہ سمجھئے۔" سرہدایت اللہ نے کہا اور بھاری قدموں سے اماں بی کے کمرے سے باہر نکل آئے۔

اماں بی کی باتوں پر تھوڑا سا غصہ آگیا تھا۔ عرشی کو سرزنش کرنے کے لئے اس کے کمرے کی جانب چل پڑے۔ ایک طرف تو اس مہم کے بارے میں باقاعدگی سے تیاریاں ہو رہی تھیں اور بہت سے ایسے مسئلے الجھے ہوئے تھے جنہیں سلجھانا لازمی تھا۔ دوسری طرف عرشی ایسی شرارتیں کرتی پھر رہی تھی حالانکہ انہوں نے اس سے وعدہ کرلیا تھا کہ اس بار وہ اسے اس مہم پر لے جانے کے لئے پوری طرح آمادہ ہیں بلکہ اس سلسلے میں خاصی بات چیت بھی ہو چکی تھی اس سے۔ عرشی اپنے کمرے میں ہی موجود تھی اور اطمینان سے ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھی کسی سوچ میں گم تھی۔ سرہدایت اللہ نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی اور اس کے بعد اندر داخل ہوگئے۔ عرشی سنبھل کر بیٹھ گئی تھی۔ سر ہدایت اللہ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"عرشی اب تم ایسی باتیں کرنے لگی ہو جن پر مجھے بھی غصہ آسکتا ہے۔"

"کیا ہوا ڈیڈی خیریت.........تشریف رکھئے' تشریف رکھئے۔" عرشی نے کہا اور سر ہدایت اللہ بیٹھ گئے۔

"یہ اماں بی اور ناظمہ بیگم سے کیا فضول باتیں لگا رکھی ہیں تم نے۔ اول تو بچی کے مسئلے کو بھی تم نے ایسا الجھا دیا تھا کہ وہ لوگ سخت پریشان رہی ہیں ان دنوں۔"

جواب میں عرشی نے قہقہہ لگایا اور بولی۔ "ڈیڈی کیا آپ کو ان لوگوں کی شکلیں دیکھ کر لطف نہیں آتا؟"

"کیا فضول بکواس ہے عرشی' ایک میری ماں ہیں اور ایک میری بیوی ہیں۔ ایک تمہاری ماں ہیں اور ایک تمہاری دادی ہیں' ان دونوں کو بے وقوف بنانا' تمہیں اچھا لگتا ہے؟"

"یقین کیجئے ڈیڈی مجھے تو بہت اچھا لگتا ہے۔" عرشی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ۔ فضول باتوں سے گریز کرو' اب تم نے کوئی نیا شوشہ چھوڑ دیا ہے ان

کے سامنے۔" سرہدایت اللہ نے کہا اور عرشی قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"توصیف؟"

"مجھے کیا معلوم بھئی، بس مجھے ان لوگوں نے بہت سی فضول باتیں سنائیں اور بے غیرت تک کہا۔ صرف تمہاری وجہ سے۔"

"انتقام.........انتقام.........ڈیڈی کس نے آپ کو بے غیرت کہا۔ جس نے آپ کو بے غیرت کہا۔ میں اس سے انتقام لوں گی۔"

"وہ میری ماں ہیں۔"

"اوسس سوری سوری........." عرشی نے فوراً کہا۔

"پلیز عرشی اب ان فضول باتوں سے گریز کرو اور مجھے تم سے ویسے بھی چند باتیں کرنی ہیں جو انتہائی اہم اور ضروری ہیں۔"

"جی ڈیڈی، میں سنجیدہ ہوں۔" عرشی نے کہا۔

"پہلے تو میں تمہاری اس بات سے ابھی تک الجھا ہوا ہوں جس میں تم کہتی ہو کہ تم اپنا الگ گروہ بنا کر اس مہم میں شمولیت اختیار کرو گی۔"

"جی ڈیڈی.........اور میرا گروہ نہایت منظم اور مضبوط ہوگا۔ آپ اس سلسلے میں بالکل فکر نہ کریں۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو؟ میں تمہیں سب کچھ بتا چکا ہوں یہ مہم معمولی نہیں ہے۔ ہمیں ایسے ایسے خطرناک لوگوں سے واسطہ پڑے گا جنہیں اژدہا کہا جاسکتا ہے ہم شدید ترین مشکلات سے گزر کر وہاں تک پہنچیں گے اور تم.........تم کہتی ہو کہ تمہارا اپنا گروہ الگ ہوگا اور صیغہ راز میں رہے گا۔"

"جی ڈیڈی یہ تو ہوگا۔"

"عرشی میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔"

"یہ مخالفت نئی نئی شروع کی ہے آپ نے ڈیڈی ورنہ پہلے تو آپ مجھ سے متفق ہوگئے تھے۔"

"سوچتا ہوں تو پریشان ہو جاتا ہوں، تم یقین کرو عرشی کہ میں تمہارے سامنے نہ ہونے سے اور یہ محسوس کر کے کہ تم بھی کہیں آس پاس موجود ہو، شدید منتشر رہوں گا۔"

"یہ آپ کا اپنا فعل ہوگا ڈیڈی ورنہ میں تو مکمل طور پر پر اعتماد ہوں۔"

"تمہاری ضد کبھی نہ کبھی تمہیں ضرور نقصان پہنچائے گی۔" سرہدایت اللہ بولے۔

"میں اس نقصان کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں ڈیڈی۔" عرشی نے کہا اور سرہدایت اللہ اسے گھورنے لگے۔ پھر بولے۔

"میں شخصی آزادی چھیننا نہیں چاہتا ان دقیانوسی لوگوں کی مانند جو اولاد کے جوان ہونے کے بعد بھی یہی سمجھتے رہتے ہیں کہ اس پر ان کا پورا پورا حق ہے حالانکہ وہ اپنے حقوق الگ کر لیتی ہے۔"

"دیکھئے ڈیڈی ان باتوں کی نہیں ہو رہی ہے اگر آپ نے یہ سب کچھ کہا تو چلئے ٹھیک ہے میں اس مہم پر آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

"لے جانے کو کب منع کیا ہے میں نے لیکن اگر طریقہ کار ذرا سا تبدیل کر لیا جائے تو کیا بہتر نہیں ہوگا؟"

"بہتر نہیں ہوگا ڈیڈی اسی لئے کہہ رہی ہوں۔"

"آخر تمہارے گروہ میں کون لوگ ہیں اور کتنے افراد پر مشتمل ہے؟"

"یہ سب کچھ صیغہ راز میں ہے اور آپ کو بتانا پسند نہیں کرتی۔ ہاں اگر آپ اپنی بات سے منحرف ہونا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے جو آپ کا دل چاہے کیجئے گا نہیں جا رہی میں آپ کے ساتھ۔" عرشی نے روٹھے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور سرہدایت اللہ اسے دیکھتے رہے پھر بولے۔

"خدا تمہیں اپنی امان میں رکھے، اس کے علاوہ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"آپ نے مجھے بددل کیا ہے ڈیڈی۔"

"نہیں بھئی اصل میں بس خیر چھوڑو اب ان فضول باتوں میں کیا رکھا ہے میں یہ

کہنا چاہتا تھا کہ تمہاری طرف سے میں تشویش کا شکار رہوں گا۔"

"نہ رہیئے میں آپ سے کب کہتی ہوں۔ میں پر اعتماد ہوں اور پورے اعتماد کے ساتھ اپنا کام کرنا چاہتی ہوں۔"

"اچھا بھئی ٹھیک ہے میں رضامندی کا اظہار تو کر ہی چکا تھا اب اس کے بعد اس موضوع پر بات نہیں کروں گا جیسا تم پسند کرو بہر حال بیٹی دیکھو زندگی خدا کی دی ہوئی امانت ہے اس کا تحفظ کرنا انسانی فرض بھی ہے اور ظاہر ہے انسانی خواہش بھی' میں تم سے یہی کہوں گا کہ جو کچھ کرو سوچ سمجھ کر کرنا کسی قسم کی نادانی اور الھڑپن سے کام کرو گی تو نقصان اٹھاؤ گی کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تمہارے گروہ میں کون افراد شامل ہیں۔ میں کم از کم ان کے بارے میں اندازہ لگا کر مطمئن ہو جاتا۔"

"نہیں ڈیڈی' یہ سب کچھ میں آپ کو نہیں بتاؤں گی۔" عرشی نے بدستور ضدی لہجے میں کہا۔ سر ہدایت اللہ کسی سوچ میں ڈوب گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے کہا۔

"ہم لوگ برق رفتاری سے تیاریاں کر رہے ہیں عرشی ..... اور تمہارے سپرد جو ذمہ داریاں کر رہے ہیں وہ انتہائی اہم ہیں۔ میں تمہیں پہلے اس کے کچھ پوائنٹ دے چکا ہوں دوبارہ انہیں دہرانا ضروری نہیں سمجھتا۔ بچی تمہارے پاس ہو گی اور اس کی حفاظت تم پر فرض ہو گی۔ یہ سوچ لینا کہ وہ کسی بھی لمحہ خطرے میں پڑ سکتی ہے۔"

"ڈیڈی یہ تو آپ سوچئے' میں نے ایک بہتر تجویز پیش کی تھی اس طرح آپ نیل کنٹھ تک پہنچ بھی جائیں گے اور اصل بچی آپ کے پاس بھی نہ ہو گی۔"

"یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"کیا........"

"یہی کہ اصل بچی ہمارے پاس نہ ہو گی۔"

"اس طرح کہ وہ میرے پاس ہو گی۔"

"اوہ ہاں۔" ہدایت اللہ چونک کر بولے اور پھر انہوں نے کہا۔

"اصل میں میرا رابطہ کنور مہتاب علی سے بھی ہو چکا ہے اور باقی افراد بھی آ چکے

ین۔ میرا خیال ہے اب ہم اس مہم کی آخری تیاریوں میں مصروف ہیں عرشی۔ میں نے وچا ہے کہ ایسی بچی ہم اپنے ساتھ رکھیں جس کے بارے میں لوگوں کو یہی اندازہ ہو کہ ی وہ بچی ہے جس کا تعلق نیل کنٹھ سے ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"ایک نقلی بچی........"

"لیکن ڈیڈی نقلی بچی آپ کے پاس کہاں سے آئے گی؟"

"اسے ایک یتیم خانے سے حاصل کیا جائے گا۔ میں اس سلسلے میں جبار خاں کی یوٹی لگا رہا ہوں جبار خاں ایسے معاملات سے تھوڑا سا متعلق ہے وہ کہیں نہ کہیں سے اس مر کی ایک بچی حاصل کر لے گا۔ ایک ایسی بچی جو لاوارث بھی ہو۔"

"مگر یہ وہ بچی نہ ہو گی۔ کیا نیل کنٹھ اسے قبول کر لے گا۔"

"نیل کنٹھ کے قبول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اصل بچی تو تمہارے پاس وگی۔ جب ہم قبیلہ نیل کنٹھ پہنچیں گے تو اصل بچی ان کے حوالے کر دیں گے۔"

"مگر ڈیڈی وہ دوسری بچی کیا وہ خطرے میں نہیں ہو گی؟"

"ہم اس کا دل و جاں سے تحفظ کریں گے۔"

"لیکن اس کی پیٹھ پر نیل کنٹھ کا نشان؟"

"وہ ضروری نہیں ہے بات صرف ان لوگوں کو دھوکا دینے کی ہے جو بچی کی تلاش ں ہوں گے۔ ایک جعلی بچی کو وہ ہمارے ساتھ دیکھیں گے تو یہی سمجھیں گے کہ یہی وہ ی ہے ہم اس بچی کے تحفظ کا پورا پورا بندوبست کریں گے اور ویسے بھی اس کے تحفظ ی ضمانت یہ ہے کہ جب وہ اس کی اصلیت تلاش کریں گے تو اس کی پشت پر انہیں نیل کنٹھ کا نشان نہیں ملے گا اس طرح صورت حال بہتر ہو جائے گی۔ ویسے ہماری انتہائی وشش یہی ہو گی کہ اس نقلی بچی کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

"سوچ لیجئے ڈیڈی اس کے لئے شدید خطرات لاحق ہوں گے۔"

"میں نے کہا نا اس کی تو تم فکر ہی مت کرو ہم دل و جان سے اس کا تحفظ کریں

گے۔"

"تو پھر بچی کب اور کہاں سے حاصل کی جائے گی؟" عرشی بولی۔

"بھئی جبار خان سے میں نے بات کی ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ وہ کسی یتیم خانے میں اس عمر کی بچی تلاش کرے گا۔"

"ہوں......... ٹھیک ہے ڈیڈی جیسا آپ مناسب سمجھیں۔ بہرحال ہم کب تک اس مہم پر جانے کے لئے تیار ہو جائیں گے؟؟"

"ہمارے مطلب کے مطابق بچی مل جائے اس کے بعد ہمیں صرف تین روز درکار ہوں گے' ویسے تم نے اپنے لئے سفر کی روانگی کا بندوبست کرلیا ہے؟؟"

"جی ڈیڈی تقریباً۔"

"ہم اپنے طور پر جو "روٹس" بنا رہے ہیں ان کے بارے میں......... میں تمہیں بتا چکا ہوں ہمیں وسطی افریقہ کا سفر کرنا ہوگا اور کانگو کے راستے ہم انگولا سے ہوتے ہوئے آگے بڑھیں گے۔"

"جی ڈیڈی آپ نے اس کے بارے میں مجھے پوری تفصیل بتا دی تھی۔"

"تو پھر تم؟"

"آپ ہماری طرف سے بالکل مطمئن رہیئے۔"

"نہیں مجھے مزید مطمئن رکھنے کے لئے یہ پتہ چلنا چاہیے کہ تمہارا روٹ کیا ہوگا؟"

"بالکل یہی ڈیڈی اور کہیں نہ کہیں آپ سے ملاقات ہو جائے گی آپ بالکل مطمئن رہیں۔"

"ہوں' بڑی عجیب بات کہی ہے تم نے۔ بہرحال ہو سکتا ہے تمہارے پاس ایسے ذرائع ہوں۔" سرہدایت اللہ نے پر خیال انداز میں کہا پھر بولے۔

"بہرحال تم میرا پورا منصب سمجھ چکی ہونا' بچی تو خیریت سے ہے؟"

"بالکل۔" عرشی نے جواب دیا۔

"اوکے۔ پھر ٹھیک ہے.... لیکن عرشی ایک بار پھر میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ جو کچھ بھی قدم اٹھانا' سوچ سمجھ کر اٹھانا حالانکہ بیٹے میرا دل نہیں چاہتا کہ میں تمہیں اس قسم کی کسی مہم میں حصہ لینے دوں۔ لیکن تمہاری ضد نے مجھے مجبور کر دیا ہے۔"

"ڈیڈی بات جب سنجیدگی سے ہو رہی ہے تو میں آپ کو اطمینان دلانے کے لئے صرف اتنا کہہ سکتی ہوں کہ ہم پر اعتبار کیجئے اصل میں آپ باپ کا دل رکھتے ہیں آپ اس لئے اتنا متاثر ہیں ورنہ آپ یہ سوچ لیجئے کہ جن لوگوں کے خلاف میں نے فیچر تیار کئے ہیں وہ مسلسل میری جان کے دشمن بنے رہے ہیں اور میں نے انہیں ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں آپ مکمل طور سے مطمئن رہیئے جو کچھ بھی ہوگا بہتر ہی ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔" سرہدایت اللہ نے کہا اور پھر وہ عرشی کے کمرے سے اٹھ گئے۔

عرشی مسکراتی نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہی تھی پھر جب وہ دور چلے گئے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھی ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا پتہ نہیں کس کے نمبر ڈائل کرنے جا رہی تھی لیکن ابھی نمبر ڈائل بھی نہیں کئے تھے کہ دروازے پر آہٹیں ہوئیں اور وہ چونک پڑی اس نے حیرانی سے دروازے کی جانب دیکھا۔ سرہدایت اللہ شاید پھر واپس آئے تھے ممکن ہے کوئی بات یاد آگئی ہو لیکن دروازے سے داخل ہونے والی شخصیت کو دیکھ کر اس نے جلدی سے فون کا ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"دادی اماں اور ان کے پیچھے ناظمہ بیگم دونوں کڑی نگاہوں سے عرشی کو گھورتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھیں۔"

"اس موقع پر کوئی اچھا سا شعر یاد نہیں آرہا دادی اماں' معذرت خواہ ہوں........."

"عرشی بڑا ناک میں دم کیا ہے تو نے ہمارا۔"

"اصل میں اماں بی آپ لوگوں کے فرسودہ محاورے میری سمجھ سے باہر ہیں۔ ناک میں دم۔ کیا مطلب ہوا اس بات کا۔ یعنی ناک میں دم۔ یہ دم کہہ رہی ہیں آپ یا دم۔ مطلب کیا ہوا اس بات کا؟؟"

"بس اب زیادہ چرب زبانی نہ دکھا سولی پر لٹکا دیا تھا ہمیں' بول جاوید کون ہے؟"

"ہے نہیں تھا!" عرشی نے جواب دیا۔

"اور توصیف کون تھا؟"

"وہ تھا نہیں ہے۔ آپ لوگ گرامر کی غلطی کر رہی ہیں۔"

"تیری گرامر تو میں ایسی ٹھیک کروں گی کہ دیکھنے والے دیکھیں گے۔" دادی اماں نے کہا اور پیر سے جوتی اتار لی۔

"ارے واہ' گویا آج مجھ پر انعامات کی بارش ہونے والی ہے۔"

"عرشی تجھے اللہ کا واسطہ تجھے میری قسم' ہمارا دل مطمئن کر دے' ہمیں سکون لینے دے' تو سچ کہتی ہے یا تیرا باپ سچ کہتا ہے' تجھے اللہ کا واسطہ بیٹی ہمارا خون ہے تو' شرارت اپنی جگہ۔ لیکن ایک ایسی شرارت جس سے ہم ذہنی عذاب کا شکار ہیں عرشی تو ہی بتا کیا قصہ ہے؟"

عرشی کے حلق سے بے اختیار ہنسی نکل گئی تھی چند لمحات وہ ہنستی رہی۔ دادی اماں اور ناظمہ بیگم اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں پھر اچانک وہ سنجیدہ ہو گئی۔ دو قدم آگے بڑھی اور دونوں کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"اتنا بد کردار سمجھتی ہیں آپ مجھے۔ بتائیے کیا میں بد کردار ہوں؟"

دادی اماں نے ناظمہ بیگم کی صورت دیکھی اور ناظمہ بیگم نے دادی اماں کی۔ پھر دادی اماں آہستہ سے بولیں۔

"نہیں بیٹی ہونا تو نہیں چاہیے ہمارے خاندان میں تو دور دور تک کہیں ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔"

"تو پھر اطمینان رکھیے۔ آئندہ بھی دور دور تک ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آئے گا۔" عرشی نے کہا اور دادی اماں کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔

نادر شاہ' عرشی پر مر مٹا تھا۔ جب بھی وہ اس دلچسپ صورت حال کے بارے میں سوچتا' اسے محسوس ہوتا کہ اس کی زندگی میں یہ نمایاں تبدیلی بے وجہ ہی نہیں آئی ہے' بات ایک ضد سے شروع ہوئی دونوں ہی مزاج کے ضدی تھے اور پھر کچھ اس طرح دل مل گئے تھے کہ اب نادر شاہ عرشی سے الگ ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ اس کے دل و دماغ کی گہرائیوں میں اتر گئی تھی وہ جتنا بھی عرشی کے بارے میں سوچتا اس کی پسندیدگی میں اضافہ ہوتا چلا جاتا۔ عام قسم کی گھریلو زندگی تو ہر شخص ہی گزارتا ہے اگر زندگی میں ایک اتنی بڑی تبدیلی رونما ہو تو کم از کم یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم نے روایتی زندگی نہیں گزاری۔ عرشی بھی اسی مزاج کی حامل تھی۔ شوخ و شنگ' پھرتیلی' جنگجو اور ایک انوکھی فطرت کی مالک' درحقیقت ایک ایسی لڑکی اگر زندگی کی ساتھی بن جائے تو انسان اپنے طور پر اپنے آپ کو دنیا سے مختلف سمجھ سکتا ہے' بہرحال عرشی کی تمام خواہشات کی تکمیل کرنا اب اس کی زندگی کا اولین مقصد بن گیا تھا۔ باپ کی طرف سے کوئی پابندی نہیں لگائی گئی تھی بلکہ باپ ہر طرح اپنے بیٹے کو سپورٹ کرنے کے لئے تیار تھا۔ چنانچہ ان دنوں بڑی شدومد کے ساتھ اس مہم کے بارے میں تیاریاں جاری تھیں جن کی تمام تفصیل عرشی نے اسے بتا دی تھی۔ نادر شاہ کے کمرے میں اس وقت افریقہ سے متعلق بے شمار لٹریچر موجود تھا۔ اس کے شہروں کی تفصیل' جغرافیائی نقشے' وہاں کے مسائل' وہاں

کی زندگی اس کے علاوہ ایسے سفرنامے جن میں محققوں اور مہم جوؤں نے افریقہ کے بارے میں لکھا تھا۔ نادر شاہ دن رات ان کے مطالعے میں غرق رہتا تھا۔ ادھر دوسرے انتظامات بھی ہوگئے تھے مثلاً" اپنے اور عرشی کے انٹرنیشنل پاسپورٹ جن میں ایک بچی کا اندراج تھا۔ نادر شاہ نے بڑے اطمینان سے اپنے آپ کو سیاح لکھوایا تھا اور عرشی کو اپنی بیوی اور گل کو اپنی بیٹی۔ یہ تمام تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں ویسے بھی ایک ذہین ترین شخص تھا۔ جسمانی کارکردگی بھی بے مثال تھی اور عقلی کارکردگی میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ محکمہ پولیس کا انتخاب بے مقصد ہی نہیں کیا گیا تھا لیکن بات ذرا مختلف رخ اختیار کرگئی تھی اور پھر وہ جو کہا جاتا ہے کہ کس کے لئے زندگی کے دھارے اس طرح بدلتے ہیں کہ انسان کی اپنی ذات کچھ نہیں رہتی نادر شاہ نے اپنی ذات عرشی کی ذات میں سمودی تھی حالانکہ ان کے عشق کا معاملہ بالکل غیر روایتی تھا اور اس انداز میں آغاز ہوا تھا کہ شاید ایسا آغاز قصے کہانیوں میں بھی نہ ہوتا ہو لیکن اب اس میں ایک پختگی آگئی تھی۔ عرشی بلاشبہ ایک شوخ وشنگ اور مختلف مزاج کی لڑکی تھی لیکن اس کے انداز سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ تمام تر مذاق اور فطرت کی تبدیلی ایک طرف اور نادر شاہ کے بارے میں کیا گیا فیصلہ ایک طرف' بہرحال نادر شاہ اپنے طور پر اس سفر کے لئے پوری طرح تیار تھا اس وقت بھی دوپہر کا کھانا نبراسکا میں کھانے کا پروگرام بنایا گیا تھا ٹیلی فون پر گفتگو ہو چکی تھی عرشی نے اس سے کہہ دیا تھا کہ جیسے ہی ڈیڈی کی تیاریاں مکمل ہوں گی وہ خود بھی اپنے مقصد کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔ بہرحال نادر شاہ مکمل طور پر تیار ہو کر کیفے نبراسکا کی جانب چل پڑا۔ درحقیقت یہ ایک عمدہ ریستوران تھا اور یہاں دنیا کے جھگڑوں سے الگ پرسکون انداز میں گفتگو کی جاسکتی تھی۔ جو وقت طے ہوا تھا ٹھیک اسی وقت نادر شاہ نبراسکا کے سامنے گاڑی سے اترا تھا اور اس کے اترنے کے ایک لمحے کے بعد ہی عرشی کی گاڑی بھی اس کی گاڑی کے پیچھے آکر رکی تھی۔ وقت کی پابندی اصل میں فطرت کا اظہار ہوتی ہے اور اس بات کا بھی کہ ہم آپ کو کس قدر اہمیت دیتے ہیں عرشی نے اس سلسلے میں کبھی نادر شاہ کو غور کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ دونوں مسکراتے ہوئے کیفے نبراسکا میں

داخل ہوگئے اور پھر اپنی مخصوص نشست پر پہنچ گئے جس کے اطراف میں ہمیشہ ہی خاموشی چھائی رہا کرتی تھی اور یہ میز دوسری میزوں سے کافی الگ تھلگ تھی۔

"کہئے مس عرشی کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"بالکل ٹھیک ہوں' آپ سنایئے۔" جواب میں نادر شاہ ہنس پڑا اور عرشی اسے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"کیوں؟"

"میں سوچ رہا تھا کہ یہ جملے کب اور کس دور میں رائج ہوئے اور اس قدر پختگی کیوں اختیار کرگئے کہ ہر ملنے والا ایک دوسرے سے سب سے پہلے یہی سوال کرتا ہے۔"

"ہاں حالانکہ باآسانی اس کا نعم البدل سوچا جاسکتا ہے اور واقعی ہمیں سوچنا چاہیے کیونکہ ایک دوسرے سے سوالات کرتے ہوئے بڑا مسخرہ پن محسوس ہوتا ہے اور سنایئے کیا حال ہیں' آپ کیسے ہیں آپ سنایئے' بس اللہ کا شکر ہے' یا پھر خطوط میں' میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت خداوند کریم سے نیک مطلوب چاہتا ہوں وغیرہ وغیرہ........" عرشی نے کہا اور پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ نادر شاہ نے کہا۔

"اور جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اول طعام بعدہ کلام۔"

"میرا خیال ہے یہ ٹھیک کہا جاتا ہے۔" عرشی نے کہا۔

"واقعی۔" نادر شاہ بولا۔

"میرا تو یہی خیال ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے' جن جملوں میں صداقت ہے اور جو بہتری کے حامل ہیں ہمیں ان سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔" نادر شاہ نے ویٹر کو چٹکی بجا کر اشارہ کیا اور ویٹر نے مینو لا کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔

"پھر کہا جاتا ہے لیڈیز فرسٹ۔"

"ٹھیک ہے' ظاہر ہے آپ کے لئے کھانوں کا انتخاب مجھے ہی کرنا ہے۔" عرشی نے مینو اٹھالیا ویٹر منتظر کھڑا ہوا تھا۔

عرشی نے بڑے اطمینان کے ساتھ اسے کئی ڈشز نوٹ کرائیں اور ویٹر مینو اٹھا کر چلا گیا۔

"جناب عالی! تو اول طعام والی بات اول رہے گی۔"

"میرا خیال ہے۔"

"تو پھر جو آپ کا خیال وہ ہمارا لیکن اس کے باوجود خاموشی تو اختیار نہیں کی جاسکتی"

"گھریلو حالات سنائیے۔" نادر شاہ نے کہا۔

"آپ کا گھر بہت پرسکون ہے۔"

"ہاں' اب دیکھنا یہ ہے کہ اس سکون میں ابتری کب پیدا ہوتی ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"بھئی باپ بیٹے اور ملازم' کسی نئی ہستی کا وجود ہمارے گھر میں ہو تو پھر کچھ تبدیلی پیدا ہوگی۔ جیسے آپ میرا مطلب ہے کہ........" نادر شاہ خاموش ہوگیا۔ عرشی نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر ناز بھرے انداز میں اسے دیکھا اور بولی۔

"آپ نے تبدیلی نہیں ابتری کہا تھا۔"

"بھئی پٹھان آدمی ہوں' کبھی نہ کبھی تو اردو کی غلطی ہونی ہی چاہیے۔"

"آپ بہت چالاک آدمی ہیں نادر شاہ۔"

"دیکھئے جہاں تک اردو کے بارے میں میری معلومات کا تعلق ہے اس جملے کے دو معنی نکلتے ہیں' چالاک آدمی ایک تو برا ہوتا ہے' ایک اچھا' اچھا چالاک آدمی وہ ہوتا ہے جو اپنی ذہانت سے مشکل کام بنائے اور برا چالاک آدمی وہ ہوتا ہے جو کسی کو کوئی نقصان پہنچائے۔"

"خدا کی پناہ' ہم نے کھانا آنے کے دوران گفتگو کرنے کے لئے کہا تھا اردو کی گرامر یا اردو پر بحث کرنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا۔"

"بات آپ کے گھر کے حالات کی ہو رہی تھی۔"

"اور آپ ہمیں اپنے گھر لے گئے۔"

"ابھی کہاں مس عرشی' اسی چکر میں تو زندگی کے دن کاٹے جا رہے ہیں؟" نادر شاہ نے کہا اور عرشی مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"اب پھر یہ کہوں گی کہ آپ بہت چالاک ہیں' اب آپ چالاکی منطق پر گفتگو شروع کردیں گے۔"

"چلئے ویٹر نے ہماری یہ مشکل حل کردی۔" نادر شاہ نے کہا اور دونوں خاموش ہوگئے ویٹر برتن لگانے لگا تھا اور اس کے بعد اس نے چکن کارن سوپ ان کے سامنے سجا دیا۔

"کھائیے بارہ مصالحے کی چاٹ' ویسے آپ کو یہ سن کر یقیناً خوشی ہوگی کہ چینی خود ایسے کھانے نہیں کھاتے بس انہوں نے ہمارے مزاج کے مطابق یہ بارہ مصالحے ہمیں پیش کئے ہیں۔"

"ان کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہا جاسکتا کیونکہ بہرحال انہوں نے کچھ اچھی چیزیں ہمیں دی ہیں۔"

"خیر چائنا نے تو ہمیں بہت کچھ دیا ہی' ہمارا دیرینہ دوست جو ہوا۔" نادر شاہ نے سوپ کا پیالہ اپنی جانب سرکا کر بڑے پیالے سے سوپ لینا شروع کردیا۔ اس کے بعد کھانا نہایت خاموشی سے کھایا گیا تھا کھانے سے فراغت حاصل ہونے کے بعد عرشی نے سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا اور کہنے لگی۔

"ہاں' جناب نادر شاہ صاحب' اب صرف کام کی باتیں ہوں گی اور ہر طرح کا مذاق ختم۔"

"بہتر ہے' خادم تعمیل حکم کے لئے حاضر۔"

"آپ یہ بتائیے کہ آپ نے اب تک اس سلسلے میں کیا کیا ہے؟"

"اصولی طور پر مجھے آپ کو اپنے گھر لے جانا چاہیے اور اپنی وہ تمام کاوشیں دکھانی ہیں جو میں نے اب تک کی ہیں' لیکن اس سلسلے میں ذرا پٹھان آدمی ہوں گھر میں اس

وقت لے جانا چاہتا ہوں جب آپ پر کسی قسم کے حق کا اظہار کرسکوں میرا مطلب سمجھ رہی ہیں نا آپ۔"

"طے ہو چکا ہے کہ غیر متعلق باتیں اس وقت نہیں کی جائیں گی۔"

"بالکل طے ہو چکا ہے، لیکن کیا آپ اس بات سے انکار کرسکتی ہیں مس عرشی کہ ہمارا اصل تعلق درحقیقت کیا ہے۔"

"نادر شاہ پلیز۔"

"اصولی طور پر لفظ پلیز پر مجھے اعتراض ہونا چاہیے لیکن خیر آپ کے موڈ کا خیال کرتے ہوئے اس لفظ پر بحث ملتوی کئے دیتا ہوں۔ پاسپورٹ تیار ہو چکے ہیں کاغذات مکمل ہیں، ویزا کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ظاہر ہے محکمہ پولیس میں بہت مختصر وقت ہی سہی لیکن جھک تو ماری نہیں ہے۔ کچھ تعلقات بھی بنائے ہیں اور ان کی بنیاد پر ایسے چھوٹے موٹے کاموں میں کوئی دقت نہیں ہوئی کرنسی کا انتظام بھی کرلیا گیا ہے۔ لباس وغیرہ میرے تو موجود ہیں آپ کے لباس کے ناپ کے لئے آپ کے ایک جوڑی کپڑے درکار ہوں گے اس کے علاوہ جو گنجائش باقی رہ جاتی ہے اس کا اظہار کر دیا جائے۔"

"ارے یہ میرے لباس کے چکر میں کیوں پڑ گئے آپ؟"

"پھر بہکا رہی ہیں آپ، بھئی اس کا بندوبست کوئی اور باہر سے آکر کرے گا کیا؟"

"نہیں نادر شاہ صاحب آپ یقین کیجئے میرے پاس اتنے لباس موجود ہیں کہ میں ان کے رنگ تک بھول گئی ہوں اور پھر ہم سامان مختصر رکھیں گے۔ بس ذرا گل کے لئے کچھ بندوبست کرنا ہے لیکن وہ میں کرلوں گی۔ صائمہ بے چاری ہمارے لئے سب کچھ ہی کرتی رہتی ہے۔ میرا مطلب ہے گل کے لئے بھی وہ تمام بندوبست کرلے گی البتہ کچھ ایسے مشکل معاملات ہیں جن کے لئے میں ذرا فکر مند ہوں۔"

"آپ اپنی ساری فکریں مجھے دے دیجئے گا آپ کیوں فکر مند ہوتی ہیں۔"

"بے حد شکریہ، ڈیڈی اب اس سفر کے لئے مکمل طور پر تیار ہیں جیسا کہ میں نے آپ کو بتادیا ہے کہ ان کے وہ غیر ملکی دوست بھی آگئے ہیں اس کے علاوہ کنور مہتاب علی

بھی ڈیڈی کے ساتھ اس مہم میں شرکت کر رہے ہیں یہ لوگ نیل کنٹھ جانے سے پہلے ایک ایسی بچی کا بندوبست کرنا چاہتے ہیں جسے نیل کنٹھ میں اس کے قبیلے کے سپرد کیا جاسکے اور سائی تھول اس بچی کو قبول کرلے۔"

"کیا مطلب؟" نادر شاہ حیرت سے بولا۔

"میرا مطلب ہے ڈیڈی ایسی کسی بچی کے انتظام میں مصروف ہیں۔ وہ کسی پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتے نہ اپنے غیر ملکی دوستوں پر اور نہ کنور مہتاب علی پر کہ بچی ان کی تحویل میں ہے۔ لیکن اب اس مہم کو وہ زیادہ طول بھی نہیں دینا چاہتے۔ اصل میں ڈیڈی کے دل میں کچھ خیالات ہیں وہ یہ ہیں کہ گل کی حفاظت کے لئے ہم لوگ زیادہ بہتر رہیں گے وہ کسی یتیم خانے سے ایک بچی حاصل کرنے کی فکر میں سرگرداں ہیں جسے اس سفر میں گل کی حیثیت سے ساتھ رکھا جاسکے ان کا کہنا ہے کہ اگر ضرورت پیش آئی تو اس کی پشت پر نیل کنٹھ کا نشان کندہ کرالیا جائے گا وہ جو ایک طریقہ کار ہے کہ جسموں پر مختلف قسم کی تصویریں اور تحریریں گودنے کا، غالباً اس کے تحت وہ یہ بندوبست کر کے چلیں گے کہ اگر کوئی ایسی دقت پیش آہی گئی کہ گل کو نیل کنٹھ کے حوالے نہ کیا جاسکا تو وہ بچی گل کی حیثیت سے سائی تھول کے پاس جائے گی۔" نادر شاہ کا منہ حیرت سے پھیل گیا تھا چند لمحات غور کرنے کے بعد اس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"گویا سائی تھول کو اصل نیل کنٹھ نہیں پیش کی جائے گی؟"

"نہیں اصل ہی پیش کی جائے گی لیکن اصل بچی ہمارے ساتھ ہوگی راستے کی مشکلات اور کچھ خدشات کے پیش نگاہ ایسا کیا جارہا ہے۔"

"لیکن اس جعلی لڑکی کی زندگی کو خطرات درپیش ہوں گے میرا مطلب ہے کہ اگر گل ہمارے ساتھ رہی اور اسے حاصل کرنے والوں نے اسے حاصل کرنے کی کوشش کی تو کیا بچی کو نقصان نہیں پہنچے گا؟"

"نادر شاہ بچی کو شاید کوئی نقصان نہ پہنچے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہی تو اصل چیز ہوگی اور اسی کے ذریعے کوئی بھی وہاں فوقیت حاصل کرسکے گا۔"

"مانتا ہوں اس بات کو، لیکن پھر بھی ایسی بچی، کیا سرہدایت اللہ اپنے دشمنوں کو کسی نقلی بچی سے دھوکہ دے سکتے ہیں؟"

"میرا خیال ہی ایسا ہو سکتا ہے بلکہ اس طرح ہمارے دشمن بھی منظر عام پر آجائیں گے میرا مطلب ہے وہ لوگ جو گل کے لئے کوششوں میں مصروف ہیں۔" نادر شاہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"عرشی، میرے ذہن میں ایک انوکھی تجویز آئی ہے اور میرے خیال میں یہ ایک بہترین تجویز ہے، بشرطیکہ تم اس کی منظوری دے دو۔"

"کیا؟" عرشی نے پوچھا۔

"کیوں نہ ہم اسی گروپ میں شامل ہو کر یہ سفر کریں؟"

"کس گروپ میں؟"

"میرا مطلب ہے سرہدایت اللہ اور کنور مہتاب علی گروپ میں"

"ہاں.........."

"ہاں۔"

"لیکن کیسے؟"

"اچانک ہی تمہاری ان باتوں سے ایک تجویز میرے ذہن میں آئی ہے اور ایسے انتظامات بھی میرے پاس ہیں کہ میں یہ سب کچھ کر سکتا ہوں۔"

"بتاؤ کیسے؟"

"سرہدایت اللہ یتیم خانے سے ایک بچی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس طرح کہ اسے گل کی حیثیت دی جاسکے کیا ان کے پاس اس قسم کے انتظامات ہیں؟"

"نہیں ہمارا ایک ملازم ہے جبار خاں وہ کسی ایسے یتیم خانے سے واقف ہے جہاں سے وہ یہ کام کر سکتا ہے؟"

"تم اسے مشورہ دے سکتی ہو کہ سلیمی یتیم خانے سے وہ بچی کے حصول کے لئے بات کرے سلیمی یتیم خانہ مولوی سلیم احمد کا ہے اور مولوی سلیم احمد کے یتیم خانے کا منیجر

اسحاق محمد میرا دوست ہے میں وہاں سے ایک اہم کام کر سکتا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"جیسا کہ میں نے ابھی تم سے کہا کہ کیوں نہ ہم سرہدایت اللہ گروپ میں ہی شمولیت اختیار کریں اور گل کو نقلی نیل کنٹھ کی حیثیت سے ان کے سپرد کر دیا جائے۔"

"میں کچھ سمجھی نہیں نادر شاہ۔"

"دیکھو، جبار خاں کو تم سلیمی یتیم خانے بھیج دو اور اس سے کہو کہ وہاں کے منیجر اسحاق احمد سے بات کرے وہ اس کی پوری پوری مدد کرے گا اسحاق چونکہ میرا دوست ہے اس لئے میں اس سے بات کرلوں گا پھریوں ہوگا عرشی کہ ہم گل کو اسحاق کے حوالے کر دیں گے، اسحاق جبار خاں سے کہے گا کہ ویسے تو اس کے مطلب کی کوئی لڑکی موجود نہیں ہے لیکن ایک نہایت غریب خاندان سے اس کے تعلقات ہیں ان کے پاس اس عمر کی ایک بچی بھی ہے۔ مرد ایک ریٹائرڈ فوجی ہے اور اپنی بیوی کے ساتھ رہتا ہے اکلوتی بچی کا باپ ہے اگر وہ لوگ چاہیں تو اس سے بات کرلیں اور وہ ریٹائرڈ فوجی اور اس کی بیوی میں اور تم ہوں گے، گل ہمارے پاس ہوگی ہم ان سے کہہ دیں گے کہ ہم ان کے مقصد کی تکمیل کے لئے حاضر ہیں، لیکن وہ ہمیں بھی اپنے ساتھ رکھنے پر تیار ہوں تب، میں ایک ریٹائرڈ فوجی کی حیثیت سے ان سے کہوں گا کہ میری زندگی عظیم ترین مہمات میں گزاری ہے اور ہم اس مہم میں تھوڑے سے معاوضے پر شرکت کے لئے تیار ہیں وہ لوگ بچی کو استعمال کرلیں اور اس کے بعد ہم اپنی بچی کو اس معاوضے کے ساتھ واپس لے لیں گے سمجھ رہی ہونا تم میں یہ کہتا ہوں کہ گل ہی نقلی بچی کی حیثیت سے ان کے ساتھ کیوں نہ ہو اور ہم وگ ان کے گروہ میں بچی کے ماں باپ کی حیثیت سے۔"

"کیا بات ہے، کھانے میں کوئی ایسی چیز تو نہیں تھی جو تمہیں ایسے ذہنی بحران میں بتلا کردے کیا یہ ممکن ہے باقی لوگ اندھے ہیں کہ وہ گل کو پہچانیں گے اور نہ ہمیں۔"

"کمال ہے، مگر کمال نہیں ہے۔ عورت کو کبھی کبھی عورت کے انداز میں ہی سوچنا چاہیے اگر وہ ارسطو بننے کی کوشش کرے تو پھر عورت نہیں رہتی ویسے بھی دو مختلف

چیزیں ہیں عورت "عین" ہے اور ارسطو "الف" سے چنانچہ ارسطو کا ذہن عورت کو مل ہی نہیں سکتا۔"

"نادر شاہ' مجھے چیلنج مت کرو۔"

"اب کیا کریں گے میڈم آپ کو چیلنج' لیکن آپ نادر شاہ کو مسلسل چیلنج کرتی رہتی ہیں۔"

"میں نے کیا چیلنج کیا ہے؟" عرشی آنکھیں نکال کر بولی۔

"بھئی محکمہ پولیس میں صرف سفارش سے نہیں چلے گئے تھے' تربیت لی ہے اور ایسی تربیت لی ہے کہ مستقبل میں بہت آگے بڑھنے کا ارادہ رکھتے تھے' اب یہ دوسری بات ہے کہ مستقبل ہی تبدیل ہوگیا۔"

"کہنا کیا چاہتے ہو کھل کر کیوں نہیں کہتے؟" عرشی نے زچ لہجے میں کہا اور نادر شاہ مسکرانے لگا۔

"دیکھو عرشی' انتہائی معذرت کے ساتھ جب تم یہ لہجہ اختیار کرتی ہو تو میں باقی ساری باتیں بھول جاتا ہوں۔"

"نادر شاہ' ایک بار پھر درخواست کرتی ہوں کہ اس وقت مکمل سنجیدگی اختیار کرو تم نے ایک ایسی عجیب و غریب بات کہہ دی ہے جو میری سمجھ میں بالکل نہیں آرہی آخر ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"میک اپ' حضور والا میک اپ اور نادر شاہ چہرے تبدیل کرنے میں کئی بار زمانہ طالب علمی میں بھی پرائز لے چکا ہے مجھے میک اپ کے وہ تمام جدید ترین طریقے آتے ہیں جن کے تحت چہرے اس طرح تبدیل کئے جاسکتے ہیں کہ بڑے سے بڑا چہرہ شناس بھی کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا اس لئے ہم تین افراد پوری طرح میک اپ میں ہوں گے۔ گل کی پشت پر نیل کنٹھ کا نشان چھپا دیا جائے گا اور وہ بھی اس طرح کہ اسے ہزار بار رگڑا جائے لیکن وہ نشان واضح نہیں ہوگا اس وقت تک جب تک ہم نہ چاہیں پھر گل تمہاری آغوش میں رہے گی اور اس کی ہر طرح کی ذمے داری تم سنبھالو گی میرے خیال میں

کسی ایسی بچی کی نگہداشت اور اس کی دیکھ بھال ان مردوں کے بس کی بات نہیں ہوگی اور اگر یہ تجویز سرہدایت اللہ کے سامنے پیش کی جائے تو وہ بخوبی اس کے لئے تیار ہو جائیں گے' ویسے میک اپ تو تمہیں بھی آتا ہے' لیکن ہمارا بھی کمال دیکھ لینا۔" عرشی متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑے نادر شاہ کو دیکھ رہی تھی پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر ویٹر کو اشارہ کیا اور ویٹر قریب آگیا۔

"کافی۔" عرشی بولی اور ویٹر گردن خم کر کے چلا گیا۔ نادر شاہ مسکراتی نگاہوں سے عرشی کی صورت دیکھ رہا تھا عرشی بالکل خاموش بیٹھی ہوئی تھی نادر شاہ نے بھی اس کی سوچ میں مداخلت نہیں کی اور خاموشی سے اسے دیکھتا رہا کچھ دیر کے بعد عرشی نے کہا۔

"یار ایک بات کہوں' تم نے میرے ذہن کو جھنجھنا کر رکھ دیا ہے نادر شاہ۔"

"ابھی ابھی۔" نادر شاہ نے شرارت سے پوچھا۔

"ہاں' واقعی' کیسی انوکھی تجویز ہے لیکن تمہیں یہ اندازہ ہونا چاہیے کہ ہمارے مدمقابل ایسے جہاندیدہ لوگ ہوں گے جن کی نگاہوں سے چھپنا نہایت مشکل کام ہوگا۔"

"تم ایک شرمیلی قسم کی عورت ہو اور میں ایک نڈر فوجی' پھر ہمارا میک اپ' اور میں یہ سمجھتا ہوں عرشی کہ تم جس انداز میں اپنے فیچر لکھنے کے لئے اداکاری کرتی رہی ہو ان جہاں دیدہ لوگوں کی طرح تمہیں سڑکوں پر سینکڑوں' جہاندیدہ لوگ ملے ہوں گے اس وقت جب تم اللہ رکھی بنی ہوئی ہوگی اس کے علاوہ بھی تمہارے تجربات تمہارے لکھے ہوئے فیچر سے ظاہر ہوتے ہیں تو کیا تم ایسے چند لوگوں سے خوفزدہ ہو جاؤ گی جن میں کچھ تمہارے اپنے بھی ہیں۔"

"اصل خطرہ تو انہی سے ہے۔"

"میں تو تمہاری ذہانت سے مطمئن ہوں عرشی اور تمہیں میری ذہانت سے مطمئن ہونا چاہیے میرے خیال میں اس سے عمدہ ترکیب اور کوئی نہیں ہو سکتی۔"

"ترکیب واقعی بہت عمدہ ہے میں خلوص دل سے اسے پسند کرتی ہوں ارے ہم سفر کہ، صعوبتوں سے بھی بچ جائیں گے اور ہمیں کوئی نیا گروپ بھی نہیں بنانا پڑے گا ویسے

بھی ہم دونوں کو راستے میں مشکلات پیش آتی رہتیں وہ لوگ یہاں تک کہ ہمارے ڈیڈی صاحب بھی آخر تک یہی سمجھتے رہیں گے کہ اصل لڑکی کہیں اور ہے اور یہ نقلی لڑکی ہے وہ میرے بارے میں بھی بہت فکر مند تھے ان کی یہ فکر بھی میں دور کردوں گی اور اس طرح ہم ان لوگوں کے ساتھ بھی رہیں گے نادر شاہ بڑی زبردست اسکیم سوچی ہے تم نے بس اس پر عمل پیرا ہونا ذرا مشکل کام ہے۔"

"عرشی اس کے لئے مجھے اپنی اور تمہاری صلاحیتوں پر اعتماد ہے۔ میک اپ کے بارے میں میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر تم مطمئن ہو جاؤ تب ہم دوسروں سے رجوع کریں گے اور اگر تم ہی میرے میک اپ میں کچھ سقم محسوس کرو تو پھر ہم اپنا یہ ارادہ ملتوی کردیں گے۔"

"نہیں یہ کیا جاسکتا ہے' واقعی یہ کیا جاسکتا ہے نادر شاہ اور میں سمجھتی ہوں کہ اس طرح ہمارے لئے بے شمار مشکل مراحل آسان ہو جائیں گے مگر اب مجھے بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"جبار خاں کس قسم کا آدمی ہے؟"

"اصل میں میرے گھر میں جتنے ملازم ہیں نا وہ سب میرے اشاروں کے غلام ہیں' وہ جانتے ہیں کہ اگر میں خفیہ طور پر ان سے کوئی بات کہہ دوں اور وہ اس سے انحراف کریں تو ملازمت تو ملازمت ان کی زندگی تک خطرے میں پڑ سکتی ہے' چنانچہ میرا ان کا آپس کا ایک معاہدہ ہے' جبار خاں سے جو کچھ کہوں گی وہ اس کی تکمیل کرے گا۔"

"تو پھر اور کون سی مشکل رہ جاتی ہے۔"

"اس کے آگے کے معاملات؟"

"ان کے بارے میں تمہیں ابھی تمام تفصیل بتائی جاسکتی ہے مثلاً" ایک درمیانے درجے کے علاقے میں ایک چھوٹا سا فلیٹ جہاں ہم لوگ رہتے ہیں نام کچھ بھی تجویز کئے لیتے ہیں اس فلیٹ میں جبار خان ہم سے رابطہ قائم کرے گا ظاہر ہے کہ بات صرف جبار خان ہی کی نہیں ہوگی جب اسے سلیمی یتیم خانے سے پتہ چلے گا کہ ایک ایسا ذریعہ ہو سکتا

ہے تو وہ سرہدایت اللہ کو ہدایت دے گا اور اللہ نے انہیں ہدایت دی تو وہ خود ہی ہم تک پہنچیں گے کیونکہ معاملہ سنگین ہے اور خاص طور سے بچی کا انتخاب۔"

"بھئی بڑے خطرناک آدمی ہو' خدانخواستہ میرا تمہارا مسئلہ دشمنی کی شکل میں ذرا دور تک چلا جاتا تو مجھے تو خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔"

"دشمنی تو شاید اسی وقت ختم ہوگئی تھی مس عرشی' جب آپ نے ٹیلی فون پر مجھے مہتاب پور ہاؤس کے بارے میں اطلاع دی تھی آپ کے اور میرے درمیان ہونے والی گفتگو نے مجھے آپ کی جانب کسی ایسے انداز میں متوجہ کیا تھا جسے اس وقت میں کوئی معنی نہیں پہنا سکا تھا لیکن صحیح صورت حال اب نکل آئی ہے۔" عرشی ہنسنے لگی پھر اس نے کہا۔

"ہمیں موضوع سے نہیں ہٹنا چاہیے۔"

"نہیں نہیں کافی آگئی ہے آپ مجھے کافی کا ایک کپ بنا کر دیجئے ایک کپ اپنے سامنے رکھئے اور موضوع پر ہی آجائیے۔" کافی پیتے ہوئے دونوں بہت دیر تک غور کرتے رہے تھے ہر پہلو پر نگاہ ڈالی گئی تھی اپنے اپنے ذہنوں میں ایک لائحہ عمل طے کیا تھا۔ پھر کافی ختم ہوگئی اور عرشی نے نادر شاہ کو دیکھا۔

"جناب"

"میں بولوں؟" نادر شاہ نے پوچھا۔

"ارشاد"

"ہم دونوں اس پروگرام پر متفق ہیں؟"

"اب سو فیصدی۔"

"تو پھر آپ فوراً" جبار خاں کو ٹریپ کریں اور اسے سلیمی یتیم خانے کی طرف متوجہ کردیں لیکن اسے ہدایت کردیں کہ یہ بات وہ کسی کو نہ بتائے۔"

"ہوگیا۔"

"میں چند گھنٹوں کے اندر اندر پہلے ایک فلیٹ کا بندوبست کئے لیتا ہوں پھر اپنے یتیم خانے والے دوست کو بریف کئے دیتا ہوں۔ اسے بتا دوں گا کہ وہ جبار خان سے ایک

آدھ دن کا وعدہ کرے۔ اس کام سے فارغ ہو کر تم سرہدایت اللہ سے اجازت لے لو اور ان سے کہو کہ اب تم اپنے گروہ کی ترتیب کر رہی ہو اور تمہارا رابطہ صرف ٹیلی فون پر ان سے رہے گا پھر ہم میک اپ کریں گے اور اس کے بعد ان لوگوں کی روانگی کا انتظار۔"

"یہ سب کچھ اسی طرح ہو سکے گا نادر شاہ جس طرح ہم سوچ رہے ہیں؟"

"انسان نے چاند پر جانے کے بارے میں سوچا اور وہ چاند پر پہنچ گیا۔" نادر شاہ نے جواب دیا اور عرشی مسکرانے لگی پھر گہری سانس لے کر بولی۔

"چلو اٹھیں۔" نادر شاہ نے ویٹر کو بل لانے کا اشارہ کر دیا تھا۔

زاہد مرزا نصیر بیگ کا غلام بے دام بن چکا تھا حالانکہ وہ ایک ذہین نوجوان تھا اپنی ذہانت کو جب اپنی بیوی اور بچے کے لئے ہر طرح سے ناکام پایا تو پھر وقت سے سمجھوتہ کر لیا مرزا نصیر بیگ نے اسے اس کی بیوی اور بچے کو نئی زندگی سے روشناس کرایا تھا اپنا معاملہ تو خیر کچھ نا تھا لیکن بیوی اور بچے کی بہتر زندگی نے اسے بری طرح متاثر کر لیا تھا اور اب وہ آنکھیں بند کر کے مرزا نصیر بیگ کی ہر بات پر گردن ہلانے کا عادی ہو گیا تھا۔ اس نے چشم تصور سے بھی لندن نہیں دیکھا تھا بس لندن کی کہانیاں کبھی کبھی اس کے کانوں میں پڑ جاتی تھیں وہ انہیں سن کر اس طرح نظرانداز کر دیا کرتا تھا جیسے چاند کی دنیا کی داستان ہو اور وہاں تک پہنچنا صرف خوبصورت کہانیاں اس سے آگے کچھ نہ تھا لیکن لندن ایئرپورٹ پر قدم رکھتے ہوئے اس کا دل و دماغ ہوا میں اڑ رہا تھا کہر میں ڈوبا ہوا شہر عظیم الشان ایئرپورٹ انہی تمام خوابوں کی تعبیر کی شکل لگتا تھا جو کبھی اس کی آنکھوں میں آئے تھے وہ کہانیاں سن کر جو لندن سے تعلق رکھتی تھیں آج وہ انہی کہانیوں کے دیس میں تھا اور اس طرح مرزا نصیر بیگ سے اس کی عقیدت میں اور اضافہ ہو چکا تھا لندن کا سحر اسے مسحور کئے ہوئے تھے مرزا نصیر بیگ نے ہمیشہ اسے دوستوں کی حیثیت دی تھی اور اس عمل نے بھی زاہد کی حوصلہ افزائی کی تھی اور وہ ہمیشہ اس بات کا خواہش مند رہتا تھا کہ جس کے ذریعے اسے یہ نئی زندگی حاصل ہوئی ہے وہ اس سے پوری طرح مطمئن ہو مرزا

نصیر بیگ نے سب سے پہلے لندن کے ایک خوبصورت ہوٹل میں اپنے لئے ڈبل روم حاصل کیا زاہد کو وہاں قیام کے لئے کہہ کر وہ باہر نکل گیا اور اس کے بعد تقریباً چھ گھنٹے کے بعد اس کی واپسی ہوئی تھی۔ زاہد اس دوران ہوٹل کے کمرے سے باہر نہیں نکلا تھا لیکن عقب میں نظر آنے والی کھڑکی سے اس نے پرشباب لندن دیکھا تھا اور اپنے خوابوں کی تسکین کرتا رہا تھا' چھ گھنٹے بعد مرزا نصیر بیگ واپس پہنچا تو مطمئن اور مسرور نظر آرہا تھا اس نے کہا۔

میں نے تم سے کہا تھا کہ لندن میں میرے ایسے کچھ دوست ہیں جو میری بہترین پزیرائی کریں گے اور واقعی انہوں نے مجھے مایوس نہیں کیا' چنانچہ ان چھ گھنٹوں میں' میں نے ایسے ناقابل یقین کارنامے سرانجام دیئے ہیں جو شاید اتنے مختصر وقت میں اور کوئی آدمی نہ دے سکے کچھ لوگوں سے جن سے قدیم شناسائی تھی کئی معاملات طے کر کے آیا ہوں ہم لوگ زیادہ وقت نہیں ضائع کریں گے زاہد' کیونکہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے اصل دوست کس وقت رخت سفر باندھ لیں فی الحال تو ہم ان سے کٹ ہی گئے ہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ کنور مہتاب علی' سرہدایت اللہ اور باقی تمام افراد اب اس مہم کے لئے پوری طرح تیار ہیں تمہارے انکشافات سے بھی اس کا اندازہ ہوا ہے چنانچہ یہاں سے انتظامات کرنے کے بعد ہمیں جلد از جلد اپنی منزل کی جانب روانہ ہو جانا چاہیے جن دوستوں کا میں نے تم سے تذکرہ کیا ہے زاہد ان میں اول حیثیت میرے سب سے اہم دوست ولیم آرنلڈ کو حاصل ہے اس شخص کے بارے میں تمہیں بتادوں عجیب و غریب فطرت کا مالک ہے طاقتور' پر جوش' جنگجو اور اتنا دلیر کہ اگر آمادہ ہو جائے تو پچاس آدمیوں سے تنہا جنگ کر سکتا ہے ہمیں ایسے آدمی کی اشد ضرورت ہے پھر اپنے حلقے میں اس کے تعلقات اتنے وسیع ہیں کہ وہ ایک بہترین گروہ جمع کر سکتا ہے ایک ایسا گروہ جو ہمیں کامیابی سے ہمکنار کرادے چنانچہ اب ہمیں ڈارلین ولیم آرنلڈ کی ضرورت ہے لیکن پچھلی بار کی ملاقات میں میرے اور اس کے درمیان کچھ تنازعہ چل گیا تھا جس کی بناء پر اس وقت وہ دوستی کے درجے سے نکل کر دشمنوں کی صف میں کھڑا ہے لیکن میرے دوست

اچھی دوستی حاصل کرنے کے لئے وہی سب کچھ درکار ہے جو وقت کی ضرورت ہوتا ہے شاید ان الفاظ سے تم میرا صحیح مقصد نہ سمجھ سکو کچھ اور الجھے ہوئے الفاظ میں تمہیں سمجھاؤں اصل میں ہر رد عمل کے لئے عمل ضروری ہوتا ہے حالانکہ سیانوں کا کہنا ہے کہ ہر عمل کا ایک رد عمل ہوتا ہے لیکن میں کہتا ہوں اگر رد عمل اپنی مرضی کے مطابق حاصل کرنا ہو تو عمل وہ ہونا چاہیے جس سے رد عمل صحیح ظاہر ہو' ولیم آرنلڈ کی دوستی حاصل کرنے کے لئے اور اس سفر کے لئے بہترین سہولتوں کے ساتھ ساتھ ایسے شاندار لڑاکے حاصل کرنے کے لئے جو ہمیں ہمارے دشمنوں پر فوقیت دلائیں ایک عمل کی ضرورت ہے اور عمل کے بارے میں' میں تمہیں تفصیل بتائے دیتا ہوں ولیم آرنلڈ اس کائنات میں اگر کسی سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے اور سب سے زیادہ مخلص ہے تو وہ اس کی بیوی گریتھا گریشم ہے میں اس کی قیام گاہ کے بارے میں معلومات حاصل کر چکا ہوں اور مجھے علم ہے کہ وہ کہاں رہتا ہے ہمیں اب یہ کرنا ہے کہ سب سے پہلے گریتھا گریشم کو اپنے قبضے میں کرلیا جائے ولیم آرنلڈ کا پیچھا کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے ہم جانتے ہیں کہ ہمیں اس سلسلے میں کیا کیا کارروائیاں کرنا ہوں گی میں نے اپنے دوستوں کی مدد سے ایک ایسی جگہ بھی حاصل کرلی ہے جو ہمارے عارضی ہیڈ کوارٹر کا کام دے گی ان تمام باتوں سے تمہیں روشناس کرانا اس لئے ضروری ہے کہ آج کا دن آرام کرنے کے بعد کل ہم ولیم آرنلڈ کے سلسلے میں کام شروع کر دیں گے۔ زاہد کی سمجھ میں مرزا نصیر بیگ کی منطق آئی ہو یا نہ آئی ہو لیکن اس نے نصیر بیگ کی بات پر گردن ہلا کر کہا۔

”سر بس ایک بات میں جانتا ہوں کہ میرا واسطہ ایک ایسے ذہین شخص سے ہے جس کی ہر سوچ میں ایک ندرت ہے اور جس کی ہر سوچ مکمل ہے۔“

”شکریہ زاہد۔ پھر دوسرے دن کارروائی شروع ہو گئی تھی زاہد نصیر بیگ کے ساتھ ایک ایسی جگہ موجود تھا جہاں سے بقول مرزا نصیر بیگ کے ولیم آرنلڈ کے فلیٹ پر نگاہ رکھی جا سکتی تھی اور کچھ اور لوگ بھی ایسے موجود تھے جو مرزا نصیر بیگ کے اشارے کے منتظر تھے خاصا وقت انہیں انتظار میں گزارنا پڑا تھا مرزا نصیر بیگ کو اطلاع ملی تھی کہ ولیم آرنلڈ

اپنے فلیٹ میں موجود ہے۔"

دراصل ان دنوں اس کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ خاصی مالی مشکلات کا شکار ہے اس کا بھی ایک پس منظر ہے جسے بعد میں تمہیں تفصیل سے بتا دوں گا فی الحال ہمیں اپنا کام کرنا ہے پھر یوں ہوا کہ ولیم آرنلڈ اپنے فلیٹ سے باہر آکر اپنی کار میں بیٹھا اور مرزا نصیر بیگ نے دونوں ہاتھوں سے کسی کو اشارہ کیا اور اس کے بعد ایک ٹیکسی روک کر ولیم آرنلڈ کے پیچھے پیچھے چل پڑا زاہد بھی اس کے ساتھ تھا لندن کی پر رونق سڑکوں پر بہت دیر تک ولیم آرنلڈ کی کار کا پیچھا ہوتا رہا مرزا نصیر بیگ کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا کہ باتوں باتوں میں ٹیکسی ڈرائیور کو اپنا ہمنوا بنالیا پھر جب ولیم آرنلڈ ریستورانیہ میں داخل ہوا تو مرزا نصیر بیگ نے مسکراتے ہوئی گردن ہلائی۔

"یہ اس کی پسندیدہ جگہ ہے اب تم کوئی ٹیلی کارڈ بوتھ تلاش کرو۔"

"سر وہ سامنے ہی موجود ہے۔" زاہد نے جواب دیا مرزا نصیر بیگ نے زاہد کے ساتھ بوتھ کی جانب رخ کیا اور اس کے بعد وہ ایک نمبر ڈائل کرکے دوسری طرف سے کسی کے فون ریسیو کرنے کا انتظار کرتا رہا چند لمحات کے بعد رابطہ قائم ہوگیا۔ نصیر بیگ نے کہا۔

"ہاں کیا رہا۔"

"کام آپ کی پسند کے مطابق ہوگیا ہے سر' مسز آرنلڈ اس وقت ہمارے ساتھ موجود ہیں اور خاصی اچھل کود مچا رہی ہیں۔"

"سنو میں پہلے بھی تمہیں ہدایت کر چکا ہوں اس کی ہر بری بات برداشت کرنا سوائے اس کے کہ وہ ہماری گرفت سے نکل نہ جائے اس کا ہر طرح احترام کرنا کوئی ایسا جملہ اس تک نہ پہنچنے پائے جو میرے آئندہ کے منصوبے کو خراب کردے۔"

"اوکے۔ سر۔" پھر مرزا نصیر بیگ زاہد کے ساتھ ٹہلتا ہوا باہر نکل آیا تھا اس نے زاہد سے کہا۔

"اور ہم ولیم آرنلڈ کی کار کے بارے میں اچھی طرح جانتے ہیں اس کشادہ کار کی

عقبی سیٹوں کے درمیان تمہارا چھپنا میرا خیال ہے کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔"

"سر وہ تو اندر ہے کیوں نہ اس کا جائزہ لے لیا جائے۔" کار کا جائزہ لینے کے بعد زاہد نے گردن ہلا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ حکم دیں سر تو میں ان سیٹوں کے پیچھے چوبیس گھنٹے باآسانی گزار سکتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے اس کی ضرورت نہیں ہے البتہ اس کار کا دروازہ کھولنے کے لئے ہمیں تھوڑی سی مشقت کرنا ہوگی میرے پاس یہ ماسٹر کی ہے اس کے بنانے والے کا کہنا ہے کہ یہ ہر مشکل کا حل پیش کردیتی ہے ویسے اس ماسٹر کی کو میں خصوصی طور پر ہر موقع پر اپنے پاس رکھتا ہوں کیونکہ یہ بنانے والے کے دعوی کی ہمیشہ تصدیق کرتی رہی ہے ذرا آزماؤ اسے ولیم آرنلڈ کی کار کے تالے پر۔" اور ماسٹر کی نے کار کا تالا اور اس طرح کھول دیا جیسے وہ بنائی ہی اس تالے کے لئے گئی ہو۔ زاہد نے مسکراتے ہوئی گردن ہلائی اور چابی مرزا نصیر بیگ کو واپس کرنے کی کوشش کی تو مرزا نصیر بیگ نے کہا۔ "نہیں اسے اپنے پاس ہی رکھ لو ولیم آرنلڈ کو تم نے پہچان لیا ہے میں اندر ریستوران میں جارہا ہوں وہ مجھے دیکھ کر چونکے گا اور اس کے بعد وہ مجھ سے یا تو وہیں گفتگو کرنے کی کوشش کرے گا اگر وہ گفتگو ہو جاتی ہے تو بات دیگر ہے لیکن اگر وہاں گفتگو نہ ہو سکے اور وہ کسی اور طرح ذہانت کا مظاہر کرے تو تمہیں صرف اتنا کرنا ہے کہ اس کی کار کی ان سیٹوں کے درمیان چھپے رہو فرض کرو وہ مجھے اپنے گھر لے جاتا ہے یا کسی ایسی جگہ جو اس نے اپنے مجرمانہ کاموں کے لئے بنائی ہو تو تمہارا کام صرف یہ ہوگا کہ بعد میں مجھ تک "پہنچ جاؤ' کیا خیال ہے' میرا مطلب سمجھ میں آگیا؟

"جی سر۔"

"تمہاری یہی بات مجھے سب سے زیادہ پسند ہے زاہد کہ تمہیں سمجھانے کے لئے انرجی ضائع نہیں کرنا پڑتی پھر اس کے بعد وہی سب کچھ ہوا تھا جس کی پیشن گوئی مرزا نصیر بیگ نے کردی تھی اور نتیجے میں اب وہ دونوں ولیم آرنلڈ کے سامنے موجود تھے جس کی

اچھل کود ختم ہو چکی تھی اور وہ بے بس نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں کہ تم شیطان سے زیادہ چالاک ہو نصیر بیگ۔"

"اصل بات تو یہی ہے میرے دوست کہ میں تمہیں ایک بار پھر اپنی دوستی کی جانب لانا چاہتا ہوں اور اس بار جو منصوبہ میرے پاس موجود ہے اس میں تم یقیناً محسوس کرو گے کہ نہ کوئی فریب ہے نہ چال بازی بلکہ درحقیقت ہم ایک انتہائی حسین مستقبل کی جانب قدم اٹھا رہے ہیں۔"

"کیا چاہتے ہو مجھے بتاؤ لیکن ایک بات ذہن نشین کر لینا تم جانتے ہو گریتھا کے سلسلے میں، میں کتنا جذباتی ہوں اگر اس کے منہ سے تمہاری شکایت میں ایک لفظ بھی نکل گیا تو میں تمہاری زندگی کو جہنم بنا دوں گا پھر یہ معاملہ دو جرائم پیشہ افراد کے درمیان نہیں رہے گا بلکہ یہ زندگی موت کا مسئلہ بن جائے گا۔"

"مجھے بار بار یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ دوست کی بیوی میرے لئے ہر لحاظ سے قابل احترام ہے اگر تمہاری آتش فشانی کا خطرہ نہ ہوتا تو میں یہ مضموم قدم کبھی نہ اٹھاتا بلکہ میں خود بھی ایک بری بات تصور کرتا ہوں۔"

"اب مطلب پر آجاؤ کیا اس کے لئے تمہیں وقت درکار ہے۔"

"نہیں ہرگز نہیں، اصل مسئلہ وقت کا ہی ہے، ہم تمام تیاریاں مکمل کر کے آئے ہیں مرزا نصیر بیگ نے اپنے مخصوص کوٹ کے اندرونی لباس سے ایک بادامی رنگ کا لفافہ نکالا جس میں بہت سے کاغذات موجود تھے اس نے ایک اخبار کا تراشہ نکال کر ولیم آرنلڈ کے سامنے رکھا اور کہا۔"

"پہلے اسے پڑھو، یہ میرے وطن کے اردو اور انگریزی اخبارات میں بیک وقت چھپا ہے تاریخ دیکھ سکتے ہو، ولیم آرنلڈ اخبار کے اس تراشے پر متوجہ ہو گیا جو کافی تفصیل سے تھا جب تک وہ یہ مضمون پڑھتا رہا مرزا نصیر بیگ خاموشی سے زمین کریدتا رہا تھا اور زاہد مستعد کھڑا رہا تھا۔ پوری تفصیل پڑھنے کے بعد ولیم آرنلڈ کے چہرے پر ایک نمایاں

تبدیلی رونما ہو چکی تھی اس نے متعجب نگاہوں سے سے مرزا نصیر بیگ کو دیکھتے ہوئے کہا۔"

"کیا یہ صرف ایک دلچسپ کہانی نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں کیونکہ اس کہانی میں، میں خود شریک ہوں۔"

"اور تمہیں یقین ہے کہ جو کچھ اس میں کہا گیا ہے اس میں سچائی ہے؟"

"سو فیصد۔"

"آہ.........تب تو یہ دنیا کا سب سے حیرت انگیز خزانہ ہو گا اور اس کی مقدار کا اندازہ لگانا بے حد مشکل۔"

"یہی تو سب سے دلچسپ بات ہے ولیم اس میں کوئی کسی کو فریب نہیں دے سکتا س اپنی اپنی ہمت کی بات ہے جو جتنا سمیٹ سکے لے جا سکے اصل میں کچھ لوگوں نے اس سلسلے میں نہایت شرمناک غداری کا ثبوت دیا تھا اور اپنی اپنی فکر میں پڑ گئے تھے ورنہ اس کا تیا پانچہ تو بہت پہلے ہو چکا تھا۔"

"لیکن یہ پارٹی جس کے بارے میں اس میں لکھا گیا ہے............"

"یہ پارٹی اپنے آپ کو پھر سے آرگنائز کر چکی ہے اور چند دنوں کے اندر اندر یہ گ اپنی مقصد براری کے لئے روانہ ہونے والے ہیں۔"

"لیکن جس بچی کا اس میں تذکرہ کیا گیا ہے۔"

"وہ سو فیصدی انہی کی تحویل میں ہے اور وہ اس کے مالک ہیں۔"

"لیکن نصیر بیگ قبیلہ نیل کنٹھ کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے ہر اس شخص کو ئی کی ضرورت پیش آئے گی جو وہاں پہنچ کر اس خزانے کے حصول کا خواہاں ہو گا۔"

"بچی تو ایک ہی ہے اور ایک ہی بچی وہاں پہنچانی ہے اور یہ بچی ان لوگوں کے قبضے ل ہے اور ہمیں بڑی ذہانت اور چالاکی کے ساتھ اس بچی کو ان سے حاصل کرنا ہے۔"

"گویا یہ ایک الگ کام ہو گا؟"

"اور اسے تمہارے علاوہ اور کوئی سرانجام نہیں دے سکتا کیونکہ تم دلیر ہو، پھرتیلے

ہو‘ طاقتور ہو‘ ذہین ہو یہ دوسری بات ہے کہ اچانک پٹڑی سے اتر جاتے ہو۔"

"مجھ سے اس بارے میں ایک لفظ نہ کہو میں نے ہمیشہ تمہارے ساتھ تعاون کیا لیکن وہ پانچ لاکھ ڈالر کی رقم تم نے خورد برد کرکے دوستی کا ثبوت نہیں دیا۔"

"وہ صرف ایک مجبوری تھی تم یوں سمجھ لو کہ وہ اب بھی مجھ پر قرض ہیں اور میں ان کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوں۔"

"فضول بکواس کرتے ہو جو چیز جب ضرورت پر نہ ملے تو پھر اس کی کیا اہمیت رہتی ہے؟"

"تب میں تم سے اس سلسلے میں شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے معذرت ہی طلب کر سکتا ہوں۔"

"خیر چھوڑو ان باتوں کو در حقیقت تم نے ایک بار پھر مجھے بے وقوف بنالیا ہے آہ‘ اتنا خزانہ اور اس کا حصول لیکن تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ پارٹی روانہ ہونے کے لئے تیار تھی۔"

"میں بے مقصد ہی لندن نہیں پہنچا تمہیں اس کی پوری پوری تفتیش کرکے ثبوت فراہم کئے جاسکتے ہیں۔"

"نہیں ظاہر ہے جب تم خود اس میں ملوث ہو رہے ہو تو پھر تم احمق تو نہیں ہو۔"

"کوئی بھی احمق نہیں ہے ولیم آرنلڈ اور میں سمجھتا ہوں یہ ہماری زندگی کا سب سے سنہری اور شاید آخری موقع ہے اس کے بعد ظاہر ہے جسم تھک جائیں گے عمر اس قابل نہیں رہے گی کہ ہم ایسا کوئی کارنامہ سرانجام دے سکیں اس لئے ولیم آرنلڈ میں نے تمہیں اس میں شریک کرلینا سب سے ضروری سمجھا۔ تم کیا سمجھتے ہو کیا ایک گروہ ترتیب دینا میرے لئے کوئی مشکل کام تھا لیکن اس گروہ میں تم جیسے آدمی اگر شریک ہوں تو پھر کامیابی ہمارے سوا کسی اور کے ہاتھ نہیں آسکتی۔" ولیم آرنلڈ اپنی فطرت حماقت کا شکار ہو گیا تھا وہ ہر پہلو غور کرتے ہوئے سوچ رہا تھا اور شاید ایک بار پھر مرزا نصیر بیگ کے ہاتھوں ٹریپ ہو چکا تھا کچھ دیر کے بعد اس نے گردن ہلا کر کہا۔

"گریتھا گریشم کو فوراً فلیٹ واپس پہنچادو۔"

"ایک لمحہ ضائع کئے بغیر جب تم اپنے فلیٹ پر پہنچو گے تو میڈم گریتھا گریشم وہیں تمہارا استقبال کریں گی اور حیرانی سے تمہیں بتائیں گی کہ ان کے ساتھ کیا عجیب و غریب واقعات پیش آئے اور نجانے وہ کون احمق لوگ تھے جنہوں نے انہیں کچھ وقت اپنی تحویل میں رکھنے کے بعد عزت و احترام کے ساتھ وہاں پہنچادیا۔"

"ٹیلی فون کردو انہیں اگر وہ مجھے اپنے فلیٹ پر نہ ملی تو میرا پارہ چڑھ جائے گا۔"

"زاہد ٹیلی فون کرو۔" نصیر بیگ نے کہا اور زاہد اسی ٹیلی فون نمبر پر ان لوگوں کو ہدایت دینے لگا پھر اس نے ریسیور نصیر بیگ کے ہاتھ میں تھمادیا اور نصیر بیگ نے کہا۔

"ہاں وہ ٹھیک کہہ رہا ہے جو کچھ وہ کہہ رہا ہے بالکل اسی مانند کرو اور خبردار میڈم کی پیشانی تک شکن آلود نہ ہو۔" یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا ولیم آرنلڈ کا چہرہ اب کسی حد تک نارمل نظر آرہا تھا اس نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

"سب سے پہلے مجھے اپنے دل سے وہ لمحات نکالنے ہوں گے جب میں تم سے نفرت کرتا تھا اور جب تم نے مجھے ایک بدترین دھوکہ دیا تھا کام اس کے بعد ہی شروع ہو سکتا ہے۔"

"تمام صورت حال اب تمہارے علم میں آچکی ہے ولیم آرنلڈ اگر وہ لمحات نکالنے کے لئے تم کچھ زیادہ وقت لے لوگے تو ممکن ہے وہ لوگ ہم پر سبقت لے جائیں بہرحال میں تمہیں اب پوری سنجیدگی کے ساتھ اس سلسلے میں کام کرنے کی دعوت دیتا ہوں فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

"ہمیں اب یہاں سے چلنا چاہیے۔" ولیم آرنلڈ نے کہا اور وہ لوگ وہاں سے واپسی کے لئے تیار ہوگئے۔ باہر نکل کر ولیم آرنلڈ بولا۔

"تم سے دوسری ملاقات کہاں ہوگی؟"

"میں تمہارے فلیٹ پر فون کروں گا۔ تفصیل تمہارے پاس موجود ہے اس پر غور کرلینا ہماری دوسری ملاقات فیصلہ کن ہوگی۔"

ولیم آرنلڈ کی نفرت کیا رنگ لائی۔

یہ جاننے کے لئے

ملکہ صحرا (حصہ سوم)

"وہ کون تھی"

کا مطالعہ کریں۔


وہ کون تھی
ملکۂ صحرا
ایم اے راحت

فیروز نے کنور مہتاب علی کو پورے اعتماد کے ساتھ یہ اطلاع دی تھی کہ نصیر بیگ اب اس شہر میں نہیں ہے کنور مہتاب علی کے اس سوال پر کہ فیروز یہ بات پورے وثوق سے کیسے کہہ سکتا ہے فیروز نے جواب دیا کہ سر معلومات کے مختلف ذرائع ہوتے ہیں اس کا رابطہ اب کسی سے بھی نہیں ہے اور اس کے اہل خاندان اب اس طرح سے زندگی گزار رہے ہیں جس میں یہ انداز جھلکتا ہے کہ اس خاندان کا سربراہ ملک سے باہر چلا گیا ہے۔

"ہوں' وہ ایک باخبر آدمی ہے اور تم بھی اس بارے میں جانتے ہو کہ وہ ایسے کسی مسئلے کو کسی طور ہاتھ سے نہیں جانے دے گا۔"

"میرا اندازہ ہے سر کہ اب اگر ہماری ملاقات اس سے ہوئی تو لازمی طور پر انہی علاقوں میں ہوگی جہاں ہمیں جانا ہے۔"

"یقیناً" اور اس کم بخت کی اس گھٹیا حرکت کی بناء پر مجھے اندازہ ہے کہ ہمیں ایسے دوسرے کچھ گروپس کا مقابلہ بھی کرنا پڑے گا جو از سر نو اس جانب متوجہ ہوئے ہوں گے۔"

"فیروز نے دلچسپ لہجے میں کہا۔" سر میں تو یہ سوچتا ہوں کہ ہمیں ایک نہایت دلچسپ صورت حال کا سامنا کرنا پڑے گا۔

"کنور مہتاب علی نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولے۔" میں تمہاری معلومات کو چیلنج نہیں کروں گا میرے دوست، لیکن شہری دنیا میں جرائم ایک الگ نوعیت رکھتے ہیں اور جب جنگل کی خوفناک دنیا میں داخل ہوا جاتا ہے تو صورت حال بالکل مختلف ہوتی ہے۔"

"اس کے باوجود سر، زندگی میں تجربے ہمیشہ دلکش ہوتے ہیں۔ میں نے چھ افراد پر مشتمل ایک ایسا گروہ بنالیا ہے جو میرے اپنے انداز کے مطابق میرے لئے انتہائی کار آمد ہے، اور میں اس گروہ کو پوری طرح آمادہ کرچکا ہوں کہ اسے کیا کرنا ہے۔"

"درحقیقت میرے لئے تم ایک نعمت ثابت ہوئے ہو فیروز۔ اخراجات کی بالکل فکر مت کرنا۔ میں مرزا نصیر بیگ نہیں ہوں۔"

"نہیں کنور صاحب اس بار جو سودا ہمارے ذہن میں سمایا ہے وہ شاید زندگی کا آخری سودا ہے اگر داؤ لگ گیا تو پھر بقیہ زندگی اس طرح تبدیل کرکے گزاروں گا کہ لوگ مجھے پہچان نہیں پائیں گے اور اگر اس کوشش میں ناکام رہے تو بہرحال زندگی گزارنے کے لئے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑتا ہے۔"

"اس کی طرف سے تم بالکل بے فکر رہو۔

میں نے بہت دولت جمع کی ہے فیروز اور میرے سامنے کوئی ایسا مشکل راستہ نہیں ہے کہ میں مستقبل کی جانب سے پریشان ہو جاؤں فرض کرو اگر میں اس دنیا میں نہ بھی رہا تو میری بیوی اور بچیاں ساری عمر عیش کی زندگی گزار سکتے ہیں۔ تمہارے لئے میں ایسے انتظامات کردوں گا کہ بعد میں تمہیں مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔"

"تو پھر جناب آپ بھی یہ سن لیجئے کہ فیروز جو کچھ بھی ہے لیکن انسان ہی کی اولاد ہے، میرے بارے میں اگر اس انداز میں سوچا جائے تو پھر میرے سوچنے کا انداز بھی بدل جاتا ہے۔"

"تھینک یو فیروز۔ تھینک یو ویری مچ۔ بہرحال ہدایت اللہ اپنی ٹیم کے ساتھ مصروفیات میں لگا ہوا ہے اس نے منصوبہ بنایا ہے کہ ایک ایسی بچی کو حاصل کرلیا جائے،

جسے نیل کنٹھ تک پہنچانے کا بندوبست ہو جائے یہ ایک دھوکا وہی ہے لیکن اب اس سے زیادہ وقت گزاری بھی تو ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔"

"آپ اور سرہدایت اللہ اس سلسلے میں زیادہ بہتر سمجھتے ہوں گے جناب کیونکہ یہ میری فیلڈ نہیں ہے۔"

"بس ٹھیک ہے فیروز۔ میرا خیال ہے اب ہماری روانگی میں بہت کم وقت رہ گیا ہے، اچھا........" کنور مہتاب علی نے کہا اور اس کے بعد فیروز سے رابطہ منقطع ہوگیا۔ پھر کنور مہتاب علی تیار ہوکر سرہدایت اللہ کی طرف چل پڑا۔ ملاقاتیں تقریباً روزانہ ہی ہوتی تھیں اور وہ لوگ اپنے منصوبے پر تبادلہ خیال کیا کرتے تھے دلچسپ بات یہ تھی کہ سب ایک دوسرے کو ٹریپ کر رہے تھے اور ہر ایک نے اپنے معاملات کے کچھ پورشن دوسروں سے پوشیدہ رکھے تھے۔ پتہ نہیں یہ انسانی فطرت کا کون سا پہلو تھا کہ تمام تر خلوص کے باوجود ایک دوسرے سے بعض معاملات میں رازداری برتی جارہی تھی۔"

سرہدایت اللہ نے کنور مہتاب علی کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ غیر ملکی مہمان بھی موجود تھے اور جبار خان بھی۔ سرہدایت اللہ نے کہا۔

"بڑی دلچسپ بات ہے۔ صرف ایک لمحے قبل ہم یہ سوچ رہے تھے کہ تم سے کس طرح رابطہ قائم کیا جائے۔ اصل میں کنور مہتاب علی یہ مسئلہ تو سوفیصدی تمہاری ذات سے تعلق رکھتا ہے اور اس سلسلے میں آخری فیصلہ تمہارا ہی ہوگا بیٹھو ہاں جبار خان اب تفصیل بتاؤ۔" سرہدایت اللہ نے اپنے ملازم جبار خان سے کہا۔

"سر میں نے اس سلسلے میں مختلف یتیم خانوں سے رابطہ قائم کیا جس طرح کی بچی ہمیں درکار ہے، اتفاق کی بات ہے کہ کسی یتیم خانے میں اس طرح کی بچی دریافت نہیں ہوئی۔ وہاں زیادہ تر ایسے مفلوک الحال گھرانوں کے بچے ہیں جن کی شکل و صورت سے ان کے ماضی کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن سلیمی یتیم خانے کے منتظم اسحاق احمد نے مجھے ایک ایسے گھرانے کے بارے میں بتایا ہے کہ کسی زمانے میں بے حد خوشحال تھا۔ لیکن بعد میں عسرت کا شکار ہوگیا۔ دو میاں بیوی ہیں اور ایک بچی ہے، دونوں یتیم خانے پہنچے تھے اور

اس بچی کو یتیم خانے داخل کرانے کی درخواست کی تھی۔ عورت نے جھوٹ نہ بولتے ہوئی صاف صاف بتا دیا تھا کہ بچی ان کی اپنی ہے لیکن بیروزگاری کی بناء پر وہ اس کی پرورش نہیں کر سکتے۔ بات یتیم خانے کے اصولوں کے خلاف تھی اس لئے بچی کو یتیم خانے میں داخل نہیں کیا جا سکا لیکن یتیم خانے کا منتظم اسحاق احمد ان دونوں سے بہت متاثر تھا۔ میری بات پر اس نے چونک کر کہا کہ اگر میں چاہوں تو ان لوگوں سے رابطہ قائم کر سکتا ہوں۔

"بچی ہماری ضروریات کے مطابق ہے؟"

"جی سر۔ تقریباً............ حالانکہ میں نے اسے دیکھا نہیں ہے۔"

"پتہ نوٹ کرلائے ہو؟"

"جی سر............ معلومات کر کے ہی آیا ہوں۔"

"کیا خیال ہے کنور مہتاب علی؟"

"بات ٹھیک ہے ہم ان لوگوں کی مشکلات دور کریں گے اور بچی ان سے لے لیں گے۔"

"تو پھر مل لیا جائے ان لوگوں سے؟"

"ہاں، میں اسی سلسلے میں تم سے رجوع کرنا چاہتا تھا۔" سر ہدایت اللہ نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں جبار خان تم نے ان لوگوں کا پتہ لے لیا ہے۔"

"جی صاحب، ایک گندے سے علاقے کی کوئی پرانی سی بلڈنگ ہے، اس کے ایک فلیٹ میں وہ لوگ رہتے ہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ روانگی کی تیاریاں کرو۔"

"پہلے ایک ایک کپ چائے پی لی جائے اس کے بعد چلتے ہیں۔" سر ہدایت اللہ نے کہا اور کنور مہتاب علی تیار ہو گیا۔

صائمہ نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے گل کو دیکھتے ہوئے اسے عرشی کے حوالے کر دیا۔ معصوم بچی مسکراتی ہوئی عرشی سے جا لپٹی تھی۔ فضیلہ خالہ کی تو سسکیاں نہ رک پا رہی تھیں۔ عرشی بھی کچھ مغموم سی ہو گئی تھی صائمہ نے کہا۔

"سب تیرا کیا دھرا ہے۔ بلا وجہ ہم لوگوں کو ایک مشکل میں پھنسا دیا۔"

"یار سوری، تمہیں خود انداز ہے صائمہ کہ میرا کوئی قصور نہیں تھا، بس نجانے کیوں تقدیر نے اس کی زندگی کے تار ہم سے منسلک کر دیئے تھے۔ بہرحال میں تم سے اور فضیلہ خالہ سے شرمندہ ہوں۔ واقعی انسان، انسان سے محبت کرنے لگتا ہے چاہے اس سے اس کا کوئی تعلق ہو یا نہ ہو۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ اسے خود سے جدا کرتے ہوئے مجھے کس مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا، اچھا صائمہ چلتی ہوں۔ دیر ہو جائے گی ورنہ کچھ دیر اور رکتی تمہارے پاس۔"

"تو پھر اب کب ملاقات ہو گی؟"

"جب تقدیر تم تک لے آئے گی۔ فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتی۔" عرشی بچی کو چادر سے ڈھک کر نیچے اتر آئی اور پھر ٹیکسی کے انتظار میں نگاہیں دوڑانے لگی کچھ دیر کے بعد اسے ٹیکسی مل گئی اور اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو مطلوبہ جگہ کا پتا بتا دیا۔ گھر چھوڑ دیا تھا اس

نے، سرہدایت اللہ سے یہ کہہ کر آگئی تھی کہ اب شاید کچھ دن تک ان سے براہ راست ملاقات نہ کرسکے۔ اسے اپنا گروپ تشکیل دینا ہے۔ گھر والوں کا معاملہ اس نے سرہدایت اللہ پر ہی چھوڑ دیا تھا اور کہا تھا کہ ان سے وہ خود ہی نمٹ لیں بجائے اس کے کہ اسے کوئی دوسرا جھوٹ بولنا پڑے۔ سرہدایت اللہ نے البتہ اس کی تھوڑی سی مشکل آسان کر دی تھی۔ انہوں نے ٹرانسمیٹر کا ایک چھوٹا سیٹ اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا تھا۔

"بڑا نادر تحفہ ہے یہ تمہارے لئے اپنی نوعیت کا انتہائی انوکھا اور واحد............ لیکن اپنے پاس خصوصی طور پر چند ایکسٹرا سیل رکھنا' اس میں دو سیل لگتے ہیں جو تقریباً چار پانچ ماہ تک چل جاتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہماری اس مہم کا وقفہ اس سے زیادہ طویل ہوگا لیکن احتیاط اچھی چیز ہوتی ہے ہوسکتا ہے کسی وقت وہ سیل ضائع ہو جائیں۔"

"ڈیڈی اس کا حیطہ عمل کتنا ہے؟"

"یہی تو اس نایاب تحفے کی خصوصیت ہے اتنا چھوٹا ہونے کے باوجود یہ کافی وسعتوں میں کار آمد رہتا ہے اس کا ریسیور میں اپنے پاس ہی رکھوں گا اور تم اگر ذہین ہو اور صورت حال سے واقفیت رکھتی ہو تو تمہیں یہ اندازہ ہو جانا چاہیے کہ اس کا استعمال کس شکل میں مناسب ہوگا۔"

"آپ فکر نہ کیجئے گا' ہرچند کہ آپ نے مجھے کبھی اپنی مہمات میں شریک نہیں رکھا۔ لیکن اس وقت میں آپ کے لئے ایک ایسا محافظ ثابت ہوں گی کہ آپ ششدر رہ جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے عرشی حالانکہ میرے لئے اس سے زیادہ پریشان کن مرحلہ کوئی اور نہیں ہوگا کہ میں تمہارے بارے میں فکر مند رہوں' تم ایک بات ذہن نشین کرلو۔ روزانہ رات کو نو بجے تم مجھ سے رابطہ قائم کروگی' اگر کوئی دوسری ایمرجنسی ہو تو کسی بھی وقت ہم ایک دوسرے سے مخاطب ہو سکتے ہیں لیکن یہ وقت آج کے بعد سے طے شدہ ہے۔"

"اوکے ڈیڈی............" اور پھر عرشی نہایت خاموشی سے اپنے چند ضروری جوڑے اور دوسری ایسی اشیاء جن کی اسے ضرورت ہو سکتی تھی لے کر وہاں سے چل پڑی تھی۔ نادر شاہ نے اسے فلیٹ کے بارے میں بتادیا تھا چھوٹا سا گندہ سا فلیٹ تھا جو ایک انتہائی پسماندہ علاقے میں واقع تھا۔ اطراف میں معمولی درجے کے لوگ رہا کرتے تھے۔ نادر شاہ نے اپنے تمام انتظامات مکمل کرلئے تھے جبار خان سے بات ہو چکی تھی اور جبار خان کے ذریعے عرشی نے پانسہ پھینک دیا تھا۔ اسے علم ہوگیا تھا کہ جبار خان ان لوگوں کو آمادہ کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ بہرحال اس کے بعد نادر شاہ نے اپنی مہارت کا اظہار شروع کر دیا تھا۔ سب سے پہلے بچی پر میک اپ کیا گیا اس کے حسین گھنگھریالے سنہرے بال سیاہ کر دیئے گئے۔ ان کا وقفہ نادر شاہ نے چھ ماہ بتایا تھا اتنی صفائی سے یہ رنگ بدلا گیا تھا کہ گمان بھی نہیں ہوتا تھا کہ کبھی ان بالوں کا رنگ سنہرا ہوگا بھنوئیں وغیرہ بھی ہلکی ہلکی سیاہ کر دی گئی تھیں اور اس کے بعد بچی کے چہرے پر ایک نمایاں آزمایا گیا تھا جس سے اس کے دودھیا سفید رنگ میں ایک چمپئی سی آمیزش ہوگئی تھی۔ یہ اس قسم کی آمیزش تھی کہ جس طرح گورے چہرے دھوپ میں تپ کر ہلکی سی سانولاہٹ اختیار کر لیتے ہیں' لیکن ان کی دلکشی میں کوئی کمی نہیں ہوتی باقی خدوخال اسی مانند رہنے دیئے گئے تھے یہ پورا رنگ اس کے جسم کو بھی بخش دیا گیا تھا تاکہ کسی قسم کا شبہ نہ رہے سب سے زیادہ مہارت کا ثبوت نادر شاہ نے بچی کی پشت پر بنے ہوئے نیل کنٹھ کے نشان پر صرف کیا تھا۔ نجانے کیسے کیسے اسپرے استعمال کرکے اس نے نیل کنٹھ کے نشان کو بچی کی پشت سے بالکل غائب کر دیا تھا۔ عرشی نے یہ بھی کہا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں جب اس نشان کی ضرورت پیش آئے تو اس کا ملنا ہی مشکل ہو جائے جس پر نادر شاہ نے کہا تھا کہ اس کا تجربہ چاہو تو کرکے دیکھ سکتی ہو۔ ہم دوبارہ اس کے جسم کو وہی شکل دے دیں گے۔

"پھر ایک اور اسپرے بچی کی پشت پر استعمال کرنے سے نیل کنٹھ کا نشان بالکل واضح ہوگیا تھا تب عرشی نے پر اطمینان انداز میں گردن ہلائی اور نادر شاہ کو دوبارہ بچی کی پشت پر محنت کرنا پڑی۔ بچی بالکل تبدیل ہوگئی تھی۔ عرشی نے اس بات کا اعتراف کیا کہ

نادر شاہ میک اپ کے فن میں اپنا ثانی نہیں رکھتا اور اس کے بعد جب اس نے عرشی کا رنگ بدلا تو عرشی شرما کر ہنس پڑی۔"

"یہ کیا بنا دیا تم نے مجھے؟"

"ایک مفلوک الحال ماں۔ جو اپنی بچی کو صحیح طریقے سے پال بھی نہیں سکتی۔"

"نادر شاہ واقعی تم اپنے اس کمال میں نادر روزگار ہو۔ میں نے بھی بارہا اپنے چہرے پر میک اپ کیا ہے اور اس میں کامیابی بھی حاصل کی ہے لیکن تمہارا یہ فن بے مثال ہے۔"

"اصل میں عرشی محکمہ پولیس میں میری شمولیت صرف سطحی نہیں تھی۔ میرے اپنے ذہن میں بے شمار منصوبے تھے میں ایک ذہین ترین پولیس افسر کی مانند اپنا کام کرنا چاہتا تھا۔ مجرموں کی سرکوبی کے لئے صرف ایک روایتی شکل اختیار کرلینا کافی نہیں ہوتا۔ میں نے خصوصاً اس قسم کی بہت سی باتوں پر غور کیا ہے اور تمہیں اس وقت یقین آئے گا جب میں اپنے فنون کا مظاہرہ کروں گا۔ اس سلسلے میں ہم دونوں اس مہم کے لئے تیاریاں تو کر رہے ہیں لیکن تم یہ نہ سمجھنا کہ ہم صرف بچی کے محافظوں کی حیثیت ہی سے یہ سفر کریں گے۔ میں اور بھی بہت سے ایسے کام کروں گا جن کے بارے میں ابھی تمہیں بتانا مناسب نہیں سمجھتا۔"

"تو پھر تم میرے اس میک اپ کو مکمل سمجھتے ہو؟"

"تم بتاؤ۔"

"میں تو واقعی ششدر رہ گئی ہوں۔ تم نے جو ٹچز دیئے ہیں وہ ایک مصور ہی کا کمال ہوسکتے ہیں یہ لکیریں جو تم نے میرے چہرے پر نمودار کی ہیں غور و فکر اور پریشانی کی لکیریں ہیں عسرت اور بدحالی کی لکیریں ہیں میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ بڑے سے بڑا فن کار بھی اس فن کو نہیں پاسکتا۔"

"شکریہ اب تم اپنے اصل حلیئے میں آجاؤ جبار خان کسی بھی وقت ان لوگوں کو لے کر یہاں پہنچ سکتا ہے۔ میں ذرا اپنا انتظام کرلوں۔ عرشی نے گردن ہلادی اور اس کے بعد

ایک بند کمرے میں نادر شاہ اپنے آپ پر مصروف ہوگیا۔ عرشی فلیٹ کی مختلف چیزیں ادھر سے ادھر رکھنے لگی تھی بچی بانوں سے بنی ہوئی ایک چارپائی پر پڑی ہوئی مست انداز میں چھت کو دیکھ رہی تھی۔ اسے ان حالات کی بالکل پرواہ نہیں تھی کچھ دیر کے بعد جب نادر شاہ اس کمرے سے برآمد ہوا تو عرشی دھک سے رہ گئی۔ نادر شاہ کو اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔"

"نادر شاہ........"

"بس تمہارے لہجے میں مجھے میرے کمال کا جواب مل گیا۔"

"خدا کی قسم بے مثال' واقعی بے مثال۔" نادر شاہ نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی اور اس کے بعد وہ لوگ جبار خان کا انتظار کرنے لگے۔ ابھی ایک مشکل مرحلہ باقی تھا جس کے سرانجام پانے کے بعد ہی یہ فیصلہ کیا جاسکتا تھا کہ وہ اپنی کوششوں میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ فلیٹ کو بھی ایک پرانا ماحول دیا گیا تھا اور ایک نگاہ دیکھ کر اس کے مکینوں کی حیثیت کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔

"اوہ............نادر شاہ ایک اہم بات تم سے پوچھنا بھول گئی۔"

"پوچھو؟"

"ہمارے نام کیا ہیں؟ تم نے کوئی نام تو دیا ہوگا اسحاق احمد کو"

"ہاں یہ تو پوچھنا نہیں بھولیں بلکہ میں تمہیں بتانا بھول گیا' میرا نام سردار خاں ہے اور تم شمسہ ہو۔ میں نے س۔ ش کو یکجا رکھا ہے۔"

"اور یہ۔" عرشی نے گل کی طرف اشارہ کیا۔

"ہمارے آنگن کا پھول۔" نادر شاہ نے شرارت سے کہا۔

"کون؟"

"گل!" نادر شاہ بولا۔ اور عرشی ہنس پڑی۔

"ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں ٹھیک ہے مگر آنگن کہاں ہے؟"

"اس مہم سے نمٹ لیں، آنگن مہیا کرنا میرا کام ہے۔" یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ فلیٹ کے دروازے پر دستک سنائی دی اور دونوں چونک پڑے، نادر شاہ آہستہ سے بولا۔

"کیمرہ آن.............ہیروئن اندر........" عرشی مسکراتی ہوئی کمرے میں چلی گئی تھی۔

کنور مہتاب علی اور سرہدایت اللہ بوسیدہ فلیٹ کے دروازے پر رک گئے۔ جبار خاں نے دروازے پر دستک دی تھی۔ دوسری بار دستک دینے پر دروازہ کھل گیا۔ باہر جھانکنے والا ایک تنومند آدمی تھا۔ بہترین کسے ہوئے جسم کا مالک، لیکن پھٹے پرانے لباس میں ملبوس تھا۔ اس نے حیران نظروں سے انہیں دیکھا۔ پھر متحیرانہ لہجے میں بولا۔

"جی صاحب؟"

"ہمیں سردار خاں سے ملنا ہے۔"

"میرا ہی نام ہے صاحب۔"

"سردار خاں ہمیں تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ ہم اندر آنا چاہتے ہیں۔" ہدایت اللہ نے کہا۔

"آجایئے صاحب۔ مہمانوں کو کیسے منع کر سکتے ہیں۔ مگر آپ کو یہاں آکر افسوس ہوگا۔" سردار خاں نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا اور تینوں اندر داخل ہوگئے۔ سردار خاں نے آواز لگائی۔ "شمسہ۔ چارپائی لے آ.......... مہمان آئے ہیں۔"

"رہنے دو سردار خاں، کبھی کبھی زمین پر بیٹھنے میں بھی مزا آتا ہے۔ ایک گھریلو قسم کی چوپال معلوم ہوتی ہے۔" کنور مہتاب علی نے کہا اور سردار خاں گہری چمکدار آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگا.......... کنور مہتاب علی اور سرہدایت اللہ نے محسوس کیا تھا کہ وہ غیر

معمولی آدمی ہے' پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چہروں سے بھی بڑے آدمی معلوم ہوتے ہو صاحب' خاندانی لوگ' ورنہ اس جیسے گھروں میں داخل ہونے کے بعد تو چہرے کی لکیریں ہی بگڑ جاتی ہیں' بہرحال صاحب' چارپائی تو پیش کر سکتے ہیں' ہمیں اس سے محروم نہ کریں۔" اندرونی کمرے سے میلے کچیلے لباس میں ملبوس لیکن قدرت کے عطا کئے ہوئے دلکش خطوط سے آراستہ ایک عورت چارپائی کے ایک خانے میں ہاتھ ڈالے بغل میں دبائے باہر نکل آئی اور اس نے بیرونی حصے میں چارپائی ڈال دی۔ سردار خاں بولا۔

"بیٹھو صاحب' اس گھر میں کبھی ایسے لوگ بھی آئیں گے ہم نے نہیں سوچا تھا ورنہ کہیں نہ کہیں سے ایک چادر کا انتظام کر کے اس پر بچھانے کا بندوبست تو کیا ہی جاتا تھا۔" سر ہدایت اللہ اور کنور مہتاب علی بیٹھ گئے' جبار خاں سامنے ایک ایسی جگہ جا بیٹھا جو شاید کھونٹی تھی اور کبھی گھڑے رکھنے کے کام آتی ہوگی' لیکن اس وقت وہ گھڑوں سے خالی تھی' سردار خاں ان کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا پھر بولا۔

"صاحب آپ کی آمد نے ہمارے بدن کی رگیں کھینچ دی ہیں' اللہ کے واسطے ہمیں یہ بتا دو کہ ہمیں یہ عزت کیوں بخشی گئی ہے۔"

"سر ہدایت اللہ نے کہا۔ سردار خاں' کتنے پڑھے لکھے ہو؟"

"صاحب' ماں باپ کے ہاں جب اولاد پیدا ہوتی ہے تو وہ چاہے کوئی بھی حیثیت رکھتے ہوں ان کے دلوں میں یہی خواہش ہوتی ہے کہ اب یہ اولاد بڑی ہوگی' جوان ہوگی اور بہت بڑا آدمی بن جائے گی' صاحب یہ انسان کی فطرت ہے' ہم نے آٹھویں جماعت پاس کی ہے بس اس کے بعد آگے نہیں پڑھ سکے۔"

"اپنی گفتگو اور لہجے سے تم خاصے پڑھے لکھے آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"اپنی اوقات سے بڑھنے والی بات ہے صاحب ہمیشہ ایسے لوگوں سے دوستی کرنے کی کوشش کی جو پڑھے لکھے ہوں۔ کچھ لے ہی مرے ان سے۔"

"کیا کرتے تھے؟"

"فوج میں بھرتی ہو گئے تھے صاحب' لانس نائیک بن گئے تھے مگر تقدیر کو گوارا نہیں تھا' کچھ ایسا چکر چلا کہ ہمیں فوج سے نکال دیا گیا۔ اس کے بعد جگہ جگہ نوکری کرنے کی کوشش کرتے رہے' نوکری ملی اور چھوٹ گئی' اگر آپ کو یہ دیکھنا ہے صاحب کہ تقدیر کس طرح انسان کو بے بس کر دیتی ہے تو ہمیں دیکھ لیجئے' نصیبوں کی ماری یہ عورت جو ہمارے چچا کی بیٹی تھی اور جس کا پرسان حال کوئی نہیں تھا اور جس کے لئے چچا نے مرتے ہوئے ہم سے کہا تھا کہ اب تیرے سوا اس کا اور کوئی نہیں ہے ہماری بیوی بن گئی صاحب' اس کی حفاظت کرنے کا اور کوئی ذریعہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا تھا' اگر ہمارے پاس کچھ ہوتا تو ہم اسے کسی ایسے عزت دار کے حوالے کر دیتے جو محنت مزدوری سے کم از کم روٹی کما سکتا۔"

"تعجب کی بات ہے سردار خان' تم اچھے خاصے ذہین اور سمجھدار آدمی ہو کوئی کام کیوں نہیں کر سکے تم؟"

"کہا نا صاحب' تقدیر کے کھیل اگر دیکھنے ہوں تو ہماری شکل میں دیکھ لئے جائیں' بدنصیبی نے ایک بچی کا باپ بھی بنا دیا۔ اب آپ بتائیے صاحب کہ قدرت کے معاملات کو کون روک سکتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں اور بے شک ان کی بات سچ بھی ہے کہ اگر اولاد کو پالنے کی سکت نہ ہو تو اس کی پیدائش روکی جائے اور صاحب انسان ہر حال میں کسی کو کچھ نہ کچھ دینے کا خواہش مند ہوتا ہے' اس بدنصیب عورت سے اگر ماں بننے کا حق بھی چھین لیتے تو اس کی حق تلفیوں میں ایک اور حق تلفی کا اضافہ ہو جاتا۔"

"سردار خاں' ہمارے کچھ ایسے معاملات ہیں جن کے بارے میں ہم تم سے ایک لفظ بھی چھپانا مناسب نہیں سمجھتے' خاص طور پر تم سے ملاقات کے بعد ایسا کرنا ایک انتہائی ذلیل حرکت ہوئی۔ خیر' اصل میں ہوا یہ تھا کہ ہمیں ایک بچی کی ضرورت تھی' ایک ایسی بچی جو ہمارے لئے ایک بہت ہی انوکھی ضرورت ہے۔ ہم نے سوچا کہ کسی یتیم خانے سے رجوع کیا جائے اور وہاں سے ایسی بچی کے حصول کی کوشش کی جائے' ہم سلیمی یتیم خانے تک پہنچے وہاں ایک کارکن اسحاق احمد نے ہمیں تمہارا پتہ بتایا۔ معاف کرنا سردار خاں اگر

ہماری زبان سے کوئی ایسا لفظ ادا ہو جائے جو تمہیں برا لگے تو بس اسے نظر انداز کر دینا کیونکہ انسان انہی الفاظ میں اپنا مفہوم ادا کر سکتا ہے جو اس کے لئے مناسب ہوتے ہیں' اسحاق احمد نے ہمیں بتایا تھا کہ تم اپنی بچی کو اپنی زندگی ہی میں یتیم خانے کے حوالے کر دینا چاہتے ہو اور اس کے لئے تمہیں انکار کر دیا گیا تھا؟"

"جی صاحب' ہم ایسے ہی ماں باپ ہیں' اس بچی کی پرورش کے بارے میں ہم نے دور دور تک نظریں دوڑائیں اور پھر یہ فیصلہ کیا کہ ہم اس کے حقدار نہیں تھے' ہمیں اس پر قبضہ نہیں جمائے رکھنا چاہیے' صاحب کچھ اور تو نہیں کر سکتے تھے بس یہ سوچا کہ کسی ایسے خیراتی ادارے میں اس کی پرورش کرائیں جہاں بے شک یہ معاشرے میں کوئی مقام تو نہیں حاصل کر سکے گی' لیکن زندہ تو رہ سکے گی' ہم اس کا پیچھا کرتے رہیں گے' یہ جہاں بھی ہوگی دور دور سے اس کا جائزہ لیتے رہیں گے اور اسے اپنا سمجھتے رہیں' مگر صاحب تقدیر نے ہمیں یہ کھیل بھی کھیلنے نہیں دیا۔"

"ہم بچی کو دیکھ سکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں صاحب' دیکھ لیجئے' شمسہ! بچی کو لے آؤ....." میلی کچیلی عورت اندر گئی اور بچی کو کاندھے سے لگا کر باہر لے آئی' وہ سو رہی تھی' کنور مہتاب علی اور سر ہدایت اللہ نے اسے دیکھا اور ششدر رہ گئے' کنور مہتاب علی تو دیر تک بچی کا جائزہ لیتے رہے تھے' انہیں بہت عجیب سا محسوس ہو رہا تھا' اتنی خوبصورت' اتنی پیاری بچی' اس کے نقوش کافی حد تک اس بچی سے ملتے جلتے تھے جو کنور مہتاب علی کے پاس کافی وقت رہ چکی تھی' بس معمولی سا فرق تھا' بچی ایک نگاہ ہی میں انہیں بھاگئی تھی اور اس کا اندازہ کنور مہتاب علی کے چہرے سے ہی لگایا جا سکتا تھا' وہ حیران نگاہوں سے دیر تک بچی کو دیکھتے رہے تھے' پھر انہوں نے بچی کے ماں اور باپ کو دیکھا اور ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئے' دونوں ہی اچھی شکل وصورت کے مالک تھے' بس عسرت اور بے کسی کا شکار تھے' کنور مہتاب علی نے گردن ہلا کر کہا۔

"دیکھو سردار خان' ہماری جرات تم تک آنے کی اس لئے ہوئی ہے کہ ہمیں یتیم

خانے سے اس کا اشارہ ملا تھا اور اسی جرات کے تحت ہم تم سے بات کرنا چاہتے ہیں' کیا تم یہ بچی ہمیں دے سکتے ہو؟"

"حضور' جب میں اسے لاوارث کی حیثیت سے یتیم خانے کے حوالے کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا تو آپ کو دینے سے کیسے انکار کر سکتا ہوں؟ لیکن سرکار پہلے بھی آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ میں نے اور میری بیوی نے یہ سوچا تھا کہ کم از کم ہم اسے ایک نگاہ دیکھ سکیں گے' اپنا نہ کہیں گے' لیکن اس کا تعاقب تو کرتے رہیں گے' سرکار بچی آپ لے لیجئے لیکن کیا ہمیں اس کا موقع مل سکے گا۔" کنور مہتاب علی کسی سوچ میں ڈوب گیا' سر ہدایت اللہ بھی اس بات سے پریشان ہو گئے تھے دونوں ایک دوسرے کی شکل دیکھتے رہے' پھر کنور مہتاب علی نے کہا۔

"اصل میں اس بچی کو ساتھ لے کر ہم ایک طویل سفر کرنا چاہتے ہیں' ہم اس کی کہانی فوری طور پر تو تمہیں سنا نہیں سکتے' لیکن یوں سمجھ لو کہ ایک بچی گم ہو گئی تھی' ہمیں اس کی جگہ ایک ایسی بچی کی تلاش تھی جسے لے کر ہم صحرائے اعظم افریقہ کے خطرناک علاقوں کا سفر کریں' یہ سفر ایک خاص مقصد کے لئے ہے سردار خاں اور اس مقصد کے بارے میں ہم تمہیں نہیں بتا سکتے لیکن اس سفر کی تکمیل کے بعد اس بات کے قوی امکانات ہیں کہ بچی تمہیں خیر و عافیت کے ساتھ واپس کر دی جائے گی' ہم اس کا تحفظ اپنی زندگی سے زیادہ کریں گی' اس کا تم سے وعدہ کیا جا سکتا ہے' اس کے ساتھ ہمیں ایک طویل سفر طے کرنا ہوگا اور یوں سمجھ لو کہ ہم اسے دو مہینے سے لے کر چھ مہینے تک کے لئے تم سے حاصل کرنا چاہتے ہیں' اس دوران اگر تم صبر کر لو تو........." سردار خاں گردن جھکا کر خاموش ہو گیا' لیکن اس کی بیوی کی سسکیاں گونجنے لگی تھیں' وہ دوپٹہ چہرے پر رکھے ہوئے رو رہی تھی' کنور مہتاب علی اور سر ہدایت اللہ کا دل پگھل گیا' دونوں کے انداز میں کچھ پریشانی سی نظر آنے لگی تھی' سردار خاں نے کہا۔

"صاحب' اس بچی کے مستقبل کے لئے ہم آپ سے کوئی انکار نہیں کر سکتے' لیکن چھ ماہ کے اندر اس کی واپسی........"

"ہم تمہیں اس کا اتنا معقول معاوضہ ادا کریں گے سردار خاں کے بعد میں تم اس بچی کی پرورش نہایت بہتر انداز میں کرسکو گے۔ ویسے بھی ہم تمہارے لئے وہ سب کچھ ابھی سے کریں گے جس سے تمہیں ایک باعزت زندگی حاصل ہوسکے۔"

"نہیں صاحب' خدا کے لئے اتنی بڑی گالی نہ دیں' ہم نے بڑی چاہت سے اس کے پورے مستقبل کے بارے میں سوچا تھا' ہم تو یہ سمجھے تھے کہ آپ کسی اسے ضرورت کے لئے اسی گود لینا چاہتے ہیں جس سے اس کی زندگی بھی بن جائے' صاحب آپ صاحب اولاد ہیں تو یہ سوچ لیجئے کہ کیا اس اولاد کو فروخت کیا جاسکتا ہے جس کے لئے دن رات دعائیں مانگی جائیں؟ ہم اس کے بدلے آپ سے ایک پیسہ بھی نہیں لیں گے۔ ہم صبر کرنے کی کوشش کریں گے۔ نہیں صاحب آپ کو اللہ کا واسطہ ہمیں اس کے بدلے میں ایک پیسہ بھی دینے کی کوشش نہ کریں' ہم اس کے بدلے میں آپ سے کوئی مراعات بھی نہیں لیں گے' ہم کوئی نوکری قبول نہیں کریں گے صاحب' بالکل قبول نہیں کریں گے اس بچی کے بدلے..... آپ اسے اپنے ساتھ لے جائیے صاحب اور بس ہمیں اتنا اطمینان دلا دیجئے کہ جس حیثیت سے بھی اسے رکھیں گے اسے عزت کا مقام ملے گا' آپ اس کی پرورش انسان کی بچی کی حیثیت سے کریں گے اس کے علاوہ اس کے علاوہ........." سردار خاں کی آواز گلوگیر ہوگئی' سرہدایت اللہ نے پریشان نگاہوں سے کنور مہتاب علی کو دیکھا اور پھر اچانک انہوں نے کہا۔

"تم کچھ کرتے ہو سردار خاں؟"

"نہیں صاحب' یہی تو سب سے بڑی بدنصیبی ہے ہماری۔"

"کیا تم ہمارے ساتھ اس سفر پر آمادہ ہو سکتے ہو؟ تم جوان العمر اور تندرست و توانا آدمی ہو اور جیسا کہ تم نے کہا کہ فوج کے تربیت یافتہ بھی ہو' یقینی طور پر ہتھیاروں کا استعمال بھی جانتے ہوگے۔ اگر تم مناسب سمجھو تو ہمارے ساتھ اس سفر پر چلو' اپنی بیوی کو بھی ساتھ لینا چاہو تو لے سکتے ہو ہم تمہیں اس کا معقول معاوضہ دیں گے' جس وقت تک تم ہمارے ساتھ رہو گے اس وقت تک تمہاری تمام ذمے داریاں ہمارے سپرد اور بعد میں

جب بچی تمہارے حوالے کی جائے گی تو ممکن ہے سردار خاں ہم تمہیں اتنا سرمایہ دے دیں کہ تم پھر کسی تکلیف کا شکار نہ ہو۔" دونوں دوست اس بات پر ایک دوسرے سے متفق نظر آئے تھے۔ سردار خان کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا اس نے کہا۔

"صاحب بندوق ہمارے ہاتھ میں دے دو اگر آپ کا ایک بھی کارتوس خالی چلا جائے تو سردار خاں کو اتنے جوتے مارنا کہ اسے عزت دار ہونے کا بالکل احساس نہ رہے۔ صاحب اندھے کنوئیں میں کود جانے کی بات کرو تو سردار خاں کو انکار نہیں ہوگا اس کی بیوی بھی مشقتیں اٹھانے کی عادی ہے' شمسہ ہماری دست راست ہے صاحب اور اگر آپ کسی ایسے کام پر جانے کا ارادہ رکھتے ہو تو ہم آپ کو ایک بات اور بتائیں صاحب' شمسہ اس بچی کو سنبھالنے میں آپ کی پوری پوری مدد کرے گی۔ آپ میں سے کسی کو ذرہ برابر اس کے لئے پریشانی نہیں اٹھانی پڑے گی۔ اگر آپ اس بچی کو کوئی اور حیثیت دینا چاہتے ہو صاحب تو شمسہ کو اس کی نوکرانی کی حیثیت دے دینا' یہ کبھی منہ سے یہ بات نہیں کہے گی کہ وہ اس کی نوکرانی نہیں ہے' صاحب اگر ایسا کرلو تو آپ یہ سمجھ لو کہ ہماری زندگی میں ہمیں وہ سب کچھ مل جائے جو ہمیں کبھی نہیں ملا' ہم آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں صاحب اگر آپ چاہو تو ایسا کرو ہم نے آپ کو بتا دیا کہ ہمارا نشانہ کبھی خطا نہیں جاتا' آپ اگر کسی خاص مقصد کے تحت کہیں جانا چاہتے ہو صاحب یہ سمجھ لو سردار خان آپ کا ایک وفادار سپاہی ثابت ہوگا' ایک ایسا سپاہی جس کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا۔ صاحب پاؤں پکڑتے ہیں' آپ کے بچی آپ کے حوالے ہے آپ جانو اور آپ کا کام' لیکن اگر ایک ماں باپ کے دل کی دعائیں بھی لینا چاہتے ہو صاحب تو ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ہماری دعاؤں سے آپ کو آپ کے کام میں کامیابی حاصل ہوگی' آپ ایسا کرلو صاحب۔"

"سردار خاں' ہمیں ذرا مشورے کا موقع دو۔"

"میں باہر چلا جاتا ہوں صاحب۔ شمسہ آجا........"

"نہیں نہیں' تم اندر چلے جاؤ۔" کنور مہتاب نے کہا۔ سردار خاں اپنی بیوی کے بازو پر ہاتھ رکھ کر اسے اندر لے گیا اس نے دروازہ اندر سے بند کرلیا تھا۔ کنور مہتاب علی

نے کہا۔

"یار ہدایت اللہ' اس بچی کو دیکھ کر تو دل کی عجیب کیفیت ہوگئی ہے' بالکل ویسی ہی ہے جیسی بچی ہم نیل کنٹھ سے لائے تھے' مجھ سے زیادہ اور کون اس کے بارے میں کچھ کہہ سکتا ہے' معمولی فرق ہے اس میں لیکن' میں سمجھتا ہوں یہ فرق محسوس بھی نہیں کیا جاسکتا' اس کے ذریعہ ہم اس کام کو بخوبی سرانجام دے سکتے ہیں۔"

"سر ہدایت اللہ نے کہا۔" اگر تم مناسب سمجھتے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے' پر مہتاب علی ہمارا مقصد تو بالکل ہی مختلف ہے' بہرحال کچھ نہ کچھ کرلیا جائے گا اس سلسلے میں' میں سمجھتا ہوں ان دونوں کو ساتھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے ہدایت اللہ' یہ لوگ واقعی بڑے کار آمد ثابت ہو سکتے ہیں ہمارے لئے' ہم نے پہلے اس بات پر نہیں سوچا تھا' ہمارے ساتھ کوئی عورت تو ہوگی نہیں' بچی کو' اور ایک معصوم بچی کو سنبھالنے کا مسئلہ بھی تو ہے' ظاہر ہے ماں باپ کو چھوڑنے کے بعد کیا کہا جاسکتا ہے کہ اس کے لئے جینا بھی مشکل ہو جائے' اگر یہ ماں باپ اس کے ساتھ ہوتے ہیں تو تھوڑی سی مشکل ہمیں ضرور پیش آئے گی لیکن تم نے اس شخص کو بھی دیکھا' واقعی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ کہہ رہا ہے ویسا ہی ہے۔ تو کیا حرج ہے ایک یا دو افراد کا اضافہ' اس سے ہمیں آسانی کتنی ہو جائے گی' بچی کو سنبھالنے کا مسئلہ ہمارے لئے مشکل نہیں رہے گا۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے' میرا خیال ہے ہمیں ہاں کر دینی چاہیے۔"

"بالکل' بالکل ٹھیک ہے۔" سر ہدایت اللہ نے کہا۔ اصل میں اس کے ذہن میں یہ خیال تھا کہ اصل بچی تو بہرطور موجود ہے اور متعلقہ جگہ پہنچنے کے بعد اس کا مزید کوئی مشکل کام نہیں ہوگا' چنانچہ اس بچی کو اگر اس انداز میں ان دو افراد کے ساتھ رکھ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔" دونوں آمادہ ہوگئے اور اس کے بعد یہ خوشخبری سردار خاں کو بھی سنا دی گئی' سردار خاں نے ایک بار پھر کنور مہتاب علی کے پاؤں پکڑ لئے تھے۔

"صاحب' زندگی دینے والے اگر اس طرح گھروں تک پہنچ کر زندگی دیتے ہیں تو آج ہم دینے والے کی قدرت کے قائل ہوگئے۔ صاحب' آپ کا بہت بہت شکریہ' آپ دیکھ لیجئے آنے والا وقت آپ کو بتائے گا کہ ہم آپ کے کتنے جانثار ثابت ہوتے ہیں۔ صاحب زندگی تو ویسے ہی داؤ پر لگی ہوئی تھی ہم نہیں کہہ سکتے تھے کہ ہم ان مشکلات میں کب تک جی سکتے ہیں لیکن اب آپ نے جینے کا حق دے دیا ہے تو آپ دیکھیں گے صاحب کہ دلیری سے جئیں گے۔"

"ٹھیک ہے سردار خاں' کسی بھی طرح اپنے آپ کو ہم سے کمتر نہ سمجھنا۔ یہ ایک مہم ہے جس کے لئے ہمیں افریقہ کا سفر کرنا پڑے گا' سفر میں مشکلات بےشک پیش آئیں گی لیکن بہر طور پورا گروہ ہے۔ جو سب کا حال ہوگا وہ تمہارا۔ تمہیں اس کا بہترین معاوضہ دیا جائے گا۔"

"بس صاحب معاوضے کی بات بالکل مت کرو۔ آپ ہمیں آزما کر دیکھو' ہم آپ کے معیار پر پورے اتریں گے۔"

"تو پھر یوں کرو' یہ تھوڑے سے پیسے رکھ لو' ضرورتوں میں کام آئیں گے اور اپنے آپ کو باہر جانے کے لئے تیار کرلو' ہم تمہاری تصویریں وغیرہ حاصل کرلیں گے' یہ کام ہمارا اپنا ہے اس کے لئے تم فکر مند نہ ہو۔ تمہارے پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ حاصل کرلئے جائیں گے' بچی کو تم ہر طرح سے خوش رکھنے کی کوشش کرو اور اس بات پر اطمینان رکھو کہ ہم نہایت احتیاط کے ساتھ اسے واپس تمہارے حوالے کردیں گے۔"

"صاحب آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

"اچھا تو ہم چلتے ہیں' یہ رقم رکھ لو اور اب اسے بچی کا معاوضہ نہ سمجھنا بلکہ اپنی اس محنت کا معاوضہ سمجھنا جو تمہیں ہمارے ساتھ کرنی ہے۔"

"آپ بالکل فکر مت کریں صاحب۔"

"تمہارے لئے کپڑے وغیرہ ہم تیار کرالیں گے۔ روانگی کے انتظام دو تین دن کے اندر اندر ہو جانے ہیں' تم یہاں سے کہیں باہر نہ جانا بعد میں ہم تمہیں اپنے پاس ہی بلالیں

گے۔"

"جو حکم صاحب' میں اپنی خوشی کا اظہار آپ سے نہیں کر سکتا۔"

"بس بس' ٹھیک ہے دوست' تم اب ایک مہم جو کی حیثیت سے ہمارا ساتھ دو گے۔"

سرہدایت اللہ اور کنور مہتاب علی جب فلیٹ سے باہر نکلے تو بہت خوش نظر آرہے تھے' کنور مہتاب علی نے کہا۔

"ہدایت اللہ ایسا کام بن گیا ہے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے' اس سلسلے میں تقدیر نے ہمارا بڑا ساتھ دیا ہے' بس باقی سارے معاملات بعد میں دیکھنے کے ہیں' خدا کرے کوئی ایسا عمل ہو جائے کہ اس بچی کو نیل کنٹھ کے حوالے نہ کرنا پڑے۔"

"بہرحال یہ سب بعد کی باتیں ہیں' بعد میں سوچ لیں گے میں پوری طرح مطمئن ہوں۔" سرہدایت اللہ نے کہا اور وہ لوگ جبار خاں کے ساتھ واپس چل پڑے۔

ولیم آرنلڈ یقیناً" سادہ لوح انسان تھا' جن حالات سے گزرا تھا وہ بڑے سنسنی خیز تھے' لیکن مرزا نصیر بیگ سے جدا ہونے کے بعد اسے چکر آرہے تھے' جو منصوبہ اس کے سامنے لایا گیا تھا وہ اس کی زندگی کا سب سے سنہرا منصوبہ تھا۔ ہزار بار کوششیں کی تھیں کہ گریتھا گریشم کو مالی طور پر اتنے وسائل مہیا کردے کہ اسے اپنے خاندان سے جدا ہونے کا کوئی افسوس نہ رہے' حالانکہ گریتھا کا رویہ کبھی ایسا نہیں محسوس ہوا تھا جس سے یہ احساس ہو کہ ولیم آرنلڈ کی محبت میں گرفتار ہو کر اسے کسی نقصان کا افسوس ہوا ہے' وہ ہمیشہ ولیم کے ساتھ اپنی محبت میں پر جوش رہا کرتی تھی' یہ ولیم ہی کا احساس تھا جو اسے مضطرب رکھتا تھا' لیکن اسے کیا کرتا کہ ہر بار ناکامی مقدر بن جاتی تھی اور اپنے مقصد کے حصول میں وہ آج تک کامیاب نہیں ہو سکا تھا' حالانکہ اس پوری تفصیل کو سن کر اس کا رواں رواں فرط مسرت سے سرشار ہو گیا تھا' یہ ایک ایسا موقع تھا جس سے اگر فائدہ اٹھالیا جائے تو زندگی کی ہر وہ نعمت اسے مل سکتی ہے جسے اس نے عالم تصور میں دیکھا تھا' اصل مسئلہ نصیر بیگ کی شخصیت کا تھا' وہ جانتا تھا کہ یہ شاطر ایشیائی کسی بھی طور قابل اعتبار نہیں ہے' لیکن کیا کیا جاسکتا تھا' اس سے باقاعدہ دشمنی مول لے کر اپنے طور پر کارروائی کا آغاز بھی نہیں کر سکتا تھا اور پھر معاملات کچھ ایسی نوعیت کے تھے کہ مرزا نصیر بیگ کے بغیر قبیلہ نیل کنٹھ تک پہنچنا بھی ایک مشکل کام تھا جس کے بارے میں اس نے

اس سے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔ بہرحال گھر پہنچا گریتھا گریشم اس کے پہنچنے سے پہلے گھر پہنچ گئی تھی اور بے چینی سے اس کی منتظر تھی، فلیٹ کا دروازہ کھولتے ہی اس نے ولیم آرنلڈ پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔

"میں کہتی ہوں یہ سب کچھ کیا تھا، میری تو عقل حیران ہے، آخر وہ کون نامعقول لوگ تھے جو اس طرح مجھے تمہارا حوالہ دے کر لے گئے اور اس کے بعد نہایت عزت و احترام سے مجھے واپس میری جگہ پہنچا دیا؟ میں اس پورے ڈرامے کا مقصد نہیں سمجھ سکی ہوں۔"

ولیم آرنلڈ نے راستے ہی میں طے کر لیا تھا کہ گریتھا گریشم کو کم از کم یہ حقیقت نہیں بتائی جا سکتی۔ وہ ولیم کی زندگی کے لئے دنیا کی ہر نعمت پر لعنت بھیج دے گی اور اس مہم کی سب سے بڑی مخالف ہو گی چنانچہ اس نے پھیکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"اصل میں لوگوں کے مذاق کرنے کا اپنا ایک انداز ہوتا ہے، بعض لوگ مذاق میں حماقت کی حد تک پہنچ جاتے ہیں، یہ میرے کچھ ایسے ہی شناسا تھے جو جانتے تھے کہ میں اس کائنات میں سب سے زیادہ محبت تم سے کرتا ہوں۔ اور وہ میری اس محبت کو آزمانا چاہتے تھے، لیکن ایسے لوگوں سے میں ہمیشہ کنارہ کشی اختیار کر لیا کرتا ہوں جنہیں مذاق کا سلیقہ بھی نہ ہو۔ سوری ڈیئر کچھ احمقوں کی وجہ سے تمہیں بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا.........."

"لیکن وہ تھے کون.........."

"تھے تو مقامی ہی لیکن انہوں نے میرے ایک ایشیائی دوست کے ایماء پر یہ بھونڈا مذاق کیا تھا تم سے........"

"میں کہتی ہوں تمہیں انہیں سزا دینی چاہیے، یہ تو باقاعدہ اغواء ہو گیا۔ میں تو سمجھی تھی کہ اغواء کا یہ ڈرامہ میرے خاندان کے افراد کی سازش سے تیار کیا گیا ہے بہرحال میرا ذہن انہی کی جانب گیا تھا، کیونکہ وہ لوگ آج تک اس بات سے مطمئن نہیں ہو سکے کہ میں تمہارے ساتھ ایک خوشگوار زندگی بسر کر رہی ہوں۔"

"میں انہیں مطمئن کر کے رہوں گا گریتھا، یہ میری زندگی کا سب سے اہم مشن ہے۔"

"جب تم ایسی احمقانہ باتیں کرتے ہو تو مجھے غصہ آنے لگتا ہے، جس زندگی میں مجھے اطمینان حاصل ہے اس میں تم تبدیلی کرنے کے خواہش مند کیوں ہو؟"

"اپنے اطمینان کے لئے۔" ولیم آرنلڈ نے جواب دیا اور اس کے بعد وہ دنیا جہان کی باتوں میں کھو گیا، اس کے ذہن میں مسلسل کھلبلی مچی ہوئی تھی، وہ کسی ایسے لائحہ عمل تک پہنچ جانا چاہتا تھا جس کے تحت مرزا نصیر بیگ کے منصوبے میں خاطر خواہ انداز میں شریک ہو، حالانکہ وہ جانتا تھا کہ مرزا نصیر بیگ اس کے ذریعے ایسے لوگوں کا حصول چاہتا ہے جو اس مہم میں اس کے مددگار ہوں۔ ولیم آرنلڈ کے پاس ایسے بہت سے ساتھی تھے جو اس کے غلاموں کی حیثیت رکھتے تھے اور اس کے احکامات سے ذرہ برابر منحرف نہیں ہو سکتے تھے، لیکن بہرحال یہ ایک مشکل مرحلہ تھا، صحرائے اعظم افریقہ میں موجود خزانوں کی تلاش کے سلسلے میں وہ بہت سی فلمیں بھی دیکھ چکا تھا، بہت سے ناول بھی پڑھ چکا تھا لیکن خود آج تک ایسے کسی ڈرامے میں کردار ادا کرنے کا اسے موقع نہیں ملا تھا۔ البتہ اس کے بے شمار شناساؤں میں ایسے لوگ تھے جن کا تعلق افریقہ سے تھا دفعتاً وہ اچھل پڑا اسے، بیری لاٹ یاد آیا، پروفیسر بیری لاٹ جو انتہائی شریف النفس انسان تھا اور یہاں کسی چرچ میں پادری بننے کا خواہش مند تھا، اس نے اپنے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے ولیم آرنلڈ سے کہا تھا کہ اس کا تعلق افریقہ کے ایسے غیر مہذب قبیلے سے ہے جو آج تک درختوں اور جنگلوں میں زندگی گزار رہا ہے، لیکن اس نے اپنے طور پر وہاں سے نکل کر دنیا کے بارے میں جاننے کی کوشش کی اور اس میں کافی حد تک کامیابی حاصل کر لی۔ غرضیکہ بیری لاٹ کا خیال اس کے ذہن میں جم گیا۔ رات کو بیوی کی دلجوئی کرتے ہوئے بھی اس کے ذہن میں بیری لاٹ ہی کا تصور تھا اور گریتھا کئی بار اسے ٹوک چکی تھی کہ وہ کن خیالوں میں ڈوبا ہوا ہے۔ رات کو جب گریتھا گہری نیند سو گئی تو اس نے وہ تمام حاصل شدہ مواد اپنے سامنے پھیلا لیا اور لیمپ کی محدود روشنی میں اس کا بغور جائزہ لیتا

رہا' یہ تفصیلات چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں کہ کم از کم یہ غلط نہیں ہیں اور پھر ان تفصیلات سے متعلق وہ مرزا نصیر بیگ کے کہے ہوئے الفاظ کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ مرزا نصیر بیگ ہو سکتا ہے اس بار دوست ہی ہو اور اگر اس نے کسی قسم کی بد معاملگی کی کوشش کی تو پھر اس بار میں اسے قتل کرنے سے گریز نہیں کروں گا' بلکہ اگر ممکن ہو سکا تو اس سے پچھلی جعلسازی کا انتقام بھی لوں گا۔ وہ کیا سمجھتا ہے مجھے' اب اتنا احمق بھی نہیں ہوں۔ لیکن اس کے باوجود بیری لاٹ سے رابطہ قائم کرلینا زیادہ بہتر تھا' پروفیسر بیری لاٹ اسے اپنے فلیٹ پر ہی مل گیا' صبح ہی صبح کوئی بھی گھر سے نہیں نکل سکتا اور پھر وہ بھی ایک ایسا آدمی جو ایک ریٹائرڈ لائف گزار رہا ہو۔ البتہ پروفیسر بیری لاٹ نے بڑی پر سکون مسکراہٹ کے ساتھ اس کا استقبال کیا تھا اس نے کہا۔

''اتنی صبح جو شخص کسی کے پاس جاتا ہے اس کے بارے میں یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ یقیناً وہ کسی ایسی الجھن کا شکار ہے جو اسے رات کی بے خوابی کے بعد مطلوبہ جگہ لے آتی ہے۔ آؤ میرے دوست' میری نگاہوں میں تم بہت اچھے انسان ہو اپنی تمام برائیوں کے باوجود.......... سادہ لوح اور عموماً بے ضرر........''

''اصل میں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے مسٹر بیری لاٹ کہ میرا پس منظر گندا نہیں ہے' میں فطرتاً جرائم پیشہ نہیں ہوں مجھے تو ضد کرکے ان راستوں پر لے آیا گیا ہے اور اس ضد کی وجہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔''

''بیٹھو بیٹھو' میں تمہیں ایک خاص قسم کی چائے پیش کرتا ہوں جس کا تعلق کسی چائے کی کمپنی سے نہیں ہے بلکہ یہ میری دریافت ہے۔ اصل میں صحرائے اعظم میں رہنے والے لوگ ایسی جڑی بوٹیوں سے واقف ہو جاتے ہیں جو اگر مہذب دنیا کے علم میں آجائیں تو وہ ان سے بڑے فائدے اٹھا سکتی ہے' لیکن جڑی بوٹیوں کا اصول ہے کہ انہیں بے مقصد کہیں نہ پہنچایا جائے۔ تم تھوڑا سا انتظار کرو' میں تمہارے لئے قہوہ بناتا ہوں........'' اس میں کوئی شک نہیں کہ جو قہوہ بیری لاٹ نے ولیم آرنلڈ کو پیش کیا ذائقے میں بھی بے مثال تھا اور اس کے ساتھ ساتھ بیری لاٹ نے اسے اس کے

فوائد بھی بتائے تھے' پھر اس نے کہا۔

''میرا خیال ہے میں نے غلط موضوع کا آغاز کر دیا ہے۔ اب تم یہ بتاؤ کہ وہ کونسی الجھن تھی جو اتنی صبح تمہیں تمہارے گھر سے نکال لائی' جبکہ تم ایک شادی شدہ آدمی ہو؟''

''پروفیسر' میں آپ سے کچھ معلومات چاہتا ہوں۔''

''میں حاضر ہوں میرے بچے۔''

''کیا آپ نیل کنٹھ کے بارے میں جانتے ہیں؟'' ولیم آرنلڈ نے سوال کیا اور پروفیسر نے قہوے کے دو تین گھونٹ لے کر پیالی میز پر رکھ دی۔

''ہاں' یہ ایک پرندہ ہوتا ہے' لمبی اور سخت چونچ والا' اس کے سر پر تاج بھی ہوتا ہے اور یہ خوبصورت رنگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی چونچ اتنی تیز ہوتی ہے کہ درختوں کے تنوں میں با آسانی سوراخ کر لیتا ہے اور عموماً انہی سوراخوں میں پایا جاتا ہے۔''

''صحرائے اعظم میں کوئی ایسا قبیلہ ہے جو نیل کنٹھ کے نام سے منسوب ہو؟'' ولیم آرنلڈ نے سوال کیا اور بیری لاٹ کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا

''میری یادداشت اب اس قابل نہیں رہی ہے کہ ماضی کی کوئی بھی بات ایک لمحے میں مجھے یاد آجائے' لیکن کیا تمہارے لئے کوئی ایسی مشکل ہے جس کے بارے میں تم جاننا چاہتے ہو میرا مطلب ہے جس کے لئے تمہیں اس قبیلے کے بارے میں جاننا ضروری ہو؟''

''انتہائی اہم فادر! میں اصل میں آپ کو اپنے دل میں جو مقام دیتا ہوں آپ اسے اچھی طرح سمجھتے ہیں ہر چند کہ حکومت برطانیہ نے آپ کو کسی چرچ کے کسی پادری کی حیثیت نہیں دی اور یہاں وہ نسلی تعصب آڑے آتا ہے جسکے بارے میں برطانیہ میں موجود ایک بڑے طبقے کا خیال ہی کہ یہ بہتر نہیں ہے اور میں بھی انہی میں سے ایک ہوں اور ذہنی طور پر آپ کو اپنا روحانی باپ سمجھتا ہوں' یہ صرف الفاظ نہیں ہیں آپ کو میرے

عمل سے اس کا بخوبی اندازہ ہو چکا ہوگا۔"

"ہاں' اور تم جیسے پر نور دلوں کے مالک لوگوں کی وجہ سے ہی مجھے افریقہ چھوڑنے کا افسوس نہیں ہوتا۔ ٹھہرو' میرے پاس میری یاداشتوں کی مرتب کردہ ایک کتاب ہے جس میں مجھے معلومات حاصل ہوئی تھیں' تم جانتے ہو میرا تعلق اب بھی اپنی سر زمین سے ٹوٹا نہیں ہے اور جب بھی میں تمہاری اس مہذب دنیا سے اکتا جاتا ہوں اپنے علاقوں کا سفر کر کے روحانی سکون حاصل کرتا ہوں' بہرطور میں نے اپنی زندگی کے لئے ایک راستہ منتخب کیا تھا جس پہ چلتے ہوئے منزل تک تو نہیں پہنچ سکا' لیکن غیر مطمئن بھی نہیں ہوں' ذرا تھوڑا سا توقف کرو....." بیری لاٹ کی وہ کتاب انتہائی نفیس جلد میں مرصع ایک ڈائری کی صورت میں تھی جسے وہ کتاب کا نام دیتا تھا اور جس میں اس نے اپنی یاداشتیں جمع کی تھیں۔ پھر وہ بہت دیر تک اپنی یادداشتیں جمع کی تھیں۔ پھر وہ بہت دیر تک اپنی یادداشتوں میں گم رہا اور پھر ایک جگہ رک گیا اس کے منہ سے آہستہ سے نکلا۔

"نیل کنٹھ۔" ولیم آرنلڈ اچھل پڑا تھا اس کی متجسس نگاہیں بیری لاٹ کا جائزہ لے رہی تھیں' بیری لاٹ نے آہستہ آہستہ پڑھنا شروع کیا۔

"صحرائے اعظم افریقہ کے انتہائی اندرونی علاقوں میں' ایسے علاقوں میں جنہیں تاریخ کا حصہ نہیں بنایا جاسکتا بہت سے وحشی قبائل آباد ہیں۔ وہ آج بھی اپنی توہمات پسندی میں جی رہے ہیں اور قدرت انہیں کے خیال کے مطابق انہیں مطمئن رکھتی ہے' قبیلہ نیل کنٹھ بھی ایسے ہی قبیلوں میں سے ایک ہے' اس کا وچ ڈاکٹر یا روحانی پیشوا سائی تھول کہلاتا ہے اور وہاں طریقہ حکومت ان تمام پراسرار روایات کے ساتھ منسلک ہے جو افریقی روایات کا ایک حصہ کہی جاتی ہیں' وہاں پر جادو ٹونوں کا زور ہے اور وچ ڈاکٹر کے بے شمار ہرکارے وہاں کے لوگوں کا ہر قسم کا جسمانی اور روحانی علاج کرتے ہیں' سائی تھول کو سب پر فوقیت حاصل ہوتی ہے' حکومت ایک ایسی عورت کے قبضے میں ہوتی ہے جو سائی تھول کی پروردہ ہو اور اس کی زیر نگرانی پرورش پاچکی ہو چاہے اس کا تعلق قبیلے کے کسی بھی فرد سے ہو۔ صدیوں سے وہاں عورت ہی کی حکمرانی چلی آرہی ہے۔" بیری

لاٹ نے کتاب کا وہ باب دوسری بار پڑھا اور پھر درمیان میں انگلی رکھ کر اسے بند کرلیا۔

"بس اس سے زیادہ معلومات نیل کنٹھ کے بارے میں میری کتاب میں درج نہیں ہیں۔" ولیم آرنلڈ کے چہرے پر شدید جوش نظر آرہا تھا کم از کم اس بات کی تصدیق ہوگئی تھی کہ نیل کنٹھ نامی کوئی قبیلہ صحرائے اعظم کے انتہائی حصوں میں موجود ہے اور اس کی روایات کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا تھا' ان کی نشانیاں بھی مل رہی تھیں' تب اس نے پر جوش لہجے میں کہا۔

"میرے خیال میں فادر' یہ معلومات بھی میرے لئے بہت تسلی بخش ہیں۔"

"اگر تم مجھے یہ بتانا پسند کرو کہ یہ معلومات تمہیں کس سلسلے میں درکار ہیں تو ہو سکتا ہے میں اپنی معلومات کی بناء پر تمہیں کچھ اور آسانیاں فراہم کردوں۔ ولیم آرنلڈ چند لمحات تک سوچتا رہا اور پھر اس نے تمام تفصیلات بیری لاٹ کے سامنے رکھ دیں اور آہستہ سے بولا۔"

"اصل میں فادر میرا نقطہ نگاہ یہی رہا ہے کہ ایک بار' زندگی میں صرف ایک بار وہ مقام حاصل کرلوں جو میں نے اپنی بیوی سے چھین لیا ہے' درحقیقت اس کے علاوہ میرا اور کوئی نقطہ نظر نہیں ہے' میں قسمت آزمانا چاہتا ہوں' اس سلسلے میں میرے کچھ شناسا ایک مہم سرانجام دے رہے ہیں اور اس پر کام کرنا چاہتے ہیں جس کے لئے انہوں نے میری خدمات حاصل کی ہیں یہ ہے اصل معاملہ۔"

پروفیسر بیری لاٹ ان تمام دستاویزات کا مطالعہ کرتا رہا جو مرزا نصیر بیگ نے ولیم آرنلڈ کے حوالے کردی تھیں' کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"ہاں' اس بات کے سو فیصدی امکانات ہیں کہ اس قبیلے میں یا اس کے آس پاس اس قسم کے ذخائر موجود ہوں' اصل میں میری قوم بے حد معصوم ہے' زمانہ قدیم سے وہ اپنے طور پر زندگی گزارتی چلی آرہی ہے۔ میں نہیں سمجھتا ولیم آرنلڈ کہ ہم میں کون صحیح راستے پر ہے۔ وہ یا تمہاری اس مہذب دنیا کے لوگ جو تہذیب کے نام پر اپنے آپ کو اس قدر گرا چکے ہیں کہ اب ان کی ان گراوٹوں کے بارے میں تذکرہ کرتے ہوئے بھی

شرم آتی ہے' یہ سنہری دھات' سفید سونا یہ چمکتے ہوئے پتھر صحرائے اعظم کے ان علاقوں میں ایک بیکار چیز سمجھے جاتے ہیں اس سنہری دھات سے تو ہتھیار بھی نہیں بن سکتے لیکن تمہاری دنیا میں اسے سب سے طاقتور ہتھیار کی حیثیت حاصل ہے' چمکدار پتھر صرف تمہارے حسن و جمال کی زینت ہی تو بن سکتے ہیں' اس کے علاوہ ان کی کیا افادیت ہے' اگر تم ان کی یہ قیمت مقرر نہ کرتے تو یہ کائنات میں اسی طرح بے حقیقت ہوتے جس طرح دوسرے سنگ۔ میں آج بھی جب تجزیہ کرتا ہوں کہ صحرائے اعظم کے ویران علاقوں میں رہنے والے "وحشی قبائل صدیوں سے' بلکہ صدیاں کہنا حماقت کی بات ہے اس وقت سے جب سے زمین پر انسانیت کی نمود ہوئی ہے' اپنے علاقوں میں رہتے اور جیتے چلے آ رہے ہیں' ان پر قدرتی آفات نازل ہوتی ہیں وہ ان سے نمٹتے ہیں' ان کی نسلیں مسلسل بڑھتی رہی ہیں' اگر تہذیب کی عنایتیں ہی نسلوں کو پروان چڑھاتیں تو دنیا کے بے شمار خطوں میں رہنے والے غیر تہذیب یافتہ لوگ مٹ چکے ہوتے' ان کے نہ مٹنے سے اور ان کی نسلوں میں اضافے سے کم از کم اس بات کا ثبوت مل جاتا ہے کہ قدرت نے انسان کے لئے روئے زمین پر جو کچھ پیدا کیا ہے وہ اس کی بقاء کے لئے کافی ہے' اب یہ دوسری بات ہے کہ تم اس سے کنارہ کش ہو کر تسخیر کائنات کے چکر میں پڑ جاؤ۔ خلا میں سفر کرنے لگو یا سمندر کی گہرائیوں کو ٹٹولنے لگو۔ اس طرح زندگی کھونے کے سوا تم نے اور کیا حاصل کیا ہے؟ ان کے ہاں بھی کبھی کبھی قبیلوں میں چپقلش ہو جاتی ہے' جنگیں ہوتی ہیں لیکن نہایت محدود بنیاد پر جنگوں کے فیصلے ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد صدیوں کے لئے خاموشی طاری ہو جاتی ہے' تمہاری اس تہذیب کی دنیا میں ہر لمحہ انسان حالت جنگ میں رہتا ہے' اسے نجانے کیسے کیسے جنگی واقعات سے واسطہ پڑتا ہے' اس کی چپقلش کسی ایک ملک یا ایک سلطنت سے نہیں ہوتی بلکہ وہ تو اپنے گھر کی چار دیواری سے نکلنے کے بعد جگہ جگہ جنگ کرتا ہوا اپنی منزل تک پہنچتا اور گھر تک واپسی بھی اسی انداز میں ہوتی ہے' میں نہیں سمجھتا کہ چمکدار پتھروں اور سنہری دھات کی اس مملکت میں یا اس کے حصول کے بعد تم نے انسانیت کے لئے کوئی ایسے بیش بہا کارنامے سرانجام دیئے ہیں جنہیں

تمہاری تاریخ میں کوئی مقام حاصل ہو سکتا ہے' میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تم نے اپنے آپ کو اپنی ضرورتوں کا غلام بنالیا ہے' تم سائنسی ترقی کے نام پر جو ایجادات کر رہے ہو رفتہ رفتہ اس کے محتاج بنتے جا رہے ہو' تمہیں اس کی غلامی کے سوا اور کوئی کام نہیں رہ گیا' لمحہ لمحہ تم اس کی محتاجی کے شکار ہوگئے ہو جبکہ اس غیر تہذیب یافتہ دنیا میں رہنے والے صرف اپنی خوراک کے لئے سرگرداں رہتے ہیں اور بہرطور جیتے ہیں' خیر میں کوئی نصیحت نہیں کر رہا میں تو تمہیں یہ بتا رہا تھا کہ عجیب نہیں ہے کہ وہاں چمکدار پتھروں کے انبار ہوں' سنہری دھات کے ڈھیر ہوں جنہیں وہ لوگ بے حقیقت سمجھ کر پھینک دیا کرتے ہوں' تم اگر وہاں تک پہنچ جاؤ تو یقینی طور پر ان کے حصول میں ناکام نہیں رہو گے۔"

"فادر بیری لاٹ' آپ نے مجھے جینے کی راہ دکھائی ہے' بہرحال میں آپ کا ممنون ہوں۔"

"ایک منٹ' کیا تم لوگ' میرا مطلب ہے جن لوگوں سے تمہارا رابطہ ہے اس سلسلے میں آخری فیصلے کر چکے ہو کہ تمہیں وہاں جانا ہے؟"

"ہاں فادر' یہ سچ ہے۔"

"اور یہ بھی کہ تم ایک دوسرے پر مکمل اعتبار کرتے ہو؟"

"نہیں فادر' آپ نے ابھی جو کچھ کہا میں خلوص دل سے اسے تسلیم کرتا ہوں' ہم لوگ واقعی تہذیب کے نام پر اس قدر غیر مہذب ہو چکے ہیں کہ ہمارے درمیان اخلاقی قدروں کا فقدان ہو گیا ہے۔"

"خیر' میں نے جو کچھ کہا مجھے اس کا بھی افسوس ہے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ وہاں تک پہنچنے کے لئے تم کونسے راستے اختیار کرو گے؟"

"اس کے بارے میں مکمل تفصیل تو ابھی تک میرے علم میں نہیں آسکی ہے' لیکن کہا یہ جاتا ہے کہ ہمیں کانگو' غیبون یا انگولا کے راستے اس علاقے تک پہنچنا ہے۔" پروفیسر بیری لاٹ کسی سوچ میں گم ہو گیا پھر اس نے کہا۔

"میری رائے اس سے ذرا مختلف ہے اگر تم وہ راستے اختیار کرو گے تب بھی

تمہیں وسطی افریقہ کے شمال مغرب سے گزرنا ہوگا' انگولا' زائر' غیبون وغیرہ کے تمام راستے بالآخر ادھر سے ہی گزرتے ہیں' اس کے برعکس اگر تم براہ راست وسطی افریقہ کے دارالحکومت بینگوئی چلے جاؤ تو بینگوئی سے تمہیں سیدھا راستہ ملے گا اور وہاں سے پھر تم شمال مغرب کے راستے اپنا کر اپنا یہ سفر جاری رکھ سکتے ہو' جبکہ تمہیں دوسرے علاقوں میں جانے کے بعد کئی راستے بدلنا پڑیں گے اور وہ راستے زیادہ پر خطر اور دشوار گزار ہوسکتے ہیں۔"

"کیا یہ ممکن ہے پروفیسر کہ آپ مجھے ایسے راستے منتخب کرکے ان کا ایک نقشہ ترتیب دے دیں جن سے ہمارا یہ سفر زیادہ آسانیوں کا شکار ہو جائے۔"

"میں نہ صرف تمہیں وہ راستے منتخب کرکے دے دوں گا بلکہ ایک ایسا راستہ بتاؤں گا جہاں پہنچ کر تم بڑی آسانی حاصل کرسکتے ہو' میں تمہیں بگ بورڈل کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں جو افریقی نژاد ہے' لیکن بچپن سے لے کر ادھیڑ عمر کی زندگی تک اس نے امریکہ میں پرورش پائی اور زندگی پر لاتعداد تجربات کئے' بگ بورڈل بینگوئی سے شمال مغرب میں کافی اندر جانے کے بعد ایک ایسی جگہ اپنی مملکت قائم کئے ہوئے ہے جہاں سے اس کا واسطہ افریقہ کے اندرونی قبائل سے رہتا ہے' اصل میں اس کی زندگی کا بھی ایک مقصد ہے' وہ انہیں مہذب نہیں کرنا چاہتا لیکن ان کی ان مشکلات کا حل بننا چاہتا ہے جو انہیں غیر مہذب دنیا میں پیش آسکتی ہیں' طویل عرصے سے وہ وہاں مقیم ہے اور اس نے طویل عمری کا راز پالیا ہے' زیادہ تر اس کی زندگی تجربات ہی میں گزری ہے۔ میرا بہترین دوست ہے وہ' اگر تم وہاں پہنچ جاؤ تو یقینی طور پر وہ تمہاری بہت مدد کرسکتا ہے' میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔" نجانے کیوں ولیم آرنلڈ کو اپنا مستقبل تابناک نظر آنے لگا تھا اس نے کف افسوس ملتے ہوئے کہا۔

"آہ کاش........ کوئی اور ذریعہ ہوتا اس کا جس سے میں یہ معلومات حاصل کرسکتا اور کسی اور کا دست نگر نہ ہوتا' مجھے کیا معلوم تھا' مسٹر بیری لاٹ کہ آپ اس طرح میرے رہنما ثابت ہوں گے۔"

"دیکھو' پوری زندگی تجربات کی نذر کرنے کے بعد بالآخر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہمارا کوئی عمل ہم سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ یہ ڈور کہیں اور سے ہی ہلائی جاتی ہے اور ہم ڈور ہلانے والے کے تابع ہوتے ہیں' تم کبھی یہ نہ سوچو کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا' بلکہ یہ ہونا چاہیے کہ جو ہوا ہے وہی سب سے مناسب ہے میری ان نصیحتوں کو ذہن میں رکھنا' ہاں بگ بورڈل تک پہنچنے کے لئے تمہیں بینگوئی سے جو راستے اختیار کرنے ہیں میں تمہیں ان کا نقشہ بنا کردوں گا اور ان تمام جگہوں کی نشاندہی کروں گا جہاں سے تمہیں سفر کرنا ہوگا' میں مجبور ہوں ورنہ اس مہم میں تمہاری بہتر زندگی کے لئے تمہارا ساتھی بننے سے بھی دریغ نہ کرتا۔" ولیم آرنلڈ نے ممنون لہجے میں کہا۔

"فادر! لوگ آپ کو کسی چرچ کا پادر بنانے پر آمادہ ہوں یا نہ ہوں' لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں جب بھی کسی مشکل کا شکار ہوتا ہوں تو اپنی تمام دلی واردات آپ کے سامنے لا رکھتا ہوں اور میں نے ہمیشہ یہی محسوس کیا ہے کہ مجھے بہتر رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔"

"میری محبت تمہارے ساتھ ہے۔" بیری لاٹ نے پر خلوص لہجے میں کہا اور پھر ولیم آرنلڈ اس سے یہ وعدہ لے کر اٹھ گیا کہ وہ بہت جلد وہ نقشے اس کے حوالے کردے گا۔

جب وہ بیری لاٹ کے گھر سے اٹھا تو اس کے دل میں خوشی کا طوفان رقصاں تھا' اس بار شاید تقدیر اس کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو ہی گئی تھی' لیکن بدبخت نصیر بیگ قابل اعتبار نہیں تھا۔ اپنے گھر تک کے سفر کے دوران ولیم آرنلڈ نے سوچا کہ لوگ اسے بیوقوف اور جذباتی کہتے ہیں' اس بار اپنی سرشت تبدیل کرکے دیکھنا چاہیے ہوسکتا ہے ان میں سے کسی کا کہنا درست ہی ہو' اپنی پرجوش اور جذباتی فطرت کی بناء پر میں نے ہمیشہ نقصان اٹھایا ہے' لیکن اس بار لوگ مجھے نقصان پہنچانے والوں میں دیکھیں گے' اس کے چہرے کی لکیروں میں نمایاں تبدیلی رونما ہوگئی تھی۔

”سرہدایت اللہ اپنے منصوبے کی کامیابی سے بہت خوش تھے لیکن رہ رہ کر عرشی کا خیال آجاتا تھا۔ وہ بہت بڑا رسک لے بیٹھے تھے لیکن اب یہ محسوس کر رہے تھے کہ انہوں نے عرشی کو اتنا زیادہ سر چڑھا کر واقعی انہوں نے غلطی کی ہے۔ ان کی تمام ناز برادریاں اپنی جگہ لیکن اپنی ضد کے بھی کچھ معیار ہوتے ہیں۔ جان بوجھ کر اتنی خطرناک مہم میں جھونک دینا سمجھداری کی بات نہیں تھی ہرچند کہ اب تک عرشی کے جو روپ دیکھے تھے وہ بڑے اطمینان بخش تھے لیکن پھر بھی لڑکی تھی' نوجوان تھی' اور پھر جو لوگ مہمات میں شریک ہوتے ہیں ان کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے کہ کس قسم کے لوگ ہوں۔ واقعی بڑی حماقت ہوگئی ہے لیکن صورتحال ایسی تھی کہ روکنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا خاص طور سے بچی کو اس کے قبضے سے نکال لینا آسان بات نہیں تھی' دیوانگی کی حد تک ضدی تھی۔ اگر ضد پر اڑ جاتی تو سارا کیا دھرا چوپٹ ہو جاتا۔ بہرحال اس سلسلے میں خاصے پریشان تھے لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا' تن بہ تقدیر ہوگئے تھے حالانکہ گھر والوں سے تذکرہ کرتے تو ذلیل و خوار ہو جاتے۔ اماں بی تو جوتی ہی اتار لیتیں پاؤں سے' وہ خود سرہدایت اللہ کی مہم جوئی سے عاجز آئی ہوئی تھیں' بیٹی اور وہ بھی نوجوان اور خوبصورت بیٹی کو اس طرح کی مہم پر روانہ کر دینے کا تصور بھی مضحکہ خیز ہی کہلاتا' بہرحال یہ ساری باتیں دل میں رکھ سکتے تھے اس کا تذکرہ تو کسی سے کیا بھی نہیں جاسکتا تھا۔ دو وجوہات تھیں۔ پہلی تو یہ کہ

اصل میں بچی اس کے پاس تھی اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس نے جس طرح بچی کو حاصل کیا تھا اور اس کے لئے جو الجھنیں برداشت کیں تھیں اس کے بعد اس پر کسی بھی انداز میں حق نہیں جتایا جاسکتا تھا۔ دوسری یہ کہ صورتحال ہی ایسی ہوگئی تھی کہ کچھ بھی نہیں کرسکتے تھے۔ غرضیکہ اپنا تردد اپنے دل میں ہی چھپائے ہوئے تھے۔ مائیکل بائر' لارک اینجلو اور ریٹا ہاروے اپنے طور پر مستعدی سے ہر کام کر رہے تھے وہ ہر طرح سے سرہدایت اللہ سے تعاون کر رہے اور انہوں نے اپنے طور پر ان معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ ویسے یہ لوگ سرہدایت اللہ کے انتہائی قابل اعتماد دوست تھے' کارکردگی میں بے مثال' مہم جوئی میں بڑا نام رکھنے والے' کنور مہتاب علی بھی ان سے متفق تھے اور اس سلسلے میں کوئی بات متنازعہ نہیں تھی لیکن یہ نہایت دلچسپ تھا کہ ایک جانب تو عرشی ہدایت اللہ ایک گروپ کے ساتھ خفیہ طور پر سرہدایت اللہ کے ساتھ چل رہی تھی دوسری جانب فیروز نے اپنا پینل تیار کرلیا تھا اور ان کے ساتھ ہی روانہ ہونے کو تیار تھا۔ طے یہ ہوا تھا کہ آج سے چوتھے روز انگولا روانگی کے لئے رخت سفر باندھ لیا جائے گا۔ تیاریاں تقریباً مکمل ہوگئیں تھیں۔ بس چھوٹے چھوٹے معاملات تھے جن کی تیاریاں کرنی تھیں چنانچہ ایک جانب تو کنور مہتاب علی نے فیروز سے رابطہ قائم کرکے کہا کہ انگولا روانہ ہو جائے۔ فیروز کے لئے مالی طور پر تمام انتظامات کر دیئے گئے تھے' کنور مہتاب علی نے اپنی معلومات کے مطابق اسے انگولا کی تفصیلات بھی فراہم کر دی تھیں اور فیروز نے کہا تھا کہ وہ مطمئن رہیں واپسی سے پہلے انہیں اپنی روانگی کی اطلاع دے گا۔

دوسری جانب سرہدایت اللہ نے عرشی سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا۔

”تمہاری تیاریاں کہاں تک مکمل ہیں؟“

”بالکل مکمل ہیں ڈیڈی' آپ کی طرف سے اشارہ ملتے ہی بس میں اڑن چھو ہو جاؤں گی۔“

”عرشی بیٹی میں نے تمہاری خواہش کے مطابق تمہیں اس بار مہم جوئی کا پورا پورا موقع دیا ہے اور تمہاری ضد کی وجہ سے تمہیں ایک الگ گروپ قائم کرنے کی اجازت

دے دی ہے لیکن کم از کم مجھے اپنے گروپ کے بارے میں تو کچھ بتا دو' کیا اس میں لڑکی کی حیثیت سے تنہا تم ہی ہو؟"

"نہیں ڈیڈی ایک اور خاتون بھی ہیں۔"

"یہ اچھی بات ہے۔ کیا وہ کوئی باقاعدہ مہم جو خاتون ہیں؟"

"جی ڈیڈی ایک ایسا نام ہے جو اگر میں آپ کے سامنے لے دوں تو آپ بڑے اطمینان کلاظہار کریں گے۔"

"تو پلیز مجھے بتا دو۔"

"نہیں ڈیڈی' آپ بار بار پٹڑی سے اتر جاتے ہیں۔ یہ تو ہمارے درمیان طے ہو چکا ہے کہ اپنے گروپ کے بارے میں ہم کچھ نہیں بتائیں گے۔"

"اور کتنے افراد ہیں؟"

"ڈیڈی کافی افراد ہیں آپ بالکل مطمئن رہیں۔ سب کے سب نہایت تجربہ کار اور اعلیٰ قسم کے مہم جو ہیں میں نے گھٹیا لوگوں کا انتخاب نہیں کیا۔"

"تو تم مجھے ان کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی۔"

"سوری ڈیڈی یہ سوال تو اصولی طور پر آپ کو کرنا ہی نہیں چاہیے۔"

"خیر' تمہیں یہ ہدایت تو کر سکتا ہوں کہ روانگی کے لئے تیار ہو جاؤ ہم تو چار روز کے بعد انگولا کے لئے چل پڑیں گے تمہیں ہم سے پہلے انگولا پہنچ جانا چاہیے تاکہ کسی قسم کا کوئی شبہ قائم نہ رہے' بچی خیریت سے ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہے۔ خوش بھی ہے اور چونچال بھی۔"

"اس کی صحت کا خاص طور سے خیال رکھنا اور کوشش کرنا کہ اس کی پشت پر موجود نیل کنٹھ کا نشان کسی نہ کسی طور پر چھپائے رکھو۔"

"چلئے آپ ایک بزرگ کی حیثیت سے یہ ہدایت دے رہے ہیں تو سنے لیتی ہوں ورنہ اس سلسلے میں جو ذمہ داریاں میں نے قبول کیں ہیں انہیں پورا کرنے کے لئے میں پوری طرح محتاط ہوں۔"

"تمہیں انگولا کے دارالحکومت روانڈا پہنچنا ہے' روانڈا میں چھوٹے چھوٹے بوٹسو ہوتے ہیں یہ بوٹسو سرائے کی قسم کے ہوتے ہیں لیکن ہمارے ہاں کی سرائے سے بہت زیادہ مختلف' ان میں زندگی کی سہولتیں مہیا ہوتی ہیں لیکن یہ مکانات ہی میں بنائے گئے ہوتے ہیں اور ان میں زیادہ وسعت نہیں ہوتی۔"

"جی ڈیڈی۔"

"انگولا کی کرنسی کو انزا کی ضرورت اگر تمہیں ہے تو اس کا بندوبست کیا جاسکتا ہے۔"

"نہیں ڈیڈی اپنا اپنا کام خود کیا جائے گا' بالکل بے فکر رہیں۔"

"ہوں.......... تو کوانزا کا بندوبست رکھنا' کسی بوٹسو میں ٹھہرجانا اور اپنے آپ کا پورا پورا خیال رکھنا۔"

"جی آپ بالکل بے فکر رہیں۔"

"تم کب روانہ ہو گی؟"

"کیا روانگی سے پہلے میں آپ کو اطلاع دوں؟"

"اگر کوئی حرج نہ ہو تو۔"

"میرا خیال ہے رہنے دیجئے ڈیڈی' میں آپ سے انگولا ہی میں ملاقات کروں گی۔ بلکہ ملاقات نہیں' ہم لوگ اس وقت تک ٹرانسمیٹر پر ہی ایک دوسرے کو مخاطب کریں گے جب تک کوئی بہت ہی اہم مسئلہ درمیان میں نہ آجائے۔"

"اوکے.......... اوکے.......... تمہاری ضدی فطرت سے تو میں تنگ آگیا ہوں۔"

"نہیں ڈیڈی ایک بار چانس دیجئے اگر ناکام رہوں یا آپ کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑے تو پھر آپ کو حق حاصل ہے کہ آئندہ مجھے اس قسم کی آزادی نہ دی جائے۔" سرہدایت اللہ نے دل ہی دل میں کہا کہ "خدا تجھے تیری اس پہلی مہم میں ہر طرح سے محفوظ رکھے اور اپنی پناہ عطا کرے۔" بس اس سے زیادہ گفتگو مناسب نہیں سمجھی گئی پھر یہ سلسلہ منقطع ہو گیا کیونکہ بہت دیر تک دوستوں سے دور رہنا بھی ممکن نہیں تھا۔ سب کے سب

اس روانگی کے سلسلے میں مستعد تھے اور ہر لمحہ ایک دوسرے سے ہدایات لے رہے تھے۔ سردار خان اور اس کی بیوی شمسہ اور بچی کے لئے ہر طرح کے انتظامات کرلئے گئے تھے۔ ان دو افراد کے اضافے پر کسی کو اعتراض نہیں ہوا تھا۔ بعد میں مائیکل بائر‘ لارک اینجلو اور ریٹا ہاروے کو بھی ان دونوں کے سلسلے میں اعتماد میں لے لیا گیا تھا اور ایک بار ان کے فلیٹ پر جاکر ان سے ملاقات بھی کرادی گئی تھی۔ ریٹا ہاروے خاص طور سے ان دونوں سے اور بچی سے بہت متاثر ہوئی تھی‘ بعد میں اس نے مائیکل بائر سے کہا۔

”مائیکل‘ میرے خیال میں انسانی نقطہ نگاہ سے یہ ایک ظالمانہ فعل ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”ہم ایک ایسے جوڑے کو ساتھ لے رہے ہیں جو مہم جوئی سے بالکل واقف نہیں ہے اس کی بچی ہر لمحہ خطرے میں رہے گی۔ تم کیا سمجھتے ہو‘ کیا راستے میں ہمیں اس کے سلسلے میں مشکلات نہیں پیش آسکتیں؟ اور فرض کرو ان مشکلات سے بچ کر ہم وہاں پہنچ بھی گئے تو کیا اس بچی کو ہمیں قبیلے کے سائی تھول کے حوالے نہیں کرنا پڑے گا؟ ہرچند کہ یہ سائی تھول کو دھوکہ دے کر اپنا مفاد حاصل کرنے والی بات ہے لیکن بنیادی طور پر یہ سوچو کہ یہ کس قدر ظالمانہ فعل ہے۔ کیا اس کے بعد سائی تھول اس بچی کو ان کے حوالے کردے گا؟ نیز یہ کہ اگر وہاں یہ انکشاف ہوگیا کہ بچی نقلی ہے تو کیا وہ جنگلی لوگ بچی کو زندہ چھوڑ دیں گے؟“ مائیکل بائر نے لارک اینجلو کو دیکھا اور لارک اینجلو پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر بولا۔

”اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانی نقطہ نگاہ سے یہ غلط ہے لیکن ہم کیا کرسکتے ہیں اس کی ذمہ داری تو سرہدایت اللہ نے قبول کی ہے۔“

”انسان اپنی ذات کے لئے دوسروں کو کس طرح استعمال کرلیتا ہے!! بہرحال میں تو پوری کوشش یہ کروں گی کہ اس بچی کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔“

”ہم میں سے ہر شخص یہی کوشش کرے گا“ مائیکل بائر نے کہا اور ریٹا ہاروے پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگی اس نے اپنے ذہن میں کوئی منصوبہ بنایا تھا جس کے

اثرات اس کے چہرے سے جھلک رہے تھے۔ غرضیکہ یہ تیاریاں مکمل ہوگئیں فیروز نے ایئرپورٹ سے کنور مہتاب علی سے رابطہ قائم کیا تھا اور بتایا تھا کہ وہ اپنے گروپ کے ساتھ روانہ ہو رہا ہے اور اب اس کی ملاقات انگولا میں ہی کنور مہتاب علی سے ہوگی۔ مہتاب علی نے اسے کچھ رسمی ہدایات دیں اور اس کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ سردار خان اور اس کی بیوی شمسہ سے بھی مسلسل رابطہ رہا تھا دونوں پوری دیانت داری کے ساتھ سرہدایت اللہ وغیرہ سے تعاون کر رہے تھے۔ بچی کو ایک مناسب حیثیت دے دی گئی تھی فی الحال یہ ضروری نہیں سمجھا گیا تھا کہ اس کی پشت پر نیل کنٹھ کا نشان کندہ کرایا جائے‘ یہ سب بعد کا کام تھا اگر پہلے سے وہ یہ سب کچھ کرلیتے تو بچی کے لئے زیادہ خطرات لاحق ہو سکتے تھے۔ بالآخر تمام کام مکمل ہوگئے‘ کنور مہتاب علی کو ایک بار پھر مہتاب پور جانا پڑا‘ جانتا تھا کہ عالم آراء اس سے بہتر سلوک نہیں کرے گی‘ بچیاں اس سلسلے میں باپ سے مخالفت رکھتی تھیں لیکن بہرحال یہ بھی کہہ چکا تھا وہ کہ یہ اس کی زندگی کی آخری مہم ہے۔ اور حیران کن طریقے سے اس نے عالم آراء کا رویہ بہتر پایا تھا۔ اس نے اسے دعائیں دیتے ہوئے کہا تھا۔

”نہیں کنور مہتاب علی‘ زندگی میں انسان بہت سی چیزوں کا عادی ہو جاتا ہے۔ یہ الفاظ کہہ کر تم مجھے برے خیالات میں مبتلا نہ کرو۔ تم دس بار مہمات پر جاؤ میری دعا ہے کہ خدا تمہیں زندگی عطا کرے۔“

تمام معاملات سے فارغ ہونے کے بعد بالآخر یہ لوگ چل پڑے‘ بیچاری سیدھی سادھی اماں بی اور ناظمہ بیگم کو بالکل اندازہ نہیں تھا کہ عرشی اس دوران کہاں گئی؟ بہرحال سرہدایت اللہ نے انہیں اطمینان دلا دیا تھا کہ وہ ایک اہم کام کے سلسلے میں نکلی ہے چنانچہ ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے جس کے لئے پریشان ہوا جائے۔ غرضیکہ وہ وقت آگیا جب انہیں انگولا روانہ ہونا تھا اور اس کے بعد اس پراسرار اور انوکھی مہم کا آغاز ہوگیا۔

درحقیقت اس بار ولیم آرنلڈ اپنی پچھلی تمام غلطیوں کا ازالہ کر دینا چاہتا تھا‘ جس میں اس نے کبھی کچھ نہیں پایا تھا۔ گریتھا گریشم کو بھی اس نے تمام صورت حال سے آگاہ نہیں کیا تھا البتہ ذہنی طور پر اسے اس کے لئے تیار کرلیا تھا کہ وہ کچھ عرصے کے لئے اسکاٹ لینڈ یارڈ چلی جائے جہاں اس کی سب سے گہری دوست مارتھا رہتی تھی۔ اپنی گھریلو زندگی سے الگ ہونے کے بعد گریتھا گریشم کو بہت سی محرومیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ شاہی خاندان کی فرد ہونے کی حیثیت سے اس کے تعلقات ایسے بڑے بڑے لوگوں سے تھے جو شاہی خاندان کے معیار کی حیثیت رکھتے تھے‘ لیکن اس علیحدگی کے بعد وہ محدود ہوگئی تھی ہاں چند ایسے افراد بے شک تھے جو محبت برائے محبت کرتے تھے اور انہی میں گریتھا کی دوست بھی شامل تھی جو اسکاٹ لینڈ یارڈ میں ایک اعلیٰ خاندان کے شخص سے شادی کرنے کے بعد وہیں قیام پذیر ہوگئی تھی اور ریتھا اکثر اس کے پاس چلی جاتی تھی۔ ولیم آرنلڈ نے اس بار بھی گریتھا کو وہاں جانے کا مشورہ دیا اور اس بار اس نے گریتھا کو وہاں جانے کے لئے تیار کرلیا۔ اس بار البتہ اس نے گریتھا سے بڑے بڑے وعدے نہیں کئے تھے بلکہ بہت نارمل انداز میں اس سے گفتگو کرکے کہہ دیا تھا کہ وہ ایک اہم کام میں مصروف ہے۔ گریتھا میں یہ خوبی تھی کہ جس بات کو جتنے مختصر انداز میں کہا جائے وہ اسے اتنے ہی مختصر انداز میں قبول کرلیا کرتی تھی۔ بہرحال ولیم آرنلڈ اس بار اپنی تمام تر ذہانتوں کو بروئے کار

لا رہا تھا اور اس نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ جو لوگ اسے احمق سمجھتے ہیں اس بار انہیں اپنے خیالات کی تردید کرنی پڑے گی۔ پھر تقدیر یوں بھی ساتھ دے رہی تھی کہ پروفیسر بیری لاٹ نے اسے جو کچھ ذہن نشین کرایا تھا وہ بہت شاندار تھا۔ نصیر بیگ کو قائل کرتے ہوئے ولیم آرنلڈ نے کہا۔

”میرے دوست‘ میں ماضی کی تمام تلخیاں بھول گیا ہوں اور اس بار چونکہ صورت حال بالکل ہی انوکھی اور نئی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ بھرپور تعاون کرو اور اپنے آپ کو صرف اس مہم کا لیڈر نہ سمجھو‘ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمام تر خلوص کے ساتھ تمہیں اس مشن میں کامیابی سے ہمکنار کروں گا کیونکہ میں نے اپنے طور پر بھی اس سلسلے میں معلومات حاصل کی ہیں۔ نصیر بیگ نے بغور اسے دیکھتے ہوئے کہا۔“

”کیا معلومات حاصل کی ہیں ولیم؟“

”ہمیں قبیلہ نیل کنٹھ پہنچنا ہے۔“

”ہاں۔“

”اور اس کے لئے جو راستے بقول تمہارے تم نے پہلے اختیار کئے‘ وہ انگولا‘ زائر اور غیبون کے راستے تھے۔“

”بے شک۔“

”اور ان کے شمال مغرب سے گزر کر تم بالا خر اپنی منزل کی تلاش میں چلے تھے۔“

”ہاں۔“

”کیا تم اس بات کا پوری طرح تجزیہ کرسکتے ہو نصیر بیگ کہ جن راستوں سے تم نے سفر کیا تھا وہ جغرافیائی لحاظ سے کون سے راستے تھی؟“

”یہی تو سب سے تکلیف دہ بات ہے۔ ہم اپنے سفر کے دوران بھٹک گئے تھے اور راستوں کی شناخت نہیں کر پائے تھے۔ صحرائے اعظم میں صحیح راستوں کو تلاش کرنا کتنا مشکل ہے‘ کیا تمہیں اس کا اندازہ ہے۔“

”بے شک ہے۔ لیکن یہ بتاؤ واپسی کا سفر تم نے کیسے طے کیا تھا؟“

"نجانے کس طرح ہم ازمبیا پہنچ گئے تھے۔"

"گڈ......... اور اگر اب تم سے کہوں کہ ہم انگولا کے راستے سفر کرنے کے بجائے اگر براہ راست وسطی افریقہ کا سفر کریں تو کیسا رہے گا؟"

"وسطی افریقہ.........؟"

"ہاں۔"

"اس طرح ہمارے کتنے فاصلے کم ہو جاتے ہیں کیا تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہے؟"

"ہوں۔ سوچنے کی بات ہے۔"

"ہرگز نہیں۔"

"کیوں.........؟"

"اس لئے کہ میں تمہیں بتا رہا ہوں۔"

نصیر بیگ نے ایک بار پھر گہری نگاہوں سے ولیم آرنلڈ کو دیکھا اور بولا۔

"بتاؤ......... اور ولیم آرنلڈ نے ایک سادہ کاغذ میز پر پھیلا دیا۔ پھر پنسل سے اس پر نشانات بناتا ہوا بولا۔"

"انگولا سے تم نے شمال مغرب کا راستہ اختیار کیا اور اس پٹی پر آگے بڑھتے ہوئے چلے گئے۔ تم ذرا غور کرو، مختلف علاقوں سے گزرتے ہوئے کم از کم تمہیں کتنا آگے بڑھنا پڑا تھا جس کے بعد تم اپنی منزل پر پہنچے تھے۔"

"صحیح یقین نہیں کیا جاسکتا۔"

"اگر اس کے بجائے ہم وسطی افریقہ کے دارالحکومت بینگوئی پہنچیں اور بینگوئی سے وہی شمال مغرب والی پٹی اختیار کر کے آگے بڑھیں تو کیا انگولا سے وسطی افریقہ تک کا فاصلہ جو تم نے زمینی طور پر کیا، کم نہیں ہو جائے گا؟"

بات مرزا نصیر بیگ کی سمجھ میں آنے لگی۔ وہ دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا اور پھر اس نے متحیرانہ انداز میں ولیم آرنلڈ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم تو کافی ذہین ہو گئے ہو ولیم آرنلڈ۔"

"مجھے ان فضول باتوں کی بجائے صرف ایک بات بتاؤ، کیا تم میرے اس فیصلے سے اتفاق کرتے ہو؟"

"ہاں بات کچھ سمجھ میں آتی ہے اور جہاں تک میرا اندازہ ہے ہم درحقیقت وسطی افریقہ سے ہوئے ہوئے آگے کے سفر کو چلے تھے لیکن ہمارا راستہ وہی تھا۔ بلاشبہ میں تمہاری بات سے اتفاق کرتا ہوں۔ لیکن مجھے ایک بات بتاؤ کیا تم نے اس سلسلے میں کسی سے مدد لی ہے؟"

"ولیم آرنلڈ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔" اور اگر میں تمہیں اس سوال کا جواب نہ دوں تو؟"

"تو مجھے افسوس نہ ہو گا۔"

"صرف افسوس.......؟"

"ظاہر ہے تم میرے بہترین ساتھی ہو۔ ایک چھوٹے سے واقعہ کو اگر نظرانداز کر دیا جائے تو اس کی علاوہ دوستی میں کوئی رخنہ نہیں ہے۔ میں نے بہرحال تمہیں ایک اچھا دوست سمجھا ہے۔ لیکن اس وقت حالات ہی ایسے تھے۔"

"اب ان حالات کو بھول جاؤ۔ ہم از سر نو سب کچھ کر رہے ہیں۔ میں مالی طور پر ٹوٹا ہوا انسان ہوں ورنہ اخراجات میں بھی تمہارے برابر کی شرکت کرتا۔"

"نہیں میرے دوست، جو انتظام میں نے کیا اس میں تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور پھر دوستوں کا حساب تو دل میں ہوتا ہے۔"

"ہاں تو ہم اصل موضوع پر آجاتے ہیں۔"

"اصل موضوع میں تو اہم بات یہ تھی کہ کیا تم نے اس سلسلے میں کسی سے مدد لی ہے؟"

"ہاں۔ جب تم نے مجھ سے یہ سب کچھ کہا تو میرا بھی فرض تھا کہ اس مہم کو کامیاب بنانے کے لئے اپنے طور پر کاوشیں کروں اور میں نے تھوڑی بہت معلومات حاصل کیں اور مجھے اس بارے میں اندازہ ہو گیا کہ ہم اگر نیل کنٹھ کے علاقے کی جانب

سفر کرتے ہیں تو ہمارے لئے بہتر راستے کون سے رہیں گے' اور اس کے لئے ہم نے چند ایسے قدیم افریقیوں سے رابطے کئے۔ جن کا تعلق اصل میں افریقہ کے اندرونی علاقوں ہی سے تھا' ایسے قبائل سے جو آج تک غیر مہذب ہیں۔ لیکن کسی نہ کسی طرح وہ اپنی دنیا سے کٹ کر باہر نکل آئے اور اس کے بعد مہذب دنیا میں آ کر انہوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ لیکن آج بھی وہ اپنی پرانی روایت کو نہیں بھول سکے ہیں ایسے ہی چند افراد سے میں نے رابطہ قائم کر کے نیل کنٹھ کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ نیل کنٹھ نامی قبیلہ درحقیقت افریقہ کے انتہائی علاقوں میں موجود ہے' عجیب و غریب روایات کا حامل۔ مجھے اس بات کے شواہد بھی ملے ہیں کہ وہاں سنہری دھات اور چمکدار پتھروں کے انبار ہیں۔ ہر چند کہ وہاں تک کا فاصلہ بہت زیادہ ہے اور راستے دشوار گزار۔ لیکن بہرطور یہ سب کچھ ناممکن نہیں ہے۔"

"مرزا نصیر بیگ کی آنکھوں میں چمک لہرا گئی اس نے کہا۔"

"کیا تم مجھے ان مدبروں سے نہیں ملاؤ گے؟"

"یہاں میں تم سے معذرت کروں گا نصیر بیگ۔"

"کیوں؟"

"بس........"

"مجھے اس کی وجہ بتاؤ........"

"اس کی وجہ صاف ہے کہ کچھ چیزیں میں اپنے آپ تک محدود کر لینا چاہتا ہوں اور دوران سفر میں تم پر کچھ ایسے انکشافات کروں گا جن کے ذریعے ہماری کاوشوں میں اس قدر آسانی ہو جائے گی کہ تم تصور میں بھی نہیں سوچ پاؤ گے۔"

"گڈ........ گڈ........ ویری گڈ........ بہرحال میں نے تمہیں ایک برابر کا ساتھی قرار دیا ہے اور اپنے آپ کو تم پر فوقیت نہیں دینا چاہتا۔ میں ان آسانیوں کا خیر مقدم کروں گا جو تم مجھے فراہم کرنا چاہتے ہو۔ اچھا اب یہ بتاؤ ہمیں بینگوئی کے لئے سفر کرنے میں کتنا وقت درکار ہوگا۔ میں ان لوگوں سے کٹا ہوا ہوں جو اس سارے کام میں سب سے

اعلیٰ حیثیت رکھتے ہیں اور ایک اور بات کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں میں۔"

"ہاں ضرور کہو........؟" ولیم آرنلڈ نے کہا۔

"چونکہ یہ تمام تفصیل اخبارات کی نذر کر دی گئی ہے۔ پہلے میں نے اسے مقامی اخبار میں ہی چھاپا تھا۔ میرا مطلب ہے اپنے وطن کے اخبار میں اور اردو زبان میں چھپا تھا لیکن بعد میں انگریزی اخباروں نے بھی بطور دلچسپی اسے اپنے اخباروں میں چھاپا اور اس طرح یہ ساری بات منظر عام پر آ گئی۔ اب تم یہ سمجھ لو کہ ہماری تمہاری طرح اور بھی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ان مہماتی سرگرمیوں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ اگر ہم یہ سوچ لیں کہ صرف ہم افریقہ کی اس مہم پر جا رہے ہیں تو یہ حماقت ہوگی' ہمیں اس بات کا پورا پورا امکان مدنگاہ رکھنا چاہیے کہ بے شمار افراد اس سلسلے میں مصروف عمل ہو چکے ہوں گے۔"

"مجھے اندازہ ہے۔" ولیم آرنلڈ نے کہا۔

"اس کے لئے تم نے کیا انتظامات کئے ہیں؟"

"بہت سے انتظامات میں کر چکا ہوں۔"

"گڈ........ اصل میں حقیقت تو یہ ہے کہ اس مہم کے انچارج تم ہی ہو ولیم آرنلڈ اور تمہیں اس کے تمام پہلو سنبھالنے ہیں۔ میں تو یوں سمجھو کہ ایک طرح اس کا فنانسر ہوں اور تمہارا معاون کار........"

ولیم آرنلڈ مسکرایا اور بولا۔ "بس تو پھر تم مجھے فنانس کرتے رہو اور یہ دیکھو کہ تمہارے سفر کو میں کس قدر آسان بنا دیتا ہوں۔"

"ویری گڈ........ ویری گڈ........ تم نے کتنے افراد کا بندوبست کیا ہے........"

"وہ آٹھ افراد ہیں جو ہمارے معاون کار ہوں گے اور میں نے ان کا انتخاب نہایت اعلیٰ طریقے سے کیا ہے۔ یہ سب تمہارے ساتھ تعاون کرنے والے اور ہماری ضرورت پر جان کی بازی لگا دینے والے ہوں گے۔"

"ایک اور سوال ولیم آرنلڈ........"

"ضرور پوچھو؟" آرنلڈ موڈ میں تھا۔

"ہمیں ہتھیاروں کی ضرورت ہوگی۔"

"بے شک۔"

"اس سلسلے میں کیا بندوبست کیا جائے گا؟"

"وسطی افریقہ کی کرنسی' فرانک سی ایف اے کہلاتی ہے' تمہیں اپنے پاس یہ کرنسی رکھنا ہوگی اور جب کرنسی بہتر مقدار میں ہو تو پھر سمجھ لو ہر مشکل حل ہو جاتی ہے۔"

"لیکن معاملہ ہتھیاروں کا ہے' ہمیں دوسرے گروہوں سے نمٹنے کے لئے ایسے موثر ہتھیار بھی درکار ہوں گے' جو ہمیں ان پر فوقیت دلا سکیں اور کیا تمہارے یہ ساتھی ہتھیاروں کے استعمال میں ماہر ہیں؟"

ولیم آرنلڈ نے مسکرا کر کہا۔ "نہ صرف ماہر بلکہ یوں سمجھ لو کہ ہتھیاروں کے درمیان ہی ان کی زندگی گزری ہے۔ اس بار تم میرے کسی بھی پہلو کو کمزور نہیں پاؤ گے اور سنو ·بینگوئی کے نواحی علاقے میں پرتگالی باشندے آباد ہیں' یہ پرتگالی باشندے زیادہ تر جرائم پیشہ لوگ ہیں' اسمگلنگ' ہر طرح کی ناجائز تجارت کرتے ہیں اور میں نے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرلی ہیں' وہاں پر سب سے بڑا گروسیتھم کا گروہ ہے' وہ ہمیں ہتھیار فراہم کردے گا بہتر معاوضے پر اس کے علاوہ ·بینگوئی سے اندرونی علاقے میں داخل ہونے کے لئے ہمیں کم از کم دو گاڑیوں کی ضرورت پیش آئے گی' یہ گاڑیاں ہم حاصل کر سکتے ہیں۔"

"ایک سوال اور کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا........"

"کیا افریقہ کے اندرونی علاقوں میں سفر کرنے کے لئے گاڑیاں مناسب رہیں گی۔"

ولیم آرنلڈ ایک بار مسکرایا اور پھر اس نے کہا۔

"ہاں' ہم ابتدائی سفر گاڑیوں کے ذریعے طے کریں گے پھر اندرونی علاقے میں کچھ

ایسی نیم مہذب بستیاں آباد ہیں' جن میں رہنے والے کسان گاڑیوں کو بے حد پسند کرتے ہیں اور ان گاڑیوں کے عوض وہ باآسانی ہمیں گھوڑے فراہم کرسکتے ہیں' لیکن اس وقت تک ہمیں موبائل ذریعہ سفر اختیار کرنا ہوگا' جب تک ہم اس کے ذریعے سفر کرسکتے ہیں' جب بالکل ہی ناقابل عبور راستے آجائیں گے' تو پھر گھوڑوں کا استعمال زیادہ مناسب رہے گا' ویسے تھوڑا سا معاوضہ زیادہ دے کر واپسی میں ہم ان سے یہ گاڑیاں حاصل کر سکتے ہیں' یوں سمجھ لو ایک طرح سے یہ ان کی تجارت بھی ہے۔" مرزا نصیر بیگ کو چکر آرہے تھے' ولیم آرنلڈ سے وہ اتنی ذہانت کی توقع نہیں کر سکتا تھا' لیکن چالاک آدمی نے اپنے آپ کو سنبھالے رکھا اور بولا..........

"وری گڈ' تو پھر تم اطمینان رکھو' سارا کام تمہاری خواہش کے مطابق ہوگا اور وہاں کم از کم میری ملاقات ان آٹھ افراد سے تو کرادو' اور جیسا کہ میں نے تم سے کہا' بینگوئی روانہ ہونے کے لئے ہمیں بہت زیادہ وقت نہیں صرف کرنا چاہیے کیونکہ اگر ہمارے اصل ساتھی میرا مطلب سمجھ رہے ہو نا' یعنی وہ لوگ جن کے پاس وہ لڑکی موجود ہے' ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگئے اور ہم سے پہلے نیل کنٹھ پہنچ گئے تو پھر ہمارے لئے کامیابی حاصل کرنا مشکل ہو جائے گا۔"

"تم بالکل اطمینان رکھو' مجھ سے زیادہ تم بہتر سمجھتے ہو۔ پچھلی بار تمہیں جس طرح سفر کرنا پڑا ہوگا تم اس کی تفصیل اچھی طرح جانتے ہوگے۔ وہ لوگ ہم سے پہلے نہیں پہنچ سکیں گے اور پھر یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں تمہیں قبیلہ نیل کنٹھ تک لے جاؤں۔"

بہرحال بہت سے امور طے ہوگئے تھے اور اب وہ لمحات قریب تھے جب ان لوگوں کو وسطی افریقہ کے سفر کے لئے تیار ہو جانا تھا۔

جب ولیم آرنلڈ نصیر بیگ کے پاس سے واپس چلا گیا تو نصیر بیگ کافی دیر تک مفکرانہ انداز میں گردن جھکا کے سوچتا رہا۔ زاہد اس کی سامنے موجود تھا۔ وہ نصیر بیگ کے اس غور و فکر کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکا اس نے کہا۔

"سر کیا میں آپ کی اس سوچ میں مداخلت کر سکتا ہوں۔"

"نصیر بیگ نے گردن اٹھا کر زاہد کو دیکھا اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔"

"کیا بات ہے زاہد.........؟"

"سر آپ کچھ فکر مند ہیں؟"

"ہاں۔"

"کیوں۔ کیا میں وجہ جان سکتا ہوں؟"

"اصل میں زاہد، ولیم آرنلڈ اس بار حیرت انگیز ذہانت کا مظاہرہ کر رہا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ ایک بے وقوف آدمی زندگی میں کبھی عقل نہیں حاصل کر سکتا۔ لیکن اگر اسے زیادہ عقل حاصل ہو جائے تو پھر وہ خطرناک ہو جاتا ہے۔ اصل میں اس کے اور میرے درمیان دوستی کا آغاز تو کبھی ہوا ہی نہیں بلکہ ہمارا سلسلہ بڑا عجیب رہا ہے، میرے ہاتھوں اسے ایک بار نقصان پہنچ چکا ہے۔ میں اس کی فطرت کے اس پہلو سے اچھی طرح واقف ہوں کہ وہ بہتر مفاد کے لئے پرانی باتیں نظرانداز کر دیتا ہے اور اس بار میں نے اسے جو روشنی دکھائی ہے، درحقیقت میں اس سلسلے میں غیر مخلص نہیں ہوں، اگر اس عظیم الشان خزانے سے تھوڑا سا حصہ اس کے پاس بھی چلا جائے، تو اس کی زندگی بہتر ہو جائے گی اور ہمیں اس سے بہترین مفادات حاصل ہوں گے۔ لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کے دل میں کیا ہے۔ فرض کرو اگر یہ ماضی کا انتقام لینے پر تل گیا تو ہمارے لئے کافی مشکلات کا باعث بن سکتا ہے اس بار وہ جس ذہانت سے سارے کام کر رہا ہے وہ میرے لئے ناقابل یقین سی ہے۔ بے شک اس نے بالکل درست کہا ہے، انگولا کے راستے سفر کرنے کی بجائے اگر ہم براہ راست وسطی افریقہ پہنچ کر اس سفر کا آغاز کریں تو یہ سمجھ لو کہ ہمارا آدھا راستہ تو طے ہو جاتا ہے۔ جنگلوں کی صعوبتیں اٹھانے کی بجائے یہ بہتر طریقہ ہے کہ ہم بینگوئی سے اپنے سفر کا آغاز کریں اور وہیں سے ان لوگوں کو پک کریں، سمجھ رہے ہو نا تم۔ ہر چند کہ یہ ایک مشکل مسئلہ ہے لیکن بہرحال یہی ہمارے لئے مناسب ہے اور بلاشبہ اس نے بہترین راستے منتخب کئے ہیں اس کے علاوہ وہ کہتا ہے کہ

اس نے کچھ ایسے قدیم افریقیوں سے تعلقات قائم کرنے کے بعد ان سے معلومات حاصل کی ہیں۔ یہ ساری باتیں ایسی ہیں زاہد جن کے بارے میں سوچنا پڑتا ہے۔"

"آپ کا مطلب یہ ہے سر کہ وہ کوئی ایسی بدمعاملگی کرے گا جو ہمارے لئے خطرناک ہو گی؟"

"ہاں اس کے امکانات ہیں۔"

"وہ بدمعاملگی کیا ہو سکتی ہے سر؟"

"ہو سکتا ہے خزانے کے حصول کے بعد وہ ہم لوگوں کو قتل کرنے کی کوشش کرے تاکہ بقیہ خزانے پر بھی اس کا قبضہ ہو جائے اس سے پہلے یہ کام میں اس کے ساتھ کر چکا ہوں بس اس کی زندگی بخش دی تھی میں نے کیونکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں پیش آئی تھی۔"

"آپ کا خیال ہے کہ جو کچھ بھی ہو گا خزانے کے حصول کے بعد ہو گا۔" زاہد نے سوال کیا اور نصیر بیگ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ زاہد کے الفاظ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر اس نے پرخیال انداز میں کہا۔

"ہاں اس کے علاوہ کچھ اور امکانات بھی ہیں۔"

"وہ کیا سر.........؟"

"ہو سکتا ہے وہ ہم سے غداری کر کے سر ہدایت اللہ اور کنور مہتاب علی سے ملنے کی کوشش کرے۔"

"اس لئے کہ بچی ان لوگوں کے پاس ہے اور اسے اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو چکی ہیں۔"

"زاہد نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا کچھ دیر سوچتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔"

"سر اس کے لئے ہمیں سب سے پہلا قدم یہ اٹھانا پڑے گا کہ اگر وہ لوگ ہمیں نظر بھی آجاتے ہیں تو ہم انہیں پوری طرح نگاہوں میں رکھیں گے اور ہر ممکن کوشش کریں گے کہ وہ کسی بھی طور ان تک نہ پہنچنے پائیں اور اگر اس بات کے امکانات بڑھ

گئے تو پھر اپنے آپ پر بھروسہ کریں گے کم از کم سفر کا ایک حصہ تو طے ہو جائے گا۔"

"بھروسہ کریں گے سے تمہاری کیا مراد ہے؟؟"

"اسے ختم کر دیں گے۔" زاہد نے سفاک لہجے میں کہا اور مرزا نصیر بیگ پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔

"دوسری صورت یہ ہے کہ وہاں سے واپسی۔"

"اگر ہمیں اس قسم کے خدشات پیش آئے سر تو پھر اس کی زندگی کسی طور ہمارے لئے مناسب نہیں رہے گی بلکہ یہ بات ہم پہلے ہی سے طے کر لیتے ہیں کہ واپسی کے سفر میں ہمیں تنہا ہی آنا ہوگا.........اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خزانے کے حصول کے بعد ہم خفیہ راستے اختیار کر کے اس سے پہلے روانہ ہو جائیں' وہ اگر اپنا خزانہ اپنے ساتھ لانا چاہتا ہے تو ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہوگی' یہ دونوں صورتیں ہیں سر........" زاہد نے کہا۔

نصیر بیگ نے کچھ دیر سوچا۔ پھر اچانک اس کا چہرہ کھل اٹھا اس نے زاہد کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اور میں تمہارے اندر بڑی نمایاں تبدیلی پا رہا ہوں زاہد۔"

"جی سر........" زاہد حیرت سے بولا۔

"مطلب یہ ہے کہ تم جس قدر مرنجان مرنج فطرت کے مالک تھے اب تم اس سے بالکل مختلف ہو گئے ہو' تم حالات کا تجزیہ کر کے ان پر عمل کرنا جانتے ہو۔"

"سر اس کی وجوہات ہیں۔"

"کیا؟"

"میں جب تک ان راستوں پر چلتا رہا' جن پر چلنا میں نے اخلاقی طور پر مناسب سمجھا تھا۔ مجھے کچھ حاصل نہ ہوا' میں جب ان راستوں پر نکل آیا ہوں تو سوچتا ہوں کہ انہیں نامکمل کیوں چھوڑا جائے۔"

نصیر بیگ نے قہقہہ لگا کر اپنا داہنا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہی سچائی ہے اور یہی حقیقت اور اب میں مطمئن ہوں۔"

"غرض یہ کہ یہ معاملات چلتے رہے' پھر سارے اہم کام مکمل ہو گئے اور ولیم آرنلڈ نے نصیر بیگ کو اطلاع دی کہ وہ وسطی افریقہ کے سفر کے لئے تیار ہیں اور اب انہیں روانہ ہونے میں کوئی دقت نہیں ہے۔ نصیر بیگ نے اپنے طور پر بھی تمام کام مکمل کر لئے تھے چنانچہ یہ قافلہ بھی جو گیارہ افراد پر مشتمل تھا وسطی افریقہ کے دارالحکومت بینگوئی کے لئے روانہ ہو گیا۔ نصیر بیگ نے ان لوگوں کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیا تھا جنہیں ولیم آرنلڈ نے اس مہم کے لئے منتخب کیا تھا۔ سب کے سب تنومند اور جنگجو قسم کے لوگ معلوم ہوتے تھے۔ ان کا مکمل تعارف کرا دیا گیا تھا۔ بظاہر وہ سب نصیر بیگ سے احترام سے پیش آ رہے تھے۔ لیکن نہ جانے کیوں نصیر بیگ کی چھٹی حس اسے خبردار کر رہی تھی کہ ولیم کے دل میں کچھ ہے۔"

ولیم اس بار بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔ بینگوئی پہنچنے کے بعد اس نے قیام کے انتظام میں ذرا بھی وقت نہ ہونے دی تھی۔ اور ایک اچھے ہوٹل میں انہیں جگہ مل گئی تھی۔

"اب تم ایک معقول رقم میرے حوالے کر دو نصیر بیگ تاکہ میں دوسرے انتظامات کر لوں۔"

"ہاں۔ ضرور۔ کیا تم مجھے ان انتظامات کی تفصیل بتاؤ گے۔"

"میں بتا تو چکا ہوں۔ اسلحہ.........گھوڑے.........اور سامان سفر جو مناسب مقدار میں ہوں۔"

نصیر بیگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم تو یہ کام ایک ماہر مہم جو کی طرح کر رہے ہو اور اس میں بے حد پر اعتماد نظر آتے ہو۔"

"یہ میری زندگی کا آخری داؤ ہے اور میں اس کے لئے سب کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن تمہاری نگاہوں میں کبھی کبھی شک کے آثار نظر آتے ہیں۔"

"یہ تمہاری خام خیال ہے۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ آخر اس سفر کے لئے میں نے

تمہارا ہی انتخاب کیوں کیا۔ میں کوئی دوسرا گروہ بھی بنا سکتا تھا۔ یہ رقم سنبھالو اور باقی کام خوش اسلوبی سے سرانجام دو۔"

ولیم آرنلڈ کے جانے کے بعد نصیر بیگ نے زاہد سے کہا۔ "اس کی دونوں صورتوں کے صحیح جواب میں تمہیں دیتا ہوں۔ دولت کی تاریخ رہی ہی الجھی ہوئی ہے کہ اس کے سلسلے میں کسی پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے لئے شک سب سے موثر ہتھیار ہے اور ہمیشہ شک و شبے رہنا چاہیے اس لئے آدمی محتاط رہتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ نئے دوست کو.......... آزمانے کے بجائے پرانے دشمن سے کام لینا زیادہ بہتر ہوتا ہے کیونکہ اس کی مکمل شخصیت نظروں کے سامنے ہوتی ہے۔

"میں آپ کے اقوال زریں گرہ میں باندھتا جارہا ہوں۔"

زاہد نے مسکرا کر کہا۔

"ہمیں ہر لحہ ان سے ہوشیار رہنا ہو گا۔ تمہارے سپرد میں اہم ذمے داریاں کرنا چاہتا ہوں۔"

"حکم دیں جناب۔"

"تمہیں خاص طور سے ان ہتھیاروں پر نگاہ رکھنی ہے جو وہ خرید کرلائے گا۔ ان کی تعداد کتنی ہے۔ کتنے سامنے رکھتا ہے اور کتنے خفیہ۔ اس کے علاوہ اس کی اس کے آدمیوں سے ہونے والی گفتگو بھی سننے کی کوشش کیا کرو۔ مجھے اصل میں اس کی ہوشمندی اور مستعدی پر حیرت ہے۔ لیکن خیر میرے پاس اس کے تمام حربوں کا توڑ موجود ہے۔"

نصیر بیگ شیطانی انداز میں مسکرا دیا..........

صحرائے اعظم کا روایتی ملک انگولا نگاہوں کے سامنے تھا افریقہ کے بہت سے شہراور ممالک اعلیٰ ترقی کی مثال پیش کرتے ہیں، لیکن بے شمار ممالک اب بھی ایسے ہیں جو اپنی محدود ترقی اور محدود وسائل کی بناء پر آج بھی بس اسی کیفیت میں ہیں جس میں طویل عرصے قبل تھے، انگولا بھی ایک معمولی سا ملک ہے جو ابھی ترقی پذیر ہے، تاہم یہاں ترقی کی رفتار آہستہ آہستہ بڑھتی جارہی ہے، پورا گروہ انگولا پہنچ گیا تھا اور انہیں یہاں اپنے قیام کے سلسلے میں ضروری انتظامات کرنے تھے۔ انگولا کے دارالحکومت روانڈا میں انہوں نے ایسے بوٹسو حاصل کئے تھے جو بیرکوں کی شکل میں تھے، درختوں سے گھرے ہوئے، پتھر اور چونے سے بنائے ہوئے چھوٹے چھوٹے مکانات جنہیں مکان نہیں کہا جاسکتا تھا، بس ان میں ضروریات زندگی مہیا کر دی گئی تھیں، ان کے احاطے وسیع تھے اور ضروریات زندگی کے لئے ان میں کوئی خاص انتظام نہیں تھا، لیکن بہرحال کار آمد تھے، چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے، جن میں دروازے کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی، احاطے میں درختوں کی بہتات اور کچے فرش پر گھاس بس یہ ان کی کل کائنات تھی، کرایہ بھی نہ ہونے کے برابر، دس کوانزا میں پورا بوٹسو مل جاتا تھا جس میں کہیں پانچ اور کہیں چھ کمرے تھے، قرب و جوار میں ایسے ہی بوٹسو کا شہر آباد تھا اور سرہدایت اللہ کی سب سے زیادہ کوشش یہی تھی کہ کس طرح ان بوٹسوز میں عرشی کو تلاش کرلے، یہاں پہنچنے کے

بعد ایک نئی زندگی کا احساس ہوتا تھا' ایک پر اسرار احساس جو شاید آئندہ کے سفر کے سلسلے میں ذہنوں پر طاری تھا' سرہدایت اللہ یہاں آنے کے بعد دوسرے لوگوں کے پروگرام کے مطابق کہ کچھ وقت یہاں قیام کرکے آرام کیا جائے گا اور اس کے بعد یہاں سے ضروری کارروائیاں کرنی ہیں' وہ کی جائیں گی' سیروسیاحت کے لئے نکل پڑا تھا اس نے تنہائی اختیار کی تھی' ریٹا ہاروے کو یہ ذمے داری سونپ دی گئی تھی کہ وہ آئندہ کے سفر کے لئے وہ تمام اقدامات کرے جوان مہم جوؤں کے لئے اجنبی نہیں تھے چنانچہ ریٹا ہاروے اپنے طور پر مائیکل بائر کو ساتھ لے کر نکل گئی تھی۔

سرہدایت اللہ نے روانڈا کے کئی علاقوں میں واقع ایسے بوٹسوز کا جائزہ لیا' لیکن عرشی اور اس کے گروپ کی تلاش میں ناکامی ہی ہوئی تھی' پھر اس نے ایک ایسی جگہ سے ٹرانسمیٹر پر عرشی سے رابطہ قائم کیا جہاں کسی کے موجود نہ ہونے کا امکان تھا' وہ بے چینی اور اضطراب کے ساتھ ٹرانسمیٹر پر جوابی اشارے کا انتظار کرنے لگا جو چند ہی لمحات کے بعد اسے موصول ہوگیا اور سرہدایت اللہ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

"عرشی' کیا تم ہی ہو..........؟"

"ڈیڈی میرے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے؟"

"اوہ میرے خدا' نامعقول لڑکی تو نے مجھے سولی پر لٹکا رکھا ہے۔"

"کیوں ڈیڈی؟"

"بس' تجھے اس بات کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔"

"ڈیڈی' انسان اپنے لئے سولی خود ہی منتخب کرتا ہے۔" عرشی سنجیدہ لہجے میں بولی۔

"کیا مطلب ہے تیرا؟"

"آپ اپنے بچوں پر اعتماد کرنا سیکھئے' آپ لوگ اپنی زندگی مشکل حالات میں گزارتے ہیں اور اس کے بعد ان مشکل حالات کو اپنے اوپر طاری رکھتے ہیں آپ یہ کیوں نہیں سوچتے ڈیڈی کہ جس طرح آپ نے اپنی جوانی کے آغاز میں مشکلات کا سامنا کیا ہے اسی طرح آپ کی اولاد بھی ان مشکلات سے نمٹنا جانتی ہے۔"

"کیا بکواس کر رہی ہے تو..........؟"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں ڈیڈی۔"

"افسوس تو اس تجربے سے ابھی تک نہیں گزری جو ماں باپ کا تجربہ ہوتا ہے"

"نجانے کیوں تمام والدین نے چند ہی الفاظ اپنا رکھے ہیں' ڈیڈی جب میں اس تجربے سے گزروں گی نا تو اپنے ان تجربات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کروں گی جو مجھے اس عمر میں ہو رہے ہیں۔"

"تیرا مطلب ہے کہ.........."

"ہاں میرا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ میرے لئے اس قدر فکر مند نہ ہوا کریں' مجھے خود پر اعتماد ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ میں آپ سے زیادہ بہتر وسائل کے ساتھ روانڈا پہنچی ہوں اور یہاں بہت مطمئن ہوں' ہم نے اپنے کام کا آغاز کر دیا ہے اور ہم ایک بہتر سفر کے لئے تمام تیاریاں مکمل کر چکے ہیں۔"

"کسی بوٹسو میں ٹھہری ہو۔؟"

"جی.........."

"کہاں ہے وہ؟"

"نہیں بتاؤں گی۔"

"کیوں.........؟"

"میں آپ سے نہیں ملنا چاہتی۔"

"کیا مطلب ہے تیرا.........؟"

"آپ مجھے ذہنی طور پر الجھا دیں گے ڈیڈی' آپ ایک مہم جو ہیں اور میں ایک مہم جو باپ کی بیٹی' آپ اپنی زندگی کی بہترین مہمات سرانجام دے چکے ہیں اور میں اپنی زندگی کی پہلی مہم پورے اعتماد کے ساتھ سرانجام دینا چاہتی ہوں' آپ مجھے اس سلسلے میں آزاد چھوڑ دیجئے گا' میرے اور آپ کے دونوں کے حق میں یہی بہتر ہے۔"

"بہت باتیں بنانا سیکھ گئی ہے' تو مطمئن ہے؟"

"ہاں۔"

"تیرے ساتھ کتنے افراد ہیں؟"

"بہت لوگ ہیں۔"

"کتنا بڑا گروہ ہے تیرا..........؟"

"کہانا' میں ان کی تعداد بھی نہیں بتا سکتی آپ کو.........."

"عرشی' میں تیرا دشمن ہوں کیا..........؟"

"جی ہاں۔"

"پھر وہی بکواس۔"

"ڈیڈی' آپ میرے اعتماد کو قتل کر دیں گے' میں آپ سے ہر بات میں مشورے کیوں لوں' آپ کو اپنے سارے راز کیوں بتاؤں' آپ مجھے میرا کام کرنے دیجئے۔"

"اب کیا کہوں تجھ سے' گل کیسی ہے..........؟"

"بالکل ٹھیک ہے' خوش ہے بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اسے یہ احساس ہو گیا ہو کہ اب وہ اپنوں میں واپس جا رہی ہے۔"

"ہوں تو' تو مطمئن ہے؟"

"ڈیڈی' پلیز آپ بھی مطمئن ہو جائیے' میں پوری طرح اپنے ماحول پر قادر ہوں اور بڑے اعتماد کے ساتھ اپنے سفر کا آغاز کروں گی۔"

"اوکے اوکے میں مطمئن ہوں۔"

"اب ایک درخواست کروں آپ سے؟"

"تو اور درخواست کرے گی' تیرے انداز میں تو ہمیشہ جارحیت رہی ہے۔"

"نہیں ڈیڈی بالکل نہیں' اصل میں اس لہجے سے میں آپ کو یہ اطمینان دلانا چاہتی ہوں جو آپ نے بلاوجہ کھو دیا ہے۔"

"ٹھیک ہے بھائی ٹھیک ہے' کیا کہنا چاہتی ہے؟"

"یہی جو کہہ چکی ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ ہے کہ آپ میری جانب سے بالکل مطمئن رہیں' میں ہر لمحے آپ پر نگاہ رکھے ہوئے ہوں' بلکہ آپ یہ دیکھیں گے کہ خدانخواستہ آپ کا گروہ کسی مشکل کا شکار ہوا تو میں ہی آپ کی مدد کروں گی۔" جواب میں سرہدایت اللہ ہنسنے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے میں ٹرانسمیٹر بند کر رہا ہوں' ہر کام اعتماد سے کرو اور اپنے چاروں طرف نگاہ رکھو۔"

"اوکے ڈیڈی اوکے اور آپ بلا ضرورت مجھے مخاطب کرنے کی کوشش بھی نہ کریں' ٹرانسمیٹر کا مسئلہ میں نے اپنے اور آپ کے درمیان ہی رہنے دیا ہے' میرے گروہ کے افراد کو بھی اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے بھائی ٹھیک ہے اچھا خداحافظ۔" سرہدایت اللہ نے کہا اور ٹرانسمیٹر کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

"عرشی نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا' لیکن نادر شاہ اس کے چہرے کے قریب سے نہیں ہٹا تھا' اس کا رخسار عرشی کے رخسار سے مس ہو رہا تھا' عرشی نے ایک لمحے انتظار کیا اور اس کے بعد نادر شاہ کے شانے پر دباؤ ڈال کر اسے پیچھے دھکیلتے ہوئے بولی۔

"ٹرانسمیٹر بند ہو چکا ہے جناب۔"

"ایں.........." نادر شاہ چونک پڑا' اس کے چہرے پر ایک عجیب سی بے خودی چھائی ہوئی تھی' عرشی نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ کر کہا۔

"خیریت ہے شاہ جی؟"

"کک.......... کیا بکواس ہے' یہ شاہ جی..........؟"

"جو حلیہ ہے ہم دونوں کا اس کے مطابق مجھے آپ کو شاہ جی کہنا چاہیے' آپ میرے لئے کوئی نام منتخب کر لیجئے۔"

"میں میک اپ اتار دوں گا یاد رکھنا۔" نادر شاہ نے غصیلے لہجے میں کہا اور عرشی ہنس پڑی۔

"کیوں..........؟"

"بس اتار دوں گا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے میں اس کے باوجود آپ کو شاہ جی کہوں گی۔"

"خدا کی قسم' کتنا عجیب لگتا ہے تمہارے منہ سے یہ لفظ شاہ جی۔" عرشی پھر بے اختیار ہنس پڑی اور بولی۔

"مگر مجھے تو اچھا لگتا ہے۔"

"مجھے نہیں اچھا لگتا' آئندہ نہ کہنا۔"

"بھرم رہ جائے گا ہم دونوں کا۔"

"ایسی تیسی اس بھرم کی۔" نادر شاہ بدستور غصیلے لہجے میں بولا اور عرشی ہنستی رہی' پھر وہ کہنے لگی۔

"اور جناب سو کہاں گئے تھے..........؟"

"تمہاری زلفوں کی بھینی خوشبو میں.........." نادر شاہ نے رومانی لہجے میں کہا۔

"جی نہیں' یہ میری زلفوں کی اوریجنل خوشبو نہیں تھی بلکہ میرے سر میں خوشبودار تیل پڑا ہوا ہے۔"

"یار عرشی کیوں رومان کرکرا کرتی ہو' میں تو بڑی عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا ہوں۔"

"آرام سے تشریف رکھئے جناب ذرا تفصیلی گفتگو کرنی ہے آپ سے۔" عرشی نے کہا اور نادر شاہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"جی فرمائیے۔"

"ان حالات میں حضور پر رومان کیوں سوار ہو رہا ہے؟"

"انہی حالات سے تو شکوہ ہے مجھے۔"

"وہ کیوں؟"

"آہ کاش ہم دونوں اپنی اصل میں ہوتے۔ ہماری اوپر کوئی ذمے داری نہیں ہوتی' صحرائے اعظم افریقہ کے بارے میں لوگ طرح طرح کے بھیانک قصے گھڑتے ہیں' میں کہتا ہوں اس سے زیادہ رومانی جگہ اور کوئی نہیں ہے' قدرتی مناظر میں انسان کو جو کچھ دیکھنے کو ملتا ہے وہ ذہنی لذتوں کو دوبالا کر دیتا ہے خواہ مخواہ ہم نے یہ ڈرامہ کیا' گل کو لے کر چلنا ہی

تھا تو ہم اپنے طور پر بھی یہ سب کچھ کر سکتے تھے' میں اپنے اس فیصلے پر اب پشیمان ہوں۔"

"جی نہیں' اس سے ہمیں جو فائدے حاصل ہوئے ہیں آپ زرا اس کا تعین کیجئے اور پھر مشورہ تو آپ کا ہی تھا۔"

"کہانا اپنی حماقت کا اعتراف کرتا ہوں' کیا حلیہ بنا رکھا ہے ہم لوگوں نے' بھلا کوئی تک ہے' خواہ مخواہ کمر پر ہاتھ رکھ کر چلنا پڑتا ہے اور حد سے زیادہ مستعدی کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے' اگر ہم دونوں تنہا ہوتے تو افریقہ کے ان مناظر سے لطف اندوز ہوتے چلتے۔"

"آپ تو واقعی سنجیدہ نظر آرہے ہیں نادر شاہ صاحب۔"

"بھئی ایسے لمحات میں سنجیدہ ہونا پڑتا ہے' دیکھو عرشی حسن و عشق کا معاملہ ایسی نوعیت رکھتا ہے' اگر اس میں انسان کو آزادی ہونے کے باوجود آزادی حاصل نہ ہو تو بڑی کوفت ہوتی ہے۔"

"جناب عالی' میری ڈیڈی میرے ساتھ ہیں سمجھ رہے ہیں آپ؟"

"جی ہاں سمجھ رہا ہوں اور اسی پر کوفت ہو رہی ہے مجھے۔"

"حالانکہ وہ بیچارے کبھی ہمارے معاملات میں مداخلت نہیں کرتے بلکہ ہمارا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔"

"پھر بھی عرشی محبت کے بغیر تو زندگی نامکمل ہوتی ہے۔"

"تو آپ محبت کے بغیر کب ہیں نادر شاہ صاحب بلکہ شاہ صاحب۔"

"فضول باتیں مت کرو' بس کہہ دیا ہے میں نے۔" نادر شاہ نے کہا اور عرشی قہقہے لگانے لگی' پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔

"بیچارے ڈیڈی میرے لئے کس قدر فکر مند ہیں۔"

"بلاوجہ' میں ان سے کہہ دوں گا کہ ہم ان کے ساتھ ہی سفر کر رہے ہیں۔"

"نہیں ڈیئر ایسا کبھی نہ کرنا۔"

"تو پھر تمہیں ایک وعدہ کرنا ہو گا۔"

"جی فرمایئے۔"

"رات کو پورا چاند نکلے گا بوٹسو کے عقب میں جو خوبصورت جگہ پھیلی ہوئی ہے ہم یہاں سے نکل کر وہاں جاکر بیٹھیں گے اور افریقہ کی پراسرار ہواؤں سے لطف اٹھائیں گے۔"

"اور ہماری اولاد کا کیا ہو گا؟" عرشی نے گل کی جانب اشارہ کرکے کہا جو ایک طرف زمین پر کھیل رہی تھی' نادر شاہ نے اس کی طرف دیکھا اور پھر عرشی کو گھورتا ہوا بولا۔

"تمہاری اولاد میری اولاد نہیں ہے۔"

"اب تو یہ ہماری مشترکہ اولاد ہے سند یافتہ' ویسے نادر شاہ پلیز' میں یہ سوچتی ہوں کہ کیا واقعی اس بچی کو اپنے آپ سے جدا کر سکیں گے؟"

"کرنا ہو گا عرشی مجبوری ہے۔"

"یقین کرو بعض اوقات مصلحتیں انسان کی فطرت پر کس طرح حاوی ہو جاتی ہے حالانکہ اس کی آنکھوں میں ہمارے لئے اس قدر اعتماد ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ ہمیں ہی اپنا سب کچھ سمجھتی ہو۔"

"کیا کیا جاسکتا ہے' جب میں اس کے مستقبل کے بارے میں سوچتا ہوں تو مجھے عجیب سا لگتا ہے' ایک بچی جو پہاڑوں' جنگلوں اور پتھروں کی دنیا سے نکل کر جدید دنیا میں آگئی ہے اور یہاں رہ کر ایک اعلیٰ زندگی حاصل کر سکتی ہے' ایک بار پھر اپنی دنیا میں واپس لوٹ جائے گی' وحشت اور عجیب سے ماحول میں پروان چڑھے گی اور اس کے بعد ذہنی طور پر وہیں کی ہو جائے گی حالانکہ اگر ہم اسے یہیں پر اعلیٰ تعلیم دلائیں اور اسے مہذب دنیا کا ایک شہری بنانے کی کوشش کریں تو یہ ایک بہترین شخصیت بن سکتی ہے۔"

عرشی بھی سوچ میں ڈوب گئی' کافی دیر تک وہ دونوں گل کو دیکھتے رہے' خوبصورت بچی اپنی دھن میں مست تھی' اس کی قلقاریاں گونجنے لگتی تھیں اور عرشی اپنے دل میں عجیب سی کیفیت محسوس کرتی تھی اس نے کہا۔

"صائمہ اور فضیلہ خالہ ایسی بلک رہی تھیں کہ اب بھی میں یاد کرتی ہوں تو مجھے

افسوس ہونے لگتا ہے۔"

"میری رائے ہے عرشی کہ تم اس تصور کو اپنے دل سے نہ لگاؤ ورنہ مستقبل
ہماری زندگی داغدار ہو جائے گی۔" عرشی نے چونک کر نادر شاہ کو دیکھا اور پھر اس
ہونٹوں پر ایک مغموم مسکراہٹ پھیل گئی۔

"واقعی' یہ ایک ایسا داغ دے جائے گی ہمیں جسے شاید ہم عرصے تک نہ بھ
سکیں۔" نادر شاہ مسکرا پڑا تو عرشی نے اسے بری سی نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔

"تم مسکرا رہے ہو۔"

"ہاں مستقبل کے ذکر پر تم نے ہم کا صیغہ استعمال کر کے میرے دل و دماغ منو
دیئے ہیں۔"

"منہ دھو رکھیئے جناب' ابھی تو ذرا میں آپ کا امتحان لے رہی ہوں۔"

"امتحان.........؟"

"جی ہاں.........."

"وہ کیسے.........."

"یہ اندازہ لگا رہی ہوں کہ محترم مستقبل میں کیا ثابت ہوتے ہیں' ہو سکتا ہے ا
مہم کے دوران ہی پتہ چل جائے کہ آپ نہایت بودم واقع ہوئے ہیں اور زندگی میں ک
ڈھنگ کا کوئی کام نہیں کر سکتے' اس وقت ذرا مجھے سوچنا پڑے گا۔"

"اے مس عرشی اگر یہ بات ہے تو آپ ابھی سے فیصلہ کر لیجئے' میں گھاٹے کا
سودا کرنے کا قائل نہیں ہوں۔"

"کیسا فیصلہ؟"

"میرا خیال ہے آپ کو مجھ سے نکاح کر لینا چاہیے۔"

"ارے ارے کیا فضول بات ہے؟"

"آپ زندگی کے ایک مسئلے کو فضول کہہ رہی ہیں مس عرشی' اب تو یہ فیصلہ ہ
رہے گا ہم کسی کو کسی کا موجود ہونا ضروری نہیں سمجھتے' ہم خود سب کچھ ہیں' ہم خدا

حاضر و ناظر جان کر ایک دوسرے کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کا عہد کئے لیتے ہیں' ضروری لوازمات بعد میں پورے ہو جائیں گے۔"

"کیا آپ کے سر پر کوئی انڈین فلم سوار ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"جس طرح ہندوستانی فلموں میں ہیرو ہیروئن کسی مندر میں جاکر بھگوان کو ساکشی مانتے ہیں اور بڑے اطمینان سے ایک دوسرے کی زندگی قبول کر لیتے ہیں' جناب من ہمارے مذہب میں یہ کسی طور ممکن نہیں ہے' یہاں وہ تمام لوازمات باقاعدگی سے ادا ہوتے ہیں' چنانچہ میں اس قسم کی کوئی حماقت نہیں کروں گی۔"

"کرنی پڑے گی۔"

"نہیں کروں گی۔"

"میں کہتا ہوں کرنی پڑے گی۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا' آپ کے کہنے سے کیا ہوتا ہے؟"

"گویا مستقبل میں میرے کسی بھی قول و فعل کی یہ حیثیت ہوگی؟"

"مستقبل میں نہیں حال میں۔"

"مستقبل میں بھی ایسا ہی ہو گا۔"

"جی نہیں' آپ کی بیوی بننے کے بعد ظاہر ہے مجھے آپ کے ہر حکم پر عمل کرنا ہو گا' یہ تو ذرا پہلے کی بات ہے جو میں آپ سے انحراف کر رہی ہوں۔"

"ایک بار پھر فرمایئے کیا کہا آپ نے؟"

"میں نے عرض کیا کہ آپ کی بیوی.........." اچانک ہی عرشی کو احساس ہوا کہ وہ جو الفاظ کہہ رہی ہے وہ کیا ہیں' اس کے ہونٹوں پر ایک لمحے کے لئے شرمگیں مسکراہٹ پھیلی پھر اس نے کہا۔

"اے مسٹر نادر شاہ! بلکہ شاہ صاحب' میں شرمانے والوں میں سے نہیں ہوں اور آپ مجھے لفظوں کے پھیر میں نہ لائیے۔"

”خدا کی قسم عرشی ساری شکایتیں دور ہو گئیں‘ گویا گویا تمہارے دل میں یہ بات موجود ہے کہ مستقبل میں.........“

”وہ دیکھو مسٹر لارک اینجلو آ رہے ہیں ابھی اس سلسلے میں گفتگو ختم.........“

”یار کمال ہے یہ زبردستی کے لوگ بغیر اجازت کے گھسے چلے آتے ہیں۔“

”بوٹسو میں دروازے کا نہ ہونا سب کے لئے کار آمد ہوتا ہے۔“

”ہونہہ‘ لیکن میری شرط بدستور قائم ہے۔“

”کونسی شرط.........؟“

”رات کو بوٹسو کے عقبی علاقے میں چلے گے اور تھوڑی دیر تک وہیں بیٹھ کر بات کریں گے۔“

لارک اینجلو معذرت کرتا ہوا اندر آ گیا تھا۔ ”سوری جنٹلمین‘ بلکہ لیڈیز اینڈ جنٹلمین‘ میری مداخلت ناگوار تو نہیں گزری؟“

”آیئے مسٹر اینجلو‘ بیٹھئے کہئے کیسے مزاج ہیں آپ کے؟“ جواب میں اینجلو ہنس پڑا پھر بولا۔

”ابھی تو مزاج پرسی کے مواقع آگے آئیں گے‘ ویسے کیا آپ دونوں میں سے کسی نے کبھی افریقہ کے سفر کا تصور کیا تھا؟“ جواب میں نادر شاہ مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

”تصور کی بات کرتے ہیں مسٹر لارک اینجلو‘ ہم تو افریقہ کے بارے میں بھی صحیح طور پر نہیں جانتے تھے‘ بس کبھی کبھی ایک آدھ فلم دیکھ ڈالی تھی جس میں افریقی زندگی پیش کی گئی تھی‘ ہماری نگاہ میں وہ صرف ایک فلم تھی اور ہم اسے اصلیت سے دور کی چیز سمجھتے تھے‘ یہ سب کچھ تو اب نگاہوں کے سامنے آ رہا ہے۔“

”آپ لوگوں کو تو بڑا عجیب لگتا ہوگا‘ ویسے ایک بات کہوں میں آپ سے؟“

”ہاں ضرور مسٹر اینجلو۔“

”آپ کو یہ خوف نہیں محسوس ہوتا کہ آپ کی بچی کو جس مقصد کے لئے استعمال

کیا جا رہا ہے اس میں اس کی زندگی کو خطرہ بھی پیش آ سکتا ہے۔“

”یہ خوف ہمیں اس وقت محسوس ہوا تھا جب ہم سے اس سلسلے میں بات چیت کی گئی تھی اور وہ لوگ صرف بچی کو لینا چاہتے تھے‘ لیکن مسٹر اینجلو آپ کو تو ساری حقیقت کا علم ہے‘ ہم اس بچی کی پرورش میں مکمل طور سے ناکام تھے اور اس کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے‘ جب ہم اسے اس طرح ایک یتیم خانے کے حوالے کرنے کے لئے تیار تھے تو یہ زندگی تو ہمارے اور اس کے لئے بہت شاندار ہے‘ اب ہمیں اس کا موقع ملا ہے کہ ہم اس کی پرورش اپنی نگرانی میں کر سکیں اور اس کی زندگی کو کوئی خطرہ پیش آیا تو ہم دونوں اس کی موت سے پہلے اپنی زندگی کا نذرانہ اس کے لئے پیش کر دیں گے اور یہی ہماری محبت کی معراج ہوگی۔“ لارک اینجلو نے متاثر نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

”اور ہو سکتا ہے اس کی ضرورت ہی پیش نہ آئے اور تم لوگوں کو ایک اعلیٰ زندگی حاصل ہو جائے‘ میں تمہارے لئے دعاگو ہوں‘ ویسے سب کے سب اپنے اپنے کام سے نکلے ہوئے ہیں صرف میں تنہا رہ گیا اس لئے میں نے سوچا کہ تھوڑی دیر تم سے بات چیت کی جائے۔“

”آپ ضرور تشریف رکھیئے۔“ عرشی نے کہا اور اس کے بعد لارک اینجلو بہت دیر تک ان سے مختلف موضوعات پر باتیں کرتا رہا تھا۔

کنور مہتاب علی کے دل میں شدید اضطراب تھا۔ جو کچھ ہو رہا تھا اس سے ضمیر مطمئن نہیں تھا۔ وہ ہر کوشش کرکے ہار گئے تھے۔ کسی کو دھوکہ دے کر اپنے مفادات حاصل کرلینا آسان ہے۔ لیکن اپنے ضمیر سے جنگ دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔ حالانکہ اب دنیا اس جنگ میں سب سے زیادہ کامیاب ہے۔ اپنے لئے دوسروں کی گردن کاٹ دینا کچھ مشکل نہیں رہا۔ ہر طرف یہ کام ہو رہا ہے اور جو اس میں ناکام ہیں وہ اس دنیا کے پسماندہ لوگ ہیں۔ کنور مہتاب علی یہاں آکر خود کو بے حد کمزدور محسوس کر رہے تھے' سر ہدایت اللہ' لارک اینجلو' مائیکل بائر اور ریٹا ہاروے سب کے سب سرگرم عمل تھے اور بڑی شدومد سے تمام ضروریات پوری کرنے میں لگے ہوئے تھے لیکن کنور مہتاب علی ایک عجیب سی کیفیت کا شکار تھا۔ اس کا دل دکھا دکھا سا تھا۔ عالم آراء بار بار نجانے کیوں ذہن میں آرہی تھیں' اس کے بارے میں سوچتے ہوئے کنور مہتاب علی کو پورا پورا احساس تھا کہ درحقیقت اس کے اپنے شوق کی خاطر عالم آراء نے ایک تنہا زندگی گزاری ہے اور ہمیشہ اسکی جگہ کو پر کیا ہے حالانکہ ایک عورت کے لئے یہ سخت مشکل کام ہوتا ہے۔ بچیوں کی نگاہوں میں بھی اس نے ہمیشہ اپنے لئے شکایت پائی۔ شفق اور رعنا بڑی چہیتی تھیں اور باپ پر ناز کرتی تھیں لیکن تمام تر محبتوں کے باوجود کنور مہتاب علی اپنے شوق کی تکمیل میں لگا رہا اور اس نے بیٹیوں کو شفقت کا وہ مقام نہیں دیا جس کی وہ حقدار تھیں۔

اس سے پہلے بھی کئی بار مختلف مہمات میں حصہ لے چکا تھا نجانے اس بار یہ احساسات اس قدر شدت کیوں اختیار کر گئے تھے پھر دوسرا مرحلہ یعنی سومتی اور میگنا' سائی تھول یہ لوگ بیچارے بے قصور تھے دنیا کی ہنگامہ خیزیوں سے دور اپنی دنیا میں مست اپنی روایتوں کے امین' حالانکہ کنور مہتاب علی نے ان لوگوں کے ساتھ بہتر سلوک کیا تھا اور دوسرے مہم جوؤں کی مانند صحرائے اعظم کے رہنے والوں ان معصوم مکینوں کو ذہنی یا جسمانی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی تھیں سومتی کو اس نے میگنا دیا تھا اور وہ جس قدر خوش ہوئے تھے اس سے کنور مہتاب علی کو ذہنی سکون نصیب ہوا لیکن اس کے بعد کمبخت نصیر بیگ نے وہ غلاظت پیدا کی جس کی بناء پر سب ہی مجرم بن گئے اور اب نیل کنٹھ پہنچنے کے بعد جو صورتحال درپیش ہوگی وہ آسان نہیں ہوگی۔ ان کے اپنے بھی کچھ اصول ہیں کچھ قواعد ہوں گے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مفاہمت کی یہ کوشش یا بچی کو واپس پہنچانے کا یہ عمل ان کے لئے کس قدر قابل قبول ہو' کنور مہتاب علی نے اچانک ہی محسوس کیا تھا کہ سر ہدایت اللہ سے ملنے کے بعد وہ کچھ ہپناٹائز سا ہوگیا تھا۔ اس نے اپنے ذہن سے کام نہ لے کر ان لوگوں کے منصوبے پر عمل کر ڈالا تھا۔ یہ دونوں ماں باپ تھے جن کی فطرت میں معصومیت کے سوا کچھ نہیں تھا اور جو اپنی بچی کو جہنم میں جھونکنے کے لئے ان کے ساتھ لے آئے تھی' مان لیا کہ وہ خود اس قدر عسرت زدہ تھے کہ اپنی بچی کو یتیم خانے داخل کرانے کے لئے پہنچ گئے تھے تاکہ اس کی بہتر پرورش ہوسکے اس کے باوجود وہ ان کی جگر گوشہ تھی۔ دونوں ہی بے حد معصوم نظر آتے تھے سردار خان صرف اس امید پر سینہ سپر اور مستعد تھا کہ ہو سکتا ہے اس کی بیٹی کو ایک اچھا مستقبل مل جائے' اپنے لئے تو اس نے وہاں بھی بچی کی قیمت نہیں وصول کی تھی اور اب اگر نیل کنٹھ میں اس بچی کو قبول کر بھی لیا جاتا ہے اور وہ معصوم لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں تب بھی انہیں بچی تو واپس نہیں ملے گی اس کے بعد کیا ہوگا یہ سب کچھ بہت غلط ہوا ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ زندگی میں اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے بعض اوقات اپنے مفادات حاصل کرنے کے لئے ایسے کام بھی کرلئے جاتے ہیں جو کسی کے لئے ضرر رساں بن جائیں لیکن یہ بہت بڑا کام تھا بلکہ یہ

بہت برا کام تھا کتنوں کو دھوکہ دیا جارہا ہے اس طرح۔ کنور مہتاب علی شدید ذہنی کوفت میں مبتلا ہوگیا تھا ہو سکتا ہے اس کی وجہ صحرائے اعظم میں آمد اور ان لمحات کی قربت جن کے تحت وہ ایک بار پھر اسی پراسرا ماحول میں پہنچنے والا تھا۔ دولت کی ہوس کسی انسان کو اس کے معیار سے کتنا گرا دیتی ہے کیسے برے لوگ ہوتے ہیں اس دنیا میں زرو جواہر کے انبار لگے ہوتے ہیں لیکن ان میں اضافہ کرنے کی خواہش کبھی ختم نہیں ہوتی، چاہے اس کے لئے کتنی ہی برائیاں مول لے لی جائیں۔ رہ رہ کر کنور مہتاب علی کو یہ احساسات بے چین کر رہے تھے اپنی اس بے چینی کو رفع کرنے کے لئے وہ اپنے بوٹسو سے باہر نکل آیا فیروز کا خیال بھی ذہن میں تھا فیروز کو اس نے دیکھ لیا تھا زیادہ فاصلے پر نہیں تھا اور انہی کی مانند کچھ بوٹسوز میں وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ فروکش تھا اس وقت صورتحال ذرا بہتر تھی کیونکہ تمام لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے چنانچہ کنور مہتاب علی ٹہلتا ہوا باہر نکل آیا اس کی تیز نگاہیں نصیر بیگ کی تلاش میں بھی سرگرداں تھیں۔ نصیر بیگ کی پراسرار گمشدگی بے معنی نہیں ہو سکتی وہ سرے سے غائب ہوگیا تھا اور فیروز نے حتمی طور پر کہہ دیا تھا کہ نصیر بیگ شاید اس شہر سے یا ممکن ہے اس ملک سے باہر نکل گیا ہو، بار طور پر مہتاب علی کے دل میں یہ خیال بھی آیا کہ کہیں یوں تو نہیں ہے کہ بچی نصیر بیگ کے ہاتھ لگ گئی ہو، وہ جس طرح پراسرار طور پر سطوت جہاں کے پاس سے غائب ہوگئی تھی اس سے یہ خیال بارہا کنور مہتاب علی کے دل میں آیا تھا بلکہ ابتداء میں تو وہ یہی سمجھ تھا کہ رحمان بابا اور سطوت جہاں کو قتل کرکے نصیر بیگ نے بچی حاصل کرلی ہے لیکن بعد میں فیروز کی زبان سے اسے جو معلومات حاصل ہوئی تھیں ان سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ بچی نصیر بیگ تک بھی نہیں پہنچ سکی۔ ویسے بھی اس کی تلاش کی ہر کوشش ناکام رہی تھی بہتر یہ ہوتا کہ کنور مہتاب علی اسی وقت اس مہم سے کنارہ کش ہو جاتا لیکن کمبخت نصیر بیگ بھی پیچھے لگا ہوا تھا اس نے ہر ممکن کوشش کر ڈالی تھی کہ کسی طرح کنور مہتاب علی کو ٹریس کرلے۔ نصیر بیگ کے بارے میں کنور مہتاب علی اچھی طرح جانتا تھا کہ خالص مجرمانہ ذہنیت کا آدمی ہے اور اپنی مطلب براری کے لئے انسانی زندگی کی کوئی حقیقت نہیں

سمجھتا، کچھ یہ احساس بھی تھا کنور مہتاب علی کے دل میں کہ اگر نصیر بیگ پیچھے لگا رہا تو یوں نا ہو کہ اس کے اہل خاندان کو کوئی مشکل پیش آجائے، بہرحال یہ بہت سی باتیں تھیں جن کی بناء پر یہ مہم تیار ہوگئی تھی ایک موہوم سی امید پر اور اب بھی اس میں بے حد ابہام تھے۔ سائی تھول اس قبیلے کا روحانی پیشوا تھا اگر وہ اتنا ہی احمق ہے کہ ایک اجنبی لڑکی کو نیل کنٹھ کی سربراہ کی حیثیت سے قبول کرلے تو الگ بات ہے ورنہ ہو سکتا ہے اس کے پاس اپنے جانچنے کے لئے کچھ اور انتظامات بھی ہوں ایسی شکل میں ان لوگوں کے لئے جو مشکلات پیش آسکتی تھیں ان کا تصور بھی بے حد بھیانک ہوتا، جنگل میں کسی مددگار کا ملنا مشکل تھا وہاں وہ سب ان کے رحم وکرم پر ہوں گے یہ ساری باتیں سوچنے کے لئے تھیں اور کنور مہتاب علی کو اس بات پر حیرت تھی کہ اس سے پہلے اس کے ذہن میں یہ سب کچھ کیوں نہیں آیا اس وقت تو وہ دوسروں کی مانند ہی پر جوش تھا اور ایک مجرمانہ عمل کے لئے نکل کھڑا ہوا تھا، مقصد خزانے کے حصول کے علاوہ اور کچھ نہ تھا آہ...... کیا کرنا ہے ان ہیروں کے انبار کا، سونے کے ڈھیر جمع کرکے ان سے کیا لینا ہے قدرت نے اتنا دیا ہے کہ دونوں بچیوں کو اعلیٰ ترین زندگی دی جاسکتی ہے لیکن اب یہ سب سوچنا بعد از وقت تھا یہ تو پہلے سوچنے کی باتیں تھیں۔ کنور مہتاب علی نے ذہن کو جھٹکا بعض اوقات جو ہونا ہوتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور یہ بعد میں سوچا جاتا ہے کہ وہ غلط ہے یا درست۔ بالکل اتفاقی طور پر اس علاقے کی جانب نکل آیا تھا جہاں فیروز کا بوٹسو تھا فیروز بھی سامنے ہی موجود تھا غالباً اس نے دور سے کنور مہتاب علی کو دیکھ لیا تھا مہتاب علی اسے دیکھ کر چونک پڑا پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی اس کی نگرانی تو نہیں کر رہا اور اس کے بعد وہ ایک غیر محسوس سا اشارہ کرکے وہاں سے آگے بڑھ گیا ایک ایسے چھوٹے سے جوہڑ کے ساتھ جس میں بھینسیں تیر رہی تھیں اور ننگ دھڑنگ افریقی بچے ان کی پشت پر بیٹھے پانی سے لطف اندوز ہو رہے تھے کنور مہتاب علی نے فیروز کو اشارہ کر دیا اور فیروز کنور مہتاب علی کے قریب پہنچ گیا۔

"ہاں فیروز کیسا رہا یہاں تک کا سفر......"

"بے حد اطمینان بخش' آپ مطمئن ہیں سر..........."

"ہاں جس انداز میں ہم نے وہاں سے سفر شروع کیا تھا اور جس طرح یہاں تک پہنچے اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو باعث تردد ہو' آگے کے حالات ظاہر ہے الگ نوعیت رکھتے ہیں یہاں تو کچھ بھی نہیں تھا لیکن جنگل میں داخل ہونے کے بعد ہم غیر متوقع حالات سے دو چار ہوں گے........."

"سر آپ کی زندگی تو مہمات میں ہی گزری ہے کیا آپ اس مہم سے کچھ فکر مند ہیں۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں سب ٹھیک ہی چل رہا ہے آگے چل کر ہمیں زیادہ جدوجہد کرنا ہوگی' ہاں فیروز تمہارے پاس ہتھیاروں کا بندوبست ہوگا........."

"میرے ساتھیوں میں سے ایک نے معلومات حاصل کرلی ہیں۔ کرنسی کے عوض ہتھیاروں کا حصول مشکل کام نہیں ہے' ویسے یہاں افریقہ میں مہمات کے لئے داخل ہونے والوں کو سرکاری طور پر کچھ اسلحہ دیا جاتا ہے جس کے لائسنس کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اسلحے کی قیمت اس کے علاوہ' لیکن خفیہ طور پر بھی یہاں اسلحہ دستیاب ہو سکتا ہے۔ کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو خفیہ طور پر اسلحہ فروخت کرتے ہیں اور یہ اسلحہ جنگل میں داخل ہونے کے بعد خریداروں کے حوالے کیا جاتا ہے یہ ان کا ایک مخصوص مجرمانہ طریقہ کار ہے اور میرے خیال میں اس میں کوئی دقت بھی نہیں ہوتی' میں تو یہاں صرف ایک رائفل خرید رہا ہوں جو احتیاطی طور پر حاصل ہو سکتی ہے باقی اسلحے کے تاجروں سے رابطہ قائم کرکے اسی انداز میں وہ اسلحہ جنگل کے اندر حاصل کروں گا' اگر آپ ضرورت محسوس کرتے ہیں سر تو اسی انداز میں بات کرلیں میں ان لوگوں کی نشاندہی کردوں گا۔"

"ابھی نہیں میں ہدایت اللہ سے بات کروں گا' ویسے ہمیں قانونی طور پر جو اسلحہ ملے گا وہ تو واقعی ہمارے لئے ناکافی ثابت ہوگا۔"

"سر آپ کو پہلے سے اس بارے میں نہیں معلوم تھا؟" فیروز نے سوال کیا۔ "اور کنور مہتاب علی نے مسکرا کر گردن ہلادی۔

"نہیں ہمیں اپنی مہمات کے دوران ضرورت سے زیادہ اسلحے کی ضرورت کبھی نہیں پیش آئی اور اس انداز میں اسلحہ افریقہ کے مختلف ممالک میں مل جاتا ہے۔"

"اور باقی اطراف کے حالات درست ہیں سر.........."

"ہاں ٹھیک ہیں........."

"مگر میں آپ کی نشاندہی کچھ خاص لوگوں کی جانب کرانا چاہتا ہوں ...." فیروز نے کہا اور کنور مہتاب علی چونک پڑا.........."

"کیا وہ کوئی خاص اہمیت کے حامل ہیں۔"

"جی سر یقیناً........."

"تو پھر مجھے ان کے بارے میں بتاؤ کون ہیں وہ؟"

"سر بوٹسوز کے جس سلسلے میں آپ رہتے ہیں اس کے بائیں سمت تھوڑے فاصلے پر براؤن رنگ کے پتھروں سے بنے ہوئے جو بوٹسوز ہیں ان لوگوں کا قیام ان میں ہے' دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ آٹھ بوڑھے آدمی ہیں........."

"بوڑھے ہیں........."

"جی سر.......... اچھے خاصے عمر رسیدہ' ان میں سے سب سے کم عمر آدمی کی عمر ساٹھ سال سے کم نہیں ہوگی باقی اس سے زیادہ ہی کے ہیں برف جیسے سفید بالوں والے اور میرا خیال ہے ان کا تعلق کسی ایک ملک سے بھی نہیں ہے ان کے خدوخال بتاتے ہیں کہ وہ مختلف ملکوں کے لوگ ہیں........."

"کچھ مشکوک ہیں.........؟"

"سو فیصدی سر' میں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھی ہیں۔ خاص طور سے مرزا نصیر بیگ کی تلاش میں' میرا خیال ہے میں بوٹسوز کے تمام سلسلے کو دیکھ چکا ہوں ان میں سے دو بوڑھے مستقل اس بوٹسو کے گرد چکراتے رہتے ہیں جس میں آپ نے سردار خاں اور اس کی بیوی کو رکھا ہوا ہے' میں نے ان لوگوں کو اس سلسلے میں اشارے بازی کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے اس وقت سردار خاں کی بیوی بچی کو لے کر یونہی باہر نکل آئی تھی

دونوں بوڑھے مضطربانہ انداز میں کھڑے ہوگئے تھے اور اس کے بعد وہ ایک ایک کر
سردار خاں کی بیوی کے پاس سے گزرے تھے' چال ڈھال سے بالکل مجہول معلوم ہو
ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ میری انتہائی کوششوں کے باوجود یہ پتہ نہیں چل سکا کہ
کے ساتھ اور افراد بھی ہیں یا نہیں بظاہر وہ صرف ایک گروہ معلوم ہوتا ہے لیکن یہ اند
ضرور لگایا ہے میں نے کہ کوئی چکر ہے' کنور مہتاب علی محتاط ہوگیا یہ اندازہ تو اسے پہلے
تھا کہ بدقماش مرزا نصیر بیگ کے اس انکشاف کے بعد یقینی طور پر کچھ اور پارٹیاں بھی
جانب متوجہ ہوں گی ہو سکتا ہے یہ بوڑھے ایسے ہی لوگ ہوں۔" کنور مہتاب علی
فیروز سے کہا۔

"یہ ایک زبردست انکشاف ہے اور میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں فیروز کہ خصو
طور پر ان پر نگاہ رکھنا اس بات کے امکانات ہیں کہ وہ خبر پڑھنے کے بعد یہ بوڑھے
اسی چکر میں نکل پڑے ہوں اور یہ بھی لازمی امر ہے کہ انہوں نے کوئی ایسا فعال گروہ
ہو جو ان سے بالکل علیحدہ ہو کر ان کی ہدایت کے مطابق کام کرے ہو سکتا ہے وہ پرا
مہم جو ہوں اور اگر واقعی ایسی بات ہے اور وہ مہم جوئی کی زندگی میں تھوڑی بہت
شہرت رکھتے ہیں تو ممکن ہے میں ان میں سے کسی کو پہچان لوں ذرا ایک بار پھر سے
ان کے بوٹسو کے بارے میں بتاؤ........." اور فیروز ان بوٹسوز کی صحیح نشان دہی کرنے
کنور مہتاب علی نے کہا.........

"ہو سکتا ہے فیروز بعد میں مجھے تم سے اتنے قریب آنے کا موقع نہ مل سکے اور
بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں آگے بھی چل کر کوئی دقت نا ہو چنانچہ تم ذرا خیال رکھنا اگر
ضرورت پیش آئی تو جس طرح بھی بن پڑا میں تمہیں ان بوڑھوں کے بارے میں ہدایا
دوں گا........"

"اوکے سر آپ مطمئن رہیں۔"

"ویسے مرزا نصیر بیگ کہیں نظر نہیں آ[illegible]"

"وہ شیطان صفت آدمی ہے میرا خیال ہے مجھ سے زیادہ اسے اور کوئی نہیں جا

یقیناً اس نے کوئی نہ کوئی ایسی چال چلی ہوگی جس کی بناء پر وہ ہم سب کی نگاہوں سے
اوجھل ہے لیکن خیر آگے چل کر تو راستہ ایک ہی ہو جائے گا اور اس وقت ہم دیکھیں گے
کہ کون کتنے پانی میں ہے........"

"میں چلتا ہوں........" کنور مہتاب علی نے کہا اور اس کے بعد ٹہلنے کے سے
انداز میں آگے بڑھ گیا' بہت دور جاکر اس نے صورتحال کا جائزہ لیا آس پاس کوئی بھی ایسا
موجود نہیں تھا جو ان لوگوں پر نگاہ رکھ رہا ہو لیکن جن بوڑھوں کا فیروز نے انکشاف کیا تھا
ان کے بارے میں باقی معلومات حاصل ہونی چاہیے' ایک طویل چکر کاٹ کر وہ اس سمت
پہنچ گیا جہاں وہ بوٹسوز تھے' بے شمار سیاح قسم کے لوگ یہاں موجود تھے ان میں سے لازی
طور پر بہت سے ایسے ہوں گے جو افریقہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے
آئے ہوں گے اور ضروری نہیں تھا کہ ان کے ذہن میں بھی نیل کنٹھ ہی کا تصور ہو۔
افریقہ بے شمار افراد کے لئے مختلف دلچسپیوں کا حامل تھا۔ کچھ ایسے شکاری جو جنگل میں
جاکر خطرناک جانوروں کا شکار کرنا چاہتے ہوں' ہاتھی دانت کے رسیا جو اپنی ایک الگ منڈلی
جمائے ہوئے ہوں۔ ہاتھی دانت بھی بہت قیمتی چیز ہوتی ہے اور اکثر صحرائے اعظم میں عظیم
الشان لمبے دانتوں والے ہاتھیوں کے شکار کے لئے شکاریوں کی ٹولیاں نکل پڑتی ہیں ہرچند
کہ ان کے پاس ہاتھی دانت حاصل کرنے کے لئے کوئی لائسنس وغیرہ نہیں ہوتا لیکن
دولت کے حصول کے لئے خطرات مول لینے ہی پڑتے ہیں۔"

بہرحال کنور مہتاب علی ان بوٹسوز کے پاس پہنچ گیا قرب و جوار میں کوئی نظر نہیں
آرہا تھا۔ کنور مہتاب علی نے کوشش کی کہ وہ کسی طرح ان لوگوں کو پانے میں کامیاب ہو
جائے لیکن فیروز نے جن بوٹسوز کی نشاندہی کی تھی ان میں سے کچھ میں تین چار عورتیں
نظر آئیں تھی چونکہ ایک طویل سلسلہ تھا اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ ان عورتوں کا
تعلق بھی انہی بوڑھوں سے ہو' کافی دیر تک کنور مہتاب علی بوٹسوز کے گرد چکر لگاتا رہا
لیکن ایسا کوئی بوڑھا اسے نظر نہیں آیا پھر وہ وہاں سے گھوم کر ایک طرف بڑھا ہی تھا کہ
عقب سے آواز آئی.........

"ایکسکیوزمی لارڈ.........." کنور مہتاب علی نے پلٹ کر دیکھا' سفید بالوں والا خوش شکل بوڑھا اس کے سامنے موجود تھا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی آنکھو سنہری فریم کی عینک' کشادہ پیشانی' عمر پینسٹھ اور ستر کے درمیان لیکن اس کی مناسبت جسمانی طور پر تندرست' وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا کنور مہتاب علی کے قریب گیا........"

"میں نے ہی آپ کو مخاطب کیا ہے سر' اور اس مداخلت بیجا کے لئے معا خواستگار ہوں' میرا نام جیمس پیرے ہے اور میں اس سامنے والی بوٹسو میں مقیم ہ بوڑھے نے سرخ پتھر سے بنے ہوئے بوٹسو کی جانب اشارہ کیا اور کنور مہتاب علی کے میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں' بوڑھا پھر بولا۔"

"اس طرح کسی کو سرراہ مخاطب کرنا بداخلاقی ہے لیکن اس عمر میں آنے کے انسان کی اخلاقیات بھی کچھ کمزور ہی پڑ جاتی ہیں دراصل ہم یہ سوچنے لگتے ہیں کہ ا اپنے سے کم عمر لوگوں سے ہر شکل میں مخاطب ہونے کا حق حاصل ہے اگر تم برا نہ م کرو تو تھوڑی دیر کے لئے ہماری مہمان نوازی قبول کرو' ایک پیالی چائے......... مہتاب علی نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا اور اس کے بعد ہاتھ آگے بڑھ کر بولا.....

"میرا نام کنور مہتاب ہے.........." بوڑھے نے پرجوش انداز میں اس سے کیا اور بوٹسو کی جانب اشارہ کرکے بولا۔

"تو پھر آجاؤ دوست کچھ باتیں ہو جائیں زندگی کے متعلق........." کنور مہتا کسی تردد کے بغیر اس کے ساتھ چل پڑا جب وہ بوٹسو میں داخل ہوا تو اس نے مزید بوڑھے آدمیوں کو دیکھا جو ان دونوں کو دیکھ کر استقبالیہ انداز میں کھڑے ہو گئے

"آٹھ پراسرار بوڑھے" کنور مہتاب علی کے ذہن میں فیروز کے الفاظ گونجے۔

ان سب نے پرتپاک انداز میں مہتاب علی کا خیر مقدم کیا تھا۔ جیمس پیرے کر کہا۔ "اس لنکا میں سب باون گز کے ہیں۔ اگر تم ہمیں اپنے بوٹسو میں مدعو کر بیٹھنے کے لئے کیا پیش کرو گے۔ کوئی ٹوٹا پھوٹا فرنیچر......... اس لئے بیٹھو.......

اپنے ساتھی بوڑھوں سے مخاطب ہو کر بولا۔ "میں نے اس شریف آدمی کو ایک کپ چائے کی دعوت دی ہے۔ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"چائے ابھی آجائے گی۔" باقی بوڑھوں میں سے کچھ نے کہا اور ایک چائے کے لئے باہر نکل گیا......... جیمس پیرے بولا۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو تم ایشیائی ہو۔"

"ہاں مسٹر پیرے۔" کنور مہتاب علی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"چہرے کے رنگ اور جسم کی بناوٹ سے مہم جوئی کے شائق لگتے ہو۔"

"بالکل ٹھیک۔"

"قیمتی ہیروں اور سنہری دھات کے متلاشی" جیمس پیرے مسکرا کر بولا۔ پھر خود ہی کہنے لگا۔ "صحرائے اعظم میں ہر شے کی فراوانی ہے۔ ہمیں دیکھو......... ہم بھی اس آخری عمر میں' گوشہ نشینی اور موت کے انتظار کے بجائے دولت کی تلاش میں نکل پڑے ہیں۔ اصل میں لالچ کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔"

"کنور مہتاب علی نے گہری نگاہوں سے بوڑھے کو دیکھا۔ اور محسوس کیا کہ اب وہ کوئی خاص بات کہنا چاہتا ہے۔ وہ خاموشی سے بوڑھے کے آگے بولنے کا انتظار کرنے لگا.........!

جیمس پیرے نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا

"لالچ کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔ بچپن میں خوبصورت کھلونوں کی آرزو ہوتی ہے۔ جوانی میں قیمتی کاروں' خوبصورت کوٹھیوں اور حسین گرلز فرینڈز کی۔ لیکن ہر دور میں ایک قدر مشترک ہوتی ہے بتاؤ گے کیا؟" اس نے رک کر کنور مہتاب علی کو دیکھا۔

"آپ ہی بتائیں مسٹر پیرے۔" مہتاب علی بولا۔ وہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ بوڑھا کیا کہنا چاہتا ہے۔

"حسن.......... صرف حسن.......... انسانی فطرت میں حسن پسندی کا عنصر سب سے زیادہ نمایاں رکھا گیا ہے۔ لیکن اس فطرت کی تزئین کے لئے بھی ایک چیز سب پر حاوی ہوتی ہے۔ دل چاہتا ہے تم سے پوچھوں کہ وہ کیا ہے کیا تم جواب دو گے؟

"آپ ہی بتادیں مسٹر پیرئے۔"

تمہارے اس جواب کے پیش نظر میں خود ہی بتا دیتا ہوں۔ وہ ہے صحت' تندرستی' زندگی کیا سمجھے؟"

"جی ہاں یہ بالکل ٹھیک ہے۔"

"صحت ہے' تندرستی ہے تو حسن ہے۔ ورنہ ہر چیز بے معنی ہو جاتی ہے۔ دولت کی خواہش ایک نشہ ہے۔ انسان دولت کے انبار دیکھ کر خوش ہوتا ہے لیکن عزیز' دولت

کا تعین خود کرنا ہوتا ہے۔ سونا' ہیرے اور دوسری قیمتی دھاتیں روایتی دولت ہوتی ہیں لیکن آخری نہیں.......... صحت و تندرستی اس دولت سے بڑھ کر ہے۔ ہم آٹھ بوڑھے اس دولت کی تلاش میں نکلے ہیں۔"

"اوہ.........." کنور مہتاب علی کے منہ سے نکلا۔ وہ اس انکشاف پر چکرا گیا تھا۔

"میں سمجھا نہیں مسٹر پیرے۔"

"تم مجھے ڈاکٹر جیمس پیرے کہہ سکتے ہو۔ میں نے اپنی ساری زندگی جڑی بوٹیوں کی تلاش میں صرف کی ہے۔ شاید تم نے کبھی اس ناچیز کا نام سنا ہو۔ میں نے اپنی حقیر سی کوششوں سے اقوام عالم کو' انسانیت کو' صحت و زندگی کے چند تحفے پیش کئے ہیں۔ اور اب بھی بیمار انسانیت کے لئے سرگرداں ہوں۔ میرے دوست یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ تم اور تمہارا گروپ جسے میں نے دیکھا ہے دولت ہی کی تلاش میں نکلے ہوئے ہیں۔ ہر چند کہ میں تمہاری عمر کو نوعمری نہیں کہہ سکتا تمہارے چہرے پر تجربات کی جھلکیاں ہیں اور مجھے بخوبی اندازہ ہے کہ تم جہاندیدہ ہو تمہارے جسم کی بناوٹ اور تمہارے رنگ کی تبدیلی اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ تم نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ صحراؤں پہاڑوں اور جنگلوں کی خاک چھانتے ہوئے گزارا ہے بے شک زندگی کا ایک یہ بھی رخ ہے اور پھر سب ہماری طرح احمق نہیں ہوتے کہ ہم نے اپنی اس عمر کو بھی دنیا کی فلاح کی نذر کر دیا ہے۔ لیکن شوق اپنا اپنا' دیوانگی اپنی اپنی.......... ہر شخص شوق کے ہاتھوں جیتا ہے ہمارا یہی شوق ہے۔ تم مہم جو ہو مہم پر جا رہے ہو۔ تمہارے ساتھ طاقتور اور توانا اور دنیا کی صعوبتیں جھیلنے والے ساتھیوں کی بہتات ہے جبکہ ہم آٹھوں کمزور اور بہت سے معاملات میں بے وسائل ہیں۔ اگر ہم تم سے اپنی اس خواہش کا اظہار کریں کہ اپنی اس مہم میں ہمیں بھی اپنے ساتھ لے لو تو کیا تم ہماری اس خواہش کو قبول کر لو گے؟"

کنور مہتاب علی نے گہری نگاہوں سے ان کا جائزہ لیا۔ چونکہ چائے آگئی تھی اس لئے چائے کے چند گھونٹ لیتے ہوئے اسے بہتر جواب سوچنے کا موقع ملا۔ چند لمحات کے بعد اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر جیمس پیرے.......... بہت بڑی بات آپ نے بہت سادگی سے کہہ دی ہے"

"ایک منٹ ایک منٹ۔ تمہاری گفتگو درمیان سے منقطع کرنے کے لئے تم معافی مانگتا ہوں جتنی بڑی بات جتنی سادگی سے کہہ دی جائے موثر اور بہتر ہوتی ہے کیا اگر اس کے گرد شکر لپیٹنے کی کوشش کی جائے تو صاف اندازہ ہو جاتا ہے کہ اندر کڑواہٹ ہے۔ کڑواہٹ ہی کو چھپانے کے لئے شکر لپیٹی جاتی ہے اور جہاں کڑواہٹ نہ ہو تو پھر کہ شکر کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی.......... تم ہماری اس درخواست کو زیادہ سے زیادہ رد کر دو گے تو کچھ نہیں ہو گا نا.......... ہم خاموش ہو جائیں گے.......... یہاں روانڈا میں اس بات کے منتظر نہیں تھے کہ تم ہمیں یہاں ملو اور ہم تم سے یہ درخواست کریں۔ یہ صرف لمحوں کی سوچ ہے.......... ہم نے تمہارے اردگرد گھوم کر تمہارے اس گروہ کا جائزہ لیا جتنے لوگ نظر آرہے ہیں ان سب کے چہروں پر بڑائی نظر آتی ہے' تم وہ معمولی لوگ نہیں ہو جو بس ایک لگن' ایک دھن کو نکتہ نظر بنا کر چل پڑتے ہیں ان انتظامات کے بغیر جو انتہائی ضروری ہوتے ہیں یہ ہمارا نظریہ ہے اور ہم سب ساتھی یہ طے کر چکے ہیں کہ اگر موقع ہوا تو تم سے اپنی اس خواہش کا اظہار کریں گے' سو یہ وقت آگیا۔ فیصلہ کرنا نہ کرنا تمہارے ہاتھ میں ہے؟"

"میں سمجھتا ہوں' میں سمجھتا ہوں مسٹر جیمس پیرے' آپ کے ان الفاظ سے میں پوری طرح اتفاق کرتا ہوں۔ بہرحال ان ساری باتوں کو ذہن میں رکھ کر میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کروں گا۔ اگر وہ اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ تم لوگوں کو اپنے گروپ میں شامل کرلیں تو ذاتی طور پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"کیا تمہارے کوئی گینگ لیڈر ہے؟" جیمس پیرے نے سوال کیا۔

"نہیں کوئی باقاعدہ لیڈر نہیں ہے۔ یہ دوستوں کا ایک گروہ ہے جو مہم جوئی کے لئے نکل پڑا ہے۔"

"تو تم اپنے دوستوں سے سفارش تو کر سکتے ہو؟"

"بے شک میں ایسا ضرور کروں گا مسٹر جیمس پیرے۔"

"اور ہم تمہیں ایک بات اور بتادیں۔ ہمیں صرف تمہارا سہارا درکار ہے اور یہ بھی بتادیں ہم تمہیں کہ شاید افریقہ کے اندرونی علاقوں کے بارے میں ہم بہت زیادہ جانتے ہیں اور افریقہ کی زندگی بھی ہمارے علم میں ہے پھر ہم سب چونکہ ڈاکٹر ہیں اس لئے ہماری معیت تم لوگوں کے لئے بڑی سودمند ہوگی کوشش کرنا کہ تمہارے ساتھی تمہاری اس درخواست کو قبول کرلیں۔ نہ کرو گے تو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر جیمس پیرے' میں اس سلسلے میں ان سے بات کرلوں گا۔" کچھ دیر کے بعد کنور مہتاب علی ان کے بوٹسو سے نکل آیا تھا۔ لیکن ذہنی طور پر وہ گہری سوچوں کا شکار تھا۔ فیروز نے ان کی نشاندہی کی تھی۔ انہوں نے یہ بات نہیں چھپائی تھی کہ وہ ان کے اردگرد چکراتے رہے ہیں اور اس کی وجہ بھی بتا دی تھی۔ لیکن کنور مہتاب علی کے اپنے خیال کے مطابق بھی اور وہ جانتا تھا کہ باقی لوگ بھی اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے کہ کچھ اجنبی افراد کو اپنے ساتھ لگایا جائے۔ تاہم اس نے کچھ ایسے پہلو ذہن نشین کر لئے تھے جن کے تحت بات آگے بڑھائی جاسکتی تھی۔ ٹہلنے والے انداز میں وہ اپنے بوٹسو کی جانب بڑھ گیا اور یہ اتفاق تھا کہ ابھی تک ان لوگوں میں سے کوئی واپس نہیں آیا تھا اور سوائے سردار خان اور شمسہ کے اس وقت کوئی بھی اپنے بوٹسو میں موجود نہیں تھا۔ چنانچہ موقع پاکر کنور مہتاب علی نے فیروز سے رابطہ قائم کیا اور چند لمحات کے بعد رابطہ قائم ہوگیا۔ فیروز کی آواز ٹرانسمیٹر پر سنائی دی۔

"یس سر۔ میں آپ سے زیادہ فاصلہ پر نہیں ہوں اور مجھے علم ہے کہ آپ ابھی ان بوڑھوں کے بوٹسو سے باہر نکلے ہیں۔"

"گڈ.......... فیروز میری ملاقات ان لوگوں سے ہوئی' وہ اپنے آپ کو ڈاکٹر بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ افریقہ کے اندرونی علاقوں کے بارے میں انہیں کافی معلومات حاصل ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ ہم انہیں اپنے ساتھ شامل کرلیں۔ وہ اپنا کام کرتے رہیں اور ہم اپنا کام' ان میں سے ایک شخص جیمس پیرے ہے جو اپنا نام ڈاکٹر جیمس پیرے بتاتا ہے اس کا کہنا ہے کہ وہ ہمارے لئے بھی کافی مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔"

"سر.........اپ نے ان سے یہ پوچھا کہ وہ کون سے علاقے میں جارہے ہیں؟"

"یہ پوچھا تو نہیں ہے میں نے.........لیکن میرا خیال ہے کہ وہ بھی روانڈا کے راستے افریقہ کے گھنے جنگلات میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں ان کے پاس تمام وسائل موجود ہیں۔"

"پھر آپ نے کیا فیصلہ کیا سر؟"

"پہلی بات تو یہ ہے فیروز کہ میں یہ فیصلہ تنہا نہیں کر سکتا۔ بلکہ سرہدایت اللہ اور دوسرے تمام افراد کے سامنے یہ تفصیل مجھے رکھنا پڑے گی۔ میرا خیال ہے وہ اس کے لئے قطعی تیار نہیں ہوں گے کیونکہ انہیں چند بوڑھے ڈاکٹروں سے کیا حاصل ہو سکتا ہے.........؟"

"سر! یہ فیصلہ ظاہر ہے آپ مناسب طریقے سے کر سکتے ہیں' میں نے تو اپنے طور پر ان کی نشاندہی کر دی۔ اصل میں سر میرا کام تو مرزا نصیر بیگ کی تلاس ہے اور ابھی تک اس بدبخت کے کہیں آثار نہیں ملے۔"

"فیروز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس مہم جوئی میں مرزا نصیر بیگ سے ہماری ملاقات ہی نہ ہو۔ یہ تو ایک مفروضہ ہے جو ہم نے اپنے طور پر قائم کرلیا ہے۔ اگر فرض کیجئے ایسا ہو جاتا ہے تو تم ہمارے بہترین معاون اس شکل میں ہوگے کہ ہمیں کسی بھی مشکل سے بچاؤ۔"

"آپ اس کی بالکل فکر نہ کریں سر آپ کا خادم اب آپ سے بہت محبت کرنے لگا ہے۔"

"تھینک یو فیروز......... بہرحال مطمئن تو ہونا؟"

"بہت زیادہ سر کوئی پریشانی نہیں ہے بلکہ اپنی زندگی کے اس نئے پہلو سے میں کافی لطف اندوز ہو رہا ہوں۔"

"اوکے.........اور کوئی خاص بات؟"

"نہیں سر؟"

"ہمارے باقی ساتھی کیا کر رہے ہیں؟"

"غالباً" سرہدایت اللہ یہاں سے روانگی کے انتظامات کرنے میں مصروف ہیں۔"

"ٹھیک ہے' اوکے۔ خدا حافظ۔"

"خدا حافظ سر........." فیروز نے کہا اور کنور مہتاب علی نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

زاہد نے مرزا نصیر بیگ کو مفصل رپورٹ پیش کر دی۔ اس نے کہا۔

”سر! ولیم آرنلڈ تیاریوں میں مصروف ہے اور اس کی تیاریاں نہایت اہم نوعیت کی ہیں اسے زیادہ تر یہاں کے ایک کلب میں دیکھا جاتا ہے جسے ”گوفے“ کلب کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کلب میں مارشل آرٹ کی تربیت بھی دی جاتی ہے ایک بڑی گاڑی میں ولیم آرنلڈ چھ آدمیوں کے ساتھ نظر آتا ہے جو اپنی جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے مارشل آرٹ کے ماہر نظر آتے ہیں۔ جہاں تک اسلحے کی خریداری کا معاملہ ہے وہ ابھی تک نظر نہیں آیا۔ ویسے سر‘ میرا خیال ہے کہ وہ اسلحہ نہیں خریدے گا کیونکہ اسلحے کے ساتھ سفر کرنا بھی تو ایک مسئلہ ہے۔ میں نے اسے ایک چرچ میں بھی دیکھا ہے جس کا پادری ”بیری لاٹ“ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ سر! چرچ میں وہ سروس کرنے نہیں جاتا بلکہ بیری لاٹ سے اس کی خاصی گہری دوستی محسوس ہوتی ہے۔ یہ اس کے بارے میں مفصل رپورٹ ہے۔

”مرزا نصیر بیگ نے تعریفی نگاہوں سے زاہد کو دیکھا اور بولا۔“

”جب میں نے تمہارا ساتھ اختیار کیا تھا زاہد تو میرے ذہن میں یہ تصور بھی نہیں تھا کہ تم میرے لئے اس قدر کار آمد ثابت ہو گے۔ دراصل تمہارے اندر جو صلاحیتیں پوشیدہ ہیں وہ شاید تمہاری پیشانی پر بھی تحریر ہیں اور تم صحیح معنوں میں میرے دست

راست ثابت ہو رہے ہو۔“

”سر! اب تو یہ کہتے ہوئے بھی شرم محسوس ہونے لگی ہے کہ میں بھی اپنی تقدیر کا آخری داؤ لگا رہا ہوں اور اسی میں میرے بیوی بچوں کا مستقبل پوشیدہ ہے۔“

”بے شک ہمیں اس موضوع پر اب بہت زیادہ گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ اب دیکھو ولیم آرنلڈ کب مجھے اپنی تیاریوں کی تکمیل کی اطلاع دیتا ہے۔“ ولیم آرنلڈ نے اس کام میں دیر نہیں لگائی بیری لاٹ سے اسے وہ نقشے دریافت ہو گئے تھے اور بیری لاٹ نے اسے مشورہ دیا تھا کہ ان نقشوں کی تفصیل مرزا نصیر بیگ سے نہ چھپائی جائے‘ راستے سیدھے سادے ہوں گے۔ بگ بورڈل تو اس وقت کار آمد ثابت ہو گا جب ولیم آرنلڈ یہ محسوس کرے کہ مرزا نصیر بیگ اس کے اندازے کے مطابق کسی بدعہدی پر آمادہ ہے غرضیکہ ساری تیاریاں مکمل کرنے کے بعد ولیم آرنلڈ‘ مرزا نصیر بیگ کے پاس پہنچ گیا اس کے چہرے پر کوئی خشونت نہیں تھی بلکہ وہ نرم اور معتدل نظر آرہا تھا۔ لیکن مقابلہ ایک سانپ سے تھا جس کی آنکھوں میں اتنی گہرائیاں پوشیدہ تھیں جیسے کوئی گہری جھیل۔ ولیم آرنلڈ سے اس نے بڑی محبت سے ملاقات کی اور کہا۔

”زندگی میں کبھی کبھی کچھ ایسے واقعات رونما ہو جاتے ہیں جن سے انسان تا زندگی شرمندہ رہتا ہے‘ دولت بے شک ایک اہم مسئلہ ہے ڈیئر آرنلڈ اور کمبخت انسان اس کے حصول کے لئے بہترین دوستیاں کھو بیٹھتا ہے‘ لیکن اب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ تم جیسے دوست کی قیمت کتنی ہی بڑی دولت سے کہیں زیادہ ہے۔“

”دیکھو مرزا نصیر بیگ میں بھی انسان ہی ہوں اور محبت انسان کے لئے فطرت کا ورثہ ہے‘ میں بھی دوستیاں نبھانا جانتا ہوں اور تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ جو کچھ ہوا میری طرف سے نہیں ہوا۔“

”آہ.......... تمہارے یہ الفاظ مجھے جس قدر شرمند کرتے ہیں کاش میں اسے الفاظ میں بیان کر سکتا۔“ نصیر بیگ نے گردن خم کر کے کہا۔

”کیا یہ ممکن نہیں مرزا نصیر بیگ کہ ہم زندگی کے چند سال اپنے درمیان میں سے

ہمیشہ کے لئے نکال دیں۔"

"میرے لئے تو اس سے زیادہ خوشی کی اور کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی لیکن جب کبھی یہ تصور دل میں پیدا ہوتا ہے کہ نقصان تو تمہیں پہنچا تھا اور تمہارے لئے یہ بہت مشکل ہو گا' تو میں اندر ہی اندر بہت شرمندہ ہو جاتا ہوں۔"

"یہ پیشکش میں نے کی ہے' میری زبان سے تم کبھی اب ان باتوں کا تذکرہ نہیں سنو گے جو ہمارے درمیان ہو کر گزر چکی ہیں۔"

"یہ تمہاری بلندی ہے ہم اپنی تیاریاں مکمل کر چکے ہیں اور اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم کب یہ جگہ چھوڑتے ہو۔"

"میری جان' تمہارے ایک اشارے پر میں بستر باندھ کر روانہ ہونے کے لئے تیار ہوں۔"

"تو پھر بستر فورا" باندھ لو ہم تیاریاں مکمل کر چکے ہیں۔ پہلے میں تمہیں مجوزہ نقشوں کے بارے میں بتادوں جن راستوں کی تفصیل تم نے مجھے بتائی ہے اگر ہم انہیں مختصر کر سکیں تو کیا تمہارے خیال میں یہ سب کچھ مناسب نہیں ہو گا۔"

"کیوں نہیں.........کیوں نہیں' میں تو اس سلسلے میں تم پر مکمل انحصار کر چکا ہوں اور اب بھلا اس بات کی کیا گنجائش ہے کہ تمہاری کسی تجویز سے میں کوئی اختلاف کروں' اصل میں میں خود بھی ایک ایسی جگہ زیادہ وقت نہیں ضائع کرنا چاہتا جہاں مجھے کسی اور کے مل جانے کی توقع نہیں ہے۔"

"جن راستوں سے گزر کر تم نے نیل کنٹھ تک پہنچنے کے ذرائع بتائے ہیں ہم انھیں مختصر کر سکتے ہیں مثلا" یہ کہ اگر کوئی ہوش مند انسان اس جگہ جانے کے لئے سفر کا آغاز کرے گا تو اس کے لئے بہترین جگہ انگولا ہی ہو گی۔"

"بے شک۔"

"لیکن بات ذی شعور لوگوں کی نہیں ہے بلکہ ان کی ہے جو کچھ کر گزرنا چاہتے ہیں چنانچہ ان نقشوں کو دیکھو ہمیں یہاں سے زائر چلنا ہو گا۔ زائر سے لومباشی جو زائر ہی کا

ایک حصہ ہے۔ میری مراد یہ ہے کہ ہم کنشاساہی میں اتریں گے اور کنشاسا سے ہمیں زائر کے دوسرے شہر لومباشی کی جانب سفر کرنا پڑے گا۔ اصل میں یہ بات تمہارے علم میں ہے کہ لومباشی میں پہنچنے کے بعد ہمیں افریقہ کے اندرونی راستوں کا سفر کرنا اتنا ہی آسان ہو گا جتنا انگولا سے لیکن ہمارے راستے مختصر ہو جائیں گے صحرائے اعظم کے اندرونی علاقوں میں جانے کے لئے خواہ انگولا سے سفر کا آغاز کیا جائے یا کانگو اور غیبون سے یا پھر کیمرون سے لیکن بات وہی ایک ہو جاتی ہے۔ یہ تمام راستے ملنے جلنے کے بعد بینگوئی سے گزرتے ہیں اور زائر سے بینگوئی کا فاصلہ طے کرنے مین اگر ہمیں بہت سی مشکلات سے بچنے کا موقع مل جائے تو کیا یہ مناسب نہیں ہو گا۔" مرزا نصیر بیگ ان نقشوں پر جھک گیا اور اسے یہ اعتراف کرنا پڑا کہ یہ نقشے دنیا کے آسان ترین انداز میں بنائے گئے ہیں۔ ایک ایک پوائنٹ کو اجاگر کیا گیا تھا اور اس سے آگے کے راستوں کا تعین کیا گیا تھا۔ ان میں سے بے شمار راستے مرزا نصیر بیگ کے جانے پہچانے تھے اور وہ ان سے گزر چکا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ نقشہ پوری طرح ہندسوں سے مرصع تھا اور ان ہندسوں میں فاصلے متعین کئے گئے تھے۔ ان فاصلوں کے مطابق اگر زائر سے لومباشی اور پھر زائر کے دوسرے چھوٹے چھوٹے شہروں سے گزرا جائے تو صحرائے اعظم میں داخل ہونے کا وہ راستہ انتہائی شاندار ہو جاتا تھا اور اس کے لئے کوئی مشکل پیش نہیں آتی تھی۔ بہت غور و خوض کے بعد مرزا نصیر بیگ کی باچھیں خوشی سے کھل اٹھیں۔ اس نے کہا۔

"اگر یہ نقشہ تم نے ترتیب دیا ہے میری جان تو میں تمہیں دنیا کا ذہین ترین آدمی تسلیم کرلینے کے لئے تیار ہوں اور اس بات پر مجھے یقینا" حیرت ہو گی کہ اب تک تم نے صحرائے اعظم میں کسی خزانے کی تلاش کے لئے چارہ جوئی کیوں نہیں کی؟"

"وقت.........صرف وقت' اور تمہیں اس بات کا علم ہے کہ میں نے اپنی محبت کی تکمیل کے لئے جو کچھ کیا ہے اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو بڑا محدود کرلیا ہے لیکن میری بیوی کی محبت جس نے میرے لئے وہ سب کچھ چھوڑ دیا ہے جسے چھوڑنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی' مجھے اس کے لئے مجبور کرتی ہے کہ میں اسے وہی ماحول مہیا

گردوں اور تم جانتے ہو کہ وہ کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرے لیکن جب ہم لندن کی سڑکوں سے گزرتے ہیں تو لوگوں کی اشارے بازیاں ہمارے بارے میں ہوتی ہیں اور ہرچند کہ ان کے الفاظ ہمارے کانوں تک نہیں پہنچتے لیکن میں بخوبی سمجھتا ہوں کہ کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ "دیکھو اس لڑکی نے محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی تمام آسائشیں چھوڑ دیں اور اب کس طرح لندن کی ایک عام شہری کی حیثیت سے زندگی گزار رہی ہے۔" میری بیوی تو اس وقت کچھ نہیں کہتی لیکن میرا سر شرم سے جھک جاتا ہے محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ محبوب کی قربانیوں کو نگاہوں میں رکھتے ہوئے اس کے لئے قربان ہو جایا جائے اور وہ اسی قابل ہے' خیر میرا خیال ہے میں جذبات کی رو میں بھٹک گیا کہنا صرف یہ چاہتا تھا میں مرزا نصیر بیگ کہ اس بار میں زندگی کی بازی لگا رہا ہوں اور اس کا حل چاہتا ہوں' فیصلہ چاہتا ہوں۔"

"کاش......... میں تمہیں اپنے جذبات سے آگاہ کر سکتا' یوں سمجھ لو کہ تمہارے بہتر مستقبل کے لئے اب میں بھی اتنا ہی سرگرداں ہوں جتنے کہ تم' اور اس طرح میں اپنے پچھلے گناہوں کا کفارہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ ذکر تم نے دوبارہ نکالا ہے ورنہ میں تو اسے ہمیشہ کے لئے دفن کر چکا ہوں۔"

"تو پھر......... اب کیا ارادہ ہے؟"

"ہمیں زائر کے لئے رخت سفر باندھ لینا چاہیے۔ میں نے گوفے کلب سے چھ ایسے سورماؤں کو منتخب کیا ہے جو ضرورت پڑنے پر ساٹھ آدمیوں کا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ یہ سب مارشل آرٹ کے ماہر ہیں' فنون جنگ سے پوری طرح واقفیت رکھتے ہیں اور کسی بھی موقع پر ہمارے لئے جان کی بازی لگانے کو تیار ہو جائیں گے.........میں نے ان سے معقول معاوضے طے کر لئے ہیں۔ یہ فطرتاً مہم جو ہیں اور ہمارا ساتھ بڑی خوشی سے دیں گے۔"

"ویری گڈ! باقی تیاریوں کے بارے میں کیا خیال ہے' کیا ہمیں اپنے دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے ہتھیاروں کی ضرورت پیش نہیں آئے گی؟"

"لومباشی میں ان کا معقول انتظام ہو جائے گا۔ اصل میں صحرائے اعظم میں داخل ہونے کے لئے دنیا کے مختلف گوشوں سے مہم جو ٹیمیں آتی ہیں اور انہیں جن اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے ان کا معقول بندوبست کر دیا جاتا ہے۔ تمہیں حیرت ہوگی کہ میں نے اس نقشے کے مطابق جو راستہ منتخب کیا ہے وہ عام راستہ نہیں ہے۔ ہمیں دریائے ٹونگا سے سفر کرنا ہوگا اور دریائے ٹونگا کا یہ سفر ہمیں باآسانی بینگوئی تک پہنچا دے گا۔ دریائے ٹونگا بینگوئی کے مشرقی حصے سے گزرتا ہے اور ہمارے پاس اس قسم کے انتظامات ہیں کہ ہم وہاں سے بینگوئی تک پہنچ سکیں۔"

"خدا کی قسم تم نے جو کچھ کیا ہے وہ سنہرے لفظوں میں لکھنے کے قابل ہے میں مطمئن ہوں۔ اور پھر میں نے تو اپنی باگ ڈور تمہارے سپرد کر دی ہے۔"

"بس تو پھر اب آخری کام یہ ہے کہ میں زائر جانے کے لئے تمام انتظامات کر لوں اور اس کے لئے مجھے دو دن سے زیادہ کا وقت نہیں لگے گا۔"

"تم کر لو......... یہ کچھ رقم اپنے پاس رکھو۔ ظاہر ہے ہمیں اس کی ضرورت پیش آئے گی۔"

"اخراجات کا تخمینہ میں نے تمہیں بتا دیا ہے اور بہتر ہے کہ مجھے پوری رقم ادا کر دی جائے تاکہ میں اعتماد کے ساتھ ہر کام کی تکمیل کر سکوں۔"

"نہایت خوشی کے ساتھ کیونکہ اب میرے رہبر تم ہی ہو اور اس مہم کے انچارج بھی میں خود تمہاری ہدایات پر عمل کروں گا۔ پارٹی لیڈر کی حیثیت سے تمہیں ہر فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔"

"اوکے مائی ڈیئر۔" ولیم آرنلڈ نے مطمئن لہجے میں کہا۔

اس کی مطلوبہ رقم اسے دے دی گئی اور اس کے بعد وہ شکریہ ادا کر کے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد زاہد نے البتہ کسی قدر تشویش کی نگاہوں سے مرزا نصیر بیگ کو دیکھا تھا۔ مرزا نصیر بیگ نے اس کی تشویش بھری نگاہوں کے جواب میں کہا۔

"بات اصل میں یہ ہے زاہد کہ انسان کو جب مٹھی میں لینا ہو تو اس قسم کے

اقدامات کرنا ضروری ہوتا ہے۔"

"میں صرف یہ سوچ رہا تھا سر کہ جتنی بڑی رقم کی ادائیگی ہم نے اسے کر دی ہے اگر وہ اسی پر اکتفا کرے تو میرا خیال ہے اسے خاصا بہتر منافع ہو گا۔" مرزا نصیر بیگ ہنسے، پھر اس نے کہا۔

"تم بہت نفیس انسان ہو زاہد اور ظاہر ہے اس دنیا کے انسان نہیں ہو جس میں اب ہم نے قدم رکھا ہے، تمہیں بہت سے وسوسے ستائیں گے لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر اس شخص نے ہمارے ساتھ کوئی فریب کیا تو اس کے بعد یہ زندگی کے کسی بھی مرحلے پر کامیابی نہیں حاصل کر سکے گا یہ میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ رہا ہوں۔"

"سر! آپ یقیناً بہتر سمجھتے ہوں گے.........."

"تم بالکل مطمئن رہو دو اژدھوں کا مقابلہ ہے اور ہر ایک اپنی قوت سے اچھی طرح واقف۔"

ولیم آرنلڈ نے اپنے وعدے کے مطابق تمام انتظامات کر لئے حالانکہ مرزا نصیر بیگ ایک اندھی چال چل رہا تھا، روانہ ہونے سے پہلے تنہائیوں میں یہ خیال کئی بار اس کے دل میں آیا کہ کیا یہ ضروری ہے کہ کنور مہتاب علی اور سر ہدایت اللہ کی ٹیم انہی راستوں کو اختیار کرتی ہوئی وہاں پہنچے گی جن کے بارے میں اس نے تعین کیا ہے۔ نیز یہ کہ وہ پہنچ بھی جائے گی یا نہیں کیونکہ راستے کی صعوبتیں جس طرح وہ لوگ جانتے تھے اسی طرح مرزا نصیر بیگ کو بھی معلوم تھیں، بہرحال زندگی بذات خود ایک اندھی چال ہے اور یہ چال چلنا ہی پڑتی ہے چاہے منزل کچھ بھی ہو۔ بالآخر تمام تیاریاں مکمل کرنے کے بعد یہ زائر کے لئے روانہ ہو گئے۔

سب لوگ اپنے اپنے رنگ میں مست تھے، لیکن شاید ان تمام مہم جوؤں میں سب سے زیادہ بے فکر اور خوش و خرم عرشی اور نادر شاہ تھے جو اس مہم کو ایک پکنک کے طور پر سرانجام دے رہے تھے۔ عرشی کا تو خوشی کے مارے کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔ زندگی کی سب سے بڑی آرزو پوری ہو رہی تھی۔ فطرتاً وہ جس قسم کی لڑکی تھی اس کا اظہار پہلے ہو چکا ہے۔ جو لڑکی نہایت بے باکی اور نڈر انداز میں سڑکوں پر نکل کر بھیس بدل کر خطرناک ترین لوگوں کے درمیان محفوظ رہتی تھی وہ فطرتاً کس قدر مہم جو ہو سکتی ہے اور اس کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ باپ سے مہم جویانہ فطرت ورثے میں ملی تھی اور شدید ترین خطرات میں کود پڑنا اس کے لئے کوئی مشکل عمل نہیں تھا۔ اوپر سے نادر شاہ جیسی شخصیت مل گئی تھی جو خود بھی ایک کمال کا انسان تھا، یہ وہ شخص تھا جس نے عرشی کو زچ کر دیا تھا اور عرشی بھی اس قسم کی لڑکی تھی کسی سے زیر ہونے کے بعد وہ اس سے نفرت نہیں بلکہ محبت کرتی تھی اور نادر شاہ درحقیقت اس کے ذہن کی گہرائیوں تک پہنچ چکا تھا۔ خود نادر شاہ کی کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں تھی، یہاں پہنچنے کے بعد جس شاندار مہم کا آغاز ہوا تھا عرشی اس سے بہت زیادہ خوش تھی، نادر شاہ نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ کچھ فاصلہ اختیار کرے، اصل میں بڑے مخلص لوگ تھے یہ اور سردار خان اور شمسہ کی حیثیت سے چونکہ ان لوگوں نے جان کی بازی لگا دی تھی اس لئے ان سے بہت محبت بھی

کی جاتی تھی۔ بہرحال بوٹسوں سے کافی فاصلے پر ایک سنسان سی جگہ پہنچ کر عرشی بیٹھ اس نے گل کو اپنے زانو پر لٹالیا تھا۔ گل گہری نیند سوگئی تھی' نادر شاہ نے اسے دیکھ بے اختیار ہنس پڑا۔ عرشی نے چونک کر بھنویں اٹھائیں اور بولی۔

"خیریت' یہ پھول کیسے کھل رہے ہیں؟"

"جب تم تنہائی میں میرے ساتھ ہوتی ہو عرشی تو تم پھولوں کی بات کرتی ہو' گلہ کے گلستاں کھل جاتے ہیں۔"

"سبحان اللہ' ایسے موقعے کے لئے کوئی اچھا شعریاد آرہا ہے آپ کو؟"

"ہاں یاد آرہا ہے۔"

"ارشاد ارشاد۔"

"اپنے آنچل پہ ستاروں سے میرا نام نہ لکھ
میں تیرا خواب ہوں پلکوں میں سجالے مجھ کو"

"جی پھر کیا ہوا؟" عرشی نے بے تاثر لہجے میں سوال کیا۔

"یار عجیب آدمی ہو یعنی اتنے اچھے شعر کو کوئی لفٹ ہی نہیں دی تم نے۔"

"جناب عالی! یہ حقیقت کی دنیا ہے' اس دور میں محبوباؤں کے سروں پر آنچل کہا ہوتا ہے اور پھر وہ زمانے تو کب کے لد گئے جب شعرو شاعری کا زندگی میں گہرا دخل تھ یہاں تک کہ معصوم لوگ تکیوں پر بھی اشعار کو کڑھوالیا کرتے تھے' ملاحظہ فرمایئے۔"

نزاکت پر نہ کر تو ناز اپنی ملائم تجھ سے زیادہ میرا سر ہے
اگر دنیا تجھے کہتی ہے تکیہ لقب میرا شہنشاہ عمر ہے

اللہ اللہ ذرا تشریح فرمادیجئے اس شعر کی' جناب عالی' آنچل پہ ستاروں سے نام لکھ کا وقت نجانے کب سے گزر گیا' اور پھر یہ عاشق صاحب آخر ہیں کیا چیز ایک تو عشق کرتے ہیں کسی شریف لڑکی سے' پھر فوراً" ہی فرمائشوں کا سلسلہ شروع کردیتے ہیں' ان

زبردستی ان کے خواب پلکوں میں سجا لیجئے' ارے بھائی آج کل تو پلکوں کا استعمال ہی ذرا مختلف ہوگیا ہے خوابوں کی گنجائش کہاں ہے۔"

"خدا تمہیں سمجھے عرشی' خواہ مخواہ اتنی لمبی چوڑی تقریر کر ڈالی۔"

"آپ کو یہ طریقہ ہی نہیں اختیار کرنا چاہے تھا' دور رہے حضرت' انسان چھلانگیں لگا کر چاند تک جارہا ہے اور آپ خواب اور آنچل کی بات کرتے ہیں۔"

"کم از کم تم سے واقعی مجھے ایسی بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

"آئی عقل لیکن ذرا دیر سے آئی چلو آتوگئی۔"

"کیوں بور کر رہی ہو عرشی؟"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ یہاں آئے ہیں' بیٹھے ہیں' ویسے تو ہمارے اردگرد اتنے افراد پھیلے ہوئے ہیں کہ کبھی موقع ہی نہیں ملتا۔ ذرا کچھ ہو جائے بھائی۔"

"کیا ہو جائے؟"

"میرا مطلب ہے کچھ رومانی ڈائیلاگ وغیرہ۔"

"فضول' بے کار' بے مقصد۔"

"یعنی یعنی تم میری محبت کو فضول' بے مقصد اور بے کار کہہ رہی ہو۔"

"زبردستی مفروضے نہ گھڑیں نادر شاہ صاحب کیا فائدہ ان احمقانہ باتوں کا' اگر ہم دونوں واقعی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں تو کرتے ہیں' اس کے لئے شور مچانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"مس عرشی' آپ میری منکوحہ ہیں۔"

"مفتوحہ نہیں ہوں اور پھر منکوحہ کہاں سے ہوگئی؟"

"شمسہ کی حیثیت سے' آپ ایک بچی کی ماں بھی ہیں۔"

"تو پھر۔"

"آپ کو میرے احکامات ماننا ہوں گے' اب اس وقت کچھ رومانی ڈیلاگ بیان فرما

دیجئے گا' بڑی نوازش ہو گی۔"

"آپ کیا سمجھتے ہیں نادر شاہ صاحب' اس طرح میں آپ کے ہاتھوں بلیک م
ہو سکوں گی۔"

"ارے بھائی درخواست کی جارہی ہے' کیوں آئی ہو یہاں آخر؟"

"آئندہ پروگرام پر گفتگو کرنے کے لئے۔" عرشی نے کہا اور نادر شاہ کا منہ پھو
گیا۔ پھر وہ سرد لہجے میں بولا۔

"جی فرمایئے......... اس کے بعد میرے لئے کیا خدمت ہے؟"

"میرا مطلب ہے کہ اب تک جو کچھ ہو چکا ہے اس سے مطمئن ہیں آپ؟"

"مجھے غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے ایڈونچر ر آپ ہیں' آپ کے وا
بزرگوار اس ٹیم کے سربراہ ہیں' ہمیں جیسی ہدایت ملتی جائے گی' کرتے چلے جائیں گے۔

"اب ایسا بھی نہیں ذرا حالات پر نظر رکھنا ہی ہو گی۔"

"رکھے ہوئے ہیں' حالات ٹھیک ٹھاک جارہے ہیں۔"

"ابھی تک تو کچھ بھی نہیں ہوا سر' اب آئندہ جو کچھ شروع ہو گا وہ ذرا قابل غ
ہو گا۔"

"ڈر رہی ہیں آپ؟"

"میں اور ڈر' دو الگ الگ چیزوں کا نام ہے' ویسے یہ گل بڑی مست ہے' اس م
جوئی میں اس کا کریکٹر سب سے عجیب رہا ہے' ساری کہانی اس کے گرد گھومتی ہے' لیکن
اسے کچھ خبر ہی نہیں ہے۔"

"اب سنجیدہ ہونے کے لئے کہہ دیا ہے تو چلو اس وقت تمہاری بات مانے لیتا ہوں
عرشی یہ نہ سمجھنا کہ گل کا معاملہ بہت لائٹ ہے' کچھ مہم جو گروہ ہمارے ساتھ اس لڑکی
دیکھ کر یقیناً" اس بارے میں غور کریں گے' ہمارے اپنے لوگوں کی بات الگ ہے' انہوں
نے تو ایک الگ ہی گیم کھیلا ہے۔ لیکن باہر کے لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا
ہو سکتا ہے گل کو خطرات پیش آئیں۔"

"نادر شاہ اسی لئے تو میں نے آپ کو اپنا ساتھی بنایا ہے۔ ہم ان لوگوں پر بھروسہ
نہیں کریں گے۔ گل کی حفاظت ہی تو اصل کام ہے۔ ویسے سچ جانو میں عجیب وغریب
احساسات کا شکار ہو گئی ہوں' بے چاری صائمہ کو اتنے دن تک مشکلات کا شکار رکھا وہ اس
لڑکی سے محبت کرنے لگی اور اب یہ کم بخت میرے دل میں بھی اترتی جارہی ہے' کچھ ایسی
اپنائیت ہے اس کے انداز میں کہ انسان خود بخود پگھل جائے۔"

"خیر' بچوں میں یہ سب کچھ ہوتا ہے۔"

"ہاں لیکن اسے اس کے خاندان کے حوالے کرنے کے بعد ہم کیا کریں گے؟"

"شادی۔" نادر شاہ نے کھٹ سے جواب دیا اور عرشی اسے گھورنے لگی۔

"ہاں ہاں شادی' شادی کیونکہ اس کے بعد ہمیں ایسی کسی پریشانی کا سامنا نہیں
رہے گا' ہمارے اپنے بھی بہت سے بچے ہوں گے تم جتنے بچوں کو چاہو اپنی گود میں سجا
لینا۔"

"اٹھو۔" عرشی غرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"ارے ارے کیا ہو گیا؟"

"بس اٹھ جاؤ۔"

"عرشی!"

"میں کہتی ہوں اٹھ جاؤ۔"

"دیکھو میں ناراض ہو جاؤں گا۔"

"تو پھر یہ اتنی زیادہ آزادی تمہیں کس نے دلائی؟"

"بچوں کے سلسلے میں؟"

"شٹ اپ!"

"یہ باتیں کرنے کے لئے تم مجھے یہاں تک لائی تھیں۔"

"میں کب لائی تھی؟"

"تو اور کون لایا تھا؟"

"آپ خود یہاں آئے تھے۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔ چلو' ان بور باتوں سے تو بہتر ہے کہ وہیں چلا جائے۔"

"آیئے اصل میں ہم دونوں ہی غلط ہیں' رومانی گفتگو کرنا نہ آپ کو آتی ہے نہ مجھے۔"

"لعنت ہے' چلو۔" نادر شاہ نے کہا اور وہ دونوں اٹھ کر اپنے بوٹسو کی جانب بڑھے' عرشی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ بوٹسو پہنچنے سے پہلے اس نے اچانک نادر کو آواز دی اور نار شاہ چونک کر رک گیا۔

"کیا بات ہے خیریت؟"

"او نادر شاہ' اصل میں اصل میں........"

"کیا بات ہے بھئی بولتی کیوں نہیں ہو؟"

"وہ......... یار میرا خیال ہے کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔" عرشی نے کہا اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔ نادر شاہ جلبلاتے ہوئے انداز میں اس سے کئی قدم آگے بڑھ گیا تھا۔

تمام لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے' ہر ایک نے اپنی اپنی ذمہ داریاں بانٹ لی تھیں' شام کو سب یکجا ہوگئے' ایک دوسرے کو رپورٹیں پیش کرنے کے لئے کھانے کے بعد کا وقت متعین تھا۔ اب یہاں آنے کے بعد ظاہر ہے وقت ضائع کرنا فضول تھا۔ چنانچہ ہر طرح کی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد وہ افریقہ کے اندرونی علاقوں میں داخل ہونے کے لئے بے چین تھے۔ ہر ایک کے ذہن میں اپنی اپنی سوچیں تھیں لیکن بہرحال یکجا ہونے کے بعد جو گفتگو کرنی تھی وہ ان سوچوں سے بالکل مختلف ہوتی تھی۔ مائیکل بائر نے سب سے پہلے اپنی کارروائی کی تفصیلات پیش کیں۔

"میں نے تمام کام مکمل کرلئے ہیں' جس کمپنی سے میں نے تعلق قائم کیا ہے اس کا نام "آرڈونا اینڈ کو" ہے۔ آرڈونا اینڈ کو سے ہمیں اعلیٰ قسم کی دو لینڈ روور حاصل ہوگئی ہیں۔ ان کا طریقہ کار تو آپ لوگوں کو معلوم ہے۔ ہمیں بھاری ڈپازٹ دینا پڑے گا اور اس کے بعد تین مہینے کے لئے ہم نے یہ لینڈ روور حاصل کی ہیں۔ ان کا کرایہ ڈپازٹ کے علاوہ۔ باقی دوسرے تمام انتظامات یعنی ڈیزل وغیرہ وہ لوگ مہیا کریں گے۔ لینڈ روور کا سفر ظاہر ہے ہمارے پروگرام کے مطابق ایک مخصوص جگہ تک ہوگا۔ وہاں سے پھر ہمیں پیدل سفر اختیار کرنا پڑے گا۔ میرا خیال ہے یہ تین مہینے ہمارے لئے مناسب ترین وقت ہے۔"

سرہدایت اللہ نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "یقین تو کرنا ہی پڑتا ہے بلا سب تقدیر کا کھیل ہوتا ہے۔"

"سوال اسلحے کا پیدا ہو جاتا ہے۔ سرکاری طور پر مہم جوؤں کو جو اسلحہ لے جانے کی اجازت ہی اس میں چار رائفلیں، مخصوص مقدار میں کارتوس کے ساتھ، اور وہ بھی ایسی جن سے بڑے جانوروں کا شکار کھیلا جاسکے۔ چھوٹے جانوروں کے شکار کی ممانعت ہے لیکن آرڈونا اینڈ کو کا ایک "بلیک ونگ" بھی ہے۔ بلیک ونگ سے ہمیں، ہماری ضرورت کے مطابق مکمل اسلحہ مل جائے گا لیکن روانڈا سے چالیس میل دور دریائے کے کنارے جہاں بلیک ونگ کا برانچ آفس ہے میں نے آٹھ پستولیں اور مزید چھ رائفلوں کے لئے آرڈر دے دیا ہے اور ہمیں یہ چیزیں وہاں دستیاب ہو جائیں گی، ان کا معاوضہ بھی میں نے ادا کر دیا ہے۔"

"گڈ!........ آپ نے کیا کیا ریٹا ہاروے؟"

ریٹا ہاروے مسکرائی اور بولی۔

"جو ایک گھر گرہستن کر سکتی ہے، یعنی تمام افراد کے لئے کھانے پینے کی اشیاء، ضروریات زندگی کی دوسری تمام چیزیں، جن کی فہرست یہ موجود ہے۔ ریٹا ہاروے نے ایک فہرست نکال کر سامنے رکھ دی اور تمام لوگ فہرست پر جھک گئے۔ اس میں دنیا جہان کی چیزیں شامل تھیں، چائے بنانے کا سامان، کھانے پینے کی ایسی اشیاء جو ہر طرح کے حالات میں معاون ثابت ہو سکتی تھیں۔"

مکمل غور کے بعد سرہدایت اللہ نے اس سلسلے میں اطمینان کا اظہار کر دیا۔ اس نے ریٹا ہاروے سے پوچھا۔

"اور میڈم یہ تمام چیزیں ہمیں کب دستیاب ہو جائیں گی؟"

"یہ تمام چیزیں پیک کرالی گئی ہیں اور انہیں اسٹور کر دیا گیا ہے جس وقت لینڈ روور ہمارے پاس پہنچ جائے گی یہ اشیاء اس میں بار کر دی جائیں گی۔"

"ٹھیک........ اچھا یہ تو ہوا سارا مسئلہ اب آپ یہ بتائیے ہدایت اللہ صاحب کہ

راستوں کا جو نقشہ آپ نے ترتیب دیا ہے آپ اس سے مکمل طور پر مطمئن ہیں؟"

"میں نے کوئی نیا نقشہ نہیں ترتیب دیا بلکہ جس انداز میں ہم نے پہلے بھی سفر کیا ہے، وہی طریقہ کار میں نے اب بھی اختیار کیا ہے۔ قطب نما اور ایسے دوسرے آلات جن سے ہم جنگل میں راستوں کا تعین کر سکتے ہیں، میں نے حاصل کر لئے ہیں اور اپنے ساتھ ہی لے آیا ہوں۔"

"ویری گڈ........ ویری گڈ........ اب اور کیا بات رہ گئی جناب........ کوئی خاص چیز جس پر غور کرنا ہو؟"

"میرا خیال ہے، بالکل نہیں۔ ریٹا ہاروے نے دوران سفر استعمال ہونے والی ہر چیز کا معقول بندوبست کیا ہے جس میں دوائیں، جلانے والی اشیاء اور روشنی کرنے والا سامان، برتن اور دوسری چیزیں شامل ہیں۔

"بہرحال یہ سارے انتظامات میرے خیال میں تو تسلی بخش ہیں۔" سرہدایت اللہ نے کہا۔

"ایک واقعہ میں بھی بیان کرنا چاہتا ہوں۔" کنور مہتاب علی بولا اور سب اس کی جانب متوجہ ہو گئے۔

"ہاں، کیا؟" سرہدایت اللہ نے پوچھا۔

"یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک بوٹسو ہے جس میں آٹھ بوڑھے ڈاکٹر رہتے ہیں۔"

"کیا یہ کسی پراسرار کہانی کا آغاز ہے؟"

"ہاں، میرے خیال میں کہانی تو پراسرار ہی ہے۔" کنور مہتاب علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک........ تو یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک بوٹسو میں آٹھ بوڑھے ڈاکٹر رہتے ہیں۔" سرہدایت اللہ بھی مسکرا کر بولا۔

"انہوں نے مجھے اپنے بوٹسو میں مدعو کیا۔ ان کا سربراہ غالباً جیمس پیرے نامی ایک بوڑھا شخص ہے۔ بہت قابل اور تعلیم یافتہ معلوم ہوتا ہے۔ اس نے مجھ سے ایک

درخواست کی ہے؟"

"درخواست، وہ کیا؟"

"وہ جڑی بوٹیوں پر تحقیق کر رہا ہے، میں نے تو خیر اس کا نام پہلے کبھی نہیں سنا لیکن اس کا کہنا ہے کہ اس نے طب جدید پر بہت ریسرچ کی ہے اور دنیا کو ایسی بے شمار دوائیں تیار کر کے دی ہیں جن سے بیمار انسانیت کی فلاح کے لئے کافی کام ہوا ہے۔"

"اوہو ڈاکٹر جیمس پیرے.......... یہ نام اجنبی نہیں ہے۔" لارک اینجلو نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"خیر آگے.........." سرہدایت اللہ بولے۔

"وہ آٹھ بوڑھے صحرائے اعظم میں اپنی ریسرچ کے لئے جانا چاہتے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ ہم انہیں اپنے ساتھ شامل کر لیں۔ وہ اپنا تحفظ چاہتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ بس ایک گروپ کی حیثیت سے وہ ہم میں شامل ہو جائیں گے لیکن کسی بھی طرح ہمارے لئے مشکل نہیں بنیں گے۔"

"پھر، آپ نے کیا جواب دیا کنور مہتاب علی؟" سرہدایت اللہ نے سوال کیا۔

"میرے کوئی جواب دینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ انہوں نے انسانیت کے نام پر مجھ سے درخواست کی لیکن میں نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اس بارے میں فیصلہ کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہے، البتہ اپنے گروپ کے سامنے میں یہ تجویز رکھ دوں گا۔ یہ الفاظ بھی میں نے صرف اخلاقاً کہہ دیئے تھے۔ اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا تھا.........."

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، کسی طور ممکن ہی نہیں ہے۔ بھلا اس بات کی کیا گنجائش ہے کہ ہم اپنے درمیان دوسرے لوگوں کو شامل کریں۔" مائیکل بائر نے فوراً ہی کہا۔

"ٹھیک ہے، میں خود بھی ان کے لئے کوئی سفارش نہیں کرتا۔ یہ ایک بے تکی بات ہے.......... لیکن بہرطور میں نے یہ بات آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔"

"کیا ان لوگوں نے یہ سوال کیا ہم لوگ صحرائے اعظم میں کیوں جا رہے ہیں؟"

"تجربے کار بوڑھوں کا کہنا ہے کہ زندگی کی بازی لگا کر کنوارے افریقہ میں داخل

ہونے والے اس کے حسن و شباب ہی کی تلاش میں جاتے ہیں یعنی دولت کے انبار، سونا، ہیرے وغیرہ اور ہم لوگ بھی یقینی طور پر اسی چکر میں ہوں گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ انہیں اس میں کسی چیز کی طمع نہیں ہے، وہ بس بیمار انسانیت کی فلاح کے لئے.........."

ابھی کنور مہتاب علی نے یہی الفاظ کہے تھے کہ بوٹسو کے سامنے جیمس پیرے نظر آیا اور اس طرح آگے بڑھا کہ ان لوگوں کو اس کی جانب متوجہ ہونا پڑا۔ سلسلہ گفتگو منقطع ہو گیا تھا۔ کنور مہتاب علی نے کھڑے ہو کر جیمس پیرے کا استقبال کیا اور دوسروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"یہ مسٹر جیمس پیرے ہیں، جن کے بارے میں، میں آپ لوگوں سے تذکرہ کر رہا تھا۔" سب نے ہی اخلاق انداز میں جیمس پیرے کا استقبال کیا تھا، جیمس پیرے نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"عموماً مہم جو، خشک چہرے والے، بد اخلاق لوگ ہوا کرتے ہیں کیونکہ ان کی زندگی سنگلاخ پہاڑوں، ریگزاروں اور برفانی علاقوں میں صعوبتیں برداشت کرتے کرتے گزرتی ہے۔ یہ زندگی ان کے اندر خشونت پیدا کرتی ہے۔ لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ آپ لوگوں میں سے کسی کے چہرے پر وہ خشونت نظر نہیں آ رہی اور آپ کسی بزرگ شخص کا احترام سے استقبال کرنا جانتے ہیں۔"

"کہیئے مسٹر جیمس پیرے کیسے مزاج ہیں آپ کے؟" سرہدایت اللہ نے کہا۔

"بالکل ٹھیک ہیں۔ عمر کی جس منزل میں ہیں اس میں ہر طرح کے مزاج ختم ہو جاتے ہیں اور صرف ایک ہی مزاج باقی رہ جاتا ہے۔ حالانکہ یہ عمر اشارہ دیتی ہے کہ اب ہنگامہ آرائی سے کنارہ کش ہو جاؤ اور سکون کی زندگی گزارو.......... لیکن شوق کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ اور پھر وہ شوق جو کسی کی بہتری کے لئے دل میں پیدا ہو جائے.......... میرے دوست، ہو سکتا ہے تمہارے ساتھی، میری مراد اس شخص سے ہے، نے ہمارے موقف کے بارے میں تمہیں بتا دیا ہو اور اگر نہیں بتایا ہے تو میں اس سے درخواست کروں گا کہ میری درخواست تم لوگوں کے کانوں تک پہنچائے۔ بہتر یہ ہے کہ اس سلسلے میں مجھے اپنے

فیصلے کی اطلاع دے دی جائے۔"

سرہدایت اللہ نے ایک لمحے کے لئے سوچا پھر سپاٹ لہجے میں بولا۔

"مسٹر جیمس پیرے.......... کنور مہتاب علی کا کہنا ہے کہ آپ' جن کی تعداد آٹھ ہے ہمارے ساتھ گروپ میں شامل ہونا چاہتے ہیں اور ہمارے ساتھ صحرائے اعظم کا سفر کرنا چاہتے ہیں.......... ابھی ہماری اسی موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی۔ اصل میں مسٹر جیمس پیرے ہر ایک گروپ کے اپنے افکار و خیالات ہوتے ہیں' اس کے کچھ راز بھی ہوتے ہیں جنہیں وہ اپنے ساتھ ہی رکھنا چاہتا ہے۔ ہماری کارکردگی اور ہمارا طریقہ کار.......... خواہ ہم کسی بھی مقصد کے لئے صحرائے اعظم جا رہے ہوں' ظاہر ہے ہمارے درمیان محفوظ ہے اور ہم کسی طور یہ نہیں پسند کریں گے کہ کوئی نیا گروپ ہمارے درمیان شامل ہو۔ بے شک ہم آپ کے موقف سے اتفاق کرتے ہیں۔ آپ ایک بہتر کام کے لئے کمربستہ ہیں لیکن بہرحال ہم میں سے کوئی شخص اس کے لئے تیار نہیں ہے اور ہم نہایت شرمندگی سے آپ سے معذرت چاہتے ہیں۔"

جیمس پیرے کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ اس نے کہا۔

"میں مزید کچھ الفاظ کہنے چاہوں گا۔"

"جی فرمایئے!"

"نیکیوں کے راستے میں اگر پتھر آئیں تو انہیں ہٹانا ہر نیک آدمی کا فرض ہے اصل میں ہم کمزور جسم والے سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ اس لئے ہم مضبوط بازوؤں کا سہارا چاہتے ہیں اور وہ بھی بس اتنا کہ اگر صحرائے اعظم میں کوئی حادثاتی لمحہ آجائے تو آپ لوگوں کی مضبوط قیادت ہمارا تحفظ کرے اور یہ بھی صرف انسانیت کے نام پر ہے۔ چونکہ بہرطور ہم آپ سب ہی کے لئے سرگرداں ہیں۔"

"میں جانتا ہوں.......... لیکن کچھ اصول بنائے جاتے ہیں اور انہی اصولوں پر عمل کرنے کے بعد ہم کامیابی کی منزل پاسکتے ہیں۔ ہم آپ کے موقف سے بالکل اتفاق کرتے ہیں لیکن اس کے لئے نہایت معذرت چاہتے ہیں اور اس میں مزید کچھ کہنے کی گنجائش

نہیں ہے۔" سرہدایت اللہ نے خشک لہجے میں کہا۔

"بات صرف اتنی ہوگی کہ ہم تمہارے قافلے میں تمہارے ہمراہ ہوں گے' میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اس کے علاوہ ہم تم سے کوئی مدد نہیں مانگیں گے۔" جیمس پیرے نے کہا۔

"میں اس بداخلاقی پر شرمندہ ہوں لیکن اصول' اصول ہوتے ہیں مسٹر پیرے۔"

"اصول.......... جیمس پیرے ہنسا۔ افریقہ کے بھیانک جنگلات میں اصول جیسی کسی شے کا گزر نہیں ہے۔"

"یہ آپ کا خیال ہے۔"

"اس کے علاوہ' پتھر کا ایک ننھا سا ٹکڑا بھی بے کار نہیں ہوتا۔ ممکن ہے ہم کبھی تمہارے کام آجائیں۔"

"بے شک' لیکن اس کے باوجود ہم معذرت خواہ ہیں۔"

"ٹھیک ہے' تمہارا شکریہ دوستو.......... مجھے بڑی مایوسی ہوئی ہے۔" جیمس پیرے نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"میں پھر معذرت خواہ ہوں مسٹر پیرے.........." ہدایت اللہ نے کہا۔

دلچسپ صورت حال تھی اور زاہد اپنے باس کی ذہنی صلاحیتوں کا معترف ہوتا جا رہا تھا' وہ ہر پہلو کو پوری طرح مدنظر رکھتے ہوئے سارے اقدامات کر رہا تھا اور یہ واقعی ایک دلچسپ مرحلہ تھا' کہ دو دشمن ایک دوسرے کو پوری طرح نگاہوں میں رکھتے ہوئے اقدامات کر رہے تھے۔ اگر نصیر بیگ کا خیال تھا کہ ولیم آرنلڈ بالکل ہی احمق ہے تو یہ اس کی خام خیالی تھی کیونکہ ولیم آرنلڈ نے اپنے طور پر نہایت مستحکم انتظامات کئے تھے اور بڑی احتیاط کے ساتھ ایک ایک قدم پھونک پھونک کر اٹھا رہا تھا' حالانکہ اس کے ساتھیوں نے جن میں سے ایک کا نام "فلیک راول" تھا یہ بات کہی تھی کہ اسے اس شخص کی آنکھوں میں مکاری کے آثار نظر آتے ہیں اور کسی بھی لمحہ یہ شخص دھوکے باز ثابت ہو سکتا ہے۔ ولیم آرنلڈ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"بے شک' تمہارا کہنا بالکل درست ہے مائی ڈیئر لیکن شاید میں تمہیں اپنی ذہنی کیفیت سے پوری طرح آگاہ کر چکا ہوں۔ اصل میں یہ کھیل میری زندگی کا آخری کھیل ہے اور یہاں میں نے اپنی فطرت سے جنگ کی ہے یعنی جس انداز میں آج تک میں ہر چیز کو سطحی حیثیت دیتا رہا اور کبھی یہ غور نہیں کیا کہ میرا دشمن کس قدر طاقتور ہے لیکن اس بار یوں سمجھ لو کہ میں اپنی زیادہ تر ذہنی صلاحیتوں کو اسی کام پر صرف کر رہا ہوں کہ باقی جو کچھ ہوتا ہے ہو.......... ہو یا نہ ہو لیکن یہ شخص مجھے دھوکہ نہ دے سکے۔"

"ہوں' ٹھیک ہے سر۔ بہرحال ہم مستعد ہیں۔"

ادھر زاہد کبھی کبھی وقت ملنے پر نصیر بیگ سے بھی اس موضوع پر بات کر لیتا تھا اور کہتا تھا۔

"سر' ولیم آرنلڈ بظاہر ہمارے ساتھ مخلص ہے لیکن میری چھٹی حس بتاتی ہے کہ وہ دل میں کچھ رکھتا ہے۔"

نصیر بیگ ان الفاظ پر ہنس پڑا تھا۔ اس نے کہا۔

"مجھے تمہارے ان الفاظ سے ذرہ بھر اختلاف نہیں ہے ڈیئر زاہد.......... ایک شخص اگر کسی کے ہاتھوں پر چوٹ کھانے کے بعد بھی اس سے بالکل مخلص رہتا ہے تو اس کا مقصد ہے کہ وہ حماقت کی ان آخری حدود میں ہے جس کے بعد اس کی بہتری کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ شخص میرے ہاتھوں چوٹ کھا چکا ہے اور اس بار یقیناً اتنے استحکام کے ساتھ آیا ہوگا کہ میرے لئے اسے کوئی نقصان پہنچانا ممکن نہ ہو' اور میں احمق نہیں ہوں کہ اسے کوئی نقصان پہنچاؤں۔ تم دیکھو اس نے کس طرح ہمیں سنبھالا ہوا ہے اور ہر ذمہ داری قبول کر لی ہے۔ بھلا ہمیں کسی باؤلے کتے نے کاٹا ہے کہ اس پر شک کر کے خود اپنے لئے مشکلات خریدیں۔ میری رقم خرچ ہو رہی ہے اور اس کی محنت' اور یہ محنت اس نے جس مقصد کے لئے کی ہے اس کے حصول سے پہلے وہ ہمیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرے گا.......... تم میری بات سمجھ رہے ہو نا.......... گویا ہماری مستعدی کے لمحات اس وقت سے شروع ہوتے ہیں جب ہم اپنی منزل پالیں گے اور مائی ڈیئر بات صرف اس کی نہیں ہے۔ ابھی تو ہمارا واسطہ ان خطرناک لوگوں سے بھی پڑے گا' جن سے اصل میں ہمیں نبرد آزما ہونا ہے اور ان حالات میں یہ انتہائی ضروری ہے کہ ہم ولیم آرنلڈ پر اپنی محبتوں کے دروازے کھولے رہیں' اور کہیں بھی اس سے غیر مخلص نہ ثابت ہوں۔ سمجھ لو اس مہم کی کامیابی کی یہی ضمانت ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں سر.........." زاہد نے کہا اور یہ حقیقت تھی کہ ولیم آرنلڈ نے ہمارے انتظامات خود ہی کئے تھے جن کی انہیں ضرورت تھی۔ کنشاسا سے لومباشی اور

پھر لومباشی سے تمام انتظامات کرنے کے بعد صحرائے اعظم میں اندرونی علاقے کا سفر ابتدائی طور پر گاڑیوں میں کیا گیا تھا' ایسی کرائے کی گاڑیوں میں جو انہیں لے کر ایک مخصوص مقام تک گئی تھیں اور وہاں سے دریائے ٹونگا کے راستے انہیں کشتی سے سفر کرنا تھا۔ یہ گاڑیاں انہیں چھوڑ کر واپس جا چکی تھیں اور انہوں نے دریائے ٹونگا کے کنارے آباد ایک نیم مہذب بستی میں قیام کیا تھا۔ بستی کے لوگ زندگی کی ان آسائشوں سے محروم تھے جو انسانوں کے لئے مخصوص ہوتی ہیں۔ ان کا ذریعہ معاش صحرائے اعظم میں آنے والے سیاحوں کی ضیافت کرنا اور ان کی ضرورتیں پوری کرنا تھا۔ اور ان سے وہ لوگ پوری ایمانداری سے رابطہ رکھتے تھے۔ کیونکہ اگر یہ بات منظر عام پر آجائے کہ اس بستی کے لوگ سیاحوں کے ساتھ ناروا سلوک کرتے ہیں تو ایک بار کسی سیاح کو لوٹ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بدنامی کا داغ اٹھانا پڑے گا۔ چنانچہ ایسا نہیں کیا جاتا تھا اور وہ لوگ اپنا کام بڑی ایمانداری سے سرانجام دیا کرتے تھے اور اس کے لئے معقول معاوضے کے طلب گار ہوتے تھے۔ یہ بھی معلومات کرلی گئی تھی کہ انہیں کیا معاوضہ پسند ہے۔ یہ معاوضہ گھٹیا قسم کے لباس' کچھ ایسی چیزیں جیسے ماچسیں یا ضروریات زندگی کی وہ اشیاء جو صرف شہروں میں ہی دستیاب ہو سکتی ہیں اور ان کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا' ان لوگوں کی نگاہ میں بہتر معاوضہ ہوتی ہیں اور ان کے لئے اسی معاوضے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ جس شخص کو انہوں نے اپنا مقصد بتایا اس کا نام جے گوئن تھا۔ جے گوئن نسلاً افریقی تھا' عیسائی مذہب سے تعلق رکھتا تھا اور اس بستی میں سب سے بڑی کشتی کا مالک مانا جاتا تھا۔ جے گوئن نے بیس جوڑے لباس' ماچسوں کے کئی گرز اور دوسری بہت سی اشیاء کے عوض انہیں دریائے ٹونگا میں ان کی خواہش کے مطابق فاصلے تک لے جانے پر آمادگی ظاہر کر دی تھی اور اس کے بعد انہیں اپنی ملکیت ان خالی جھونپڑیوں میں ٹھہرایا تھا جو سیاحوں کے لئے بنائی گئی تھیں۔ یہاں کی آبادی اچھی خاصی تھی اور ان لوگوں کے مختلف کام تھے۔ لیکن سیاحوں کے لئے بے شمار جھونپڑیاں تعمیر کرلی گئی تھیں' اور وہاں سیاحوں کی ہر آسائش کا بندوبست کیا گیا تھا...... اور ان کا یہ پہلا قیام جسے یہ صحرائے اعظم کے

اندرونی علاقے کا دہانہ کہہ سکتے تھے' دریائے ٹونگا کے کنارے ہوا تھا۔ گویا اب اس مہم کا اصل آغاز ہوا تھا جس کے لئے انہوں نے یہاں تک کا سفر طے کیا تھا۔ حالانکہ یہ ایک مفروضہ ہی تھا کہ ان لوگوں کی ملاقات بینگوئی کے راستے پر کنور مہتاب علی اور سرہدایت اللہ سے ہو ہی جائے گی۔ لیکن نصیر بیگ نے شاید زندگی میں ہر طرح کے خطرے مول لینے کا مزاج رکھا تھا۔ اور اس وقت بھی وہ کسی مفروضے کی بنیاد پر یہ سفر کر رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر بینگوئی کے اس راستے سے یہ لوگ نہ گزرے تب بھی وہ آگے سفر کرتا ہوا اس پوائنٹ پر پہنچ جائے گا جہاں سے گزر کر نیل کنٹھ کا واحد راستہ آتا ہے۔ وہاں سے وہ لوگ بھلا کہاں جائیں گے۔ پتہ تو چل ہی جائے گا جس طرح بھی بن پڑے گا اور یہ اندازہ اسے پوری طرح تھا کہ بالآخر وہ پہنچیں گے۔ اس کا تجربہ اور اس کی معلومات اس کی تصدیق کرتی تھیں۔"

"دریائے ٹونگا ایک عجیب و غریب دریا تھا۔ وسیع چوڑائی اور نہایت گہرائی میں بہنے والا یہ دریا اپنے ساتھ نجانے کہاں سے مٹی کا طوفان لاتا تھا۔ یہ بالکل پیلے رنگ کا دریا تھا جس کے پانی کا کوئی مصرف نہیں تھا۔ ہاں' یہ دوسری بات ہے کہ مقامی لوگ اسی پانی کو استعمال کرتے تھے اور اسے بہت متبرک مانتے تھے حالانکہ نصیر بیگ نے اس پانی پر تجربہ کیا کیونکہ جے گوئن اپنے آدمیوں کو اکٹھا کر رہا تھا اور کشتی کو ایک لمبے سفر تک لے جانے کے لئے ہر طرح کی ضرورتوں سے آراستہ کر رہا تھا۔ اس لئے کچھ وقت یہاں قیام کرنا ضروری تھا۔ مشغلے کے طور پر مرزا نصیر بیگ نے اس پانی کو ایک برتن میں رکھ کر انتظار کیا کہ اس کی مٹی تہہ میں بیٹھ جائے اور اوپر سے یہ پانی شفاف نکل آئے...... لیکن یہ بھی ایک دلچسپ تجربہ تھا کہ بارہ گھنٹے کے بعد بھی نہ تو مٹی پانی کی تہہ میں بیٹھی اور نہ پانی کا رنگ تبدیل ہوا...... بہرحال افریقیوں کی انوکھی روایات کا آغاز یہیں سے ہو گیا تھا اور زاہد بڑی عجیب کیفیت محسوس کر رہا تھا۔ رات کے قیام میں زاہد نے مرزا نصیر بیگ سے کہا۔

"زندگی میں کبھی نہیں سوچا تھا سر کہ میں بھی اپنی زندگی میں کبھی کسی ایسی مہم میں

شامل ہو سکتا ہوں۔"

"ہاں زاہد' زندگی کے فیصلے ہم خود کب کر پاتے ہیں۔ بس یہ تو تقدیر کے کیے ہوتے ہیں۔ ویسے زاہد تم نے اپنی زندگی میں کوئی ایسا جرم کیا ہے جس میں کسی کی زند چلی گئی ہو؟"

"نہیں سر......... میں اس قدر سنگدل نہیں ہوں۔"

"میرے دوست دنیا اسی بنیاد پر چلتی ہے۔ کبھی کبھی ایسے مرحلے آجاتے ہیں کہ اگ تم کسی کو نقصان نہ پہنچاؤ تو دوسرا تمہیں نقصان پہنچا دے۔ اور اس وقت اپنی لاتعدا کوتاہیوں کا احساس ہوتا ہے اور انسان یہ سوچتا ہے کہ حد سے آگے بڑھی ہوئی شرافت نے اسے فائدے کے بجائے نقصان دیا۔" رات کی تنہائیوں میں زاہد نے ان الفاظ پر غو کیا۔ مرزا نصیر بیگ نے بلاشبہ اسے زندگی کے مایوس اندھیروں سے نکالا تھا لیکن اس شخ کی فطرت میں کچھ ایسی باتیں زاہد نے پائی تھیں جن سے اسے اختلاف تھا یا اگر اختلا بھی نہیں تھا ذہنی طور پر اس نے ان باتوں سے الجھن محسوس کی تھی۔ اس وقت کا بہت دیر تک وہ مرزا نصیر بیگ کی باتوں پر غور کرتا رہا۔ پھر اسے بھی نیند آگئی تھی۔

وحشیوں کی اس بستی میں بہت سے ایسے انوکھے مناظر انہیں نظر آئے تھے جو ان کے لئے باعث دلچسپی تھے' زاہد اور خاص طور سے ولیم آرنلڈ اور اس کے تھی ان مناظ سے لطف اندوز ہو رہے تھے جبکہ مرزا نصیر بیگ ان سے الگ تھلگ اپنی سوچوں میں ڈ ہوا نظر آیا تھا۔ شام کے چار بجے تھے جب جے گوئن نے انہیں بتایا کہ کشتی تیار ہو چ ہے اور اس ٹیم کا انچارج کشتی کا جائزہ لے لے۔ ولیم آرنلڈ نے مرزا نصیر بیگ کی طر دیکھا تو مرزا نصیر بیگ نے گردن خم کر کے کہا۔

"اگر تم اب بھی اس بات پر بھروسہ نہیں کر رہے ڈیئر آرنلڈ کہ اس بار میں تم ہر طرح کا اعتبار کر چکا ہوں تو میں اسے اپنی بدقسمتی کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"اس وقت میں ان الفاظ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"مطلب یہی ہے میرے دوست کہ ہر ذمے داری تم نے قبول کی ہے۔ میں صر

ان لمحات میں تم سے آگے قدم بڑھاؤں گا جب میری ضرورت پیش آئے گی۔ فی الحال ہر فیصلہ کرنے پر تم ہی قادر ہو۔" ولیم آرنلڈ ہنسا پھر اس نے کہا۔

"آؤ نصیر بیگ' بہرحال ہمارے درمیان ایک چپقلش ہے' لیکن اس سے پہلے ہم اچھے دوست بھی رہ چکے ہیں' آؤ پلیز۔" بادبانی کشتی درحقیقت بہت کشادہ تھی۔ اس میں لاتعداد تختے نئے لگائے گئے تھے تاکہ اس کی بوسیدگی دور ہو جائے۔ اس وسیع و عریض کشتی میں بے شمار آدمی سما سکتے ہیں' سامان رکھنے کی جگہ الگ بنائی گئی' بادبان مضبوط تھے حالانکہ ان میں جگہ جگہ پیوند لگائے گئے تھے' لیکن زاہد کے اندازے کے مطابق بہت ہی تھوڑے معاوضے میں ایک اتنا بڑا کام کیا جارہا تھا۔ کشتی ہر لحاظ سے مکمل تھی اور ولیم آرنلڈ اور مرزا نصیر بیگ نے جے گوئن سے اپنے اطمینان کا اظہار کر دیا تھا۔ پھر کشتی سامان سے بار کی جانے لگی' پانی کے برتن' خوراک کے ڈبے اور لومباسٹی سے حاصل کئے ہوئے ہتھیار پوری احتیاط کے ساتھ کشتی میں پہنچائے جانے لگے۔ جے گوئن کے مضبوط ساتھی بہت مستعدی سے اپنا کام کر رہے تھے اور ولیم آرنلڈ گہری نگاہوں سے ان کا جائزہ لے رہا تھا۔ مرزا نصیر بیگ نے مدہم سی مسکراہٹ کے ساتھ زاہد سے کہا۔

"اور ہمیں ایسے ہی ساتھیوں کی ضرورت تھی جو ہماری خواہش پر مستعدی سے اپنا کام کریں اور خود کو ہم سے برتر سمجھیں اصل معاملہ تو کچھ اور ہی ہے۔" زاہد نے کہا۔

"سر' بھلا آپ کے سامنے زبان کھولنے کی جرات میں کیسے کر سکتا ہوں' لیکن آپ کو اپنے اس منصوبے پر عمل کرنے کے لئے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے' کیونکہ یہ شخص بھی مجھے خاصا مکار نظر آتا ہے۔" مرزا نصیر بیگ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی' سامان بار ہو گیا اور جے گوئن نے ولیم آرنلڈ سے کہا۔

"چیف' سب کچھ ٹھیک ہے اور اب صرف اس کا انتظار ہے کہ تم روانگی کا اعلان کرو۔"

"تمہارے ساتھی تھک گئے ہوں گے اگر تم چاہو تو انہیں آرام کے لئے وقت دے سکتے ہو اور اگر یہ ضروری نہ ہو تو میری طرف سے تم کسی بھی وقت کشتی کا لنگر اٹھا

سکتے ہو۔" جے گوئن ہنس پڑا پھر بولا۔

"میرے یہ ساتھی تین دن مسلسل کام کر سکتے ہیں' اور پھر یہ چھوٹا سا کام جو انہو نے کیا اس سے تھکن کا کوئی تصور نہیں پیدا ہو سکتا۔"

"تو بس ٹھیک ہے ہم بھی یہاں زیادہ دیر نہیں رکنا چاہتے۔" ولیم آرنلڈ نے کہا او جے گوئن افریقی زبان میں اپنے ساتھیوں کو کشتی کے رسے کھولنے کی ہدایت کرنے لگا۔ آرنلڈ اور اس کی ٹیم مرزا نصیر بیگ اور زاہد کے ساتھ مضبوط کشتی پر پہنچ گئی جس کا جائز وہ پہلے ہی لے چکے تھے۔ مٹیالے رنگ کے دریا پر اس پراسرار اور ہولناک سفر کا آغاز ہو گیا۔

تقریباً تمام تیاریاں مکمل ہو گئی تھیں' اس کے بعد وقت ضائع کرنا بے مقصد ہی تھا۔ ان لوگوں کے درمیان آخری میٹنگ ہوئی اور یہ طے کیا گیا کہ کل شام چار بجے یہاں سے روانہ ہوا جائے۔ کل دن میں آخری چیکنگ کر لی جائے گی' ویسے سبھی نے اپنے فرائض بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے تھے اور ایک دوسرے سے مشوروں کے بعد پورے پورے اطمینان کا اظہار کیا گیا تھا۔ غرضیکہ یہ رات خاصی سنسنی خیز تھی حالانکہ وہ سب کے سب مہم جو تھے اور اپنی زندگی کے بیشتر لمحات خطرناک مہم جوئی میں گزار چکے تھے۔ لیکن اس بار جو مقصد ان کے سامنے تھا وہ بالکل ہی مختلف تھا اور غالباً سرہدایت اللہ اور کنور مہتاب علی نے تو یہ آخری فیصلہ کر لیا تھا کہ اس کے بعد وہ اپنی زندگی اپنے گھر پر سکون انداز میں گزاریں گے بشرطیکہ زندگی باقی رہی' لیکن مائیکل بائر اور لارک اینجلو نے بھی کچھ اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا تھا اور عام مہمات کے برعکس اس بار ان پر سنجیدگی طاری تھی۔ رات کو قہوہ پیتے ہوئی ریٹا ہاروے نے اس کا اظہار بھی کیا۔

"ہم لوگوں کی ساتھ ساتھ سرانجام دی جانے والی یہ مہم' پہلی مہم نہیں ہے۔ ہماری ٹیم پہلے بھی مختلف علاقوں کا سفر کر چکی ہے اور ہمیں بڑے خطرناک لمحات سے گزرنا پڑا ہے' لیکن اس بار میں یہ محسوس کر رہی ہوں کہ سب لوگ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہیں۔"

"اس کی وجہ آپ بھی جانتی ہیں میڈم ہاروے۔"

"کم از کم اس سنجیدگی کی وجہ نہیں جانتی' ہمیں پوری خوشدلی کے ساتھ اپنی اس مہم کا آغاز کرنا چاہیے۔"

"یقیناً" ہم سب پوری مستعدی سے اپنی اس مہم کا آغاز کر رہے ہیں' لیکن پچھلی مہمات میں ہمارے پیش نظر کوئی ایسا مقصد نہیں ہوتا تھا جس کے لئے ہم پہلے سے سوچنے پر مجبور ہوں' سوائے اس کے کہ اپنی پسند کے علاقوں میں جائیں' وہاں کے حالات سے نبرد آزما ہوں' لیکن اس بار صورت حال ذرا مختلف ہے' نیل کنٹھ اور اس کے معاملات پھر کچھ ایسے کردار جن سے تھوڑی سی جذباتی وابستگی بھی رہ چکی ہے' خاص طور سے کنور مہتاب علی کا معاملہ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ جس مقصد کے لئے ہم لوگ وہاں جارہے ہیں اس میں ایک فریب پنہاں ہے۔ ہم ایک قبیلے کے روحانی پیشوا کو دھوکہ دینے جارہے ہیں' گو اس میں بھی ہماری مصلحت اور لالچ پوشیدہ ہے' لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ سائی تھول کیا ہمارے ہاتھوں فریب کھا جائے گا اور اگر ایسا نہ ہوسکا تو پھر وہاں ہمارا کیا مقام ہوگا' یہ ساری باتیں بہرطور سنجیدہ ہیں۔"

"وہ تو میں مانتی ہوں' لیکن ہم اپنے اوپر یہ کھولت طاری کرلیں گے تو اس مستعدی سے کام نہیں کرسکیں گے۔"

"نہیں ڈیئر ہاروے' کھولت تو ہم میں سے کسی پر بھی طاری نہیں ہے۔ جس جس نے اپنا کام سرانجام دیا ہے بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا ہے' اس میں تو کوئی کوتاہی نہیں ہوئی۔" سرہدایت اللہ نے کہا۔

"بس' میں یہ چاہتی ہوں کہ جس طرح ہم پہلے ہنستے بولتے اپنے سفر کا آغاز کرتے رہے ہیں اسی طرح اب بھی ہمیں یہی کرنا چاہیے۔"

"ایسا ہی ہوگا تم بالکل بے فکر رہو۔" مائیکل بائر نے کہا اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ کافی رات گئے تک وہ لوگ اپنے منصوبوں پر غور کرتے رہے۔ نقشے ترتیب دیئے گئے تھے' قطب نما اور راستے بتانے والے دوسرے آلات پوری طرح کام کر رہے تھے

نہیں چیک کرلیا گیا تھا' موسم کی رپورٹ بھی موجود تھی' کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی جو باعث تشویش ہو۔

رات کے تقریباً ساڑھے تین بجے کنور مہتاب علی نے اپنے دست راست فیروز سے رابطہ قائم کیا۔ فیروز بھی غالباً آرام کی نیند سو رہا تھا کیونکہ رابطے میں کچھ دیر لگ گئی۔ بہرحال اس کی نند اسی آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔"

"ہیلو فیروز۔"

"سوری سر' فوراً ہی آپ کی کال ریسیو نہیں کرسکا۔"

"وقت ہی ایسا ہے اس لئے کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"جی سر' شکریہ' کوئی اہم بات؟"

"ہاں' کل چار بجے ہم روانہ ہو رہے ہیں' کیا تم نے اپنے لئے انتظامات مکمل کرلئے ہیں؟"

"اگر آپ یہ کہتے ہیں سر کہ اب سے دس منٹ کے بعد ہم روانہ ہو رہے ہیں تو میں نو منٹ کے اندر اندر تیار ہو کر آپ کے پیچھے چل پڑتا' میں نے نہایت اطمینان بخش طریقے سے اپنا کام سرانجام دے دیا ہوں۔"

"گڈ! بہت احتیاط رکھنا' اسلحے وغیرہ کا کیا بندوبست کیا ہے؟"

"سر' آپ کا یہ خادم کچھ خصوصی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ ہمارے پاس جدید اسلحہ موجود ہے اور ہم باآسانی انسے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"ویری گڈ' اس سلسلے میں تم نے ہم سے زیادہ مستعدی کا مظاہرہ کیا ہے۔"

"مگر میرا ذہن بس ایک تردد کا شکار ہے سر.........."

"کیا؟"

"وہ بدبخت ابھی تک نظر نہیں آیا' کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کہاں نکل گیا؟"

"فیروز وہ ہمارے لئے اتنا اہم کردار نہیں ہے۔ بے شک ہمیں اس پر نگاہ رکھنی

ہے لیکن اس وقت جب وہ سامنے آجائے۔ اس سے پہلے ہم اسے اپنے لئے درد سر
بنائیں؟"

"جی سر، میں سمجھتا ہوں۔ لیکن میری تو ڈیوٹی یہی ہے۔"

"میں مانتا ہوں......... لیکن اس بات کو اپنے سر پر مسلط نہ کرو۔ میرے لئے بات بھی تقویت کا باعث ہے کہ تم میری نگرانی کر رہے ہو، ہو سکتا ہے نصیر بیگ غصہ کھا گیا ہو اور وہ اس مستعدی کا مظاہرہ نہ کر پایا ہو۔ انسان کی راہ میں ہزاروں مشکلا ہوتی ہیں اور ہر شخص بآسانی ان مشکلات پر قابو نہیں پاسکتا۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر ایس تو بہت ہی اچھی بات ہے۔"

"سر نجانے کیوں میرا دل یہ بات نہیں مانتا اور اس کی وجہ آپ جانتے ہیں میرے اور اس کے درمیان چچا بھتیجے کا رشتہ رہ چکا ہے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ اسے چچا کہتا رہا ہوں اور وہ مجھے بھتیجا۔"

جواب میں کنور مہتاب علی آہستہ سے ہنسا۔ پھر اس نے کہا۔ "بہرحال فیروز، محتا رہنا۔"

"میرا اندازہ ہے سر کہ اس نے اپنا راستہ تبدیل کیا ہے۔ ویسے آپ جس علاقے میں جا رہے ہیں وہاں تو بہت سے راستے جاتے ہوں گے؟"

"بے شمار......... صحرائے اعظم کے اس مخصوص حصے تک پہنچنے کے لئے کئی ملکوں سے ذریعہ سفر اختیار کیا جاسکتا ہے اور میں تمہاری اس بات سے متفق ہوں کہ ممکن ہے اس نے ایسا ہی کیا ہو۔"

"سر، کم از کم کتنا فاصلہ طے کرنے کے بعد یہ چاروں طرف سے آنے وا راستے یکجا ہو جاتے ہیں؟"

"بہت طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد......... اس کا کوئی تعین نہیں کیا جاسکتا۔"

"خیر، جب آپ یہ محسوس کریں کہ اب صحرائے اعظم کا وہ علاقہ شروع ہوا ہے جہاں سے ہمیں اپنی منزل کی جانب روانہ ہونا ہے تو مجھے ضرور اطلاع دیجئے گا تاکہ

محتاط ہو جاؤں۔"

"محتاط تو تم اس وقت بھی رہو۔"

"وہ میری ڈیوٹی ہے سر۔"

"اوکے فیروز اوکے......... ایک بار پھر رات کے اس حصے میں جگانے کے لئے معذرت چاہتا ہوں۔" کنور مہتاب علی نے کہا اور رسمی گفتگو کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ دوسرے دن سب سے پہلی رپورٹ جو ان لوگوں کو ملی تھی اور جس میں اب دوسرے لوگ بھی ملوث ہو چکے تھے، وہ یہ تھی کہ آٹھوں بوڑھے اپنا بوٹسو چھوڑ کر کہیں جا چکے تھے، سرہدایت اللہ نے یہ بات کنور مہتاب علی کو بتائی تھی۔

"ہو سکتا ہے وہ کہیں آوارہ گردی کر رہے ہوں۔"

"نہیں بوٹسو میں کچھ اور افراد آکر مقیم ہو گئے ہیں انہیں ہی دیکھ کر مجھے یہ اندازہ ہوا اور معلوم ہوا کہ یہاں کے پہلے مکین صحرائے اعظم میں اپنے سفر پر روانہ ہو گئے ہیں۔"

"چلئے چھوڑیئے، ہمیں کیا۔ ویسے جیمس پیرے کچھ عجیب سا کردار تھا، سمجھ میں نہیں آیا تھا۔"

"نہیں صحرائے اعظم ہزاروں افراد کے لئے باعث، دلچسپ ہے اور کسی بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔"

"بات بس اتنی سی ہے ہدایت اللہ کہ اس کم بخت نصیر بیگ نے اس داستان کو اخبار میں چھاپ کر ہمارے لئے کافی مشکلات کھڑی کر دی ہیں۔ ہمیں صرف ان لوگوں پر نگاہ رکھنا ہے جو اس کہانی سے واقف ہو چکے ہیں۔"

"ہاں بہرحال احتیاط تو ہر قیمت پر اچھی چیز ہوتی ہے۔" سرہدایت اللہ نے کہا۔

شام کو ٹھیک چار بجے آخری تیاریوں کے بعد مائیکل بائر نے ایک لینڈ روور کا اسٹیرنگ سنبھال لیا اور کنور مہتاب علی نے دوسری لینڈ روور کا۔ ڈیوٹیاں بدلتے رہنے کا فیصلہ کیا گیا تھا اور چار چار گھنٹے اس کے لئے مخصوص کئے گئے تھے۔ سردار خان اور شمسہ

کنور مہتاب علی کی گاڑی میں تھے' سرہدایت اللہ مائیکل بائر کے ساتھ۔

گاڑیاں آبادیوں کو پیچھے چھوڑنے لگیں' ان میں سے تقریباً" سب ہی افریقہ کی روایتی زندگی سے واقف تھے۔ لیکن عرشی اور نادر شاہ کے لئے سارا ماحول بے حد اجنبی تھا۔ انہوں نے کبھی جاگتی آنکھوں سے یہ سب کچھ نہیں دیکھا تھا۔ مناظر بہت پرکشش تھے اور وہ دونوں ان میں کھوئے ہوئے تھے۔ عرشی نے خاص طور سے سرہدایت اللہ کے ساتھ گاڑی میں بیٹھنا مناسب نہیں سمجھا تھا بہرحال وہ اس کے باپ تھے اس کی بہت سی عادات سے واقف اور عرشی کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جائے' جس سے سرہدایت اللہ کو اس پر شبہ ہو جائے۔

بہرحال سفر جاری رہا' اور چونکہ اب باقاعدگی سے اس مہم کا آغاز ہو گیا تھا اس لئے یہ طے کیا گیا تھا کہ جب تک تھکن پوری طرح جسم پر طاری نہ ہو جائے ڈرائیونگ کی جاتی رہے۔ چار گھنٹے کے بعد ڈیوٹیاں بدل گئی تھیں لیکن سفر ترک نہیں کیا گیا تھا اور خاصی برق رفتاری سے فاصلے طے کئے جاتے رہے تھے' دن کی روشنی میں افریقی بستیاں آتی رہیں' غیرانسانی زندگی نظر آرہی تھی' بے کسی اور بے بسی کا شکار افریقہ جس کے نواحی علاقے کہیں کہیں یورپ کے شاندار شہروں کی مانند ترقی کر چکے تھے۔ لیکن اندر کی روایتوں کا وہی انداز تھا۔ عموماً" ننگ دھڑنگ لوگ نظر آتے تھے۔ کپڑے کا جتنا ٹکڑا جسم کو چھپانے کے لئے مل جائے ان کی ملکیت۔ بعض جگہ آبادیاں ذرا مستحکم قسم کی نظر آرہی تھیں ان کے جھونپڑے بھی ترتیب سے بنے ہوئے تھے اور طرز زندگی میں بھی کچھ فرق نظر آتا تھا۔ لیکن اس فرق کی وجوہات سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ نادر شاہ اور عرشی بہرطور ان تمام چیزوں کو دیکھ رہے تھے لیکن ان پر تبصرہ نہیں کر سکتے تھے۔

"کنور مہتاب علی نے بھی ان لوگوں سے اس دوران کوئی خاص گفتگو نہیں کی تھی۔ پھر دوسرے دن دوپہر کے وقت آرام کے لئے جگہ منتخب کرلی گئی۔ درختوں کی چھاؤں میں گاڑیاں روکی گئیں۔ حبس اور گرمی تھی' ہوا کا نام و نشان نہیں تھا' بدن پسینہ چھوڑ رہے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ماحول کو محسوس نہیں کیا گیا' کھانے پینے کی تیاریاں

ہوئیں اور ہر شخص اپنی مدد آپ کرنے لگا۔ ایک طریقہ کار منتخب کرلیا گیا تھا اور اس کے تحت کام ہو رہا تھا۔ بظاہر اس کے امکانات نہیں تھے کہ نیل کنٹھ تک پہنچتے ہوئے انہیں خوراک وغیرہ کی قلت کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن پھر بھی ہر طرح کی احتیاط رکھی جارہی تھی۔ تجربے کار بوڑھے شخص راستے میں ایسے پھلوں کا ذخیرہ کر رہے تھے جو خوراک اور پانی کی کمی پوری کر دیتے ہیں اور بہت سے نئے نئے منصوبے بنائے گئے تھے۔ لیکن یہاں رکنا بھی مصلحت کے تحت تھا۔ شام کے ساڑھے پانچ بجے تھے جب ایک ٹرک اچھلتا کودتا' کچے راستوں کو طے کرتا ہوا اس طرف آتا نظر آیا اور سب لوگ اس کی جانب متوجہ ہوگئے۔ ابتدا میں تو نادر شاہ اور عرشی یہ نہیں سمجھ پائے تھے کہ یہ کون ہے جو انہی کی سمت آرہا ہے لیکن جب ٹرک قریب پہنچا اور اس میں سے ایک سیاہ فام شخص نیچے اترا جو تقریباً" فوجی وردی میں ملبوس تھا۔ خاکی لباس میں اس کا تنومند جسم ابلا پڑ رہا تھا۔ اس نے مائیکل بائر سے ہاتھ ملایا اور اس کے بعد ٹرک سے چند اور افراد نے اتر کر اسلحہ اتارنا شروع کر دیا۔ کارتوسوں کے باکس' شاندار قسم کی جدید رائفلیں اور پستول وغیرہ ان کے حوالے کئے گئے اور مائیکل بائر نے ایک مناسب رقم ان لوگوں کے حوالے کر دی۔ سردار خان کی حیثیت سے نادر شاہ صرف سنتا تھا' بولتا نہیں تھا۔ لیکن صورت حال سے یہ لوگ پوری طرح واقف تھے اور انہیں علم تھا کہ مائیکل بائر کے کہنے کے مطابق اسلحہ راستے میں کہیں ان کے حوالے کیا جائے گا تاکہ کوئی ایسی مشکل پیش نہ آئے جسے الجھن کا باعث کہا جاسکے۔ اسلحہ لانے والے اپنا کام ختم کرکے واپس چلے گئے۔ ٹرک جس سمت سے آیا تھا اسی سمت چل پڑا تھا۔ جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو اسلحہ چیک کیا جانے لگا رائفلیں لوڈ کرکے انہیں چلا کر دیکھا گیا۔ اور اسلحے پر پسندیدگی کا اظہار کیا گیا۔ ایک رائفل اور ایک پستول نادر شاہ کو بھی دی گئی۔ سرہدایت اللہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

"مرد کو مسلح ہونا چاہیے۔ اگر تم اس کے استعمال کا طریقہ نہیں بھی جانتے تو فکر نہ کرو۔ یہ تو چند گھنٹوں کا کام ہے بلکہ اس سے بھی کم وقت میں تم اس کا استعمال سیکھ سکتے ہو۔ اب تم ایک مہم جو ہو سردار خان۔"

"جی صاحب جی' آپ بالکل بے فکر رہو۔ ہم اسے استعمال کرلیں گے۔" نادر شاہ نے کہا۔

"ارے واہ اگر ایسی بات ہے تو پھر ذرا اسلحہ چلا کر دکھاؤ؟؟"

نادر شاہ پولیس کا تربیت یافتہ اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ پٹھان' اسلحے کا کھیل تو اس نے بچپن سے کھیلا تھا۔ لیکن جب اس نے رائفل اور پستول چلا کر دکھایا تو چاروں طرف قہقہے ابھرنے لگے۔ گولی جس درخت کے تنے پر چلانے کے لئے کہی گئی تھی اسے چھو کر بھی نہیں گزری۔ ہاں اس سے کافی فاصلے کے درخت نشانہ بنے۔ کنور مہتاب علی نے ہنس کر کہا۔

"نشانے کی مشق بھی ہو جائے گی۔ اصل کام تو اس کا استعمال ہے جسے سردار خان بخوبی کر سکتا ہے۔ اور پھر مسئلہ تو یہی ہے کہ کسی خاص چیز کو تو نشانہ بنانا نہیں ہے بس کام کرنا ہے اور کام چلانا ہے۔" بہرحال یہ دلچسپ مشغلہ جاری رہا۔ پھر رات ہوگئی اور طے یہ کیا گیا کہ دوسرے دن صبح کو سفر کا آغاز کیا جائے گا۔ افریقہ کا وہ علاقہ شروع ہوگیا تھا جس کے بعد آبادیاں خال خال ہی تھیں اور جو تھیں بھی وہ تقریباً غیر مہذب افریقیوں کی جن کی کوئی تربیت نہیں تھی۔ شام کو البتہ تھوڑی تھوڑی خنکی ہوگئی اور رات کے کھانے کے بعد تو انہیں چادریں اوڑھنا پڑیں۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ مچھر نہیں تھے اور یہ لوگ صرف اس خنکی سے بچنے کے لئے چادریں اوڑھے ہوئے تھے۔ تھوڑی سی احتیاط رکھی گئی تھی اور جاگنے کے لئے ڈیوٹی لگا دی گئی تھی۔ پہلے دو گھنٹے سردار خان کے حصے میں آئے اور اس نے خوشی سے یہ ذمہ داری قبول کرلی۔ سرہدایت اللہ نے سردار خان سے کہا تھا۔

"خدانخواستہ کوئی مشکل پیش آجائے تو تم بس ایک فائر کردینا......... اور پستول کی نال کا رخ آسمان کی طرف رکھنا تاکہ کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ باقی مسئلہ ہم سنبھال لیں گے۔" نادر شاہ نے سردار خان کی حیثیت سے گردن ہلادی تھی۔

عرشی کو اس بات کا احساس تھا کہ سرہدایت اللہ موقع ملتے ہی اس سے رابطہ قائم کریں گے۔ جب سردار خان نے اپنی ڈیوٹی سنبھال لی اور تھوڑے فاصلے پر ایک بلند جگہ

پہنچ گیا تو عرشی گل کو شانے سے لگائے اس کے قریب پہنچ گئی۔

"ارے بیگم سونے کا ارادہ نہیں ہے کیا؟"

نادر شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور عرشی کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے۔

"بیگم!"

"کیوں اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟"

"منہ دھو رکھو........."

"صبح کو دھویا تھا۔ پانی کے استعمال کا مسئلہ ذرا ٹیڑھا ہے اس لئے ہر وقت تو منہ نہیں دھویا جاسکتا' کیوں ویسے کیا اس وقت میرا چہرہ کچھ غیر دلکش لگ رہا ہے؟؟"

"کام کی باتیں کرو یار........."

"بکواس بالکل نہیں۔ اب کام کی بات یہی ہے آپ مجھ سے اقرار محبت کر چکی ہیں۔"

"اماں کس چکر میں پڑے ہو یار' میں بعض اوقات بالکل ہی آؤٹ آف کھوپڑی ہوتی ہوں۔ اب اگر کسی وقت الٹی سیدھی بات کر جاؤں' تو اس پر انسان کو سنجیدہ تو نہیں ہونا چاہیے۔"

"خیر خیر' خیر چھوڑیئے بیگم آپ کی تو مذاق کی عادت ہے۔"

"سبحان اللہ چہک رہے ہو؟"

"یار عرشی' تم بتاؤ چہکنا چاہیے یا نہیں میرے تو فرشتوں کو بھی گمان نہیں تھا کہ ہمیں اتنی خوبصورت زندگی ملے گی۔ یہاں تو چاروں طرف حسن ہی حسن بکھرا ہوا ہے یار دیکھو تو سہی کیا منظر ہے قیامت.........قیامت.........قیامت.........!"

"اور اس منظر میں جنگلی درندے بھی ہیں آپ نے چلتے پھرتے شیر دیکھے ہوں گے۔ اور جناب یہ درخت......... آپ کا کیا خیال ہے ان درختوں پر چیتے چڑھ جاتے ہیں اور گھات میں لگے بیٹھے رہتے ہیں۔"

"ارے باپ رے......... اس رومانی ماحول میں یہ درندے کہاں سے داخل

ہو گئے؟"

"مطلب یہی ہے میرا کہ صرف رومان پسندی پر نہ جائیے۔ بلکہ ادھر ادھر کا بھی خیال رکھئے گا۔"

"واقعی یہ بات تم سچ کہتی ہو، لیکن محترمہ اب اس طبیعت کا کیا کیا جائے جس کی جولانی صحرائے اعظم میں آنے کے بعد کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی ہے۔"

"گیدڑ کی موت آتی ہے تو شہر کی طرف بھاگتا ہے۔ میرا خیال ہے انسانوں کے ساتھ بھی یہی مسئلہ ہے وہ جنگلوں کا رخ کرتا ہے۔"

"یہ آپ کہہ رہی ہیں مس عرشی؟"

"ہاں سردار خان، خواہ مخواہ کسی گھپلے کا آغاز کردو گے۔"

"افسوس تو یہ ہے کہ شمسہ کہنے کے بعد کچھ دوسرے اختیارات بھی استعمال کرنے کو جی چاہتا ہے۔"

"چھوڑو سردار خان اب ان باتوں میں کچھ نہیں رکھا ہوا ہے۔ افریقہ کی باتیں کرو خدا کی قسم میرے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کبھی زندگی میں یہ ایڈونچر بھی کرنے کو ملے گا۔ شہروں میں جو کچھ کرتی رہی اس سے بلاشبہ فطرت کی تسکین ہوئی، لیکن یہ والد صاحب قبلہ ایسی دلکش زندگی سے لطف اندوز ہوتے رہے ہیں، اب جا کر پتہ چلا۔"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں، ماحول واقعی بے حد حسین ہے۔"

اسی وقت ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور عرشی نے نادر شاہ کو خاموش کر دیا۔ پھر اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا اور مدھم لہجے میں بولی۔

"ہیلو۔"

"ہیلو بیٹا، کہاں ہو؟"

"آپ سے بہت زیادہ فاصلہ نہیں ہے ڈیڈی۔"

"کک...... کیا مطلب؟"

"مطلب صاف ہے آپ سے زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔"

"اوہ لیکن تم ہو کہاں؟ میرے تو فرشتوں کو بھی گمان نہیں ہو سکا کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے؟"

"ڈیڈی بات اصل میں یہ ہے کہ آپ نے اپنا ذہنی معیار کچھ زیادہ ہی تصور کر لیا ہے اور مجھے آپ نے بے وقوف سمجھا ہے بالکل۔ ایسی بات نہیں ہے ڈیڈی حضور، ہم لوگ بفضل تعالیٰ خیریت سے ہیں اور آپ بھی خیریت سے ہیں ذہنی طور پر، میرا خیال ہے میں سب سے زیادہ پریشان انسان ہوں۔"

"آپ کو شوق ہے ڈیڈی...... پریشان ہوتے رہیں میرے لئے جب حکم ہو گا آپ کے اشارے پر حاضر خدمت ہو جاؤں گی آپ فکر کیوں کرتے ہیں؟"

"اوہ نہیں، ابھی مناسب نہیں ہے، کسی مناسب وقت پر یہ بھی کروں گا کیونکہ ایسی صورت میں، میں ذہنی طور پر سکون نہیں پا سکتا۔"

"میں نے عرض کیا نا کہ بے سکونی آپ کا شوق ہے۔ ورنہ میں اتنے مستحکم انداز میں اپنے گروہ کے ساتھ یہ سفر کر رہی ہوں کہ شاید آپ بھی اتنے محفوظ نہ ہوں۔"

"کمال ہے بھئی...... واقعی کمال ہے۔ بہرحال بیٹا، محتاط رہنا۔"

"ڈیڈی اور کوئی خاص بات؟"

"نہیں ابھی تک ٹھیک ہے۔ اچھا یہ بتاؤ ہم تمہاری نگاہ میں ہیں؟"

"آپ نگاہ کی بات کر رہے ہیں ڈیڈی، آپ میرے سانسوں سے قریب ہیں۔"

"اچھا اچھا، بہت زیادہ چرب زبانی کر رہی ہو؟" سر ہدایت اللہ بولے۔

"اور کوئی حکم ڈیڈی؟"

"نہیں بس، اب ذرا میں آرام سے سونا چاہتا ہوں کیونکہ رات کے کسی حصے میں پہرے کے لئے میری ڈیوٹی بھی لگے گی۔"

"اوکے ڈیڈی...... خدا حافظ۔" عرشی نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

"یہ تم شوہر کو لوگ کہتی ہو؟" نادر شاہ بولا۔

"جی!"

"میرا مطلب ہے میں تو تمہارا شوہر ہوں' صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیتیں؟"

"ٹھیک ٹھیک' آپ کا بھی حق ہے' کبھی کبھی ایسی باتیں بھی برداشت کرلینا چاہئیں کوئی حرج نہیں ہوتا۔" عرشی نے مسکرا کر کہا۔

"آسمان بادلوں سے ڈھک گیا' ہوا بالکل بند ہوگئی' حبس پہلے بھی محسوس ہو رہا تھا بہرحال ان تمام چیزوں کو خاطر میں لانا بے مقصد تھا۔ یہ ان کی کوٹھی کا آرام دہ ڈرائنگ روم تو تھا نہیں کہ عیش کی زندگی بسر ہوتی۔ یہاں تو ان تمام تکالیف سے گزرنا ہی تھا۔"

رات اتنی تاریک ہوگئی کہ اب آس پاس کی کچھ چیزیں بھی نظر نہیں آئیں اور وہ لوگ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتے رہے۔ گل بڑے مزے سے سو رہی تھی۔ عرشی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"سارا ہنگامہ اس کمینی کا ہے جس کی وجہ سے ہم خوار ہو رہے اور یہ کیسے مزے سے سو رہی ہے۔"

"اس پر توجہ نہ دلاؤ عرشی' جب بھی اس کے بارے میں غور کرتا ہوں' یقین کرو عجیب سی کیفیت کا شکار ہو جاتا ہوں' اب تو اس کم بخت سے مجھے بھی تھوڑی بہت محبت ہوگئی ہے۔"

"ویسے اس میں کوئی شک نہیں نادر شاہ کو اس لڑکی میں ایسی جاذبیت اور کشش ہے کہ یہ لوگوں کو اپنی جانب کھینچتی ہے۔"

"اللہ جانے' مجھے تو یہ کوئی چڑیل معلوم ہوتی ہے' پراسرار قوتوں کی مالک۔"

دو گھنٹے مکمل ہوگئے۔ ریٹا اور لارک اینجلو ان کے پاس آگئے تھے اور ان کے قدموں کی آہٹ پر ہی ان دونوں نے گردن اٹھا کر انہیں دیکھا تھا۔

"کہو دوستو اس کالے اندھیرے میں زندگی کیسی لگ رہی ہے۔ ڈر تو نہیں لگا؟"

"نہیں سر' ڈر کی کیا بات ہے؟"

"اب تم لوگ آرام کرو ہماری ڈیوٹی ہے۔"

"اوکے سر۔" وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھے اور جو جگہ ان کے لئے مخصوص کر دی

گئی تھی وہاں آکر سو گئے۔

لینڈ روور میں سونا بھی ایک دلچسپ تجربہ تھا بہت دیر تک آنکھیں کھلی رہیں اس کے بعد آہستہ آہستہ نیند آنکھوں میں در آئی۔ نوجوانی کی عمر کسی بھی شکل میں سو جانے کے لئے ہوتی ہے سو وہ گہری نیند سو گئے۔ ان کی ڈیوٹی تو ختم ہوگئی تھی اب باقی لوگوں کا معاملہ تھا۔ رات کا نجانے کون سا پہرا تھا کہ دفعتاً سب ہی ایک دوسرے کو جھنجوڑنے لگے' نجانے کس کی ڈیوٹی تھی لیکن سب جاگ کر اٹھ گئے۔

"خاموشی.........خاموشی.........." کنور مہتاب علی کی آواز ابھری۔

"کیا بات ہے؟" کسی نے پوچھا۔

"کچھ عجیب سی کیفیت ہے۔ میرا خیال ہے ہاتھیوں کا کوئی غول ہماری جانب متوجہ ہو چکا ہے۔"

"روشنی جلاؤ۔" لارک اینجلو نے کہا۔

"ہرگز نہیں' ہرگز نہیں۔ گہری تاریکی رکھو اور ہر قسم کی آہٹ سے گریز کرو۔" سر ہدایت اللہ نے کہا اور ایک لمحے کے لئے چاروں طرف سنسنی چھا گئی۔ تجربے کار مہم جو یقینی طور پر بہتر جانتے تھے کہ دیو قامت ہاتھیوں سے کس طرح نمٹنا ہے' البتہ عرشی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تاریکی میں دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی اور پھر وہ اس کوشش میں اس حد تک کامیاب ہوگئی کہ اس نے لینڈ روور سے کوئی بیس پچیس گز کے فاصلے پر طویل ترین سائے متحرک دیکھے۔ ان کی موجودگی کا احساس ان کے لمبے لمبے سفید دانتوں سے ہوتا تھا جو بالکل ریڈیائی شعاعوں کی طرح چمک رہے تھے اور آہستہ آہستہ لینڈ روور کی جانب بڑھ رہے تھے..........

ادھر نصیر بیگ کا سفر جاری تھا اور وہ اپنی حکمت عملی پر حد سے زیادہ خوش تھا۔ آرنلڈ کے بارے میں زاہد کے خیالات کچھ بھی ہوں' لیکن نصیر بیگ کا خیال تھا کہ آخری وقت تک ولیم آرنلڈ سے کوئی ایسا جھگڑا مول نہیں لے گا جو اس کی مہم پر خطرناک ثابت ہوا۔ اس نے زاہد سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر ولیم آرنلڈ کسی طرح بدعہدی نہیں کرتا تو بہرطور اسے اتنا حصہ ضرور دیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی آرزوئیں پوری کرلے' نصیر بیگ نے کہا۔

"اصل میں زاہد' زندگی کے بارے میں کوئی بات پورے اطمینان کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی یہ بڑی ناپائیدار چیز ہے' کہیں بھی دھوکہ دے سکتی ہے اور پھر' اب ہماری عمر بھی ایسی نہیں رہی کہ ہم مزید مہمات میں حصہ لے سکیں' میرے اہل خاندان یوں سمجھو کہ ایک طرح سے ذہنی طور پر مجھ سے دور ہی ہو چکے ہیں' میرا ان سے رابطہ بے شک ہے کیونکہ وہ میرے اپنے ہیں' لیکن یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میرا ان سے جو فاصلہ ہوگیا ہے اسے ختم کرنے کے لئے بھی ایک عمر درکار ہے۔ ایسے حالات میں اگر ہم ان لوگوں کو بھی زندگی گزارنے کے بہترین ذرائع فراہم کر دیں تو کوئی حرج نہیں ہے' ہاں یہ الگ بات ہے کہ اگر ولیم آرنلڈ ماضی کی داستان دہرانے کی کوشش کرے اور اپنا بدلہ لینا چاہے تو پھر اسے اپنی فہرست سے خارج کر دیا جائے' کیا ہی دلچسپ بات ہے زاہد کہ

بدترین دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے چل رہے اور ہماری تعداد کتنی ہے' صرف دو یعنی میں اور تم۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ذہانت نے ہمیشہ طاقت پر برتری حاصل کی ہے' وہ لوگ اپنے طور پر جو کچھ بھی کریں گے ان کا معاملہ ہے لیکن ان کی محنت کا پھل کھائے گا کون مرزا نصیر بیگ اور اس کے ساتھ۔ اگر غور کرو تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ بری طرح بددل ہو جاؤ۔ بھلا کیا ضروری ہے کہ ہم سب پر سبقت حاصل کر جائیں اور سب کو شکست دیتے ہوئے اپنی منزل پالیں' لیکن اگر انسان کے اندر یہی احساس نہ ہو تو پھر وہ دنیا کا کوئی بھی کام نہیں کر سکتا۔ میں یقینی طور پر ان سے ذہانت میں برتر ہوں اور میری طاقت' یہ ذہانت ہی ہے۔"

"میں اس سے منکر نہیں ہوں' سر درحقیقت آپ نے اب تک جو کچھ کیا ہے میرے عقل وفہم سے دور کی بات ہے اور میں یہ سوچنے لگتا ہوں بعض اوقات کہ قدرت نے آپ کو کتنا بڑا دماغ دیا ہے۔" زاہد نے کہا اور نصیر بیگ ہنسنے لگا۔

جے گوئن ان خلاصیوں کا انچارج تھا اور کشتی کی ساری ذمے داریاں سنبھالے ہوئے تھا' محنت کش سیاہ فام کشتی کو بادبانوں کے سہارے اپنی منزل کی جانب لے جا رہے تھے اور ان لوگوں سے کوئی براہ راست رابطہ نہیں رکھتے تھے' دریائے ٹونگا کے بارے میں جے گوئن سے گفتگو ہوئی تھی اور جے گوئن نے کہا تھا۔

"میں دنیا کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا لیکن دریائے ٹونگا کو دنیا کا سب سے عجیب دریا کہا جاتا ہے اور اس کی شکل جگہ جگہ بدل جاتی ہے۔"

"تم نے دریائے ٹونگا میں کتنی دور تک سفر کیا ہے جے گوئن؟" ولیم آرنلڈ نے پوچھا۔

"چیف' اس کی کوئی انتہا نہیں ہے حالانکہ میں اس کے اختتام تک تو نہیں جاسکا لیکن اتنی دور جاچکا ہوں کہ شاید کوئی اور کبھی نہ گیا ہو۔"

"گڈ' گڈ تم اس کی صفات کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے؟"

"ہاں چیف' اس کا پانی گدلا' مٹیالہ اور ناقابل استعمال ہوتا ہے اور کہیں کہیں یہ پانی

ایک ایسی شکل اختیار کر جاتا ہے کہ اسے پانی کہنا مشکل ہو جائے' بس یوں سمجھ لو
رواں دواں دلدل بن جاتا ہے۔ اور اس میں کشتی کی رفتار بہت سست ہو جاتی ہے
ایسی جگہوں پر اسے چپوؤں سے چلایا جاتا ہے' ہوائیں اتنا ساتھ نہیں دیتیں اور
بادبان کھول دینے پڑتے ہیں تاکہ وہ ہوا کی شدت سے پھٹ نہ جائیں۔"

"خوب' یہ اچھی بات ہے جے گوئن کہ ہمیں تم جیسا تجربے کار ملاح میسر ہے۔"

جے گوئن نیاز مندی سے ہنسنے لگا۔ الغرض سفر جاری تھا اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ دریائے ٹونگا اپنی ہیئت کے لحاظ سے عجیب تھا' بعض جگہ وہ اتنا سکڑ جاتا تھا کہ اس کے دونوں کنارے زیادہ فاصلے پر نہیں ہوتے تھے' لیکن یہاں اس کی روانی بے حد تیز ہوتی تھی اور کشتی کی رفتار کو کنٹرول کرنا پڑتا تھا' دونوں کناروں پر درختوں کے بھیانک سلسلے پھیلے ہوئے تھے اور ان کے درمیان کہیں کہیں کنارے پر جنگلی درندے پانی پیتے ہوئے نظر آجاتے تھے' بھینسوں کے غول نظر آتے اور کہیں کہیں یہ بھینسے پانی میں اترے ہوئے ہوتے تھے' ایسی جگہوں پر کشتی کی رفتار سست کر کے ان راستوں کا انتخاب کیا جاتا تھا جہاں سے وہ بھینسوں کے درمیان سے نہ گزر سکے' جنگلی ہاتھی بھی پانی میں گھسے نہاتے نظر آتے تھے اور ایسی جگہوں پر کئی بار رائفلوں سے فائرنگ کی گئی تھی اور کشتی آگے بڑھانے کے لئے راستہ بنایا گیا تھا' یہ عظیم ایڈونچر ابھی تک ایسے کسی حادثے کے بغیر جاری تھا جس میں کسی کو جانی نقصان پہنچا ہو۔ مچھلیوں کے غول بھی کہیں کہیں دریا کی سطح پر چھلانگیں لگاتے ہوئے نظر آتے تھے' ایسے ہی ایک موقع پر ولیم آرنلڈ نے اس بات کی خواہش کا اظہار کیا تھا کہ مچھلیاں پکڑی جائیں' لیکن جے گوئن نے سختی سے منع کرتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں چیف' یہ مچھلیاں پھیکی اور بے مزہ ہوتی ہیں اور بعض جگہ ایسی زہریلی مچھلیاں بھی پائی جاتی ہیں جنہیں استعمال کرنا زندگی کے لئے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔" چنانچہ ولیم آرنلڈ مچھلیوں کے شکار سے باز رہا تھا۔ ویسے جے گوئن اور اس کے ساتھی بے حد اور غیر متعلق لوگ تھے انہوں نے بھی ابھی تک ان میں سے کسی سے نہ تو دوستی کرنے

کی کوشش کی تھی اور نہ ہی ان پر کوئی توجہ دی تھی۔ وہ اپنے آپ میں مست تھے اور اپنے مشاغل اپنے طور پر جاری رکھتے تھے' کھانے پینے کی اشیاء کا بندوبست انہوں نے خود ہی کیا تھا' لیکن اس کی ادائیگی مرزا نصیر بیگ کو کرنا پڑی تھی' ان کی اشیاء کے ذخائر الگ تھے جو بعض جگہ عجیب و غریب چیزوں پر مشتمل تھے' شراب بھی استعمال کرتے تھے وہ' لیکن بہت کم اور نہایت گھٹیا' مرزا نصیر بیگ نے بھی ولیم آرنلڈ کے مشورے سے ان سے کوئی خاص تعلق نہیں قائم کیا تھا' ولیم آرنلڈ نے اس کے بارے میں یہی کہا تھا۔

"سب ٹھیک ہے ڈیئر نصیر بیگ' لیکن اس کے باوجود ہم ان لوگوں پر نہ تو مکمل بھروسہ کر سکتے ہیں اور نہ انہیں اپنے آپ پر مسلط' کیونکہ اگر ہم نے انہیں ذرا سی بھی لفٹ دی تو پھر یہ اس بات کے خواہش مند ہوں گے کہ یہ سلسلہ جاری رہے' جبکہ ہمیں خوراک وغیرہ کے ذخائر بڑی احتیاط سے استعمال کرنے ہیں۔" نصیر بیگ نے ولیم آرنلڈ سے اتفاق کیا تھا اور یہ غالباً سفر کا چوتھا دن تھا جب ایک سنسنی خیز واقعہ پیش آگیا۔

"دریائے ٹونگا جے گوئن کے کہنے کے مطابق مختلف شکلیں اختیار کرتا رہا تھا۔ وہ گاڑھا دریا بھی آچکا تھا جو واقعی حیران کن تھا' کیونکہ وہاں پانی میں مٹی اتنی شامل تھی کہ پانی بھی گاڑھا ہو گیا تھا' بہنے کی رفتار بہت سست تھی' یہاں بادبان اتار دیئے گئے تھے اور خلاصی چپوؤں کی مدد سے کشتی کو آگے بڑھا رہے تھے' لیکن پھر بھی روانی اتنی سست نہیں تھی کہ کشتی رک ہی جاتی' یہاں دریا میں مگرمچھوں کی بہتات تھی' جے گوئن نے بتایا کہ یہ مگرمچھوں کی بستی ہے' کنارے زیادہ فاصلے پر نہیں تھے' دریائی گھوڑے اور مگرمچھ دونوں طرف نظر آجاتے تھے' پانی میں بھی وہ کافی تعداد میں اترے ہوئے تھے' مگرمچھوں کے غول کے غول کشتی کے ساتھ ساتھ سفر کر رہے تھے' اور ان کی وحشت ناک آنکھیں کشتی کا جائزہ لے رہی تھیں' لیکن ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح اپنے شکار کو نوالہ بنالیں' وہ بہت دور سے سفر کرتے چلے آرہے تھے' جے گوئن کے پاس اس کا توڑ موجود تھا۔ ایک خاص قسم کا برادہ جسے وہ پوری قوت سے دور اچھال دیا کرتا تھا' برادہ کسی خاص پیڑ کا بنا ہوا تھا' مگرمچھ اس کی بو پاتے تو کشتی کا آس پاس کا علاقہ چھوڑ کر اس جانب دوڑ

پڑتے اور اس طرح کشتی کو آگے بڑھانے میں آسانی ہو جاتی' جہاں برادہ گرتا تھا گویا ایک دوسرے پر بری طرح ٹوٹ پڑتے تھے اور ان سے نجات مل جاتی تھی' بعد میں پتہ چلا کہ یہ خاص قسم کی مچھلیوں کو خشک کرکے بنایا جاتا ہے اور یہ مچھلیاں مگرمچھوں کی بہت پسند ہوتی ہیں' یہ دوسری بات ہے کہ وہ مچھلیوں کو تلاش ہی کرتے رہ جاتے ہیں اور جب وہ نہیں ملتیں تو مایوس ہوکر پھر کشتی کی جانب سفر کرتے ہیں۔ بہرحال یہ تجربہ بے حد ہولناک تھا' یہ لوگ خوفزدہ نگاہوں سے یہ ساری کارروائی دیکھ رہے تھے' طویل ترین وقت گزر گیا' ولیم آرنلڈ ایک گوشے میں جا بیٹھا تھا' غالباً" بہت تھک گیا تھا' اس نے بوتل کھولی اور بوتل ہی سے پینا شروع کر دیا' اس کے ساتھی البتہ خلاصیوں کی مدد کررہے تھے کیونکہ خلاصی بیچارے کشتی چلاتے چلاتے تھک چکے تھے اور یہ سلسلہ شاید ابھی کافی طویل تھا' جے گوئن نے اس امداد کا شکریہ ادا کیا تھا' ولیم پیتا رہا' نصیر بیگ اور زاہد بھی ایک گوشے میں بیٹھے ان مناظر کو دیکھ رہے تھے' زاہد نے کہا۔

"ہم بہترین قسم کی جنگل کی فلموں کے اندر تو ایسے مناظر دیکھ چکے تھے لیکن کبھی انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھنا نصیب ہوگا' یہ بات عالم خواب میں بھی نہیں سوچی تھی۔" نصیر بیگ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' تب زاہد نے کہا۔

"سر' آپ تو اس طرح کے بہت سے سفر کرچکے ہوں گے۔"

"ہاں صحرائے اعظم کے یہ مناظر میرے لئے اجنبی نہیں ہیں اور میں تمہیں یہ بتا چکا ہوں کہ ابھی زیادہ وقت بھی نہیں گزرا جب میں نے یہاں کا سفر کیا تھا' میرا مقصد ہے اسی مہم کے پہلے حصے کے طور پر۔"

"جی یقیناً"۔"

"لیکن یہ دریائی سفر میرے لئے اجنبی ہے' خاص طور سے اس دریا میں' واقعی اس کا انداز بہت عجیب ہے' لیکن صحرائے اعظم میں اس سے بھی زیادہ عجیب عجیب چیزیں بکھری ہوئی ہیں۔"

"ان لوگوں کا کہیں نشان نہیں ملتا جنہیں ہمیں نگاہوں میں رکھنا ہے۔" نصیر بیگ نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔

"یقیناً" وہ آئیں گے اور ضرور آئیں گے' ہم بہت عمدگی سے اپنے مقصد کی جانب بڑھ رہے ہیں' اصل میں میری ان سے کافی ذہنی ہم آہنگی رہی ہے' تمہیں اب کوئی بات بتانا ضروری تو رہی نہیں ہے کیونکہ تقریباً" پوری ہی داستان تمہارے علم میں ہے' میں ان کے سوچنے کا انداز جانتا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ میں اب بھی مطمئن ہوں' ہاں یہ دوسری بات ہے کہ ہمیں کسی بھی جگہ رک کر' میرا مطلب ہے اس جگہ جہاں سے نیل کنٹھ کا دہانہ شروع ہوتا ہے' ان کا انتظار کرنا پڑ جائے۔" زاہد نے ایک گہری سانس لی اور پھر کسی خیال میں ڈوب گیا۔ دفعتاً" ہی ولیم کی آواز سنائی دی۔

"کیا سمجھتی ہے وہ' اپنے آپ کو کیا سمجھتی ہے وہ' میں میں' میں تو خاموش طبع ہوں' کبھی بولتا نہیں ہوں' لیکن لیکن وہ' خیر یہ بات تو نہیں ہے کہ مجھے اس نے اپنے اعلیٰ خاندان ہونے کا طعنہ دیا ہو' لیکن کبھی کبھی وہ اپنے آپ کو خود سے برتر سمجھتی ہے" اس کے ان الفاظ پر سب نے چونک کر اسے دیکھا' ولیم آدھی بوتل ہاتھ میں لئے کھڑا ہوا تھا اسے چڑھ گئی تھی' اسے نے جھوم کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔"

"اگر اس کا تعلق شاہی خاندان سے ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا' میں' دنیا ابھی میرے بارے میں نہیں جانتی اگر دنیا سر آئزک سار تھرامسن آرنلڈ کے بارے میں جانتی ہے تو پھر یہ سمجھ لیا جائے کہ میرا خاندان بھی کسی طرح برطانیہ کے شاہی خاندان سے کم نہیں ہے' سر آئزک سار تھرامسن آرنلڈ جتنی بڑی شخصیت تھی اس کا شاید اب اس دنیا کو کوئی اندازہ نہ ہو' میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ بات اب منظر عام پر آجانی چاہیے اور مجھے یقین ہے کہ آجائے گی۔"

ولیم آرنلڈ آگے بڑھتا رہا اور ایک تختے پر جا کھڑا ہوا۔

"تم لوگ' اے میں تم لوگوں سے مخاطب ہوں' تم میں سے کون کون سر آئزک سار تھرامسن آرنلڈ کے بارے میں جانتا ہے' ہاتھ اٹھا دے.........." تمام لوگ مسکرا رہے تھے۔ ولیم آرنلڈ نے لڑکھڑا کر دو قدم آگے بڑھائے اور بولا۔

"تم میں سے کسی نے ہاتھ نہیں اٹھایا اس کا مقصد ہے کہ تم سب جاہل ہو، نمبر کے جاہل، سر آئزک سار تھرامسن آرنلڈ کی داستان میں تمہیں سناتا ہوں...... ریکسونا میں جب سر آئزک سار تھرامسن آرنلڈ نے اپنا قیام کیا تو جانتے ہو ان کی کس قدر مخالفت ہوئی تھی؟ لیکن انہوں نے کسی مخالفت کی پرواہ نہیں کی، ان کے ساتھ ان قوتیں تھیں، شاید تم لوگوں کو یہ بات معلوم نہ ہو کہ آئزک سار تھر پراسرار قوتوں کے مالک تھے، انہوں نے جب اپنا ایک پاؤں اٹھایا تو ریکسونا کی زمین پر زلزلہ آگیا۔" اور پھر اچانک ہی یہ زلزلہ ولیم آرنلڈ کے جسم پر آگیا۔ وہ بوتل ہاتھ میں لئے کنارے تک جا پہنچا تھا ایک ٹانگ اٹھائی تو بیلنس قائم نہ رکھ سکا اور اس کے دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف ہوئے فلیک راؤل تیزی سے آگے کی جانب دوڑا، لیکن ولیم آرنلڈ دریا میں گر پڑا تھا۔ کچھ پہلے اس پر ہنسنے والوں کے حلق سے چیخیں نکل گئیں، آرنلڈ کے تمام ساتھی اس حصے میں آکر جمع ہوگئے۔ نصیر بیگ اور زاہد بھی یہیں آگئے تھے، ولیم آرنلڈ آن کی آن میں دریا کی لہروں پر بہتا ہوا کشتی سے کافی فاصلے پر نکل گیا، علاقہ ویسا ہی تھا، دریا کے بہنے کی رفتار بہت تیز نہیں تھی، لیکن پھر بھی اچھی خاصی تھی، آس پاس مگرمچھ گردش کر رہے تھے، ولیم آرنلڈ پانی میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا اور کشتی کے لوگ بری طرح چیخ رہے تھے۔ نصیر بیگ نے جے گوئن سے کہا۔

"جے گوئن کچھ کرو پلیز کچھ کرو، ابھی مگرمچھ اسے اپنا نوالہ بنالیں گے۔" جے گوئن نے اداس لہجے میں کہا۔

"چیف، یہ میری ڈیوٹی میں شامل نہیں ہے۔"

"میں تمہیں اس کا منہ مانگا معاوضہ دوں گا۔"

"جو شخص بھی اسے بچانے کی کوشش کرنے کے لئے دریا میں اترے گا وہ اس معاوضے کو استعمال کرنے کے قابل نہیں رہے گا سوری چیف، غلطی اس کی تھی، اتنی پینی چاہیے تھی جتنی وہ کنٹرول کرلیتا۔ تم یوں سمجھو تمہارا ایک آدمی کم ہوگیا۔"

"بکواس مت کرو۔" فلیک راؤل نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اگر یہ بکواس محسوس ہوتی ہے مسٹر تو پھر جائیے اور دریا میں کود کر اسے بچانے کی کوشش کیجئے۔" جے گوئن نے کہا اور برا سا منہ بنا کر وہاں سے واپس پلٹ گیا۔ مرزا نصیر بیگ کے ہاتھوں کے طوطے اڑے ہوئے تھے۔ زاہد بھی عجیب سی کیفیت کا شکار تھا وہ سب ولیم آرنلڈ کو دیکھ رہے تھے، جو سست رفتاری سے کشتی سے کچھ دور بہتا ہوا جا رہا تھا۔ دیو ہیکل مگرمچھوں نے اس کی جانب بڑھنا شروع کر دیا تھا اور بس اب کچھ ہی وقت جاتا تھا کہ ولیم آرنلڈ کے بدن کے کئی ٹکڑے ہو جائیں......... لیکن کسی کی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ پانی میں اتر کر ولیم آرنلڈ کو بچانے کی کوشش کرے۔ جے گوئن کا رویہ بھی اپنی جگہ درست ہی تھا، دراصل یہ اس کی ڈیوٹی میں شامل نہیں تھا۔ اور پھر صورت حال بھی ایسی تھی کہ کچھ کرنا ممکن نہیں ہو رہا تھا۔ دفعتاً" ہی مرزا نصیر بیگ نے اپنے سامان میں سے رائفل نکالی، اسے لوڈ کیا اور پھر کنارے پر آگیا۔ وہ بڑے مخدوش انداز میں کھڑا ہو گیا تھا۔ ولیم آرنلڈ سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک دیو ہیکل مگرمچھ پہنچ گیا تھا اور فلیک راؤل کے دانت ایک دوسرے میں بھینچ گئے تھے۔ وہ اپنے باس کی موت کا منتظر تھا، اچانک ہی مرزا نصیر بیگ نے فائرنگ شروع کر دی اور مگرمچھ پانی میں پلٹیاں کھانے لگا کئی دوسرے مگرمچھ جو ابھی دور تھے، خون کی بو پر دوڑ پڑے......... اور پانی میں ایک خوفناک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ مرزا نصیر بیگ ہر اس مگرمچھ کو گولیوں کا نشانہ بنا رہا تھا جو ولیم آرنلڈ کی طرف بڑھنے کی کوشش کر رہا تھا اور اس صورت حال سے فلیک راؤل خاصا متاثر تھا۔ ولیم آرنلڈ کی طرف بڑھنے والے مگرمچھوں میں کمی آگئی تھی لیکن اسے نکالنے کا کوئی راستہ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ دفعتاً" ہی زاہد نے نصیر بیگ کے قریب پہنچ کر کہا۔

"سر، اگر آپ چاہیں تو میں اسے بچانے کے لئے اپنی زندگی خطرے میں ڈال سکتا ہوں۔"

"کیا کرو گے، کیا کرو گے؟" نصیر بیگ دیوانہ وار بولا۔ اور زاہد نے کہا۔

"ایک مضبوط رسہ میری کمر میں باندھ کر مجھے پانی میں اتار دیا جائے، آپ کوشش یہ کریں کہ ایسے مگرمچھوں کو نشانہ بناتے رہیں جن کی جانب دوڑنے سے ولیم آرنلڈ کے

اطراف خالی ہو جائیں ایک راستہ بناتا ہوں اور پھر ولیم آرنلڈ کو نکال کر لانے کی
کرتا ہوں۔"

نصیر بیگ نے حیران نگاہوں سے زاہد کو دیکھا ایک لمحے سوچا پھر بولا۔

"زاہد یہ کر سکو گے؟"

"یقیناً" سر......... ورنہ پھر میرا مصرف اور کیا رہ جاتا ہے؟"

"ہری اپ......... ہری اپ......... جاؤ اپنی پسند کا رسہ نکال لاؤ۔ میں ان مگرمچھ
کو ولیم آرنلڈ کے قریب پہنچنے سے روکتا ہوں۔" نصیر بیگ بولا اور زاہد وہاں سے دوڑ
درحقیقت اس وقت فلیک راؤل اور مارشل آرٹ کے دوسرے ماہر اپنے آپ کو
بے بس محسوس کر رہے تھے۔ یہ بات بھی وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ولیم آرنلڈ کے
اس مہم میں وہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ لیکن کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ اتنی دیر
زاہد نے ایک ایسی مضبوط رسہ تلاش کرلیا جو خاصا لمبا بھی تھا اور ایسا کہ اس کی کمر
گرد کس جائے۔ اس نے رسے کا سرا مضبوطی سے اپنی کمر کے گرد باندھا اور اس کے
باقی حصے کو لٹکائے ہوئے اس حصے میں پہنچ گیا جہاں تمام لوگ جمع تھے' جے گوئن اور
کے ساتھ کشتی چلانا بند کر چکے تھے اور ان لوگوں کی بھاگ دوڑ کو غیر متعلق انداز میں
رہے تھے۔ زاہد کو اس کیفیت میں دیکھ کر شاید فلیک راؤل وغیرہ کی سمجھ میں کچھ
نہیں آیا تھا۔ تب زاہد ہی نے کہا۔

"تم لوگ یہ رسہ مضبوطی سے پکڑلو۔ میں پانی میں اتر رہا ہوں اور میں اسے کھینچ
لانے کی کوشش کروں گا۔"

"ان الفاظ پر ان سب کے منہ حیرت سے کھل گئے تھے۔ نصیر بیگ مسلسل
رائفل لوڈ کر کے مگرمچھوں کو نشانہ بنا رہا تھا اس وقت صرف یہ دو ہی افراد تھے جو
آرنلڈ کی زندگی بچانے کے لئے عملی کام کر رہے تھے۔ ورنہ باقی لوگ صرف چیخنے چلا
اور بدحواسی کا مظاہرہ کرنے میں مصروف تھے۔ فلیک راؤل کو ساری تفصیل سمجھانے
بعد زاہد نے نصیر بیگ کی جانب دیکھا۔ نصیر بیگ نے آنکھوں سے اشارہ کیا اور زاہد اس

یری سے پانی میں کود گیا۔ وہ ایک ماہر تیراک بھی تھا حالانکہ جس دریا میں اسے تیرنا پڑ رہا
تھا اس میں عام حالات میں کوئی پاؤں رکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ لیکن نجانے زاہد کے اندر
کون سا جذبہ تھا' جو اسے آگے بڑھنے پر مجبور کر رہا تھا۔

"مگرمچھ اب ان کے گرد گھیر ڈالے ہوئے تھے اور مرزا نصیر بیگ بہترین نشانہ بازی
کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ وہ مگرمچھوں کی اس فطرت سے بھرپور فائدہ اٹھا رہا تھا گو اس طرح زاہد
کئی بار پانی کے بگولوں میں پھنس گیا تھا لیکن پھر بھی یہ بات کارآمد ہو رہی تھی۔ زخمی
مگرمچھ سے دوسرے مگرمچھ لپٹ جاتے اور آن کی آن میں اس کی تکابوٹی کر ڈالتے.........
اس طرح عارضی طور پر ولیم آرنلڈ مگرمچھوں کے لمبے نوکیلے آری نما دانتوں سے بچا ہوا تھا
اور زاہد لحہ بہ لحہ اس کے قریب پہنچتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے ولیم آرنلڈ کی کمر پکڑلی اور اس
کی کمر کو مضبوطی سے اپنے ہاتھ کی گرفت میں لے کر اس نے دوسرے ہاتھ سے اشارہ کیا
اور فلیک راؤل کے آدمی اسے کھینچنے لگے۔ نصیر بیگ اس وقت اپنی تمام تر مہماتی مہارت
استعمال کر رہا تھا اور مگرمچھوں کو ان دونوں سی دور رکھنے کے لئے بہترین نشانہ بازی کا
مظاہرہ کرتے ہوئے شکار کر رہا تھا۔ جے گوئن اور اس کے ساتھی بھی غیر اختیاری طور پر
اب اس جانب متوجہ ہوگئے تھے اور زندگی اور موت کی اس جدوجہد کو دیکھ رہے تھے۔
فلیک راؤل کے آدمی برق رفتاری سے ان دونوں کو کھینچ رہے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ
اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوگئے۔ ولیم آرنلڈ اب بھی ہوش میں تھا اور کچھ بڑبڑا رہا
تھا۔ بمشکل تمام ان دونوں کو کشتی پر گھسیٹ لیا گیا اور سب کے منہ سے خوشی کے نعرے
نکلنے لگے۔

"زاہد ایک جگہ لمبا لمبا لیٹ گیا تھا اور مرزا نصیر بیگ اسے قربان ہو جانے والی
نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ ولیم آرنلڈ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل ابھی تک نہیں چھوڑی
تھی۔ وہ کچھ بولتا جا رہا تھا......... پھر ایک بار اس نے زور سے کہا۔"

"اور اگر وہ سمجھتی ہے کہ خاندانی طور پر وہ مجھ سے برتر ہے تو یہ اس کی خام خیالی
ہے......... مجھے بھی اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ چھوڑ کر چلا آیا ہوں اسے اور اب سوچوں گا

کہ واپس جانا ہے یا نہیں.........!" اس نے بوتل منہ کے قریب کی جتنی بوتل خالی ہوئی تھی اس کی جگہ دریا کا پانی بوتل میں بھر گیا تھا۔ ولیم آرنلڈ نے ایک گھونٹ لیا اور پھر برا منہ بنا کر بولا۔

"زندگی میں کوئی تلخ تصور آتا ہے تو ہر چیز بے مزہ ہو جاتی ہے اس میں بھی اب کوئی لطف نہیں رہا........" اس نے بوتل ہاتھ سے چھوڑ دی اور پھر وہیں گر کے بے ہوش ہو گیا۔

کالے ہاتھی انسانوں کی نسبت رات کی تاریکیوں میں زیادہ بہتر طور سے دیکھ سکتے تھے۔ لیکن سمجھ سے محروم تھے حالانکہ ہاتھی بہت چالاک جانور ہوتا ہے لیکن جو چیزیں اجنبی ہوں وہ انسانوں کی سمجھ میں نہیں آتیں' بہر حال وہ جانور تھے۔ لیکن تجسس انہیں دونوں لینڈ روورز کے قریب لے آیا تھا اور اب لینڈ روورز میں بیٹھے ہوئے لوگ ان ہاتھیوں کو بالکل قریب سے دیکھ رہے تھے۔ ان کی سونڈیں لینڈ روورز پر لہرا رہی تھیں اور وہ اپنی چھونے والی حس کو محسوس کرکے ان کا صحیح طور پر جائزہ لے رہے تھے......... پھر ایک انتہائی قد آور ہاتھی نے لینڈ روور کے نچلے حصے میں سونڈ پھنسا کر اسے اوپر اٹھانے کی کوشش کی' اور لینڈ روور کا ایک حصہ خاصا اونچا اٹھ گیا۔ سر ہدایت اللہ وغیرہ اس میں موجود تھے' سب کی چیخیں نکل گئیں۔ دوسری طرف دوسری لینڈ روور کو بھی کئی جھٹکے لگے تھے۔ طاقتور ہاتھی ان گاڑیوں کو نقصان پہنچا سکتے تھے اور اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ان کو بھگانے کی کوشش کی جائے۔ چونکہ مہم جو دونوں گاڑیوں میں موجود تھے اور ہر طرح کی مہارت کا تجربہ رکھتے تھے۔ چنانچہ رائفلیں تھوڑے تھوڑے شیشے کھول کر باہر نکال لی گئیں۔ لیکن طے یہ کیا گیا تھا کہ ان کی نالوں کا رخ اوپر ہی رکھا جائے' کیونکہ ہاتھی بھی انتقامی جذبے رکھتا ہے اگر ان میں سے کچھ ہاتھیوں کو ہلاک کر دیا گیا تو پھر وہ شاید اس پوری مہم کے دوران ان کا پیچھا نہ چھوڑتے چنانچہ ان میں سے کسی کو ہلاک کرنے کی

بجائے صرف بھگانے کا منصوبہ زیر عمل لایا گیا تھا پھر اچانک ہی لینڈ روور اسٹارٹ اور کلچ میں ڈالے بغیر انہیں زبردست ریس دی گئی اور ان کی کھڑکیوں سے زبردست ہونے لگی۔ ہاتھیوں کے غول میں بھگدڑ مچ گئی۔ یہ لوگ انہیں خوفزدہ کرنے میں ہو گئے تھے اور سب کچھ اس طرح اچانک ظہور میں آیا تھا کہ طویل القامت جانور سمجھ پائے البتہ وہ جدھر منہ اٹھا اپنی سونڈیں لپیٹ کر دوڑ پڑے تھے۔ درختوں کے کی آوازیں، پتوں کا شور اور چرچراہٹیں اور زمین ہلنے کا منظر زلزلے کی سی کیفیت رہا تھا، ہاتھیوں کا یہ خوفناک غول بری طرح فرار ہو گیا تھا اور جس لینڈ روور کو اٹھایا اس کے نیچے گرنے سے سب کے جسموں کو زبردست جھٹکے لگے تھے لیکن بہرحال اونچی نہیں اٹھائی گئی تھی کہ لینڈ روور کے انجن وغیرہ کو کوئی نقصان پہنچا، البتہ ہاتھیوں بھاگنے کی آوازیں بے انتہا خوفناک تھیں اور بہت دیر تک یہ زلزلہ انہیں سنائی دیتا رہا اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے تھے۔ چونکہ لینڈ روور کی روشنیاں جلالی گئی تھیں لئے اب وہ دور کا منظر بھی دیکھ سکتے تھے۔ روندے ہوئے درخت زمین پر بچھے ہو تھے۔ ہاتھیوں کا غول تباہی پھیلاتا ہوا بھاگ گیا تھا۔

''تھینکس گاڈ۔'' لارک اینجلو نے کہا۔

''اس کے باوجود ہمیں مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔'' ریٹا ہاروے گہری سانس لے بولی۔

''کیوں؟''

''وہ پھر ادھر کا رخ کر سکتے ہیں۔''

''نہیں میڈم۔ میرے خیال میں انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا ہے۔ نہ ہی ہاتھی کی جمالیتی حس کے بارے میں ایسے قصے سنے ہیں۔'' مائیکل بائر نے پر مزاح انداز میں اور ہنسنے لگے۔

''ناٹی بوائے؟'' ریٹا جھینپتے ہوئے لہجے میں بولی۔

صبح ہو گئی۔ دن کی روشنی میں ٹوٹے ہوئے درختوں کا منظر اور بھیانک لگ رہا

لیکن ہاتھیوں کا اب نام و نشان نہیں تھا۔ معمول کے مطابق تمام مشاغل شروع ہوئے پھر سفر کا آغاز کر دیا گیا۔ اب خطرناک جنگل شروع ہوئے تھے اور آبادیوں کے نشان مٹ گئے تھے۔ جنگلی درندے جابجا آزاد گھومتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ اس وقت دونوں گاڑیاں ایک وسیع و عریض میدانی علاقے سے گزر رہی تھیں لیکن یہاں بھی شیر، چیتے، چرخ اور دوسرے جانور چہل قدمی کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ ایک جگہ کنور مہتاب علی نے گاڑی روک لی اور دوسری گاڑی بھی قریب آ کر رک گئی۔

''کیا بات ہے؟'' ہدایت اللہ نے پوچھا۔

''وہ سامنے دیکھو؟'' مہتاب علی بولا۔ اور ہدایت اللہ کی نظریں مہتاب علی کے اشارے پر اس جانب اٹھ گئیں۔ کالی اور پیلی مٹی کا ایک تودا نظر آ رہا تھا۔ ہدایت اللہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس تودے میں جنبش ہوئی اور ہدایت اللہ دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''او مائی گاڈ.........یہ اژدھا ہے۔''

''ہاں۔''

''واقعی.........فلم بناؤ۔''

''باہر نکلنا خطرناک ہو گا۔''

''گاڑی ہی سے کیمرہ آپریٹ کرو۔ ذرا سا رخ تبدیل کر لو۔''

''او کے۔'' تیاریاں ہونے لگیں۔ اژدھا کوئی نئی چیز نہیں تھی لیکن اتنا بڑا اژدھا ان مہم جوؤں نے بھی کبھی نہیں دیکھا تھا پہلے اس ڈھیر کی فلم بنائی گئی پھر ماچس کی کئی تیلیاں جلا کر اس پر پھینکی گئیں اور اسے متحرک کیا گیا۔ اس کا قطر کوئی سوا فٹ اور لمبائی ستر فٹ کے قریب تھی۔ ماچس کی گرمی سے اس نے اپنے بل کھولے اور پھر سیدھا ہو کر رینگنے لگا۔ ناقابل یقین منظر تھا۔ اس نے بدن کھولا تو یقین نہیں آتا تھا کہ یہ ایک ہی اژدھا ہے اور پھر وہ پورا سیدھا ہو کر رینگتا ہوا دور چلا گیا۔ سب اس منظر میں بری طرح کھو گئے تھے۔ دور تک اس کی فلم بنائی گئی اور یہ مشغلہ ختم ہو گیا

"چلیں؟" ہدایت اللہ نے پوچھا۔

"ہاں۔"

اس کے بعد کوئی اور واقعہ نہیں پیش آیا تھا۔ رات کے قیام کے لئے ایک کھلی جگہ منتخب کرلی گئی تھی جہاں خالی خالی درخت تھے۔ اس جگہ کا جائزہ لے کر ہدایت اللہ نے کہا۔

"یہاں آزادی سے باہر نہیں رہا جاسکتا۔ بارہ بجے کے بعد ہر شخص گاڑی میں رہے گا۔"

"ہاں' خطرناک جگہ ہے۔"

بارہ بجے تک کی آزادی تھی۔ لیکن ہر شخص مسلح تھا اور اسلحے کے بغیر گاڑی کے باہر رہنے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ عرشی اور نادر شاہ بھی گل کے ساتھ باہر نکلے ہوئے تھے۔ عرشی نے کہا۔

"خدا کی قسم جو کچھ دیکھنے کو مل رہا ہے اس کے لئے ساری زندگی قربان کی جاسکتی ہے۔ سچ بتانا نادر شاہ اب تو تمہیں مجھ سے کوئی گلہ نہیں ہے؟"

"گلہ؟ مجھے تم سے کب گلہ تھا؟"

"ہونا تو چاہیے۔ میری وجہ سے تم نے نوکری چھوڑی اور پھر میری ہی وجہ سے یہاں تک آئے۔"

"پھر بھی شکر ہے میری حالت قیس اور فرہاد جیسی نہیں ہوئی اور مطلوب بغیر کسی دقت کے حاصل ہوگیا۔ میں تو اسے ہنی موت پیریڈ سمجھتا ہوں۔"

"حد ادب.........حد ادب.........." تیز رفتاری کسی حادثے کا سبب بن سکتی ہے۔" عرشی نے کہا۔"

"ابے جاؤ.......... اب تمہاری کون سنتا ہے۔ یہیں سے شادی کرکے واپس نہ لوٹا تو نادر شاہ نام نہیں۔"

"چیلنج۔"

"ہاں' بالکل چیلنج۔" نادر شاہ اکڑ کر بولا اور پھر انہیں اچانک خاموش ہونا پڑا۔ فضا میں ایک عجیب سی سنسناہٹ پیدا ہوگئی تھی کہیں دور سے یہ آواز آرہی تھی۔ نادر شاہ اور عرشی نے بھی اسے محسوس کیا۔ اور گردن اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ انہوں نے دوسروں کو دیکھا۔ ابھی سب باہر تھے اور اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھے لیکن اس آواز کو سب نے ہی سنا تھا اور ساکن ہوگئے تھے۔

دفعتاً ہدایت اللہ نے جیب سے سیٹی نکال کر زور زور سے بجانی شروع کر دی اور کنور مہتاب علی کی آواز ابھری۔

"سب واپس آجاؤ۔ گاڑیوں میں آجاؤ.......... ہری اپ.........."

"آؤ.......... کوئی خاص بات ہے۔" نادر شاہ نے کہا اور عرشی گل کو سینے سے لگا کر گاڑی کی طرف دوڑ پڑی۔ نہ جانے یہ کیسی آواز تھی؟

مہم جو اس بارے میں بہتر جانتے تھے' نادر شاہ اور عرشی جلدی سے لینڈ روور میں داخل ہو گئے۔ دوسرے تمام لوگ بھی گاڑیوں میں آ گئے تھے۔ ریٹا ہاروے نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

''اس وقت ہماری پچویشن بہت خراب ہے۔''

''میرا خیال اس سے مختلف ہے۔ اگر ہم جنگل میں ہوتے تو بات زیادہ خطرناک ہوتی۔'' لارک اینجلو بولا۔

''براہ کرم خاموش رہو۔ ہدایت اللہ کیا میں باہر جا کر اندازہ لگاؤں......؟'' مائیکل بائر نے کہا۔

''مہتاب علی تم دوسری گاڑی سنبھال کر الرٹ ہو جاؤ۔ ہوا کا رخ دیکھ چکے ہو۔ باز تم اسٹیئرنگ سنبھال لو......!''

''او کے۔'' مہتاب علی نے کہا اور دوسری گاڑی کی طرف چلا گیا۔ آواز بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی۔ ایک عجیب سا شور جیسے پہاڑی پتھر آپس میں ٹکرا رہے ہوں۔ سب کے کان کھڑے تھے۔ عرشی اور نادر شاہ سنسنی خیز نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہے تھے ان کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ سکا تھا۔ لیکن اس وقت بھی وہ کسی خوف کا شکار نہیں تھے بلکہ ان کے چہروں پر غور کیا جاتا تو صاف اندازہ ہو جاتا کہ وہ اس سنسنی خیز صورت حال سے

فی دیکھی محسوس کر رہے ہیں' پھر بہت دور سے ایک بھیانک گڑگڑاہٹ کالی دیوار کی مانند ڈ آئی اور ہدایت اللہ نے لارک اینجلو سے کہا۔

''انجلو' ڈرائیونگ سنبھالو ہری اپ' ہری اپ......'' اور لارک اینجلو پھرتی کا ظاہرہ کرتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اس نے لینڈ روور اسٹارٹ کر دی۔

''رخ بدلو۔'' سر ہدایت اللہ نے کہا اور لارک اینجلو نے نہایت مہارت کے ساتھ نڈ روور کا رخ تبدیل کر لیا یہی صورت حال دوسری لینڈ روور کی ہوئی تھی۔

''چلو......'' ہدایت اللہ چیخا اور لارک اینجلو نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ رات کا ت' ویسے ہی خوفناک اندھیرا تھا' لیکن پھر بھی آسمان پر مدہم مدہم ستارے ٹمٹا رہے تھے' ن کی غیر محسوس سی روشنی زمین تک پہنچ رہی تھی۔ البتہ جس سمت سے گڑگڑاہٹ سوس ہو رہی تھی۔ ادھر ایک سیاہ محیط چادر جو زمین سے آسمان تک چھائی ہوئی محسوس ہی تھی اس جانب بڑھتی نظر آ رہی تھی' لینڈ روور کی رفتار تیز سے تیز ہوتی چلی گئی۔ ئیں جلائی گئی تھیں۔ ویسے دن کی روشنی میں اس جگہ کو دیکھ لیا گیا تھا تا حد نگاہ وسیع و یض میدان پھیلا ہوا تھا۔ بس یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس میدان کا کوئی دوسرا سرا نہ البتہ اب وہ میدان اتنا ہموار بھی نہیں تھا کہ لینڈ روور کو اونچے نیچے راستے نہ ملتے' لیکن لارک اینجلو بھی اس وقت ایک حیرت ناک مہارت کا ثبوت دے رہا تھا' لینڈ روور لو ابھی تک کوئی ایسی مشکل پیش نہیں آئی تھی سوائے اس کے کہ تمام لوگوں نے مضبوط ہارے پکڑے ہوئے تھے اور بعض جگہ لینڈ روور ہوا میں اڑتی محسوس ہوتی تھی' پھر مین پر وہ اس طرح جھٹکا کھاتی کہ وہ اچھل جاتے' عرشی نے گلے کو بری طرح اپنے آپ ے بھینچ رکھا تھا' نادر شاہ بھی اس کی مدد کر رہا تھا۔ ہدایت اللہ بار بار عقب میں دیکھ رہا ھا تاریکی کی محیط دیوار ان کے تعاقب میں دوڑ رہی تھی اور وہ اس سے بچنے کے لئے ن کی مخالف سمت' اب صورت حال کا کچھ کچھ اندازہ ہوتا جا رہا تھا' یہ غالباً" ہوا کا کوئی خوفناک طوفان تھا' جسے کالی آندھی بھی کہا جا سکتا ہے' لیکن طوفان کی شدت یہ تھی کہ وہ اپنے ساتھ درختوں کو اکھاڑ کر لا رہا تھا اور یہ گڑگڑاہٹ درختوں کے تنے اور پتھر ٹکرانے

سے پیدا ہو رہی تھی' صورت حال رفتہ رفتہ پوری طرح سمجھ میں آ رہی تھی' ہدایت اللہ نے ہوا کا رخ اسی لئے دیکھا تھا کہ مخالف سمت اختیار کرلی جائی اور اس ہولناک آندھی سے بچا جا سکے' عرشی اور نادر شاہ کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اس وقت صورت حال کس قدر بھیانک ہے' اگر گاڑیاں اس طوفان کی لپیٹ میں آجائیں تو درختوں کے تنے اور پتھر ریزہ ریزہ کرکے رکھ دیں' یہ لوگ اسی سے جان بچانے کے لئے بھاگ رہے تھے' پھر میدان کسی قدر بلندی کی کیفیت اختیار کرنے لگا اور گاڑیوں کی رفتار خود بخود ست ہو گئی لیکن ماہر ڈرائیور اب بھی انہیں بساط بھر تیز رفتاری سے دوڑانے کی کوششوں میں مصروف ہوئے تھے اور سخت مشکل کے باوجود رفتار کافی تیز تھی' یہ دلچسپ صورت حال ان دونوں کے لئے بھی سنگین تھی۔ کیونکہ اب اس کا صحیح اندازہ ہو چکا تھا انہیں' غرضیکہ اس وقت ماحول بڑی سنسنی کا شکار تھا۔ دوسری لینڈ روور کی روشنیاں کبھی قریب آجاتیں اور کبھی ان کا فاصلہ بڑھ جاتا' نجانے اسے کون ڈرائیو کر رہا تھا یہ ہولناک سفر ختم ہی نہ ہو پا رہا تھا۔ لوگ آندھی کے آگے آگے بھاگ رہے تھے اور آندھی بھی ان کا مسلسل پیچھا کر رہی تھی ابھی تک اس کا زور نہیں ٹوٹا تھا' دس منٹ' پندرہ منٹ' بیس منٹ اور پھر تقریباً ایک گھنٹہ اسی خوفناک جدوجہد میں صرف ہو گیا پھر ہیڈ لائٹس نے پانی کی بوندیں اجاگر کیں اور اس کے بعد ونڈ اسکرین بھیگنے لگا' سارے مہم جو خوشی سے چیخ پڑے تھے' بارش کا اندازہ نادر شاہ اور عرشی کو بھی ہو گیا تھا' لیکن اس میں خوشی کا کیا عنصر تھا' یہ بات نہیں معلوم ہوسکی تھی' بارش تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی اور لارک اینجلو نے پر مسرت نعرہ لگایا۔

"کام ہو گیا چیف........." لیکن ہدایت اللہ کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی' عرشی کی نگاہیں ہدایت اللہ کی جانب اٹھ گئیں اور ایک لمحے میں اس نے اندازہ لگا لیا اس وقت ہدایت اللہ کی کیا کیفیت ہے' عرشی کا دل بے قرار ہو گیا وہ کافی حد تک ندامت کا شکار ہو گئی' جانتی تھی کہ ہدایت اللہ اس وقت کیا سوچ رہا ہے اور اس پر کیا بیت رہی ہو گی' اس نے آہستہ سے نادر شاہ کے کان میں کہا۔

"نادر شاہ۔" نادر شاہ چونک کر اسے دیکھنے لگا' پھر آہستہ سے بولا۔

"کیا بات ہے؟"

"سر ہدایت اللہ کا چہرہ دیکھ رہے ہو۔"

"صورت حال تو تم بھی سمجھ رہی ہو گی عرشی۔ واقعی یہ ہولناک آندھی اگر ہماری گاڑیوں کو لپیٹ میں لے لے تو پھر ساری مہم جوئی یہیں کی یہیں دھری رہ جائے گی۔"

"سمجھ نہیں پا رہے یار' میرے باپ کا چہرہ دیکھو' اس وقت وہ میرے لئے جتنا پریشان ہے' خدا کی قسم دل چاہ رہا ہے کہ اس کے کان میں سرگوشی کرکے سب کچھ بتا دوں۔"

"اوہ........." نادر شاہ نے اب سر ہدایت اللہ کا چہرہ دیکھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور ایک عجیب سی کیفیت اس پر چھائی ہوئی تھی۔ لینڈ روور کے اندر چونکہ روشنی جلائی گئی تھی اس لئے ان لوگوں کے خدوخال دیکھنے میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی' نادر شاہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اس نے کہا۔

"عرشی' اس صورت حال کو گزر جانے دو پھر اس موضوع پر بات کریں گے۔"

بارش اب موسلادھار شروع ہو گئی تھی اور لینڈ روور کے وائپر چلانے پڑنے تھے لیکن اسے روکا نہیں جا سکا تھا اور وہ برق رفتاری سے اب بھی اپنا آگے کا سفر طے کر رہی تھی۔ ڈرائیور کو اگر یہ مہارت حاصل نہ ہوتی تو یقینی طور پر اس وقت کوئی بدترین حادثہ پیش آ سکتا تھا' پتہ نہیں لارک اینجلو آگے کے بارے میں جانتا تھا یا نہیں لیکن وہ جس مہارت سے بریکیں لگا لگا کر موڑ کاٹ رہا تھا اور لینڈ روور کو اس دھواں دھار بارش کے باوجود کنٹرول کئے ہوئے تھا یہ اسی کا کارنامہ تھا ورنہ بڑے بڑے ماہر ڈرائیور اس وقت دھوکہ کھا جاتے' بلندیاں ختم ہوئیں اور اس کے بعد ڈھلان شروع ہو گئے' لیکن دوسری جانب میدانوں کی وسعتیں اب بھی اسی مانند تھیں' تقریباً دو گھنٹے تک یہ سفر جاری رہا اور اب عقب میں وہ دیوار گم ہو گئی تھی' پھر ماحول کا جائزہ لے کر انہیں یہ اندازہ ہوا کہ بارش کی آمد پر ان سب نے خوشی کی قلقاریں کیوں لگائی تھیں' بارش نے آندھی کو دبا دیا تھا اور

اس کی شدت ختم کرکے اسے تحلیل کر دیا تھا پھر بھی احتیاط کو مدنگاہ رکھتے ہوئے یہ سفر جاری رہا۔ ہدایت اللہ گلوگیر لہجے میں بولا۔

"آگے بڑھتے رہو' ان ڈھلانوں میں پانی کا ریلا بھی نیچے آسکتا ہے۔" لارک اسپنج نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے طویل ترین فاصلہ طے کرلیا اور دور دور تک مدھم مدھم روشنی پھیلنے لگی' یہ اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ رات اتنی جلدی گزر جائے گی' لیکن نجانے کیوں اس وقت اجالے نے زندگی کا پیغام دیا تھا اور سبھی یہ محسوس کر رہے تھے کہ ہولناک سفر کا یہ ہولناک مرحلہ طے ہو چکا ہے' یہاں تک کہ لینڈ روور کی رفتار سست ہوگئی اور اس کے بعد اسے روک لیا گیا۔ بارش اب بھی اسی رفتار سے ہو رہی تھی اور چاروں طرف پہاڑی ٹیلے اور میدان جل تھل نظر آرہے تھے انجن بند کردیا گیا اور اس کے بعد وہ لوگ گہری گہری سانسیں لینے لگے اور ہدایت اللہ کی کیفیت اب بھی وہی تھی اور عرشی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کیا کرے' کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا' اس وقت تو ٹرانسمیٹر کے استعمال کا موقع بھی نہیں مل سکتا تھا' بارش میں نیچے اترنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا' بہرحال وہ اس صورت حال سے اس پورے سفر کے دوران پہلی بار اس قدر متاثر ہوئی تھی نادر شاہ بھی اس کی اس کیفیت کو محسوس کر رہا تھا اور اسے عرشی کے گم صم ہو جانے کا احساس تھا لیکن اس نے عرشی کو ٹوکا نہیں تھا' روشنی آہستہ آہستہ بڑھتی رہی' دونوں گاڑیاں اس طرح پرسکون تھیں جیسے ان میں انسانی زندگی مفقود ہوگئی ہو' وہ لوگ ابھی تک اس ہولناک آندھی کے سحر میں گرفتار تھے اور شاید اپنے زندہ ہونے کا یقین کر رہے تھے' پھر بارش کا زور ٹوٹنے لگا' وہ پہلے مدھم ہوئی اور اس کے بعد اچانک ہی بند ہوگئی' بس یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بادلوں کا پانی ختم ہوگیا ہو' لیکن چاروں طرف پانی بہہ رہا تھا کہیں کہیں اس نے دھاردار نالوں کی شکل اختیار کرلی تھی' پانی گڑھوں میں لبالب بھرگیا تھا' جس قدر خوفناک آندھی تھی' اس قدر خوفناک بارش بھی تھی' لیکن ایک خوفناک صورت حال کو ختم کرنے کے لئے دوسری خوفناک صورت حال کا مقابلہ کیا تھا' بارش بند ہونے کے بعد جیسے اچانک ہی سب زندہ ہوگئے' لینڈ روور کے دروازے

کھولے گئے اور سارے کے سارے باہر نکل آئے' وہ خوشی سے ناچ رہے تھے' سر ہدایت اللہ کے علاوہ اور کسی کے انداز میں اس قدر پریشان کیفیت نظر نہیں آرہی تھی' سر ہدایت اللہ ان لوگوں سے اپنی پریشانی چھپانے کے لئے ان کا ساتھ دے رہا تھا' لیکن باپ کے چہرے کو بیٹی نہ پہچانتی تو اور کون پہچان سکتا تھا' عرشی درحقیقت اس وقت اپنے باپ کے لئے مغموم ہوگئی تھی' وہ خود بھی گل کو لے کر نیچے اتر آئی' سر ہدایت اللہ نے کہا۔

"سردار خاں بچی کو لپیٹ لو' موسم کے اثر سے بچاؤ.........." نادر شاہ نے گردن خم کردی تھی اور اس کے گرد کپڑا لپیٹ دیا گیا' ان دونوں کو باہر آنے سے منع نہیں کیا گیا تھا۔ بہرحال یہ سلسلہ جاری رہا' چند لمحات یہ لوگ ان کی باتیں سنتے رہے اور اس کے بعد نادر شاہ نے آنکھ سے عرشی کو اشارہ کیا' عرشی گل کو لئے ہوئے ٹہلنے والے انداز میں نادر شاہ کے ساتھ آگے بڑھ گئی اور تھوڑی ہی دیر کے بعد ان لوگوں سے کافی دور نکل آئی' تب نادر شاہ نے کہا۔

"تم ٹرانسمیٹر پر سر ہدایت اللہ کو اپنی خیریت کی اطلاع دے دو۔"

"مگر یہاں تو کوئی ایسی جگہ بھی نہیں ہے۔"

"کمال ہے بھئی۔ تم عقل سے کام نہیں لے سکتیں' گل کو اس طرح گود میں لٹالو جیسے اسے سلانے کی کوشش کر رہی ہو' ٹرانسمیٹر گود میں رکھ لو اور اس کے بعد بات کرلو.........."

"گڈ' یار تم تو واقعی کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو' چلو تم میرے سامنے بیٹھ جاؤ۔" عرشی نے کہا اور نادر شاہ نے اس کی ہدایت پر عمل کیا' عرشی نے گردن گھما کر سر ہدایت اللہ کو دیکھا' دوسرے لوگوں کے بالکل قریب تھا' وہ انتظار کرنے لگی کہ کوئی ایسی صورت حال پیش آئے جب سر ہدایت اللہ کو ٹرانسمیٹر استعمال کرنے کا موقع مل جائے' چنانچہ چند لمحات اس طرح گزر گئے۔ نادر شاہ نے کہا۔

"اس وقت میرا خیال ہے سر ہدایت اللہ کا ان لوگوں سے دور ہونا ممکن نہیں ہوگا' تم ٹرانسمیٹر آن کرو' ہو سکتا ہے وہ اس کا اندازہ لگانے کے بعد یہاں سے ہٹ جائیں۔"

عرشی نے نادر شاہ کی اس ہدایت پر عمل کیا اور چند ہی لمحات کے بعد اس نے سرہدایت اللہ کو ٹہلنے کے سے انداز میں وہاں سے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا' پھر وہ ایک اونچی جگہ کی اوٹ میں چلا گیا تھا' جو بہانہ اس نے کیا ہوگا اس کا اندازہ عرشی اور نادر شاہ دونوں ہی کو ہوگیا تھا' لیکن سرہدایت اللہ کی آواز میں جو بدحواسی تھی' وہ بھی محبت بھرے دلوں کے تار چھیڑنے کے لئے بہت متاثر کن تھی' سرہدایت اللہ کی آواز ابھری۔

"عرشی' عرشی بیٹے' عرشی میری بچی' عرشی عرشی تم خیریت سے تو ہو؟"

"اوہو ڈیڈی کیا بات ہے' آپ بہت گھبرائے ہوئے ہیں؟" عرشی نے شگفتہ لہجے میں کہا۔

"آپ خیریت کی بات کر رہے ہیں ڈیڈی میں زندگی کے مزے لے رہی ہوں' واہ کیا شاندار طوفان تھا اور کیا کیا ہی طوفانی بارش' ڈیڈی مجھے آپ سے گلہ ہے کہ اس سے پہلے آپ مجھے ان علاقوں میں کیوں نہیں لائے یہ تو بڑے کمال کے علاقے ہیں' یہاں ہاتھیوں کی چنگھاڑیں بھی سنائی دیتی ہیں اور بھورے اژدھے بھی نظر آتے ہیں اور پھر یہ طوفان' آپ یقین کریں مجھے رہ رہ کر یہ افسوس ہوتا ہے کہ آپ نے زندگی کا اتنا بڑا حصہ ایسی شاندار جگہوں پر گزار دیا اور میں شہر ہی میں جھک مارتی رہی۔"

"پاگل ہے تو بے وقوف' تو خیریت سے تو ہے نا' تیرے گروہ"

"جناب ڈیڈی صاحب ہم نے آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اگر مہم جوئی کا مسئلہ پیش ہو تو آپ سے بڑے مہم جو ثابت ہونگے آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ہمیں تو ذرہ برابر کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں مزے سے اس طوفان کے ساتھ دوڑ لگاتے رہے اور اب ایک محفوظ جگہ موجود ہیں۔"

"عرشی میں تو یہ کہتا ہوں کہ میں اس سارے مسئلے کو ڈسکلوز کئے دیتا ہوں میرے ساتھ آجاؤ تم نہیں جانتیں کہ تمہارے خوف سے میری زندگی کس طرح سولی پر چڑھنے لگتی ہے۔"

"اصل میں ڈیڈی آپ باپ کے دل سے سوچتے ہیں' حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں

ہے میں نے ایک مضبوط حصار میں رہ کر سفر کیا ہے اور مجھے کوئی مشکل درپیش نہیں ہے۔" دوسری طرف چند لمحات خاموشی چھائی رہی پھر ہدایت اللہ نے کہا۔

"میں درحقیقت اب یہ محسوس کر رہا ہوں کہ میں نے تم سے فاصلہ اختیار کر کے اپنے لئے بڑی مشکل مول لے لی ہے۔"

"اپنے بچوں پر بھروسہ کرنا سیکھئے ڈیڈی میری طرف سے آپ بالکل مطمئن رہیں کہیں کسی بھی جگہ اگر کوئی مشکل درپیش ہوئی تو آپ کو بتا دوں گی۔"

"ٹھیک ہے بیٹے خدا تمہیں محفوظ رکھے۔"

"اور کوئی خاص بات ڈیڈی۔"

"نہیں..........کم از کم دل مطمئن ہوگیا ہے۔"

"اوکے پھر خدا حافظ۔"

"خدا حافظ..........دوسری طرف سے ہدایت اللہ کی آواز سنائی دی۔

"ولیم آرنلڈ ساری رات سوتا رہا تھا اوقات سے زیادہ پی گیا تھا اس لئے ہوش
نہیں آسکا البتہ فلیک راؤل زاہد کی کارکردگی اور نصیر بیگ کی کوششوں سے بہت متا
اس کی آنکھوں میں ان دونوں کے لئے عقیدت کے جذبات تھے اب وہ یہ سوچ رہا تھ
درحقیقت اب ولیم آرنلڈ کی زندگی انہی دونوں کی مرہون منت ہے پھر جب ولیم آر
ہوش میں آیا تو فلیک راؤل اس کے پاس موجود تھا آرنلڈ نے حیران نگاہوں سے چا
طرف دیکھا اور فلیک راؤل کو دیکھ کر بولا۔

"مجھے نجانے کیوں ماحول سے اور اپنے آپ سے کچھ اجنبیت سی محسوس ہو
ہے ایسا کیوں ہے فلیک؟" فلیک نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔

"آپ یہ بتائیے، مسٹر آرنلڈ کیا آپ کو بھوک لگی ہے۔" آرنلڈ نے اپنے اند
محسوس کیا پھر بولا۔

"ہاں تمہارے یاد دلانے پر اچانک ہی مجھے محسوس ہوا ہے کہ میں جس تکلیف
اپنے آپ میں محسوس کر رہا ہوں وہ بھوک ہی ہو سکتی ہے۔"

"تب پھر بہتر یہ ہے کہ آپ غسل کر کے لباس تبدیل کر لیجئے اس دوران میں
کے لئے ناشتہ تیار کرتا ہوں۔"

"کیا صبح ہو گئی ہے؟"

"جی مسٹر آرنلڈ اور آپ پوری رات نشے کے عالم میں گزار چکے ہیں۔"

"اور رات سے پہلے؟" آرنلڈ نے سوال کیا۔

"رات سے پہلے کی باتیں اتنی مختصر نہیں ہیں کہ میں آپ کو چند لفظوں میں
بتادوں......" آرنلڈ نے حیرت سے شانے ہلائے اور بولا۔

"نجانے کیوں تمہاری باتیں مجھے پراسرار لگ رہی ہیں، تاہم تمہاری ہدایت پر عمل
کرتا ہوں اور منہ ہاتھ وغیرہ دھوئے لیتا ہوں غسل کا تو یہاں معقول انتظام نہیں ہے آہ۔
میرے سر کے بال تو بری طرح چپک رہے ہیں۔"

"آپ کا غسل کر لینا ہی مناسب ہے۔" فلیک نے مسکرا کر کہا۔

"اوکے......اوکے تم میرے لئے ناشتے کی تیاریاں کرو، تعجب ہے رات بیت گئی
ارے باپ رے بھوک تو میرے ہوش و حواس معطل کئے دے رہی ہے، تم جاؤ میری
صورت کیا دیکھ رہے ہو......" فلیک راؤل باہر نکل گیا تھوڑی دیر کے بعد اس نے
آرنلڈ کے لئے ناشتہ لگا دیا ریڈی میڈ ناشتہ تھا ویسے بھی اس کشتی میں معقول انتظامات
نہیں تھے بس گزارے والی بات تھی فلیک راؤل خاموشی سے ولیم آرنلڈ کو ناشتہ ٹھونستے
ہوئے دیکھتا رہا آرنلڈ نے کہا۔

"اور اب کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم مجھے گزرے ہوئے لمحات کی کہانی سنادو، یقین
کرو میں بڑا حیران ہوں......"

"سب سے پہلے سر میں آپ سے یہ درخواست کرنے میں حق بجانب ہوں کہ اب
شراب کی بوتل اگر آپ کے ہاتھ میں ہو تو آپ یہ نا بھول جائیں کہ آپ اپنے گھر کے
ڈرائنگ روم میں نہیں ہیں۔"

"یار زیادہ نصیحتیں مجھے اچھی نہیں لگتیں۔"

"ٹھیک ہے سر جو تفصیل میں آپ کو بتانے جا رہا ہوں اس کے بعد آپ اندازہ لگا
لیجئے کہ آپ نے ہم لوگوں کو بھی اچانک ہی بے سہارا چھوڑ دیا تھا۔"

"ہوا کیا ہے، ہوا کیا ہے؟ یہ تو بتاؤ کم از کم......"

"آپ نے بے تحاشہ پی لی تھی اور اس کے بعد آپ پر ایسی سوار ہوئی کہ آپ اچانک دریا میں چھلانگ لگادی اس دریا میں جہاں اگر آپ اب بھی کشتی کے کھڑے ہو کر دیکھیں تو آپ کو آس پاس بے شمار مگرمچھ نظر آجائیں گے۔" ولیم آرنلڈ ہاتھ سے انڈا چھوٹ گیا اور اس نے منہ پھاڑ کر فلیک راؤل کو دیکھا پھر سرگوشی کے میں بولا۔

"دو......... دریا میں چھلانگ لگادی تھی۔"

"جی سر۔"

"اور میں زندہ ہوں' کیا واقعی میں زندہ ہوں........." فلیک راؤل ہنس پڑا بولا۔

"ناشتہ مکمل کر لیجئے میں اسی لئے آپ سے کہہ رہا تھا کہ درمیان میں کہانی نا شر کرائیں۔"

"اور یار تو نے ایسی ہولناک بات کہہ دی ہے کہ اب ناشتہ مجھ سے نا ہو سکے مگرمچھوں کے درمیان میں نے دریا میں چھلانگ لگادی' کیا میں اتنا ہی دلیر انسان ہوں۔"

"جی ہاں آپ نے ایسا ہی کیا تھا لیکن نصیر بیگ اور اس کے ساتھی نے جو کچھ ہے وہ ناقابل فراموش ہے۔ مسٹر ولیم آرنلڈ کیا آپ اس منظر کو اپنی آنکھوں میں دہرا سکیں گے کہ آپ دریا میں بہہ رہے تھے مگرمچھ آپ کی جانب لپک رہے تھے اور کشتی کے منحوس کپتان جے گوئن نے ہم لوگوں کو اطلاع دے دی تھی کہ ہمارا ایک آدمی یعنی آپ کم ہو گئے اور اس کا کوئی امکان نہیں ہے کہ آپ کو بچانے کا کوئی طریقہ دریافت جائے۔"

"اس کی یہ مجال........." ولیم آرنلڈ غصے سے بولا۔

"یہ اس کی ڈیوٹی تھی بھی نہیں اور اس نے یہی کہا بھی تھا کہ اگر کوئی شخص میں گر جائے اور وہ بھی زیادہ شراب پینے کے بعد تو اس کو بچانا ویسے بھی ایک غیر ضروری عمل ہے اور پھر کوئی ایسا طریقہ بھی نہیں ہے جس سے اسے بچایا جائے' سر حالانکہ یہ ایک

بات ہے جسے منہ سے ادا کرتے ہوئے مجھے شرم آنی چاہیے لیکن یہ ایک سچائی بھی کہ میں خود اس وقت ایک بے بس انسان کی مانند کھڑا ہوا صرف یہ دیکھ رہا تھا کہ اب مگرمچھ آپ کو زندگی سے محروم کر دیں گے' خیر یہ تو میں نہیں کہوں گا کہ میری آنکھوں میں تاریکی نہیں چھاگئی تھی اور میں افسوس بھری آنکھوں سے آپ کو موت کے منہ میں جاتے ہوئے نہیں دیکھ رہا تھا لیکن کوئی ایسا تصور نہیں تھا میرے ذہن میں جس سے آپ کو بچایا جا سکے اور پھر ایک مہم جو نے ہی وہ ناقابل یقین کارنامہ سرانجام دیا' نصیر بیگ نے رائفل لے کر ان مگرمچھوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا جو آپ کے قریب آرہے تھے اور خون کی بو پر مگرمچھوں نے آپ سے فاصلہ اختیار کر لیا لیکن زخمی مگرمچھ کو چٹ کرنے کے بعد وہ پھر آپ کی جانب متوجہ ہو گئے اور نصیر بیگ ان پر گولیاں برساتا رہا ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا کہ آپ کو دریا سے نکال لیا جاتا تب نصیر بیگ نے اپنے ساتھی کو کمر میں رسہ باندھ کر دریا میں اتارا اور یہ ایک ایسا کارنامہ تھا جس کی ساری عمر داد دی جاتی رہے تو کم ہو وہ شخص موت کی آغوش میں سفر کرتا ہوا آپ تک پہنچا اور بالآخر آپ کو زندگی کے قریب لا کھڑا کیا۔" ولیم آرنلڈ منہ کھولے اور آنکھیں پھاڑے فلیک راؤل کو دیکھ رہا تھا پھر اس کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت نظر آئی اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"گویا اس وقت صرف دو افراد تھے جو میری زندگی کے خواہاں نظر آتے تے۔"

"یہ تو آپ نا کہیں لیکن صورت حال ایسی تھی کہ ہم صرف آپ کے لئے دعائیں کر سکتے تھے البتہ عمل جو کیا وہ نصیر بیگ اور اس کے ساتھی نے کیا۔"

"اور اس نے میری زندگی بچالی۔" ولیم آرنلڈ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"آہ......... نصیر بیگ میرا دوست پانچ لاکھ ڈالر کی ہی تو بات تھی اسے یقیناً" اس کی ضرورت ہوگی ورنہ وہ مجھے دھوکہ نا دیتا' زندگی کی قیمت پانچ لاکھ ڈالر تو نہیں ہوتی اس نے تو میرے غصب کردہ پانچ لاکھ ڈالر سود در سود ادا کر دیئے ہیں اور میں اس سے بدگمان نصیر بیگ میرے دوست کہاں ہے تو' غلطی ہو گئی مجھ سے' معاف کر دے مجھے نصیر مائی ڈیئر۔" ولیم آرنلڈ اپنی جگہ سے اٹھا اور فلیک راؤل لپک کر اسے پکڑ نا سکا کیونکہ

وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا تھا اس کے منہ سے مسلسل وہی آوازیں نکل رہی تھیں، فلیک راؤل گردن کھجاتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ یہ شخص پی لے تب بھی نشے میں ہے اور نا پئے تب بھی اس کی کیفیت کسی نشے باز سے مختلف نہیں ہوتی۔ نصیر بیگ حیران نگاہوں سے ولیم آرنلڈ کو اس کیفیت میں دیکھا اور پھر غصیلے لہجے میں بولا۔

"تو تم نے صبح ہی صبح پھر پینے پلانے کا آغاز کر دیا' خدا کے بندے اتنی صبح تو ناشتہ بھی نہیں کرتے جتنی صبح تو نے بوتل چڑھالی۔"

"آہ.........نصیر بیگ میرے دوست اس وقت مجھ سے زیادہ ہوش مند آدمی تمہیں روئے زمین پر دوسرا نہیں ملے گا میں مکمل طور پر ہوش میں ہوں اور تم سے بے شرمندہ ہوں۔"

"خیریت۔"

"تم نے میری زندگی بچائی ہے میری جان تم نے میری زندگی بچائی ہے' فلیک راؤل نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے یوں سمجھ لو آج کے بعد میرا تم سے گہرا دوست اس زمین پر کوئی نہیں ہے' تم نے اور تمہارے ساتھی نے جس طرح زندگی خطرے میں ڈال کر.........ارے وہ ہے کہاں' وہی تو رسہ باندھ کر دریا میں اترا تھا۔"

"بیٹھو.........بیٹھو.........بیٹھ جاؤ' تم نے قسم کھائی ہے کہ تم نے اس وقت نہیں پی۔"

"ہاں.........اور میں نے غلط قسم نہیں کھائی بالکل ہوش میں ہوں' میں تو تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں تمہاری طرف سے میں اب بھی غیر مطمئن تھا لیکن اب سے دیر پہلے' اب نہیں.........میں تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں.........ہاں بالکل بالکل آؤ بیٹھو' کہو کیا بات ہے۔"

"سب کچھ معلوم ہو چکا ہے مجھے۔ فلیک راؤل تم سے اس قدر متاثر ہے کہ بتا نہیں سکتا' ارے تم فلیک راؤل کو نہیں جانتے بہت بہتر' بہت ذہین اور بہت آدمی ہے وہ' یہ تمام افراد جو میرے ساتھ ہیں اعلیٰ درجے کے لڑاکے ہیں' ان کا

لڑاکوں کے ایک کلب سے ہے اور میں نے انہیں اسی لئے ساتھ لیا تھا کہ اگر تم بدعہدی پر آمادہ ہو جاؤ تو تمہیں اعلیٰ درجے کا سبق دیا جا سکے لیکن تم نے تو پوری بساط ہی الٹ دی اب تو میرے دل میں شرمندگی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اب میں تم سے بالکل مخلص ہوں اور تم جانتے ہو کہ میں کس قدر سادہ دل آدمی ہوں۔" نصیر بیگ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

"تمہارے دل میں میرے لئے شکوک و شبہات صرف ان ہی لمحات کے ہوں گے جب میں نے تمہیں پانچ لاکھ ڈالر کی چوٹ دی تھی۔"

"لعنت بھیجو ان پانچ لاکھ ڈالر پر اب ان کا تذکرہ بھی نا کرو' میں پہلے ہی تم سے بہت شرمندہ ہوں۔"

"آرنلڈ میری جان اگر مجھے تمہیں کوئی دھوکہ دینا ہوتا تو صرف تمہیں ہی اس مہم میں شریک کرنے کے لئے تلاش نا کرتا وہ لمحات ایسے ہی منحوس تھے کہ مجھے تمہیں پانچ لاکھ ڈالر کی چوٹ دینا پڑی لیکن اب میں تم سے بالکل مخلص ہوں میں نے تم سے دوبارہ ملاقات اتنے ہی خلوص سے کی تھی بہرحال تمہارا سوچنا بھی حق بجانب تھا اصل میں آرنلڈ یہ میری زندگی کی آخری مہم ہے اور اس کے بعد میں کسی مہم جوئی میں حصہ نہیں لوں گا ویسے بھی میں اس مہم جوئی کے لئے مجبور نہیں تھا دولت میرے پاس بہت ہے اور میں مزید دولت کا آرزو مند نہیں ہوں یہ تو بس ایک چیلنج تھا جو مجھے قبول کرنا تھا تفصیل تمہیں بتا چکا ہوں کنور مہتاب علی' سرہدایت اللہ' لارک اینجلو اور دوسرے بہت سے ایسے مہم جو افراد جنہوں نے مجھے دودھ کی مکھی سمجھ کر نکال پھینکا تھا میں ان لوگوں کو شکست دے کر وہ عظیم الشان خزانہ حاصل کرنا چاہتا ہوں جس کا تصور بھی کسی ایک انسان کے ذہن میں نا آسکے بشرطیکہ اس نے وہ خزانہ اپنی آنکھوں سے نا دیکھا ہو تو مطلب میرا یہی تھا کہ مستقبل کے لئے سکون کی زندگی اپنانے سے پہلے میں ان لوگوں کو شکست فاش دوں' خزانے کا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے یہ تو ایک چیلنج کی بات ہے اور جب خزانے کو میں اس قدر اہمیت نہیں دے رہا تو بھلا تمہیں کسی قسم کا فریب دینے کا تصور کیسے دل میں لا سکتا

ہوں۔ آرنلڈ زور زور سے گردن ہلانے لگا اب کے سامنے ایک فرشتہ موجود تھا جو
کسی قسم کی دروغ گوئی گناہ عظیم تھی کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد ولیم آرنلڈ نے کہا

”خیر جو وقت گزر جاتا ہے، اسے واپس نہیں لایا جاسکتا اور کبھی کبھی حادثے بھی صحیح راستوں پر بھی لے آتے ہیں، نصیر بیگ میرے دوست نا جانے کب تک ہم ایک دوسرے کے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار رہتے، لیکن یہ حادثہ جو سو فیصد میری حماقت بناء پر ہوا، اس طرح سے مبارک ہے کہ میرے دل میں تمہارے لئے دوستی کا ایک بڑا مقام پیدا ہوا، اور دوستوں کا مل جانا دنیا کی ساری چیزوں سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے حالا لندن سے چلتے وقت میں نے بہت سے ایسے منصوبے بنائے جن کے بارے میں اب سے کہتے ہوئے بھی شرمندگی ہوتی ہے۔“

”ارے نہیں نہیں میری جان بھلا دوستوں میں ایسا تکلف کیا معنی رکھتا ہے، بھ جب دل صاف ہو جائیں تو اس کے بعد تو کوئی بات ایک دوسرے سے چھپانا گویا اپنے آپ کو دھوکا دینا ہے، کیا کیا منصوبے بنائے تھے تم نے مجھے بتاؤ۔“ نصیر بیگ نے شاطرانہ انداز میں کہا اور ولیم آرنلڈ ہنسنے لگا پھر بولا۔

”نہیں ان میں سے کوئی منصوبہ ایسا نہیں تھا جو تمہارے لئے نقصان دہ ہو ہاں بات اس وقت کی تھی جب مجھے تمہاری ذات سے کوئی خطرہ ہوتا جن راستوں کا میں نے انتخاب کیا ہے وہ بے شک صحیح راستے ہیں اور ان راستوں سے گزر کر ہم اپنی منزل تک پہنچ سکتے ہیں لیکن ان میں، میں نے اپنے تحفظ کا بھی بندوبست کیا ہے، مثلاً یہ سفر کرنے کے بعد جب ہم صحرائے اعظم کے کچھ مخصوص علاقوں میں داخل ہونگے تو ہمیں ایک قلعہ ملے گا، جنگل میں ایک قلعے کے بارے تم سوچ سکتے ہو۔؟“

”ہاں، ایک مضبوط قلعہ جس کا مالک بگ بورڈل ہے“بگ بورڈل کو میں نہیں جانتا لیکن لندن میں ایک اور شخصیت اس کی گہری دوست ہے اور بگ بورڈل میرے بہترین معاون، کیونکہ میرے پاس اس شخصیت کا ایک سفارش نامہ ہے حالانکہ میرے ساتھ یہ چھ شاندار لڑاکے ہیں جو وقت پڑنے پر میرا بہترین ساتھ دے سکتے ہیں، لیکن ہ

ہمارے مفادات کا بہترین نگراں ہے اور خزانے کے حصول کے وقت اس کے خفیہ میری نگرانی کرنے کے لئے مستعد تھے۔ خیر اب بھی بگ بورڈل سے ہمیں ہر طرح کا حاصل ہو سکتا ہے ہماری ضرورتیں بھی پوری ہو سکتی ہیں، راستوں کے لئے ہماری بنائی بھی جاسکتی ہے۔ تم یہ سمجھ لو مرزا نصیر بیگ کہ وہ صحرائے اعظم کے دور دور تک علاقوں کا شناسا ہے اور اس کے ذریعے ہمیں لاتعداد آسانیاں حاصل ہو جائیں گی۔“

”کمال ہے تم نے اتنا گہرا پلان بنایا تھا۔“ نصیر بیگ حیرت سے بولا۔

”اب اس پر شرمندہ ہوں لیکن کوئی حرج بھی نہیں اور، ویسے بھی میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ یہ تمہارے خلاف براہ راست سازش نہیں تھی بلکہ یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا تھا اگر تمہاری شخصیت میرے لئے مخدوش ہو جائے تو بگ بورڈل کا سہارا لے کر میں تم پاسکوں۔“ ولیم آرنلڈ زور سے ہنسا پھر بولا۔

”لیکن اب وہ ہم دونوں کا معاون ہو گا بشرطیکہ تم پسند کرو ہم یہاں سے راستے بھی کر سکتے ہیں اگر تم بگ بورڈل تک نا جانا چاہو تو اب بھلا میں اس سلسلے میں کیا تعرض سکتا ہوں تم نے میری زندگی بچائی ہے میری جان اور اب یہ زندگی تمہاری غلامی میں سے بہتر گزرے گی کیا سمجھے۔“ نصیر بیگ ہنسنے لگا اس کی آنکھوں میں سوچ کے گہرے تھے پھر اس نے کہا۔

”بات اصل میں یہ ہے ولیم آرنلڈ کہ میں تم سے مخلص ہوں اور یہ بہت اچھا ہوا ہمارے درمیان سے شک نکل گیا اب کام کرنے کا لطف دوبالا ہو جائے گا۔“

”کیوں نہیں کیوں نہیں.........“

”اصل میں یہ کہہ رہا تھا کہ یہ تم پر منحصر ہے اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ہمیں بگ تک جانا چاہیے تو ضرور چلو اور اگر تم اسے غیر مناسب سمجھتے ہو تو یہ تمہاری مرضی مہم کا سربراہ صرف میں نہیں ہوں بلکہ ہم دونوں ہیں، نصیر بیگ کے الفاظ پر زیادہ اور زیادہ متاثر ہو گیا اس نے کہا۔

”میرے خیال میں اگر ہمیں ان جھلسا دینے والے ویرانوں میں کچھ آسانیاں ملتی

ہیں تو کیا حرج ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہاں سے ہمیں اپنے دشمنوں کی بھی خبر مل جائے

”تمہاری مراد سرہدایت اللہ وغیرہ سے ہے۔“

”سو فیصد ہی..........“

”ٹھیک ہے ہم وہیں چلیں گے“ ولیم آرنلڈ نے کہا اور بات ختم ہو گئی لیکن رات جب مرزا نصیر بیگ زاہد کے ساتھ بیٹھا تو اس نے سرگوشی کے لہجے میں زاہد سے کہا۔

”اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ چھوٹا سا واقعہ جس میں بے شک تم نے زندگی کی بازی لگا دی تھی بڑا کار آمد ثابت ہوا ہے‘ کمبخت ولیم آرنلڈ بھی اتنا چالاک ہو جائے گا میں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔ پھر مرزا نصیر بیگ آہستہ آہستہ زاہد کو بگ بورڈ کے بارے میں بتانے لگا اور زاہد حیرانی سے یہ تمام تفصیل سننے لگا۔“

”آہستہ آہستہ سورج بلند ہونے لگا‘ ماحول کی کیفیت وہی تھی۔ تباہ کن آندھی کے بعد بارش نے اپنا رنگ جمایا تھا اور چاروں طرف پانی کی دھاریں چل رہی تھیں۔ شرر شرر کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں ایک عجیب سا منظر‘ عجیب سا ماحول تھا۔ تیز روشنی میں انہوں نے دور دور تک نگاہیں دوڑائیں اور ایک عجیب سا احساس ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا‘ یہ ماحول مشکوک تھا‘ مصیبت سے چھٹکارا پانے کے بعد انہیں بڑی خوشگوار کیفیت کا احساس ہوا تھا‘ لیکن اب جب زمین پر نگاہیں دوڑائیں تو کچھ عجیب سے احساسات کا شکار ہو گئے‘ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر زمین سے چپکی ہوئی باریک باریک جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں جنہیں جب چھو کر دیکھا گیا تو بالکل ایسا ہی محسوس ہوا جیسے لوہے کی باریک پتریوں کو پیوست کر لیا گیا ہو‘ یہ قدرتی کاشت بڑی عجیب لگ رہی تھی اور اس کی وجہ سے زمین لہریں سی لیتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ بس یوں لگتا تھا جیسے اچانک ہی کسی جگہ سے زمین اونچی ہو گئی اور کہیں سے نیچے‘ ویسے بھی کچھ عجیب سی صورت حال تھی‘ کاسٹک سوڈے جیسی ہلکی ہلکی بو فضا میں پھیلی ہوئی تھی پھر انہوں نے اس گھاس پر مکھیوں کے غول کے غول بیٹھے ہوئے دیکھے اور انہیں احساس ہوا کہ یہ زمین لہریں لیتی کیوں محسوس ہوتی ہے‘ مکھیاں انتہائی تعداد میں یہاں تھیں اور جب ان کا کوئی غول بلند ہوتا تو چند ہی فٹ اڑ کر دوسری جگہ جا بیٹھتا‘ یوں زمین متزلزل محسوس ہوتی تھی۔ سرہدایت اللہ‘ لارک اینجلو

اور مائیکل بائر ایک جگہ سر جوڑے اس علاقے پر ہی تبصرہ کر رہے تھے' جبکہ کنور مہتاب علی خاصا پریشان نظر آتا تھا' اس کے ذہن میں فیروز کا تصور تھا' وہ جانتا تھا کہ فیروز بھی بہر طور انسان ہے' لاکھ چست و چالاک سہی لیکن جو قیامت بیت چکی ہے پتہ نہیں اس سے فیروز نے کیسے نجات پائی ہوگی' کنور مہتاب علی اس کے لئے افسردہ تھا۔ اس سے رابطے کی تمام کوششیں ناکام ہوگئیں تھیں اور رفتہ رفتہ یہ خیال اس کے دل میں جڑ پکڑتا جارہا تھا کہ فیروز اور اس کے ساتھی جانبر نہیں ہوسکے' انتہائی مشکل بھی تھا' بھلا کیا طریقہ کار ہو سکتا ہے' بہرحال فیروز کی موت کا دکھ اپنی جگہ تھا اور بعد کے حالات بھی خاصے تشویش ناک تھے' سرہدایت اللہ البتہ مطمئن ہو چکا تھا' لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اسے خود عرشی کے بارے میں سوچنا پڑا تھا' عرشی کی آواز میں جس طرح ترو تازگی اور شگفتگی تھی اس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ ان حالات سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوئی ہے اور اس نے کامیابی کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھا ہے' بے شمار مہمات سر کی تھیں سرہدایت اللہ نے لیکن عرشی کے بارے میں اتنا ضرور جانتا تھا کہ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہے لیکن ایک خطرناک ایڈونچر میں وہ اپنی ان صلاحیتوں کو اس طرح بروئے کار لائے گی' اس کا سرہدایت اللہ کو احساس نہیں تھا' اب وہ ظاہر کر رہی تھی کہ درحقیقت اگر وہ ایک مہم جو کی حیثیت سے سامنے آئے تو سرہدایت اللہ کو بہت پیچھے چھوڑ جائے گی سرہدایت اللہ خود بھی یہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ عرشی نے اس سفر کے لئے کیا طریقہ کار اختیار کیا ہے' وہ کونسا ایسا مخفی عمل ہے جس کے تحت وہ ہر مشکل سے بچتی ہوئی اپنی منزل کی جانب گامزن ہے' بہرحال یہ ایک دلچسپ صورت حال تھی' پھر سرہدایت اللہ ہی نے کنور مہتاب علی کو اشارے سے اپنے پاس بلایا اور کنور مہتاب علی ٹہلتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا۔

"کیا تحقیق ہو رہی ہے؟" اس نے اپنی ذہنی کیفیت کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم بھی ان مکھیوں کے بارے میں اچھی طرح جانتے ہوگے' یہ یلوڈوکس نہیں ہیں؟"

"یلوڈوکس؟"

"ہاں۔"

"واقعی میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"اگر یہ یلوڈوکس ہیں تو پھر یوں سمجھ لو کہ ہم انتہائی خطرناک حالات سے دو چار ہیں۔"

"کیوں؟"

"یہ مکھیاں حملہ آور نہیں ہوتیں' لیکن ان کے جسموں سے ایسے زہریلے مادے خارج ہوتے ہیں جو انسانیت کے لئے ہلاکت خیز ہیں' جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے' زرد بخار انہی کے جسموں سے اٹھنے والی بو سے پھیلتا ہے اور تم دیکھ رہے ہو کہ یہاں ان کے غول کے غول موجود ہیں' میرے خیال میں یہ جگہ بے حد ہولناک ہے اور ہم آندھی اور بارش سے بچنے کے بعد یہاں پہنچ کر جس خوشی کا اظہار کر رہے ہیں وہ ہمارے لئے سخت مشکلات کا باعث بن سکتی ہے۔"

"میں واقعی یلوڈوکس کے بارے میں نہیں جانتا' لیکن اگر تم محسوس کرتے ہو ہدایت اللہ کہ یہ جگہ مناسب نہیں ہے تو پھر فوری طور پر یہاں سے آگے بڑھنے کا بندوبست کرو۔"

"میں ابھی مائیکل بائر وغیرہ سے یہی باتیں کر رہا تھا' تم سب سے پہلے اس بچی اور اس کے ماں باپ کو گاڑی میں پہنچا دو اور ان سے کہو کہ وہ گاڑی کے اندر ہی رہیں' بچی فوری طور سے یلوڈوکس کے زہریلی اثرات کا شکار ہو سکتی ہے۔"

"میں کہتا ہوں ان سے" کنور مہتاب علی نے کہا لیکن ریٹا جلدی سے کھڑی ہو گئی۔

"آپ رکیئے میں کہے دیتی ہوں" ریٹا ہاروے تیزی سے آگے بڑھ گئی کنور مہتاب علی اور سرہدایت اللہ مائیکل بائر اور لارک اینجلو سے باتیں کرنے لگے۔

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب اس ہنگامہ خیزی سے نکلنے کے بعد ہمیں یہاں رکنا چاہیئے یا نہیں۔"

"جب اس جگہ کو اس قدر خطرناک قرار دے دیا گیا ہے تو یہاں رکنا حماقت کے

علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا۔"

"میری بھی یہی رائے ہے، ہمیں فوری طور پر سب سے پہلے اپنی گاڑیوں میں ہو جانا چاہیے اور پھر یہاں سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"سمت کا اندازہ لگالیا گیا ہے" کنور مہتاب علی نے پوچھا۔

"آؤ اس کا اندازہ بھی کر لیتے ہیں، رات کو جس طرح ہم سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے تھے اس سے راستوں کا تعین تو نہیں ہو سکتا تھا اب دیکھتے ہیں کہ ہمارے کمپاس ہمیں کیا خبر سناتے ہیں۔" وہ لوگ واپس پلٹ پڑے، ریتا ہاروے سیانی تھی، یہ تفصیل سننے کے وہ شمسہ اور اس کے شوہر سردار خان کو ان کی بچی کے ساتھ لینڈ روور میں پہنچانے کے بہانے خود بھی لینڈ روور میں جا بیٹھی تھی تاکہ اس خطرے سے محفوظ ہو جائے جس کی نشاندہی کی گئی تھی، ادھر سرہدایت اللہ کنور مہتاب علی اور دوسرے لوگ دوسری لینڈ روور میں پہنچ گئے، کمپاس نکالے گئے، سمتوں کا تعین کیا گیا لیکن یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ کمپاس کی سوئیاں انہیں واپسی کا راستہ بتا رہی تھیں، یعنی جس سمت سے وہ آئے تھے انہیں واپس اسی سمت جانا چاہیے تھا، تب وہ اپنی صحیح منزل کی جانب۔ روانہ ہو سکیں گے اور یہ صورت حال اس وقت بڑی تشویشناک محسوس کی گئی تھی۔

"دیکھ رہے ہو مہتاب علی؟" سرہدایت اللہ نے کہا۔

"ہاں۔"

"اب بتاؤ کیا کریں؟"

"یہ تو واقعی بڑی مشکل صورت حال ہے، سیاہ طوفان نے ان راستوں پر جس قدر تباہی پھیلائی ہوگی اسے ہم نے آنکھوں سے تو نہیں دیکھا لیکن عقل سے اس کا اندازہ جاسکتا ہے میرا خیال ہے ادھر لینڈ روور لے جانے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، سارے راستے پتھروں اور درختوں کے تنوں سے اٹے ہوئے ہوں گے لیکن اگر ہم ادھر نہ جائیں تو پھر آگے کے لئے کیا کریں؟"

"ہاں سخت مشکل ہے، انتہائی مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"ایک تجویز ہے میرے ذہن میں وہ یہ کہ ہمیں کوئی اور راستہ اختیار کرنا چاہیے، کمپاس پر نگاہیں رکھی جائیں اور جب کمپاس ہمیں راستے بتاتے ہوئے ایسی کسی صاف جگہ کی جانب اشارہ کرے جہاں سے تھوڑا سا فاصلہ ہی اختیار کر کے سہی ہم اپنی منزل کی جانب روانہ ہو سکیں تو پھر ہمیں وہ راستہ پکڑ لینا چاہیے لیکن اس سے پہلے یلوڈوکس کے اثرات سے بھی بچنا ضروری ہے، میرا خیال ہے اب روانہ ہونے میں ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔" سب نے اتفاق کر لیا، گاڑیاں سنبھالی گئیں تمام دروازے، کھڑکیاں اور شیشے وغیرہ بند کر لئے گئے اور اس کے بعد وہ اس زہریلی سر زمین سے آگے بڑھنے لگے، کھانے پینے یا رات کی تھکن اتارنے کا تصور اس وقت ختم کر دیا گیا تھا کیونکہ اس کی قطعی گنجائش نہیں تھی، یہاں تک وہ جس طرح بھی آئے تھے وہ ایک الگ عمل تھا، لیکن اب جب وہ آگے بڑھے تو انہیں احساس ہوا کہ زہریلی مکھیاں یہاں کس قدر تعداد میں موجود ہیں اگر کہیں ان کے اندر حملہ کرنے کی صلاحیت ہوتی تو شاید وہ ایک لمحے میں ان سب کو چٹ کر جائیں لینڈ روورز آگے بڑھیں تو وہ زمین سے بلند ہونے لگیں اور اب یہ اندازہ ہوا کہ وہ یہاں کتنی تعداد میں موجود ہیں، انہوں نے آسمان ڈھک لیا تھا اور ونڈ اسکرین کے سامنے کی فضا ان کے وجود سے بالکل کالی ہوگئی تھیں۔ ان لوگوں کو روشنیاں جلانی پڑیں اور ان روشنیوں میں جو بھیانک منظر انہوں نے دکھا وہ بڑا ہی سنسنی خیز تھا، مکھیاں تیز آوازوں کے ساتھ لینڈ روورز سے بھی ٹکرا رہی تھیں، لیکن شکر تھا کہ اندر داخل ہونے کی کوئی جگہ نہیں تھی ان کے پاس، ورنہ صورت حال مزید خوفناک ہو جاتی، سست رفتاری سے اس ہولناک سر زمین کا سفر ختم کیا گیا اور کوئی ڈھائی تین گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد یہ سلسلہ ختم ہوا، اب یہاں مکھیاں نظر نہیں آرہی تھیں اور روشنی بھی ہوگئی تھی، یہاں کی زمین پر پیلاہٹ تھی، ہر چیز پیلی پیلی سی، درخت اور پودے یہاں بھی نہیں تھے، لیکن رکے بغیر آگے بڑھتے رہے اور اس طرح انہوں نے دوپہر تک اتنا فاصلہ طے کر لیا کہ اب اندازے کے مطابق یلوڈوکس کا خطرہ ٹل گیا تھا، پھر ایک قدرے مناسب جگہ قیام کا فیصلہ کیا گیا، بہت سے ایسے کام تھے جن کی تکمیل ضروری تھی اور ان میں سب

سے پہلا کام پیٹ پوجا تھی' وہ لوگ پوری طرح ماحول کا جائزہ لینے کے بعد نیچے اتر آئے اور تازہ ہوا میں آکر سانسیں لیں تھیں' ایک عجیب سی کراہت محسوس ہو رہی تھی لینڈ روورز بھی شدید گندی ہوگئی تھیں' چنانچہ اب اس کے بعد اس بات کے امکانات نظر آ رہے تھے کہ کم ازکم کل صبح تک یہاں سے آگے کے سفر کے بارے میں سوچا جائے' تمام لوگ نیچے اتر گئے اور صبح کے ناشتے سمیت دوپہر کے کھانے کا بندوبست کیا جانے لگا' کھانا دانے سے فراغت کے بعد یہ طے پایا کہ لینڈ روورز کو دھولیا جائے پانی موجود تھا سردار خان بھی اس کام میں شریک ہوگیا لینڈ روورز بہت غلیظ ہوگئی تھیں خاص طور سے مکھیوں نے انہیں بالکل ہی گندہ کر دیا تھا چنانچہ ایک ایک چیز کی صفائی کی جانے لگی ان کے پاس تھوڑا سا اسپرے وغیرہ کا بندوبست بھی تھا چنانچہ احتیاط کے پیش نگاہ لینڈ روورز کو اسپرے کر دیا گیا اور تمام کاموں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ایک مناسب جگہ آرام کے لئے منتخب کی گئی اور وہ لوگ لیٹ گئے۔ صحرائے اعظم کے بارے میں باتیں ہونے لگیں سرہدایت اللہ اور تمام ہی لوگوں نے خاص طور سے بچی کا معائنہ کیا تھا وہ شمسہ کے پاس ہی رہتی تھی اور خوش و خرم تھی سرہدایت اللہ نے پر خیال انداز میں کہا۔

"ہم ایک مفروضے پر کس قدر محنت کر رہے ہیں مائیکل بائر' ایک پورے قبیلے کے رہنما کو دھوکہ دینا کیا اتنا ہی آسان ہوگا......... سائی تھول ان کا روحانی پیشوا ہے اور بہرحال یہ بات ہم سب ہی جانتے ہیں کہ وہ کمبخت پر اسرار قوتوں کا مالک ہے اور ان کے اپنے طریقے کار ہیں اگر انہوں نے اصل بات معلوم کرلی تو کیا ہوگا۔" لارک اینجلو ہنس پڑا پھر بولا۔

"کچھ نہیں وہ لوگ ہمیں آگ میں بھون کر کھا جائیں' یہ حقیقت تو پہلے ہی سوچ لی گئی تھی اور جو فیصلہ کیا گیا تھا اس کے تحت یہ سب کچھ عمل میں آیا ہے۔"

"خیر یہ تو ایک حقیقت ہے لیکن کنور مہتاب علی نے جب اس عمل کی منظوری دے دی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ان کے ذہن میں کوئی تصور ضرور ہوگا ویسے مہتاب علی برا نا ماننا یہ ایک حقیقت ہے کہ تم ابتداء میں بھی ہم سب پر فوقیت حاصل کرتے ہو

یہاں بھی تمہیں ایک فوقیت حاصل ہے' سومتی بہرطور ایک حسین لڑکی تھی کیا تم نے یہ دیکھا۔" کنور مہتاب علی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ بولا۔

"کیوں نہیں' زندگی میں جن کا قرب حاصل ہوتا ہے خواہ وہ کسی عالم میں ہوں صحیح نہیں بہرحال ان کا اپنا ایک مقام تو بن جاتا ہے۔"

"بیگم صاحبہ کو اس کا علم ہو سکا یا نہیں۔"

"میں نے بتا دیا تھا۔"

"اماں کیا واقعی..." اس بار سرہدایت اللہ بھی چونک پڑے۔

"جی سچ کہہ رہا ہوں۔"

"رد عمل........"

"ہوا تو صحیح لیکن کسی ایسی شکل میں نہیں' کہانی کو میں نے کچھ اسی انداز میں پیش کیا تھا بتانا ضروری تھا۔"

"ہاں اگر کمبخت نصیر بیگ درمیان میں ٹانگ نہ اڑاتا تو واقعی ہمارے لئے یہ مشکلات نہ پیدا ہوتیں لیکن یار ساری باتیں اپنی جگہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک ماں اپنی اولاد کی تمیز نہ کرسکے ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے ایک بہت ہی مشکل طریقہ کار اختیار کیا ہے اور یہاں ہماری خود غرضی بام عروج کو پہنچ چکی ہے یہ ایک ایسی صورتحال ہے کہ اگر اپنی مہم جویانہ فطرت کو کچھ وقت کے لئے نظر انداز کرکے صرف انسانی نقطہ نگاہ سے سوچا جائے تو یہ ایک وحشیانہ عمل ہے۔"

"بھئی تم لوگ خود ان تمام باتوں کے گواہ ہو میں تو ابتداء ہی سے مشکلات میں گرفتار ہوگیا تھا ورنہ ظاہر ہے نہ یہ عمر رکھتا ہوں کہ کسی جنگل کی حسینہ سے پینگیں بڑھاؤں اور اس کی قربت حاصل ہو جائے تو خوشی سے بغلیں بجاؤں اور نہ ہی انسانی نقطہ نگاہ سے اس قسم کی دھوکہ دہی مجھے پسند تھی' حالات نے ایسا ہی مجبور کر دیا تھا اور پھر یقینی طور پر کوئی بہتر طریقہ کار دریافت ہو جاتا لیکن وہ مردود ہمیشہ کا غدار بلکہ فطری طور پر جرائم پیشہ شخص' عذاب بن گیا ہمارے لئے اور اس عذاب کو ہم اب تک بھگت رہے ہیں۔"

"میں ان دونوں کے بارے میں سوچتا ہوں' ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے یہ بیچارے جس طرح ہمارا ساتھ دے رہے ہیں اور جس قدر صابرو شاکر نظر آرہے ہیں اس کی امید نہیں تھی اور پھر عام زندگی گزارنے والے بلکہ یہ سمجھو کہ عام زندگی نہیں ایک عجیب و غریب زندگی گزارنے والے کس طرح ہمارے معاملات میں تعاون کر رہے ہیں' نہ یہ کہیں خوفزدہ نظر آتے ہیں' نہ گھبرائے ہوئے نہ ان کی آنکھوں میں وحشت ہے' نہ ان کے انداز میں بھاگ جانے کا کوئی تصور' بچی کو اس آسانی سے یہ ان لوگوں کے حوالے کر دیں گے۔"

"اصل میں ان لوگوں کا مسئلہ بالکل مختلف ہے نہ آگہی کبھی کبھی انسان کو اتنا دلیر بنا دیتی ہے کہ اس پر رشک آتا ہے بیچارے ہم پر قناعت کرتے ہیں اور صرف ہماری تقلید کرتے ہیں۔"

"ہاں.........اور ویسے یہ سردار خاں درحقیقت کام کا آدمی ثابت ہوا ہے' بڑا پھرتیلا' چوکس اور مستعد ہے دیکھو ان بیچاروں پر کیا بیتی ہے.........."

"ویسے تو ہم بیچارے بھی دعوے سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم پر کیا بیتے گی' ابھی تک کوئی ایسا ٹھوس نظریہ سامنے آیا ہے کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہی ہو جائیں۔"

"خیر یہ تو مہم جوئی کا ابتدائی اصول ہے ایک نظریہ بیشک بنایا جاتا ہے اور اس کے بعد خود کو حالات کے سہارے چھوڑ دیا جاتا ہے۔" مائیکل بائر نے کہا۔

"یہاں صورتحال تھوڑی سی مختلف ہے' یہ بات صرف ایک مہم جوہی کی نہیں ہے بلکہ یہاں ایک مقصد کام کر رہا ہے ایک باقاعدہ نظریہ ہے جس پر ہمیں عمل کرنا ہے اور اس نظریئے کو سامنے رکھتے ہوئے ہر قدم اٹھایا جارہا ہے۔"

"ابھی تو یہ گفتگو صرف گفتگو ہے ہمیں آگے چل کر اگر صحیح راستے مل جاتے ہیں تب جاکر یہ سوچیں گے کہ اب آئندہ کے اقدامات کیا ہونے چاہئیں' پہلے سے اپنے آپ کو ذہنی وسوسوں میں مبتلا کرنا میں سمجھتا ہوں عقل مندی کا کام نہیں ہے۔"

"یہ آخری بات بالکل ٹھیک ہے میں اس سے اتفاق کرتی ہوں۔" ریٹا ہارڈے

یہ سلسلہ گفتگو تقریباً منقطع ہوگیا' نظریہ وہ تھا کہ لڑکی کو نیل کنٹھ کی حیثیت سے سائی تھول کو پیش کیا جائے اور وہ اسے نیل کنٹھ کی حیثیت سے قبول کرلے تب صورتحال کچھ بہتر ہو جائے گی اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر ان مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا جن کا ابھی کوئی صحیح تعین بھی نہیں کیا جاسکتا' رات کو کنور مہتاب علی اور سرہدایت اللہ ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بلند سی جگہ منتخب کرکے وہ صحرائے اعظم کی ٹھنڈی ہواؤں سے لطف اندوز ہو رہے تھے مہتاب علی نے کہا۔

"ویسے نصیر بیگ میرا خیال ہے اس بار غچہ کھا گیا' اس نے اپنے طور پر کوششیں تو کرڈالیں لیکن ان سے فائدہ حاصل نہ کرسکا جب کہ ہمیں اندازہ تھا کہ شاید راستے میں بہت سے ایسے گروہ نظر آجائیں گے جو نیل کنٹھ کی تلاش میں چل پڑے ہوں گے۔"

"تم یقین کرو مہتاب علی مجھے یہ سب کچھ بڑا عجیب لگ رہا ہے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی خاص بات ہے کوئی ایسی بات جو سمجھ میں نا آرہی ہو پتہ نہیں وہ کیا بات ہے' ایک خلش سی ہے دل میں' نصیر بیگ اس طرح ہمارا پیچھا چھوڑ دے تمہاری سمجھ میں آتا ہے۔"

"سمجھ میں تو نہیں آتا۔" کنور مہتاب علی نے کہا اور ایک بار پھر اس کے دل میں نیاز کا خیال جاگ اٹھا' وہ کشمکش کا شکار ہوگیا ایک لمحے کے لئے دل میں آیا تھا کہ کم از کم نیاز کے سلسلے میں سرہدایت اللہ کو راز دار بنالے اور انہیں بتائے کہ اس نے ایک ایسا سلسلہ کیا ہے اور اب وہ نوجوان اس سے کٹ چکا ہے' ابھی' اسی کشمکش کا شکار تھا کہ سر ہدایت اللہ نے کہا۔

"ارے وہ کیا ہے؟" کنور مہتاب سرہدایت اللہ کے ان الفاظ پر چونک پڑا۔ اس نے آنکھیں اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا لیکن جس بات پر سرہدایت اللہ چونکے تھے وہ اس کی سمجھ میں نہیں آسکی تو اس نے سرہدایت اللہ سے کہا۔

"کہاں.........کیا ہے؟"

"وہ دیکھو وہ مدھم روشنی تمہیں نظر نہیں آرہی۔"

"روشنی.........."

"ہاں......... بجھتی ہوئی آگ کی ہے لیکن ہے روشنی' وہ میری انگلی کے اشارے دیکھو اور کنور مہتاب کو بھی وہ روشنی نظر آ گئی۔"

"کیا ہو سکتا ہے........." اس نے کہا۔

"خدا جانے........." پھر اس کے بعد دونوں دیر تک خاموش رہے اور اس روشنی کا جائزہ لیتے رہے بعد میں ہدایت اللہ نے کہا۔

"یقیناً" وہاں کوئی موجود ہے' فاصلے کی وجہ سے ہم دیکھ نہیں سکتے۔"

"کون ہو سکتا ہے؟"

"ممکن ہے کوئی مہم جو گروہ' ویسے ہم نے ابھی تک ان راستوں کو عبور کرتے ہوئے افریقہ کے مقامی لوگوں کو نہیں دیکھا' سوائے ان بستیوں کے جن سے ہم فاصلے اختیار کرتے ہوئے آئے ہیں۔"

"تمہارا مطلب جنگلوں میں رہنے والے وحشیوں کو۔"

"ہاں۔"

"وہ یہاں کہاں اور پھر ان بھیانک میدانوں میں تو ان کے مل جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا' زرد مکھیوں کا یہ علاقہ صحرائے اعظم کا خوفناک ترین علاقہ ہے اور جب جانور تک اپنے رہنے کے لئے مناسب جگہ تلاش کر لیتے ہیں تو پھر انسان تو انسان ہی ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ وہ کوئی مہم جو گروہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"میرا یہی اندازہ ہے........."

"تو کیا نیل کنٹھ کی جانب گامزن........."

"ممکن ہے۔" کنور مہتاب نے کہا اور پھر ہنس پڑا۔

"کیوں اس میں ہنسی کی کیا بات ہے۔"

"اصل میں نیل کنٹھ ہماری منزل ہے تو ہمیں ہر شخص اسی کی جانب سفر کرتا ہوا

محسوس ہوتا ہے حالانکہ نیل کنٹھ سے پہلے بھی افریقہ میں مختلف مقاصد کے لئے مہمات سر کی جاتی رہی ہیں........."

"ہاں سچ کہتے ہو' کیا ہم اس آگ کی تلاش میں آگے بڑھیں۔"

"اس حماقت سے فائدہ........." سر ہدایت اللہ کی بات پر کنور مہتاب علی خاموش ہو گیا پھر سر ہدایت اللہ نے کہا۔

"میرا خیال ہے آرام کر لو یہاں سفر کرتے ہوئے یہ تو کہا ہی نہیں جا سکتا کہ کل کا دن کیسی کیسی آفات میں گزرے گا ہمیں اپنے جسموں کو ہر قسم کی مشکل کے لئے تیار رکھنا چاہیے۔ دوسرے لوگ بھی آرام کر رہے تھے چنانچہ انہوں نے بھی اپنے لئے جگہ منتخب کر لی لیکن کنور مہتاب علی کے ذہن میں فیروز کا مسلسل خیال تھا بلکہ یہ احساس بھی ہو رہا تھا اسے کہ ممکن ہے جو آگ جلتی نظر آ رہی ہے وہاں فیروز ہی ہو فیروز یقینی طور پر اس سے زیادہ فاصلہ اختیار نہیں کرے گا اور اس کے قریب ہی رہنے کی کوشش کرے گا بہر حال فیروز اور نصیر بیگ کے معاملات کیسے بھی ہوں لیکن فیروز کم از کم کنور مہتاب علی کے ساتھ اب تک بے حد مخلص رہا تھا اور کنور مہتاب علی اس کے لئے پریشان تھا۔ رات کوئی بار اس کے دل میں خیال آیا کہ اس آگ کے قریب پہنچ کر خفیہ طریقے سے یہ جائزہ لے کہ اس کے ارد گرد کون لوگ ہیں لیکن بعد میں خود ہی اس نے اپنے اس احمقانہ خیالات کی تردید کر لی اول تو اس جگہ کا فاصلہ یہاں سے کافی تھا جہاں آگ روشن تھی پھر یہ کہ اگر وہ کوئی مہم جو گروہ ہے تو کیا ضروری ہے کہ کنور مہتاب علی کو بہتر انداز ہی میں خوش آمدید کہے۔"

"نجانے کب کنور مہتاب علی انہی سوچوں کے درمیان سو گیا تھا۔ پرانا مہم جو تھا اور مشقت کا عادی بھی' جانتا تھا کہ کتنی دیر کی نیند انسان کو ترو تازہ کر دیتی ہے چنانچہ صبح کو بالکل بہتر کیفیت میں تھا دوسرے دن کی مہم جوئی کا آغاز کرنے سے پہلے یہ سب لوگ اپنی تھکن اتار لینے کے خواہشمند تھے چنانچہ گھڑیوں کے مطابق دن کو گیارہ بجے تک تمام امور سے نمٹا گیا اور یہ طے کیا گیا کہ اب رات گئے تک سفر جاری رکھا جائے گا اور زیادہ سے

زیادہ فاصلے عبور کئے جائیں گے چنانچہ گیارہ بجے کے بعد یہ قافلہ بڑی مستعدی کے ساتھ آگے بڑھا اور تھوڑی ہی دور چلنے کے بعد دفعتاً کنور مہتاب علی کو رات کی وہ روشنی نظر آئی اب دن میں اس جگہ کا جائزہ لے لینے میں کوئی قباحت نہیں تھی کیونکہ اس وقت انہیں کوئی خطرہ بھی درپیش نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ وہی سمت اختیار کی گئی تھوڑی سی لکڑیاں جمع کرکے آگ جلائی تھی جس کی اب راکھ پڑی ہوئی تھی، آگ سے تھوڑے ہی فاصلے پر دو انسانی جسم زمین پر دراز نظر آرہے تھے نزدیک اور کوئی نہیں تا بہرحال انہیں نظر انداز کیا جانا ممکن نہیں تھا چنانچہ سب لوگ نیچے اتر گئے اور صورتحال کا جائزہ لینے لگے، کنور مہتاب علی کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا کیونکہ فیروز کو اس نے پہچان لیا تھا نزدیک ہی جو شخص پڑا ہوا تھا وہ کافی زخمی حالت میں تھا اور اس کے جسم پر جگہ جگہ خون کے دھبے پڑے ہوئے تھے جن پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں، کنور مہتاب علی اور سر ہدایت اللہ وغیرہ جھک کر ان کا جائزہ لینے لگے، فوراً ہی یہ اندازہ ہوگیا کہ ان میں سے ایک مرچکا ہے فیروز زندہ تھا اور اس کے جسم پر زخم بھی نہیں تھا کنور مہتاب علی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"آہ یہ تو ہمارے ہی وطن کا باشندہ معلوم ہوتا ہے، دوسرا مرچکا ہے ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیے۔"

"بخار میں مبتلا ہے۔" سر ہدایت اللہ نے اس کا جسم ٹٹولتے ہوئے کہا۔

"زرد بخار۔" ریٹا ہاروے سنسنی خیز لہجے میں بولی۔

"کچھ بھی ہے اس کی مدد تو کرنی ہے، چنانچہ کنور مہتاب علی نے اپنے سامان سے ایک لباس نکالا اور بہ دقت تمام بے ہوشی کی کیفیت کے شکار فیروز کو یہ لباس پہنایا گیا اور اس کے بعد وہ اسے اٹھا کر لینڈ روور میں لے آئے باقی لوگوں نے آس پاس کا جائزہ لے لیا کہ اس کے علاوہ کوئی اور تو زندہ شخص موجود نہیں ہے جو مرچکا تھا اس کے لئے یہ لوگ بھلا کیا کر سکتے تھے۔ فیروز کو لینڈ روور میں جگہ دی گئی اور اس کے بعد وہاں سے آگے کا سفر اختیار کرلیا گیا۔ کنور مہتاب علی اب اپنے جذبات کو نہیں روک سکا تھا چنانچہ

نے سب سے زیادہ محنت سے فیروز کی دیکھ بھال شروع کردی اور اسے ہوش میں لانے کی کوششیں کرنے لگا۔ لینڈ روور کا سفر جاری تھا ہدایت اللہ بھی کنور مہتاب علی کے پاس موجود تھا، اس نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔"

"نوجوان آدمی ہے اور اگر یہ لوگ مہم جوئی کے لئے نکلے ہیں تو پھر تنہا ہی تو نہ ہوں گے اس کا مطلب ہے کہ اس کے دوسرے ساتھی موت کا شکار ہوگئے۔" کنور مہتاب علی نے ہدایت اللہ کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا وہ فیروز کے لئے بہت غم زدہ تھا اور یہ اس کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا کہ فیروز کے ساتھ اور افراد بھی تھے۔ بہرحال سفر اپنے طور پر جاری رہا اور کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو قابل ذکر ہوتا البتہ ساڑھے تین بجے کے قریب فیروز کو ہوش آگیا تھا لیکن اس پر بحرانی کیفیت طاری تھی، اس کی آنکھوں میں وحشت تھی، اس نے خوفزدہ انداز میں سب کو دیکھا اور پھر خوفزدہ لہجے میں بولا۔

"زلزلہ، زلزلہ آرہا ہے، زمین ہل رہی ہے، آسمان گرنے والا ہے، بچو، بچو، بھاگو بھاگنے کی کوشش کرو۔" اس نے اپنے جسم کو بھی جنبش دی لیکن کنور مہتاب علی نے اسے سنبھالیا۔

"نہ زلزلہ آرہا ہے، نہ زمین ہل رہی ہے، تم ہمارے ساتھ ہو نوجوان، بالکل خوفزدہ نہ ہو، سب ٹھیک ہے کوئی آفت، کوئی پریشانی نہیں ہے۔"

"نہیں، نہیں دیکھو، محسوس کرو، غور کرو۔ ذرا دیکھو زمین کیسی ہل رہی ہے ...... کالی آندھی، کالی آندھی آرہی ہے۔"

"تم بالکل بے فکر رہو۔ زمین نہیں ہل رہی آخر ہم بھی تو تمہارے ساتھ ہیں۔"

"تم، تم، تم مجھے پاگل معلوم ہوتے ہو، غور ہی نہیں کر رہے ارے دیکھو ذرا غور کرو، ذرا غور کرو تمہیں پتہ چل جائے گا آہ دیکھو درخت، درختوں کا طوفان میرے خدا درخت کس طرح زمین سے جدا ہوگئے، آہ یہ ہمارے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ بھاگو خدا کے لئے بھاگو، بھاگو۔" فیروز وحشت زدہ انداز میں آنکھیں پھاڑتا رہا۔ زرد بخار نے اس کے ذہن پر ایسی نقاہت طاری کردی تھی کہ وہ ہل جل بھی نہیں سکتا تھا، بہرحال کنور

مہتاب علی اسے سنبھالے رہا لیکن وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے ادھر ریٹا بارو لارک اینجلو سے کہہ رہی تھی۔

"کیا زرد بخار چھوت کی بیماری نہیں ہوتا' میرا مطلب ہے کہ کہیں دوسروں کو نہ لگ جائے۔"

"کچھ نہیں کہا جاسکتا' لیکن ریٹا ایک انسان کو اس طرح زندگی اور موت کی کشمکش میں تو نہیں چھوڑا جاسکتا' بہرحال ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کے لئے جو کچھ بھی کرسکتے ہیں کریں........"

"میں تو بس اس بات سے خوفزدہ ہوں کہ ہم کسی نئی مشکل کا شکار نہ ہو جائیں۔"

"یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ہم میں سے کوئی زرد بخار میں مبتلا ہو جاتا تو کیا ہم اس کی تیمارداری نہ کرتے نہیں ریٹا ایک لفظ اس بارے میں ایسا نہ ادا کرنا' جس سے کسی کی دل آزاری ہو' ریٹا بارو بے خاموش ہوگئی' وقت آگے بڑھتا رہا اور منصوبے کے مطابق آج ان لوگوں نے کافی فاصلہ طے کرلیا پھر شام جھکنے کے ساتھ ساتھ کسی مناسب جگہ کی تلاش شروع ہوگئی' کمپاس ابھی تک صحیح کام نہیں کر رہے تھے اور واپسی ہی کا رخ بتا رہے تھے لیکن مہم جو فیصلہ کر چکے تھے کہ راستے کی تلاش جاری رکھی جائے گی اور بالآخر انہیں مناسب راستے مل ہی جائیں گے۔ کنور مہتاب علی کو اندازہ ہوگیا تھا کہ بغیر کسی بہتر علاج کے فیروز کا ٹھیک ہونا ممکن نہیں ہے' بخار اس شدت کے ساتھ جاری تھا اور اب فیروز پر غشی کی سی کیفیت طاری ہوگئی تھی پھر قیام کیا گیا فیروز کو لینڈ روور میں ہی رکھا گیا تھا اور وہ مسلسل بے ہوشی کی کیفیت میں تھا ضروری امور طے کئے جاتے رہے سرہدایت اللہ بھی فیروز کی تیمارداری میں مصروف تھے تقریباً" ایک پہر گزر گیا اور اس کے بعد یہ لوگ آرام کرنے لگے دوسری صبح پھر سفر شروع ہوگیا تھا' لیکن آج کمپاس نے انہیں خوشی خبری سنائی تھی اس کی سوئی کا رخ تبدیل ہوگیا تھا اور اب وہ جس سمت اشارہ کر رہا تھا اس سمت بہتر راستے تھے بلکہ کچھ فاصلے پر درختوں کا ایک عظیم الشان سلسلہ نظر آرہا تھا وہ سب کے سب خوش ہوگئے اور تیز رفتاری سے اس جانب بڑھنے لگے۔ فیروز کی طرف سے کچھ

یدنی سی ہوگئی تھی کیونکہ اس کے چہرے سے خون اس طرح غائب ہوتا جارہا تھا جیسے ی اندر جل رہا ہو کنور مہتاب علی نے بھی صبر کرلیا تھا۔ ایک بات اچھا نوجوان' جو ان بہترین دست راست تھا موت کی جانب سفر کر رہا تھا شکر تھا کہ دوسرے لوگ زرد بخار بچ گئے تھے لیکن کنور مہتاب علی آخر وقت تک اپنی اس دوستی کو نبھا دینا چاہتا تھا' ھے گیارہ پونے بارہ بجے کا وقت ہوگا کہ اچانک ہی انہیں درختوں کے تنوں کے پاس ک عظیم الشان خیمہ نظر آیا اسی راستے پر تھا جدھر سے یہ گزر رہے تھے اس خیمہ کو دیکھ وہ لوگ آپس میں اس کے بارے میں چہ میگوئیاں کرنے لگے پھر تھوڑی سی احتیاطی ابیر اختیار کی گئیں اور اس کے بعد اس خیمے کا رخ اختیار کرلیا گیا شاید یہ بھی کوئی مہم جو بلہ تھا' خیمہ کو دیکھ کر ہی اس کا اندازہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ لینڈ روورز اس خیمے کی جانب بڑھیں۔"

جے گوئن ایک بے حس آدمی تھا۔ اس کی ذمے داری صرف یہ تھی کہ وہ انہیں
ایک مخصوص جگہ پہنچا دے۔ ان میں سے کون مرتا ہے کون جیتا ہے اسے کوئی پرواہ نہیں
تھی۔

"ولیم آرنلڈ کو فلیک راؤل کے الفاظ یاد تھے جو.........جے گوئن نے کہے تھے اور
وہ جے گوئن سے نفرت کرنے لگا تھا۔ پھر جے گوئن نے کہا۔"

"ہماری منزل قریب آنے والی ہے اور رات کے آخری پہر ہم اس جگہ پہنچ جائیں
گے جہاں تک کے لئے کشتی کے سفر کا معاہدہ ہوا ہے آپ لوگ اترنے کی تیاریاں
کرلیجئے۔" کسی نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا لیکن رات کو ولیم آرنلڈ نے نصیر
بیگ سے کہا۔

"کیا خیال ہے نصیر بیگ۔ کیا ہمیں واپسی کے سفر کے لئے اس کشتی کی ضرورت
پیش نہیں آئے گی.........." نصیر بیگ نہ سمجھنے والے انداز میں ولیم آرنلڈ کو دیکھنے لگا پھر
بولا.........

"میں سمجھا نہیں۔"

"ممکن ہے ہمارا سفر اسی راستے سے ہو اگر ہم کشتی کو کسی ایسی جگہ محفوظ کر
جہاں ہمیں یہ واپسی کے سفر میں مل جائے تو یہ ایک دانشمندانہ قدم ہوگا۔ میرا مطلب

نہیں سمجھ لینا چاہیے۔ فلیک راؤل جے گوئن کی اس بات سے سخت ناراض ہے۔ اس
نے اس نے میرے بارے میں اعلان کر دیا تھا کہ ہم میں سے ایک شخص کم ہوگیا' چنانچہ
یب راؤل کہتا ہے کہ اگر یہ سب ہی کم ہو جائیں تو کیا حرج ہے۔ ہمارے لئے مشکل
نہیں ہوگا کہ ہم ان سب کو اس وقت موت کے گھاٹ اتار دیں جب یہ ہمیں دریا کے
گھاٹ اتاریں.........." ولیم آرنلڈ اپنی بات پر خود ہی ہنس پڑا.........نصیر بیگ پر خیال
انداز میں گردن ہلانے لگا' پھر بولا۔

"اور کیا ہی دلچسپ بات ہے کہ ہم دونوں کی سوچ میں مکمل یکسانیت ہے' میں نے
بھی اس بارے میں سوچا تھا' لیکن اس لئے نہیں کہ ہمیں واپسی میں کشتی کی ضرورت پیش
آئے گی' بلکہ اس لئے سوچا تھا میں نے کہ اگر ان کے پاس کچھ ایسی چیزیں ہوتیں جو
ہمارے کام آسکتیں' جیسے خوراک یا گرم لباس یا ایسا کوئی ذخیرہ جو ہمارے کام آجائے تو پھر
ان لوگوں کی واپسی زیادہ ضروری نہیں تھی' لیکن میں نے بغور جائزہ لے لیا ہے کہ ان بے
وقوفوں کے پاس کچھ بھی نہیں ہے' نہایت غریب اور بے مقصد لوگ' جہاں تک کشتی کا
معاملہ ہے ہمیں واپسی میں اس کشتی کی ضرورت پیش آئے گی' بلکہ جب ہم اپنے مقصد
میں کامیاب ہو جائیں گے تو لازمی بات ہے کہ وہاں سے ایک مناسب واپسی کا بندوبست
کرنا ہوگا' میں فلیک راؤل کے جذبات کو سمجھتا ہوں' لیکن بے وقوف ملاح بھلا عقل سے
کیا تعلق رکھتا ہے اور بے مقصد زندگیوں سے کھیلنا بے کار ہی ہے بلکہ ہم ایک نیک کام
کیوں نہ کریں۔"

"وہ کیا.........." ولیم آرنلڈ نے پوچھا۔

"اپنی کامیابی کے نیک شگون کے لئے ہم چند انسانوں کو زندگی بخش دیں اور انہیں
زندہ واپس جانے دیں' اس طرح خدا ہم سے خوش ہوگا اور ہم اپنے مقصد میں کامیاب
ہوں گے۔" مرزا نصیر بیگ کے ان الفاظ پر ولیم آرنلڈ کو ہنسی آگئی اور اس نے ہنستے ہوئے
کہا

"واہ کیا نیک کام ہے' بالکل اسی لطیفے کی مانند جس میں ایک شیر نے اپنے حلق میں

پھنسے ہوئے کانٹے کو نکالنے کے لئے لمبی چونچ والے بگلے سے درخواست کی اور اس نے وعدہ کیا کہ اس کام کے عوض وہ اسے انعام دے گا' بگلے نے لمبی چونچ شیر کے حلق میں ڈال کر اس کا کانٹا نکال لیا' تو شیر کو اس تکلیف سے نجات مل گئی۔ بگلے نے کہا' حضور میرا انعام۔" تو شیر نے کہا۔

"بے وقوف کیا انعام تجھے مل نہیں گیا۔" بگلا حیرت سے بولا کہ کون سا انعام ...تو شیر نے جواب دیا کہ تیری چونچ میرے منہ میں تھی' شکر کر کہ میں نے تجھے زندگی دے دی اور اپنا منہ بند نہ کرلیا ورنہ تو کہاں ہوتا' اس وقت بالکل اسی قسم کا ثواب تم کما رہے ہو۔" مرزا نصیر بیگ کے الفاظ پر جے گوئن اور اس کے ساتھیوں کی زندگیاں بچ گئیں' رات کے آخری پہر جے گوئن نے کشتی ساحل سے لگا دی اور کہنے لگا۔

"یہی وہ مقام ہے' جہاں تک کے لئے آپ لوگوں نے کشتی کرائے پر حاصل کی تھی' اپنے سامان کو حفاظت سے اتار لیجئے گا' چنانچہ خاموشی سے سامان ساحل پر منتقل کیا گیا یہاں بھی جے گوئن کے ساتھیوں نے ان کی مدد نہیں کی تھی' لیکن نصیر بیگ کے کہنے پر ہر قسم کے واقعات کو نظر انداز کر دیا گیا۔ چاروں طرف ہو کا عالم تھا' جے گوئن نے ان کا سامان ساحل پر پہنچانے کے بعد کشتی کو واپسی کے سفر پر روانہ کرلیا اور آہستہ آہستہ ان کی نگاہوں سے دور ہونے لگا۔ نصیر بیگ نے اطراف کے ماحول کو دیکھتے ہوئے کہا۔"

"ہمیں یہاں مگرمچھوں سے خطرہ ہو سکتا ہے۔ یہ اطراف میں پڑے ہوئے' پتھر اور مٹی کے تودے پر جو نظر آ رہے ہیں ان میں سے کس کے بارے میں نہیں کہہ سکتے کہ اس میں مگرمچھ کتنے ہیں' ہماری بو پا گئے تو چڑھ دوڑیں گے اور تاریکی میں ان سے مقابلہ مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ یہاں سے آگے بڑھو' کوئی بہتر جگہ تلاش کرتے ہیں۔" ولیم آرنلڈ کے ساتھیوں نے پھرتی سے تمام سامان بار کیا' اسلحہ لوڈ کرکے ہاتھوں میں لیا اور برق رفتاری سے ساحل سے دور چل پڑے مدھم مدھم روشنی میں ماحول کا جائزہ لیتے ہوئے وہ لوگ دریا سے کافی دور نکل آئے اور کسی صاف ستھری جگہ کی تلاش میں سرگرداں ہو گئے۔ بچ ایک سمت اختیار کرکے وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں چھوٹے چھوٹے درخت لگے ہوئے

تھے بیچ بیچ ان کے درمیان جگہ صاف نظر آ رہی تھی۔ کافی دور تک گھنے جنگل نظر نہیں آتے تھے چنانچہ چھوٹی چھوٹی گھاس اور کسی قدر پتھریلی زمین پر سامان رکھنے کے بعد انہوں نے ڈیرہ جما دیا۔ فلیک راؤل نے فوراً ہی چائے کا سامان نکال لیا اور خاص قسم کے الیکٹرونک چولہے پر چائے کا پانی رکھ دیا گیا جب تک چائے نہ تیار ہوگئی تمام لوگوں نے خاموشی ہی اختیار رکھی ویسے بھی کشتی کا سفر اتنا تکلیف دہ نہیں تھا کہ وہ لوگ تھک جاتے ابھی تک انہیں کسی مشقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا جس کی تعریف کرتے ہوئے مرزا نصیر بیگ نے کہا۔

"اور اس میں کوئی شک نہیں ہے ڈیئر ولیم کہ تم نے بہترین راستہ منتخب کیا ہے۔"

ولیم ہنس کر بولا۔

"حالانکہ میں نے یہ اپنے تحفظ کے لئے کیا تھا۔"

"ارے ہاں ذرا بگ بورڈل کے بارے میں تھوڑی سی تفصیل تو اور بتاؤ۔"

"مختصراً" تمہیں بتا چکا ہوں' اصل میں میرے دوست جیسا کہ تم جانتے ہو کہ میری زندگی کی ایک ہی بڑی خواہش رہی ہے وہ یہ کہ اپنی شاہی خاندان کی بیوی کو جس نے میرے لئے بہت کچھ چھوڑ دیا ہے وہی ماحول مہیا کروں جو شاہی خاندان کا ماحول ہے اور اس طرح میں اس کے ذہن سے یہ احساس دور کردوں کہ اس نے میرے لئے جو قربانی دی ہے وہ اس کی حماقت ہے اس سلسلے میں میرے کچھ محبت کرنے والے میرے ساتھی ہیں حالانکہ مسٹر بیری لاٹ ایک مذہبی آدمی ہیں اور ان کا تعلق کسی بھی طرح ایسے لوگوں سے نہیں ہے جو غلط قسم کے لوگ ہوں پتہ نہیں بگ بورڈل اپنے طور پر کیا ہے' مگر مسٹر بیری لاٹ نے اس کے بارے میں مجھ سے یہی کہا ہے کہ وہ میرا مددگار اور بہت اچھی شخصیت کا مالک ہے اور اس نے اپنی مستقل رہائش بینگوئی کے جنوب مشرق میں ایک ایسی جگہ رکھی ہوئی ہے' جہاں سے وہ افریقہ کے وحشی قبیلوں سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے اور ان کے درمیان نیکیوں کے کام کر رہا ہے بہرحال یہ جو کچھ بھی ہے ہمارے حق میں برا نہیں ہوگا بگ بورڈل تو صرف ہماری بہتری کے لئے ہمارا ساتھی بنے گا۔"

"ٹھیک......."

چائے تیار ہو گئی تھی اور فلیک راؤل نے جگ سب کے ہاتھ میں تھما دیے افریقہ کے اس پراسرار بھیانک اور ویران علاقوں میں چند افراد کی یہ ٹولی عجیب لگ رہی تھی پھر چائے کے دوران مسلسل گفتگو ہوتی رہی یہاں تک کہ مدھم مدھم روشنی پھوٹنے لگی۔ صبح ہونے میں زیادہ دیر نہیں تھی۔ ولیم آرنلڈ نے مشورہ دیا۔

"نصیر بیگ اگر یہاں کا ماحول ہمارے لئے اطمینان بخش ہوتا ہے تو میرے خیال میں کچھ گھنٹوں کی نیند لے لی جائے سورج کی تیز کرنیں ہمیں خود جگادیں گی اور اس طرح تازہ دم ہو جائیں گے پھر آگے کا سفر کریں گے۔"

"مجھے تم سے اختلاف نہیں ہے لیکن ماحول کے بارے میں ہمیں بے خبر نہیں رہنا چاہیے کب اور کہاں سے درندے یا مقامی وحشی نکل آئیں۔ اس کے بارے میں کچھ کہا نہیں جاسکتا چنانچہ کسی کو پہرے پر ضرور رکھا جائے۔" فلیک راؤل نے اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے کہا۔

"یہ ذمہ داری مجھے سونپ دی جائے میں بالکل ہوشیار رہوں گا۔" چنانچہ یہی کیا گیا اور دن کو گیارہ بجے تک فلیک راؤل کے علاوہ تمام لوگوں نے زمین کے بستر پر آرام کیا اور بالکل صحیح کیا تھا ولیم نے کہ سورج کی شعاعیں خود ہی انھیں جگادیں گی اور کسی کو آواز دینے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ سورج کی انیوں کے بھالے جب ان کے جسموں کو لگے تو ایک ایک کرکے سب ہی اٹھ بیٹھے تھے۔ فلیک راؤل اپنی ڈیوٹی پر مستعد تھا' منہ ہاتھ دھونے کے بعد ناشتے کا بندوبست کیا گیا مرزا نصیر بیگ کے انداز میں فوری سفر کے انداز نظر نہیں آرہے تھے چنانچہ ولیم آرنلڈ بھی آرام سے اس کے قریب بیٹھ گیا۔ مرزا نصیر بیگ نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا پھر بولا۔

"میرا خیال ہے ہم لوگ کافی کامیابی سے اپنی منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں؟"

"اس کا فیصلہ تو تم ہی کر سکتے ہو ڈیئر نصیر بیگ۔"

"ہاں اور اب جس طرح میرے اور تمہارے درمیان مفاہمت ہو چکی ہے اور جس

ہم مخلصانہ طور پر اپنا کام کر رہے ہیں مجھے ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ راستے کے لئے آسان ہوں گے۔"

"ایک بار پھر میں اس سلسلے میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں حاضر ہوں میری جان۔" مرزا نصیر بیگ نے کہا۔

"پورا طریقہ کار کیا رہے گا تاکہ میں اسے اپنے ذہن میں بٹھالوں اور آئندہ کے لئے راستے منتخب کرسکوں۔"

"دیکھو جیسا کہ میں تمہیں تفصیلاً بتا چکا ہوں کہ ہمارے ساتھ نیل کنٹھ میں کیا واقعہ پیش آیا تھا' اس کے تحت یہ سمجھ لو کہ وہ تمام لوگ ایک بار پھر اس کی تیاریاں کرکے چل پڑے ہیں کہ نیل کنٹھ پہنچیں اور اس بچی کو نیل کنٹھ کے سائی تھول کے حوالے کرکے وہ مراعات حاصل کریں جن سے انہیں خزانہ حاصل ہو جائے۔"

"اس سلسلے میں اگر میں تم سے کچھ سوالات کرتا چلوں تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟"

"نہیں تم مجھ سے ہر سوال کر سکتے ہو۔" نصیر بیگ نے ولیم آرنلڈ نے کہا۔

"تمہیں یقین ہے کہ وہ لوگ اس مہم پر چل پڑے ہیں۔"

"سو فیصدی........ میرے پاس اس کے شواہد موجود ہیں۔"

"اور کیا تمہیں یہ اندازہ ہے کہ وہ کون سے راستوں سے گزر کر قبیلہ نیل کنٹھ پہنچیں گے؟"

"دیکھو اس سلسلے میں وہ یا تو انگولا سے اپنے سفر کا آغاز کریں گے یا زائر یا غیبون سے' لیکن کسی طرف سے بھی وہ افریقہ کے اندرونی علاقوں میں داخل ہوں' پہنچنا انہیں اسی جگہ ہوگا جہاں سے قبیلہ نیل کنٹھ شروع ہوتا ہے بس راستوں کی آسانیوں کا مسئلہ ہے انہوں نے بینگوئی کا راستہ اختیار کرکے بہت ذہانت کا ثبوت دیا ہے کیونکہ میں ان لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہوں' وہ آسان راستوں کی تلاش میں سرگرداں ہوں گے حالانکہ صحرائے اعظم میں اسی خاص مرکز تک پہنچنے کے لئے راستوں کی آسانی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا لیکن کوئی حرج نہیں ہے' ہمارے لئے یہی بہتر ہے کہ ہم اس پوائنٹ پر پہنچ جائیں جہاں

سے وہ لازمی طور پر ہمیں نظر آسکیں اور اس کے نقشے میرے پاس موجود ہیں۔ تمہیں یقینی طور پر ان علاقوں کے بارے میں بہت زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوں گی لیکن ہمیں واقعی بگ بورڈل مل جائے تو وہ ہماری رہنمائی کر سکتا ہے۔"

"سو فیصدی کر سکتا ہے لیکن ایک بات بتاؤ کیا ہم بگ بورڈل کو اپنے اصل مقصد کے بارے میں بتائیں گے؟"

"اب اس کا فیصلہ تو تم ہی کر سکتے ہو ڈیئر ویسے تمہاری بیری لاٹ سے اس سلسلے میں کیا بات چیت ہوئی تھی؟"

"بیری لاٹ کو تو میں نے حقیقت بتادی تھی۔"

"کیا بیری لاٹ نے بگ بورڈل کے لئے تمہیں کوئی پرچہ وغیرہ دیا ہے؟"

"ہاں۔"

"بند لفافہ ہے؟"

"نہیں، لفافہ تو ہے لیکن بند نہیں ہے۔"

"تو پھر لاؤ ذرا اس کا جائزہ لے لیں ویسے کیا تم نے وہ خط پڑھ لیا ہے؟"

"اتفاق کی بات ہے کہ نہیں۔"

"وہ خط مجھے دکھانے میں تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو، کیا اب بھی اعتراض کی کوئی گنجائش ہے۔" ولیم آرنلڈ نے خلوص سے کہا اور اس کے بعد اپنے لباس کے اندرونی حصے سے ایک بادامی رنگ کا لفافہ نکال کر مرزا نصیر بیگ کے سامنے کر دیا مرزا بیگ نے لفافے سے ایک چھوٹا سا پرچہ نکالا اور اسے با آواز بلند پڑھنے لگا۔

"مائی ڈیئر بگ بورڈل، مجھے یقین ہے کہ تم انسانیت کے اس مشن کو کامیابی سے اپنی منزل کی جانب پہنچا رہے ہو گے جس کا تم نے بیڑا اٹھایا تھا اور میں تمہارے ان الفاظ سے سو فیصدی نہیں بلکہ ہزار فیصدی متفق تھا کہ زندگی میں اگر انسان چند افراد کو راہ راست پر لانے میں کامیاب ہو جائے تو اس کی زندگی کا مقصد پورا ہو جاتا ہے مجھے یقین ہے کہ

دنیا کی جھلسا دینے والی دھوپ میں تم نے کچھ ایسے لوگوں کو ضرور سایہ بخش دیا ہو گا جس سے تمہارا ضمیر مطمئن ہو جائے۔ میں یہاں خیریت سے ہوں اور زندگی کا مشن پورا کر رہا ہوں۔ ولیم آرنلڈ میرا ایک سادہ لوح دوست ہے، کچھ ایسی مشکلات کا شکار جس سے اس کی زندگی تلخ ہے، اس کی کچھ آرزو اور خواہشات ہیں اور دولت کی طمع سرفہرست ہے لیکن یہ اس لئے اس میں حق بجانب ہے کہ کچھ لوگ دولت کے بل بوتے پر اسے ذلیل و خوار کرتے ہیں۔ اگر ایک ایسا شخص جو ذہنی طور پر احساس کمتری کا شکار ہے اگر مقصد براری کے لئے اپنی کاوشوں کے ساتھ کچھ حاصل کرلے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔ یہ افریقہ کے کسی علاقے میں داخل ہو کر قسمت آزمائی کرنا چاہتا ہے اور یہ کوئی بری بات بھی نہیں ہے اگر یہ اپنے مشن میں کامیاب ہوگیا تو اس کی پر آشوب زندگی بہتر ہو جائے گی، میں اس سلسلے میں اسے تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ جن کوششوں کی یہ ترتیب بتائے اگر ممکن ہوسکے تو ان کی جانب اس کی رہنمائی کردو۔ خزانوں کے حصول کے سلسلے میں رقابتیں بھی ہوتی ہیں اگر اس کے کچھ رقیب اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کریں تو تم انسانیت کے نام پر اس کی مدد کرو۔ بس اتنی سی خواہش ہے بشرطیکہ تم قبول کرلو۔ میں امید کرتا ہوں کہ تم میری اس درخواست پر پوری طرح غور کرو گے۔"

"تمہارا بچپن کا دوست بیری لاٹ۔"

"مرزا نصیر بیگ نے پورا خط پڑھنے کے بعد مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔"

"معاملہ بالکل صاف لگتا ہے اور یہ سب اچھے لوگوں کا کھیل ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں بگ بورڈل کے پاس پہنچ کر بڑی مدد ملے گی۔ میں اس پرچے کو پڑھ کر بہت مطمئن ہوا ہوں۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں بگ بورڈل کی جانب سفر کرنے میں کون سے راستے اختیار کرنے چاہئیں؟"

"یہاں تک میرے آنے کا مقصد ایسا ہی کچھ تو نہیں تھا یہ ایک اور پرچہ ہے جس پر بگ بورڈل تک پہنچنے کا نقشہ بنا ہوا ہے۔" ولیم آرنلڈ نے دوسرا پرچہ نکال کر مرزا نصیر

بیگ کے سامنے رکھ دیا اور مرزا نصیر بیگ اس پر بنی ہوئی لکیروں، تیروں کے نشان بھی
کی نشاندہی اور نام وغیرہ دیکھنے لگا پھر اس نے مطمئن انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا
"واقعی، یہ ایک شاندار طریقہ کار ہے اور میرا خیال ہے ہم بالکل مناسب جگہ
اترے ہیں، ہمیں یہاں سے سیدھا ہی سفر کرنا ہے۔ واہ یہ سب کچھ تو بہت آسان ہو
آؤ میں تمہیں مزید وہ نقشے دکھاؤں جن کے تحت ہمیں کام کرنا ہے، بگ بورڈل بے
ہمارے لئے صحیح راستوں کی رہنمائی کرے گا اور ہم نیل کنٹھ تک پہنچ جائیں گے۔ تم
نیل کنٹھ ایسے پہاڑوں کے درمیان آباد ہے جہاں گہری گہری دلدلیں پھیلی ہوئی ہیں
ان دلدلوں کے درمیان درخت بھی اگے ہوئے ہیں کچھ مخصوص راستے ہی اس طرف
جاتے ہیں اور یہ مخصوص راستے مجھے معلوم ہیں۔ ان دلدلی پہاڑوں کے عقب میں ایسے
بڑے بڑے غار موجود ہیں جن میں ہمیں اپنی رہائش گاہ بنانے میں کوئی دقت پیش نہیں
آئے گی، یہاں قیام کے بعد ہم ان لوگوں کا انتظار کریں گے اور جب وہ قبیلہ نیل کنٹھ میں
داخل ہو جائیں گے تو ہم خفیہ طور پر ان کی نگرانی کریں گے اور دیکھیں گے کہ قبیلہ نیل
کنٹھ میں ان کا استقبال کیسے ہوتا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے ولیم کہ بچی کو غائب کرنے کے جرم
میں انہیں موت کی سزا دی جائے......... لیکن میرے پاس ایسے بہترین ذرائع موجود ہیں
جن سے مجھے تمام حقیقتیں معلوم ہو سکیں گی۔ میں نے بھی وہاں بہت کام کیا ہے اور اپنے
مزاج کے مطابق کیا ہے۔ ایسی لاتعداد سرنگیں ہیں جن میں سے گزرنے کے بعد ہم چھپ
کر نیل کنٹھ کے اندرونی علاقوں کا جائزہ لے سکتے ہیں، اگر ہم نے یہ دیکھا کہ وہ لوگ اپنی
کوششوں میں کامیاب ہو گئے اور انہوں نے سائی تھول کو مطمئن کر کے ان سے مراعات
حاصل کر لیں تو ہم خاموشی سے انتظار کریں گے اور جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو
جائیں گے تو ہم راستے میں ان کا انتظار کریں گے ان میں سے کسی کتے کو زندہ نہیں چھوڑیں
ہر ایک کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد ان کے حاصل شدہ خزانے کو حاصل کرنا
ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر وہاں ان کے لئے خطرات درپیش ہوتے ہیں اور سائی
تھول انہیں معاف نہیں کرتا تو وہ تو زیر عتاب آجائیں گے پھر ہمیں وہاں ذرا زیادہ وقت

ر وہ خزانہ تلاش کرنا پڑے گا اور اس کے بعد ہماری کاوشیں ذرا مختلف ہو جائیں گی،
یں ہمیں خفیہ طور پر وہ خزانہ حاصل کرنا پڑے گا اور ہم اسے خاموشی سے ضرورت بھر
اصل کر کے یعنی اتنا جتنا ہم وہاں سے آسانی سے لا سکتے ہیں واپس چل پڑیں گے۔ یہ
ذوں منصوبے میرے ذہن میں ہیں اور ہمیں انہی پر عمل کرنا ہے۔"
"گویا وہاں پہنچنے کے بعد ہماری اصل کاوشوں کا آغاز ہوگا؟"
"یقیناً"......... خیر مجھے اطمینان ہے کہ تم بڑے سکون سے اپنے مقصد میں کامیابی
اصل کر لو گے۔"
مرزا نصیر بیگ مسکرانے لگا پھر بولا۔ "ہاں کوشش تو یہی کروں گا۔ باقی سب کچھ
ریر کے حوالے ہے کہاں تک ہماری تقدیر میں کامیابی لکھی ہوئی ہے۔"
"ٹھیک ہے۔"
"یہاں کافی وقت آرام کیا گیا تھا۔ پھر جب دوسری صبح کا آغاز ہوا تو ان لوگوں نے
گے بڑھنے کی مکمل تیاریاں کر لیں رفتار اس لئے زیادہ نہیں ہو سکتی تھی کہ ذریعہ سفر کچھ
یں تھا۔ لیکن آگے چل کر حالات کو قابو میں کیا جاسکتا تھا چنانچہ وہ لوگ اپنی جانب سے
ز رفتاری سے سفر کرنے لگے۔ ہر قسم کے خطرناک حالات کو مدنگاہ رکھا گیا تھا۔ رات کو
ت دور سے جنگلی درندوں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں لیکن یہ کوئی ایسی بات
یں تھی جس سے خوفزدہ ہوا جاتا۔ پورا دن سفر کرنے کے بعد وہ گھنے جنگلوں میں داخل
ہو گئے۔ اور چونکہ جنگلوں میں قیام نہیں کیا جاسکتا تھا اس لئے اس رات بھی سفر جاری رہا
ور جب سورج نکل آیا تو انہوں نے جنگلوں ہی کے درمیان آرام کرنے کا فیصلہ کر لیا
ونکہ چوبیس گھنٹے تک پیدل سفر کیا گیا تھا اب آرام کرنا ضروری تھا۔ گھنے درختوں کے نیچے
حرائے اعظم کی دھوپ بے اثر رہی، چونکہ دھوپ کے اثرات زمین تک نہیں پہنچ پا
رہے تھے۔ بہرحال سارا دن آرام کرنے کے بعد انہوں نے رات کی تاریکی میں سفر کا آغاز
کیا اب ذرا محتاط طریقہ کار اختیار کر لیا گیا تھا پھر جب صبح کا سورج نمودار ہوا تو جنگلوں کا
سلسلہ ختم ہو گیا اور انہوں نے اپنے آپ کو بھورے پہاڑوں والی سرزمین پر پایا۔ یہ لوگ

بلندیوں پر تھے اور نیچے سے ایک درہ گزرتا تھا.......... لیکن گھوڑوں کی ہنہناہٹ نے انہیں محتاط کر دیا کوئی ادھر سے گزر رہا تھا۔ بلندیوں پر لیٹ کر انہوں نے نیچے درے میں جھانکا تو ساٹھ ستر افراد کو گھوڑوں پر سوار پایا۔ گھوڑے برق رفتاری کے ساتھ درے میں دوڑ رہے تھے۔ ان ساٹھ ستر افراد میں سے لا تعداد لوگ مقامی تھے جنہوں نے اپنے جسموں پر کچھ نہیں پہنا ہوا تھا۔ لیکن زیریں حصوں پر چمڑے وغیرہ کی بنی ہوئی پتلونیں نظر آ رہی تھیں گویا وہ کسی قدر مہذب تھے لیکن ان کے مہذب ہونے کی وجہ بھی ایک ہی لمحے میں ہی سمجھ میں آجاتی تھی چونکہ سات آٹھ افراد امریکن کاؤ بوائز کے انداز کے لباس پہنے ہوئے تھے اور غالباً وہی ان کے رہنما بھی تھے۔ تمام کے تمام افراد مسلح تھے اور اپنے آقاؤں کی رہنمائی میں درے کا سفر کر رہے تھے۔

مرزا نصیر بیگ اور ولیم آرنلڈ حیرت اور دلچسپی کی نگاہوں سے انہیں دیکھتے رہے۔ وہ تمام سوار اس درے سے گزر کر کافی دور نکل گئے تھے۔ مرزا نصیر بیگ نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

"ہر چند کہ میں ان لوگوں کی صورتیں نہیں دیکھ سکا جو ان سیاہ فاموں کے ساتھ سفر کر رہے تھے لیکن ان کی سرکشی اور ان کی شخصیت سے میں نے یہ اندازہ لگا لیا ہے کہ بہر حال وہ خطرناک لوگ تھے اور یقیناً کسی سفید ملک سے تعلق رکھنے والے۔ لیکن ان کے ساتھ مقامی لوگوں کی بھی کافی تعداد تھی اور ان کے ہاتھوں میں دبی ہوئی رائفلیں بتا رہی تھیں کہ انہیں اسلحے کا استعمال سکھا دیا گیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے ڈیر ولیم آرنلڈ کہ یہ کون ہو سکتے ہیں؟"

"میں تو اس سلسلے میں جس قدر احمق ہوں، اس کا تمہیں پورا پورا اندازہ ہے نصیر بیگ چنانچہ میں اس پر کیا تبصرہ کر سکتا ہوں۔"

مرزا نصیر بیگ کی پیشانی پر تشویش کی لکیریں ابھر آئی تھیں پھر اس نے شانے جھٹکتے ہوئے کہا۔

"لیکن ہمیں اس سے بالکل پریشان یا خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ صحرائے اعظم میں

کون کون سے کھیل ہو رہے ہیں کون کون، کس کس انداز میں یہاں سرگرداں ہے کیا کہا جاتا ہے ہاتھی دانت کے سوداگر۔ کھالوں کی تجارت کرنے والے، درندوں کو سپلائی کرنے والے، خزانے کی تلاش میں مارے مارے پھرنے والے بے شمار افراد یہاں سرگرم عمل ہوتے ہیں۔ میں تو بس ان لوگوں کی تعداد پر غور کر رہا تھا۔ بہت بڑا گروہ بنا لیا ہے ان لوگوں نے چلو خیر تو اب کیا ہمیں اس درے کو عبور کرنا ہوگا؟"

"سو فیصدی۔ یہیں سے ہم گہرائیوں میں اتریں گے اور پھر سیدھے بلندیاں عبور کر کے آگے بڑھ جائیں گے۔"

"میں بس یہ چاہتا ہوں کہ یہاں کسی سے ٹکراؤ نہ ہو۔ ہم اپنی قوت کو اس وقت کے لئے محفوظ رکھیں جب ہمارا آمنا سامنا کنور مہتاب علی اور سرہدایت، اللہ سے ہو۔"

"میں ہر طرح سے تمہارا غلام ہوں۔" ولیم آرنلڈ نے کہا اور مرزا نصیر بیگ نے اس کے شانوں پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"غلام نہیں دوست.......... چلو آؤ اب وقت ضائع نہ کیا جائے تو بہتر ہے چنانچہ ان سب کے اشارے پر وہ لوگ درے کی ڈھلان عبور کرنے لگے۔

دونوں گاڑیاں سفید خیمے کے پاس پہنچ گئیں آس پاس کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ خیمے کا دروازہ غالباً اندر سے ڈوریوں سے باندھ دیا گیا تھا جو کوئی بھی تھا اس بڑے خیمے کے اندر تھا کنور مہتاب علی نے آس پاس نگاہیں دوڑائیں، خیمے کے عقب میں ایک لمبی گاڑی نظر آرہی تھی غالباً چھوٹے سائز کا ٹرک ہی تھا جس کے پچھلے حصے کو مکمل طور سے کور کرلیا گیا تھا اگر اسی بڑے ٹرک کے اندر کھڑکیاں وغیرہ نکال لی جاتیں تو چند افراد کے لئے یہ ایک بہترین رہائش گاہ ہو سکتی تھی بالکل کسی بڑے ٹرالر کی طرح، سرہدایت اللہ، لارک اینجلو اور مائیکل بائر وغیرہ بھی نیچے اتر آئے پھر کنور مہتاب علی نے زور سے آواز لگائی۔

"کوئی ہے، کیا اس خیمے کے اندر کوئی ہے؟"

دوسری آواز پر خیمے کے اندر کھڑبڑاہٹیں سنائی دیں اور اس کے بعد اس کا دروازہ اوپر کی جانب سمٹنے لگا پھر جو شخصیت خیمے کے دروازے پر نظر آئی اسے دیکھ کر کنور مہتاب علی بری طرح چونک پڑا تھا۔ بوڑھے جیمس پیرے کو اس نے ایک نظر میں پہچان لیا تھا۔ جیمس پیرے ساکت کھڑا اسے دیکھ رہا تھا پھر وہ آگے بڑھ آیا اور اس کے عقب میں دوسرا بوڑھا نکل آیا پھر باقی تمام بھی۔ آٹھوں بوڑھے ایک قطار میں کھڑے ہوگئے جیمس پیرے نے اب بھی منہ سے کوئی جواب نہیں دیا تھا ویسے سرہدایت اللہ وغیرہ نے بھی ان بوڑھوں کو پہچان لیا تھا چند لمحات خاموشی رہی پھر جیمس پیرے نے کہا۔

"آہا......... ہمارے شناسا، ہمارے وہ دوست جنھوں نے ہمیں بوڑھا اور ناکارہ سمجھ کر اپنی ہم نشینی کے قابل نہیں سمجھا تھا لیکن وہ وہاں کی بات تھی صحرائے اعظم کے اس علاقے میں ہم ان شناساؤں کو خوش آمدید کہتے ہیں جنھوں نے ہماری کوئی مدد نہیں کی۔"

"مسٹر جیمس پیرے آپ یہاں تک پہنچ گئے ہیں؟" کنور مہتاب علی نے سوچے سمجھے بغیر کہا اور جیمس پیرے نے مسکراتی نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا پھر بولا۔

"ہمارے دوست کا خیال تھا کہ ہم مرکھپ جائیں گے، بھلا ہم جیسے ناتواں لوگ یہاں تک کیسے پہنچ سکتے ہیں، خیر اپنا اپنا خیال ہوتا ہے کہئے آپ لوگ تو خیریت سے ہیں، غالباً ادھر سے گزر رہے ہوں گے ہم نظر آگئے ہم لوگ بھی خیریت سے ہیں اور اپنے مقصد کی تکمیل کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں آپ کے ساتھ اور بھی تو کچھ لوگ ہیں اگر مناسب سمجھیں تو ہمارے ساتھ قہوے کی ایک ایک پیالی پی لیں۔"

"شکریہ......... مسٹر جیمس پیرے میں اس دعوت سے انکار نہیں کروں گا۔" کنور مہتاب علی نے کہا اور جیمس پیرے اپنے ایک ساتھی سے بولا۔

"اتنا عمدہ قہوہ پلاؤ ہمارے دوستوں کو کہ کم از کم اسی کے حوالے سے یہ ہمیں زندگی بھر یاد رکھیں۔" جیمس پیرے کا وہ ساتھی ٹرک کی جانب بڑھ گیا تھا۔ ریٹا ہاروے سردار خان اور شمسہ بھی نیچے اتر آئے اچانک ہی کنور مہتاب علی نے کہا۔

"مسٹر جیمس پیرے ہمارے ساتھ ایک بیمار شخص بھی ہے زردہ مکھیوں نے اسے زرد بخار کا مریض بنادیا ہے۔" جیمس پیرے آہستہ سے ہنسا اور بولا۔

"کوئی اہم بات نہیں ہے۔ میرے دیئے ہوئے دوا کے ایک ڈوز سے وہ ٹھیک ہو جائے گا اور دوسرا ڈوز جو ڈھائی گھنٹے کے بعد دیا جائے گا اسے اپنے پیروں پر کھڑا کردے گا کہاں ہے وہ؟ مگر ٹھہرو میں اس کے لئے دوائیں لے لوں۔" جیمس پیرے آہستہ آہستہ چلتا ہوا اسی ٹرک کی جانب بڑھ گیا جہاں اس کا ساتھی گیا تھا باقی بوڑھے بھی منتشر ہوگئے تھے، ریٹا ہاروے نے مائیکل بائر کے کان میں کہا۔

"مجھے یہ اچھے لوگ نہیں لگتے۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم یہاں کسی مشکل کا شکار ہو جائیں۔"

"اس مہم جوئی کے دوران ہمارے لئے مشکلات کے علاوہ اور ہے بھی کیا۔" کنور مہتاب علی خاموش کھڑا ہوا تھا سرہدایت اللہ نے کہا۔

"تم نے بتایا تھا کہ یہ لوگ جڑی بوٹیوں پر ریسرچ کر رہے ہیں اور جیمس پیرے یونانی ادویات کا ماہر ہے۔"

"اس نے مجھے یہی بتایا تھا۔"

"وہ زرد بخار کی کوئی اہمیت نہیں سمجھتا اور اس نے صرف دو خوراکوں میں زرد بخار کے خاتمے کا دعویٰ کیا ہے ویسے کنور مہتاب علی نجانے کیوں مجھے یہ لوگ اس وقت بھی مشکوک محسوس ہوئے تھے اور اب بھی ایسے ہی لگ رہے ہیں۔"

"ہمیں مستعد رہنے کے علاوہ اور کیا کرنا ہے، دیکھیں جیمس پیرے کیا کرتا ہے۔"

"جو دوا وہ اس نوجوان کو دے گا کہیں وہ زہر قاتل ہی نہ ہو۔"

"ایک بیمار آدمی کو قتل کر کے اسے کیا حاصل ہوگا۔"

"خدا جانے۔" سرہدایت اللہ نے کہا۔ جیمس پیرے ہاتھ میں ایک باکس لئے واپس آگیا اور بولا۔

"ہاں، مجھے بیمار کے پاس لے چلو۔" کنور مہتاب علی نے اسے لینڈ روور میں آنے کا اشارہ کیا اور جیمس پیرے لینڈ روور میں داخل ہوگیا۔ فیروز اسی عالم میں بے سدھ پڑا ہوا تھا جیمس پیرے اس کے نزدیک پہنچ گیا کنور مہتاب علی کو فیروز کی کیفیت دیکھ کر سخت دکھ ہو رہا تھا۔ جیمس پیرے نے فیروز کی آنکھوں کے پپوٹے پھیر کر دیکھے اور پھر اپنا باکس کھولنے لگا۔ باکس میں سے اس نے چند شیشیاں نکالیں جن میں رقیق سیال بھرا ہوا تھا۔ اس نے ایک خالی شیشی میں ان شیشیوں سے چند قطرے ٹپکائے اور پھر ایک ڈراپر نکال لیا جس شیشی میں اس نے دواؤں کا یہ مکسچر تیار کیا تھا ڈراپر اس میں ڈال کر اس نے پوری دوا ڈراپر میں کھینچ لی اور پھر کنور مہتاب علی سے بولا۔

"ممکن ہے اس کے دانت بھینچے ہوئے ہوں بلکہ اسی کے امکانات ہیں تمہیں اس کا منہ کھولنا ہوگا۔ دانتوں کے نیچے چند لمحات کے لئے ربر کا یہ ٹکڑا ٹکا دینا براہ کرم کوشش کرو......." اور کنور مہتاب علی نے اس کی ہدایت پر عمل کیا درحقیقت فیروز کے دانت مضبوطی سے ایک دوسرے پر بھینچے ہوئے تھے کنور مہتاب علی کو اس کے دانت کھولنے میں کافی مشکل پیش آئی لیکن تھوڑی سی درز پیدا کر کے وہ اس میں ربر کا ٹکڑا پھنسانے میں کامیاب ہوگیا۔ فیروز کے جسم میں ہلکی کسمساہٹ پیدا ہوئی تھی۔ جیمس پیرے نے ڈراپر سے وہ دوا فیروز کے حلق میں انڈیل دی اور پھر ربر کا ٹکڑا نکال لیا گیا جیمس پیرے نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔

"دو گھنٹے اگر تم اس کے پاس نہ بھی آؤ تو کوئی حرج نہیں ہے اسے اس طرح پڑا رہنے دو۔"

"کیا اس کی زندگی کو خطرہ لاحق ہے مسٹر جیمس پیرے؟"

"لاحق تھا۔ تم نے دیکھا نہیں اس کا خون کتنی برق رفتاری سے پانی میں تبدیل ہو رہا ہے لیکن اب کچھ نہیں ہوگا مطمئن رہو، ہاں اگر چھ گھنٹے مزید گزر جاتے تو پھر اس کے بدن میں خون کی جگہ پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ یلوڈوکس بڑی اعلیٰ صفات کی حامل ہوتی ہیں آؤ باہر آجاؤ میرا ساتھی قہوہ تیار کر چکا ہوگا۔" کنور مہتاب علی جب جیمس پیرے کے ساتھ لینڈ روور سے باہر آیا تو خیمے کے سامنے خوبصورت فولڈنگ اسٹول بچھا دیئے گئے تھے اور تمام افراد ان اسٹولوں پر بیٹھے ہوئے تھے جیمس پیرے کا ساتھی ایلمونیم سے بنی ہوئی ایک کیتلی لئے ہوئے موجود تھا اور تمام لوگوں میں مگ تقسیم کر رہا تھا، کنور مہتاب علی اور جیمس پیرے کے بیٹھنے کے لئے بھی اسٹول موجود تھے چنانچہ وہ بھی بیٹھ گئے مگوں میں گاڑھا اور بھورا سیال انڈیل دیا گیا جس سے بھاپ اٹھ رہی تھی جیمس پیرے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو دوستوں اب یہ زہر پی جاؤ میں اس زہر کے ذریعے تم لوگوں کو قتل کر کے تمہاری ان املاک پر قبضہ پانا چاہتا ہوں جو دو عدد لینڈ روور اور نجانے کون سے سامان

پر مشتمل ہے۔ میرا خیال ہے مجھے کافی منافع حاصل ہوگا چلو شروع کرو۔ ارے ہاں مسٹر ٹام کیا تم نے اپنے لئے الگ سے قہوہ تیار کیا ہے میرا مطلب ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ قہوے کی پیالیاں بدل گئی ہوں اور ہم انہیں ہلاک کرنے کی کوشش میں خود ہی موت کی آغوش میں سو جائیں۔" جواب میں وہ شخص جسے مسٹر ٹام کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا ہنسنے لگا اور بولا۔

"کیا ہم نے اس سے پہلے کبھی مہمانوں کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے مسٹر جیمس پیرے؟"

"انسان کی نیت بدلنے میں بھلا کتنا وقت لگتا ہے۔" جیمس پیرے نے اپنے مگ سے ایک گھونٹ بھرتے ہوئے کہا اور پھر سب سے پہلے سرہدایت اللہ نے مگ سے قہوے کا گھونٹ لیا اسے ایک عجیب و غریب چیز کہا جاسکتا تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا ذائقہ انتہائی لذیذ تھا اور ایک بڑی دل کش بو اس سے اٹھ رہی تھی سرہدایت اللہ اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا پھر سب ہی نے یہ سلسلہ شروع کر دیا مائیکل بائر بے اختیار داد دینے پر مجبور ہوگیا اس نے کہا۔

"مسٹر جیمس پیرے یہ آب حیات کہاں سے دریافت کیا آپ نے؟" جیمس پیرے کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی اس نے کہا۔

"یہ سوال کرکے میرے زخموں پر نمک پاشی نہ کرو مائی ڈیئر۔"

"میں نے ان صاحب سے یہ درخواست کی تھی کہ میں نہ تو کوئی جرائم پیشہ انسان ہوں نہ ہی کسی خزانے کی تلاش میں سرگرداں۔ ہاں اگر تم لوگ اپنے نقطہ نظر سے ہٹ کر خزانے کا تعین کرسکو تو پھر میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ جس خزانے کو میں تلاش کرنا چاہتا ہوں وہ تمہارے ان چمک دار سفید اور سنہری ٹکڑوں سے کہیں زیادہ قیمتی ہے انسانیت کے لئے بقاء کی تلاش میں ہم بوڑھے لوگ صرف اس لئے تم لوگوں کا ساتھ چاہتے تھے کہ ہمارے قوی کمزور ہیں طاقت ور ساتھیوں کا ساتھ مل جائے تو ہمارا سفر آسان ہو جائے گا ہم تمہارے کسی مسئلے میں مداخلت نہیں کریں گے لیکن تم نے ہمیں

ٹھکرا دیا۔ بہرحال اس قہوے کی بات کرتے ہو نا تو سنو اس کا ایک ایک گھونٹ زندگی بخش ہے اگر ان جنگلوں میں تم اس کا استعمال جاری رکھو تو چار چار دن سفر کے باوجود اس کی ایک پیالی پینے کے بعد جو توانائی اپنے جسموں میں محسوس کرو گے اس کا بدل نہیں تلاش کرسکتے تم لوگ۔ میں اسے آب حیات کہنے میں حق بجانب ہوں اگر تنگ دل نہیں ہو تو ایک پیالی قہوہ پینے کے بعد مجھے اپنے تاثرات سے آگاہ کر دینا۔ یہ قہوہ میری دریافت ہے چند جڑی بوٹیوں کا مرکب اور ایسی لاتعداد چیزیں میرے پاس موجود ہیں۔" وہ لوگ جیمس پیرے کے الفاظ سے متاثر نظر آنے لگے تھے اس کی بات کا کسی نے کوئی جواب نہیں دیا جیمس پیرے نے کہا۔

"تم لوگ خاصی مشکلات سے گزر کر یہاں تک پہنچے ہوگے اپنے بارے میں ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ اب تک اپنے تجربات کی بنا پر خود کو محفوظ رکھنا موثر کرپائے ہیں ورنہ حادثات کا شکار ہوگئے تھے بہرحال ہم زیادہ دور تک سفر نہیں کریں گے کیونکہ ہمارے جسموں میں اتنی زندگی نہیں ہے ہم اپنے تجربات کر رہے ہیں اور اگر ہمیں تھوڑی بہت کامیابی بھی حاصل ہوگئی تو ہم واپس چلے جائیں گے ہمارے لائق اور کوئی خدمت ہو تو بتاؤ حالانکہ......... ہم تمہاری معیت چاہتے تھے لیکن خیر........."

جیمس پیرے کے الفاظ پر ان میں ہے ہر شخص کے دل میں شرمندگی کے آثار ابھر آئے لیکن ان میں سے کوئی کسی طرح کی پیشکش نہیں کر سکتا تھا جب تک دوسرے سے مشورہ نہ کرلے۔

دیر تک خاموشی طاری رہی پھر کنور مہتاب علی نے آہستہ سے کہا۔ "میں خلوص دل سے آپ کے موقف کو تسلیم کرتا ہوں مسٹر پیرے لیکن بس کچھ ایسے ہی حالات تھے جن کی بناء پر میں آپ سے تعاون نہیں کر سکا۔"

"یقین کرو، میں تمہیں شرمندہ نہیں کرنا چاہتا اور اب میں اس موضوع پر ایک لفظ بھی نہیں کہوں گا۔"

"آپ میں سے کسی کو مزید قہوہ درکار ہو تو بے تکلفی سے طلب کرلے۔ میں نے

کافی تعداد میں بنایا ہے۔" پیرے کے ساتھی ٹام نے کہا۔

"یہ نایاب چیز تو ایسی ہے مسٹر ٹام کہ اس کے بارے انکار ہی نہیں کیا جا سکتا۔" لارک اینجلو نے کہا اور جلدی سے اپنا مگ پورا حلق میں انڈیل لیا۔ اس کی حرکت سب ہی مسکرا پڑے تھے۔ ٹام نے کیتلی سے مزید قہوہ انڈیل دیا۔ سب ہی نے اپنے مگ بڑھائے تھے اور مزید قہوہ لیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد جیمس پیرے نے کہا۔

"تم لوگ اب یقیناً یہاں سے آگے بڑھ جانا چاہتے ہو گے لیکن میرے رائے ہے کہ کچھ گھنٹے ہمارے ساتھ قیام کرو تا کہ زرد بخار کے مریض کو دوسرا ڈوز دیا جا سکے۔"

"اوہ مسٹر پیرے ہم اس کے لئے جتنا وقت درکار ہو رک سکتے ہیں۔ آخر ایک زندگی کا سوال ہے۔" کنور مہتاب علی نے جلدی سے کہا تا کہ کوئی اس سے پہلے نہ بول سکے۔

"گڈ.......... یہ مناسب ہے۔" جیمس پیرے نے کہا۔ کوئی کچھ نہ بولا تب جیمز پیرے نے کہا۔ "آپ لوگ آرام سے بیٹھیں گھومیں پھیریں یا یہیں بیٹھنا چاہیں شوق سے بیٹھیں۔ ہمیں اعتراض نہیں۔"

"شکریہ.......... مسٹر پیرے۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔

"تم اگر چاہو تو بچی کو لے کر دوسری گاڑی میں چلی جاؤ یا آس پاس آرام کرو۔" مسٹر جیمس پیرے نے کہا۔ "یہ جگہ خطرناک ہے۔"

"یہ افریقہ ہے۔" پیرے بولا۔

"میرا مطلب ہے آس پاس درندے ہیں۔"

"بے شک ہیں۔" پیرے نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے.......... شمسہ تم گاڑی میں ہی چلی جاؤ۔" شمسہ اور سردار خاں اٹھ گئے تھے۔

"ہم نے آپ کو ڈسٹرب کیا ہے مسٹر پیرے۔" ہدایت اللہ نے کہا۔

"یہ.......... مہذب دنیا سے بہت دور کی جگہ ہے، میرے خیال میں اس دنیا کی باتیں

رہنے دو۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"تصنع، تکلف، بے مقصد باتیں۔ تم لوگ کسی پروگرام سے یہاں نہیں آئے تھے ...ے خیال میں خیمہ دیکھ کر چلے آئے ہو گے۔ یہاں اتفاق سے ہم مل گئے ہیں بس اس ڈسٹرب ہونے یا نہ ہونے کی گنجائش کہاں نکلتی ہے تمہارے آنے سے ہمیں خوشی ...ی تھوڑا بہت تمہاری زبان سے مزید خوشی ہوئی اور بس.........."

"آپ اچھے انسان ہیں۔"

"شاید۔"

"اگر آپ ہماری فضول باتوں سے پریشان نہ ہو رہے ہوں تو اور باتیں کریں؟"

"کہو، کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"آپ کا یہ دورہ کتنا طویل ہے۔"

"ستر دن طویل۔" جیمس پیرے نے عجیب سا جواب دیا۔

"ستر دن۔" مائیکل بائر بولا۔

"ہاں اکہترویں دن ہم جہاں بھی ہوئے وہاں سے واپسی کا سفر شروع کر دیں گے۔"

"وہ اس کی کوئی خاص وجہ؟"

"یہ واقعی فضول سوال ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تم کوئی اہم بات نہیں کر سکتے۔ اسی لئے ہمیں کام کرنے کی اجازت دو۔" جیمس پیرے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ مائیکل بائر جھینپ سا گیا تھا۔ جیمس پیرے رک کر بولا۔ "اصل میں اس وقت بھی ہم کچھ کر رہے تھے۔"

"سوری مسٹر پیرے۔" کنور مہتاب علی بولا۔

تمام بوڑھے خیمے میں چلے گئے۔ خیمے کے دروازے کی ڈوریاں اندر سے باندھ لی گئی تھیں۔

"گڈ.......... اب اٹھو۔" لارک اینجلو ہنس کر بولا اور سب اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔

"اصولی طور پر ہمیں اب یہاں سے رفو چکر ہو جانا چاہیے۔ یہ بوڑھے مجھے بہت پراسرار لگ رہے ہیں۔" ریٹا ہاروے نے کہا۔

"ویسے بھی اب یہاں رکنے کا کیا جواز ہے۔"

"جواز ہے۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔ اور سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"میں سمجھی نہیں مسٹر مہتاب علی۔" ریٹا ہاروے بولی۔

"آپ زرد بخار کے اس مریض کو شاید بھول گئیں میڈم جسے وہ دو گھنٹے کے بعد دوسرا ڈوز دے گا۔"

"کیا آپ سنجیدہ ہیں کنور؟"

"کیا مطلب؟"

"آپ کو یقین ہے کہ وہ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے۔"

"میرے خیال میں تو یہ ایک فضول کوشش ہے۔"

"میں اسے فضول نہیں سمجھتا۔"

"جو سب کی رائے۔" ریٹا ہاروے نے کہا۔

"کنور تم بہت سنجیدہ ہو گئے ہو۔ کیا تم ان بوڑھوں سے متاثر ہو گئے ہو۔" لارک اینجلو نے کہا۔

"ہاں، میں کوشش کرنا چاہتا ہوں۔"

"ارے.......... کیا حرج ہے لیکن فرض کرو کہ اگر وہ اسے صحت یاب کرنے میں کامیاب ہو جائے تو کیا اس کے بعد ہم اظہار ممنونیت کے طور پر انھیں اپنا ہم سفر بنالیں گے۔"

"یہ فیصلہ میں نہیں کر سکتا۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔

"ایسا نہ بھی کیا تو یہ خود غرضی ہوگی۔" ریٹا بولی۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہم خواہ مخواہ اپنے لئے ایک مشکل نہیں خریدنا

"میں نے کہا نا کہ مجھے صرف اس شخص کی صحت یابی سے دلچسپی ہے۔"

"وہ صحت یاب ہو گیا تو کیا ہم اسے اپنا ساتھی بنائیں گے۔" ریٹا ہاروے نے سوال

"میڈم.......... وہ جس قدر کمزور ہو گیا ہے اس کے تحت وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ ے کسی قیمت پر تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ میرے لئے کائنات کے تمام خزانے ایک شخص زندگی سے زیادہ قیمتی نہیں ہیں۔"

"یہ ایک جذباتی فیصلہ ہے اور مہم جوئی کے اصولوں کے خلاف ہے۔"

"آپ سب لوگ اگر مجھے خود سے علیحدہ کرنا پسند کریں گے تو مجھے اعتراض نہیں ۔" کنور مہتاب علی نے سرد لہجے میں کہا۔

"ارے، ارے یہ کیا ہے بھئی۔" لارک اینجلو نے درمیان میں مداخلت کرتے ئے کہا۔

"آپ ایک انسان کی زندگی کے لئے سنجیدہ نہیں ہیں۔ مجھے تعجب ہے۔"

"نہیں کنور، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ہم انتظار کریں گے آؤ.......... چہل قدمی کریں۔" ہدایت اللہ نے کہا۔ اور سب ہو گئے۔ کنور مہتاب علی دوسری لینڈ روور کی طرف چل پڑا جس میں فیروز موجود تھا۔ پہنچا تو فیروز کو ہوش میں دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ پھر وہ پر مسرت انداز میں اس کے پہنچ گیا۔

"کیسی طبیعت ہے فیروز۔"

"اب شاید ٹھیک ہوں لیکن سر.......... آپ.......... میں آپ کو کہاں ملا؟"

"سب کچھ بتادوں گا یہ بتاؤ اب خود کو کیسا محسوس کر رہے ہو۔"

"یقین کریں بہت بہتر حالت میں ہوں ورنہ.......... ایک عجیب سی بحرانی کیفیت کا تھا۔"

"تھینکس گاڈ........ اس کا مطلب ہے کہ جیمس پیرے گریٹ ہے۔" کنور نے مسرت لہجے میں کہا۔ فیروز اس کے الفاظ کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا۔ اس نے کہا۔

"خورشید کا کیا حال ہے؟"

"خورشید........" کنور مہتاب علی نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"وہی بچا تھا بس' باقی تو........"

"اوہ........وہ جو تمہارے ساتھ تھا لیکن جب ہم نے تمہیں دیکھا تو وہ مرچکا تھا۔"

"افسوس........تو کیا وہ آپ لوگ ہی تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس نے میری زندگی بچائی اور خود زندگی نہ پاسکا۔"

"تمہارے ساتھ کیا ہوا؟"

"وہی جو آپ کے ساتھ ہوا۔ آپ تجربے کار تھے اپنی زندگیاں بچانے میں کامیاب ہوگئے ہم نا تجربے کاری کا شکار ہوگئے۔ سیاہ آندھی اپنے ساتھ درختوں کے تنے' پتھر یہاں تک کہ درندے تک اڑا لائی تھی ہم نے بھی آپ کی تقلید کی لیکن خود کو لپیٹ نہ بچاسکے۔ میرے ساتھی کچل کر ہلاک ہوگئے۔ آپ یقین کریں ہماری گاڑی پچک گئی اور قدرت نے مجھے اس پچکی ہوئی گاڑی میں محفوظ رکھا۔ صرف خورشید تھا جو میرے ساتھ باہر نکلا تھا۔ ہم نہ جانے کس طرح آگے بڑھے اور پھر زرد مکھیوں کا شکار ہوگئے۔ وہ بری طرح زخمی تھا پھر بھی اس نے میرا ساتھ دیا اور اس کے بعد ہم نڈھال ہوگئے۔ ہمیں موت قریب نظر آرہی تھی۔ ہاتھ پاؤں ہلانے کے قابل نہ رہے تھے۔ اس نے آپ لوگوں کو دیکھ لیا اور نہ جانے کس طرح آگ روشن کرکے آپ لوگوں کو متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن آپ ہماری طرف نہ آئے اور........وہ مرگیا۔"

"سوری فیروز........" کنور مہتاب علی نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں سر۔ موت کا تعین تو پہلے ہی کرلیا گیا تھا۔ بچ جائیں تو منافع کی بات ہے۔"

"سنو فیروز۔ دوسرے لوگ تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ ان کے سامنے مجھ سے شناسائی کا اظہار نہ کرنا۔ تم انھیں کوئی بھی کہانی سنا سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے سر۔ لیکن کیا میرے بچ جانے کے امکانات ہیں؟" فیروز نے کہا اور کنور مہتاب علی مسکرا دیا۔

"میرا خیال ہے تم بچ گئے ہو........قدرت اسی طرح اسباب پیدا کرتی ہے۔" کنور نے جیمس پیرے کے بارے میں بتایا۔

"اوہ........وہ پراسرار بوڑھے........ میں نے ہی ان کی نشاندہی کی تھی وہ یہاں آگئے۔"

"نہ صرف آگئے بلکہ تمہارے لئے مسیحا ثابت ہوئے۔"

"اس کے باوجود سر........میں ان کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔"

"کیا بات ہے؟" مہتاب علی نے پوچھا۔

"میری زندگی' برے لوگوں کے ساتھ گزری ہے سر........بہت برے برے لوگوں کو دیکھا ہے میں نے........نہ جانے کیوں........وہ مجھے خطرناک لگتے ہیں........وہ خطرناک ہیں۔"

"مانتا ہوں لیکن ہمارے لئے بہتر ثابت ہوئے ہیں۔"

"اس خیال کو دل سے نکال دیں سر۔"

"کیوں؟"

"وہ ہر طرح ہمارا ساتھ چاہتے ہیں۔ آخر وہ وہاں ہماری نگرانی کیوں کر رہے تھے۔ انھوں نے ہم سے مل بیٹھنے کی کوشش کیوں کی تھی؟"

"ان کا کہنا ہے کہ وہ صرف ہماری معیت چاہتے تھے۔"

"خبردار........لیکن براہ کرم ان کی طرف سے ہوشیار رہیں۔" فیروز نے کہا۔ اسی وقت باہر سے قدموں کی آہٹ سنائی دی اور کنور نے فیروز کو آنکھ سے اشارہ کیا اور فیروز نے آنکھیں بند کرلیں۔ آنے والا ہدایت اللہ تھا۔ جو لینڈ روور کا دروازہ کھول کر اندر آگیا۔

"کیا حال ہے اس کا کنور؟"

"بہتر کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ دیکھو بخار بھی اب نہ ہونے کے برابر ہے۔"
علی نے کہا اور ہدایت اللہ نے فیروز کا ہاتھ پکڑ کر دیکھا۔

"اور واقعی، جبکہ پہلے یہ بخار میں پھنک رہا تھا۔"

"مجھے یقین ہے اس کی حالت بہتر ہو جائے گی ویسے ریٹا ہاروے نے اس
.........."

"اوہ نہیں کنور.........بہر حال وہ عورت ہے اسے ناقص العقل بلاوجہ ہی تو نہیں کہا جاتا۔ اب جانتے ہو کیا صورت حال ہے؟"

"کیا ہے؟"

"شرمندہ ہے اور تم سے معافی مانگنے کے لئے بے چین ہے۔"

"یہ ہمارا ہم وطن ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم مہم جو ہیں دولت کے دیوانے نہیں ہیں۔ مشکل حالات میں اپنے دشمنوں کے سینے، گولیوں سے چھلنی کرنے میں مجھے کوئی عار نہیں لیکن.........ایک مشکل میں پھنسے ہوئے انسان کے ساتھ خود غرضی میرے لئے کسی طور ممکن نہیں ہے۔" مہتاب علی نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔ میرے خیال میں اگر وہ تم سے سوری کہے تو بات کو نظر انداز کر دینا۔"

"ٹھیک ہے، میں بھی کوئی ایسی ویسی بات نہیں کرنا چاہتا لیکن اسے ساتھ رکھنا ضروری ہے۔"

"اس کی بھی تو سنو.........کیا کہتا ہے۔"

"بے چارہ جانبر تو ہو.........."

"اچھا، ہاں ایک بات بتاؤ.........."

"کیا؟"

"ان لوگوں کے بارے میں کیا کرنا ہے؟"

"جیمس پیرے کے بارے میں کہہ رہے ہو۔"

"ہاں۔"

"میں بھلا اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں، حقیقت یہ ہے کہ ان کا مشن متاثر کن ہے لیکن ہم اپنے مقصد میں کسی کو شامل نہیں کر سکتے۔ میری بھی یہی رائے ہے کہ ان کا شکریہ ادا کیا جائے اور اپنے موقف پر قائم رہا جائے۔"

"حالانکہ لارک اینجلو کچھ اور کہتا ہے۔"

"وہ کیا کہتا ہے؟"

"اس کا کہنا ہے کہ یہ بے ضرر ریوڑ ہے زیادہ دور تک نہ جائیں گے۔ انھیں ساتھ لینے میں یہ فائدہ ہے کہ ہم جنگلات کی آفات سے محفوظ رہیں گے۔"

"وہ ستر دن کا سفر کریں گے کیا ہمیں اس سے زیادہ وقت لگ جائے گا؟"

"ایں.........." ہدایت اللہ حیرت سے بولا۔

"کیوں.........آپ نے نہیں سوچا تھا۔"

"میں نے کیا کسی نے نہیں سوچا تھا۔ ستر دن.........یعنی دو ماہ اور دس دن، یہ تو بہت ہوتے ہیں۔"

"ہمارے سفر سے کہیں زیادہ۔"

"بالکل۔"

"اس شکل میں ہم انھیں نیل کنٹھ تک تو نہیں لے جا سکتے"

"بالکل۔"

"کمال ہے واقعی۔ اتنی موٹی سی بات ذہن میں نہیں آئی تھی۔ آؤ یہاں رکنا ضروری تو نہیں ہے۔"

"کیا مجھے بلایا گیا ہے۔"

"ہاں یہی سمجھ لو۔"

"ٹھیک ہے، چلو.........." کنور مہتاب علی نے کہا۔ اور ہدایت اللہ کے ساتھ لینڈ روور سے نیچے اتر آیا تمام لوگ اسٹولوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور یہ اسٹول خیمے کے پاس

لے گئے تھے۔ بوڑھوں کا خیمہ اسی طرح اندر سے بند پڑا تھا۔ ہدایت اللہ، کنور مہتاب
کے ساتھ دوسرے لوگوں کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے کہا۔

"آپ لوگوں کا خیال تھا کہ کنور کے دل میں بال آگیا ہے۔ میں نے تصدیق
ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے کنور کا موقف ہے کہ ایک بے بس انسان کی انسان
حیثیت سے مدد کی جائے۔ ہم لوگ مہم جو ہیں درندے نہیں ہیں۔"

"سوری کنور.........واقعی میں نے غلط بات کہی تھی۔" ریٹا ہاورے نے مسکرا
معذرت آمیز لہجے میں کہا۔

ٹھیک دو گھنٹے کے بعد پھر خیمے کا دروازہ کھلا اور جیمس پیرے دوا لے کر باہر نکل آ
اب فیروز کو ہوش میں آنے میں کوئی قباحت نہیں تھی اس لئے اس بار اس نے دوا خو
پی.........جیمس پیرے بہت خوش نظر آرہا تھا۔ اس نے کہا۔

"اسے تیسرے ڈوز کی ضرورت نہیں ہے۔"

"آپ عظیم ہیں مسٹر پیرے۔" مائیکل بائر بولا۔

"لیکن بہتر ہے آپ اسے آرام کے لئے ایک رات دے دیں۔ آج سفر شروع کرنا
موزوں نہ ہوگا۔" سب جیمس پیرے کی ہدایت پر آمادہ ہوگئے تھے۔

رات کے کھانے کے بعد محفل جم گئی۔ بوڑھے بہت خوش مزاج اور لطیفہ گو تھے۔
جیمس پیرے نے ان کی طرف سے کوئی پیشکش نہ پاکر خود ہی اپنا موضوع چھیڑ دیا۔

"ہمارے بارے میں آپ لوگ اپنے موقف میں کوئی لچک پاتے ہیں؟"

"انتہائی شرمندگی کے ساتھ اس سلسلہ میں ہماری معذرت قبول کریں مسٹر پیرے۔
ہم جس مہم کے لئے کام کر رہے ہیں اس میں اتنے غیر یقینی حالات ہیں کہ ہم........"

"بس بس سمجھ گیا لیکن.........یقین کرو ہم کسی بھی طور تمہارے لئے ضرر رساں
نہ ہوتے۔"

"یہ بات ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"پھر کیوں انکار کر رہے ہو۔"

"ہماری کچھ مجبوریاں ہیں۔"

"ہاں، ہر انسان کی مجبوریاں ہوتی ہیں۔ سچ ہر شخص کو مجبور کرتا ہے لیکن کوئی بات
نہیں۔ مجبوری تو مجبوری ہوتی ہے۔"

کچھ دیر کے لئے خاموشی طاری ہوگئی اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ جیمس پیرے کو
انکار کرتے ہوئے انہیں ایک عجیب سی خجالت اٹھانی پڑ رہی تھی لیکن یہ بھی ایک حقیقت
تھی کہ اس سلسلے میں کچھ کہا نہیں جاسکتا تھا اول تو ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ انہیں
سنبھالنا الجھن کی بات ہی ہوتی۔ دوئم یہ کہ ان کے لئے حالات بالکل ہی غیر تسلی بخش
ہوتے اور کہیں بھی کسی مشکل کا سامنا کرنا پڑ سکتا تھا وہ بوڑھوں کو سنبھالنے کی بجائے خود
ہی مشکلات کا شکار ہو جاتے۔

جیمس پیرے کے انداز میں ایک افسردگی کی سی کیفیت تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"خیر اب تم لوگ اگر چاہو تو ہم سے علیحدگی اختیار کر سکتے ہو۔ اصل میں ہمارے
اپنے مشاغل ہیں یہاں اس جگہ ہم لوگ تھوڑا سا قیام کرنے پر مجبور ہیں اس کی وجہ یہ
ہے کہ یہاں سے ہمیں کچھ اہم بوٹیاں دریافت ہوئی ہیں جن پر ہم بند خیمے میں ریسرچ کر
رہے تھے اور یہ ریسرچ ہمارے لئے بڑی منفعت بخش تھی۔ ویسے تمہیں ایک بات اور
بتاؤں کیمیاگری کے بارے میں تم لوگوں میں سے کون کون کیا جانتا ہے۔ اصل میں انسان کا
اپنا نظریہ حیات ہے، کچھ لوگ دولت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیتے ہیں اور اس کے
حصول کے لئے اپنی زندگی کی پرواہ نہیں کرتے اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کی نگاہوں میں
دولت کا تصور ہی دوسرا ہوتا ہے۔ کیمیاگری کے نسخے سنا ہے کہ بڑے بڑے سادھو
سنیاسیوں نے دریافت کرنے کی کوشش کی، کچھ لوگ پارس پتھر کی تلاش میں سرگرداں
رہتے ہیں حالانکہ پارس کچھ نہیں ہوتا۔ سونا جسے تم سونا کہتے ہو۔ اگر اس کے بارے میں
تمہیں مکمل فارمولا معلوم ہو تو کسی بھی دھات کو سونے کی شکل میں ڈھال لینا مشکل کام
نہیں ہوتا بس اجزاء کی بات ہے۔ ہم لوگوں نے بہت عرصے پہلے کیمیاگری کے نسخے
دریافت کرلئے تھے اور اس پر تجربہ بھی کر کے دیکھا تھا۔ لیکن ہمارا اصل مقصد سونا بنانا

نہیں ہے سونا تو دنیا بھی بنا رہی ہے لوگ چمکدار پتھروں کے لئے زندگیاں قربان کر دیتے ہیں۔ ہم زندگیاں قربان کرنا نہیں چاہتے بلکہ زندگیاں بچانا چاہتے ہیں ار یک تم ذرا ہمارے معزز دوستوں کو سونے کے وہ ڈلے دکھاؤ جو ہم نے تیار کئے تھے۔" جیمس پیرے نے دوسرے آدمی کو مخاطب کیا اس کے ان الفاظ نے ایک بار پھر ان لوگوں کو ڈانواں ڈول کر دیا تھا۔ یہ ایک اور لالچ تھا ایک اور بات تھی جس پر غور کیا جاسکتا تھا۔ یہ بوڑھے درحقیقت آنکھوں کے راستے دل میں اترتے جارہے تھے۔ جس شخص کو ار یک کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا وہ اندر خیمے میں چلا گیا اور پھر وہ دو سنہری دھات کے ٹکڑے لے آیا جنہیں ان لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ دھات کے یہ دونوں ٹکڑے اصل سونا تھا' اب ان میں سے ایسے لوگ بھی موجود تھے جو اصل سونے کی شناخت رکھتے تھے۔ مائیکل بائر' لارک اینجلو اور ریٹا ہاروے تو بالکل ہی ریشہ خطمی ہو گئے' اور اب انہیں اس بات کا افسوس ہونے لگا کہ ان قیمتی بوڑھوں کو حتمی طور پر منع کرنے سے پہلے اگر ان کی اس صفت کا بھی اندازہ ہو جاتا تو ان سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی اور درحقیقت بوڑھوں نے انہیں عجیب مخمصے میں گرفتار کر دیا تھا۔ سر ہدایت اللہ کنور مہتاب علی وغیرہ بھی اس سلسلے میں سوچ میں ڈوب گئے تھے حالانکہ ان دونوں کے ذہنوں میں یہ لالچ نہیں تھا کہ بوڑھوں سے کیمیاگری کا نسخہ دریافت کیا جائے لیکن بہرحال یہ ایک دلچسپ بات تھی اور اتنے قیمتی لوگوں کو اس طرح نظرانداز کر دینا انہیں کچھ عجیب سا لگ رہا تھا' سونے کو پرکھا گیا اور اس کے بعد بوڑھوں کو واپس کر دیا گیا۔ تب جیمس پیرے نے ہنس کر کہا۔

"معمولی سی بات ہے یہ بھی معمولی سی بات ہے۔ ارے میں تمہیں ایسے ایسے نسخے بتا سکتا ہوں جن کی اگر دنیا میں تشہیر ہو جائے تو یہ دنیا نجانے کیا کر ڈالے۔ احمق لوگوں تم نے اس شخص کے بارے میں نہیں سوچا جس کا خون زرد بخار کے ذریعے پانی کی شکل میں تبدیل ہو رہا تھا۔ تم جانتے ہو بلڈ کینسر کیا ہے' خون میں سرخ ذرات کا بننا بند ہو جانا اور اور سفید ذرات کی زیادتی انسان اس کمی سے موت کا شکار ہو جاتا ہے' زرد بخار یلوڈ کس

کے حملے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ خون کے سرخ ذرات تیزی سے مرنے لگتے ہیں اور کچھ لمحوں کے اندر اندر انسان کے بدن کا سارا خون پانی ہو جاتا ہے۔ میری بنائی ہوئی دوا کے چند قطروں نے تمہارے اس مریض کو درست کر دیا گویا میں اس کے اندر آر بی سیز پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا ذرا غور کرو اگر دنیا میں یہ نسخہ عام کر دیا جائے تو اس کے نتائج کیا ہوں گے.........ہم تو انسانیت کی بقاء کے لئے سرگرداں ہیں۔ ہمیں بقیہ چیزوں سے کیا سروکار........."

وہ سب ندامت سے سر جھکائے بیٹھے تھے۔ ہر شخص کی سوچ الگ تھی۔ پھر جیمس پیرے نے کہا۔ "ٹام.........دوستوں کو ایک بار پھر آب حیات پلاؤ۔ میں نے ان سے وعدہ کیا ہے.........اس کے بعد ہم ان سے درخواست کریں گے کہ وہ ہمیں خدا حافظ کہیں۔"

ٹام اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے مزید قہوے کے مگ انہیں پیش کر دیئے اور وہ خاموشی سے ان کے سپ پینے لگے۔ جیمس پیرے نے کہا۔

"کبھی کبھی.........ہم اپنے موقف کو اس قدر سخت بنا لیتے ہیں کہ ہمیں بعد میں افسردگی ہوتی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ ہم کیا کھو بیٹھے ہیں' جیسے تم لوگ........."

"پیرے نے سب پر نگاہ ڈالی۔ وہ اونگھ رہے تھے۔ ان کی گردنیں سینوں پر ڈھلکتی جارہی تھیں۔ پھر ریٹا ہاروے اسٹول سے نیچے گر پڑی۔ اسٹول سے دوسرا نیچے گرنے والا مائیکل بائر تھا۔ پھر شمسہ اور سردار خاں.........شمسہ زمین پر گری تو ننھی گل سہم کر رونے لگی۔

جیمس پیرے نے کہا۔ "یہ بچی سب سے ذہین ہے۔ گڈ.........یہ ہیں خطرناک مہم جو.........اس نے زوردار قہقہہ لگایا اور اوندھے پڑے ہوئے لوگوں کو حقارت سے دیکھنے لگا.........!!!

نادر شاہ کا خیال درست نکلا۔ اس وقت جب یہ لوگ بڑے خیمے کے قریب پہنچے تھے اور نادر شاہ نے ان بوڑھوں کو دیکھا تھا تو موقع ملتے ہی اس نے عرشی سے کہا تھا۔

"ان لوگوں کی یہاں موجودگی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔"

"تم انہیں جانتے ہو؟"

"تمہیں یاد نہیں۔ ہم نے انہیں بوٹسو میں دیکھا تھا۔"

"ہاں' لیکن یہ غیر اہم لوگ تھے۔"

"میرے خیال میں نہیں تھے۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ انہوں نے ہمارے ساتھ سفر کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"جہاں تک میرا خیال ہے' انہوں نے کہا تھا کہ وہ جڑی بوٹیوں پر ریسرچ کرنے والے ہیں اور صحرائے اعظم کے مشکل سفر میں کسی کی قربت کے خواہاں ہیں۔ اس وقت میں نے سوچا تھا کہ وہ اپنا کام کریں گے ہم اپنا' اگر انہیں ساتھ لے لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے' بہرحال چونکہ یہ ایسی کوئی خاص بات نہیں تھی اس لئے بعد میں ان پر غور بھی نہیں کیا تھا میں نے۔" نادر شاہ خاموش ہو گیا' کیونکہ کچھ لوگ قریب آ گئے تھے۔ سردار خان اور شمسہ کی حیثیت سے یہ لوگ قریب بس ان کے معاون ہی تھے اور ہر طرح

ان کے ساتھ تعاون کر رہے تھے۔ خود کبھی کسی معاملے میں وہ مداخلت نہیں کرتے تھے' پھر بعد کے معاملات شروع ہوئی یہاں تک کہ بات اس سیال تک آئی جو ان لوگوں نے بڑی اہمیت کے ساتھ انہیں پیش کیا تھا۔ سیال کے جگ سردار خاں اور شمسہ کو بھی پیش کیئے گئے۔ عرشی نے نادر شاہ کی طرف دیکھا اور نادر شاہ نے اسے آنکھ سے اشارہ کر دیا' مطلب یہ تھا کہ یہ سیال نہ پینے کے لئے ہے اور پھر عرشی نے بڑی احتیاط کے ساتھ نادر شاہ کو اپنے مگ کا تھوڑا تھوڑا سیال نیچے گراتے ہوئے دیکھا اور وہ سمجھ گئی کہ اسے بھی یہی کرنا ہے' گل چونکہ اس کی گود میں تھی' چنانچہ اس کا سہارا لے کر عرشی کو بھی سیال کا مگ زمین پر خالی کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی' اور چونکہ زمین ایسی تھی کہ اس پر کسی چیز کا دیکھ لئے جانا مشکل ہی تھا اس لئے بات بن گئی' اس کے علاوہ یہ لوگ غیر اہم شخصیتوں کے حامل تھے اس لئے ان پر کوئی توجہ نہیں دی گئی تھی لیکن بعد میں جب لوگوں نے اس سیال کی تعریف کی تو عرشی نے نادر شاہ سے کہا تھا۔

"اور تم نے مجھے اس انوکھی چیز کے ذائقے سے محروم رکھا؟"

"جس چیز سے میں خود محروم رہا بھلا اسے تمہیں استعمال کرنے کی اجازت کیسے دے سکتا تھا ڈیئر عرشی! آخر تمہارا زندگی بھر کا ساتھی ہوں' ہم دونوں کو ایک دوسرے سے تعاون تو کرنا ہی ہو گا۔" عرشی نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔ بعد کے واقعات ان کی نگاہوں سے اوجھل نہیں تھے' خاص طور سے جنگل میں ملنے والے اجنبی کی بیماری کا معاملہ اور اس کے سلسلے میں جیمس پیرے کی کامیابی نے کم از کم عرشی کو تو متاثر کر لیا تھا۔ اس نے نادر شاہ سے کہا۔

"بعض اوقات کسی کے بارے میں ہمارے خیالات بلاوجہ خراب ہو جاتے ہیں' حالانکہ اس کا کوئی جواز نہیں ہوتا۔ بوڑھا جیمس پیرے شکل و صورت ہی سے ذہین آدمی معلوم ہوتا ہے' بعض لوگ اسی طرح اپنی زندگیاں انسانیت کی بھلائی کے لئے وقف کر دیا کرتے ہیں' میں تو سچی بات ہے ایسے لوگوں کی بڑی قدردان ہوں۔" نادر شاہ نے عرشی کو دیکھا اس کی آنکھوں میں کچھ ایسے تاثرات تھے' جنہیں محسوس کر کے عرشی نے پھر کہا۔

"گویا تم میری بات سے متفق نہیں ہو؟"

"کیا کہوں نصف بہتر، کبھی کبھی یہ سوچنے لگتا ہوں کہ تمہاری تربیت کرنے میں مجھے خاصی مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"اور میں یہ سمجھتی ہوں شاہ جی کہ آپ کو انسان بننے میں کافی وقت لگ جائے گا۔"

"بھلا وہ کیوں؟"

"کبھی آپ نصف بہتر اور کبھی کچھ سوچنے لگتے ہیں۔ میں کہتی ہوں آپ جانتے ہیں کہ ان حقوق کو حاصل کرنے کے لئے کیا کیا جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ آپ اچھے آدمی ہیں، میرے ساتھ اس سفر پر کیا نکل آئے خود کو میرا مالک ہی سمجھ لیا۔ جناب اعلیٰ اس مرحلے تک پہنچنے کے لئے آپ کو ناکوں چنے چبانے پڑیں گے۔"

"محاورہ ہی غلط ہے، ناکوں چنے چبانا، کسی نے بھی زندگی میں ناک سے چنے چبائیں ہیں کیا؟"

"خیر یہ محاورے تو اشارے ہوتے ہیں۔ اب آسمان سے تارے کوئی توڑ کر لایا ہے؟"

"میں نے کبھی اس کی پیشکش کی؟"

"اپنی بات ہی کیوں کرتے ہو؟"

"دوسروں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" نادر شاہ نے منہ بنا کر کہا، پھر جلدی سے بولا۔

"اور ہاں آپ نے ان مراحل کی بات کی ہے جن سے گزر کر میں آپ کو نصف بہتر اور منکوحہ کہہ سکتا ہوں تو مجھے بتائیے کہ میں نے کبھی ان مراحل سے گزرنے سے انکار کیا ہے بلکہ سچی بات ہے یہ مہم جوئی بھی ایسا ہی ایک مرحلہ ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس مہم جوئی میں ساتھی کی ضرورت تھی میں بھلا کیسے

ت کر سکتا تھا کہ میرے علاوہ آپ کا ساتھی کوئی اور بنے، چنانچہ میں چلا آیا سوچے بغیر۔ یہ میرا ذاتی شوق تو نہیں ہے.........."

"احسان جتا رہے ہو؟"

"نہیں، بلکہ اپنی وفا پر یقین دلا رہا ہوں۔ ایک بار پھر ان کی گفتگو کا سلسلہ منقطع
ے مراحل طے ہوتے رہے، یہاں تک کہ رات ہوگئی کھانے وغیرہ کا سلسلہ کیا گیا۔
کو اس مرحلے پر خاصی دقتیں پیش آتی تھیں کیونکہ اس کا تعلق صنف نازک سے تھا،
صنف نازک کے مسئلے میں یہ طے کرلیا گیا ہے کہ گھریلو امور چاہے کسی سیارے پر
سرانجام دینا ہوں عورت کا ہاتھ ان میں شامل ہونا ضروری ہے۔ اس کی ہدایت بھی
ہدایت اللہ کی طرف سے کر دی گئی تھی، چنانچہ اس ہدایت پر بھلا عمل کیوں نہ ہوتا۔
ارادے کبھی کبھار ہی مدد کرتی تھی۔ کھانے کا سلسلہ ختم ہوا، اور اس کے بعد قہوہ بازی
ع ہوگئی۔ جیمس پیرے نے ایک بار پھر بڑی نزاکت کے ساتھ ٹام کے ذریعے قہوہ
ہم کرایا۔ شمسہ اور سردار خان اس وقت پاس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ عرشی نے کہا۔

"اب کیا حکم ہے جناب، کیا اب بھی اس نایاب شے کی اہمیت سے انکار کیا جائے
"

"کیا چاہتی ہو؟"

"چکھ کر تو دیکھو یار ہے کیا چیز۔"

"عرشی......... قطعی نہیں، بالکل نہیں چکھو گی تم اسے۔"

"ارے باپ رے باپ، کیا رعب ہے۔ ٹھیک ہے سرجو حکم۔" عرشی نے جواب
قہوہ اس بار پھر نادر شاہ نے زمین پر گرا دیا تھا اور عرشی نے دانت پیستے ہوئے نادر شاہ
کھتا تھا پھر وہ بولی۔

"میں چائے پینا چاہتی ہوں اور اب تمہیں چائے بنانی پڑے گی۔"

"آپ صرف ایک کپ چائے کی بات کرتی ہیں محترمہ عرشی، میں زندگی بھر آپ کو
بنی بنا پکا کر کھلا سکتا ہوں۔"

"کمال ہے آخر اور لوگ بھی تو قہوہ پی رہے ہیں اور پھر اگر اس میں کوئی خرابی محسوس کر رہے تھے تم تو دوسروں کو بھی کسی نہ کسی شکل میں روکنا چاہیے تھا۔ آخر ڈیڈی بھی تو پی رہے ہیں.........؟"

"ملاحظہ فرمائیے!" نادر شاہ نے کہا اور سامنے کی سمت اشارہ کر دیا۔ غالباً ریٹا ہاروے تھی جس کے ہاتھ سے مگ گرا تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنے اسٹول سے اوندھی زمین پر آرہی تھی۔ عرشی نے تعجب سے اسے دیکھا' اگر ریٹا ہاروے کو کچھ ہو گیا ہے تو دوسرے لوگوں کو اٹھ کھڑے ہونا چاہیے۔ لیکن دوسرے لوگ بھی ایک ایک کر کے زمین بوس ہو گئے اور عرشی کی آنکھیں خوف و حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ لوگ ذرا فاصلے پر تھے اس لئے ان کی سرگوشیاں سنی نہیں جارہی تھیں۔ نادر شاہ نے جلدی سے کہا۔

"اے عقل مند مہم جو اب تم بھی اوندھی ہو جاؤ ورنہ زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔" بات ایک لمحے میں عرشی کی سمجھ میں آگئی۔ اس نے بھی دوسروں کی طرح مگ نیچے گرایا اور زمین پر آگئی۔ نادر شاہ بھی اس کے قریب ہی زمین پر دراز ہو گیا تھا اور بے چاری گل اس اچانک افتاد پر رونے لگی تھی۔ نادر شاہ کا چہرہ عرشی کے بالکل قریب تھا عرشی نے سرگوشی کے عالم میں کہا۔

"یہ کیا ہو گیا؟"

"محبت!" نادر شاہ نے بھی سرگوشی میں جواب دیا۔

"کیا فضول بکواس ہے۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ ابھی سے تمہارے مزاج کا اندازہ ہو رہا ہے۔ آئندہ بھی مجھ سے اسی زبان میں گفتگو کی جائے گی۔ کمال ہے بھئی' یعنی ایک ہم ہیں........"

"یار کیا فضول باتیں لگا رکھی ہیں' یہ ہو کیا گیا؟"

"وہ جو ہونا چاہیے تھا' دوپہر کو اس سلسلے میں احتیاط برتی گئی تھی لیکن اب وقت آگیا تھا کہ کام دکھا دیا جائے۔"

"مم مم مگر.........یہ.........یہ' میرا مطلب یہ کہ' کہ........."

"جی' جی مطلب کی بات کیجئے۔"

"پلیز' نادر شاہ سنجیدہ ہو جاؤ کیا ان لوگوں کو زہر دے دیا گیا۔"

"میرا خیال ہے' زہر دینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کچھ اور سلسلہ ہے۔"

"اوہ مائی گاڈ' ڈیڈی' ڈیڈی........."

"کمال ہے مس عرشی اتنے رومانی لمحات میں بھی آپ ڈیڈی' ڈیڈی پکار رہی ہیں' زندگی کا کچھ وقت ہمارے لئے بھی وقف کر دیجئے۔"

"گل رو رہی ہے۔" عرشی نے کہا۔

"وہ ہماری اصل اولاد نہیں ہے۔ خواہ مخواہ ان رومان انگیز لمحات کو ضائع کر رہی ہو خدا کی قسم اتنے قریب قریب ہونا نہ جانے کب نصیب ہو گا۔"

"نادر شاہ!"

"ہاں' ہاں' ملنے کی کوشش نہ کرنا' اب' ہمارے جسموں میں جنبش نہیں ہونی چاہیے اور پلیز خاموش' خاموش۔" انہوں نے محسوس کیا تھا کہ بوڑھے ایک ایک شخص کا جائزہ لیتے پھر رہے ہیں۔ وہ عرشی اور نادر شاہ کے پاس بھی آئے اور پھر وہ غالباً جیمس ہیرے کی آواز تھی۔ اس نے کہا تھا۔

"ملاحظہ فرمایا آپ نے؟"

"نن' نادر شاہ کک' کیا انہوں نے سب کو زہر دے دیا؟"

"یہ بعد میں سوچنے کی بات ہے۔"

"ارے میرے ڈیڈی بھی اس میں شامل ہیں۔"

"اللہ کی مرضی۔"

"تم کیا فضول باتیں کرتے ہو۔"

"لاحول ولا قوۃ۔ میں نے جو جملہ کہا ہے اس کے بعد تمہیں یہ جملہ کہنا چاہیے تھا۔"

"میرا مطلب ہے کہ تم ان کے مرنے کی بات اتنی آسانی سے کر رہے ہو۔"

"ویسے موت واقعی مشکل چیز ہوتی ہے لیکن معاف کرنا کیا تم نے الائچی حال ہے۔"

"الائچی!" عرشی حیرت سے بولی۔

"ہاں' یہ بھینی بھینی خوشبو بالکل الائچی جیسی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔" نادر شاہ نے لمبی لمبی سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

"خدا تمہیں سمجھے' نہ جانے کس مٹی سے بنے ہوئے ہو۔"

"مٹی سے نہیں میڈم آگ سے کہئے آگ سے' سارا وجود آپ کے بدن کی آنچ سے تپ رہا ہے' لگتا ہے پگھل کر زمین پر بہہ جاؤں گا۔"

"دیکھو میں اٹھ کر بیٹھ جاؤں گی بعد میں کچھ بھی ہو۔" عرشی نے زچ لہجے میں کہا اور نادر شاہ خاموش ہوگیا۔ لیکن اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی البتہ اس کی آنکھیں مسلسل ان لوگوں کا جائزہ لے رہی تھیں اور وہ ان کے بارے میں اندازے لگا رہا تھا کہ وہ کیا کیا کر رہے ہیں۔ جب چند لمحات خاموشی سے گزر گئے تو عرشی نے کہا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آخر؟"

"پتہ نہیں' میں ان کے بارے میں سوچ ہی نہیں رہا۔"

"پلیز نادر شاہ' ایک بات بتاؤ تم نے کیسے اندازہ لگالیا کہ یہ لوگ خطرناک ہیں اور ہم سے مخلص نہیں ہیں۔ ارے جیمس پیرے نے تو اس شخص کی حالت بہتر کر دی جو زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھا۔"

"وہ ایک الگ بات ہے عرشی' لیکن تم یقین کرو پولیس کی نوکری میں جو تربیت دی جاتی ہے وہ اپنی جگہ الگ اہمیت کی حامل ہوتی ہے' ہم جرم کی لکیر پہچان لیتے ہیں اور ہمیں اندازہ ہو جاتا ہے کہ کون کس قسم کا انسان ہے' ان کے اندر کوئی ایسی خاص بات تھی جو یہ ظاہر کر رہی تھی کہ ان کے لہجے میں اور ان کے انداز میں وہ خلوص نہیں ہے جس کے بارے میں سوچا جارہا ہے' کہیں نہ کہیں کوئی گڑبڑ ضرور ہے اور اب یہ گڑبڑ منظر عام پر آگئی۔"

"میں تو بے چین ہو رہی ہوں۔ کیا انہوں نے ان لوگوں کو کوئی زہریلی چیز پلا دی ہے۔ یہ بچ سکیں گے یا نہیں' کچھ کرو نادر شاہ۔"

"نہیں عرشی' دیکھو جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا ہے۔ ہم ہوئے کو نہیں ٹال سکتے لیکن اگر آئندہ کچھ کرنا ہے تو خاموشی سے ان لوگوں کا عمل دیکھو' یہ زیادہ سے زیادہ کیا چاہتے ہیں اس کا اندازہ لگانے کی کوشش کرو۔"

"اور اگر' اور اگر.........."

"نہیں بابا' اب میں تمہیں یہ بات بتادوں کہ ان لوگوں نے انہیں زہر نہیں دیا ہے' اب خاموش ہو جاؤ وہ سب اسی طرف آرہے ہیں۔" ایک بار پھر جیمس پیرے ان کے قریب پہنچا اور اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔

"اٹھاؤ بچی کو' ویسے کیا یہ غیر معمولی بچی نہیں ہے؟"

"سر' اس کی پشت کھول کر دیکھی جائے۔"

"ہاں ٹارچ روشن کرو۔" جیمس پیرے نے کہا اور ایک آدمی نے گل کو گود میں اٹھالیا۔ دوسرے نے اس کی پشت کھولی اور جیمس پیرے ٹارچ کی روشنی گل کی پشت پر ڈالنے لگا۔ پھر اس نے گل کے پورے بدن کو ٹارچ کی روشنی میں دیکھ ڈالا اور اس کے بعد کسی قدر پریشان لہجے میں بولا۔

"یہ کیا قصہ ہے' اس کی پشت پر نیل کنٹھ کا نشان تو نہیں ہے؟"

"جی سر' اس کا مطلب ہے کہ یہ وہ بچی نہیں ہے۔"

"پھر ہم بلاوجہ ہی ان کے پیچھے جھک مارتے رہے ہیں' لیکن بچی کو ساتھ لے کر صحرائے اعظم میں سفر کرنا کیا معنی رکھتا ہے جبکہ اس کو سنبھالنے والی یہ عورت بھی اس کے ساتھ ہی ہے۔"

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی سر؟"

"خیر بعد میں پتہ چل جائے گا' یہ لوگ خود اس بارے میں بتائیں گے' لیکن میں واقعی اس کی پشت پر نیل کنٹھ کا نشان نہ ہونے سے بد دل ہوگیا ہوں۔ اس کا مطلب ہے

کہ یہ اصل لوگ نہیں ہیں۔"

"چلو' ان کے ہتھیار قبضے میں کرلو۔ فوری طور پر ان کے سارے ہتھیار قبضے میں کرلو۔ باقی چیزوں کو ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہتھیار نام کی کوئی چیز ان کے پاس نہیں رہنی چاہیے۔ اے ادھر کہاں جارہے ہو پہلے ان کے جسموں کی تلاشی لو۔" اور وہ سب بے ہوش پڑے ہوئے لوگوں کے جسموں پر مصروف ہوگئے۔

نادر شاہ اور عرشی کو بھی ٹٹولا گیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے لینڈ روورز کا رخ کیا تھا۔ نادر شاہ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"باقی اور کوئی بات ہو یا نہ ہو' لیکن جس نے تمہارے جسم کو ہاتھ لگایا ہے میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"پھر وہی فضول باتیں' میں کہتی ہوں انسان بنو' تمہیں اندازہ ہوگیا اب تو......."

"جی جناب میں آپ سے پہلے ہی عرض کرچکا تھا کہ ان کے اندر کوئی خاص بات ہے' چلئے شکر ہے تصدیق ہوگئی آپ کو' اب تو آپ مجھے شوہر تسلیم کرلیں۔"

"مم.......... میرا مطلب ہے کہ عقلمند تسلیم کرلیں۔"

"یہ لوگ تو بڑے گہرے نکلے' مگر یہ کم بخت اس عمر میں خزانے کا کیا کریں گے؟"

"ہر عمر میں خزانوں کا تصور مختلف ہوتا ہے' جیسے اگر اس عمر میں مجھ سے پوچھا جائے کہ تمہیں کون سا خزانہ درکار ہے تو میں سامنے کی سمت اشارہ کردوں گا۔"

"نادر شاہ' یہ تو بڑے سنسنی خیز معاملات ہیں' پلیز مذاق مت کرو۔"

"میں تمہیں تمہارے ڈیڈی کی زندگی کی مبارک باد دیتا ہوں' اب تو اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ کم از کم انہوں نے ان لوگوں کو زہر نہیں دیا ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"گڈ ویری گڈ' لگتا ہے افریقہ کی زہریلی ہواؤں نے تم سے تمہاری ذہانت چھین لی ہے عرشی' ارے بابا تلاشی لینے اور ہتھیاروں کو قبضے میں کرلینے کا مطلب یہ ہے کہ بعد میں کہیں ان سے خطرہ درپیش نہ ہو۔ اس سے یہ اندازہ لگالو کہ یہ لوگ صرف بے ہوش

اور بالاخر ہوش میں آجائیں گے۔" عرشی نے گہری گہری سانسیں لی تھیں۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد عرشی بولی۔

"کچھ کرو' یہ لوگ ہمارے ہتھیار قبضے میں لے لیں گے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ہماری گاڑیاں لے کر بھی یہاں سے نکل جائیں' کچھ ایسا ہی چکر معلوم ہوتا ہے۔"

"سنو' میرے خیال میں یہ جو کچھ کررہے ہیں' انہیں کرنے دیا جائے' جو عمل ہو رہا ہے اس کا ردعمل تو بالکل ہے' وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔ ہاں اگر انہوں نے یہ سب سازو سامان لے کر نکل جانے کی کوشش کی تو پھر مجبوری ہے مجھے تنہا ہی ان کے خلاف کچھ کرنا پڑے گا' دیکھتی رہو کیا صورت حال رہتی ہے۔" عرشی خاموش ہوگئی۔ نادر شاہ کی باتوں سے انحراف اب اس کے لئے ممکن نہیں رہا تھا۔ درحقیقت نادر شاہ بہت ذہین آدمی تھا۔ کم از کم اسی بات سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ ان کے تمام ساتھی بے ہوش پڑے ہوئے تھے اور وہ ہوش میں تھے اور پھر گل کا معاملہ بھی سامنے آگیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ نیل کنٹھ کا ہی سفر کررہے تھے' بہرحال یہ لمحات بڑے سنسنی خیز تھے' وہ ان کی کارروائیوں کا جائزہ لیتے رہے۔ تمام ہتھیار ٹرک میں رکھ دیئے گئے اور اس کے بعد فراغت حاصل کرکے وہ لوگ اسٹولوں پر بیٹھ گئے۔ جیمس پیرے کی آواز سنائی دی۔

"تم میں سے اگر چند افراد سونا چاہیں تو بے شک سو جائیں' میں ان پر نگراں رہوں گا اور ہاں دو آدمی ہتھیاروں کے ساتھ ٹرک پر مستعد رہیں' ممکن ہے یہ لوگ جنگ و جدل پر آمادہ ہو جائیں۔"

"ہم سب مستعد ہیں مسٹر جیمس پیرے' لیکن میرے خیال میں یہ صبح سے پہلے ہوش میں نہیں آئیں گے۔"

"پھر بھی احتیاط سب سے اچھی چیز ہوتی ہے۔" جیمس پیرے نے کہا اور اس کے بعد گہری خاموشی طاری ہوگئی۔

ریٹا ہاروے ہی سب سے پہلے ہوش میں آئی تھی۔ کھردری زمین پر بدن کی جو حالت ہوئی تھی اس نے ایک لمحے میں موجودہ ماحول اور گزرے ہوئے واقعات کا احساس دلا دیا۔ اس نے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکائے اور پھرتی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ قریب ہی لارک اینجلو پڑا ہوا نظر آیا تھا۔ ریٹا بدحواسی کے عالم میں لارک اینجلو کو جھنجھوڑنے لگی۔

"مسٹر لارک، مسٹر لارک جلدی جلدی ہری اپ، اٹھیے مسٹر لارک، مسٹر لارک.........." اور لارک اینجلو گھبرائے ہوئے انداز میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کیا ہو گیا، کیا بات ہے؟" اس نے بوکھلائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"یہ یہ، یہ دیکھیے سب سب، او مائی گاڈ، او مائی گاڈ، صبح ہو گئی شاید۔ اوہو وہ مسٹر مسٹر بائز اور وہ وہ.........." ریٹا کی آواز بند ہو گئی۔ اس نے سبھی کو دیکھ لیا تھا۔ سب اسی کی طرح اوندھے سیدھے پڑے ہوئے تھے۔ بس گل تھی جو ہنس رہی تھی مسکرا رہی تھی اور اپنی ماں کے پاس بیٹھی ہوئی اس کے چہرے کو ٹٹول رہی تھی۔ ریٹا ہاروے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ تبھی اس نے اسٹولوں پر ان پراسرار بوڑھوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا اور جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یہ، یہ سب کیا ہے، کیا ہے یہ سب کچھ؟" اس نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا لیکن بوڑھے ساکن و جامد بیٹھے رہے تھے۔ ریٹا کی ہمت نہ پڑی کہ آگے بڑھ کر ان کے

قریب پہنچے نجانے کیوں اسے وہ بے حد پراسرار لگ رہے تھے۔ مافوق الفطرت جیسے ان میں زندگی ہی نہ ہو، لارک اینجلو نے البتہ حواس بحال کر لئے تھے اور ایک ایک کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اٹھا رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد سب اٹھ کر بیٹھ گئے۔ انہیں اپنی حالت کا آہستہ آہستہ احساس ہوا تھا جبکہ بوڑھے ساکت بیٹھے ہوئے تھے۔ کنور مہتاب علی بھی اٹھ کر بیٹھ گیا پھر اس نے سرہدایت اللہ کی طرف دیکھا۔ سرہدایت اللہ سرگوشی کے لہجے میں بولا۔

"یہ سب کیا ہے کنور؟"

"وہی جو ہو سکتا تھا، ہمارے ساتھ کھیل ہو گیا۔"

"کیا مطلب؟"

"رات کو یاد نہیں ہے ہوش کے آخری لمحات کیا تھے؟"

"ہاں، مجھے یاد ہے.......... ہم لوگوں نے قہوہ پیا تھا۔"

"لذیذ قہوہ، جس کا مزہ بے مثال تھا۔" کنور مہتاب علی نے طنزیہ لہجے میں کہا اور سرہدایت اللہ پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

"یہ کم بخت کیا مر گئے؟" اس نے ساکت بیٹھے ہوئے بوڑھوں کو دیکھ کر کہا۔ جن کی پلکیں تک نہیں جھپک رہی تھیں۔ سب کے سب ایک ہی انداز میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نادر شاہ اور عرشی بھی اٹھ کر بیٹھ گئے تھے۔ عرشی نے بے اختیاری سے گل کو اپنے سینے میں بھینچ لیا تھا۔ نادر شاہ بھی حیران ہونے کی اداکاری کر رہا تھا۔ پھر اچانک بوڑھوں میں جیسے زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ یوں محسوس ہوا تھا جیسے ان میں کرنٹ واپس آ گیا ہو۔ جیمس پیرے ہی سب سے پہلے اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔

"صبح بخیر دوستو۔" اس نے مسکرا کر خوش اخلاقی سے کہا لیکن اس کی بات کا کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ جیمس پیرے کے ساتھ وہ تمام لوگ بھی کھڑے ہو گئے جو اس کے ساتھی تھے۔ جیمس پیرے نے دو قدم آگے بڑھائے اور کہا۔

"میرا خیال ہے اب زندگی کے معمولات جاری کر دو، تمہیں ناشتے وغیرہ کا انتظام

کرنا چاہیے ہمیں اپنے لئے کام کرنے کی اجازت دو۔"

"ایک منٹ مسٹر جیمس پیرے۔" ہدایت اللہ نے کہا اور جیمس پیرے مڑتے مڑتے رک گیا۔

"جی۔" اس نے کہا۔

"اس ڈرامے کی وجہ بتاؤ گے؟"

"کون سے ڈرامے کی بات کر رہے ہو؟"

"یہ سب کیا تھا؟"

"بے ہوش کیا تھا ہم نے تم لوگوں کو۔" جیمس پیرے نے پر سکون لہجے میں کہا۔

"کیوں؟"

"میرا خیال ہے ناشتے کا بندوبست کرلو ناشتہ کرنے کے بعد ذہن تازہ ہو جائیں گے پھر باتیں کریں گے۔"

"مسٹر جیمس پیرے زیادہ اداکاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تم سے جو پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو۔" ہدایت اللہ کا لہجہ تیز ہوگیا اور جیمس پیرے مسکرانے لگا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا اور بولا۔

"میرا خیال ہے یہ بے وقوف لوگ اب اپنی برتری کا احساس رکھتے ہیں' مائی ڈیئر کنور مہتاب علی اور باقی تمام لوگ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ ناشتے وغیرہ سے فراغت حاصل کرلو اس کے بعد ہمارے اور تمہارے درمیان گفتگو ہو جائے گی۔" جیمس پیرے نے لاپرواہی سے اپنے ساتھیوں سے کہا اور وہ لوگ جیمس پیرے کے ساتھ واپس مڑ گئے۔ یہ تمام لوگ ہکا بکا جیمس پیرے کی صورت دیکھ رہے تھے۔ سر ہدایت اللہ نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کچھ ہوگیا ہے۔ مہتاب علی آؤ لینڈ روور تک چلیں۔"

"اور وہ سب ہی لینڈ روور کی جانب دوڑے تھے۔ نادر شاہ اور عرشی بھی پیچھے نہیں رہے تھے۔ وہ کسی قسم کی واقفیت کا اظہار نہیں کرنا چاہتے تھے۔ لینڈ روور میں داخل

ہونے کے بعد جائزہ لیا گیا۔ تمام سامان جوں کا توں تھا لیکن چند ہی لمحات میں انہیں اندازہ ہوگیا کہ لینڈ روور میں اسلحہ نہیں ہے۔ مائیکل بائر نے سب سے پہلے بولنے میں پہل کی۔

"اسلحہ' انہوں نے ہمارا اسلحہ اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔" پھر اچانک ہی مائیکل بائر نے اپنی جیب ٹٹولتے ہوئے کہا۔

"اور چابی بھی' لینڈ روور کے انجنوں کی چابیاں ہمارے پاس موجود نہیں ہیں۔" کنور مہتاب علی کے جبڑے بھنچ گئے تھے۔ وہ لوگ کچھ دیر خاموش کھڑے رہے پھر سر ہدایت اللہ نے پر سکون لہجے میں کہا۔

"جو کچھ ہونا تھا' وہ ہو چکا ہے اور سمجھ داری کا تقاضا یہ ہے کہ کسی قسم کے جوش سے کام نہ لیا جائے' ہوش و حواس قائم رکھے جائیں' کسی کو بھی کمزور سمجھنا حماقت کی بات ہے۔ انہوں نے جو یہ عمل کیا ہے اس کے رد عمل سے نمٹنے کے لئے وہ پوری طرح تیار ہوں گے۔" ریٹا ہاروے بولی۔

"معذرت خواہ ہوں' لیکن اتنے سمجھدار لوگوں کے درمیان مجھ بے وقوف عورت کی بات کسی نے نہیں سنی۔"

"میڈم ہاروے پلیز' کیا یہ وقت اس قسم کی باتوں کا ہے۔" لارک اینجلو نے کہا اور ریٹا ہاروے جھلا گئی۔

"آپ کیسی باتیں کرتے ہیں مسٹر اینجلو' میں بھی اس مہم کی ایک رکن ہوں اور اس قدر احمق نہیں ہوں جتنی آپ لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ اگر اتنی ہی احمق ہوتی تو زندگی مہمات میں نہ گزارتی اور آپ لوگ مجھے اس حیثیت سے قبول نہ کرتے۔" مائیکل بائر نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"وہ سب بالکل ٹھیک ہے لیکن کیا آپ کا خیال ہے کہ ہم نے جان بوجھ کر یہ مصیبت اپنے سر مول لی ہے۔"

"جان بوجھ کر تو دنیا کا کوئی کام نہیں کیا جاتا' لیکن احتیاط بھی کوئی چیز ہوتی ہے' سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ لوگ یہاں کیوں رکے تھے' اگر یہ ہمیں نقطے بھی آ گئے تھے

تو کیا ضروری تھا کہ ہم ان کے ساتھ قیام بھی کرتے ان سے دوستانہ مراسم بھی بڑھاتے میں پھر وہی کہوں گی کہ آپ لوگ مرد ہونے کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں ورنہ اصولی طور پر مہم میں شریک ہر ممبر کی رائے کو اہمیت دینی چاہیے۔"

"آپ کو علم ہے ریٹا ہاروے کہ ہم اس بیمار نوجوان کے لئے رکے تھے۔" کنور مہتاب علی نے کہا اور پھر ایک دم چونک پڑا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہدایت اللہ بھی چونک پڑا تھا۔

"ارے وہ کہاں ہے، وہ کہاں گیا، وہ تو لینڈ روور میں ہی تھا........" اور اسی وقت کنور مہتاب علی کو بھی احساس ہوا کہ فیروز لینڈ روور سے غائب ہے۔ وہ لوگ سب کچھ بھول کر ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے لگے تب انہوں نے فیروز کو اس ٹرک کے پاس ایک اسٹول پر بیٹھے ہوئے دیکھا جو بوڑھوں کی ملکیت تھا۔ فیروز آرام سے وہاں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں کسی چیز کا جگ تھا، جس کے وہ چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے رہا تھا۔

"او مائی گاڈ، وہ، وہ، بالکل ٹھیک نظر آ رہا ہے۔"

"ان کم بختوں کا کارنامہ ہے یہ جسے تسلیم کرنا پڑے گا۔" سر ہدایت اللہ نے کہا۔

"آپ لوگ اور بھی بہت سے کارنامے تسلیم کریں ابھی۔" ریٹا ہاروے نے برا سا منہ بنا کر کہا اور اس کے بعد خاموش ہو گئی۔ سر ہدایت اللہ نے کہا۔

"میرے خیال میں ناشتے کا انتظام واقعی کر لینا چاہیے ہم لوگوں کو دماغ ٹھنڈا رکھ کر آگے کے اقدامات کرنا ہوں گے ورنہ نقصان اٹھا جائیں گے۔ انہوں نے ہمارا اسلحہ قبضہ میں کر لیا ہی اور یقینی طور پر وہ اسلحہ کا استعمال بھی جانتے ہوں گے۔ ہمیں کسی ایسے موقع کی تاک میں رہنا چاہیے جب ہم ان سے چھٹکارہ حاصل کر سکیں۔"

"لیکن یہ لوگ آخر چاہتے کیا ہیں؟"

"یہ تو بعد میں ہی معلوم ہوگا۔ جیمس پیرے نے یہ بھی کہا ہے کہ ناشتے کے بعد وہ ہم سے گفتگو کرے گا، چنانچہ اس وقت صرف ناشتے کا بندوبست کیا جائے۔" اس کے بعد تیاریاں ہونے لگیں۔ گیس اسٹو پر چائے کا پانی چڑھا دیا گیا۔ جو کچھ انتظام ان کے پاس تھا

ان کی ترتیب ہونے لگی اور تھوڑی دیر کے بعد سب چلتا پھرتا ناشتہ کرنے لگے۔ کنور مہتاب علی کی نگاہیں بار بار فیروز کی جانب اٹھ رہی تھیں فیروز ان لوگوں سے بے تعلق بیٹھا ہوا تھا۔ کنور مہتاب علی کے دل میں نہ جانے کیا کیا خیالات آنے لگے۔ کیا فیروز نے ان لوگوں کا ساتھ قبول کر لیا ہے۔ کیا وہ کسی طرح ان کے ٹرانس میں آ گیا ہے۔ کیا ہوا ہے، وہ ایک دم بدلا بدلا سا کیوں نظر آ رہا ہے ورنہ اصولی طور پر اٹھ کر اسے ان لوگوں کے پاس آنا چاہیے تھا۔ کنور مہتاب علی نے ماضی پر نگاہیں دوڑائیں تو احساس ہوا کہ فیروز اتنا برا انسان تو نہیں تھا ہو سکتا ہے اس نے اس وقت کوئی مصلحت اختیار کی ہو۔ بہرحال اس سلسلے میں بہت زیادہ تگ و دود نہیں کی جا سکتی تھی کیونکہ ظاہر ہے وہ یہ بھی نہیں بتا سکتا تھا کہ فیروز اس کا ساتھی ہے ابھی تک اس نے فیروز کا نام تک نہیں لیا تھا چنانچہ اس نے خاموشی اختیار کر لی۔ ادھر شاید جیمس پیرے وغیرہ ناشتے میں مصروف تھے کچھ دیر کے بعد وہ فارغ ہو کر اس طرف آ گئے۔ یہ لوگ بھی ناشتے وغیرہ سے فراغت حاصل کر چکے تھے تب جیمس پیرے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آؤ دوستو، دیکھو موسم کتنا خوشگوار ہو گیا ہے ورنہ افریقہ میں اس قسم کے موسم کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، آسمان پر واقعی بادل چھا گئے تھے اور ہلکی ہوا چل رہی تھی یہ کیفیت صبح ہی سے تھی، وہ خود بھی اس موسم سے لطف اندوز ہوتے، لیکن انہیں جو ذہنی جھٹکا برداشت کرنا پڑا تھا وہ ان کے لئے سخت اذیت ناک تھا، بہرحال ایک صاف ستھری جگہ وہ سب بیٹھ گئے تب جیمس پیرے نے کہا۔"

"اور بہت سے اندازے ہو گئے ہوں گے آپ لوگوں کو یہ بھی پتہ چل گیا ہوگا کہ آپ کی گاڑیوں کی چابی ہمارے پاس ہے۔ آپ کا تمام اسلحہ بھی ہمارے پاس ہے۔ بات اصل میں یہ ہے میرے دوستو کہ ہر شخص کی اپنی ضروریات ہوتی ہیں اس وقت جو باتیں میں کر رہا ہوں اگر سمجھ دار ہو تو ان پر غور کرنا اور صورت حال کا صحیح طور پر اندازہ لگا لینا نہ سمجھی کا کوئی رد عمل صرف تمہارے لئے نقصان دہ ہو سکتا ہے ہمیں اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔" کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے جیمس پیرے کی

صورت دیکھ رہے تھے۔ جیمس پیرے نے چند لمحات خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"یہ سچ ہے کہ ہم محقق ہیں اور ہم نے آج تک بہت کچھ کیا ہے ثبوت کے طور پر ٹرک کے پاس بیٹھے ہوئے نوجوان کو دیکھ لو اب یہ بالکل پہلی جیسی حالت میں ہے۔ کسی بھی دوا کے دو تین ڈوز اس طرح جادو کا اثر نہیں رکھتے لیکن یہ صرف میں ہوں' میں جیمس پیرے جو اس بات کا دعوی کرتا ہوں کہ میں صرف موت کا علاج نہیں کر سکتا ورنہ اس کے علاوہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ تم لوگوں کے لئے ناقابل یقین ہوگا۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ میں نے ان جڑی بوٹیوں سے اب تک کیا کیا کر ڈالا ہے۔ میں اب بھی اپنی تحقیقات کو منظر عام پر نہیں لانا چاہتا میری آرزو ہے کہ میں دنیا کے ان تمام لوگوں کی مانند اپنی موت کے بعد اپنا نام چھوڑ جاؤں جو دنیا کی بقاء کے لئے اعلیٰ ترین حیثیت رکھتے ہیں تاریخ میں' کتابوں میں ان کا نام موجود ہے اور وہ امر ہو چکے ہیں۔ میں بھی امر ہونا چاہتا ہوں۔ میری بھی آرزو ہے کہ جو کچھ میں اس دنیا کے لئے کروں اسے میرے نام کے ساتھ یاد رکھا جائے ورنہ..........ورنہ اہل ثروت اس پر قابض ہو جائیں گے۔ کوئی کچھ کہے گا اور کوئی کچھ.........."

"کیا مطلب مسٹر پیرے.........." لارک اینجلو بول پڑا اور جیمس پیرے نے خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"یہی ہوتا چلا آیا ہے۔ یہی ہوتا ہے۔ ناداروں کی صلاحیتیں خرید لیجاتی ہیں۔ ذہانت فروخت ہوتی ہے۔ کرتا کوئی ہے' نام کسی کا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ذہانت کے ساتھ اس کے پاس دولت نہیں ہوتی۔ دولت کے بغیر کوئی اپنی ذہانت کو بھی منظر عام پر نہیں لاسکتا۔ وہ گمنام مرجاتا ہے اور اہل ثروت اس کی کاوشوں کو اپنے نام سے منسوب کر کے شہرت پاتے ہیں۔ بولو کیا ایسا نہیں ہوتا۔ میں جھوٹ بول رہا ہوں۔"

جیمس پیرے کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ کنور مہتاب علی نے کہا۔ "ٹھیک ہے مسٹر پیرے لیکن آپ کیا کہنا چاہتے ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔"

"میرے پاس دولت نہیں ہے۔"

"اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔" ریٹا مسکرا کر بولی۔

"میرا مذاق اڑا رہی ہو۔ میں جیمس پیرے.......... تم دیکھ لینا ایک دن اقوام عالم ....دنیا بھر میں میرے نام کا ڈنکا بج رہا ہوگا۔ مجھے محب انسانیت کے نام سے یاد رکھا ئے گا۔ دنیا کے ہر ملک میں میرے مجسمے نصب کئے جائیں گے۔"

"نہیں مسٹر پیرے۔ ہم آپ کا مذاق نہیں اڑا رہے۔ آپ درست کہہ رہے ہے۔"

"میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں' اپنے بل پر کرنا چاہتا ہوں۔ اور اس کے لئے مجھے لت درکار ہے۔ بے پناہ دولت.......... جس سے میں دنیا کی سب سے شاندار لیبارٹری بر کرسکوں۔ اپنی کاوشوں کو خود روشناس کروں۔"

"آپ ضرور ایسا کریں مسٹر پیرے۔" ہدایت اللہ نے نرم لہجے میں کہا۔ "ہمارے ے میں اگر کچھ اور معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو تو بتاؤ' دوستوں اس کے بعد ہمیں تم ے کچھ سوالات کرنا ہوں گے اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ تم ہمیں ان سوالات کے صحیح اب دو۔"

"مسٹر جیمس پیرے جن حالات میں آپ نے ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا ہے کیا اس بعد آپ اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ ہم آپ سے تعاون کریں گے۔"

"میں تمہیں بہت اچھی پیشکش کروں گا اور تم لوگ میرے ساتھ تعاون کر کے قصان میں نہیں رہو گے۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا مسٹر جیمس پیرے کہ ہم آپ کی محکومیت اختیار کریں۔" ہدایت اللہ نے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے تم بہر طور ہمارے ساتھ قیدیوں کی حیثیت سے آگے بڑھو گے۔ ل میں وہ کہانی ہمارے علم میں ہے جو اخبارات کی زینت بنی تھی اور اسے پڑھنے کے بعد ہم نے یہ تمام انتظامات کئے۔ جن کرداروں کی نشاندہی اس کہانی میں کی گئی ہے وہ ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتے۔ ہم نے ایک پلان بنایا تھا لیکن تم لوگوں کے مل جانے

کے بعد ہم نے اس پلان میں تبدیلی کرلی ہے۔"

"کیا پلان تھا؟"

"کیا ان حالات میں ہم تمہیں وہ پلان بتا سکتے ہیں۔"

"کیا مطلب۔"

"بات وہی آگئی کہ ہم ایک دوسرے سے تعاون کئے بغیر آگے قدم نہیں بڑھا سکتے' اگر تم درحقیقت نیل کنٹھ کی جانب سفر کر رہے ہو تو ہم سے تعاون کرو اس سے بہتر طریقہ کار اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"نیل کنٹھ۔" ہدایت اللہ نے سوالیہ انداز میں کہا اور پھر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ جیمس پیرے ہنس پڑا تھا۔

"ہاں یہ بھی ایک طریقہ کار ہے کہ تم اصولی طور پر اس بات سے ہی انکار کردو لیکن میرے دوست شاید تم نے ایک غلطی کر ڈالی ہے' الفاظ بھی بڑی حیثیت کے حامل ہوتے ہیں جب میں نے اخبار میں پڑھی جانے والی کسی کہانی کا تذکرہ کیا تھا تو تم میں سے کسی نے نہ تو اس پر حیرت کا اظہار کیا نہ اس کے بارے میں مجھ سے کوئی سوال کیا اس کا مقصد ہے کہ کہانی والی بات تمہارے علم میں ہے اور کہانی کے سلسلے میں تم جانتے ہی ہو۔"

"میرا خیال ہے عمر انسان پر یقینی طور پر اثر انداز ہوتی ہے۔ تم ایسی احمقانہ باتیں کر رہے ہو جیمس پیرے جس کا کوئی سر ہے نہ پاؤں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری یہ احمقانہ باتیں ہمارے درمیان خلیج ہی پیدا کرتی چلی جائیں گی حالانکہ ہم جرائم پیشہ لوگ نہیں ہیں اور تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے لیکن تم وہ حالات پیدا کردو گے جن کے تحت ہمیں مجرمانہ انداز میں سوچنا پڑے گا۔"

"چلو ٹھیک ہے وقت گزرنے دو' وقت تمہیں خود بخود ہمارے ساتھ تعاون کرنے پر مجبور کر دے گا' ویسے سوالات تو بہت سے ہیں میرے ذہن میں مثلاً" میں تمہارے ساتھ اس بچی کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں اس کی پشت پر نیل کنٹھ کا نشان نہیں ہے لیکن یہ

تمہارے ساتھ ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے؟"

"میں نے کہا نہ مسٹر جیمس پیرے کہ انسان بعض اوقات اپنے آپ کو حد سے زیادہ ذہین سمجھ کر ایسی احمقانہ باتیں کرنے لگتا ہے جن کا کوئی سرپاؤں نہیں ہوتا۔ ہم کسی نیل کنٹھ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے اور جہاں تک اس بچی کا تعلق ہے تم نے اس کے ماں باپ کو دیکھ لیا ہے وہ سیدھے سادھے ملازم قسم کے لوگ ہیں ہم نے انہیں اپنی خدمت کے لئے اپنے ساتھ رکھا ہے۔ وہ ایک بچی کے ماں باپ ہیں' بچی کو چھوڑ نہیں سکتے تھے۔ ہمارے کہنے کی وجہ سے ہمارے ساتھ آگئے اور اس سے زیادہ ان کی اور کوئی اہمیت نہیں ہے۔ بہرحال مسٹر جیمس پیرے تم لوگ ہتھیاروں کے نام پر ہم پر حاوی ہو گئے ہو لیکن یہ بہتر عمل نہیں ہے اگر نیل کنٹھ کی کوئی کہانی ہے تو براہ کرم ہمیں بھی اس کے بارے میں بتاؤ ہم صرف مہم جو ہیں اور صحرائے اعظم کے بارے میں وہ تفصیلات معلوم کرنا چاہتے ہیں جو ہمارے ذہنوں میں ہے۔ بس اس کے علاوہ ہمارا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے اپنے کاموں میں مصروف رہو تمہیں ہمارے ساتھ ہی رہنا ہو گا باقی ذمہ داری ہماری ہے کہ ہم کس طرح تمہیں کنٹرول کرتے ہیں۔ بس اب اس سے زیادہ گفتگو نہیں کی جاسکتی تم لوگ اپنی اپنی گاڑیاں سنبھالو ہمیں آگے کا سفر کرنا ہے۔" جیمس پیرے نے اپنے ساتھیوں کو منتشر کر دیا اور یہ تمام لوگ بیٹھے ایک دوسرے کی شکل دیکھتے رہے۔ فیروز اب بھی ان سب سے لاتعلق وہیں ٹرک کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ جیمس پیرے اب جب وہاں پہنچے تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ کنور مہتاب علی کو کم از کم یہ احساس تھا کہ فیروز کام کا آدمی ہے ہو سکتا ہے فیروز کے ذہن میں کچھ ہو۔ اس سلسلے میں بعد میں ہی بات کی جاسکتی تھی غرض یہ کہ کافی وقت اسی انداز میں گزر گیا پھر جیمس پیرے ان کے قریب پہنچ گیا اور اس نے کہا۔

"آگے کے سفر کی تیاریاں مکمل ہیں۔"

"اگر ہم آپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیں مسٹر جیمس پیرے تو.........."

"تو..........." جیمس پیرے غرایا اور بولا۔

"تو میں پہلے رائفلوں سے گولیاں چلا کر تمہاری گاڑیوں کے ٹائر اور انجن تباہ کر دوں گا اور ان میں آگ لگا دوں گا اور اس کے بعد ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ کم از کم اس طرح تمہیں ہمارا تعاقب کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ کیا سمجھے؟" جیمس پیرے کی خوفناک غراہٹ اب اس کی اصل شخصیت کی نمائندگی کر رہی تھی۔ مائیکل بائر نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"نہیں مسٹر جیمس پیرے ہم آپ کی ہدایت پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

"تو پھر وقت ضائع نہیں کرو۔" وہ آگے بڑھ گیا اور یہ لوگ پھر ساکت کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ مائیکل بائر نے کہا۔

"میری رائے ہے دوستوں کہ ہم جس مشکل کا شکار ہو گئے ہیں ہمیں حالات سے تعاون کرنا چاہیے۔ یہ بوڑھے کہیں نہ کہیں دھوکہ کھائیں گے اور جہاں یہ دھوکہ کھائیں گے وہیں ہم ان پر اپنا داؤ آزمالیں گے۔ وہ سب اس بات سے متفق ہو گئے اور اس کے بعد لینڈ روورز میں جا بیٹھے۔ بوڑھوں نے بھی اپنا خیمہ وغیرہ اکھاڑ لیا تھا اور ٹرک کو روانگی کے لئے تیار کر لیا تھا فیروز اسی ٹرک میں بیٹھ گیا۔ سر ہدایت اللہ ان لوگوں سے معذرت کر کے جھاڑیوں میں جانے کے بہانے وہاں سے آگے آیا اور اس طرح جھاڑیوں میں بیٹھ گیا جیسے ضروری حاجت سے فارغ ہو رہا ہو' لیکن اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا تھا اور عرشی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن دوسری طرف سے ٹرانسمیٹر ریسیو نہیں کیا گیا۔ سر ہدایت اللہ چند لمحات یہ کوشش کرتا رہا اب اسے تشویش ہو گئی تھی پھر کنور مہتاب علی کے پکارنے پر وہ ایک گہری سانس لے کر اٹھ گیا اور لینڈ روور میں جا بیٹھا لیکن اس کے دل میں تشویش کے گہرے آثار تھے۔ یہ ٹرانسمیٹر پر کال کیوں نہیں ریسیو کی گئی۔ عرشی خدانخواستہ کسی مشکل کا شکار تو نہیں ہو گئی؟ نجانے کیا بات ہے؟"

لارک اینجلو نے اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ دوسری گاڑی میں مائیکل بائر نے آگے کی ڈرائیونگ سنبھالی تھی۔ سر ہدایت اللہ اور کنور مہتاب علی ایک ہی ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ نمہ اور سردار خان بھی ان کے ساتھ ہی تھے۔ ٹرک آگے بڑھا تو یہ لوگ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں تھی لیکن اس بات پر سب ہی متفق تھے کہ کہیں نہ کہیں تو بوڑھوں کے سلسلے میں انھیں موقع ملے گا راستے میں سر ہدایت اللہ نے کہا۔

"وہ نوجوان شاید ان کا ممنون کرم ہو چکا ہے اس نے ہم سے رجوع کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔" کنور مہتاب علی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ خاموش ہی تھا۔ لارک اینجلو کہنے لگا۔

"ویسے بڑی چوٹ ہو گئی۔ میرا خیال ہے ہم ان کیچوؤں کو صحیح طور پر سمجھ نہیں پائے۔"

"اب بھی آپ خیال ہی کی بات کرتے ہیں۔" سر ہدایت اللہ نے کہا۔

"بھئی قصور کسی ایک فرد کا تو نہیں ہے۔ کچھ عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئے تھے ہم لوگ' بہرحال مہم جوئی کی زندگی میں ہر طرح کے الٹ پھیر آتے ہی رہتے ہیں اور مشکل سے مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اب کسی ایک بات پر افسوس کرنا بے سود ہی

ہے۔" پھر شام کو ساڑھے چھ بجے تک سفر ہوتا جارہا تھا۔ بوڑھے بے تکان آگے بڑھتے جارہے تھے۔ راستے اتفاق سے بالکل ہی معتدل ملے اور کوئی ایسی مشکل پیش نہیں آئی لیکن یہ لوگ کوئی موثر منصوبہ بھی نہیں بناسکے تھے کہ بوڑھوں کے خلاف کوئی کارروائی کی جاسکے۔ شام ہوگئی اور ایک مناسب جگہ گاڑیاں روک لی گئی' بوڑھے گاڑیوں سے نیچے اترے تو سب کے سب رائفلوں سے مسلح تھے۔ یہاں تک کہ ایک رائفل فیروز کے ہاتھ میں بھی تھی اور وہ بھی بالکل انہی کی مانند ان لوگوں کی جانب نگراں نظر آرہا تھا۔ سر ہدایت اللہ نے مسکراتے ہوئے کنور مہتاب علی سے کہا۔

"یہ شخص کیا پاگل ہوگیا ہے؟ کم از کم اسے یہ تو یاد ہوگا کہ اسے بچا کر ان بوڑھوں تک لانے والے ہم ہی لوگ تھے۔"

"سب بے کار باتیں ہیں ہدایت اللہ۔ میری رائے ہے کہ سب کو جمع کرکے یہ ہدایت کردو کہ جب تک کوئی بالکل ہی موثر صورت حال پیش نہ آجائے ان بوڑھوں کے خلاف کوئی جلد بازی کی کارروائی کرنے سے گریز کریں۔ میں ان کے بارے میں اندازہ لگا چکا ہوں یہ اس قدر کیچوے نہیں ہیں جتنا ہم انہیں سمجھتے رہے ہیں۔ اچھے خاصے چست و چالاک ہیں۔" بوڑھے ان کے قریب پہنچ گئے۔ جیمس پیرے نے کہا۔

"چلو دوستو رات کے کھانے کا انتظام کرو' لیکن صرف اپنے لئے ہم نہیں چاہتے کہ تم بھی ہمیں کوئی بہت ہی لذیذ قہوہ پلادو۔" جیمس پیرے ہنس پڑا پھر بولا۔

"اور ایک بات جو آخری ہے وہ یہ کہ ہم لوگ بھی گھاس کھودنے والے نہیں ہیں یہ نہ سمجھنا کہ غفلت کا کوئی لمحہ تمہیں ہم پر فوقیت دلا دے گا۔ ہماری درخواست ہے کہ امن پسند رہنا اور اپنے آپ کو پرسکون رکھنے کی کوشش کرنا' ہم نہیں چاہتے کہ بے مقصد خون بہایا جائے لیکن اگر مجبور ہوئے تو پھر ہم اتنے آسان بھی نہیں نظر آئیں گے تمہیں' بات سمجھ رہے ہو نا؟"

"گھٹیا قسم کی دھمکیوں سے گریز کرو۔ ہم لوگ خوش دلی سے تمہارے ساتھ ایک لمحہ بھی سفر نہیں کریں گے' لیکن کوئی احمقانہ عمل کرنے کا ارادہ بھی نہیں ہے ہمارا' کہا

بعد تم سے گفتگو ہوگی اور ہم یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ تمہارا منصوبہ کیا ہے۔" جیمس نے مسکراتی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور اس کے بعد واپسی کے لئے مڑگیا۔ یہ لوگ بھی اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے۔ عرشی گل کے ساتھ تھوڑی سی آگے نکل گئی تھی۔ ٹرانسمیٹر پر اشارے ملے تھے اور اس نے اشارے کا بٹن آف کردیا تھا۔ اسے خدشہ تھا کہ موقع ملتے ہی ہدایت اللہ پھر اس سے رجوع کرے گا چنانچہ وہ تیار تھی اور ہدایت اللہ نے بھی یہی کیا۔ اس نے ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھ کر ایک جگہ منتخب کی اور دھڑکتے دل سے عرشی سے رابطہ قائم کیا۔

"ہاں ڈیڈی۔ میں صورت حال پر گہری نگاہ رکھے ہوئے ہوں۔ آپ بے ہوش تھے ورنہ میں اسی وقت آپ سے رابطہ کرتی۔"

"تم خیریت سے ہو؟"

"بالکل۔ اگر آپ کہیں تو ہم موقع پاتے ہی ان بوڑھوں پر قابو پانے کی کوشش کریں؟"

"ہرگز نہیں۔ وہ مسلح ہیں اور جارحیت پر آمادہ ہیں۔"

"ہم بھی مسلح ہیں ڈیڈی۔"

"اوہ۔ میری بات سنو......... میں خونریزی نہیں چاہتا۔ عرشی......... پلیز' ایسی کوئی کوشش نہ کرنا۔"

"ہم تو تیاریاں کرچکے ہیں ڈیڈی۔"

"بالکل نہیں۔ میں سختی سے منع کررہا ہوں تمہیں۔ ضرورت ہوئی تو میں خود تمہیں اس کا اشارہ دوں گا۔"

"اوکے ڈیڈی۔" عرشی نے کہا۔ اور ہدایت اللہ نے گہری سانس لے کر ٹرانسمیٹر بند کردیا۔ بہرحال اسے عرشی کی طرف سے اطمینان ہوگیا تھا۔

ایک تردد' ایک بیزاری کی سی کیفیت ہر دل میں پیدا ہوگئی تھی حالانکہ یہ بہت مشکل کام نہیں تھا کہ وہ چالاکی سے عمل کرکے ان بوڑھوں پر قابو پالیں۔ لیکن اس کے

لئے خونریزی کرنا ہوتی، اور فطرتاً وہ اس قسم کے لوگ نہیں تھے کہ بے مقصد کی زندگی کے گاہک بن جاتے۔ بوڑھوں کے انداز سے بھی یہی پتہ چلتا تھا کہ وہ مرزا نعیم بیگ کی شائع کرائی ہوئی کہانی سے متاثر ہو کر اس طرف آئے ہیں اور وہی مقصد رکھتے ہیں لیکن انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے۔ ہاں اگر ان کی طرف سے کوئی عمل ہوا تو شاید کبھی اپنی طرف سے کوئی کارروائی کرنے میں عار محسوس نہ کریں گے۔ ویسے وہ پوری طرح مستعد تھے، ان میں سے دو افراد رائفلوں سے نشانہ باندھے ہوئے ٹرک کی چھت پر سے ان کی جانب نگراں رہتے تھے اور انہوں نے کہہ بھی دیا تھا کہ اگر کوئی خطرہ محسوس کیا گیا تو پھر وہ اپنی مدافعت سے باز نہ رہ پائیں گے، کھانے وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد یہ لوگ ایک جگہ جمع ہو گئے اور آئندہ کے لئے لائحہ عمل طے کرنے لگے۔ ہدایت اللہ نے کہا۔

"دیکھو، ان لوگوں پر قابو پالینا ہمارے لئے زیادہ مشکل کام نہیں ہوگا......... لیکن مسئلہ یہی ہے کہ اس کے لئے ہمیں شدید جدوجہد کرنا پڑے گی جس کے نتیجے میں چند افراد کی زندگیاں بھی جاسکتی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اس سے گریز کیا جائے۔ آئندہ یہ فیصلہ کریں گے کہ ان بوڑھوں کے سلسلے میں کیا کیا جائے۔ کم بخت جان ہی کو آ گئے، یہ امید نہیں تھی ان سے، اپنی عمر سے زیادہ مستعد نظر آتے ہیں، فی الحال تو یہ بالکل چوکس ہیں، اور انہیں کوئی ڈاج دینا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے لیکن کوئی نہ کوئی موقع ایسا ضرور مل جائے گا۔ میرے خیال میں تو ان کے ساتھ بھی یہی عمل کیا جاسکتا ہے۔"

"کیا؟"

"انہیں بے دست و پا کر دیا جائے اور ان کے سامان وغیرہ پر بھی قبضہ کر لیا جائے، اور پھر ہم انہیں جنگلوں میں چھوڑ دیں۔ بہتر یہی ہوگا کہ ہم اپنے ہاتھوں سے ان کی زندگیاں ختم نہ کریں بلکہ ان کی تقدیر پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ انہوں نے بھی ہمارے ساتھ زیادتی کرنے کی کوشش کی ہے۔"

"ہاں یہ ایک بہتر آئیڈیا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم ان سے اپ

مشن کا اقرار کرلیں، یہ بھی شکر ہے کہ ہمارے سامان وغیرہ میں ایسا کوئی نقشہ نہیں جس کے تحت نیل کنٹھ کی نشاندہی ہوتی ہو، میرا تو خیال ہے کہ بے ہوشی کے دوران انہوں نے ہمارے سامان کا جائزہ لے لیا ہوگا۔ اس بات کے قوی امکانات ہیں کہ انہیں سامان میں سے کچھ نہیں مل سکا ہوگا۔ ہم پہلے یہ طے کرلیں آپس میں کہ انہیں اپنے بارے میں کیا بتانا ہے۔"

"وہی موقف سب سے موزوں ہے، ہم نیل کنٹھ جیسی کسی جگہ کے بارے میں کوئی اعتراف نہیں کریں گے اور ان سے کہہ دیں گے کہ ہمارا مشن مختلف ہے۔"

"فرض کرو انہوں نے ہمیں اس طرف راغب کرنے کی کوشش کی تو؟"

"خوش دلی سے تو راغب نہیں ہوں گے۔ لیکن بہرحال جب تک ان کے قبضے میں ہیں ان کی ہدایت پر عمل کریں گے۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔"

"گویا یہ بات طے ہے کہ ہم کسی قیمت پر ان سے یہ اقرار نہیں کریں گے کہ ہمیں نیل کنٹھ کے بارے میں کچھ معلومات ہیں؟"

"یہی میرا مقصد ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ دیکھو جیمس پیرے اس طرف آ رہا ہے اور ادھر بھی دیکھ لو۔ یعنی اس نے اپنے تحفظ کے لئے اپنی دانست میں بہترین انتظامات کر لئے ہیں۔" انہوں نے دیکھا کہ دو رائفل بردار بوڑھے دوسری سمت جا رہے تھے۔ یہ جیمس پیرے کے محافظ تھے اور ہر طرح سے اس کی زندگی کے تحفظ کے لئے تیار تھے۔ بہرحال انہوں نے تعرض نہیں کیا۔ جیمس پیرے بھی ان سے خوفزدہ ہی تھا۔ جب آ کر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گویا میٹنگ ہو رہی ہے، کیا گفتگو ہو رہی ہے اس میٹنگ میں۔ اصولی طور پر تو شروع ہم ہی ہونے چاہئیں لیکن بہرحال، ہاں ذرا اپنے دونوں طرف دیکھ لو، دو آدمی ٹرک کی چھت پر موجود ہیں اور پر لطف بات یہ ہے کہ یہ اچھے نشانہ باز بھی ہیں اور انہیں کا استعمال بخوبی [illegible] ہیں، اگر یقین نہ ہو تو میں انہیں اشاروں کروں تاکہ

تمہیں اپنی نشانہ بازی کا مظاہرہ دکھادیں اور دوسری جانب بھی میں نے دو افراد بھیج دیئے ہیں تاکہ ہو سکتا ہے کہ تم لوگ مجھے یرغمال بنانے کی کوشش کرو' ایسے موقع پر یہ لوگ میرا تحفظ کر سکتے ہیں۔"

"آپ بہت خوفزدہ معلوم ہوتے ہیں مسٹر جیمس پیرے۔"

"عمر' عمر' عمر......... عمر انسان کو اپنے آپ سے محتاط کر دیتی ہے۔ میں تم لوگوں کی طرح مستعد اور جنگجو نہیں ہو سکتا۔ مجھے اپنے تحفظ کے لئے بہرحال تھوڑا بہت انتظام کرنے کا حق تو حاصل ہے۔"

"بالکل بچوں کی سی باتیں کر رہے ہیں آپ مسٹر جیمس پیرے' ہم جرائم پیشہ لوگ نہیں ہیں کہ فوری طور پر مجرمانہ اقدامات کرنے پر تل جائیں' ہم شریف لوگ ہیں اور مہم جوئی کے لئے نکلے ہیں' قتل و غارت گری کے لئے نہیں........."

جیمس پیرے استہزائیہ انداز میں ہنسنے لگا پھر اس نے کہا۔

"اصل میں تم لوگوں نے بس اتنی سی بات نظر انداز کر دی ہے کہ صحرائے اعظم افریقہ میں اگر کوئی زندگی کی بازی لگا کر مہم جوئی کے لئے نکل کھڑا ہو تو وہ صرف احمق نہیں ہوتا' بلکہ اس کے اپنے اندر بھی کچھ ایسی صفات ہوتی ہیں جن سے اور کچھ نہ سہی وہ کم از کم اپنا تحفظ ہی کر سکے اور بات جب کسی کو اس کی مرضی کے خلاف استعمال کرنے کی آجاتی ہے تو پھر واقعی اگر تمہاری جگہ میں بھی ہوتا تو پھر اتنی شرافت سے کام نہ لیتا۔ بنیادی بات یہ ہے کہ تم لوگ کچھ بھی ہو .... لیکن تم نے میرے اس فعل کو پسند نہیں کیا ہوگا اس لئے میرے دوست احتیاط اچھی چیز ہوتی ہے' ہاں ارے ہاں' ذرا یہ تو بتاؤ کہ کیا اس دلچسپ گفتگو کے لئے وہ قہوہ موزوں نہیں رہے گا جسے تمہاری پسند کی سند حاصل ہے۔"

"اگر آپ ہمیں غصہ دلانا چاہتے ہیں مسٹر جیمس پیرے تو اس وقت ہمیں غصہ بھی نہیں آسکتا کیونکہ ہم بہرحال اپنی حماقت کا ماتم کر رہے ہیں۔"

"حماقت کا تصور تو صرف تم نے کر لیا ہے حالانکہ یہ حماقت نہیں ہے' جو

اخبارات میں شائع ہوئی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ کتنا عظیم الشان خزانہ نیل کنٹھ قبیلے میں محفوظ ہے کہ اگر ہزار آدمی اس کے حصول کے لئے کوشش کریں تو ہر شخص اتنا حاصل کر کے جاسکتا ہے کہ بادشاہ بن کر زندگی گزارے' اور وہاں قیمتی پتھروں اور سونے کے انبار کی بھی کمی نہیں ہے' چنانچہ اگر مل بانٹ کر کھایا جائے تو موزوں ہو گا........."

"بد قسمتی سے وہ کہانی ہماری نگاہوں کے سامنے سے نہیں گزری مسٹر جیمس پیرے، آپ جس کا بار بار تذکرہ کر رہے ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ وہ کہانی پہلے ہمیں سنا دی جائے۔" کنور مہتاب علی نے کہا اور جیمس پیرے سنجیدگی سے ان کی صورت دیکھنے لگا پھر بولا۔

"میں نے قہوے کے بارے میں پوچھا تھا؟"

"نہیں شکریہ، جس چیز کے لئے ہمیں اتنی اذیت برداشت کرنی پڑی ہو اس کو ہم دوبارہ اپنے ہاتھ میں لینا پسند نہیں کریں گے۔"

"حالانکہ اب اس میں بے ہوشی کی دوا ملانے کی ضرورت نہیں رہی ہے، لیکن بہرحال یہ میرا اخلاقی فرض تھا کہ تمہاری پسند کی چیز کے بارے میں تم سے پوچھ لیا جائے، تم اگر اسے ناپسند کرتے ہو تو تمہیں میں مجبور نہیں کروں گا۔"

"او کے مسٹر جیمس پیرے، او کے اب آپ ہمیں اس کہانی کے بارے میں بتایئے۔ وہ کہانی آخر ہے کیا؟"

"ہوں، پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم اگر نیل کنٹھ کے سلسلے میں نہیں نکلے تھے تو پھر ان جنگلات میں تمہارے سفر کرنے کا مقصد کیا تھا؟"

"کیا صحرائے اعظم میں نکل آنے والے مہم جو صرف کسی نیل کنٹھ کی ہی تلاش

نکلتے ہیں؟"

"نہیں میرے دوست، اصل میں پتہ نہیں تم کیوں اس بات سے اس قدر منحرف رہے ہو جبکہ تمہیں منحرف نہیں ہونا چاہیے یا پھر اگر تم اس کہانی سے مکمل طور پر واقف ہو جو اخبارات میں شائع ہوئی ہے تو میرا خیال ہے پہلے تمہیں اس کہانی سے روشناس کرا دینا ضروری ہے۔" جیمس پیرے نے اپنے لباس سے اخبارات کے وہ تراشے نکالے جس میں کم بخت نصیر بیگ نے گہر افشانی کی تھی۔ تیز روشنی کا لیمپ روشن کر کے ساتھ رکھ لیا جسے وہ اپنے ساتھ ہی لایا تھا اور پھر بولا۔

"لو ذرا پہلے اس کہانی پر غور کر لو۔"

"کنور مہتاب علی اور ہدایت اللہ اداکاری کرنے کے انداز میں اخبار پر جھکے تھے لیکن دوسرے لمحے ان کے ذہنوں کو شدید جھٹکا لگا۔ جو شدید حماقت وہ اب تک کرتے رہے تھے اچانک ہی انہیں اس کا احساس ہو گیا تھا حالانکہ اردو اخبار میں چھپنے والی کہانی یورپ کے اخبار میں شائع ہوئی تھی۔ لیکن کہانی سے حاصل شدہ تصاویر بھی یورپ کے اس اخبار میں موجود تھیں اور اس میں ان لوگوں کو صاف پہچانا جا سکتا تھا۔ دونوں کے ذہن جھنجھنا کر رہ گئے۔ مائیکل بائر اور لارک اینجلو نے بھی اس سنگین غلطی کو محسوس کیا جو وہ اب تک کرتے چلے آ رہے تھے۔ ان تصویروں کی موجودگی میں تو اس حقیقت سے انحراف باہی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ یہی لوگ اس کہانی کے اصل کردار تھے...... لیکن نجانے کیوں یہ بات سب ہی کے ذہن سے نکل گئی تھی کہ مرزا نصیر بیگ کی کہانی کے ساتھ کچھ تصاویر بھی شائع ہوئی تھیں اور وہ نقشے بھی نصیر بیگ نے شائع کرائے تھے۔ اب ان تصویروں کی موجودگی میں کسی انکار کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ جیمس پیرے ان کی اس کیفیت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"یوں لگتا ہے دوستو کہ تمہیں اس کہانی کے بارے میں علم نہیں تھا۔ یہ نہیں جانتے تھے تم کہ اس شخص نے جس نے یہ کہانی شائع کرائی ہے تمہاری تصاویر بھی شائع کرائی ہیں۔ بات یہاں ہمارے لئے بھی الجھن کا باعث تھی اور ہم دوستوں ...

پر تبصرے بھی کئے تھے اور یہی سوچا تھا کہ شاید اس کہانی کے چھپنے کا تمہیں علم نہیں ہے۔ اب اس پوری کہانی کو پڑھنے کے بعد تمہارے ذہن میں یہ بات تو صاف ہو جائے گی کہ ہم عام مہم جوؤں کی حیثیت سے کسی کے لئے قابل توجہ نہیں بلکہ خوش قسمتی سے ہم وہ لوگ ہیں جنہیں اصل کردار دریافت ہو گئے۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو' جس جس مہم جو نے اس کہانی کو پڑھا ہو گا وہ صحرائے اعظم میں نیل کنٹھ قبیلے کی تلاش کے علاوہ تمہاری تلاش میں بھی ہو گا۔ کہو کیا خیال ہے؟"

ان لوگوں کی قوت گویائی سلب ہو گئی تھی' اس شدید ذہنی جھٹکے نے درحقیقت انہیں ذہنی طور پر چوپٹ کر دیا تھا۔ لیکن ریٹا ہاروے یہاں سب پر سبقت لے گئی۔ اس نے ایک قہقہہ لگایا تھا۔ پھر وہ لارک اینجلو سے بولی۔

"اینجلو......یہ کمینہ نصیر بیگ ہمیشہ ایسے ہی خطرناک مذاق کرتا ہے۔ ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ اس بار اس نے کیا کہانی تخلیق کی ہے۔" ریٹا نے اخبار لے لیا۔ پھر وہ پوری کہانی پڑھنے لگی۔ پھر پیشانی پر ہاتھ مار کر بولی۔ "میرے خدا......اور ہمیں اس کی اس حرکت کا علم بھی نہیں ہو سکا۔"

"جیمس پیرے تیکھی نگاہوں سے ریٹا ہاروے کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔ "تم کیا کہنا چاہتی ہو میڈم۔"

"یہ مسٹر جیمس پیرے کہ صرف آپ ہی نہیں نہ جانے کون کون سے لوگ اس داستان سے احمق بنے ہوں گے۔ میرے خدا! کتنا بھیانک مذاق ہے۔"

"یہ کہانی مذاق ہے"

"ہاں' اور اسے دلچسپ مذاق نہیں کہا جا سکتا۔ کاش آپ اس شخص کے بارے میں جانتے مسٹر جیمس پیرے۔"

"کس شخص کے بارے میں؟"

"جس کا نام نصیر بیگ ہے۔"

"تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔"

"یہ ایک فکشن رائٹر ہے۔ جرائد میں کہانیاں لکھتا ہے اور......ایڈونچر اس کا خاص موضوع ہے۔ پچھلی بار یہ ہمارے ساتھ ایک مہم میں شریک تھا۔ یہ تصویریں اس نے وہیں بنائی تھیں اور کہا تھا کہ ان کی مدد سے ایک انوکھی کہانی تخلیق کرلے گا۔ اور اس بدبخت نے یہ کہانی تخلیق کرلی۔"

"بکواس کرتی ہو تم......بے وقوف سمجھتی ہو مجھے......" جیمس پیرے نے بپھرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں نہیں سمجھتی مسٹر جیمس پیرے......آپ اتنے بد اخلاق کیوں ہو گئے؟" ریٹا نے کہا۔

"اس لئے کہ تم جھوٹ بول رہی ہو۔ میں نے صرف اسی کہانی پر بھروسہ نہیں کیا میری اپنی بھی تحقیق ہے۔"

"کیا آپ کی ملاقات بھی کرنل کرٹ سے ہو گئی۔"

"کون کرنل کرٹ؟"

"جس نے نیل کنٹھ کی کہانی تخلیق کی ہے۔" ریٹا ہاروے نے کہا۔

"سب ششدر رہ گئے تھے۔ ریٹا نے جس طرح اس صورت حال کو سنبھال کر انہیں کنفیوژ کر دیا تھا' وہ بڑے کمال کی بات تھی۔ پھر سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ جیمس پیرے کی ہر بات کا نہایت تسلی بخش جواب دے رہی تھی۔"

"نیل کنٹھ کی کہانی کسی ایک شخص کی تخلیق نہیں۔"

"پھر مسٹر پیرے؟" ریٹا نے پوچھا۔

"تم مجھے کرنل کرٹ کے بارے میں بتاؤ۔"

"ایک مہم جو......لیکن خبطی......اس نے ہمیں نیل کنٹھ کے بارے میں ایک بے تکی کہانی سنائی تھی۔ نصیر بیگ بھی ہمارے ساتھ تھا وہ اس کہانی کی آؤٹ لائن لے اڑا۔"

"تو تمہارے خیال میں نیل کنٹھ کا کوئی وجود نہیں ہے۔"

"کرنل کرٹ نے بڑے وثوق سے یہ کہانی سنائی تھی۔ لیکن اس کہانی میں بڑے جھول تھے جن کی بناء پر ہم نے اسے صرف اختراع سمجھا تھا۔"

"اور تمہارے دوست نے صرف داستان طرازی کی تھی۔"

"صرف۔"

"میں نہیں جان سکتا۔" جیمس پیرے کے لہجے کا کھوکھلا پن بتاتا تھا کہ وہ ڈانوڈول ہوگیا ہے۔

"مسٹر پیرے' کیا آپ کا ذریعہ معلومات کچھ اور ہے۔"

"ہاں۔"

"کیا یہ کہ ہم لوگ نیل کنٹھ کا جائزہ لے چکے ہیں۔" ریٹا ہاروے نے سوال کیا اور جیمس پیرے کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر بولا۔

"نہیں.......... لیکن قبیلہ نیل کنٹھ..........اس کی روایات اور خزانے کا تصور موجود ہے۔"

"میں آپ کی معلومات کو چیلنج نہیں کرتی۔ لیکن ہم لوگ تمام حقیقت کے ساتھ آپ کے سامنے موجود ہیں۔"

جیمس پیرے انہیں گھورتا رہا پھر اس نے کہا۔ "ہر چند کہ میں نے تمہاری اس کہانی کو تسلیم نہیں کیا ہے' لیکن اس کے باوجود میں تمہیں اس کا موقع دیتا ہوں کہ تم غور کرلو۔"

"کیا مطلب مسٹر جیمس پیرے' ہم کیا غور کرلیں؟"

"میرا مطلب ہے اگر تم مجھ سے فریب کر رہی ہو تو اپنے آپ کو اس سے باز رکھو اور میری دشمنی مول نہ لو۔"

ریٹا ہاروے نے کسی قدر جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "مسٹر جیمس پیرے میں نہیں سمجھ سکتی کہ آپ کس قسم کے انسان ہیں' ہمارے اور آپ کے درمیان بھلا دشمنی کا کیا جواز ہے۔ کون سا ایسا کام کیا ہے ہم نے جو آپ کے لئے ناخوشگوار ہو صرف یہ کہ ہم

آپ کو اپنی قربت میں قبول نہیں کیا اور اس بات پر آمادہ نہیں ہوئے کہ آپ کو اپنے ہ لے چلیں.......... مسٹر جیمس پیرے اگر آپ واقعی محب انسانیت ہیں تو کیا آپ کو چند نوں کے ساتھ اتنا برا سلوک کرنا چاہیے' جو آپ نے ہمارے ساتھ کیا ہے؟ یہ تو فریب دھوکہ دہی ہے' آپ دنیا کے ان بڑے لوگوں میں شامل ہونا چاہتے ہیں جو انسانیت لئے تحقیقات کرکے اپنے آپ کو امر کر چکے ہیں۔ اگر آپ اس میں کامیاب ہوگئے تو آپ کا ضمیر آپ کو ملامت نہیں کرے گا کہ آپ نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے انسانوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا تھا؟ آپ کو کیا حق پہنچتا تھا کہ آپ ہمیں بے ن کرکے ہمارے ہتھیار اپنے قبضے میں کرتے۔ ہم کون سا آپ کو نقصان پہنچا سکتے تھے۔ ہم تو آپ کے ممنون کرم تھے کہ آپ نے ایک انسان کو زندگی دی ہے میری سمجھ میں ں آتا مسٹر جیمس پیرے کہ آپ مجرمانہ ذہنیت کے حامل ہیں یا پھر ایک اچھے انسان جو انیت کے لئے کچھ کرنا چاہتے ہیں' پہلے آپ اس بات کی تصدیق کر دیجئے کہ آپ کی رت میں جرم کا عنصر زیادہ ہے یا.........."

جیمس پیرے اچانک جھلا کر اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا اور پھر تیز تیز قدموں سے وہاں ، چلا گیا۔ کنور مہتاب علی' سرہد ایت اللہ' لارک اینجلو' مائیکل بائر تحسین آمیز نظروں ، ریٹا ہاروے کو دیکھ رہے تھے اور ریٹا ہاروے کے ہونٹوں پر مدہم سی مسکراہٹ پھیلی ئی تھی۔ جیمس پیرے اپنے ساتھیوں کے پاس چلا گیا۔ ریٹا ہاروے نے اسے ذہنی طور پر عل کر دیا تھا اور اب وہ فیصلہ کرنے سے قاصر تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔

یہ لوگ خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ مائیکل بائر نے آہستہ سے کہا۔

"درحقیقت یہ بات مجھے آج تک نہیں معلوم تھی ریٹا ہاروے کہ تم ذہنی طور پر اتنی طاقتور ثابت ہو سکتی ہو۔" ریٹا ہاروے مسکرا دی۔ اس نے کہا۔

"اصل میں ایک مہم جو کی حیثیت سے میں نے آپ لوگوں کے درمیان کوئی کارنامہ ابھی تک سرانجام نہیں دیا تھا۔ میں نے سوچا کہ مجھے بھی کچھ کرنا چاہیے چنانچہ میں نے اپنا فرض پورا کر ڈالا۔"

"نا صرف فرض پورا کر ڈالا میڈم ریٹا ہاروے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ آپ نے اپنی پوری مہم کی تمام تر ذمہ داریاں ایک ساتھ ہی پوری کر دی ہیں۔" سر ہدایت اللہ نے کہا۔ اور ریٹا ہاروے کھل کر مسکرا دی پھر بولی۔

"اگر آپ لوگ ایسی بات سمجھتے ہیں تو درحقیقت یہ میرے لئے ایک بہترین صلہ ہے۔ تھینک یو ویری مچ۔"

"مگر یہ سوجھی کیسے تمہیں؟" لارک اینجلو نے کہا۔

"بس بروقت سوجھ گئی۔ جیمس پیرے کو بے وقوف بنانے کے لئے ایک پوائنٹ ہاتھ آ گیا تھا۔ میں نے سوچا چلو اس پر کام کر ڈالا جائے۔"

"لیکن تم نے نہایت ذہانت سے اپنا یہ کام سرانجام دیا ہے۔"

"اب کس کس کا شکریہ ادا کروں.........."

"نہیں میرا خیال ہے اب شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اب یہ بتاؤ کہ یہ اس سلسلے میں ہمیں کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے؟"

"ارے میں بتاؤں.........!" ریٹا ہاروے خوشگوار ہنسی کے ساتھ بولی۔

"ہاں......... جو شخص بیج بوتا ہے وہی کونپل بھی اگا سکتا ہے اور درخت بھی۔ کم از کم اس سلسلے میں ہم تمہارے احکامات کی پابندی کریں گے۔"

"ارے نہیں سر آپ لوگوں کو ساری صورت حال معلوم ہے۔ وہ درحقیقت نیوژ ہو گیا ہی اور ہم اس کے کنفیوژن سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے۔"

"دیکھنا یہ ہے کہ اب اس کا رویہ ہمارے ساتھ کیا رہتا ہے۔"

"دیکھ لیں گے......... ورنہ جو کچھ بھی صورت حال ہوگی، دیکھی جائے گی۔"

"ویسے واقعی مس ریٹا آپ نے کمال کر دکھایا۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔

"اور سب سے بڑی بات یہ کہ آس پاس کی تمام بندشیں مضبوط کرنے کے ساتھ تھ.........."

"یہی تو سب سے بڑی خوبی ہے اس کہانی کی، نصیر بیگ کو بھنگی بنا کر رکھ دیا ریٹا اے نے۔"

"وہ کم بخت ہے کہاں۔ نجانے کیوں بار بار مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ ہم سے ادہ فاصلے پر نہیں ہے۔"

"یہ احساس صرف آپ کا ہی نہیں ہے ریٹا ہاروے بلکہ ہم میں سے ہر شخص اس کا ر ہے۔" ہدایت اللہ نے کہا اور کنور مہتاب علی کی نگاہیں بے اختیار ٹرک کی جانب اٹھ ئیں۔ فیروز ان لوگوں کے درمیان ہی تھا۔ کنور مہتاب علی کو یقین نہیں آتا تھا کہ کسی نہ ی شکل میں فیروز ان کا ہمنوا بن گیا ہے بلکہ اب بھی اس کے دل میں یہ خیال تھا کہ وز نے مصلحتاً ان کی قربت اختیار کر لی ہی اور ویسے بھی جیمس پیرے نے اس کے ساتھ سلوک کیا ہے۔ فیروز ڈبل گیم کھیل رہا ہے اس کی تمام تر شخصیت کنور مہتاب علی کے

سامنے تھے اور ان کا دل مانتا ہی نہیں تھا کہ فیروز ان سے منحرف ہوگیا ہے۔ اور ویسے بھی اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو کنور مہتاب علی کے بارے میں کوئی نہ کوئی ایسی بات جیمس پیرے کے منہ سے ضرور نکلتی جو اس بات کی نشاندہی کر دیتی کہ فیروز ان لوگوں کو سب کچھ بتا چکا ہے.......... نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا لیکن یہ خیالات کنور مہتاب علی کے اپنے دل میں ہی تھے اور اس نے اس سلسلے میں ایک بات بھی اپنی زبان سے ادا نہیں کی تھی۔ بہرحال اس کے بعد جیمس پیرے اور اس کے ساتھی ان کی جانب نہیں آئے۔ لیکن نگرانی کا وہ سلسلہ جاری رہا جس کی جیمس پیرے نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دی ہوگی۔ البتہ وہ دو آدمی جو دوسری جانب سے نگرانی کے لئے قریب آگئے تھے اب اپنی جگہ سے ہٹ کر واپس پہنچ گئے تھے اور اب نگرانی نہیں کی جارہی تھی۔ مگر ٹرک کی چھت پر وہ دونوں افراد موجود تھے جن کی رائفلوں کا رخ ان کی جانب تھا.......... چنانچہ اب آرام کا بندوبست کیا گیا اور اس کے بعد وہ لوگ آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ قریب قریب جگہ بنالی گئی تھی تاکہ گفتگو کا سلسلہ جاری رہے۔ تمام لوگ سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کچھ دیر کے بعد کنور مہتاب علی نے کہا۔

"دوستو، اب صورت حال ایک نئی شکل اختیار کر چکی ہے اور ہمیں یہ سوچنا ہے کہ اس سلسلے میں ہمارے آئندہ اقدامات کیا ہوں گے؟"

"بالکل فیصلہ کرلینا چاہیے تاکہ مشترکہ فیصلے کی روشنی میں ہم ان بوڑھے گدھوں سے بات کرسکیں۔ ویسے یہ اس قدر خطرناک ہوں گے ہمیں اس کا اندازہ نہیں تھا۔"

"اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم ان سے تعاون کرکے بات آگے بڑھائیں یا پھر ان کے خلاف عمل کرلیں۔"

"آپ لوگ سوچیں گے کہ ایک چھوٹی سی کہانی سنا کر جس طرح میں نے ان لوگوں کو احمق بنالیا ہے اس سے میں بہت زیادہ مغرور ہوگئی ہوں اور اپنے آپ کو مدبر سمجھنے لگی ہوں۔ لیکن اگر مجھے اجازت دیں تو میں بھی اس سلسلے میں اپنی رائے کا اظہار کروں۔" ریٹا ہاروے نے کہا اور سب لوگ ہنسنے لگے۔ سرہدایت اللہ بولا۔

"نہیں مس ریٹا ہاروے آپ اس انداز میں کیوں سوچتی ہیں، پچھلی بار بھی آپ مہم میں ہمارے ساتھ ایک سرگرم کارکن کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دیتی رہی ہیں اور اس بار بھی آپ کو وہ تمام مکمل اختیارات حاصل ہیں۔ براہ کرم اس انداز میں سوچ کر گفتگو کیجئے ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ بہرحال ایک ذہین خاتون ہیں۔"

"سرہدایت اللہ میری رائے ہے کہ ان احمق بوڑھوں سے اپنی دلچسپی کا بھی اظہار کیا جائے لیکن انتہائی احتیاط سے ساتھ اور پھر ان کے ساتھ ان کی شرائط پر تعاون کا وعدہ کرلیا جائے۔ ظاہر ہے ہم انہیں اپنی گردن میں تو باندھے نہیں پھریں گے۔ لیکن کسی مناسب وقت پر ان سے چھٹکارہ حاصل کرلیا جائے گا۔ اسی طرح جس طرح ہم نے پہلے ان کے بارے میں سوچا تھا۔"

"اس سے بہتر صورت حال اور کوئی سمجھ میں آتی نہیں ہے۔" کنور مہتاب علی نے بھی اس بات پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔ لارک اینجلو اور مائیکل بائر نے بھی اس کی تصدیق کر دی اور پھر یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔ اس کے بعد سونے کے علاوہ کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چوکیدار رات کی چوکیداری کے لئے موجود تھے جو ٹرک کی چھت پر کھڑے اپنی دانست میں ان کی نگرانی کر رہے تھے۔ لیکن یہ لوگ اس لئے مطمئن ہوگئے کہ اس طرح وہ صحرائے اعظم میں پہرے داری کے فرائض سرانجام دیتے رہیں گے پھر سونے کے سوا اور کوئی کام نہیں تھا۔ چنانچہ سب آرام کی نیند سو گئے۔ نادر شاہ اور عرشی بھی اس تمام کارروائی سے مطمئن تھے اور چونکہ وہ ذرا نچلی سطح کے لوگ تھے ان لوگوں کی نگاہوں میں اس لئے ان کا تھوڑا سا فاصلہ ہی موزوں رہتا تھا اور وہ لوگ اس کا پورا پورا خیال رکھتے تھے لیکن اس طرح انہیں آپس میں سرگوشیاں کرنے کے مواقع حاصل ہو جاتے تھے۔ نادر شاہ نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"ڈارلنگ سو گئیں؟"

عرشی چونک اٹھی اور اس نے سرگوشی ہی کے لہجے میں کہا۔ "اے اے مسٹر نادر شاہ، آپ نادر شاہ ہوں گے اپنے لئے۔ مجھ سے ذرا سوچ سمجھ کر بات کیجئے گا.........."

"کیا مطلب‘ میں نے ایسی کون سی بات کہہ دی۔" نادر شاہ بھولپن سے بولا۔

"یہ ڈارلنگ کسے کہا آپ نے؟"

"گل کو!" نادر شاہ بھرپور معصومیت سے بولا اور عرشی ہنس پڑی۔ اس نے کہا۔

"بہت چالاک آدمی ہو‘ اس میں کوئی شک کی بات نہیں ہے۔"

"جو کچھ بھی ہوں آپ کا ہوں اب اور کیا کہوں؟"

"اچھا اب سو جاؤ۔ نیند نہیں آ رہی کیا؟"

"ہاں نیند نہیں آ رہی .... میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کیسی عجیب بات ہے‘ ایسے ایسے رومان پرور مناظر نگاہوں کے سامنے آتے ہیں لیکن ہمارے درمیان دیواریں ہی دیواریں ہیں اور یہ کم بخت آٹھ بوڑھے اور بیچ میں آگھسے........."

"نادر شاہ براہ کرم سنجیدہ ہو جاؤ۔ مزہ نہیں آ رہا کیا؟"

"خاک مزہ آ رہا ہے۔ بھلا اتنا فاصلہ اختیار کرنے کے بعد بھی آدمی کی رومان پسند فطرت کو سکون مل سکتا ہے۔"

"نہیں سنجیدہ ہو گے......... چلو میں سوئے جاتی ہوں۔"

"عرشی بخدا تمہارے سلسلے میں......... میں بالکل سنجیدہ ہوں تم نہ سو........." نادر شاہ گھگھیائے ہوئے لہجے میں بولا اور عرشی بے اختیار ہنس پڑی۔ پھر بولی۔

"دیکھو تمہاری حرکتیں ہماری پول نہ کھول دیں۔"

"وہ کیسے؟" نادر شاہ نے سوال کیا۔

"میں نہیں جانتی......... ویسے ایک بات بتاؤ یہ ریٹا ہاروے حد سے زیادہ چالاک نہیں نکلی؟"

"میں واقعی اس کی ذہانت پر اس کا دل سے قائل ہو گیا ہوں۔ عورت نجانے کتنے روپ رکھتی ہے۔ اس نے کتنی خوب صورتی سے اس کہانی کو ایک کہانی میں تبدیل کر دیا ہے۔ میں نے جیمس پیرے کے چہرے پر مردنی کے آثار دیکھے تھے۔ غالباً وہاں بوٹسوز میں وہ ہم لوگوں کو دیکھ کر بری طرح فریفتہ ہو گیا تھا اور اس نے سوچا تھا کہ اسے اس کہانی کے

اصل کردار مل گیا۔ بھلا اس سے زیادہ خوش نصیب اور کون ہو سکتا ہے۔ ویسے عرشی ایک بات بتاؤ‘ کیا واقعی یہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں‘ سچ کہہ رہے ہیں؟"

"مثلاً؟"

"یہی کہ یہ جڑی بوٹیوں کے ماہر ہیں اور صرف اپنی ریسرچ کے لئے اس انداز میں دولت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

"سچ جانو نادر شاہ ان کی بات کی تو میں بھی قائل ہو گئی ہوں اور تسلیم اس لئے کرتی ہوں انہیں کہ انہوں نے اس شخص کو اتنی عمدگی سے صحت مند کر دیا۔ اگر وہ ان کا ساتھی بن گیا ہے تو کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے کیونکہ کنور مہتاب علی نے عالم ہوش میں اسے ان تک نہیں پہنچایا تھا۔"

"نادر شاہ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اس نے کہا۔ "بہرحال تمہارے خیال میں اب ان لوگوں کو کیا فیصلہ کرنا چاہیے؟"

"میرے خیال میں انہیں‘ ان بوڑھوں کی معیت قبول کر لینی چاہیے۔ حالانکہ ہمارے نکتہ نگاہ سے یہ مناسب نہیں ہو گا۔ کیونکہ یہ اپنے اثرات قائم رکھنے کی کوشش کریں گے اور مہم جو حضرات کسی کی برتری کو تسلیم نہیں کریں گے۔"

"نتیجے میں؟"

"ظاہر ہے کہ جو کچھ ہو گا تمہارے علم میں ہے۔"

"پتہ نہیں ان لوگوں نے اس بارے میں کیا فیصلہ کیا لیکن ابھی ان بوڑھوں کو چھیڑنا مناسب نہیں ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"تو کیا میں سو جاؤں؟" نادر شاہ نے پوچھا اور عرشی چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب......... اچانک ہی اس گفتگو میں سو جانے کا سوال کہاں سے پیدا ہو گیا؟"

"تو جاگتا رہوں........." نادر شاہ پر مسرت لہجے میں بولا اور عرشی گھور کر اسے

فیروز سے اس کے بارے میں بات کرے اور اس سے پوچھے کہ مزید صورت حال کیا ہے۔ لیکن ابھی وہ اس سلسلے میں احتیاط رکھنا چاہتا تھا۔

جیمس پیرے ان کے قریب پہنچ گیا۔ اب اس کا انداز بالکل بدلا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔

”ہیلو فرینڈز‘ کیسے ہیں آپ لوگ؟“

”ٹھیک ہیں مسٹر جیمس پیرے۔“

”سفر شروع کرنے سے پہلے میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“

”جی فرمائیے!“ سرہدایت اللہ نے کہا اور وہ بیٹھ گیا۔

”آپ لوگوں کو کافی وقت مل چکا ہے‘ غور کرنے کے لئے۔ میں نے بھی اپنے ساتھیوں سے بہت سے مشورہ کئے ہیں‘ اور میں چاہتا ہوں کہ ہم لوگ کسی فیصلے پر پہنچ جائیں۔“

”یقیناً۔ یہ بہتر بات ہوگی۔“

”تو میں آپ لوگوں سے آپ کا ارادہ پوچھنا چاہتا ہوں۔“

”آپ ہم سے ہمارا کیا ارادہ پوچھنا چاہتے ہیں مسٹر جیمس پیرے؟“

”وہ کہانی میں مکمل طور پر تو تسلیم نہیں کرتا کہ صرف کہانی ہے۔ نیل کنٹھ کا کوئی نہ کوئی وجود موجود ہے۔ اور اس کے بارے میں تھوڑے سے اشارے میرے پاس بھی ہیں جن کی تفصیل میں آپ کو بتانا پسند نہیں کروں گا۔ لیکن اب میں یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہوں کہ خود آپ لوگ صحرائے اعظم میں کیا تلاش کرنے آئے ہیں‘ ہر مہم جو کا کوئی نہ کوئی مقصد تو ہوتا ہے؟“

”مسٹر جیمس پیرے جو کوہ پیما پہاڑوں کی بلندیوں کو سر کرنے کے لئے نکلتے ہیں ان کے سامنے صرف ایک مقصد ہوتا ہے کہ وہ اپنی مطلوبہ چوٹی پر پہنچ کر اپنی ایک حیثیت تسلیم کرائیں۔ ہماری پوری ٹیم کسی خاص مقصد کے لئے نہیں نکلی ہے بلکہ صحرائے اعظم ہیں ہم نئی نئی چیزیں دیکھنے کے شوقین ہیں اور اس سلسلے میں آگے بڑھ رہے ہیں۔“

”کیا آپ لوگ مالی طور بہت زیادہ مضبوط ہیں؟“

”بہت زیادہ نہیں۔ لیکن دولت ہمارا نکتہ نظر نہیں ہے۔“

”اس کے باوجود اگر آپ کو دولت مل جائے تو؟“

”میرا خیال ہے کوئی بھی دل اس طلب سے خالی نہیں ہوتا۔“

”گڈ! یہ بڑی امید افزا بات ہے‘ میں اسی کو موضوع بنا کر آپ سے آگے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”جی فرمائیے؟“

”کیا آپ لوگ نیل کنٹھ کی تلاش میں میرے ساتھ چلنا پسند کریں گے؟“

”آپ کا پروگرام ستر دن کا ہے‘ اور کیا آپ اس سلسلے میں کچھ وقت بڑھانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟“

”وہ پرانی بات ہے۔ اب ہم نئے انداز میں گفتگو کر رہے ہیں۔ تھوڑا سا مارجن ہر گفتگو میں رکھنا پڑتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اچھے ساتھیوں کی طرح آپ اس سلسلے میں ہم سے باز پرس نہیں کریں گے۔“

”ٹھیک ہے مسٹر جیمس پیرے۔“

”تو میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ اگر واقعی قبیلہ نیل کنٹھ کی کوئی حیثیت ہے اور وہاں ہمیں ہمارے مقصد کی چیز مل سکتی ہے تو کیوں نہ ہم اس کی تلاش میں آگے نکلیں.......... اور اگر یہ سب کچھ نہیں ہوتا تو آپ لوگوں کی مہم جوئی کا شوق اپنی جگہ پورا ہوگا اور ہم‘ ہو سکتا ہے راستے میں کچھ ایسی جڑی بوٹیاں دریافت کرلیں جو ہمارے لئے معاون ہوں۔ اس طرح گھاٹے میں نہ آپ رہیں گے نہ ہم۔ بات صرف اتنی ہے کہ ہمارا آپ کا ساتھ رہے۔“

”ہوں۔ مسٹر جیمس پیرے اس سلسلے میں جب صاف گفتگو ہو رہی ہے تو میں بھی آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“

”جی فرمائیے؟“ جیمس پیرے بولا۔

"کیا ہماری آپ کی دوستی کا انداز یہی رہے گا کہ ہمارے ہتھیار آپ کے قبضے میں رہیں گے اور آپ کے آدمی ہم پر پہرہ دیتے رہیں گے۔"

"دیکھئے مسٹر' کیا نام ہے آپ کا۔ غالباً' کنور ہدایت اللہ........."

"نہیں' کنور مہتاب علی یہ ہیں آپ مجھے صرف ہدایت اللہ کہہ سکتے ہیں۔"

"تو پھر آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ہم نے وہاں آپ کو اپنے ساتھ کی پیش کش کی تھی اور آپ سے جو درخواستیں کی تھیں آپ نے انہیں تسلیم نہیں کیا' ہم اپنے طور پر نکل کھڑے ہوئے لیکن پھر حالات آپ کو ہمارے قریب لے آئے اور یہاں بھی آپ نے ہم سے انحراف کیا اور اس کے بعد جو کچھ ہمیں کرنا پڑا' وہ ایک مجبوری تھی۔ یہ مجبوری اب بھی ہے' آہستہ آہستہ ہی اعتماد کی فضا پیدا ہوگی' ہمیں اس بات کی اجازت دیجئے کہ جب تک ہمارے درمیان اعتماد کی فضا پیدا نہ ہو آپ کے ہاتھوں تک ہتھیار نہ پہنچنے چاہئیں یہ ایک انسانی فطرت کا پہلو ہے اور آپ اس حقیقت سے انحراف نہیں کریں گے کہ ہر شخص اپنے تحفظ کا خواہاں ہوتا ہے۔ ہم بھی یہی سب کچھ چاہتے ہیں چنانچہ اگر ہتھیار ہمارے پاس رہیں تو آپ اس سلسلے میں کوئی برا تصور نہ رکھیئے گا۔"

"سر ہدایت اللہ ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔"

"بہرحال ہتھیار ہماری ملکیت ہیں اور ہم آپ کے خلاف کسی عمل کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ اس کے باوجود اگر آپ اس فضا کو قائم رکھنا چاہتے ہیں تو یہ آپ کی مرضی ہے۔"

"میں نے بہت غور کیا اور اپنے ساتھیوں سے مشورہ بھی کیا' میرے تمام ساتھیوں کا یہی کہنا ہے کہ جب ہم یہ قدم اٹھا چکے ہیں تو ہمیں اسے برقرار رکھنا چاہیے ورنہ ہمارے لئے مشکلات پیش آسکتی ہیں اور میں تنہا اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے معذرت خواہ ہوں۔"

"اوکے مسٹر جیمس پیرے اوکے۔ ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہے لیکن اگر آپ کے اس اقدام کی وجہ سے ہم لوگ کسی حادثے کا شکار ہوئے تو پھر شاید ہمارے درمیان دشمنی

پیدا ہو جائے۔"

"اگر کوئی ایسی ضرورت پیش آئی تو ہتھیار آپ کو واپس مل جائیں گے۔ اس کے علاوہ اگر آپ کو ان ہتھیاروں کی غیر موجودگی کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچا تو اس کی ذمہ داری ہم قبول کرتے ہیں۔ ہم باقاعدہ ہتھیاروں کے استعمال کو جانتے ہیں اور ایسی کوئی صورت حال پیدا نہیں ہونے دیں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے' مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ اپنا عمل جاری رکھیئے گا۔"

"گویا اب یہ بات طے ہو چکی ہے کہ ہم لوگ ساتھ ساتھ ہی سفر کریں گے؟"

"جی ہاں بالکل.........اب مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" ہدایت اللہ نے کہا۔

"تو پھر میرے خیال میں آگے کے سفر کی تیاریاں کیجئے۔ آپ لوگوں نے ناشتہ کرلیا ہے ہم لوگ بھی ناشتے سے فارغ ہو چکے ہیں۔ تھوڑی دیر کے اندر اندر ہمیں روانہ ہو جانا ہے۔ میں اب چلتا ہوں۔" جیمس پیرے نے کہا اور تھوڑی سی رسمی گفتگو کے بعد واپس اپنے ٹرک کی جانب پلٹ گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد روانگی کی تیاریاں مکمل ہوگئیں۔ ان لوگوں نے بھی لینڈ روورز کی ڈرائیونگ سنبھال لی۔ ادھر جیمس پیرے کے کسی ساتھی نے ٹرک کا اسٹیرنگ سنبھال لیا تھا۔ سامان بھی سمیٹا جاچکا تھا۔ جیمس پیرے نے ہاتھ اٹھا کر دونوں لینڈ روورز کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور ان دونوں کے پیچھے خود بھی چل پڑا۔ راستہ سامنے موجود تھا اور اسی پر سفر کرنا تھا۔ تقریباً ۴ بجے تک بغیر کسی پریشانی کے سفر کیا گیا اور اس کے بعد کچھ دیر قیام اور اس قیام کے دوران چلتا پھرتا سفری کھانا کھایا گیا تھا پھر دوبارہ یہ سفر شروع ہوگیا۔ سرسبز و شاداب علاقہ تھا' چھدرے چھدرے درختوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اور کوئی ایسی صورت حال نہیں تھی جو باعث تکلیف ہوتی۔ موسم بھی خوشگوار تھا۔ سر ہدایت اللہ کی ناموجودگی میں لوگ کسی خاص کیفیت کا اظہار نہیں کر رہے تھے۔ سب خاموش تھے' پھر

شام جھک آئی اور آہستہ آہستہ اندھیرا پھیلنے لگا۔ جس علاقے سے وہ گزر رہے تھے' وہ بڑا ہموار تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہاں کے معمولات سنوارنے میں انسانی ہاتھوں کا کوئی دخل رہا ہو' حالانکہ یہاں ایسا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا' ہر سمت ہو کا عالم طاری تھا اور جانوروں کا بھی کوئی نشان نہیں ملتا تھا البتہ درختوں پر رہنے والے پرندے اپنی خوبصورت آوازوں کے ساتھ درختوں کی شاخوں پر پھدک رہے تھے۔ موسم کی خوشگوار کیفیت کا احساس سبھی کو تھا' یہاں تک کہ جیمس پیرے کے ٹرک کا ہارن زور زور سے بجنے لگا۔ جب پلٹ کر دیکھا گیا تو جیمس ہاتھ اٹھا کر انہیں رکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ چنانچہ آہستہ آہستہ دونوں گاڑیاں رک گئیں۔ جیمس پیرے کا ٹرک بھی قریب آکر رک گیا تھا۔ جیمس پیرے نے دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"ہمارا سفر تسلی بخش رہا ہے اور اب ہمیں یہاں آرام کرنا چاہیے' میرا خیال ہے درختوں کا وہ جھنڈ بہت مناسب جگہ ہے اس کے پاس گاڑیاں لے جائی جائیں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر جیمس پیرے.........." لارک اینجلو نے کہا اور گاڑیاں دوبارہ اسٹارٹ ہو کر درختوں کے اس بڑے جھنڈ کی جانب بڑھنے لگیں جس میں بڑے بڑے قدیم درخت نظر آرہے تھے۔ ان کا پھیلاؤ بڑا تھا اور غالباً قیام کے لئے اس جگہ کا انتخاب اس لئے کیا گیا تھا کہ ان کی چھاؤں اختیار کی جائے۔ تینوں گاڑیاں ترتیب سے روک دی گئیں۔ جیمس پیرے نے یہاں بھی ذہانت کا ثبوت دیتے ہوئے ٹرک کو دونوں لینڈ روورز سے اتنے فاصلے پر روکا تھا کہ وہاں سے لینڈ روورز نگرانی میں رہیں اور اگر ادھر سے کوئی کارروائی ہو تو کارروائی کرنے والوں سے بے خبر نہ رہا جاسکے۔ وہ اپنے طور پر ہر طرح سے محتاط رہنے کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ ٹرک اور دونوں گاڑیاں بیرونی نگاہوں سے محفوظ تھیں اور انہیں گزر گاہوں سے نہیں دیکھا جاسکتا تھا لیکن سامنے کا جو راستہ تھا وہ خاصا کشادہ تھا اور اس طرف سے گزرنے والے یقینی طور پر اسے ہی ذریعہ سفر بناتے ہوں گے۔ کچھ دیر کے بعد ہدایت اللہ نے کہا کہ سب لوگ اپنے اپنے آرام و آسائش کا بندوبست کرلیں۔ کنور مہتاب علی نے کہا۔

"ویسے ہدایت اللہ ان لوگوں کے احکامات کی کس حد تک پابندی کی جاسکتی ہے؟"

"کس لحاظ سے؟"

"میرا خیال ہے اب ہمیں یہاں دو تین دن گزارنے چاہئیں' طبیعت پر ایک بوجھل سی تھکن سوار ہے اور میں اس تھکن کو اتارنا چاہتا ہوں۔"

"ذرا غور کرنا پڑ جائے گا' اگر وہ اس کے لئے تیار نہ ہوا تو........"

"اسے تیار ہونا چاہیے' ورنہ پھر صورت حال سنگین ہو جائے گی۔" ہدایت اللہ نے چونک کر کنور مہتاب علی کو دیکھا اور بولا۔

"اس خیال کی کوئی خاص وجہ؟"

"نہیں' میں نے کہا نہ کہ بس ایک ذہنی تھکن محسوس کر رہا ہوں۔"

"بات کرلیں گے اس سے لیکن صورت حال وہی ہے اگر کسی طرح وہ نہ مانا تو پھر ہمیں دیکھنا ہو گا۔" کنور مہتاب علی نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی اختیار کرلی۔ جیمس پیرے نے اپنا گروپ الگ ہی رکھا تھا اور ان لوگوں سے قریب آکر ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یہ سب اپنے معمولات میں مصروف رہے اور رات آہستہ آہستہ گہری ہو گئی۔ کنور مہتاب علی نے اپنے گروپ میں مدھم سی روشنی کرلی تھی لیکن جیمس پیرے کی سائیڈ اندھیرا ہی چھایا رہا تھا۔ لارک اینجلو نے ہنس کر کہا۔

"بوڑھا تجربہ کار اپنی تمام تجربہ کارانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا رہا ہے لیکن کسی جگہ اس طرح مار کھائے گا کہ سارا تجربہ رکھا رہ جائے گا۔" کسی نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور وہ لوگ معمولات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آرام کرنے لگے۔ ہدایت اللہ موقع کی تاک میں تھا چنانچہ ٹہلنے کے سے انداز میں وہ آگے نکل گیا۔ لیکن گنگی بھی اس کی بیٹی تھی وہ بھی ہدایت اللہ کی حرکات و سکنات پر نظر رکھتی تھی باپ کو نہ سمجھتی تو بیٹی کہلانے کا حق کیسے ہوتا۔ چنانچہ جیسے ہی اس نے محسوس کیا کہ ہدایت اللہ یہاں سے کھسکتا ہے اس نے نادر شاہ کو اشارہ کیا اور نادر شاہ بھی بہانہ بنا کر گل کو اپنی گود میں لئے وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ ابھی تک ان لوگوں کا رویہ چونکہ ہر طرح سے اپنے

کردار کے مطابق رہا تھا اور کوئی بھی ایسی شکایت ان لوگوں کو نہیں ملی تھی جس کی وجہ سے ان پر خصوصی نگاہ رکھی جاتی چنانچہ ان پر کوئی توجہ بھی نہیں دیتا تھا۔ ہاں ان کی ضروریات کا پورا پورا خیال رکھا جاتا تھا اور کئی بار اس بارے میں سرہدایت اللہ اور کنور مہتاب علی نے کہا تھا کہ وہ اپنے آپ کو ان کا محکوم نہ سمجھے' بلکہ تعاون کرنے والوں میں تصور کریں اور کسی مسئلے میں تکلف نہ کریں بہرحال عرشی کے خیال کے مطابق ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا تھا اور عرشی نے نادر شاہ کو ہونٹوں پر انگلیاں رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کرکے ٹرانسمیٹر آن کر دیا تھا۔

"ہیلو ڈیڈی کیا حال ہیں آپ کے؟"

"ٹھیک ہوں عرشی' تم تو ٹھیک ہو بیٹے۔"

"جی ڈیڈی آپ کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ میں آپ سے بڑی مہم جو ہوں' آپ لوگ جن مشکلات سے گزر رہے ہیں' ہم ان سے محفوظ ہیں۔"

"بیٹے بس یہی سکون ہے مجھے کہ تم ان مشکلوں سے محفوظ ہو' لیکن میں اپنے آپ کو کیا کروں ہمیشہ تمہاری طرف سے الجھن کا شکار رہتا ہوں۔"

"یہ آپ کی اضافی مصروفیت ہے ڈیڈی ورنہ تھوڑے دن رک جائیے آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ عرشی ہدایت اللہ' سرہدایت اللہ کی پوری ٹیم سے زیادہ تجربہ کار مہم جو ہے۔"

"یقیناً" اب تو یہ تسلیم کرنا پڑ رہا ہے۔"

"اور اس کے بعد جناب سرہدایت اللہ صاحب آپ کو عرشی کی سربراہی میں اپنی مہمات سرانجام دینی پڑیں گی۔"

"اس کے بعد تو بیٹے شاید میں کسی مہم کے بارے میں سوچ بھی نہ سکوں' بڑا تھک چکا ہوں۔"

"نہیں ڈیڈی' تھکن موت کا نام ہے آپ کو ابھی زندہ رہنا ہے۔" سرہدایت اللہ ہنسنے لگا پھر بولا۔

"تمہارے تمام ساتھی بخیریت ہیں۔"

"جی ڈیڈی اللہ کا کرم ہے۔"

"کیا تم کوئی ہوائی سفر کر رہے ہو' یقین کرو میں نے اس تصور کے ساتھ کئی بار میں کسی ہیلی کاپٹر کو تلاش کیا ہے۔ لگتا یہی ہے کہ تم زمین پر سفر کر ہی نہیں رہی"

"ویری گڈ آپ تو سمجھ گئے ڈیڈی۔" عرشی نے حیرانی سے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"آخر آپ نے پتہ لگا ہی لیا کہ ہم کس طرح سفر کر رہے ہیں۔"

"کیا فضول باتیں کر رہی ہو میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"اصل میں ڈیڈی ہم نے جادو کے کیپسول حاصل کئے ہیں' ان کیپسولوں کا فنکشن ہے کہ انہیں منہ میں رکھ لو اور اس کے بعد انسانی نگاہوں سے غائب ہو جاؤ۔ ساتھ ہی ان کیپسولوں کی وجہ سے وزن اتنا ہلکا ہوتا ہے کہ فضا میں پرواز کرنے میں کوئی دقت نہیں آتی۔ ہم یہی طریقہ سفر اختیار کئے ہوئے ہیں۔"

"ڈفر کہیں کی۔" سرہدایت اللہ نے ہنس کر کہا پھر بولے۔

"اچھا بس اس سے زیادہ تم سے بات نہیں کر سکتا اب ٹرانسمیٹر بند کر رہا ہوں۔"

"ویسے ڈیڈی آپ لوگوں کو قیدیوں کی زندگی پسند آ رہی ہے۔"

"ہرگز نہیں' لیکن تم فکر مت کرو ہم باآسانی ان کی قید سے آزاد ہو جائیں گے۔"

"میری مدد کی ضرورت پیش آئے تو میں ہر وقت حاضر ہوں۔"

"نہیں بھئی بہت بہت شکریہ تمہارا۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت در پیش نہیں ہوگی۔"

"اوکے ڈیڈی۔" عرشی نے جواب دیا اور سرہدایت اللہ رابطہ منقطع کرنے کے بعد آہستہ آہستہ واپس اپنی جگہ آ گیا۔ کسی کو کوئی شبہ نہیں ہو سکا تھا۔ جیمس پیرے نے حیرت انگیز طریقے سے علیحدگی اختیار کر رکھی تھی۔ کنور مہتاب علی نے ہدایت اللہ سے کہا۔

"کیا خیال ہے وہ کم بخت تو ادھر آیا نہیں' بے نیازی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ ہم لوگ اس سے یہاں قیام کے بارے میں بات کریں۔"

"بات کرلیں گے' کل صبح بھی بات کر سکتے ہیں بلکہ اگر ایسی ہی صورت حال ہے تو تم بیمار بن کر لیٹ جاؤ اور کچھ وقت آرام کرنے کا فیصلہ کرو۔"

"لاحول ولا قو' تمہیں پتہ ہے وہ کم بخت جڑی بوٹیوں کا ماہر ہے' خواہ مخواہ مجھے بے تکی دوائی پینی پڑیں گی۔" کنور مہتاب علی نے کہا اور سرہدایت اللہ ہنسنے لگا پھر بولا۔

"بہرحال دیکھ لیں گے یار یہ کوئی اتنا اہم مسئلہ نہیں ہے' اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم جس راستے پر سفر کر رہے ہیں وہ مناسب ہے یا نہیں۔"

"اس کا تجزیہ کئے لیتے ہیں' تھوڑی سی رات اور گہری ہو جانے دو۔" ہدایت اللہ نے کہا اور سب خاموش ہوگئے۔ رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ گھنے درختوں کی چھاؤں سے آسمان ڈھکا ہوا تھا لیکن چمکتے ہوئے ستارے زمین کو مدھم مدھم روشنی بخش رہے تھے' تقریباً سب ہی نیند کی آغوش میں پہنچ چکے تھے سوائے ان دو افراد کے جو ٹرک کی چھت پر اب بھی مستعد نظر آرہے تھے۔ روشنیاں بجھا دی گئی تھیں اور گہری گہری سانسوں کی بازگشت فضا میں گونج رہی تھی پھر اچانک ہی فضا کا یہ سناٹا زخمی ہوگیا' فائرنگ کی آواز ابھری تھی اور سب ہی ہڑبڑا کر جاگ گئے تھے' ٹرک کی چھت پر جو دو افراد مستعد تھے انہوں نے ٹرک سے نیچے چھلانگیں لگا دی تھیں اور رائفلیں اس جانب سیدھی کرلی تھی جدھر ہدایت اللہ اور اس کے ساتھی سو رہے تھے۔ جیمس پیرے اور بقیہ بوڑھے غالباً ٹرک کے اندرونی حصے میں تھے پھر وہ بھی دروازے سے باہر کود آئے' رائفلیں ان کے ہاتھوں میں تھیں نیم خوابیدہ لوگوں کو بہت جلد ہی یہ احساس ہوگیا کہ گولیوں کی آوازیں سرہدایت اللہ کی طرف سے نہیں ابھری ہیں بلکہ ان کا فاصلہ کافی ہے اور کہیں دور سے یہ آوازیں آرہی ہیں۔" جیمس پیرے نے سرگوشی کے انداز میں اپنے ساتھی بوڑھوں سے کہا۔

"نہیں' یہ ان کی کارروائی نہیں ہے۔" کسی نے کوئی جواب نہیں دیا وہ رائفلیں

ہاتھوں میں سنبھالے ان آوازوں کو سنتے رہے۔ رات کے گہرے سناٹے میں انسانی آوازوں کا شور' چیخیں اور کراہیں صاف سنائی دے رہی تھیں اور فائرنگ بڑھتی جارہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی نے کسی پر حملہ کیا ہو اور حملہ آور کے اس حملے کے بعد جوابی کارروائی بھی شروع ہوگئی ہو۔ ادھر بھی گولیوں کا جواب گولیوں سے دیا جارہا ہو لیکن یہ کون سے دو گروہ تھے جو آپس میں لڑ چکے تھے۔ جیمس پیرے اپنی رائفل سنبھالے ہوئے ان لوگوں کے پاس آگیا۔ یہاں بھی سب ہی اٹھ کر بیٹھ گئے تھے اور احتیاط کے پیش نگاہ انہوں نے زمین سے کھڑے ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جیمس پیرے کو بھی ایک دم احساس ہوا اور اس نے تیز آواز لگائی۔

"خبردار! سب لوگ زمین پر بیٹھ جاؤ کہیں بھٹکتی ہوئی گولیاں ہماری جانب کا رخ نہ کرلیں۔" پھر وہ خود بھی گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ سرہدایت اللہ اور دوسرے لوگ سوالیہ نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ غنودگی کے عالم میں انہیں بھی صورت حال کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو پایا تھا۔ کسی نے کوئی لفظ منہ سے نہ نکالا اور وہ سب خاموشی سے ان آوازوں کو سنتے رہے۔ کیا خوفناک آوازیں تھیں۔ لگتا تھا بے شمار افراد گولیاں چلا رہے ہوں۔ ایک خوفناک ہنگامہ آرائی تھی۔ جیمس پیرے ہی نے سرگوشی کی اور کہا۔

"یوں لگتا ہے جنگل میں سیاہ فاموں کی کوئی بستی حملہ آوروں کا شکار ہوئی ہے۔ ان لوگوں کے بھی آپس میں معاملات چلتے رہتے ہوں گے۔"

"لیکن جس اسلحے کی آوازیں ابھر رہی ہیں وہ جدید اسلحہ ہے۔ کیا افریقہ کے اتنے اندرونی علاقے میں اس جدید اسلحے کی گنجائش ہے؟"

"بات بے شک سوچنے والی ہے۔" جیمس پیرے نے ہدایت اللہ کی بات کے جواب میں کہا پھر بولا۔

"ہو بھی سکتا ہے' کیا کہا جاسکتا ہے۔ افریقہ اب اس قدر پسماندہ نہیں رہا خاص طور سے اس کے بیرونی علاقوں کو دیکھو یورپ سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ ہوگئے ہیں۔"

"آپ بھول رہے ہیں مسٹر جیمس پیرے کہ آپ افریقہ کے بیرونی علاقے میں نہیں

ہیں بلکہ جتنے اندر آپ داخل ہو چکے ہیں اس کے بعد افریقہ کی مہذب آبادیوں کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا'۔" جیمس پیرے نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ گولیاں چلتی رہیں' رکے بغیر گولیاں برسائی جارہی تھیں اور کبھی کبھی ان میں انسانی آوازیں بھی سنائی دے جاتی تھیں۔ وہ لوگ سمت کا جائزہ لیتے رہے اور اس کے بعد فاصلے کا تعین کیا جانے لگا۔ شمال مشرقی حصے کی جانب سے یہ آوازیں ابھر رہی تھیں اور ان کا سلسلہ ختم ہوتا نظر نہیں آرہا تھا۔ یہ لوگ خاموشی سے یہ آوازیں سنتے رہے۔ جیمس پیرے کے ایک ساتھی نے اس سے کہا۔

"کیا ہمیں اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہیے مسٹر پیرے۔"

"کیوں؟" پیرے اس پر الٹ پڑا۔ "تمہیں بہت زیادہ تجسّس ہے۔"

"نہیں' میرا مطلب ہے.........."

"ہاں کہو' کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"سوری مسٹر جیمس پیرے۔"

"احمقانہ باتیں مجھے سخت زہر لگتی ہیں۔ ہزار بار تم سے کہہ چکا ہوں کہ اپنے مقصد کی تکمیل کے علاوہ کوئی اور تصور دل میں نہ لاؤ۔"

"جی مسٹر جیمس پیرے۔" اس شخص نے پر ادب لہجے میں کہا۔ اس کے بعد بہت دیر تک کوئی کچھ نہیں بولا تھا' گھڑی کی سوئیوں کے مطابق گولیاں چلتے ہوئے تقریباً پچاس منٹ گزر چکے تھے اور اس کے بعد ان کی شدت میں کمی آتی چلی گئی لیکن سلسلہ کوئی سوا دو گھنٹے تک جاری رہا تھا۔ تھوڑا تھوڑا وقفہ ہوتا رہا اور کہیں کہیں فائر ہوتے رہے پھر سوا دو گھنٹے کے بعد یہ سلسلہ بالکل ختم ہوگیا تو جیمس پیرے نے مسکرا کر کہا۔

"فتح اور شکست کا فیصلہ ہوگیا۔" جیمس پیرے کے ان الفاظ پر بھی کسی نے کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ جیمس پیرے نے کہا۔

"اور اب مسٹر ہدایت اللہ ہم لوگوں کو اپنا لائحہ عمل مرتب کرنا ہوگا' یعنی یہ کہ ان ہنگامہ آرائیوں سے بچ کر نکل جائیں یا پھر دیکھیں کہ کیا قصہ ہے؟"

"مسٹر جیمس پیرے جو رویہ آپ نے ہمارے ساتھ اختیار کر رکھا ہے اس کے بعد فیصلے کا حق بھی آپ ہی کو ہے' آپ کے آدمی اس وقت بھی ٹرک کی چھت پر پہرہ دے رہے ہیں اور جب گولیاں چلی تھیں تو وہ رائفلیں لے کر ہماری جانب بھی مستعد ہوگئے تھے۔" جیمس پیرے نے سرد لہجے میں کہا۔

"اس کے لئے کوئی معذرت قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ ہم خود کسی مشکل کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔"

"تو پھر فیصلے بھی آپ خود ہی کریں۔" ہدایت اللہ نے بھی ناخوشگوار لہجے میں کہا اور جیمس پیرے اسے گھورتا رہا۔ اس کے بعد وہ خاموش ہی ہوگیا تھا۔

"پھر صبح تک کوئی نہ سویا اور سب اپنے طور پر مصروف رہے۔ ریٹا ہاروے نے ... کے ساتھ مل کر کافی بنائی تھی اور رات کے اس پہر جبکہ موسم حیرت انگیز طور پر خنک ہوگیا تھا' کافی' بڑا لطف دے گئی۔ ویسے بھی اس علاقے میں سردی بالکل نہیں تھی اور اچھی خاصی خنکی دن میں بھی ہونے لگی تھی۔ غالباً یہ جغرافیائی تبدیلی تھی۔ بہر طور سورج نمودار ہوگیا اور یہ لوگ روانگی کی تیاریاں کرنے لگے۔ جیمس پیرے نے بھی کوئی ... نہیں کیا تھا' گاڑیاں اسٹارٹ ہوئیں اور ٹرک بدستور ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ جیمس پیرے نے روانہ ہونے سے پہلے یہ اعلان کر دیا تھا کہ آگے جانے کے بعد داہنی

سمت کا رخ اختیار کیا جائے گا' یعنی وہ سمت جدھر سے گولیاں چلنے کا تعین کیا گیا تھا اور اس بات پر ان لوگوں نے بھی کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا تھا۔ ویسے اپنے طور پر یہ سب بھی یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ انہیں شمال مشرق میں جاکر یہ دیکھنا ہے کہ کون سی آبادی تاراج ہوئی ہے۔ درختوں کا سلسلہ آگے چل کر گھنا ہوگیا اور بعض جگہ ان کے فاصلے اتنے کم ہوگئے کہ بڑی گاڑیوں کا ان میں داخلہ بھی مشکل تھا۔ البتہ اب ایسی جگہ آگئی تھی جہاں سے بائیں سمت کا رخ کرنا ضروری تھا۔ اس لئے کچھ فاصلے پر جاکر مائیکل بائر نے جو سب سے آگے تھا لینڈ روور روک لی۔ کنور مہتاب علی اس کے برابر جاکر رک گیا۔"

"مائیکل بائر مسکرا کر بولا۔ ایسی کئی جگہیں آئی ہیں جہاں ہماری گاڑیاں جاسکتی تھیں ٹرک نہیں داخل ہو سکتا تھا اور آگے بھی ایسی کئی جگہیں ہیں۔"

"تو پھر؟" مہتاب علی نے پوچھا۔

"ہم اندر داخل ہو جائیں۔"

"فائدہ۔"

"بوڑھے ٹاپتے رہ جائیں گے۔"

"ایسا ہم کسی بھی وقت کر سکتے ہیں لیکن ہمارا اسلحہ ان کے پاس ہے۔"

"انھیں پریشان کرنے کے لئے۔"

"مناسب نہیں ہوگا۔ انھیں سبق ضرور دینا ہے لیکن پوری طرح اعتماد میں لینے کے بعد۔"

اس اثناء میں ٹرک بھی قریب آگیا۔ اسے فیروز ڈرائیو کر رہا تھا اور جیمس پیرے اس کے ساتھ تھا۔ پیرے نے کہا۔ "میں ٹرک کو آگے لے جا رہا ہوں۔"

"خدا حافظ مسٹر پیرے۔" کنور مہتاب نے کہا۔ اور پیرے اچھل پڑا۔

"کیا مطلب؟" اس نے کہا۔

"آپ ٹرک لے کر آگے جایئے ہم لوگ یہاں سے دوسرا راستہ اختیار کر کے فرار ہو جاتے ہیں۔" کنور مہتاب علی نے کہا اور پیرے چند لمحات حیرت سے اسے دیکھتا رہا پھر مسکرا

پڑا۔

"اوہو مذاق کر رہے ہو' لیکن تم ایسا نہیں کرو گے' کیا تمہارے دل میں رات کے واقعات کا کوئی تجسس نہیں ہے؟"

"آپ چلئے' آگے چلئے' دیکھ لیں گے ہمیں کیا کرنا ہے۔"

کنور مہتاب علی نے کہا اور جیمس پیرے نے ٹرک کو آگے بڑھنے کا اشارہ کر دیا اور پھر وہ راستہ تلاش کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ کنور مہتاب علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ان کی بدقسمتی کا پہلا دور شروع ہوگیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میری بات کو مذاق سمجھ کر جیمس پیرے نے پر اعتماد ہونے کی پہلی کوشش کی ہے۔"

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بالآخر جیمس پیرے کو ایک ایسی جگہ مل ہی گئی جہاں سے ٹرک کو اندر داخل کیا جاسکتا تھا۔ لیکن بہرحال یہ ایک مشکل کام تھا اور کنور مہتاب علی کو پہلی بار احساس ہوا تھا کہ فیروز ایک بہترین ڈرائیور بھی ہے' وہ ٹرک کا تعاقب کر رہے تھے اور آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے' پھر انہوں نے سبز گھاس اور درختوں کے دوسری جانب ایک عجیب و غریب جگہ دیکھی اور دیکھتے ہی رہ گئے۔

درختوں کے ایک ہی سائز کے مضبوط تنوں کو جوڑ کر ایک عظیم الشان فصیل بنائی گئی تھی اور وسیع و عریض احاطہ تاحد نگاہ چلا گیا تھا۔ گھنے درختوں کے درمیان یہ قلعہ نما عمارت اپنی نوعیت کی عجیب و غریب عمارت کہی جاسکتی تھی اور صاف اندازہ ہو جاتا تھا کہ جنگل کے درمیانی حصے کو خالی کر کے یہ عمارت تعمیر کی گئی ہے لیکن یہ تازہ تعمیر بھی نہیں معلوم ہوتی تھی' کیونکہ درختوں کے تنے بالکل چکنے اور سپاٹ تھے' انہیں اتنی عمدگی سے تنوں میں جوڑا گیا تھا کہ ان کے درمیان کوئی رخنہ بھی نہ رہے۔ درختوں کے خاص قسم کے مضبوط تنوں کو جوڑ کر ایک خاص قسم کا پھاٹک بھی بنایا گیا تھا' جس کے سامنے ایک

چوری خندق کھدی ہوئی تھی۔ خندق میں پانی بھرا ہوا تھا اور اسے عبور کرنے کے لئے ایک خاص راستہ بنایا گیا تھا جو بہت مضبوط تھا' پھاٹک کھلا ہوا تھا اور خندق کے اوپر بنے ہوئے راستے پر کچھ انسانی جسم پڑے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ وہ سب حیرانی سے اس عظیم الشان قلعہ نما عمارت کو دیکھتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئے اور پھر جیمس پیرے اور اس کے تمام ساتھی ٹرک سے نیچے کود آئے تھے۔ ادھر کنور مہتاب اور سرہدایت اللہ گروپ بھی ساری باتیں بھول کر صحرائے اعظم کے بیچوں بیچ بنے ہوئے اس عظیم الشان قلعے کو دیکھ کر نیچے آ گئے تھے اور اطراف کے ماحول کا جائزہ لے رہے تھے۔ قلعے کے اوپر کی فصیل سے بھی کچھ انسانی جسم نیچے لٹکے ہوئے تھے اور ان سے خون ٹپک رہا تھا۔ یہ منظر بے حد بھیانک تھا۔ قلعہ بہت ہی پراسرار اور عجیب و غریب کیفیت کا حامل تھا۔ سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔ جیمس پیرے کے ساتھیوں نے رائفلیں سنبھال رکھی تھیں۔ ان کے پاس ان کے اپنے پستول وغیرہ بھی تھے اور وہ پوری طرح چاق و چوبند نظر آ رہے تھے۔ جیمس پیرے' کنور مہتاب علی وغیرہ کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا۔

"کیا ہمیں اس قلعے کے اندر داخل ہونا چاہیے؟"

"پارٹی لیڈر آپ بن گئے ہیں مسٹر جیمس' آپ کا کیا مشورہ ہے۔"

"بھئی طنز نہ کرو' اس صورت میں تمہاری رائے بھی ضروری ہے۔"

"ہمارا اسلحہ ہمیں واپس کر دو۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔" جیمس پیرے بولا۔

"اور اگر اندر کچھ لوگ موجود ہوئے اور ہمیں مدافعت کی ضرورت پیش آئی؟"

"تمہارے آگے ہم ہوں گے۔" جیمس پیرے نے کہا۔

"جہنم میں جاؤ' تم بہت کمینہ صفت انسان معلوم ہوتے ہو۔" کنور مہتاب علی کو غصہ آ گیا تھا' لیکن جیمس پیرے نے اس کے غصے کا بالکل برا نہیں مانا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تین آدمی یہاں گاڑیوں کے پاس رکیں گے' باقی افراد پوری طرح مسلح ہو کر

ہمارے سامنے آ جائیں۔ ہم میں سے چار آدمی آگے رہیں گے اور دو پیچھے۔ مسٹر فیروز' نہیں ہمارے آدمیوں کے ساتھ رکنا ہو گا اور تم سب ہمارے ساتھ اندر چلو۔" کنور مہتاب علی نے گہری نگاہوں سے سرہدایت اللہ کو دیکھا اور سرہدایت اللہ نے نرم انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے' ہمیں مسٹر جیمس پیرے کی ہدایت کی تعمیل کرنی چاہیے۔" پھر اس طرح یہ لوگ اندر کی جانب چل پڑے۔ کنور مہتاب علی گروپ کو بھی قلعے کے حالات جاننے کا بے حد تجسس تھا۔ لیکن جیمس پیرے جس طرح لیڈر بنا ہوا تھا اب وہ بات کسی کو پسند نہیں آ رہی تھی اور یہ لوگ چاہتے تھے کہ جلد از جلد کوئی ایسی صورت حال پیدا کرلیں کہ جیمس پیرے کی اس احمقانہ قیادت سے نجات مل جائے۔ درحقیقت بہت کچھ کیا جا سکتا تھا۔ یہ بات بار بار ذہن میں آتی تھی۔ لیکن جس فطرت کے یہ لوگ تھے اس کے تحت احمقانہ خونریزی سے گریز کرنا چاہتے تھی اور صرف اسی بنیاد پر ابھی تک وہ اپنی فطرت کے خلاف عمل کر رہے تھے۔ کنور مہتاب علی فیروز کے سلسلے میں دوہری کیفیت کا شکار تھا۔ فیروز کو تو جیسے ان لوگوں نے ہپناٹائز کر دیا تھا۔ اس نے ایک بار بھی نگاہ بھر کر کنور مہتاب علی کو نہیں دیکھا تھا۔ کنور مہتاب علی تو کبھی کبھی اس سوچ کا شکار ہو جاتا تھا کہ فیروز صرف اداکاری کر رہا ہے اور اپنی شخصیت کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا......... لیکن اس سلسلے میں کوئی صحیح بات سامنے لانا مشکل کام تھا بہرحال یہ لوگ اس پراسرار قلعے میں کافی آگے پہنچ گئے۔ جگہ جگہ انسانی لاشیں پڑی ہوئی تھیں' یہ گولیوں کا شکار ہوئے تھے اور ابھی تک جو لاشیں نظر آئی تھیں وہ مقامی لوگوں کی ہی تھیں لیکن یہ لوگ پورے لباس میں ملبوس تھے اور خاصے مہذب نظر آتے تھے۔ ان کے اپنے ہتھیار بھی کہیں کہیں نظر آ رہے تھے۔ رات کو جو ہنگامہ آرائی ہوئی تھی۔ وہ دو نیم وحشی قبیلوں کے درمیان نہیں ہوئی تھی بلکہ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے آتشیں اسلحے کے ماہر ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے ہوں۔ پھر انہوں نے اس قلعہ نما عمارت کے اندرونی ماحول کو دیکھا۔ طرز تعمیر نہایت مضبوط اور ذہانت کا حامل تھا۔ اندرونی حصوں میں کیا تھا یہ اندر داخل ہو کر ہی پتہ

چل سکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے سب لوگ اس ماحول میں کھو گئے تھے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا صورت حال ہے پھر ایک کمرے میں انہیں دو انسانی لاشیں نظر آئیں۔ جنہیں دیکھ کر سب ہی چونک پڑے۔ یہ سیاہ فام نہیں تھے بلکہ ان کا تعلق یورپ کے کسی علاقے سے معلوم ہوتا تھا۔ جیمس پیرے کے منہ سے آواز نکلی۔

"میرے خدا.......... یہ تو سفید فام ہیں۔" وہ ان میں سے ایک کے قریب بیٹھ گیا اور جھک کر اس کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر پر خیال انداز میں بولا۔

"غالباً برٹش یا آئرلینڈ کا باشندہ ہے۔" جیمس پیرے نے اس کی جیبیں ٹٹولیں، لیکن اس کی جیبوں میں کوئی ایسی چیز نہیں ملی جو اس کی شخصیت کی نشاندہی کر سکتی۔ دوسری لاش بھی اسی کیفیت کی حامل تھی۔ تقریباً ایک گھنٹے تک وہ اس پراسرار قلعے کا جائزہ لیتے رہے اور انہیں یہ اندازہ ہوگیا کہ قلعے میں زبردست لوٹ مار کی گئی ہے۔ بہت سی الماریاں کھلی پڑی تھیں اور ان کا سازو سامان بکھرا ہوا تھا۔ ہو سکتا ہے ان میں قیمتی اشیاء بھی ہوں۔ بہرحال یہ اندازہ بھی لگایا جاسکتا تھا کہ لیٹروں کے کسی گروہ نے قلعے پر حملہ کیا ہے اور یہاں موجود لوگوں کو قتل کر دیا ہے۔ قلعے کے سب سے آخری حصے میں ایک عظیم الشان کمرے میں جہاں قالین بچھے ہوئے تھے اور اعلیٰ درجے کا فرنیچر سجا ہوا تھا' ایک کرسی پر ایک شخص کی لاش نظر آئی۔ بھاری بھرکم آدمی تھا۔ پادریوں جیسا لمبا چغہ پہنے ہوئے' شانوں تک بکھرے ہوئے بال اور سینے تک بڑھی ہوئی داڑھی' بڑی پر رعب شخصیت کا حامل نظر آتا تھا اس کے دونوں ہاتھ کرسی کے ہتھے پر رکھے ہوئے تھے اور سینے میں دل کے مقام پر کئی سوراخ نظر آرہے تھے۔ اس کا چہرہ بے حد پر سکون تھا اور اس کی کھلی ہوئی آنکھیں دروازے کی جانب دیکھ رہی تھیں۔ اس کے سامنے پہنچ کر یہ سب ٹھٹھک گئے پھر جیمس پیرے نے کہا۔

"بہت ہی دلدوز حادثہ رونما ہوا ہے' یہ شخص تو پادری معلوم ہوتا ہے۔ خدا جانے یہ سب کیا ہے؟" تھوڑی دیر کے بعد وہ اس عظیم الشان قلعے کی تلاشی سے فارغ ہوگئے۔ سازو سامان اور کھانے پینے کی اشیاء کے انبار یہاں موجود تھے اور انہیں لوٹنے کی کوشش

...ہیں کی گئی تھی پھر جیمس پیرے نے کہا۔

"کیا ہمیں یہاں رکنا چاہیے؟"

"میرے خیال میں مسٹر جیمس پیرے یہاں رکنا ضروری ہے۔" جیمس پیرے کے ...ایک ساتھی نے کہا۔

"کیوں کہہ رہے ہو؟"

"معافی چاہتا ہوں ان الفاظ کی لیکن کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ ان لاشوں کی تدفین بھی ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہاں جو کچھ ہے ان میں بہت کچھ ...ری ضروریات پوری کر سکتا ہے۔ ہم اپنے اس مشن کے لئے اگر یہاں کچھ وقت رک کر دوبارہ کام شروع کریں تو کیا یہ ایک مناسب قیام نہیں ہوگا؟"

"آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟" جیمس پیرے نے کنور مہتاب علی وغیرہ سے پوچھا۔ کنور مہتاب علی نے تو کوئی جواب نہیں دیا لیکن ہدایت اللہ جلدی سے بولا۔

"اسے چھوڑ کر نکل جانا حماقت کی بات ہے۔"

"لیکن دوسری صورت حال بھی پیش آسکتی ہے؟"

"کیا..........؟"

"اگر لیٹروں نے ادھر کا رخ دوبارہ کرلیا تو؟"

"تو آپ لوگ تو مسلح ہیں مسٹر جیمس پیرے.........."

"ہم لوگ مسلح ہیں لیکن قتل و غارت گری کے رسیا نہیں ہیں اور ہمیں اس بات ...ت کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ ہم کسی قلعے پر قبضہ جمانے کے لئے کسی سے مقابلہ کریں۔"

"یہ فیصلہ کرنا بھی مشکل ہے کہ بات صرف لیٹروں ہی کی ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی اور ...ہو یہاں پر۔" اس بار لارک انجلو نے کہا تھا۔

"میں یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہوں اور نجانے کیوں میری ذہنی رو بھٹک رہی ہے۔" جیمس پیرے نے کہا۔

"مسٹر جیمس پیرے ایک ایسی جگہ جو صحرائے اعظم کے اس عجیب و غریب علاقے

میں ہمیں دریافت ہوئی ہے صرف یہ سمجھ کر چھوڑ دی جائے کہ بعد کے حالات نجانے کیا ہوں تو یہ ایک احمقانہ بات ہے۔ میرا خیال ہے آپ کو یہاں رک کر صورت حال کا جائزہ لینا چاہیے۔" کنور مہتاب علی نے اپنی رائے دی اور جیمس پیرے جلدی سے بولا۔

"میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں کنور مہتاب علی۔"

"تو پھر ہم یہاں منتقل ہوئے جاتے ہیں اور باقی لوگوں کو بھی یہیں بلالیا جائے۔ میرا خیال ہے ٹرک اور گاڑیاں باآسانی اس خندق کو عبور کر کے قلعے میں داخل ہو سکتی ہیں۔"

"بالکل' میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"تو اس سلسلے میں پھر یہی کارروائی کرلی جائے۔"

"ہوں! لیکن کنور مہتاب علی مجھے تھوڑا سا وقت دیجئے۔ میں اس سلسلے میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" جیمس پیرے بولا۔

"جی مسٹر جیمس پیرے۔" مہتاب علی نے آہستہ سے کہا۔

"اگر ہمارے اور آپ کے درمیان ایک نیک دلانہ تعاون ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں ہر مشکل کا حل مل جائے گا۔"

"نیک دلانہ تعاون سے آپ کی کیا مراد ہے مسٹر جیمس پیرے۔"

"آپ بھی یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں اور میں بھی کہ جس انداز میں ہم وقت گزار رہے ہیں وہ نہ آپ کے لئے مناسب ہے اور نہ ہمارے لئے۔ اگر ہم مکمل مفاہمت سے کام کریں تو یہ ہم دونوں کے حق میں زیادہ بہتر ہو گا۔"

"مکمل مفاہمت کس طرح ہو سکتی ہے؟"

"آپ خلوص دل سے ہمارے ساتھ تعاون کا وعدہ کرلیں۔"

"کیا آپ ہمارے ہتھیار ہمیں واپس کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔" کنور مہتاب علی نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا اور جیمس پیرے کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پھیل گئی۔ چند لمحات وہ سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

"یہ شاید ممکن نہ ہو۔"

"تو پھر آپ اس بات کو تسلیم کریں مسٹر جیمس پیرے کہ آپ نہایت احمق انسان ہیں' آپ تعاون بھی چاہتے ہیں ہم سے اور حکمرانی بھی کرنا چاہتے ہیں۔"

"یہ ایک مجبوری ہے۔"

"تو پھر اس مجبوری کو مجبوری ہی کی شکل میں رہنے دیں تو زیادہ بہتر ہے ویسے ایک بات کہوں میں آپ سے' ہم لوگ کسی بھی قسم کی مداخلت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے کیونکہ ہم جوئی میں ہمارا نظریہ خونریزی کبھی نہیں رہا ہے ورنہ مسٹر جیمس پیرے ہم اتنے بزدل چوہے بھی نہیں ہیں کہ آپ سے نجات حاصل کرنے کے لئے زندگی کی بازی نہ لگاسکیں۔" جیمس پیرے بے بسی سے گردن ہلانے لگا پھر بولا۔

"بہرحال' ہو سکتا ہے آنے والا وقت ہمارے لئے بہترین دوستی کا ماحول پیدا کر دے۔" کنور مہتاب علی پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا۔ جیمس پیرے اپنے ساتھیوں کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کر کے بولا۔

"تو پھر اب باقی لوگوں کو بھی اندر لے آیا جائے اور یہاں کام شروع کیا جائے۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں مسٹر پیرے۔" جیمس پیرے نے دو افراد کو باہر بھیج دیا اور خود مستعدی سے ایک جگہ کھڑا ہو گیا۔ یہ دو افراد تھوڑی ہی دیر کے بعد بقیہ لوگوں کو لے کر اندر آ گئے۔ گاڑیاں وغیرہ بھی اندر لے آئی گئی تھیں۔ کنور مہتاب علی اور اس کے ساتھی بالکل خاموشی سے اس صورت حال کا جائزہ لے رہے تھے۔ گاڑیاں ایک جگہ کھڑی کر دی گئیں اور اس کے بعد یہ لوگ اس سلسلے میں کارروائیاں کرنے لگے۔ جیمس پیرے نے تھوڑے فاصلے پر جا کر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور اس کے بعد کہنے لگا۔

"میرے خیال میں ایک انسانی فرض ہے کہ ہم ان لوگوں کی اجتماعی تدفین کر دیں۔ اس کے لئے ہمیں ایک بڑا گڑھا تیار کرنا ہو گا۔ اس گڑھے میں ان لوگوں کی اجتماعی قبر بنا دی جائے اور اس کے بعد ہم بقیہ کاموں کا آغاز کریں۔ اس سلسلے میں آپ لوگوں کو بھی ہمارے ساتھ تعاون کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے' ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہے۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔ وہ جگہ

تیار کرائی گئی تھی جہاں لاشوں کی اجتماعی تدفین کرنی تھی۔ ابھی تک یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ اصل مسئلہ کیا ہے۔ جیمس پیرے نے احتیاطی اقدام کے طور پر اندر سے ایک مشین کے ذریعے وہ بڑا دروازہ بند کرادیا تھا جو خندق کے اوپر جا پہنچتا تھا گویا یہاں سے کنٹرول کیے بغیر دروازے کو کھولنا ممکن نہیں تھا۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ پورا واقعہ کیا ہوا۔ اندر موجود لوگوں نے دروازہ کس طرح کھولا اور وہ حملہ آور کیسے اندر داخل ہوئے جو یہاں، ان سب کا صفایا کر گئے۔ لیکن ان ساری باتوں کو معلوم کرنے کے لئے ابھی ان کے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ یہاں ایسے انتظامات موجود تھے جن سے گڑھا تیار کرایا جائے چنانچہ تقریباً تمام ہی لوگ اس کام میں مصروف ہو گئے۔ صرف جیمس پیرے اور اس کا ساتھی ٹام، رائفلیں سنبھالے اپنی جگہ کھڑے رہے تھے۔ غالباً یہ ان لوگوں کی نگرانی تھی اور یہ لوگ اسے سخت ناگوار محسوس کررہے تھے۔ ریٹا ہاروے اور عرشی ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔

عرشی نے تو اپنا وہی انداز اختیار کیا تھا۔ ابھی تک اس نے یہ بات ظاہر ہی نہیں ہونے دی تھی کہ وہ کسی قسم کی قوت ارادی رکھتی ہے۔ بس اس کا کام بچی کو سنبھالنا تھا۔ ریٹا ہاروے چونکہ اردو نہیں جانتی تھی اس لئے وہ عرشی سے بات نہیں کر رہی تھی۔ ایک آدھ بار انگلش میں اس نے عرشی سے کچھ سوالات کئے تھے اور عرشی اس طرح پلکیں جھپکا کر اسے دیکھتی رہی تھی جیسے اس کی سمجھ میں کچھ آیا ہی نہ ہو۔ اس وقت بھی ریٹا ہاروے، عرشی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے اسے دیکھا پھر بچی کو دیکھنے لگی اور اس کے بعد اس نے کسی جذبے کے تحت اپنے دونوں ہاتھ بچی کی جانب بڑھا دیئے۔ عرشی نے گل کو اس کی آغوش میں دے دیا تو ریٹا ہاروے بولی۔

''افسوس......... تم میری زبان نہیں سمجھتیں اور میں تمہاری۔ ورنہ ہم دونوں عورتیں ہیں آپس میں گفتگو کرکے ہم ایک دوسرے سے بہت سی باتیں معلوم کر سکتے تھے۔'' عرشی خاموشی سے اس کی صورت دیکھتی رہی۔ ریٹا ہاروے گل کو کھلاتی رہی اور گل حسب عادت مسکراتی رہی۔ ریٹا ہاروے نے کہا۔

''کتنی پیاری بچی لیکن .... لیکن.........'' اور اس لیکن کے بعد وہ خاموش ہو گئی۔ اس کی نگاہیں گڑھا تیار کرنے والے لوگوں کی جانب اٹھی ہوئی تھیں کہ اچانک کہیں سے فائر کی آواز سنائی دی اور وہ سب اچھل پڑے.........!!!''

لاشوں کے لئے گڑھا تیار کرنے والوں نے اس طرح پوزیشنیں لے لیں، جیسے وہ نادیدہ سمت سے آنے والی گولیوں سے بچنا چاہتے ہوں۔ ریٹا ہاروے نے بھی ان کی تقلید کی تھی اور برق رفتاری سے عرشی کو نیچے دھکیل کر خود بچی کو اپنے بازوؤں میں دبوچ کر لیٹ گئی۔ ننھی گل بھی اس طرح خاموش تھی جیسے صورت حال کی نزاکت کو سمجھ گئی ہو۔ وہ اپنی معصوم آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

"چند لمحات مکمل سناٹا طاری رہا۔ پھر جیمس پیرے نے آہستہ سے کہا۔ "وہ لوگ شاید موثر پوزیشنیں لے رہے ہیں؟" کسی نے پیرے کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ پیرے کسی اور کے بولنے کا منتظر رہا۔ مگر جب کوئی نہ بولا تو اس نے پھر کہا۔ "ہتھیار......... ہمیں ہتھیاروں سے دور نہیں رہنا چاہیے۔ مارٹن......... تم سن رہے ہو......... مارٹن۔"

"میں سن رہا ہوں مسٹر پیرے!" جیمس پیرے کے ساتھی مارٹن نے سرگوشی میں کہا۔

"سب لوگ رینگتے ہوئے ہتھیاروں تک پہنچ جاؤ.........اور پھر پھرتی سے ہتھیار نکال لو.........!"

"اوکے مسٹر پیرے۔" مارٹن نے کہا۔ اور پھر اس کے ساتھی اس کی ہدایت پر عمل کرنے لگے۔

"ہمیں لیٹا رہنا چاہیے مسٹر پیرے۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔ اور جیمس پیرے

سے دیکھنے لگا۔ کنور مہتاب علی اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ جیمس پیرے کے چہرے کے رنگ بدلتے رہے۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"جاؤ......... اپنے ہتھیار سنبھال لو!" مہتاب علی کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ جیمس پیرے نے کہا۔ "جاؤ......... تم سب بھی اسی طرح رینگتے ہوئے جاؤ۔ خبردار کھڑے ہونے کی کوشش مت کرنا۔ جاؤ ہدایت اللہ کہیں دشمنوں کی تعداد زیادہ نہ ہو۔"

"آؤ........." کنور مہتاب علی بولا۔ اور سب اسی طرح رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ پھر سب نے اپنے اپنے آتشیں ہتھیار سنبھال لئے تھے۔ جیمس پیرے کی طرف سے یہ اچانک ایک خوشگوار تبدیلی کی حامل تھی۔ اور اس سے حالات کا رخ کافی بدل گیا تھا۔ سب واپس جیمس پیرے کے پاس آ گئے۔

"صرف ایک فائر ہوا ہے۔ اس بارے میں تم لوگوں کا کیا خیال ہے!" پیرے نے پوچھا۔

"آواز کی سمت کا کوئی اندازہ ہو سکا؟" مہتاب علی نے کہا۔

"میرے خیال میں یہ آواز اس سمت سے آئی ہے۔ فیروز نے پہلی بار لب کشائی کی اور ایک سمت اشارہ کیا۔ سب ادھر دیکھنے لگے تھے.........! کچھ دیر مکمل خاموشی رہی۔ پھر پیرے بولا۔

"دیکھنا ضروری ہے۔ لیکن کنور مہتاب علی اب تم لوگ اپنی سمجھ بوجھ استعمال کرو۔"

"ٹھیک ہے مسٹر پیرے۔" مہتاب علی نے کہا۔ اور پھر اس نے نہایت منظم طریقے سے تمام مسلح افراد کو چاروں سمت پھیلا دیا۔ پیرے نے خود بھی اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ نادر شاہ کو ایک رائفل دے کر دونوں عورتوں کے پاس چھوڑ دیا گیا تھا۔

عرشی کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ ظاہر ہے ان سنسنی خیز لمحات میں وہ خود پر کیسے قابو پاتی تھی۔ کبھی کبھی ان دونوں پر بری بیتتی تھی۔ حالانکہ اس گروہ میں، یہ دونوں سب سے جیالے ثابت ہوئے۔ عرشی اپنی جگہ بہترین تربیت یافتہ تھی اور نادر شاہ پولیس کا

جوان۔ کتنے ایسے مواقع پر ان دونوں کو سب سے ناکارہ تصور کیا جاتا تھا۔ اور یہ ان کے لئے ایک المیہ تھا۔ لیکن مجبوری۔

وہ سب ٹولیوں میں بٹے ہوئے آگے بڑھتے رہے پھر فیروز کی نشاندہی درست ثابت ہوئی۔ اس پراسرار اور انوکھے قلعے میں یہ ایک رہائشی حصہ تھا۔ گولیوں کے نشان اور خوفناک جنگ کے آثار یہاں بھی موجود تھے۔

ایک قدرتی چٹان میں تراشے ہوئے کمرے جیسی جگہ میں انہیں پہلے دو زندہ انسان نظر آئے۔ ان میں سے ایک کوئی پونے چار فٹ کا بونا تھا۔ جو سرخ رنگ کے جھاگے میں ملبوس' انتہائی طاقتور ورزشی جسم کا مالک اور چھوٹے چھوٹے سرخ چھدرے بالوں والا تھا۔ یہ افریقی نسل سے ہی معلوم ہوتا تھا اس کے گلے میں سونے کا ایک تعویز پڑا ہوا تھا اور دوسرا ایک عجیب و غریب شخصیت کا نوجوان' بالوں کی کٹنگ اور چہرے مہرے کے انداز سے وہ کسی مہذب ملک کا باشندہ معلوم ہوتا تھا اور رنگ بھی گندمی اور سر کے بال اخروٹ کی رنگت جیسے' لیکن چہرے کے نقوش اس قدر جاذب نگاہ کہ دیکھنے والا دیکھتا ہی رہ جائے۔ بدن بھی تندرست و توانا تھا' لباس جدید قسم کا پہنے ہوئے تھا یعنی پتلون اور قمیض' لیکن پورا لباس خون میں اس طرح تربتر ہو رہا تھا کہ یوں لگتا تھا جیسے اس کے اوپر خون کی بالٹی انڈیل دی گئی ہو' بونا اس کا سر اپنی گود میں رکھے ہوئے غمزدہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا' اس کے قریب ہی پستول پڑا ہوا تھا اس کی نگاہیں دروازے کی جانب نگراں تھیں' یہ لوگ جیسے ہی اندر داخل ہوئے بونے نے جلدی سے کہا۔

"مسٹر پلیز' آپ لوگ اگر زندگیوں کو ختم کرنے کا شوق ہی رکھتے ہیں تو بے شک ہم دونوں کے جسموں میں اتنی گولیاں اتار دیجئے کہ زندگی کی کوئی رمق ہم میں باقی نہ رہے' اور اگر انسانیت کا تھوڑا سا تصور آپ کے ذہن میں ہے تو خدارا جلدی سے اس شخص کی خبر لیجئے آہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی زندگی کا چراغ گل ہو جائے۔ براہ کرم' براہ کرم جلدی فیصلہ کیجئے' میں اب زیادہ تردد برداشت نہیں کر سکتا۔" بونے کی آواز لرز گئی اور یہ لوگ ششدر رہ گئے۔ وہ اتنی شاندار انگریزی بول رہا تھا کہ اس کی صورت دیکھ کر یقین نہ

آئے' لیکن دیر کرنا واقعی مناسب نہیں تھا۔ یہ سب دوسروں کو بلانے کے لئے چیخنے۔ کچھ نے باہر نکل کر آوازیں دیں اور دوسروں کو یہ بتانے لگے کہ انہوں نے یہاں زند... راز پالیا ہے' آن کی آن میں وہ سب اس جانب دوڑ پڑے' ان میں جیمس پیرے بھی تھا' اور بقیہ افراد بھی' جیمس پیرے کو صورت حال بتائی گئی تو اس نے حیرانی سے بونے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا یہاں تمہارے علاوہ بھی کوئی زندہ انسان موجود ہے؟"

"خدا کی قسم' میں نہیں جانتا مجھے نہیں معلوم' لیکن میرا مالک' میرا آقا' آہ خدا کے لئے اگر ہمیں زندگیاں دینا چاہتے ہو تو اسے بچانے کی کوشش کرو۔"

"ہٹو ہٹو تم ہٹ جاؤ۔ یہاں سے مارٹن تم نہایت احتیاط سے اس نوجوان کو اٹھا کر باہر لاؤ مگر ٹھہرو پیچھے بڑے کمرے میں بستر وغیرہ کا بندوبست بھی ہے' البتہ مجھے اس کے لئے بستر نہیں بلکہ کوئی ایسا تختہ چاہیے جسے فوری طور پر اسٹریچر کا درجہ دیا جائے اور والٹن تم دوڑو' بہت تیز رفتاری سے جاؤ' میرا سرجری باکس اور ضرورت کی دوسری چیزیں اٹھا کر لے آؤ' ارے ہاں تم لوگ یہاں مناسب روشنی کا بندوبست کرو' پھرتی سے پھرتی سے........" اور تمام لوگ سب کچھ بھول کر ان کاموں میں مصروف ہوگئے البتہ کنور مہتاب علی نے فیروز سے کہا۔

"مسٹر بالکل ہی غافل نہ ہو جائیے دونوں عورتوں کو اس بچی کے ساتھ ادھر ہی لے آئیے اور یہاں اس طرح مورچہ بندی کرلیجئے کہ کہیں ہم غفلت میں مارے نہ جائیں۔"

"اور داخلی دروازہ بند کر دیا جائے' براہ کرم آپ سب لوگ اس کی نگرانی کیجئے میں یہاں اس نوجوان پر مصروف ہو رہا ہوں۔" جیمس پیرے سے سب نے تعاون کیا تھا' بونا کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے بھاگ بھاگ کر جیمس پیرے کی ہدایت پر عمل کر رہا تھا اور باقی تمام افراد بھی اس نوجوان کی جان بچانے میں اس طرح مصروف ہوگئے تھے کہ یوں لگتا تھا جیسے وہ اس وقت بھی مہذب دنیا کے کسی ملک میں ہوں' غرضیکہ ساری کارروائی جیمس پیرے کی ہدایت کے مطابق ہونے لگی۔

ادھر کنور مہتاب علی نے بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اپنے فرائض سرانجام دینا شروع کر دیئے تھے اور اس طرف جیمس پیرے نوجوان کے لئے ایک ایسا تختہ مہیا کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ جس پر اسے لٹا دیا گیا۔ چند ہی لمحات کے بعد اس کا سرجری باکس مطلوبہ اشیاء کے ساتھ پہنچ گیا تھا' بونا تختے کے قریب ہی کھڑا ہوگیا اور جیمس پیرے ایک ماہر ڈاکٹر کی طرف نوجوان کے جسم کا جائزہ لینے لگا' قینچی سے نوجوان کا لباس کاٹ دیا گیا تھا اور جیمس پیرے اس کے جسم پر بنے ہوئے گولیوں کے نشانات کا جائزہ لے رہا تھا۔ بازو کے نیچے بغل کے گوشت کو ایک گولی پھاڑتی ہوئی نکل گئی تھی اور وہاں سے خون بہا تھا۔ ایک گولی ایک بازو میں لگی تھی اور تین چار گولیاں جسم کے مختلف حصوں میں' صرف دو گولیاں ایسی تھیں جو جسم میں رہ گئی تھیں' جن میں سے ایک ران میں تھی اور دوسری پیٹ کے پاس' جیمس پیرے کے بارے میں یہ حیرت انگیز انکشاف بھی اس وقت ہوا کہ وہ ایک جڑی بوٹیوں کا ماہر ہی نہیں بلکہ ایک ماہر سرجن بھی ہے ان تمام غیر یقینی آلات میں اس نے جس برق رفتاری اور چابکدستی سے نوجوان کے جسم سے گولیاں نکالی تھیں۔ وہ ناقابل یقین سی بات تھی اور اس کے بعد اس نے انتہائی پھرتی کے ساتھ نوجوان کے ان زخموں کی بینڈیج بھی کر دی تھی۔ نوجوان کا چہرہ زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے بڑا پیلا پیلا سا ہوگیا تھا۔ جیمس پیرے نے افسوس بھرے انداز میں کہا۔

"بس ایک غلطی ہوگئی مجھ سے' کاش میرے پاس جسم کو خون منتقل کرنے والے آلات بھی ہوتے اور وہ آلات بھی جن کے ذریعے میں اس کے گروپ کا خون ٹیسٹ کر سکتا' ہم بس اسی میں ناکام رہے ہیں' ورنہ خوش بختی سے نوجوان کے جسم میں لگی ہوئی کوئی بھی گولی اتنی کارگر نہیں ہے کہ وہ اس کی زندگی ختم کر دے۔ مسٹر میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں اگر یہ لڑکا خون کی کمی کو برداشت کر گیا تو پھر اس کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔" بونے شخص نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ دونوں ہی کردار دیکھنے والوں کے لئے حیرت ناک تھے۔ بونے کی قومیت کا تو خیر اس طرح سے اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ وہ مکمل طور پر سیاہ فام تھا' لیکن نوجوان کی قومیت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا' البتہ سبھی دل ہی دل میں اس بات سے متفق تھے کہ وہ ایک انتہائی خوبصورت اور قد آور نوجوان ہے' جب جیمس پیرے اس کام سے فارغ ہوگیا تو اس نے بونے سے سوال کیا۔

"پستول سے فائر کس نے کیا تھا؟"

"میں نے۔"

"کیوں؟"

"مجھے چند آہٹیں مل گئی تھیں اور اس وقت میں اپنے آقا کو چھوڑ کر باہر نہیں جاسکتا تھا' آہٹوں کا فاصلہ اتنا تھا کہ میری آواز بھی آپ لوگوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ پستول میں ایک ہی کارتوس بچا ہوا تھا میں نے گولی چلا کر آپ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی اور خدا کا شکر ہے کہ میں اس میں کامیاب ہوگیا........" سبھی بونے کی خوبصورت انگلش پر انگشت بدنداں تھے۔ حالانکہ دیکھنے میں وہ ایک عجیب و غریب مخلوق نظر آتا تھا........ بہرحال اس وقت سے زیادہ اس کے بارے میں اور کوئی سوال کرنا ایک غیر اخلاقی حرکت تھی' جو ان میں سے کسی نے سرانجام نہ دی بلکہ زیادہ تر کوششیں یہی کی گئیں کہ اس نوجوان کی زیادہ سے زیادہ دیکھ بھال کی جاسکے اس کے لئے کوئی مناسب بندوبست کرنا ضروری تھا چنانچہ جیمس پیرے نے سرہدایت اللہ سے کہا۔

"اگر آپ مناسب سمجھیں مسٹر ہدایت اللہ تو آپ اور اپنے ساتھ ریٹا ہاروے اور

اپنے ان دونوں ملازمین کو یہاں بلا لیجئے۔ یہاں آپ اس شخص کی نگرانی کریں' بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہاں اور کوئی نہیں ہے' میں ذرا باہر کا جائزہ لے لوں اور پلیز آپ ذرا محتاط رہیں کیونکہ ابھی ہمیں یہ بھی علم نہیں ہے کہ یہاں اور کتنے افراد کہاں کہاں پوشیدہ ہیں۔ بعد میں ہی ذرا تفصیل معلوم ہو سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر جیمس پیرے آپ مطمئن ہو کر باہر جائیں اور جس قدر جلد ہو سکے باقی افراد کو بھیج دیں۔ بلکہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو مسٹر مارٹن کو بھی یہاں چھوڑ دیں۔" یہ گویا جیمس پیرے کے دل کی بات تھی چنانچہ اس نے مارٹن کو ہدایت دی کہ مسٹر ہدایت اللہ کا ساتھ دے اور اس کے بعد جیمس پیرے اپنے باقی ساتھیوں کے ہمراہ باہر نکل گیا۔

"دوسری طرف کنور مہتاب علی مستعدی سے اپنے کاموں میں مصروف تھا سب سے پہلے اس پراسرار قلعے کا دروازہ بند کیا گیا جو اندر لگی ہوئی ایک چرخی کو چلا کر بند کیا گیا تھا۔ لیکن یہ چرخی چلانا ایک آدمی کے بس کی بات نہیں تھی۔ چنانچہ کئی افراد نے مل کر اس چرخی کو چلایا جس سے دروازہ بند ہو گیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر انہوں نے چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ اس انوکھی جگہ کو دیکھ کر سب کے ہوش اڑے ہوئے تھے۔ ابھی تو اس کے صرف چند گوشے ہی دیکھے جا سکے تھے۔ نہ جانے یہاں کیا کیا ہے اور یہ ہے کیا بلا۔ اس موضوع پر کسی نے کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔"

پھر لارک اینجلو کو موقع ملا تو اس نے کنور مہتاب علی سے کہا۔ "کیا خیال ہے مہتاب علی' لگے ہاتھوں اس موقع سے فائدہ اٹھا لیا جائے۔"

"کیسا فائدہ؟"

"میرے خیال میں اس سے مناسب وقت اور کوئی نہیں آئے گا۔ ہمارے پاس ہتھیار آ چکے ہیں؟"

"اوہ' تمہارا مطلب ہے۔"

"ہاں' بوڑھوں پر قبضہ جما لیا جائے۔"

"اگر وہ مقابلے پر آمادہ ہو گئے تو؟"

"تو مجبوری ہے!"

"نہیں لارک' انسانی زندگی اول' باقی سب دوسرے نمبر پر آتا ہے۔"

"تو ان کے قبضے میں رہو گے۔"

"میرا خیال ہے یہ قبضہ ختم ہو گیا ہے۔"

"کیسے؟"

"ہتھیار ہمارے پاس آ چکے ہیں۔"

"سوری لارک' یہ ہتھیار خود جیمس پیرے نے ہمیں دیئے ہیں۔ مجبوری ہو تو دشمن کو بیشک قتل کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اعتماد کا قتل بڑا دردناک ہوتا ہے۔"

"جذباتی ہو رہے ہو مہتاب علی۔"

"ہاں اینجلو۔ جذبات ہی زندگی کی نشاندہی کر رہے ہیں۔"

"اوکے' جیسے تمہاری مرضی۔" اتنی دیر میں سامنے سے جیمس پیرے آتا نظر آ گیا۔ اس کے ساتھ دوسرے لوگ بھی تھے۔ جیمس پیرے نے قریب آ کر کہا۔

"کوئی خاص بات مسٹر مہتاب علی۔"

"نہیں مسٹر پیرے۔"

"دروازہ بند نظر آ رہا ہے۔"

"ہاں اسے بند کر دیا گیا ہے۔"

"کسی اور زندہ انسان کا نشان تو نہیں ملا؟"

"بظاہر تو نہیں۔"

"تو پھر اپنے کام کا سلسلہ وہیں سے کیوں نہ جاری کر لیا جائے جہاں سے ہم نے چھوڑا ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر پیرے۔"

"باقی لوگوں کو مجبوراً وہاں چھوڑنا پڑا ہے۔ یہاں بھی کسی کا رہنا ضروری ہے۔

اجتماعی قبر کی کھدائی کرتے ہوئے مہتاب علی نے پیرے سے پوچھا۔"

"نوجوان کس حال میں ہے' کیا اس کے زندہ بچ جانے کے امکانات ہیں۔"

"میرے خیال میں بچ جائے گا۔"

"وہ بری طرح زخمی ہے۔"

"ہاں' لیکن گولیاں کارگر نہیں ہوسکیں۔ ویسے بونا بڑا حیرت انگیز ہے۔ وہ بڑی شاندار انگریزی بولتا ہے۔ میرا خیال ہے اس کی پرورش امریکہ میں ہوئی ہے۔"

"امریکہ ہی میں کیوں؟"

"اس کی انگلش امریکن اسٹائل ہے۔" جیمس پیرے نے کہا۔ لاشوں کو گڑھے میں پہنچانے کا کام بے حد مشکل تھا۔ لیکن کسی نہ کسی طرح اسے سرانجام دیا گیا۔ انہیں گڑھے میں اتارنے سے قبل ایک جگہ جمع کیا گیا پھر ان کی تلاشی لی گئی اور ان کے پاس سے بہت کچھ برآمد ہوا۔ بوڑھے پادری کی لاش سب سے آخر میں گڑھے کے سپرد کی گئی تھی۔ اور اس سخت مشقت کے کام سے بالآخر انہیں فراغت حاصل ہوگئی۔ وہ سب اپنے ہاتھ صاف کرکے کھڑے ہوگئے تھے۔

جیمس پیرے نے کہا۔ "اول تو وقت کافی ہوگیا ہے' پھر اس پر مشقت کام سے ہم سب تھک گئے ہیں اس لئے میری ایک رائے ہے مسٹر مہتاب علی۔ جہاں وہ بونا اور اس کا ساتھی موجود ہے ہم سب وہیں کنٹرول حاصل کرلیں اور آس پاس کی جگہ کو مکمل طور سے اپنے قبضے میں کرلیں۔ مزید یہ کہ ان گاڑیوں کو بھی وہیں لے چلیں تاکہ یہ ہمارے قبضے میں رہیں۔ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ مختصر وقت میں ہم اس پراسرار قلعے کا پورا جائزہ نہیں لے سکتے نہ ہی اس کا مکمل کنٹرول حاصل کرسکتے ہیں۔ دوسرے کسی حادثے سے دو چار ہونے کی اب بالکل ہمت نہیں ہے۔"

"مناسب خیال ہے۔" مہتاب علی نے کہا۔ کسی اور نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ گاڑیاں سنبھال لی گئیں۔ جہاں سردار خان اور شمسہ وغیرہ تھے وہاں مہتاب علی نے گاڑی روکی تو جیمس پیرے نے کہا۔

"نہیں.........وہ وہیں جاچکے ہیں۔"

"کچھ دیر کے بعد سب وہاں پہنچ گئے۔ جو لوگ وہاں موجود تھے وہ مستعد تھے پیرے نے ان سے خیریت پوچھی تو اسے سب ٹھیک ہے کا جواب ملا۔ اندر سے سر ہدایت اللہ بھی باہر نکل آئے تھے۔ انہیں بھی صورت حال بتائی گئی۔"

"پھر اب کیا ارادہ ہے؟" ہدایت اللہ نے پوچھا۔

"مسٹر پیرے کا خیال ہے کہ فی الحال اس قلعہ کا کنٹرول حاصل کرلیا جائے۔ اور یہیں معقول حفاظت کا بندوبست کرنا چاہیے۔ بیرونی دروازہ بند کرلیا گیا ہے اور باہر سے کسی کے آنے کا کوئی امکان نہیں رہا ہے۔ بعد میں پورے قلعے کا جائزہ لیا جائے گا۔"

"مناسب خیال ہے۔ ویسے میں آس پاس کا علاقہ کھنگال چکا ہوں۔ اب یہاں کوئی ذی روح نہیں ہے بشرطیکہ کوئی پوشیدہ جگہ جیسے تہہ خانے وغیرہ نہ ہوں۔"

"اوہ۔ کیا کسی تہہ خانے کی موجودگی کا امکان ہے۔" پیرے نے چونک کر پوچھا۔

"کسی امکان کو تو رد ہی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ہمیں اس جگہ کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم۔"

"تب پھر ہمیں سخت نگرانی رکھنی ہوگی۔ مختصر سے مختصر جگہ میں رہا جائے پوری مستعدی کے ساتھ۔"

"بالکل۔"

"میرے مہم جو دوستو' میں یہاں تمہاری صلاحیت اور تمہارے تعاون پر اعتماد کرتا ہوں۔ جو کچھ کرو گے اب تم ہی کرو گے۔ اور مجھے اجازت دو کہ میں صرف ایک معالج بن جاؤں۔ نوجوان کو مخدوش حالت سے نکالنا ازحد ضروری ہے۔"

"آپ اپنے مریض کو دیکھیں۔ اور باہر کی صورت حال سے مطمئن ہو جائیں۔" ہدایت اللہ نے کہا۔ اور جیمس پیرے خاموشی سے اندر چلا گیا۔ ریٹا ہاروے باہر آگئی تھی اور سردار خان اور شمسہ کے علاوہ اس وقت تقریباً تمام لوگ یکجا ہوگئے تھے۔ جبکہ جیمس پیرے کے دوسرے ساتھی اس وقت اس کے پاس موجود نہ تھے۔ ریٹا ہاروے بولی۔

"جیمس پیرے حیرت انگیز تبدیلی کا اظہار کر رہا ہے۔"

"میں نے تجویز پیش کی تھی کہ اس موقع سے فائدہ اٹھایا جائے۔" لارک اینجلو بولا۔

"اوہ' نہیں اینجلو.........ذرا غور کرو تو یہ شخص ابھی تک بہت برا نہیں ثابت ہوا ہے۔ بیشک اس نے ہم پر قبضہ جمانے کا عمل کیا ہے لیکن پھر خود ہی وہ ٹھیک ہوگیا ہے۔ پھر ہمیں ایسے آدمی کی اشد ضرورت ہے جو ایک شاندار سرجن بھی ہو اور ایک بہترین فزیشن بھی بلکہ وہ جڑی بوٹیوں میں بھی کمال رکھتا ہو۔ اس کے علاوہ وہ مستقبل میں دور تک ہمارا ساتھ دے گا۔ خاص طور سے ہم نے اسے جن راستوں پر چلا دیا ہے.........!" ریٹا ہاروے نے کہا۔

"اور اگر اس نے اس مشکل وقت میں صرف عقل کا لبادہ اوڑھ لیا ہو تو؟"

"لارک بولا۔"

"تب وہ جب بھی ہمارے لئے خطرناک ثابت ہوگا۔ ہم اس سے نمٹنے کی کوشش کریں گے۔"

"اوکے' میں بھی بلاوجہ کسی سے دشمن کا قائل نہیں ہوں۔ اب منصوبے کے مطابق کام کرو........." اینجلو نے کہا۔ اور پھر نہایت ذمہ داری سے ایسی جگہ پر مسلح افراد تعینات کر دیئے گئے جہاں سے کسی بیرونی حملے کا خطرہ ہو۔ اس دوران کچھ افراد کو کھانے پینے کی ذمہ داریاں بھی سونپ دی گئی تھیں۔ ظاہر ہے زندگی کو قائم رکھنے کے لئے ان ساری چیزوں کا بندوبست کرنا ہی ہوتا ہے۔ کھانے پینے کی ذمہ داریاں بھی اس وقت کنور مہتاب علی نے اپنے سپرد لی تھیں اور اس تمام سفر کے دوران پہلی بار انہوں نے اپنے طور پر خیر سگالی کے جذبے کے تحت بوڑھے جیمس پیرے کے لئے بھی کھانے کا بندوبست کیا تھا۔ کیونکہ جیمس پیرے اور اس کے آدمی دوسری جانب مصروف ہوگئے تھے۔ جیمس پیرے کے آدمیوں نے خاص طور سے بندوقیں سنبھال کر مورچے ترتیب دے لئے تھے اور مستعدی سے اپنی ڈیوٹیاں سر انجام دے رہے تھے۔ جبکہ جیمس پیرے بدستور اندر

موجود تھا۔ وہ ایک بار باہر آیا تھا اور اپنے ٹرک سے کچھ سامان نکال کر لے گیا تھا۔ وہ پوری طرح اس زخمی نوجوان کی نگہداشت کر رہا تھا۔ غرض یہ کہ انہوں نے بظاہر اپنے اردگرد موثر حصار قائم کرلیا تھا اور اب اگر کوئی بیرونی صورت حال درپیش ہوتی اور ان پر حملہ کیا جاتا تو ایسا ماحول ترتیب دے لیا گیا تھا کہ حملہ آوروں کو ہی نقصان اٹھانا پڑتا۔ اس ساری کارروائی کا بھرپور طریقے سے جائزہ لے لیا گیا تھا اور تقریباً" تمام ہی لوگ مطمئن ہوگئے تھے۔ پھر جب کھانا تیار ہوگیا تو سرہدایت اللہ نے اندر جاکر جیمس پیرے سے اس موضوع پر بات کی اور جیمس پیرے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

"اور اب موقع آگیا ہے مسٹرہدایت اللہ کہ آپ اگر چاہیں تو ہم سے ہر طرح کے بدلے لے سکتے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں مسٹر جیمس پیرے.........؟"

"ہم نے آپ کو بے ہوش کرکے آپ کے ہتھیار اپنے قبضے میں کئے تھے اور اس کا ذریعہ وہ قہوہ بنا تھا' آپ بھی ایک ایسی غذا تیار کرایئے جو ہم سب کو مفلوج کردے اور یہ کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔ پھر آپ ہمارے ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیں اور ہم پر حکمرانی کریں۔ زندہ رکھیں یا قتل کر دیں آپ کو اختیار دیا جاتا ہے۔"

سرہدایت اللہ نے سرد لہجے میں کہا۔ "مسٹر جیمس پیرے اگر آپ چاہیں تو ہم تھوڑی دیر کے لئے آپ کے آدمیوں کو چھٹی دیئے دیتے ہیں آپ اپنی غذا خود تیار کرالیں۔"

"برا مان گئے دوست' بات اصل میں اب دوستی کی حدود میں داخل ہوگئی ہے' شاید ہم پہلے بھی اتنے برے نہ ثابت ہوتے بس تم لوگوں کا ہر قیمت پر ساتھ چاہتے تھے سوری میں تمہارے ساتھ کوئی بری بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کی نوعیت بدل گئی' میں اس کے لئے معذرت چاہتا ہوں۔ براہ کرم میرا کھانا میرے پاس بھجوا دو۔ ویسے کیا صورت حال ہے.........؟"

"ہم نے اپنے طور پر مناسب بندوبست کرلیا ہے۔"

"گڈ.........بس اتنا ہی کافی ہے' انسان اپنے طور پر جدوجہد ہی کر سکتا ہے بعض اوقات اس جدوجہد کے نتائج ضرورت سے زیادہ اچھے نکلتے ہیں اور کبھی کبھی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ہم نے جو کچھ کیا ہے وہ بے مقصد ہی رہا۔ خیر اب ان باتوں کو کرنے سے کیا فائدہ۔ بھئی شدید بھوک لگ رہی ہے۔"

"اس نوجوان کا کیا حال ہے.........."

"اطمینان رکھو' میں اسے زندہ سلامت تمہارے سامنے پیش کروں گا۔ جیمس پیرے کی اگر کوئی حقیقت سمجھتے ہو تو اس میں یہ حقیقت سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے کہ وہ۔ انسانوں کی بہترین خدمت گاری کر سکتا ہے۔ میں نے اس کے خون کی کمی کو پورا کرنے کے لئے ایسی اعلیٰ درجے کی جڑی بوٹیوں کا محلول تیار کیا ہے کہ تم دیکھ لینا۔ یہ اس محلول کے استعمال کے بعد بالکل بہتر حالت میں آجائے گا۔"

"کیا وہ محلول اسے دیا جاچکا ہے..........؟"

"نہیں......... میرے دوست اور اس شخص کے ساتھی جن کا نام ابھی تک میں نے نہیں معلوم کیا ہے' اپنے آقا کو یہ محلول پلائیں گے' ذرا اس کی تیاری میں کچھ وقت لگے گا۔"

اشارہ بونے کی جانب تھا۔ بونے نے مضمحل لہجے میں کہا۔

"براہ کرم آپ مجھے یوٹ کہہ کر مخاطب کر سکتے ہیں۔"

"مسٹر یوٹ.........."

"ہاں اگر میں اپنے آقا کی جانب سے فکر مند نہ ہوتا تو آپ کو اپنا پورا نام بتاتا۔ لیکن اس وقت اگر آپ چاہیں تو مجھے صرف یوٹ کہہ سکتے ہیں۔ آدمی کی اگر کوئی سرپرستی نہ ہو تو وہ بہت مختصر رہ جاتا ہے ورنہ آپ کو میرا نام لیتے ہوئے ہنسی آتی۔ میرا پورا نام ایڈلیمن ساویو وہگا یوٹ' کنگ آف وہگا ہے۔"

وہ سب بے اختیار مسکرا پڑے اور یوٹ نے گردن جھکا کر کہا۔

"اور میرے باپ کا نام ہیوبرٹ ایڈلیمن وہگا تھا۔ اس نے مجھے اپنے آپ سے چار

ہوتے آگے ہی رکھا لیکن ویسے کبھی میرے شناسا اور مجھ سے محبت کرنے والے پیار سے مجھے یوٹ ہی کہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے ہم بھی آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ اور بڑی محبت ہے ہمیں آپ سے' چنانچہ آپ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم بھی آپ کو صرف مسٹر یوٹ ہی کہیں۔" ننھے قامت کے آدمی کے ہونٹوں پر ایک مضمحل سی مسکراہٹ ابھری اور اس نے گردن جھکا دی۔

"تھوڑی دیر کے بعد کھانے پینے کی تیاریاں مکمل ہوگئیں اور نہایت سلیقے سے کھانا تیار کرا دیا گیا اور ایک ایک شخص کو اس کی جگہ تقسیم کر دیا گیا۔ شمسہ اور سردار خان اپنی بچی کے ساتھ مستقل طور پر یہاں موجود تھے اور چھوٹے موٹے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ وہ بالکل خاموشی سے اپنے کاموں میں مصروف تھے اور انہوں نے ابھی تک کسی بھی معاملے میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ جبکہ عرشی کو کئی بار ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا تھا لیکن صورت حال ایسی تھی کہ وہ اس وقت ہدایت اللہ سے رابطہ قائم نہیں کر سکتی تھی چنانچہ اس نے ٹرانسمیٹر سوئچ آف رکھا تھا۔ بہرطور کھانے پینے سے فراغت حاصل ہوگئی' پہرہ دینے والے اپنی جگہ مستعد تھے' اور رات کی ڈیوٹیوں کا تعین کرلیا گیا تھا تاکہ اپنے اپنے طور پر ہر شخص آرام بھی کرے اور ہوشیار بھی رہے۔ کھانے پینے کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا۔ حیران کن بات یہ تھی کہ اس انتہائی پراسرار ماحول میں جس کے بارے میں حتمی طور پر کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا تھا کسی کے دل میں بھی کوئی شدید تردد نہیں تھا بلکہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ایک اطمینان بخش کیفیت سے گزر رہے ہوں۔ یہ پراسرار قلعہ اپنی نوعیت کا اس قدر حیرتناک قلعہ تھا کہ اس کے بارے میں سب کے دلوں میں شدید تجسّس موجود تھا لیکن خوفزدہ کر دینے والے کسی تصور کے ساتھ نہیں بلکہ ایک

دلچسپ معلومات کے لئے اور یہ بھی ایک خوش قسمتی کی بات تھی کہ اس قلعے میں بہت سی لاشوں کے ساتھ ساتھ انہیں کم از کم دو زندہ افراد ایسے مل گئے تھے جو انہیں اس قلعے کے بارے میں تھوڑا بہت بتاسکے تھے۔ اب تک اس کا جتنا پورشن دیکھا تھا۔ وہ اپنی نوعیت کا نہایت عجیب و غریب تھا اور یہ بھی ایک انتہائی حیران کن بات تھی کہ صحرائے اعظم کے بیچوں بیچ کسی نے ایک ایسا قلعہ بنانے کی کوشش کی اس کا مقصد کیا تھا اور وہ کون لوگ تھے اور وہ لوگ جو یہاں مردہ حالت میں پائے گئے وہ بھی اپنی نوعیت کے عجیب و غریب لوگ تھے جن کے بارے میں صحیح طور پر اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا۔ حالانکہ اگر کوئی اور موقع ہوتا تو ان پر ریسرچ کرنے کی کوشش کی جاتی۔ لیکن انسانی زندگیوں کے ساتھ تو کھیلا ہی جاتا ہے اور مرنے کے بعد ان سے کھیلنا بڑے دل گردے کا کام ہوتا ہے اور شاید یہ تمام ہی لوگ اس نوعیت کے لوگ نہیں تھے۔ غرض یہ کہ وقت گزرتا رہا۔ ہر دل میں ایک تجسّس تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہوسکے اس جگہ کے بارے میں معلومات حاصل کرلی جائیں اور اتنی دیر میں مسٹر جیمس پیرے کا تیار کردہ محلول مکمل ہو چکا تھا اور مسٹر یوٹ کو بھی کھانا کھلا دیا گیا تھا' جو انہوں نے نہایت مختصر کھایا تھا چنانچہ ان کی ذمہ داری یہ لگائی گئی کہ وہ اپنے آقا کو جس کا نام ابھی تک سامنے نہیں آیا تھا یہ محلول تھوڑا تھوڑا کرکے پلائیں اور اس کے لئے مناسب بندوبست کر دیا گیا چنانچہ بونے نے بے ہوش نوجوان کا سر اپنے زانوں پر رکھ کر بڑی محنت کے ساتھ اسے وہ قطرہ قطرہ محلول پلانا شروع کر دیا۔ سب سے اچھی بات یہ تھی اس شخص کے اندر کہ اس نے جیمس پیرے کے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کی تھی حالانکہ وہ یہ سوچ سکتا تھا کہ یہ لوگ اس کے ہمدرد کہاں سے آگئے۔ ابھی بونے نے ان کے بارے میں ان سے معلومات حاصل کی تھیں۔ نجانے اس کے ذہن میں یہ شبہ کیوں نہیں پیدا ہوا تھا کہ یہ لوگ بھی انہی میں سے ہو سکتے ہیں جنہوں نے یہاں قتل و غارت گری کی ہے۔ اس نے ان سے اس بارے میں ایک سوال بھی نہیں کیا تھا۔ بلکہ انہیں اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی اور جب ان کاموں سے فراغت حاصل ہوگئی تو وہ بونے کے گرد بیٹھ گئے اور بونے یوٹ نے اس انداز میں انہیں دیکھ

جیسے اسے توقع ہو کہ تھوڑی دیر کے بعد وہ ا... سوالات کا سلسلہ شروع کریں گے اور جیمس پیرے نے ہی اس سلسلے میں آغاز کیا۔

’’مسٹریوٹ تمہارا آقا جس کا نام ہمارے علم میں نہیں ہے اب نہایت بہتر حالت میں ہے اور پورے اعتماد کے ساتھ یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ تھوڑی بہت دیر کے بعد وہ ہوش میں آجائے گا اور مکمل طور پر بہتر حالت میں ہوگا۔‘‘

’’ہاں معزز بزرگ میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ آپ لوگوں کی کاوشوں نے میرے آقا کو نئی زندگی بخشی ہے۔ رب عظیم آپ پر اپنی برکتیں نازل کرے اور آپ اپنی خوشیوں کی تکمیل کرلیں۔ میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔‘‘

’’آپ یہ تو جانتے ہوں گے مسٹریوٹ کہ ہر شخص کے دل میں تجسّس ہوتا ہے۔ یہ تجسّس آپ کے دل میں بھی ہوگا۔ ہم آپ سے کچھ معلومات حاصل کرسکتے ہیں ....‘‘

’’میں آپ لوگوں کا احسان مند ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ جو معلومات میرے علم میں ہوں گی وہ آپ تک پہنچانے سے گریز نہیں کروں گا۔‘‘

’’ویری گڈ‘ سوالات تو بہت عجیب اور ٹیڑھے ہیں لیکن ایسے نہیں جو کسی طور آپ کے لئے نقصان دہ ہوں‘ مسٹریوٹ مثلاً‘‘ اگر آپ سے پہلا سوال یہ کیا جائے کہ آپ نے ہم لوگوں پر اعتماد کیسے کرلیا یہ کیسے جان لیا آپ نے کہ ہماری ذات سے آپ کو فائدہ پہنچے گا اور کوئی نقصان نہیں ہوگا‘ جبکہ یہاں زبردست قتل و غارتگری کی گئی ہے اور آپ کے اس آقا کو بھی گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا ہے۔ آپ نے پستول کا فائر کر کے کسی کو اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کیوں کی تھی۔‘‘

’’بونے کے چہرے پر حزن و ملال کے آثار پھیل گئے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔‘‘

’’ہاں میں نہیں جانتا تھا کہ مجھے کچھ ہمدرد مل جائیں گے۔ یہ تو تصور ہی نہیں تھا میرے ذہن میں۔ جب یہاں خونریزی ہو چکی اور خاموشی چھا گئی تو میں نے محسوس کیا کہ میرا آقا زندگی اور موت کی کشمکش کا شکار ہے۔ میں نے یہ اندازہ لگایا کہ اب بہت کم وقت جارہا ہے جب میں اپنے آقا سے دور ہو جاؤں گا اور وہ زندگی کھو بیٹھے گا تو میں نے

...وچا کہ اب جو کوئی بھی ہے اس کے لئے یہی بہتر ہوگا کہ مجھے بھی میرے آقا کے ساتھ ...وت کی نیند سلا دے۔ حقیقت یہی ہے کہ میں نے موت کو آواز دی تھی لیکن زندگی ...پ لوگوں کی شکل میں ہم تک پہنچ گئی اور عظیم آقا میں نہیں جانتا کہ آپ لوگ کون ہیں ...ر آپ نے میرے آقا کو زندگی کی طرف لانے کی کوشش کیوں کی۔ البتہ میں احمق نہیں ہوں۔ دنیا کے عظیم شہر واشنگٹن میں‘ میں نے زندگی گزاری ہے چنانچہ اتنا میں سمجھ سکتا ہوں کہ آپ کم از کم وہ لوگ نہیں ہیں جنہوں نے یہاں قتل و غارتگری کی تھی۔ آپ ...باشبہ ’’سی گال‘‘ کے ساتھی نہیں ہیں۔‘‘

سی گال ایک نیا نام علم میں آیا تھا۔ چنانچہ اسے ذہنوں میں ہی رکھ لیا گیا۔ بونے سے یہاں کی داستان سننے والے کسی بھی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ سوالات کی ذمہ داری جیمس پیرے کے سپرد کر دی گئی تھی اور اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ دوسرے ...اس کے سوالات کرنے سے مطمئن ہیں۔ چنانچہ اس نے کہا۔

’’تمہارے آقا کا نام کیا ہے مسٹریوٹ.........؟‘‘

’’کاف ایمرے.........‘‘ اس نے جواب دیا۔

’’تمہارا تعلق کہاں سے ہے اور جیسا کہ تم نے ابھی دوران گفتگو بتایا کہ تم نے ...شنگٹن میں ایک طویل عمر گزاری ہے۔‘‘

’’ہاں عظیم آقا......... میں اور میرا آقا کاف ایمرے واشنگٹن میں ہی پروان چڑھے ...اور ہم نے بہت مختصر سی عمر کے بعد باقی زندگی امریکہ میں گزاری ہے۔‘‘

’’ہوں......... لیکن تمہارا تعلق.........‘‘

’’ہمارا تعلق صحرائے اعظم ہی سے ہے اور میں اور میرا آقا ٹاری وہگا نامی قبیلے کے ...ہیں اور صحرائے اعظم ہی کے رہنے والے ہیں۔‘‘

’’بڑے دلچسپ انکشافات ہو رہے تھے اور تمام ہی لوگ ان باتوں میں دلچسپی لے ...رہے تھے۔ جیمس پیرے نے کہا۔‘‘

’’مسٹریوٹ اب آپ ہمیں اپنے بارے میں مکمل تفصیلات بتائیں گے.........‘‘

یوٹ نے جیمس پیرے کے تیار کئے ہوئے محلول کے قطرے کاف ایمرے کے ہونٹوں کو چیر کر اس کے دانتوں سے حلق کے اندر ڈالتے ہوئے کہا۔

"یہ میری ذمہ داری ہے بلکہ میری ڈیوٹی ہے کہ آپ لوگوں کی محبت کے جواب میں' میں آپ کی خواہش کے مطابق اس بارے میں تفصیلاتِ بتاؤں اور یہ حقیقت ہے کہ ہماری کہانی آپ لوگوں کے لئے بڑی دلچسپی کا باعث ہوگی یہ بھی میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اگر آپ سی گال کے آدمی نہیں ہیں تو پھر یقیناً" صحرائے اعظم میں آنے والے مہم جو ہوں گے۔ آپ لوگوں کی زندگی کا یقیناً" کوئی نہ کوئی اہم مقصد ہوگا۔ معاف کیجئے گا آپ بزرگ ہیں اور میں ایک کوتاہ قد اور ناکارہ سا انسان۔ اس لئے اپنی بساط سے بڑھ کر اگر کوئی لفظ میرے منہ سے نکل جائے تو آپ اسے میری کوتاہی کے حساب میں درج کر کے مجھے معاف کر دیجئے گا۔ انسان آخری سانس تک دولت کی چمک کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے اور شاید یہی اس کے اندر زندگی کی علامت ہے۔ آپ لوگ بھی ممکن ہے صحرائے اعظم میں دولت کی تلاش میں آئے ہوں۔ لیکن ایک شخص ایسا تھا جو درحقیقت دولت سے نفرت کرتا تھا اور اس کا نام ہے لیمی برانٹ.......... لیمی برانٹ میرا مالک۔ میرا سب سے بڑا محسن جو اس کائنات میں انسانیت کا علمبردار ہے۔ میں اس شخص کی تعریفوں کے لئے اپنے پاس الفاظ نہیں پاتا۔ آہ یہ وہ سیاح ہے جس نے جگہ جگہ دولت کے انبار اس طرح ٹھکرا دیئے کہ لوگ سنیں تو یقین نہ کریں۔ لیکن لیمی برانٹ میرا محسن' میرا مالک دولت سے نفرت کرتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس نے دولت کی تباہ کاریوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور بار بار دیکھا ہے۔ اس نے انسانی زندگی کو ان چمکدار پتھر کے ٹکڑوں اور سنہری دھات کے لئے اتنا بے وقعت ہوتے دیکھا کہ اسے ان چیزوں سے نفرت ہوگئی ہے۔ اس کا نظریہ ہے کہ زندگی میں چند سانس ضرورتوں کے ساتھ قائم رہیں۔ یہی دنیا کی سب سے قیمتی دولت ہے ورنہ اس کے علاوہ اور ساری چیزیں بے مقصد اور بے کار.........."

"لیمی برانٹ کون تھا.........."

"میں نے چند کرداروں سے آپ کا تعارف کرایا ہے مثلاً" جو کہانی آپ کی خواہش

کے مطابق میں اب آپ کو سنانے والا ہوں ان میں اگر علاقوں کی بات کیجئے تو ٹاری ویگا آتا ہے۔ ٹاری ویگا نیل کنٹھ کی سرحد سے منسلک ہے بلکہ ان دونوں قبیلوں کو اگر جڑواں قبیلہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا' ساویوٹ کے ان الفاظ نے ایک دھماکہ کیا تھا اور ایک بار پھر وہاں موجود لوگوں کے جسموں میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ جیمس پیرے نے آنکھیں بند کرلی تھیں غالباً" وہ اپنے تجسس اور اپنی کیفیات پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیونکہ نیل کنٹھ ایک کہانی کے خول سے نکل کر ایک بار پھر حقیقتوں کی زبان سے کانوں تک پہنچا تھا۔ چنانچہ ایک جانب سر ہدایت اللہ' کنور مہتاب علی' ریٹا ہاروے' مائیکل بائز' لارک اینجلو وغیرہ سنسنی کا شکار ہوگئے تھے دوسری طرف یہ نام ایک ایسے شخص کی زبانی سن کر جو پراسرار شخصیت کا مالک تھا اور صحرائے اعظم کا رہنے والا تھا۔ یقیناً" جیمس پیرے کے دل و دماغ میں بھی ایک شدید جوار بھاٹا اٹھا ہوگا اور وہ اسی جوار بھاٹے پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔ دوسری جانب یہ لوگ اس احساس کا شکار تھے کہ ریٹا ہاروے کی سنائی ہوئی جو کہانی جیمس پیرے کے علم میں لائی گئی تھی۔ وہ ایک بار پھر باطل ہو رہی تھی۔ لیکن ریٹا ہاروے نے اس سفر میں اپنا سارا کردار ان چند لمحات میں ادا کر دیا تھا' کیونکہ اس نے اس کہانی کو کرنل کرٹ سے منتخب کر کے جو اوہام پیدا کر دیئے تھے وہ دونوں کیفیتوں کے حامل تھے یعنی اگر نیل کنٹھ کا وجود ثابت بھی ہو جائے تو وہ کرنل کرٹ کا انکشاف اور اگر جیمس پیرے وغیرہ کو دھوکا دیا جائے تو پھر اسے ایک کہانی قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اب صورت حال میں کافی تبدیلی رونما ہوگئی تھی اور چونکہ خیالات میں لچک پیدا ہوئی تھی اس لئے نیل کنٹھ کے وجود سے انحراف وہ شدت نہیں رکھتا تھا جو اس سے پہلے ان لوگوں کے ذہنوں نے اختیار کر رکھی تھی۔"

یوٹ اپنی دھن میں مگن واقعات کی ذہن میں ترتیب کرتے ہوئے آگے کہہ رہا تھا۔

"اور اس کے بعد اگر وہاں کے معاملات کا تذکرہ کیا جائے تو بات طوالت اختیار کر جاتی ہے' کاف ایمرے کا پہلا نام کاف ایمرے نہیں تھا بلکہ اس کے ماں باپ نے کچھ اور

ہی نام رکھا ہوا تھا اس کا، لیکن اس وقت وہ بہت چھوٹا تھا۔ غالباً" تین سال کی عمر ہوگی اس کی۔ جب عظیم آقا یعنی مسٹر لیمی برانٹ سیاحت کی غرض سے صحرائے اعظم آئے اور یہاں آنے کے بعد انہیں قبیلوں کی ایک ایسی جنگ میں الجھنا پڑا جن سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن جنگ میں ہارنے والے بعض افراد ان کی مدد حاصل کرنے پر مجبور ہوگئے اور انہی میں میرا باپ ہیوبرٹ ایڈلیمن ویگا بھی تھا اور میرے آقا یعنی کاف ایمرے کا باپ جس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا.........وہ بھی تھا.......... ہم دونوں تو بہت چھوٹے چھوٹے سے تھے اور مسٹر لیمی برانٹ کا کہنا ہے کہ ہمارے اہل خاندان کے سربراہوں نے جو ہمیں زندہ نکال لے جانے کی فکر میں سرگرداں زخموں سے چور چور مسٹر لیمی برانٹ تک پہنچے تھے۔ ہمیں ان کے حوالے کرنے کے بعد دم توڑ دیا تھا اور مسٹر لیمی برانٹ ہم دو معصوم بچوں کو اپنی اولاد کی مانند اپنے پروں میں ڈھانک کر صحرائے اعظم سے نکل گئے تھے اور انہوں نے ہماری پرورش امریکہ میں کی تھی۔ یوں مسٹر لیمی برانٹ کا نام اس کہانی کے مرکزی کردار کی حیثیت سے سامنے آیا۔

میں یوٹ ویگا اور میرا آقا کاف ایمرے ہم لوگ مسٹر لیمی برانٹ کے پاس امریکہ کے ایک خوبصورت مکان میں پرورش پانے لگے اور اس حسین دل کے مالک شخص نے ہمیں اپنی اولادوں سے مختلف قرار نہ دیا۔ جبکہ اس میں ہمارے ہوش سنبھالنے کے کچھ عرصے کے بعد ایک اور کردار کا اضافہ ہوگیا۔ اور یہ کردار آقا زادی ایلما برانٹ تھی۔ ایلما برانٹ بس اس کے بارے میں اگر کچھ کہنا چاہوں تو شاید میرے پاس الفاظ نہ ہوں۔ ایلما برانٹ بیحد خوبصورت، بڑی نازک اندام اور ایک ایسی طبیعت کی مالک لڑکی ہے جس کے لئے تعریف کے الفاظ کافی قرار نہیں پاسکتے۔ ہم لوگوں نے ساتھ ساتھ تعلیم حاصل کی۔ مجھے حالانکہ کوتاہ قد کی بنا پر مذاق کا نشانہ بنایا جاتا رہا تھا۔ لیکن چند افراد ایسے بھی تھے جو میرا مذاق نہیں بناتے تھے، بلکہ انہوں نے مجھے اپنے دلوں میں ایک باعزت مقام دیا ہوا تھا چنانچہ میرے اندر کسی قسم کا کوئی ایسا احساس پیدا نہیں ہوا جو مجھے مضمحل کر دیتا۔ ہم لوگ زندگی گزارتے رہے مسٹر لیمی برانٹ نے اپنی مہمات کا سلسلہ جاری رکھا۔ لیکن

ضروری نہیں تھا کہ وہ ہمیں بھی اپنے ساتھ ہی شامل رکھتے۔ ایلما برانٹ مسٹر کاف ایمرے اور میں امریکہ کے مختلف گوشوں میں ساتھ ساتھ دیکھے جاتے تھے اور ہمارا تکون بڑا مشہور تھا، پھر مسٹر لیمی برانٹ نے ایک بار مسٹر کاف ایمرے سے۔ ہاں شاید درمیان میں یہ بتانا بھول گیا میں کہ میرے بے نام آقا کا نام کاف ایمرے مسٹر لیمی برانٹ نے ہی رکھا تھا۔ اس کی وجہ کیا تھی وہ نہ مجھے آج تک معلوم ہوئی اور نہ میرے آقا نے کبھی اس بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ انہیں یہ نام پسند تھا چنانچہ انہوں نے خوش دلی سے اسے اپنالیا۔ البتہ مسٹر لیمی برانٹ ہمیں ہمارے علاقے کی کہانی سناتے رہتے تھے اور ان کے پاس ان علاقوں کے بارے میں بڑی تفصیلات تھیں، یعنی ٹاری ویگا اور نیل کنٹھ جڑواں قبائل کے متعلق کہانی اور اس کہانی میں ایسے ایسے سنسنی خیز موڑ تھے کہ ہم سنتے تو شدید تجسّس اور دلچسپی کا شکار ہو جاتے اور غالباً" بارہ یا تیرہ سال کی عمر میں ہی جب ہم نے سوالات کرنے کا طریقہ سیکھ لیا تھا مسٹر لیمی برانٹ نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ اگر انہوں نے زندگی پائی تو کسی مناسب موقع پر ایک بار ہمیں ہمارے قبیلے میں ضرور لے جائیں گے اور ہمیں وہاں کے لوگوں سے روشناس کرائیں گے۔ ہمیں بھی اپنی جنم بھومی سے بہت دلچسپی تھی۔ شروع ہی سے میری اور کاف ایمرے کی دوستی رہی تھی۔ وہ لاتعداد خوبیوں کا مالک ہے اور میں نے اسے ہمیشہ ایک آقا کی طرح تعظیم دی ہے۔"

"اس کی وجہ.........."

"بس عظیم آقا.......... میرے دل میں اس کے لئے ایک انوکھا پیار ہے۔ میں اس پر سو بار ملنے والی زندگی قربان کر سکتا ہوں۔ مسٹر برانٹ نے بھی اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا تھا اور انہوں نے ہمیں افریقی زبان خاص طور سے سکھائی تھی۔ وہ ہمارا تشخص قائم کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے ہمیں ہمارے قبیلوں کے بارے میں اتنا کچھ بتایا تھا کہ ہم ان سے ناواقف نہیں رہے تھے اور ہمیں ہمیشہ محسوس ہوتا تھا کہ ہم نے اپنے قبیلے کو پورے ہوش و حواس کے عالم میں دیکھا ہے۔ چنانچہ زندگی گزرتی رہی۔ کیا میرے یہ داستان سنانے کا طریقہ مناسب ہے اور آپ لوگ اس سے مطمئن ہیں۔ اچانک یوٹ نے

سلسلہ درمیان سے روک کر پوچھا۔"

"آپ تو بہترین داستان گو معلوم ہوتے ہیں مسٹر یوٹ......... براہ کرم سلسلہ جاری رکھیں۔" جیمس پیرے نے کہا اور یوٹ جھینپے ہوئے انداز میں مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔

"مسز برانٹ نے اس سلسلے میں مخالفت کی تھی کہ اس مہم کو ایک گھریلو مہم بنانے کی کوشش کی جائے۔ لیکن مسٹر لیمی برانٹ مصر تھے کہ اس بار اس مہم میں مسز لیمی برانٹ مس ایلما برانٹ بھی ساتھ ہوں کیونکہ اس کے بعد وہ اپنی مہم جوئی کی زندگی ترک کرنا چاہتے تھے۔ بہرحال راستے ہموار ہوتے گئے۔ تیاریاں مکمل ہوگئیں اور ہم لوگ چل پڑے۔ مسٹر برانٹ چونکہ افریقہ میں اجنبی نہیں تھے اس لئے کیمرون میں انہیں کچھ شناسا گھرانے جن میں مسٹر ہیتھ ایڈورڈ کی شخصیت نمایاں تھی۔ مسٹر ہیتھ کے گروہ کی شمولیت سے ہماری تعداد اطمینان بخش ہوگئی۔ ویسے بھی وہ بڑی تند اور جنگجو شخصیت کے مالک تھے۔ ہم کیمرون سے چل پڑے۔ افریقہ ہم نے بچپن میں چھوڑا تھا لیکن ہمیں یہاں آکر یوں لگا جیسے طویل عرصہ کے بعد اپنے گھر لوٹے ہیں۔"

"صرف تمہیں.........؟" پیرے بیچ میں بول پڑا۔

"نہیں......... میرے آقا کاف ایمرے کا بھی یہی خیال تھا اور اس نے کئی بار اپنے اس خیال کا اظہار کیا تھا۔"

"سوری......... میں بیچ میں بول پڑا۔" جیمس پیرے نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

"آگے بڑھوں.........؟" یوٹ نے پوچھا۔

"ہاں......... پلیز.........!" پیرے بولا۔ اور یوٹ نے سلسلہ گفتگو وہیں سے جوڑا۔ وہ بولا۔

"ہم آگے بڑھتے رہے۔ موسمی اور مقامی حادثے ہوتے رہے۔ لیکن کوئی حادثہ ایسا نہیں تھا جو ہمارے لئے پریشان کن ہوتا۔ مسٹر ہیتھ بڑی مضبوط شخصیت کے مالک تھے۔ لیکن یہ بدقسمتی کا پوائنٹ آگیا۔ یعنی وہ لمحہ جس سے ہماری مشکلات کا آغاز ہوا۔ اس رات موسم خراب تھا۔ تیز ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے اور کبھی کبھی بوندا باندی بھی ہو جاتی

تھی۔ ہم نے قیام کے لئے ایک ایسی جگہ تلاش کرلی تھی کہ اگر تیز بارش بھی ہو جائے تو ہمیں اس سے نقصان نہ پہنچے۔ لیکن شکر ہے کہ تیز بارش نہیں ہوئی۔ اس وقت رات کے دو بجے تھے جب اہمنس نے روشنی دیکھی۔"

"اہمنس........." ریٹا ہاروے بے اختیار بول پڑی۔

"ہاں مسٹر ہیتھ کا ایک ساتھی تھا۔ وہ رات کا پہرہ دے رہا تھا۔ روشنی کچھ پراسرار سی تھی اس نے مجھے مخاطب کیا کیونکہ میں اس کے ساتھ ڈیوٹی پر تھا۔ اور ہم دونوں اس روشنی کا راز جاننے کے لئے بے چین ہوگئے۔ میں نے کہا بھی تھا کہ مسٹر اہمنس کہیں اس راز کی نقاب کشائی پارٹی لیڈر کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔ لیکن خواہش مند میں بھی تھا اور چونکہ ان لوگوں کو میری صلاحیتوں پر اعتماد تھا اسی لئے مسٹر اہمنس نے کہا کہ میں بھی احتیاط سے اس روشنی کا سراغ لگاؤں۔ اور ہم اپنی تسلی کرلیں۔ چنانچہ میں چل پڑا میں نے درختوں کا راستہ اختیار کیا۔ بالآخر میں روشنی کے قریب پہنچ گیا۔ وہ بردہ فروش تھے۔ ان کی تعداد چار تھی اور انہوں نے سولہ سے بیس سال تک کی نوجوان لڑکیوں کو زنجیروں سے باندھا ہوا تھا۔ ان لڑکیوں کی تعداد نو تھی اور بے لباس تھیں۔ وہ اس طرح دہشت زدہ تھیں کہ انہیں دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ خوفزدہ جاندار......... جن کی آنکھوں میں مستقبل کی مایوسی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اس وقت تو عظیم آقا میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ البتہ پرانی کہانیاں میں نے بیشک سنی تھیں جن میں افریقی غلاموں کی خرید و فروخت کے قصے ہوتے تھے۔ لیکن جو دیکھا وہی کافی تھا۔ جس طرح ان معصوم بلبلوں کو باندھ کر رکھا گیا تھا اس سے یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ انسان کو انسان کی مدد درکار ہے۔ میں اچھی طرح جائزہ لے کر وہاں سے واپس چل پڑا۔ جو چار افراد وہاں پہرہ دے رہے تھے۔ وہ چست و مستعد تھے اور نچلے جسموں پر پتلونیں اور سروں پر ہیٹ لگائے ہوئے تھے۔ ان کے اوپری جسم برہنہ تھے۔ ان کے پاس جدید رائفلیں تھیں جنہیں ہاتھوں میں لئے وہ پہرہ دے رہے تھے۔ بہرحال میں واپس مسٹر اہمنس کے پاس آگیا۔ اور میں نے انہیں ساری صورت حال بتائی۔"

"بردہ فروش........." مسٹر ایمنس نے پوری بات سنتے ہی کہا۔

"میں نہیں سمجھا مسٹر ایمنس........." میں نے کہا۔ تب مسٹر ایمنس نے مجھے تفصیل سے بتایا۔

"مہذب دنیا نے انسانیت کی بہتری کے لئے بہت کچھ کیا ہے لیکن اس کی بدتری کے کچھ انداز اب بھی باقی ہیں۔ بدنصیب افریقہ خاص طور سے، اب تک اس برائی کا شکار ہے۔ معصوم لوگوں کو جانوروں کی طرح پکڑ کر فروخت کر دیا جاتا ہے اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں۔ بدبختی یہ ہے کہ ان کے خریداروں کی تعداد اب بھی بہت زیادہ ہے۔ اصل مجرم یہ خریدار ہیں۔"

"لیکن مسٹر ایمنس.........ہم انہیں روک نہیں سکتے........."

"ضرور روکیں گے......... ہم اس مذموم کاروبار کو پوری دنیا میں تو نہیں روک سکتے لیکن جو ہمارے سامنے آیا ہے اسے نظرانداز نہیں کر سکتے۔ میرے خیال میں ہمیں مسٹر ہیتھ کو جگا دینا چاہیے۔ تب ہم نے مسٹر ہیتھ کو جگا کر اس بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ مسٹر ہیتھ پر جوش ہو گئے۔ اور ہم نے فوراً ایکشن لیا۔ ہم نہایت کامیابی سے پوزیشنیں لے کر وہاں پہنچے لیکن بردہ فروشوں نے فوراً مقابلہ شروع کر دیا۔ چند لمحوں میں ہم نے انہیں خاک و خون میں نہلا دیا۔ ان میں سے ایک بھی زندہ ہمارے ہاتھ نہیں لگا تھا۔ ہر چند کہ ہم انہیں قتل کرنے کے مجاز نہیں تھے۔ لیکن مجبوری تھی۔ لڑکیوں کو آزاد کر کے ان سے ان کے بارے میں پوچھا گیا۔ اور ہمیں ان کی بستیوں کے بارے میں معلوم ہوا جو یہاں سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھیں۔ انہی کی زبانی ہمیں "سی گال" کا نام معلوم ہوا۔"

"سی گال۔" کنور مہتاب علی نے پوچھا۔

"ہاں افریقہ کا زلزلہ.........بردہ فروشوں کا سردار......... اسی کی چمڑی سفید ہے۔ اور اس نے چھوٹی چھوٹی بستیوں پر مظالم ڈھا رکھے ہیں۔ وہاں سے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو اغواء کر منڈیوں میں بیچتا ہے۔ انہیں بھی اس نے اغواء کیا تھا۔ اس نے بے شمار افریقیوں کو قتل کر دیا ہے۔ وہ آگ برسانے والا اسلحہ استعمال کرتا ہے۔ اور افریقی آبادیاں اس سے بہت خوفزدہ ہیں۔ نوجوان لڑکیوں سے ان کی آبادیوں کے پتے پوچھے گئے اور دوسری صبح ہم انہیں لے کر چل پڑے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک نیک کام کیا گیا تھا اور اسے سرانجام دے کر دل کو خوشی ہوئی تھی لیکن مسٹر برانٹ تشویش کا شکار ہوگئے تھے۔ ہمیں یہ علم ہوگیا تھا کہ سی گال کا گروہ بہت بڑا ہے اور وہ ان چار آدمیوں میں موجود نہیں تھا جو ہمارے ہاتھوں مارے گئے۔ اس لئے مسٹر برانٹ کو خطرہ تھا کہ اب وہ گروہ ہمارے پیچھے پڑ جائے گا۔ اور ایسا ہی ہوا......... اس واقعے کے تیسری رات کے قیام میں ہمیں پہلی بار سی گال کے گروہ کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نے ہمیں گھیر لیا......... لیکن جغرافیائی کمزوری کی وجہ سے اسے نقصان اٹھانا پڑا۔ ہم اس کی نسبت محفوظ مقام پر تھے اور ہم نے ان پر ایسی شدید آگ برسائی کہ انہیں اپنے مورچے چھوڑنے پڑے اور وہ فرار ہوگئے لیکن فرار ہو کر وہ زیادہ دور نہیں گئے۔ انہیں احساس ہوگیا تھا کہ وہ جگہ غلط ہونے کی وجہ سے ہم پر قابو نہیں پاسکے تھے۔ وہ ہمارے آس پاس بھٹکتے رہے۔ یہ سب کچھ محسوس کر کے مسٹر ہیتھ نے فیصلہ کیا کہ وہ مسٹر بگ بوردل کے پاس چلتے ہیں۔ اور وہاں پلاننگ کر کے سی گال سے ایک بھرپور معرکہ کریں گے۔"

"افسوس پھر مداخلت کی ضرورت پیش آئی.........ڈیر یوٹ........." جیمس پیرے نے کہا۔

"ضرور سر.........!"

"مسٹر بگ بوردل.........؟"

"ہاں.........ایک عظیم شخصیت۔ یہ قلعہ انہی کی ملکیت ہے۔ نہ جانے کتنے عرصہ

میں انہوں نے اسے تیار کیا ہوگا۔ یہاں وہ انسانیت کی خدمت کر رہے تھے۔ خود افریقی نژاد تھے لیکن رنگ و نسل سے بالاتر ہو کر وہ ہر اس شخص کی مدد کرتے تھے جسے مدد کی ضرورت ہو۔ وہ مذہباً عیسائی تھے اور سیاہ فاموں کو مذہب کے بارے میں بتاتے تھے۔"

"تم ان کے لئے تھے کا صیغہ استعمال کر رہے ہو؟"

"ہاں......... اس لئے کہ ان کی لاش میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔" یوٹ نے مغموم لہجے میں کہا۔

"کہاں۔"

"یہیں......... اس معرکے میں ظالم سی گال نے انہیں بھی ہلاک کر دیا۔"

"کیا وہ پادریوں جیسی شکل رکھتے تھے........." جیمس پیرے نے پوچھا۔ اسے اس بوڑھے کی لاش یاد آگئی تھی جس کی تدفین ان لوگوں نے کی تھی۔

"ہاں۔" یوٹ بولا۔ پھر اس نے بگ بوردل کا جو مکمل حلیہ بتایا اس نے ان کے خیال کی تصدیق کر دی۔

یوٹ نے سلسلہ گفتگو وہیں سے جوڑا جہاں سے منقطع ہوا تھا اس نے کہا۔ "مسٹر ہیتھ نے بقیہ پروگرام منسوخ کر کے اس طرف کا رخ کیا۔ لیکن راستے میں ایک خطرناک جگہ سی گال نے ہم پر حملہ کر دیا۔ حملہ ایسی مناسب جگہ ہوا تھا کہ ہمیں نقصان ہوگیا۔ ہم جانیں بچانے کے لئے منتشر ہوگئے اور منظم نہ رہ سکے۔ ہمیں شدید جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ میرے مالک' میرے محب' ہمارے سرپرست مسٹر لیمی برانٹ اور مسز برانٹ سی گال کی گولیوں کا شکار ہوگئے۔ آہ......... ہم ان کی لاشوں کی تدفین بھی نہ کر سکے ان کے گھوڑے چٹانوں میں دوڑ رہے تھے اور ان کے پاؤں لگاموں میں پھنسے ہوئے تھے چنانچہ ان کے جسموں کے ٹکڑے چٹانوں میں بکھر گئے۔ اور سی گال ہم سے بدلہ لے رہا تھا چنانچہ ہمارے پاؤں اکھڑ گئے۔ احمقانہ دلیری کی گنجائش نہیں تھی جس کا جدھر منہ اٹھا بھاگ کھڑا ہوا۔ میں اپنے دوست' اپنے آقا کاف ایمرے کی حفاظت کر رہا تھا۔ اور میرا آقا.........ایلما برانٹ کی......... جو لیمی برانٹ کی بیٹی تھی۔ بچے کچے بد قسمت یکجا ہوئے

اور ہم سی گال کے چنگل سے نکل بھاگے۔ اس کے بعد ہم نے مسٹر بگ بورڈل کے اس قلعے میں پناہ حاصل کی تھی۔ غم واندہ سے ہمارے سینے پھٹے جا رہے تھے۔ ایلما برانٹ ماں باپ کی موت سے نیم پاگل ہوگئی تھی۔ کاف ایمرے غم سے نڈھال تھا کیونکہ مسٹر برانٹ ہمارے بھی باپ تھے۔ وہ درحقیقت اپنی زندگی کی آخری مہم پر آئے تھے اور یہ آخری مہم ادھوری چھوڑ کر چلے گئے۔ مسٹر بگ بورڈل عظیم انسان تھے۔ وہ ہر طرح ہماری دلجوئی کر رہے تھے۔ انہوں نے بھی بتایا کہ سی گال ان علاقوں میں قہر خداوندی بن گیا ہے۔ اور خلق خدا کو بہت نقصان پہنچا رہا ہے۔ وہ سوچ رہے ہیں کہ اس کے لئے کوئی موثر قدم اٹھائیں۔ ہمیں یہاں زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ سی گال نے ہمارا نشان پا لیا۔ اور اس شاطر نے بگ بوردل کے قلعے میں داخل ہونے کے لئے ایک شاطرانہ چال چلی۔ مسٹر بگ بوردل جیسے خدا ترس انسان کے قلعے کے دروازے ہر اس شخص کے لئے کھلے ہوئے تھے جو مشکل کا شکار ہو۔ وہ دس افراد اس حال میں قلعے کے سامنے پہنچے تھے کہ انہیں دیکھ کر ہی ترس آگیا۔ بوسیدہ لباس، مٹی میں اٹے ہوئے بال، جسم پر خون کے دھبے، چیتھڑے لپٹے ہوئے۔ مسٹر بوردل کے قلعے کا دروازہ کھل گیا۔ اور اندر داخل ہوتے ہی ان لوگوں نے اپنے لباس سے ہتھیار نکال لئے اور وہاں جتنے افراد موجود تھے انہیں ہلاک کر دیا۔ اسی اثناء میں اس کے گروہ کے دوسرے افراد بھی اندر گھس آئے اور انہوں نے پورے قلعے میں تباہی پھیلا دی اور شدید لوٹ مار کرتے ہوئے چن چن کر ایک ایک کو ہلاک کرنے لگے۔ سب مارے گئے۔ یہاں زیادہ افراد نہیں تھے۔ اس لئے ان کا بہتر مقابلہ نہیں ہو سکا کاف ایمرے شدید زخمی ہوگیا۔ میں سر میں چوٹ لگنے سے زخمی ہو کر بے ہوش ہوگیا۔ پھر جب ہوش آیا.........تو.........''

یوٹ خاموش ہوگیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

''ایلما برانٹ کا کیا ہوا؟'' ریٹا ہاروے نے پوچھا۔

''وہ اسے لے گئے۔''

''اوہ کیا یہاں اور عورتیں بھی تھیں۔''

''ہاں دس بارہ کے قریب۔''

''مگر یہاں کوئی عورت نہیں ملی۔''

''سی گال عورتوں کا سوداگر ہے۔''

''خدا کی پناہ! کیا تم نے ہوش میں آ کر یہاں کا جائزہ لیا ہے۔''

''پوری طرح مسی۔''

''تو تم اس بات سے واقف ہوگئے تھے کہ یہاں سب مر چکے ہیں اور وہ عورتوں کو لے گئے ہیں۔''

''ہاں.........میں نے سب کچھ دیکھ لیا ہے۔''

''کیا وہ کچھ مردوں کو بھی لے گئے ہیں.........''

''نہیں.........''

''گویا مرد سب مارے گئے؟''

''ہاں۔'' اور ان میں مسٹر ہیتھ اور ان کے ساتھی بھی تھے۔

''تمہارے خیال میں اب یہاں کوئی زندہ نہیں ہے۔''

''ہاں مسی۔ میں اپنے آقا کی زندگی اور سلامتی کے لئے دعاگو ہوں۔ لیکن.........''

یوٹ خاموش ہوگیا۔ وہ لوگ بھی اس کی کہانی کے تاثر میں ڈوبے ہوئے تھے لیکن کنور مہتاب علی گروپ جانتا تھا کہ اس وقت ان تمام باتوں سے زیادہ پیرے گروپ ان الفاظ سے دلچسپی لے رہا ہوگا جن میں یوٹ نے ٹاری ویگا اور نیل کنٹھ کو جڑواں قبیلے بتایا تھا۔ وہ اس سے اس بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے بے چین ہوں گے۔ یوٹ نے سسکی لے کر کہا۔

''نہ جانے.........نہ جانے اب کیا ہوگا.........آہ میرے آقا کو جب معلوم ہوگا کہ ایلما موجود نہیں ہے تو وہ دیوانہ ہو جائے گا.........وہ ایلما کو اپنی زندگی سے زیادہ چاہتا ہے۔''

''کیا وہ ایلما سے محبت کرتا ہے۔''

’’بچپن سے.........دونوں ایک دوسرے کے لئے جیتے ہیں۔‘‘

’’یہ بات مسٹر برانٹ جانتے تھے۔‘‘

’’انہوں نے ایک دوسرے کو منسوب کر دیا تھا۔ اور طے کیا تھا کہ ان کی شادی کر دیں گے۔‘‘

’’مائی گاڈ......... یہ صورت حال بہت دلدوز ہے۔‘‘ ریٹا ہاروے نے کہا۔

’’گل عرشی کی گود میں سو گئی تھی۔‘‘ کنور مہتاب علی نے کہا۔ ’’میرے خیال میں کچھ لوگوں کو آرام کی اجازت دی جائے۔ شمسہ اور سردار خان تم اپنے لئے کوئی بہتر جگہ منتخب کر کے آرام کرو۔ لیکن فاصلہ اتنا نہ اختیار کرنا کہ ہم سے دور ہو جاؤ۔

’’بہتر ہے۔‘‘ نادر شاہ نے کہا۔ اور عرشی کو لے کر اٹھ گیا۔

سر ہدایت اللہ نے کہا۔ ’’میں بھی آرام کی اجازت چاہتا ہوں۔ میری ڈیوٹی جس وقت ہو مجھے جگا دیا جائے!‘‘ اور پھر وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ جیمس پیرے نے اپنے ساتھیوں کو مستعد رہنے کی ہدایت کی اور کنور مہتاب علی سے بولا۔

’’آپ مجھے کچھ وقت دیں گے کنور.........؟‘‘

’’ضرور مسٹر پیرے۔‘‘

’’تو پھر آیئے.........سنو مسٹر یوٹ......... میں پورے وثوق سے کہہ رہا ہوں کہ مسٹر ایمرے اب بالکل بہتر حالت میں ہیں۔ یہ ٹھیک ہو جائیں گے......... تم ان کے پاس آرام کرو......... اور ان کا خیال رکھو۔‘‘

’’تھینک یو سر.........!‘‘ یوٹ نے جواب دیا۔ اور پیرے کنور کے ساتھ باہر نکل آیا۔ دونوں ٹہلتے ہوئے دور نکل آئے تھے۔ جیمس پیرے خاموش تھا۔ کنور نے ہی اسے مخاطب کیا۔

’’ہاں۔‘‘

’’تو پھر کہیں۔‘‘

’’وعدہ کرو برا نہیں مانو گے۔‘‘

’’وعدہ کرتا ہوں۔‘‘

’’آپ اب بھی یہی کہیں گے کہ آپ اخبارات میں شائع ہونے والی کہانی کے اصل کردار نہیں ہیں۔‘‘

’’ہم اصل کردار ہیں۔ لیکن کہانی صرف اختراع ہے۔‘‘

’’یوٹ کہتا ہے کہ ٹاری ویگا اور نیل کنٹھ جڑواں قبیلے ہیں۔ اس سے کیا نیل کنٹھ کا وجود ثابت نہیں ہوتا۔‘‘

’’سو فیصدی۔‘‘ کنور نے کہا۔

’’ہوتا ہے.........‘‘ پیرے خوش ہو کر بولا۔

’’کرنل کرٹ کی کہانی میں بھی کافی سچائی ہو سکتی ہے لیکن نصیر بیگ ایک مصنف تھا۔‘‘

’’صورت حال کچھ بھی ہو۔ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتا اگر تم اب بھی مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو تو بیشک تمہیں اس کا حق ہے کیونکہ ہم نے بھی اپنے مفاد کے لئے تمہیں بے ہوش کر کے تمہارے ہتھیار اپنے قبضے میں کر لئے تھے۔ البتہ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میری اور میرے ساتھیوں کی طرف سے اب تمہارے ساتھ نہ تو کوئی غلط بیانی ہو گی نہ بے ایمانی' بیشک تم اس پر یقین نہ کرو۔‘‘

’’بہرحال ہمارے درمیان بہتر تعاون کا آغاز ہوا ہے۔‘‘

’’ہم بھی برے لوگ نہیں ہیں۔ بس صحرائے اعظم کی کہانیاں عجیب ہوتی ہیں۔ دولت کی دیوانگی اقتدار چھین لیتی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مجھے اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لئے دولت کی ضرورت ہے۔ اور دولت کے حصول کا کوئی اور ذریعہ میرے پاس نہیں ہے۔‘‘

’’جی مسٹر پیرے۔‘‘ کنور مہتاب علی نے کہا۔

’’اگر تم اپنے مہماتی منصوبے میں ہمیں بھی شریک کر لو۔ تو انسانیت کی فلاح کے لئے جو بھی ہو گا اس میں تمہارا بھی حصہ ہو گا۔ ہمیں اس میں سے بس اتنا دے دینا کہ ہم

اپنی ریسرچ مکمل کرلیں۔"

"آپ کو یقین ہے کہ ہم نیل کنٹھ تک پہنچ جائیں گے۔"

"اب مکمل یقین ہوگیا ہے۔"

"کیسے؟"

"قدرت اسباب پیدا کر رہی ہے۔ یہ شخص ضرور ٹھیک ہو جائے گا اور ہمیں ٹاری ویگا کا راستہ بتائے گا۔"

"ایمرے.........؟" کنور تعجب سے بولا۔

"ہاں۔ یوٹ اور ایمرے اسی جگہ کے باشندے ہیں۔"

"لیکن آپ لیمی برانٹ کو بھول گئے۔"

"نہیں.........وہ مجھے یاد ہے۔"

"وہاں کا پتہ اسے معلوم تھا۔"

"جس شخص نے ان کے دلوں میں ان کے دیس کا پیار ڈالا ہے اس نے کیا انہیں راستوں کی نشاندہی سے محروم رکھا ہوگا۔ اگر وہ ایک ذہین مہم جو ہے تو اس نے کسی حادثے کے پیش نگاہ انہیں بھی ان راستوں کے بارے میں بتا دیا ہوگا۔"

کنور مہتاب علی سوچ میں ڈوب گیا۔ جیمس پیرے کی دلیل مضبوط تھی۔ اور اس بات کے امکانات بھی پیدا ہوگئے تھے کہ اگر یہ لوگ جیمس پیرے سے علیحدہ بھی ہو جائیں تب بھی وہ کسی نہ کسی طرح اب نیل کنٹھ تک جا پہنچے گا۔ لیکن بقیہ کہانی بالکل مختلف تھی۔ نیل کنٹھ پہنچ جانا الگ بات تھی اور خزانے کے حصول کے لئے مراعات حاصل کرلینا اس سے بالکل مختلف بات تھی۔ تاہم اس نے کہا۔

"بہرحال مسٹر پیرے میرے خیال میں اب ہمارے درمیان زیادہ مفاہمت اور دوستی بڑھے گی۔ میں اور کچھ نہیں کہتا.......... لیکن.......... یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ ہم آگے کا سفر ساتھ ہی کریں گے۔"

"وعدہ.........؟" جیمس پیرے نے کہا۔

"ہاں میں اس کے لئے اپنا اثر استعمال کروں گا.........."

"بس کافی ہے۔ میں اصل میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم دشمن نہ رہیں۔"

"میرے خیال میں اب ہم دشمن نہیں رہے۔"

"اوکے۔ تھینک یو مسٹر مہتاب علی۔" جیمس پیرے نے کہا۔ "رات کو اتفاق سے کنور مہتاب علی کی ڈیوٹی فیروز کے ساتھ تھی۔ دونوں ساتھ ساتھ اس جگہ آتے تھے جہاں انہیں ماحول پر نگاہ رکھنے کے لئے جاگنا تھا۔ کنور مہتاب علی رائفل سنبھال کر بیٹھ گئے۔

"کیسے مزاج ہیں کنور صاحب۔" کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فیروز نے کہا۔ اور مہتاب علی چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"تمہاری یادداشت واپس آگئی؟" انہوں نے کہا۔

"میرے صبر کی داد نہیں دیں گے۔"

"خدا کی پناہ.........یہ صبر ہو رہا تھا.........." مہتاب علی نے گہری سانس لے کر کہا۔

"یہ بہت ضروری تھا.........؟" فیروز نے کہا۔

"میں تو مایوس ہی ہوگیا تھا۔"

"کنور صاحب! میں نے موت سے جنگ لڑی ہے۔ ایک ایسی جنگ جس میں موت کے ہاتھوں سے نکل آنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔"

"پھر یہ شخص یہ واقعی حیرت انگیز ہے!؟"

"اس میں شک نہیں ہے۔ میں خلوص دل سے اعتراف کرتا ہوں۔"

"اس کے باوجود میں نے آپ کی وفاداری کے جذبے کو ترک نہیں کیا' جو کچھ ہوتا رہا اس میں ہمیشہ میں نے یہ خیال رکھا کہ اگر کوئی ایسا لمحہ آگیا جب ان کے ہاتھوں آپ لوگوں کو شدید نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو میں اپنا کردار ادا کروں۔"

"وہ کردار کیا ہوگا فیروز؟" کنور مہتاب علی نے پوچھا۔

"آپ کا تحفظ' ان سے انحراف بڑا مشکل مرحلہ ہوتا ہے میرے لئے لیکن خدا کا شکر ہے کہ وہ لمحات نہ آئے۔"

"تم نے ان پر نگاہ رکھی تھی۔"

"اتنی کہ ان کی ہر بات سے واقف ہو گیا۔" فیروز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ان کی حقیقت سے بھی؟"

"جی؟"

"کیا واقعی جیمس پیرے ایک محقق ہے؟"

"جیمس پیرے اصل میں جیمس پیرے ہی نہیں ہے..........!" فیروز نے مسکرا کر کہا۔ اور کنور مہتاب علی اچھل پڑا.......... وہ دیر تک حیرت سے فیروز کو دیکھتا رہا تھا۔ فیروز بدستور مسکراتا رہا۔ پھر بولا۔

"سر جیمس پیرے کیلی فورنیا میں ایک اعلیٰ مقام کے مالک تھے۔ اور جڑی بوٹیوں کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ مچل گارٹ ہمباسٹر ان کا وہ واحد شاگرد تھا جس پر انہیں ناز تھا۔ وہ بعض معاملات میں خود بھی گارٹ سے پیچھے رہ جاتے تھے۔ بہرحال دونوں کے درمیان احترام کے رشتے تھے۔ اور گارٹ انہیں دیوتا کا درجہ دیتا تھا۔ لیکن مسٹر جیمس پیرے جو ریسرچ کرنا چاہتے تھے اس کے لئے ان کے پاس مالی وسائل نہیں تھے۔ کیلی فورنیا حکومت انہیں یہ وسائل مہیا کرنے کو تیار تھی لیکن انہیں سرکاری ملازمت دینے کے بعد جو جیمس پیرے کو قبول نہیں تھی۔ وہ بہت بددل اور افسردہ رہتے تھے۔ پھر اچانک ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ چند گھنٹوں کی بیماری کے بعد وہ چل بسے اور سب کچھ ادھورا رہ گیا۔ مچل گارٹ ہمباسٹر دل شکستہ ہو گیا۔ اپنے استاد کی اس بے بسی کی موت نے اسے بہت دل برداشتہ کر دیا۔ لیکن پھر اس کے دل میں ایک عزم جاگا۔ اس نے خاموشی سے مسٹر جیمس پیرے کی تدفین کر دی۔ اور کسی کو ان کی موت کے بارے میں نہ بتایا۔ اس نے تہیہ کیا کہ اپنے استاد کا نام لے کر آگے بڑھے گا اور اسی نام کو دنیا سے سرخروئی دلائے۔ چنانچہ اس نے میک اپ کر کے اپنا حلیہ بدل لیا اور خود جیمس پیرے بن گیا۔ اس نے ان چند نہایت معتبر دوستوں کا گروہ بنایا اور دولت کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ یہ ہے مچل گارٹ ہمباسٹر کی کہانی۔" فیروز خاموش ہو گیا۔

"میرے خدا..........اور یہ کہانی سچ ہے.........."

"سو فیصدی۔"

"تمہیں کہاں سے معلوم ہوئی۔"

"انہی کے درمیان رہ کر..........انہی کی زبانی.........."

"تمہیں سنائی گئی تھی؟"

"آپ مجھے بے وقوف سمجھتے ہیں کنور صاحب۔"

"نہیں میرا مطلب ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ انہوں نے ایسی کوئی کہانی سنا کر مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کی ہے۔ بہرحال ایسی بات نہیں ہے ان کی آپس کی باتوں سے میں نے یہ سب کچھ سنا ہے جبکہ اس کے فرشتوں کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ میں ان کے آس پاس ہوں۔ میں تو صرف اس لئے ان کی ٹوہ میں رہتا تھا کہ وہ آپ کے بارے میں کیا منصوبہ بنا رہے ہیں۔"

"اور وہ ہمارے لئے برے انداز میں سوچتے تھے۔"

"نہیں ، بس وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح آپ لوگ انہیں خزانے کا شریک بنالیں۔"

"کیا وہ ہماری طرف سے ڈانواڈول ہوئے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوئے ہوں کہ نیل کنٹھ کی کہانی جھوٹی ہے۔"

"سخت بددل ہوئے تھے وہ۔ لیکن بحث کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ ہم انہیں اپنا رازدار نہیں بنانا چاہتے اس بات پر وہ بڑے دکھی تھے بظاہر تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ برے لوگ نہیں ہیں اور ہر قیمت پر اپنے اس مشن کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہی کہہ رہے تھے کہ کاش انہیں کوئی ایسا خزانہ مل جائے جس کے تحت وہ جیمس پیرے کے مشن کو آگے بڑھاسکیں۔ یہی ان کا نظریہ ہے۔" کنور مہتاب علی سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم نے تو میرا نظریہ ہی بدل دیا ہے فیروز اس کا مطلب ہے کہ جو شخص صرف استاد کے نام پر اتنا بڑا ایثار کرنے کے لئے تیار ہو وہ یقیناً کوئی برا آدمی نہیں ہے اور اس کا مشن بھی ایک موثر حیثیت کا حامل ہے۔" فیروز نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دونوں سوچ میں ڈوب گئے اور بہت دیر تک خلاء کی تاریکیوں میں گھورتے رہے۔

نادر شاہ عرشی کو ساتھ لے کر وہاں سے کافی فاصلے پر چلا گیا۔ اس مہم میں جو حیرت ناک الٹ پھیر ہو رہے تھے اور جس قسم کے حالات واقعات پیش آرہے تھے ان میں شدید سنسنی بھی تھی اور ایسی دلچسپی بھی جس پر غور کر کے دونوں ہی کو بے پناہ لطف آرہا تھا۔ عرشی تو اس قدر خوش تھی کہ بیان نہیں کر پاتی تھی۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اتنے بہت سے جہاندیدہ اور تجربے کار مہم جوؤں کے درمیان اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ ایک باپ کے سامنے بیٹی کا بدلا ہوا روپ اس قدر کامیاب تھا اور دونوں ہی ایسی شاندار اداکاری کر رہے تھے کہ ابھی تک ان دونوں کے بارے میں کسی کو کوئی شبہ تک نہیں ہو سکا تھا' اس کا اندازہ لگانے کی ضرورت نہیں پیش آتی تھی بلکہ یہ اندازہ خود بخود ہی ہو جاتا تھا۔ نہایت کامیابی سے وہ اب تک اپنا یہ کردار ادا کرتے ہوئے چلے آرہے تھے اور یہاں اس پراسرار قلعے میں آنے کے بعد تو انہیں اس قدر لطف آیا تھا کہ ناقابل بیان' البتہ عرشی کو اتنے سارے لوگوں کی موت کا دکھ تھا لیکن اس موت سے متعلق جو کہانی اس نے سنی تھی وہ بھی بڑی سنسنی خیز تھی' علیحدگی میں جانے کے بعد انہوں نے اپنے طور پر یہ اطمینان کرلیا کہ یہاں انہیں نہ تو کوئی خطرہ ہے اور اگر خطرہ پیش ابھی جاتا ہے تو وہ کس طرح اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں۔ گل سو گئی تھی۔ عرشی نے اسے اپنے اور نادر شاہ کے درمیان لٹا دیا۔ نادر شاہ کہنے لگا۔

"بخدا عرشی۔ میں اپنے آپ کو ایک بچی کا باپ سمجھنے لگا ہوں اور رہ رہ کر مجھے یہی احساس ہوتا ہے کہ اپنی بیگم کے تحفظ کے لئے مجھے مستعد رہنا چاہیے.........." عرشی نے آنکھیں نکال کر اسے دیکھا تو نادر شاہ جلدی سے بولا۔

"بھئی انسانی احساسات ہیں اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے۔ ویسے ایک بات اور کہوں۔ تم یقین کرو شادی کے بعد میں ہر جگہ تمہارا ساتھ دے سکوں گا۔ ایک بہت اچھے باپ کی حیثیت بھی اختیار کر سکتا ہوں میں۔ تم دیکھ لو گل کس طرح میرے پاس آکر خاموش ہو جاتی ہے' ویسے عرشی اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ تم نے ایک ایسے سرکش گھوڑے کو رام کیا ہے جس کی زندگی کا مقصد ہی کچھ اور تھا۔ محکمہ پولیس میں داخل ہونے کے بعد میں نے یہ سوچا تھا کہ پوری ایمانداری کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دوں گا اور بڑے بڑے مجرموں کی سرکوبی کروں گا لیکن تم نے مجھے گردن سے پکڑ کر بوری میں بند کر دیا۔ اب بوری ہے اور میں.........."

"بہت زیادہ باتیں بنائی جا چکی ہیں اب سو جایئے.........."

"اماں دماغ خراب ہوا ہے کیا۔ یعنی کمال کی بات ہے ابھی تو پوری الف لیلیٰ پڑی ہوئی ہے اور آپ فرما رہی ہیں سو جاؤں۔"

"الف لیلیٰ.........."

"جی ہاں' بے شمار.........." نادر شاہ اچانک خاموش ہو گیا۔

عرشی کے پاس موجود ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا تھا۔ عرشی نے نادر شاہ کو ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ دوسری طرف سے ہدایت اللہ کی آواز سنائی دی تھی۔

"عرشی عرشی کیا تم میرا پیغام موصول کر رہی ہو..........؟"

"آپ کا پیغام میرے علاوہ اور کون موصول کر سکتا ہے ڈیڈی۔"

"اوہ میرے خدا۔ اوہ میرے خدا۔ کتنا شکر ادا کروں تیرا..........؟"

"جتنا دل چاہے ڈیڈی۔ خدا کا شکر ادا کرنے پر تو کوئی پابندی نہیں ہے' بلکہ خدا کا

شکر تو ادا کیا ہی نہیں جا سکتا۔"

"تم لوگ خیریت سے ہو عرشی۔ تم لوگ بالکل ٹھیک ہو نا؟"

"ہاں ڈیڈی بالکل۔"

"مگر میں تمہیں کئی بار کال کر چکا ہوں۔ تمہاری طرف سے جواب نہیں ملا۔"

"ذرا ایسی ہی سچویشن تھی ڈیڈی۔ اس وقت میں آپ کو جواب نہیں دے سکتی تھی۔"

"اوہ خدایا! تم تم' عرشی تم ہم سے کتنے فاصلے پر ہو؟"

"قلعے کا دروازہ آپ نے باہر سے بند کر لیا ہے میرا مطلب ہے اندر سے۔ ہم قلعے کے باہر تھوڑے فاصلے پر موجود ہیں۔"

"اوہ میری جان۔ اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آسکتی ہو۔ اب میں تمہیں بہت زیادہ خطرات میں گھرے نہیں دیکھنا چاہتا۔ میرا دل ہر وقت تمہارے لئے لرزتا رہتا ہے۔ صورت حال کا تمہیں اندازہ بھی نہیں ہو گا کہ کیا ہو گئی ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے ڈیڈی کہ صورت حال واقعی بڑی عجیب ہو گئی ہے اور اب میں بھی پریشان تھی کہ نجانے آپ کن حالات سے گزر رہے ہوں گے۔ لیکن آپ کی آواز سن کر دل کو اطمینان بھی ہوا ہے۔ ویسے اطمینان تو مجھے مکمل رہتا ہے ڈیڈی کیونکہ ہم لوگ ذرا سپر قسم کے مہم جو ہیں۔"

"تم واقعی اس وقت مجھے حیران کرنے میں کامیاب ہو گئی ہو۔ جس پامردی اور دلیری کے ساتھ تم لوگ حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے ہمارا پیچھا کر رہے ہو میں اسے بے مثال کہہ سکتا ہوں اور کسی نہ کسی وقت جب میں تمہیں منظر عام پر لاؤں گا تو یہ تمام لوگ بھی انگشت بدنداں رہ جائیں گے کیونکہ یہاں تک پہنچنا ہمارے لئے جس قدر مشکل ثابت ہوا ہے ہمارا دل ہی جانتا ہے۔"

"ساری باتیں اپنی جگہ ڈیڈی بہرحال میں ایک مہم جو کی بیٹی ہوں اور اچھی طرح جانتی ہوں کہ مجھے کس طرح کے اقدامات کرنے چاہئیں۔"

"تمہارے تمام ساتھی بخیریت ہیں۔"

"بالکل۔" عرشی نے کہا۔

"باہر کوئی ایسی جگہ مل گئی ہے تمہیں جہاں تم آرام سے رہ سکتی ہو۔"

"ہاں ڈیڈی۔"

"اچھا عرشی ایک بات سنو۔ باہر کا ماحول بالکل اطمینان بخش ہے۔"

"جی ڈیڈی۔"

"آس پاس تو کوئی موجود نہیں ہے۔"

"دور دور تک کوئی نظر نہیں آرہا۔"

"یہاں قلعے میں بڑی خونریزی ہوئی ہے' سی گال نامی ایک بردہ فروش نے یہاں موجود بے شمار افراد کو قتل کر دیا ہے اور یہاں سے لڑکیوں کو اٹھا کر لے گیا ہے۔ اس کا گروہ کافی بڑا اور خطرناک ہے۔ عرشی بیٹے اس سے خاص طور سے ہوشیار رہنا' وہ انسانوں کا سوداگر ہے اور بہت پراسرار معلوم ہوتا ہے اس وجہ سے میرا دل تمہارے لئے اور زیادہ لرزنے لگا ہے۔"

"آپ حکم دیجئے ڈیڈی۔ سی گال کی لاش جب آپ کہیں آپ کو پیش کر دی جائے۔" عرشی نے اکڑ کر کہا اور سرہدایت اللہ چند لمحات کے لئے خاموش ہوگیا پھر اس نے کہا۔

"نہیں عرشی دیکھو۔ ہم یہاں خونریزی کرنے نہیں آئے۔ کوئی ایسی ہی صورت حال پیش آجائے کہ اپنے دفاع کے لئے کوشش کرنی پڑے تو دوسری بات ہے ورنہ جنگ وجدل سے جس قدر ممکن ہو سکے بچنے کی کوشش کرنا۔"

"آپ کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے گی ڈیڈی لیکن اس کے لئے بس ایک شرط ہے۔"

"کیا؟"

"جب تک میں آپ سے اس بات کی خواہش کا اظہار نہ کروں کہ میری مدد کیجئے

میں کمزور پڑ رہی ہوں اس وقت تک آپ میری جانب سے بالکل مطمئن رہیں۔ اس بات کا وعدہ کرتی ہوں کہ اگر ذرا سی بھی کوئی ایسی صورت پیش آئی تو سب سے پہلے آپ کو آگاہ کروں گی اور ایک لمحہ بھی اس سے تساہل نہیں برتوں گی۔"

"اور اگر کوئی ایسا موقع آیا کہ تمہیں مجھے آگاہ کرنے کا موقع نہ مل سکے تو؟"

"ایسا کوئی موقع کبھی نہیں آئے گا' آپ اطمینان رکھیئے میں آپ کو ہمیشہ سرپرائز دیتی رہوں گی۔"

"خدا تمہیں مشکل سے محفوظ رکھے' میں مطمئن ہوگیا ہوں' لیکن ابھی ہمارا شاید اس قلعے میں کافی عرصے قیام رہے۔"

"ہم نے اپنے قیام کے لئے جو جگہ منتخب کی ہے ڈیڈی وہ اتنی محفوظ ہے کہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"خدا جانے ایسی جگہ تجھے کہاں مل جاتی ہے' بہرحال میں تو تمہیں صرف دعائیں ہی دے سکتا ہوں۔"

"بس دعائیں دیتے رہیئے ڈیڈی باقی سب خیریت ہے۔"

"اوکے اوکے بہت زیادہ چرب زبان ہوگئی ہو۔" سرہدایت اللہ نے کہا اور اس کے بعد خدا حافظ کہہ کر ٹرانسمیٹر بند کر دیا گیا' نادر شاہ خاموشی سے یہ ساری باتیں سن رہا تھا۔ عرشی نے ٹرانسمیٹر بند کیا تو اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اور جب سرہدایت اللہ کو یہ بات معلوم ہوگی کہ ہم لوگ کس طرح ان کے ساتھ رہ کر انہیں بے وقوف بناتے رہے ہیں عرشی تو تمہارا کیا خیال ہے' کیا رویہ ہوگا ان کا؟"

"بس حیران ہوں گے مجھے شاباشی دیں گے اور کیا؟"

"صرف تمہیں۔"

"ظاہر ہے مجھے ہی شاباشی دیں گے۔"

"کاش میرے ڈیڈی بھی میرے ساتھ ہوتے اور میری شاندار اداکاری دیکھ کر

صرف میری تعریف کرتے۔"

"خیر تمہاری اداکاری واقعی شاندار ہے۔" عرشی نے کہا۔

"یہ اداکاری نہیں ہے جناب میں سچ مچ ایک شوہر بننے کی مسلسل کوششیں کر رہا ہوں اور اپنے آپ کو اس معیار پر پورا اتارنا چاہتا ہوں' یہ بات تو میں پہلے ہی تمہیں بتا چکا ہوں مس عرشی کہ نہ مجھے اس مہم سے دلچسپی ہے اور نہ ان حالات سے' میں تو بس ایک پری کو شیشے میں اتارنے کے چکر میں لگا ہوا ہوں۔"

"شیشے کی وہ بوتل کہاں ہے جس میں آپ پری کو اتاریں گے۔"

"یہ ہے نا۔" نادر شاہ نے اپنا گریبان کھولا اور عرشی ہنس پڑی۔

"ویسے ایک بات کہوں نادر شاہ؟"

"ہاں۔"

"تم بھی کافی استاد آدمی ہو۔"

"خاک استاد ہوں۔ مجنوں نے صحرا میں آرام سے وقت گزار کر نام کما لیا فرہاد بھائی نے آرام سے اپنا پیشہ جاری رکھا اور احسان شیریں پر رکھ دیا۔ یہاں صحرائے اعظم افریقہ کی خاک پھانک رہے ہیں لیکن نہ حقوق زوجیت ملے نہ حقوق شوہریت۔"

"بکواس نہیں کر رہے اس وقت؟"

"ذرا غور کریں تو بکواس نہیں لگے گی۔"

"سو جاؤ پلیز............! اب نیند آ رہی ہے۔" عرشی نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ چند دن اور سکون سے سو لو۔ اس کے بعد دیکھوں گا۔"

"کیا مطلب۔" عرشی نے آنکھیں نکالیں۔

"شادی کے بعد..........!" نادر شاہ نے کہا اور کروٹ بدل لی۔

نصیر بیگ بھی افریقہ کے اندرونی علاقوں سے ناواقف نہیں تھا۔ افریقہ کے بیشتر خطے اب اس قدر پسماندہ نہیں رہے جتنا پہلے کی روایات میں بیان کیا جاتا ہے۔ سرحدی علاقوں میں سے کچھ تو ایسے تہذیب یافتہ بن چکے ہیں جن کا تصور بھی یورپ اور دوسرے براعظموں میں نہیں کیا جا سکتا۔ اندرونی آبادیوں میں بھی تہذیب داخل ہو چکی ہے۔ ابتدائی خطوں میں جہاں تک حکومتیں کنٹرول کر سکتی ہیں بیشتر قوانین لاگو کئے گئے ہیں جن کی پابندی بھی کرائی جاتی ہے۔ بیشتر جانوروں کا شکار قطعی ممنوع ہے یہ دوسری بات ہے کہ قوانین توڑنے والے شوقین بھی اپنا فن دکھاتے رہتے ہیں۔ سفید گینڈے' سیاہ گینڈے شکار کرنے پر مناسب سزا مقرر کر دی گئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کا شکار ہوتا ہے۔ یہی کیفیت مگرمچھوں کے شکار کی ہے۔ مگرمچھوں کی کھال کے رسیاؤں نے مگرمچھوں کی بستیاں کی بستیاں خالی کر دی ہیں۔ ابتدائی خطے میں یہ سب ہوتا ہے لیکن اندرونی علاقوں کی کہانیاں کچھ اور ہیں۔ اور یہی کہانیاں افریقہ کا حسن ہیں۔

ولیم آرنلڈ' مرزا نصیر بیگ اپنی ٹیم کے ساتھ عمدگی سے سفر کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ مرزا نصیر بیگ ایسی بستیوں کے بارے میں جانتا تھا جہاں بہت معمولی معاوضے پر عمدہ گھوڑے مل جاتے تھے۔ صحرائے اعظم کے سفر پر آنے والوں نے مقامی باشندوں کو سمجھا دیا تھا کہ ان کی ضرورتیں کیا ہوتی ہیں۔ اور ان کے عوض مقامی لوگوں کو کیا مل سکتا

ہے۔ سستے کپڑے اور چھوٹے ہتھیار سب سے زیادہ پسند کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ گھوڑوں کے حصول کے لئے یہ اشیاء خاص طور سے ساتھ رکھی گئی تھیں۔ کشتیوں کے سفر کو خیرباد کہنے کے بعد انہیں ضرورت سے زیادہ سفر پیدل طے کرنا پڑا تھا۔ لیکن سب کے سب جوانمرد اور توانا لوگ تھے اس لئے اب تک کوئی مشکل پیش نہیں آئی تھی۔ البتہ یہ خیال سب کے ذہنوں میں تھا کہ کوئی بستی ان کی نگاہوں سے اوجھل رہ گئی ہے ورنہ یہ ممکن نہیں تھا کہ اتنی دور تک کوئی آبادی نہ ہو۔

پھر ایک صبح جب یہ لوگ نسیم سحر کے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکوں کی گدگداہٹ سے جاگے تو مشرق سے پھوٹتی سفیدی میں انہوں نے مرغابیوں کی ایک قطار اڑتی ہوئی دیکھی جو زمین کی جانب جھک رہی تھی۔

"پانی.........!" فلیک راؤل نے پرمسرت لہجے میں کہا۔

"تمہارا خیال درست ہے۔ مرغابیوں کے جھکنے کا انداز بتاتا ہے کہ وہ پانی پر اتری ہیں۔"

"اور اگر یہاں پانی ہے تو آبادی بھی ضرور ہوگی۔ نصیر بیگ نے تبصرہ کیا اور وہ سب جلدی جلدی تیاریاں کرکے یہاں سے آگے چل پڑے۔ گھنے جنگلوں کا علاقہ کچھ دور چل کر ختم ہوگیا۔ نیچے ڈھلان تھے اور ڈھلانوں کے اختتام پر انہوں نے دو چیزیں بیک وقت دیکھیں۔ ایک وسیع جھیل اور اس کے کافی پرے آبادی جو خاص طرح کے افریقی جھونپڑوں پر مشتمل تھی۔ لیکن ایک تیسری چیز بھی نظر آئی جو ایک سنسنی خیز ہیبت ناک منظر پر مشتمل تھی۔ اس منظر نے ان کے قدم روک دیئے۔ غالباً اس کھیل کا آغاز ابھی ابھی ہوا تھا۔ ایک نہایت قد آور شیر تھا جو اچھل کود مچا رہا تھا۔ پھر اس کی خوفناک گرج بھی سنائی دینے لگی۔ اس کا حریف ایک بے حد لمبا مگرمچھ تھا جس نے شیر کی ٹانگ جبڑے میں دبا رکھی تھی اور اسے پانی میں گھسیٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔ شیر اپنے حریف سے پوری طرح نمٹ رہا تھا وہ اپنے لمبے دانتوں اور پنجوں کی مدد سے مگرمچھ کو ادھیڑے ڈال رہا تھا۔"

قوت اور دہشت کا ایک خوفناک مظاہرہ ہو رہا تھا اور یہ سب سحر زدہ ہوگئے تھے۔

اتنا دہشت ناک منظر کہ رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔ دونوں میں سے کوئی ہار ماننے کے لئے تیار نہ تھا۔ ایک بار مگرمچھ شیر کو پانی میں گھسیٹ ہی لے گیا لیکن شیر دوہرا ہوکر اس سے لپٹ گیا اور اس نے اپنے دانت مگرمچھ کی گردن میں گاڑھ دیئے مگرمچھ کچھ سست پڑا تو شیر اسے واپس کنارے پر لے آیا۔ دونوں لہولہان ہوگئے تھے اور مگرمچھ کا نچلا حصہ شدید زخمی ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود وہ اپنی وزنی دم کو شیر پر مارتا تو شیر لٹو کی طرح گھوم جاتا لیکن اس کی دھاڑ بتاتی کہ وہ بھرپور مقابلہ کرے گا۔ اسی وقت بستی کی طرف سے مرد' بچے اور عورتیں جھیل کی طرف آتے نظر آئے۔ انہوں نے ہاتھوں میں ڈنڈے' نیزے اور کلہاڑیاں سنبھالے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ جیسے ہی یہ دونوں وحشی جانور ہجوم کو دیکھیں گے فوراً ہی اپنی اپنی راہ لیں گے لیکن زندگی اور موت کے کھیل ایسے نہیں ہوتے' دونوں نے ہجوم کی پرواہ نہیں کی اور ہولناک جنگ میں مصروف رہے۔ شیر نے کئی بار ہجوم کی طرف رخ کرکے ایسی گرجدار آوازیں نکالیں' جیسے کہہ رہا ہو' دیکھا تم نے میں ہی جنگل کا بادشاہ ہوں اور اس موذی کو مارنا میرا ہی کام ہے' یہ ہولناک جنگ مسلسل جاری رہی اور مگرمچھ کی تیزی اور تندی میں کمی آنے لگی۔ لیکن شیر کی قوت ویسے ہی بحال تھی' جونہی اس نے مگرمچھ کی تیزی میں کمی پائی آن کی آن میں اسے چیرپھاڑ کر پھینک دیا اور مگرمچھ ختم ہوگیا۔ شیر خود بھی اتنا نڈھال ہوگیا تھا کہ مگرمچھ کے خاتمے کے بعد وہ چند قدم لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا اور پھر گھاس پر گر گیا۔ لیکن اس کے بعد وہ دوبارہ نہیں اٹھ سکا تھا۔ جنگل کے باسیوں کو فوراً ہی دونوں وحشی جانوروں کی موت کا احساس ہوگیا۔ چنانچہ وہ ان پر جھپٹ پڑے' لیکن یہ دلیرانہ منظر ناقابل فراموش تھا۔ شیر کی دلیری نے ان لوگوں کے دلوں پر بھی بڑا اثر ڈالا تھا۔ بہرحال یہ تو جنگل کی عام کہانیاں ہیں' انسانی جنگل کی کہانیاں بھی ایسی ہی ہوتی ہیں۔ بہت معمولی سے فرق کے ساتھ......... بستی والوں نے شاید انہیں نہیں دیکھا تھا اس لئے کوئی بھی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا' وہ سب کے سب مگرمچھ اور شیر پر جتے ہوئے تھے اور پھر دونوں کو بڑے بڑے لکڑیوں کے کندوں میں باندھا گیا اور رسیوں کے ذریعے وہ انہیں کھینچ کر بستی کی جانب لے چلے۔ ولیم آرنلڈ'

مرزا نصیر بیگ' زاہد' فلیک راول اور دوسرے تمام افراد بہت دیر تک اس منظر کے تاثر میں ڈوبے رہے تھے۔ پھر نصیر بیگ نے کہا۔

"میرا خیال ہے اس بستی سے ہمیں ہماری مطلوبہ اشیاء مل جائیں گی۔ ویسے بھی بستی کافی مہذب معلوم ہوتی ہے۔ ہجوم کو دیکھ کر اس کا اندازہ ہو جاتا ہے۔"

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر آہستہ آہستہ سب لوگ بستی کی جانب چل پڑے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد بستی والوں نے انہیں دیکھ لیا' پھر بستی کے بوجھ بجھکڑ کو سامنے لایا گیا۔ دبلا پتلا سا مضحکہ خیز آدمی تھا۔ بوجھ بجھکڑ اس لئے تھا کہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی زبان جانتا تھا اور چونکہ سیاح ان علاقوں میں آتے رہتے تھے اس لئے اب وہ وحشت خیزی بھی ان کے اندر نہیں رہی تھی بلکہ معاملے اور سودے کی بات فوراً ہی شروع ہو جاتی تھی۔ ٹوٹی پھوٹی انگریزی جاننے والے سیاہ فام نے ان سے کہا۔

"بو آنا ہم اپنی بستی میں آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ کو یقیناً کچھ اشیاء کی ضرورت ہوگی۔ ہمارے پاس افریقہ کے اندرونی علاقوں میں سفر کرنے کے لئے مناسب لوازمات موجود ہیں آپ جب چاہیں ان کی نمائش کی جاسکتی ہے۔ فی الحال آپ یہ بتائیے کہ کیا آپ یہاں قیام کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

اس بوجھ بجھکڑ کو مناسب جواب دیئے گئے اور انہوں نے اسے بتایا کہ انہیں گھوڑے اور پانی کو ذخیرہ کرنے کے لئے برتن چاہیں۔ بہرحال کوئی باقاعدہ انتظام تو نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن ایک چوڑے سے برگد کے درخت کے نیچے ان کے لئے ڈیرہ ڈال دیا گیا اور افریقی مہمان نوازوں نے اپنے طور پر ان کی مہمان نوازی شروع کردی۔ جس میں بھیڑوں کا دودھ اور جنگل کے پھل بنیادی حیثیت رکھتے تھے اور یہی چیزیں قابل استعمال تھیں۔ ورنہ یہ لوگ تو اپنے اپنے طور پر جو کچھ بھی استعمال کرلیا کرتے تھے ان کا تصور بھی مہذب دنیا میں رہنے والے نہیں کر سکتے تھے' مثلاً" مگرمچھ پوری بستی میں تقسیم کر دیا گیا تھا اور پوری بستی کے ہر گھر میں اس کے گوشت کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں۔ پھر گھوڑے وغیرہ انہیں دکھائے گئے اور ان کے بدلے میں سودے بازی ہونے لگی' سستے کپڑوں کے

تھان اور دوسری ایسی بے تکی اشیاء جنہیں کھلونوں سے زیادہ اہمیت نہیں دی جاسکتی تھی' افریقی باشندوں کے لئے بہت قیمتی چیزیں تھیں۔ ان کے عوض ان سب کو گھوڑے فراہم کر دیئے گئے۔ لکڑی کے بڑی خوبصورتی سے بنائے گئے تونبے نما برتن پانی کے لئے نہایت موزوں تھے اس کے علاوہ کھانے پینے کی اشیاء۔ لیکن پھر ولیم آرنلڈ نے بستی کے بوجھ بجھکڑ سے سب سے اہم سوال کر ڈالا۔

"بو آنا' جنگلوں میں ایک بڑا آدمی رہتا ہے جو راہنما ہے' علاج کرتا ہے اور لوگوں کی مدد بھی کیا کرتا ہے' کیا تم ہمیں اس کی سمت بتا سکتے ہو؟"

"بجھکڑ نے بہت زور زور سے گردن ہلائی جس میں عقیدت کا جذبہ بھی نظر آتا تھا۔ اور پھر اس نے اپنی شاندار انگریزی میں انہیں بتایا کہ یہاں سے اس جگہ کا فاصلہ بہت ہے جہاں بو آنا عظیم راہنما رہتا ہے لیکن اس کے راستے زیادہ دشوار گزار نہیں ہیں۔"

ولیم آرنلڈ اور مرزا نصیر بیگ ان راستوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کرتے رہے اور انہیں یہ احساس ہوا کہ یہاں اس بستی میں نکل آنا ان کے لئے درحقیقت سود مند رہا ہے اور جیسی کسی بستی کی تلاش میں وہ سرگرداں تھے اور جہاں سے انہیں بہتر مراعات حاصل ہونے کی امید تھی وہ ایسی ہی بستی تھی۔ چنانچہ بستی میں دو راتوں کا قیام کیا گیا۔ ان دو راتوں کے قیام میں سفر کی تھکن بھی دور کرلی گئی اور مطلوبہ اشیاء بھی حاصل ہوگئیں' مرزا نصیر بیگ خاصا مطمئن اور مسرور تھا۔ تنہائی میں زاہد سے گفتگو کے دوران وہ اس سے مشورے بھی کرتا رہتا تھا۔ اور اس کا خیال تھا کہ جس طرح وہ اپنے اس منصوبے کو عمل پذیر کرنا چاہتا تھا ابھی تک اسے اس میں کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں۔ زاہد صرف اس کے اشاروں کا غلام تھا۔ اگر نصیر بیگ مطمئن ہے تو پھر سب کچھ ہی ٹھیک ہے بھلا اس میں تردد اور پریشانی کی کیا بات۔ چنانچہ وہ ایسے کسی موضوع پر اپنی رائے کا اظہار بھی نہیں کرتا تھا غرض یہ کہ اس کے بعد بستی چھوڑ دی گئی اور وہ لوگ ایک خوشگوار تصور کے ساتھ زیادہ اطمینان بخش طریقے سے صحرائے اعظم میں آگے روانہ ہوئے۔ دوران سفر مرزا نصیر بیگ نے کہا۔

"ویسے زاہد اصولی طور پر میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے وہ ماحول پیدا کیا جس سے ہمیں بڑی آسانیاں حاصل ہوگئیں۔ میں کوئی بددیانت آدمی نہیں ہوں اور بلاوجہ کسی سے دشمنی کی بنیادی نہیں ڈالتا' ماضی کی تمام باتیں میں نے تو بھلا دی ہیں اور میرے خیال میں ولیم آرنلڈ نے بھی بھلا دی ہیں۔ لیکن ہمیں اس کا جو تعاون حاصل ہوا ہے وہ بہت ہی شاندار ہے البتہ ابھی تک اس پورے سفر کے دوران ہمیں ان لوگوں کا کوئی نشان نہیں ملا' یہ بات میرے لئے باعث تشویش ہے۔"

"سر آپ کے خیال کے مطابق کیا انہوں نے یہ ہی راستے اختیار کئے ہوں گے۔"

"ہم جتنا سفر طے کر چکے ہیں اب اس کے بعد صحرائے اعظم کے جن علاقوں کی جانب ہمیں جانا ہے ان کے راستے اس سمت سے آتے ہیں اور یہاں یہ راستے مل جانے چاہیے تھے۔"

"لیکن صحرا کی وسعتیں اتنی سمٹی ہوئی تو نہیں ہیں کہ اگر کسی ایک سمت جانا ہو تو اس کے لئے ایک ہی راستہ ہو' ان وسعتوں سے گزر کر تو کہیں بھی جایا جاسکتا ہے۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔ لیکن انسان کی فطرت ہے کہ وہ ہمیشہ صاف ستھری چیزوں کی تلاش میں رہتا ہے میرا مطلب ہے کہ یہ راستہ اتنا صاف ستھرا ہے کہ فطری طور پر انہیں ادھر سے گزرنا ہی چاہیے' بشرطیکہ وہ پوشیدہ رہنے کا تصور ذہن میں لے کر سفر نہ کر رہے ہوں۔"

"ایک بات بتایئے جناب' کیا ان کے ذہنوں میں یہ خیال ہوگا کہ آپ ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔" زاہد نے سوال کیا اور نصیر بیگ گہری سوچ میں ڈوب گیا' بہت دیر تک وہ خاموشی سے اپنے گھوڑے کو دوڑاتا رہا پھر اس نے کہا۔

"کچھ نہیں کہا جاسکتا' ہم نے ایک جوا کھیلا ہے' وہ تمام مفروضات ذہن میں رکھے ہیں' جن کے تحت اب انہیں صحرائے اعظم میں ہونا چاہیے۔ لیکن اس بات کے امکانات بھی ہیں زاہد کہ وہ لوگ ابھی صحرا کے سفر پر نہ نکلے ہوں۔"

"ایسی حالت میں ہم کیا کریں گے جناب؟"

"انتظار صرف انتظار.........اس کے سوا اور کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ مرزا نصیر بیگ نے جواب دیا۔ زاہد کے دل میں خیال تو آیا تھا کہ اس سے یہ پوچھے کہ یہ انتظار کتنا طویل ہوگا۔ کیا زندگی کے بقیہ لمحات انہی جنگلوں میں گزار دیئے جائیں گے۔ لیکن اب تک جو صورت حال چلتی رہی تھی اس کے تحت ایسا کوئی سوال اس نے کبھی نہیں کیا تھا.........اور جانتا تھا کہ مرزا نصیر بیگ ایسے کسی سوال کا برا مان جائے گا' جبکہ اس کے تمام جذبات نیل کنٹھ سے وابستہ تھے' چنانچہ زاہد نے خاموشی اختیار کرلی۔"

سفر جاری رہا' دن اور رات' تین دن اور تین راتوں کے تیز رفتار سفر کے بعد ولیم آرنلد اور مرزا نصیر بیگ نے ایک جگہ قیام کیا اور رات کے قیام کے دوران وہ لوگ بگ بورڈل کے موضوع پر بات کرتے رہے ولیم آرنلد نے بتایا کہ بیری لاٹ کے بنائے ہوئے نقشے کے مطابق بگ بوردل کا وہ روایتی قلعہ کہیں آس پاس ہی ہونا چاہیے اور پھر بستی کے بوجھ بھکڑ سے اس قلعے کے بارے میں تصدیق بھی ہو چکی تھی۔

"میرا خیال ہے اب برق رفتار سفر کرنے کے بجائے قرب و جوار کا جائزہ لے کر پہلے اس قلعے کو تلاش کیا جائے یہ بات طے ہوگئی' رات گزاری گئی' لیکن صبح کی روشنی میں اس وقت جب مرزا نصیر بیگ منہ ہاتھ دھوکر فارغ ہوا تھا اس کی نگاہیں ایک جانب اٹھ گئیں اور دفعتاً" اس کے حلق سے ایک وحشت ناک چیخ نکلی۔ اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر دیکھا۔ ایک عظیم الشان قلعہ کافی فاصلے پر بائیں سمت نظر آرہا تھا۔ ہرچند کہ گھنے درخت درمیان میں رکاوٹ تھے لیکن پھر بھی قلعے کے آثار بخوبی دیکھے جاسکتے تھے۔"

نصیر بیگ کی چیخ نے ولیم آرنلڈ کو بھی اس کے قریب پہنچا دیا۔ دونوں نے مسرور نگاہوں سے اس قلعے کو دیکھا اور ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ ولیم آرنلڈ نے کہا۔

"گویا مشقت کا دور ختم ہوا اور اب یہاں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد ہم اپنی منزل کی جانب روانہ ہوں گے یقینی طور پر مسٹر بگ بوردل یہ بتا سکیں گے کہ اس دوران ادھر سے کوئی گزرا ہے یا نہیں.........؟"

"یقیناً" یقیناً" لیکن اب برق رفتاری سے سفر کرو........."

"بالکل، لیکن ہمیں ناشتہ وغیرہ تو کرلینا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے.........." پھر اس کے بعد جلدی جلدی شکم سیری کی گئی اور اس کے بعد اپنا سامان سمیٹ کر گھوڑوں پر رکھنے کے بعد وہ تیز رفتاری سے اس قلعے کی جانب چل پڑے۔

☆

قلعے کے اندر کے حالات کیا تھے۔ مرزا نصیر بیگ پارٹی کے ساتھ کیا کیا واقعات پیش آئے۔

یہ جاننے کے لئے..........

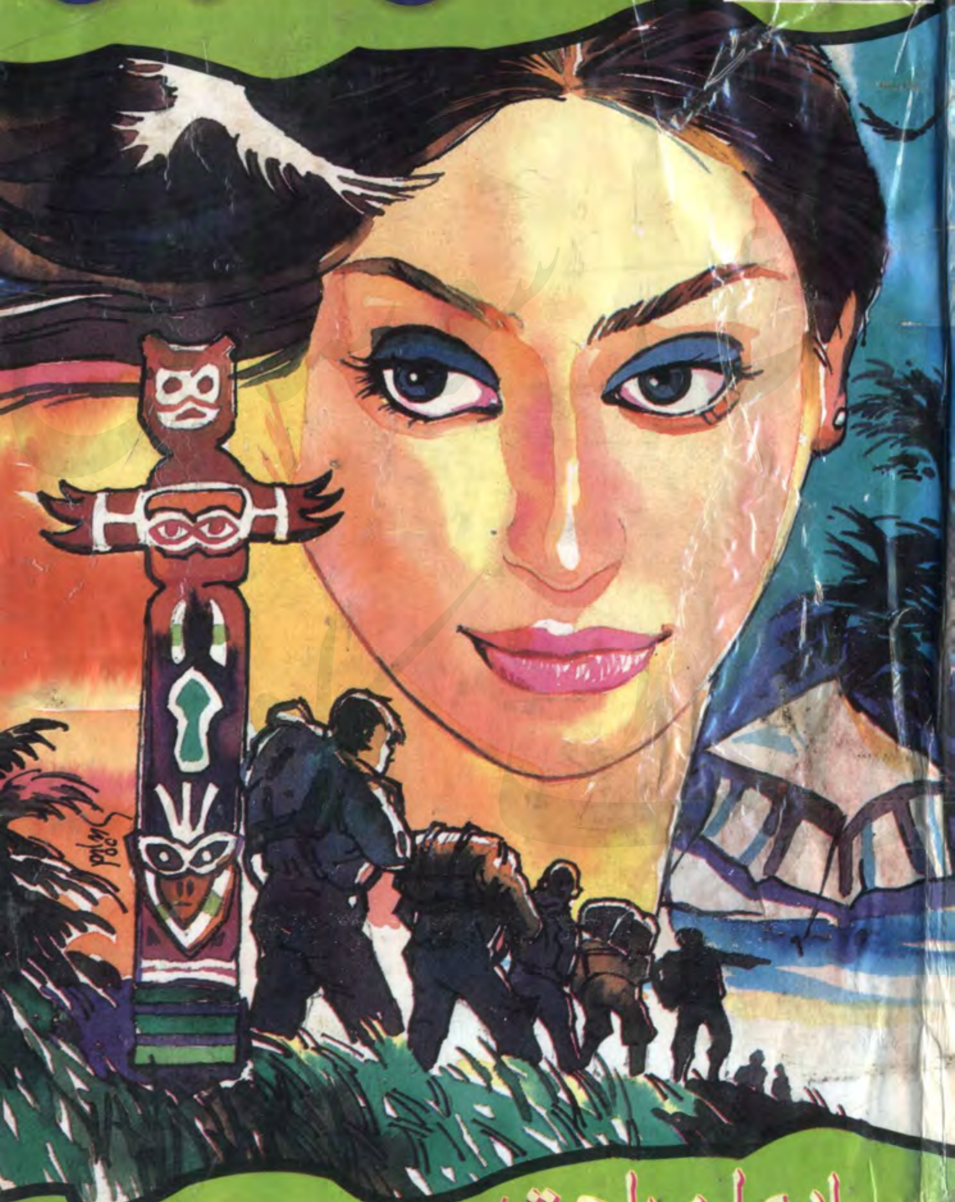
ملکہ صحرا (حصہ چہارم)

"سازشوں کے جال"

میں پڑھئے۔

سازشوں کے جال

ملکۂ صحرا



کنور مہتاب علی اور فیروز کی ڈیوٹی ختم ہوئی اور ان کی جگہ نئے لوگوں نے لے لی تو وہ وہاں سے ہٹ آئے' آخری بات یہی طے ہوئی تھی کہ فیروز بدستور اپنے آپ کو ایک غیر متعلق آدمی کی حیثیت سے رکھے گا اور اگر کوئی ایسی ہی ناگزیر صورت حال پیش آئے جس میں جیمس پیرے یا اب انفرادی طور پر بدلے ہوئے نام مپچل گارٹ کے خلاف کچھ کرنا پڑے تب تو مجبوری ہے۔ ورنہ نارمل ہی رہا جائے۔ بعد میں بھی بہت دیر تک کنور مہتاب علی لیٹے ہوئے اس بارے میں سوچتا رہا تھا کہ کیا ہی انوکھی کہانی ہے ان لوگوں کی' ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ مپچل گارٹ نے کنور مہتاب علی کو بہت متاثر کیا تھا۔ ماضی پر نظر ڈالی جاتی تو اس کی شخصیت میں کوئی ایسی بات بھی نظر نہیں آتی تھی جسے مجرمانہ ذہنیت کا حامل کہا جائے .... وہ اپنے شوق کی انتہا کی تلاش میں تھا اور یہ شوق بھی کوئی برا شوق نہیں تھا' کنور مہتاب علی نے دل ہی دل میں فیصلہ کیا کہ اب جس حد تک ممکن ہو سکے گا' جیمس پیرے سے تعاون کیا جائے گا۔ یہ بات ذہن سے ہٹانا بہت مشکل کام تھا کہ وہ جیمس پیرے کے بجائے ایک اجنبی نام کا فرد ہے اور اس کی شخصیت بھی وہ نہیں ہے جو نظر آتی ہے' غور کرنے سے بڑی دلچسپی کا احساس بھی ہوتا تھا۔ ان لوگوں نے بوڑھوں کا میک اپ اس لئے کیا تھا کہ انہیں ہر شخص بے ضرر سمجھے۔ لیکن کمال کی کارکردگی تھی ان کی۔ ابھی تک کسی کو احساس ہی نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ اصلی روپ میں نہیں ہیں۔ تمام

تر اداکاری اسی انداز کی ہوتی تھی کہ وہ بوڑھے ہی لگتے تھے پھر رات کے کسی حصے میں کنور مہتاب علی کو نیند آ گئی تھی۔ ویسے بھی مہم جو آدمی تھا اور بے پناہ دولت مند ہونے کے باوجود مہم جو کی زندگی نے اسے مشقت کا عادی بنا دیا تھا اور وہ ہر طرح کے حالات میں گزارا کرلیا کرتا تھا۔ بہرحال اس مہم کے درمیان جس قدر دلچسپ حالات سے واسطہ پڑا تھا وہ بڑے کمال کے تھے۔ پھر دوسری صبح میچل گارٹ نے ہی اسے اٹھایا اور کنور مہتاب علی آنکھیں ملتا ہوا اٹھ گیا۔

"بہت وقت ہو گیا ہے اور ہمیں یہ طے کرنا ہے کہ ہمارے آئندہ اقدامات کیا ہوں گے؟"

"تمہارے مریض کی کیا کیفیت ہے مسٹر جیمس پیرے......؟" کنور مہتاب علی نے خود پر قابو پاکر کہا۔

"اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ جیمس پیرے کے انداز میں ایک فخریہ کیفیت تھی۔ کنور مہتاب علی مسکرا دیا پھر بولا۔"

"ویری گڈ...... اس کا مطلب ہے کہ وہ بہت بہتر حالت میں ہے؟"

"ہاں...... درحقیقت اس کا ساتھی یوٹ بھی بڑا بامشقت انسان ہے' بعض اوقات شاید تمہیں میری بات عجیب سی لگے۔ لیکن بعض اوقات تیماردار مریض کی ستر فیصد بیماری ختم کر دیتا ہے۔ یہ اس کی صلاحیتوں پر منحصر ہے اب ہم اسے ایک خاص محلول دے رہے ہیں جو اس کے لئے نہایت توانائی بخش ثابت ہوگا اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ شام تک وہ اپنے قدموں سے چل پھر سکے گا؟"

"باقی لوگ کیا کر رہے ہیں؟"

"ناشتے کی تیاری...... اور اس کے بعد ہمیں یہ طے کرنا ہے کہ اب ہمارا آئندہ قدم کیا ہو......"

ناشتہ سب نے ساتھ بیٹھ کر کیا تھا اور چونکہ کنور مہتاب علی کے تاثرات جیمس پیرے کی جانب سے نہایت پوزیٹو ہو گئے تھے اس لئے اس کا رویہ جیمس پیرے کے ساتھ

بہت اچھا تھا...... بہرحال طے یہ کیا گیا کہ اب اس کے بعد یوٹ اور ایمرے کو یہیں چھوڑا جائے۔ زیادہ سے زیادہ شمسہ اور سردار خان اس کے ساتھ رہیں۔ باقی لوگ اس پورے قلعے کی تلاشی لے ڈالیں' اور چند چیزوں کو ذہن میں رکھا جائے مثلاً" یہ کہ اب یہ قلعہ لاوارث پڑا ہوا ہے اور یہاں جو قیمتی اشیاء ہیں وہ بے کار ہیں جہاں تک معلومات کا تعلق ہے تو یوٹ کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق یہاں کا مالک بگ بوردل تھا اور بگ بوردل اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ چنانچہ غیروں کے قبضہ کرنے سے پہلے قیمتی اشیاء خود اپنے قبضے میں کیوں نہ لے لی جائیں اور اس کے سلسلے میں انہیں یہاں کافی وقت صرف کرنا تھا چنانچہ اس کی تیاریاں ہوگئیں اور دونوں گروہ قلعے کی تلاشی لینے نکل پڑے۔ ایک پر اطمینان رات گزر چکی تھی اس لئے اب یہ تو شبہ نہیں رہا تھا کہ یہاں کچھ زندہ انسان چھپے ہوں گے اس کے علاوہ جہاں تک سی گال کا تعلق تھا تو وہ بھی نکل چکا تھا اور قلعے میں اس کے موجود رہنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ البتہ قلعے کے مختلف حصوں سے تین انسانی لاشیں مزید دریافت ہوئی تھیں جو ایسی جگہوں پر تھیں جہاں آسانی سے نظر نہیں جاسکتی تھی۔ ان لاشوں کی بھی تدفین کر دی گئی۔ قلعے کے اندر اجناس کے انبار تھے۔ قیمتی اشیاء کا جہاں تک تعلق تھا تو ایسی کوئی چیز یہاں موجود نہیں ملی جو تنازع کا باعث ہوتی یا جس کے لئے ذہنوں میں چور آجاتے۔ باقی مختلف قسم کی دوائیں جن کے بارے میں جیمس پیرے سے زیادہ اور کون جان سکتا تھا۔ لباس اور ایسی بہت سی اشیاء جو صرف زندگی گزارنے کے لئے کافی ہوتی ہیں۔ بگ بوردل یقینی طور پر ایک فقیر منش تھا اس نے لوگوں کی بھلائی کے لئے بہت سا سامان جمع کر رکھا تھا۔ برائی کے لئے کوئی چیز یہاں موجود نہیں تھی۔ جیسے سونا' ہیرے' حالانکہ صحرائے اعظم کے اس خطے میں رہنے کے بعد ان چیزوں کے انبار لگا لینا بھی کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ لیکن پادری ٹائپ کے شخص نے ایسا کوئی جھگڑا اپنے سر نہیں ڈالا تھا۔ تلاشی کا یہ کام دن کو کوئی ساڑھے بارہ بجے تک جاری رہا اور انہوں نے سارے معاملے مکمل کرلئے' آگے سفر کرنے کے لئے اچھے لباس ضروری تھے جنہیں قبضے میں لے لیا گیا اور اجناس کے ایسے پیکٹ بنا لئے گئے جنہیں دوران سفر باآسانی استعمال کیا

جاسکے۔ باقی اور کوئی چیز ایسی نہیں تھی جو یہاں سے لے جانا ضروری ہوتا۔ بعد میں طے یہ کیا گیا کہ یہاں سے جاتے ہوئے قلعے کا دروازہ کھلا رہنے دیا جائے گا تاکہ بگ بوردل کے نام پر کوئی بھی یہاں پہنچنے کے بعد یہاں کی اشیاء کو استعمال کرسکے لیکن وہ اشیاء جو لے جانے کے قابل نہیں تھیں' خاص طور سے اس لئے کہ ان کا وزن سنبھالنے کے لئے کوئی انتظام نہیں تھا......... بہرطور یہ سارے مسئلے حل ہوتے رہے ابھی یہاں سے جانے کا تصور اس لئے نہیں کیا جاسکتا تھا کہ کاف ایمرے سفر کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا پھر اس سے گفتگو بھی کرنی تھی جبکہ ابھی تک عام لوگوں کا اس سے کوئی تعارف نہیں ہوسکا تھا۔

ہاں قلعے کی تلاشی لینے والوں کا یہ گروہ اپنے دوسرے مرحلے سے گزرنے کے بعد اس وقت جب سورج جھک رہا تھا اپنی منتخب کردہ جگہ پر پہنچا تو انہوں نے یوٹ اور کاف ایمرے کو چہل قدمی کرتے ہوئے دیکھا.........وہ دونوں انہیں دیکھ کر ان کے استقبال کے لئے آگے بڑھ آئے تھے اور اس وقت بھی کاف ایمرے اس قدر حسین نظر آرہا تھا کہ کنور مہتاب علی ہدایت اللہ سے کہے بغیر نہ رہ سکا۔

"یہ شخص افریقہ کے ایک ایسے خطے کا باشندہ ہے جسے بالکل اندرونی علاقہ کہا جاسکتا ہے لیکن امریکہ میں رہ کر اس کی شخصیت میں ایک انوکھی کشش پیدا ہوگئی ہے۔"

"ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکن لڑکیوں نے تو اس کے لئے باقاعدہ محاذ آرائی کی ہوگی۔"

"اب بھی تمہیں یہ باتیں یاد آتی ہیں........."

"خیر زندگی کے ان دلکش لمحات کو تو کبھی نہیں بھولا جاسکتا' جو اپنی زندگی کے آخری سانس تک یادوں کی شکل میں بھی مزہ دیتے ہیں۔"

اتنی دیر میں یہ سب کاف ایمرے کے پاس پہنچ گئے تھے۔ وہ سنجیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھتا رہا اور پھر اس نے بڑے ادب سے انہیں سلام کیا.........

"کہئے مسٹر ایمرے اب آپ کیسے ہیں؟؟"

"آپ کی مسیحائی نے حیرت انگیز اثر دکھایا ہے ورنہ زخموں سے چور ہونے کے بعد

میں نے اپنے دل میں فیصلہ کرلیا تھا کہ زندگی کا اختتام کیا ہی انوکھی جگہ ہوا ہے' البتہ ہم زندگی اور موت کا صحیح تعین نہیں کرسکتے کیونکہ یہ مسئلہ کہیں اور ہی طے ہوتا ہے۔"

"بالکل مسٹر ایمرے' آپ کو چلنے پھرنے میں کوئی تکلیف تو نہیں ہو رہی.........."

"آپ یقین کیجئے اگر میرے معالج مجھے اجازت دے دیں کہ میں گھوڑے کی سواری کروں تو میرا خیال ہے میرے لئے مشکل نہیں ہوگی۔ جدید امریکہ میں لاتعداد طریقہ علاج ہیں۔ لیکن کسی ایسے شخص کو اپنے قدموں پر کھڑا کردینا ابھی تک وہاں بھی کسی مسیحا کے لئے ممکن نہیں ہوسکا جس کے جسم کا خون اتنا زیادہ بہہ چکا ہو........."

"آپ کو اپنے معالج سے تعارف حاصل ہے.........."

"ہاں میرے دوست یوٹ نے مجھے مسٹر جیمس پیرے کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے اور جناب حیرتناک بات یہ ہے کہ سر جیمس پیرے کا نام میرے لئے اجنبی نہیں ہے۔ کچھ ایسے معاملات میں یہ نام میرے علم میں آیا تھا جن کا تعلق ہرچند کہ مجھ سے نہیں تھا' لیکن جن سے تھا وہ بہرحال میرے لئے محترم لوگ تھے۔"

پھر سب ایک جگہ آبیٹھے۔ یوٹ نے پورا لباس پہن لیا تھا اور اس لباس میں وہ بڑا مضحکہ خیز نظر آرہا تھا' چھوٹے قد کا معتبر آدمی جس کے چہرے پر سنجیدگی طاری تھی۔ بیٹھنے کے بعد جیمس پیرے نے کہا۔

"تمہارے زخموں کے منہ بند ہونے میں کچھ وقت لگے گا ڈیئر ایمرے' ہم بخوشی یہ وقت تمہارے ساتھ گزارنے کے لئے تیار ہیں اور ہمیں اس پر کوئی تردد نہیں ہے کہ ہمارے آگے کے سفر کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے لیکن ہم میں سے ہر شخص اب یہ جاننے کا متمنی ہے کہ تمہارا آئندہ پروگرام کیا ہے؟؟"

ایمرے نے سنجیدگی سے گردن جھکائی تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

"یوٹ کا کہنا ہے کہ اس نے مختصراً" آپ کو میرے بارے میں بتا دیا ہے۔ بات مختصر ہی بہتر ہوتی ہے۔ آپ کو میری اصلیت میری حقیقت کا علم ہوگیا۔ میں ایک ایسی شخصیت ہوں جو لاوارث بھی ہے اور لاوارث نہیں ہے۔ اصل میں بعض اوقات کوئی نظریہ ہی

زندگی کا حامل بن جاتا ہی اور اس کے بعد اگر نظریہ ختم ہوجائے تو زندگی ہی ختم ہو جاتی ہے۔ میرے دل میں بچپن ہی سے یہ خیال اور یہ تجسس تھا کہ اپنی دنیا' اپناماحول دیکھوں اور میرے سرپرست اعلیٰ بلکہ اگر میں انہیں اپنا باپ بھی کہوں تو مجھے اس میں کوئی عار نہیں۔ مسٹرلیمی برانٹ دوستوں کی مانند مجھے میرے وطن کے بارے میں بتاتے رہے اور میرے دل میں اس کے لئے تجسّس پیدا کرتے رہے۔ پھرایما برانٹ کو میری زندگی میں شامل کر دیا گیا اور اس کے لئے تمام تر پسند کے باوجود میں نے اس کے والد کی رضامندی کو مد نگاہ رکھا' پھر میرے ہی شوق کی تکمیل کے لئے مسٹرلیمی برانٹ جان دے بیٹھے اور ایلما اس بردہ فروش کے ہاتھ لگ گئی' جناب عالی میں اپنی سچائی کے لئے کوئی ثبوت نہیں رکھتا۔ لیکن ایلما کی زندگی بچانا میرے لئے وہ درجہ رکھتا ہے جسے آپ ایمان کہہ سکتے ہیں۔" ٹھہرا ٹھہرا پر وقار انداز' چمکدار آنکھوں میں ایسا عزم جیسے کائنات کی تسخیر بہت آسان ہو۔ سب اس کی شخصیت سے متاثر ہوئے تھے۔ ہدایت اللہ نے پوچھا۔

"لیکن سی گال کی تلاش آسان تو نہیں ہوگی۔"

"یقیناً' لیکن ناممکن نہیں' کیونکہ' اس کا وجود ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"معاف کرنا ایمرے' وہ بردہ فروش ہے' تمہارے پہنچنے سے پہلے اس نے ایلما کو روخت کر دیا تو.........."

"وہ کسی کے ہاتھ تو فروخت کرے گا۔"

"ہاں' یقیناً۔"

"میں اسے تلاش کروں گا۔"

"بیشک تم اسے پالو گے۔" جیمس پیرے نے اعتماد سے کہا۔ پھر بولا۔ "ہم تمہاری کیا مدد کریں۔"

"میرے پاس تھوڑی سی کرنسی ہے۔ لیکن مجھے کچھ اسلحہ درکار ہوگا۔ اگر مل جائے' ممکن نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ گھاس کے ایک تنکے کو بھی صحیح اور بروقت استعمال کرلیا جائے تو وہ بہترین اسلحہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ سر......... میں یہاں سے کچھ

کاٹھ کباڑ سمیٹوں گا۔ جو یہاں تو پڑا سڑ جائے گا۔ لیکن نادار بستیوں میں رہنے والوں کے لئے یہ بہت کارآمد ہوگا۔ اس سے افریقی بستیوں میں مجھے ضرورت کی اشیاء مل جائیں گی۔"

"نہیں۔ تمہیں بہترین اسلحہ بھی دیا جائے گا' اس کے علاوہ مطمئن رہو ہم تمہیں کہیں بھی نہ چھوڑیں گے۔"

"آپ یقین کریں۔ میں اپنی آگ میں تنہا جلنا چاہتا ہوں آپ نے جو احسان مجھ پر کیا ہے وہی میرے لئے بہت ہے۔"

"بہرحال اس کا فیصلہ بعد میں کرلیا جائے گا' پہلے تم صحت مند ہو جاؤ۔"

آج کا دن کوئی بھی اور کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ سب سیر کرتے رہے۔ قلعے سے باہر جانے کی کوشش کسی نے نہ کی لیکن دروازے کے ساتھ اوپر جانے کے لئے ایک مچان بنا ہوا تھا۔ یہاں سے دور تک کے مناظر دیکھے جاسکتے تھے۔ اور تقریباً سبھی نے اوپر جاکر دور دور تک جائزہ لیا تھا۔ جیمس پیرے نے ایمرے سے غفلت نہیں برتی تھی اور اسے مختلف دوائیں دیتا رہا تھا۔

رات کو پھر سبھا جمی اور اس موضوع پر بات شروع ہوئی کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ اس وقت جیمس پیرے کی بات نے چند لمحات کے لئے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ پیرے نے کہا۔ "کاف ایمرے کا مشن ایک انوکھی نوعیت کا حامل ہے۔ میں اس کا ساتھ دینا چاہتا ہوں۔"

"میں سمجھا نہیں مسٹر پیرے۔" لارک اینجلو بولا۔

جیمس پیرے کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "یہاں اس قلعے میں رہنے کے بعد ہمارے درمیان جو مفاہمت ہوئی ہے اس نے بہت سے نئے باب کھولے ہیں۔ ایسے انوکھے واقعات ہوئے ہیں جو اپنی نوعیت کے منفرد ہیں۔ ان سے ہمیں کچھ اور مواقع بھی ملے ہیں۔"

"مثلاً"؟

"میں جھوٹ نہیں بولنا چاہتا۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں ایمرے کے ساتھ مل کر ایلما برانٹ کو تلاش کروں۔ ممکن ہے ہم اس کوشش میں کامیاب ہو جائیں۔ اگر یہ کوشش کامیاب ہوگئی تو میں ایمرے سے درخواست کروں گا کہ وہ مجھے ٹاری ویگا لے جائے۔ ممکن ہے ٹاری ویگا بھی ایسی ہی دولت سے مالا مال ہو جیسی دولت نیل کنٹھ کے نام سے منسوب ہے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں پہنچ کر ہم نیل کنٹھ کی دولت کے حصول کے لئے کوئی موثر طریقہ دریافت کرلیں۔ میں اب اس رخ سے کوشش کرنا چاہتا ہوں۔ آپ لوگوں کا مشن اگر مختلف ہے تو آپ اس کی تکمیل کریں۔ مجھے میرا راستہ مل گیا ہے۔"

سب ساکت رہ گئے تھے۔ یہ ایک انوکھا خیال تھا۔ مائیکل بائر نے کہا۔ "گویا اب آپ ہم سے چھٹکارا چاہتے ہیں۔"

"شاید نہیں......... لیکن اگر آپ مجھ سے متفق ہوں تو میرا ساتھ دیں ہم اور منظم اور موثر ہو جائیں گے۔"

"آپ اس کے لئے بھی تیار ہیں۔"

"ہاں۔"

"اگر ایمرے ہمارا ساتھ اختیار کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو؟"

"تو میں اس کا تعاقب کروں گا۔"

"اور بعد میں وہ ٹاری ویگانہ جانا چاہے۔"

"تو ہم اس نے وہاں کا راستہ دریافت کریں گے۔ اور اس طرح نیل کنٹھ جا پہنچیں گے۔"

"لیکن اخبار کی کہانی میں جس روایت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ آپ وہ کیسے پوری کریں گے۔"

"بیشک وہ روایت نہیں پوری کی جاسکتی۔ لیکن ہم اپنے مشن کے لئے آخری کوشش تک کرلینا چاہتے ہیں۔"

"یہاں کب تک قیام کیا جائے گا۔"

"یہ ایمرے کی صحت یابی پر ہے۔ جب بھی وہ سفر کے قابل ہو جائے۔" اس کے بعد یہ میٹنگ ختم ہوگئی تھی۔ لیکن بعد میں ہدایت اللہ گروپ سر جوڑ کر بیٹھ گیا تھا۔

"یہ جیمس پیرے کی نئی کروٹ ہے۔ اسے ایمرے کی شکل میں اپنا مقصد نظر آگیا ہے۔"

"لیکن اس نے جو کچھ کہا ہے نہایت صاف گوئی سے کہا ہے۔ وہ اس بات کو لپیٹ کر بھی کر سکتا تھا۔"

"ہاں' اس نے بہترین پالیسی اختیار کی ہے۔ جبکہ ہم نے اب تک اس سے یہ قرار نہیں کیا کہ ہم وہی کردار ہیں۔ یا نیل کنٹھ کے بارے میں کچھ جانتے ہیں۔"

"اب کیا کریں۔"

"اسے جہنم میں جھونکو۔ ان بوڑھوں کا ہمارے ساتھ رہنا کیا معنی رکھتا ہے۔" مائیکل بائر بولا۔

"بڑی کار آمد شخصیت ہے۔ یوں سمجھ لو کہ ہزاروں مشکلات کا حل ہے اس کے پاس۔" ریٹا ہاروے بولی۔

"مثلاً"؟"

"ارے وہ بہترین معالج ہے۔ بہترین سرجن ہے۔"

"تو کیا ہم یہاں بیماریوں کے علاج کے لئے آئے ہیں۔" مائیکل بائر نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہاری مرضی ہے' میں نے تو ایک تجویز پیش کی ہے۔" ریٹا ہاروے شانے ہلا کر بولی۔

"یہ تو ایک حقیقت ہے کہ ہم اس کے بغیر ہی یہ سفر کر رہے تھے۔ اور اسی طرح یہ سفر جاری رہے گا۔ اس کے علاوہ نیل کنٹھ میں وہ مقصد حاصل کر لینا اتنا آسان بھی نہیں۔ اس لئے میری رائے ہے کہ اگر جیمس پیرے خود ہم سے الگ ہو رہا ہے تو اسے ہونے دو۔" لارک اینجلو نے کہا۔

"کیوں دوستوں کیا خیال ہے۔"

"جو سب کی رائے۔"

"تو پھر میرا خیال ہے کہ اب یہاں وقت ضائع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں کل صبح یہاں سے نکل چلنا چاہیے۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔"

"یہ آخری فیصلہ ہے' کسی گفتگو کے ذریعہ اس میں ترمیم کی گنجائش تو نہیں ہے۔"

"اصولی طور پر تو نہیں ہونی چاہیے!"

"اوکے.........."

فیصلہ ہوگیا۔ لیکن رات کے دوسرے پہر کنور مہتاب علی نے سوتے ہوئے فیروز کو جگایا اور بولا۔ "مجھے تم سے اہم گفتگو کرنی ہے فیروز۔"

"ضرور سر' خیریت ہے۔"

"ہاں خیریت تو ہے۔ لیکن حالات میں کچھ الجھی ہوئی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔"

"کیا؟" فیروز نے پوچھا اور کنور مہتاب علی اسے تفصیل بتانے لگا۔ پوری تفصیل سن کر فیروز سوچ میں ڈوب گیا۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔ "میرا اب کیا کردار ہے سر؟"

"یہی میں بھی سوچ رہا ہوں۔"

"ایک رائے دوں۔"

"ہاں.........." بولو۔

"آپ مجھے اس کے ساتھ رہنے دیں۔ صحرائے اعظم کی وسعتوں میں ہم ایک دوسرے سے زیادہ دور نہ رہیں گے۔ میں آپ کو ان کے بارے میں آگاہ رکھوں گا۔ اور اگر کبھی ہمارے درمیان فاصلہ اتنا بڑھا کہ اسے عبور کرنا ممکن نہ ہو تو میں بھاگ کر آپ کے پاس آجاؤں گا۔"

"یہ انوکھی بات ہے' ایسا آسانی سے ممکن نہیں ہوگا۔" کنور مہتاب علی نے اس

سے کہا۔

"آپ یقین کریں سر۔ مجھے اس شخص سے عقیدت ہوگئی ہے۔ میں اسی کا ساتھ دینا چاہتا ہوں۔" فیروز نے کہا۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔"

"جی کنور صاحب۔"

"تب پھر یہ تمہارا حق ہے۔ میں اسے چھیننا نہیں چاہتا۔ لیکن میں پورے خلوص سے تم سے اپنا وعدہ پورا کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"اس کے باوجود سر' میں آپ کو تلاش کرلوں گا۔ میرا وعدہ ہے میں آپ سے رابطہ رکھنے کی کوشش کروں گا۔"

کنور مہتاب علی فیروز کو مجبور کرنے کا کوئی جواز نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ خاموش ہوگئے۔ فیروز نے کہا۔ "سر آپ نے دوسرے لوگوں کو جیمس پیرے کے بارے میں بتایا۔"

"بالکل نہیں۔"

"اس کی کوئی وجہ۔"

"بس میں اس کا بھرم رکھنا چاہتا تھا اور پھر میں خود بھی اس شخص کے موقف سے متاثر ہوں۔"

"فیروز نے گردن جھکالی۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "کنور صاحب' اس کائنات میں بالکل تنہا انسان ہوں۔ زندگی کو کبھی بہتر سوچ میں نہیں گزرا......... اب نہ جانے کیوں فطرت میں ایک تبدیل رونما ہوئی ہے۔ دولت اب بھی میرے لئے دلکش ہے لیکن .... دل چاہتا ہے کہ جیمس پیرے کا ساتھ دوں۔ اگر اسے کچھ حاصل ہو جائے تو.........میں بھی اس سے اپنا حصہ لے لوں۔ تقدیر میں نہ ہو تو نہ سہی۔"

"ٹھیک ہے فیروز' بہرحال ہمارے درمیان بہت سے راز' راز رہے' اور راز ہی رہیں تو بہتر ہے۔"

"جی سر.........!" فیروز نے جواب دیا۔

"کنور مہتاب علی نے فیروز کے موقف کو تسلیم کرلیا تھا۔ اسے اپنے لئے فیصلہ کرنے کا حق تھا' لیکن فیروز جیسے شخص کی فطرت میں یہ تبدیلی واقعی قابل ستائش تھی۔"

دوسرے دن صبح ناشتہ کرتے ہوئے سر ہدایت اللہ نے کہا۔ "ہم لوگ آج یہاں سے روانہ ہو جائیں گے مسٹر جیمس پیرے۔"

"آپ لوگوں نے فیصلہ کرلیا۔"

"ہاں' اب ان حالات میں ہمارا یہاں رکنا بے مقصد ہے۔" ہدایت اللہ نے کہا اور جیمس پیرے کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"اس دوران ہمارے درمیان بڑے عجیب تعلقات رہے ہیں۔ لیکن وقت نے انہیں ایک خوشگوار رنگ دے دیا۔ اس کے باوجود مجھے اعتراف ہے کہ تم لوگوں نے ہمارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی۔ حالانکہ ہتھیار ہاتھ میں آنے کے بعد ہم سے ہماری برائی کا بدلہ لے سکتے تھے۔ بہرحال' ہو سکتا ہے وقت ہمیں پھر کبھی ایک دوسرے کے سامنے لے آئے۔ میں تم سے اپنی زیادتی کی معافی مانگتا ہوں۔"

"ہمارے دل میں تمہارے لئے کوئی برائی نہیں ہے۔ ہمیں اس کے بعد تیاریاں کرنی ہیں۔"

"تیاریاں شروع ہوگئیں۔ اصولی طور پر ان لوگوں کو اپنے مشن کی تکمیل کرنی چاہیے تھی۔ اور اس سے زیادہ یہاں وقت ضائع کرنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ برق رفتاری سے تیاریاں مکمل کی گئیں۔ اس دوران موقع پاتے ہی سر ہدایت اللہ نے عرشی سے رابطہ قائم کیا۔ جو فوراً ہی قائم ہوگیا تھا۔"

"عرشی بیٹے۔ خیریت سے ہو؟"

"آپ کی خیریت خداوند کریم سے نیک مطلوب.........عرشی کی چہکی آواز سنائی دی۔"

"ہم لوگ دوپہر کے بعد یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں۔"

"رخ نیل کنٹھ کی طرف..........؟"

"ظاہر ہے۔"

"ٹھیک ہے ڈیڈی۔ ہمارے مختصر سے گروہ کو تیار ہونے میں کتنا وقت لگے گا۔ بے فکر رہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔"

"اوکے، کچھ لوگ ادھر آ رہے ہیں۔" ہدایت اللہ نے کہا۔

"اوکے ڈیڈی.........." دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ہدایت اللہ مطمئن ہو گیا تھا۔ گاڑیاں چیک کر لی گئیں۔ تمام سامان بار ہو گیا۔ پھر سب نے انہیں خدا حافظ کیا۔ اور دونوں گاڑیاں قلعے سے باہر نکل گئیں۔ فیروز جیمس پیرے کے ساتھ کھڑا ان لوگوں کو جاتے دیکھ رہا تھا۔ نہ جانے اس کے دل میں کیا کیا احساسات تھے۔ البتہ نزدیک کھڑے ہوئے کاف ایمرے نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ لوگ کو میری وجہ سے جدا ہونا پڑا ہے مسٹر پیرے۔ مجھے اس کا افسوس ہے۔"

"نہیں ڈیئر.......... حقیقت یہ ہے کہ ہم دو مختلف گروپس سے تعلق رکھتے تھے۔ درمیان میں یکجا ہو گئے تھے۔ ہمیں جدا ہونا ہی تھا.........." پیرے نے جواب دیا۔

"ہم یہاں سے کب تک چل سکتے ہیں؟"

"ہم بھی یہاں زیادہ وقت نہیں صرف کریں گے۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد میرا دل بھی یہاں قیام کے لئے آمادہ نہیں ہے۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ تقدیر ہمیں ایک بار پھر یکجا کرے گی۔"

وہ دن بھر اداس رہے تھے۔ شام کو جیمس پیرے کے ساتھی مارٹن نے کہا۔ "ہمارا یہاں رکنا ایک طرح سے بے معنی ہے مسٹر پیرے۔ اگر آپ صرف ایمرے کے زخموں کی وجہ سے یہاں قیام پذیر ہیں تو میرے خیال میں ہمارے وسیع ٹرک میں اس کے لئے موزوں جگہ موجود ہے۔ دوران سفر اس کے زخموں کا علاج جاری رہ سکتا ہے۔ وہ گھوڑے تلاش کرنا چاہتا ہے جب تک اسے گھوڑے حاصل ہوں گے اس کے زخم ٹھیک ہو چکے

ہوں گے۔"

"ہاں.......... یہ ممکن ہے۔"

"اس کے علاوہ اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔"

"ہم اس کی منگیتر اور آقا زادی کو تلاش کریں گے۔ خدا کرے ہم اس کوشش میں کامیاب ہو جائیں۔ اگر ایسا ممکن ہو سکا تو اس کے بعد ہم ایمرے کے ساتھ اس کی آبادی کا رخ کریں گے۔"

"کیا یہ ضروری ہے کہ وہاں ہمارا مقصد حل ہو جائے گا۔"

"افریقی قبائل ان قیمتی پتھروں اور سونے کے ذخائر سے مالا مال ہیں اور انہیں کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ فرض کرو کہ ہمارا مقصد وہاں سے نہیں پورا ہوتا تو.........بھی.........نیل کنٹھ اور ثاری ویگا جڑواں آبادیاں ہیں۔ ہم آج رات ایمرے سے اور معلومات حاصل کریں گے۔"

اس رات ایمرے سے زیادہ صاف گوئی سے بات ہوئی۔ اور جیمس پیرے نے اسے اپنے مافی الضمیر سے آگاہ کیا۔ ایمرے ان سے بہت متاثر ہوا تھا۔ اس نے کہا۔

"آہ کاش اس مقدس مہم میں آپ کا ساتھ دینے کے قابل ہو سکوں مسٹر پیرے۔ لیکن اس وقت میرے خیالات ا۔لما برانٹ کی طرف جاتے ہیں۔"

"ان دو مشنوں پر میں تمہارے ہم رکاب ہوں۔ لیکن کیا اپنی مہم میں کامیاب ہو سکو تو تم میرا ساتھ دو گے۔"

"دل و جان سے۔" ایمرے نے جواب دیا۔

دوسرے دن صبح سورج چمکنے کے بعد جب سب معمولات میں مصروف تھے کہ اچانک جیمس پیرے کے دو ساتھی بوڑھے دوڑتے ہوئے نظر آئے۔ وہ بری طرح بھاگتے اس طرف آ رہے تھے۔

"ضرور ان کے پاس کوئی انوکھی خبر ہے۔" جیمس پیرے نے کہا اور ان کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ آنے والے ہانپتے ہوئے ان کے قریب آ گئے تھے۔

"کیا بات ہے۔" جیمس پیرے نے انہیں گھورتے ہوئے پوچھا۔

"مسٹر پیرے، مسٹر پیرے۔ وہ گھوڑوں پر سوار ہیں۔ ان کا رخ اسی جانب ہے۔"

"اوہ، کتنی تعداد ہے.........؟" پیرے نے سوال کیا۔

"مختصر.........آٹھ.........آٹھ دس سے زیادہ نہیں ہوں گے۔ وہ مسلح بھی ہیں۔" پیرے کے ساتھی نے جواب دیا۔

"فاصلہ کتنا ہے۔"

"ابھی بہت دور ہیں۔ سنا ہے کہ ڈھلانوں میں ہیں۔ ہم نے بھدی سے دیکھا ہے۔ ابھی وہ مچان عبور کریں گے۔ پھر بلندیوں سے گزر کر قلعے کے سامنے آئیں گے۔"

پیرے اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا۔ اس نے مارٹن کو آواز دی اور پھر قریب کھڑے ہوئے فیروز سے پوچھا۔ "کیا مجھے اس سلسلے میں فیصلہ کرنے کی اجازت ہے۔"

"میں نہیں سمجھا مسٹر پیرے۔" فیروز حیرت سے بولا۔

"اگر وہ سی گال اور اس کے ساتھی ہیں تو پھر۔ تقدیر میری منزل آسان کرنا چاہتی ہے۔ ہمارے درمیان ایک خونریز معرکہ ضروری ہوگیا ہی اور اگر وہ سی گال وغیرہ نہیں ہیں تب بھی دیکھنا ہوگا کہ وہ کون ہیں، لیکن احتیاط سے۔"

"آپ کا ہر فیصلہ مجھے قبول ہے۔ مجھے میری ذمہ داری بتائیے۔" فیروز نے کہا۔

"برق رفتاری سے جاؤ، تمہارے ساتھ ایک آدمی کافی ہوگا۔ داخلی دروازہ کھلوا دو۔ باقی کام میں سنبھالتا ہوں۔" فیروز کو اس انوکھے فیصلے پر حیرت ہوئی تھی لیکن بہرحال اس پر عمل کرنا ضروری تھا۔ اس لئے وہ برق رفتاری سے دوڑ گیا۔ اتنی دیر میں مارٹن بھی نزدیک آگیا تھا۔

"مسٹر مارٹن، ہمارے پاس وقت نہ ہونے کے برابر ہے جس قدر جلد ہو سکے پہلے ٹرک کو آخری حصے میں چھپا دو۔ اس کے بعد مختلف مورچے سنبھال لو۔ تمام لوگوں میں ہتھیار تقسیم کردو........." اور سب سے کہہ دو کہ پہلی گولی میں چلاؤں گا اس سے پہلے کوئی گولی نہیں چلائے گا۔"

"لیکن مسٹر پیرے۔"

"گنجائش نہیں ہے۔" جیمس پیرے نے کہا۔ اور مارٹن گردن جھکا کر چلا گیا۔ اطلاع دینے والوں نے بروقت اطلاع دی تھی۔ یہ شخص برق بن گیا۔ جیمس پیرے نے خود کاف ایمرے کو ساری صورت حال بتائی تھی۔ اور اس نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا تھا۔

"مسٹر پیرے، مجھے اسلحہ چاہیے۔"

"اسلحہ تمہیں، نہیں یوٹ کو دیا جائے گا۔ اور یوٹ میں نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی ہے کہ جب تک میں گولی نہ چلاؤں کوئی گولی نہ چلائی جائے۔ اس وقت میں تمہیں بھی اپنا ساتھی سمجھتا ہوں۔"

"آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی سر.........!" یوٹ نے مستعدی سے کہا اور سارے کام اس برق رفتاری سے ہوئے جس کی داد دینے والا اس وقت کوئی نہیں تھا۔

"قلعے کی طلسمی فضا میں ایک پراسرار سناٹا چھاگیا۔ سانسوں کی آواز تک سنی جاسکتی تھی۔ مورچے کے عقب میں مستعد آنکھیں ماحول کی نگراں تھیں اور اب گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں......... آنے والے شاید قلعے کے بالکل قریب آگئے تھے۔"

دروازہ کھلا ہوا تھا نصیر بیگ نے سحر زدہ نگاہوں سے اس ماحول کو دیکھا۔ ولیم آرنلڈ بھی متاثر نظر آتا تھا۔ چند لمحات وہ خاموشی سے خندق کے دوسرے سرے پر کھڑے آس پاس کے ماحول کو دیکھتے رہے پھر نصیر بیگ متاثر لہجے میں بولا۔

"صحرائے اعظم میرے لئے اجنبی نہیں ہے' میں اس کے مختلف گوشوں کو دیکھ چکا ہوں' لیکن اس سے زیادہ پر اسرار جگہ میں نے پہلے نہیں دیکھی۔"

مرزا نصیر بیگ کے بولنے سے خاموشی کا یہ سحر ٹوٹا اور ولیم آرنلڈ اپنا گھوڑا مرزا نصیر بیگ کے قریب لے آیا وہ خود بھی بہت متاثر تھا اس نے کہا۔

"مسٹر بیری لاٹ نے مجھے بتایا تھا کہ بگ بوردل ایک فقیر منش انسان ہے' صحرائے اعظم میں افریقیوں کی مشکلات کی کہانیوں نے متاثر کیا تھا اور وہ ایک پورا منصوبہ لے کر اس علاقے میں پہنچا تھا' میں نے اس وقت بیری لاٹ کی بات پر کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی' کیونکہ صحیح معنوں میں مجھے مہماتی زندگی کا کوئی بہتر تجربہ نہیں تھا لیکن اب واقعی اتنا سفر کرنے کے بعد میں اس زندگی کی انوکھی دلکشی کا قائل ہو گیا ہوں۔ حقیقت یہ ہے مرزا نصیر بیگ کہ شہری زندگی میں ایڈونچر رہتا ہے۔ ہنگامے' قتل و غارت گری' بینک ڈکیتیاں' دوسرے جرائم اور ان کے لئے بھاگ دوڑ' میری زندگی بھی ان تمام باتوں سے الگ نہیں رہی ہے۔ لیکن قدرت کی بنائی ہوئی اس پر اسرار سرزمین پر زندگی کے جو خاموش ہنگامے

بکھرے ہوئے ہیں وہ اپنی نوعیت میں منفرد ہیں۔ مسٹر بگ بوردل نے یہ عظیم الشان قلعہ کس محنت سے تعمیر کیا ہے اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان کا عزم کتنا مضبوط ہے۔ آپ ان کا طرز تعمیر دیکھ رہے ہیں' جنگل ہی کے وسائل سے کام لیا گیا ہے' لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جگہ بڑی کار آمد بنالی گئی ہے' لیکن ایک بات آپ نے محسوس نہیں کی مرزا نصیر بیگ........"

"کیا؟"

"اس خاموشی کے بارے میں کیا کہتے ہو؟"

"بخدا تم نے میرے منہ سے الفاظ چھین لئے۔"

"کیا خیال ہے تمہارا؟"

"نہایت پر اسرار........"

"یقینی طور پر میں یہ مانتا ہوں کہ مسٹر بگ بوردل کے مقاصد برے نہیں ہیں اور لازمی امر ہے کہ انہوں نے یہاں دشمنوں کی بجائے دوست پالے ہوں گے اس کے باوجود یہ خاموش اور ماحول سے لاپرواہی مجھے تو بہت عجیب محسوس ہو رہی ہے۔"

"بات واقعی عجیب ہے۔"

"اور کیا پریشان کن نہیں؟"

"پریشان کن؟"

"ہاں........"

"وہ کیوں؟"

"بس ایک خاموشی کسی خطرے کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔"

"خطرہ کیا ہو سکتا ہے؟"

"میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ کہیں مسٹر بگ بوردل نے اپنے دشمنوں کے لئے جال نہ بچھا رکھے ہوں۔"

"لیکن یہ بات تو طے ہو چکی ہے کہ مسٹر بگ بوردل نے دشمن نہیں پالے ہوں

گے۔"

"کچھ غیر ضروری دشمن ہوتے ہیں۔" ولیم آرنلڈ نے کہا اور مرزا نصیر بیگ ہنس پڑا۔

"تم نے اچھی اصطلاح استعمال کی ہے' غیر ضروری دشمن۔"

"ہاں۔ جنگل کے درندے بھی غیر ضروری دشمن کہے جاسکتے ہیں اور یہاں تک کے سفر میں یہ بات ہمیں بہرطور معلوم ہو چکی ہے کہ یہاں جنگل میں درندے موجود ہیں اس کے علاوہ ایک بات اور.........."

"کیا؟" مرزا نصیر بیگ نے پوچھا۔

"اس کے سامنے اور اطراف میں خندق تیار کی گئی ہے اور یقیناً یہ پل اگر خندق پر سے ہٹالیا جائے تو اس خندق کو عبور کرنا انتہائی مشکل کام ہے' درندے وغیرہ بھی اس طرف نہیں آسکتے' لیکن حفاظت کے لئے خندق بنانے کے بعد اس پل کو اس طرح آزادانہ خندق پر بچھا دینا کیا عقل سے دور کی بات نہیں ہے؟"

ولیم آرنلڈ کی دلیل بڑی مضبوط تھی' نصیر بیگ نے بھی یہ بات سوچی اور پر خیال لہجے میں بولا۔

"ہاں تمہارا کہنا درست ہے' لیکن اس سے تمہارے دل میں کیا شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں.........."

"صرف یہ کہ کہیں اندر قلعے والے ہمارے بارے میں غلط انداز میں نہ سوچ رہے ہوں۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ وہ ہمیں دشمن نہ سمجھ رہے ہوں۔"

"اوہ واقعی ایسا ممکن ہے۔"

"اور اگر ہم نے اس پل کو عبور کرکے اندر داخل ہونے کی کوشش کی تو کہیں ہم پر حملہ نہ کر دیں؟" مرزا نصیر بیگ ولیم آرنلڈ کی بات پر غور کرکے گردن ہلانے لگا۔

اس نے آہستہ سے کہا۔

"اگر ایسی صورتحال ہوگئی تو ہمیں شدید خطرہ پیش آسکتا ہے۔"

"پھر کیا کیا جائے؟"

"میرا خیال ہے ہم یہیں سے آوازیں لگاتے ہیں قلعے والوں کے لئے۔"

"میرے ذہن میں بھی یہی بات آئی تھی۔"

"تو پھر کیا خیال ہے؟"

"میں شروع کرتا ہوں۔" ولیم آرنلڈ نے کہا۔ پھر اس نے اپنے منہ کے آگے دونوں ہاتھوں کا بھونپو بنایا اور چیخ کر بولا۔

"مسٹر بگ بوردل ہم اندر آنا چاہتے ہیں ہم مہم جو ہیں اور صحرائے اعظم کے سفر پر نکلے ہوئے ہیں' مسٹر بگ بوردل ہم آپ کے لئے آپ کے دوست بیری لاٹ کا پیغام لائے ہیں براہ کرم ہمیں اندر آنے کی اجازت دیجئے گا ہم سے کسی قسم کا خطرہ نہ محسوس کیجئے گا ہم غلط لوگ نہیں ہیں۔"

مرزا نصیر بیگ نے ولیم آرنلڈ کی اس کاوش پر مطمئن انداز میں گردن ہلائی تھی۔ چند لمحات انتظار کے بعد ولیم آرنلڈ نے ایک بار پھر اپنے وہی الفاظ دہرائے لیکن تیسری بار بھی یہ الفاظ دہرانے کے باوجود انہیں کوئی جواب موصول نہیں ہوا تھا تو ولیم آرنلڈ مرزا نصیر بیگ کی طرف پریشان کن نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ مرزا نصیر بیگ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد بولا۔

"بعض اوقات غیر ضروری احتیاط بھی حماقت میں شامل ہو جاتی ہے۔ میرا خیال ہے اب ہمیں قلعے کے اندر داخل ہو جانا چاہیے۔"

ولیم آرنلڈ کے چہرے کی ہچکچاہٹ بتا رہی تھی کہ وہ اس بات سے اتفاق نہیں رکھتا۔ لیکن دوسرا کوئی طریقہ تھا بھی نہیں۔

قلعے پر ایسی خاموشی مسلط تھی جیسے وہاں انسانوں کا وجود ہی نہ ہو' حالانکہ یہ ممکن نہیں تھا۔ ایک تبلیغ کرنے والے شخص کے لئے اس قدر احتیاط اور پھر سب سے بڑی

بات یہ ہے کہ خندق کے اوپر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ متعدد خیالات ان لوگوں کے دلوں میں آرہے تھے۔ کہیں کوئی ایسی بات نہ ہو جو ابھی تک ان کی سمجھ میں ہے میں نہیں آئی ہو۔ بہرحال خطرہ مول لئے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ یہاں مرزا نصیر بیگ نے ولیم آرنلڈ سے زیادہ بہادری کا ثبوت دیا۔ اس نے سب سے پہلے اپنے گھوڑے کو تختوں سے بنے ہوئے اس پل کے قریب کیا تھا اس کے ساتھ ساتھ زاہد تھا۔ زاہد تو صحیح معنوں میں مرزا نصیر بیگ کا دست راست ہی ثابت ہوا تھا اور مرزا نصیر بیگ کو بار بار یہ اعتراف کرنا پڑتا تھا کہ زاہد کو اپنی اس مہم میں شامل کرنے کے بعد اس نے اپنے لئے نہایت آسانیاں پیدا کرلی ہیں۔ دونوں کے گھوڑے آہستہ آہستہ پل کو عبور کر گئے' ولیم آرنلڈ اور اس کے چھ ساتھی خاموشی سے اپنی جگہ کھڑے ہوئے تھے۔ وہ مرزا نصیر بیگ کے اس قدم کے نتائج کا انتظار کر رہے تھے' پھر آہستہ آہستہ پل کو عبور کرنے کے بعد مرزا نصیر بیگ قلعے کے دروازے سے اندر داخل ہوگیا۔ اس نے ششدر نگاہوں سے اس پراسرار اور سنگین ماحول کو دیکھا۔ کمال کی جگہ بنائی گئی تھی جو آسانیاں اور آسائشیں وہاں حاصل کرلی گئی تھیں ان کا صحرائے اعظم کے اس علاقے میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا' پھلواریاں پھیلی ہوئی تھیں اور پھول بھی کافی تعداد میں تھے بظاہر یہ خوشنما قلعہ امن و امان کا مسکن معلوم ہوتا تھا لیکن یہ خاموشی۔ یہ خاموشی نہایت دہشت ناک تھی مرزا نصیر بیگ بھی کسی قدر متاثر ہوگیا تھا اور زاہد کے چہرے پر بھی کبیدگی کے آثار نظر آرہے تھے۔ مرزا نصیر بیگ ولیم آرنلڈ کا نسخہ استعمال کیا اور ایک بار پھر منہ کے سامنے بھونپو بنا کر وہی الفاظ دہرائے گئے۔

"مسٹر بیگ بوردل ہم سیاح ہیں اور صحرائے اعظم کے اس سفر میں آپ کے مہمان ہیں۔ ہمارے پاس آپ کے دوست مسٹر بیری لاٹ کا ایک پیغام ہے' جو ہم آپ کو دی چاہتے ہیں۔ مسٹر بگ بوردل ہمارے ساتھی باہر کھڑے ہوئے ہیں' ہم انہیں اندر بلا ر ہیں۔ اپ کو اگر ہم پر کسی قسم کا کوئی شک ہو تو آپ اپنی پسند کے مطابق وہ شک رفع لیجئے گا۔ ہم کسی طرح آپ کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو ہم ا ساتھیوں کو باہر سے بلالیں۔"

مرزا نصیر بیگ نے بھی تین بار یہی الفاظ دہرائے لیکن نتائج وہی کے وہی' کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ اب اس کی ہمت دم توڑتی جارہی تھی اس سے آگے بڑھنے کا تو وہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا چنانچہ اس نے وہیں سے چیخ کر ولیم آرنلڈ کو پکارا اور ولیم آرنلڈ نے اپنا گھوڑا تختوں کے پل پر چڑھادیا۔ پھر وہ مرزا نصیر بیگ کے پاس پہنچ گیا تھا مرزا نصیر بیگ نے کہا۔

"یہاں مکمل خاموشی ہے ولیم آرنلڈ۔"

"کچھ وجہ سمجھ میں آئی؟"

"بالکل نہیں.........."

"تو اب کیا کیا جائے؟"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ آخر یہ جگہ خالی کیوں ہے کیا واقعی یہاں انسان موجود نہیں ہیں؟"

"ایک بات کہوں مرزا نصیر بیگ۔"

"ہاں۔"

"کبھی کبھی میری چھٹی حس بڑی کام کرتی ہے۔"

"اس وقت کر رہی ہے؟"

"ہاں.........."

"کیا کہنا چاہتے ہو..........؟"

"قلعہ خالی نہیں ہے۔"

"گویا تمہارا مطلب ہے کہ لوگ یہاں چھپے ہوئے ہیں؟"

"سو فیصدی.........."

"لیکن مسٹر بگ بوردل سامنے کیوں نہیں آتے؟"

"کیا کہا جاسکتا ہے؟"

"تم ایک کام کرو..........؟"

"کیا؟"

"اپنے آدمیوں کو اندر بلالوں.........."

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں' جب ہم تین افراد اندر آگئے ہیں تو باقی لوگوں کا باہر کھڑے رہنا کیا معنی رکھتا ہے۔"

"بلالو ان کو اس کے بعد میں ایک اور ترکیب کرتا ہوں۔" مرزا نصیر بیگ کے ذہن میں کوئی خیال آگیا تھا۔ چنانچہ ہوا یوں کہ ولیم آرنلڈ واپس گیا اور اس نے اپنے ساتھیوں سے اندر آنے کے لئے کہا۔ سب کے سب اندر آگئے تھے۔ وہ سب بری طرح خوف کا شکار تھے' یہ قلعہ اب انہیں بھوت گھر معلوم ہو رہا تھا جہاں مکمل خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ لیکن مرزا نصیر بیگ ولیم آرنلڈ کی چھٹی حس سے بالکل اتفاق کرتا تھا کیونکہ اس کے حساس کانوں نے بھی کچھ ایسی آہٹیں سنی تھیں جن سے یہ احساس ہوتا تھا کہ یہاں انسان موجود ہیں۔ مرزا نصیر بیگ نے سب کے آنے کے بعد کہا۔

"اب یوں کرو اپنے اپنے ہتھیار اور یہ سامان ایک جگہ جمع کردو..........اور ان سے کوئی سو گز کا فاصلہ اختیار کرلو۔"

"مطلب..........؟"

"مطلب یہ کہ ممکن ہے وہ لوگ ہمارے ہتھیاروں سے خوفزدہ ہوں' جیسا کہ تم کہہ چکے ہو کہ مسٹر بگ بوردل صرف ایک مبلغ ہیں اور ان کا جنگ وجدل سے کوئی کام نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے آتشیں اسلحے کی موجودگی میں وہ لوگ ہمارے قریب آنے سے گریز کر رہے ہوں۔ ہم کچھ فاصلے پر جاکر ایک بار پھر اپنی نیک نیتی کا اظہار کریں گے۔ اور اس کے بعد اس کے نتائج دیکھیں گے اور اگر یہ ممکن نہیں ہو سکا تو پھر نیا فیصلہ کریں گے.........."

ولیم آرنلڈ نے مرزا نصیر بیگ کی اس بات سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ تمام ہتھیار ایک جگہ جمع کر دیئے جائیں کوئی پستول وغیرہ بھی ساتھ نہ رکھا جائے البتہ اس کے ذہن میں ایک تشویش ضرور تھی اگر آتشیں ہتھیار ان سے دور

ہو گئے اور قلعہ میں کوئی ایسی صورتحال پیش آئی جس کے لئے جنگ وجدل ناگزیر ہو تو یہ لوگ کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔ لیکن کچھ نہ کچھ تو کرنا ضروری تھا خطرہ مول لئے بغیر آگے قدم نہیں بڑھائے جاسکتے تھے۔ خود مرزا نصیر بیگ نے بھی اپنی رائفل اور پستول نکال کر اسی جگہ رکھ دی زاہد کو بھی یہی حکم دیا گیا اور اس کے بعد جب تمام لوگ غیر مسلح ہو گئے تو انہوں نے گھوڑوں کو بھی تھوڑا سا پیچھے ہی چھوڑ دیا اور گھوڑوں سے اترنے کے بعد تمام کے تمام اسلحے سے سو گز آگے پہنچ گئے۔ یہاں پہنچنے کے بعد مرزا نصیر بیگ نے پھر کہا۔

"مسٹر بگ بوردل آپ نے دیکھ لیا کہ ہم نہتے ہو گئے ہیں اب اگر آپ ہماری طرف سے مشکوک ہیں تو براہ کرم یہ شک اپنے دل سے نکال دیجئے گا۔ ہم کسی بھی طور آپ کو نقصان پہنچانے والوں میں سے نہیں ہیں۔ ہم آپ کے لئے آپ کے دوست بیری لاٹ کا ایک پیغام لائے ہیں' آپ اسے دیکھ لیجئے اور اسکے بعد فیصلہ کیجئے کہ ہمارے ساتھ آپ کو کیا سلوک کرنا چاہیے۔"

مرزا نصیر بیگ کے اس بار کے الفاظ کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا۔ اس سے کچھ فاصلے پر ایک لکڑی کے ستون کی آڑ سے ایک شخص پایا نکلا۔ یہ ایک عمر رسیدہ آدمی تھا اور اس کے ہاتھ میں رائفل دبی ہوئی تھی۔ مرزا نصیر بیگ نے گہری سانس لی اور آہستہ سے بولا۔

"مسٹر بگ بوردل یا اگر آپ ان کے کوئی ساتھی ہوں تو براہ کرم ہماری نیت پر شک نہ کیجئے گا۔ ہم کسی بھی طور آپ کو نقصان پہنچانے کا باعث نہیں بنیں گے۔"

وہ شخص آگے بڑھتا رہا۔ مرزا نصیر بیگ کی بات کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پھر اطراف سے اور بھی لوگ باہر آتے نظر آئے اور مرزا نصیر بیگ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ولیم آرنلڈ بھی مسکرا رہا تھا اس نے فاتحانہ نگاہوں سے مرزا نصیر بیگ کو دیکھا اور کہا۔

"دیکھا نا مرزا نصیر بیگ' میں نا کہتا تھا کہ میری چھٹی حس بتا رہی ہے کہ یہاں ہم تنہا نہیں ہیں۔"

مرزا نصیر بیگ نے کوئی جواب نہیں دیا آنے والا اس کے سامنے پہنچ گیا اور اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"کون ہو تم.........؟ کیا نام ہے تمہارا.........؟"

"ہم سیاح ہیں محترم بزرگ اور یہ ہمارے تمام ساتھی ہیں۔ ہماری تعداد کل نو ہے اور ہمارے ساتھ ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ اگر آپ نے ہمارے لئے یہ دروازہ کھولا ہے تو براہ کرم اب اسے بند کروا دیجئے تاکہ آپ کو یہ احساس نہ رہے کہ ہم اپنے عقب میں کسی کو اپنی مدد کے لئے چھوڑ آئے ہیں۔" لیکن مرزا نصیر بیگ کا جملہ ابھی پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ دفعتاً ہی خندق کے اوپر دروازے کا پل اٹھنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد قلعہ بند ہو گیا.........گویا یہی بات تھی' یہ لوگ ان کے اندر آنے کا انتظار کر رہے تھے اور انہی کے لئے اس قلعے کا دروازہ کھولا گیا تھا تاہم مرزا نصیر بیگ نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور کہا۔

"آپ نے یہ بہت اچھا کیا' ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہماری جانب سے پوری طرح مطمئن ہو جائیں اور اس لئے ہم نے اپنے ہتھیار اتنے فاصلے پر رکھ دیئے ہیں کہ اگر ہم بھاگ کر انہیں اٹھانے کی کوشش بھی کریں تو آپ سے پہلے کامیاب نہیں ہو سکتے اور اس دوران آپ ہمیں باآسانی بھون کر رکھ سکتے ہیں؟"

آنے والا کچھ فاصلہ طے کر کے اور قریب آ گیا پھر اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا........."

"میرا نام مرزا نصیر بیگ ہے اور یہ میرے ساتھی مسٹر ولیم آرنلڈ ہیں ہم آپ اپنے ساتھیوں سے مکمل تعارف کروائیں گے' سب سے پہلے آپ ہمارے اوپر اعتماد کیجئے اور یہ ذہن نشین کرلیں کہ ہم کسی بھی طور آپ کو نقصان پہنچانے نہیں آئے۔"

"ہوں ٹھیک ہے' اسلحہ وغیرہ اسی جگہ رہنے دو اور اپنے ساتھیوں سے کہو میرے ساتھ ساتھ آئیں۔"

"ٹھیک ہے۔" مرزا نصیر بیگ نے کہا اور پھر بوڑھے کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق

وہ سب اپنا اپنا اسلحہ چھوڑ کر بوڑھے کی معیت میں آگے بڑھنے لگے۔ ولیم آرنلڈ کی پر تشویش نگاہیں بتا رہی تھیں کہ وہ اس عمل سے متفق نہیں ہے تاہم انہیں ایک بڑے سے احاطے میں لے آیا گیا اور یہاں لانے کے بعد بوڑھے شخص نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور اپنی رائفل اپنے عقب سے آنے والے ایک شخص کے حوالے کر دی' جو خود بھی ایک بوڑھا آدمی معلوم ہوتا تھا۔

"آپ اتنے اطمینان سے ہم سے گفتگو کیجئے جس سے آپ کو یہ احساس ہو جائے کہ ہم نے آپ سے جو کچھ کہا ہے غلط نہیں کہا۔ ویسے ہم آپ سے یہ سوال کر سکتے ہیں محترم بزرگ کہ کیا آپ ہی مسٹر بگ بوردل ہیں؟"

"تم نے کہا تھا کہ تمہارے پاس بگ بوردل کے لئے کوئی پیغام ہے........."

"ہاں۔ اس کے بارے میں ۔ آپ کو بتاتا ہوں مسٹر بگ بوردل' کیا آپ مسٹر بیری لاٹ کو جانتے ہیں پادری بیری لاٹ کو.........؟"

"کیا یہ پیغام زبانی ہے........." بوڑھے شخص نے پوچھا؟

"نہیں مسٹر بیری لاٹ کا ایک خط آپ کے نام ہے۔"

"لاؤ......" بوڑھا بولا اور ولیم آرنلڈ نے جلدی سے خط نکال کر بوڑھے کے حوالے کر دیا' ویسے وہ یہ جائزہ لے چکا تھا کہ تقریباً پانچ افراد تھوڑے تھوڑے فاصلوں پر کھڑے ہتھیاروں کو سیدھا کئے ان کی نگرانی کر رہے ہیں۔ لیکن بہرحال ایسے کسی عمل کا ان لوگوں کے دلوں میں بھی کوئی ارادہ نہیں تھا' چنانچہ ان لوگوں کے اس طرح کھڑے ہونے پر انہیں کوئی تشویش نہیں ہوئی۔ جبکہ بوڑھے شخص نے بیری لاٹ کا خط پڑھنا شروع کر دیا تھا.........وہ دیر تک یہ خط پڑھتا رہا اور پھر اس نے پر اطمینان انداز میں گردن ہلا کر کہا۔

"اس خط نے کم از کم مجھے تمہاری جانب سے مطمئن کر دیا ہے۔ ویسے مائی ڈیئر مرزا نصیر بیگ اور مسٹر ولیم آرنلڈ میں بگ بوردل نہیں ہوں بلکہ میرا نام جیمس پیرے ہے۔"

"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی مسٹر جیمس پیرے۔" مرزا نصیر بیگ نے کہا۔

"یہ رسمی الفاظ ہیں اور بعض اوقات یہ بڑے مضحکہ خیز معلوم ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے آپ کو ان چند لمحات میں میری شخصیت میں کوئی ایسی خاص بات نظر نہیں آئی ہوگی جس کی وجہ سے مجھے سے مل کر آپ کو خوشی ہوتی۔ تاہم میں ان الفاظ کو قبول کرکے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں نے یہ خط پڑھ لیا ہے مسٹر ولیم آرنلڈ اور مجھے علم ہو چکا ہے کہ آپ مسٹر بگ بوردل کے پاس آئے ہیں لیکن آپ کو یہ افسوسناک خبر میری زبانی سننی پڑ رہی ہے، جس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں، مسٹر بگ بوردل اب اس دنیا میں نہیں ہیں.........."

اس انکشاف نے ولیم آرنلڈ اور مرزا نصیر بیگ پر بہت برا اثر کیا تھا۔ درحقیقت وہ ایک دم سے ہونق ہو کر رہ گئے تھے یہ تو ان کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ جس شخص کے لئے وہ یہاں آئے ہیں وہ مر چکا ہے۔ دونوں گنگ رہ گئے تھے اور دیر تک ان کے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکل سکا تھا۔

ولیم آرنلڈ نے اپنے آپ کو سنبھالا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"آہ آپ تصور نہیں کر سکتے کہ اس انکشاف سے ہم پر کتنا برا اثر ہوا ہے، مسٹر جیمس پیرے کیا بگ بوردل کا انتقال ہو چکا ہے..........؟"

"ہاں.........."

"اور آپ..........؟"

"عارضی طور پر آپ مجھے ان کا جانشین ہی سمجھ لیجئے۔"

"آہ مسٹر جیمس پیرے درحقیقت یوں سمجھ لیجئے کہ ہمارے خواب چکنا چور ہو گئے ہیں، ہمیں مسٹر بگ بوردل سے نہایت اہم کام تھا۔"

"یقیناً" آپ کی یہاں آمد بے مقصد تو نہیں ہوگی لیکن اب جب کہ بگ بوردل اس دنیا میں نہیں ہیں آپ یہ بتایئے کہ اب آپ کیا چاہتے ہیں؟"

مرزا نصیر بیگ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے اس نے ولیم آرنلڈ کی طرف دیکھا اور پھر بولا۔

"آپ نے یہ رقعہ پڑھ لیا جو مسٹر بیری لاٹ کی طرف سے مسٹر بگ بوردل کے لئے ہے؟"

"ہاں.........."

"اور اس سے آپ نے یہ اندازہ لگا لیا ہوگا کہ مسٹر بگ بوردل مسٹر بیری لاٹ کے گہرے دوستوں میں تھے.........."

"ہاں یہی اندازہ ہوتا ہے اس رقعے سے.........."

"تو مسٹر جیمس پیرے آپ اگر مسٹر بگ بوردل کے جانشین ہیں۔ تب بھی ہمیں آپ سے محبت اور تعاون کی توقع رکھنی چاہیے، بے شک ہم آپ کے لئے کوئی کارآمد نہیں ہیں۔ لیکن پھر بھی ہمیں آپ کا تعاون درکار ہوگا.........."

"آپ نے اپنا نام مرزا نصیر بیگ بتایا ہے؟"

"جی.........."

"ایشیا سے ہے آپ کا تعلق.........."

"جی ہاں.........."

"بہرحال مرزا نصیر بیگ۔ آپ یہ بتایئے کہ مسٹر بگ بوردل سے آپ کیا امداد حاصل کرنا چاہتے تھے..........؟"

"صحرائے اعظم میں ہمارے سفر کا ایک اہم مقصد ہے مسٹر جیمس پیرے اور ہم ایک پراسرار مہم کے لئے نکلے ہیں۔ یہاں ہمیں ایسے لاتعداد مسائل کا سامنا ہے جن کے حل میں مسٹر بگ بوردل ہماری مدد کر سکتے تھے۔ لیکن ہماری تقدیر میں یہ نہیں تھا اور ہم اپنا وہ مقصد نہیں پا سکے، جو مسٹر بگ بوردل سے حاصل ہونا تھا لیکن اس کے باوجود ہم آپ سے اگر تھوڑی سی مدد حاصل ہو جائے تو یوں سمجھ لیجئے کہ ہمارے آنسو خشک ہو جائیں گے.........."

"مثلاً.........."

"ابتدائی طور پر تو ہم یہاں چند روز قیام کے خواہشمند ہیں، لیکن اس پیش کش کے

ساتھ کہ ہمیں صرف یہ قیامگاہ درکار ہوگی وہ بھی چند روز کے لئے۔ ہمارے پاس سامان خورد نوش کافی مقدار میں موجود ہے اور ہمیں آپ کے پاس سے کھانے پینے یا استعمال کی دوسری کسی شے کی ضرورت نہیں ہوگی فی الحال ہم صرف یہاں قیام چاہتے ہیں اور اس کے بعد ہم آپ سے اپنے مقاصد بیان کریں گے۔"

"لیکن مرزا نصیر بیگ یہاں کتنے دن قیام کرنا چاہتے ہیں آپ.........."

"زیادہ دن نہیں۔ آپ سے گفتگو کرنے سے اگر ہمارا کوئی مقصد حل ہو جاتا ہے تو پھر ہمیں یہاں زیادہ قیام کی ضرورت نہیں پیش آئے گی لیکن اگر ایسا نہیں بھی ہوگا تو ہم زیادہ سے زیادہ آٹھ یا دس دن یہاں رکنا چاہیں گے۔"

"آپ یہاں رک سکتے ہیں۔" لیکن اس کے لئے ایک شرط ہوگی۔

"ہمیں تمام شرطیں منظور ہیں تاہم آپ ہمیں بتا دیجئے۔ تاکہ ہم اس شرط کا خیال رکھیں۔"

"یہ اسلحہ آپ کو ہماری تحویل میں رکھنا ہوگا۔"

"اسلحہ.........." مرزا نصیر بیگ نے ولیم آرنلڈ کی طرف دیکھا۔ تو ولیم آرنلڈ نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"اگر ہمیں اس قلعے میں کسی اسلحے کی ضرورت نہیں پیش آتی اور ہم یہاں اطمینان بخش طریقے سے وقت گزار سکتے ہیں تو ہمیں آپ کی یہ شرط منظور ہے لیکن کیا واپسی کے وقت یہ اسلحہ ہمارے حوالے کر دیا جائے گا..........؟"

"سو فیصدی.........."

"تو پھر ٹھیک ہے آپ ہمیں قیام گاہ بتا دیجئے گا' پہلے ہم عارضی طور پر یہاں اپنے قیام کا بندوبست کریں اس کے بعد آپ سے گفتگو ہوگی۔"

"ہوں۔" جیمس پیرے نے کہا اور پھر اس نے اسی احاطے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر یہ جگہ آپ کو قیام کے لئے دے دی جائے تو آپ کو بظاہر یہاں کوئی تکلیف

نہیں ہوگی سوائے اس کے کہ یہ کھلا آسمان ہے۔ لیکن مرزا نصیر بیگ آپ جانتے ہیں کہ اس سے زیادہ ہم آپ کے لئے کچھ نہیں کر سکتے' ہمارے دو آدمی ان بلند جگہوں پر دونوں سمت سے آپ کی نگرانی کریں گے اور دونوں مسلح ہوں گے اگر آپ کی جانب سے کوئی شرارت ہوئی تو پھر آپ یہ سمجھ لیجئے کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ کوئی بہتر طریقہ کار اختیار نہیں کر سکیں گے..........؟"

"ٹھیک ہے' ہمیں صرف قیام گاہ درکار ہے' اس کے بعد ہم اپنے مسائل آپ کے سامنے بیان کر دیں گے اور آپ غور کر کے ہمیں ہمارے ان مسائل کے سلسلے میں مناسب جواب دیں سکیں گے۔"

"ہمیں منظور ہے آپ ایسا کیجئے کہ اسلحہ وہیں رہنے دیجئے اس میں کوئی ایسی اہم چیز تو نہیں ہے آپ کی جو آپ کو اس میں سے لینی ہو' ہم اس اسلحے کو احتیاط کے ساتھ اپنے پاس محفوظ کر لیں گے' اس دوران آپ اپنے گھوڑوں سے باقی سامان اتار کر گھوڑوں کو یہیں احاطے کے اس جانب باندھ دیجئے گا اور یہاں اپنے کھانے پینے کا بندوبست کر لیں۔ اس کے باوجود اگر آپ کو موسم کی کسی سختی کی بنیاد پر کوئی دقت ہوئی تو آپ کو مراعات دی جا سکیں گی۔"

"ٹھیک ہے ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ مرزا نصیر بیگ نے کہا اور ولیم آرنلڈ نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو ہدایات دینا شروع کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے گھوڑوں کی پشت خالی کر دی اور اپنا سامان اتار کر وہیں احاطے میں رکھ دیا۔ اس کے باوجود جیمس پیرے نے ان پر اعتبار نہیں کیا تھا بلکہ ان کی جانب سے اس کے دو ساتھیوں نے ساتھ لائے ہوئے سامان کی بھی تلاشی لے ڈالی۔ لیکن ولیم آرنلڈ اور مرزا نصیر بیگ نے نہایت دیانتدار سے اپنا سارا اسلحہ وہاں ڈال دیا تھا' چنانچہ سامان میں کوئی ایسی چیز دستیاب نہیں ہوئی جو قابل اعتراض ہوتی..........اور اس کے بعد جیمس پیرے نے نرم لہجے میں انہیں وہاں آرام کرنے کی اجازت دے دی.........."

سرہدایت اللہ، کنور مہتاب علی اور ان کی پوری ٹیم نے بگ بوردل کا قلعہ چھوڑ دیا تھا اور اب اپنے بنائے ہوئے راستے پر آگے بڑھ رہے تھے، پتہ نہیں ان لوگوں کی ذہنی کیفیت کیا تھی لیکن نادر شاہ کچھ بے چینی محسوس کر رہا تھا جسے عرشی نے بھی محسوس کرلیا تھا، لیکن چونکہ اس وقت وہ اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ آپس میں گفتگو کر سکتے اس لئے دونوں ہی نے خاموشی اختیار کئے رکھی اور سفر جاری رہا، کنور مہتاب علی نے اس سلسلے میں اپنی کسی خاص رائے کا اظہار نہیں کیا تھا، ریٹا ہاروے لارک اینجلو وغیرہ بھی خاموش ہی تھے پھر یہ پورے دن کا سفر ختم ہوا اور اس میں کوئی ایسا واقعہ نہیں پیش آیا جو قابل ذکر ہوتا رات کے قیام کے لئے مناسب جگہ بھی مل گئی تھی یہاں ضروریات زندگی پوری کی گئیں اور پھر تمام ہی لوگ سر جوڑ کر بیٹھ گئے ہدایت اللہ نے کہا۔

"دوستو جہاں تک ہمارے نقشوں کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم نے اس بار راستہ ذرا مختلف اختیار کیا ہے لیکن تمام نشانات ایسے ہیں جو ہمیں نیل کنٹھ کی جانب ہی لے جاتے ہیں اور بظاہر ایسی کوئی بات نہیں جس سے کسی قسم کا مشکل معاملہ ہو آپ لوگوں میں سے اگر کوئی اور رائے دینا چاہے تو ہمیں اعتراض نہیں ہوگا۔" کسی نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا اور نقشوں پر بحث ہوتی رہی، پرانے قیام کے دوران جو واقعات پیش آئے تھے ان پر بھی کوئی تبصرہ اس وقت غیر ضروری ہی تھا لیکن جیسے ہی نادر شاہ کو

عرشی کے ساتھ تنہائی ملی اس نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

"یار عرشی اب یہ معاملہ خاصا مشکل ہوگیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"تم نے کچھ غور نہیں کیا؟"

"کس سلسلے میں.........؟"

"کیا تم ان لوگوں کے فیصلے سے اتفاق کرتی ہو؟"

"میں نے غور ہی نہیں کیا........."

"یہ بڑی احمقانہ بات ہے عرشی، ہم لوگ اس میں براہ راست ملوث ہیں لیکن اتنا فاصلہ ہے ہمارا کے ہم اپنے خیال کا اظہار بھی نہیں کر سکتے اور یہ لوگ عجیب احمق لوگ ہیں کہ ہم سے کوئی مشورہ ہی نہیں کرتے اور ہمیں نظرانداز کر رکھا ہے........."

"اے مسٹر نادر شاہ یہاں نادر شاہی نہیں چلے گی۔" عرشی آنکھیں نکال کر بولی۔

"اس میں نادر شاہی کی کیا بات ہے، تم خود غور کرو کیا ہماری پوزیشن عجیب ہو کر نہیں رہ گئی ہے، میں سچ کہہ رہا ہوں تم سے عرشی میں تو بس اب اپنے آپ کو تمہارے شوہر کے علاوہ کچھ نہیں سمجھتا۔"

"دماغ خراب ہوا ہے کیا........."

"کیوں۔" نادر شاہ معصومیت سے بولا۔

"آپ میرے شوہر کہاں سے ہوگئے.........؟"

"یہاں سے یہاں تک۔" نادر شاہ نے انگوٹھے کے ناخن سے سر کے بالوں تک اشارہ کرتے ہوئے کہا اور عرشی اس کے انداز پر ہنس پڑی پھر اس نے کہا۔

"آخر کیا بات ہے، میں راستے بھر محسوس کرتی رہی ہوں کہ تم بے چین رہے ہو........."

"گفتگو سنجیدہ ہونی چاہیے۔"

"خدا کرے ایسا ہو جائے، حالانکہ تم کبھی سنجیدہ نہیں ہوتے۔"

"کمال ہے یار۔ زندگی میں پہلی بار سنجیدہ ہوا تو صحرائے اعظم افریقہ کی خاک چھاننی پڑ رہی ہے۔"

"یہ سنجیدہ ہوئے ہیں آپ.........."

"نہیں عرشی چلو وعدہ اب تھوڑی دیر کے لئے بالکل سنجیدہ۔"

"بات کیا ہے۔" عرشی بولی۔

"بھئی آخر ان لوگوں نے جیمس پیرے کو کیوں چھوڑ دیا........." نادر شاہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"مجھے بھی اس سے اختلاف ہے نادر شاہ۔"

"ہے نا.........؟"

"بالکل.........."

"اب تم دیکھو نا عرشی وہ ایک بہترین پارٹی تھی میں سمجھتا ہوں ان بوڑھوں نے نہایت حماقت کا ثبوت دیا ہے ایک گروپ بن گیا تھا اور میں نے اور تم نے دونوں ہی نے سن لیا تھا کہ جیمس پیرے اب اپنے مقصد میں بالکل ایماندار ہو گیا تھا۔ وہ ہمارے ساتھ صرف تعاون چاہتا تھا لیکن ہم نے اسے چھوڑ دیا.........."

"ہاں واقعی مجھے ان کی بات سے شدید اختلاف ہے' بہرحال وہ ایک بہترین آدمی تھا' تم دیکھو نا راستے میں کوئی بھی حادثہ پیش آسکتا ہے' کوئی بھی واقعہ ہو سکتا ہے اور ایسی صورت میں ایک ایسے معالج کا ہونا ضروری تھا جو کسی حادثے کا شکار ہونے والے کا علاج کر سکے ان لوگوں نے ایک بہت اچھے شخص کو چھوڑ دیا........"

"عرشی ایک بات کہوں تم سے..........؟"

"ہاں.........."

"برا تو نہیں مانو گی.........."

"یہ عمر رسیدہ لوگ عمر کی اس منزل پر آکر نا جانے کیوں اتنے لالچی ہو جاتے ہیں' دولت کے یہ انبار سمیٹ کر کیا یہ اپنی زندگی کے ماہ و سال بڑھا سکتے ہیں۔" نادر شاہ نے

عرشی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں.........."

"میں سب کی بات کر رہا ہوں۔ سر ہدایت اللہ' کنور مہتاب علی اور وہ سارے غیر ملکی انہوں نے جیمس پیرے کو اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ جو دولت یہ لوگ حاصل کریں اس میں کسی کا حصہ نہ ہو۔" عرشی نے تردید نہیں کی تھی' بلکہ خاموش ہو کر پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگی تھی' نادر شاہ چند لمحات کے بعد پھر بولا۔

"اس کے علاوہ وہ نوجوان میری مراد ایمرے سے ہے اب تم دیکھو نا کیا دلچسپ کردار تھا اور عرشی تم یقین کرو اس وقت میں بڑی بری کیفیت کا شکار ہوں بہرحال اب میں ایک پولیس والا نہیں ہوں اور ایک آدمی بن چکا ہوں لیکن یہ بات میرے علم میں آگئی ہے کہ سی گال نامی ایک شخص جو بردہ فروش ہے جس نے یہاں قتل و غارت گری کی ہے' جو ایک لڑکی ایلما برانٹ کو لیکر فرار ہو گیا ہے' میری توجہ کا مرکز ہی نہ بنے' تم غور کرو' کیا ہم نے ایک دلچسپ داستان کو پیچھے نہیں چھوڑ دیا' عرشی شاید تم میری اس کیفیت کی شدت کو محسوس نہ کر سکو جو اس وقت میرے دل میں ہے' میں تو ہر قیمت پر اس سلسلے میں کام کرنا چاہتا ہوں۔" عرشی نے بھی پوری سنجیدگی سے نادر شاہ کو دیکھا پھر آہستہ سے بولی........"

"مگر اب کیا ہو سکتا ہے.........."

"کچھ ہونا چاہیے یار ہم اپنے سے کمتر ذہنوں کی غلامی کر رہے ہیں' ہماری ایک اپنی آواز ہونی چاہیے.........."

"تمہارا مطلب ہے کہ.........."

"ہاں میرا یہی مطلب ہے کہ.........."

"لیکن نادر شاہ سارا پلان چوپٹ ہو جائے گا.........."

"عرشی مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔"

"تو کیا کرنا چاہیے؟" عرشی نے سوال کیا۔

’’یہ تم سوچو.........‘‘

’’تمہارا مطلب ہے کہ میں اپنی شخصیت ظاہر کردوں؟‘‘

’’اگر مناسب سمجھو تو.........‘‘

’’کھیل خراب ہو جائے گا نادر شاہ۔‘‘

’’میرا خیال ہے ایک آسانی بھی ہو جائے گی۔‘‘

’’کیا؟‘‘

’’سرہدایت اللہ تمہارے لئے بے حد پریشان رہتے ہیں۔‘‘ نادر شاہ بولا۔

’’ہاں.........‘‘

’’یہ پریشانی ختم ہو جائے گی ان کی.........‘‘

’’اور گل کا معاملہ.........؟‘‘

’’بس گل کا معاملہ ذرا ٹیڑھا ہے‘ لیکن اس کے لئے بھی میرے پاس ایک تجویز ہے.........‘‘

’’وہ کیا.........؟‘‘

’’اگر ہم صرف سرہدایت اللہ کو اپنے اعتماد میں لیں تو.........؟‘‘

’’تمہارا مطلب ہے کہ.........‘‘

’’ہاں‘ خفیہ طریقے سے ہی ان سے بات کرلی جائے۔‘‘

’’ہوں‘ بات قابل غور تو ہے۔‘‘

’’بہت سی باتیں قابل غور ہیں‘ لیکن افسوس تم غور ہی نہیں کرتیں۔‘‘

’’اور کیا بات ہے.........‘‘

’’ہماری شادی۔‘‘ نادر شاہ جھٹ سے بولا اور عرشی اسے گھورنے لگی۔

’’گویا غیر سنجیدہ ہوگئے؟‘‘

’’کمال ہے یار‘ زندگی کے سب سے سنجیدہ مسئلے کو تم ہمیشہ غیر سنجیدہ کہہ کر ٹال دیتی ہو.........‘‘

’’اس وقت یہ مسئلہ کہاں سے بیچ میں آگیا.........‘‘

’’بیچ میں نہیں‘ یہ تو سب سے آگے آگے چل رہا ہے۔ ورنہ جناب نادر شاہ اتنے احمق نہیں تھے کہ عیش و عشرت کی زندگی چھوڑ کر خاتون کے پیچھے لگے چلے آئے‘ اب یار میں پھر کہتا ہوں کہ عاشق کو اتنا گدھا نہیں ہونا چاہیے‘ بھلا محبوبہ کا تعاقب کرتے کرتے جنگلوں کی خاک چھاننے کی کیا تک تھی وہیں معاملہ نمٹالیا ہوتا۔‘‘

’’منہ دھو رکھیئے جناب۔ آپ یقین رکھیئے اگر آپ جنگلوں میں میرے لئے اس قدر بہتر نہ ثابت ہوتے تو میں آپ کی طرف متوجہ بھی نہ ہوتی۔‘‘

’’گویا‘ گویا اب تم میری طرف متوجہ ہو۔‘‘ نادر شاہ نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

’’خدا سمجھے تم سے نادر شاہ‘ لفظوں کے بنے ہوئے ہو۔‘‘ عرشی اسے گھورتے ہوئے بولی۔

’’جی نہیں گوشت پوست کا ہوں اور سینے میں دل بھی رکھتا ہوں۔‘‘ نادر شاہ نے کہا۔

’’اچھا بابا اچھا اب ذرا غیر ضروری باتوں سے گریز کرو......... اور کام کی باتیں کرو۔‘‘

’’بس تمہاری انہیں باتوں سے میں چڑھتا ہوں‘ یہ باتیں غیر ضروری نہیں ہیں۔‘‘

’’ارے تو اسی وقت کرنے کی ہیں‘ ایک سنجیدہ مسئلہ سامنے لائے ہو اور اس کے بارے میں ایسی فضول باتیں کر رہے ہو.........‘‘ عرشی بولی.........

’’ہوں‘ تو پھر مجھ سے درخواست کرو کہ میں دوبارہ اس سنجیدہ مسئلے پر آجاؤں۔‘‘

’’آجایئے‘ جناب نادر شاہ صاحب‘ آجایئے۔‘‘ عرشی نے آنکھیں بند کرکے کہا اور نادر کئی قدم آگے بڑھ کر اس کے بالکل قریب پہنچ گیا‘ عرشی گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی تھی.........

’’میں حاضر ہوگیا جان من‘ میں آگیا.........‘‘

’’پیچھے ہٹو۔‘‘ عرشی نے نادر شاہ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے زور سے دھکا دیا۔

"نہ' نہ' نہ آپ غلط طریقہ کار اختیار کر رہی ہیں۔ ایسے موقع پر سینے پر ہا نہیں بلکہ سر رکھا جاتا ہے۔"

"دیکھو نادر شاہ باز آجاؤ۔ سنجیدہ ہو جاؤ.........." عرشی آنکھیں نکال کر بولی۔

"اوہو' اچھا سنجیدہ ہو گیا جناب' فرمایئے.........."

"پھر کیا کہتے ہو' واقعی میں خود بھی ذرا الجھ گئی' میرا خیال ہے ان لوگوں کا فیصلہ ہے.........."

"بالکل غلط ہے' بلکہ انتہائی احمقانہ' مجھے بتاؤ ابھی ہم نیل کنٹھ سے کتنے فاصلے پر ہ ہمارے سامنے نئے نئے مسئلے آئے ہیں' نئے کردار آئے ہیں اور ہم نے انہیں تنہا چھ دیا' کیا ہی احمقانہ بات ہے۔"

"ہاں میں اس بات پر تم سے بالکل اتفاق کرتی ہوں۔ ان سے حماقت ہوئی ہے۔"

"تو پھر اب کیا کیا جائے.........."

"یہی تو تم سے پوچھ رہی ہوں۔" عرشی نے کہا اور نادر شاہ سوچ میں ڈوب گیا۔ کا دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"اس سلسلے میں کیا میری رائے تمہارے لئے قابل توجہ ہے؟"

"کیا؟"

"سرہدایت اللہ سے رابطہ قائم کرلو.........."

"پھر.........."

"اپنے آپ کو ڈس کلوز کردو۔"

"ڈس کلوز کردوں.........."

"ہاں"

"ہمارا ایڈونچر چوپٹ ہو جائے گا اور اس کے بعد ایک مسئلہ اور بھی پیدا ہو جا گا۔"

"وہ کیا؟"

"ہم اور تم تنہا نہیں رہ سکیں گے۔"

"ایں۔" نادر شاہ نے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"دیکھو غیر سنجیدگی کی بات کی تو پھر اچھا نہیں ہوگا۔"

"نہیں نہیں واقعی یہ تو ایک اہم پوائنٹ ہے۔"

"تم خود سوچو اس کے بعد ہمیں مستقل طور پر ڈیڈی کا خیال رکھنا ہوگا۔ ہمیں علیحدہ آرام کرنے کی جگہ بھی نہیں ملے گی۔"

"یار عرشی۔ اس سے ایک فائدہ بھی ہوگا۔"

"وہ کیا؟"

"تمہارے ڈیڈی ہم دونوں کی قربتوں سے واقف بھی ہو جائیں گے۔"

"تو پھر.........."

"کم از کم یہ بات ان کے ذہن میں آجائے گی' بلکہ اس کے بعد تو کچھ اور معاملات بھی ہو سکتے ہیں۔"

"کیا.........."

"جنگل میں منگل۔" نادر شاہ نے ہنس کر کہا۔

"کیا مطلب.........."

"بھئی ضروری ہے کہ ہم اس مہم کے ختم ہونے کا انتظار کریں' اگر سرہدایت اللہ سے رابطہ ہو جائے اور وہ ہمیں قابل اعتناء سمجھیں تو پھر ہماری شادی ان جنگلوں میں ہی ہو جائے کیا حرج ہے.........."

"نادر شاہ تمہاری باتیں بعض اوقات اتنی فضول ہوتی ہیں کہ میں واقعی پریشان ہو جاتی ہوں۔"

"کہہ لو' کہہ لو' کہنے میں کیا جاتا ہے لیکن ان میں سے کوئی بات فضول نہیں ہے.........."

"تو پھر بتاؤ میں کیا کروں.........."

"عرشی آخر فیصلہ یہی ہے کہ سر ہدایت اللہ سے اس بارے میں بات کرلو دیگر ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا' ان لوگوں کا ساتھ ضروری ہے ورنہ میں ذہنی طور پر غیر مطمئن رہوں گا۔" عرشی پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگی تھی۔ کچھ دیر غور کرنے کے بعد بولی۔

"ایک اور آئیڈیا بھی ہے۔"

"ارشاد۔"

"میں ایسے ہی ٹرانسمیٹر پر ڈیڈی سے اس بارے میں بات کروں گی۔"

"نیند آرہی ہے شاید۔"

"کیوں؟"

"کیا کہیں گی ان سے۔ یہ تفصیل آپ کو کیسے معلوم ہوگئی؟"

"ارے ہاں۔ یہ خیال ذہن سے نکل گیا تھا۔" عرشی نے شرمندگی کے انداز میں کہا۔

"کوئی بات نہیں میں ہوں گا۔" نادر شاہ شرارت سے باز نہیں آتا تھا۔ عرشی مسکرانے لگی۔

جیمس پیرے نے اس سلسلے میں ذرا بھی تکلف نہیں کیا تھا اور مارٹن کو ہدایت کر دی تھی کہ انتہائی احتیاط کے ساتھ وہ تمام ہتھیار ذخیرہ کرلئے جائیں' مارٹن نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے یہ تمام کارروائی پوری کرلی تھی' البتہ اس سلسلے میں سب سے زیادہ پریشانی فیروز کو ہوئی تھی' فیروز بھی اس وقت دوسرے لوگوں کی طرح مسلح ہو کر پوشیدہ ہوگیا تھا جب جیمس پیرے آنے والوں کا انتظار کر رہا تھا' مرزا نصیر بیگ کو فیروز نے ایک لمحے میں پہچان لیا تھا اور ششدر رہ گیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ مرزا نصیر بیگ نہایت کامیابی کے ساتھ اپنے امور طے کر رہا ہے' فیروز نے اس کے ساتھیوں کو بھی دیکھا تھا اور انہیں بھی پہچان لیا تھا۔ لندن میں اس نے کافی وقت گزارا تھا اور ولیم آرنلڈ کی شخصیت اس کے لئے اجنبی نہیں تھی۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا کہ مرزا نصیر بیگ نے ولیم آرنلڈ کا سہارا حاصل کیا ہے' لیکن مرزا نصیر بیگ کبھی اس طرح ان کے بالکل قریب پہنچ جائے گا اس کا فیروز کو اندازہ نہیں تھا اور اب اسے یہ احساس ہو رہا تھا کہ اگر وہ سر ہدایت اللہ وغیرہ کے ساتھ ہی نکل جاتا تو زیادہ بہتر تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ نصیر بیگ مستقل ہی جیمس پیرے کے ساتھ لگ جائے' سب سے پہلا مسئلہ تو یہ تھا کہ یہاں مرزا نصیر بیگ کی آمد کے بعد وہ کس طرح اپنے آپ کو مرزا نصیر بیگ کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھ سکتا ہے' جیمس پیرے کو ایسے کسی سلسلے میں رازدار بنانا بالکل مناسب نہیں تھا کیونکہ وہ بھی

ایک ذہین آدمی تھا۔ اگر مشکوک ہوگیا تو بالکل ہی معاملہ چوپٹ ہو جائے گا' غرضیکہ فیر
بڑی مشکل کا شکار ہوگیا تھا۔ جب ہتھیار اٹھانے کا مسئلہ سامنے آیا تو مارٹن نے اس نے
بھی اپنے ساتھیوں ہی کی حیثیت سے کہا تھا کہ یہ ہتھیار سمیٹ کر ایک جگہ محفوظ کر دیئے
جائیں لیکن فیروز مارٹن سے وعدہ کرنے کے باوجود بات کو ٹال گیا تھا اور وہاں سے نکل گیا
تھا' کوئی تدبیر کوئی حل سامنے نہیں آرہا تھا۔ سوائے اس کے کہ چالاکی سے مرزا نصیر بیگ
اور ولیم آرنلڈ کی نگاہوں سے دور رہ سکے۔ اس سلسلے میں بہت غور کیا تھا لیکن کوئی ترکیب
سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ پھر بھی اس نے اپنے آپ کو پوشیدہ رہنے کے لئے ایک ایسی
جگہ دریافت کرلی جہاں وہ چھپ سکتا تھا لیکن ایک طرح سے اسے تھوڑا سا اطمینان بھی تھا
وہ یہ کہ جیمس پیرے نے انہیں ایک احاطے میں محدود کر دیا تھا۔ خطرہ بس آئندہ کے
معاملات سے تھا' چنانچہ جب یہ تمام کارروائی کرنے کے بعد جیمس پیرے نے دو آدمیوں کو
رائفلیں دے کر ان لوگوں کی نگرانی پر مامور کر دیا اور تنہائی میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ
کرنے کے لئے بیٹھا تو فیروز بھی جیمس پیرے سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اس وقت جیمس
پیرے کو مناسب مشورہ دینا ہی عقل مندی کی نشانی تھی' جیمس پیرے نے اپنے ساتھیوں
سے کہا۔

"دوستو! یہ نیا مسئلہ ہمارے سامنے آیا ہے ہم اپنا ایک مقصد رکھتے ہیں' لیکن اس مقصد کے لئے یہ بات ہمارے ذہن میں طے ہے کہ ہم انسانی زندگیوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے یہ پارٹی بھی کم از کم ہمارے لئے بے ضرر ہے۔ اس کے بارے میں میں تم سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں' مارٹن تم' ہمیشہ مجھے بہتر مشورے دیتے رہے ہو یہ بتاؤ کیا تمہیں اس شخص سے مل کر کچھ یاد آیا؟"

"کیا مسٹر پیرے؟"

"غور کرو کچھ یاد آتا ہے؟"

"نہیں.........میں صاف گوئی سے اعتراف کرتا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم اپنی یادداشت پر کبھی زور نہیں دیتے۔"

"نہیں مسٹر پیرے ایسی بات نہیں ہے' بس جو معاملات اہمیت کے حامل ہوتے ہیں میں ان پر بے شک توجہ دیتا ہوں لیکن یہ میری فطرت میں شامل ہے کہ کوئی معاملہ اگر براہ راست مجھ سے متعلق نہیں ہوتا تو میں اس پر زیادہ غور نہیں کرتا۔"

"مگر یہ معاملہ براہ راست ہم سے متعلق ہے۔"

"تب میں معذرت خواہ ہوں کہ میں نے کسی اہم بات پر غور نہیں کیا۔"

"کیا تمہیں کنور مہتاب علی وغیرہ کی کہانی یاد ہے؟"

"کونسی کہانی؟"

"وہ کہانی جو تصویروں کے ساتھ اخبارات میں چھپی تھی؟"

"ہاں........."

"اور بعد میں ان لوگوں نے کیا کہا تھا؟"

"ان لوگوں نے کہا تھا کہ یہ ایک پراسرار کہانیوں کے شائق مصنف کی افسانہ طرازی ہے۔"

"اور اس مصنف کا نام کیا تھا؟" جیمس پیرے نے سوال کیا۔ مارٹن نے غور کیا اور پھر اچھل پڑا۔ پھر اس کے منہ سے آہستہ سے نکلا.........

"مرزا نصیر بیگ۔"

"یہ وہی مرزا نصیر بیگ ہے۔"

"اور مائی گاڈ' مسٹر جیمس پیرے آپ نے خوب یاد رکھا مگر یہ مصنف۔"

"یہ تو پراسرار اور دلچسپ بات ہے' یہ مصنف آخر ان لوگوں کا پیچھا کیوں کر رہا ہے' ویسے میں تمہیں سچ بتاؤں' میں نے ان کی بات پر یقین نہیں کیا تھا۔"

"کیوں مسٹر پیرے؟"

"اس کے کچھ دلائل تھے۔"

"مثلاً"؟"

"مثلاً" انہوں نے کسی کرنل کرٹ کا حوالہ دیا تھا' جس کی سنائی ہوئی داستان کو مرزا

نصیر بیگ نے افسانے کی شکل دے دی تھی۔"

"ہاں۔"

"جبکہ ہم نے کرنل کرٹ کے بارے میں ایسی کوئی تفصیل نہیں پڑھی' یہ بھی مان لیا جائے کہ ایسی کوئی تفصیل ہماری نگاہوں سے نہ گزری ہو لیکن پھر یہ مصنف صاحب یہاں کیوں بھٹک رہے ہیں کوئی نہ کوئی جواز تو ہوگا اس کا.........."

"آپ ٹھیک کہتے ہیں مسٹر جیمس پیرے۔" مارٹن نے پر خیال انداز میں گردن ہلا کر کہا۔

"بہرحال وہ ان کا اپنا معاملہ تھا اور اگر وہ اس سلسلے میں کارروائی کر بھی رہے ہیں تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے ہمارے پاس یہ دو کردار ہیں جو ہمارے بہترین معاون ہو سکتے ہیں میں نے درحقیقت ان کے مل جانے کے بعد ہی ان لوگوں پر اپنا ساتھ دینے کے لئے زیادہ زور نہیں دیا۔"

"ویسے مسٹر جیمس پیرے ان لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کچھ نہیں کہا جاسکتا' کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ یہاں صحرائے اعظم میں بھٹکنے والے بے مقصد یہاں صحرا گردی نہیں کرتے' بلکہ اس کے پس پردہ کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے ہم کسی کو اپنے اوپر مسلط نہیں کرسکتے اور خاص طور سے ان حالات میں۔"

"تو پھر مسٹر جیمس پیرے ان لوگوں کا کیا کیا جائے؟"

"عارضی طور پر میں نے جو کردار اختیار کیا ہے میرے خیال میں اسے ہی قائم رکھا جائے اور انہیں جانے دیا جائے' میرا مطلب ہے یہ لوگ جب بھی یہاں سے جانے کے لئے کمربستہ ہوں ہم انہیں روکیں گے نہیں لیکن ایک بات ذہن میں رکھو مارٹن' ان پر کڑی نظر رکھنی ہے یہ لوگ ہمیں نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں کیونکہ ہمارے جانے پہچانے لوگ نہیں ہیں۔" مارٹن نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بالکل ٹھیک آپ مطمئن رہیں' میرا خیال ہے انہیں اس احاطے سے کہیں اور جانے کی اجازت نہ دی جائے' ویسے آپ نے انتہائی شاندار طریقہ کار اختیار کیا کہ ان

لوگوں کو اپنے بارے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی اور خود کو مسٹر بگ بوردل کا جانشین بتایا اس طرح اس جگہ ہمارا حق بنتا ہے۔"

"بالکل بالکل.........."

"تو پھر اور کوئی حکم ہے؟"

"نہیں' بس میں تم سے یہی مشورہ کرنا چاہتا تھا' ویسے رات کو ان کے ساتھ ایک نشست رکھی جائے گی' تم بھی میرے پاس ہی موجود رہنا۔"

مرزا نصیر بیگ اور اس کے ساتھی اس احاطے میں کھانے پینے کی تیاریاں کر رہے تھے اور بظاہر یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ اس سے زیادہ کچھ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے' جیمس پیرے نے ایمرے اور اس کے بونے ساتھی کو ان لوگوں کی نگاہوں سے بالکل دور رکھا تھا' ویسے بھی وہ دونوں کردار اس کے لئے انتہائی اہمیت کے حامل تھے۔ کیونکہ انہوں نے جن جڑواں قبیلوں کی کہانی سنائی تھی ان میں سے ایک نیل کنٹھ تھا اور دوسرے قبیلے کے یہ لوگ' جیمس پیرے نے ان لوگوں کے مل جانے کے بعد بہت سے ایسے خیالات اپنے ذہن میں قائم کرلئے تھے جو اس کے لئے خوش آئند تھے۔

ادھر مرزا نصیر بیگ شدید ذہنی بحران میں مبتلا ہوگیا تھا۔ یہ ساری تفصیلات اس کے لئے سخت پریشان کن تھیں اس نے ولیم آرنلڈ پر انحصار کیا تھا اور اپنی فطرت سے ہٹ کر اس سلسلے میں ولیم سے تعاون کیا تھا' ابھی تک کنور مہتاب علی یا سرہدایت اللہ وغیرہ کا کوئی نشان اسے نہیں مل سکا تھا' یہی بات اس کے لئے شدید پریشانی کا باعث تھی' لیکن اس نے اسے نظرانداز کر دیا تھا اور سوچا تھا کہ ممکن ہے بگ بوردل جو افریقہ کے اندرونی علاقوں میں رہتا ہے ان کے لئے کچھ اور رہنمائیوں کا باعث بن جائے اور انہیں اس کے ذریعے کوئی ایسی صورت حال حاصل ہو جائے جو ان کے لئے کارآمد ہو' لیکن ایسا تو نہیں ہو سکا تھا' البتہ وہ مشکل راستے اختیار کر چکا تھا.......... یہاں پہنچ کر اسے ذہنی جھلاہٹ تو ہوئی لیکن بڑی مشکل سے ولیم آرنلڈ سے بہتر تعلقات قائم ہوئے تھے اور یہ حقیقت تھی کہ اس کے ذریعے مرزا نصیر بیگ کو بڑا سہارا حاصل ہوگیا تھا ورنہ زاہد کے علاوہ اور کوئی نہ

ہوتا اور صرف دو افراد سارے معاملات حل نہیں کرسکتے تھے' اس نے صبر کیا اور آپ کو کسی طرح جھلایا ہوا ثابت نہ ہونے دیا.......... یہاں اس احاطے میں آرام و آسائش کا کوئی بندوبست نہیں تھا' لیکن بہرحال یہ ضروری تو نہیں تھا کہ صحرائے میں ان کے لئے بستر مہیا ہو جاتے' دیکھنا یہ تھا کہ یہ شخص جو یہاں بگ بوردل کا جانشین گیا ہے ان کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ بہرحال صبر وسکون کے ساتھ تمام انتظامات تھے اور اس کے بعد جیسے بھی بن پڑا تھا' بستر وغیرہ کا بندوبست کرکے آرام کرنے ہوگیا تھا۔ ولیم آرنلڈ کے چہرے سے بھی شدید مایوسی کا اظہار ہو رہا تھا' پھر وہ خود ہی نصیر بیگ کے پاس آ بیٹھا۔ مرزا نصیر بیگ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا' یہ تو اس نے طے کرلیا تھا اب جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا ہے۔ ولیم آرنلڈ سے بگاڑنا بالکل بے کار ثابت ہوگا اور اس قصور بھی نہیں ہے چنانچہ وہ گہری سانس لے کر بولا۔

"تم بھی یقیناً اتنے ہی پریشان ہوگے آرنلڈ۔ جتنا میں ہوں۔"

"ہاں یار تقدیر نے یہاں آکر ساتھ چھوڑ دیا۔ دیکھو کیا ہی پریشان کن واقعہ ہے۔ ورنہ بگ بوردل کی موت کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا۔"

"ہاں بات تو واقعی اتفاقیہ ہی ہے۔"

"لیکن اس نے ہمارے راستے روک دیئے۔"

"بری طرح۔ اس بری طرح مائی ڈیئر آرنلڈ کہ میں چکرا کر رہ گیا ہوں۔"

"سوری ڈیئر نصیر بیگ۔ لیکن تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اس میں میرا قصور نہیں ہے اگر بگ بوردل ہمیں زندہ مل جاتا تو صورت حال ہی مختلف ہوتی۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کیا کریں۔"

"میرا خیال ہے ہمارا یہاں آنا بے مقصد ہی ہوگیا۔ بگ بوردل کا جانشین' جیمز پیرے نامی یہ شخص بڑا سپاٹ اور غیر متعلق نظر آتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس' بیری لاٹ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا اور یہ قطعی طور پر اس پیغام کی پاسداری نہیں کرے گا۔ اندازہ ہو رہا ہے۔"

"بالکل۔ میں بھی یہی کہہ رہا تھا۔"

"تو پھر اگر یہ شخص ہمارے ساتھ کسی سختی پر آمادہ نہ ہو تو میرا خیال ہے ہمیں جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہیے یہاں وقت ضائع کرنا بے سود ہی ہے۔"

"قطعی بے سود۔ البتہ ایک بات بتاؤ' کیا یہ شخص کسی طور ہمارے ساتھ زیادتی پر آمادہ ہو سکتا ہے۔"

"بظاہر بالکل امکان نہیں۔ اسلحے کا اپنے قبضے میں کرلینے کا مقصد زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے اور اپنے ساتھیوں کے تحفظ کا خواہاں ہے اور اسلحے کے ذریعے کوئی ایسا عمل نہیں چاہتا جو اس کے لئے نقصان دہ ہو۔"

"ہوں۔ بہرحال اس سے ایک بہت بڑا نقصان ہوا ہے ڈیئر آرنلڈ۔"

"کیا؟"

"ہم اپنا راستہ بھٹک گئے ہیں۔ اگر ہم بینگوئی کے راستے نہ آتے تو اب تک ایک طویل سفر طے کرچکے ہوتے البتہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس علاقے سے نیل کنٹھ تک کے سفر کا کون سا راستہ صحیح ہو سکتا ہے' صحرائے اعظم میں بھٹک جانے کا مطلب جانتے ہو؟"

ولیم آرنلڈ نے گردن جھکالی۔ کافی شرمندہ نظر آرہا تھا وہ۔ مرزا نصیر بیگ اپنے دل میں کیسے ہی خیالات یا کیسے ہی تاثرات رکھتا ہو'لیکن ولیم آرنلڈ درحقیقت پرانی رنجشیں بھول گیا تھا اور اب مرزا نصیر بیگ سے بالکل مخلص تھا۔ اسے شدید رنج تھا کہ مرزا نصیر بیگ کو اس کی وجہ سے یہ پریشانیاں اٹھانی پڑیں۔ تھوڑی دیر کے بعد نصیر بیگ نے کہا۔

"میرے خیال میں اس شخص سے گفتگو کرلی جائے اوہو دیکھو شاید وہ ادھر ہی آرہا ہے۔" مرزا نصیر بیگ نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

سامنے سے بگ بوردل کا جانشین اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ اسی سمت آرہا تھا۔ وہ دونوں استقبالیہ انداز میں کھڑے ہوگئے۔ آرنلڈ نے سرگوشی میں کہا۔

"اس شخص سے نہایت مہذب انداز میں گفتگو کرنا ہے کیونکہ ہمیں کوئی جھگڑا مول لینے سے فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔" نصیر بیگ نے اتفاق کیا۔

جیمس پیرے ان کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ "آئی ایم سوری دوستو' یقیناً" تمہیں بہ تکلیف ہو رہی ہوگی۔ لیکن صحرائے اعظم میں ایسے درجنوں واقعات ہو چکے ہیں جن کے تحت کسی کے ساتھ انسانی ہمدردی کے مطابق سلوک کرنے پر شدید نقصانات کا سامنا پڑا ہے۔

"نہیں کوئی بات نہیں ہے مسٹر جیمس پیرے' ہمیں آپ سے کوئی شکایت نہیں۔ آپ نے وہ میسیج تو پڑھ ہی لیا تھا۔ اصل میں مسٹر بیری لاٹ کو بھی یہ بات نہیں معلو تھی کہ مسٹر بگ بوردل اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ ویسے ان کی موت کی وجہ ہوئی........"

"موت کی کوئی وجہ نہیں ہوتی دوستو جب اسے آنا ہوتی ہے آجاتی ہے۔"

"آپ نے بالکل ٹھیک کہا مسٹر جیمس پیرے بہرحال اب ہمارے لئے کچھ مشکلات بے شک پیدا ہوگئیں' کیونکہ ظاہر ہے ہم آپ سے کسی قسم کا کوئی مطالبہ نہیں کر سکتے۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے میں اگر تمہارے کسی کام آسکتا ہوں تو مجھے بتاؤ شاید میں بگ بورڈل کے مطابق نہ سہی اس سے کچھ کم تمہاری مدد کرسکوں۔"

"اصل میں ہمیں کچھ معلومات درکار تھیں۔ مسٹر بگ بوردل چونکہ یہاں بہت عرصے سے رہ رہے تھے اور ان کی معلومات بے پناہ تھیں پھر وہ دنیا دار انسان نہیں تھے اور روحانیت بھی رکھتے تھے اس لئے ہمیں ان سے بہت سی توقعات تھیں۔"

"معلومات کس قسم کی درکار ہیں تمہیں۔"

"کیا نیل کنٹھ نامی قبیلے کے بارے میں آپ کو کچھ معلوم ہے۔" جیمس پیرے نے اپنے طور پر جس طرح بھی صورت حال پر ضبط کیا تھا وہ اس کا اپنا مسئلہ تھا بہرحال اس نے آہستہ سے کہا۔

"اتفاق کی بات ہے کہ مجھے نیل کنٹھ کے بارے میں بالکل معلومات حاصل نہیں ہیں۔ لیکن ابھی کچھ روز پہلے ایک قافلہ یہاں قیام کرکے آگے بڑھا ہے۔ اس قافلے میں

بھی کچھ ایشیائی افراد اور کچھ غیر ملکی لوگ شامل تھے۔ یہ لوگ بھی نیل کنٹھ جانے کا ہی ارادہ رکھتے تھے۔"

"ولیم آرنلڈ اور مرزا نصیر بیگ کا چہرہ شدت جوش سے سرخ ہوگیا' مرزا نصیر بیگ نے بدحواسی سے کہا۔"

"کیا ان لوگوں نے آپ کو اپنے نام بھی بتائے تھے؟"

"ہاں.........اور عجیب سی کہانیاں بھی سنائی تھیں ان لوگوں نے......... ان میں سے ایک شخص' جو غالباً اس گروہ کا سربراہ تھا سرہدایت اللہ کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ دوسرا کنور مہتاب علی تھا کچھ غیر ملکی لوگ تھے' ان کے ساتھ ایک چھوٹی سی بچی بھی تھی جسے دو ملازم قسم کے لوگ سنبھالے ہوئے تھے۔"

مرزا نصیر بیگ کے اعصابی تشنج میں اضافہ ہوگیا اس نے گہری نگاہوں سے آرنلڈ کو دیکھا پھر بولا۔

"مسٹر جیمس پیرے کیا ان لوگوں کو نیل کنٹھ جانے کا راستہ معلوم تھا.........."

"یہ میں نے نہیں پوچھا۔ البتہ انہوں نے ایک عجیب سی کہانی سنائی تھی۔ انہوں نے بتایا تھا کہ نیل کنٹھ قبیلے میں وہ کسی خاص مقصد کے تحت جانا چاہتے ہیں۔ اب پتہ نہیں وہ خاص مقصد کیا تھا۔ بہرحال ہمیں چونکہ ان تمام چیزوں سی کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لئے ہم نے اس پر توجہ بھی نہیں دی۔ انہوں نے کچھ وقت یہاں قیام کیا اور آگے بڑھ گئے۔"

"کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے کوئی سی سمت اختیار کی.........."

"نقشے کے مطابق وہ یہاں سے بائیں سمت سیدھے گئے ہیں' آگے جانے کے بعد ان کا رخ کس سمت ہوتا ہے' یہ نہیں کہا جاسکتا........"

"آپ کا بے حد شکریہ مسٹر جیمس پیرے وہ بھی ہمارے ہی ساتھی تھے اور ہم اس سلسلے میں ان سے ملنا چاہتے تھے آپ سے اب ایک درخواست ہے مسٹر جیمس پیرے........."

"ہاں، ہاں کہیے.........؟"

"اگر آپ کو ہم سے کوئی خطرہ نہ ہو تو کل صبح کو آپ ہمارے ہتھیار واپس کر دیجئے اور ہمیں یہاں سے جانے کی اجازت دے دیجئے۔"

"دوستو میں نے تمہارے ہتھیار صرف اس لئے اپنی تحویل میں لے لئے ہیں کہ میں تمہیں ان کی تفصیل بتا چکا ہوں، باقی بھلا مجھے تمہارے ہتھیاروں سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے تم جب چاہو انہیں واپس لے سکتے ہو، لیکن اس قلعہ سے باہر نکلنے کے بعد مجھے معاف کرنا میں اس کے لئے مجبور ہوں........."

"نہیں، ہم آپ کی یہ مجبوری اچھی طرح سمجھتے ہیں مسٹر جیمس پیرے........."

"ٹھیک ہے، باقی اور میرے لائق کوئی خدمت........."

"ہمیں پانی کا تھوڑا سا ذخیرہ درکار ہوگا اور آپ کو کوئی تکلیف نہیں دینا چاہتے........."

"ٹھیک ہے جس قابل ہوں حاضر ہوں ویسے آپ لوگ ایک بات بتائیے، کچھ عرصے قبل اخبار میں ایک کہانی شائع ہوئی تھی جس میں ان لوگوں کے بارے میں تفصیلات تھیں میں نے جب ان سے ان کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو انہوں نے مجھے اس کے لئے الگ ہی کہانی سنا دی........."

"کیا" نصیر بیگ نے متجسس انداز میں پوچھا۔

"ان کا کہنا تھا کہ یہ کہانی ایک مذاق ہے اور ان کے ایک مہم جو دوست نے سسپنس پیدا کرنے کے لئے اس کی اختراع کی ہے ورنہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"اوہو اچھا، بہرحال ایسی کوئی بات نہیں ہے، اس کہانی میں بہت سی حقیقتیں ہیں آپ نے خود ہی دیکھا کہ ان کے ساتھ ایک بچی موجود ہے، واقعی، واقعی یہ مسئلہ بڑا سنگین ہے، خیر مسٹر جیمس پیرے یہ کہانی کافی حد تک درست ہے اور انہوں نے آپ سے دروغ گوئی سے کام لیا ہے........."

"ہم فقیر منش ہیں ہمیں اس سے کیا دلچسپی کے کون کیا کر رہا ہے اور کوئی خدمت

میرے لئے........."

"نہیں، مسٹر جیمس پیرے، بس کل سورج نکلتے ہی ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔" جیمس پیرے اور اس کا ساتھی وہاں سے اٹھ گئے تھے اور مرزا نصیر بیگ اور ولیم آرنلڈ کے لئے بڑی سنگین صورت حال چھوڑ گئے تھے۔" نصیر بیگ نے کہا۔

"کافی حد تک کام بن گیا میں یہ سمجھتا ہوں ولیم آرنلڈ کہ بگڑا ہوا وقت واپس لوٹ آیا ورنہ میں تو سخت پریشان ہو گیا تھا، بس اتنا ہی کافی ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں ہمیں یہ علم ہو گیا کہ وہ یہاں سے گزرے ہیں اس کا مطلب ہے کہ راستہ بالکل درست ہے اور اس کے بعد میرے خیال میں میرے لئے کوئی مشکل نہیں ہوگی ہم ان کے نشان راہ تلاش کریں گے، جو ہمیں بہرطور مل جائیں گے" ولیم آرنلڈ خاموش ہو گیا تھا۔ فلیک راؤل نے البتہ کہا۔

"ایک ذرا سی غلطی ہو گئی۔"

"کیا؟" آرنلڈ نے پوچھا۔

"ہم مسٹر پیرے سے یہ معلوم کر سکتے تھے کہ ان کے ساتھ کتنے افراد ہیں۔"

"میرے خیال میں پیرے نے یہ بات بتائی ہے۔" آرنلڈ بولا۔ "اس نے کہا کہ چند غیر ملکی اور چار ایشیائی، ایک بچی۔"

"میں جانتا ہوں۔ ان لوگوں کی فطرت اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ اجنبیوں کو ساتھ لینے کا رسک کبھی نہیں لیتے۔ غیر ملکیوں میں لارک اینجلو، مائیکل بائز اور ریٹا ہاروے ہوں گے۔ باقی ہدایت اللہ، مہتاب علی وغیرہ ہوں گے اور......... پھر.........ہو سکتا ہے اس کے لئے انہوں نے کچھ ایسے لوگوں کو ساتھ لے لیا ہو جو بچی کی دیکھ بھال کر رہے ہوں، بہر حال یہ بات مسٹر جیمس پیرے سے معلوم کی جا سکتی ہے اور نصیر بیگ نے ایسا ہی کیا۔"

دوسرے دن جب تمام تیاریاں مکمل ہو گئیں اور جیمس پیرے کے دو تین ساتھیوں نے ان کی ضروریات کے مطابق انہیں پانی وغیرہ مہیا کر دیا تو نصیر بیگ نے جیمس پیرے سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا اور پیرے خود ہی وہاں پہنچ گیا۔

"ہم لوگ آپ کے اس تعاون کے بے حد شکر گزار ہیں مسٹر جیمس پیرے پہلے ہمارا خیال تھا کہ کچھ دن آپ کے ساتھ قیام کیا جائے گا' لیکن اب جبکہ ہمیں ان لوگوں کے بارے میں علم ہوگیا ہے جو آگے گئے ہیں تو ہم فوراً ان سے جاکر مل لینا چاہتے ہیں کیونکہ ہمارا ان کا ساتھ ضروری ہے' ویسے مسٹر جیمس پیرے براہ کرم ایک تکلیف کیجئے گا' کیا آپ ہمیں ان کے کل ساتھیوں کی تعداد بتا سکتے ہیں.........؟"

"ہاں کیوں نہیں' ان میں سے غالباً چار افراد ایشیائی تھے' ایک سر ہدایت اللہ دوسرا کنور مہتاب علی' تیسرے کے بارے میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ایک نوجوان لڑکا ملازم ٹائپ کا آدمی تھا اور اس کے ساتھ ایک عورت جو اس چھوٹی سی بچی کی دیکھ بھال کر رہی تھی باقی افراد میں دو مرد تھے جن کا تعلق یورپ کے کسی ملک سے تھا اور ایک عورت........."

"بس اتنے ہی تھے؟"

"ہاں........"

"بے حد شکریہ' اب ہمیں اجازت دیجئے مسٹر پیرے۔" پیرے ان لوگوں کو خندق پر بنے ہوئے پل کے دوسری جانب تک چھوڑنے آیا تھا اور ان کے آگے بڑھ جانے کے بعد اس قلعے کا پل اٹھا کر دروازہ بند کردیا گیا تھا۔

دوسرے دن تمام ضروریات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آگے کا سفر شروع کر دیا گیا تھا۔ صحرائے اعظم کے جانے پہچانے مناظر نگاہوں کے سامنے آرہے تھے' یہ لوگ تو پہلے بھی ان راستوں کے راہی رہ چکے تھے' بس عرشی اور نادر شاہ تھے جو ان تمام چیزوں کو حیرت اور دلچسپی کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔ عرشی اور نادر شاہ کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی' ابھی اس کو عملی جامہ نہیں پہنایا گیا تھا۔ جلد بازی نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے' سوچ سمجھ لینا ضروری تھا' عرشی نے ویسے نادر شاہ کی بات کو دل سے تسلیم کیا تھا' لیکن پرانے مہم جوؤں کا معاملہ مختلف تھا' ہو سکتا ہے انہوں نے ان لوگوں کا ساتھ مناسب نہ سمجھا ہو' چنانچہ ابھی ذرا غور کیا جارہا تھا' اس سلسلے میں سفر کا وہ دن کسی خاص واقعے کے بغیر گزر گیا۔ البتہ شام کو چار بجے اچانک گاڑیاں رک گئیں کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کیا بات ہے' لیکن یہ بات صرف عرشی اور نادر شاہ کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ لارک اینجلو اور باقی لوگ خاصے خوش نظر آرہے تھے اور جیپوں سے اتر اتر کر ایک دوسرے کے پاس پہنچ گئے تھے۔ لارک اینجلو نے بائیں سمت کسی قدر ناہموار راستے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"مبارک ہو کنور مہتاب علی ہم نے اپنا راستہ پالیا' حالانکہ جن علاقوں سے ہم گزرے ہیں وہ صحیح معنوں میں ہمارے لئے ایک نئی دریافت ہیں۔"

"ہاں یقیناً" وہ پیلی پہاڑیاں اور ان کے درمیان بنا ہوا قدرتی سوراخ ہماری نشاندہی کرتا ہے' واقعی اب یہاں سے ہمیں بائیں سمت کا راستہ اختیار کرنا ہوگا اور اس کے بعد ہم اس گمنام دریا تک پہنچ جائیں گے جس کے کنارے کنارے ہمیں آگے بڑھنا ہوگا۔"

"بالکل' میرے خیال میں ہماری یہ پرانی قیام گاہ ہمارے لئے نیک فال ثابت ہوگی اور یہ تھوڑا سا سفر طے کرلیا جائے تو ہم اس تک پہنچ جائیں گے۔" پیلی پہاڑیاں شام کے جھٹپٹوں میں بڑی دلکش نظر آرہی تھیں اور یہاں اطراف بھی بڑے پرکشش تھے' ایک عجیب سا چمکدار علاقہ تھا جس کے چمکنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی' لیکن عرشی اور نادر شاہ کو یہ بہت عجیب لگ رہا تھا.......... عرشی نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"کیا یہ سونے کے پہاڑ نہیں معلوم ہوتے؟" نادر شاہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کاش میں یہاں تمہارے لئے ایک خوبصورت عمارت تعمیر کرسکوں۔"

"لیکن شرط یہ ہے کہ ہمیں افریقی وحشیوں کی طرح یہاں رہنا ہوگا بولو تم تیار ہو؟"

"گویا بے لباس ہو ہاہاہو' یہی نا۔"

"بے شرم ہو پورے بے شرم۔" عرشی نے ہنستے ہوئے کہا اتنی دیر میں تمام لوگ واپس گاڑیوں میں آبیٹھے تھے اور اس کے بعد گاڑیاں اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھ گئیں تھیں۔ فاصلہ طے ہوتا رہا.......... یہ پہاڑ اگر سونے کے نہیں بھی تھے تو پیلے رنگ کی یہ مٹی اپنی نوعیت کی منفرد تھی اور اس میں یقیناً" سونے کے ذرات شامل تھے اگر تحقیق کرنے والے یہاں ریسرچ کرتے تو ممکن ہے یہ انکشاف بھی ہوجاتا کہ پیلے پتھروں کے ان ٹکڑوں کو اگر کیمیاوی تجزیوں کے لئے بھیجا جائے تو ان سے سونا حاصل ہو سکتا ہے.......... یہ سفر ان پیلی پہاڑیوں پر ختم ہوگیا۔ یہاں خاصی خنکی تھی اور پہاڑی ٹیلے میں یہ بڑا سا گول سوراخ اس قدر عجیب لگتا تھا کہ حیرت ہوتی تھی۔ بے شک یہ ہوا کی تراش تھی لیکن اتنی نفیس کہ انسانی ہاتھوں کے لئے مشکل ہو جائے' اس پہاڑ کے دامن میں ایک قدرتی پلیٹ فارم

بنا ہوا تھا جس پر جانے کے لئے تین سیڑھیاں تھیں اور اس کے بعد خاصی ہموار جگہ' جگہ جگہ چٹانیں اس طرح ابھری ہوئی تھیں کہ ان کے سائبانوں کے نیچے ڈیرے جمائے جاسکیں صحیح معنوں میں یہ ایک قدرتی گیسٹ ہاؤس تھا جو صحرائے اعظم میں ہواؤں نے تعمیر کیا تھا۔ گاڑیاں یہاں روک دی گئیں اور خوش و خرم لوگ نیچے اتر آئے' پلیٹ فارم کی قدرتی سیڑھیوں کو عبور کرکے سبھی اوپر پہنچ گئے اور اپنے اپنے لئے ٹھکانوں' کا جائزہ لینے لگے' بے شمار سائبانی چٹانیں تھیں' لیکن نجانے کیوں مائیکل اینجلو اور ریٹا ہاروے ان چٹانوں کے نیچے جھک جھک کر دیکھنے لگے۔ عرشی اور نادر شاہ کو اس بارے میں کچھ علم نہیں تھا.......... پھر ان چٹانوں کے نیچے باقاعدہ بستر جما دیئے گئے۔ نادر شاہ اور عرشی کو بھی تھوڑے فاصلے پر ایک ٹھکانہ دے دیا گیا تھا۔ کنور مہتاب علی نے نادر شاہ کو بتایا..........

"کہیں کہیں ان چٹانوں میں سوراخ ہوتے ہیں اور ان سوراخوں میں پیلے رنگ کے سانپ نظر آجاتے ہیں' ہمیں ان کی ہلاکت آفرینی کا تو پتہ نہیں' لیکن یہ سانپ بہرحال سانپ ہوتا ہے' پچھلی بار ہم نے یہاں تین سانپ مارے تھے۔" نادر شاہ نے صرف مسکرا کر گردن ہلانے پر اکتفا کیا۔ بہت کم گفتگو کرتے تھے یہ لوگ تاکہ کہیں ان کی اصلیت منظر عام پر نہ آجائے۔ کنور مہتاب علی اس وقت ان لوگوں سے باتیں کرنے کے موڈ میں تھا۔ اس نے کہا۔

"سردار خان' بعض اوقات تم پر بڑی حیرانی ہوتی ہے۔"

"کیوں سر..........؟"

"تم اور تمہاری بیوی جس صبرو سکون کے ساتھ یہ ہولناک سفر کر رہے ہو کسی ایسے آدمی سے ہم اس کی توقع نہیں رکھتے تھے جو پہلی بار صحرائے اعظم میں آیا ہو' یہاں پیش آنے والے ہر طرح کے خوفناک واقعات پر بھی تم بالکل پرسکون رہے.........."

"سر ہمیں آپ لوگوں پر بھروسہ ہے اور جب ہم آپ پر بھروسہ کرنے کے بعد یہاں آئے ہیں تو باقی باتوں پر خوفزدہ ہونے سے کیا فائدہ؟"

"تم لوگوں کو یہاں کیسا لگ رہا ہے؟"

”سر اتنا اچھا کہ ناقابل بیان ہے۔“

”ویسے تم لوگ قابل مبارک باد ہو اور یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ بے شک ہمیں ہولناک واقعات کا سامنا کرنا پڑا ایسی کوئی صورت حال نہیں پیش آئی جو تمہارے لئے زیادہ خوفناک ہوتی‘ یہ اچھا ہی ہے کہ ہم کسی واقعے سے بچتے ہوئے اپنی منزل پر پہنچ جائیں۔“

”سر ہم ہر طرح آپ کے ساتھ ہیں؟“ سردار خان نے کہا اور کنور مہتاب علی نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔ پھر اس نے کہا۔

”واپسی کے لئے امید بھی رکھو اور دعائیں بھی مانگو واپس جانے کے بعد تمہاری زندگی اتنی بدل چکی ہوگی کہ پھر باقی زندگی تم خوش و خرم گزارو گے اور ان لمحات کا شکریہ ادا کرو گے۔“ ریٹا ہاروے نے کنور مہتاب علی کو مخاطب کیا تو وہ یہاں سے آگے بڑھ گیا۔ نادر شاہ نے پتھر کی چٹان پر بیٹھتے ہوئے ایک قلم تراش سے اسے کھرچنا شروع کر دیا۔ پھر تھوڑی سی مٹی ہتھیلی پر رکھ کر اسے انگلی سے ٹٹولنے لگا۔ عرشی بھی گل کو گود میں لئے پاس آگئی تھی۔ نادر شاہ بولا۔

”قارون کے خزانے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل گیا تھا اور اس کے ذرات ساحلوں پر پڑی ہوئی ریت پر چمکتے ہیں۔ ویسے عرشی ایک بات بتاؤ ساحلوں کی ریت پر جو سفید ذرات چمکتے ہیں کیا کبھی تم نے ان پر غور کیا ہے۔“

”کوئی خاص نہیں۔“

”بچپن میں‘ میں ان ذرات کو ریت میں تلاش کیا کرتا تھا اور یہ سوچتا تھا کہ یہ شیشے کے ٹکڑے ہیں‘ یا پھر چاندی کے ذرات لیکن میں ان ذرات میں چاندی تلاش کرنے میں ناکام رہا تھا‘ لیکن یہ پیلی مٹی‘ پتہ نہیں ان مہم جوؤں نے اس پہاڑ پر غور کیوں نہیں کیا۔“ عرشی اس کے ہاتھ پر پھیلی ہوئی مٹی دیکھنے لگی پھر ایک ٹھنڈی سانس لیکر بولی۔

”قدرت نے درحقیقت زمین کو ان تمام چیزوں سے مالا مال کر دیا ہے جس کی انسان کے دلوں میں قدر ہے اور اس پر ہوش دنیا میں اب قدرت کے کچھ علاقے ایسے ہیں جو انسانوں کی ملکیت نہیں بن سکے‘ پتہ نہیں کیا قصہ ہے ہو سکتا ہے ان پہاڑوں کے نیچے

سونے کی کانیں ہوں لیکن ان کا حصول کس طرح ممکن ہے‘ یہاں تک کہ سفر میں تم نے اندازہ لگالیا ہوگا۔“

”عرشی بخدا اس وقت مذاق بالکل نہیں کر رہا‘ ایک حقیقت ہے جو دل میں آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ دولت کے‘ سونے کے‘ ہیروں کے کتنے ہی انبار لگ جائیں انسان کی تنہا ذات کے لئے بے کار ہوتے ہیں‘ جب تک کہ محبت اس کی زندگی میں شامل نہ ہو۔“ عرشی نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولی۔

”کبھی شاعری کی ہے؟“

”نہیں‘ یہ انسان کا اپنا شوق ہے‘ شاعری تو وجد کے ہر رونگٹے سے ابھرتی ہے‘ اگر مطلوب نظر نگاہوں کے سامنے ہو۔“ عرشی مسکرا کر خاموش ہوگئی تھی‘ بہرحال اس کے بعد ضروریات زندگی کے دوسرے امور طے کئے جانے لگے‘ مہم جو مطمئن اور خوش و خرم تھے ہاں کچھ دلوں میں کچھ کے لئے کچھ تردد تھا‘ لیکن اس کا اظہار ممکن نہیں تھا‘ جیسے کنور مہتاب علی جو فیروز کو ان کے ساتھ چھوڑ آیا تھا‘ جیسے سر ہدایت اللہ جس کی نگاہیں دور دور تک بھٹک رہی تھیں اور زیادہ سے زیادہ بلندی پر جاکر وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ اس وقت ان کی بیٹی اور ان کا گروہ ان سے کتنے فاصلے پر ہوگا‘ یہ بات بھی عرشی نے محسوس کرلی تھی اور اس کے بارے میں نادر شاہ کو بتایا تھا۔“ نادر شاہ پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا..........“

”تمام امور سے فراغت حاصل ہوگئی تھی‘ بہت عمدہ قسم کا قہوہ بنایا گیا تھا اور اس کے بعد سب لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ پھر نہایت فرصت کے عالم میں یہ لوگ بیٹھ کر آگے کے منصوبے بنانے لگے‘ کنور مہتاب علی‘ سر ہدایت اللہ وغیرہ یہاں پہنچنے کے بعد بہت مطمئن تھے چونکہ یہ ان کی جانی پہچانی جگہ تھی اور پچھلی مہم کے دوران وہ اس جگہ کو اچھی طرح دیکھ چکے تھے اور آگے جانے کا راستہ ان کے علم میں تھا‘ مختلف موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں‘ لیکن آج کوئی ایسا موضوع نہیں تھا جو خصوصاً قابل ذکر ہوتا سوائے اس کے کہ اب ان کی منزل قریب آتی جارہی تھی اور سب ہی کا یہ خیال تھا کہ نیل کنٹھ

کے بعد انہیں خاصے مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑے گا' خاص طور سے بچی کو ان لو
کے سامنے پیش کرنا۔ آج کا موضوع یہی رہا تھا کہ سائی تھول بچی کو قبول کرے گا یا ن
اور اس کے بعد سردار خان اور شمسہ کی کیا کیفیت ہوگی۔ ہرچند کہ یہاں تک کا سف
لوگوں نے بخیر و خوبی طے کرلیا تھا اور یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ ماں کو کس قدر محبت ہے ا
باپ کس طرح اس کی رکھوالی کرتا ہے ان دونوں کے لئے اگر کوئی بڑی مشکل پیش آگ
واقعی افسوسناک بات تھی اور انہیں یہ احساس ہو رہا تھا کہ وہ نہایت خود غرضی کا ثبو
دیں گے۔ کنور مہتاب علی وغیرہ اس سلسلے میں خاصے متردد تھے اور انسانی نقطہ نگاہ سے ا
کے نزدیک یہ ایک بھیانک جرم تھا۔ لیکن سرہدایت اللہ مطمئن تھے کہ اصلی بچی عرشی ک
پاس موجود ہی اور وہ اسے ساتھ لئے ہوئے کامیابی سے سفر کر رہی ہے۔ البتہ یہ خدشہ ا
کے دل میں ہمیشہ موجود رہتا تھا کہ کہیں عرشی کسی مشکل کا شکار نہ ہو جائے۔ بعض اوقا
تو کسی شدید الجھن کا شکار ہو جاتے تھے۔ ہر بڑے حادثے سے نمٹنے کے بعد وہ یہ سوچ
تھے کہ پتہ نہیں عرشی اس حادثے سے یا اس مصیبت سے بچی یا نہیں۔ لیکن عرشی ناقابل
تسخیر ہونے کا ثبوت دے رہی تھی اور سرہدایت اللہ بعض اوقات حیرانی سے یہ سوچ
لگتے تھے کہ ان کی بیٹی ان سے زیادہ زیرک اور حالات کا مقابلہ کرنے کی اہل ہے۔ واق
اس نے کمال کر دکھایا تھا۔ نجانے اس کے ساتھ وہ کونسا گروہ تھا جو اسے ہر مشکل سے
بچائے ہوئے تھا۔ بڑی عجیب بات تھی ایک بار بھی ان کا ذہن سردار خان اور شمسہ ک
جانب نہیں گیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ دونوں ہی آفت تھے اور اپنا کردار اس خوش
اسلوبی سے نبھا رہے تھے کہ کسی کو ان کی ذات پر شبہ نہیں ہو پایا تھا۔ وقت گزر
رہا........ یہ نشست منتشر ہوگئی سب لوگ آرام کرنے لیٹ گئے پھر جب آسمان پر چاند
نے سر ابھارا تو یہ منظر ایسا نہ رہا کہ وہ لوگ سوتے رہتے۔ ایک وسیع و عریض علاقے م
چاندنی کی آگ سلگ اٹھی تھی۔ پیلی زمین نے اس روشنی کو اس طرح اگلنا شروع کر دیا
جیسے شعلے اگل رہے ہوں۔ وہ سب جاگ گئے تھے۔ شاید سرہدایت اللہ پارٹی پہلے بھی اس
منظر کو دیکھ چکی تھی۔ لیکن شمسہ اور سردار خان کے لئے یہ منظر بالکل نیا تھا۔ ایسا عجیب

وغریب منظر انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا' پیلی زمین واقعی کچھ ایسی خصوصیات کی حامل تھی کہ سائنس دانوں کے لئے ایک چیلنج کی شکل بھی اختیار کرسکتی تھی۔ بشرطیکہ کوئی سائنس نگاہ رکھنے والا اس علاقے میں نکل آئے۔ حالانکہ زمین کی رنگت زمین کی ہی ہونی چاہیے تھی۔ لیکن یوں لگتا تھا جیسے چاند سے اس کا خصوصی رابطہ ہو' بلکہ اگر شاعرانہ انداز میں سوچا جائے تو اسے چاند کی سرزمین ہی کہا جاسکتا تھا۔ کچھ ایسا رابطہ ہوا تھا زمین اور آسمان میں کہ اس سے پہلے ایسے رابطے نہیں دیکھے جاسکے تھے' چاروں طرف آگ ہی آگ بکھری ہوئی تھی' ٹھنڈی آگ جو بے حد خوشنما لگ رہی تھی۔ اس سنہری آگ کو کافی دیر تک وہ لوگ ساکت نگاہوں سے دیکھتے رہے۔" نادر شاہ نے کہا۔

"خدا کی قسم عرشی اس سے زیادہ حیران کن منظر اس سے پہلے کبھی دیکھا ہے؟"

"اوہ میرے خدا' پتہ نہیں کیوں یہ کیمرہ مینوں کی نگاہوں سے اوجھل رہا ہے۔ میرا خیال ہے اگر کوئی فلم ڈائریکٹر یہاں آکر اس علاقے کی شوٹنگ کرے تو ایک لازوال فلم تخلیق کرسکتا ہے۔"

"یقیناً' یقیناً۔ ویسے ہیرو اور ہیروئن اسے یہاں مل جاتے اور تلاش کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔"

"جی ہاں بچے سمیت۔" عرشی نے کہا اور ہنس پڑی وہ لوگ دیر تک اس ماحول کا جائزہ لیتے رہے۔ سب اپنے اپنے طور پر لطف اندوز ہو رہے تھے اور نادر شاہ اور عرشی بھی........ پھر اچانک ہی کچھ ہوا۔ کیونکہ لارک اینجلو اور مائیکل بائر خاصے مضطرب نظر آنے لگے تھے۔ انہوں نے پھرتی سے آگے بڑھ کر رائفلیں سنبھال لیں اور مستعد ہوگئے۔ تب نادر شاہ نے بھی ان لوگوں کو دیکھ لیا جو گھوڑوں پر سوار اسی سمت آرہے تھے۔ چاندنی میں ان کا جائزہ بغور لیا جاسکتا تھا۔ ان کی تعداد پانچ تھی اور وہ جوان نظر آتے تھے۔ گھوڑوں پر رائفلیں بھی لدی ہوئی تھیں۔ اصولی طور پر ان لوگوں کو ان پر فائرنگ کر دینی چاہیے تھی لیکن جس قسم کے یہ لوگ تھے اس کے تحت فوری طور پر یہ مناسب نہیں تھا' تاوقتیکہ دوسری جانب سے ان لوگوں پر فائرنگ نہ ہو' تاہم وہ خاموش کھڑے ان

لوگوں کا جائزہ لیتے رہے' پانچواں گھوڑے سوار تھوڑی دیر کے بعد ان کے قریب پہنچ اور گھوڑوں سے اتر گئے۔

یہ سب کڑی نگاہوں سے ان کا جائزہ لے رہے تھے۔ آنے والے نوجوان چست و چالاک لوگ تھے۔ ان میں دو سیاہ فام تھے اور تین یورپی ممالک کے باشند دونوں سیاہ فام بڑے تنومند تھے اور ان کے جسموں پر خاص قسم کے وردی نما لباس تھ ملگجے اور میلے بے شک ہو رہے تھے لیکن ان کے تنومند جسموں پر خوب سج رہے ت جب کہ سفید فام دبلے پتلے جسموں کے مالک تھے اور اپنے چہروں سے سخت نشے کے عا معلوم ہوتے تھے۔ ان میں سے ایک سفید فام نے آگے بڑھ کر کہا۔

"آہا آپ لوگ غالباً" اپنے کسی حملے کے خیال میں تھے آپ کی مستعدی سے ظاہر ہوتا ہے' نہیں جناب ایسی کوئی بات نہیں ہے ہم لوگ آپ کو دوستی کا پیغام دے ہیں۔"

کنور مہتاب علی نے کڑی نگاہوں سے انہیں گھورتے ہوئے کہا۔ "کون ہیں آپ لوگ.........."

"صحرا نورد.......... ہم جو.......... بس صحرائے اعظم کی وسعتوں میں مقدر آزما کے لئے نکلے ہیں' سونے کے متلاشی اور سونے کی اس سرزمین کو دور سے دیکھ کر ہم ا جانب آ گئے' ہمیں نہیں معلوم تھے کہ یہاں پہلے ہی کسی کی بادشاہت قائم ہیں۔"

"اگر یہ سونے کی سرزمین ہے تو اس کا سونا تمہیں مبارک۔ نہ ہم یہاں کے باش ہیں بلکہ ہم لوگ بھی سیاح ہیں اور اس پر اسرار جگہ سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر جناب.......... تعارف اس لئے ضروری نہیں کہ ہمارا ساتھ تو نہایت مختصر رہے گا لیکن براہ کرم اس جگہ کے بارے میں ہمیں تفصیلات بتا دیجئے۔ اگر آپ سیاح ہیں تو کیا آپ کو ایک ایسے کسی علاقے کے بارے پہلے سے معلومات حاصل تھیں؟"

سفید فام نوجوان کا لہجہ کسی خاص کیفیت کا حامل نہیں معلوم ہوتا تھا لیکن وہ س

کڑی نگاہوں سے ان کے جدید ہتھیاروں کو دیکھ رہے تھے جن میں سے کچھ گھوڑوں پر سجے ہوئے تھے اور پستولیں وغیرہ ان کی پیٹیوں میں اڑسی ہوئی تھیں' جنہیں انہوں نے نہ تو نکالنے کی کوشش کی تھی اور نہ ان کے انداز سے ایسا پتہ چلتا تھا کہ وہ کسی قسم کی جارحیت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کنور مہتاب علی نے اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا اور اس کے بعد انہیں رائفلیں جھکا لینے کا حکم دیا۔ جب سامنے سے اس قسم کی کوئی شرارت نہیں کی جا رہی تھی تو پھر ان کی طرف سے بھی اس قسم کی حماقت کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا تھا۔

"جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ ہم لوگ بھی سیاح ہیں اور درحقیقت چاند کی روشنی میں اس جگمگانے والی زمین کو دیکھ کر ہم بھی ششدر رہ گئے ہیں بے شک ان پہاڑوں کی رنگت مختلف ہے لیکن سونے کا وجود کہیں نہیں تھا.......... ہاں اگر آپ لوگ یہاں سونا تلاش کرنا چاہتے ہیں تو ضرور تلاش کیجئے ہمیں اعتراض نہیں ہو گا.........."

"نہیں یہ مقصد نہیں ہے' ہم تو ان علاقوں میں نجانے کہاں کہاں کی آوارہ گردی کر چکے ہیں۔ نہ تو ہمیں ہیروں کے وہ دریا ملے جن کے بارے میں کتابوں میں لکھا جاتا ہے کہ ان کی تہہ میں ہیرے بہتے ہیں اور ان کا پانی اتنا شفاف ہوتا ہے کہ تہہ نظر آتی ہے اور چمکدار پتھر وہاں بے قیمت لڑھکتے پھرتے ہیں۔ میرا خیال ہے افسانہ طرازوں نے افسانہ نگاری کر کے نجانے کتنے لوگوں کو صحرائے اعظم میں لا کر ہلاک کر دیا ہے' آپ لوگ ابھی تک ہماری طرف سے غیر مطمئن ہیں' اگر ہمیں کچھ وقت اپنے ساتھ گزارنے کی اجازت دے دیں تو ہم نہایت مسرت محسوس کریں گے اگر آپ کا خیال ہے کہ ہم غلط لوگ ہیں تو آنے والا وقت خود آپ کے اس خیال کی تردید کر دے گا۔"

"نہیں صحرائے اعظم ہماری ملکیت نہیں ہے اور زمین کے ہر ٹکڑے پر ہر شخص اپنی منزل بنا سکتا ہے۔ اگر آپ لوگ کچھ وقت یہاں گزارنا چاہیں تو بے شک گزاریئے۔ اگر آپ کا یہاں رک کر سونا تلاش کرنے کا ارادہ ہو تو ہم صبح کی روشنی میں یہاں سے آگے بڑھ جائیں گے کیونکہ ہمیں سونا درکار نہیں ہے چنانچہ آپ اطمینان سے یہاں بیٹھ سکتے ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ۔ جیک میرا خیال ہے گھوڑوں کو یکجا کردو اور یہاں تھوڑی
جگہ میں اپنا ٹھکانہ بنالو لیکن ان معزز لوگوں کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔" تمام تر گفتگو
وہی سفید فارم کر رہا تھا اور دوسرے سفید فام نے ایک سیاہ فام کو ساتھ لیا اور وہ لوگ
واپسی کے لئے مڑ گئے۔ گھوڑوں کو یکجا عجیب طریقے سے کیا گیا تھا۔ ان کی لگاموں میں
ایسے ہک موجود تھے جو انہیں ایک دوسرے سے منسلک کر دیتے' اب یہ صورت حال تھی
کہ پانچوں گھوڑے بالکل قریب ہوگئے تھے اگر وہ فرار ہونے کی کوشش کرتے تو
صرف اسی صورت میں ممکن تھا کہ وہ جب منظم طریقے سے ایک سمت اختیار کرکے
بھاگیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو دوسرے گھوڑوں کے فرار کی کوشش بے مقصد ہوتی کیونکہ
باقی گھوڑے ان کے مزاحم ہوتے۔

ان لوگوں نے دلچسپی سے یہ طریقہ کار دیکھا تھا۔ پانچوں آدمی پھر یکجا ہوگئے اور انہوں نے ان سے کچھ فاصلے پر اپنے لئے ایک جگہ منتخب کرلی پھر وہاں بیٹھ گئے۔ اب تک کے انتظامی امور سے نمٹتے ہوئے سب ہی مصروف ہوگئے تھے لیکن شاید انہیں اس بات کی توقع تھی کہ یہاں نظر آنے والے لوگ ان سے دوستی کریں گے اور ان کے ساتھ کچھ دیر بیٹھنا پسند کریں گے۔

ادھر کنور مہتاب علی نے سرہدایت اللہ وغیرہ سے کہا تھا۔ "کیا خیال ہے کس طرح کے لوگ لگتے ہیں؟"

"اچھے نہیں معلوم ہوتے۔" سرہدایت اللہ نے فوراً ہی جواب دیا اور کنور مہتاب علی پر تشویش نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔ مائیکل بائر لارک اینجلو اور ریٹا ہاروے بھی قریب ہی کھڑے ہوئے تھے۔ مائیکل بائر نے کہا۔

"کیا کیا جاسکتا ہے' ظاہر ہے ہم انہیں یہاں قیام کرنے سے نہیں روک سکتے۔"

"بے شک لیکن مسئلہ بڑا ٹیڑھا ہے اگر یہ لوگ واقعی غلط ہیں تو ہمیں زیادہ سے زیادہ کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ہیں کون۔ انہوں نے جو کچھ کہا ہے ہم اس کی تردید

بھی کسی طرح نہیں کرسکتے اور ہمیں اس کا حق بھی حاصل نہیں ہے لیکن اگر انہوں نے کوئی شرارت کی تو..........؟"

"مجبوری ہے ان کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔"

"ایک ترکیب اور بھی ہوسکتی ہے۔" ریٹا ہاروے بولی۔

"کیا؟"

"ہم اپنا سازو سامان سمیٹ کر یہاں سے آگے بڑھ جائیں۔"

"عجیب لگے گا.......... وہ لوگ اگر کسی شرارت کے نظریئے سے یہاں آئے ہیں تو ہمارا تعاقب بھی کرسکتے ہیں۔"

"تو پھر کیا کیا جائے.........مائیکل بائر بولا۔ لیکن اس کی اس بات کا جواب کوئی بھی نہیں دے سکا۔ وہ پانچوں اطمینان سے بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے اور اطراف میں اشارے کرتے جارہے تھے بظاہریوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اس انوکھی زمین کے بارے میں ڈسکس کر رہے ہوں اور کچھ کہا بھی نہیں جاسکتا تھا' ویسے یہ حقیقت تھی کہ ان کم بختوں کی اچانک آمد نے اس منظر سے لطف اندوز ہونے کا موقع ضائع کردیا تھا اور اب سب کے سب کسی قدر تشویش کا شکار ہوگئے تھے۔ سرہدایت اللہ نے کہا۔"

"اس کے علاوہ ہم لوگ اور کچھ نہیں کرسکتے کہ رات بھر جاگتے رہیں اور ان کی نگرانی کریں۔ یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ ہم ہتھیار سنبھالے ہوئے ان کی جانب نگران رہیں اس سے خواہ مخواہ ایک دشمنی کی فضا پیدا ہوتی ہے۔"

"دوسری صورت یہ ہے کہ ان لوگوں سے تھوڑا سا رابطہ رکھا جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ قہوے کا ایک ایک پیالہ انہیں پلا دیا جائے۔"

"یہ بات بھی باعث تشویش ہے کہ ان لوگوں کے پاس کھانے پینے کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ وہ کہیں نہ کہیں سے تو کھاتے پیتے ہوں گے؟"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"یہ کہ ان کا رابطہ کہیں اور سے ہے اور وہ خصوصاً ہماری طرف آئے ہیں۔ اس بات نے سب کو مزید تشویش کا شکار کر دیا تھا۔ بہرحال طے یہی ہوا کہ ان لوگوں سے تھوڑی سی دوستی کی جائے اور اس کا ذریعہ قہوہ ہی تھا۔"

دوسری طرف نادر شاہ عرشی سے کہہ رہا تھا۔ "عرشی ہوشیار........گل کے تحفظ کا بندوبست کرلو مجھے یہ لوگ اچھے نہیں لگتے۔"

عرشی نے بھی پر تشویش نگاہوں سے نادر شاہ کو دیکھا اور بولی۔

"میں تمہاری نظر کو چیلنج نہیں کر سکتی۔ ظاہر ہے پولیس سے تعلق رہا ہے تمہارا، خود میرا بھی یہی خیال ہے۔ ایک بات کہوں نادر شاہ؟"

"ہاں........"

"کیا یہ سی گال کے ساتھی ہو سکتے ہیں؟"

"تم نے میرے منہ کی بات چھین لی۔"

"اور ہماری طرف ان کا رخ کسی بھی مقصد کے تحت ہو سکتا ہے عرشی، خصوصاً تمہیں خطرہ ہے؟"

"خیر اب اس کی پرواہ مت کرو۔ میں اپنا تحفظ خود کرنا جانتی ہوں۔"

"حد سے زیادہ خود اعتمادی بعض اوقات نقصان دہ ہو جاتی ہے عرشی۔"

"اگر اپنی بات کرتے ہو تو وہ بالکل مختلف ہے براہ کرم اس کا تذکرہ اب کبھی مت کرنا۔"

"برا نہ مانو........ میرا مطلب یہ ہے کہ تم اب میری ذمہ داری ہو، میں کسی بھی قیمت پر تمہارے لئے کوئی رسک نہیں لے سکتا اور نا ہی میرے ان الفاظ میں مذاق ہے اور نا کوئی ایسی بات جس سے تمہاری توہین ہوتی ہو۔"

"میں سمجھتی ہوں نادر شاہ........" عرشی نے بھی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

نادر شاہ نے اس وقت مذاق کی کوئی بات نہیں کی تھی اس نے کہا۔

"دیکھو عرشی بعض معاملات میں بڑی جلد بازی ہو جاتی ہے اور اپنی رائے نہ دینا نقصان دہ بھی ہوتا ہے اب اگر انہیں قہوے کا پیالہ دیا جاتا اور ہمارے ساتھ مسٹر جیمس پیرے ہوتے تو کیا وہ قہوہ اس قسم کا نہ ہوتا جیسا ہم لوگوں کو دیا گیا تھا، میرا مطلب ہے ان لوگوں کو جو بے ہوش ہوگئے تھے۔"

"تم سچ کہتے ہو نادر شاہ واقعی اس وقت جیمس پیرے کی موجودگی خاصی کار آمد ثابت ہوتی لیکن ہم نے تو خاصا فاصلہ طے کرلیا ہے۔"

"بہت کچھ ہو سکتا ہے اور بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔"

"کیا؟"

"اچھا عرشی چھوڑو ان باتوں کو........ اب اس وقت ان لوگوں کا مسئلہ ہے تم یوں کرو، گل کو اس چٹان کے نیچے لٹا دو۔"

"مطلب؟"

"ذرا احتیاط کے ساتھ، وہ جگہ اس طرح محفوظ ہے کہ وہاں کسی اتفاقی ہنگامہ آرائی سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا کسی کو۔"

"ٹھیک ہے اس کے بعد........"

"اس کے بعد ہمیں اپنے طور پر مستعد رہنا ہوگا، میرے خیال میں رائفلوں سے زیادہ پستولیں کار آمد ہیں۔"

"ہمارے پاس پستولیں تو ہیں؟"

"ہاں۔ انہیں لوڈ کرلو اور ان کے کارتوس اپنے پاس محفوظ کرلو۔" عرشی نے نادر شاہ کے لہجے میں سنسنی محسوس کی تھی اور پھر اس نے گل کو بڑی عمدگی کے ساتھ بستر کرکے ایسی جگہ لٹا دیا جہاں وہ خاصی محفوظ تھی، نادر شاہ اور عرشی خود بھی وہیں بیٹھ گئے تھے۔ چند لمحات کے بعد نادر شاہ نے سرگوشی کے لہجے میں عرشی سے کہا۔

"محسوس نہ کرنا یہاں جو بستر نظر آرہے ہیں وہ ایسے ہی لگیں گے جیسے میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن مجھے اس چٹان کے عقب میں جانا ہوگا۔"

"نادر شاہ تم بہت زیادہ سنجیدہ نہیں ہو گئے.........."

"عرشی کچھ نہ کچھ ہو گا ضرور۔ یہ میرا دعویٰ ہے۔" نادر شاہ نے کہا اور عرشی ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی تب وہ مسکرا کر بولا۔

"لیکن تشویش کی بات نہیں ہے ایسے ہی موقعوں کے لئے تو ہم جیسے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"خدا تمہیں محفوظ رکھے۔" عرشی نے خلوص دل سے کہا اور نادر شاہ آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

"کک کک کیا کہا۔ کیا کہا.......... ذرا.......... ذرا پھر سے"

"نہیں پلیز مذاق نہیں.......... میں بالکل سنجیدہ ہوں۔" عرشی نے کہا اور نادر شاہ ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

"بہرحال اس دعا کے لئے شکریہ۔" اس کے بعد نادر شاہ اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ ادھر کنور مہتاب علی اور سرہدایت اللہ نے دوبارہ قہوہ تیار کرایا اور اس کے بعد وہ لوگ قہوے کے مگ لئے ہوئے ان کے پاس پہنچ گئے۔ پانچوں نے مسکرا کر ان کا استقبال کیا تھا۔

"او تھینک یو بہت بہت شکریہ' درحقیقت ہم اپنے سازو سامان سے محروم ہیں اور اس قسم کی چیز پیئے ہوئے تو ہمیں بڑا عرصہ بیت گیا۔ آپ لوگوں کا بے حد شکریہ۔" ان میں سے ایک نے کہا اور قہوے کے یہ مگ قبول کر لئے گئے۔ پھر انہوں نے خاموشی سے قہوہ پینا شروع کر دیا۔

عرشی نے نادر شاہ سے کہا۔ "یہاں ذرا سی غلطی نہیں ہوئی ان سے.........."

"کیا مطلب؟"

"انہیں یہ سوچنا چاہئے تھا کہ اس قہوے میں کوئی نشہ آور شے شامل کر دی گئی ہے۔"

"نادر شاہ نے عرشی کی بات کا جواب نہیں دیا اور عرشی نے خود ہی تھوڑی دیر کے

بعد کہا۔"

"ہو سکتا ہے انہوں نے اس پر غور ہی نہ کیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے نادر شاہ کہ درحقیقت وہ ہمارے لئے بے ضرر ہی ثابت ہوں۔"

"ہاں ہو سکتا ہے۔ لیکن اس وقت واقعی ان لوگوں کی آمد نے ہمارے اس پرسکون ماحول میں ایک ہلچل پیدا کر دی ہے۔" عرشی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ قہوہ پی لیا گیا اس کے بعد وہ سب لوگ سونے کی تیاریاں کرنے لگے۔ بظاہر یہ محسوس ہوتا تھا جیسے وہ بالکل بے ضرر لوگ ہوں۔ لیکن بہرطور ان کی آمد اور ان کی شخصیت کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

ادھر کنور مہتاب علی اور سرہدایت اللہ بھی ان کی تمام حرکات کا بنظر غائر جائزہ لے رہے تھے اور ایک عجیب سی تشویش میں مبتلا تھے۔ پھر یہ لوگ بھی آرام کرنے لیٹ گئے لیکن طے یہ کر لیا گیا تھا کہ باری باری ہر شخص جاگے گا اور یہ لوگ اس قدر قریب رہیں گے کہ انہیں کوئی مشکل پیش نہ آئے اور ایک لمحے میں سب مستعد ہو جائیں ساتھ ہی رائفلیں وغیرہ بھی رکھ لی گئی تھیں تاکہ انہیں اٹھانے میں کوئی دقت نہ ہو۔ پہلے دو گھنٹے تک مائیکل بائر جاگتا رہا۔ باقی لوگوں کو سونے کے لئے کہہ دیا گیا تھا' کوئی ڈیڑھ یا دو گھنٹے کے بعد نادر شاہ نے عرشی کو ہوشیار کیا اور اسے کچھ ہدایات دینے کے بعد اس بڑی سی چٹان کے عقب میں پہنچ گیا جس کے نیچے عرشی آرام کر رہی تھی۔ گل کو محفوظ کر دیا گیا تھا۔ اس بچی میں عجیب و غریب خصوصیات پائی گئی تھیں اب تک کا سفر نہایت پر صعوبت تھا لیکن بچی نے ایک لمحہ بھی کسی کو پریشان نہیں کیا تھا۔ وہ تندرست و توانا رہی تھی اور موسمی اثرات نے باقی سب کو کسی نہ کسی شکل میں متاثر کیا تھا۔ لیکن گل پر کسی قسم کے موسم کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا' وہ خوش و خرم اور چست و چالاک تھی اور اس بات پر بھی ان لوگوں نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ چونکہ اس کا خمیر اس مٹی سے اٹھا ہے اس لئے یہ مٹی اس کے لئے بے ضرر ہے بہرحال عرشی خود بھی جاگتی رہی۔ پستول اس کے پاس موجود تھا۔ پھر چاند کا روشن گولہ بجھ گیا یا تو وہ بادلوں کے کسی ٹکڑے میں جا چھپا تھا یا پھر اس کا

سفر مکمل ہوگیا تھا۔ روشن زمین بجھ گئی تھی اور ماحول پر مدہم اندھیرا مسلط ہوگیا تھا۔ پانچوں آنے والے گہری نیند سو رہے تھے اور خاموش ماحول میں ان کی سانسوں کی بازگشت با آسانی سنی جاسکتی تھی۔

مائیکل بائر کی ڈیوٹی ختم ہوئی تو اس نے لارک اینجلو کو جگا دیا اور لارک اینجلو مائیکل بائر کی جگہ آگیا۔ جبکہ مائیکل بائر کروٹ بدل کر سوگیا تھا لارک اینجلو نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انہیں دیکھا اور پھر دل میں سوچا یہ لوگ واقعی بے ضرر ہیں بلا وجہ ان کے لئے اس قدر مشقت کی جارہی ہے۔ لیکن احتیاط بہرطور احتیاط ہوتی ہے۔ البتہ نیند سے جاگنے کی وجہ سے اس کی آنکھوں پر شدید بوجھ تھا اور پھر ہوا اس قدر خنک اور فرحت آمیز تھی کہ لارک اینجلو کی آنکھیں کوشش کرنے کے باوجود بند ہوئی جارہی تھیں اور وہ سوتے ہوئے ذہن پر قابو نہیں پاسکا اور اپنی ڈیوٹی پر مستعد نہ رہ سکا چنانچہ کچھ ہی دیر کے بعد وہ گہری نیند سوگیا اور وقت گزرتا رہا........ پھر اس وقت صبح کے ساڑھے چار بجے ہوں گے جب ان پانچوں نے گردنیں اٹھائیں ایک دوسرے کو دیکھا اور ہوشیار ہوگئے۔ ان کی نگاہیں ان سونے والوں کا جائزہ لے رہی تھیں جو قریب قریب گہری نیند سو رہے تھے اور پھر ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ انہوں نے پستول سنبھالے اور پھر چھپکلیوں کی طرح زمین پر رینگنے لگے۔ وہ اس معاملے میں کافی مشاق معلوم ہوتے تھے کیونکہ ان کے رینگنے کی آوازیں تک نہیں ابھر رہی تھیں اور وہ کامیابی سے یہ فاصلے طے کر رہے تھے دیکھتے ہی دیکھتے وہ ان لوگوں کے قریب پہنچ گئے اور سونے والوں کو ان کے قرب آنے کی ذرہ برابر آہٹ تک نہیں ہوئی۔

پھر انہوں نے تھوڑی تھوڑی گردنیں اٹھائیں اور ان کے ہتھیاروں کو دیکھا۔ یہ ہتھیار اس طرح ان کے قریب رکھے ہوئے تھے کہ اگر انہیں چھونے کی کوشش کی جاتی تو وہ لوگ جاگ سکتے تھے اور بہرحال کچھ نہ کچھ تو ہو ہی جاتا' وہ پانچوں صورت حال کا جائزہ لیتے رہے اور اس کے بعد غالباً" انہوں نے ایکشن کا فیصلہ کرلیا۔

سب سے زیادہ تشویش زدہ فیروز ہی تھا' جب تک یہ لوگ یہاں رہے فیروز سولی پر لٹکا رہا' جیمس پیرے وغیرہ کو یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ مرزا نصیر بیگ سے اس کا کیا رابطہ ہے اور مرزا نصیر بیگ کے سامنے بھی نہیں جاسکتا تھا' ایک لمحے میں سارا کھیل بگڑ جاتا کیونکہ مرزا نصیر بیگ یہ بات جانتا تھا کہ فیروز کنور مہتاب علی کا ساتھ دے رہا ہے' جیمس پیرے کے بارے میں بہرطور فیروز کو یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ غلط انسان نہیں ہے' لیکن اپنی اس مہم کی کامیابی کے لئے ہر طرح کی شخصیت اختیار کرنے کو تیار ہے ایسی صورت میں فیروز کے لئے بڑے مشکل حالات پیدا ہوگئے تھے' بعض اوقات وہ یہ سوچنے لگتا تھا کہ اس نے ضرورت سے زیادہ احتیاط کا مظاہرہ کیا ہے اسے ان لوگوں کے ساتھ ہی نکل جانا چاہیے تھا معاملہ مرزا نصیر بیگ کا تھا' جیمس پیرے سے اسے کیا لینا تھا' لیکن بس غلطی ہوگئی' کنور مہتاب علی نے بھی اس سلسلے میں کسی قسم کے تردد کا اظہار نہیں کیا تھا اور فیروز کی باتوں سے متفق ہوگیا تھا' لیکن اب فیروز کو بڑی تشویش پیدا ہو چلی تھی' یہ احساس بھی دل میں تھا کہ نصیر بیگ کے بارے میں یہ معلومات کار آمد ہے اگر کسی طرح کنور مہتاب علی سے رابطہ قائم ہو سکا' تو وہ انہیں یہ بتانے کے قابل تو ہے کہ نصیر بیگ غافل نہیں ہے اور کامیابی سے ان کا تعاقب کر رہا ہے۔ اس تمام سفر کے دوران پہلی بار نصیر بیگ کی موجودگی کے شواہد ملے تھے پھر جب غیر متوقع طور پر نصیر بیگ وقت سے پہلے یہاں سے نکل گیا تو

فیروز نے ہی سب سے زیادہ سکون کا سانس لیا تھا' ایک مشکل تو حل ہوگئی تھی' اب دیکھنا ہے کیا ہوتا ہے۔ ادھر جیمس پیرے اور اس کے ساتھی بس اس بات کے منتظر تھے ایمرے کی حالت بہتر ہو جائے۔ ان آنے والوں کے بارے میں ان کے خیالات متضاد مارٹن کا کہنا تھا کہ یہ شخص کچھ عجیب و غریب فطرت کا مالک ہے اور اس سے نقصان سکتے ہیں۔ جیمس پیرے کا کہنا تھا کہ بہرحال ان کا ساتھ کسی بھی طرح اختیار نہیں کیا جا تھا' یہ گفتگو بھی ان لوگوں کے درمیان ہوئی تھی کہ آگے جانے والے کنور مہتاب علی سرہدایت اللہ وغیرہ غیر متعلق لوگ نہیں تھے اور مرزا نصیر بیگ کے بیان کی موجودگی ایک بار پھر یہ خیالات تازہ ہو جاتے تھے کہ یہ وہی لوگ تھے اور ان کا رخ نیل کنٹھ کی طرف تھا۔" مارٹن اور ایمس نے کہا۔

"مسٹر پیرے بہتر یہ ہوتا کہ ہم لوگ ان کے ساتھ ہی ہوتے ہمیں ان کی شخصیت کے بارے میں یہ اندازہ تو ہو ہی گیا تھا کہ وہ صلح پسند لوگ ہیں اور اگر انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جاتا تو ان سے کوئی نقصان پہنچنے کا احتمال بھی نہیں تھا۔"

"میں یہ بات مانتا ہوں' بے شک وہ سب اچھے لوگ تھے لیکن وہ خود ہم سے تعاون پر آمادہ نہیں تھے اصل میں اس نئی صورت حال سے میں نے جو نظریہ قائم کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم اس نوجوان کا ساتھ دیں تو ان لوگوں کی نسبت زیادہ آسانی سے نیل کنٹھ تک پہنچا جاسکتا ہے کیونکہ بہرحال ایمرے اور یوٹ کا اپنا ایک کردار بھی ہے اور ان جنگلوں سے ان لوگوں کی نسبت زیادہ واقف ہیں' پھر نیل کنٹھ کا نام ایمرے کی زبان سے سنا گیا ہے اور اس نے جو انکشافات کئے ہیں شاید اس کے بارے میں خود ان جوؤں کو بھی نہیں معلوم تھا وہ شاید اپنے مشن سے بہت زیادہ مطمئن بھی تھے کیونکہ اگر انہیں ایمرے کی ذات سے یہ دلچسپی ہوتی تو وہ کبھی ہمارا ساتھ نہ چھوڑتے......"

"تو پھر اب آپ کا کیا ارادہ ہے......"

"میرا خیال ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے ایمرے کو سفر کے لئے آمادہ کر جائے اور سب سے پہلے ہمیں اس کے لئے کچھ کرنا ہوگا۔"

"یہی تو سب سے زیادہ خطرناک تصور ہے' مسٹر جیمس پیرے۔" مارٹن نے کہا۔

فیروز کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ جیمس پیرے اصل میں جیمس پیرے نہیں ہے اس نے تفصیل کنور مہتاب علی کو بتا دی تھی' لیکن جیمس پیرے کے تمام ساتھی اسے جیمس پیرے ہی کہہ کر مخاطب کرتے تھے تاکہ جو شکل اس نے اختیار کی ہے وہ قائم رہے اور کسی کو اس کے بارے میں شبہ نہ ہونے پائے۔

"میں سمجھتا ہوں' تم یہ کہنا چاہتے ہو نا کہ ایمرے کا کام کرنے کے لئے ہمیں سی گال کا سامنا کرنا ہوگا۔"

"میں بالکل یہی کہنا چاہتا ہوں۔"

"دیکھو' اس سلسلے میں دو باتیں میرے ذہن میں ہیں' نمبر ایک تو یہ کہ سی گال بردہ فروش ہے اور اس نے ان علاقوں میں قیامت مچا رکھی ہے' نمبر دو یہ کہ اس کے قبضے میں وہ کی ایلما برانٹ ہے' میں یہاں تشدد کی راہ اپنانے کے لئے نہیں آیا ہوں لیکن اگر ایک کسی مسئلے کو حل کرنے کے لئے ہمیں اپنا انداز بھی بدلنا پڑے تو کیا یہ مناسب نہیں ہے کیا یہ جائز نہیں ہوگا۔"

"انداز بدلنے سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"قتل و غارت گری خون ریزی۔" جیمس پیرے نے کہا۔

"کیا ہمارے لئے یہ ممکن ہے۔" ایمس بولا۔

"مسٹر جیمس پیرے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارا مشن ہمارے لئے عبادت کا درجہ رکھتا ہے لیکن بہرحال انسانی زندگی کو ختم کرنا بھی تو ایک مشکل کام ہوتا ہے۔"

"تم میں سے اگر کوئی اس سلسلے میں اپنے آپ کو معذور پاتا ہے تو مجھے افسوس ہوگا۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے' بس ذرا اپنا انداز تبدیل کرنا ہوگا۔"

"گویا آپ یہ طے کر چکے ہیں۔" مسٹر جیمس پیرے کے اگر ہمیں ایمرے کے لئے کسی سے جنگ بھی کرنا پڑے تو ہم اس سے گریز نہیں کریں گے۔"

"ہاں اور ہماری یہ جنگ احمقانہ نہیں ہوگی بلکہ اس کے لئے ہمیں پوری
سے کام کرنا ہوگا اور محنت کرنا ہوگی' ہم اپنے آپ کو سب سے زیادہ چالاک نہیں
لیکن اپنے مشن کی تکمیل کے لئے ہمیں ہر طرح کی ذہانت سے عمل کرنا پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر پیرے' ہم سب آپ کے ساتھ ہیں' زندگی میں اگر یہ پہلو
اختیار کرنا پڑا تو آپ اطمینان رکھیئے ہم اس سے گریز نہیں کریں گے پھر اسی شام ا
اور یوٹ کے ساتھ میٹنگ کی گئی۔" یوٹ اپنے آقا کی تیمارداری میں مصروف تھا' ا
بہت بہتر حالت میں نظر آرہا تھا' لیکن اس کے چہرے پر حزن وملال کے آثار صاف
جارہے تھے' جیمس پیرے نے اس سے اس کی خیریت پوچھی تو ایمرے نے افسردہ لہجے
کہا۔

"میں تقریباً ٹھیک ہوں مسٹر جیمس پیرے' لیکن میرے ذہن و دل کی کیفیت
نہیں ہے' میں شرمندہ ہوں آپ سے کہ بلاوجہ آپ پر بوجھ بن گیا اور آپ کے
مسائل پیدا کئے لیکن کیا کیا جائے انسان کی زندگی میں بعض مجبوریاں ایسی ہوتی ہیں
اسے دوسروں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا ہے........"

"نہیں مائی ڈیئر ایمرے' ایسی کوئی بات نہیں ہے ہم لوگ جنگ و جدل سے نا
لوگ ہیں اس کا اندازہ تم ہماری عمروں سے لگالو لیکن بہرطور تمہارے لئے ہم زندگی
بازی لگادیں گے اور تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دیں گے۔"

"کاش میں آپ کو آپ کے اس احسان کا صلہ دے سکوں۔"

"میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں ایمرے کے اندرونی طور پر تم خود کو کیا محسوس
رہے ہو؟ کیا تم سفر کرنے کے قابل ہو؟"

"آہ اگر مجھے ایک گھوڑا مل جائے تو میں یوٹ کو اپنے ساتھ بٹھا کر صحرا کے
کے چپے چپے کو کھنگال ڈالوں' اور ایلما برانٹ کو تلاش کرلوں' لیکن آپ میری بے
سمجھ سکتے ہیں' میرے دل میں بارہا یہ خیال آیا تھا کہ وہ مہمان جو یہاں پناہ گزیں ہو
ان سے رابطہ قائم کروں اور ان سے کہوں کہ مجھے ایک گھوڑا عنایت کر دیں'

اپنے مشن کا آغاز کرسکوں لیکن یوٹ نے مجھے سمجھایا اور کہا کہ بھلا انہیں مجھ سے کیا
دلچسپی ہوسکتی ہے چنانچہ میں خاموش رہا۔"

"نہیں ڈیئر ایمرے فی الحال میں تمہیں گھوڑے کی سواری کی اجازت نہیں دے
سکتا اور پھر واقعی ان لوگوں سے گھوڑا مانگنا بے مقصد ہی ہوتا کیونکہ ان کے پاس ان کی
ضرورت کے مطابق گھوڑے تھے۔"

"ہاں یہ بات بالکل درست ہے' لیکن مسٹر جیمس پیرے میں واقعی سفر کرنے کے
قابل ہو چکا ہوں اور اپنے اندر کوئی کمزوری نہیں پاتا۔ آپ نے جس حیرت ناک مسیحائی کا
ثبوت دیا ہے اس پر میں اور یوٹ اکثر گفتگو کرتے رہتے ہیں۔"

"لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے مسٹر ایمرے کے ہم سی گال کا پتہ کیسے پاسکتے ہیں۔"

"اگر میرے آقا کی اجازت ہو' عظیم آقا تو اس سوال کا جواب میں دینا چاہتا
ہوں۔" بونے یوٹ نے کہا۔

"ہاں کیوں نہیں۔" جیمس پیرے بولا۔

"قدرت نے مجھے کچھ ایسی خصوصیات سے نوازا ہے۔ مجھے امریکہ میں حیرت ناک
نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا بلکہ ایک بار تو میں بڑی مشکل میں گرفتار ہوگیا تھا کیونکہ امریکہ
پولیس نے مجھے ان خصوصیات کی بناء پر محکمہ پولیس میں بھرتی ہونے کے لئے زور دینا
شروع کردیا تھا وہ تو خدا بھلا کرے مسٹر لیمی برانٹ کا کہ انہوں نے مجھے اس مشکل سے
نکال لیا کیونکہ ان کے خیال میں میرا مشن کچھ اور ہی تھا۔"

"وہ کیا خصوصیات ہیں۔"

"عام لوگوں کی حسیات کے برعکس میں' زمین سے کان لگا کر میلوں دور کی آوازیں
سن لیتا ہوں۔ اس کے علاوہ ہواؤں میں کتوں کی طرح وہ خوشبو سونگھ لیا کرتا ہوں جو کسی
مخصوص شخص کی ہوتی ہیں مثلاً" اور تو کچھ نہیں لیکن اپنی مالکہ ایلما برانٹ کے وجود کی
خوشبو میری ناک میں رچی ہوئی ہے ان کا لباس بھی ہمارے پاس موجود ہے جس میں یہ
خوشبو بسی ہوئی ہے' میں یہ نہیں کہتا کہ میری مالکہ کو زمین پر چلا کر لے جایا گیا ہوگا اور

میں ان کے قدموں کی بو سونگھ سکتا ہوں کیونکہ وہ گھوڑوں پر سوار تھے لیکن ان کے بدن سے اٹھنے والی خوشبو کو میں ناجانے کتنے فاصلے سے محسوس کر سکتا ہوں اس طرح ہم بھی گال کی راہ پر لگ سکتے ہیں۔"

"حیرت انگیز' اور تم نے جس قدر اعتماد سے یہ بات کہی ہے وہ مزید حیرت ناک ہے مائی ڈیئر مسٹر یوٹ۔"

"میں ان الفاظ کے لئے آپ کا شکر گزار ہوں۔"

"گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اگر ہم یہاں سے نکل کر سی گال کی تلاش میں آگے بڑھیں تو وہ رخ پہچان سکتے ہو جہاں وہ موجود ہے۔"

"یقیناً" لیکن صرف اپنی مالکہ ایلما برانٹ کے وجود کی خوشبو سے..........."

"اس کا مطلب ہے کہ ہم سفر کا آغاز کر سکتے ہیں' ہمارے پاس یہ بڑا ٹرک موجود ہے جو مسٹر ایمرے کو احتیاط کے ساتھ آگے لے جاسکتا ہے اور اس دوران ان کے زخموں میں اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو وہ بھی درست ہو جائے گی' لیکن یہ بات تم لوگوں پر منحصر ہے اگر تم آگے سفر کرنا چاہتے ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"آہ آپ نے ہمارے دلوں میں چھپی ہوئی باتوں کو روشن کر دیا ہے مسٹر جیمس پیرے' ہماری دلی خواہش یہی ہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے مسٹر ہیوٹ اور مسٹر ایمرے ہم تیاریاں شروع کر دیتے ہیں البتہ آپ سے اب کچھ ذاتی باتیں بھی کرنا چاہتا ہوں میں۔"

"کاش ہم آپ کی ذات کے کسی کام آسکیں یہ ہماری دلی آرزو ہے۔" ایمرے نے جواب دیا۔

"ڈیئر ایمرے اصل میں ہماری منزل نیل کنٹھ تھی اور میں تمہیں ان سچائیوں سے ناواقف نہیں رکھنا چاہتا جو میرے دل میں بسی ہوئی ہیں' تھوڑی بہت تفصیل تو تمہیں میں اپنے بارے میں بتا چکا ہوں۔ میں ایک ایسے مشن سے وابستہ ہوں جو انسانی زندگی کے لئے بڑی اہم آہمیتوں کا حامل ہے لیکن اس مشن کی تکمیل کے لئے میرے پاس سرمایہ نہیں

ہے' ہم نے وہ اپنے تمام ذرائع استعمال کر لئے جن سے ہمیں سرمایہ حاصل ہو سکتا تھا لیکن میں کہیں سے کوئی مدد نہیں ملی' دنیا صرف اسے سراہتی ہے جو نمایاں ہو چکا ہو لیکن جو بے پناہ صلاحیتیں رکھنے کے باوجود نمایاں ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے وہ تاریکیوں میں ہی مرجاتے ہیں' مجھے اپنے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے سرمایہ درکار ہے اور جب میرے سامنے کوئی راستہ نہیں رہا تو میں نے صحرائے اعظم کا رخ کیا' نیل کنٹھ کے بارے میں مجھے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں وہ یہ ہیں کہ نیل کنٹھ پہنچ کر ہماری اس خواہش کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ ہمیں وہاں سونے کے ذخیرے اور ہیرے مل سکتے ہیں۔ اگر ہمیں یہ چیزیں مل جائیں تو مہذب دنیا میں آکر ہم اپنا مقصد پورا کر سکتے ہیں۔"

"آہ کاش۔ ہم اس خواہش کی تکمیل میں آپ کے مددگار بن سکیں۔" ایمرے نے خلوص سے کہا۔

"تم ہماری مدد کر سکتے ہو ایمرے۔" ایلما برانٹ کے حصول کے بعد کیا تم تاری ویگا جاؤ گے۔"

"ہاں۔ ہمارا یہی ارادہ ہے۔"

"تب ٹھیک ہے۔ ہم نیل کنٹھ جاکر قسمت آزمائی کریں گے۔"

"ہم آپ کی ضرور مدد کریں گے۔"

"یہی ہماری محنت کا صلہ ہوگا۔"

"میرا وعدہ ہے۔" ایمرے نے کہا۔

"تب پھر کل صبح ہم اپنے سفر کا آغاز کر دیں گے۔" پیرے نے کہا۔

سب سے زیادہ خوشی فیروز کو ہوئی تھی۔ اسے خدشہ تھا کہ اگر یہاں طویل قیام کیا گیا تو کنور مہتاب علی گروپ بہت دور نکل جائے گا اور اس کے بعد ممکن ہے ان لوگوں سے رابطہ بھی نہ ہو سکے۔

فیروز اپنے آپ پر غور کرتا تو کبھی کبھی اسے عجیب احساسات ہوتے تھے۔ اپنی ایک زندگی تھی اور بری نہیں گزر رہی تھی۔ اس کے بعد نصیر بیگ کا معاملہ آیا اس کے ذریعہ

کنور مہتاب علی سے ملاقات ہوئی اور نوبت یہاں تک آگئی۔ پتہ نہیں کیوں یہ سب ہ تھا۔ لیکن اب ہو ہی کیا سکتا تھا کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

تیاریاں ہوگئیں۔ ٹرک کو ٹھیک ٹھاک کیا گیا اور پھر دوسری صبح ان لوگوں نے قلعہ چھوڑ دیا جہاں انسانی ضروریات کے کچھ سامان کے علاوہ کچھ لاشیں دفن تھیں۔

قلعے سے باہر نکلتے ہوئے جیمس پیرے نے کہا۔ ”کس قدر ناپائیدار ہیں ہم لوگ۔ چند سانسیں اپنے بس میں نہیں ہیں۔ کائنات کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ لینا چاہتے ہیں۔“

”انسان یہ کیوں نہیں سوچتا مسٹر پیرے۔“

”بس میرے خیال سے اسے سوچنا بھی نہیں چاہیے۔“

”کیوں؟“

”گردش کائنات رک جائے۔ یہ ایک انوکھا پہلو ہے۔ ہر شخص یہ بات جانتا ہے لیکن اسے نظرانداز کرتا ہے۔ نہ کرے تو معطل ہوں اور صرف ایک انتظار کرے۔ ان سانسوں کے رک جانے کا۔ یہ قلعہ کس تگ و دو سے بنایا گیا ہوگا۔؟“

”بیشک۔“

”آخر کس لئے۔ کچھ تو سوچا ہوگا بگ بوردل نے۔“

”لیکن مسٹر پیرے۔ اب اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ صحرائے اعظم میں مشکلات کے شکار لوگ یہاں آکر سکون کے کچھ لمحات ضرور حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ بگ بوردل کا ان پر احسان ہوگا۔“

”بیشک۔ لیکن کچھ اور بھی ہو سکتا ہے؟“

”وہ کیا؟“

”اگر یہ کچھ برے لوگوں کے ہاتھ لگ گیا تو وہ اسے برائیوں کا مسکن بھی بنا سکتے ہیں؟“

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا جیمس پیرے کا ایک ساتھی ٹرک ڈرائیو کر رہا تھا۔ یوٹ اور ایمرے نے ایک ایسی جگہ حاصل کی تھی جہاں سے باہر دور دور تک کا نظارہ کیا

سکے۔ دونوں پتھر کے بتوں کی طرح ساکت بیٹھے ہوئے تھے اور یوں لگتا تھا۔ جیسے ان میں زندگی ہی نہ ہو۔ ویسے ایمرے بے حد حسین تھا اور اب ایک پر شکوہ لباس میں ملبوس وہ ای ہی کوئی مافوق الفطرت شخصیت نظر آرہا تھا کہ اسے دیکھ کر ذہن پر عجیب سا اثر ہو۔ ٹ کی شخصیت بھی اپنے طور پر بہت عجیب تھی۔ اس نے ڈھیلا ڈھالا سلک کا لبادہ پہنا تھا اور ماتھے پر لوہے کی ایک پٹی پہنی ہوئی تھی۔

اس وقت تک وہ سب بگ بوردل کے قلعے کے سحر میں ڈوبے رہے جب تک وہ ر آتا رہا۔ پھر دوسرے مناظر نے انہیں متوجہ کرلیا سفر کے تقریباً چھ گھنٹے گزر گئے۔ پھر کچھ دیر آرام کا فیصلہ کیا گیا اور ٹرک رک گیا۔ سب نیچے اتر آئے تھے۔ یوٹ اور ایمرے ں بھی زندگی کے آثار نمودار ہوگئے۔

”کہئے مسٹر یوٹ۔ اب تک کے سفر میں آپ نے کوئی اندازہ قائم کیا۔“

”کوئی نہیں مسٹر پیرے۔“

”میرا مطلب ہے آپ نے کہا تھا نا کہ آپ سمت کا تعین کریں گے۔“

”ہاں۔“

”کوئی تعین ہوا۔“

”نہیں۔“

”ہمیں کیا کرنا چاہیے؟“

”ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہی درست ہے۔ جہاں سے رخ تبدیل کرنا مناسب ہوگا میں آپ کو اطلاع دیدوں گا۔“

”ٹھیک ہے۔“ جیمس پیرے نے کہا۔ یہاں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد انہوں نے آگے کا سفر کیا تھا۔ اور رات تک یہ سفر جاری رہا تھا۔ پھر ایک جگہ قیام کیا گیا اور یہ قافلہ اپنے کاموں میں مصروف ہوگیا۔ تمام ضروریات سے فراغت حاصل کی گئی۔ پھر آرام کے لئے جگہ منتخب کرلی گئی۔

کلائی کی گھڑی رات کے دو بجا رہی تھی جب فیروز نے موقع پاکر ٹرانسمیٹر پر کنور

مہتاب علی کو تلاش کرنے کا فیصلہ کیا اور کوشش کرنے لگا لیکن ٹرانسمیٹر پر لہروں کے
کے سوا اور کوئی آواز نہ ابھری۔ دیر تک کوشش کرنے کے باوجود وہ کامیاب نہ ہو
اس کا مطلب تھا کنور مہتاب علی ٹرانسمیٹر کی رینج سے باہر تھا۔ اس نے ٹھنڈی سانس
کر ٹرانسمیٹر بند کر دیا اور پھر اپنی آرام گاہ میں جانے کا ارادہ کرنے لگا کہ اس نے کچھ فا
پر یوٹ کو دیکھا اور ششدر رہ گیا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ لیکن جو کچھ
آنکھوں کے سامنے تھا۔ یوٹ ایک نوکدار چٹان پر سر کے بل کھڑا ہوا تھا۔ اس نے
سہارا نہیں لیا تھا اور دونوں ہاتھ سیدھے کئے ہوئے تھے اور سر کے نیچے نوکیلا پتھر نظر آ
تھا۔ فیروز دبے قدموں اس کی طرف چل پڑا۔

جوں جوں وہ یوٹ کے قریب پہنچتا جا رہا تھا اس کی حیرت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ یوگا اور دوسری مشقوں کے بارے میں اس نے سنا ضرور تھا۔ لیکن قریب سے دیکھنے کا اتفاق کبھی نہیں ہوا تھا۔ آج وہ یہ حیرت انگیز مشق دیکھ رہا تھا۔ اس نے سنا تھا کہ بدھ مت سے تعلق رکھنے والے تارک الدنیا لوگ یوگا کی مشقیں کرتے ہیں اور اپنے آپ تشدد پر کرتے ہیں۔ ہندوستانی سادھوؤں کے بارے میں اس نے سنا تھا کہ کیلوں کا بستر بنا کر اس پر بیٹھتے ہیں سوتے ہیں لیکن اسے یہ تمام باتیں روایت ہی محسوس ہوئی تھیں' آج وہ اپنی آنکھوں سے یہ انوکھا منظر دیکھ رہا تھا' سر تو بہت نازک ہوتا ہے اور پھر جسم کا سارا بوجھ بغیر کسی سہارے کے ایک نوکیلے پتھر پر۔ یوٹ بے شک دراز قامت نہیں تھا۔ لیکن اس کا پھیلاؤ خاصا تھا اور وزن کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بہرحال یہ تمام باتیں سوچتا ہوا وہ دبے پاؤں یوٹ کے بالکل قریب پہنچ گیا اور یوٹ کو اس کی آمد کی خبر نہ ہوئی شاید اس لئے کہ اس نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں' بہرحال اس انوکھے کھیل کا دیر تک جائزہ لیا جاتا رہا اور پھر جب کافی دیر ہوگئی تو فیروز ہی کو متحرک ہونا پڑا۔ اس نے آہستہ سے آواز دی۔

"مسٹر یوٹ.........." اور یوٹ اس طرح پٹ سے نیچے گر پڑا جیسے اس نے خاموشی اور سناٹے ہی کا سہارا لیا ہوا ہو۔ اور اس سہارے کے ہٹ جانے سے اس کا بیلنس خراب ہوگیا ہو۔ وہ نیچے گرنے کے بعد فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پاؤں پھیلے ہوئے تھے اور

اٹھنے کا انداز بھی عجیب تھا' آنکھوں کی کیفیت نیم خوابیدہ تھی اور وہ اس طرح فضا
گھور رہا تھا جیسے اسے کچھ نظر نہ آرہا ہو۔

فیروز دو قدم آگے بڑھ کر اس کے سامنے پہنچا اور پھر اس کے نزدیک ہی بیٹھ گیا۔

"سوری مسٹر یوٹ۔"

"ایں......... یوٹ نے گردن جھٹکی اور پلکیں جھپکانے لگا' پھر اس نے فیروز کو دیک
اور دیر تک اس طرح دیکھتا رہا جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر اس کے چہرے پر نر
پھیل گئی۔"

"اوہ مسٹر فیروز' آئی ایم سوری' آئی ایم سوری مسٹر فیروز۔"

"سوری تو میں آپ سے کر رہا ہوں' آپ کے مشغلے میں حارج ہوا۔"

"ارے نہیں وہ کوئی ایسی خاص بات نہیں۔" یوٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
بجائے اس کے کہ اس مداخلت پر وہ کسی قسم کی برہمی کا اظہار کرتا الٹا وہ نرم جو نظر آرہا
تھا۔

"یہ کیا کر رہے تھے آپ مسٹر یوٹ........."

"عبادت........." یوٹ نے جواب دیا۔

"الٹے کھڑے ہو کر.........؟"

"ہاں' میرا الریتہ عبادت یہی ہے۔"

"لیکن آپ کا سر ایک نوکیلے پتھر پر رکھا ہوا تھا۔" فیروز نے کہا۔

"دنیا ایسے ہی نوکیلے پتھروں سے بھری ہوئی ہے' ذرا غور کر لیجئے مسٹر فیروز انسان کیا سے کیا بن گیا ہے' شہر بستیاں گاؤں جو کچھ بھی ہے دکھوں کا گھر بن کر رہ گئے ہیں دکھ ہی دکھ ہیں انسان کے لئے' ان دکھوں ہی سے آشنا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ گرم اور نرم بستروں کی آسائشیں انسانی فطرت میں بے غیرتی اور ہوس پیدا کر رہی ہیں اور ان کے حصول کے لئے وہ اخلاقی اقدار سے بہت نیچے گر گیا ہے ان چیزوں کی مشق جاری رکھنی چاہیے۔ انسان انہی کا عادی ہو جائے تو پھر اس کے دل میں سے ہوس پرستی نکل جاتی ہے

وہ مشقت کا عادی ہو کر محنت مزدوری کرتا ہے اور اپنی زندگی کو سکون دیتا ہے اور اس
ح کسی اور کو نقصان پہنچانے کا خیال اس کے دل میں نہیں پیدا ہوتا۔"

فیروز پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس مسخری سی شکل کے بونے کو دیکھ رہا تھا جس کے
ے میں اس نے کبھی اس طرح نہیں سوچا تھا کہ یہ بونا ایسی گہری سوچ رکھتا ہوگا۔ لیکن
وقت وہ عالموں کے سے انداز میں بول رہا تھا اور اس کے الفاظ واقعی اپنی جگہ ایک
ٹھم حیثیت رکھتے تھے۔ فیروز نے کہا۔

"یہ آپ کے خیالات ہیں مسٹر یوٹ........."

"نہیں صرف میرے نہیں بلکہ ہر اس انسان کے یہی خیالات ہونے چاہئیں جو اس
ا کو گہری نگاہ سے دیکھتا ہو۔"

"میں آپ کی باتوں سے بہت متاثر ہوا ہوں۔"

"تو پھر ہو جاؤ سر کے بل کھڑے۔" یوٹ نے جھونک میں کہا' پھر ایک دم سنبھل کر
ت نکال دیئے

"سوری مسٹر' سوری۔"

"ویسے مسٹر یوٹ آپ کو میرا نام خوب یاد رہا۔"

"اب بات پھر وہی آجاتی ہے۔ میں نے اس موضوع سے ہٹنا چاہا تھا۔ دیکھو مائی ڈیئر
بڑے آسائش پسند ہو گئے ہیں۔ کوئی مشقت نہیں کرتے' ہلکے سے ہلکا کام کرنا چاہتے
۔ ہم نے اپنے بدن کا پورا بوجھ پیروں پر ڈال رکھا ہے۔ اور باقی چیزوں کا استعمال ترک
ر دیا ہے۔ دن میں اگر ہم تھوڑی بہت مشقت کرتے ہیں تو ہاتھوں اور پیروں کو تھکاتے
اور اس کے بعد اپنی پشت اور بدن کے تمام اعضاء نرم بستروں کے سپرد کر دیتے ہیں'
کہتا ہوں کہ ہر چیز کا استعمال کئے جانا چاہیے تاکہ اس کی بقاء قائم رہے' دماغ زمین
ے اونچا رہتا ہے اب یہ تقدیر کی بات ہے کہ دماغ کی اونچائی انسان کے پیروں سے کتنی
- میرا قد بے شک چھوٹا ہے۔ میں دراز قامتوں کی بات کرتا ہوں تو دماغ کو اپنے طور پر
ھکا کا کوئی موقع نہیں ملتا۔ وہ صرف بلندی سے سوچتا ہے' میں کہتا ہوں اسے براہ راست

پستیوں کا شناسا بھی ہونا چاہیے۔ الٹے کھڑے ہونے سے براہ راست اس کا رابطہ
سے قائم ہو جاتا ہے اور وہ نئی نئی باتیں سوچ سکتا ہے' میں نوکیلے پتھر پر اس لئے کھڑا
ہوں کہ دماغ کو بھی بدن کی تکالیف کا خیال رہے۔ یہ ایک منطق ہے اور اس کے
بڑے طویل' جانے دو اس بات کو' ویسے سچ کہہ رہا ہوں اگر دنیا سے صحیح طور پر رابطہ
رکھنا ہے تو الٹے ضرور کھڑے ہوا کرو مسٹر' دماغ کی ورزش بھی ہوتی ہے اور بہت
باتیں سمجھ میں بھی آتی ہیں' جو دماغ کے بلندی پر رہنے کی وجہ سے اس سے دور ہو
ہیں۔ فیروز ہنس پڑا۔ واقعی بڑی عجیب منطق تھی۔ پھر اس نے کہا۔"

"آپ کا کردار میرے لئے بڑا پراسرار رہا ہے مسٹر یوٹ.........."

"کیوں.........."

"آپ کی شخصیت' آپ کا انداز.........!"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں کوئی معمولی چیز نہیں ہوں مقدس باپ تمہاری ع
دراز کرے۔ میرے بارے میں شاید تمہیں یاد ہو کہ میں کون ہوں اور میری ذمہ داریاں
کیا ہیں۔ ایڈلیمن ساویو ویگا یوٹ کنگ آف ویگا' ہیوبرٹ ساویو ویگا کا بیٹا میرا باپ ٹاری ویگا
کا بڑا پجاری تھا اور یقینی طور پر اس کے تمام اوصاف میرے دل و دماغ میں اترے ہوں
گی' یہ دوسری بات ہے کہ آنجہانی مسٹر لیمی برانٹ نے مجھے جدید دنیا دکھائی اور عارضی
طور پر میرا رابطہ اپنی دنیا سے منقطع ہو گیا لیکن میرا وجود چیخ چیخ کر کہتا ہے کہ میں اصل
طور پر ٹاری ویگا کا بڑا پجاری ہوں اور مجھے اپنا وہی منصب سنبھالنا چاہیے۔ اب یہ الگ
بات ہے کہ میں اپنی زندگی کے سب سے قریبی ساتھی کاف ایمرے کا غلام ہوں اور کاف
ایمرے میرے لئے شاید اس کائنات میں سب سے بڑی اہمیت رکھتا ہی' میری زندگی اس
کے لئے وقف ہے۔ دیکھو آنے والا وقت کیا کہتا ہے.........."

"اگر آپ میری قربت سے پریشان نہ ہو رہے ہوں مسٹر یوٹ تو کیا خیال ہے کچھ
دیر بیٹھ کر باتیں ہی کی جائیں۔"

"یہ تو میری خوش قسمتی ہے' میں خود بھی عبادت ختم کر چکا تھا اور اب یہ سوچ رہا

کہ باقی وقت کیسے گزاروں آپ آ گئے آپ کا بے حد شکریہ۔"

"ٹاری ویگا کے بارے میں آپ کو اور بھی بہت سی معلومات حاصل ہوں گی۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ مسٹر لیمی برانٹ ایسے نیک دل انسان تھے کہ انہوں نے مجھے اور
ف ایمرے کو کبھی ٹاری ویگا سے ناشناس نہیں رکھا اور جب بھی انہیں فرصت کے لمحات
ملتے تھے وہ ہمیں ہماری مملکت کے بارے میں ضرور بتاتے تھے۔"

"کیا آپ مجھے ٹاری ویگا کی کہانیاں سنائیں گے۔" فیروز نے کہا اور مسٹر یوٹ ٹاری
یگا کی کہانی سنانے لگا۔

"اصل میں مسٹر فیروز ہوتا یہ ہے کہ جب ہم اپنی آنکھوں سے کسی چیز کو دیکھ لیتے ہیں تو ہماری سوچ کا انداز بدل جاتا ہے اور ہم زیادہ بہتر طریقے سے اس کے بارے میں گفتگو کر سکتے ہیں' اور جو چیز صرف کہانی کے طور پر ہمارے علم میں آتی ہے' ہم اس کی صحیح وضاحت نہیں کر پاتے۔ لیکن جتنا کچھ میرے علم میں ہے اس کے مطابق میں آپ کو ثاری ویگا کے بارے میں تفصیلات بتا سکتا ہوں۔ افریقہ کے ان قبائل کے بارے میں آج تک انوکھی کہانیاں گردش کرتی رہتی ہیں' جو افریقہ کے انتہائی اندرونی علاقوں میں آباد ہیں اور وہاں انسانی تہذیب وہ رنگ نہیں اختیار کر سکی ہے جسے جدید دنیا کے رنگ کہے جاتے ہیں۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ ہر شخص اپنا ایک نظریہ بنا لیتا ہے۔ مہذب دنیا کے رہنے والے تہذیب کو جو رنگ دیتے ہیں اگر آپ اس پر غور کریں مسٹر فیروز' تو صحیح معنوں میں وہ تو سب سے زیادہ غیر مہذب زندگی ہے۔ آپ خود دیکھ لیجئے گا' وحشت خیزی' قتل و غارتگری' دشمنیاں' ہوس' ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوششیں' ان تمام چیزوں کو کیا تہذیب کہا جا سکتا ہے؟ اس سے زیادہ وحشت خیزی تو اور کوئی ہو بھی نہیں سکتی بہرحال میں کسی کو برا نہیں کہنا چاہتا۔ ثاری ویگا بھی ایک غیر مہذب قبیلہ ہے۔ جہاں لوگ زندگی بسر کرتے ہیں' وہ گدھ کی عبادت کرتے ہیں اور میری معلومات کے مطابق یہ گدھ ان کے لئے دیوتاؤں کا درجہ رکھتا ہے اور نجانے کتنے عرصے سے وہ اس قبیلے پر

سلط ہے' اب یہ تو دیکھنے سے ہی پتہ چلے گا کہ اس گدھ کی عبادت وہ لوگ کیوں کرتے ہں اور ان کا نظریہ فکر کیا ہے۔ وہاں بھی لوگ زندہ ہیں۔ محبتیں بھی کرتے ہیں وہ لوگ' روایات بھی ہیں ان کی اور یقیناً" زندگی گزارنے کے وسائل بھی ان کے پاس ہوں گے۔ ں یہ ثاری ویگا ہے

وہاں سنا ہے کہ ایک ایسا علم رائج ہے جسے جادو کہا جاتا ہے' آپ کی دنیا میں سائنس ا جادو ہے مسٹر فیروز اور اسے عزت کا مقام دیا جاتا ہے۔ سائنس دان آپ کی بیماریوں کا لاج دریافت کرتے ہیں آپ کے لئے زندگی کی آسائشیں مہیا کرتے ہیں۔ آپ کے لئے ت نئی ایجادات کرتے ہیں ثاری ویگا کے جادوگر ثاری ویگا میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے اور انسانوں کو ایک دوسرے پر مظالم توڑنے سے باز رکھنے کے لئے' جادو سے کام لیتے ں' تقریباً" وہی سب کچھ ہے اور اس کی وجہ آپ جانتے ہیں کیا ہے مسٹر فیروز۔؟"

"نہیں مسٹر یوٹ کنگ آف ویگا' آپ ہی اس بارے میں کچھ بتائیں تو زیادہ مناسب وگا۔"

"بات گھوم پھر کر وہیں آجاتی ہے' انسان گروہی زندگی چاہتا ہے' گروہ بنا کر رہنا ایک دوسرے کے مسائل سے منسلک رہنا' انسانی فطرت کی اولین مانگ ہے۔ اور اس کے لئے وہ مختلف طریقے ایجاد کر لیتا ہے۔ آپ کے ہاں جمہوریتیں ہیں اور دوسرے ایسے طریقہ کار جن کے وسیع انداز ہیں۔ ثاری ویگا میں بھی یہی گروہی زندگی ہے' سب ایک دوسرے کے ساتھ بھی رہنا چاہتے ہیں ایک دوسرے کے مسائل سے بھی آگاہ ہیں اور یقیناً" ایک دوسرے سے تعاون بھی کرتے ہوں گے' اور جادو کے نام پر وہ لوگ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے سے بھی گریز کرتے ہوں گے۔ بات گھوم پھر کر وہیں آجاتی ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"نہیں مسٹر یوٹ آپ کا مطالعہ تو بے حد وسیع ہے اور آپ کی معلومات یقینی طور قابل تقلید اور قابل ستائش.........."

یوٹ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "آپ خود بہت اچھے انسان ہیں مسٹر

فیروز۔"

"اچھا یہ بتایئے مسٹریوٹ' ٹاری ویگا سے ملحق قبیلہ نیل کنٹھ بھی آپ کے علم میں ہے۔"

"نہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ معلومات مجھ تک نہیں منتقل ہوئی ہیں۔ میرا براہ راست تجربہ یا مشاہدہ نہیں ہے۔ معلومات کے مطابق نیل کنٹھ اور ٹاری جڑواں قبیلے کہے جاتے ہیں۔ سنا ہے دونوں کے درمیان بہتر تعلقات ہیں اور دونوں ایک طرح سے شانہ بشانہ بھائیوں کی مانند زندگی گزارتے ہیں بس دونوں کے انداز فکر الگ الگ ہوں گے۔ نیل کنٹھ والے گدھ کے پجاری نہیں ہیں اور ان کا اپنا ایک طریقہ ہے۔"

"خوب! بڑی دلچسپ بات بتائی آپ نے یہ' مسٹریوٹ' ویسے کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ نیل کنٹھ سے ملحق ایسے خزانے موجود ہیں جو دنیا کے لئے نایاب حیثیت رکھتے ہیں یعنی ہیرے' سونے کے انبار اور ایسی ہی دوسری اشیاء.........؟"

"ہاں ایسا ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہاں ان چیزوں کو وہ اہمیت حاصل نہیں ہے' جو مہذب دنیا میں ہوتی ہے۔ مہذب دنیا کے لوگ بے شک دلچسپ ہیں ہمارے پاس اگر گیہوں کی ایک بال آجاتی ہے' صرف اتنے گیہوں اس میں ہوتے ہیں ان سے ایک وقت کے لئے ہمارے پیٹ بھر جائیں اور ایسے لمحات میں جب انسان پاس سونے چاندی کے انبار ہوں' چمکتے ہیروں کے ڈھیر ہوں لیکن گیہوں کے بال نہ ہوں یقینی طور پر وہ اس وقت ان ہیروں اور سونے کے انبار پر گیہوں کے اس بال کو ترجیح گا کیونکہ وہ اس کی شکم سیری کرتی ہے۔ انسان کا انداز فکر مختلف ہے' جب اسے آسائشیں حاصل ہو جاتی ہیں تو وہ اپنے آپ کو سجانے کے لئے سوچتا ہے اور سجانے لئے ہیروں کی چمک اسے بھلی لگتی ہے۔ ہیروں کا اگر یہ مقام نہ ہوتا تو وہ بے مقصد پتھر کی مانند ہوتے جیسا کہ ہماری مہذب دنیا کی سرزمین پر پہاڑ اور پتھروں کے ٹکڑے ہوتے ہیں یا ایسے کوئلے جنہیں کوئی جلانا پسند نہیں کرتا۔ یہ انسان ہی ہے جس نے

چمکدار دیکھ کر اپنے بدن کی زینت بنایا' سونے کی پیلی چمک سے زیورات تخلیق کئے انسان اگر ان چیزوں کو کوئی اہمیت نہ دیتا تو یہ بالکل بے مقصد ہوتیں' گویا ان کی قیمت ان نے ہی مقرر کی ہے۔ ہمارے ان قبیلوں میں انداز فکر مختلف ہے وہی مثال جو میں دی' گیہوں کی ایک بالی اگر انسانی ضروریات پوری کرنے میں معاون ہوتی ہے اور اس زندگی کی بقاء کے لئے ضروری ہے تو وہ ہیروں پر اہمیت رکھتی ہے۔ فیروز کے بدن میں لمحے کے لئے جھرجھری سی آگئی' ایسی سادہ اور ایسی جامع منطق تھی کہ اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ بہت دیر تک وہ سوچ میں ڈوبا رہا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہاں یہ چیزیں موجود ہیں؟"

"ہاں......... اور وہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ مہذب دنیا میں ان کی قدر ہے' چنانچہ انہوں نے انہیں اپنے طور پر محفوظ رکھا ہے۔"

"گویا وہاں کے لوگ مہذب دنیا سے واقف ہیں؟" یوٹ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے کہا۔

"دنیا میں بسنے والے انہی تمام جگہوں سے آگے بڑھ کر مہذب آبادیوں تک پہنچے ہیں۔ یا پھر یوں کہیں کہ انہی جگہوں کے آگے بڑھنے کے بعد انہوں نے تہذیب کا انداز اختیار کیا ہے۔" فیروز کو یوٹ کی ہر بات سے اتفاق تھا' لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ ننھا سا بونا جسے دیکھ کر صرف مسکرایا جاسکتا ہے اپنے اندر سوچ کی ایک ایسی وسیع دنیا آباد کئے ہوئے ہو گا۔ فیروز بہت دیر تک یوٹ سے باتیں کرتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

"مسٹریوٹ آپ نے ایک دفعہ اپنی گفتگو کے دوران بتایا تھا کہ چونکہ آپ ایک مقدس پجاری کے بیٹے ہیں' اس لئے بقول آپ کے مقدس باپ نے آپ کے اندر ایسی صلاحیتیں رکھی ہیں' جو عام لوگوں میں نہیں ہوتیں۔"

"آپ ان کا امتحان لے سکتے ہیں۔ میں کبھی ان پر حیران نہیں ہوا۔ بلکہ وہ سب مجھے اپنے وجود کا حصہ محسوس ہوئیں۔ کبھی موقع آنے پر میں آپ کو ان صلاحیتوں سے روشناس بھی کرواؤں گا۔"

فیروز گردن ہلانے لگا۔ بہت دیر ہوگئی تھی یوٹ کے ساتھ اس نے کہا۔

"اور اب آپ کیا کریں گے مسٹر یوٹ؟"

"آپ واپس چلے جائیں گے تو پھر اپنے طور پر عبادت کروں گا۔"

"تو پھر میں آپ کو اس کا موقع دیتا ہوں۔"

"شکریہ۔" یوٹ نے کہا اور فیروز وہاں سے واپس چل پڑا۔ لیکن جو گفتگو یوٹ ہوئی تھی اس نے فیروز کو بہت متاثر کیا تھا اور وہ یہی سب کچھ سوچتا چلا آرہا تھا پھر کنور مہتاب علی کا خیال آیا' اس مقصد کے لئے نکلا تھا لیکن یوٹ کے نظر آجانے کے یہ سارا سلسلہ منقطع ہوگیا تھا۔ ایک بڑی پہاڑی چٹان کی آڑ میں بیٹھ کر اس نے ٹرانس نکالا اور کنور مہتاب علی کو کال کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ ہوا کی سائیں سائیں اور مختلف مدہم مدہم آوازیں جن میں کہیں کہیں جنگلی درندوں کا شور بھی شامل تھا ٹرانسمیٹر سے رہیں لیکن شاید ان کا حیط عمل اتنا وسیع نہیں تھا کہ کنور مہتاب علی کا ٹرانسمیٹر اسے سکتا۔ غالباً رینج زیادہ تھی۔ کافی دیر تک فیروز یہ کوششیں کرتا رہا۔ پھر ان میں ناکام ہو کے بعد ایک ٹھنڈی سانس لے کر اس نے ٹرانسمیٹر بند کیا اور باقی لوگوں کی طرف واپ چل پڑا۔ مہتاب علی کو مخاطب کرنے کی کوشش ناکام رہی تھی۔ جیمس پیرے اور اس کے ساتھی بے فکری سے آرام کر رہے تھے۔ وہ خود بھی ان کے نزدیک آکر لیٹ گیا۔ یوٹ کی باتیں اس کے ذہن میں گردش کر رہی تھیں۔ کیا ہی سچی باتیں کہی تھیں اس نے۔ ا بے ہنگم شخص کے افکار و خیالات کیسے عجیب ہیں۔ پہلی بار اس نے خود پر کیا......... تنہا......... پوری دنیا میں تنہا......... ایک بھی ایسا فرد نہیں اس دنیا میں جو ا یاد کرتا ہو۔ اس سے رابطہ رکھتا ہو۔ اتنی تنہائی کہ کسی اپنے کا تصور ہی کھو بیٹھا تھا۔ کیا غیر انسانی عمل نہیں ہے۔ کیا وہ انوکھی زندگی نہیں گزار رہا۔ نصیر بیگ ایک شاطر انسان تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ وہ تنہا ہی کسی سے مخلص نہیں ہے۔ فیروز کے ساتھ بھی اس دھوکہ کیا تھا۔ پہلی بار پھر دوسری بار......... اور پھر کنور مہتاب علی سے اس کا رابطہ ہوگیا نصیر بیگ کے غبن نے اسے مشتعل کیا اور کنور مہتاب علی سے منسلک ہوگیا۔ لیکن کیو

ف دولت کے لئے' کیا کروں گا میں اس دولت کا۔ کہاں خرچ کروں گا۔ آج اس کا دل سے بغاوت کر رہا تھا۔ یہ تو ایک بے مقصد زندگی ہے۔" نہ جانے وہ کب تک ان چوں میں گم رہا تھا۔

سونے والے بھی کچھ اس طرح گھوڑے بیچ کر سوئے تھے کہ انہیں ان کی ہلکی
بھی آہٹ محسوس نہیں ہوئی' پانچوں بڑے اطمینان کے ساتھ ان کے ہتھیاروں کے
پہنچ گئے' ویسے بھی یہ حد سے زیادہ چالاک لوگ تھے اور اپنے کام میں ماہر بھی تھے
انہیں نے بڑی آہستگی کے ساتھ ان کے ہتھیار سمیٹنا شروع کر دیئے۔ اصل میں یہ
اپنے طور پر اس قدر شاطر نہیں تھے کہ ایک بار جیمس پیرے کے ہاتھوں دھوکا کھا
بعد دوبارہ شدید محتاط ہوتے' دوسری بار بھی انہوں نے وہ ہی دھوکا کھایا تھا اور ان
ہتھیار بالاخر ان لوگوں کے قبضے میں آگئے تھے' پانچوں مجرم ہتھیار لے کر آہستہ آہستہ
ہٹنے لگے انہوں نے ان ہتھیاروں کو کافی فاصلے پر ان قدرتی کھنڈرات کے ایک حصے
محفوظ کر دیا اور اس کے بعد اپنی مہم کے دوسرے مرحلے پر عمل کرنے کے لئے آ
گئے' وہ جانتے تھے کہ یہ ہتھیار صرف اتنے نہیں ہوں گے' بلکہ گاڑیوں میں ان کا اور
ذخیرہ ہو گا' چنانچہ انہوں نے گاڑیوں کی تلاشی لی' اور یہاں سے بھی انہیں کافی
حاصل ہوگئے' گاڑیوں کی چابیاں البتہ انہیں گاڑیوں میں نہیں ملی تھیں' اور یقیناً یہ
لوگوں کے پاس محفوظ ہوں گی' ویسے بھی وہ پانچوں اپنے طور پر اپنے کام کے ماہر
ہوتے تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ انہیں اپنے اس عمل کی کوئی جلدی نہیں
آپس میں سرگوشیاں بھی کرتے جارہے تھے اور ہنستے بھی جارہے تھے

نمودار ہو رہی تھی' جب انہوں نے اپنا یہ کام مکمل کرلیا' ہتھیار ایک جگہ محفوظ کر
گئے' اور وہ آرام سے یک جاں ہو گئے' پھر ان میں سے ایک نے کہا۔
"گاڑیوں میں عمدہ قسم کے بسکٹ کافی بنانے کا سامان' وغیرہ بھی موجود ہے۔ اگر ہم
س شدید مشقت کے بعد کافی اور بسکٹوں کا استعمال نہ کیا تو ہماری تقدیر ہمیں کبھی
نہیں کرے گی۔ ہیگ یہ زمہ داری تمہاری ہے' جاؤ اب اطمینان کے ساتھ کافی
کا سامان اور عمدہ قسم کے بسکٹوں کے ڈبے اٹھالاؤ اور ایک ٹرے بھی اٹھا لانا' اور
ے برتن بھی' ہر کام اہتمام سے ہونا چاہیے اور ہیگ نامی شخص گاڑیوں کی طرف
یا' انہوں نے آئل اسٹو نکالا اور اسے جلا کر کافی کے لئے پانی چڑھا دیا' کافی میڈ اور
ں کے ڈبے لے آئے گئے تھے' اعلیٰ قسم کے بسکٹ نکال کر پلیٹوں میں رکھے گئے اور
ی کی سوندھی بو فضا میں پھیلنے لگی۔ غالباً یہی بو تھی' جس نے سب سے پہلے ریٹا
ے کو جگایا تھا وہ آنکھیں کھول کر گہری گہری سانسیں کھینچنے لگی' اسے یہ احساس ہوا کہ
اتی لوگ جاگ گئے اور وہ دیر تک سوتی رہ گئی ہے' ایک انگڑائی لے کر وہ اٹھ گئی اور
نے اپنے اور گرد سوتے ہوئے لوگوں کو دیکھا' مائیکل بائر' کنور مہتاب علی وغیرہ گہری
و رہے تھے' لارک اینجلو کو جس جگہ ڈیوٹی پر متعین کیا گیا تھا وہ وہاں سو رہا تھا' ریٹا
پاروں طرف گردن گھمائی اور اسے وہ پانچوں تھوڑے فاصلے پر نظر آگئے' کافی کی بو
ے فضا میں پھیل رہی تھی اور ہلکا ہلکا دھواں اٹھ رہا تھا' یہ کوئی اتنی اہم بات نہیں
ریٹا نے مائیکل بائر کو جگایا اور وہ بھی اٹھ کر بیٹھ گیا' پھر باقی افراد بھی' اینجلو کو اس کے
ے جا کر جگایا گیا تھا' لیکن پھر اچانک ہی سرہدایت اللہ یہ احساس ہوا کہ ان کے ہتھیار
ن کے پاس نہیں ہیں یہ احساس ان پانچوں کے انداز سے بھی کچھ شدت اختیار کر گیا'
ہ بے شک کچھ فاصلہ ہی سہی لیکن انہیں یہ احساس ہوا تھا کہ وہ مذاق اڑانے والے
ے انہیں دیکھ رہے ہیں' سرہدایت اللہ نے کہا۔"
"مہتاب علی ہمارے ہتھیار کہاں ہیں..........؟"
"وہی میں دیکھ رہا ہوں۔" مائیکل بائر نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کچھ ہو گیا ہے یقیناً" کچھ ہو گیا ہے۔"

"کیا.........."

"ہتھیار' اور لارک اینجلو بھی سو گیا تھا اور اس نے کسی کو جگایا بھی نہ لارک اینجلو نے شرمندگی سے کہا۔

"ہاں ہوا بڑی مست چل رہی تھی' میں بڑی گہری نیند سو گیا تھا۔"

"گاڑیوں میں دیکھو' گاڑیوں میں دیکھو ان کمبختوں کے پاس کافی بنانے کا سا نہیں تھا' کچھ بھی نہیں تھا' ان کے پاس' وہ دیکھو وہ اپنے لئے کافی انڈیل رہے ہیں ا کے نزدیک بسکٹ کے ڈبے پڑے ہوئے ہیں۔"

"جہنم میں جائیں کافی اور بسکٹ' ہتھیار' دیکھو' جب ہمارے پاس موجود ہتھیار ہیں تو میرا خیال ہے ان عقل مندوں نے گاڑیوں کے ہتھیار بھی قبضے میں کر لئے ہو اور تھوڑی ہی دیر کے بعد ان کے اندازے کی تصدیق ہو گئی' گاڑیوں میں بھی ہتھیار نہیں تھے۔"

"لعنت ہو ہم پر' دوسری بار دھوکا کھایا ہے۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔

"اس بار تو قصور سو فیصد ہی میرا ہے۔"

"ہتھیار قبضے میں کرنے کا مطلب جانتے ہو۔"

"ہاں۔"

"تو اب کیا ارادہ ہے۔" مہتاب علی نے سوال کیا۔ کسی نے کوئی جواب نہ تھا۔ سرہدایت اللہ بھی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ چند لمحوں کے بعد اس نے کہا۔

"دیکھو میری رائے ہے کہ فی الحال ان پر کسی سختی کا اظہار نہ کیا جائے بلکہ ہم چوہا ظاہر کریں۔"

"فائدہ.........."

"یہ لوگ کیا چاہتے ہیں' کچھ پتہ تو چلے' کسی نے کوئی جواب نہیں دیا' لارک واقعی بے حد شرمندہ نظر آ رہا ہے تھا' پھر وہ سب ان کی جانب بڑھ گئے' اور

مسکراتی ہوئی نگاہوں سے ان کو دیکھنے لگے ان کے اپنے ہتھیار ان کے پاس موجود تھے وہ پوری طرح مستعد بھی تھے' کافی کے مگ ہاتھ میں لے کر وہ سب کھڑے ہو گئے' مائیکل بائر نے کہا۔"

"ہیلو۔ لنگس کافی اڑائی جا رہی ہے۔"

"ہاں' اور ہم قدرت کے اس فلسفے کے قائل ہو گئے ہیں کہ وہ ویرانوں میں بھی رزق دیتی ہے۔"

"کیا مطلب.........."

"اپنے کافی کے برتن اور بسکٹوں کے ڈبے نہیں پہچان رہے..........؟"

"یہ واقعی تمہاری تقدیر کا حصہ تھے دوستو اور کیا تم اس بات پر یقین نہیں رکھتے تھے کہ کچھ دیر کے بعد جاگ کر جب ہم ناشتہ تیار کریں گے تو تمہیں اس کی پیشکش کریں گے' کسی چیز کی کمی ہو تو بتاؤ' اب ہم لوگ ناشتے کی تیاری میں مصروف ہونا چاہتے ہیں۔"

"نہیں اب یہ ممکن نہیں ہے ڈیئر اس کی وجہ یہ ہے کہ جو چیزیں تمہارے پاس موجود نہیں اب وہ ہماری ملکیت بن چکی ہیں۔"

"ہم سمجھے نہیں۔"

"حالانکہ بہت آسان سی بات ہے۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" کنور مہتاب علی نے سرد لہجے میں ان سے پوچھا۔

"اصل میں ابھی قدرت کے اس فلسفے کی بات کر رہا تھا کہ وہ ویرانوں میں بھی رزق دیتی ہے اور اس فلسفے کا ایک حصہ اور بھی ہے' جس کی قسمت میں جتنا لکھا ہوتا ہے اسے اتنا ملتا ہے' یہ جو تمام اشیاء تمہارے پاس موجود ہیں بڑی عظیم الشان ہیں' ان سے تو ایک عظیم تر فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے' حالانکہ ہمیں گاڑیوں وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے' لیکن بحالت مجبوری یہ گاڑیاں بھی ہمیں اپنے ساتھ لے جانی پڑیں گی' چونکہ ان میں لدا ہوا سامان گھوڑوں پر نہیں لے جایا جا سکتا تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ فلسفے کا دوسرا حصہ یہ بھی ہے کہ جس کی قسمت میں جو ہوتا ہے اسے وہ ملتا ہے' اب صورت حال یہ ہے کہ تم ان

ویرانوں میں ہماری طرح بھٹکو گے اور اپنے لئے رزق تلاش کرو گے، ممکن ہے کوئی اور پارٹی آس پاس موجود ہو اور تمہیں اس پر قابو پانے کا موقع مل جائے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے ہمیں دھوکا دیا.........."

"نہیں، ہم کچھ نہیں کہنا چاہتے، یہ باتیں تو آپ کے سمجھنے کی ہیں مائی ڈیئر۔" اس شخص نے کہا اور باقی قہقہے مار کر ہنس پڑے، یہ سب خاموش نگاہوں سے انہیں دیکھ رہے تھے، ذہنوں میں شدید غصہ تھا، بازوؤں کی مچھلیاں تڑپ رہی تھیں، لیکن اس وقت کچھ کرنے کا مطلب تھا کہ موت کو بالکل قریب بلالیا جائے اور حالات یہی کہتے تھے کہ موت کا ان پر حاوی ہونا کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔ لارک اینجلو نے کہا۔

"لیکن ہم تو تم سے دوستی کی توقع رکھتے تھے، یہاں ان ویرانوں میں تو ہر شخص ضرورتوں کا محتاج ہے اگر تم نے ہماری ان اشیاء پر قبضہ جمالیا، تو یہ تو ایک سچ ہے کہ ہم تم پر قابو نہیں پاسکیں گے، لیکن ہمارا کیا ہوگا۔"

"میں نے کہا نا تم آگے اپنی تقدیر آزماؤ گے، کافی پینا چاہتے ہو تو بچی ہوئی کافی تمہیں پیش کی جاسکتی ہے۔"

"بس ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان دوستی کا کوئی راستہ نکل آئے۔"

"نہیں ہم ویرانوں میں دوست بنانے کے عادی نہیں ہیں اور پھر ہم پانچوں آپس میں دوست ہیں، ہمیں مزید دوستوں کی ضرورت نہیں ہے تم بیٹھو آرام کرو تمہارے تمام ہتھیار ہمارے قبضے میں ہیں اگر تم میں سے کسی نے زندگی سے کھیلنے کی کوشش کی تو ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہوگی، تمہارے ساتھ ہمارے مطلب کی چیزیں بھی نہیں ہیں یعنی کہ عورتیں، یہ بوڑھی عورت اس پرانی مچھلی کی طرح ہے جس کا گوشت بے مزا ہو جاتا ہے ارے ہاں کچھ کم ہے تمہارے درمیان ارے واقعی کچھ کم ہے، کہاں ہے وہ، وہ لوگ ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے لگے غالباً" ان میں سے کسی کو عرشی اور نادر شاہ کا خیال آگیا تھا، یہ بھی سب حیران ہوگئے عرشی اور نادر شاہ ان کے پاس موجود نہیں تھے دفعتاً"

نے کافی کی پیالیاں خالی کیں اور اپنے اپنے پستول نکال کر مستعد ہوگئے، انہوں نے پھرتی سے پینترے بدلے اور اونچی اونچی جگہوں پر جاکر کھڑے ہوگئے، پھر ان میں سے ایک نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔"

"تم تمام افراد اس طرف کھڑے ہو جاؤ، ہمیں یہ تو اندازہ ہے کہ اب تمہارے پاس ہتھیار نام کی کوئی چیز نہیں ہے، لیکن کسی نے بھی اگر بہادری دکھانے کی کوشش کی تو صرف ایک گولی اس کے لئے کافی ہوگی تم سب ادھر کھڑے ہو جاؤ، ہیگ باقی لوگ کہاں ہیں، تم انہیں دیکھو۔" ایک سفید فام شخص نے ہیگ نامی شخص کو جو سیاہ فام تھا اشارہ کیا اور ہیگ اپنی جگہ سے آگے بڑھ گیا، اس نے دونوں ہاتھوں میں پستول سنبھالے ہوئے تھے اور وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ جس جگہ یہ لوگ قیام پذیر تھے وہاں پہنچ کر اس نے آس پاس نگاہیں ڈالیں اور پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک بڑی چٹان کے عقب میں پہنچ گیا باقی تمام افراد سنجیدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ کنور مہتاب علی اور اس کے ساتھی بھی سوچ رہے تھے کہ سردار خان اور شمسہ بچی کے ساتھ کہاں گم ہوگئے۔ ان دونوں کے بارے میں کوئی ایسی بات تو سوچی بھی نہیں جاسکتی تھی، کہ وہ اپنے طور پر کچھ کرسکتے ہیں بس یہی خیال تھا کہ انہیں کسی طرح کا کوئی حادثہ نہ پیش آگیا ہو سبھی متجسس نگاہوں سے اس طرف دیکھ رہے تھے جدھر ہیگ گیا تھا، ہیگ اس بڑی چٹان کے عقب میں پہنچنے کے بعد شاید کہیں آگے نکل گیا تھا۔ بہت دیر تک وہ ادھر نگاہیں جمائے کھڑے رہے، لیکن ہیگ کی واپسی نہیں ہوئی۔ جب بہت دیر گزر گئی تو ان میں سے ایک شخص بے چین انداز میں آگے بڑھا۔

"ہیگ، ہیگ، زیادہ دور مت جاؤ، ہیگ واپس آجاؤ۔" وہ کئی قدم آگے بڑھ گیا تب اچانک ہی فضا میں ایک فائر کی آواز گونجی اور وہ شخص جو ان لوگوں کو پستول سے کور کئے ہوئے کھڑا تھا، ایک کریہہ چیخ کے ساتھ اپنا ہاتھ پکڑ کر الٹ گیا اور توازن برقرار نہ ہونے کی وجہ سے چٹان سے نیچے آگرا، اس کا پستول اچھل کر دور جاگرا تھا، لیکن اس فائر اور اس شخص کی چیخ نے ان تینوں کو چوکنا کر دیا وہ بدحواسی کے انداز میں پلٹے اور گرنے والے شخص کے قریب پہنچ گئے پھر انہوں نے اپنے ساتھی کی زخمی کلائی کو ٹوٹے ہوئے دیکھا۔ گولی نے کلائی توڑ دی تھی، وہ سبھی ایک دم سے وحشت میں مبتلا ہو گئے اور ان میں سے ایک نے چیخ کر کہا۔

"خبردار، خبردار، اگر کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو بھون ڈالیں گے۔" لیکن شاید وہ خود بھی فیصلہ نہیں کر سکے تھے کہ یہ الفاظ انہوں نے ان لوگوں سے کہے ہیں جو ان کے قبضے میں ہیں یا ان سے جنہوں نے فائر کر کے ان کے ساتھی کو زخمی کر دیا تھا، ادھر لارک اینجلو اس پستول کو دیکھ رہا تھا جو چٹان سے دوسری جانب گر پڑا تھا۔ اگر یہ لوگ ذرا سی ہمت کریں تو چٹان کے دوسری جانب پڑا ہوا پستول اٹھا سکتے ہیں۔ اینجلو نے سرگوشی کے عالم میں کہا۔

"کنور صاحب، یہ پستول۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔

"نہیں اینجلو، صورت حال خطرناک ہو گئی ہے۔" پھر ان میں سے ایک شخص نے چٹان پر گولیاں برسانی شروع کر دیں جس پر سے فائر کیا گیا تھا۔ اس نے اپنا پستول خالی کر دیا اور پھرتی سے پیچھے ہٹ کر اسے لوڈ کرنے لگا۔ وہ تینوں بدحواس ہو گئے تھے، ان میں سے ایک کو خیال آیا اور اس نے ایک بار پھر ان لوگوں پر پستول تان لیا۔

"آواز دو انہیں آواز دو، تمہارے ساتھی ہیں، اگر وہ باہر نہ آئے تو میں انہیں بھون کر رکھ دوں گا، لیکن ان احمقوں سے یہ غلطی ہو گئی تھی کہ وہ بدحواسی میں پوزیشن لینے کے بجائے اب بھی ایسی کھلی جگہ کھڑے ہوئے تھے جہاں سے انہیں نشانہ بنایا جاسکتا تھا۔ ایک بار پھر فائر ہوا اور جس شخص نے کنور مہتاب علی وغیرہ پر پستول تانا ہوا تھا اس کے پاؤں میں گولی لگی اور وہ بھی ایک دھاڑ کے ساتھ اپنی جگہ سے اچھلا اور بری طرح چٹانوں پر گرا، تب ان لوگوں کو خیال آیا کہ یہ صورت حال ان لوگوں کے لئے خطرناک ہے، وہ اپنے زخمی ساتھی کو نظرانداز کر کے بری طرح ادھر ادھر بھاگے اور انہوں نے چٹانوں کے پیچھے پوزیشن لینے کی کوشش کی، ادھر وہ زخمی اپنی جگہ سے کھسکے اور چٹانوں کی آڑ میں آنے کی کوشش کرنے لگے۔ اس دوران سرہدایت اللہ وغیرہ کو موقع مل گیا، اور انہوں نے پھرتی سے چٹان کے عقب میں چھلانگ لگا دی جس پر وہ کھڑے ہوئے تھے سب کے سب چٹان کی آڑ میں ہو گئے، لارک اینجلو نے فوراً ہی پڑا ہوا پستول اٹھا لیا تھا اور خونی نگاہوں سے ادھر دیکھتے ہوئے اپنی جگہ تبدیل کرنے لگا تھا۔

چٹان کے عقب میں پہنچ جانے والوں نے بدحواسی کے عالم میں اس چٹان کی طرف فائرنگ شروع کر دی اور اندھا دھند فائرنگ کرنے لگے، گولیوں کی گونج سے سخت شور پیدا ہو گیا، لیکن چٹان پر گولیاں برسانے سے جو کچھ انہیں حاصل ہو سکتا تھا وہی حاصل ہو رہا تھا ان کے پستول خالی ہو گئے اور وہ جلدی جلدی ان میں میگزین ڈالنے لگے۔ ادھر سے اکا دکا فائر ہو جاتا تھا۔ کنور مہتاب علی وغیرہ نے لارک اینجلو وغیرہ کو پوزیشن تبدیل کر کے زندگی کا خطرہ مول لینے کی اجازت نہیں دی تھی۔ لیکن یہ سب کے سب ششدر بھی تھے،

سردار خان اور شمسہ کیا یہ کارروائی کر سکتے ہیں۔ چٹان کے عقب میں پہنچنے والا ہر
غائب ہو گیا۔ بہت سے سوالات ان کے ذہن میں تھے اور وہ شدید حیرانی کے عالم م
جنگ کا نتیجہ جاننے کی کوشش کر رہے تھے' پھر انہیں عقل آگئی اور انہوں نے اس
جانے کے بجائے جہاں سے یہ لوگ فائرنگ کر رہے تھے' پھرتی سے دوڑ کر گاڑی
پاس آجانے کا فیصلہ کیا' وہ جھکے جھکے دوڑنے لگے' تبھی انہیں ایک آواز سنائی دی۔

"تم لوگ کتنے فائر کرو گے' اب بھی تم ہماری رینج پر ہو' ہم تمہیں ہلاک نہ
چاہتے' لیکن اگر تم لوگوں نے فوراً" اپنے پستول نہ پھینک دیئے اور ہاتھ اٹھا کر سامنے
آگئے تو تمہیں گولیوں سے بھون دیا جائے گا۔ تم جانتے ہو کہ چٹانوں پر گولیاں بر
سے تمہیں کچھ نہیں حاصل ہو گا' اپنے پستول سامنے پھینک دو اور ہمارے سامنے آجا

یہ الفاظ دو دفعہ دہرائے گئے۔ سردار خان کی آواز صاف پہچان لی گئی تھی اور
سب انگشت بدنداں تھے۔ لیکن ان کی تمام تر توجہ اس جنگ کے نتیجے پر لگی ہوئی تھ
فائرنگ کرنے والوں نے بھی غالباً" یہی فیصلہ کیا کہ واقعی اس طرح فائرنگ کرنے سے
نہیں حاصل ہو گا کوئی دو ٹوک مسئلہ سامنے آجائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ بہرحال انہوں
پستول پھینک دیئے اور چند لمحات کے لئے مکمل خاموشی ہو گئی۔ پھر سردار خان کی آ
دوبارہ سنائی دی۔

"اب تم سب چٹان کے سامنے آجاؤ' میں بھی تمہارے سامنے آرہا ہوں۔"

لوگ چند لمحات کے توقف کے بعد ایک ایک کر کے سامنے آگئے تھے۔ زخمیوں کی حا
کافی بگڑی ہوئی تھی اور وہ درد و کرب سے کراہتے ہوئے آگے آئے تھے' پھر چٹان
عقب سے سردار خان برآمد ہوا اور پستول سیدھا کئے ہوئے آہستہ آہستہ آگے بڑھنے
کنور مہتاب علی' سرہدایت اللہ ' لارک اینجلو' ریٹا ہاروے اور مائیکل بائز پھٹی پ
آنکھوں سے سردار خان کو دیکھ رہے تھے' جو اس وقت ایک مشاق لڑاکے کی حیثیت
نمودار ہوا تھا اور ان لوگوں کے قریب جارہا تھا۔ پھر اس نے اشارے سے ان لوگوں
قریب بلایا اور وہ دوڑتے ہوئے ان کے نزدیک پہنچ گئے۔ لیکن سردار خان کی توجہ ا

لمحے کے لئے ان لوگوں کی جانب مبذول ہوئی تھی کہ اچانک ہی ان دونوں آدمیوں نے جو صحیح سالم تھے سردار خان پر حملہ کر دیا' وہ بھی غالباً" لڑائی بھڑائی کے ماہر تھے۔ دونوں زخمی برق رفتاری سے آگے بڑھے اور انہوں نے زمین پر گرے ہوئے پستول اٹھا لئے اور پھر ایک لمحہ بھی ضائع ہو جاتا تو کئی افراد زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے کیونکہ انہوں نے اس جنونی انداز میں پستول سیدھے کئے تھے جیسے اندھا دھند فائرنگ کر کے ان میں سے جتنوں کو ہلاک کر سکتے ہیں' ہلاک کر دیں گے' لیکن ان کی تقدیر ہی خراب تھی۔ دو گولیاں چلیں اور ان کے ہاتھ کے پستول نیچے گر گئے اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔ ادھر سردار خان سنبھل گیا' اس نے اپنے اوپر مسلط ہو جانے والے دونوں افراد کو اپنے اوپر سے ہٹایا اور مارشل آرٹس کے وہ داؤ دیکھنے میں آئے کہ دیکھنے والے ششدر رہ گئے۔ سردار خان نے مار مار کر ان کا بھرکس نکال دیا تھا اور پھر شاید اس میں سردار خان کی کوشش کا بھی دخل نہیں تھا۔ بس اس کی لات ایک شخص کے سینے پر پڑی تھی اور وہ اس طرح الٹ کر نیچے گرا تھا کہ اس کی گردن دوسری جانب مڑ گئی اور پورا بدن دوسری طرف آپڑا' اس عالم میں گرنے کا نتیجہ سبھی جانتے تھے' گردن کی ہڈی یقیناً" ٹوٹ گئی ہو گی اور چہرہ بھرتا بن گیا ہو گا۔ آخری شخص جسے سردار خان نے لاتوں پر رکھا ہوا تھا ایک لمبی چھلانگ لگا کر ایک طرف گرا اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس بری طرح بھاگا کہ اس نے پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھا شاید اسے نکل جانے کی مہلت دے دی گئی تھی' کیونکہ جس طرف سے ان دو زخمیوں پر گولیاں چلائی گئی تھیں وہاں سے اس پر بھی گولی چلائی جاسکتی تھی' لیکن یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بعد میں گولیاں چلانے والا کون ہے اور وہ بھی ایسے جسے مشاق ہاتھوں کا کارنامہ کہا جاسکتا تھا' گولیاں صحیح نشانوں پر ان کی پیشانیوں پر لگی تھیں اور وہ بھی ایسے انداز میں اگر نشانے صحیح نہ لئے جاتے تو آس پاس کھڑے ہوئے لوگ بھی اس کا شکار ہو سکتے تھے اور پھر سینے پر پڑنے والی گولیاں بھی اسی مشاقی کا اظہار کرتی تھیں۔ بعد میں چٹان کے عقب سے شمسہ بھی برآمد ہوئی تھی اور گل اس کے پاس نہیں تھی۔ سب حیرت و خوف کے ساتھ ان تین افراد کو دیکھ رہے تھے جو زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے' چوتھا

آدھی اب بھی انہیں دور بھاگتا ہوا نظر آرہا تھا' حالانکہ ان کے گھوڑے موجود تھے لیکن ظاہر ہے کہ اس وقت گھوڑے کھولنے کی مہلت کسے حاصل تھی۔ البتہ پانچواں مخ... ہیگ ابھی تک صیغہ راز میں تھا کہ وہ کہاں گم ہوگیا شمسہ اور سردار خان پاس پاس آکر... ہوئے تو کنور مہتاب علی نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم لوگ' تم لوگ یہ بھی کر سکتے ہو' خدا کی قسم خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا۔"

"ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے جناب' اگر ہم ایسا نہ کرتے تو یہ کمبخت ہمارا سارا سامان لے کر فرار ہوگئے ہوتے۔ رات کو ہم لوگ جاگ رہے تھے' بلکہ ہم تو اس وقت بھی ہوش میں تھے جب آپ لوگوں کو جیمس پیرے نے قہوہ وغیرہ پلا کر بے ہوش کر دیا تھا ہم ہوش میں ہی تھے کیونکہ ہم نے وہ قہوہ نہیں پیا تھا' اب بھی ایسا ہی ہوا جناب ہم لوگ جاگتے رہے تھے اور پھر ہم نے ان کی کارروائی دیکھی' بچی کو ہم نے ایک محفوظ جگہ لٹادیا اور خود وہاں سے پیچھے ہٹ کر ان کا جائزہ لیتے رہے' انہوں نے آپ کے ہتھیار اٹھائے گاڑی میں سے ہتھیار نکالے اور ایک جگہ جمع کر دیئے۔ پھر اطمینان سے ناشتہ کیا' بس اسی وقت متحرک ہوئے جب ہمیں آپ لوگوں کی زندگی کا خطرہ پیدا ہوگیا' ورنہ ہم یہ ہمت نہ کرتے صاحب ...."

"ارے کیسی باتیں کر رہے ہو تم نے تو اس وقت ہمیں بہت بڑی مصیبت سے بچالیا ہے' لیکن سردار خان تمہاری یہ مہارت اور پھر شمسہ کا گولیاں چلانا یہ کیسے ممکن ہوگیا۔"

"بس صاحب جی اللہ نے کرم کیا' ورنہ یہ لوگ تو ہمیں مار ہی ڈالتے۔" سردار خان نے کہا۔ شمسہ واپس پلٹ گئی تھی اوراس کے بعد اس نے سائبان نما چٹان کے نیچے سے گل کو اٹھالیا' جو جاگ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ دنیا کی ہر مشکل سے بے خبر معصوم بچی اپنے آپ سے مگن' سب کے سب شدید حیران تھے' اور کسی حد تک خوف محسوس کر رہے تھے۔ ریٹا ہاروے بار بار گھورتی نگاہوں سے سردار خان کو دیکھنے لگتی تھی۔ پھر...

...لہ کرنے کے لئے آبیٹھے کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ تین لاشوں کی موجودگی انہیں مضطرب کر رہی تھی اور غالباً" اب وہ لوگ یہاں رکنا نہیں چاہتے تھے۔ دفعتاً" ہدایت اللہ نے ...نک کر کہا۔

"ارے وہ پانچواں آدمی کہاں گیا جو سب سے پہلے ان لوگوں کی تلاش میں نکلا تھا۔"

"ارے ہاں وہ تو لاپتہ ہی ہوگیا۔" اور پھر یہ سوالات شمسہ اور سردار خان سے کئے گئے تو سردار خان نے معصومیت سے کہا۔

"وہ تو اس چٹان کے پیچھے پڑا ہوا ہے صاحب سب سے پہلے وہ ہمارا شکار بنا تھا' جب وہ چٹان کے عقب میں پہنچا تھا تو ہم نے بڑے اطمینان سے اسے اپنے قابو میں کرلیا تھا۔"

"مار ڈالا.........؟"

"نہیں زخمی کر دیا تھا بے ہوش ہوگیا تھا۔" سردار خان معصومیت سے بولا۔

"خدا کی پناہ' تم لوگوں نے تو حقیقتاً" اس وقت اس مہم کے سربراہ ہونے کا ثبوت دے دیا ہے' گویا جب وہ چٹان کے عقب میں پہنچا تو تم نے اس پر قابو لیا۔"

"ضروری تھا صاحب......... ورنہ وہ ہمیں دیکھ لیتا۔" سردار خان بولا۔

"میرے خدا' لیکن سردار خان خدارا یہ تو بتاؤ کہ تم اور تمہاری بیوی یہ لڑائی بھڑائی کے ماہر کیسے نکلے' تم نے تو اچانک ہی اپنا یہ روپ ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔"

"بس صاحب جی کیا بتائیں' پولیس کی ٹریننگ لی تھی ایک زمانے میں' پولیس میں بھرتی ہوگئے تھے۔ ایک بڑے صاحب تھے محبت کرنے والے.........انہوں نے کہا کہ سردار خان لمبے چوڑے آدمی ہو' پولیس میں نوکری کرلو' ہم نے کہا ٹھیک ہے' بس جی لگا دیا انہوں نے پولیس میں اور ہمیں ٹریننگ پر بھیج دیا۔ ٹریننگ مکمل ہوئی' لیکن جب ڈاکٹر کے سامنے پہنچے تو اس نے ان فٹ کر دیا۔"

"کیوں؟"

"پیسے مانگ رہا تھا صاحب۔"

"کیا مطلب؟"

"بڑے پیسے مانگ رہا تھا کہنے لگا کہ اب تو تم زندگی بھر کمائی کرو گے، عیش کرو ہمارا حصہ ہمیں دے دو۔ ہم نے کہا بھی تھا اس سے کہ صاحب جی جب کمائی کریں آپ کو بھی دے دیں گے کہنے لگے بعد میں تو تم پولیس والے ہو گے تم سے بھلا کو مانگ سکتا ہے' ابھی جو کچھ دینا ہے دے دو........"

"تو پھر........"

"نہیں تھے صاحب جی پیسے ہمارے پاس' بس نوکری نہیں کی۔"

"اور وہ ٹریننگ........"

"بس جی صرف ٹریننگ ہی رہ گئی ہمارے پاس۔"

"ہوں تو یہ ہے تمہاری مستعدی اور پھرتی کا راز مگر بھائی پولیس کی ٹریننگ میں مارشل آرٹس تو نہیں سکھایا جاتا........"

"ہیں' کیا کہہ رہے ہیں آپ سر جی۔ یہ مارشل آرٹ کیا ہوتا ہے؟"

"تم نے ان لوگوں کو جس انداز سے مارا تھا وہ تو بڑا جچا تلا انداز تھا۔"

"ہمیں نہیں معلوم جی۔ وہ اپنے محلے میں ایک خلیفہ جی رہتے تھے۔"

"خلیفہ جی........؟"

"جی ہاں۔"

"کیسے خلیفہ........؟"

"وہ جی ان کا ایک اکھاڑہ تھا۔ نبوٹ سکھاتے تھے۔" سردار خان بولا۔ عرشی مشکل سے ہنسی روک رہی تھی۔

"اوہو اچھا تو پھر........؟"

"بس جی ان کی تھوڑی سی خدمت کی تھی شروع میں انہوں نے دو چار ہاتھ دیئے تھے۔"

"مگر نبوٹ اور مارشل آرٹس میں تو فرق ہوتا ہے۔"

"یہ تو ہمیں پتہ نہیں ہے جی۔ بس انہوں نے یہ کہا تھا کہ اگر ہاتھ خالی ہوں اور گھبرلیں تو کیسے اچھل کود مچائی جاسکتی ہے۔ بس اس سے ہمارا کام بن گیا........"

"ناقابل یقین........ ناقابل یقین........ چلو تمہارا کام تو بن گیا۔ اور یہ ...."

"کون شمسہ........؟"

"ہاں........"

"بس جی وہ........" سردار خان نے مسکراتی نگاہوں سے شمسہ کو دیکھا اور شمسہ کر بولی۔

"اچھا ہی ہوا صاحب جی کہ اسے پولیس کی نوکری نہیں ملی۔ ورنہ یہ پولیس والا کم ں زیادہ ہوتی۔"

"کیا مطلب........"

"ارے صاحب جی جو کچھ سیکھ کر آتا تھا مجھے سکھانے لگتا تھا' پستول میرے ہاتھ میں کہتا تھا کہ نشانے لگاؤ' بس جی نشانے لگاتے لگاتے میرا نشانہ اس سے بھی پکا ہو گیا۔ میں جانتی تھی کہ اگر یہ نوکری میں آجاتا صاحب جی تو پھر مجرموں کو مجھے پکڑنا پڑتا یہ ل بیٹھ کر ہانڈی پکاتا۔" شمسہ نے کچھ اس انداز میں کہا کہ سب لوگ ہنس پڑے' خان بھی مسکراتی نگاہوں سے شمسہ کو دیکھ رہا تھا۔

"تم لوگوں نے ہمیں حیران کر دیا ہے۔"

"اب حیرانی سے نکل آؤ اور ذرا دیکھو اس شخص کو جو بے ہوش پڑا ہوا ہے۔" ہتاب علی نے کہا اور سب کے سب ہی چٹان کے عقب میں پہنچ گئے۔ ہیگ اٹھ کر تھا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھ رہا تھا پھر ان لوگوں کو دیکھ کر اس نے ائی لی اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"اُدھر آجاؤ۔ تمہیں تمہارے ساتھیوں کا حشر دکھا دیا جائے۔" لارک اینجلو نے

اس کا گریبان پکڑ کر اسے گھسیٹتے ہوئے کہا اور وہ ہیگ کو سامنے لے آئے۔ ہیگ
نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا' جو مردہ حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ پ
ویران نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ غالباً وہ اپنے پانچویں ساتھی کی تلاش میں

"وہ بھاگ گیا........." کنور مہتاب علی بولا۔ اور وہ تعجب سے اسے دیکھنے

اس نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

"ہوں تو اب ایسا کرو ڈیئر ہیگ کہ تم بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ عدم
روانہ ہو جاؤ۔"

"نہیں نہیں' میں .... میں مرنا نہیں چاہتا' مجھے چھوڑ دو' مجھے
کردو........"

"تم ہمیں چھوڑ رہے تھے' ہمیں معاف کر رہے تھے؟"

"ہم تمہیں زندگی سے محروم نہیں کرنا چاہتے تھے' ہم تو......... ہم تو........"

"ہاں رک کیوں گے۔ بولو ہم تو......... ہم تو........." کنور مہتاب علی نے کہا

"ہم تو بس تمہارا یہ سامان لے کر فرار ہونا چاہتے تھے۔"

"کون ہو تم؟"

"ہیگ ہوں میں۔" اس نے جواب دیا۔

"تمہارا تعلق کون سے گروہ سے ہے؟"

"گگ گروہ........."

"دیکھو ہیگ تمہارا پانچواں ساتھی بے شک بھاگ گیا ہے۔ لیکن تم زندہ
شکل میں جاسکتے ہو جب تم ہمیں اپنے بارے میں سب کچھ صاف صاف بتا دو۔"

"کیا صاف صاف بتا دوں سر۔" اس نے کہا۔

"تمہارا تعلق کون سے گروہ سے ہے.........؟"

"کوئی سا گروہ نہیں ہے ہمارا ہم صرف پانچ آدمی تھے۔ آپ کو بتا ہی چکے
بارے میں۔ سیاح ہیں' مہم جو ہیں' دولت کی تلاش میں نکلے

میں بھٹکتے پھر رہے تھے کہ آپ کا سامنا ہو گیا۔"

"بکواس......... تو پھر ایسا کرو کہ اسے بھی اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچا دو۔"

کنور مہتاب علی نے کہا اور لارک اینجلو نے پستول سیدھا کرلیا۔

"نہیں، نہیں.........مت مارو.........مجھے مت مارو پلیز رحم کرو مجھ پر" ہیگ دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخا۔ وہ بے حد خوفزدہ نظر آرہا تھا۔

"کیا تمہارا تعلق سی گال سے نہیں ہے؟" مہتاب علی نے سوال کیا اور ایک بار پھر ہیگ کے چہرے پر حیرانی کے نقوش پھیل گئے، وہ انہیں دیکھتا رہا اور پھر اس نے گردن جھکالی۔ "جواب دو.........؟"

"ہاں۔ میرا تعلق سی گال سے ہے۔"

"ہوں تو پھر سی گال کے بارے میں ہمیں کچھ معلومات فراہم کرو۔"

"بس کیا معلومات فراہم کی جائیں آپ کو، وہ ان علاقوں کا زلزلہ کہلاتا ہے اور اس نے اپنا گروہ بنا رکھا ہے ہم پانچ پانچ چھ چھ افراد ٹولیوں میں بھٹکتے رہتے ہیں اور ایسے مہم جوؤں اور سیاحوں کو تلاش کرتے ہیں جن کے ساتھ لڑکیاں اور سازو سامان ہو۔"

"لڑکیاں!"

"ہاں۔"

"لڑکیوں کو خاص طور سے کیوں تلاش کیا جاتا ہے؟"

"بس وہ جناب........."

"ہاں ہاں.........بولو۔"

"وہ لڑکیوں کی تجارت کرتا ہے........."

"کہاں.........؟"

"مختلف ٹھکانے ہیں سر اس کے۔ وہ اپنے من کا موجی ہے جہاں دل چاہے چلا جاتا ہے۔"

"لیکن لڑکیوں کو خریدنے والے کون ہوتے ہیں؟"

"مختلف لوگ مختلف علاقوں سے آتے ہیں۔"

"یہاں صحرائے اعظم میں.........؟"

"ہاں........."

"مگر یہیں کیوں.........؟"

"کیونکہ سر یہاں سے لڑکیاں انہیں آسانی سے حاصل ہو جاتی ہیں۔"

"کیا یہ ایک عجیب طریقہ کار نہیں ہے؟"

"ہو گا صاحب، ہمیں بھلا اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"اس وقت سی گال کہاں ہے؟"

"کوئی نہیں جانتا۔"

"کیا مطلب؟"

"اس کا کوئی ایک ٹھکانہ تو ہے نہیں۔"

"پھر........."

"جگہ جگہ اس نے اپنے اڈے بنا رکھے ہیں۔"

"یہیں صحرائے اعظم میں........."

"ہاں جی.........صحرائے اعظم میں ہی نہیں بلکہ یہاں سے باہر بھی........."

"کتنے افراد ہیں اس کے ساتھ.........؟"

"کہاں........."

"میرا مطلب ہے باہر کی دنیا میں.........؟"

"بے شمار لوگ ہیں جو اس کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں ان کے اور بھی طریقہ کار ہیں۔ لیکن سی گال نے یہاں اس طرح اپنا کام بنا رکھا ہے۔"

"کیا وہ افریقی لڑکیوں کو بھی اغواء کرتا ہے؟"

"بہت.........اصل میں وہ یہاں اس لئے اپنا اڈہ بنائے ہوئے ہے کہ اسے یہاں سیدھی سادی افریقی لڑکیاں آسانی سے حاصل ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ انہیں ٹریننگ دیتا ہے اس کے بعد فروخت کر دیتا ہے۔ بہت سے ممالک میں افریقی لڑکیوں کی مانگ بہت زیادہ ہے۔"

"وہ سب غصے سے کھولنے لگے تھے۔ کنور مہتاب علی نے خود پر قابو پا کر کہا۔"

"کہاں مل سکتا ہے وہ اس وقت.........؟"

"آپ اس بات پر یقین کرلیں یا زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ آپ مجھے قتل کر دیں گے لیکن جو بات میں بتا نہیں سکتا جس کے بارے میں، میں کچھ بھی نہیں جانتا اس کے لئے آپ سے کیا کہوں۔"

"ہوں ٹھیک ہے ہیگ، بھاگ جاؤ۔ لیکن اب یہاں سے جا کر تم کیا کرو گے؟"

"پتہ نہیں سر کہاں جاؤں گا، کون ملے گا مجھے یہ تو ایک نامعلوم سی بات ہے۔"

"لیکن اگر تم کسی ٹولی کا پتہ لگا لیتے ہو جیسے ہمارے ساتھ تم نے یہ سب کچھ کیا ہے، سازو سامان لے کر کہاں جاتے.........؟"

"بھٹکتے رہتے، جب دوسری ٹولی مل جاتی تب ہم معلوم کرتے کہ سی گال اس وقت کہاں ہے، اور پھر اس کی طرف چلے جاتے۔"

"سازو سامان اس کے حوالے کر دیتے؟"

"جو بھی کچھ تھوڑا بہت ہوتا، وہ اسے دے دیا جاتا اس کی طرف سے آزادی ہے کہ ہم یہاں صحراؤں میں اپنی زندگی کی بقاء کے لئے جو دل چاہے کر سکتے ہیں بس اگر کہیں سے لڑکیاں ہاتھ آجائیں تو پھر ہمارا ان لوگوں کو تلاش کرنا ضروری ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے وہ گھوڑے کھڑے ہوئے ہیں۔ ہمیں ان گھوڑوں کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ گھوڑے کھولو اور یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

ہیگ نے حیران نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ اسے اس کی امید نہیں تھی۔ لیکن پھر اس کے چہرے پر مردنی چھا گئی۔

"سر کیا آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا مطلب.........؟"

"میں گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگوں گا اور آپ پیچھے سے مجھے گولی مار دیں گے۔"

کنور مہتاب علی نفرت سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"اگر ہم تمہیں یہاں بھی گولی مارنا چاہیں تو ہمیں کیا دقت ہوگی۔"

"یہ تو ہے۔"

"جاؤ دفع ہو جاؤ یہ نہ ہو کہ ہمارا ارادہ بدل جائے......... ظاہر ہے تم لوگوں نے اس سلسلے میں بہت سے کالے کارنامے سرانجام دیئے ہوں گے۔" ہیگ آہستہ آہستہ گھوڑوں کی جانب بڑھا لیکن وہ پلٹ پلٹ کر پیچھے دیکھتا جارہا تھا بس اسے یہی خوف تھا کہ اب تھوڑی دیر کے بعد عقب سے گولی چلے گی اور اس کے بدن میں کہیں نہ کہیں سوراخ ہو جائے گا۔ پھر اس نے گھوڑے کھولے ان کی لگامیں آپس میں باندھیں، ایک گھوڑے کی پشت پر خود کود کر سوار ہوا، پلٹ کر انہیں دیکھا اور پھر اس کے بعد گھوڑے کو ایڑ لگادی۔

وہ سب اسے جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اس سلسلے میں اور کسی کے ذہن میں کچھ بدگمانی ہوئی یا نہ ہو۔ لیکن سرہدایت اللہ کا چہرہ اس وقت ان تمام باتوں کو سن کر اتر گیا تھا اور ان کے دل میں شدید وسوسے پیدا ہو رہے تھے۔ خدانخواستہ اگر کہیں سی گال عرشی تک پہنچ گیا تو عرشی اپنے چھوٹے سے گروہ کے ساتھ اس کا مقابلہ کر سکے گی یا نہیں۔ اس وقت ان کے دل میں اضطراب کی شدید لہریں پیدا ہو رہی تھیں اور وہ حد سے زیادہ بے تاب ہوگئے تھے۔ کنور مہتاب علی نے کہا۔

"ہر چند کہ ہم ذہنی طور پر کافی مفلوج ہو گئے ہیں ان واقعات کی وجہ سے
ظاہر ہے ایک مہم جو کی زندگی میں اس طرح کے واقعات پیش آتے ہی رہتے ہیں۔
بہتر یہ ہے کہ ہم یہاں سے تیاریاں کرنے کے بعد فوراً ہی نکل چلیں۔"

سب لوگوں نے کنور مہتاب علی کی اس بات سے اتفاق کیا تھا۔ ریٹا ہاروے نے

"ناشتہ کریں گے آپ لوگ.........."

"ریٹا اگر ہم یہ ناشتہ گاڑیوں میں ہی کرلیں تو کیا حرج ہے.........؟"

"نہیں کوئی حرج نہیں ہے' ذرا میں کافی کے ان برتنوں کو دیکھوں جو ان کم بخ
نے ضائع کر دیئے ہیں۔"

"دیکھ لو۔"

ریٹا ہاروے اس جانب بڑھ گئی' برتنوں میں کافی اتنی مقدار میں موجود تھی جے
لوگ بھی استعمال کر سکتے تھے۔ ان لوگوں نے بے دردی سے بے دریغ ہر چیز کو استعمال
تھا۔ چنانچہ انہی کی تیار کی ہوئی کافی وہیں پی گئی' جو بسکٹ وغیرہ بچے ہوئے تھے وہ
کھالئے تھے' بدبختوں نے بڑی شان سے ناشتہ کیا تھا۔ پھر تمام سامان سمیٹ کر گاڑیوں
رکھا گیا اور اس کے بعد وہ لوگ گاڑیوں میں بیٹھ کر وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ شمسہ ا
سردار خان کی شخصیت ان سب کے لئے نہایت پراسرار بن گئی تھی' سردار خان نے
شک جو کہانی سنائی تھی بڑی معصومیت سے سنائی تھی لیکن جس مہارت کا مظاہرہ اس
کیا تھا وہ ان سب کے لئے ناقابل یقین تھا۔ راستے میں کنور مہتاب علی نے سرہدایت اللہ
سے کہا۔

"کیا یہ شخص سچ بول رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"اس نے جس مہارت سے اس تمام ماحول پر قابو پایا اور جس طرح ان لوگوں
زچ کر ڈالا۔ یہ صرف ایک ایسے آدمی کا کام نہیں ہے جس نے پولیس کے سپاہی
حیثیت سے تربیت لی ہو۔ یہ تو بہت ہی اعلیٰ تربیت کا مظاہرہ تھا۔"

"تمہارا مطلب کیا ہے؟"

"کہیں اس کی شخصیت میں بھی کوئی دوسرا روپ نہ چھپا ہوا ہو؟"

"کیا اس کے امکانات ہیں؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔" کنور مہتاب علی پر خیال لہجے میں بولا۔

بگ بورول کے اس پراسرار قلعے سے نکلنے کے بعد مرزا نصیر بیگ اور اس کی برق رفتاری سے چل پڑی تھی اور رکے بغیر اس راستے پر سفر کرتی رہی تھی جس کی نشاندہی جیمس پیرے نے کی تھی اور جس کے بارے میں اسے بتایا گیا تھا کہ کنور مہتاب اور سرہدایت اللہ کی ٹیم اس سمت سے آگے سفر کر رہی ہے شام تک یہ لوگ سفر کرتے رہے اور اس کے بعد چھدرے درختوں کے درمیان پہلا پڑاؤ ڈالا گیا دن بھر کے سفر کی تھکن کے بعد رات کو سفر کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ آرام تو کرنا ہی ہوتا تھا' شام کے قیام میں ضروری تیاریاں کی گئیں اور اس کے بعد سب لوگ تھکے تھکے آرام کرنے لیٹ گئے۔ زاہد اور مرزا نصیر بیگ قریب قریب ہی لیٹے ہوئے تھے ان کے جسموں میں سنسنی سی دوڑ رہی تھی۔ زاہد بہت کم گو تھا اور ضرورت کے وقت ہی بولتا تھا۔ ہاں اگر مرزا نصیر بیگ اس سے کوئی گفتگو کرتا تو وہ اسکے خاطر خواہ جواب ضرور دیتا تھا۔ اس وقت بھی یہ خاموشی طویل ترین ہو گئی۔ گھوڑوں کے سموں کی سرسراہٹیں اور ان کی فرفراہٹ کے علاوہ کوئی آواز فضا میں نہیں گونج رہی تھی۔ سب بالکل بے جان پڑے ہوئے تھے۔ تب مرزا نصیر بیگ نے کہا۔

"زاہد سو گئے.........؟"

"نہیں سر۔"

"بہت خاموش ہو۔"

"سر آپ کوئی گفتگو کیجئے میں جواب دوں گا۔"

"زاہد تمہیں اپنا گھر یاد آتا ہے؟" مرزا نصیر بیگ نے پوچھا اور زاہد کافی دیر تک خاموش رہا۔ جب اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو مرزا نصیر بیگ پھر بولا۔

"تم نے جواب نہیں دیا زاہد۔"

"جی سر یاد آتا ہے۔"

"کیا خیالات ہیں تمہارے؟"

"نہیں سر نیگیٹو نہیں ہیں۔ میں پوری طرح سوچ سمجھ کر آپ کے ساتھ آیا ہوں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ زندگی کی طویل ترین ناکامیوں کے بعد مجھے روشنی کی ایک کرن نظر آئی ہے۔ میں تو اس کے لئے بھی تیار ہوں کہ اگر میری زندگی انہی صحراؤں میں ختم ہو جائے' لیکن میرے اہل خاندان کو باقی زندگی سکون سے بسر کرنے کے لئے مل جائے تو میں اسے اپنی کامیابی سمجھوں گا۔"

"نہیں زاہد مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ وقت ہمارا ساتھ دے گا' ہم جدوجہد کر رہے ہیں اور اس جدوجہد کا کوئی نہ کوئی نتیجہ ضرور نکلے گا۔"

"جی سر میں ناامید نہیں ہوں۔ لیکن سر ایک بات کہوں آپ سے........."

"ہاں۔"

"میں یہ نہیں کہتا کہ میرا مشاہدہ بہت تیز ہے لیکن بعض چیزیں اگر گہری نگاہوں سے دیکھی جائیں تو اندازہ ہو جاتا ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میرا خیال ہے اب میں ولیم آرنلڈ کو کچھ بددل محسوس کر رہا ہوں۔"

نصیر بیگ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہ بات خود اس نے بھی محسوس کی تھی' دوران سفر ولیم آرنلڈ کے چہرے پر کچھ بے زاری کے سے آثار نظر آرہے تھے اور اس نے راستے میں اپنے کسی خیال کا اظہار نہیں کیا تھا۔ نا ہی اس نے کسی خاص کیفیت کا

اظہار کیا تھا۔ مرزا نصیر بیگ کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

"زاہد ولیم آرنلڈ کو بالآخر ہم سے دور ہونا ہے اور میرے اس منصوبے کے میں کم از کم تم اچھی طرح جانتے ہو' میں یہ نہیں کہتا کہ میں غاصبانہ طرز عمل اختیار ہوں اور اسے دھوکا دینا چاہتا ہوں لیکن وہ جس قماش کا انسان ہے آنے والے وقت اس سے کوئی بڑی امید بھی نہیں رکھی جاسکتی' یہ ہو سکتا کہ کسی موقع پر وہ دھوکا دینے کوشش کرے' ہرچند کہ ہمارے اس طرز عمل سے جس میں ہم نے اس کی زندگی تھی' وہ کافی متاثر ہوگیا ہے اور کچھ ایسی کیفیت میں نظر آتا ہے جیسے اب وہ دغابازی کرے گا لیکن یہ اس وقت تک کی بات ہے جب تک ہم خزانوں کے اس ذخیرے نہیں پہنچ جاتے وہاں پہنچنے کے بعد کسی کی ذہنی کیفیت کیا ہوتی ہے اس کی مشاہدہ سے پہلے نہیں کی جاسکتی۔"

"جی سر میں سمجھ رہا ہوں۔"

"تو ایسی صورت میں اگر وہ بد دل ہوتا ہے تو زاہد ہمیں نہایت ہوشیاری سے لینا ہوگا۔"

"سر میں آپ کی ہدایات چاہتا ہوں۔"

"دیکھو انسانی خون بہانا بہر طور کوئی اچھا فعل نہیں ہے لیکن اپنی زندگی بچانا سے ضروری کام ہے' اگر اس کی بددلی طیش کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے تو پھر ہمیں سے اسے راستے سے ہٹانا ہوگا۔ اس سلسلے میں زاہد تمہارا کردار مجھ سے زیادہ اہم گا۔"

"میں سمجھا نہیں سر؟"

"ہوشیاری سے کام لینا' ایسی صورت حال پیدا ہو جائے تو میں تمہیں ایک اجا دے رہا ہوں اس کے ساتھ تم بھی مجھ سے بغاوت کا اعلان کر دینا' اور بے شک برے الفاظ میں مجھے مخاطب کرسکتے ہو کرنا۔ یہ صرف مصلحت ہوگی اور اس کے لئے نہ ہونا اس سے کم از کم ہم عارضی طور پر اس سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ تم اس کا

دینے کی شکل میں اس تک پہنچنا اور اس کے بعد میرے اشارے پر ان پر گولیاں برسا دینا۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات۔"

"جی سر.........." زاہد نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"یہ ایک مجبوری ہوگی۔ ہم اس وقت تک یہ قدم نہیں اٹھائیں گے' جب تک کہ حالات ہمارے لئے بالکل ہی ناگزیر نہ ہو جائیں۔ یہ ہمارا انتہائی قدم ہوگا اس شکل میں جب ولیم آرنلڈ کی برگشتگی ہمارے لئے مصیبت بن جائے' ویسے بھی زاہد میں اسے زندہ بھی رکھنا چاہتا ہوں اور راضی بھی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف ہم دو افراد سب کچھ نہیں سنبھال سکتے۔"

"سر ایک خیال میرے ذہن میں آیا ہے اگر آپ اس سے اتفاق کریں تو.........."

"کیا؟"

"ہم کنور مہتاب علی اور سر ہدایت اللہ گروپ کا پیچھا کر رہے ہیں ہو سکتا ہے وہ گروپ کبھی براہ راست ہمارے سامنے آجائے ایسی صورت میں سر اگر ہم ان لوگوں سے تعاون کریں تو میرے خیال میں یہ ایک اچھا عمل ہوگا۔"

"کیا مطلب.........میں سمجھا نہیں.........." نصیر بیگ نے کہا۔

"سر ایسا ہم ضرورت کے تحت کریں گے۔ دیکھیے بہر حال یہ لوگ غیر ہیں۔ میری مراد ولیم آرنلڈ سے ہے' ان پر ہم مکمل بھروسہ نہیں کر سکتے۔ جبکہ ان میں ہمارے ہم وطن بھی شامل ہیں ہم ان سے معذرتیں کر کے اپنے خلوص کا یقین دلائیں گے اس طرح ہمیں مضبوط سہارے حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے یہ اس وقت کیا جائے' جب ولیم آرنلڈ ہم سے منحرف ہو جائے' اس سے پہلے یہ ممکن نہیں ہوگا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں تمہارا مقصد' لیکن ایک بات بتادوں' تمہیں زاہد۔ وہ کینہ پرور لوگ اب مجھ پر قطعی اعتبار نہیں کریں گے' چاہے میں ان کے سامنے کتنے ہی خلوص کا اظہار کیوں نہ کروں یا واقعی ان سے مخلص کیوں نہ ہو جاؤں۔"

"سر آپ کو یقین ہے.........."

"ہاں، بالکل اسی طرح جس طرح تم اس وقت میرے سامنے ہو........"

"کیا وہ لوگ ہمیں ہلاک کر دیں گے؟؟"

"ممکن ہے ہلاک نہ کریں۔ لیکن ہمیں اپنے قریب نہیں پھٹکنے دیں گے بلا سے ہوشیار رہیں گے۔" نصیر بیگ نے کہا اور زاہد سوچ میں ڈوب گیا اس کے بعد وہ خاموش ہی رہے تھے۔

صبح ہوگئی، اور معمولات سے فراغت حاصل کی جانے لگی۔ ناشتہ وغیرہ سے فا ہونے کے بعد مرزا نصیر بیگ نے ولیم آرنلڈ سے کہا۔

یہ سیدھی پٹی اگر ہمیں سکون کے ساتھ سفر کرنے میں کوئی دقت نہ ہو تو ہماری منزل کے ایک خاص گوشے تک لے جاسکتی ہے۔ میری نگاہوں میں اس کا منظر لیکن فاصلے کا صحیح یقین نہیں کر سکتا۔ اصل میں سب سے زیادہ مشکل ہمیں اس وقت بورڈل کی زندگی ختم ہونے سے پیش آئی ہے۔ ورنہ جیسا کہ تم نے کہا تھا کہ ڈیئر آرنلڈ، واقعی بگ بورڈل ہمیں ان علاقوں میں بہترین مدد دے سکتا تھا۔ جبکہ اس کا نا اس سلسلے میں بے کار ثابت ہوا۔

ولیم آرنلڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی نگاہیں خلا میں بھٹکنے لگی تھیں، مر نصیر بیگ نے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے ڈیئر آرنلڈ........" آرنلڈ نے نگاہیں اٹھا کر نصیر بیگ کو دیکھا پھر آہستہ سے بولا۔

"کیا بتاؤں ڈیئر نصیر بیگ، میں عجیب وغریب کیفیت کا شکار ہوں۔"

"کیوں میرے دوست، کوئی خاص بات ہو تو مجھے بتاؤ، تم جانتے ہو کہ اب ہم ایک دوسرے کی زندگی اور موت کے ساتھی ہیں۔"

"میں اسی موضوع پر سوچ رہا ہوں کیا ہم ایک دوسرے کی زندگی اور موت کے ساتھی بن کر فائدے میں رہے ہیں یا نقصان میں۔"

"ابھی فائدے اور نقصان کا کوئی تصور تو ہمارے ذہنوں میں دور دور تک نہیں

آتا"

"میرے ذہن میں آتا ہے۔" ولیم آرنلڈ بولا۔

"کیا مطلب؟"

"نا صرف میں بلکہ میرے ساتھی بھی بد دل ہوگئے ہیں۔"

"کیوں.........؟"

"حقیقت وہی ہے۔ اگر بگ بورڈل ہمیں مل جاتا تو ہمارا بہترین مددگار ثابت ہوتا اور یوں سمجھو کہ یہ ایک طرح سے ہماری اپنی راہنمائی ہوتی۔"

"میں اس حقیقت سے کبھی انکار نہیں کر سکتا۔"

"ہم نے بہت بڑا انحصار اس پر کیا تھا اور نا صرف میں بلکہ میرے ساتھی بھی اس سلسلے میں بڑے پر امید ہیں۔ لیکن اب......... اب ہم ایک ناامیدی کا شکار ہوگئے ہیں۔"

"نہیں......... کیوں......... بگ بورڈل تو نیل کنٹھ کے بارے میں زیادہ تفصیلات نہیں جانتا تھا اگر ایسا ہوتا تو میرا خیال ہے پھر اس کی رسائی نیل کنٹھ تک باآسانی ہو سکتی تھی۔"

"خیر تم نے دیکھا کہ وہ تو ایک پادری صفت آدمی تھا اور اس نے اپنی بقاء کے لئے جو کچھ کر ڈالا تھا، وہ بھی بہت کافی تھا اب تقدیر نے اس کی زندگی کو قائم نہ رہنے دیا وہ ایک الگ بات ہے۔ لیکن وہ ہمارا بہترین رہنما ہو سکتا تھا۔" ولیم آرنلڈ سنجیدگی سے بولا۔

"ہم اب بھی اپنی منزل تک پہنچ جائیں گے۔ ولیم آرنلڈ تم کیا بددل ہو رہے ہو؟؟"

"ہاں، میں صحیح بتاؤں اب میرے دل میں عجیب عجیب احساسات جاگنے لگے ہیں۔"

"کیا.........؟؟"

"یہ کہ شاید میں نے زیادہ کمانے کی ہوس میں اپنی زندگی کو مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ تم خود سوچو ہمارے سامنے اگر کوئی منزل ہوتی، کوئی راستہ ہوتا تو ہم زیادہ اعتماد کے ساتھ اپنے کام کے لئے آگے بڑھ سکتے تھے اب تو سب کچھ یونہی ہوا میں تیر مارنے کے مترادف ہے ہم میں سے کون کہہ سکتا ہے کہ ہم اپنی کوشش میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"میں کہہ سکتا ہوں ولیم آرنلڈ........"

"نہیں مرزا نصیر بیگ یہ ہوا میں تیر چلانا ہے۔"

"تو پھر تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"نہیں ابھی میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اصل میں اپنے ساتھیوں کی بددلی دیکھ کر مجھے بھی بددلی کا احساس ہونا شروع ہو گیا ہے۔ آخر یہ سلسلہ کب تک چلے گا؟"

"نہیں ڈیئر آرنلڈ یہ فیصلہ تو تمہیں کرنا ہو گا۔ کیونکہ ابھی اس سلسلے کے بارے میں ہم کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر سکتے، ہو سکتا ہے ہمیں ایک طویل ترین سفر مزید اختیار کرنا پڑے........ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمیں بے پناہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ تم اور تمہارے ساتھی یہ تمام باتیں طے کرنے کے بعد وہاں سے چلے تھے۔"

"ہاں، لیکن ہمیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ ہم اتنی ناکامیوں سے دوچار ہوں گے۔"

"دیکھو آرنلڈ ہمت سے کام لو، میں تمہیں یہی کہہ سکتا ہوں اور اپنے ساتھیوں کو صرف تم ہی سنبھال سکتے ہو۔ میرے خیال میں اگر تم یہاں سے واپسی کا فیصلہ بھی کر لو تمہیں اتنی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جتنی مشکلات سے گزر کر تم یہاں آئے ہو۔ پھر میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے سامنے ہماری منزل کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے جتنا طے کر کے یہاں تک آ چکے ہیں۔ اگر اتنی مشکلات اٹھانے کے بعد تم خالی ہاتھ واپس اپنی آبادیوں میں پہنچو گے تو تمہیں شدت سے اس کا احساس رہے گا۔ میرے خیال میں اس کے بجائے اگر تھوڑی سی تکلیفیں اور اٹھا کر ہم منزل کی جانب ہی رخ کرتے ہیں اور اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو تمہیں قطعی یہ احساس نہیں رہے گا کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچا ہے۔"

ولیم آرنلڈ سر جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"نہیں میری جان ہم کامیاب لوٹیں گے ہمارے ساتھ اتنا کچھ ہو گا کہ اس کے بعد زندگی ہماری نگاہوں میں بے حد حسین ہو جائے گی تم انگلینڈ میں ایک منفرد انسان کہلاؤ گے۔ لیکن ہوشیاری کے ساتھ، کبھی یہ ظاہر نہ کرنا کہ تم صحرائے اعظم سے ایک عظیم

الشان خزانہ سمیٹ لائے ہو ورنہ دشمنوں کی تعداد بڑھا لو گے، یقین کرو ولیم آرنلڈ میری نگاہوں میں وہ لمحات گھوم رہے ہیں جب ہم ایک اعلیٰ زندگی گزاریں گے۔ میں بھی ممکن ہے لندن ہی میں منتقل ہو جاؤں اپنے اہل خاندان کے ساتھ اور اس کے بعد، اس کے بعد........"

"اس کے بعد؟" آرنلڈ نے مسکرا کر پوچھا۔

"آہ........ کیا کہا جا سکتا ہے۔ تمہارے سامنے پورا مستقبل ہے۔ سو میں، مجھے افسوس رہے گا کہ میری عمر کا بہترین حصہ مجھ سے چھن گیا ہے۔"

آرنلڈ نے قہقہہ لگایا پھر بولا۔ "میں تمہاری رنگین مزاجی سے اچھی طرح واقف ہوں، تم اب بھی پیچھے نہ رہو گے۔"

"چنانچہ جواں مردوں کی طرح آگے بڑھو۔" نصیر بیگ نے کہا اور ولیم آرنلڈ نے گردن ہلا دی۔ وہ سب آگے چل پڑے۔ مرزا نصیر بیگ پوری مستعدی سے اطراف پر نگاہیں جمائے آگے بڑھ رہا تھا، ولیم آرنلڈ اور دوسرے لوگوں کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ اس وقت ہمیں ایک ایسے گروہ کی تلاش ہے، جو ہم سے آگے سفر کر رہا ہے نہ صرف یہ کہ اطراف پر پوری طرح نگاہیں رکھی جائیں بلکہ اس گروہ کو تلاش کرنے کے لئے زمین پر بھی نظر رکھی جائے، ممکن ہے ایسے نشانات حاصل ہو جائیں، جو یہ بتا سکیں کہ ہم صحیح راستے پر سفر کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں بھی مستعدی سے نگاہ رکھی جانے لگی، سفر کا یہ دن بھی ختم ہوا اور شام جھک آئی، لیکن بس یونہی جھونک میں وہ لوگ آگے بڑھتے رہے، کچھ دور چلنے کے بعد مرزا نصیر بیگ کے انداز میں ایک تبدیلی سی رونما ہوئی، وہ کچھ متجسس ہو گیا تھا اور اس کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں، اس نے اپنے تھیلے سے دوربین نکالی اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ زاہد نے اس کے اس اضطراب کو محسوس کر لیا تھا۔ اپنا گھوڑا نزدیک لے جا کر وہ بولا۔

"کیا بات ہے جناب، کوئی خاص بات........"

"ممکن ہے خاص ہی بات ہو۔" مرزا نصیر بیگ نے کہا۔ زاہد خاموش ہو گیا، اسے

اندازہ ہوگیا تھا کہ نصیر بیگ اس سے زیادہ کچھ نہیں بتانا چاہتا' لیکن وہ اپنا گھوڑا آگے بڑھا رہا تھا' جب کہ اصولی طور پر سفر کا وقت ختم ہوگیا تھا اور اب انہیں پڑاؤ کا بندوبست کرنا تھا' ولیم آرنلڈ نے بھی اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کی تھی' پھر جب رات' اچھی خاصی ہوگئی' تو نصیر بیگ کو گھوڑا روکنا پڑا اور وہ گھوڑے سے اتر گیا' ولیم آرنلڈ وغیرہ بھی اپنے اپنے گھوڑوں سے اتر آئے تھے اور بدستو بددلی کے انداز میں اپنے اپنے سامان کو سیدھا کرنے لگے تھے' مرزا نصیر بیگ ایک اونچے پتھر پر چڑھ کر چاروں طرف دیکھنے لگا اور اس کے بعد کھانے پینے میں مصروف ہوگیا' ولیم آرنلڈ بھی پاس آکر بیٹھ گیا۔ نصیر بیگ نے اس کی صورت دیکھتے ہوئے کہا۔

"آرنلڈ وقت سے پہلے کوئی بات کہنا مناسب نہیں ہوتا' لیکن میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ ہم بالکل اتفاقیہ طور پر ایسے صحیح راستے پر نکلے ہیں' جس کے بارے میں کچھ امید کی جاسکتی ہے' مرزا نصیر بیگ کے ان الفاظ پر ولیم آرنلڈ نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر بولا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"کاش میں تمہیں وہ خوشخبری سنا سکتا' جو میرے ذہن میں آئی ہے' لیکن کیا کہوں' کہتے ہوئے کچھ خوف سا محسوس ہوتا ہے۔"

"تمہاری یہ پہیلیاں مجھے اور الجھا رہی ہیں۔"

"رات ہونے دو ویسے تو مجھے اندازہ ہے کہ یہ دن چاند نکلنے کے ہیں' یعنی چاند ابتدائی رات ہی میں نکل آتا ہے' اگر ابتدائی رات میں چاند نکل آئے تو میرے خیال کی تصدیق بہتر طریقے سے ہو سکتی ہے' ولیم آرنلڈ نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگا اور اس کے بعد اس نے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا وقت گزرتا رہا' سب مردوں کی طرح زمین پر لیٹ گئے تھے' پھر آسمان پر آہستہ آہستہ چاند نمودار ہونے لگا اور جب چاند پوری طرح کھلا تو اچانک ہی پیلے رنگ کی روشنی کا ایک طوفان ابل پڑا یہ طوفان یہاں سے کافی فاصلے پر تھا' لیکن ماحول اس طرح منور ہوگیا تھا کہ سب ہی حیران ہو کر کھڑے ہوگئے

ویسے تو چاند کی چاندنی کوئی انوکھی بات نہیں تھی' لیکن اس چاندنی میں جو ایک انوکھا پن تھا وہ قابل حیرت تھا' ولیم آرنلڈ دوڑ کر مرزا نصیر بیگ کے پاس پہنچ گیا جو خود بھی کھڑا ہو کر دوربین سے سمت کا اندازہ کر رہا تھا اور اس کے چہرے پر خوشی کے آثار تھے۔"

"یہ کیا ہے' مرزا نصیر بیگ یہ کیا ہے؟"

"یہ وہ ہے جس کے بارے میں' میں نے تم سے کہا تھا اور جس کے لئے میں زیادہ سے زیادہ سفر کرتا رہا ہوں' تم نے غور کیا ہوگا کہ میں نے ضرورت سے زیادہ سفر کیا ہے آج۔"

"ہاں۔"

"اور تم نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔"

"کیا فائدہ تھا اعتراض کرنے سے لیکن تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ کہ یہ روشنی کی پیلاہٹ کیسی ہے' ماحول کچھ عجیب سا نہیں ہوگیا۔"

"میں اسی پیلاہٹ کا ذکر کر رہا تھا۔"

"کیا مطلب ہے اس کا۔"

"ہمیں آگے چلنا ہوگا آرنلڈ خصوصی طور پر یہ تھوڑا سا سفر طے کرنا ہوگا اور اس کے بعد ہم ان پیلی پہاڑیوں تک پہنچ پائیں گے' جن کا راز شاید آج تک منظر عام پر نہیں آسکا ہے۔"

"پیلی پہاڑیاں۔"

"ہاں' دوسری زبان میں تم اسے سونے کی سرزمین کہہ سکتے ہو۔"

"کیا وہ سونے کی پہاڑیاں ہیں۔"

"نہیں' یہ سوچنا تو حماقت کی بات ہے' کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اب تک ان پتھروں کا نام و نشان نہیں ہوتا' بلکہ اس علاقے میں ایک گہری جھیل نمودار ہو چکی ہوتی۔"

"کیا مطلب!"

"اگر وہ سونے کے پہاڑ ہوتے تو مہم جو کبھی کا انہیں یہاں سے اٹھا کر لے گئے

ہوتے۔"

"پہاڑوں کو۔"

"انسان کو تم کیا سمجھتے ہو' کیا اس نے پہاڑوں کی زمین خالی کر کے وہاں اپنی آبادیاں قائم نہیں کرلیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن یہ پیلاہٹ۔"

"اس زمین میں ایک عجیب سی بات ہے' ممکن ہے' ان پہاڑوں میں سونے کا عنصر شامل ہو' لیکن ناجانے کیوں انہیں نظرانداز کر دیا گیا ہے' البتہ میں ایک بات کہہ رہا ہوں' وہ یہ کہ ان پہاڑوں کی سیدھ میں ہمیں آگے بڑھتے رہنے کے بعد نیل کنٹھ کے نشانات نظر آسکتے ہیں۔"

"کیا مطلب۔"

"ہاں' میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ پچھلی بار میں ان راستوں سے گزرا ہوں' مجھے امید نہیں تھی کہ ہم سیدھے اس راستے کی جانب آنکلیں گے' یہ منزل کی صحیح نشان دہی کر رہی ہے اور اس کے بعد نیل کنٹھ یہاں سے بہت زیادہ فاصلے پر نہیں رہ جاتا' گویا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم اگر شدید مشقت جاری رکھیں تو ممکن ہے ان لوگوں سے پہلے نیل کنٹھ پہنچ جائیں۔"

"گویا کنور مہتاب علی وغیرہ سے۔"

"ہاں۔"

"تمہیں یقین ہے۔"

"یقین نہ ہوتا تو میں اس قدر متجسس کیوں ہوتا' دن میں میں تمہیں یہی بتانا چاہتا تھا' لیکن ہمت نہیں پڑی تھی' میں نے کہا تھا نا تم سے کہ وقت سے پہلے زبان کھولنا مناسب نہیں سمجھتا' تم یہ نہ سمجھو کہ میں خواہ مخواہ تمہیں جھوٹی آس دلا رہا ہوں۔"

آرنلڈ کچھ سوچنے لگا' پھر اس کے چہرے پر جان دار مسکراہٹ آگئی۔

"اگر ہماری محنت کا پھل ہمیں اس طرح مل جاتا ہے' تو یقین کرو سفر کی ساری تھکن

وقت دور ہو جائے گی۔"

"میرے دوست صرف تمہارے سوچنے کا انداز تبدیل ہو گیا تھا ورنہ تم کیا سمجھتے ہو میں کوئی قلاش آدمی ہوں' یہ بات تم بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ ایسا نہیں ہے' اگر میں عیش گاہوں کو چھوڑ کر صحرائے اعظم میں بھٹک رہا ہوں تو اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے اور اب اس کا جو بھی مقصد ہے' اس میں تم میرے برابر کے شریک ہو' مجھے یقین ہے کہ اس بات پر تمہیں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں رہے گا۔"

"نہیں' نصیر بیگ ایسی بات نہیں ہے' بس میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ اگر ہم کامیابی حاصل نہ کرسکے تو ہماری اس بھاگ دوڑ کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔"

"دیکھو دوست مہم جوؤں کی زندگی ایسے ہی تصورات سے عبارت ہوتی ہے' ہم کبھی بھی اپنے حالات سے مایوس نہیں ہوتے اگر ایسا ہو تو پھر بلاوجہ ہم صحراؤں میں بھٹکنے کا خطرہ مول کیوں لیں۔"

"ہاں ٹھیک ہے تو اب کیا ارادہ ہے۔"

"میری رائے ہے کہ اپنے ساتھیوں کو تیار کرو' ویسے میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ سب بھی متجسس نظر آرہے ہیں' دیکھو کس طرح حیرانی سے اس زمین کو دیکھ رہے ہیں۔"

"نصیر بیگ کیا کبھی پتھر کے ایسے کسی ٹکڑے کو حاصل کر کے اس پر ریسرچ کی گئی۔"

"یقیناً" کی گئی ہوگی اور اس کے امید افزاء نتائج نہیں نکلے ہوں گے ورنہ یہاں تو کارروائی شروع ہو چکی ہوتی تم دیکھتے ہو کہ لوگ صحراؤں میں کیا کیا حاصل کرنے کے لئے آجاتے ہیں' ہاتھی دانت کے سوداگر یہاں ہاتھی دانت حاصل کرنے کے لئے بڑی بڑی محنت کرتے ہیں اگر سونے کی یہ زمین انہیں سونا مہیا کر سکتی تو اب تک یہاں سے سارا سونا نکالا جاچکا ہوتا' لیکن وہ صرف ایک قدرتی عمل ہے آؤ میرا خیال ہے کہ وقت ضائع کرنے کے بجائے ہم آگے کا سفر کرتے ہیں' ولیم آرنلڈ کے اندر ایک دم سے زندگی بیدار ہوگئی تھی' جسے زاہد اور نصیر بیگ نے محسوس کیا تھا' لیکن بہرحال وہ خوش تھے کہ کم از کم

ماحول میں تھوڑی سی تبدیل رونما ہوئی' پیلی پہاڑی کی یہ سرزمین لوگوں کے لئے
دلکشی کی حامل ہوتی تھی' خصوصاً اجنبی سیاح تو یہ سمجھتے ہوں گے کہ وہ سونے کے
کے نزدیک پہنچ گئے' گھوڑے تیار ہوگئے اور تمام لوگ ان پر سامان بار کرکے ان
پہاڑیوں کی جانب چل پڑے' چونکہ سب کے اندر لگن پیدا ہو چکی تھی' چاند بھی
آسمان پر ابھرتا نظر آرہا تھا' ان پیلی پہاڑیوں کی روشنی میں اضافہ ہونے لگا تھا' سب
بڑی بات یہ تھی کہ کہیں آنکھوں میں چمک نہیں پیدا ہوتی تھی بس ایک پیلا رنگ نظر
چاروں طرف بکھر گیا تھا جو چاندنی کے ساتھ چمک رہا تھا' فاصلے طے ہوتے رہے اور ان
کی نگاہوں کے سامنے وہ پہاڑیاں روشن ہوگئیں' جو اپنے اندر ایک انوکھا انداز
تھیں' وہ سب چٹانوں سے گزرنے لگے' گھوڑوں کی رفتار کم کر دی گئی تھی' آنکھیں
چاروں طرف بھٹک رہی تھیں" آرنلڈ نے کہا۔

"حقیقت یہ ہے کہ یہاں آنے کے بعد ایک سحر کا سا احساس ہوتا ہے' پراسرار
خاموشی اور پھر یہ انوکھی پہاڑیاں' میں واقعی ایسے کسی منظر کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا
"اس سے پہلے جب ہم نے ان صحراؤں میں سفر کیا تھا تو یہاں پہنچ کر ہم
دیوانے ہوگئے تھے۔"

"جگہ ہی ایسی ہے" ولیم آرنلڈ نے کہا' فلیک کہنے لگا۔

"مسٹر آرنلڈ اور جو کچھ ہے سو ہے' لیکن میں یہاں سے کچھ پتھر سمیٹوں گا"
نصیر بیگ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور پھر بولا۔

"ان پیلے پتھروں میں ممکن ہے تمہیں کچھ ملے یا نہ ملے فلیک میرے دوست
ہم ان راستوں سے گزر کر جن راستوں پر جارہے ہیں' وہاں سے تم جو پتھر لے کر آؤ
ان کی قیمت انمول ہوگی۔" فلیک مسکرانے لگا پھر اس نے کہا۔

"ان پہاڑیوں کو دیکھ کر کچھ کچھ یقین ہو چلا ہے۔"

"کاش تمہیں اپنے دوست نصیر بیگ پر یقین ہوتا۔"

"نہیں مسٹر نصیر بیگ ایسی کوئی بات نہیں ہے' وہ لوگ آگے بڑھتے رہے' دور

نظر آرہا تھا" زاہد نے اسے دیکھ کر کہا۔

کالا سا دھبہ "وہ کیا ہے مرزا نصیر بیگ۔" نصیر بیگ بھی زاہد کی اشارہ کی ہوئی جگہ کو دیکھنے لگا'
کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تو اس نے دوربین آنکھوں سے لگائی اور اس جگہ کو فوکس
کرنے لگا' چند ہی لمحات کے بعد اس نے کہا۔

"اوہو آؤ' میرے ساتھ آگے آؤ' وہ غالباً جلی ہوئی لکڑیوں کا ڈھیر ہے۔" یہ نہایت
سنسنی خیز بات تھی' سب نے گھوڑوں کا رخ اس جانب کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد اس
جگہ پہنچ گئے جہاں لکڑیاں جلی ہوئی پڑی تھی اور اب راکھ بن چکی تھیں' کچھ ایسا انداز تھا
جیسے ان لکڑیوں پر کچھ رکھ کر پکانے کی کوشش کی گئی ہو' پھر اچانک ہی فلیک نے فضا میں
سونگھتے ہوئے کہا۔

"ایک ہلکی ہلکی بو پھیلی ہوئی ہے۔ آپ لوگ اس بو کو محسوس کر رہے ہیں۔" اس
وقت تک کسی نے اس بو پر غور نہیں کیا تھا' لیکن فلیک کے ان الفاظ پر وہ سب ناک
سکوڑ کر گہری گہری سانسیں لینے لگے اور اچانک ہی مرزا نصیر بیگ نے اپنے چہرے پر رومال
رکھ لیا۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو یہ انسانی گوشت سڑنے کی بو ہے۔"

"مگر کدھر سے آرہی ہے؟"

"جائزہ لیتے ہیں' ویسے قیام کے لئے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہوگی۔"

"مگر یہ بو۔"

"آؤ دیکھتے ہیں' اس جلی ہوئی راکھ کو دیکھ کر تم نے کوئی اندازہ نہیں لگایا ڈیئر
آرنلڈ۔"

"کیا مطلب؟"

"تمہیں علم ہے کہ مسٹر جیمس پیرے نے ہمیں بتایا تھا کہ کنور مہتاب علی گروپ
اس جانب نکلا ہے اور ہم اس کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آئے ہیں۔"

"ہاں مجھے یاد ہے۔"

"ممکن ہے ممکن ہے' اوہ میرے خدا' ایسا کرو آرنلڈ اپنے اپنے ہتھیار سنبھا
ہو سکتا ہے ہمیں مقابلے کی ضرور پیش آجائے۔"

"ٹھیک ہے۔" ولیم آرنلڈ نے کہا اور اپنے ساتھیوں کو ہدایت کر دی' سب
رائفلیں سیدھی کرلیں اور اس کے بعد وہ متجسس انداز میں ایک ایک قدم آگے بڑ
لگے' تھوڑی دیر کے بعد وہ اس جلی ہوئی راکھ کے قریب پہنچ گئے اور پھر وہاں
سے تھوڑے ہی فاصلے پر انہیں کچھ نظر آیا اور سب نے اپنے گھوڑے اس جانب دوڑا د
جہاں سے سڑے ہوئے گوشت کی بدبو اٹھ رہی تھی۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ تی
انسانی لاشیں زمین پر پڑی ہوئی ہیں۔ وہ سب گھوڑوں سے نیچے کود گئے تھے اور آہ
آہستہ ان لاشوں کے قریب پہنچ گئے' ان میں سے دو لاشیں سفید فاموں کی تھیں اور ایک
سیاہ فام تھا۔ دو افراد گولیوں سے ہلاک ہوئے تھے اور ایک جس انداز میں مڑا تڑا پڑا
اس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ اسے گولی تو نہیں ماری گئی ہے لیکن وہ شدید اذیت دے کر
ہلاک کیا گیا ہے۔ یہ تینوں شکلیں ان کے لئے اجنبی تھیں' وہ متجسس نگاہوں سے چاروں
طرف دیکھنے لگے ولیم آرنلڈ نے فوراً ہی سوال کیا۔

"کیا یہ کنور مہتاب علی گروپ کے لوگ ہیں؟"

"نہیں۔" نصیر بیگ نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے کون ہوسکتے ہیں؟"

"کچھ نہیں کہا جاسکتا ہو سکتا ہے صحرائے اعظم میں بھٹکنے والے سیاح ہوں۔"

"اور انہیں کس نے ہلاک کیا؟"

"کچھ نہیں کہا جاسکتا' میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا لیکن ڈیئر آرنلڈ بکھر کر تلاش
کرو' دیکھو۔ یہاں ایسے لوگ پوشیدہ تو نہیں ہیں جو ہماری تاک میں ہوں۔" سبھی متجس
ہوگئے تھے۔ پھر مرزا نصیر بیگ نے ولیم آرنلڈ کے ساتھیوں کو پوزیشن لے لے کر چٹان کی
آڑ میں آگے بڑھتے ہوئے دیکھا' اس وقت اسے احساس ہوا کہ ایسے کسی سنگین مرحلے پر
یہ لوگ کس حیثیت کے مالک ہوسکتے ہیں اور اس نے فوراً ہی اندازہ لگالیا کہ جو کچھ ہے

نہیں ہے لیکن وہ جنگ وجدل کے ماہر ہیں جس طرح وہ پینترے بدل بدل کر اپنی پوزیشن
تبدیل کر رہے تھے اس سے یہ اندازہ بخوبی ہو جاتا تھا۔ ان کھنڈرات نما پہاڑیوں کے ایک
ایک چپے کی تلاشی لے ڈالی گئی' وہاں انہیں ایسے بہت سے نشانات ملے جن سے یہ اندازہ
ہوتا تھا کہ یہاں کسی گروہ نے باقاعدہ قیام کیا ہے' بسکٹوں کے خالی ڈبے اور ایسی ہی
دوسری چیزیں اطراف میں بکھری پڑی ہوئی تھیں' ایسے بہت سے نشانات ملے تھے یہاں
تک کہ انہیں گاڑیوں کے ٹائروں کے نشانات بھی نظر آگئے لیکن کوئی ایسا فرد نہیں ملا جس
سے یہ اندازہ ہو سکتا کہ اس کا تعلق کونسے گروپ سے ہے' یہاں تک کہ ایک بار پھر
سب یکجا ہوگئے۔ چاندنی رات میں وہ سب بھٹکتی روحوں کی مانند نظر آرہے تھے اور وہ خود
بھی ایسی ہی سحر جیسی کیفیت کا شکار تھے۔" بالآخر نصیر بیگ نے کہا۔

"یوں لگتا ہے جیسے کنور مہتاب علی گروپ نے یہاں قیام کیا ہو اور یہ تینوں افراد
انہی کے ہاتھوں موت کا شکار ہوئے ہیں۔"

"کیا اس گروپ میں ایسے ہی خطرناک لوگ ہیں جو انسانی زندگی کو اس آسانی سے
ختم کر دیں؟"

"یقینی طور پر ان لوگوں سے انہیں کوئی خطرہ لاحق ہوا ہوگا۔" نصیر بیگ نے جواب
دیا۔

"تو پھر اب کیا کیا جائے؟" ولیم آرنلڈ بولا۔

"ان لاشوں کی سڑاند تو واقعی ناقابل برداشت ہے دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں' یا تو
ہم یہاں سے آگے بڑھ جائیں اور ان پہاڑیوں کے عقب میں اتنی دور جاکر رات کا قیام
کریں کہ یہ بدبو ہم تک نہ پہنچے یا پھر ان لاشوں کو ٹھکانے لگا دیا جائے' ورنہ ویسے تو
ہمارے لئے قیام کرنا ممکن نہیں ہوگا۔"

"لاشوں کو ٹھکانے لگانے کا مسئلہ بھی تو ایک مشکل کام ہوگا' نہیں نہیں اس کی
ضرورت نہیں ہے' ہم ان پہاڑیوں کے عقب میں چلے جاتے ہیں اور وہاں قیام کرتے
ہیں' اب یہ اندازہ تو ہو ہی گیا ہے کہ تم صحیح جگہ پہنچے ہو اور یہاں سے تم نیل کنٹھ کے

صحیح راستوں کا تعین کر سکتے ہو' یہ جو لوگ بھی تھے' جیسے بھی تھے ان کے ساتھ جو کچھ ہوا نہ ہم ان کا سراغ لگا سکتے ہیں اور نہ ہمیں اس کی کوئی خاص ضرورت درپیش ہے چنانچہ اس منصوبے کی تکمیل کے بعد وہ لوگ پہاڑیوں کے عقب کی جانب چل پڑے کچھ دیر کے بعد وہاں پہنچ گئے۔ یہاں بدبو نہیں آرہی تھی چنانچہ انہوں نے اپنے لئے ایک عمدہ جگہ دیکھ کر بستر لگالئے' گھوڑوں کو محتاط انداز میں باندھ دیا گیا تھا۔ کچھ دیر سکون سے بیٹھنے کے بعد ولیم آرنلڈ نے کہا۔

"ویسے یہاں کسی کی موجودگی کے نشانات ملے ہیں' اس سے مجھے بڑی تقویت ہوئی ہے' یہاں بیٹھنے کے بجائے آؤ ہم تھوڑی بہت صورت حال کا جائزہ لیتے ہیں۔" مرزا نصیر بیگ بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ زاہد کو چونکہ اس نے ساتھ آنے کا اشارہ نہیں کیا تھا اس لئے زاہد اپنی جگہ بیٹھا رہا' لیکن وہ ایک مستعد نوجوان تھا اور اس نے صورت حال پر پوری پوری نگاہ رکھی ہوئی تھی' ولیم آرانلڈ اور مرزا نصیر بیگ چاندنی میں چلتے ہوئے بہت دور نکل گئے اب وہ زمین کے ایک ایک چپے کا جائزہ لے رہے تھے' جہاں جہاں کسی قدر نرم مٹی تھی وہاں قدموں کے نشانات بھی محسوس کئے جاسکتے تھے۔

ایک جگہ تھوڑا سا موبل آئل پڑا ہوا تھا اس کے قریب پہنچ کر انہیں اندازہ ہوا کہ یہاں ان لوگوں نے اپنی گاڑیاں کھڑی کی ہوں گی' آس پاس جوتوں کے بہت سے نشانات تھے' ایک بار پھر ناکوں پر رومال رکھ کر وہ ان لاشوں کے قریب پہنچ گئے اور گہری نگاہوں سے ان کا جائزہ لیتے رہے ولیم آرنلڈ نے اپنی ناک پر کس کر رومال باندھا اور پھر جھک کر لاشوں کی تلاشی لینے لگا' لیکن وہاں کچھ نہیں چھوڑا گیا تھا ان لوگوں کے رنگ و روپ سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بھی صحرائے اعظم میں بھٹکنے والے ہیں اور شاید کافی عرصے سے یہاں وقت گزار رہے تھے' بہرحال ان سے کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوسکی تو پھر وہ لوگ پہاڑیوں کے اوپری حصے پر چڑھ گئے اور یہاں ولیم آرنلڈ نے چلے ہوئے کارتوس اور دیواروں سے ٹکرا کر ٹیڑھا میڑھا ہو جانے والا سیسہ دریافت کیا' یہ وہ بلٹ تھے جو چلائے گئے تھے اور اوپر پہنچ کر دیکھنے سے ان کی تعداد بہت زیادہ نظر آئی تھی۔ دیر تک یہ لوگ

ان کا جائزہ لیتے رہے' ولیم آرنلڈ بولا۔

"اس کا مطلب ہے کہ بڑا سنسنی خیز معرکہ ہوا ہے' خاصی گولیاں چلی ہیں۔"

"ہاں ہم نے غور نہیں کیا' یقیناً" ان مرنے والوں کے قریب بھی گولیاں ہوں گی اگر یہاں سے مورچے بازی ہوئی ہے تو۔"

"ہوں' گاڑیوں کے ٹائروں کے ان نشانات کا جائزہ لیا جائے کہ یہ کس سمت گئی ہیں۔" آرنلڈ بولا اور اس کے بعد انہوں نے یہ جائزہ لینا شروع کر دیا۔ کافی دور تک انہیں گاڑیوں کے ٹائروں کے نشانات نظر آئے تھے' لیکن اس کے بعد یہ مفقود ہوگئے تھے ظاہر ہے پتھریلی زمین پر نشانات کے قائم رہنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا البتہ ولیم آرنلڈ نے انہیں دیکھ کر کہا۔

"کیا خیال ہے نصیر بیگ یہ کتنے پرانے نشانات ہو سکتے ہیں؟"

"زیادہ پرانے نہیں ورنہ ہوا کم از کم انہیں ہلکا تو کر دیتی۔"

"ہاں' لیکن پھر بھی میرا خیال ہے یہ چوبیس گھنٹے سے زیادہ پہلے کے نشانات ہیں۔"

"ہاں یقیناً"

"بہرحال کم از کم ہمیں سمت کا اندازہ ضرور ہوگیا۔"

"بلاشبہ اور یہ اندازہ بھی ہوگیا کہ یہاں کنور مہتاب علی پارٹی کو خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔"

"آؤ تھوڑی دیر آرام کرلیا جائے اس کے بعد ہم ان نشانات کا سہارا لے کر ہی آگے بڑھیں گے۔"

"نہیں اب ہمیں کسی نشانات کے سہارے کی ضرورت نہیں ہے یہاں سے میں اس راستے کا تعین کر سکتا ہوں جس پر ہمیں چلنا ہے۔" وہ لوگ واپس اپنے ساتھیوں کے نزدیک پہنچ گئے جو ابھی جاگ ہی رہے تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ زاہد تنہا بیٹھا ہوا تھا اور کسی سوچ میں گم تھا' نجانے اس کے ذہن میں کیا کیا خیالات تھے۔ بہرحال مرزا نصیر بیگ اور ولیم آرنلڈ' زاہد کے پاس ہی آبیٹھے' پھر ایک کاغذ نکال کر اس پر ایک نقشہ

ترتیب دیا جانے لگا۔ نصیر بیگ بال پوائنٹ سے ان راستوں کی نشاندہی کر رہا تھا جن
گزرنے کے بعد اب انہیں اپنی منزل کی جانب بڑھنا تھا۔ کافی دیر تک اس سلسلے میں بات
ہوتی رہی اور اس کے بعد ولیم آرنلڈ ہی بولا۔

"میرا خیال ہے اب ہمیں آرام سے سو جانا چاہیے کیونکہ صبح کو سفر کا آغاز کرنا ہو
گے۔" وہ اپنی اپنی جگہ لیٹ گئے اور سونے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن ابھی شاید انہیں
لیٹے ہوئے ایک گھنٹہ بھی نہیں گزرا تھا اور آنکھوں میں نیم غنودگی کی کیفیت تھی کہ دفعتاً
ہی انہیں زمین پر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنائی دیں۔ یہ دھمک اچھی خاصی شدید تھی
اور پھر چونکہ وہ لیٹے ہوئے تھے اس لئے پتھریلی زمین پر یہ دھمک مزید صاف سنائی دی
تھی۔ تقریباً سبھی نے یہ آوازیں سنی تھیں اور ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے تھے۔

صحرائے اعظم کے مستانوں کا سفر جاری تھا' ویسے تو صحرائے اعظم میں قدرتی مناظر
اس طرح بکھرے ہوئے تھے کہ اگر انسانی نگاہ تجزیہ نگار ہو تو ان کے بارے میں وہ وہ
کہانیاں لکھی جائیں کہ انسان دانتوں میں انگلیاں دبا کر رہ جائے' لیکن انسانی سرشت بھی
عجیب ہے' بات یہ نہیں ہے کہ قدرتی حسن سے لطف اندوز ہونے والوں کا کوئی وجود ہی
باقی نہ رہا ہو' بے شمار افراد دنیاوی دولت سے زیادہ قدرتی حسن کے رسیا ہوتے ہیں اور
صحرائے اعظم میں آنے والوں میں ایسے لوگ بھی اکثر ہوا کرتے ہیں' لیکن انسانوں کی
دسترس سے دور یہ خطہ زمین ابھی ان روایات کا حامل ہے کہ انسان پوری طرح اس کی
وسعتوں سے روشناس نہیں ہوسکے ہیں' چنانچہ وہی انسانی فطرت' انجانی چیزوں کے جان
لینے کی خواہش اور پھر دولت کی طلب جس کے لئے زندگیاں گنوا دینا کوئی اہم کام نہیں۔
سرپھرے صدیوں سے یہاں آرہے ہیں اور شاید صدیوں تک آتے رہیں گے۔ کیونکہ
قدرت نے ان خطوں کو کچھ اس طرح محفوظ کیا ہے کہ کوئی شخص اس دعوے سے محروم
ہے کہ وہ صحرائے اعظم کے چپے چپے کی خاک چھان چکا ہے۔

کوئی کہیں تک پہنچا' جو پہنچنے کی جگہ تھی وہاں تک پہنچ گیا' لیکن اس سے آگے کے
راستے اس طرح بند کر دیئے گئے کہ اگر عبور کر بھی لئے جائیں تو واپسی کا امکان نہ رہے۔
تاکہ قدرت کے سربستہ راز' راز ہی رہیں۔ بہرحال یہ کھیل نجانے کب سے جاری ہے

اور نجانے کب تک جاری رہے گا۔ ایک طرف کنور مہتاب علی اپنی ایک کہانی ام
سنبھالے ہوئے کئی بار صحرائے اعظم میں آکر زندگی کھونے کے تجربات کرنے کے باوجود
اسی تجربے میں سرگراں اور مشکلات سے گزرتا ہوا نیل کنٹھ کی جانب بڑھ رہا تھا
دوسری جانب مرزا نصیر بیگ جو پہلے اسی گروپ کا آدمی تھا اور اگر شاید وہ بد معاملگی نہ کر
تو یہ کہانی کبھی کی ختم ہوگئی ہوتی اور حق بہ حق دار رسید ہو چکا ہوتا نہ اس مہم کی دوبارہ
ضرورت پیش آتی نہ یہ دیوانے ادھر سر کھپانے آجاتے' لیکن اس کے بعد کہانی جو ختم ہو
جاتی اور کہانی جاری رکھنے کے لئے ایسے ہی عوامل ہوتے ہیں جو ان کہانیوں کی دلچسپیاں
قائم رکھتے ہیں۔

تیسری پارٹی جیمس پیرے کی تھی جو درحقیقت جیمس پیرے نہیں تھا بلکہ فیروز۔
مہتاب علی کو اس کا نام مچل گارٹ بتایا تھا اور جو اصل میں جیمس پیرے کا پیروکار تھا او
اپنے استاد کے مشن کو کمال تک پہنچانے کے لئے سرگرداں تھا اس کے لئے اسے بھ
دولت ہی کی تلاش تھی' نظریہ کچھ بھی ہوا اس کمبخت دولت نے انسانی اقدار پر ا
طرح اپنا قبضہ جمایا ہوا ہے کہ انسانی اقدار دوسرے نمبر پر آگئے ہیں اور دولت پہلے نمبر
ہے' نہ ہو تو مصیبت بن جاتی ہے اور ہو تب بھی مصیبت چنانچہ مسٹر مچل گارٹ بمعہ اپنے
باالفاظ دیگر آرام دہ نام سے پہچا نے جانے والے مسٹر جیمس پیرے اپنے پورے گروہ
ساتھ صحرائے اعظم کا سفر کر رہے تھے اور احمقوں کی فہرست میں ان کا نام بھی بڑی باقاعد
سے درج تھا۔ اب کاف ایمرے کا معاملہ بھی آگیا تھا اور کاف ایمرے دولت کا متلاشی
نہیں تھا اس کا مسئلہ کچھ اور تھا اس کی محبوبہ سی گال کے قبضے میں جا چکی تھی اور وہ ا
محبوب کی فرقت میں تڑپ رہا تھا اور دیوانہ وار سر کٹا دینے کے لئے تیار تھا۔

جیمس پیرے نے اس کا ساتھ صرف اس لئے حاصل کیا تھا کہ اس نے ٹاری ویگا
نام لیا تھا اور اگر ٹاری ویگا تک پہنچ جایا جائے تو بقول کاف ایمرے کے پھر نیل کنٹھ
پہنچنا کوئی مشکل کام نہیں تھا اور بلا واسطہ شاید اس دنیا نے ایک دوسرے کا ساتھ دینے
تصور ہی چھوڑ دیا ہے۔ یوٹ ان کے ساتھ سفر کر رہا تھا' عجب مستانہ آدمی تھا' ویسے تو ا

ی صفات کا ان سبھی لوگوں کو اندازہ ہو گیا تھا' لیکن فیروز نے جو کچھ دیکھا تھا اس نے اس
ی نگاہ میں یوٹ کو بہت زیادہ پراسرار بنا دیا تھا جبکہ یوٹ بذات خود ایک خوش اخلاق بلکہ
دلچسپ نطرت کا شخص تھا اور اس کی باتیں بعض اوقات بے اختیار ہنسنے پر مجبور کر دیا کرتی
تھیں اس کے ساتھ ساتھ ہی اس میں خوبی یہ تھی کہ اس پر کتنا ہی ہنس لیا جائے اس کی
پیشانی پر شکن نہیں آتی تھی بلکہ شاید وہ اس بات سے لطف اندوز ہوتا تھا کہ اس کی
شخصیت میں کوئی ایسی دلکشی ہے کہ لوگ اس کی باتوں پر بے اختیار ہنسنے پر مجبور ہو جاتے
ہیں۔

بہر حال سفر جاری تھا اور مختلف معاملات پیش آرہے تھے۔ صحرائے اعظم کے دلکش
مناظر' کہیں ریتلے میدان' کہیں سنگلاخ چٹانیں' کہیں گھنے جنگل جن میں درندوں کی بھرمار
اور کہیں ایسے ایسے عجیب و غریب جانور جو کبھی دیکھنے میں آئے ہوں حشرات الارض کا ایسا
ایسا نمونہ کہ انسانی وجود کانپ کر رہ جائے اور ان ساری چیزوں سے بچتے ہوئے آگے کا سفر
جو بڑی خوش اسلوبی سے جاری تھا۔

اس رات ہلکی بوندا باندی شروع ہوگئی تھی۔ حالانکہ شام کو آسمان صاف تھے اور
انہوں نے مناسب جگہ قیام کا انتظام کرلیا تھا۔ لیکن پھر دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر بادلوں کے
ٹکڑے جمع ہونا شروع ہوگئے اور پھر انہوں نے آپس میں جڑ کر گہری سیاہی اختیار کرلی اور
ہلکی ہلکی بوندا باندی کا آغاز ہوگیا' جیمس پیرے نے کسی قدر پریشان لہجے میں کہا۔

"ٹرک میں تمام لوگوں کا سمانا تو مشکل ہو جائے گا اور باہر بارش میں تو سویا نہیں
جا سکتا' آثار ایسے نظر آرہے ہیں کہ بارش تیز بھی ہو سکتی ہے' حالانکہ علاقے مخدوش
نہیں ہیں' میرا مطلب ہے' کہیں سے سیلاب وغیرہ کا خطرہ نظر نہیں آتا' اگر بارش نے
ہمارے قدم روک دیئے تو کچھ وقت قیام بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ مسٹر جیمس پیرے' ضرورت کے وقت ہم ٹرک میں
ایک دوسرے سے جڑ کر بھی لیٹ سکتے ہیں۔ یہ اتنی پریشانی کی بات نہیں ہے۔" جیمس
پیرے کے ایک ساتھی نے کہا۔

"ہاں میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ میں صرف یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ اس عالم میں کھلی جگہ سونا ممکن نہیں ہو گا۔"

"جگہ تو اور بھی ہے' مسٹر پیرے' میرا خیال ہے ہم میں سے چند افراد یا اگر زیادہ سہی تو میں اور میرا آقا کاف ایمرے ٹرک کے نیچے بھی اپنے لئے جگہ بنا سکتے ہیں بلکہ یہ عمدہ جگہ رہے گی یہ' بشرطیکہ رات کے کسی حصے میں آپ ٹرک کو یہاں سے آگے لے جانے کی کوشش نہ کریں۔"

جیمس پیرے ہنس پڑا' پھر بولا۔ "نہیں مسٹر یوٹ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے معزز مہمانوں کو ٹرک کے نیچے سونے کے لئے کہیں اور خود ٹرک میں آرام کریں۔"

"اور اگر معزز مہمان خود ہی اس بہترین جگہ سونے کی اجازت مانگیں تو........"

"مگر کیوں.........؟"

"بس کچھ شوق ہوتے ہیں انسان کی زندگی میں ٹرک میں تمام لوگوں کے ساتھ گھس کر لیٹنے کے بجائے ہم دونوں آزادی سے ٹرک کے نیچے آرام کریں گے' مسٹر ایمرے۔ میں نے غلط تو نہیں کہا ہے؟" ایمرے نے مسکرا کر اس کی تائید کردی تو جیمس پیرے بولا۔

"حالانکہ یہ عجیب لگے گا۔"

"صرف آپ کو' ہمیں نہیں" یوٹ نے جواب دیا۔ بوندا باندی تیز ہوئی تو سب جلدی جلدی ٹرک میں داخل ہو گئے جبکہ یوٹ نے اپنے اور ایمرے کے لئے صرف دو کمبل لئے اور اس کے بعد ٹرک کے نیچے گھس گیا۔ ایمرے بھی مطمئن انداز میں اپنے لئے بہتر جگہ بنا کر لیٹ گیا تھا البتہ اس نے لیٹ کر کہا۔

"یوٹ اگر بارش تیز ہوئی اور یہاں پانی رینگتا ہوا آ گیا تو کیا کرو گے؟"

"اس وقت جو ہو گا دیکھا جائے گا آقا' لیکن تم خود دیکھو کیا ہی عمدہ لگ رہا ہے' باہر بارش کی رم جھم اور اوپر ایک حفاظتی چھت' ویسے کیا تم اب یوٹ کی صلاحیتوں کو نظر انداز کرتے جا رہے ہو آقا؟"

"کیا مطلب؟"

"یہ بارش تیز نہیں ہو گی' بس آسمان چھیڑ چھاڑ کر رہا ہے۔"

"ارے ہاں' تو تو پانی کا وزن سونگھ لیتا ہے کیا واقعی بارش تیز نہیں ہو گی؟"

"نہیں آقا' بادلوں کا رنگ بتاتا ہے کہ یہ صرف تفریحاً ہی ٹہلتے ہوئے آ گئے ہیں اور تھوڑی سی شرارت کر کے منتشر ہو جائیں گے۔"

"تب ٹھیک ہے۔" ایمرے نے جواب دیا اور اس کے بعد کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ ٹرک میں سے آوازیں آ رہی تھیں غالباً جیمس پیرے اور اس کے ساتھی سونے کی کوشش میں ناکام رہے تھے اور کچھ کر رہے تھے' لیکن بوندا باندی مسلسل جاری تھی' کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد یوٹ نے کہا۔

"آقا یہ مت سمجھنا کہ میں ان لمحات سے غافل ہوں' ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس میں ہمارے وقت کا زیاں بالکل نہیں ہو رہا۔"

"میں تجھ سے اس موضوع پر بات کرنا چاہتا تھا یوٹ۔"

"اور تمہارا کیا خیال ہے آقا' کیا میں نے بے مقصد ہی یہ خوبصورت رہائش گاہ حاصل کی ہے۔" یوٹ بولا اور ایمرے مسکرا پڑا۔ پھر اس نے کہا۔

"میں اس کے لئے شدید پریشان ہوں۔"

"اور کیا میں نہیں آقا؟"

"ہاں میں جانتا ہوں میرے دوست' تو میرا وفادار ہی نہیں بلکہ ایلما سے محبت کرنے والا بھی ہے۔"

"میری زندگی ہزار بار تم لوگوں پر قربان ہو جائے گی فکر نہ کرنا آقا' یوٹ اپنی صلاحیتوں کی بناء پر صحیح سمت بڑھ رہا ہے' وہ تو بس اتفاق ہے کہ ہمارے پاس مسی کا کوئی لباس نہیں ہے جس کی بو سونگھ کر میں فضاؤں میں مسی کو تلاش کر سکوں' ویسے تو میرے رگ و پے میں ان کے وجود کی خوشبو بسی ہوئی ہے۔ لیکن بات میرے رگ و پے کی نہیں ہے' کچھ ہواؤں سے بھی تعلق ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی میری چھٹی حس کہتی ہے کہ ہمارا رخ غلط نہیں ہے۔"

"یہ لوگ! ان کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"آقا تم سمجھ چکے ہو۔ ہمارا تو مقصد ہی دوسرا تھا۔ آنجہانی لیمی برانٹ تو
تھے کہ کہانی کو اصل رنگ دے دیا جائے۔ تمہیں اور مجھے ٹاری دیگا پہنچا دیا جا
پجاری کا منصب سنبھالوں اور تم وہاں کی حکومت، لیکن بدنصیبی نے مسی کو ہم
لیا ہے، چیف فکر نہ کرو، میں اس شیطان کے پیٹ میں ٹکر مار کر اس کی پسلیاں کر
دوں گا۔ یہ میرا عہد ہے۔ مسی کو حاصل کرنا میری ذمہ داری ہے۔"

"میں تو کبھی کبھی مایوس ہو جاتا ہوں یوٹ۔"

نہیں باس مایوسی گناہ ہوتی ہے۔ میں نے کسی کتاب میں پڑھا تھا۔ اتنی ہی
اوپر سے کوئی نیچے اترا اور اس کے بعد آواز آئی۔

"مسٹر یوٹ، مسٹر ایمرے کیا آپ سو چکے ہیں؟"

"نہیں ہم لوگ اس خوبصورت موسم سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔"

"تو اس لطف کو بڑھانے کے لئے مسٹر جیمس پیرے نے آپ لوگوں کے لئے
درجے کا قہوہ بھیجا ہے، ہم لوگ اتنی دیر سے ٹرک کی تنگ جگہ میں بیٹھے آگ جلا
تیار کر رہے تھے۔"

"آہ یوں نہ ہو کہ تھوڑی دیر کے بعد ہماری کھوپڑی گرمی سے پگھلنے لگے
سے جلتے ہوئے گوشت کی چراند بلند ہو اور کچھ دیر کے بعد آپ لوگ ہمیں رو
ہوئے ملیں۔ یوٹ نے پر مزاح لہجے میں کہا۔"

"نہیں آگ بجھا دی گئی ہے اور اس وقت یہ صرف گرم قہوہ ہی گرم
ہے۔ یوٹ نے شکریئے کے ساتھ قہوے کے مگ لے لئے۔ یہ وہی روایتی قہوہ تھ
لطف بے مثال تھا۔ یوٹ اور ایمرے ٹرک کے نیچے ہی اوندھے لیٹ کر اس کے
چھوٹے سپ لینے لگے اور اس کی تعریف کرتے رہے۔ پھر دفعتاً ہی یوٹ نے
اس کی ناک تیزی سے پھولنے پچکنے لگی۔ ایمرے مزے سے قہوہ پیتا رہا تھا۔ پھ
یوٹ کو کچھ سوچتے ہوئے محسوس کیا اور وہ رک گیا۔"

"کیا بات ہے یوٹ؟"

"کچھ محسوس کر رہا ہوں چیف۔"

"کیا........."

"یہ لوگ کچھ کر بیٹھے۔"

"کون لوگ.........؟"

"اوپر والے.........."

"کیوں؟"

"میں فضا میں پھیلی ہوئی بو محسوس کر رہا ہوں کچھ جل رہا ہے چیف یا جل کر بجھ چکا ہے۔" ایمرے بھی ناک سکوڑنے لگا اور اس کے بعد اس نے کہا۔

"نہیں یہ تیرا خیال ہے۔"

"چیف میرا خیال جب حقیقت بن جاتا ہے تب ہی میری زبان سے نمودار ہوتا ہے، یوٹ نے یہ الفاظ ادا کر کے جلدی سے بقیہ قہوہ حلق میں انڈیلا، اور پھر ٹرک کے نیچے سے نکل آیا ٹرک کے دروازے پر کھڑے ہو کر اس نے چیخ کر کہا۔

"مسٹر جیمس پیرے، مسٹر جیمس پیرے، کیا آپ اب تک زندہ سلامت ہیں" جیمس پیرے کے ساتھی نے گردن نکال کر کہا۔

"مسٹر یوٹ قہوے کے برتن صبح کو بھی لئے جا سکتے تھے۔"

"میں قہوے کے برتن دینے کے لئے نہیں آیا، مجھے ان کے حالات بتایئے؟"

"ہم لوگ بڑے اطمینان کے ساتھ ایک دوسرے سے لگے ہوئے آرام کر رہے ہیں۔"

"اور آپ کے نیچے آگ تو نہیں ہے۔"

"نہیں نجانے تمہیں آگ کا وہم کیوں ہو گیا ہے مسٹر یوٹ، ہم نے بڑا محفوظ چولہا جلایا ہے؟ جو شعلے نہیں دیتا بس گرمی دیتا ہے۔"

"تب پھر یہ برتن سنبھال لیجئے........." یوٹ نے دونوں مگ اوپر دیئے اور اس کے

بعد بارش کی چھم چھم سے بے نیاز آگے بڑھا اور ناک کو تیزی سے استعمال کر
ایمرے نیچے ہی سے اس کی یہ حرکات دیکھ رہا تھا۔ یوٹ نے کئی جگہیں تبدیل کیں
اس کے بعد ایک بلند جگہ کھڑے ہو کر ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے لگا تو ایمرے نے
اسے آواز دی۔

"یوٹ بھیگ جاؤ گے' کیا فائدہ اندر آجاؤ' یہ کیا بے وقوفی ہے؟"

"آرہا ہوں چیف آرہا ہوں۔" یوٹ نے کہا اور مزید کچھ دیر کھڑے رہنے کے
واپس ٹرک میں آگیا۔ اس کا لباس بھیگ چکا تھا۔ ایمرے نے کہا۔

"بھلا اس سے کیا فائدہ۔ تم نے اپنا لباس بھگو لیا اور اب بھیگے لباس کے ساتھ
تمہیں رات بسر کرنی پڑے گی۔"

"یہ سوچ رہا ہوں آقا کہ رات یہاں بسر کرنی چاہیے یا وہاں۔ جہاں ظلم کے
توڑے گئے ہیں۔"

"کیا مطلب' کیا کہہ رہے ہو؟"

"میری ناک نے کبھی مجھے دھوکہ نہیں دیا آقا' بلند جگہ کھڑے ہو کر میں نے
ہے کہ نیچے گہرائیوں میں ایک جلی ہوئی بستی ہے' جو شاید قدرت کی مہربانی سے مزید
سے بچ گئی ہے اور اس بارش نے اس کی آگ بجھا دی ہے۔ لیکن اب بھی جگہ جگہ
دھواں اٹھ رہا ہے اور جلی ہوئی جھونپڑیوں کی بو اسی طرف سے آرہی ہے۔"

ایمرے جانتا تھا کہ یوٹ بہت کم جھوٹ بولتا ہے اور پھر اس نے کبھی ایسا
جھوٹ نہیں بولا' یوٹ کے الفاظ اس نے بغور سنے تھے اور اس کے بعد برق رفتاری
وہ خود بھی ٹرک کے نیچے سے باہر نکل آیا تھا۔ اب وہ بالکل صحت مند ہو گیا تھا۔ اور
کے کاموں میں دیر نہیں لگاتا تھا یوٹ اس کے آگے آگے تھا۔ باقی لوگوں کو شاید ان
کارروائیوں کا پتہ بھی نہیں تھا۔

وہ مزے سے اپنی عیش گاہ میں لیٹے بارش کا لطف لے رہے تھے۔ یوٹ
اشارے پر ایمرے نے اس بلند جگہ پہنچ کر پستیوں میں دیکھا اور دونوں کا خیال درست

تھوڑی سی جھونپڑیوں پر مشتمل کوئی چھوٹی سی بستی تھی جو سلگ رہی تھی اس
میں یقینی طور پر آگ لگ گئی تھی لیکن بارش یہ آگ آہستہ آہستہ بجھاتی
تھی اور جلی ہوئی چیزوں کا دھواں اب بھی بلند ہو رہا تھا۔ ایمرے اور یوٹ عجیب سی
سے اس بستی کو دیکھتے رہے وہ یہ فیصلہ کرنے سے قاصر تھے کہ بستی میں آگ خود
لگی ہے یا لگائی گئی ہے کتنا نقصان ہوا ہے وہاں اور کیا صورت حال ہے ان کا دل بستی
کے راز جاننے کے لئے بے چین ہو گیا تھا۔

جو سنسنی خیز واقعہ پیش آیا تھا' اس نے ان کے ذہنوں پر برے اثرات چھوڑے
اور اس کے بعد سفر کسی قدر خوف کی منزل میں داخل ہو گیا تھا' بس یہی خطرہ تھا کہ
کے بعد کہیں سی گال کے کسی باقاعدہ گروہ سے سامنا نہ ہو جائے' تین آدمیوں کی
اسے مشتعل نہ کردے' سفر کی رفتار بھی کچھ تیز رکھی گئی تھی' لیکن اس کے ساتھ
ہی انہیں ان پیلی پہاڑیوں سے نکلنے کے بعد ایسے راستے نظر آتے جا رہے تھے جو
احساس میں مدد دے رہے تھے کہ وہ صحیح رخ پر سفر کر رہے ہیں اور اگر راستے میں
ایسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑ جائے جو غیر متوقع ہو تو بہت جلد وہ نیل کنٹھ کی سرحدوں
داخل ہو جائیں گے' ہر شخص اپنے اپنے طور پر الگ احساس کا شکار تھا' خاص طور
ہدایت اللہ اب شدید بے چینی محسوس کر رہے تھے' انہیں عرشی کا خیال تھا' آخر وہ
سا گروہ ہے' جس کے تحت وہ اپنا سفر اس طرح طے کر رہی ہے جیسے اسے آسمان میں
کرنے کا موقع مل گیا ہو' کہیں نام و نشان نظر نہیں آ رہا تھا اور جب بھی اس سے
ہوتا' وہ بڑے سکون کا مظاہرہ کرتی' سرہدایت اللہ بے شک اس کے لئے نیک تمنا
رکھتے تھے' لیکن انسان ہی ہیں وہ بھی' کہیں سی گال سے واسطہ نہ پڑ جائے اور سی گال
بارے میں اس کا ساتھی ہیگ جو کچھ بتا چکا تھا' وہ بڑی سنسنی خیز کیفیت کا حامل تھا
رات پھر قیام کیا گیا اور پیلی پہاڑیوں سے اتنا فاصلہ طے کر لیا گیا کہ ... کا نام دے

ی نہیں رہ گیا تھا' سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔
کھانے پینے کی تیاریاں کی گئیں اور اس کے بعد کھانا شروع کر دیا گیا' سرہدایت اللہ
بھی پریشانیوں کا شکار تھے ادھر ان لوگوں کی نگاہوں کا مرکز ابھی تک سردار خان اور
شمسہ بنے ہوئے تھے اس پورے سفر کے دوران انہیں ایک بار بھی یہ احساس نہیں ہوا تھا
کہ یہ سادہ سے لوگ کسی موقع پر ایسی شاندار صلاحیتوں کا مظاہرہ کریں گے کہ جب بھی
وہ ان لمحات پر غور کرتے' جب سردار خان اور شمسہ ان سے نبرد آزما تھے تو ناقابل یقین
تصورات کا شکار ہو جاتے تھے اس وقت بھی سرہدایت اللہ کی نگاہیں انہی کی جانب اٹھی
ہوئی تھیں اور وہ کھانے میں مصروف تھے۔

شمسہ اور سردار خان بھی' ننھی سی بچی کے ساتھ بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے کہ
اچانک ہی سرہدایت اللہ نے ایک ایسا منظر دیکھا' جس نے انہیں چکرا کر رکھ دیا' یہ ایک
ناقابل یقین تصور تھا' ایک ناقابل یقین سا عمل' لیکن ماں باپ کی نگاہیں جن کیفیات کی
حامل ہوتی ہیں۔ اولاد زندگی کے آخری سانس تک ان کا تصور نہیں کر سکتی' یہ دوسری
بات ہے کہ اولاد ماں باپ بن کر مزید دوسرے احساسات کا شکار ہو جائے' لیکن ماں باپ کا
پیار درجہ منفرد ہوتا ہے' سردار خان اور شمسہ کھانے مصروف تھے اور سرہدایت اللہ کی
نگاہوں نے شمسہ کو اپنا مرکز بنا لیا تھا' شمسہ الٹے ہاتھ کی کلائی سے بار بار پیشانی پر آجانے
والے بال اوپر سمیٹنے کی عادی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی کھانے کے دو چار لقمے لینے
کے بعد وہ پانی کا ایک گھونٹ ضرور لیتی تھی۔ اور یہ ادا ہدایت اللہ کی نگاہوں سے کبھی بھی
اوجھل نہیں رہی تھی' عرشی بہت چھوٹی سی تھی' جب سے اسے یہ عادت تھی' کبھی بھی
کھانا کھاتی' بال پیشانی پر ہوتے یا نہ ہوتے' لیکن داہنے ہاتھ سے کھانا کھاتی اور بائیں ہاتھ
کی کلائی بار بار پیشانی تک لے جا کر اونچا کرتی تھی اس کے علاوہ اسے کھانے کے ساتھ
ساتھ پانی ایک ایک گھونٹ پینے کی عادت تھی اور اس عادت سے سرہدایت اللہ اور بیگم
ہدایت اللہ بخوبی واقف تھے' چنانچہ اس کے کھانے کے ساتھ پانی کا ایک گلاس بھر کر
ضرور رکھا جاتا تھا اور اس کے پینے کا انداز بالکل یہی تھا' سرہدایت اللہ پھٹی پھٹی آنکھوں

سے شمسہ کی یہ کارروائی دیکھتے رہے' بالکل وہی انداز وہی طریقہ ویسی ہی
ہدایت اللہ کے ذہن میں تیز ہوائیں چلنے لگیں' وہ ایک شدید کیفیت کا شکار ہوگئے
ان کا ذہن برق رفتاری سے قلابازیاں کھا رہا تھا' شمسہ' سردار خان' بچی' عرشی اور
بچی آہ کیا' کیا یہ عرشی ہے' کیا واقعی یہ عرشی ہے' ذہن اس قدر شدید ذہنی ہیجان کا
رہا تھا کہ ان کے لئے کھانا مشکل ہوگیا' ایک طوفان برپا تھا ان کے وجود میں اور
کے دائرے سے پھیل اور سکڑ رہے تھے' وہ اس وقت تک اپنی جگہ سے جنبش
سکے جب تک شمسہ اور سردار خان کھانے سے فارغ نہیں ہوگئے سرہدایت اللہ کی
قسمتی تھی کہ اس دوران کسی نے ان کی جانب توجہ نہیں دی تھی اور سب اپنے
طور پر مصروف تھے' لیکن اس کے بعد سرہدایت اللہ کی جو کیفیت ہوئی اس سے
پریشر بڑھ گیا وہ دوسروں سے الگ تھلگ جا کر بیٹھ گئے اور شمسہ کے چلنے کا انداز
ساتھی کی کیفیت اور وہ تمام باتیں بغور دیکھتے رہے جو ان کے ذہن کے پردے پر لہرا
رہی تھیں۔ ناجانے کیوں ان کا دل چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ ہو نہ ہو یہ عرشی ہے' اف
بنایا ہے اس نے ہر لمحہ ان کے پیغام کا جواب دیا ہے اور اب تک اس کے ساتھ
واقعہ پیش نہیں آیا' جو پریشان کن کیفیت کا حامل ہوتا اور اس کی بنیادی وجہ یہ
ان کے ساتھ ہی ہے' تو یہ ہے عرشی اور اس کا گروہ سرہدایت اللہ کا دل چاہ رہا تھا
اپنی کھوپڑی پر پچاس جوتے لگائیں' اب تک اس بات پر غور کیوں نہیں کیا تھا' اب
کیوں نہیں سوچا تھا کہ عرشی جیسی شاطر لڑکی سے یہ عمل غیر متوقع نہیں تھا کہ
آغوش میں بیٹھ کر انہیں ہی بے وقوف بنا دے نہ صرف بلکہ ان تمام لوگوں کو بھی
نے اپنے طور پر بڑی تیس مار خانی کا ثبوت دیا تھا اور ایسے افراد کو اپنے ساتھ
جن سے یہ احساس ہو کہ بچی ان کے ساتھ ہے اور اس نقلی بچی کو اصلی بچی بنا کر
تھول کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے' اوہ میرے خدا' عرشی نے واقعی جو ذہانت کا
ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے اور یہ صرف ایک باپ ہی کی نگاہیں تھیں جو
سکتی تھیں' لیکن لیکن ہدایت اللہ کے پورے جسم میں سنسنی دوڑ رہی تھیں اور

نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کریں ویسے انہیں سکون کا احساس بھی ہو رہا تھا۔ اب
جس طرح اس سفر کے دوران مضطرب رہے تھے اب انہیں سکون ہی سکون تھا کہ
بچی ان کی نگاہوں کے سامنے ہے' لیکن اس کا یہ ساتھی کون ہے' سرہدایت اللہ کو
ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہوا' سردار خان جو کوئی بھی ہے' عرشی کے لئے اس قدر
اہمیت کا حامل ہے کہ اس نے اسے اپنا شوہر کہنے میں بھی اعتراض نہیں کیا' یہ ایک الگ
بات تھی لیکن اب یہ اندازہ لگانا تھا کہ ان کا یہ خیال واقعی درست ہے یا صرف اتفاق
پر اس کا طریقہ کار کیا ہو وہ سوچوں کا سفر کرنے لگے' اس بات کی تصدیق کے لئے
انہیں کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے۔ دیر تک سوچنے کے بعد ایک ترکیب ان کے ذہن میں
آگئی۔ اور وہ مسکرانے لگے۔

"پھر انہیں خاصی دیر انتظار کرنا پڑا تھا' وہ سب کے سونے کا انتظار کر رہے تھے۔
جب انہیں اطمینان ہوگیا تو بڑی احتیاط سے اپنی جگہ سے کھسکے اور ایک ایسی جگہ پہنچ گئے
جہاں سے وہ شمسہ اور سردار خان کو دیکھ سکتے تھے۔ بچی شمسہ کے پاس سو رہی تھی۔
سردار خان کے اور اس کے درمیان فاصلہ تھا۔ سرہدایت اللہ نے پوری طرح اطمینان
کر کے ٹرانسمیٹر پر عرشی کو کال کیا۔ ان کی نگاہیں شمسہ پر جمی ہوئی تھیں اور انہوں نے
جلدی سے شمسہ کو اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے دیکھا۔ وہ پھرتی سے اپنی جگہ سے ہٹ کر ایک
طرف چل پڑی تھی۔"

"ہدایت اللہ مسکرایا۔ پھر دوسری طرف سے عرشی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو
ہیلو ڈیڈی.........عرشی۔"

"عرشی بیٹے کیا تم سو رہی تھیں۔"

"تھوڑی تھوڑی ڈیڈی۔ آپ ٹھیک ہیں۔"

"ہاں بالکل' بس تمہارے لئے مضطرب رہتا ہوں۔" ہدایت اللہ نے اپنی جگہ چھوڑ
دی اور انتہائی احتیاط سے ایک ایک قدم آگے بڑھنے لگے۔

"میں آپ سے کہہ چکی ہوں ڈیڈی کہ آپ میری طرف سے بالکل مضطرب نہ رہا

کریں۔"

"مجھے اندازہ ہو رہا ہے۔ تمہارا گروہ واقعی بے حد اسٹرونگ ہے۔" ہدایت اللہ
کہا۔

"تھینک یو ڈیڈی۔"

"ہمارے ساتھ ہونے والا ڈرامہ تم نے دیکھا۔"

"ہاں' اور آپ سے اختلاف بھی ہے۔"

"کیا۔"

"آپ نے ان دو افراد کو زندہ چھوڑ دیا۔ وہ آگے چل کر ہمارے لئے خطرنا
ہوسکتے ہیں۔"

"اس کا فیصلہ تمہیں کرنا چاہیے تھا۔" ہدایت اللہ نے کہا۔ "وہ نہایت کامیابی
اب عرشی کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے اور تقریباً اس کی پشت پر تھے۔

"ہم کیا کرسکتے ہیں۔ ڈیڈی!"

"انہیں بھی ہلاک کر دیتے۔ جس طرح تم نے باقی تین کو ہلاک کیا تھا۔"

"جی.........!" عرشی نے حیرت سے کہا۔

"جی.........!" ہدایت اللہ عقب سے نکلے اور انہوں نے ٹرانسمیٹر عرشی کے ہا
سے چھین لیا۔ عرشی اچھل پڑی۔

ایک لمحے کو تو اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا لیکن دوسرے لمحے وہ فعال ہوگئی۔ اس
ٹرانسمیٹر چھیننے والے کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور اسی کے سہارے اٹھ کھڑی ہوئی۔
لمحہ اور گزر جاتا تو سر ہدایت اللہ اس کے شانے پر سے گزرتے ہوئے یقینی طور پر
چٹانوں پر آجاتے اور پھر ان کی ریڑھ کی ہڈی کا خدا ہی حافظ تھا' سر ہدایت اللہ نے
اس بات کو محسوس کرلیا تھا' چنانچہ وہ سرگوشی میں بولے۔

"او بے وقوف' او بے وقوف میں ہوں میں۔" تیرا باپ .... ہدایت اللہ
...اور عرشی نے ایک دم اپنے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی چھوڑ دی' ورنہ کام ہو ہی گیا تھا
کا بدن لٹک کر نیچے آچکا تھا اور سر ہدایت اللہ بس پلٹنے ہی والے تھے' اس طرح ڈھیلا
ہونے سے سر ہدایت اللہ بچ گئے' لیکن پھر بھی وہ زمین پر گر گئے تھے۔ عرشی پھٹی پھٹی
آنکھوں سے انہیں دیکھ رہی تھی اور سر ہدایت اللہ دونوں ہاتھوں سے گردن مسلتے ہوئے
اپنے سانس بحال کرنے کی کوشش کر رہے تھے جو عرشی کی گرفت میں گھٹ گیا تھا' عرشی
حیران آنکھوں سے انہیں دیکھتی رہی۔

"بیٹا تو یہ بھول گئی کہ ہم تیرے والد صاحب ہیں۔" سر ہدایت اللہ نے اپنی کیفیت
سنبھالنے کے بعد کہا۔

"سر آپ' سر آپ' آپ نے یہ کیا کیا تھا۔" عرشی بدلے ہوئے لہجے میں بولی۔

"سر نہیں، اگر آپ ہمیں ڈیڈی کہیں تو زیادہ اچھا ہوگا۔" سر ہدایت اللہ
ہوئے بولے اور عرشی ایک لمحے کے لئے چکرا کر رہ گئی، اس کے ذہن میں ایک
ہوا تھا اور چند ہی لمحات میں اس نے اندازہ لگایا تھا کہ آج اس کا راز خود بخود کھل
سر ہدایت اللہ نے اس کے شانے پر دباؤ ڈالا اور بولے۔

"بیٹھ جاؤ، اس وقت تقریباً سبھی سو رہے ہیں، مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں

"لیکن سر آپ۔" عرشی نے پھر بھی مدافعت کی کوششیں جاری رکھی تھیں۔

"اب تمہارے یہ الفاظ بے وقوفی پر مبنی ہیں۔ یہاں تک صورتحال کا اندازہ
کے بعد اب بھی اگر تم مدافعت کرتی ہو تو میرے خیال میں یہ تمہارا مناسب قدم
ہے، میں نے تمہیں پہچان لیا ہے، پہچاننے کے بعد ہی میں نے ٹرانسمیٹر پر تم سے گفتگو کا
آغاز کیا تھا اور تم اشارہ ملتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر یہاں آگئی تھیں، بس یوں سمجھ
میں تم سے باتیں کرتا ہوا آگے بڑھنے لگا اور تم نے اسے محسوس نہیں کیا، بے وقوف
اب تمہارے چھپنے کی کوششیں بے مقصد ہوگئی ہیں۔" عرشی نے ایک گہری سانس
آہستہ سے بولی۔

"واقعی ڈیڈی کام دکھا گئے آپ........"

"میں تجھ پر ناز کرتا ہوں عرشی، اپنے آپ کو بہت چالاک سمجھتا تھا، لیکن خوشی
کہ بے وقوف بھی بنا تو اپنی بیٹی کے ہاتھوں، داد دیتا ہوں تیری ذہانت کی سب
آنکھوں میں دھول جھونک دی تو نے، تصور بھی نہیں کر سکتے تھے ہم کہ تو عرشی
ہے، خدا کی قسم کمال کیا ہے تو نے، ویری گڈ عرشی، ویری گڈ، آج مجھے اندازہ ہوا
میری بیٹی اپنے باپ سے زیادہ چالاک ہے۔" عرشی جھینپے جھینپے ہوئے انداز میں مسکرانے
لگی، یہ تمام گفتگو نہایت سرگوشی کے عالم میں ہو رہی تھی اور ابھی تک کسی کو صورتحال کا
شبہ بھی نہیں ہو سکا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے ڈیڈی کیا کہتے ہیں آپ، میرے اس اقدام کے بارے میں؟"

"پاگل کر دیا ہے تو نے مجھے، واقعی زندگی میں اتنا بڑا دھوکا کبھی نہیں کھایا۔"

"اسے دھوکا تو نہیں کہیے ڈیڈی........"

"جی ہاں آپ جو فرمائیں گی وہی کہیں گے ہم بہرحال اعتراف کر چکے ہیں کہ احمق بن گئے تھے، لیکن عرشی یہ سب کچھ ہوا کیسے؟"

"کیا ڈیڈی........" عرشی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"یہی جو آج میری آنکھوں کے سامنے ہے۔"

"اب جب آپ کو صورتحال کا اندازہ ہوگیا ہے تو پھر ذرا سا غور کریں گے تو سب کچھ سمجھ میں آجائے گا۔"

"افسوس یہاں بھی تجھ سے شکست کا اعلان کرتے ہیں، ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔"

"معمولی سی بات تھی گل میرے پاس موجود بھی تھی، ظاہر ہے آپ کے اقدامات پر نظر بھی رکھ رہی تھی، بس تھوڑا سا میک اپ کرنا پڑا چہرے پر اور ایک سردار خان مہیا کرنا پڑا، سوری ڈیڈی آپ کو مائنڈ نہیں کرنا چاہیے۔"

"ارے وہ بھی شیطان صفت چیز ہے، کون ہے وہ........؟"

"بس ڈیڈی میری دریافت ہے۔"

"لیکن ہے کون؟"

"درحقیقت پولیس والا ہے۔"

"پولیس والا؟"

"ہاں اور وہ بھی ایک افسر۔"

"پولیس افسر۔" سر ہدایت اللہ نے نہ سمجھنے والے انداز میں اس سے کہا۔

"ہاں ڈیڈی لمبی کہانی ہے آپ کو تفصیل سے سنادوں گی۔ ایک بات بتادیجئے۔"

"کیا؟"

"آپ کو اس پر اعتراض تو نہیں ہے۔"

"نہیں عرشی، میں نے تو ہمیشہ ہی تجھ پر اعتماد کیا ہے اور کبھی تیرے کردار پر شبہ

نہیں کیا۔"

"تھینک یو ڈیڈی اب بھی نہ کیجئے گا' سردار خان کا اصل نام نادر شاہ ہے او ایک بہت بڑے اور بہت اچھے خاندان کا فرد ہے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ ایک لمبے م سے گزرنے کے بعد میں اسے اپنے کام پر آمادہ کر سکی ہوں' ڈیڈی ہم لوگوں نے سوچا اب کسی مہم جو گروہ کی تلاش تو ہمارے لئے ایک مشکل کام ہوگی' ہمیں کوئی آسان را تلاش کرنا چاہیے' چنانچہ نادر شاہ سے میری دوستی تھی میں نے اسے کسی نہ کسی ط اسے اس کام پر آمادہ کرلیا۔"

"وہ بھی میک اپ میں ہے؟"

"جی ڈیڈی۔"

"کیوں؟ کیا اس کے کچھ شناسا اس گروپ میں موجود ہیں۔"

"بالکل نہیں' لیکن پھر بھی احتیاط بہت اچھی چیز ہوتی ہے۔" عرشی نے کہا اور ہدایت اللہ کچھ دیر کے لئے خاموش ہوگیا' بہت دیر تک وہ حیران نگاہوں سے بیٹی صورت دیکھتا رہا اور پھر ایک گہری سانس لے کر اس سے بولا۔

"خدا کی پناہ۔ عرشی تو نے مجھے سولی پر لٹکائے رکھا ہے' تجھے اندازہ نہیں ہے یہاں تک کے سفر کے دوران میری ذہنی کیفیت کیا رہی ہے یوں سمجھ لے کہ ساری سفر تفریح اور دوسرے احساسات تیرے چکر میں ختم ہوگئے تھے۔"

"یہ آپ کا قصور ہے ڈیڈی۔ آپ بتائیے کہ میں غیر محفوظ تھی۔"

"اب تو یہی کہہ سکتا ہوں کہ غیر محفوظ نہیں تھی۔"

"ایک پروگرام بنایا تھا میں نے ڈیڈی اور اس پروگرام پر عمل کر کے میں شمسہ کی حیثیت سے آپ کے سامنے آئی' گل کو بھی اپنے ساتھ ہی رکھا آپ لوگوں کو ایک نقلی لڑکی کی ضرورت تھی' لیکن ڈیڈی معاف کیجئے گا' میں اور نادر شاہ شروع ہی سے آپ کے منصوبے سے اختلاف رکھتے ہیں۔"

"کیوں۔" ہدایت اللہ نے پوچھا اور پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی آس پاس

نہیں ہے۔" سردار خان بھی اپنی جگہ سو رہا تھا' پھر وہ اطمینان سے بیٹھتے ہوئے

"ب ٹھیک ہے ہاں' تو ہمارے منصوبے سے تجھے کیا اختلاف تھا۔"

"ڈیڈی' میں درحقیقت نیل کنٹھ قبیلے کے بارے میں کچھ نہیں جانتی لیکن ایک ہے میرا' اور وہی خیال نادر شاہ کا بھی ہے۔"

"کیا؟"

"یہی کہ اگر آپ لوگ نقلی بچی کے ذریعے قبیلے کے سائی تھول کو بے وقوف نے کی کوشش کرتے تو کیا آپ کو یقین تھا کہ وہ بے وقوف بن جاتا.........؟"

"نہیں' یہ حماقت میں نے نہیں بلکہ ان لوگوں نے کی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"غور کر تو تجھے خود اندازہ ہو جائے گا عرشی' میں تو جانتا تھا کہ منزل پر پہنچنے کے بعد لی بچی ہی سائی تھول کے سامنے پیش کی جائے گی' نقلی بچی کے لئے میں اس لئے اور رہو گیا تھا کہ اگر کچھ اور گروہ یہاں کارروائی میں مصروف ہوں اور انہیں بچی کی تلاش تو نقلی بچی ہی ان کی توجہ کا مرکز بنی رہے اور تو محفوظ رہے۔"

"معاف کیجئے گا ڈیڈی' کیا یہ ایک غلط حرکت نہیں تھی' کیا یہ غیرانسانی قدم نہیں آپ نے ایک بچی کو اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے سولی پر چڑھانے کی کوشش کی' یئے اگر کوئی گروہ اسے حاصل کر بھی لیتا تو ماں باپ سے ان کی بچی چھن جاتی۔"

"نہیں' ایسا نہیں ہوتا عرشی' کیونکہ اس گروہ کو بہرطور معلوم ہو جاتا کہ بچی نقلی ہے۔"

"کیسے ڈیڈی۔"

"اس طرح کہ اس کے بدن پر نیل کنٹھ کا نشان نہ ہوتا۔"

"یہ ایک حادثہ ہوتا اور حادثے تو ہوا ہی کرتے ہیں' ایسی صورت میں وہ جھلا کر تل بھی کر سکتے تھے۔"

"نہیں ڈیڈی مجھے اختلاف ہے' یہ حادثہ نہیں بلکہ آپ لوگوں کی بے رحمی
.........."

"بہرحال تو نے یہ مشکل بھی حل کر ہی دی۔"

"یہی مشکل نہیں ڈیڈی' مجھے اور نادر شاہ کو آپ لوگوں کے بہت سے اقدا
سے سخت اختلاف ہے۔"

"مثلاً".........."

"اچھا پہلے اب آپ یہ بتائیے کہ مجھے پہچاننے کے بعد آپ کا آئندہ عمل کیا ہوگا"

عرشی کے اس سوال پر سرہدایت اللہ دیر تک خاموش رہا' پھر اس نے کہا۔

"میرے لئے اس سے اعلیٰ بات کوئی اور نہیں ہو سکتی کہ میرے منصوبے پر م
پسند کے مطابق عمل بھی ہو رہا ہے' بلکہ ان سب کی پسند کے مطابق عمل ہو رہا ہے
میری نگاہوں کے سامنے ہے' اب کم از کم اتنا ضرور ہو گا کہ حالات کوئی بھی شکل اخ
کریں' مجھے تشویش نہیں ہوگی کہ تو نہ جانے کس عالم میں ہے' اف میرے خدا راستہ
میں جتنی مشکلات پیش آئیں تو یقین کر میں اس تصور سے بری طرح پریشان ہو جاتا تھا
پتہ نہیں تیری اپنی کیا کیفیت ہو' عرشی میرے فرشتوں کو بھی گمان نہیں تھا کہ تو میرے ا
قدر قریب ہے' خدا کی قسم میں بہت خوش ہوں اور بے پناہ خوش ہوں' باقی رہا آئند
مسئلہ تو یہ تو بہت اچھی بات ہوئی کہ تجھے منظر عام پر نہیں آنا پڑا اور یہ بات مجھے م
ہوگئی اب ان لوگوں کو بتانا بالکل ضروری نہیں ہے' صرف میں ہی یہ راز اپنے سینے
رکھوں گا کہ اصلی بچی اور میری بیٹی میرے ساتھ موجود ہے' بلکہ صحیح معنوں میں تم
منصوبہ بندی کرکے میری ناک اونچی کر دی ہے یہ لوگ بھی مان جائیں گے کہ کسی
واسطہ پڑا تھا۔"

"ویسے مجھے افسوس ہے ڈیڈی۔"

"کس بات کا.........."

"یہی کہ آپ کو تمام صورتحال پتہ چل گئی۔"

"بس' بکواس مت کر مجھے آج سے زیادہ خوشی شاید ہی زندگی میں کبھی نصیب ہوئی
ہو۔"

"چلئے آپ مطمئن ہیں تو ٹھیک ہیں' بہرحال یہ تو رہا یہ مسئلہ اب میں آپ سے
دوسرے اختلاف کا تذکرہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"جی فرمایئے۔" سرہدایت اللہ خوشی کے عالم میں بولے۔

"ڈیڈی نادر شاہ سے میری گفتگو ہوتی رہتی ہے' ہم لوگ بارہا یہ بات محسوس کر
چکے ہیں کہ اپ لوگوں کے درمیان بے حیثیت اور بے حقیقت رہ کر بہت سے ایسے
منصوبے تاریکی میں چلے جاتے ہیں جو ہمارے نزدیک بہتر ہوتے ہیں۔"

"ہاں یقیناً" میں تجھ سے نادر شاہ کے بارے میں اور بھی سوال کروں گا' لیکن
تیری بات سے میں اتفاق کرتا ہوں البتہ میرا خیال ہے اب یہ مشکل نہیں رہے گی۔"

"کیوں؟"

"تم لوگوں نے اپنی ایک حیثیت منوالی ہے اور میرا خیال ہے اگر تم اس حیثیت کو
قائم رکھتے ہوئے ہمارے پروگراموں مین مداخلت کرو تو کوئی بھی اس پر اعتراض نہیں
کرے گا' بلکہ اب تو میں خاص طور پر کوشش کروں گا کہ کوئی بھی نیا قدم اٹھاتے ہوئے
ہم تم سے مشورہ کرلیا کریں' میں ان لوگوں کے سامنے تمہاری اصلیت کو طویل عرصے تک
ظاہر نہیں کروں گا' بلکہ اس وقت تک جب تک کہ ہم نیل کنٹھ نہ پہنچ جائیں' بعد میں جو
بھی ہو گا دیکھا جائے گا' لیکن تم ایسے معاملات میں اب ہمیں مشورے دیتے رہا کرو' میں
اس کے لئے ایک فضا ہموار کردوں گا۔"

"اس کے علاوہ ڈیڈی' میرا اور نادر شاہ دونوں کا یہی خیال ہے کہ آپ لوگوں نے
ہمیں بیڑے سے علیحدگی اختیار کرکے حماقت کا ثبوت دیا ہی' وہ لوگ اس قدر برے لوگ
نہیں تھے بلکہ وہ اس مہم کے لئے بہترین معاون ثابت ہو سکتے تھے' جہاں تک خزانے کے
حصول کا تعلق ہے تو ڈیڈی میں تو یہ کہتی ہوں کہ جس کی تقدیر کا جو کچھ ہوتا ہے وہ اسے
ملتا ہے' آپ دعویٰ سے یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آپ لوگ وہ سارا خزانہ حاصل

کرلیں گے اور اسے حفاظت سے لے کر آجائیں گے ان کا ایک موقف ہے ڈیڈی اور
موقف کے لئے وہ لوگ جدوجہد کر رہے ہیں' یہاں نجانے کتنی ایسی ٹیمیں ہوں گی
سلسلے میں کوشش کر رہی ہوں گی۔ ڈیڈی اگر ہماری مڈبھیڑ ان ٹیموں سے ہو جاتی
آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آپ ان پر سبقت لے جائیں گے' یہ ساری باتیں سوچنے
ہیں وہ بڑے کار آمد لوگ تھے۔" نادر شاہ کا کہنا ہے کہ بہت سے ایسے معاملات ہوتے ہیں
جن میں ہم آپ کو مشورہ دے سکتے ہیں' لیکن ہماری یہ مشکل ہے کہ ہم دوسری صورت
میں یہ سفر کر رہے ہیں۔" سرہدایت اللہ پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر بولا۔

"ہاں میں اس سلسلے میں تم سے اتفاق کرتا ہوں عرشی۔ بہرحال میری خوشیاں اس
وقت ناقابل یقین ہیں میں تمہیں بتا نہیں سکتا کہ کتنا خوش ہوں میں۔"

"تھینک یو ڈیڈی۔"

"مگر شریر لڑکی تو آخر ہے کیا بلا' میری اولاد ہے لیکن میں تیرے ہاتھوں کتنی آسانی
سے بے وقوف بن گیا' ارے کتنی آسان سی بات تھی' میں یہ سوچ سکتا تھا کہ ہم جن
مصائب سے گزر رہے ہیں آخر وہ مصائب تجھے کیوں پریشان نہیں کر رہے' ہمیں کیا معلوم
تھا کہ تو ہر مسئلے میں ہمارے ساتھ شریک ہے۔"

"ڈیڈی آپ کی دعائیں بھی تو میرے ساتھ تھیں۔" عرشی نے کہا اور سرہدایت
اللہ ہنسنے لگا' پھر بولا۔

"بہت تیز ہے بھئی تو' واقعی گھر والے تو تیرے سامنے چٹکیوں پر ناچتے ہوں گے
بھلا تیری عقل کو کیا پہنچ سکتے ہیں تو تو اچھے اچھوں کو بیوقوف بنانے کی صلاحیت رکھتی
ہے۔"

"یہ آپ میری تعریف کر رہے ہیں ڈیڈی یا مجھے برا بھلا کہہ رہے ہیں۔"

"پتہ نہیں کیا کہہ رہا ہوں کیا کر رہا ہوں' اور پتہ نہیں اپنی خوشیاں میں ان لوگوں
سے چھپا بھی سکوں گا یا نہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ میری خوشیوں سے یہ اندازہ
لگانے میں کامیاب ہو جائیں کہ میں تیری جانب سے مطمئن ہوں۔"

"تو کیا آپ نے انہیں میرے بارے میں کچھ بتا دیا ہے ڈیڈی۔"

"بالکل نہیں' بالکل نہیں' لیکن بہرحال ٹھیک ہے۔ اچھا اب مجھے یہ بتا کہ یہ نادر
شاہ اصل میں ہے کیا۔ اور تیرے ساتھ کیوں شریک ہوگیا ہے۔"

"ڈیڈی آپ کو علم ہے اس پولیس آفیسر کے بارے میں جو گل کے لئے چھان بین
کر رہا تھا' میرا مطلب ہے مہتاب پور ہاؤس کا جو چکر چلا تھا اس کے سلسلے میں جس شخص
نے چھان بین کی تھی وہ یہی پولیس آفیسر تھا' ایک تھانہ انچارج۔"

"تو پھر۔"

"بس اس کے بعد ڈیڈی میرے اور اس کے درمیان ذہنی جنگ شروع ہوگئی' ویسے
ہمیں تھوڑا سا فائدہ اپنے اختیارات سے بھی ہوا' میں نے اس کی نوکری ختم کرادی
تھی۔"

"ہاں مجھے علم ہے اس بات کا.......... لیکن پھر تیرے اور اس کے درمیان اتنی
مفاہمت کیسے ہوگئی۔"

"صاحب اقتدار آدمی ہے ڈیڈی' جب اس نے میری برتری کو قبول کرلیا تو پھر اس
نے میری تمام باتوں سے بھی اتفاق کرلیا' اور اس قدر قابل اعتماد شخصیت ہے اس کی کہ
گل کے معاملے کو میں نے اس کے سامنے پیش کر دیا اور وہ سب کچھ چھوڑ کر اس مہم پر
چلنے کے لئے آمادہ ہوگیا۔" سرہدایت اللہ نے گہری نگاہوں سے بیٹی کو دیکھا اور عرشی نے
آنکھیں جھکالیں۔ چند لمحات سرہدایت اللہ پر خیال نگاہوں سے عرشی کو دیکھتا رہا۔ پھر ایک
ٹھنڈی سانس لے کر اٹھتا ہوا بولا۔

"تو میں چلتا ہوں' لیکن میرے خیال میں یہی مناسب ہے کہ ابھی باقی لوگوں پر تجھے
ظاہر نہ کیا جائے۔"

"واقعی یہی مناسب ہے ڈیڈی' لیکن بعض معاملات میں آپ ہم سے مشورہ لے
سکتے ہیں۔"

"اب تو تم لوگوں نے اپنی جگہ خود ہی بنالی ہے۔"

"یہ آپ کی مہربانی ہے ڈیڈی۔"

"اچھا شریر لڑکی میں چلتا ہوں، لیکن سکون اور اطمینان کا ایک سمندر موجزن ہے میرے سینے میں، اپنے آپ کو ذرا محدود رکھنا ابھی ان لوگوں پر نہ تو کل کو ظاہر ہونا چاہیے اور نہ تمہیں، افوہ سوچتا ہوں تو سخت حیران ہو جاتا ہوں۔"

"اب چھوڑ دیجئے حیرانی ڈیڈی، میرا خیال ہے آپ کافی حیران ہو چکے ہیں۔" ع ہنس کر بولی اور سرہدایت اللہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں وہ آرام کر رہا لیکن درحقیقت اس کے دل و دماغ میں خوشیاں ہی خوشیاں تھیں، عرشی کی چالاکی پر حیران بھی تھا اور اس بات سے خوش بھی کہ بیٹی اب نگاہوں کے سامنے ہے۔

یوٹ اور ایمرے کافی دیر تک اپنی جگہ کھڑے سلگتی ہوئی بستی کو دیکھتے رہے پھر ایمرے نے کہا۔

"یوٹ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا، ہمیں قریب چل کر دیکھنا چاہیے، ہو سکتا ہے کوئی ہماری مدد کا طالب ہو، بہرحال بستی میں رہنے والوں کے ساتھ جو واقعہ بھی پیش آیا ہے وہ اپنی جگہ، لیکن ممکن ہے ان میں سے کچھ انسانوں کو ہماری ضرورت ہو۔"

"تو عظیم آقا چلتے ہیں کیا ہم اس بارش سے گل جائیں گے؟"

"آؤ۔" ایمرے نے کہا اور دونوں بستی کی جانب چل پڑے۔ ان کی رفتار بہت تیز تھی، یوٹ بھی کسی طرح ایمرے سے پیچھے نہیں رہا تھا، وہ اپنے قدو قامت کی نسبت بے حد پھرتیلا اور طاقتور آدمی تھا اور اس کا اندازہ ایمرے کو تو خیر ہو گا ہی، لیکن اب فیروز کو بھی ہو چکا تھا۔ دونوں تیز رفتاری سے ڈھلانوں پر دوڑتے ہوئے بالآخر اس تباہ شدہ بستی کے پاس پہنچ گئے، پہلی ہی ٹھوکر ایک انسانی جسم سے لگی تھی اور ایمرے رک گیا تھا، اس نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر زمین پر پڑی ہوئی لاش کو بغور دیکھا، لاش کی پیشانی میں سوراخ تھا اور یہ گولی ہی کا سوراخ تھا، ایمرے اس کا جائزہ لیتا رہا، یوٹ بھی اس کے قریب ہی موجود تھا، اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ پوری بستی میں چکرانے لگے بستی میں کسی ذی روح کا پتہ نہیں تھا، ہر طرف لاشیں ہی لاشیں تھیں، بچوں تک کو گولیوں کا نشانہ بنالیا گیا تھا۔

ایمرے کے جبڑے مضبوطی سے بھنچ گئے تھے اور یوٹ خاموشی سے ایک ایک لاش
رہا تھا' اس نے اس دوران نہ تو کوئی لفظ اپنے منہ سے ادا کیا تھا' نہ کسی خاص
اظہار کیا تھا' بس خاموشی سے ایک ایک لاش کو دیکھتا پھر رہا تھا۔ بہت دیر تک وہ ان
کا جائزہ لیتے رہے پھر ایمرے نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"خدا کی قسم' جس نے بھی یہ سب کچھ کیا ہے اگر وہ ہمارے سامنے آجائے تو
کتے کی موت مارنا ہماری زندگی کا سب سے بڑا مشن ہوگا۔"

"عظیم آقا یوں لگتا ہی جیسے یہاں کوئی زندہ انسان نہیں ہے۔"

"بھئی بڑی تباہی پھیلائی ہے اور ہر ذی روح کو قتل کر دیا گیا ہے۔"

"ہاں عظیم آقا' اوہو وہ دیکھو' وہ روشنی۔" یوٹ نے ایک جانب اشارہ کیا۔ رو
بستی سے کافی فاصلے پر نظر آرہی تھی ایک مدھم سی روشنی جو لرز رہی تھی ورنہ پوری
تاریک ہی تھی یوٹ نے ایمرے کو اشارہ کیا اور دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے' ایک
جگہ تھی جو پہاڑ کی بلندی پر کسی غار کے اندر بنائی گئی تھی' غار تک جانے کے لئے پتھر
سیڑھیوں جیسی جگہ تراش لی گئی تھی اور اوپر جانے کا راستہ آسان ہوگیا تھا' یوٹ ا
ایمرے ان سیڑھیوں کو عبور کرنے لگے' لیکن انہوں نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ
چھوڑا تھا' اس بات کے امکانات تھے کہ انہیں ان قاتلوں میں سے کوئی مل جائے ا
بہرحال یہ قاتل غیر مسلح نہیں تھے نہ ہی یہ قتل و غارت گری' بستیوں کی آپس کی چپقلش
شاخسانہ نظر آتی تھی' بلکہ انہیں نہایت جدید ہتھیاروں سے مارا گیا تھا۔ وہ لوگ اس
تک پہنچ گئے جس سے یہ مدھم مدھم روشنی جھلک رہی تھی اور پھر یوٹ' ایمرے سے آ
آگیا اور ایمرے سے پہلے غار میں داخل ہوا جس میں یہ چراغ جل رہا تھا۔ فرش پر ا
انسانی جسم نظر آرہا تھا وہ دونوں اس جسم کے قریب پہنچ گئے' وہ جو کوئی بھی تھی کم از
صحرائے اعظم افریقہ سے تعلق نہیں رکھتی تھی' گندمی رنگ کے چہرے کی مالک ایک
بوڑھی عورت جس کی عمران لوگوں کے اندازے کے مطابق اسی سال سے کسی طرح
نہیں ہوگی' لیکن اس پر جھکنے کے بعد یوٹ بے اختیار بول اٹھا۔

"عظیم آقا' یہ زندہ ہے۔" ایمرے بوڑھی عورت پر جھک گیا اس نے اس کے جسم
کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ بوڑھی عورت کے جسم پر کوئی زخم نہیں تھا وہ شاید بے ہوش تھی
اور اس کی سانسوں کی آمد و رفت معتدل تھی۔ ایمرے نے اس کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا
اور اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ وہ اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا' جبکہ
یوٹ اس رہائش گاہ کی تلاشی لے رہا تھا' چند مٹی کے برتن' کھانے پینے کی کچھ اشیاء اس
کے علاوہ یہاں اور کچھ موجود نہیں تھا۔ یوٹ واپس آکر ایمرے کے نزدیک بیٹھ گیا اور
اس نے آہستہ سے کہا۔

"عظیم آقا! اگر یہ عورت ہوش میں آجائے تو ہمیں یہاں ہونے والی تباہی کی
داستان سنا سکتی ہے۔" ایمرے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ بوڑھی
آہستہ آہستہ ہوش میں آرہی ہے اور پھر اس نے آنکھیں کھول دیں' اس کا سر ایمرے
کے زانو پر رکھا ہوا تھا' لیکن نگاہوں کے سامنے یوٹ تھا' بوڑھی نے یوٹ کو دیکھا اور اس
کے ہونٹوں میں ایک ہلکی سی جنبش پیدا ہوئی۔

"تاری ویگا کے پجاری خوش آمدید۔" یوٹ ہی نہیں ایمرے کی آنکھیں بھی حیرت
سے پھیل گئیں تھیں۔ بوڑھی پھر بولی۔

"اور وہ وقت آگیا ہے جب تبدیلیاں رونما ہونے والی ہیں' خوش آمدید' خوش
آمدید' خوش آمدید........." پھر اچانک ہی بوڑھی کو احساس ہوا کہ کوئی اور انسانی جسم بھی
اس کے قریب ہی موجود ہے' اس نے گردن کو ہلکی سی جنبش دی اور پلٹ کر ایمرے کو
دیکھا اور ایک بار پھر مسکرا دی۔

"اور سفید آقا تیرے ساتھ ہے' آہ کہانی بن رہی ہے' کہانی بن رہی ہے۔" بوڑھی
کے الفاظ ان دونوں ہی کے لئے باعث حیرت تھے۔" دونوں نے ایک دوسرے کی صورت
دیکھی' ایمرے نے نرم لہجے میں کہا۔

"عظیم عورت کیا تیرے جسم کو نقصان پہنچا ہے۔"

بوڑھی عورت بولی اور پھر اس کے چہرے پر افسردگی کے آثار پھیل گئے۔

"نہیں، میرے جسم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا' بلکہ میری روح زخمی ہوئی ہے
سہارا دے کر بٹھا دو' وہ سامنے پانی رکھا ہے' اگر ممکن ہو سکے تو مجھے پانی پلا دو۔"
برق رفتاری سے پانی کے قریب پہنچا اور مٹی کے پیالے میں پانی لے کر بوڑھی کے قریب
آگیا' ایمرے نے اپنے ہاتھ سے سہارا دے کر بوڑھی کو پانی پلایا تھا' بوڑھی نے
گھونٹ حلق سے اتارا اور اس کے بعد گہری گہری سانسیں لیکر اٹھ کر بیٹھ گئی پھر اس نے
کہا۔

"سب کہانیاں ہوتی ہیں اور ستارے ان کہانیوں کے امین لیکن کبھی کبھی
کہانیوں میں ایسی دکھ بھری داستانیں بھی شامل ہو جاتی ہیں کہ انسان انہیں برداشت نہ
پائے۔ آہ الاشا' الاشا اپنی زندگی کی مشکلات بھگتنے کے لئے نکل کھڑی ہوئی ہے اور ا
اسے طویل عمر مصیبت میں گزارنی ہوگی نہ جانے وہ کیا مصیبتیں ہوں گی' جبکہ معصوم
ان کی متحمل نہیں ہو سکتی' ایمرے خاموش نگاہوں سے بوڑھی کو دیکھنے لگا' پھر بوڑھی
کہا۔"

"تم لوگ' تم لوگ جیسے بھی یہاں آئے ہو' لیکن وقت تمہاری آمد کا منتظر
ستارے تمہاری کہانی سنا چکے ہیں۔"

"کیا تم ستارہ شناس ہو۔"

"انسان اپنی عمر کا شناسا نہیں ہوتا بس یہ تو ستاروں کا کھیل ہے' کبھی کبھی کچھ
لگتے ہیں کہہ دیتے ہیں اور ستارے بہت......... پہلے یہ سب کہہ چکے تھے جواب
شکل میں میرے سامنے آیا ہے........."

"تم بے ہوش کیسے ہوگئیں تھیں۔"

"ان بدبختوں نے مجھے دھکا دیا تھا اور میرا سر پتھریلی زمین سے ٹکرا گیا تھا' بوڑھی
چکی ہوں' ہوش و حواس پر قابو نہ پا سکی۔ آہ وہ لوگ الاشا کو لے گئے' آہ کاش ایسا نہ ہو
آہ کاش الاشا ان تکلیفوں کا شکار نہ ہوتی لیکن مقدر بدلنے کے لئے نہیں ہوتا وہ تو تقد
ہوتی ہے اور تقدیر میں جو کچھ لکھا ہوتا ہے بھلا اسے کون ٹال سکتا ہے۔"

"کیا آپ ہمیں یہاں پیش آنے والے حالات کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہیں' عظیم

نے۔"
"اب یہاں تمہیں کوئی ذی روح نہیں ملے گا' وہ لوگ جسے چاہتے تھے اسے لے
گئے ہیں' ہاں اس بچی کی تقدیر میں یہی سب کچھ تھا اور جب میں نے سردار زوما کو اس
بارے میں بتایا تو زوما مجھ پر ناراض ہوا تھا اور اس نے غصیلے لہجے میں کہا تھا کہ منحوس
عورت تیری زبان سے اس کے علاوہ اور کچھ سننے کو نہیں ملے گا' میں یہ بات جانتا تھا' پھر
زوما نے مجھے بستی سے نکال دیا اور کہا کہ پہاڑوں میں بسیرا کروں' لیکن یہ جگہ تو میرے
لئے بہت بہتر ہے کیونکہ یہاں میرے اور ستاروں کے درمیان اور کوئی نہیں ہوتا' لیکن آہ
الاشا اب میرے ساتھ نہیں ہے' میں کیا کہوں' زندگی میں مجھے ممتا مل گئی تھی لیکن ان
بدبختوں نے مجھ سے میری ممتا بھی چھین لی' بوڑھی عورت کے حلق سے سسکیاں نکل
گئیں' ایمرے اور یوٹ عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے' کچھ دیر خاموش رہنے
کے بعد یوٹ نے کہا۔"

"بزرگ عورت اب جبکہ بستی کے سارے لوگ مر چکے ہیں اور پوری بستی لاشوں
کے سوا اور کوئی منظر پیش نہیں کرتی اور اس کی جھونپڑیاں جلا دی گئی ہیں تو کیا تمہارا رہنا
یہاں مناسب ہوگا۔"

"نہیں میں جانتی ہوں میرا یہاں سے دانہ پانی اٹھ چکا ہے' مجھے اپنے ساتھ لے چلو
...... میرا یہاں رکنا مناسب نہیں ہے' اور سنو خانقاہ کی دوسری طرف کا راستہ اختیار
کرنا' میں انہیں اپنی آنکھوں سے مردہ نہیں دیکھ سکتی' جو میرے بچوں کی طرح میرے
ساتھ زندگی گزار چکے ہیں' آہ وہ لوگ تمام عورتوں کو پکڑ لے گئے نوجوان اور کنواری
لڑکیاں ان کے پنجہ ستم میں گرفتار ہوگئی ہیں اور اب ان کی تقدیر نہ جانے کہاں کہاں کی
ٹھوکریں کھلائیں گی' وہ لوگ عورتوں کے سوداگر ہیں آہ وہ بستی پر حملہ آور ہوئے اور
انہوں نے بستی کو خاک و خون سے نہلا دیا اور اس کے بعد بستی کے جھونپڑوں کو آگ لگا دی'
یہ میرے بچے تھے جب سردار زوما نے مجھے بستی سے نکال دیا تو وہ میرے لئے کھانے پینے

کی چیزیں لاتے تھے اور میں انہیں منع کرتی تھی کہ ضرورت سے زیادہ مجھے نہ دیں لیکن وہ مجھ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے' البتہ سردار زوما کے حکم سے انحراف ان کے بس کی بات نہیں تھی میں اپنے بچوں کی لاشوں کو نہیں دیکھنا چاہتی' مجھے خانقاہ کے علاقے سے باہر لے چلو' تمہارا شکریہ ادا کروں گی بوڑھی عورت کو سہارا دیکر وہ لوگ اوپر سے اتار کر نیچے لائے' ایمرے کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا' بوڑھی کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے اس نے کہا۔"

"یوٹ یہ بھی سی گال کے ظلم و ستم ہوئے ہیں۔"

"عظیم آقا کچھ نہیں کہا جاسکتا' ابھی اور کتنے لوگ اس کا شکار بنیں گے' لیکن ضرور کہہ سکتے ہیں ہم کہ سی گال جب ہماری نگاہوں کے سامنے آیا' ہم اپنی زندگی پر کھیل کر اس کی زندگی ختم کرنے کی کوشش کریں گے' یہ ہمارا عہد ہے۔" بوڑھی کی رفتار سست تھی' وہ اسے لئے ہوئے آہستہ آہستہ فاصلے طے کرکے آخر اس جگہ پہنچ گئے جہاں باقی لوگوں کا قیام تھا وہاں موجود لوگوں کو اس بات کا شبہ بھی نہیں تھا کہ ان کی کہانی میں کوئی اور کہانی بھی شامل ہو سکتی ہے اور ایک نیا اور عجیب و غریب کردار ان کے درمیان آگیا ہے' بوڑھی کو ایک جگہ لٹانے کے بعد یوٹ نے اس سے کہا۔

"بزرگ عورت تیرا کوئی نام تو ہوگا' ہم تجھے مقدس بزرگ کہہ کر بھی پکار سکتے ہیں' لیکن بہتر ہے کہ تیرا نام ہمارے علم میں آجائے' کیا تو ہمیں اپنا نام بتانا پسند کرے گی۔" بوڑھی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم مجھے گومی سیانا کے نام سے مخاطب کرسکتے ہو اور یہی میرا نام ہے' میرے بچو تم یہ تو سوچ رہے ہوگے کہ ایک نیکی کرنے لگے تھے اور ایک مصیبت گلے لگا لائے' میں تمہیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ میں کسی طور تمہارے لئے مصیبت نہیں بنوں گی ستاروں کی مدد سے تمہیں ایسی باتوں سے آگاہ کرتی رہوں گی' جو تمہارے لئے بہتر ہوں اور یہ بھی سنو میری خوراک نہ ہونے کے برابر ہے اور میں لباس کے معاملے میں قناعت پسند ہوں' بس بدن ڈھک جائے' مجھے اپنے لئے کار آمد پاؤ تو مجھے اپنے ساتھ رکھو

ورنہ جہاں تمہارا دل چاہے مجھے چھوڑ سکتے ہو۔" ایمرے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

"نہیں بزرگ گومی سیانا' ہم تمہیں نہایت خوش دلی سے اپنے درمیان خوش آمدید کہتے ہیں اور یہ مت سوچنا کہ تم کسی طرح ہم پر بار بنوگی' ہمارے ساتھ اور بھی افراد ہیں' بہت اچھے لوگ ہیں اور تمہیں اپنے درمیان پاکر وہ حیران رہ جائیں گے لیکن پھر تمہاری عزت کریں گے اور تمہیں ایک بزرگ عورت کا مقام دیں گے بوڑھی نے سرد آہ بھر کر آنکھیں بند کرلی تھیں' وہ لوگ خاموشی سے بیٹھ کر اسے دیکھنے لگے۔ تب بوڑھی نے کہا۔"

"ہاں اب یہ تو بتا دو عظیم لوگوں کہ میں تمہیں کس نام سے پکاروں' یہ تو ٹاری ویگا کا مقدس پجاری ہے اور تم؟ یہ سوال ایمرے سے کیا گیا تھا۔" ایمرے نے کہا۔

"مقدس ماں' تم مجھے ایمرے کہہ کر مخاطب کر سکتی ہو۔"

"تمہارا بے حد شکریہ اب باقی باتیں میں تم سے دن کی روشنی میں پوچھوں گی' کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ یہ آرام کا وقت ہے' یہ بھی جاننا چاہوں گی میں کہ تم مجھ تک کیسے پہنچ گئے اور یہاں ان ویرانوں میں کیا کر رہے ہو؟"

"لیکن ایک سوال مجھے پریشان کرتا رہے گا' بزرگ سیانا۔"

"کیا؟"

"تم نے مجھے ٹاری ویگا کا مقدس پجاری کہہ کر پکارا ہے اس کی وجہ جان سکتا ہوں؟"

"چھوٹا قد' سیاہ رو اور چھوٹے بدن والا ٹاری ویگا کا پجاری ہی ہو سکتا ہے اور یہ بھی نشان دہی کی گئی تھی مجھے کہ اس کے ساتھ ایک چمکدار رنگ کا نوجوان بھی ہوگا' جو شیروں کا شیر ہے اور جس کے ساتھ ایک کہانی وابستہ ہے' جو ٹاری ویگا کی تاریخ بنے گی' بس ستارے شرارتیں کرتے ہیں' کبھی کچھ بتا دیتے ہیں اور کبھی صرف آنکھیں نچاتے ہیں' جیسے مذاق اڑا رہے ہوں تو خیر ٹھیک ہے بعد کی باتیں بعد میں کی جائیں گی۔ اس نے اس

انداز میں آنکھیں بند کرلیں جیسے آگے کچھ نہ بولنا چاہتی ہو لیکن یوٹ اور ایمرے
تک اس کے ساتھ کھڑے رہے تھے' پھر ایمرے نے یوٹ کو اشارہ کیا اور وہ وہاں سے
دور جاکر بیٹھ گئے۔ ایمرے کہنے لگا۔"

"یوٹ یہ ایک عجیب کہانی ہے اور یقیناً بوڑھی کی زندگی سے کچھ ایسے واق
وابستہ ہوں گے جو بڑی دلچسپی کا باعث ہوں گے' لیکن میرے ذہن میں صرف ایک س
ہے؟"

"کیا عظیم آقا؟"

"مسٹر جیمس پیرے اور ان کے ساتھی کہیں یہ نہ سوچیں کہ ہم نے ان کی مر
کے بغیر ان کے درمیان ایک ایسے وجود کا اضافہ کرلیا ہے جو ضعیف بھی ہے اور کچھ
کرنے کے قابل' اگر ایسا ہوا تو ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا۔"

"رب عظیم کی قسم اگر انہوں نے اس بات پر اعتراض کیا تو ہم ان کا ساتھ چھ
دیں گے' کیونکہ ایک کمزور وجود ہماری توجہ کا طالب ہے اور اب گومی سیانا کو کسی ا
سہارے کی ضرورت ہے جو اس کا ساتھ دے ورنہ وہ لاغر عورت بے کسی کی موت
جائے گی' اس کے پاس جینے کا اور کوئی سہارا نہیں ہے اور پھر حیرت تو یہ ہے کہ وہ
ٹاری ویگا کا پجاری کہتی ہے' عظیم آقا یہ ایک اتنی حیرت ناک بات ہے کہ میں تمہیں
بھی نہیں سکتا' کیا ستارے کسی کو ایسی کہانیاں بھی سنا سکتے ہیں۔"

"کیسی عجیب بات ہے واقعی کیسی عجیب بات ہے۔"

"اب یہ بہتر ہوگا کہ ہم لوگ بھی آرام کریں' حالانکہ میرا ذہن ان جلی ہوئی لاشو
میں الجھا ہوا ہے جو بے گناہ انسانوں کی ہیں اور ان کے بارے میں بھی سوچ رہا ہوں
جو اپنا سب کچھ کھو چکی ہیں اور اب نجانے کہاں دربدر پھر رہی ہوں گی آہ یہ کم بخت "
گال" ایک بار صرف ایک بار........" ایمرے کسی خیال میں ڈوب گیا اس کی نگاہیں ا
کو ان کے درمیان تلاش کرنے لگیں اور اس کی آنکھیں میں آہستہ آہستہ نمی اتر
لگی۔

نصیر بیگ اور ولیم آرنلڈ وحشت زدہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ نصیر بیگ نے زاہد
سے کہا۔

"زاہد دیکھو کون ہے۔ آرنلڈ اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کردو' ہتھیار سنبھال لو' مجھے
صورت حال بہتر نظر نہیں آتی۔" ولیم آرنلڈ نے چیخ کر اپنے ساتھیوں سے یہ باتیں کہیں
اور وہ رائفلیں سنبھال کر مستعد ہوگئے۔ زاہد نے ایک بلند جگہ کھڑے ہو کر دیکھا اور اس
کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ وہ بہت سے لوگ تھے' گھوڑوں پر سوار اور روشنی میں مسلح
نظر آرہے تھے۔ ان کا رخ اسی جانب تھا اور ان کے گھوڑے نہایت تیز رفتار۔ زاہد اپنی
جگہ سے نیچے کود آیا۔

"دیکھا........" نصیر بیگ نے پوچھا۔

"ہاں گھوڑے سوار ہیں اور اسی طرف آرہے ہیں۔"

"تعداد کتنی ہے۔"

"بہت زیادہ ہے۔ میں شمار نہیں کرسکا۔"

"رائفلیں سنبھالو اپنی اور میرے ساتھ آؤ ادھر اس طرف۔" نصیر بیگ نے کہا اور
خود رائفل سنبھالے ہوئے بلند پہاڑی کے ایک حصے کی جانب سے چل پڑا۔ ایک اونچی
چٹان پر پہنچ کر اس نے مورچہ سنبھال لیا اور یہیں سے اس نے ان لوگوں کو بھی دیکھا

اور اس کے چہرے پر خون کے گہرے آثار پھیل گئے۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو یہ افریقہ کا زلزلہ سی گال ہے اوہ میرے خدا اسی طرف آرہا ہے اور.........اور شاید یہ جگہ ہمارے لئے کافی منحوس ثابت ہوئی زاہد ہمیں یہاں نہیں رکنا چاہیے تھا۔ ان لاشوں کی یہاں موجودگی یقینی طور پر ہمارے لئے کوئی خوفناک واقعہ بن سکتی ہے' شاید ہماری موت۔ بڑی حماقت ہوگئی اب ہم یہاں سے فرار بھی نہیں ہوسکتے' سنو زاہد میری ایک بات سنو اور غور سے سنو۔"

"جی سر۔" زاہد نے عادت کے مطابق مستعدی سے کہا۔

"ہم اگر اس جگہ لیٹ جائیں تو کہیں سے نظر نہیں آسکتے۔ ولیم آرنلڈ اور اس کے ساتھی مقابلہ کریں گے اور ان پر گولیاں برسائیں گے اگر وہ انہیں بھگانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تب ہم تھوڑی سی فائرنگ عقب سے کردیں گے اور اگر آنے والے ان پر حاوی ہو جاتے ہیں تو زاہد ہمیں صورت حال کا اندازہ لگا کر یہیں دم سادھے لیٹے رہنا ہے ہماری طرف سے گولیاں نہیں چلنی چاہئیں تاکہ ان لوگوں پر ہماری نشاندہی نہ ہو ورنہ ہم بھی ان کے ساتھ ہی مارے جائیں گے۔"

زاہد نے عجیب سی نگاہوں سے نصیر بیگ کو دیکھا تھا۔ پھر ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلا دی تھی۔

آنے والے آنا" فانا" قریب پہنچ گئے۔ پھر ان کے گھوڑے منتشر ہوئے اور انہوں نے اس علاقے کو دور سے گھیرنا شروع کر دیا۔ زاہد اور نصیر بیگ ان کا جائزہ لے رہے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ اپنا دائرہ تنگ کرتے جارہے تھے اور ان کی رائفلیں ان کے ہاتھوں میں تھیں گویا ایک لمحے میں وہ ان پہاڑیوں پر آگ کی بارش کرسکتے تھے۔ زاہد کا دل لرز رہا تھا اور نصیر بیگ بھی اپنے بدن میں بڑی سردی محسوس کر رہا تھا۔ پھر ان میں سے کچھ افراد اپنے گھوڑے دوڑا کر ان لاشوں کے قریب آئے اور گھوڑوں سے اتر پڑے۔ انہوں نے ان تعفن زدہ لاشوں کو غور سے دیکھا اور دیر تک دیکھتے رہے۔ اس کے بعد ان کی نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں اور پھر انہوں نے ان لوگوں کے گھوڑوں کو دیکھا اور

ان میں سے ایک نے چیخ کر کہا۔

"یہیں ہیں وہ۔ یہیں موجود ہیں۔ بچ کر نہ جانے پائیں۔ ان پہاڑوں کی ایک ایک چٹان کو ادھیڑ دو' فنا کردو انہیں' روئے زمین سے مٹا ڈالو۔" آواز میں بڑی خوفناک غراہٹ تھی زبان انگریزی تھی۔ لیکن لہجہ کافی بگڑا بگڑا محسوس ہوتا تھا۔ پھر چاروں طرف سے گولیاں برسنے لگیں ہر چٹان' ہر جگہ کو نشانہ بنایا جارہا تھا۔ پھر ولیم آرنلڈ نے بھی اپنا کھیل شروع کر دیا اس نے بہتر جگہ پر مورچے بنائے ہوئے تھے اور یہاں سے وہ ان لوگوں کو بڑی عمدگی سے نشانہ بنا سکتا تھا۔ چنانچہ ان کی رائفلیں بھی آگ اگلنے لگیں لیکن جیسے ہی ان کی جانب سے فائرنگ شروع ہوئی "سی گال" کے آدمیوں نے اپنے لئے بہتر جگہ تلاش کرلی۔ انہوں نے اپنے گھوڑوں کی پشت چھوڑ دی تھی اور گھوڑوں کو ہاتھ مار کر دور بھگا دیا تھا۔ چنانچہ دونوں طرف سے زبردست فائرنگ شروع ہوگئی اور ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کی کوششوں کا آغاز ہوگیا لیکن چونکہ دونوں ہی بہتر پوزیشن میں تھے اس لئے کسی کو کوئی نقصان نہیں ہو رہا تھا۔ پیلی پہاڑیاں جو سونا اگل رہی تھیں اب موت کا مسکن بن گئی تھیں اور ان کی کرچیاں فضا میں بکھر رہی تھیں۔ پھر ایک عجیب واقعہ ہوا۔ ولیم آرنلڈ کے دو ساتھی جو ایک چٹان کے عقب میں چھپے ہوئے تھے اور گولیاں برسا رہے تھے سی گل کے آدمیوں کی جانب سے چلنے والی گولیوں سے اڑنے والی کرچیوں کا شکار ہوگئے یہ کرچیاں بُری طرح ان کی آنکھوں میں لگی تھیں اور ان کے حلق سے کریہہ آوازیں نکل گئی تھیں اور وہ بے اختیار کھڑے ہوگئے تھے' جیسے ہی وہ کھڑے ہوئے اور ان کے سر چٹان سے بلند ہوئے سی گال کے آدمیوں کی چلائی ہوئی گولیوں نے ان کے بھیجوں کے پرخچے اڑا دیئے اور وہ دلخراش چیخوں کے ساتھ پچھلی سمت جا پڑے۔ یہ ایک بھیانک واقعہ تھا جس نے انہیں دہلا کر رکھ دیا۔ ولیم آرنلڈ بے تحاشہ چیخ پڑا۔

"نہیں نہیں ہم پر گولیاں نہ چلاؤ۔ خدا کے لئے ہم پر گولیاں نہ چلاؤ۔ ہم اپنے آپ کو تمہارے حوالے کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

"دوسری جانب سے سی گال کے آدمیوں میں سے کسی کی آواز سنائی دی۔

"تمہاری تعداد کتنی بھی ہو تم ہم سے بچ نہیں سکتے ہم تمہیں انہی چٹانوں پر ریزہ ریزہ کر دیں گے زندگی چاہتے ہو تو اپنے ہتھیار سامنے پھینکو اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کردو۔"

نصیر بیگ کے منہ سے ایک گندی سی گالی نکل گئی تھی اس نے آہستہ سے کہا۔

"یہ اس بد بخت نے کیا کیا؟"

"سر آپ کی بات پر اپنی بات کو حاوی نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن میرے خیال میں ان لوگوں کی جتنی تعداد ہے اس کے تحت ہم لوگ ان پر قابو نہیں پاسکتے تھے۔ ایک ایک کرکے سب ہی کی زندگیاں چلی جاتیں۔"

"تو اب کیا کیا جائے........." نصیر بیگ نے سوال کیا اور ابھی زاہد جواب بھی نہ دے سکا تھا کہ ولیم آرنلڈ اور اس کے ساتھیوں نے بندوقیں پھینک دیں اور ہاتھ اٹھائے ہوئے سامنے آگئے' پھر انہیں احساس ہوا کہ نصیر بیگ وغیرہ یہاں موجود نہیں ہیں۔ انہوں نے نصیر بیگ کو اس بلند چٹان پر چڑھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ جب سی گال کے آدمی ان کے قریب پہنچے اور انہوں نے ان کے ہاتھ پشت پر کئے تو ولیم آرنلڈ نے کہا کہ دو افراد اس چٹان پر بھی ہیں۔ نجانے یہ الفاظ ولیم آرنلڈ کے منہ سے کسی طرح نکل گئے تھے فوراً ہی ادھر بندوقیں تان لی گئیں اور نصیر بیگ کو بحالت مجبوری اپنی جگہ چھوڑنی پڑی۔ اب جب کہ پتہ چل گیا تھا کہ وہ وہاں موجود ہیں تو نصیر بیگ کو اپنے آپ کو ان کے حوالے کرنا ہی تھا۔ ورنہ وہ موت کا شکار ہو جاتا۔ وہ اپنی رائفل پھینک کر چٹان سے نیچے اترا تو زاہد نے بھی اس کا عمل دہرایا تھا اور ہاتھ اٹھائے وہ لوگ بھی ان کے قریب پہنچ گئے تھے سب کو گرفتار کرلیا گیا پھر ان کے گھوڑوں کی تعداد گنی گئی یہی گھوڑے یہاں موجود تھے دو آدمی ہلاک ہوگئے تھے اور باقیوں کو سنبھال لیا گیا تھا۔ ہلاک شدگان کی لاشیں سب کو آنسو بہانے پر مجبور کر رہی تھیں۔ خاص طور سے ان کے وہ ساتھی جو ہمیشہ ان کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔ ان کی موت سے بری طرح دل برداشتہ ہوگئے تھے۔ انہیں ان کے گھوڑوں پر بٹھایا گیا اور سی گال کے ساتھی انہیں جانوروں کی طرح ہانک کر آگے

لے چلے۔ گھوڑوں کی لگامیں ایک دوسرے سے باندھ دی گئی تھیں تاکہ ان میں سے کوئی ایک بھی فرار ہونے کی کوشش نہ کرے۔ اس کے علاوہ ان کے چاروں طرف گھیرا بھی ڈال دیا گیا اور ایک گھوڑے سوار عقب سے ان کے گھوڑوں کو آہستہ آہستہ چابک مار کر آگے بڑھا رہا تھا۔ ولیم آرنلڈ کے چہرے پر شدید خوف کے آثار تھے اور وہ جب بھی نصیر بیگ کی جانب دیکھتا اس کی آنکھوں میں خون اتر آتا تھا۔ وہ پچھلے چند دنوں سے اس وحشت کدے میں شدید وحشت محسوس کر رہا تھا اور نجانے کیوں اس کا دل کہہ رہا تھا کہ اسے کچھ ملے گا نہیں بلکہ اگر ملی تو صرف موت ہی ملے گی۔ ہرچند کہ نصیر بیگ نے اس کا حوصلہ بڑھایا تھا لیکن نجانے کیوں ولیم آرنلڈ کا دل ڈوبا ڈوبا ہی سا رہتا تھا اور اب گرفتار ہوکر وہ ان وحشی لوگوں کے درمیان سفر کرتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ زندگی کا اختتام بالاخر ہونا تھا اب بھلا یہ لوگ انہیں کیوں زندہ چھوڑیں گے اصولی طور پر تو انہیں یہیں ہلاک کر دینا چاہیے تھا۔ لیکن شاید ان گرفتار ہونے والوں سے وہ کوئی کام بھی لینا چاہتے ہوں سفر جاری رہا اور آہستہ آہستہ چاند ڈوب گیا۔ رات ابھی باقی تھی لیکن اب چاروں طرف گھور اندھیرا پھیل گیا تھا۔ صرف مدہم مدہم سے تارے چٹکے ہوئے تھے جو ماحول کو بس اتنی سے روشنی بخش رہے تھے کہ یہ لوگ اپنے گھوڑوں کو ٹھوکریں کھانے سے بچا سکیں۔ کافی طویل سفر تھا اور اس کی بعد انہیں کسی دریا کا شور سنائی دیا۔ صبح کا ستارہ نکلا ہوا تھا اور مشرق سے مدہم مدہم روشنی پھوٹ رہی تھی۔ رات بھر سفر کیا گیا اور گھوڑے بھی اس طویل مشقت سے تھک گئے تھے۔ لیکن وہ کم بخت چاق و چوبند نظر آرہے تھے۔"

دریا کا شور قریب آتا چلا گیا پھر انہوں نے ہلکی ہلکی سفید روشنیاں دیکھیں' لیکن انہیں یہ اندازہ ہوا کہ یہ روشنیاں کچھ عجیب سی ہیں۔ یقینی طور پر یہ کچھ ایسے پتھروں سے پھوٹ رہی ہیں جو روشنیاں دیتے ہیں شاید قیمتی ہیرے جنہیں روشنی کے لئے جگہ جگہ نصب کرلیا گیا ہے وہ عمارتیں بھی بہت عجیب تھیں جو دریا کے کنارے بنی ہوئی تھیں۔ دور سے دیکھنے پر وہ بڑے بڑے جھاڑیوں کے جھنڈ نظر آتے تھے لیکن قریب پہنچنے پر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ان رہائش گاہوں کو ایک خاص انداز میں بنایا گیا ہے۔ دریا کی کچی مٹی

سے دیواریں اٹھائی گئی تھیں اور اس پر گھاس پھونس سجا دیا گیا تھا' جھونپڑی یا گاہوں کا تو رنگ ہی نہیں تھا بلندی سے دیکھنے پر وہ صرف گھاس کے بڑے بڑے ڈھیر آتے تھے۔ لیکن ان کے درمیان زندگی رواں دواں تھی۔ عورتیں اور بچے یہاں گھوم رہے تھے گویا پوری بستی آباد کرلی گئی ہے اور اسی بستی کی جانب ان لوگوں کو لایا گیا دریا تیز و تند تھا اور کافی روانی سے بہہ رہا تھا اور وہی دریا اس علاقے کو سیراب کر سرسبز و شاداب بھی بنا رہا تھا۔ دریا کے کنارے نرسلوں کے درخت لگے ہوئے تھے او سلسلہ تاحد نگاہ چلا گیا تھا۔ غرض یہ کہ ایک انتہائی پراسرار لیکن خوب صورت جگہ جسے دیکھ کر شدید حیرت کا احساس ہوتا تھا' ان لوگوں کو ایک عظیم الشان احاطے میں لا جو بانسوں کو جوڑ کر بنایا گیا تھا' احاطے کا بڑا سا دروازہ تھا اور اس دروازے کے پاس ا انہیں سہارا دے کر گھوڑوں سے اتارا گیا اور اس کے بعد احاطے کے چاروں ط مفروکش ہوگئے۔ یہ ان کے پہرے دار تھے۔ باقی لوگ وہاں سے چلے گئے تھے۔ مرزا بیگ ولیم آرنلڈ اور اس کے چار ساتھیوں کی حالت انتہائی خراب ہو رہی تھی۔ پہلے دن مشقت اور اس کے بعد رات بھر گھوڑوں پر سفر اور پھر دلوں میں خوف اور رنج و غم بادل۔ صورتیں بگڑ کر رہ گئی تھیں اور وہ شدید پریشانی کا شکار نظر آرہے تھے۔ احاطے ان کے ہاتھ باندھے ہی رہنے دیئے گئے تھے اور وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے بانسوں کی دیوار کے ساتھ جا بیٹھے تھے۔ مرزا نصیر بیگ نے ولیم آرنلڈ اور اس کے ساتھیوں صورت دیکھی اور زاہد کی طرف رخ کرکے بولا۔ جو اس کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا۔

"زاہد صورتحال غیر متوقع طور پر خراب ہوگئی ہے میں اس سلسلے میں تمہار خیالات جاننا چاہتا ہوں۔"

زاہد کے ہونٹوں پر ایک مضحل مسکراہٹ پھیل گئی اس نے آہستہ سے کہا۔

"آپ بار بار مجھ سے میرے خیالات پوچھنے لگتے ہیں۔ نصیر بیگ صاحب۔ میں کو روز اول بتا چکا ہوں کہ زندگی اتنی ناکارہ ہوکر رہ گئی تھی کہ بارہا میں نے اپنے دل سوچا کہ اس ناکام بوجھ کو کہاں تک گھسیٹتا رہوں' کیوں نہ اس سے چھٹکارہ حاصل کرلو

ب یقین کیجئے نصیر بیگ صاحب شاید کسی مرحلے پر میں اپنی اس ناکام زندگی کے بوجھ سے ت حاصل کرنے کے لئے ایک گناہ عظیم کر بیٹھتا۔ پھر جب مجھے آپ کا سہارا ملا تو میں نی باتوں کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں۔ اب کم از کم اتنا تو ہے کہ ایک سہارا ہے یہ تصور ہے دل میں.......... کہ میں شاید اپنے ساتھ کسی کا مستقبل سنوار سکوں۔ زندگی ر یہاں کسی مرحلے پر چلی جائے تو اس گناہ کا احساس تو نہ رہے جسے خودکشی کہتے ہیں یقیناً مجھے زندگی کی بالکل فکر نہیں ہے۔ میں آپ کے ہر اچھے اور برے وقت میں خوش ں کے ساتھ شامل ہوں اور آپ کبھی خواب میں بھی یہ تصور نہ کریں کہ آپ سے الگ ر سوچوں گا' آپ سے پہلے میں موت کو گلے لگانے کے لئے تیار ہوں' چنانچہ میری نب سے ذرہ برابر فکر نہ کریں۔"

نصیر بیگ کے پتھریلے دل پر کچھ نشان پڑ گئے تھے زاہد کے ان الفاظ نے اسے بہت متاثر کیا تھا۔ پھر چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"لیکن زاہد ولیم آرنلڈ بہت پہلے سے اپنی بیزاری کا اظہار کر رہا ہے اور اس وقت اس کے چہرے کے تاثرات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ خاصی بددلی کی کیفیت میں ہے۔"

"آپ درست کہتے ہیں جناب واقعی اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"ہمیں یہ نہیں معلوم کہ ہمارے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے لیکن مجھے خدشہ ہے کہ اگر ہم اس مشکل سے نکل گئے تو شاید ولیم آرنلڈ ہمارا ساتھ نہ دے سکے۔"

"یہ اس کی حماقت ہوگی جناب۔ آخر وہ کیا کرے گا۔ اب جب کہ ہم اپنی منزل سے اس قدر قریب پہنچ گئے ہیں اور اگر ہمیں یہاں سے نجات مل جاتی ہے تو واپسی کا سفر تو اس سے زیادہ مشکل ہوگا خصوصاً اس خیال کے ساتھ کہ یہاں تک آنا بے مقصد ہے۔ پھر بھی اگر وہ ایسی حماقت کرتا ہے تو ہم اسے روک تو نہیں سکتے۔"

نصیر بیگ ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگیا تھا پھر سب اپنے اپنے طور پر اس عجیب و غریب جگہ کے بارے میں سوچنے لگے اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگے کہ آگے ان کے ساتھ کیا سلوک ہوسکتا ہے لیکن انہیں یہ اندازہ لگانے کی نوبت نہیں

آئی۔"

آنے والا ایک طویل القامت اور وحشت ناک شکل کا مالک تھا' اس نے شانوں سے ٹخنوں تک سیاہ رنگ کا ایک لبادہ پہنا ہوا تھا۔ بھدی داڑھی اور بکھرے بال اس کے چہرے کی وحشت میں اضافہ کر رہے تھے۔ تنومند اور عجیب سی شکل کا تھا اس کے پیچھے چار افراد ادب سے چل رہے تھے۔ پانچواں ایک بیمار سا آدمی تھا ایک شخص سہارا دیکر لا رہا تھا۔ نصیر بیگ تیار ہو گیا۔ تنومند آدمی خونی نگاہوں سے دیکھتا ہوا ان کے قریب آ گیا اور پھر سرد لہجے میں بولا۔

"پارٹی لیڈر کون ہے؟"

نصیر بیگ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا۔ "میں ہوں جناب۔"

"ہوں۔" تنومند آدمی پیچھے کی طرف گھوما اور اس بیمار سے آدمی کو سامنے آنے کے لئے کہا۔ وہ شخص قریب پہنچ گیا اور تنومند آدمی نے اس سے پوچھا۔

"یہ لوگ تھے۔" بیمار سے آدمی نے ولیم آرنلڈ نصیر بیگ' زاہد اور باقی لوگوں کی صورتیں دیکھیں اور پھر گردن ہلا کر بولا۔

"نہیں جناب ان میں سے کوئی نہیں تھا۔"

"کیا.........تنومند آدمی حلق پھاڑ کر چیخا۔"

"جی ہاں جناب ان میں سے کوئی نہیں تھا۔ یہ وہ گروپ معلوم نہیں ہوتا۔"

"تو پھر ان لوگوں سے جنگ کیوں کی گئی تھی۔"

"یہ میں کیا کہہ سکتا ہوں جناب۔"

"ڈیف کو بلاؤ۔" تنومند آدمی غرایا اور اس کے ساتھ آنے والے چار آدمیوں میں سے ایک برق رفتاری سے دوڑ گیا' پھر انہوں نے اس شخص کو دیکھا جس نے پہلی بار سے انہیں گرفتار کیا تھا۔ وہ ہانپتا کانپتا چلا آ رہا تھا تنومند آدمی نے اس سے کہا۔

"ڈیف تم نے ان لوگوں پر کیوں حملہ کیا تھا کیا ان کے ساتھ کوئی عورت لوٹ مار کا سامان تھا۔"

"تھوڑا بہت سامان تو ان سے مل گیا تھا جناب لیکن کوئی عورت ان کے ساتھ نہیں تھی اس کے علاوہ یہ لوگ وہیں پیلی پہاڑیوں میں تھے اور ہم نے اپنے ساتھیوں کی لاشوں کو بھی دیکھا تھا۔"

"تمہیں یہ بات معلوم تھی کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمارے ساتھیوں کو قتل کیا"

"نہیں جناب۔" "ہیگ" ہمارے ساتھ نہیں گیا تھا۔"

"تو پھر گدھے کے بچو ان لوگوں کو کیوں پکڑ کر لائے ہو؟"

"مسٹر سی گال یہی لوگ وہاں موجود تھے۔ تنومند آدمی کچھ لمحات خونی نگاہوں سے اپنے ساتھی کو گھورتا رہا پھر نصیر بیگ کی جانب رخ کر کے بولا۔"

"پیلی پہاڑیوں میں تم کیا کر رہے تھے؟"

"بگ لارڈ ہم سیاح ہیں صحرائے اعظم میں ہاتھی دانت کی تلاش میں نکلے تھے۔ ہاتھی دانت تو نہیں مل سکے آپ کے ساتھیوں نے ہمارے دو آدمیوں کو ہلاک کر دیا ہم نے تو بحالت مجبوری گولیوں کا جواب گولیوں سے دیا تھا' اس وقت جب بچاؤ کی کوئی صورت نہیں رہی تھی' ہم نہیں جانتے تھے کہ آپ کون ہیں اور ہم یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ہم پر گولیاں کیوں چلائی جا رہی ہیں۔"

"پیلی پہاڑیوں میں تم نے کچھ لاشیں دیکھی تھیں۔"

"ہاں بگ لارڈ وہاں چند لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور ان سے تعفن اٹھ رہا تھا۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ انہیں کس نے قتل کیا ہے۔"

"اوہ۔ تب پھر یوں سمجھو کہ تم لوگ غلط فہمی کا شکار ہوئے ہو' مجھے افسوس ہے کہ ہمارے ساتھی ہمارے ہاتھوں سے مارے گئے۔ ہمارے ایک گروپ کو صحرائے اعظم میں گزرنے والے کچھ بہادروں نے گھیر کر مار دیا۔ تین افراد ہلاک کر دیئے ہمارے اور دو فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ ہمیں اسی گروپ کی تلاش تھی۔ لیکن تم درمیان میں آ گئے۔" نصیر بیگ نے گردن جھکا کر کسی قدر مسرور لہجے میں کہا۔"

"بگ لارڈ آپ خود تسلیم کر چکے ہیں کہ جو کچھ ہوا ہے غلط فہمی کے باعث ہوا ہے۔ ہم بے قصور تھے لیکن جو ہونا تھا ہو گیا ہے ہمیں تو یہ خوشی ہے کہ ہمارے آپ کے کسی آدمی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا جہاں تک ہمارے گولیاں چلانے کا تعلق ہے آپ یہ سمجھ لیجئے کہ وہ صرف اپنے بچاؤ کے لئے تھیں۔"

"سمجھتا ہوں میں سمجھتا ہوں۔" شیطان صورت سی گال نے کہا۔ پھر بولا۔ "جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ سنو ان لوگوں کے ساتھ نرمی اور محبت کا برتاؤ کیا جائے ان کی مدارت کی جائے۔ ان کے بارے میں دوسرا فیصلہ میں بعد میں کروں گا۔"

وہ واپسی کے لئے مڑ گیا۔ نصیر بیگ نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے لیکن گال تیز رفتاری سے وہاں سے چلا گیا تھا اور نصیر بیگ خاموش ہو گیا تھا۔ لیکن کم از کم گال کے الفاظ سے اسے اطمینان ہوا تھا اور اس نے ٹھنڈی سانس لے کر زاہد کو دیکھا پھر کچھ افراد آئے اور انہیں وہاں سے لے کر چل پڑے۔ اس انوکھی بستی کے عقب میں دریا کے کنارے ایک بڑے سے جھونپڑے میں' جس پر چھت بھی تھی ان لوگوں کو پہنچا دیا گیا' خاص قسم کے پتوں کو زمین پر بچھا کر ان پر جانوروں کی کھالیں ڈال دی گئی تھیں یہ گویا ان کے آرام کے لئے بستر تھے۔ لکڑی کی تپائیاں جو ناہموار تھیں اور غیر فنکار کے ہاتھوں سے بنی ہوئی تھیں وہاں جابجا پڑی تھیں۔ ایسی ہی میزیں اور بنچ بھی تھیں۔ سارے کا سارا فرنیچر خود ساختہ تھا اور بس اسے فرنیچر کہا جا سکتا تھا۔ لکڑی کے موٹے تنے کو کاٹ کر اس میں نیچے پائے ٹھونک دیئے گئے تھے اور یہ غالباً بیٹھنے کے لئے کیا گیا تھا۔ مرزا نصیر بیگ نے یہاں آنے کے بعد پہلی بار ولیم آرنلڈ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"یوں لگتا ہے ڈیئر آرنلڈ کہ انہیں ہدایت اللہ پارٹی نے ہلاک کیا ہے۔ میرا مطلب ان لاشوں سے ہے جو پہلی پہاڑیوں میں پڑی ہوئی تھیں۔"

"سب کچھ جہنم میں جائے۔ میں تم سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں نصیر بیگ اگر اس سفر میں اتنی مشکلات تھیں تو تم نے مجھے ان سے آگاہ کیوں نہ کیا۔"

نصیر بیگ نے اپنا رویہ اور لہجہ نرم ہی رکھا اور بولا۔

"تمہارا کیا خیال ہے ولیم آرنلڈ کیا میں تمہیں انہیں مصیبتوں میں ڈالنے کے لئے بلایا تھا۔ مہم جوئی اس کا نام ہے۔ واقعات ہماری مرضی کے تابع نہیں ہوتے بلکہ وقت فیصلے کرتا ہی اور ہمیں ان فیصلوں کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔"

"جہنم میں گئے وقت کے فیصلے۔ تم نے ہم سے ہماری پرسکون زندگی چھین لی۔ تم نے مجھ سے......" ولیم آرنلڈ کی آواز رندھ گئی اسے اپنی محبوبہ یاد آگئی تھی۔

"تم لوگ بے حد خود غرض ہو۔ تمہیں اپنی زندگی اور اپنے سکون کے کھونے کا افسوس ہے ہمارے ان دو ساتھیوں کی موت سے کوئی سروکار نہیں ہے جنہیں کچھ نہیں معلوم تھا آخر انہی کی زندگی کیوں ختم ہوئی۔" فلیک کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا اور سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"دوستو ساری ذمے داری مجھ پر ڈالنے کی کوشش مت کرو۔ تمام صورت حال تمہارے سامنے پیش کر دی تھی میں نے۔ کون جانتا تھا کہ کون مر جائے گا اور کون زندہ رہے گا۔"

"تم نے اپنی حفاظت کا بندوبست کر لیا تھا نصیر بیگ۔ اس وقت جب یہ لوگ حملہ آور ہوئے تھے تم اس اونچی چٹان پر جا چھپے تھے اور تم نے ایک بھی گولی نہیں چلائی تھی۔"

"آرنلڈ اسے اس بے سروپا الزام سے روکو۔" نصیر بیگ نے جھلا کر کہا۔

"میں اب کسی کو نہیں روک سکتا۔ شاید اس کے بعد میں تمہارا ساتھ بھی نہ دے سکوں۔"

"میں تمہیں اس سے بھی نہیں روکوں گا۔ لیکن کیا ہم اس وقت ان باتوں کی پوزیشن میں ہیں۔" ان الفاظ پر سب خاموش ہو گئے تھے۔

سرہدایت اللہ کے چلے جانے کے بعد عرشی بھی اپنی جگہ آگئی اور خاموشی سے
شاہ سے کچھ فاصلے پر گل کے قریب لیٹ گئی' لیکن اس وقت پہلی بار اسے ایک شر
احساس ہوا' ہرچند کے سرہدایت اللہ نے بڑی فراخ دلی سے کام لیا تھا اور نادر شا
بارے میں ایسے سوالات نہیں کئے تھے جو عرشی کو شرمندہ کرتے' لیکن اب فطرت
پہلو سامنے آیا تھا' جس میں نسوانیت اور مشرقیت تھی' ایک شخص کو اپنا شوہر بتا
تھی اور بچی کا باپ بھی' ساری باتیں اپنی جگہ لیکن بہرطور یہ ایک اہم بات تھی' اس
نظر اٹھا کر نادر شاہ کی طرف دیکھا اور پھر چونک سی پڑی اسے احساس ہوا تھا کہ نادر
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں وہ سرگوشی کے انداز میں بولی۔

"کیا تم آنکھیں کھول کر سو رہے ہو؟"

"جب کسی عورت کو اپنی زندگی کا ساتھی بنالیا جائے تو اس کی طرف سے ہوشیار رہنا چاہیے' میں تمہاری طرف سے کبھی غافل نہیں رہتا۔"

"تم تو بکواس کرنے کی مشین ہو' کب سے جاگ رہے ہو۔"

"جب سے والد صاحب قبلہ نے تم پر حملہ کیا تھا۔"

"اوہ میرے خدا' تم بھی کسی شیطان سے کم نہیں ہو۔"

"ان پیار بھرے الفاظ کا شکریہ مس عرشی۔"

"تمہیں پتہ ہے کیا ہوگیا؟"

"جی ہاں پتہ ہے اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ جذباتی باپ بیٹی دوسرے لوگوں کو بھی ہوشیار نہ کردیں۔"

"خدا کی پناہ' میں تو سوچ رہی تھی کہ تم سو رہے ہو۔"

"کہانا اپنی آبرو کی حفاظت کرنا انسان پر فرض ہے۔"

"کیا سمجھتے ہو مجھے۔" عرشی جھلا گئی۔

"اپنی آبرو۔" نادر شاہ نے معصومیت سے کہا۔

"ڈیڈی کو سب کچھ پتہ چل گیا۔"

"آخر تمہارے باپ ہیں' بڑا دلچسپ چھاپہ مارا ہے تم پر.........."

"جانتے ہو بعد میں انہوں نے کیا کہا؟"

"اب اتنا بھی ذہین نہیں ہوں کہ تم دونوں کے درمیان ہونے والے الفاظ بھی معلوم کرسکتا۔"

"شکر ہے کوئی تو اعتراف کیا تم نے' ڈیڈی نے نہ جانے مجھے کیسے شناخت کرلیا' چالاکی سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کی اور مجھے پتہ ہی نہیں چلا' میرے قریب پہنچ گئے' باتوں میں الجھالیا تھا مجھے' ارے واقعی میں ان سے یہ تو پوچھنا ہی بھول گئی کہ آخر انہوں نے میرے بارے میں اندازہ کیسے لگایا' خیر دوبارہ پوچھ لوں گی' لیکن اب وہ سب کچھ سمجھ گئے ہیں' انہیں علم ہوگیا ہے البتہ ان کا کہنا ہے کہ ہم شمسہ اور سردار خان کی حیثیت سے ہی آگے کا سفر کریں اور ابھی کسی پر اپنے آپ کو ظاہر نہ کریں۔"

"کیا واقعی۔" نادر شاہ خوش ہو کر بولا۔

"اس میں دانت نکالنے کی کیا بات ہے۔"

"ارے مس عرشی آپ سمجھتی نہیں ہیں' اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے ہم دونوں کو میاں بیوی کی حیثیت سے قبول کرلیا۔"

"گولی مار دیں گے تمہیں بھی اور مجھے بھی' جب انہیں یہ پتہ چلے گا کہ تم میرے

بارے میں کیا خیال رکھتے ہو' ابھی تو انہوں نے مصلحتاً اس بات پر کوئی اعتراض نہ ہے اور صرف حیرتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔"

"چلو سسر کے ہاتھوں گولی بھی کھالیں گے' ایسی کیا بات ہے۔" نادر شاہ نے عادت شرارت سے کہا۔

"اچھا اب تم سو ہی جاؤ تو بہتر ہے' میں تمہاری فضول باتوں سے تنگ آگئی ہوں"

"اجی ابھی کہاں' ابھی تو آپ کے اور ہمارے درمیان یہ سلسلے بڑی باقاعدگی کرلیں گے' ذرا وقت گزرنے دیجئے۔" نادر شاہ بولا اور عرشی کروٹ بدل کر لیٹ گئی نہ جانے کب تک وہ ان دلچسپ واقعات کے بارے میں سوچتی رہی تھی' دوسری صبح جاگ گئے' سب کچھ معمول کے مطابق تھا کسی کو اس انکشاف کے بارے میں کچھ پتہ چلا تھا' پھر سفر کی تیاریاں ہوئیں اور وہ لوگ آگے بڑھنے لگے' کنور مہتاب علی' سرہدا اللہ سب کے سب اپنے اس سفر سے مطمئن تھے اور پرانی یادداشتوں کی بناء پر ہر قدم رہے تھے' پھر یہ بلندیاں ڈھلانوں میں اترنے لگیں اور سرہدایت اللہ نے کہا۔

"وہ دیکھو سامنے ہمیں گھنے جنگل نظر آرہے ہیں' ان جنگلوں کو عبور کرنے خاصی دقتیں پیش آئیں گی' لیکن ہم ان کے درمیان سے گزر سکتے ہیں۔"

"جی لیکن یہ سفر بڑا سست رفتار ہوگا۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔" ریٹا ہاروے نے کہا۔

"پھر بھی یہ امید تو ہے کہ ان جنگلوں کو عبور کرنے کے بعد ہم دریائے سونگا کنارے پہنچ جائیں گے' دریائے سونگا کے ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے' آخر وہ سرحدیں شروع ہو جائیں گی جو نیل کنٹھ کی سرحدیں کہلا سکتی ہیں' کیا عجیب احساس ہو رہا ہے مجھے ہم واقعی دوبارہ اس زمین تک پہنچ رہے ہیں' جس نے ہمیں عجیب و غریب کہانیوں سے دو چار کیا تھا' سب کے سب اس تصور میں ڈوب گئے اور سفر جاری رہا' نادر شاہ اور عرشی نے اپنے آپ کو بالکل ہی غیر متعلق کرلیا تھا' اب انہیں جو کچھ تھا' سرہدایت اللہ کی ہدایت کے مطابق کرنا تھا اور وہ اپنے آپ کو اس کے لئے تیار

تھے بالآخر یہ قافلہ جنگلوں میں داخل ہوگیا' جنگل بہت قدیم معلوم ہوتے تھے' درختوں کے تنے چوڑے لیکن ان کے درمیان جگہ تھی البتہ اوپر سے یہ درخت اس طرح سر جوڑے کھڑے تھے کہ بلندی سے ان کے نیچے کا منظر نہیں دیکھا جاسکتا تھا' ان لوگوں کو یہ بہت معلوم تھی کہ ان جنگلوں میں درندے بھی بہ کثرت پائے جاتے ہیں بلکہ یہاں انتہائی خوفناک درندوں سے واسطہ پڑ سکتا ہے' چنانچہ انہوں نے اپنے آپ کو پوری طرح محفوظ کر لیا تھا' درختوں کے درمیان ایسی جگہ تلاش کرنی پڑ رہی تھی جس کے درمیان سے گاڑیوں کو گزارا جاسکے اور ڈرائیونگ کے سلسلے میں خاصی مہارت کا ثبوت دینا پڑ رہا تھا' بارک اینجلو اور مائیکل بائر نے اس وقت گاڑیوں کی اسٹیئرنگ سنبھالے ہوئے تھے اور وہ بڑی مہارت سے درختوں کے درمیان جگہ تلاش کر کرکے آگے بڑھ رہے تھے' کہیں کہیں درختوں کے نیچے اس قدر لمبی گھاس تھی کہ گاڑیوں کو اس کے درمیان داخل کرنا بھی ایک مشکل کام تھا' یہ گھاس گاڑیوں سے کئی کئی فٹ اوپر نکل جاتی تھی اور گاڑیاں اس میں روپوش ہو جاتی تھیں' لیکن بہرحال یہ مہم جو اس وقت اپنے ہتھیار سنبھالے خطرناک درندوں سے نمٹنے کے لئے تیار سامنے نگاہیں جمائے آگے بڑھ رہے تھے رائفلوں کی نالیں ایسی جگہوں سے باہر نکالی گئی تھیں جہاں سے انہیں جنبش دے کر آسانی سے ان کا رخ تبدیل کیا جاسکے' شیروں کی دھاڑیں سنائی دے رہی تھیں لیکن شاید گاڑیوں کی آوازیں سن کر وہ سامنے نہیں آرہے تھے' چھوٹے موٹے کئی درندے گاڑیوں کا سامنا کرنے سے بچنے کی کوشش میں دوڑتے ہوئے سامنے سے نکل جاتے تھے' ماحول بیحد بھیانک تھا' عرشی نے کئی بار مسکراتی نگاہوں سے نادر شاہ کو دیکھا تھا اور نادر شاہ نے اس طرح گردن ہلا دی تھی' جیسے وہ صحرائے اعظم کے اس پراسرار اور خوفناک منظر سے خود بھی لطف اندوز ہو رہا ہو' یوں یہ سفر سارا دن جاری رہا تھا اور پھر درختوں ہی کے درمیان ایک ایسی جگہ رات کے قیام کے لئے منتخب کرلی گئی تھی جو کسی قدر کشادہ تھی' یہاں بھی چاروں طرف درخت موجود تھے اور یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ کون سے درخت کی کسی شاخ پر کوئی چیتا تاک لگائے بیٹھا ہو اور ایک بھی انسان نیچے نظر آئے تو اس پر حملہ کرکے اسے نوالہ بنالے' قیام

کے فیصلے کے ساتھ ہی دونوں گاڑیاں ایک دوسرے سے جڑ کر کھڑی ہوگئیں ان کے درمیان بہت معمولی سی جگہ باقی رہ گئی تھی' انہیں چاروں طرف سے بند کرلیا گیا تھا بس درمیانی کھڑکی ایسی تھی جس سے وہ ایک دوسرے سے رابطہ رکھ سکتے تھے' دونوں گاڑیوں کے اس طرف کے شیشے اتار لئے گئے تھے اور انہی میں سے وہ لوگ ایک دوسرے سے گفتگو کرسکتے تھے۔ ہدایت اللہ نے مسکراتی نظروں سے بیٹی کو دیکھا اور سکون سے آنکھیں بند کرلیں۔ اب عرشی نظروں کے سامنے تھے ورنہ وہ یہی سوچتے رہ جاتے کہ نہ جانے عرشی نے اپنی حفاظت کے لئے اس بھیانک جنگل میں کیا بندوبست کیا ہے۔"

اس بھیانک ماحول سے سب ہی متاثر تھے۔ اور ان کی نظریں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ لارک اینجلو نے کھڑکی سے دوسری طرف دیکھ کر کہا۔

"یہ رات ہمارے لئے بڑی ہوشیاری کی رات ہے۔"

"میرے خیال میں علی الصبح اگر ہم سفر شروع کردیں تو۔ شام ہوتے ہوتے جنگل عبور کرلیں گے۔"

"ہاں۔ ان جنگلوں سے نکلنے کے لئے ہمیں خاص طور سے محنت کرنی ہوگی۔"

"کھانے پینے کے بارے میں کیا ارادہ ہے۔" ریٹا ہاروے مسکرا کر بولی۔

"ریڈی میڈ۔" مائیکل بائر بولا۔

"تو پھر شروع۔" ریٹا ہاروے نے کہا اور وہ لوگ کھانے پینے میں مصروف ہوگئے۔ مائیکل بائر نے کھاتے ہوئے سردار خان اور شمسہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ان دونوں نے مجھے سخت حیران کردیا ہے۔ آپ لوگ یقین کریں میں ان سے بے حد متاثر ہوں۔ بڑے ہمت والے لوگ ہیں خطرناک سے خطرناک موقع پر اتنے پرسکون نظر آتے ہیں کہ یقین نہیں آتا۔"

"واقعی کمال کے لوگ ہیں۔" ریٹا ہاروے بولی۔

"ناآگہی بھی ایک نعمت ہے۔ یہ ان خطرات سے ناواقف ہیں جو انہیں درپیش ہیں۔"

"جو کچھ وہ کرچکے ہیں اس کے بعد تو یہ کہنا مناسب نہیں ہے میرا تو اب بھی وہی خیال ہے۔"

"کیا؟"

"ان کے پس پردہ کچھ اور نہ ہو۔"

"امکان نہیں ہے۔ آپ لوگوں کو خود اندازہ ہے۔"

کنور مہتاب علی نے تبصرہ کیا۔ سرہدایت اللہ نے آنکھیں بند کرلی تھیں اور خود کو اس گفتگو سے غیر متعلق کرلیا تھا۔ اس تبصرے میں وہ بالکل شریک نہیں ہوئے تھے خاص طور سے اس خیال کے ساتھ کہ کہیں ان کی زبان سے کوئی مشکوک جملہ نہ نکل جائے یا ان کے چہرے کے تاثرات میں ایسی کوئی تبدیلی رونما نہ ہوجائے۔ جو ان لوگوں کو شکوک کا شکار کردے۔

رات گئے تک وہ باتیں کرتے رہے تھے۔ پھر غنودگی میں ڈوب گئے تھے۔ پہرہ دینے یا جاگنے کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی۔ صرف شیشے وغیرہ چڑھالئے گئے تھے۔ کیونکہ درندوں کے علاوہ کوئی خطرہ نہیں تھا۔

رات سکون سے گزر گئی۔ دوسرے دن جنگلوں میں پھر سفر شروع ہوگیا اور پورا دن گزر گیا۔ سفر کا بڑا مرحلہ طے ہوگیا تھا۔ لیکن پھر اتنی گہری رات ہوگئی کہ آگے سفر جاری رکھنا آسان نہ رہا۔ سب نے مشورے کئے اور آگے کا سفر ملتوی کردیا گیا۔

"اب زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے کے بعد ہم ان جنگلوں کو عبور کرلیں گے۔"

"ہاں۔ اس سے زیادہ نہیں لگے گا۔"

ہرچند کہ اب جنگل گھنا نہیں رہا تھا اور اوپر سے چاندنی چھن رہی تھی لیکن پھر بھی احتیاط کے طور پر انہوں نے پچھلی رات کا طریقہ برقرار رکھا تھا اور گاڑیوں کو اسی طرح جوڑلیا تھا۔ آدھی سے زیادہ رات پرسکون گزر گئی تھی۔ وہ لوگ آرام سے سو رہے تھے کہ اچانک کچھ ہوا اور وہ چونک پڑے۔ گاڑیاں بری طرح ہل رہی تھیں اور ان کی چھتوں پر کوئی موجود تھا۔ ان کے علاوہ قرب و جوار کے درخت بھی ہل رہے تھے۔

"زلزلہ........" مائیکل بائر نے دہشت زدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ نہیں۔ یہ زلزلہ نہیں ہے۔ تم انسانوں کا شور نہیں سن رہے۔" کنور مہتاب علی بولا۔

"جنگلی۔" ریٹا ہاروے نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"ہیڈ لائٹس جلاؤ۔" ہیڈ لائٹس نے ان سیاہ فاموں کو اجاگر کر دیا جو بڑی تعداد میں ان کے سامنے موجود تھے۔ کچھ بونٹ پر بھی چڑھ آئے تھے۔

"اوہ مائی گاڈ۔" ان کی تعداد تو بہت زیادہ ہے۔" کنور مہتاب علی خوفزدہ لہجے میں بولا۔

"روشنی ہوتے ہی جنگلی خوفزدہ ہو کر دونوں گاڑیوں سے نیچے کود گئے وہ گاڑیوں سے کچھ فاصلے پر جا کھڑے ہوئے تھے لیکن اب وہ زیادہ نمایاں تھے۔ خوفزدہ ہونے کے باوجود وہ خونخوار نظر آرہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں پتھر کھڑیوں کے کندے اور کسی کے پاس نیزے بھی نظر آرہے تھے۔"

"وہ مسلح ہیں۔"

"فائرنگ کریں؟"

"دماغ خراب ہے۔ کتنوں کو ماریں گے ہم لوگ وہ پتھراؤ کر کے ہماری گاڑیاں تباہ کر دیں گے اور بالآخر ہم ان کے ہاتھوں شکار ہو جائیں گے۔"

"وہ کسی نیک ارادے سے تو ہم تک نہ آئے ہوں گے۔"

"اس کے باوجود ہمیں ان کی طرف سے ہونے والی کارروائی کا انتظار کرنا ہوگا۔"

"کہیں اس انتظار میں نقصان نہ اٹھا بیٹھیں۔"

"اللہ مالک ہے۔ لیکن یہ بھی تو سوچو کہ وہ بھی انسان ہیں کیا ہم ان کے خون کے پیاسے ہو جائیں۔"

"اس بات پر سب خاموش ہو گئے۔ یہ فیصلہ بہت مناسب تھا کیونکہ کچھ دیر کے بعد انہیں اندازہ ہو گیا کہ جنگلی صرف سامنے ہی نہیں بلکہ گاڑیوں کے چاروں طرف بکھرے

ہوئے ہیں۔ اگر وہ سب مل کر بھی ان پر گولیاں برساتے تو انہیں ختم نہ کر پاتے بالآخر وہ انہیں ختم کر دیتے۔"

"اب کیا کریں۔"

"خاموشی اختیار کرو!" یہ خاموشی صبح تک جاری رہی تھی۔ بیٹریاں ڈاؤن ہونے کے خطرے سے انہوں نے روشنیاں بھی بجھا دی تھیں لیکن جنگلی بھی ان کے سامنے سے نہیں ہٹے تھے۔ اور اسی طرح انکے چاروں طرف مستعد رہے تھے۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ ان کی تعداد سوڈیڑھ سو کے قریب تھی اور وہ اپنے ہتھیار لئے مستعد کھڑے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ اگر ان پر گولیاں برساتے تو ان سب کو ایک دم نہیں مار سکتے تھے اور بالآخر وہ ہی انہیں ہلاک کر دیتے۔

"یہ کیا چاہتے ہیں۔ ابھی تک انہوں نے ہم پر حملہ کرنے کی کوشش بھی نہیں کی ہے۔" لارک اینجلو نے کہا۔

"ہو سکتا ہے دن نکلنے کا انتظار کر رہے ہوں۔"

"کیا کریں۔"

"سر میں کچھ عرض کروں۔" سردار خان نے کہا اور سب اسے دیکھنے لگے۔

"ضرور سردار خان۔" کنور مہتاب نے کہا۔

"سر ہمیں ان پر یہ ظاہر کرنا چاہیے کہ ہم انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے۔ ممکن ہے ان کا رویہ بہتر ہو جائے۔"

"کیسے ظاہر کریں۔"

"مجھے اجازت دیں۔" سردار خان بولا۔

"کیا کرو گے!" مہتاب علی بولا۔ اور سردار خان نے ایک جرات مندانہ قدم اٹھایا۔ دوسرے دیکھتے ہی رہ گئے تھے۔ سردار خان اپنی رائفل لے کر نیچے اتر گیا اور سب کے منہ سے آوازیں نکل گئیں۔ ساتھ ہی سامنے کھڑے ہوئے جنگلی خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ سردار خان بے خوفی سے ان کے سامنے آیا اور اس نے رائفل نیچے رکھ کر

دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ پھر وہ دوستانہ انداز میں مسکرایا۔ اور جھک کر سیدھا ہو گیا۔

جنگلیوں میں تحریک ہوئی۔ وہ ایک دوسرے کی صورت دیکھتے رہے پھر کوئی ان کے پیچھے سے آگے آیا۔ یہ ایک لمبا تڑنگا سیاہ فام تھا۔ اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ عمر رسیدہ ہونے کے باوجود وہ بہت تنومند نظر آرہا تھا۔ سردار خان کے سامنے آکر اس نے اپنا نیزہ رکھا اور سردار خان کے انداز میں ہاتھ بلند کر دیئے پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اور سر جھکا لیا۔

سردار خان آگے بڑھا اور اس نے تنومند آدمی کے ہاتھوں پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے۔ تنومند آدمی چونک کر سیدھا ہو گیا دوسرے لوگ جو گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے حیرت بھری نظروں سے سردار خان کی اس جرات کو دیکھ رہے تھے۔ مائیکل بائر نے سرگوشی میں کہا۔

"اس منظر کے بعد بھی اگر اسے کوئی معمولی آدمی کہا جائے تو یہ حماقت ہے۔ وہ کچھ اور ہی ہے۔" کسی نے بائر کی اس بات پر تبصرہ نہیں کیا تھا وہ خاموشی سے سامنے کا منظر دیکھ رہے تھے۔" تنومند جنگلی کھڑا ہو گیا اس نے دونوں ہاتھوں سے کسی گوریلے کے انداز میں سینہ پیٹنا شروع کر دیا اور زور سے بولا۔

"گوہا گومو' گوہا گوموسے' ہاچو۔ ہلو۔ ہاؤ گوموسے۔" سردار خان نے نہ سمجھنے والے انداز میں اس کی صورت دیکھی تو اس نے بڑے واضح اشارے سے انہیں آگے بڑھنے کے لئے کہا اور نرمی سے سردار خان کا ہاتھ پکڑ کر آنکھوں سے لگایا۔

"وہ آگے بڑھنے کے لئے کہہ رہا ہے۔" ریٹا ہاروے بولی۔

"مگر کیوں؟"

"اب یہ کیا معلوم۔"

"پھر کیا کریں۔"

"اس نے اپنا نیزہ زمین پر رکھ کر جنگ نہ کرنے کا اظہار کیا ہے۔ ہمیں آگے تو بڑھنا ہے۔ دیکھیں یہ کیا کہنا چاہتے ہیں ممکن ہے جنگلوں کے اختتام پر ان کی بستی ہو۔"

"ممکن ہے۔"

"تو پھر چلیں۔" ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکا تھا کہ سردار خان نے بھی چیخ کر کہا۔

"یہ ہمیں آگے بڑھنے کے لئے کہہ رہا ہے۔"

"تم اپنی رائفل اٹھا کر گاڑی میں آجاؤ۔ ہم اس کے کہنے پر عمل کرتے ہیں۔" مائیکل بائر نے کہا۔

"میں اس کے ساتھ چل رہا ہوں۔ اگر زیادہ دور جانا پڑا تو میں گاڑی میں آجاؤں گا۔" سردار خان نے کہا اور اپنی رائفل اٹھا کر تنومند جنگلی کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ اس کے قدم اٹھاتے ہی دوسرے جنگلی خوشی سے شور مچانے لگے انہوں نے اپنے ہتھیار فضا میں اچھال اچھال کر خوشی کا اظہار کیا تھا۔

اسی اثناء میں گاڑیاں اسٹارٹ کر دی گئیں۔ سردار خان جنگلیوں کے غول میں آگے بڑھنے لگا اور دونوں گاڑیاں سست رفتاری سے ان کے پیچھے چل پڑیں۔

یہ فاصلہ کچھ دیر میں طے ہو گیا۔ انہیں خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ سنگلاخ پہاڑیوں کا سلسلہ اتنے قریب ہے ورنہ شاید رات ہی کو وہ جنگلوں سے باہر نکل آنا پسند کرتے۔ جنگلوں کے آخری درخت کے دوسرے سرے پر جنگلی رک گئے۔ تنومند جنگلی نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے اور تمام جنگلی ایک قطار میں کھڑے ہونے لگے۔ ان سب نے اپنے ہتھیار رکھ دیئے تو تنومند جنگلی نے سردار خان کو سیدھا کھڑا کر دیا۔ پھر وہ آگے بڑھا اور اس نے آخری درخت کے پاس سے گھاس توڑنا شروع کر دی۔

"کیا خیال ہے ہم بھی نیچے اتریں۔" مہتاب علی نے کہا اور تمام لوگ نیچے اتر کر سردار خان کے پاس جا کھڑے ہوئے۔ تنومند جنگلی بہت سی گھاس توڑ لایا۔ پھر اس نے تھوڑی تھوڑی گھاس اکٹھا کر کے اس کی جھونپڑیاں سی بنا دیں۔ سب اس کا انہماک دیکھ رہے تھے۔ جنگلی سیدھے ہو کر ان ننھی جھونپڑیوں کو دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے پھر اس نے سردار خان کو دیکھا اور اپنے سینے پر انگلی رکھ کر بولا۔

"زوما' زوما' زوما........" وہ بار بار اپنے سینے پر انگلی رکھ کر زوما زوما کی گردان

کرنے لگا اور پھر اس نے آنسو بھری آنکھوں سے سردار خان کو دیکھا۔ سردار خان نے ایک قدم آگے بڑھایا اور اس کے سینے پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

"زوما........" جواب میں جنگلی زور زور سے گردن ہلانے لگا۔ سردار خان نے اپنے سینے پر انگلی رکھی اور بولا۔

"سردار سردار۔"

"سردار۔" زوما نے اس کے سینے پر انگلی رکھی اور سردار خان نے بھی اسی کے انداز میں گردن ہلا دی تب زوما نے جھونپڑیوں کی طرف انگلی سے اشارہ کیا' آگے بڑھا اور پھر اس نے ترتیب سے بنائی ہوئی جھونپڑیوں کو ہاتھ مار مار کر گرانا شروع کر دیا اور ساری جھونپڑیاں مٹ گئیں گھاس کے تنکے بکھر گئے' وہ سب جنگلی کی حرکتیں دیکھ رہے تھے اور انہیں سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے' تمام اشارے واضح تھے اور وہ سمجھ رہے تھے کہ جنگلی جس نے اپنا نام زوما بتایا ہے ان جھونپڑیوں کی تباہی کی داستان سنا رہا ہے۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے اپنی زبان میں زور زور سے کچھ کہا اور وہ سب زمین پر اس طرح لیٹ گئے جیسے مر گئے ہوں۔ زوما نے انگلی سے اس طرف اشارہ کیا پھر زمین پر بیٹھ کر زور زور سے رونے لگا' نیچے تمام جنگلی مردوں کے سے انداز میں لیٹے ہوئے تھے زوما روتا رہا اور اس کے بعد اس نے زمین پر پڑے ہوئے جنگلیوں سے کچھ کہا اور وہ بھی اٹھ گئے اور پھر سب کے سب دو زانو بیٹھ کر زارو قطار رونے لگے' ان سب کی آنکھوں میں ہمدردی کے آثار ابھر آئے تھے سردار خان خود بھی ان کے انداز سے سمجھ رہا تھا' کنور مہتاب علی نے کہا۔

"یہ ہمیں اپنی بستی کی تباہی کی داستان سنا رہا ہے۔"

"سو فیصدی۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اس کی بستی تباہ ہوگئی ہے۔" زوما اپنی جگہ سے اٹھا پھر اس نے اپنا ایک ہاتھ سیدھا کیا اور دوسرا کہنی سے لگا کر منہ سے گولیاں چلانے کی آوازوں کا اظہار کیا اور ڈشوں ڈشوں کرنے لگا۔ وہ ڈشوں ڈشوں کر رہا تھا اور جنگلی ایک بار پھر زمین پر

رہے تھے۔ سردار خان نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہم سمجھ گئے زوما تم کیا کہنا چاہتے ہو' تمہاری بستی تباہ ہوگئی ہے شاید۔" زوما سردار خان کی بات کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا' لیکن اس کے چہرے پر بکھرے ہوئے مظلومیت کے آثار بتاتے تھے کہ یہ لوگ جو کچھ سمجھ رہے ہیں وہی ہے' ان کی بستی تباہ کر دی گئی ہے اور تباہی پھیلانے والوں نے گولیاں چلا چلا کر ان کے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے' اشاروں کی یہ زبان اتنی دلکش اور اتنی دلچسپ تھی کہ وہ اس میں کھو کر رہ گئے تھے سردار زوما اشارے سے اور بھی کچھ بتا رہا تھا اس نے لمبے لمبے بالوں کا اشارہ کیا اور پھر لٹک لٹک کر چل کر دکھایا پھر سر جھکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ غالباً" اب وہ عورتوں کے بارے میں کچھ کہہ رہا تھا اور پھر اس نے اپنے ہاتھ آگے کر کے یہ اظہار کیا جیسے وہ بندھے ہوئے ہوں اور کوئی انہیں گھسیٹ کر لے جا رہا ہو۔" سرہدایت اللہ سرد لہجے میں بولا۔

"سیگال' یہ ہمیں سیگال کی کہانی سنا رہا ہے۔"

"سمجھ گیا میں بھی سمجھ گیا۔" مائیکل بائر نے کہا۔ "سیگال یقینی طور پر اسکی بستی کو تباہ کر کے اس کی عورتوں کو لے گیا ہے اور اب یہ غمزدہ وحشی شاید ہم سے مدد چاہتے ہیں۔"

"یہ تو بڑا سنگین مسئلہ ہے' ہم ان بیچاروں کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔" مائیکل بائر نے کہا' دفعتاً" ہی سرہدایت اللہ نے سردار خان کی طرف دیکھ کر کہا۔

"سردار خان۔ کیا تمہارا بھی یہی خیال ہے جو ہمارا؟"

"سر آپ نے بالکل درست سوچا' یہ ہم سے مدد مانگ رہا ہے۔"

"لیکن اب کیا کریں؟" سرہدایت اللہ بولے۔

"سر معافی چاہتا ہوں' میری حیثیت آپ لوگوں کے درمیان ایک خادم کی سی ہے' لیکن آپ نے اگر مجھ سے اس بارے میں کچھ معلومات چاہی ہیں تو میں کھلے دل سے ایک بات کہہ سکتا ہوں۔"

"ہاں کہو۔"

"ہمیں ان کی مدد کرنی چاہیے۔" سردار خان بولا۔

"تمہارا مطلب ہے خونریزی۔" ریٹا ہاروے کہنے لگی۔

"مادام' انتہائی ادب کے ساتھ آپ سے عرض کرتا ہوں کہ اگر سیگال اپنے لشکر کے ساتھ ہم پر آپڑے تو کیا آپ خاموشی سے اپنے ہاتھ باندھ کر اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کر دیں گی۔"

"نہیں یہ تو خیر ممکن نہیں' لیکن اس سے جھگڑا مول لینا اس پر حملہ کرنا' کیا یہ مناسب ہوگا؟"

"اگر ہم ذرا سی کشادہ دلی سے کام لیں تو' یہی تصور کر سکتے ہیں کہ وہ ہم تک پہنچ گیا ہے اور کون جانے کب ایسا ممکن ہو جائے۔ اس وقت اس کے گروپ کے مقابلے میں ہم چند افراد ہوں گے' لیکن اگر یہ جنگلی ہمارے ساتھ مل کر اپنی بستی کی تباہی کا انتقام لینا چاہتے ہیں تو کیا یہ ایک بہتر بات نہیں ہوگی کہ ہم ان کی مدد کے ساتھ ساتھ ہی اس علاقے کو سیگال سے بھی نجات دلا دیں۔"

"یہ ایک جذباتی تصور ہے' جنگلوں کا وحشی جس کے بارے میں ہم نے ایسی ایسی انوکھی کہانیاں سنی ہیں اور جس کی سنگدلی کا مظاہرہ ہمیں بگ بوردل کے قلعے میں بھی ہوگیا تھا میرا مطلب ہے جو کچھ ہم نے وہاں دیکھا تھا وہ سی گال ہی کا کارنامہ تھا' کیا اس جیسے وحشی سے جنگ کرنے کا نتیجہ بہتر ہو سکتا ہے۔" سردار خان کے چہرے پر سنگین تاثرات پھیل گئے اس نے کہا۔

"میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت میں اپنی اوقات سے آگے بڑھ کر بول رہا ہوں لیکن میری اپنی یہی رائے ہے اور اس کے لئے میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ اختلاف رائے مناسب نہیں ہوتا' کیونکہ میں چاہے تنہا ہی سہی ان معصوم جنگلیوں کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوں۔"

"گویا تم ہم سے الگ ہٹ کر بھی سوچ سکتے ہو؟"

"مادام' اگر آپ برا نہ محسوس کریں تو میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کوئی قیمت وصول نہیں کی یہ تو ایک تعاون تھا جو آپ لوگوں کے ساتھ تھا' اگر آپ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں آپ کے ہاتھ فروخت ہوگیا ہوں تو یہ آپ کی غلط فہمی ہے' اسے دل سے نکال دیجئے' میرا ساتھ اور کوئی دے یا نہ دے لیکن میری بیوی ضرور دے گی اور ہم اپنی مقدور بھر جو کچھ بھی کر سکتے ہیں ان کے لئے ضرور کریں گے۔"

"ریٹا تم کسی سے مشورہ کئے بغیر اس سے بحث کر رہی ہو آخر دوسرے لوگ بھی ہیں یہ فیصلہ تم تنہا تو نہیں کر سکتیں۔" سر ہدایت اللہ نے درشت لہجے میں کہا ان کے اندر کوئی اور ہی بول رہا تھا۔ لیکن کنور مہتاب علی بھی اس بات سے متفق تھا کہ ان جنگلیوں کے ساتھ مل کر سی گال کے خلاف کوئی قدم اٹھایا جائے کنور مہتاب علی نے ریٹا ہاروے کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"سردار خان نے یہ بات بالکل درست کہی ہے ریٹا اور تم دیکھ چکی ہو کہ سی گال کے ان پانچوں وحشی ساتھیوں نے کیا عمل تھا' اگر سردار خان اس وقت ذہانت سے کام نہ لیتا' تمہارا کیا خیال ہے ہم بچ گئے تھے۔" ریٹا کسی قدر خجل ہوگئی اس نے کہا۔

"نہیں خیر میں اس منصوبے کی مکمل مخالف تو نہیں ہوں اگر آپ لوگ اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانا چاہتے ہیں تو ظاہر ہے میں تنہا تو اس کی مخالفت نہیں کروں گی۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے ریٹا' ہم اب آگے ہی سفر کریں گے اگر کہیں راستے میں سی گال کا گروہ ہمیں مل گیا تو واقعی وہ ایک گروہ ہوگا اور ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے' اگر ان جنگلیوں کی مدد سے ہم اسے ہلاک کر سکے تو یہ ایک ثواب کا کام بھی ہوگا کیونکہ تم نے دیکھا کہ کسی طرح ان جنگلیوں نے رو رو کر اپنی بستی کی تباہی اور عورتوں کے قیدی بنائے جانے کی داستان سنائی ہے ریٹا اس وقت میرے خیال میں ان کی مدد کرنا زیادہ مناسب ہے۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے مسٹر بائر۔" ریٹا نے کہا۔

"سردار خان' ہم تم سے اتفاق کرتے ہیں ہم سب فی الحال اپنے مشن کو پس پشت

ڈال کران جنگلیوں کی مدد کرنے پر آمادہ ہیں۔"

"شکریہ جناب' میں بے حد شکر گزار ہوں' آپ لوگ اس بات پر یقین رکھیئے کہ ہم ضرور سیگال کو ختم کر دیں گے' بشرطیکہ وہ ہمارے سامنے آگیا' اگر یہ جنگلی اس ند ہماری رہنمائی کرنے میں ناکام رہے تو ظاہر ہے پھر تو ہم کچھ بھی نہیں کرسکتے۔"

"ٹھیک ہے' اگر ان کی مدد پر آمادگی کے اظہار کے لئے تمہارے پاس بھی اشارے موجود ہیں تو تم انہیں اشارے سے بتاؤ کہ ہم ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں۔" سر ہدایت اللہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ جانتے تھے کہ اس وقت وہ ایک بڑے اعلیٰ پولیس آفیسر سے محو گفتگو ہیں اور شاید اسے یہ بات معلوم نہیں ہے کہ ان کی بیٹی انہیں اس کے بارے میں بتا چکی ہے' وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ سردار خان نے اگر یہ فیصلہ کیا ہے تو یقینی طور پر اس پوری فراست کے ساتھ کیا ہوگا جس فراست کے ساتھ اس نے اس پورے گروہ کو بیوقوف بنا رکھا تھا۔ سردار خان وحشی زوما کی جانب متوجہ ہوا' چند لمحات اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بندوق کو اوپر اٹھایا اور زوما کے گردن میں بازو ڈال کر بندوق سے اس نے دو تین فائر کر ڈالے۔ تمام وحشی اس طرح چیخنے لگے جیسے ان پر دورہ پڑ گیا ہو' وہ خوشی سے ناچ رہے تھے اور سردار خان سمجھ گیا تھا کہ انہوں نے اس کی بات کا مطلب سمجھ لیا ہے' وحشیوں کے چہرے خوشی سے کھل گئے تھے۔ زوما نے سردار خان کو دیکھا اور اس کے بعد اپنا رخسار اس کے سینے سے لگا دیا۔ ایک ایسی جذباتی کیفیت پیدا ہوگئی تھی سردار خان کے اندر کہ اس نے بھی زوما کے سر کو اپنے ہاتھ سے تھپکا اور پھر اپنی بندوق اس کے ہاتھ میں دے دی' زوما خوشی سے اچھلنے لگا تھا۔

"اب دوستو! یہ سب کچھ تو ہوگیا' ذرا یہ بتاؤ کھانے پینے کا کیا رہے گا' کیا ان سب کی ضیافت کرو گے تم۔"

"نہیں واقعی یہ مسئلہ تو ٹیڑھا ہے' دوستی میں کچھ خوراک ان لوگوں کو بھی دینی پڑے گی۔"

"کوئی حرج نہیں ہے یار تھوڑا تھوڑا سا ان میں بھی تقسیم کئے دیتے ہیں کیا خیال

"

"ٹھیک ہے' لیکن ہمارا کوٹہ بہت کم پڑ جائے گا' ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔"

"دیکھو اللہ مالک ہے کچھ کرتے ہیں۔" وہ سب گاڑیوں میں سے کھانے پینے کی نکالنے لگے تو زوما نے چیخ کر اپنے ساتھیوں سے کچھ کہا اور بہت سے جنگلی جنگلوں گھس گئے یہ بات کچھ دیر تک تو ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ جنگلی جنگلوں کے کیوں گھسے ہیں' لیکن تھوری ہی دیر کے بعد انہوں نے دیکھا کہ تمام جنگلی درختوں طرح طرح کے پھل توڑ کر لائے ہیں' ہرچند کہ یہ پھل جنگلی تھے لیکن ان میں سے خوش رنگ بھی تھے جنگلیوں نے پھلوں کے انبار لگا دیئے' پھر وہ دوبارہ اندر داخل لئے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ دو ہرن شکار کرکے لے آئے۔

"بڑے تنومند ہرن تھے جنہیں انہوں نے سامنے رکھا اور اپنے کند چاقوؤں سے ان کھالیں اتارنے لگے۔"

"کہیں یہ ہماری ضیافت پر تو نہیں تل گئے ہیں' اگر ایسا ہوا تو بڑی مشکل پیش آئے ۔"

"کیوں کیا تمہیں ہرن کا گوشت ناپسند ہے؟" ریٹا ہاروے نے کنور مہتاب علی سے ا۔

"محترمہ' یہ ہمارے مذہب کے مطابق ذبح کئے ہوئے ہرن نہیں ہیں بلکہ انہیں کر دیا گیا ہے۔"

"اوہو واقعی' مگر ان جنگلیوں نے کم از کم اپنی خوراک کا بندوبست تو کرلیا ہے۔"

"غیور معلوم ہوتے ہیں' چلو ٹھیک ہے۔"

جنگلیوں نے واقعی انہیں پھل پیش کئے تھے اور باقی پھل آپس میں تقسیم کر لئے انہوں نے پھل تو قبول کر لئے تھے' لیکن ظاہر ہے گوشت قبول کرنا ان کے بس کی نہیں تھی' جنگلیوں نے اپنے طور پر گھاس پھوس جمع کرکے پتھروں کی مدد سے آگ ۔ پھر ان ہرنوں کو کھال سمیت اس آگ پر بھوننے لگے' ان کے کند ہتھیاروں سے

جس قدر کھال اتر چکی تھی وہ اتر چکی تھی' باقی آگ میں جلنے لگی اور اس کے بعد ب
بہترین ناشتہ شروع ہوگیا۔ اس طرح انہیں بھی ناشتہ کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ ناشتے
دوران وہ اپنے نئے مشن کے بارے میں منصوبہ بندی بھی کرنے لگے۔ سرہدایت اللہ
کہا۔

"سردار خان نے ہی سی گال کے خلاف اعلان جنگ کرنے میں پہل کی ہے۔ ا
نے سب سے پہلے سی گال کے تین آدمیوں کو ہلاک کیا۔ اور اب اس نے وحشی شخص
مدد کا فیصلہ کیا ہے چنانچہ اس پورے مشن کی ذمے داری بھی اسی پر ہے۔"

"میں آپ کا مشورہ چاہتا ہوں سر۔"

"نہیں سردار خان۔ ہم سب اس مشن کا انچارج تمہیں بناتے ہیں۔ اور تمہا
رہنمائی میں کام کریں گے۔" ہدایت اللہ نے کہا۔

"بہتر۔ میں اسے کامیاب بنانے کی کوشش کروں گا۔"

ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد وہ سب آپس میں گفتگو کرنے لگے۔ موقع پا کر
ہاروے نے مائیکل بائر سے کہا۔

"مجھے اس مہم پر اعتراض نہیں ہے۔ لیکن ایک نچلی سطح کے انسان کو افریقہ
ایک مشن کا سربراہ بنا کر یہ لوگ ایک جذباتی حماقت نہیں کر رہے ہیں۔"

"آغاز ہونے دو.......... ہم احمق نہیں ہیں۔ صورت حال کا جائزہ لے کر فیـ
کریں گے۔" مائیکل بائر نے آہستہ سے کہا پھر دوسروں کی طرف متوجہ ہوگیا۔

رات کے آخری پہر بارش رک گئی تھی۔ لیکن صبح کو اچانک پھر شروع ہوگئی اور
تیز ہوئی کہ سب لوگ جاگ گئے جیمس پیرے کو یوٹ اور ایمرے کا خیال آیا تو وہ
ی سے بولا۔ "ارے ان بے چاروں کو بھی اب ٹرک میں بلالو نہ جانے رات کو کتنی
ا ہوئی ہے۔ اس وقت تو سردی بھی بڑھ گئی ہے۔"

مارٹن نے ٹرک کے عقبی حصے میں آ کر جھانک کر کہا۔

"ایمرے اور یوٹ' اوپر آجاؤ۔ ہم سب جاگ گئے ہیں آجاؤ بارش تیز ہے اور
ہت جگہ ہے۔"

"اوکے مسٹر مارٹن لیکن ہمیں ایک ضعیف شخصیت کے لئے اور جگہ بنانی پڑے
"

"کون ضعیف شخصیت؟" مارتن نے چیخ کر پوچھا۔ بارش کچھ اور تیز ہوگئی تھی۔

"میں بتاتا ہوں۔" ایمرے نے کہا اور بوڑھی گومی سیانا کو ٹرک کے نیچے سے باہر
لیا جسے بارش شروع ہوتے ہی وہ ٹرک کے نیچے لے آئے تھے۔ سب نے حیرت سے
ئے مہمان کو دیکھا۔ جیمس پیرے نے حیرت سے کہا۔

"یہ کون ہے۔ اسے اوپر لانے کے لئے سہارا دو یہ بے چاری خود اوپر نہیں آسکے
" بوڑھی کو اوپر پہنچانے کے بعد یوٹ اور ایمرے بھی اوپر آگئے۔ جیمس پیرے بولا۔

"مجھے اس کے بارے میں بتاؤ ایمرے۔"

"میں بتاتا ہوں مسٹر پیرے۔ رات کو یوٹ کی ناک نے نئے گل کھلائے اور
نے کہا کہ فضا میں کسی شے کے جلنے کی بو محسوس ہو رہی ہے۔"

"یوٹ نے درست کہا تھا۔ میں نے بھی ایسی بو محسوس کی تھی لیکن میں نیم
کیفیت کا شکار تھا۔" رابرٹ جلدی سے بولا۔

"جو چیز جل رہی تھی وہ بڑی دردناک تھی۔" ایمرے نے کہا اور پھر آہستہ آہستہ
پوری کہانی ان لوگوں کو سنا دی۔ سب کے چہروں پر ہمدردی کے آثار تھے۔ جیمس پیرے
نے سرد آہ بھر کر کہا۔

"آہ۔ یہ کمبخت سی گال تو صحرائے اعظم کے معصوم انسانوں کے لئے وبال جان
بن گیا ہے۔ کاش اس سے چھٹکارے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔"

"صورت پیدا ہو چکی ہے میرے پیارو۔ وقت کی وہ سوئی اس باب تک آ پہنچی
ہے۔" گومی سیانا نے کہا اور وہ سب حیرت سے اچھل پڑے۔

"تم ہمارے زبان بول سکتی ہو بزرگ خاتون۔" جیمس پیرے نے متعجب لہجے میں
کہا۔

"ہاں۔ کیونکہ کبھی میرا تعلق بھی تمہاری دنیا سے رہ چکا ہے اور یہ عجیب کہانی ہے
میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ کیا مجھے تمہارے درمیان جگہ مل سکتی ہے۔"

"بخوشی۔ بلکہ تمہیں ہمارے درمیان جگہ مل چکی ہے۔"

"ٹاری ویگا کے پجاری‘ میں نے کہا تھا نا کہ وقت اپنی کہانی خود ترتیب دیتا ہے۔"

"ایمرے ڈیئر۔ بارش بہت تیز ہے۔ میرے خیال میں ہمیں آگے کے سفر سے
وقت تک گریز کرنا چاہیے جب تک بارش رک نہ جائے لیکن اگر تمہیں اس سے
اختلاف ہو تو جیسے تم پسند کرو۔" جیمس پیرے بولا۔

"معزز مسٹر پیرے مجھے آپ کے ہر فیصلے سے اتفاق ہے۔"

"تب بہتر ہے کہ پہلے عمدہ ناشتے کا بندوبست ہو جائے۔ کچھ اس خوبصورت بارش

لطف بنانے کے لئے بھی۔" پھر بوڑھی سیانا کی ایک نئے مہمان کی مانند تواضع کی گئی۔
ابر بارش کی چھم چھم اور تیز ہو گئی تھی۔ جیمس پیرے کی فرمائش پر سیانا نے پہلے اپنے
بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔

"تہذیب سے انسان کا پرانا رشتہ ہے۔ لیکن اس سے پہلے وہ بھی اپنے طور پر جیتا
تھا۔ سرزمین افریقہ کے یہ اندرونی حصے اس لئے تہذیب سی آشنا نہ ہوسکے کہ یہ دشوار
گزار تھے ورنہ یہاں بھی شہر آباد ہوتے البتہ جدید دنیا کے لوگوں نے اسے بھی اپنے ذوق
کے مطابق ترتیب دے دیا اور ہم جو صدیوں سے یہاں اپنے شوق کی تکمیل کر رہے
ہیں۔ میرے والد سروائنس ہیمو گے بھی ایک گروپ کے ہمراہ کبھی یہاں آئے تھے دور کا
اندازہ اس سے لگا لو میں اس وقت سولہ سال کی تھی۔ سینکڑوں واقعات ہوئے اور میرے
والد اپنے گروپ کے ہمراہ ہلاک ہو گئے۔ نیل کنٹھ قبیلے کے ایک نوجوان نے جنگلی
درندے سے میری زندگی بچائی اور میرا مالک بن گیا۔ میں نے بھی اس کی خدمت کے لئے
خود کو وقف کر لیا۔ مگر وہ میرا ساتھ نہ دے سکا اور اس نے دنیا چھوڑ دی۔ اس کی موت
کے بعد میں بد دل ہو گئی اور وہاں سے چل پڑی میری دوسری منزل ٹاری ویگا تھی۔ جادو
نگری کے ایک جادوگر نے مجھے ستاروں کا کھیل سکھایا۔ پھر وہاں سے دل اکتایا تو میں وہاں
سے بھی چل پڑی میری دوسری پناہ گاہ سیتا تھی جس کا سردار اس وقت تیراہ تھا۔ تیراہ نے
مجھے اپنی بستی میں جگہ دیدی اس کے دور میں ایک بار پھر وقت نے میری کہانی دہرائی اور
الاشا میری گود میں آ گئی۔ ایک سال کی بچی جسے بہادر تیراہ درندوں کے جبڑوں سے چھین کر
لایا تھا۔ جنگلی درندوں نے کسی گروہ کو ہلاک کیا تھا لیکن تیراہ کو صرف نچے ہوئے لباس اور
گوشت سے محروم ہڈیوں کے سوا کچھ نہیں ملا تھا۔ اس کے کہنے کے مطابق الاشا کو ایک
درندہ جبڑوں میں دبائے بھاگا جا رہا تھا کہ تیراہ نے اسے جا لیا۔ اس نے درندے کو گھیر کر
ہلاک کر دیا اور سفید نسل کی بچی میرے حوالے کر دی۔ میں نے ہی اس کا نام الاشا رکھا
اور اسے پرورش کیا۔ لیکن.........ظالم بردہ فروش اسے بھی لے گیا۔ اس نے سیتا میں
تب تباہی مچائی اور زوما اپنی بستی کو اس سے نہ بچا سکا!"

"زوما کون؟" فیروز بے اختیار پوچھ بیٹھا۔

"تیراہ کا بیٹا۔ جو اس کی موت کے بعد سردار بنا تھا۔"

"کیا تیراہ سردار اتنا کمزور تھا کہ اپنی بستی کو سی گال کے ستم سے نہیں بچا سکا۔"

"تیراہ دلیروں کا دلیر تھا۔ ہاتھی کی طرح طاقتور اور شیر کی طرح نڈر......... لیکن یہ اس کی خوبی تھی کہ اس کے اندر غرور نام کو نہیں تھا۔ لیکن یہ بھی ایک سچ ہے کہ تیراہ کو سرداری اپنی قوت بازو سے ملی تھی اس نے یہ سرداری خود حاصل کی تھی اور اس سے پہلے کوئی اور سیتا کا سردار تھا لیکن جو چیز ورثے میں منتقل ہوتی ہے اس کا اتنا زیادہ احترام نہیں کیا جاتا۔ زوما برا انسان نہیں تھا۔ لیکن سرداری اسے باپ سے ورثے میں ملی تھی اور وہ اس سرداری کی قدر نہیں کر سکا اور اس نے اپنی من مانیاں شروع کر دیں اور وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا جس کے نتیجے میں اس کا قبیلہ جو ایک طاقتور قبیلے کے طور پر آس پاس کی بستیوں میں مشہور تھا درحقیقت اتنا طاقتور نہیں رہ سکا یہ دوسری بات ہے کہ کبھی کسی قبیلے نے اس پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ تیراہ کے دور سے اس کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی لیکن اصل میں زوما کی سرداری میں سیتا کے لوگ عیش پسند ہوگئے تھے اور میرے بچو عیش پسندی ہمیشہ نقصان دیتی ہے اور اس سے برے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ تم نے وہ جلی ہوئی بستی نہیں دیکھی' جہاں سب کچھ آگ کی نذر ہو چکا ہے۔ یہ دونوں اس بستی کو دیکھ چکے ہیں ...." بوڑھی نے کہا۔ پھر بولی۔ "میں نے اندازہ لگالیا تھا کہ جو کچھ اس بستی میں ہو رہا ہے وہ ہونا ہے اور ستارے اس کی پیش گوئی پہلے کر چکے تھے۔" جیمس پیرے نے پر اشتیاق لہجے میں کہا۔

"مقدس عورت ستاروں سے تمہارا جو واسطہ ہے وہ کس حد تک ہے کیا تم درحقیقت ایک ستارہ شناس ہو؟"

"نہیں انسان زندگی کے آخری لمحے تک کسی بھی شے پر دعویٰ نہیں کر سکتا اور شناسائی تو بہت بڑی چیز ہوتی ہے اگر انسان کی کمزور ذات میں شناسائی اتر آئے تو پھر وہ انسانیت سے بالاتر ہو جاتا ہے' مجھے میرے مقدس استاد جو گادے نے کچھ علم دیئے تھے

میں نے ان کی ابتداء سیکھ لی تھی اور اس کے بعد سے میری بقیہ عمر انہیں علوم کی میں گزری ہے' میں نے اس سے عشق کیا ہے اور ان کی خوشامدیں کرتی رہی ہوں مجھ تک پہنچیں بس کچھ ہلکے ہلکے سائے میرے وجود پر پڑے ہیں اور میں سمجھتی ہوں یہ بھی میری خوش نصیبی ہے۔"

"ستاروں سے تمہیں یہ معلوم ہوگیا تھا کہ سیتا پر ایک دن یہ برا وقت آنے والا ہے؟" جیمس پیرے کی دلچسپیوں کی انتہا نہیں رہی تھی اول تو یوٹ اور ایمرے ہی اس کے لئے بڑی اہمیت کے حامل تھے کم از کم تاریکی میں روشنی کی ایک کرن نظر آتی تھی۔ ٹاری ویگا کا نام اس حیثیت کا حامل تھا اور یہ اندازہ کیا جاسکتا تھا کہ ایمرے اور یوٹ کے ذریعے ٹاری ویگا تک رسائی حاصل ہو جائے تو پھر نیل کنٹھ کا وہ عظیم الشان خزانہ ان کی پہنچ سے زیادہ دور نہیں رہے گا۔ جیمس پیرے نے بارہا کنور مہتاب علی ہدایت اللہ اور دوسرے لوگوں کے بارے میں سوچا تھا۔ یہ لوگ بلاشبہ ایک طاقتور گروپ رکھتے تھے اور ان کے پاس اعلیٰ درجے کے وسائل تھے۔ لیکن بہرحال اگر خزانوں سے ان کا پیٹ بھر جائے اور وہ اس حد تک انہیں حاصل کرلیں کہ ان کے لے جانے کے لئے کافی ہو۔ تب بھی ان پراسرار کہانیاں میں ایسے خزانے کا ذکر تھا جسے کچھ انسان سنبھال کر نہیں لاسکتے بچا کھچا جو کچھ بھی مل جائے وہی ان لوگوں کے لئے بہت کچھ ہوگا۔ چنانچہ جیمس پیرے اپنے مشن سے غیر مطمئن نہیں تھا ہاں اصل مسئلہ ان داستانوں پر اپنی دسترس حاصل کرنے کا تھا جو ان قبیلوں سے متعلق تھیں اور جن میں سے کسی ایک داستان سے منسوب ہو کر جیمس پیرے کو اپنی منزل مل سکتی تھی چنانچہ اس نے بوڑھی عورت کو بڑی حیثیت دی تھی اور صحیح معنوں میں یوٹ اور ایمرے سے زیادہ وہ اس کے لئے باعث دلکشی تھی چنانچہ اس نے مسلسل اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"سیتا کے بارے میں تمہاری معلومات کیا تمہیں گومی سیانا؟"

"سردار زوما عیش کوش تھا' بستی میں اس نے ایسی سستی پھیلا دی تھی جو جنگجوؤں کے لئے غیر مناسب ہوتی ہے۔ میں بستی میں ہی رہتی تھی اور جب میں نے زوما کو اس

جانب متوجہ کیا تو اس نے میری بات پر توجہ دینے کی بجائے اس کا برا مانا۔ میں نے زوما سے کہا تھا کہ زوما سردار کے لئے ست روی زیب نہیں دیتی' تجھے ہر لمحہ حالت جنگ میں رہنا چاہیے تاکہ تیرے دشمن تجھ سے خوفزدہ رہیں اور تیرے پاس ایسے ہتھیار ضرور ہونے چاہئیں جن سے تو اپنے دشمنوں کا مقابلہ کر سکے تو زوما نے فخریہ انداز میں کہا تھا کہ بوڑھی عورت کسی کی مجال ہے جو سیتا کی جانب آنکھ اٹھا کر دیکھے۔ دور دور تک کے قبیلوں میں سیتا جیسے طاقتور لوگ نہیں ہیں اور اپنی بدگمانی سے یہ ہمیشہ منحوس پیش گوئیاں کرتی رہتی ہے۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے کہ تیرا گزر اس بستی میں نہ ہو۔ جا اپنی پسند کی کسی دوسری بستی میں چلی جا۔ لیکن پھر کچھ لوگوں نے مداخلت کی اور کہا کہ گومی سیانا نے زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ یہاں گزار دیا ہے اس کے ساتھ نوجوان لڑکی الاشا ہے۔ وہ بھلا کہاں جائے گی۔ بہتر ہے کہ اسے بستی سے نکال کر آس پاس کہیں آباد کر دیا جائے۔ تب یہ خانقاہ جہاں سے یہ لوگ مجھے لائے میرے لئے مخصوص کر دی گئی' یہ ایک قدرتی پہاڑی غار ہے اور الاشا بھی یہاں آکر بہت خوش تھی۔ وہ معصوم فطرت لڑکی دنیا کی برائیوں سے پاک ایک سیدھی سچی انسان تھی چنانچہ ہمیں وہاں بھی کوئی دقت نہیں ہوئی کیونکہ بستی کے لوگ کھانے پینے کی اشیاء وافر مقدار میں لاکر ہمیں دے دیا کرتے تھے اور پھر وہی ہوا۔ آہ وہ رات۔ آہ وہ رات ' جسے گزرے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا۔ بڑی بھیانک تھی بستی سے شور غوغا کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور ستارے مجھے بتا چکے تھے کہ وقت قریب آگیا ہے لیکن میں کمزور عورت کیا کر سکتی تھی اگر بستی میں جاکر زوما کو کسی ممکنہ خطرے سے آگاہ کرتی تو یقینی طور پر وہ پتھراؤ کر کے مجھے ہلاک کرا دیتا۔ اتنا ہی تند مزاج اور وحشی آدمی تھا وہ اور نتیجہ پایا اس نے اس کا کہ اپنی بستی میں موت کے پاؤں داخل کرلئے اور تم نے دیکھا کہ بستی ویران ہو گئی۔"

"ستارہ شناس عورت کیا تجھے یہ بھی علم تھا کہ کچھ لوگ تیرے پاس پہنچیں گے جیسا کہ ایمرے اور یوٹ نے بتایا؟"

"ہاں!"

"اور اب جب کہ یہ تذکرہ نکل ہی آیا ہے مقدس ماں تو مجھے یہ بتادے کہ تو نے مجھے ٹاری ویگا کا پجاری کیوں کہا۔" یوٹ بھی مداخلت کئے بغیر نہیں رہ سکا۔

بوڑھی عورت مسکرائی اور پھر بولی۔ "جیسا کہ تجھے معلوم ہے اے شخص کہ تیرا نام یوٹ ہے۔ میں ٹاری ویگا میں رہ چکی ہوں۔ ٹاری ویگا کے مقدس پجاری کا پتھریلا مجسمہ آج بھی ٹاری ویگا کی سب سے بڑی خانقاہ میں نصب ہے اور اس کی شکل و صورت بالکل تیرے جیسی ہے بلکہ تجھے دیکھ کر لوگ یہی تصور کر سکتے ہیں کہ تو ٹاری ویگا کا قدیم پجاری ہے اور سنا یہ گیا ہے کہ تیرا باپ یعنی وہ جو ٹاری ویگا کا بڑا پجاری تھا بڑی برکتوں والا شخص تھا اور لوگ اس کی پوجا کرتے تھے' کیوں کہ اس کے ذریعے ٹاری ویگا کو ہمیشہ برکتوں کا حصول ہوا اور وہاں خوشحالی کا دور دورہ ہوا۔"

یوٹ کے چہرے پر مسرت کے آثار پھیل گئے۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اور میرے عظیم آقا تم نے دیکھا کہ یوٹ تیرے لئے کس قدر کار آمد شخصیت ہے لیکن ایلما' آہ ہماری ایلما۔ بس ایلما ہمیں مل جائے تو پھر یوٹ کے کارنامے دیکھنا۔"

بوڑھی عورت نے آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا پھر جیمس پیرے کی طرف .... پھر بولی........"اور تم.........تم اپنے بارے میں اگر مجھ سے کچھ پوچھنا چاہو تو پوچھ سکتے ہو۔"

"آہ یہ تو میری دلی خواہش ہے۔"

"لیکن ابھی نہیں۔ آسمان پر ستاروں کا کھیل شروع ہو جانے دو۔ بارش نے آسمان کو ڈھک لیا ہے اگر آسمان صاف ہو گیا تو میں تمہیں بہت سی ایسی کہانیاں سناؤں گی جن سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے' لیکن جن سے تمہارا تعلق ہے۔"

جیمس پیرے نے کہا۔ "میرے دوستو تم جانتے ہو کہ میرے دل میں اپنے مشن کی تکمیل کے لئے کتنے گہرے جذبات ہیں اور اگر مجھے اس کے بارے میں کوئی رہنمائی مل جائے تو یقینی طور پر میرے لئے بہت ہی بہتر ہوگا۔ یعنی تم میرا مطلب سمجھنے کی کوشش کرو' یعنی میں چاہتا ہوں کہ ہم یہاں سے آگے جو قدم اٹھائیں وہ موثر اور جامع ہوا در ہم

اس کے ذریعے ایک صحیح راستہ منتخب کر سکیں ممکن ہے جیمس پیرے کے بقیہ ساتھیوں کو اس وہم پرستی سے اختلاف ہو لیکن جیمس پیرے سے کسی کو اختلاف نہیں تھا چنانچہ وہ لوگ اس پر تیار ہو گئے۔" یوٹ نے ایمرے سے کہا۔

"عظیم آقا بہتر یہی ہے کہ مقدس عورت کی رہنمائی میں ہم آگے کے کام کریں۔"

"ٹھیک ہے یوٹ مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے کاش یہ ایلما کے بارے میں کچھ بتا سکے۔"

"ویسے عظیم آقا تم نے دیکھا کہ اس نے میرے بارے میں کیا دلچسپ پیش گوئی کی ہے اور تمہارے بارے میں بھی اس نے کچھ کہا تھا' یقینی طور پر وہ ستارہ شناس ہے اور یقینی طور پر اس کا جادو پراسرار ہے اور وہ ہمیں بہت کچھ بتا سکتی ہے۔"

بارش دوپہر کے بعد تک جاری رہی تھی اور اس کے بعد اس کا سلسلہ ختم ہو گیا پھر آسمان شفاف ہو گیا۔ جیمس پیرے کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا بوڑھی عورت کی وہ بہت زیادہ پذیرائی کر رہا تھا اور اس نے اس کے آرام کے تمام بندوبست کر دیئے تھے۔ لیکن بوڑھی آرام کرنے والوں میں سے نہیں تھی۔ اپنی عمر کے برعکس وہ ایک مستعد اور چاق و چوبند عورت تھی۔ بارش ختم ہونے کے بعد وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئی اور اس کے بعد آس پاس کے علاقوں میں گھومتی رہی۔ نجانے کیوں وہ چھوٹے چھوٹے پتھر تلاش کر رہی تھی اور ان پتھروں کو اس نے اپنے لباس میں محفوظ کر لیا۔ پھر آسمان پر یوں محسوس ہونے لگا جیسے بارش ہوئی ہی نہ ہو.......... البتہ اطراف کے علاقے میں جل تھل تھے لیکن ایسے بھی نہیں کہ انہیں آگے کے سفر میں کوئی دقت پیش آئے۔ ایمرے اور یوٹ اپنے اپنے طور پر مصروف ہو گئے تھے اور باقی تمام افراد بھی جڑی بوٹیوں کی تلاش میں پہاڑیوں کے رخنوں کو چھانتے پھر رہے تھے کہ یہ ان کا محبوب مشغلہ تھا اور اس کی بنیاد پر جیمس پیرے نے اپنے اس سفر کا آغاز کیا تھا۔ جیمس پیرے نے اپنی ساتھیوں سے اجازت لے لی تھی کہ یہ رات یہیں گزار لی جائے ویسے بھی تھکن اتارنے کے لئے ہر شخص خواہش مند تھا' وہ لوگ زندگی کی سخت جدوجہد اور مشقت کر رہے تھے ورنہ اپنے ایوانوں کو چھوڑ کر

صحرائے اعظم کے سنگلاخ اور پرخطر راستوں پر سفر کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔

بہرطور شام ہوئی اور پھر رات ہو گئی' جیمس پیرے نے بوڑھی سے مزید کوئی فرمائش نہیں کی تھی' پھر جب رات کو آسمان پر چاند چٹکا اور ستارے بکھر گئے تو جیمس پیرے نے بوڑھی کو ایک الگ تھلگ گوشے کی جانب جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ سب کے سب دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ بوڑھی ایک جگہ دو زانو بیٹھ گئی دن میں اس نے جو چھوٹے چھوٹے ایک ہی سائز کے پتھر جمع کئے تھے اس نے انہیں اپنے سامنے سجا لیا اور ان لوگوں نے دور سے اسے دلچسپ نگاہوں سے دیکھا۔ بوڑھی پتھروں کی ترتیب بدل رہی تھی اس کی نگاہیں آسمان کی جانب اٹھی ہوئی تھیں اور وہ آسمان کو دیکھتی اور پھر پتھروں کو اپنی جگہ سے تبدیل کرنے لگتی۔

رات گئے تک وہ اس انوکھے کھیل میں مصروف رہی تھی اور وہ سب اسے دلچسپ نگاہوں سے دیکھتے رہے تھے یہاں تک کہ یہ لوگ تھک گئے اور انہیں نیند آنے لگی' یوٹ نے ایمرے سے کہا۔

"عظیم آقا کیا خیال ہے ہم لوگ آرام کی نیند سوئیں وہ ہمارے لئے کوشش کر رہی ہے؟"

ایمرے مسکرا کر بولا۔ "تو نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے یوٹ۔"

"تو پھر آؤ آرام کریں۔" ایمرے اور یوٹ پاس پاس لیٹ گئے اور جیمس پیرے اپنے ساتھیوں کے ساتھ نجانے کب تک جاگتا رہا تھا۔ لیکن وہ لوگ کچھ دلچسپ انکشاف کی توقع رکھتے تھے اور سب سے دلچسپ بات یہ تھی کہ کسی کو بھی کسی سے اختلاف نہیں تھا ہاں اگر جیمس پیرے کے ساتھیوں میں سے کچھ جدید لوگ علم نجوم سے منحرف ہوں تو الگ بات ہے لیکن انہوں نے بھی اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ پھر شاید رات کے کسی حصے میں وہ بھی اکتا کر سو گئے تھے' جبکہ بوڑھی اپنا کھیل جاری رکھے ہوئے تھی۔ البتہ صبح کو وہ الاؤ کے پاس ایک جگہ سوتی ہوئی نظر آئی تھی اور وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ جیمس پیرے نے افسوس بھرے انداز میں کہا۔

"آہ رات کو کچھ سردی بھی بڑھ گئی تھی اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ وہ اس طرح آکر سو جائے گی تو ہم اس کے جسم پر کمبل وغیرہ ڈال دیتے۔ کہیں اس کے لاغر جسم کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

پھر جیمس پیرے کی ہدایت پر بوڑھی کو جگایا نہیں گیا بلکہ سونے ہی دیا گیا تھا۔ اب جب رات صبر کی کاوشوں کا صلہ ملنے والا تھا تو وہ بوڑھی کو جگا کر اس کی طبیعت میں تکدر نہیں پیدا کرنا چاہتے تھے بلکہ انہوں نے یہی فیصلہ کرلیا تھا کہ جب اس قدر انتظار کیا گیا ہے تو مزید انتظار بھی کرلیا جائے۔ البتہ یہ انتظار انہیں بہت شاک گزر رہا تھا۔

بوڑھی جی بھر کر سوئی پھر اس نے کروٹ بدلی اور سب اس کے گرد جمع ہوگئے۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارا شکریہ میرے بچو۔ تم نے میرا اتنا خیال رکھا۔ لیکن میں نے بھی تمہارے لئے بہت کام کیا ہے۔ اور بہت سی خوشخبریاں حاصل کی ہیں بشرطیکہ تم مجھ پر اعتبار کرو اس سے پہلے مجھے کچھ کھانے کے لئے دیدو تو بہتر ہے۔" جیمس پیرے نے مارٹن کو اشارہ کردیا تھا۔

نصیر بیگ سخت ذہنی کھنچاؤ میں مبتلا تھا۔ یہ عذاب اس کی توقع کے خلاف تھا اور اب ایک عجیب صورت حال سے دو چار تھا۔ کوئی بھی بات دعویٰ سے نہیں کہی جاسکتی تھی آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ ابھی حالات بھی ویسے نہیں تھے کہ آرنلڈ کی مخالفت مول لی جائے۔ حالانکہ اسے آرنلڈ سے اس کے سوا کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ اس قصہ میں ایک طاقتور سہارا حاصل ہو جائے۔ وہ بھی اس لئے کہ مہتاب علی گروپ سے اسے ہ تھا۔

بہرحال زاہد قابل بھروسہ شخص تھا اور نصیر بیگ کے دل میں اس کے لئے بڑی جگہ ہوگئی تھی۔ اس وقت بھی اس نئی جگہ وہ زاہد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ان لوگوں نے باہر نکی کوشش نہیں کی تھی حالانکہ اب اس نئی جگہ ان پر پہرہ بھی نہیں رکھا گیا تھا۔ اس ثہ کے بعد آرنلڈ نے ان سے کوئی بات نہیں کی تھی جبکہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پھرتا رہتا تھا۔ انہیں کھانے پینے کے لئے بھی بھرپور چیزیں دی جاتی تھیں اور نہیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔

"زاہد تم خاموش کیوں ہو۔" نصیر بیگ نے کہا اور زاہد چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کوئی خاص بات نہیں سر!"

"پریشان ہو۔"

"یقین کریں بالکل نہیں۔ اور اس کی وجہ آپ کو بتا چکا ہوں۔ خاموش اس لئے ہوں کہ سوچیں انسان کا بہترین سہارا ہوتی ہیں۔ خیالات بڑے مددگار ہوتے ہیں۔"

"ابھی تک یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ کمبخت بردہ فروش ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتا ہے۔"

"اس کا رویہ تو برا نہیں ہے۔"

"یہی الجھن کی بات ہے۔"

"کیوں؟"

"یہ اس کی فطرت کے خلاف ہے۔ ایک شیطان اگر شیطنت کرے تو پھر وہ شیطنت کے منصوبے بنا رہا ہوتا ہے۔ اور یہ منصوبے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔"

"ہمارے خلاف وہ کیا منصوبے بنا سکتا ہے۔"

"یہی تو نہیں معلوم؟"

"تب ایک طریقہ بہتر ہوتا ہے جناب۔"

"کیا........" نصیر بیگ نے سوچا۔

"بلاوجہ آنے والے خطرات کے بارے میں سوچ کر خود کو پریشان نہ کیا جائے بلکہ خود میں ہمت پیدا کی جائے کہ خطرات سے نمٹیں۔"

"دوسری طرف ان لوگوں نے پریشان کیا ہے۔ یہ ایک ایسی مہم ہے جو کسی کے بس میں نہیں ہوتی۔ بیشک میں انہیں ساتھ لایا ہوں۔ لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں انہیں پریشان کرانے لایا ہوں۔ یہ مشکلات تو تصور کی جاسکتی تھیں۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں سر۔"

"اب یہ خود ہی اختلافات پیدا کر رہا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ سوائے اس کے کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دوں۔"

"اس میں ایک خطرہ ہے سر۔"

"وہ کیا۔"

"یہ اگر کوئی حرکت کرے گا تو اسے پورے گروہ کی حرکت سمجھا جائے گا اور ہم اس کے عتاب کے شکار ہوں گے۔"

"ہوں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ مگر پھر ہم کیا کریں۔"

"میرے خیال میں ابھی اس سے مفاہمت بہتر ہے۔"

"مگر کیسے؟ تم دیکھ رہے ہو کہ وہ کسی سے بات بھی نہیں کرتا۔ وہ لوگ آپس ہی میں باتیں کرتے رہتے ہیں۔"

"ہم خود اسے مخاطب کریں۔ بلکہ آئیے اس کے پاس چلیں۔" نصیر بیگ تیار ہو گیا۔ دونوں اٹھ کر ولیم کے پاس پہنچ گئے۔ لیکن ان سب نے انہیں ناپسندیدگی کی نظروں سے دیکھا تھا۔

"تم لوگ ہم سے کیوں بگڑے ہوئے ہو۔"

"اس لئے کہ تم نے ہمارے ساتھ دھوکہ دہی کی ہے۔"

"کس طرح۔"

"حالات اس قدر خطرناک ہو سکتے ہیں ہمیں اس کا اندازہ نہیں تھا جبکہ تم ایک مہم جو اور ان خطرناک واقعات سے آگاہ تھے۔"

"بالکل ٹھیک کہتے ہو آرنلڈ۔ لیکن مجھے ایک بات بتاؤ اگر افریقہ کے خزانوں کا حصول اس سے آسان ہوتا تو کیا دنیا بھر کے لوگ افریقہ کو خالی نہ کر چکے ہوتے۔"

"ہمیں یہ بتانا چاہیے تھا۔"

"کیا بتاتا۔ یہ تو سامنے کی بات ہے۔ تم دیکھو میں یہاں آکر مشکلات اٹھانے کے بعد دوبارہ یہاں آیا ہوں کسی بھی جگہ ایسا نہیں ہوا کہ تمہیں مشکلات میں ڈال کر خود کامیابیاں حاصل کرنے کی کوشش کی ہو۔ میں تو ہر لمحہ تمہارے ساتھ ہوں میرے ساتھی نے زندگی پر کھیل کر تمہاری زندگی بچائی۔ ہم نے بگ بوردل کے معاملے میں تم سے الگ ہو کر کے اصل راستے چھوڑ دیئے۔ یہ سب کچھ بہتر مفاہمت کے لئے تھا۔"

"ہماری وہی زندگی ٹھیک تھی۔ ایسی دولت کس کام کی جس میں ہر لمحہ موت کا لمحہ

…دو۔"

"مستقبل اسی طرح بنتا ہے آرنلڈ!"

"ہم ایسے مستقبل پر تھوکتے ہیں۔"

"دیر سے تھوک رہے ہو ڈیئر۔ اب کیا ہو سکتا ہے۔"

"دیکھو نصیر بیگ۔ اب تک جو کچھ ہوا ہے وہ ہو چکا ہے لیکن آئندہ تم ہمیں… سے الگ سمجھو۔"

"ہم اب تمہارا ساتھ نہ دے سکیں گے۔"

"آہ۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"میرا اور میرے ساتھیوں کا یہی فیصلہ ہے۔" ولیم آرنلڈ نے فیصلہ کن لہجے… کہا۔

"لیکن آرنلڈ آخر تم کیا کرو گے۔"

"یہ بھی اب تمہیں نہیں بتلایا جا سکتا۔"

"مجھے تمہاری زندگی عزیز ہے۔"

"اپنی مہربانیوں کو سمیٹ لو۔"

"تمہارے اس فیصلے میں اب کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

"قطعی نہیں۔"

"اوکے۔ اٹھو زاہد.......... اس کے بعد ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔" نصیر بیگ نے ک… اور زاہد بھی خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ نہ جانے نصیر بیگ کو کیا خیال آیا کہ وہ ز… کا ہاتھ پکڑ کر اس رہائش گاہ کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"کہاں جناب۔"

"آؤ تجربے کے طور پر سہی۔" نصیر بیگ نے کہا اور زاہد کے ساتھ باہر نکل گ… تب انہیں علم ہوا کہ اب واقعی ان پر کوئی پہرہ نہیں ہے۔ باہر کوئی بھی انہیں روکنے… نہیں تھا لوگ اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ کسی نے بھی ان پر توجہ نہیں دی۔ یہ آ…

…انگیز رویہ ہے۔" نصیر بیگ نے تبصرہ کیا۔

"واقعی ...... " زاہد بولا۔

"لیکن میرا کچھ اور خیال بھی ہے۔"

"کیا جناب۔"

"یہاں سے فرار ممکن نہ ہو گا۔"

"یہ لوگ احمق تو نہ ہوں گے۔"

"تمہیں ایک بات بتاؤں۔"

"جی سر۔"

"آرتھو۔ یقیناً فرار کے بارے میں سوچ رہا ہو گا۔ میرا اور اس کا بہت ساتھ رہا …ہے۔ مجھے اس کی فطرت کا اندازہ ہے۔"

"میرا دعویٰ ہے جناب یہ ایک خطرناک کوشش ہو گی۔"

"اسے یہ کوشش کرنے دو۔ اب وہ ہم سے بالکل الگ ہو چکا ہے اور کچھ سمجھنے کی …ل سے گزر گیا ہے۔" نصیر بیگ نے بے رحمی سے کہا۔

زاہد خاموش ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ نصیر بیگ کا سوچنا بھی درست ہے۔ دونوں آگے …تے رہے۔ کاروبار زندگی جاری تھا باہر زیادہ تر بچے اور مرد نظر آ رہے تھے۔ نوجوان …رتوں کا فقدان تھا وہ اگر ہوں گی بھی تو یقیناً ان جھونپڑوں کے اندر لیکن ایک جگہ …وں نے عورتیں دیکھیں۔ یہ ایک احاطہ تھا جس کے چاروں طرف بانسوں کے جنگلے بنے …ئے تھے اور کوئی ساٹھ ستر سیاہ فام عورتیں موجود تھیں۔ زیادہ تر بے لباس تھیں کچھ …بدن پر چیتھڑے جھول رہے تھے۔ وہ زیادہ تر رو پیٹ رہی تھیں اور ان کی سسکیاں …ادے رہی تھیں۔

وہ دور کھڑے انہیں دیکھتے رہے۔ زاہد آہستہ سے بولا۔ "میرا خدا۔"

"تمہیں معلوم ہے وہ بردہ فروش ہے۔" نصیر بیگ نے کہا۔

"یہ سب مقامی عورتیں ہیں۔"

"ہاں۔"

"لیکن ان کی فروخت کیسے ہوتی ہوگی۔"

"خدا جانے۔ کچھ انتظام کیا ہوگا اس نے۔"

"آہ۔ یہ بڑا دردناک منظر ہے۔ مجھ سے یہ منظر نہیں دیکھا جاتا۔ میرا دل کٹ رہا ہے۔"

"آؤ!" نصیر بیگ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ پھر وہ اس چھوٹی سی بستی سے گزرتے ہوئی دریا کے کنارے پہنچ گئے۔ یہاں بہت سے لوگ ایک عظیم الشان احاطے کی تعمیر میں مصروف تھے۔ بے چھت کے احاطے کے گرد نئے بانس لگائے جا رہے تھے۔ اس کے درمیان ایک وسیع چبوترہ بنا ہوا تھا جسے مضبوط تنوں سے بنایا گیا تھا اور جس پر خاص قسم کی گھاس کا فرش بچھایا جارہا تھا۔ کام کرنے والوں نے انہیں نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور اپنے کاموں میں مصروف رہے۔ بہرحال یہ ایک دلچسپ پہلو تھا کہ یہاں انہیں اتنی آزادی دے دی گئی تھی۔ وہ بہت دیر تک گھومتے رہے پھر پہلی بار ایک شخص ان کے پاس پہنچا اور اس نے کہا۔

"کھانے کا وقت ہوگیا ہے۔ ہم تمہارے واپس پہنچنے کا انتظار کر رہے ہیں تاکہ کھانا پہنچایا جائے۔"

"شکریہ۔" نصیر بیگ نے کہا اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔ زاہد معمول کے مطابق ساتھ تھا۔ وہ لوگ احاطے میں داخل ہوگئے۔ آرنلڈ اور اس کے ساتھی موجود تھے۔

"کچھ دیر کے بعد کھانا آگیا۔ آرنلڈ نے اپنے لئے کھانا بھی الگ سے لیا تھا۔ اس نے ان سے یہ بھی نہ پوچھا کہ وہ کہاں گئے تھے اور ان پر کیا گزری۔ آرنلڈ شاید ذہنی طور پر ان سے بالکل علیحدہ ہوگیا تھا۔"

باقی دن گزر گیا اور کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ زاہد اور نصیر بیگ باتیں کرتے رہے تھے۔ رات کے کھانے کے بعد وہ آرام کرنے لیٹ گئے۔

"ان عورتوں کی سسکیاں میں اب تک نہیں بھلا سکا۔" زاہد نے آہستہ سے کہا۔

"کوئی کیا کر سکتا ہے زاہد.......... نہ جانے کب سے یہ کھیل جاری ہوگا ہم نے اب بھا ہے۔ کوئی ان کے لئے کچھ نہیں کر سکا ہم کیا کر سکتے ہیں۔" نصیر بیگ نے کہا اور زاہد نڈی سانس لے کر خاموش ہوگیا۔ وہ اسی طرح باتیں کرتے ہوئے سو گئے تھے۔

رات کے نہ جانے کون سے پہر زاہد کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے کروٹ بدل کر نے کی کوشش کی جانے اسے کیوں ایک عجیب سا احساس ہوا تھا۔ کوئی خاص بات ہے۔ رور کوئی خاص بات ہے۔ شاید اسے وہ بہت سی سانسیں نہیں سنائی دے رہی تھیں جو نے والوں کی ہوتی تھیں اس نے پلٹ کر کر نصیر بیگ کو دیکھا۔ پھر گردن گھما کر دوسری رف دیکھا اور اچانک اس کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔ آرنلڈ اور اس کے ساتھی اپنی لہ موجود نہیں تھے۔ وہ اچھل پڑا اور پھر اس نے نصیر بیگ کو جھنجوڑ کر جگایا اور نصیر بیگ بڑا کر اٹھ گیا۔

"سر آرنلڈ اور اس کے ساتھی غائب ہیں۔" اس نے کہا۔ اور نصیر بیگ کا منہ برت سے کھل گیا۔

نصیر بیگ سوتے ہوئے ذہن کو جھٹک کر جگانے کی کوشش کرتا رہا پھر گہری سانس لے کر بولا۔ "خس کم جہاں پاک........." زاہد تشویش ناک نگاہوں سے مرزا نصیر بیگ کو دیکھنے لگا پھر بولا۔

"کہیں نقصان نہ اٹھا جائیں سر.........."

"سو جاؤ زاہد جہنم میں جانے دو اسے' ویسے بھی ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی' اب یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ آگے چل کر وہ ہمارے لئے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔" زاہد ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ مرزا نصیر بیگ کی نیند بھی اچٹ گئی تھی وہ اٹھ کر بیٹھ گیا' تاحد نظر بھیانک تاریکی اور سناٹا پھیلا ہوا تھا' مرزا نصیر بیگ دیر تک اپنے حواس پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا پھر بولا۔

"لیکن سر میرا خیال ہے فائدے میں نہیں رہے گا۔"

"بے شک' اب اتنا بھی نہیں ہے کہ اسے یہاں سے کچھ نکال لے جانے کا موقع مل گیا ہو۔"

"کیا چیز؟"

"میرا مطلب ہے کھانے پینے کا سامان یا گھوڑے.........."

"ہو سکتا ہے وہ ان چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔"

"کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

"اس نے کچھ نہ کچھ تو سوچا ہی ہو گا؟"

"جو کچھ سوچا ہو گا حماقت پر مبنی ہو گا۔ تم نے یہاں کے ماحول کا جائزہ لیا؟"

"جی سر.........."

"کیا اندازہ لگایا؟"

"ی گال اور اس کے ساتھیوں کو ہر جگہ ہوشیار اور مستعد پایا۔"

"اس نے ہم پر سے پہرہ بھی اٹھا لیا ہے۔"

"اس بات سے تو مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ ممکن ہے ولیم آرنلڈ اپنی کوششوں امیاب ہو جائے' نہیں ممکن نہیں ہے.........." نصیر بیگ نے خود ہی اپنے خیال کی کردی اور زاہد سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا' چند ہی لمحات کے بعد مرزا نصیر بیگ

"یہ وہ شخص ہے جو ان جنگلوں میں نجانے کس کس کے لئے مصیبت بنا ہوا ہے۔ ں کا یہ ٹھکانہ اتنا مضبوط نہ ہوتا تو آس پاس کے جنگلی ہی اس کا کام تمام کر ڈالتے' نے یقیناً اپنے لئے معقول تحفظ کا بندوبست کرلیا ہو گا۔ ویسے زاہد کچھ اندازہ ہو سکتا لہ یہ لوگ کتنی دیر پہلے نکلے ہیں؟"

"نہیں سر' بس میری بھی اتفاقیہ طور پر آنکھ کھل گئی تھی اور نجانے کیوں مجھے یہ ں ہوا کہ غیر معمولی سناٹا ہے اور کچھ نہیں تو ان کی سانسوں کی آواز تو سنائی دے ہی تھی اور ایسا ہوتا رہا ہے' اس غیر معمولی سناٹے کو محسوس کر کے میں نے گردن اٹھا کر ہا تو انہیں غائب پایا.........." زاہد نے بھی اتنا ہی کہا تھا کہ اچانک ہی ایک عجیب سی از فضا میں ابھری' یہ ایک خاص انداز میں ڈھول پیٹنے کی آواز تھی' لیکن ایسا ڈھول جو نت کے کسی تنے سے بنا ہوا ہو جس میں جھنکار نہ ہو' بس کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ کی گوار آوازیں تھیں جو رات کے اس سناٹے میں ذہن پر ہتھوڑوں کی مانند برس رہی ا' مرزا نصیر بیگ نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر زاہد کو

دیکھنے لگا۔ زاہد بول پڑا۔

"یہ آوازیں........."

"ہاں' یہ موت کی آوازیں ہیں........."

"جی........" زاہد سرسراتی ہوئے لہجے میں بولا۔

"سو فیصدی موت کی آوازیں' یہ ایک خاص قسم کا سلسلہ پیغام رسانی ہوتا ہے' عموماً" جنگل کے باسی یہی طریقہ کار اختیار کرتے ہیں' غالباً" ان لوگوں نے بھی اس طریقہ کار کو اپنالیا ہے' اس سے دور دور تک پیغام رسانی کی جاتی ہے بالکل ٹیلی پرنٹر کے اصولوں پر........." زاہد ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگیا' بہت دیر تک یہ خاموشی طاری رہی کھٹاکھٹ کی آوازیں مسلسل ابھر رہی تھیں اور یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ ایک جگہ سے نہیں ابھر رہی تھیں' بلکہ کئی جگہ سے انہیں بجایا جارہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مرزا نصیر بیگ نے پھر اس سلسلے میں کہا۔

"پیغام کا جواب پیغامات سے موصول ہو رہا ہے' غالباً" یہ لوگ نکل ہی گئے تھے لیکن اب ان کے پیچھے لوگوں کو دوڑا دیا گیا ہے اور انہیں مسلسل ہدایت دی جارہی ہے کہ انہیں کیا کرنا ہے۔" زاہد تشویش سے بولا۔

"میں تو یہ سوچ رہا ہوں سر کہ کہیں ان لوگوں کی یہ حرکت ہمارے لئے کوئی مصیبت نہ بن جائے۔"

"تم خوفزدہ ہو زاہد؟"

"سر آپ کو کتنی بار بتا چکا ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے' میں نے تو اپنے جہاز جلا دیئے ہیں جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔"

"درحقیقت تم ایک حیرت انگیز انسان ثابت ہوئے ہو' مہم جوئی سے ناواقفیت کے باوجود تم نے جس دلیری اور استقامت کا ثبوت دیا ہے زاہد میں اس سے بہت متاثر ہوں۔"

"اس کی وجہ آپ کو بتا چکا ہوں سر' زندگی نجانے کتنی طویل جدوجہد میں گزری

ہے' اب آر یا پار' بس یہی فیصلہ ہے میرا۔"

"نجانے کیوں مجھے اندرونی طور پر یہ اطمینان محسوس ہو رہا ہے کہ اس بار ہمارا کچھ کام بن ہی جائے گا۔"

"ٹھیک ہے سر۔"

پیغام رسانی بند ہوگئی اور اس کے بعد ایک پراسرار سناٹا چھا گیا' اب کسی طرف سے کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی' بہت دیر تک یہ لوگ رات کے سحر میں ڈوبے رہے' پھر زاہد ہی بولا۔

"پتہ نہیں کیا ہوا؟"

"صبح ہی کو پتہ چلے گا۔"

"تو پھر کیا خیال ہے سر؟"

"میری مانو تو آرام سے سو جاؤ۔"

"نیند آجائے گی۔"

"کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' کم از کم آنکھیں بند کرکے ساکت ہو جانے سے سکون ہی ملے گا۔" حالانکہ ایک تجسس' ایک دہشت' ایک سنسنی سی زاہد کے وجود میں چھائی ہوئی تھی' لیکن نیند کا اپنا ایک مقام ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ پھانسی کے پھندے پر بھی آجاتی ہے' نجانے کب زاہد کی آنکھ بند ہوگئی اور اس کے بعد وہ اس وقت جاگا جب سورج کی کرنیں ان سے چھیڑ خانی کر رہی تھیں' احاطے میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا' باہر لوگوں کی آمد و رفت جاری تھی' لیکن ان کی جانب کسی نے کوئی توجہ نہیں دی تھی کچھ دیر کے بعد انہیں صبح کا ناشتہ معمول کے مطابق دیا گیا۔ ناشتے سے فارغ ہوکر وہ احاطے سے باہر نکل آئے اور صورت حال معلوم کرنے کے لئے چہل قدمی کرنے لگے' لیکن یہ بھی ایک ناقابل یقین سا منظر تھا کہ وہ لوگ پوری آبادی میں گھومتے پھر رہے تھے' لیکن کسی نے ان کی جانب کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ دوپہر ہوگئی پھر سورج ڈھلنے لگا اور اس وقت شام کے تقریباً" ساڑھے پانچ بجے تھے کہ ایک آدمی ان کے قریب پہنچا اور بولا۔

"سی گال طلب کرتا ہے۔" مرزا نصیر بیگ اور زاہد چوکنے ہو گئے مرزا نصیر بیگ نے پوچھا۔

"ہمیں کہاں جانا ہے؟"

"میرے ساتھ آؤ۔"

یہ دریا کے عقبی کنارے کے قریب ایک کشادہ جگہ تھی۔ ایک احاطہ سا بنا ہوا تھا اور اس احاطے میں دھواں اٹھ رہا تھا۔ دور سے دیکھنے ہی سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ اس دھویں کے عقب میں کچھ ٹکٹکیاں سی بندھی ہوئی ہیں اور ان سے انسانی جسم بھی بندھے ہوئے ہیں، پھر قریب پہنچنے پر کچھ اور اندازے ہوئے، طویل القامت سی گال ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، درخت کے گول تنے کو ہموار کر کے کرسی بنائی گئی تھی، اس کے آس پاس چھ سات افراد اور بھی بیٹھے ہوئے تھے، ان لوگوں کو اندر پہنچا دیا گیا، کچھ لوگ آگ کے پاس موجود تھے اور سی گال دلچسپ نگاہوں سے مرزا نصیر بیگ اور زاہد کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے اپنے قریب بلایا، درخت کے دو تنے لڑھکا کر لائے گئے اور انہیں سیدھا کر لیا گیا، سی گال نے مسرور لہجے میں کہا۔

"بیٹھو تم لوگ بیٹھ جاؤ، تم نے اپنا نام ہماری گڈ بک میں درج کرا دیا ہے۔"

"تھینک یو مسٹر سی گال۔"

"یہ تمہارے ساتھی ہیں.........؟" اس نے ٹکٹکیوں پر بندھے ہوئے لوگوں کی جانب اشارہ کر کے کہا اور مرزا نصیر بیگ نے گردن گھما کر انہیں دیکھا، پھر آہستہ سے بولا۔

"ہاں مسٹر سی گال۔"

"تم نے ان کے ساتھ فرار ہونے کی کوشش کیوں نہیں کی۔"

"اس لئے کہ میں ان کے منصوبے میں شامل نہیں تھا۔"

"یہ تمہیں بتائے بغیر فرار ہو رہے تھے۔"

"ہاں مسٹر سی گال۔"

"تم خود بھی ان کے ساتھ فرار کیوں نہ ہو گئے؟"

"نہیں، میں فرار نہیں ہونا چاہتا تھا کیونکہ میں صرف ایک سیاح ہوں اور میرا مقصد جنگلوں کی سیاحت کے سوا اور کچھ نہیں، میں آپ سے خوفزدہ بھی نہیں ہوں مسٹر سی گال کیونکہ جو کچھ ہوا غلط فہمی کی بنیاد پر ہوا جس کے لئے میں موقع ملنے پر آپ سے معافی چاہتا تھا، میں آپ کے ساتھ ہر تعاون کرنے کا خواہشمند ہوں.......... سی گال ہنسنے لگا لا۔"

"لیکن یہ لوگ، یہ اپنی زندگیاں گنوا بیٹھے۔"

"مجھے ان کی موت کا افسوس ہے۔"

"لیکن ہم نے انہیں منع کیا تھا کہ ایسی کوئی کوشش نہ کریں بڑے چالاک لوگ یہ بڑی ذہانت کے ساتھ یہاں سے نکلنا چاہ رہے تھے، لیکن ایسا ممکن نہیں ہوتا کیونکہ یہ ممکن ہو جائے تو ان جنگلوں میں ہمارا رہنا بہت دشوار ہو۔"

"جی مسٹر سی گال۔"

"ویسے تم نے افریقہ کے جنگلوں میں اس سے پہلے سفر کیا ہے؟"

"نہیں مسٹر سی گال۔"

"افریقہ کے آدم خوروں کے بارے میں بھی تمہیں کچھ معلومات حاصل ہوں گی۔" نصیر بیگ نے خوفزدہ ہونے کی اداکاری کی لیکن زاہد واقعی خوفزدہ ہو گیا تھا، ایسے نا آدم خوروں کی کہانیاں اس نے سنی تھیں۔ بہرحال مرزا نصیر بیگ نے جواب دیا۔

"نہیں سر۔"

"آج اپنی آنکھوں سے وہ دلچسپ منظر بھی دیکھ لو گے۔" اس بار واقعی مرزا نصیر بھی کانپ گیا تھا، لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔ سی گال نے کہا۔

"شاید میں نے پہلے تمہیں اس بارے میں نہیں بتایا مگر میری تمہاری گفتگو ہی سامنے کہاں ہوئی ہے۔ ہم لوگ آدم خوری کا شوق رکھتے ہیں اور کبھی کبھی ہمیں کچھ لوگ مل جاتے ہیں جو ہمارے کام آ جاتے ہیں، مثلاً ایسے بیوقوف لوگ جو ہماری مذاق سمجھتے ہیں، تم ان لوگوں کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

”سر یہ برطانیہ کے رہنے والے ہیں‘ وہیں کے مقامی باشندے .... میرے ساتھ اس مہم پر آئے ہوئے تھے۔“

”ان کا لیڈر کونسا ہے؟“ مرزا نصیر بیگ نے بے چوں و چرا ولیم آرنلڈ کی جانب اشارہ کر دیا اور سی گال ہنسنے لگا پھر بولا۔

”ٹھیک ہے‘ اب تم ان کا تماشہ دیکھو.........“ پھر سی گال نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور وہ آدمی ٹکٹکی دھکیلتے ہوئی آگ کے قریب آ گئے‘ یہ ٹکٹکی نیچے ایک تختے پر جڑی ہوئی تھی اور تختے میں پہیے لگے ہوئے تھے‘ اس کے بعد وہ وحشت ناک منظر آنکھوں کے سامنے آنا جس نے ان کے حوصلے پست کر دیئے‘ ان دونوں آدمیوں نے تیز دھار دار چھریاں نکال لی تھیں‘ ولیم آرنلڈ ان چھریوں کو دیکھ کر وحشت زدہ ہو گیا اور حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگا‘ لیکن ان میں سے ایک شخص نے اچانک ہی مضبوط اور طاقتور چھری بھرپور وار ولیم آرنلڈ کے داہنے بازو پر کیا اور زاہد نے آنکھیں بھینچ لیں‘ مرزا نصیر بیگ بھی وہ منظر نہیں دیکھ سکا تھا۔ ولیم آرنلڈ کا بازو اس شخص کے ہاتھ میں آ گیا تھا۔ وہ شا۔ کے پاس سے ہڈی سمیت جدا ہو گیا تھا‘ وہ شخص یہ بازو لئے ہوئے آگ کے قریب پہنچ اور اس نے ایک خاص قسم کی نوکدار لکڑی پر یہ بازو پرو دیا اور پھر لکڑی کو ایک خاص انداز میں آگ پر رکھ دیا گیا‘ ولیم آرنلڈ کی دلخراش چیخیں کان پھاڑے ڈال رہی تھیں اس کے تمام ساتھی خوف و دہشت سے کانپ رہے تھے‘ گوشت جلنے کی چراند فضا میں ابھری اور بازو آگ پر پکنے لگا‘ ایک زندہ آدمی اپنی آنکھوں سے بازو کو آگ پر پکتے ہو۔ دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ کچا پکا گوشت اسی لکڑی میں پرویا ہوا سی گال کے حوالے کر دیا گیا اور سی گال نے اس طرح آدم خوری کا افتتاح کیا‘ پھر انہی لوگوں نے ولیم آرنلڈ کو دوسرے بازو سے بھی محروم کر دیا۔ ولیم آرنلڈ کی چیخیں اب مدہم پڑتی جا رہی تھیں کیونکہ جسم سے خون کی اتنی دھاریں بہ گئی تھیں کہ اب اس کے اندر نقاہت پیدا ہو گئی تھی۔ دوسرے بازو کے کٹنے پر بھی وہ حلق کی تمام تر قوتوں کے ساتھ پھر چیخا اور چیختا رہا پھر اس کی یہ آوازیں بالکل ہی بند ہو گئیں یا تو وہ مر گیا تھا یا پھر بے ہوش ہو گیا تھا۔ زاہد اور مرزا نصیر بیگ کے

کا سارا خون خشک ہو گیا تھا۔ دوسرا بازو دوسرے آدمیوں کو پیش کر دیا گیا اور پھر یہ ت خیزی نجانے کتنے عرصے تک جاری رہی۔ ولیم آرنلڈ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے اور یہ ٹکڑے سب لوگوں میں تقسیم کر دیئے گئے‘ اچانک ہی سی گال نے نصیر کی طرف دیکھ کر کہا۔

”اگر تم چاہو تو تمہیں بھی یہی لذت آمیز چیز پیش کی جا سکتی ہے۔“ مرزا نصیر بیگ ردن جھکالی تھی اور سی گال وحشیانہ انداز میں ہنسنے لگا تھا.......... بہت دیر تک یہ لی جاری رہی‘ تمام لوگوں کو ولیم آرنلڈ کا گوشت پیش کر دیا گیا تھا‘ باقی لوگ غشی کے ہن سینوں میں گردنیں لٹکائے وہاں موجود تھے‘ سی گال نے ولیم آرنلڈ کے بازو کی ہڈی ب گوشت سے صاف ہو چکی تھی ایک جانب پھینکتے ہوئے کہا۔

”تمہیں یہ منظر اس لئے دکھایا گیا ہے کہ تم فرار ہونے کی کوشش نہ کرنا‘ ممکن ہے ے لئے یہاں کوئی بہتر راستہ ہی نکل آئے‘ سمجھ رہے ہو‘ آزادی سے گھومو پھرو‘ جو پاہے کھاؤ پیئو تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی‘ لیکن یہ لوگ‘ یہ لوگ اپنے چہروں پر مہر چکے ہیں اور جن چہروں پر مہر لگ جاتی ہے انہیں معاف نہیں کیا جا سکتا۔ رفتہ رفتہ یہ ہمارے پیٹوں میں محفوظ ہو جائیں گے جانا چاہو تو جا سکتے ہو‘ مرزا نصیر بیگ نے زاہد کو ادے کر اٹھایا تھا‘ ورنہ زاہد کی ٹانگیں کپکپا رہی تھیں۔ پھر وہ احاطے سے باہر نکل ے تھے اور اس کے بعد گرتے پڑتے اس جگہ پہنچ گئے تھے جہاں ان کا قیام تھا۔ زاہد ا پہنچنے کے بعد زمین پر لمبا لمبا لیٹ گیا‘ مرزا نصیر بیگ نے اس سے کہا۔“

”نہیں زاہد خود کو سنبھالنا ہو گا‘ کیا خیال ہے میں نے غلط تو نہیں کہا تھا‘ کمبخت مہم بننے کے لئے نکلا تھا‘ اپنے آپ کو بہت زیادہ ذہین سمجھتا تھا‘ ویسے یہ سفید فام در حقیقت تے ہی ایسے ہیں‘ اپنی ذہانت کے آگے کسی کو خاطر میں ہی نہیں لاتے‘ مجھے ان کی موت کا افسوس نہیں ہے زاہد‘ تم بھی اپنے آپ کو سنبھالو‘ کم از کم ہمیں زندگی کی خبر مل ہے‘ ویسے یہ نہ سمجھنا کہ میں اپنے آپ کو بے دست و پا سمجھ بیٹھا ہوں اور صرف کے رحم و کرم پر وقت گزارنا چاہتا ہوں‘ ایسا بالکل نہیں ہو گا زاہد ہم نکلیں گے یہاں

سے، بالکل نکلیں گے، لیکن اس طرح کہ ہم سی گال کے قبضے میں نہیں آئیں گے......"

زاہد نے خوفزدہ نگاہوں سے مرزا نصیر بیگ کو دیکھا' پھر مرزا نصیر بیگ نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"نہیں زاہد' جانتے ہو سب سے بڑا ہتھیار کیا ہے' ہمت اور صرف ہمت' اگر انسان ہمت ہار بیٹھا تو اس کے ہاتھ میں کچھ بھی دے دو وہ اس سے کام نہیں لے سکے گا تمہیں اس واقعے کو بھلا کر ہمت سے کام لینا ہو گا۔" زاہد نے گردن ہلا کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ لیکن جو کچھ دیکھ چکا تھا وہ آسانی سے بھلانے والی چیز نہیں تھی۔ نصیر بیگ نے البتہ اس کے بعد ان لوگوں کے بارے میں جاننے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پھر کئی دن گزر گئے۔ انہیں پتہ بھی نہیں چل سکا کہ کب آرنلڈ کے ساتھیوں کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا انہیں مکمل آزادی تھی ہر جگہ جاسکتے تھے انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ سی گال نے اس جگہ کو نہایت محفوظ بنا رکھا ہے۔

وہ احاطہ تیار ہو گیا تھا جو نہ جانے کس مقصد کے لئے تیار کیا جا رہا تھا۔ بہت خوبصورتی سے سجایا جا رہا تھا اور کمال کی جگہ بنا دیا گیا۔ پھر اس کے گرد خیمے گاڑے جانے لگے تو نصیر بیگ نے ایک شخص سے پوچھ ہی لیا۔

"ہیلو...... سنو۔ کیا نام ہے تمہارا...... ؟"

"جوزف بیٹ مین......" اس نے جواب دیا۔

"مسٹر جوزف بیٹ مین کیا آپ ہم سے بات کرنا پسند کریں گے۔" نصیر بیگ نے کہا اور وہ ہنس پڑا۔

"میرا خیال ہے میں تم سے بات کر رہا ہوں۔"

"یہ خیمے کس کے لئے لگائے جا رہے ہیں۔"

"مہمانوں کے لئے۔"

"کون مہمان۔"

"وہ دنیا کے مختلف ملکوں سے آتے ہیں۔"

"کیوں؟"

"نیلام میں حصہ لینے کے لئے۔"

"کیسا نیلام؟"

"شاید تمہیں مسٹر سی گال کے کاروبار کے بارے میں نہیں معلوم۔"

"اوہ غلاموں کی تجارت!"

"صرف لڑکیوں کی۔ مردوں کی تجارت خطرناک ہوتی ہے کئی حادثات ہو چکے ہیں۔ اس لئے سی گال نے مرد غلاموں کی تجارت بند کر دی ہے۔ ہمارے گاہک ناراض ہو گئے تھے۔"

"یہ مہمان اکثر آتے رہتے ہیں؟"

"ہاں۔"

"کوئی سیزن ہوتا ہے۔"

"نہیں۔ جب مال ہمارے پاس جمع ہو جاتا ہے تو مستقل گاہکوں کو دعوت نامے بھیجے جاتے ہیں اور وقت تعین کر دیا جاتا ہے۔ یہ گاہک آجاتے ہیں۔"

"کس طرح؟"

"دریائی راستوں سے۔"

"وہ کب آرہے ہیں۔"

"بس سارے کام مکمل ہو چکے ہیں۔ اب ان کی آمد شروع ہونے والی ہے۔"

"شکریہ مسٹر بیٹ مین۔" نصیر بیگ نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

مارٹن نے گومی سیانا کو کھانے پینے کی بہت سی اشیاء دیں بوڑھی خوش خوراک تھی دیر تک کھاتی رہی اور پھر خوب شکم سیر ہوگئی تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کبھی کبھی کہا جاتا ہے کہ خرچ کرنے سے منافع حاصل ہوتا ہے' چنانچہ تم لوگوں کو بھی میں تمہاری ان کاوشوں کا پورا پورا انعام دوں گی لیکن میں نے تم سے پہلے بھی کہا ہے کہ مجھ پر بھروسہ کرنا' بات میری نہیں ستاروں کی ہے اور جو کچھ کہتے ہیں ستارے ہی کہتے ہیں ہاں اتنا میں بھی کہتی ہوں کہ ستارے جھوٹ نہیں کہتے۔"

"ہمیں تم پر اعتماد ہے گومی سیانا۔" جیمس پیرے نے کہا۔

"بیٹھ جاؤ.......... سب میرے گرد بیٹھ جاؤ یہ نہ سوچنا کہ جو مجھے کھلا رہا ہے میں صرف اسی کی بات کروں گی ایسا نہیں ہے بلکہ مجھے جو کچھ معلوم ہے میں تمہیں وہی بتاؤں گی۔"

"ہم سب سن رہے ہیں۔" ایمرے' یوٹ اور جیمس پیرے کے تمام ساتھی گومی سیانا کے گرد دائرہ بنا کر بیٹھ گئے تو گومی سیانا نے کہا۔

"سب سے پہلے سنہرے بدن والا آتا ہے اس شخص کا جس کا نام ایمرے ہے اور جو اپنی محبوبہ کی تلاش میں ہے اور جسے اس سے اس قدر محبت ہے کہ اگر اسے پہاڑوں کی

ے کود پڑنے کے لئے کہا جائے تو یہ انکار نہیں کرے گا تو اے شخص سن۔ تیری
نجھ سے زیادہ دور نہیں ہے۔ ہواؤں میں اسے تلاش کرے گا تو اس کے بدن کی
پائے گا اور تجھے جنوب کی جانب سفر کرنا ہے ہم جنوب اس سمت کو کہتے ہیں جدھر یہ
مری پگڈنڈی جاتی ہے یہ ہمیں اس جگہ پہنچائے گی جہاں تیری محبوبہ موجود ہے۔
یہ تو کہا ہے ستاروں نے اور یہ بھی کہا ہے کہ وہی میری منزل بھی ہے الاشا بھی
ی ہے سو اب میں اپنی قیاس آرائی کرتی ہوں وہ یہ کہ جب ایمرے کی محبوبہ اور
ایک ہی جگہ مل سکتی ہیں تو یقیناً" وہ جگہ سی گال کا ٹھکانہ ہی ہو سکتی ہے اور وہیں یہ
موجود ہیں' لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ تم لوگوں کی کاوشیں اس کے لئے قابل
نہیں ہوں گی بلکہ وہ کچھ اور ہی ہیں جو اس عمل کو تکمیل تک پہنچائیں گے اور نجانے
مجھے زوما کے نشان ملتے ہیں۔ اب یہ آسمان والا ہی جانے کے کہ زوما ستاروں کے
ب میں کہاں سے آگیا لیکن ہم جو سمجھتے ہیں وہ مکمل نہیں ہوتا کیونکہ ہمارے ذہن کی
ئی اتنی زیادہ نہیں ہے' تو یہ ہوئی تم دونوں کے ذہن کی بات اور تعین ہوگیا اس
تے کا جس پر تمہیں آگے بڑھنا ہے اور میں بات کرتی ہوں اب معزز شخص تیرے
ے میں کہ تیری طلب وہ دولت ہے جو نیل کنٹھ اور ٹارمی ویگا کی ملکیت ہے لیکن سن
دولت تک پہنچنے کے لئے بیس رکاوٹیں ہیں اور یہ رکاوٹیں تجھے دور کرنا ہوں گی لیکن
ہیں کہا جاسکتا کہ یہ رکاوٹیں ناقابل عبور ہیں..........
یقیناً" تیری تقدیر میں وہاں تک پہنچنا ہے لیکن ان بیس رکاوٹوں کا کوئی تعین نہیں کیا
ملتا کہ یہ کس قسم کی ہیں اور انہیں عبور کرنے میں کیا مشکلات پیش آسکتی ہیں لیکن ان
راستہ بھی جنوب کی سمت سے ہی جاتا ہے اور میں نے تجھے یہ بتا دیا کہ تیری منزل تجھے
بنًا" ملے گی۔ یہ ہے میری کاوشوں کا انکشاف اور شاید میں تم سب کے لئے تھوڑا تھوڑا
وم کرنے میں کامیاب ہوگئی ہوں۔" جیمس پیرے کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا اس نے
د اٹھا کر کہا۔
"اور علم نجوم سے مجھے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یونان کی تاریخ

علم نجوم کے عجیب وغریب کارناموں سے بھری پڑی ہوئی ہے اور ہم سب اس تاریخ سے گریز نہیں کرسکتے۔ یہ ایک فن ہے، ایک علم ہے لیکن معزز عورت تیرے انکشافات نے ہمیں بڑی تقویت بخشی ہے اور یقیناً ہم جنوب ہی کا رخ کریں گے اور تو ہمارے ساتھ ہوگی.........“ بوڑھی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بے شک۔ چونکہ وقت نے مجھے بھی یہ خوش خبری دی ہے کہ الاشابالاخر مجھے مل جائے گی۔“

”لیکن دوستو.........ہمیں یہ بھی سوچنا ہوگا کہ وہاں سی گال ملے گا جبکہ سی گال کے بارے میں جس قدر اطلاعات ہمیں مل چکی ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ بہت طاقتور گروہ کا مالک ہے اور یہ بردہ فروش اپنے طور پر بڑی قوت حاصل کرچکا ہے اس سے ہمارا مقابلہ آسان نہیں ہوگا۔“ ایمرے نے کہا۔

”تم کیا کہنا چاہتے ہو ایمرے.........“

”صرف یہ کہ اب ہمیں ہتھیار سنبھالنے ہوں گے اس طرح اب ہم اپنی منزل حاصل کرسکتے ہیں۔“

”بوڑھی کا کہنا ہی کہ ہمارا مددگار کوئی اور بھی ہوگا۔“ فیروز بولا۔

”بے شک۔ لیکن اس کے باوجود ہم اپنے طور پر غافل نہیں رہ سکتے ہمیں خود بھی تیار رہنا ہوگا۔“

”کیوں نہیں اور یہ تو ایک ایسا مقام ہے جس سے ہم خود بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ سی گال ایک خونخوار شخص ہے اور اگر اس کی ہلاکت ہمارے ہاتھوں ہوئی تو یہ اتنا برا نہیں ہوگا۔“

”تو پھر اب کیا ارادہ ہے؟“

”صبح کے ناشتے کے بعد سفر کی تیاریاں اور جنوب کا رخ۔“ جیمس پیرے نے جواب دیا اور سب منتشر ہوگئے۔ یوٹ خوش تھا کہ بوڑھی گوی سیانا کو جیمس پیرے نے خوش اسلوبی سے قبول کرلیا تھا اور ایمرے اس لئے خوش تھا کہ اسے ایلما کے نشانات ملے تھے

جو اس کی زندگی کا مقصد تھی اور جس کے لئے وہ ہزار بار مرنے کو تیار تھا۔

پھر جلدی جلدی تیاریاں مکمل کی گئیں اور یہ لوگ جنوب کی جانب چل پڑے جہاں اور لمبی لمبی گھاس کے درمیان ایسے وسیع راستے بنے ہوئے تھے جن سے آگے کا سفر سانی کیا جاسکتا تھا۔

وحشی سردار زوما حیرتناک طور پر چالاک تھا۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ سفر کر رہا تھا حالانکہ انہوں نے اپنے طور پر سردار خان کو ذہین سمجھتے ہوئے اس مشن کی قیادت سونپی تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی مستعد تھے حالانکہ ریٹا ہاروے بار بار اعتراضات کر رہی تھی۔ اس نے سرگوشی کے انداز میں مائیکل بائر اور لارک اینجلو سے کہا۔

"میں کنور مہتاب علی اور ہدایت اللہ کی ذہانت کی قائل ہوں یقیناً" وہ تجربے کار مہم جو ہیں لیکن بعض اوقات جذبات میں کچھ ایسے فیصلے بھی ہو جاتے ہیں جن کا نتیجہ مناسب نہیں نکلتا۔ دونوں نے کسی قدر ناخوش گوار نگاہوں سے ریٹا ہاروے کو دیکھا اور اینجلو بولا۔"

"سوری میڈم ریٹا.......... آپ کچھ زیادہ اعتراضات نہیں کر رہیں۔"

"تم لوگ میری باتوں کا برا مان رہے ہو؟؟"

"یہ برا ماننے والی بات ہے۔ ایک شخص اپنے آپ کو اس بات کا اہل ثابت کر چکا ہے کہ اس نے جو کچھ کیا وہی درست رہا اس کے باوجود آپ اسے احمق کہنے پر ضد کر رہی ہیں۔"

"ایسی بات نہیں ہے ہر ایک کو اپنی زندگی عزیز ہوتی ہے مجھے بھی ہے۔ آپ لوگوں کی غلطی کہیں میرے لئے مشکل کا باعث نہ بن جائے۔"

"ایسی صورت میں میڈم ریٹا کیا کیا جاسکتا ہے آپ کوئی مناسب مشورہ دے سکتی ۔" مائیکل بائر تلخ لہجے میں بولا۔

"یہ طریقہ کار تو مناسب نہیں ہے۔ ہم سب ایک دوسرے کو مشورے دینے کا حق تے ہیں۔"

"اور یہ حق آپ سے بالکل نہیں چھینا جا رہا۔ لیکن ہر چیز کا کوئی نہ کوئی جواز ہوتا ۔"

"میں اس احمقانہ مہم سے ہی اختلاف رکھتی ہوں۔"

"آپ کو وہ راستے یاد ہیں جن کے ذریعے ہم نیل کنٹھ تک پہنچیں گے۔" مائیکل نے سوال کیا۔

"مقصد؟"

"ذرا نقشوں پر نگاہ ڈالئے۔ کیا ہم ان ہی راستوں پر آگے نہیں بڑھ رہے جن سے زر کر ہمیں نیل کنٹھ تک پہنچنا ہے۔"

"ہاں۔ راستے تو وہی ہیں۔"

"تو کیا ان راستوں میں ہمیں سی گال کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ ریٹا سوچ میں وب گئی پھر آہستہ سے بولی۔"

"یہ سی گال کوئی نئی چیز ہے کیوں کہ پچھلی مہم کے دوران ہم نے ان علاقوں میں ان کا تذکرہ نہیں سنا" "تو کیا۔ آپ کا خیال ہے کہ ہم نے پہلے سے اسے آپ کے استقبال کے لئے یہاں بھیج دیا تھا۔"

"بھئی کیسی باتیں کر رہے ہو تم لوگ۔ میں نے تم سے اختلاف تو نہیں کیا ہے صرف اپنے خدشے کا اظہار کر رہی ہوں۔"

"اصل میں مادام ریٹا ہر ایک سے گریز کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ ہم انہی راستوں سے گزر رہے ہیں جن سے ہمیں جانا ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں لیکن ہماری تعداد اتنی زیادہ نہیں تھی کہ ہم چھپ کر یہاں

سے نہ نکل سکتے جبکہ یہ وحشی بہت بڑی تعداد میں ہیں۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ ان کی وجہ سے ہم منظر عام پر آجائیں گے۔"

"میں یہی کہنا چاہتی تھی۔"

"فرض کیجئے ان کے بغیر ہم منظر عام پر آگئے تو۔"

"تو پھر ہم سب کو جہنم رسید ہو جانا ہوگا۔" ریٹا ہاروے نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"یہی ہم بھی کہہ رہے ہیں کہ جہنم رسید ہوتے ہوئے اگر ہم اپنے ساتھ ایک باقاعدہ فوج بھی لے چلیں تو زیادہ بہتر رہے گا۔ ریٹا ہاروے منہ بنا کر خاموش ہوگئی تھی' سردار خان نے جس طرح ان جنگلیوں کو کنٹرول کیا تھا اسے سر ہدایت اللہ بھی دیکھ رہا تھا۔ ابھی تک کسی کو گمان نہیں ہو سکا تھا کہ سردار خان کے روپ میں کوئی اور شخصیت ہے یا اس کی بیوی شمسہ ایک نو خیز کنواری لڑکی ہے' شرارتوں اور دلیری سے بھرپور......... یہ اب صرف سر ہدایت اللہ ہی جانتا تھا اور اس نے دل ہی دل میں سردار خان کی ذہانت کا اعتراف کیا تھا۔

حقیقت کا انکشاف ہونے کے بعد نجانے کیوں اسے یہ شخص بہت اچھا لگنے لگا تھا۔ بارہا اس کے جذبات اس کی چہرے پر رقصاں ہوئے لیکن صورتحال کی نزاکت کے احساس نے اسے اپنے آپ پر کنٹرول رکھنے کے لئے مجبور کر دیا تھا' غرض یہ کہ یہ سفر جاری رہا اور کافی طویل رہا۔ جنگلی اس طرح تعاون کر رہے تھے جیسے وہ ان کے غلام ہوں اور اگر یہ اجازت دیں تو وہ ان کی گاڑیوں کو بھی کندھے پر اٹھا کر چلنے لگیں۔ سردار خان سردار زما سے اشاروں کی زبان میں بات کرتا تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دونوں ایک دوسرے کی زبان کو سمجھ چکے ہوں پھر سردار خان نے ہی اسے رات کے قیام کے دوران کہا۔"

"میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ جنگلی گاجر مولی کی طرح کٹ کر نہ مرجائیں بلکہ ہم ان کا تحفظ بھی کریں۔"

"کیسے؟ کیا خیال ہے تمہارا اس بارے میں۔" ہدایت اللہ نے فوراً ہی سردار خان

ت پر غور کیا۔

"میں آپ لوگوں کے سامنے کوئی تجربہ نہیں رکھتا نہ کسی بھی طرح آپ سے زیادہ ردگی دکھا سکتا ہوں لیکن میری رائے ہے کہ مناسب صورتحال کا اندازہ کرنے کے بعد ب سے پہلے انہیں گولیوں کی باڑھ پر رکھیں اور اپنی جانب متوجہ کرلیں پھر جب وہ بھی مقابلے پر آجائیں تو یہ جنگلی عقب سے ان پر حملہ کریں۔"

"کیا انہیں اس حد تک کنٹرول کر سکو گے۔" ہدایت اللہ نے پوچھا۔

"کوشش کی جاسکتی ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے جیسے آپ مناسب سمجھیں۔ اس طرح کریں سردار خان۔" ہدایت نے سردار خان کی اس خواہش کا فیصلہ کر دیا اور سردار خان منصوبہ بندی کرنے لگا۔

مائیکل بائز اور لارک اینجلو اس سلسلے میں سردار خان سے اختلاف نہیں رکھتے تھے ن ریٹا ہاروے مسلسل بے چین نظر آرہی تھی پھر کنور مہتاب علی نے ہی اس سے اس بے چینی کی وجہ پوچھ لی۔

"میڈم ریٹا۔ آپ مجھے کچھ بے چین محسوس ہو رہی ہیں۔"

"بس میں کچھ کہنا نہیں چاہتی لیکن میرا تجربہ مجھے بتا رہا ہے کہ ہم برے وقت کا شکار ہونے والے ہیں۔"

"کیسا تجربہ........."

"مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے اس مہم میں کچھ مسخرہ پن ہو رہا ہو اپنی اپنی تقدیریں آزمائی جارہی ہوں' کاش میں اس مہم سے کنارہ کشی اختیار کر سکتی۔"

"لیکن کیوں میڈم ریٹا........."

"آپ لوگوں نے اس عجیب و غریب مہم کی قیادت ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ے دی ہے جس نے ابھی تک کسی کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ میرا مطلب ہے کہ جو ایک عام سا آدمی ہے ایک ملازم قسم کا آدمی........."

"لیکن میڈم ہاروے آپ نے اب تک اس کی کارکردگی کا جائزہ نہیں لیا۔"

"وہ ایک الگ بات تھی' ٹھیک ہے وہ لڑائی بھڑائی کا ماہر ہے اور اس نے اپنے طور پر ایک ایسا کارنامہ سر انجام دیا دیا ہے جو آپ لوگوں کے لئے اہمیت کا حامل ہے لیکن اسے صحرائے اعظم افریقہ میں کسی مہم کا کوئی تجربہ ہے۔"

"نہیں میڈم ہاروے یہ بات ایسی نہیں ہے جس پر غور کیا جائے اور پھر وہ لوگوں کو الٹی سیدھی ہدایات تو نہیں دے رہا' اگر وہ اپنے آپ کو ہم سے برتر ظاہر کرنے کی کوشش کرے تب تو پریشانی کی بات ہے لیکن ہم لوگ خود بھی اپنی آنکھیں کھلی رکھے ہوئے ہیں' جہاں کہیں اس سے چوک ہوگی ہم اسے اس عمل سے روک دیں گے میرے خیال میں آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے........" ریٹا ہاروے خاموش ہو گئی تھی۔ سرہدایت اللہ نے ٹرانسمیٹر پر اس وقت عرشی سے رابطہ قائم کیا جب باقی تمام افراد سو گئے تھے رابطہ فوراً ہی قائم ہو گیا تھا۔

"ہاں بیٹے۔ کیا ہو رہا ہے۔"

"عیش ہو رہے ہیں ڈیڈی۔" عرشی چہکتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"تمہارا ایڈونچر کا شوق پورا ہو گیا۔"

"ڈیڈی........ زندگی کا لطف آکر رہ گیا ہے........"

"خوف تو نہیں محسوس ہوا۔"

"نہیں ڈیڈی........خوف کس چیز کا نام ہے........"

"تو میری توقع سے زیادہ بہادر نکلی عرشی........میں تجھ پر فخر کرتا ہوں۔"

"تھینک یو ڈیڈی........تھینک یو ویری مچ........"

"نادر شاہ کس حال میں ہے؟"

"جنگلیوں کو عیش کرا رہا ہے۔ لیجئے وہ واپس آگیا۔" عرشی نے کہا۔

"مجھ سے بات کرے گا۔"

"آپ کہیں گے تو ضرور کرے گا ڈیڈی۔"

"تم نے اسے بتا دیا۔"

"جی ڈیڈی۔ پتہ چل گیا اسے........"

"ہوں........بات کراؤ میری........" سرہدایت اللہ نے کہا اور عرشی نے نادر شاہ کو ٹرانسمیٹر دے دیا اور کہا کہ ڈیڈی اس سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ نادر شاہ نے ٹرانسمیٹر ہاتھ میں لے لیا اور بولا۔

"ہیلو سر........نادر شاہ بول رہا ہوں........"

"بھئی........ تمہارا تعارف مجھ سے ہو گیا ہے سردار خان کی حیثیت سے تو میں تم سے بہت بار گفتگو کر چکا ہوں۔ لیکن اس وقت مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔"

"سر........ آپ کا خادم ہوں........"

"اچھا نادر شاہ یہ بتاؤ۔ کیا صورتحال ہے۔"

"سر........ سب سے پہلے تو ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ یہ جنگلی ہماری صحیح رہنمائی کر بھی سکتے ہیں یا نہیں' ویسے اس بات کی توقع ہے مجھے کہ یہ لوگ ہمیں صحیح جگہ لے جائیں گے۔ ہم ان سے کافی فاصلہ رکھ کر سب سے پہلے صورتحال کا جائزہ لیں گے اور یہ اندازہ لگائیں گے کہ ہم حملہ کہاں سے کر سکتے ہیں۔ میں نے جو تجویز پیش کی تھی اس کا یہی مقصد تھا کہ ہم ان انسانوں کو جانوروں کی طرح آگ میں نہ جھونک دیں بلکہ پہلے خود صورتحال کا جائزہ لیں اور ایسی سچویشن بنالیں کہ ان پر قابو بھی پایا جاسکے۔ جنگلیوں کو ہم دوسرے مرحلے پر استعمال کریں گے........"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن کیا تم ان وحشیوں کو قابو میں کرلو گے۔"

"سر اسے آپ مجھ پر چھوڑ دیجئے میں بھی زندگی میں پہلی بار اپنے آپ کو آزمائش میں ڈال رہا ہوں اگر آپ کسی بھی مرحلے پر میری منصوبہ بندی میں کوئی کمی محسوس کریں تو پھر میں آپ کی ہدایت کا انتظار کروں گا۔"

"ٹھیک ہے نادر شاہ........تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں مجھے........ لیکن ابھی ہم اس پوزیشن میں نہیں ہیں' یہ ساری باتیں بعد میں ہوں گی۔"

"سر میں ہر طرح آپ کے لئے حاضر ہوں........" نادر شاہ نے کہا۔

"اچھا.........عرشی سے کہو کہ میں پھر اس سے بات کروں گا اب ٹرانسمیٹر بند کر رہا ہوں.........." سرہدایت اللہ نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا پھر وہ نادر شاہ کے بارے میں سوچنے لگے اور اس کیفیت کا دوبارہ شکار ہو گئے۔ جس کا پہلے ہوئے تھے۔ نادر شاہ اور عرشی کی بے تکلفی دونوں کی قربت' درمیان میں بچی' ہر چند کہ عرشی ذرا مختلف طبیعت کی مالک تھی۔ گھر میں ہی اس نے کیا طوفان اٹھایا تھا اور گل کو اپنی بچی ظاہر کرتی رہی تھی اسے کسی بات کی پرواہ نہیں تھی کہ لوگ کیا کہیں گے اور اس کے بعد اس نے فرضی شوہر کا جو ایک ڈرامہ رچایا تھا اس نے درحقیقت گھر والوں کو نچا کر رکھ دیا تھا۔ وہ معصوم ہے' الھڑ ہے۔ اونچ نیچ نہیں سوچتی جو دل میں آتا ہے کر بیٹھتی ہے۔ چنانچہ یہ بھی ممکن ہے کہ نادر شاہ سے اس کا کوئی ذہنی لگاؤ نہ ہو۔ بس اس مہم کے لئے اس نے کسی نہ کسی طرح نادر شاہ کو آمادہ کر لیا ہو اور اس سے کام لے رہی ہو لیکن اگر اس کے دل میں نادر شاہ کے لئے کوئی نرم گوشہ موجود ہے تو یہ برا نوجوان نہیں معلوم ہوتا اس کی گفتگو کا انداز' اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی مردانگی اور اس کی آنکھوں سے جھلکتی ہوئی شرافت اس بات کا احساس دلاتی ہے کہ خاندانی ہے اور کسی بھی طرح ناقابل بھروسہ نہیں ہے۔ نجانے کب تک یہ تمام باتیں سوچتے ہوئے بالآخر وہ سو گئے تھے اور دوسرے دن پھر اس سفر کا آغاز ہو گیا۔ وہ لوگ نادر شاہ کو ایک بہترین رہنما پا رہے تھے۔ جنگلی اس کے اشارے پر عمل کر رہے تھے۔ ان کے سردار زوما کے چہرے پر سردار خان کے لئے عقیدت کے آثار نظر آتے تھے سب ہی اس پر گہری نگاہ رکھ رہے تھے۔

مائیکل بائر نے لارک اینجلو سے کہا۔ "لارک مجھے ایک عجیب احساس ہو رہا ہے"

"کیا مسٹر بائر۔"

"کیا یہ شخص ایک عام آدمی ہے۔"

"آپ کی نظر بھی اس وقت سردار خان پر ہے۔" یقیناً" آپ اس کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔"

"ہاں۔"

"میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں مسٹر بائر۔ یقیناً" یہ عام آدمی نہیں معلوم ہوتا۔"

مائیکل بائر کچھ دیر تک پر خیال انداز میں لارک اینجلو کی صورت دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

"مجھے ایک احساس ہو رہا ہے ڈیئر اینجلو۔ وہ یہ کہ اگر یہ اتنا ذہین آدمی ہے اور ...طور پر اس قدر کارکردگی کی صلاحیت رکھتا ہے تو کہیں ہمارے لئے کوئی بڑی مشکل نہ بن جائے۔"

"مثلاً.........." لارک اینجلو نے سوال کیا اور مائیکل بائر ہنسنے لگا پھر بولا۔

"ہم اب تک ریٹا ہاروے کا مذاق اڑاتے رہے ہیں بلکہ اس سے انحراف کرتے رہے ہیں لیکن ایسا نہ ہو کہ آنے والے وقت میں ہمیں شرمندگی اٹھانی پڑے۔"

"کھل کر کہو۔ مائیکل بائر.........." لارک اینجلو نے سنجیدگی سے کہا۔"

"جو شخص اس طرح ایک طویل عرصے کے بعد اپنی صلاحیتوں کا اظہار کر سکتا ہے ...میرا مطلب سمجھ رہے ہیں نا.......... وہ ایک طویل عرصے تک گردن جھکائے ہمارے ...حالات کی پابندی کرتا رہا اور اس نے کہیں بھی یہ اظہار نہیں ہونے دیا کہ وہ ایک ...درجے کا آدمی ہے اور اس کے بعد اس کی صلاحیتیں آہستہ آہستہ منظر عام پر آئیں ...پتہ چلا کہ وہ اسلحے کا ماہر بھی ہے اور مارشل آرٹس بھی جانتا ہے تو ایسے کسی شخص کے ...میں تم کیا کہہ سکتے ہو.........." دونوں گہری سوچ میں ڈوب گئے پھر لارک اینجلو نے

"تمہارا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی وقت وہ پر پرزے نکال سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے وہ پر پرزے نکال چکا ہے اور اب آہستہ آہستہ اپنے آپ کو منظر عام ...ہے۔"

"مستقبل میں اس کے بارے میں آپ کا خیال کیا ہے۔" لارک اینجلو نے پوچھا

مائیکل بائر ہنس پڑا پھر بولا۔

"اس بات کے امکانات بھی ہو سکتے ہیں کہ مستقبل میں وہ ہم سب کو اپنا غلام

بنالے یا پھر ہماری تمام کاوشوں پر پانی پھیر دے اور خود اس عظیم الشان خزانے کا مالک ہ
جائے کیونکہ اب تو وہ تمام صورتحال سے واقف ہو چکا ہے۔"

"بات قابل غور ہے اور اگر ہم اس بات پر غور کر رہے ہیں تو پھر یہ تو زیادتی ہ
ریٹا ہاروے کے ساتھ کہ ہم اس کا ناصرف مذاق اڑاتے رہے۔ بلکہ میرا خیال ہے اس
توہین بھی کی ہے ہم نے۔"

"لیکن کچھ کیا بھی تو نہیں جاسکتا ہم مخدوش کیفیت میں ہیں۔ اگر ان لوگوں ن
بہت زیادہ اختلاف کا اظہار کرتے ہیں تو ہم سے صاف کہہ دیا جائے گا کہ ہم اپنے طو
جو مناسب سمجھیں کریں اور کیا ہم اپنے طور پر کچھ کر سکتے ہیں ہمارے پاس تو کوئی ذ
بھی نہیں ہے۔"

"نہیں نہیں......... اس حد تک سوچنے کی ضرورت نہیں ہے سرہدایت اللہ
کنور مہتاب علی ہمارے لئے اجنبی لوگ نہیں ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے پر اعتماد ہے ا
ذرا سی غلط فہمی سے اس اعتماد کو مجروح کرنا مناسب نہیں ہوگا' انہیں کسی شکایت کا مو
دیا جائے۔ ویسے ڈیئر بائز اگر ہم خود پر غور کریں تو صورتحال کا سہی اندازہ نہیں ہو پاتا۔

"کون سی صورتحال.........." مائیکل بائز نے سوال کیا۔

"دیکھو......... یہ منصوبہ ہمارے درمیان بنا کہ کسی نقلی لڑکی کو اس کھیل میں ش
کیا جائے اور پھر بعد میں نیل کنٹھ پہنچنے کے بعد اصل صورتحال پر کام کیا جائے حالا
ابتداء ہی سے مجھے اس بات کا احساس بھی رہا ہے کہ نیل کنٹھ کا مذہبی رہنما اس قدر
وقوف نہیں ہو سکتا کہ ایک نقلی لڑکی سے دھوکا کھا جائے چاہے ہم کتنی ہی ذہانت کا مظ
کیوں نہ کریں لیکن پھر بھی کنور مہتاب علی چونکہ اس مسئلے میں زیادہ اہمیت کا حامل
اس لئے اس کے دلائے ہوئے اعتماد پر ہم نے بھروسہ کیا اور اس مسئلے کو ذہن سے
بھی دیں تو بات پھر وہیں آجاتی ہے یعنی یہ کہ ہدایت اللہ یا کنور مہتاب علی اس سلسلے
ہم سے غیر مخلص نہیں ہو سکتے یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے بھی دھوکا کھایا ہو۔"

"کیسا دھوکا........"

"بھئی یہ شخص میری مراد سردار خان سے ہے بڑی دانشمندی سے ہمارے
ین گھسا ہو اور اس نے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہو۔"

"کبھی کبھی حالات بے شک ایسا رخ اختیار کر لیتے ہیں لیکن اتنی عمدگی اور اتنی
ے اپنی مرضی پر قابو پا کر کام کرنا مشکل ہے اس نے اس کا مطلب ہے کہ ہم سب
بے وقوف بنا دیا......... یعنی اگر کنور مہتاب علی اور سرہدایت اللہ اس کے بارے
واقفیت نہیں رکھتے........."

"اصل میں مرزا نصیر بیگ کے اس مسئلے کی اشاعت کے بعد اصولی طور پر تو بے
پڑیوں کو نیل کنٹھ کے چکر میں پڑ جانا چاہیے تھا۔ مجھے تو یہ سفر کرتے ہوئے کئی بار
یرت ہوئی ہے کہ جس طرح ہم سوچ رہے تھے کہ بے شمار لوگ اس چکر میں پڑے
ہوں گے لیکن ہمارا واسطہ زیادہ لوگوں سے نہیں پڑا۔"

"ہاں......... میں نے بھی اس بارے میں سوچا ہے جبکہ اس سلسلے میں متوجہ ہونے
شخص جیمس پیرے تھا اس کا مطلب ہے کہ لوگوں تک یہ کہانی پہنچی ہے اور کچھ
انے اس پر توجہ بھی دی ہے لیکن زیادہ لوگوں نے نہیں........."

"ہم اصل مقصد سے ہٹ گئے مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ کہانی کنور مہتاب
وطن کے اخبارات میں شائع ہوئی وہاں سے کسی کا اس طرف متوجہ ہو جانا ناممکن
یں ہے۔"

"اور تمہارے خیال میں سردار خان سب سے پہلے اس جانب متوجہ ہوا۔"

"ہاں......... یہی میرا خیال ہے۔"

"دیکھو ڈیئر بائز......... اب اگر ایسا ہو بھی گیا ہے تو ہم صرف حالات کا تجزیہ کر کے
الجھن نہیں پیدا کرنا چاہتے۔"

"تو پھر کیا کیا جائے۔"

"صبر......... اندازہ لگاؤ کہ کب سردار خان کھل کر سامنے آتا ہے۔ اصل میں وہ
تاب علی اور ہدایت اللہ کا ہم وطن بھی ہے اگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو

ابھی تک ہمیں اس کی طرف سے کوئی شکایت کا موقع نہیں ملا ہے' وہ ہم سب کے ساتھ ادب کا رویہ اختیار کئے ہوئے ہے اگر ایسے حالات میں ہم صرف اس وہم کی بنیاد پر اس پر اعتراض کریں تو فطری امر ہے کہ ان دونوں کو بھی ناگوار گزرے گا میں بس یہی اختلاف نہیں چاہتا.........."

"ہاں.......... چاہتا میں بھی نہیں ہوں.......... بس ایسے ہی سوچ رہا تھا۔"

"نہیں میرا خیال ہے انتظار کرو اس وقت کا جبکہ کنور مہتاب علی اور سر ہدایت اللہ کو بھی اس بات کا احساس ہو یا پھر کوئی صورتحال ایسی نہ پیش آجائے جس سے سردار خان کی شخصیت کھل جائے۔"

"لیکن اس وقت بازی ہمارے ساتھ سے نکل چکی ہوگی.........." مائیکل باز... تشویشناک لہجے میں کہا اور لارک اینجلو مسکرا دیا.......... پھر بولا۔

"ایک مہم جو کی زندگی میں اگر ایسے واقعات نہ پیش آتے رہیں تو پھر اسے مہم جو کہنا بے وقوفی ہوگی یہ تو پھر ایک عام زندگی ہوگئی۔ لارک اینجلو کی بات پر مائیکل باز... پر خیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔"

"ہاں.......... میں آپ کی اس بات سے اتفاق کرتا ہوں.......... اس کے بعد دونوں خاموش ہوگئے تھے۔ سردار خان اپنے فرائض بڑی خوبصورتی سے سرانجام دے رہا تھا کہیں بھی کسی جگہ اس کے انداز میں سرکشی نہیں پائی جاتی تھی۔ جنگلی تو جیسے اس... غلام بن کر رہ گئے تھے اس کے ایک اشارے پر ہر طرح کے کام کرتے تھے اور یہ حقیقت ہے کہ جنگلیوں کی شمولیت سے ان لوگوں کو بڑی آسانیاں ہوگئی تھیں کوئی کام نہیں ا... پڑتا تھا سردار خان زیادہ تر زوما کے ساتھ رہتا تھا اور اس کے اشارے سمجھنے کی کوشش کر... تھا اس کی بیوی شمسہ بھی ہر وقت بچی کو گود میں لئے جنگلیوں کے ساتھ رہتی تھی او... بھی ان لوگوں کے لئے ایک عجیب سی بات تھی کہ ایک عام عورت جو ان وحشی جنگلیوں کی صورت دیکھ کر ہی دہشت سے بے ہوش ہو جائے اس طرح ان میں گھل مل گئی کہ اب کبھی کبھی جنگلی اس بچی کو بھی اپنی گود میں لے کر سفر کرتے تھے۔ پھر اس...

...سمان پر بادل چھا گئے تھے اور مدھم مدھم بوندا باندی ہو رہی تھی۔"

"چنانچہ وقت سے کچھ پہلے ہی پڑاؤ کرلیا گیا تاکہ اگر بارش ہو جائے تو فوری طور پر ...ں سے بچاؤ نہ کرنا پڑے اور ممکن ہے کہ انہیں اس سے بہتر کوئی جگہ دستیاب نہ ہو ...ں سے بارش کی پناہ حاصل ہو سکے۔ پڑاؤ کے بعد اپنی اپنی مصروفیات کا آغاز ہو گیا اور ...ب کسی نہ کسی کام میں لگ گئے۔ جنگلی اپنا گروہ الگ سمیٹ کر اپنی زندگی کی ضروریات ...ری کرنے لگے تھے پھر وہ دو دو تین تین کی ٹولیوں میں آگے نکل گئے' احتیاطاً آگ ...ں روشن کی جاتی تھی کیونکہ رات کے وقت آگ کا دور سے دیکھ لیا جانا ممکن ہو سکتا تھا ...یہ بات سب ہی جانتے تھے کہ سی گال کے گروہ جنگل میں بھٹکتے پھرتے ہیں غرض یہ کہ ...م تر مصروفیات جاری تھیں کھانا پینا ہو چکا تھا اور بس سب لوگ بیٹھے ہوئے باتیں کر ...ہے تھے کہ اچانک سردار زوما دوڑتا ہوا ان کے قریب پہنچا اس کا سانس پھول رہا تھا اور ...محسوس ہوتا تھا جیسے وہ بہت دور سے آیا ہو' سردار خان کے سامنے پہنچ کر وہ گھٹنوں ...بل زمین پر بیٹھا دونوں ہاتھ سیدھے کرکے سجدے کا سا انداز اختیار کیا اور پھر تین چار ...یہ حرکت کرکے سیدھا ہوگیا پھر وہ کھڑے ہو کر ناچنے لگا اور اپنے ہاتھوں کو فضا میں بلند ...نے لگا' وہ سب حیرت اور دلچسپی سے اسے دیکھ رہے تھے پھر اس نے سردار خان کے ...نے آکر دونوں ہاتھ سیدھے کئے جھکا اور ہاتھ کے اشارے سے ایک طرف کچھ بتانے لگا ...ار خان اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔"

"شاید اس نے کچھ دیکھ لیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں۔"

"یہ بہت دور سے آیا ہے۔" کنور مہتاب علی بولا۔

"مطلب.........."

"ظاہر ہے تمہیں بھی وہاں تک لے جائے گا۔"

"تو میں چلا جاؤں گا۔"

"تنہا.........."

"جی.........."

"سردار خان کوئی خطرہ بھی پیش آ سکتا ہے۔"

"سر اللہ مالک ہے۔"

"ہم میں سے کوئی تمہارے ساتھ چلے.........."

"مناسب نہیں ہو گا سر.........."

"ہوں.........تو پھر تم جا رہے ہو.........."

"یقیناً" دیکھ کر آتا ہوں کہ اس نے کیا دیکھا ہے۔" سردار خان نے کہا اور وہ خاموش ہو گئے۔"

"اجازت چاہتا ہوں.........."

"جاؤ........." کنور مہتاب علی نے کہا اور سردار خان زوما کے ساتھ ادھر چل پڑا جدھر زوما اسے لے جانا چاہتا تھا۔"

دو اور جنگلی ان دونوں کے ساتھ ہو لئے تھے۔ زوما کے اندر بڑا جوش بڑی وحشت نظر آ رہی تھی اور وہ عجیب و غریب کیفیت کا شکار تھا۔ نادر شاہ کو یہی احساس ہوا کہ شاید اس نے سی گال کا ٹھکانہ پالیا ہے بہرحال وہ زوما کے ساتھ چلتا رہا۔ یہ تمام واقعات اس کی اپنی زندگی کے لئے بالکل نئے اور انوکھے تھے لیکن ذہین اور نوجوان آدمی تھا.........مہم جوئی کی زندگی اسے بے حد دلکش لگی تھی اور وہ خود بھی اب اس میں پوری طرح ملوث ہو چکا تھا عرشی کے لئے واقعی اس کے دل میں اتنی محبت اور اتنا جذبہ پیدا ہو چکا تھا کہ اب وہ اس کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار تھا۔ اس مہم جوئی کے سلسلے میں اس کے دل میں خزانے وغیرہ کے حصول کے لئے تصور نہیں تھا۔ اس کے اپنے خیال میں انسان کے پاس سب سے قیمتی خزانہ اس کے بازو ہوتے ہیں جن سے محنت کرکے وہ ساری زندگی گزار سکتا ہے۔ سارے خزانے یکجا ہو جائیں اور کرنے کے لئے کچھ نہ ہو تو زندگی کا اختتام تو وہیں ہو جاتا ہے۔ وہ اگر سرگرداں تھا تو صرف عرشی کے لئے جس کی محبت اب اس کے دل کی گہرائیوں میں اتر چکی تھی۔ سردار زوما نے کافی طویل سفر کیا اور پھر سردار خان نے وہ سب کچھ دیکھ لیا جو سردار زوما اسے دکھانا چاہتا تھا زوما نے سی گال کی بستی تلاش کر لیا

حالانکہ رات کا وقت تھا لیکن مناظر کا اندازہ ہو رہا تھا۔ ٹھاٹیں مارتے ہوئے دریا کا .... اور اس کے پاس دور دور تک بکھرے ہوئے ستارے' یہ ستارے ان رہائش ہوں کے چراغ تھے جن میں سی گال اور اس کے ساتھی رہتے تھے۔

"زوما اس کے نزدیک خاموش کھڑا تھا نادر شاہ نے اسے دیکھ کر اس کے بازو پر ہاتھ ئے اور اوپر سے نیچے گردن ہلا دی۔ پھر اسے واپسی کا اشارہ کیا۔ زوما کے اور اس کے میان جیسے ٹیلی پیتھی کا رشتہ قائم تھا۔ جو اس کے ذہن میں ہوتا تھا زوما اسے باآسانی سمجھ تا تھا۔ وہ خود بھی سردار تھا اور جنگی حکمت عملی پر یقین رکھتا تھا۔ اس نے خود اندازہ لگا لیا ۔ اس کا دوست حکمت عملی سے کام لینا چاہتا ہے۔

ادھر نادر شاہ سوچ رہا تھا کہ زوما......... ایک بار تو نے پھر مجھے پولیس والا بنا دیا ہے۔ اس وقت میں ایک مجرم کے لئے کام کرنا چاہتا ہوں۔ جو بردہ فروش بھی ہے اور ل بھی.........!

مرزا نصیر بیگ اور زاہد بڑی ذہانت سے اپنا کام کر رہے تھے وہ اب صرف گھومتے پھرتے ہی نہیں رہتے تھے بلکہ انہوں نے اپنے سپرد زبردستی کچھ کام بھی لے لئے تھے‘ ٹوٹی ہوئی جگہوں کی مرمت‘ جگہ جگہ کی صفائی‘ اپنے معیار سے بہت نیچے کے کام کر رہے تھے وہ اور دلچسپ بات یہ تھی کہ کسی نے ان سے ان کاموں کے لئے کہا بھی نہیں تھا‘ لیکن مرزا نصیر بیگ اور زاہد نے بارہا دیکھا تھا کہ سی گال نے کئی بار خود اپنی نگاہوں سے ان کا جائزہ لیا تھا اور انہیں دیکھتا رہا تھا‘ ولیم آرنلڈ کا حشر تو ان کے سامنے ہی ہو گیا تھا‘ لیکن اب اس کے دوسرے ساتھی بھی کہیں نظر نہیں آتے تھے‘ اس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ بھی زندگی کھو بیٹھے ہیں‘ تھوڑا بہت افسوس تو ہوتا تھا‘ مرزا نصیر بیگ کو لیکن انہوں نے جو کچھ کیا تھا اپنے ہاتھوں سے کیا تھا کسی اور کا قصور نہیں تھا‘ زاہد مرزا نصیر بیگ کے عمل سے خوش تھا اور اس نے کہا تھا۔

”آپ نے محسوس کیا سر؟“

”کیا؟“

”ہمیں دیکھا جاتا ہے۔“

”ہاں اور تم کیا سمجھتے ہو زاہد میں جو کچھ کر رہا ہوں جان.......... بوجھ کر کر رہا ہوں تاکہ ہماری زندگیاں محفوظ ہو جائیں..........“

”میں سمجھتا ہوں سر اور یہ اندازہ بھی لگا چکا ہوں کہ خفیہ طور پر ہماری نگرانی کی جاتی ہے۔“

”تم کیا سمجھتے ہو مجھے اس کا علم نہیں ہے؟“

”نہیں سر آپ ذہین آدمی ہیں..........“

”سی گال بے وقوف نہیں ہے اسے یہ اندازہ تو ہو گا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔“

”جی سر یقیناً..........“

”اتنا بڑا کام کر رہا ہے وہ بلاوجہ ہی نہیں کر رہا ہو گا‘ ہوشیار بھی ہو گا..........“

”کیوں نہیں..........“

”ویسے سر ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔“

”کیا؟“

”افریقہ میں بے شمار دولت کی تلاش میں آتے ہیں کوئی کالا سونا لے جانا چاہتا ہے‘ کوئی ہیرے جواہرات اور کوئی سونے کی تلاش میں آتا ہے‘ مختلف لالچ لیکر افریقہ میں دولت کی تلاش میں آتے ہیں‘ لیکن یہ کیسا شخص ہے جو یہاں رہ کر ایک عجیب کاروبار کر رہا ہے۔“

”لڑکیوں کا بیوپاری..........“

”جی سر۔“

”میں سمجھتا ہوں انسان کی اپنی فطرت ہوتی ہے زاہد اور وہ اسی کے مطابق کام کرتا ہے‘ تم نے سی گال کو بغور دیکھا ہے؟“

”جی ہاں‘ کیوں نہیں..........؟“

”کس قسم کا آدمی لگتا ہے وہ..........؟“

”بے حد خوف ناک اور طاقتور..........“

”میں نے کچھ اور بھی دیکھا ہے اس کے چہرے پر..........“

”کیا سر۔“ زاہد نے دلچسپی سے پوچھا۔

"درندگی' مکاری اور شیطانیت........"

"جی سر وہ تو ہے۔"

"یہ فطرت کا تقاضا بھی ہوتا ہے' بعض لوگ فطرتاً وحشی ہوتے ہیں ...."

"ممکن نہیں یقیناً' ایسا ہی ہے' تم میرے تجربے کو چیلنج نہیں کر سکتے زاہد۔"

"نہیں سر یقیناً' آپ نے اسے اچھی طرح ریڈ کیا ہوگا........"

"ہاں اور ایسے لوگ زاہد بے حد خطرناک ہوتے ہیں کب اور کس وقت ان کا موڈ بدل جائے' کب اور کس وقت وہ انسانی زندگی لینے پر آمادہ ہو جائیں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"خیر سر اس کا تو تجربہ بھی ہو چکا ہے........"

"کیسے........؟"

"آپ خود سوچ لیجئے کہ جو شخص زندہ انسانوں کو کھا جائے اور اس کے باوجود تہذیب یافتہ نظر آئے اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے........"

"ہاں خدا کی پناہ' وہ منظر اب بھی یاد کرتا ہوں تو دل لرز جاتا ہی' ہم نے افریقہ کے آدم خور تو دیکھے اور سنے ہیں لیکن یہ شخص افریقی نہیں اس کے باوجود آدم خور ہے۔"

"سر آپ یقین کیجئے کبھی کبھی مجھے آرنلڈ بہت یاد آتا ہے........"

"کیوں نہیں تم نے تو اس کی زندگی بھی بچائی تھی........"

"کچھ بھی ہے سر انسانوں کا افسوس تو ہوتا ہی ہے........"

"لیکن زاہد تم خود بھی تو سوچو اس نے اپنے آپ کو ناجانے کیا سمجھ لیا تھا' صحرائے اعظم کے خزانے مذاق ہی مذاق میں تو نہیں مل جاتے' محنت بھی کرنی پڑتی ہے' زندگی بھی دینی پڑتی ہے وہ یہ سمجھا تھا کہ ہم افریقہ میں داخل ہوں گے اور خزانہ سمیٹ کر واپس آجائیں گے۔ اب کوئی اپنے آپ کو خود ہی اتنا بے وقوف ثابت کرے تو دوسرا کیا کر سکتا ہے اس کے علاوہ .... آخر میں اور تم بھی تو ایسے ہی حالات سے گزر رہے ہیں' ہماری زندگیوں کو بھی تو خطرہ ہے ہم جس طرح یہ سب کچھ گوارہ کر رہے تھے اسے بھی کرنا

چاہیے تھا' تم یقین کرو زاہد میں فیصلہ کر چکا تھا کہ بے شک چاہے کتنا بڑا ہی خزانہ اس کے قبضے میں کیوں نہ چلا جائے اس کا حصہ میں اسے دے دوں گا اور اس سے کوئی بے ایمانی نہیں کروں گا' یہ دوسری بات ہے کہ اگر خزانہ محدود تعداد میں ہوتا تو پھر میں اسے سو میں سے تیس فیصد دے دیتا' ستر فیصد ہم دونوں تقسیم کرتے اور اگر وہ اتنا ہوتا کہ جس کا جتنا دل چاہے حاصل کر لے تو پھر میں نہ اسے اور نہ اس کے ساتھیوں کو روکتا۔" زاہد مسکرا دیا پھر بولا ....

"سر خزانہ کیا چیز ہوتی ہے؟"

"کیوں؟"

"بس ان حالات سے گزرنے کے بعد زندگی کی ناپائیداری کا احساس ہوتا ہے' اس مختصر سی زندگی کے لئے آدمی اتنا کچھ کیوں چاہتا ہے۔"

"تم کیا سمجھتے ہو زاہد میں کوئی غریب آدمی ہوں' نہیں ایسی بات نہیں ہے' میرا گھر ہے' اہل خاندان ہیں' بیوی بچے ہیں' یہ تو ایک شوق ہے' ایک نشہ ہے اور بالکل ایسا ہی نشہ جیسا مختلف انسانوں کو مختلف چیزوں کا ہوتا ہی ورنہ اپنی زندگی کی بازی لگا کر اس خزانے کا حاصل کرنا اور اس کے بعد اسے لے جا کر اپنے گھر میں محفوظ کر دینا کیا معنی رکھتا ہے' یہ تو صرف ایک شوق ہے ورنہ سچی بات تو یہ ہے کہ گھر کی آرام دہ زندگی سے اچھی زندگی اور کوئی ہوتی ہی نہیں ہے ...."

"سر آپ ٹھیک فرماتے ہیں مگر میرا نظریہ بڑا عجیب ہو گیا ہے' محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ بھرنا' صبح کو روزی کی تلاش میں نکلنا اور شام کو اس کے حصول کے بعد گھر واپس جانا دنیا کا بہترین عمل ہے اور شاید یہی انسانی زندگی کے لئے مخصوص بھی کیا گیا ہے........"

"نہیں زاہد یہاں مجھ کو تم سے اختلاف ہے' جدوجہد ہی زندگی ہے اور اگر انسان اپنی ذات میں اپنے آپ کو مکمل محسوس کرے تو سچی بات یہ ہے کہ زندگی سے دور ہو جاتا ہے........"

"جی سر۔" زاہد گردن جھکا کر خاموش ہوگیا۔ مرزا نصیر بیگ بھی کسی خیال میں ڈوب گیا تھا پھر اس نے کہا۔

"ویسے زاہد تم نے ان لڑکیوں کو دیکھا ہے جنہیں فروخت کے لئے اس کٹھرے میں بند کر دیا گیا ہے۔"

"سر ہو سکتا ہے آپ کو میری بات سے اختلاف ہو لیکن میں نے بہت کچھ سوچا ہے.........."

"کیا؟"

"میں نے خواب دیکھے ہیں سر.........."

"کیسے خواب۔" مرزا نصیر بیگ نے پوچھا اور زاہد ہنسنے لگا پھر بولا۔

"میں نے دیکھا ہے کہ میرے پاس ایک ایسی جادو کی قوت آگئی ہے جس سے میں دنیا کا ہر کام کر سکتا ہوں اور جب میں نے اس جادو کی قوت کو حاصل کرنے کے بعد سب سے پہلے کام کے بارے میں سوچا وہ یہی تھا کہ ان مظلوم لڑکیوں کو میں جادو کی قوت سے یہاں سے نکال لے جاؤں' سر ان کے اداس چہرے دیکھ کر میرے دل میں درد ہونے لگتا ہے۔ وہ کسی بھی رنگ اور کسی بھی نسل کی لڑکیاں ہیں لیکن انسان ہیں' ویسے سر ان میں کچھ سفید فام لڑکیاں بھی ہیں۔"

"ہاں' میں انہیں دیکھ چکا ہوں۔"

"نا جانے بے چاریاں کہاں سے ان کے ہاتھ لگی ہوں گی اور نا جانے کس گھر کا چراغ ہوں گی اور اب نا جانے کس کے ہاتھ لگ جائیں گی.........."

"ویسے یہ تجارت عجیب نہیں ہے.........."

"نفرت انگیز ہے سر۔ صرف عجیب نہیں کہہ سکتے ہم اسے۔" زاہد نے جواب دیا۔ نصیر بیگ خاموش ہوگیا' سی گال مست مولا آدمی تھا ایک عجیب و غریب فطرت کا مالک' کبھی کبھی وہ ایسے کھیل تماشوں میں مصروف نظر آتا جو عجیب ہوتے کبھی سنجیدہ حکمراں نظر آتا اور کبھی ایک ظالم درندہ۔ پھر اس نے ایک شام ان لوگوں کے پاس پہنچ کر کہا۔

"ہیلو ادھر آؤ میرے پاس۔" مرزا نصیر بیگ اور زاہد ان کے پاس پہنچ گئے۔ سی گال نے دلچسپی سے انہیں دیکھا اور بولا۔

"یہاں سب لوگ تمہاری تعریف کرتے ہیں۔"

"شکریہ سر۔"

"کیا لینے آئے تھے افریقہ میں؟"

"دولت سر۔" مرزا نصیر بیگ نے جواب دیا۔

"کتنی دولت چاہتے تھے؟"

"سر دولت کے لئے انسان شاید کبھی آخری فیصلہ نہیں کر سکتا.........."

"مطلب.........."

"اتنی دولت چاہتے تھے سر کہ دنیا میں کسی اور کے پاس نہ ہو۔" مرزا نصیر بیگ مسکرا کر بولا اور سی گال نے قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔

"سچ کہتے ہو' شاید ہر انسان یہی چاہتا ہے اب کیا کرو گے۔"

"کچھ نہیں سر.........."

"کیا مطلب؟"

"سر آپ ہمیں سچ بولنے کی اجازت دیں گے.........."

"ہاں سچ بولو۔"

"میں اور میرا ساتھی ذرا مختلف سوچ رکھتے ہیں۔ ہمارے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے' تنہا ہیں' دونوں بڑی بے بسی کی زندگی گزار رہے تھے' ہمارے لئے ہماری دنیا میں کچھ بھی نہیں تھا ہم نے یہ سوچا کہ بجائے اس کے کہ اس دنیا میں بیکار اور بے مقصد گھومتے رہیں زندگی میں ایک بار کوشش کرلیں کہ کچھ ہاتھ لگ جائے اس کوشش میں اگر ہمیں موت بھی آجائے تو کوئی بات نہیں ہے' بے بسی اور بے کسی سے جینے سے موت زیادہ بہتر ہے' ہم سر پر کفن باندھ کر دولت کے حصول کے لئے چل پڑے لیکن سر ہمیں دولت نہیں ملی اور ہم یہاں آگئے یہاں بھی اگر ہماری زندگی ختم ہو جائے تو ہمیں اپنی موت کا زیادہ

افسوس نہیں ہوگا کیونکہ ہم تو نکلے ہی دو چیزوں کی تلاش میں تھے.........."

"دو چیزیں.........." سیگال نے دلچسپی سے پوچھا۔

"جی سر.........."

"وہ کیا کیا.........."

"دولت یا موت آپ کو بتا چکے ہیں.........." سیگال نصیر بیگ کی بات سے بہ خوش ہوا تھا پھر اس نے کہا۔

"تم دونوں اچھے آدمی ہو سنو میں انسانوں کا تاجر ہوں بس کل شام تک ہمارے مہمان آنا شروع ہو جائیں گے۔ وہ دریائی راستے سے آتے ہیں۔ میں تم دونوں کو ایک ذمہ داری سونپنا چاہتا ہوں۔"

"اس سے زیادہ خوشی کی بات ہمارے لئے اور کوئی نہیں ہوگی سر۔"

"تم اسی پلیٹ فارم پر ان کا استقبال کرو گے اور انہیں ان کے خیموں تک پہنچاؤ گے جہاں ان کے جہاز آکر لگیں گے۔ میں تمہیں دو آدمی دیتا ہوں جو تمہارے کام کے انداز تمہیں بتا دیں گے۔ جو معزز مہمان آئے اسے اپنے ساتھ لے کر اچھے اور خوبصورت الفاظ کے ساتھ اس کے خیموں تک پہنچا دو اور پھر وہاں موجود لوگوں کو اس کی خاطر مدارات کے لئے ہدایت دو چونکہ یہ کام کل سے شروع کر دینا ہے تمہیں ... اس لئے ابھی تھوڑی دیر کے بعد وہ دو آدمی تمہارے پاس پہنچ جائیں گے جو تمہیں صورت حال سے آگاہ کر دیں گے جاؤ اس کے بعد تمہارے لئے بہتری کا کافی سامان ہوگا تقدیر کی دیوی آج تم پر مہربان ہوگئی ہے۔ سیگال کی وفاداری تمہیں وہ سب کچھ دے گی جس کی خواہش میں تم یہاں تک پہنچے ہو.........." مرزا نصیر بیگ نے دونوں ہاتھ باندھ کر سر جھکا دیا تھا اور زاہد بھی اس کی نقل کر رہا تھا۔ سیگال نے گردن ہلائی اور سے واپسی کے لئے مڑ گیا۔ اس کے جانے کے بعد مرزا نصیر بیگ نے مسکراتی نگاہوں زاہد کو دیکھا اور مسرور لہجے میں بولا۔

"زندگی کی مبارک باد قبول کرو زاہد۔" زاہد نے سوالیہ نگاہوں سے مرزا نصیر

کو دیکھا تو وہ کہنے لگا۔

"اتنی عمدگی سے کام کریں گے کہ سیگال ہم سے خوش ہو جائے.........."

"اس کے بعد سر۔"

"سمجھا کرو زاہد ہر کام کے لئے محنت کرنا ہوتی ہے ہم اتنا خوش کریں گے سیگال کو کہ وہ ہم پر مکمل اعتماد کرنے لگے۔ اس کے بعد جو پارٹیاں جنگل میں عورتوں کی تلاش میں نکلتی ہیں ہم ان میں شامل ہونے کی کوشش کریں گے۔ یہ پارٹیاں آسانی سے ہر سمت نکل جاتی ہیں اور جب ہم ان پارٹیوں میں شامل ہو کر عورتوں کی تلاش میں نکلیں گے زاہد تو ممکن ہے ہمارے ساتھ چند افراد ہوں' لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ہمیں اسلحہ بھی دیا جائے گا اور پھر سیگال کے ان آدمیوں کو ہلاک کرنا ہمارے لئے مشکل کام نہیں ہوگا جو ہماری پارٹی میں شریک ہوں گے اور پھر ہم آزاد ہوں گے' اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ کار ہو تو مجھے بتا دو.........." زاہد تحسین آمیز نگاہوں سے مرزا نصیر بیگ کو دیکھنے لگا پھر بولا۔

"یقیناً" سر' ایک مہم جو کی ذہانت اگر بے مثال نہ ہو تو وہ مہم جو ہی نہ ہو' آپ وقت کو دیکھ کر فیصلے کرنے کے ماہر ہیں' میں تو خیر بارہا یہ بات سوچ چکا ہوں.........." مرزا نصیر بیگ ہنسنے لگا تھا۔

پھر وہ دو آدمی مرزا نصیر بیگ کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے جن کے بارے میں سیگال نے کہا تھا' ان کا رویہ نصیر بیگ کے ساتھ بہت اچھا تھا اور ان میں سے ایک نے نرم لہجے میں کہا تھا۔

"مسٹر نصیر بیگ' بگ لارڈ نے جو ذمے داری آپ کو دی ہے ہم اس کے سلسلے میں آپ کو تفصیل بتانا چاہتے ہیں۔"

"میں تیار ہوں.........." پھر اس جگہ کو نصیر بیگ اور زاہد نے پہلی بار دیکھا جہاں تاجروں کے جہاز آکر لنگر انداز ہونے والے تھے۔ بہترین انتظامات کئے گئے تھے' وہاں جو لوگ تعینات تھے انہیں مرزا نصیر بیگ سے متعارف کرایا گیا اور ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ یہاں پروٹوکول مرزا نصیر بیگ دے گا' پھر اس کے بعد ان کیمپوں کی تفصیل مرزا نصیر بیگ

اور زاہد کو بتائی گئی جہاں یہ تاجر آکر ٹھہرنے والے تھے، تفصیل بتانے والوں میں سے ایک نے خیموں کے ان حصوں کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔

"یہاں القراش ٹھہرے گا" یہ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے جس ملک کا باشندہ ہے، مگر ذرا تند مزاج ہے، اس کی خدمت کے لئے یہ چار آدمی مخصوص کئے گئے ہیں جو ان کی زبان بھی جانتے ہیں اور انہی کے وطن کے لباس پہنیں گے، یہ دوسری جگہ سنگاترو کے لئے ہے، سنگاترو بڑا شاطر اور چالاک آدمی ہے، یہ تیسری خیمہ گاہ آرمیڈا کے لئے ہے۔" اور یہ رہنمائی کرنے والے تمام تفصیل مرزا نصیر بیگ کو بتاتے رہے اور مرزا نصیر بیگ اور زاہد نے اس تفصیل کو پوری طرح ذہن نشین کرلیا، اب اسی میں نجات تھی کہ سیگال کے مزاج اور معیار پر پورا اترا جائے۔ بس اسی میں بچت تھی، مرزا نصیر بیگ نے خود بھی ان خیمہ گاہوں کا جائزہ لیا اور بڑی محنت اور ذہانت کے ساتھ وہاں کام کرنے والے اسٹاف سے اس میں کچھ تبدیلیاں کرائیں، وہ اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے کام کرا رہا تھا لیکن خود کام کرنے والوں نے یہ اعتراف کیا تھا کہ اب صورت حال پہلے سے زیادہ بہتر ہے، یہ سلسلہ جاری رہا، زاہد اور نصیر بیگ کو ایک مشغلہ بھی مل گیا تھا ورنہ بیزاری کا یہ انداز بہت ہی عجیب تھا، البتہ زاہد کو پہلی بار مرزا نصیر بیگ کی فطرت پر کچھ عجیب سا احساس ہوا۔ وہ اس وقت جب مرزا نصیر بیگ ان لڑکیوں کے کیمپوں کے پاس سے گزرا جو مظلوم اور بے کس تھیں، اب چونکہ یہاں وہ ایک سرگرم کارکن کی حیثیت سے شہرت پاچکا تھا اس لئے یہاں موجود لوگ اس سے دوستانہ انداز میں پیش آتے تھے، ایک خونخوار سی شکل والے شخص نے مرزا نصیر بیگ کو ویلکم کہا تو مرزا نصیر بیگ نے کہا۔

"میں ان میں سے کچھ لڑکیوں کو لاغر پا رہا ہوں، ان کے بدن بھی شفاف نہیں ہیں جبکہ تاجروں کو اگر یہ تروتازہ ملیں گی تو ان کی قیمتیں زیادہ بہتر لگائی جائیں گی۔"

"تو آپ کا کیا مشورہ ہے مسٹر نصیر بیگ..........؟"

"انہیں دریا پر لے جاکر اچھی طرح غسل کرایا جائے اور ان کے لباس بھی کچھ بہتر

ہوں تو زیادہ اچھا ہے تاکہ یہ شگفتہ ہو جائیں۔" اس شخص نے گردن ہلا کر کہا۔

"بات ٹھیک ہے، اس سے پہلے تو ہم انہیں اسی طرح تاجروں کے سامنے پیش کر دیا رتے تھے۔"

"ویسے آپ کی مرضی ہے لیکن میری یہ رائے ہے۔"

"نہیں، میں اس رائے پر عمل کرتا ہوں۔" مرزا نصیر بیگ مسکراتا ہوا وہاں سے ٹ آیا تھا، تب اس نے کہا۔

"ہر معاملے میں تھوڑی سی ٹانگ اڑانا بہت ضروری ہوتا ہے۔ خاص طور سے ایسی لہ جہاں جنگلیوں کا بسیرا ہو۔"

"سر مجھے ان لڑکیوں کی صورت دیکھ کر ایک عجیب سی وحشت ہونے لگتی ہے، میں ہیشہ اس سمت جانے سے گریز کرتا ہوں کہ کہیں میری غیرت جوش میں نہ آجائے۔"

"نہیں زاہد، حماقت اور شرافت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو میرے راستوں پر چلنے دو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ یہ لڑکیاں اپنے مسئلے خود حل کر سکتی ہیں تو ہم کیوں مشکل میں پڑیں۔"

"جی سر۔"

بہرحال تاجروں کے پہلے جہاز کا استقبال کیا گیا۔ یہ سنگاترو تھا، غالباً پرتگال کا باشندہ، ہ جہاز باقاعدہ جہاز نہیں تھا، بعد میں پتہ چلا کہ اصل جہاز کافی فاصلے پر لنگر انداز ہے اور یہ چھوٹا جہاز دریائی راستے سے لایا گیا ہے، تمام تاجر اسی انداز میں آتے جاتے تھے۔ بہرحال ہ بھی بہت بڑا بادبانی جہاز تھا جو اس دور میں مشکل ہی سے نظر آتے ہیں، بادبانی جہاز لنگر داز ہو گیا، سنگاترو کا استقبال کیا گیا، چھ آدمیوں کے ساتھ آیا تھا اور یہ چھ اس کے غلام تھے، سنگاترو کو اس کے خیمہ گاہ میں پہنچا دیا گیا اور مرزا نصیر بیگ اس کی پذیرائی کرنے لگا، ہ آہستہ آہستہ القراش، آرمیڈ اور دوسرے تاجر آنے لگے اور خیمہ گاہ بھر گئی، ان سب ے لئے بہترین انتظامات کئے گئے تھے، ادھر پنجروں میں بند لڑکیوں کو غسل کرا کر شفاف س پہنا دیئے گئے تھے اور یہ سب جاہل بہت خوش نظر آرہے تھے، جو اس سے پہلے بھی

ایسا کر سکتے تھے لیکن جنگل کی فضاؤں نے انہیں انسان سے جانور بنا دیا تھا اور پھر یہ تو لوگ تھے جو سیگال جیسے آدم خور کے غلام تھے۔ مرزا نصیر بیگ اور دوسرے تمام افراد میں مصروف تھے' خیمہ گاہوں کے سامنے ایک بڑا سا پلیٹ فارم بنایا گیا تھا جسے اچھی طر سجا دیا گیا تھا۔ یہ نیلام گاہ تھی' پلیٹ فارم کے دونوں سمت سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ ع حصے میں ایک پنڈال جیسا بنایا گیا تھا' باقاعدہ نمائش گاہ تھی یہ' جس طرح ماڈلنگ میں لباسو کی نمائش وغیرہ ہوتی ہے اسی طرح یہاں لڑکیوں کی نمائش کی جانے والی تھی' مرزا ن بیگ اس طرح ان کے درمیان ضم ہو گیا تھا' جیسے خود بھی اسی کاروبار میں حصہ لیتا رہا پھر تمام تاجر آ گئے اور دن کا اعلان ہو گیا' اس دن تمام لڑکیوں کو اس پنڈال میں پہنچا دیا گ تاجروں کے لئے بیٹھنے کا انتظام کر دیا گیا تھا' یہ صرف نمائش کا دن تھا' اس کے بعد نی کے لئے کسی اور دن کا تعین کیا جانا تھا' چنانچہ نمائش شروع ہو گئی' لڑکیوں کو پنڈال دروازے سے نکال کر لایا جاتا' وہ سیڑھیاں چڑھتیں سیڑھیاں عبور کر کے پلیٹ فارم پہنچتیں' چند لمحے وہاں رکتیں اور اس کے بعد دوسری سیڑھیوں سے اتر کر پنڈال غائب ہو جاتیں' نصیر بیگ اور زاہد بھی وہیں موجود تھے۔ زاہد کی آنکھوں میں غم تاثرات تھے' اس کا غم ان لڑکیوں کے چہروں سے ہم آہنگ تھا جو اسٹیج پر آ کر بے کی نگاہوں سے اپنے خریداروں کو دیکھتیں اور نجانے کیا کیا سوچتی ہوئی نیچے اتر جاتیں۔ ز نے دو سفید فام لڑکیوں کو بھی دیکھا جو اتنی جاذب نگاہ تھیں کہ ان پر نظر ہی نہ ٹھہر سکے لیکن وہ جس انداز میں اسٹیج پر آئی تھیں اسے دیکھ کر زاہد کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا' م نصیر بیگ کا چہرہ البتہ سپاٹ ہی رہتا تھا' زاہد کا دل بری طرح کڑھنے لگا' کیا تقدیر ہے ا بیچاری لڑکیوں کی' ان کے خریدار جو چہروں ہی سے خبیث نظر آتے تھے ان کے ساتھ بدترین سلوک کریں گے جن کا انہوں نے زندگی میں کبھی تصور بھی نہیں کیا ہو گا' نجا کیوں جی رہی ہیں' اس ذلت کی زندگی سے تو موت زیادہ بہتر ہے' لیکن نو عمر تھیں' زند سے پیار کرتی ہوں گی جینا چاہتی ہوں گی' انہیں بھلا کیا اندازہ ہو گا کہ دنیا میں رہنے وا اس طرح زندگیوں سے کھیلتے ہیں' ایسے انسانوں کو زندگی سے دور کر دیتے ہیں' یہ بیچارہ

نجانے کیسی کیسی سوچوں میں مبتلا ہوں گی۔ زاہد نے مرزا نصیر بیگ سے کہا۔

"سر اگر آپ اجازت دیں تو میں یہاں سے چلا جاؤں۔"

"حوصلہ کرو زاہد میں تمہارے چہرے سے تمہاری اندرونی کیفیات کو پڑھ رہا ہوں' د رکھو زندگی میں ہر طرح کے حالات سے گزرنا ہوتا ہے' ہم ان کے بارے میں ں یا اپنے بارے میں۔" زاہد ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔

لڑکیوں کی نمائش ہوتی رہی لیکن زاہد کی زندگی کے لئے ایک اور امتحان اس وقت جب سیگال نے خود مرزا نصیر بیگ سے کہا۔

"نصیر بیگ یہ دو لڑکیاں ہمارے لئے یوں سمجھ لو سونے کی کان ہیں' ان کی جو قیمت ملے گی ان تمام سیاہ فام لڑکیوں کی قیمت سے زیادہ ہو گی' تم نے اس دوران اپنے کو ہماری دوستی کے قابل ثابت کر دیں' اس لئے میں تم پر ایک اور اعتماد کرنا چاہتا "

"سر آپ مجھے کوئی حکم دیجئے' میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کوئی ہو گی۔" نصیر بیگ نے کہا۔

"کام بخوبی چل رہے ہیں' کل تک کی بات ہے' کل ہم ان لڑکیوں کو نیلام کے لئے ردیں گے' آج کی رات تم انہیں اپنے ساتھ رکھو' انہیں سمجھاؤ کہ ان کی مشکلات ختم ہونے والا ہے اور یہ اب یہاں سے آزادی پالیں گی' ان کے خریدار انہیں عشرت سے رکھیں گے اور اگر ان کے خریدار ان کے حکم کے تابع ہو گئے تو ممکن یں ان کے اہل خاندان سے بھی ملایا جا سکے' میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ ہنستی ہوئی اپنے وں کے پاس جائیں۔ تمہارے سپرد یہ ذمہ داری آسانی سے کی جا سکتی ہے' تم ا اور دلسوزی کا مظاہرہ کر کے انہیں اپنے فریب میں لاؤ اور اس سے ہمیں فائدہ "

"میں حاضر ہوں سر۔" مرزا نصیر بیگ نے کہا اور پھر وہ زاہد کو ساتھ لے کر پنڈال ے حصے میں چلا گیا جہاں وہ لڑکیاں موجود تھیں' زاہد کے لئے بڑے صبر آزما لمحات

پیدا ہوگئے تھے' یہ کام مشکل ترین تھا اور اسے مرزا نصیر بیگ کے ساتھ مل کر سرانجام دینا تھا' دیکھیں اس برے وقت سے کیسے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ جہاں تک مرزا نصیر بیگ کا تعلق تھا۔ بعض اوقات وہ بالکل جذبات سے عاری نظر آتا تھا۔ وہ لڑکیوں کے پنڈال کے پاس پہنچا تو وہ گردنیں اٹھا کر انہیں دیکھنے لگیں۔

"یہ رات تمہاری قید کی آخری رات ہے۔ کل تمہارا نیلام ہوگا۔ تم اپنی اداؤں سے اپنے گاہکوں کو لبھاؤ گی' تاکہ تمہاری زیادہ سے زیادہ قیمت مل سکے۔ اس بات کا خیال رکھنا۔ ورنہ سیگال تمہارے جسموں کی کھال اتار دے گا۔"

ایک سفید فام لڑکی نے قریب آکر کہا۔ "ہم میں سے کوئی تمہاری بیٹی بھی ہے سوداگر.......... یا تم اسے فروخت کرچکے ہو..........!"

مرزا نصیر بیگ دم بخود رہ گیا۔ اس کا منہ کھلا پھر ایک دم بند ہوگیا۔ پھر اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "آؤ جہنم میں جائیں ہمیں کیا..........!" واپس وہ اپنی قیام گاہ میں آگئے لیکن زاہد نے ساری رات نصیر بیگ کو بے چین محسوس کیا تھا۔

گومی سیانا کی باتیں ان سب کو بہت دلچسپ محسوس ہوتی تھیں۔ بوڑھی خوش مزاج ی' پراسرار بھی' نجانے اس کی معلومات کیا کیا تھیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا اور پیشگو وہ ایسی تھی کہ اس نے سب کو ششدر کرکے رکھ دیا تھا ایک دن جیمس پیرے کے امنے بیٹھ گئی اور مسکرا کر بولی۔

"نیک دل انسان تیری نیک دلی میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے بیشک تو ایک ایسا سان ہے جس پر ناز کیا جائے لیکن اپنی اس نیک دلی کو تو نے جو رنگ دے دیا ہے وہ دنیا ے لئے انوکھا ہوگا۔"

"تو کس معنوں میں مجھے نیک دل انسان سمجھتی ہے۔ معزز عورت؟" جیمس پیرے ے سوال کیا۔

"جس دل میں انسانیت کا درد ہو وہ نیک دل نہیں تو اور کیا ہوتا ہے' تو نے اپنی لیت کھو کر غیر کے نام کو اپنایا صرف اس لئے کہ ایک مقصد تیری نگاہوں کے سامنے ے اور وہ مقصد ہی نیک مقصد ہے۔" جیمس پیرے سناٹے میں رہ گیا تھا۔ یہ الفاظ اس کے ے بڑے سنسنی خیز تھے پھر اس کے بعد اس نے بوڑھی سے اپنے بارے میں مزید کوئی ل نہیں کیا لیکن فیروز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ گومی سیانا جو کچھ کہہ رہی فیروز اتفاقیہ طور پر اس سے واقف ہوگیا تھا اور جیمس پیرے کے ساتھی بیشک اس کے

بارے میں سب کچھ جانتے تھے لیکن جیمس پیرے یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی اصلیت کسی اور کے سامنے منظر عام پر آئے۔ اپنے ساتھیوں کی آنکھوں میں دلچسپی کے تاثرات پاکر اس نے ان سب کو گومی سیانا کے سامنے سے اٹھالیا اور دور لے جاکر ان سے کہنے لگا۔

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ تمہاری آنکھوں میں بوڑھی کے لئے دلچسپی کے تاثرات پیدا ہوگئے ہیں کیا تم اس سے اپنے ماضی کی کہانیاں پوچھنا چاہتے ہو؟"

"ماضی کی بھی اور مستقبل کی بھی۔" جیمس پیرے کے ایک ساتھی نے کہا۔

"نا پوچھو کیونکہ تین اجنبی بھی ہمارے ساتھ موجود ہیں اور انہیں ہماری حقیقت نہیں معلوم ہونی چاہیے۔"

"کیا یہ بوڑھی دنیا کی انوکھی انسان نہیں ہے مسٹر پیرے۔"

"ہے...... اس سے کون بدبخت انکار کرتا ہے' اس نے تو میری عقل درست کرکے رکھ دی مگر تم اس سے اور کوئی سوال نہ کرنا اور پھر بیکار ہی ہے۔ ماضی کے بارے میں تم سب ہی جانتے ہو کہ تمہارا ماضی کیا ہے حال تمہارے ساتھ ساتھ چل رہا ہے مستقبل کے بارے میں جاننا ہمیشہ نقصان دہ رہتا ہے اگر تمہیں پہلے سے اپنے مستقبل کا حال معلوم ہو جائے تو تم میں سے نجانے کون کون بددل ہو جائے جو چیز پردوں میں چھپی ہوئی ہے اس کا عیاں ہونا کسی طور مناسب نہیں ہوگا۔" فیروز نے چھپ کر ان سب کی باتیں سنی تھیں۔ گومی سیانا کے سلسلے میں وہ خود بھی حیران تھا لیکن بہرحال پراسرار شخصیتوں کا وجود ہوتا ہے اور ایسی ہی عورت ان کے درمیان تھی' فیروز بھی اپنے طور پر عجیب سے احساسات کا شکار ہوگیا تھا۔ مرزا نصیر بیگ سے دشمنی مول لے کر وہ کنور مہتاب علی کی تحویل میں آیا تھا اور آج تک اس سے مخلص تھا۔ کنور مہتاب علی کے لئے ہی اس نے اب تک سارے کام کئے تھے اور اب کنور مہتاب علی سے دوری ہوگئی تھی تو وہ سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے کنور کا اور اس کا سامنا ہی نا ہونے پائے اگر ان لوگوں کے ساتھ ٹاری ویگا پہنچ جائے اور پھر انہی کے ساتھ اپنی تقدیر منسلک کر دے تو ممکن ہے اس کے ہاتھ بھی کچھ لگ جائے۔ واپس تو جانا ہے یہاں سے کامیاب یا ناکام ہو کر ہاں اگر کبھی کسی

مرحلے پر کنور مہتاب علی مل جائے تو اس کا ساتھ دے گا لیکن اسی شرط پر کہ خزانے میں ان کا اپنا بھی حصہ ہو' بہرحال یہ دلچسپ سفر اسی طرح جاری رہا' جیمس پیرے اور اس کے ساتھی مطمئن تھے۔ ایریے اور یوٹ اپنے طور پر مسرور کہ کم از کم انہیں وہ راہ ملی جو ٹلما تک جاتی ہے یوں سب ہی کی دلچسپی کا سامان تھا اور گومی سیانا نے ان لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا یہاں تک کہ ایک دن گومی سیانا نے ہاتھ اٹھاکر انہیں روک دیا حالانکہ سفر کے لمحات ختم نہیں ہوئے تھے لیکن وہ لوگ گومی سیانا سے اتنی عقیدت رکھتے تھے کہ اس کے کہنے پر سب ہی نے آگے کا سفر ملتوی کر دیا' جیمس پیرے نے اس سے پوچھا۔

"تیرے حکم کی تعمیل ہوئی معزز عورت لیکن کیا ہمیں اس کی وجہ بھی بتائے گی۔"

گومی سیانا نے مسکراکر یوٹ کی طرف دیکھا پھر بولی۔

"ٹاری ویگا کے پجاری کے بیٹے اپنی صلاحیتوں کو آزما اور بتا کہ یہ سفر کیوں ختم کیا گیا ہے۔" یوٹ چند لمحات بوڑھی کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر زمین پر اوندھا لیٹ گیا بونا زمین پر اوندھا لیٹا عجیب سا لگ رہا تھا اس نے گردن اٹھاکر فضاؤں میں سونگھا اور پھر کھڑا ہو کر بولا۔

"میں قریب ہی پانی اور انسانوں کی بو پا رہا ہوں' اس کا مطلب ہے کہ قرب و جوار میں پانی بھی ہے اور انسان بھی......" گومی سیانا نے مسکرا کر کہا۔

"میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ دریا کے کنارے جو آبادی ہے وہ سیگال کی ہو سکتی ہے' اس کا مطلب ہے کہ ہمارا دشمن ہم سے کچھ ہی فاصلے پر ہے۔" جیمس پیرے کا چہرہ سرخ ہوگیا اور وہ بولا۔

"گویا خطرہ قریب ہے۔"

"خطرہ...... تو چاہے تو اسے خطرہ کہہ لے کیونکہ خون کا کھیل ہوگا آگ کی زبان تند ہوگی' انسانوں کی موت لازمی ہے۔ دیکھ آسمان پر وہ سرخ ستارہ خونی ستارہ ہے اور جب یہ خونی ستارہ اپنی صورت دکھاتا ہے تو انسان موت کے گھاٹ ضرور اترتے ہیں ہم نے سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔" جیمس پیرے نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر اپنے

ساتھیوں کی جانب دیکھ اور پھر خاموشی اختیار کرلی لیکن زات کو اس نے سب کو جمع کیا۔ یوٹ اور ایمرے ان کے ساتھ موجود نہیں تھے کیونکہ وہ کچھ فاصلے پر گومی سیانا سے بیٹھے باتیں کررہے تھے جیمس پیرے نے کہا۔

"اور اب وہ لمحات آگئے ہیں جنہیں خطرناک لمحات کہا جاسکتا ہے۔ تم لوگ مجھے مشورہ دو آگ اور خون کے اس کھیل میں ہم حصہ لیں یا نالیں، فیروز تمہاری اس سلسلے میں کیا رائے ہے۔"

"سر میں تو آپ کا خادم ہوں، بھلا رائے دینے کا کیا حق رکھتا ہوں، لیکن بوڑھی یہ بھی کہہ چکی ہے کہ ایمرے کی محبوبہ اور اس کی لے پالک الاشا کو سیگال کے قبضے سے نکلنے والے دوسرے ہی لوگ ہوں گے ایسی صورت میں ہمیں اپنے لئے راستوں کا تعین کرلینا چاہیے۔"

"مگر کچھ سمجھ میں نہیں آیا بوڑھی کی بات میں بھی وضاحت نہیں تھی یہ سب کچھ کیسے ہوگا جبکہ ہم نزدیک پہنچ چکے ہیں۔"

"اب یہ آپ پر منحصر ہے سر کہ آپ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔"

"کم از کم دیکھا تو جائے کہ سیگال کی اس رہائش گاہ کی آبادی کتنی ہے ہماری ہتھیار اس آبادی کے لئے کارگر ہوں گے یا نہیں۔" جیمس پیرے کے ایک ساتھی نے کہا۔

"اور اگر ہمیں دیکھ لیا گیا تو.........."

"تو پھر مقابلہ کریں گے سر۔"

"اور اگر ان کی آبادی بے پناہ ہوئی تو جیسا کہ صورت حال سے اندازہ ہوتا ہے۔"

"تو پھر ہم حملہ کرنے کی حماقت نہیں کریں گے بلکہ اپنے لئے کوئی پناہ گاہ بنا کر جائزہ لیں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"میں یہ چاہتا ہوں کہ جو قدم بھی اٹھائے جائے احتیاط سے اٹھایا جائے، بیشک ستارہ شناس عورت اپنے اندر لاتعداد پراسرار قوتیں رکھتی ہے لیکن عقل ہم بھی رکھتے ہیں جلد بازی سے کام لینا مناسب نہیں ہوگا۔" جیمس پیرے نے دیکھا کہ یوٹ تیز رفتاری سے

جانب دوڑا چلا جارہا ہے اور گومی سیانا اور ایمرے اسے دیکھ رہے ہیں اپنے ساتھیوں یہ مشورہ کرنے کے بعد جیمس پیرے ان کے قریب پہنچ گیا اور اس نے کہا۔

"مسٹر ایمرے یوٹ کہاں جارہا ہے۔"

"یوٹ ان لوگوں کی نشاندہی کے لئے جارہا ہے اور یقیناً وہ سیگال کی آبادی کو ش کرلے گا۔"

"تو ارادہ کیا ہے؟" جیمس پیرے نے سوال کیا۔

"مسٹر جیمس پیرے میری حیات کا تو ایک ہی مقصد ہے، ایلما کی تلاش، اور اس کا ول۔"

"بیشک.......... اور ہم سب اس کے لئے تمہارے ساتھ ہیں، کیونکہ ہمارے میان ایک معاہدہ ہوچکا ہے تم ایلما کے حصول کے بعد ہمیں ٹاری ویگا تک لے جاؤ گے اس عظیم الشان خزانے کے حصول میں ہماری مدد کرو گے۔"

"ایلما کے مل جانے کے بعد میں آپ کے لئے زندگی کی بازی لگادوں گا مسٹر جیمس ے۔"

"لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ جو کچھ بھی کیا جائے منصوبے کے تحت کیا جائے۔"

"منصوبہ ہے میرے پاس مسٹر جیمس پیرے، میں آپ لوگوں کو ہلاکت میں نہیں ل گا ہم نے.......... میرا مطلب ہے کہ معزز گومی سیانا نے اور میں نے مل کر یہ منصوبہ ہے کہ یوٹ اگر ان آبادیوں کا سراغ لے آتا ہے تو میں اور یوٹ خفیہ طور پر یہاں آگے بڑھ جائیں گے اور آپ کسی ایسی جگہ کا انتخاب کرلیں گے جہاں آپ پوشیدہ رہ ں، پھر ہم اس آبادی میں خفیہ طور پر داخل ہوکر یہ دیکھیں گے کہ ایلما کے حصول کے ئے کیا کیا جاسکتا ہے اگر آسانی سے ہم اسے وہاں سے نکال لے جانے میں کامیاب ہوگئے خاموشی سے جنگ وجدل کے بغیر اپنی منزل کی جانب نکل چلیں گے اور اگر زیادہ ہی ل درپیش ہوئی تو واپس آنے کے بعد سارے منصوبے پر عمل درآمد کیا جائے گا۔"

"میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔" جیمس پیرے نے ایک لمحہ رکے بغیر کہا گویا اس

بات سے اس نے کوئی ایسا نتیجہ اخذ کرلیا تھا جو اس کے حق میں بہتر تھا' دوسرے لوگ بھ
خاموش ہی رہے' یوٹ کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ گومی سیانا پر سکون انداز میں آنکھیں
بند کئے بیٹھی تھی گویا ایک طرف سے تمام معاملات ہموار تھے اور ان میں کوئی ایسی پیچیدگی
نہیں تھی جو کسی کے لئے قابل غور ہو' یوٹ کی واپسی تقریباً" دو گھنٹے کے بعد ہوئی۔ وہ
بالکل پرسکون تھا حالانکہ ننھے سے آدمی نے نجانے کتنا طویل سفر کیا ہوگا یوٹ کو دیکھ کر
سب اس کے گرد جمع ہوگئے اور بونا پالتی مار کر بیٹھ گیا پھر اس نے کہا۔

"اگر مناسب رفتار سے سفر کیا جائے تو آدھے گھنٹے کے اندر اندر آپ لوگ ایک
پہاڑی چٹانوں کے قریب پہنچ سکتے ہیں جن میں غار بنے ہوئے ہیں اور جن کے عقب
سنسان ہیں یعنی آپ کا یہ ٹرک بھی وہاں باآسانی چھپ سکتا ہے اور چٹانوں کے عقب میں
کوئی انسانی توجہ نہیں ہے' چٹانوں کے دوسری جانب تیز اور تند دریا بہتا ہے جو بہت وسیع
ہے اور اس دریا کے دوسری جانب ایک انوکھی بستی آباد ہے۔ جنگل میں منگل والی بات
کہوں باس تو غلط نہیں ہوگا یہاں پلیٹ فارم بھی بنے ہوئے ہیں جن پر عجیب و غریب بڑی
بڑی کشتیاں لنگر انداز ہیں اور اس جانب بڑی رونق اور چہل پہل نظر آرہی ہے گویا جنگل
میں کوئی میلہ ہورہا اور مائی ڈیئر مسٹر جیمس پیرے وہ سیگال کی آبادی ہے اور وہاں جدید قسم
کے جھونپڑے بنے ہوئے ہیں جن میں وہ لوگ رہتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی
آپ کو یہ بھی بتادوں کہ وہ آبادی کافی بڑی ہے اور ہم چند افراد اگر اس پر حملہ کریں تو
مکمل طور پر ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن آپ کے یہ ہتھیار دریا پار لوگوں پر کارگر ہو
سکتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ اگر وہ ان ہتھیاروں سے بچتے بچاتے کشتیوں کے ذریعے دریا
عبور کرلیں تو پھر آپ لوگوں کی تکا بوٹی کرنے میں انہیں کوئی مشکل نہ ہوگی۔" یوٹ کے
الفاظ مسخرے پن پر مبنی تھے جن سے ہنسی بھی آئے اور خوف کا احساس بھی ہو لیکن
ایمرے پرجوش ہوگیا اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں تب اس نے کہا۔

"نہیں' میں مسٹر جیمس پیرے کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچنے دوں گا ہم اپنے طور
پر ہی اگر یہ کوشش کرلیں کہ ایلما ہمیں حاصل ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے؟"

شش ہم تنہا بھی کرسکتے ہیں۔ ڈیئر یوٹ تمہارا کیا خیال ہے۔"

"گویا تم نے میرے منہ کی بات چھین لی باس' حقیقت یہ ہے کہ اگر اس آبادی میں
خل ہو کر وہاں کا جائزہ لیا جائے اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی جائے کہ صورت حال
ہے اور آقا زادی کہاں ہے تو میرے خیال میں ہم ایسا کام کرسکتے ہیں چاہے اس میں
وقت ہی کیوں نا لگ جائے بلاشبہ باس یہی طریقہ سب سے بہتر ہے لیکن ہماری مدد کے
ے مسٹر جیمس پیرے اور دوسرے لوگ ان پہاڑی چٹانوں میں مستعد رہیں گے اور اگر یہ
رت حال ایسی دیکھیں گے کہ کچھ لوگ ان کی جانب بڑھ رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ
کہ ہم اپنی کوششوں میں ناکام رہے اور پھر مسٹر جیمس پیرے کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ
فرار اختیار کریں۔" یوٹ کے ان الفاظ کی تائید جیمس پیرے نے فوراً" ہی کر دی اور
ا۔

"میں تو صرف یہ چاہتا ہوں ایمرے کہ تم اپنی منزل حاصل کرلو اگر کوئی تدبیر
ارے ذہن میں ہے جس سے تم یہ کام کرسکتے ہو تو میری رائے ہے کہ فوراً" ہی اسے
انجام دو۔" فیروز نے اس موقع پر کہا۔

"اور ڈیئر ایمرے اگر تم برانہ محسوس کرو تو اس مہم میں' میں تمہارے ساتھ شریک
نا چاہتا ہوں۔" ایمرے نے چونک کر فیروز کو دیکھا سوچتا رہا پھر یوٹ کی طرف دیکھ کر
ئے لگا۔

"یوٹ تم کیا کہتے ہو.........."

"رضا کارانہ طور پر اگر کوئی اس مہم میں حصہ لینا چاہتا ہے باس تو ہمیں بھلا کیا
تراض ہوگا۔"

"ہوں.........تو پھر ٹھیک ہے۔ مسٹر فیروز آپ اگر اپنی پسند سے اس سلسلے میں کوئی
اٹھانا چاہتے ہیں تو یہ تو ایک حقیقت ہے کہ ہم اسے اپنی مدد سمجھیں گے۔"

"میں تمہارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں۔" فیروز نے سینہ تان کر کہا اور اس
بعد وہ تیاریاں کرنے لگے۔ ایمرے دلیر اور جنگجو تھا۔ یوٹ وفادار اور جان کی بازی لگا

دینے والا اور وہ جانتا تھا کہ سیگال کے پاس ایلما موجود ہے۔ البتہ وہ فیروز کو نہیں جانتے تھے۔ انہیں نہیں معلوم تھا کہ ایک شاطران کے ساتھ ہے۔ جیمس پیرے کے کچھ فاصلے پر آگے آنے کے بعد فیروز نے کہا۔

"کیا آپ کچھ دیر توقف کرنا پسند کریں گے مسٹر ایمرے!" ایمرے رک کر اسے دیکھنے لگا تھا فیروز نے کہا۔

"مسٹر ایمرے' ہمارے پاس اسلحہ نہیں ہے کیا آپ کو اس مہم میں اسلحے کی ضرورت نہیں محسوس ہو رہی۔ فیروز کے اس سوال پر ایمرے نے عجیب سی نگاہوں سے فیروز کو دیکھا پھر مدہم لہجے میں بولا۔"

"اسلحہ ہماری ملکیت نہیں ہے مسٹر فیروز۔"

"ہاں......... لیکن زندگی ہماری ملکیت ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ہمیں اب اپنی زندگی کی حفاظت اپنے ہی طور پر کرنا ہوگی۔"

"یقیناً.......... لیکن آپ کیا کہنا چاہتے ہیں.........؟"

"سب سے پہلے میں آپ کو یہ بتادوں کہ ہم جن لوگوں کے درمیان جارہے ہیں وہ افریقہ کے وحشی نہیں ہیں بلکہ آپ تو ان کا جائزہ بھی لے چکے ہیں اور ان کے طریقہ جنگ سے واقفیت بھی رکھتے ہیں۔"

"ہاں........"

"تو ان سے جنگ کرنے کے لئے ہمیں اسلحہ درکار ہوگا۔"

"مگر کہاں ہے؟"

"جہاں سے بھی ہمیں حاصل ہوسکے ہم کسی بھی قسم کی احمقانہ دلیری کا مظاہرہ کرنے کے بجائے بہتر ہے کہ ذہانت سے کام لیں اور سب سے پہلے اپنی اسلحے کی ضرورت پوری کریں۔ یوٹ نے مجھے صورت حال بتائی ہے میں نے اس کے لئے اپنے ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب دیا ہے۔"

"آپ چونکہ بے لوث ہماری مدد کرنے کے لئے ہمارے ساتھ آئے ہیں مسٹر فیروز اس لئے میں آپ کی کسی بھی بات سے انحراف نہیں کروں گا۔"

"تو پھر آیئے......... بہتر ہے کہ جیسے میں کہوں ویسے کرتے رہیں۔"

"مجھے منظور ہے........." ایمرے نے کہا اور اس کے بعد وہ دبے پاؤں دریا کی جانب چل پڑے۔ دریا کا دوسرا کنارہ ان لوگوں نے پوری طرح محفوظ سمجھا تھا اور اب چونکہ سوداگر آچکے تھے اس لئے ہر شخص کی توجہ انہیں کی طرف تھی بظاہر ایسا کوئی خطرہ بھی نہیں تھا جو انہیں محسوس ہوتا ہو چنانچہ ایسی شکل میں یہ صورت حال ان لوگوں کے حق میں تھی وہ دریا کے کنارے پہنچ گئے اور فیروز کی نگاہیں ان کشتیوں کا جائزہ لینے لگیں جو سنسان اور خاموش کھڑی تھیں وہ دیر تک انہیں دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

"مسٹر ایمرے......... ہمیں ان کشتیوں تک پہنچنا ہے۔" ایمرے نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی اور اس کے بعد وہ خاموشی سے دریا کے پانی میں اتر گئے۔ ایمرے بھی بہت اچھا تیراک تھا۔ فیروز خود بھی تیراکی میں مہارت رکھتا تھا اور یوٹ تو تھا ہی دریائی گھوڑا' چنانچہ دریا کی تیز روانی ان کے راستے میں ذرا بھی مزاحم نہیں ہوئی اور بے آواز تیرتے ہوئے کشتیوں کی جانب بڑھنے لگے۔ بڑی بڑی خوبصورت کشتیوں کے بارے میں انہیں صحیح طور پر انداز نہیں تھا کہ کس کی ہیں اور اس میں کتنے آدمی موجود ہوں گے لیکن دریا کے پاٹ کی چوڑائی عبور کرنے کے بعد وہ سب سے پہلے جس بڑی کشتی پر پہنچے وہ انسانوں سے خالی تھی اور وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔

وہ لوگ کشتی پر چڑھ گئے لیکن اس طرح کے کشتی ڈگمگانے نہ پائے کشتی میں انہیں صرف دو افراد سوتے ہوئے ملے اور فیروز نے یوٹ کو اشارہ کیا پھر دونوں نے اپنے ہتھیار سنبھال لئے اور ان پر ٹوٹ پڑے ان دونوں شکاروں کی آواز تک نہیں نکلنے دی گئی اور وہیں انہیں دبا کر موت کی آغوش میں پہنچا دیا گیا' نا صرف یہ بلکہ ان کے جسموں کو انتہائی آہستگی کے ساتھ دریا کی لہروں پر چھوڑ دیا گیا اور تیز و تند پانی انہیں پوری قوت سے اپنے سر پر اٹھائے نجانے کہاں سے کہاں لے گیا۔ اس کے بعد اس کشتی کی تلاش ان

لوگوں کے لئے بڑی منافع بخش ثابت ہوئی۔ کشتی میں اعلیٰ قسم کا اسلحہ موجود تھا۔ یہ تو انہیں نہیں معلوم تھا کہ یہ کشتیاں کس کی ہے اور اسلحہ ان میں کیوں موجود ہے لیکن ہر چیز ضرورت پر کام آجائے وہی سب سے بہتر ہوتی ہے۔ یوٹ نے اپنے لئے ایک ہلکی سب مشین گن منتخب کرلی اور فخریہ انداز میں منہ ٹیڑھا کر کے ان لوگوں کو چڑانے لگا فیروز اور ایمرے نے بھی اسلحہ لے لیا تھا' ایمرے نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

''پہلے ہی مرحلے پر ہمیں اس قدر کامیابی حاصل ہو جائے گی مسٹر فیروز یہ ہمیں انداز نہیں تھا لیکن یہ سب آپ کی منصوبہ بندی ہے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔''

''کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا ایمرے' بے شک اسلحہ ہمارے ہاتھ آچکا ہے لیکن ہم ایک ایسی بستی میں داخل ہو رہے ہیں جہاں ہم تین کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس اسلحے سے ہم کتنے افراد کو ہلاک کریں گے اس لئے جب تک اس کی اشد ضرورت پیش نہ آجائے اسلحے کا نام بھی نہ لینا۔''

''معزز آقا......... کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم ایک ایک کرکے یہ تمام کشتیاں خالی کرالیں۔''

''مطلب.........''

''مطلب یہ کہ ان کشتیوں پر اگر کوئی موجود ہی نہ ہو تو کیسا رہے گا۔''

''ہوں......... بات تو واقعی قابل غور ہے یوٹ میں کچھ اور سوچ رہا ہوں لیکن خیر کوئی حرج نہیں ہے چلو دیکھ لیتے ہیں۔ پھر وہ ایک کشتی سے دوسری کشتی پر منتقل ہوئے کشتیاں چونکہ آپس میں جڑی ہوئی اور پاس پاس کھڑی ہوئی تھیں اور سچی بات یہ ہے کہ انہیں کشتیاں کہنا ان کا مذاق اڑانے کے مترادف تھا۔ ایسی ایسی شاندار اور سجی ہوئی کشتیاں کہ بس دیکھنے سے تعلق رکھتی تھیں۔ اگر یہ سیگال کی ملکیت ہیں تو سیگال واقعی دنیا کا امیر ترین آدمی ہے لیکن باقی کشتیوں میں سے صرف ایک کشتی پر مزید دو افراد ملے تھے جنہیں باآسانی زندگی سے محروم کر دیا گیا تھا اور اس کام سے فارغ ہونے کے بعد'' آخری کشتی کے ذریعے خشکی پر اتر گئے۔

زندگی کہیں کہیں متحرک نظر آرہی تھی لیکن چونکہ رات کا وقت تھا اس لئے زیادہ تر لوگ خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ جن لوگوں کی ڈیوٹیاں جن جگہوں پر لگائی گئی تھیں وہ بے شک اپنی جگہ مستعد تھے یا پھر ایسے لوگ پہروں پر موجو ہوں گے جن کی ذمہ داری بیرونی حملہ آواروں کی نگرانی پر ہوتی ہے اس لئے اندرونی طور پر انہیں زیادہ مشکل پیش نہیں آرہی تھیں ہاں اگر کہیں کسی سے سامنا یا واسطہ پڑ جاتا تو الگ بات تھی۔ وہ لوگ اس طرح ساکت ہو جاتے جیسے زندگی سے محروم ہوں سانسوں تک کو بند کرلیا جاتا اور گزرنے والے ان سے ناواقف ہوئے بنا گزر جاتے۔ یوٹ نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

''عظیم آقا......... میں آقا زادی کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔'' ایمرے چونک کر رک گیا اور پھر اس نے آہستہ سے پوچھا۔

''کہاں......... کس طرف یوٹ۔''

''میں ہواؤں کو سونگھ کر تمہیں اس کی سمت بتا سکتا ہوں۔''

''تو پھر ہم وہیں چلیں۔''

''نہیں ایمرے......... جلد بازی نہ کرو پہلے ذرا ایک نگاہ یہاں کے ماحول کا جائزہ لے لیا جائے۔ ایمرے ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔ فیروز کے حکم سے انحراف نہ کرنے کا وعدہ کرلیا تھا اس نے چنانچہ یہ انحراف وہ بالکل نہیں کر رہا تھا۔ فیروز گہری نگاہوں سے اطراف کو دیکھتا اور تقریباً آدھی بستی گھومنے کے بعد اس نے کہا۔

''یہاں کیا ہے اور کیا ہو رہا ہے ہمیں اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہے لیکن اتنا میں جانتا ہوں کہ ہم اگر چاہیں تو باآسانی اپنا کام کر سکتے ہیں اب تم بتاؤ یوٹ تمہاری یہ عظیم الشان ناک کیا کہتی ہے۔''

''میری سیدھ میں چلے آؤ عظیم آقا۔'' یوٹ نے کہا اور پھر ہواؤں میں سونگھتا ہوا وہ آگے بڑھنے لگا لیکن اس کا سفر طویل نہیں تھا تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے ایک عظیم الشان پنجرہ دیکھا جس کے اندر انسانی جسم اوندھے سیدھے نظر آرہے تھے کچھ بیٹھے ہوئے

تھے کچھ لیٹے ہوئے تھے۔ یہ وہ قیدی عورتیں تھیں جنہیں کل صبح اپنی تقدیروں کے فیصلے انتظار تھا۔ یوٹ نے آہستہ سے کہا۔

”عظیم آقا........ ہماری ایلما یہاں موجود ہے لیکن تمہیں آسمان والے کا واسطہ جذباتی ہونے کی کوشش نہ کرنا آؤ آہستہ آہستہ زمین پر رینگتے ہوئے آجاؤ اگر یہ اجنبی لڑکیاں ہمیں دیکھ کر چیخ پڑیں تو سمجھ لو کہ ہمارا کام تمام ہوگیا۔ فیروز نے بھی اس بات سے اتفاق کیا تھا اور وہ زمین پر چھپکلیوں کی طرح رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ رات کی مدھم تاریکی پنجرے میں پھیلی ہوئی تھی لیکن دیکھنے والی آنکھیں ان چمکدار لڑکیوں کو دیکھ سکتی تھیں جن میں ایک الاشا تھی دوسری ایلما باقی سیام فام لڑکیاں تھیں۔ بڑے سنگین لمحات تھے ایمرے شدت جوش سے دیوانہ ہو رہا تھا اور اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ پنجرے کی اپنے دانتوں سے ادھیڑ کر پھینک ڈالے اور انہیں آزاد کرالے لیکن فیروز نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر جذباتی ہونے سے منع کیا تھا اور کہا تھا۔“

”نہیں، تم وعدہ کرچکے ہو کہ ہوش مندی سے کام لو گے۔“

”آہ........ ہوش مندی........“ ایمرے کی آواز رندھی ہوئی تھی۔

”ہاں........ایمرے جو کام ہوشمندی سے ہو جاتے ہیں وہ جذباتیت سے نہیں ہوتے‘ براہ کرم اپنے آپ کو سنبھالے رکھو پلیز۔“

”وہ ایلما ہے........ایلما........“ ایمرے ایسے لہجے میں بولا کہ فیروز کو بڑا دکھ ہونے لگا اس نے آہستہ سے کہا۔

”ہم ایلما کو یہاں سے لے جائیں گے دیکھو وہ شاید اس طرف اس پنجرے کا دروازہ ہے اور وہاں کچھ لوگ ان کی نگرانی پر تعینات بھی ہیں۔ سب سے پہلے ہمیں ان افراد کو دیکھنا ہے میرا خیال ہے ان کی تعداد تین ہے ایک ایک کے حصے میں ایک ایک شکار عظیم آقا۔“ یوٹ نے مسرور لہجے میں کہا۔

”آہ........ لیکن اس طرح........یہ طریقہ سفر بڑا پریشان کن تھا لیکن بہرحال احتیاط اچھی چیز ہوتی ہے۔“ وہ آہستہ آہستہ رینگتے ہوئے اس سمت جا...

کے سامنے کا حصہ تھا تینوں آدمی اطمینان سے زمین پر بیٹھے ہوئے تھے اس موت سے بے خبر جو اب ان سے چند قدم کے فاصلے پر تھی۔ ایمرے درحقیقت اس وقت ایک درندہ بنا ہوا تھا اور اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ یہاں موجود تمام افراد کو دانتوں سے چبا کر پھینک دے‘ اگر فیروز کی ہدایت نہ ہوتی تو وہ ہر قسم کی احتیاط کو نظرانداز کر دیتا اور یقیناً نقصان اٹھا جاتا۔

بہرحال وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے پنجرے کے سامنے والے حصے کے قریب پہنچ گئے اور پھر سب سے پہلے ایمرے نے ہی اس طرح چھلانگ لگائی تھی‘ جیسے کوئی مینڈک اپنی جگہ سے اچھلتا ہے‘ اور پھر وہ اپنے شکار کو رگیدتا ہوا آگے لے گیا‘ یوٹ اور فیروز بھی پیچھے نہ رہے یہاں بھی انہوں نے اپنی اسی مہارت سے کام لیا‘ جس سے اب تک کام لیتے چلے آرہے تھے اور اپنے شکاروں کی گردنوں کو اس طرح اپنے شکنجے میں جکڑ لیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے ویسے بھی یہ ان کے لئے آسمانی بلائیں تھیں جن کے بارے میں یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ کہاں سے نازل ہوئی ہیں اور کیا حیثیت رکھتی ہیں پھر وہ کوئی اندازہ لگانے کے قابل بھی نہ رہے اور چند ہی لمحات میں موت کی آغوش میں جا سوئے‘ یوٹ کسی قدر مسخرا بھی تھا اس نے انہیں اسی انداز میں ان کی جگہ بٹھا دیا‘ جس انداز میں وہ پہرہ دے رہے تھے اور یہ حقیقت ہے کہ اس وقت اگر کوئی انہیں دیکھ لیتا تو یہ نہیں سوچتا کہ وہ اپنی جگہ اپنا فرض پورا نہیں کر رہے اس کے بعد یوٹ نے پنجرے کا دروازہ کھول دیا اور آہستہ سے بولا۔

”عظیم آقا اگر اس ننھے سے قد والے کی بات مان لو تو تم لوگ ان لوگوں کے نزدیک بیٹھ کر انتظار کرو میں اندر سے ہو کر آتا ہوں۔“ ایمرے پھر بے چینی سے گردن ہلا کر رہ گیا لیکن فیروز نے اس وقت بھی یوٹ کی تائید کی تھی کیونکہ معاملہ ان سیاہ فام لڑکیوں کا تھا‘ جن کی تعداد بہت زیادہ تھی اور یقینی طور پر اگر ان کے درمیان ہلچل مچ گئی تو بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا۔

یوٹ نے اس وقت بھی احتیاط سے کام لیا تھا اور پنجرے کے دروازے سے رینگتا

ہوا اندر داخل ہوگیا تھا' لڑکیاں غم واندہ کے عالم میں اپنی اپنی جگہ پڑی ہوئی تھیں' کچھ نیِ
لی آغوش میں تھیں' کچھ جاگ رہی تھیں اور کچھ نیم غنودہ تھیں لیکن ایلما اور الاشا
صاف پہنچانا جاسکتا تھا' یوٹ بڑا چالاک تھا وہ زمین پر لیٹ گیا اور پھر لوٹنے کے سے اند
میں آگے بڑھتا ہوا ایلما کے قریب پہنچ گیا' ایلما کو اپنے نزدیک کسی اجنبی وجود کا احسا
ہوا تو اس نے بس یونہی سرسری سی نظر اپنے بائیں سمت ڈالی وہ یہی سمجھی تھی کہ کو
لڑکی نیند کے عالم میں اس کے نزدیک آگئی ہے' لیکن یہ چھوٹا سا بدن اس کے لئے اجنب
نہیں تھا۔ ایلما کے حلق سے ہلکی سی آواز نکل گئی تو یوٹ نے مدہم سی سرگوشی میں کہا۔

"نہیں آقا زادی جذبات پر قابو پانا ہی اصل میں سب سے بڑا کام ہوتا ہے اور جس
نے یہ کام کرلیا سمجھ لو بیڑہ پار ہوگیا۔"

"یوٹ۔"

"تمہارا خادم آقا زادی۔"

"یوٹ تم.........."

"ہاں آقا زادی میں ہی ہوں۔"

"تم یہاں۔"

"آقا زادی میں یہاں آچکا ہوں۔"

"ایمرے۔"

"مسٹر ایمرے بھی موجود ہیں بھلا ان کے بغیر یہاں آنے کی ہمت' یوٹ میں ہوتی
تھی۔"

"کہاں ہے ایمرے؟"

"بہت قریب اگر غور کرو تو تمہاری ناک ان کی خوشبو سونگھ سکتی ہے۔"

"یوٹ کیا تو ہمیں یہاں سے لے جائے گا۔"

"ہاں آقا زادی اسی لئے میں یہاں آیا ہوں لیکن مجھے کوئی ایسی ترکیب بتاؤ کہ یہا
سے نکلتے ہوئے یہ لڑکیاں شور نہ مچادیں؟"

"یوٹ یہاں سب مشکل کا شکار ہیں' یہ سب بے چاریاں عذاب میں گرفتار ہیں
یوٹ ایمرے سے کہو' کہ ان سب کو یہاں سے آزادی دے دے میں جتنی اپنے لئے غم
زادہ ہوں اتنی ہی ان کے لئے بھی۔"

"ایسا ہی ہوگا.......... آقا زادی لیکن کیا یہ اپنی آوازوں اور جذباتوں پر قابو پاسکیں
گی۔"

"کچھ بھی ہو جائے یوٹ.......... میں ان کے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گی۔"

"اور یہی تیری عظمت اور تیری بڑائی ہے آقا زادی ورنہ کون کسی کے لئے سوچتا
ہے' تو اپنے بارے میں نہیں سوچ رہی حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تو ذہنی طور پر کتنی
مضطرب ہوں۔"

"یوٹ اپنے لئے تو سب ہی جیتے ہیں دوسروں کے لئے جینا بھی ایک بڑا کام ہوتا
ہے۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے آقا زادی کہ ہم انہیں خاموش کیسے رکھیں گے.........."

"کوشش کرو!"

"خاموش رہنے کی خاص ضرورت ہے تم انہیں آہستہ آہستہ یہاں سے نکالو بات
بےحد مشکل تھی اپنا مسئلہ نہیں تھا بلکہ دوسری لڑکیاں تھیں جنہیں جوش و جذبات پر قابو پانا
ناممکن ہی محسوس ہو لیکن یہاں بھی فیروز نے اپنی ذہانت سے کام لیا اس نے ایمرے کو بھی
اشارہ کیا اور اس کے بعد وہ دونوں بھی اندر داخل ہوگئے وہاں موجود لڑکیوں کو لوگوں کی
آمد و رفت کا پورا پورا اندازہ تھا۔

سیگال کے آدمی کسی بھی وقت پنجرے میں داخل ہوکر ان کا جائزہ لے سکتے تھے'
چنانچہ یہ دونوں آزادانہ اندر داخل ہوگئے اور لڑکیوں کے درمیان پہنچے ہوئے انہیں
ٹھوکریں مار مار کر جگانے لگے' یہ فیروز کی ذہانت تھی ورنہ ایمرے تو اس انداز میں سوچ
بھی نہیں سکتا تھا لڑکیاں ایک ایک کرکے اٹھ اٹھ کر بیٹھتی گئیں اور یوٹ اور ایلما ان
لوگوں کو دیکھنے لگے انہوں نے وہاں موجود تمام لڑکیوں کو اٹھا کر بٹھا دیا تھا' ایلما نے ایمرے

کو پہچان لیا تھا' اور اس کے حلق سے ہلکی سی آواز نکلی تھی لیکن یوٹ نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔"

"آقا زادی اگر اس وقت ہم میں سے کوئی بھی جذباتی ہوگیا تو یوں سمجھ لو اپنی موت کو پکارے گا' تم ذرا ایک منٹ رکو' مجھے کچھ کرنے دو۔" یوٹ پنجرے کے سامنے والے حصے کے بالکل مخالف سمت پہنچ گیا اور پھر اس نے اپنے چھوٹے سے قد کی وہ انوکھی قوت دکھائی کہ سب ہی حیران ہوگئے' اس نے اس مضبوط پنجرے کا زمین میں گڑھا ہوا ایک تین انچ موٹا تنا اپنی جگہ سے نکالا اور اسے آہستہ سے ایک جانب سرکا دیا اور پھر دوسرا اور تیسرا تنا بھی اسی طرح اکھاڑ کر اس نے ایک سمت سرکا دیا اور اب اس طرف اتنی جگہ بن گئی کہ ایک انسان اس میں سے باہر نکل سکے سب سے پہلے اس نے ایلما کو اشارہ کیا اور ایلما اس خالی جگہ سے دوسری جانب نکل گئی پھر الاشا اور اس کے بعد فیروز اور ایمرے وہاں موجود لڑکیوں کو ایک ایک کرکے باہر نکالتے رہے۔

تقدیر حیرت ناک طور پر ان کا ساتھ دے رہی تھی حالانکہ سیگال اور اس کے ساتھی اس قدر مستعد رہتے تھے کہ یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرنے والے کسی بھی طور بچ کر نہ جاسکیں لیکن اس وقت اصل مسئلہ یہی تھا کہ وہ غیر معمولی طور پر مطمئن تھے کیونکہ مہمان آئے ہوئے تھے اور کسی قسم کی بیرونی مداخلت کا کوئی خطرہ نہیں تھا' ایمرے نہیں جانتا تھا کہ فیروز کا آئندہ منصوبہ کیا ہے' وہ بس فیروز کی باتوں پر آنکھیں بند کرکے عمل کر رہا تھا حالانکہ اس وقت اس کے جذبات طوفان کی طرح امنڈ رہے تھے وہ ایلما کو اپنے وجود میں سمو لینا چاہتا تھا لیکن فیروز اسے بار بار یہی ہدایت کرتا کہ جذبات کا ایک ہلکا سا لمحہ زندگی بھر کی جدائی بن سکتا ہے اس لئے ایمرے اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھا۔ اس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"لیکن ہم کریں گے کیا.........؟"

"ان سب کو کشتیوں میں پہنچاؤ اور دریا پار کرادو.... ......"

"اوہ میرے خدا یہ خوفناک کام ہے۔"

"سارے کام خوفناک ہیں ایمرے' ہمیں اس وقت ہر خوفناک کام کرنا ہوگا ورنہ ان کی نہیں ہماری بھی زندگیاں خطرے میں پڑ گئی ہیں۔" ایمرے اس بات کو اچھی طرح جانتا تھا' لڑکیوں کی قطار بنالی گئی وہ بے چاری عجیب عالم میں تھیں اور ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ ہو کیا رہا ہے لیکن ان کے لئے سمجھنا ضروری بھی نہیں تھا' سیگال کے کارندے انہیں ہنٹروں سے مارتے تھے اگر وہ کوئی ایسا کام کرتیں جو ان کی مرضی کے خلاف ہو' اس وقت بھی وہ یہی سمجھ رہی تھیں کہ انہیں معمول کے مطابق اٹھا کر کہیں لے جایا جارہا ہے چنانچہ وہ گرتی پڑتی آگے بڑھ رہی تھیں یوٹ اور فیروز انہیں راستے بتاتے ہوئے دریا کے کنارے لارہے تھے' واقعی فیروز نے ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا تھا جو ناقابل یقین تھا' سارے کام اتنی آسانی سے ہو جائیں گے اسے خود بھی اس کی توقع نہیں تھی' کشتی میں پہلی کھیپ بٹھائی گئی اور فیروز نے ایمرے سے کہا کہ وہ ان لڑکیوں کی مدد سے کشتی کو لے کر دریا پار چلا جائے۔

ایمرے نے چند لڑکیوں کو اپنے ساتھ مصروف کیا اور وہ پتوار چلانے لگیں' کشتی آہستہ آہستہ دریا کی لہروں کو عبور کرتی ہوئی دوسری جانب پہنچ گئی اور ایمرے نے ایلما' الاشا اور ساتھ بیٹھی ہوئی سیاہ فام لڑکیوں کو نیچے اتار دیا اور اس کے بعد وہ کشتی لے کر واپس پلٹنے ہی والا تھا کہ اس نے یوٹ کی کشتی کو کنارے آتے ہوئے دیکھا کشتیاں بہت سی تھیں اور جو کشتی یوٹ لے کر آرہا تھا وہ تو کافی بڑی تھی اور اس میں لڑکیوں کی کافی تعداد آگئی تھی' تیسری کشتی میں فیروز بھی آرہا تھا' یوٹ نے ایمرے کو ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا اور بولا۔

"نہیں آقا اب جانے کی ضرورت نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ان تمام کشتیوں کو دریا کے دھارے پر چھوڑ دیں گے اور یہ اپنی مرضی کی مالک ہوں گی' جہاں چاہیں وہاں جائیں۔"

"کیا تیری کشتی میں باقی تمام لڑکیاں بھی آگئی ہیں۔"

"ہاں اور حیرت ناک بات ہے کہ یہ سب کچھ اس طرح ہو رہا ہے جیسے کسی نے ان

پر سحر پھونک دیا ہو۔ تم نے ایک بھی آواز نہ سنی ہوگی اس کے ساتھ ہی وہ دیکھو' وہ دیکھو' یہ شخص تو واقعی بڑا ذہین اور ہمارا بہترین رہنما نکلا' دیکھو اس نے باقی کشتیوں کے لنگر بھی کھول دیئے ہیں اور اب کم از کم کشتیوں کے ذریعے دریا عبور کر کے اس طرف نہیں آیا جاسکتا' ہاں اگر انہوں نے کوئی اور ذریعہ استعمال کیا تو شاید ہمارے پاس پہنچ سکیں۔"

ایمرے خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا ایلما اس کے شانے سے لگی کھڑی ہوئی تھی' یہ آخری کشتی بھی یہاں پہنچ گئی اور لڑکیوں کو اتار لیا گیا' وہ سب بیچاری خاموشی کے ساتھ ان لوگوں کے اشاروں پر آگے بڑھ رہی تھیں' ایمرے نے کہا۔

"وہ سامنے اس طرف ہمیں ان پہاڑیوں تک پہنچنا ہے اور اس کے بعد ہم آگے کی صورت حال کا جائزہ لیں گے۔" وہ سب بھیڑ بکریوں کی طرح ایک دوسرے میں گھسی آگے بڑھنے لگیں۔ رات اپنی آخری منزل طے کر رہی تھی اور ایمرے' یوٹ اور فیروز لڑکیوں کو آگے بڑھا رہے تھے پھر کچھ دیر کے بعد وہ پہاڑیوں کے قریب پہنچ گئے' جہاں جیمس پیرے اور اس کے تمام ساتھی موجود تھے۔ بوڑھی گومی سیانا خوشی سے کھلی پڑ رہی تھی' وہ آگے بڑھی اور اس نے الاشا کو اپنے سینے سے لپٹالیا۔

"اور یہ ہونا تھا' یہ سب کچھ ہونا تھا۔" اس نے صرف چند الفاظ کہے۔ جیمس پیرے کہنے لگا۔

"جس طرح تم ان لوگوں کو یہاں تک لے آئے ہو میں اسے اپنی زندگی کی تاریخ میں ایک انوکھا واقعہ قرار دیتا ہوں' ناقابل یقین' حیرت انگیز' آؤ میرا خیال ہے فوری طور پر ان غاروں میں آکر سما جاؤ' میں نہیں چاہتا کہ دریا پار سے ہمیں دیکھ لیا جائے۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں مسٹر جیمس پیرے۔" فیروز نے جواب دیا۔

جیمس پیرے کا پورا وجود کانپ رہا تھا' سیگال کے حلق سے اس کے شکار کو نکال لانا ایک ایسا عمل تھا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ جیمس پیرے نے بگ بورال کے قلعے میں سیگال کی درندگی دیکھی تھی اور اندازہ لگالیا تھا کہ سیگال کس قسم کا آدمی ہے' وہ اپنی ایک شاندار رہائش گاہ رکھتا تھا' لیکن انتہائی حیرت ناک بات یہ تھی کہ اس نے

رہائش گاہ میں معقول پہرے کا بندوبست نہیں کیا تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے آخر یہ کیسے ہوگیا' سمجھ میں نہ آنے والی بات تھی' لیکن بعد میں اسے معلوم ہوا کہ فیروز نے یہ ناقابل یقین کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ لڑکیوں کو غاروں میں منتقل کر دیا گیا اور یوٹ نے انہیں ہدایت دی کہ وہ منہ سے کوئی آواز نہ نکالیں اور خاموشی سے یہاں چھپی رہیں' وہ بیچاریاں اب بھی کچھ نہیں سمجھ پائی تھیں۔ بہرحال یہ سارا کام اس طرح ہوا تھا کہ جیمس پیرے کو اب بھی یقین نہیں آرہا تھا۔ مارٹن نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اور اگر ہم راستہ بدل دیں اور یہاں سے نکل چلیں تو کیسا رہے مسٹر جیمس پیرے.......؟" فیروز نے فوراً ہی مداخلت کی اور کہا۔

"میرا خیال ہے یہ ابھی مناسب نہیں رہے گا۔ کیونکہ صبح ہونے والی ہے اور صبح ہونے میں زیادہ وقت نہیں ہے اگر ہم اپنے آپ کو ان غاروں میں روپوش رکھیں اور آج کا دن گزار جائے تو یوں سمجھ لیجئے کہ ہمارے لئے نہایت موزوں رہے گا۔"

"سوچ لو فیروز دن کی روشنی میں وہ ان لڑکیون کو تلاش کرنا شروع کر دیں گے اور ان کے لئے یہ مشکل نہیں ہوگا کہ صورت حال کا جائزہ لے لیں' کشتیوں کا دریا میں بہہ جانا اس بات کی نشاندہی کر دے گا کہ لڑکیاں جیسے بھی فرار ہوئیں وہ دریا کے راستے فرار ہوئی ہیں۔"

"سر اس طرح ہمیں ایک آسانی اور مل سکتی ہے وہ یہ کہ اگر سیگال کو یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ لڑکیاں کس طرح پنجرے سے نکل کر فرار ہوئی ہیں تو پھر وہ یہی سوچے گا کہ وہ کشتیاں لے کر فرار ہوگئیں اور یہ لوگ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر دریا کے کنارے سفر کریں گے تاکہ دریائی راستے پر ان لڑکیوں کو تلاش کر لیں۔" فیروز کی بات اس قدر حیرت ناک اور جاندار تھی کہ جیمس پیرے ششدر رہ گیا اس نے کہا۔

"آہ' میں نے اس انداز میں نہیں سوچا تھا' واقعی تم درست کہہ رہے ہو فیروز۔"

"میں نے ان کشتیوں کو اسی لئے کھول کر دریا میں بہا دیا ہے کہ سیگال اس بات پر یقین کر لے کہ لڑکیاں دریائی راستے سے فرار ہوئی ہیں۔"

"نہایت بہترین بات ہے اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ یہی سوچے گا۔"

"آپ غور کر لیجئے اس وقت اس کی تمام تر قوت دریائی راستے پر دوڑ پڑے گی ا ہمیں یہاں سے نکلنے کا بہتر موقع حاصل ہو جائے گا۔"

"اب میں تم سے اتفاق کرتا ہوں' لیکن لڑکیوں کو خاموش رکھنا ایک مشکل ا ہے۔"

"نہیں' یہ میری ذمہ داری ہے۔" یوٹ نے جواب دیا۔ اور جیمس پیرے خام ہوگیا۔ بوڑھی گومی سیانا الاشا کو لے کر ایک غار میں چلی گئی اور ایمرے ایلما کے ساتھ ا جگہ سے تھوڑے فاصلے پر ایک اور غار میں پہنچ گیا۔ ایلما کی آنکھوں سے آنسوؤں برسات ہو رہی تھی۔ اس نے ایمرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم ٹھیک ہو ایمرے.........."

"ہاں ایلما تم کیسی ہو؟"

"آہ مجھ سے میرے بارے میں نہ پوچھو۔ اندر سے ایک آواز تو اٹھتی تھی ایمر کہ تم جب تک زندہ ہو مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے' لیکن حالات اس حد تک پہنچ گئے کہ مایوسی سر ابھارنے لگی تھی' آہ یہ بردہ فروش ہیں' لڑکیوں کو نیلام کر دیتے ہیں' نجا کیا کیا ہوتا ہے یہاں' نجانے کیا کیا ہوتا ہے ایمرے' میں .... میں ذہنی طور پر ماؤ ہوں' تمہیں کچھ نہیں بتا سکوں گی۔"

"خود کو قابو میں رکھو ایلما' ٹھیک ہو جائے گا سب بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔"

"کیا ہم یہاں سے نکل سکیں گے کبھی' کبھی یہاں سے نکلنا نصیب ہوگا ہمیں؟"

"ہاں' جس طرح تمہیں ان برے حالات سے رہائی ملی ہے ایلما' اس سے پورے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں یہاں سے نکلنا بھی نصیب ہوگا' وق اپنی کہانی دہرا رہا ہے' کاش مسٹر برانٹ بھی ہمارے ساتھ ہوتے' لیکن تقدیر نے ہمیں ا کا موقع نہیں دیا۔"

"کیا ہم ٹاری ویگا جائیں گے؟"

"جانا ہوگا ایلما ہمیں اس پوری کہانی کو مکمل کرنا ہوگا جس کی پیشگوئی بہت پہلے کر دی گئی تھی۔" ایلما نے محبت بھری نگاہوں سے ایمرے کو دیکھا اور پھر اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"جب تم میرے ساتھ موجود ہو ایمرے تو میں کائنات کے آخری سرے تک جا سکتی ہوں' بس تمہارا ساتھ مجھے درکار ہے۔" ایمرے نے اپنی ٹھوڑی اس کے سر پر رکھ دی اور آنکھیں بند کر لیں۔

وہ سب زوما اور سردار خان کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے' سب کے چہروں پر سنسنی
پھیلی ہوئی تھی۔ بالآخر انہوں نے انہیں آتے ہوئے دیکھا اور سب کے چہروں پر اطمینان
کی لہر دوڑ گئی' صورت حال ایسی ہی تھی' وہ خوف محسوس کر رہے تھے' بہرحال کچھ دیر
کے بعد یہ دونوں ان کے قریب پہنچ گئے' زوما اپنے ساتھیوں کے درمیان چلا گیا تھا' کنور
مہتاب علی' ہدایت اللہ اور باقی افراد نے سردار خان کا استقبال کیا اور کنور مہتاب علی پوچھنے
لگا۔

"کیا صورت حال رہی سردار خان؟"

"سر' زوما نے سیگال کا ٹھکانہ تلاش کرلیا ہے' وہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

"آہ کیا صورت حال ہے اس کی؟"

"ایک پوری بستی آباد ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہاں کافی لوگ رہتے
ہیں۔"

"پھر ان حالات میں سردار خان کیا ہم ان پر قابو پاسکتے ہیں؟" سر ہدایت اللہ نے
سوال کیا۔

"جی سر' ایک خاص طریقے کار اختیار کرنا پڑے گا' ہمیں بہرحال یہاں تک آنے
کے بعد ان لوگوں کی مدد کرنا ہے' لیکن طریقہ کار ذرا مختلف ہو گا سر' ہمیں بے دریغ ان

لوگوں کے خلاف کارروائی کرنی ہے اور اس وقت یہ نہیں سوچا جاسکتا کہ ہم ان کے ساتھ
کوئی رعایت برتیں گے۔"

"جب یہاں تک آگئے ہیں تو رعایت برتنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"میں پھر کچھ بولوں گی تو میری بات کو مداخلت بے جا کہا جائے گا۔" ریٹا ہاروے
نے کہا۔

"نہیں مس ریٹا فرمائیے۔"

"ہماری تعداد کتنی ہے آپ جانتے ہیں؟"

"ہاں نہ ہونے کے برابر۔"

"اور ہمارے پاس اسلحہ کتنا ہے؟"

"یہ اسلحہ ہم نے اسی لئے اپنے ساتھ لیا تھا کہ ضرورت پڑنے پر کام آئے۔"

"کیا یہ ضرورت ہمیں بعد میں نہیں پیش آسکتی' اگر ہم نے تمام اسلحہ یہیں خرچ
کرلیا تو آنے والے وقت میں ہم کیا کریں گے۔"

"مس ہاروے' عورت اور مرد میں کیا فرق ہے' عورت ہمیشہ بزدلی سے سوچتی ہے
اور مرد دلیری سے' ہم مستقبل کی پرواہ نہیں کرتے' آپ سے پہلے بھی کہہ دیا گیا تھا کہ
آپ براہ کرم صرف اعتراضات نہ کیجئے جب ایک فیصلہ ہو چکا ہے تو آپ اس میں دخل
اندازی کرکے اپنی انفرادی علیحدگی کا ثبوت دے رہی ہیں۔"

"جہنم میں جاؤ مجھے کیا؟" ریٹا ہاروے نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا' لیکن ان کے
الفاظ سن لئے گئے تھے' مائیکل بائر نے کہا۔

"نہیں مسٹر سردار خان' آپ اپنی منصوبہ بندی ہمیں بتائیے۔"

"جناب عالی' میں نے ماحول پر پوری پوری نظر رکھی ہے ہم یہاں سے آگے بڑھیں
گے تو ہمیں تھوڑے سے ڈھلانوں کا سامنا کرنا پڑے گا' لیکن ہماری خوش بختی ہے کہ ان
ڈھلانوں پر بڑی بڑی چٹانیں ابھری ہوئی ہیں' اور اگر ہم احتیاط سے کام لیں تو ان چٹانوں
کے پیچھے مورچے بند کرسکتے ہیں' اس کے ساتھ ساتھ ہی میں سردار زوما کو اس کے گروہ

کے ساتھ دو حصوں میں تقسیم کئے دیتا ہوں' راتوں رات یہ دونوں گروہ اس بستی کے دائیں بائیں نکل جائیں گے' میں انہیں سمجھا دوں گا کہ انہیں کیا کرنا ہے' ہم ان چٹانوں کے عقب میں رک کر مورچہ بندی کریں گے اور اس کے بعد اچانک ہی ان پر حملہ کر دیں گے یہ حملہ سورج نکلنے پر کیا جائے گا تاکہ دن کی روشنی میں ہم اپنے ٹارگٹ کو باآسانی دیکھ سکیں' ہر کارتوس کسی نہ کسی ایسے شخص پر خرچ ہو گا جو سیگال کا ساتھی ہے' ایک بھی کارتوس ضائع نہیں کیا جائے گا' سر ہم تقریباً آدھے گھنٹے تک ان پر گولیاں چلائیں گے جواب میں ادھر سے بھی فائرنگ کی جائے گی' لیکن یہ چٹانیں ہماری معاون ہوں گی' ہم راتوں رات اپنی مورچہ بندی کرلیں گے' زوما اس آبادی کے دونوں طرف مستعد ہو گا۔ جب ہم اپنے منصوبے کے مطابق انہیں فائرنگ میں الجھالیں گے اور وہ صرف یہ سوچیں گے کہ حملہ آور صرف سامنے ہیں تو زوما ان پر دونوں بازوؤں سے حملہ کردے گا۔"

"اور یہ کام زوما کرلے گا۔"

"جی سر......... بالکل۔"

"مگر کیسے؟"

"میں اسے اس کے لئے تیار کروں گا۔"

"آہ......... یہی تو مجھے سب سے مشکل نظر آتا ہے......... اتنی مہارت سے کام کیسے ہو گا۔"

"یہ میں کروں گا اور......... اسے یہ سب میں سمجھاؤں گا۔"

"ایسا تم ہمارے سامنے کر سکتے ہو۔" کنور مہتاب علی نے مسکرا کر کہا' اور سردار خان بھی مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔

"ٹھیک ہے سر......... میں آپ کو مطمئن کردوں گا۔ اس کے بعد اس نے زوما اور اس کے چار ساتھی جنگلیوں کو طلب کرلیا تھا۔ اور وہ منتظر ہو گئے تھے کہ یہ خاموش معرکہ کیسے سرانجام پائے گا.........!"

خود عرشی کو بھی اندازہ نہیں تھا کہ نادر شاہ جو ان لوگوں کی زبان سے ناآشنا ہے ن یہ جنگی حکمت عملی کیسے سمجھائے گا' حالانکہ اب تک نادر شاہ نے جنگلیوں کے ساتھ طریقہ کار رکھا تھا اس پر نہ صرف عرشی بلکہ دوسرے لوگ بھی مطمئن تھے۔ نادر شاہ آسانی سے انہیں کنٹرول کئے ہوئے تھا دوسرے اگر تجزیہ کرتے تو انہیں یہ عمل ن معلوم ہوتا تھا' اور یہی وجہ تھی کہ ریٹا ہاروے بار بار نادر شاہ کے بارے میں شکوک ہات کا شکار ہو جاتی تھی۔ عرشی سر ہدایت اللہ کو اپنے بارے میں تفصیل بتانے کے ئیر مطمئن نہیں تھی' یہ بہتر ہی ہوا تھا' بہرحال بیٹی تھی اور باپ کی مشکلات میں اضافہ ا کرنا چاہتی تھی۔ اسے خود بھی احساس تھا کہ قدم قدم پر سر ہدایت اللہ اس کے لئے ثان ہو جاتا ہے اور کسی بھی مشکل مرحلے سے نکلنے کے بعد وہ اس سے رجوع کرنے کی شش کرتا ہے' یہ ایک باپ کا عمل تھا اور عرشی اس عمل سے متفق تھی' سر ہدایت اللہ اتنا ہی پریشان ہونا چاہیے تھا۔ اب جو صورت حال ہو گئی تھی اس سے وہ بالکل مطمئن ہ۔ بہرحال نادر شاہ سے کوئی سوال کرنے کا موقع بھی نہیں ملا تھا' کنور مہتاب علی وغیرہ یہاں بھی نادر شاہ کو امتحان میں ڈالنے کی کوشش کی تھی' لیکن نادر شاہ کے چہرے پر طرح اطمینان کے آثار تھے اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ باآسانی سردار زوما کو اپنا نہ سمجھانے میں کامیاب ہو جائے گا' سردار زوما اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس کے پاس

پہنچ چکا تھا۔ یہی کیا کم تھا کہ نادر شاہ نے ان لوگوں کو اس طرح اپنی مٹھی میں لے رکھا تھا کہ وہ اس کی ہر بات مانتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ بہرحال نادر شاہ نے زمین سے پتھروں کے کچھ ٹکڑے جمع کرلئے اور سردار زوما اور اس کے ساتھیوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ سب زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے تھے۔ نادر شاہ نے زوما کو دیکھا' مسکرایا اور دونوں ہاتھ سیدھے کرکے فضا میں لہرائے۔ زوما اور اس کے ساتھی نادر شاہ کی صورت دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے زور زور سے گردن ہلانا شروع کردی۔ تب نادر شاہ نے سی گال کی بستی کی جانب اشارہ کیا اور اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھ سیدھے کرکے بندوق کی شکل بنائی اور نشانہ لینے لگا۔ پھر اس نے زوما کو کچھ سمجھانے کی کوشش کی۔ باقی تمام افراد اس نظارے کو دیکھ رہے تھے۔ سردار زوما نے نادر شاہ کے اس اشارے کو سمجھنے کی کوشش کی اور پر جوش انداز میں گردن ہلانے لگا۔ نادر خود بھی ان کے سامنے بیٹھ گیا اس نے ایک پتھر سے زمین پر نشان بنانے شروع کردیئے۔ یہ نشانات بستی کے نشان تھے۔ پھر اس نے زمین زور سے تھپتھپائی اور زوما کی جانب دیکھا۔ زوما اور اس کے چاروں ساتھی زمین پر زور زور سے ہاتھ مارنے لگے تھے۔

نادر شاہ نے پتھروں کے ٹکڑوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا درمیان میں اس نے دائرہ بنا دیا تھا اور دائرے کے دائیں طرف اس نے پتھروں کے ٹکڑے الگ الگ کرکے رکھنا شروع کردیئے۔ زوما اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ نادر شاہ نے پتھروں کو دو حصوں میں منقسم کردیا اور اس کے بعد زوما اور اس کے چاروں ساتھیوں میں سے دو دو کو الگ کیا اور پتھروں کی جانب اشارہ کرکے ایک ہاتھ ادھر رکھا دوسرا ادھر......... اور زوما نے زور زور سے گردن ہلانا شروع کردی۔ پھر نادر شاہ نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا۔ بندوق کا نشان بنایا اور ان ڈھلانوں کی جانب اشارہ کیا جن پر چٹانیں بکھری ہوئی تھیں' اور اپنے آپ کو وہاں موجود ہونے کا اشارہ کیا۔ سردار زوما مسکرا کر گردن ہلانے لگا۔ اس نے منہ سے کچھ ایسی آوازیں بھی نکالی تھیں جن کا مفہوم تو خیر یہ لوگ کبھی بھی نہیں سمجھ سکتے تھے کہ زوما خوشی کا اظہار کر رہا ہے۔ نادر شاہ نے ایک بار پھر اشاروں کی زبان میں زوما کو

سمجھایا کہ یہ کام رات کو کرلینا ہے اور جب حملے کا وقت ہوگا تو ایک فائر کیا جائے گا۔

نادر شاہ نے اپنے منہ سے "ڈشوں" کی آواز نکالی اور زوما آسمان کی جانب دیکھنے لگا' پھر زمین کی طرف' اور اس کے بعد اس نے زمین پر دونوں ہاتھ ٹکائے اور دونوں پیروں کو مینڈک کی طرح زمین پر اچھالنے لگا۔ اس کے چاروں ساتھیوں نے بھی یہ عمل شروع کر دیا تھا اور ریٹا ہاروے کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

"مسٹر سردار خان آپ ان لوگوں کے ساتھ یہ رقص کرکے دکھائیں۔"

نادر شاہ برا سا منہ بنا کر رہ گیا تھا' کنور مہتاب علی اور سرہدایت اللہ وغیرہ غالباً نادر شاہ سے پوری طرح اتفاق کر رہے تھے اس لئے وہ بھی سنجیدہ تھے' زوما کو ساری تفصیلات سمجھانے کے بعد نادر شاہ نے انھیں کھڑے ہونے کا اشارہ کیا اور اپنے گروہ میں جانے کی ہدایات کردی وہ پانچوں خاموشی سے گردن جھکا کر چلے گئے تھے۔

"ویری گڈ بھئی سردار خان' آخر تم ہو کیا بلا..........؟" سرہدایت اللہ نے کہا۔

"سر آپ نے مہم جو بنا دیا ہے' ورنہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔" سردار خان نے جواب دیا۔ لیکن یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے اس نے سرہدایت اللہ سے نگاہیں نہیں ملائی تھیں۔ بہرحال وقت گزرتا رہا' سرہدایت اللہ' کنور مہتاب علی' مائیکل بائر' لارک اینجلو سب کے سب نادر شاہ سے مطمئن تھے۔ ریٹا ہاروے کے بارے میں انہوں نے اندازہ لگالیا تھا کہ عورت ہونے کے ناطے وہ ہر بات پر تنقید کرنے کی عادت رکھتی ہے بہرحال ایسی باتوں کو معاف بھی کیا جاسکتا تھا اور بعد میں سرہدایت اللہ نے کنور مہتاب علی کی موجودگی میں نادر شاہ سے بات کی۔

"بھئی ایک بات کی تم سے معافی مانگنی ہے سردار خان۔"

"جی سر' میں سمجھا نہیں!؟"

"یہ محترمہ ریٹا ہاروے ذرا اپنی جگہ کچھ زیادہ بول جاتی ہیں۔ میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ ان کی بات کا برا نہ ماننا۔"

"نہیں سر ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ ایسے کیوں سوچ رہے ہیں۔"

"بس ذرا یہ احساس ہو رہا تھا مجھے کہ یہ ذرا کچھ زیادہ بول رہی ہیں۔"

"سر ہم ایک خطرناک مہم پر آئے ہوئے ہیں اور ہمیں بہرحال اپنے تحفظ کا بندوبست بھی کرنا ہے اور اپنی مہم کی کامیابی کا بھی خیال رکھنا ہے' اس لئے چھوٹی موٹی باتوں کو نظرانداز کرنا ہی ہوگا۔"

کنور مہتاب علی وغیرہ یہ گفتگو کرنے کے بعد وہاں سے چلے گئے لیکن سرہدایت اللہ' نادر شاہ کو ساتھ لے کر تھوڑا سا آگے بڑھ گیا تھا' یہ پہلا موقع تھا کہ نادر شاہ عرشی کے بغیر وہاں موجود تھا۔ درحقیقت وہ سرہدایت اللہ سے کچھ جھینپا جھینپا سا نظر آ رہا تھا سرہدایت اللہ نے کہا۔

"کچھ وقت دے سکتے ہو مجھے یا سستی کا شکار ہو۔"

"نہیں جناب حاضر ہوں۔"

"اپنے بارے میں مجھے کچھ اور تفصیل نہیں بتاؤ گے۔"

"جی۔"

"ہاں۔"

"کیا تفصیل بتاؤں؟"

"کون ہو تم؟"

"بس جناب یہ تفصیل بعد کے لئے چھوڑ دیجئے' میرا خیال ہے مس عرشی میرے بارے میں آپ کو بہت کچھ بتا چکی ہیں۔"

"وہ اصل میں' وہ میری بیٹی ہے' بہت اچھی بہت اعلیٰ ظرف اور بہت ہی اچھے کردار کی مالک۔ لیکن وہ جو ایک خرابی ہے اس کے اندر اسے میں دور نہیں کر سکا اور نہ ہی کر سکتا ہوں۔"

"کیا سر؟"

"وہ جھوٹ بولتی ہے۔ وہ اپنا مطلب نکالنے کے لئے وہ سب کچھ کر سکتی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہو۔ میں اس کی جانب سے ہمیشہ شبے کا شکار رہتا ہوں۔" نادر

کو ہنسی آگئی اس نے کہا۔

"نہیں سر یہ آپ کا خیال ہے۔ وہ اتنی جھوٹی بھی نہیں ہیں۔"

"کمال کرتے ہو' یعنی اس نے اتنے طویل سفر میں مجھے بے وقوف بنائے رکھا اور تم تے ہو کہ وہ جھوٹی نہیں ہے۔"

"وہ سب کچھ بہت ضروری تھا سر........"

"ضروری تو تھا........ لیکن تم یہ بتاؤ کہ تم سردار خان کیسے بن گئے اور وہ شمسہ ے بنی........؟"

"سر یہ تو آپ کو وہی بتا سکتی ہیں۔"

"تمہارا اس سے کیا تعلق ہے نادر شاہ؟" سرہدایت اللہ نے پوچھا۔

"سر میں ان کے احکامات کی پابندی کرتا ہوں۔"

"کس حیثیت سے؟"

"اس حیثیت کا انکشاف تو وہی کریں گی۔"

"خیر اس وقت حالات ایسے نہیں ہیں کہ میں تم سے کسی بارے میں بحث کر سکوں' ن بہرحال میں تم سے مطمئن بھی ہوں اور خوش بھی۔ جس کام کا بیڑا تم نے اٹھایا ہے کیا اسے باآسانی سرانجام دے لو گے؟"

"سر انتہائی کوشش کروں گا اور مجھے یقین ہے کہ مجھے اس میں کامیابی حاصل ہو ئے گی۔" سرہدایت اللہ مطمئن انداز میں گردن ہلانے لگا تھا۔

بہرحال وقت گزرتا رہا وہ لوگ جنگلیوں پر بھی نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ اور بستی کا بھی زہ لیا جا رہا تھا' بڑی احتیاط برتی جا رہی تھی' ذرا سی لغزش "سی گال" کو ہوشیار کر سکتی ہے۔ ان لوگوں کا کبھی اس سے براہ راست ایسا واسطہ نہیں پڑا تھا جو سی گال کی شخصیت کے سامنے آجاتی۔ لیکن جو کچھ اندازہ ہوا تھا اس سے پتہ چل رہا تھا کہ سی گال بڑی ئی گھیرے اور اس کے لئے جو کچھ بھی کرنا پڑے گا' وہ بہت سوچ سمجھ کر کرنا پڑے ے

غرض یہ کہ وقت گزرتا رہا اور پھر وہ وقت آگیا جب انہیں اپنے عمل سے گزرنا تھا۔ لیکن اس وقت وہ سب حیران رہ گئے جب انہوں نے جنگلیوں کی تقسیم ہوتے ہوئے دیکھی اور پھر سردار زوما کے اشارے پر جنگلیوں کے دو گروہ بنے اور نہایت احتیاط کے ساتھ وہ ان دونوں سمتوں میں بڑھنے لگے' جہاں سے بستی کو گھیرا جاسکتا تھا۔ کنور مہتاب علی اور لارک اینجلو ساتھ ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ لارک اینجلو نے کہا۔

"کنور بہت سنسنی خیز لمحات ہیں یہ.......... ہم نے زندگی میں بہت سی مہمات سر کی ہیں لیکن یقین کرو جو لطف اس مہم میں آرہا ہے' وہ پہلے کبھی زندگی کی کسی مہم میں نہیں آیا۔"

کنور مہتاب علی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی اس نے کہا۔

"تم کیا سمجھتے ہو لارک اینجلو' کیا ہم میں سے کوئی دولت کا خواہشمند ہے؟"

"ہرگز نہیں.......... اگر ہمارے بارے میں لوگ معلومات حاصل کریں گے تو ان کے ذہنوں میں یہی تصور آئے گا کہ ہم لالچی اور پرہوس لوگ ہیں اور نیل کنٹھ دولت کی تلاش میں جارہے ہیں۔ بے شک دولت انسانی زندگی میں ایک اہم مقام رکھتی ہے کتنی ہی ہو جائے لیکن انسان اسے بڑھانے کی فکر میں سرگرداں رہتا ہے' لیکن یہ کوئی نہیں جانتا کہ بعض اوقات یہ نشہ ایک عجیب شکل اختیار کر جاتا ہے اور یہ جاننے کے باوجود کہ ہیروں اور سونے کے اس انبار کے ذریعے انہیں کچھ نہیں حاصل ہوگا وہ ان کے حصول کے لئے زندگی کی بازی لگا دیتا ہے۔

بہرحال میں تو اس سردار خان پر حیران ہوں دیکھو کسی بھی انسان کو معمولی نہیں کہنا چاہیے' بظاہر یہ ایک بالکل ہی غریب اور لاوارث سا آدمی تھا' لیکن اس کے جوہر کس طرح کھلے ہیں' میں تو واقعی حیران ہوں' ویسے یار کبھی کبھی دل میں یہ خیال ضرور آتا ہے کہ کہیں واقعی اس مسئلے میں کوئی گہرائی نہ ہو۔"

"اب کچھ بھی ہو' ہمیں دیکھنا ہی ہوگا۔ تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ انسان عجیب و غریب فطرت کا مالک ہے' ہماری یہ مہم درحقیقت جن دلچسپ مراحل سے گزر

نوعیت کے انوکھے ہیں اور ابھی تو سنسنی کا ایک ایسا دور ہے جس کے بارے میں صرف تصور کیا جاسکتا ہے یقین نہیں۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔

ادھر سردار خان اپنے آپ کو منظم کر رہا تھا اور پھر اس نے ان لوگوں سے درخواست کی۔

"میرا خیال ہے اب ہمیں ان ٹیلوں کی آڑ لیتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیے' اتنا مناسب وقت ہے کہ اس سے بہتر وقت ہمیں اور کوئی نہیں حاصل ہوگا' رات کی تاریکیاں چھٹتے ہی جب صبح نمودار ہوگی تو صورت حال کا جائزہ لے کر ہم اپنے کام کا آغاز کر دیں گے۔ ویسے مجھے سردار زوما کی طرف سے اطمینان ہے کہ وہ ہماری مرضی کے مطابق ہی کام کرے گا۔"

"ٹھیک ہے چیف اب جیسا تم کہو گے ویسا ہی کیا جائے گا۔" کنور مہتاب علی نے کہا اور سردار خان نیاز مندی سے مسکرانے لگا۔

بستی میں ایک پرسکون صبح ہوئی تھی' سی گال اور اس کے ساتھی آنے والے مہمانوں کی خاطر مدارت میں مصروف ہوگئے تھے اور صبح ہی صبح ان لوگوں کے ناشتے کے لئے تمام تیاریاں ہونے لگی تھیں جو سی گال کے معزز مہمان تھے اور سی گال کا عظیم الشان کاروبار انہی کے ذریعے چلتا تھا۔ چنانچہ سی گال انہیں خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا۔ اس وقت بھی وہ انہی کے درمیان تھا جب اس نے چند افراد کو دوڑ کر اس طرف آتے ہوئے دیکھا۔ ان کی چہروں پر حیرت کے نقوش تھے اور وہ یقیناً ایسی کوئی خبر لا رہے تھے جو سی گال کے لئے تعجب خیز ہو۔ سی گال کو اپنے ساتھیوں کے بارے میں پورا پورا اندازہ تھا' ایک دم اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے اور وہ کسی ایسی خبر کو سننے کا منتظر ہوگیا جو تعجب خیز ہو۔ لیکن وہ تعجب خیز خبر کیا ہو سکتی ہے۔ اس کا اندازہ خود سی گال بھی نہیں لگا سکا تھا۔

آنے والے قریب پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ ''سردار سی گال آپ ہمیں دو منٹ کا وقت دے سکتے ہیں؟'' سی گال نے آنے والے کو گھورتے ہوئے اس کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ عام حالات میں اس کے ساتھی اس انداز میں گفتگو نہیں کرتے تھے ضرور کوئی ایسی ہی بات تھی جس نے انہیں ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیا تھا۔ بہرحال سی گال آگے بڑھ آیا تو اس کے ساتھی نے انکشاف کیا۔

''سردار لڑکیاں غائب ہیں۔''

''کیا.........'' سی گال حیران لہجے میں بولا۔

''پنجرے خالی ہیں سردار ایک بھی لڑکی وہاں موجود نہیں ہے۔''

''کیا بکواس کر رہا ہے؟''

''سردار ہم سب خود حیران ہیں۔''

''کیا بک رہا ہے۔'' اس بار سی گال بہت زور سے دھاڑا۔

''سردار.......... سردار.......... آپ خود دیکھ لیں۔ آپ خود دیکھ لیں۔''

سی گال آتشیں نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر کچھ کہے سنے بغیر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ فوراً ہی ایک آدمی نے اسے گھوڑا پیش کیا اور سی گال گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر وہاں سے آگے بڑھ گیا' وہ لوگ پیدل دوڑتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے آئے تھے

فاصلہ اتنا زیادہ بھی نہیں تھا۔ لیکن چونکہ سی گال کو بہت جلدی وہاں پہنچنا تھا اس لئے ان لوگوں نے گھوڑا سی گال کو پیش کر دیا تھا۔

سی گال پنجرے کے پاس آیا' اس نے حیران نگاہوں سے پنجرے کو دیکھا۔ وہ جگہ بھی دیکھی جہاں سے درخت کا مضبوط تنا اکھاڑ دیا گیا تھا' یہ سب معمولی کام نہیں تھا لڑکیاں اپنے طور پر یہ نہیں کر سکتی تھیں۔ وہ ایک لمحے کھڑا رہا اسی وقت دوسرے بہت سے افراد اس کے پاس پہنچ گئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

''سردار ہم نے اندازہ لگالیا ہے کہ وہ کس طرح فرار ہوئیں؟''

''کیا بکواس کر رہے ہو تم لوگ۔'' سی گال وحشت زدہ لہجے میں بولا۔ اس کی آواز میں آتش فشاں جیسی چنگھاڑ تھی اور اس کا چہرہ خون کی طرح سرخ نظر آرہا تھا۔

''وہ سب کشتیاں لے کر فرار ہوگئیں ہیں سردار۔ وہ ساری کشتیاں غائب ہیں جو دریا کے ساحل سے لگی ہوئی تھیں اور جن کے ذریعے معزز مہمان کنارے تک پہنچے تھے۔''

''کشتیاں غائب ہیں؟''

''ہاں سردار۔''

''لیکن' لیکن تم سب کہاں مرگئے تھے' اور وہ کہاں ہیں۔''

''کون سردار۔''

''وہ بدمعاش جنھوں نے یہ عمل سرانجام دیا ہے کیا وہ بھی ان کے ساتھ ہی فرار ہوگئے۔''

''آپ کس کی بات کر رہے ہیں سردار۔'' ایک شخص نے کہا اور سی گال نے ہاتھ میں پکڑا ہوا چابک اس قوت سے اس کے مارا کہ اس کے بدن سے خون کی دھار پھوٹ نکلی۔ وہ چیختا ہوا پیچھے ہٹ گیا تھا۔

''میں ان دو آدمیوں کی بات کر رہا ہوں جن کے سپرد مہمانوں کی ذمہ داری کی گئی ہے۔''

"ہم موجود ہیں سردار۔" نصیر بیگ نے کہا اور سی گال اس کی جانب مڑ گیا۔

"یہ کیا ہوا؟"

"آپ یقین کریں سردار اگر آپ ہم پر شک کر رہے ہیں تو بے شک آپ ہماری بوٹیاں اڑا دیں۔ لیکن نہ تو ہم اتنے بے وقوف ہیں اور نہ ہی اتنے نمک حرام کہ آپ کے ساتھ یہ دھوکا دہی کریں۔ لڑکیاں بالکل پر سکون تھیں اور ان میں' اتنی جرات نہیں تھی کہ وہ پنجرے کو توڑ کر نکل سکتیں اور اگر یہ کام وہ کر سکتیں تو کیا اس سے پہلے نہیں کر سکتی تھیں۔ سردار مجھے اس میں کوئی بیرونی ہاتھ معلوم ہوتا ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو تم.........."

"معافی چاہتا ہوں سردار.......... جو کہنا چاہتا ہوں اس کے کہنے پر میری جان بھی جاسکتی ہے۔"

"نہیں کہو کیا کہنا چاہتے ہو تم.........؟"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے سردار کہ آنے والے تاجروں میں سے کوئی ایسا شخص ہو جو منصوبہ بندی کرنے کے بعد یہاں آیا ہو اور اس نے یہ عمل کر ڈالا ہو۔"

نصیر بیگ کی بات میں وزن تھا۔ سی گال سوچ میں ڈوب گیا۔ بہت دیر تک خاموش رہا پھر آہستہ سے بولا۔

"نہیں وہ سب میرے برسوں کے شناسا ہیں' اور میرے خیال میں ان میں سے کوئی' ایسا نہیں ہو سکتا' ارے تم لوگ کیا دیکھ رہے ہو' لڑکیوں کی تلاش کا انتظام کرو' گھوڑے تیار کروا ور دریا کے کنارے کنارے سفر کرو دیکھو وہ کتنی دور نکل گئی ہیں' آہ' انہوں نے بہت زبردست معرکہ سرانجام دیا ہے۔ میں ان بے وقوف لڑکیوں سے یہ توقع نہیں کر سکتا تھا لیکن' لیکن کیسے ہو گیا یہ کیسے ہو گیا۔"

چاروں طرف بھگدڑ مچ گئی تھی' تاجر جہاں قیام پذیر تھے وہاں بھی شاید خبر پہنچ گئی تھی اور وہ سب حیران پریشان نظر آرہے تھے' گھوڑوں کو تیار کیا گیا اور پھر وہ گھوڑوں پر سفر کرنے ہی والے تھے کہ اچانک ہی ایک فائر ہوا اور سب کے سب رک گئے۔ فائر کون

کر سکتا ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی' لیکن پھر مسلسل فائرنگ ہونے لگی اور چیخ و پکار کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وہ لوگ جو بیرونی حصے میں تھے اور چٹانوں کی طرف سے ہونے والے حملے کا شکار ہو سکتے تھے' خاک و خون میں نہا گئے تھے' گولیوں نے انہیں چھید کر رکھ دیا تھا اور مسلسل چلنے والی گولیوں نے تباہی مچا دی تھی' وہ شدید طوفانی انداز میں چلائی جارہی تھیں' گو بہت زیادہ رائفلیں استعمال نہیں ہو رہی تھیں لیکن پکے اور درست نشانے لگائے جارہے تھے کہ ہر گولی کارآمد ہو رہی تھی اور بہت سے گھوڑے زخمی ہو کر ہنہنا رہے تھے اور اپنے ہی ساتھیوں کو روند رہے تھے۔

"دیکھو.........." سی گال وحشت زدہ لہجے میں چیخا۔ اور اس کے ساتھی بھی جلدی جلدی اپنے ہتھیار سنبھالنے لگے۔ وہ منظم ہو کر اس سمت متوجہ ہو گئے تھے جہاں سے گولیاں چلائی جارہی تھیں' لیکن ابھی کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا کہ اچانک ہی وحشیانہ چیخیں سنائی دیں اور اس کے بعد سیاہ فام ٹڈی دل بستی کی جانب دوڑ پڑا۔ پتھر' کلہاڑے' نیزے اور جو بھی ہتھیار زوما اور اس کے ساتھیوں کے پاس تھے انہیں بستی پر پھینکا جارہا تھا اور وحشی دوڑتے چلے آرہے تھے۔ سی گال نے یہ منظر دیکھا تو جلدی سے دوڑ اپنی رائفل اٹھائی اور پھر بھاگ کر گھوڑے پر سوار ہو گیا' اور وحشیوں پر اندھا دھند فائرنگ شروع کر چکا تھا' اور کئی وحشی اس کی گولیوں کا نشانہ بن گئے تھے' لیکن جو تباہی دو طرف سے نازل ہوئی تھی وہ معمولی نہیں تھی ایک سمت وہ تھی جہاں تاجر قیام پذیر تھے وہ اپنے طور پر اس وحشت ناک کیفیت کا شکار ہو گئے تھے اور اپنی مدافعت کا بندوبست کر رہے تھے۔ ان کے اپنے محافظ بھی ان کے ساتھ تھے جو بہر طور گولیاں چلا رہے تھے لیکن کالی ٹڈی ان کے بس کی چیز نہیں تھی۔ زوما اور اس کے ساتھی وحشتوں میں ڈوبے ہوئے تھے وہ اپنی جلی ہوئی بستی کا انتقام لینا چاہتے تھے اور یہ انتقام شدید ترین طوفان کی شکل میں نمودار ہوا تھا۔

سی گال اور اس کے ساتھی بدنصیبی کا شکار ہو گئے تھے۔ ادھر تاجر بھی اب مرنے لگے تھے وہ دریا کی سمت بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے اور اپنی اس کوشش میں کامیاب

بھی ہوگئے لیکن ان کے بڑے جہاز ان کے پاس موجود نہیں تھے کشتیاں الگ غائب ہوگئی تھیں۔ پھر ایک اور قہران پر ٹوٹا۔ دریا کے دوسرے کنارے سے اچانک گولیوں کی بارش شروع ہوگئی اور یہ تیسری بلکہ چوتھی سمت تھی جہاں سے ان پر حملے کا آغاز ہوا تھا۔ بہت سے تاجر دریا کے کنارے ہی پر ڈھیر ہوگئے۔ سی گال اپنے طور پر کوشش کر رہا تھا لیکن اسے کامیابی حاصل نہیں ہو رہی تھی ادھر مرزا نصیر بیگ اور زاہد شدید پریشانی کا شکار تھے اور اپنے آپ کو چھپاتے پھر رہے تھے۔ انہیں یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ طوفان کی طرح نازل ہونے والے سیاہ فام اس وقت یہ نہیں دیکھیں گے کہ کون کیا ہے' وہ موت بن کر نازل ہوئے تھے' اور یہ موت سی گال کے آدمیوں پر برس رہی تھی۔ سی گال کے آدمی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے لیکن تعداد کے سامنے بے بس تھے' کتنے افراد کو ہلاک کرتے' بالآخر وحشی ان تک پہنچ جاتے اور پھر اس طرح ان کے ہاتھ پاؤں تقسیم ہو جاتے کہ ایک پاؤں کسی وحشی کے ہاتھ میں ہے دوسرا کسی کے ہاتھ میں۔ وہ اپنے دشمنوں سے اس طرح انتقام لے رہے تھے کہ وحشت خیزی ان پر ختم ہوگئی تھی۔ سب کی چہرے بھیانک نظر آرہے تھے۔ جلے ہوئے گھر' جلی ہوئی بستیاں' مرجانے والے' بچھڑ جانے والے' ان کی آبروں کے دشمن ان کی نگاہوں کے سامنے تھے' بھلا اب وہ ان کے ساتھ رعایت کیسے برت سکتے تھے' چنانچہ یہ خوفناک خونریزی جاری تھی۔ مرزا نصیر بیگ نے زاہد سے کہا۔

"زاہد میرا خیال ہے ہمارا آخری وقت آگیا ہے۔"

"سر یہ ہوا کیا ہے؟"

"وحشی حملہ آور ہوئے ہیں۔"

"مگر ان کے پاس ہتھیار تو نہیں ہیں۔"

"یہی تو حیرت کی بات ہے۔"

"اس سلسلے میں کیا کہہ سکتے ہیں آپ؟"

"یقیناً اس کا مددگار کوئی اور بھی ہے۔"

"مگر کون؟"

"یہ وقت ان باتوں کو سوچنے کا نہیں ہے' زاہد اپنی زندگی بچا سکتے ہو تو بچاؤ۔"

"سر لیکن کس طرح.........؟"

"آؤ میرے ساتھ........" مرزا نصیر بیگ نے کہا اور ایک ایسے گوشے کو تاڑ کر اس کی جانب بڑھ گیا جہاں عام آمد و رفت نہیں تھی۔ ایک اونچی سی چٹان تھی اور اس کے آس پاس کئی آدمی مرے ہوئے پڑے تھے' ان میں وحشی بھی تھے اور سی گال کے آدمی بھی۔

مرزا نصیر بیگ نے جلدی جلدی ان وحشیوں اور سی گال کے آدمیوں میں سے کچھ کا خون اپنے ہاتھوں پر لگایا اور انہیں اپنے بدن پر لگانے لگا اس نے اپنا چہرہ بھی خون رنگین کرلیا تھا پھر اس نے زاہد سے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"دیکھ نہیں رہے میں کیا کر رہا ہوں؟"

"سر میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔"

"اپنے آپ کو خون میں اس طرح بھگولو کہ تمہارا پورا جسم گولیوں سے چھلنی نظر آئے۔"

"جی سر۔" زاہد نے کہا اور بادل نخواستہ مرزا نصیر بیگ کی اس ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ مرزا نصیر بیگ نے اس طرح اپنے آپ کو خون میں ڈبو لیا کہ اب وہ سر تاپا خون ہی خون محسوس ہوتا تھا۔ پھر وہ چٹان کی آڑ میں اس طرح لیٹ گیا کہ کہ اگر گھوڑے وغیرہ ادھر سے گزریں تو ان کے جسموں کو نہ روند سکیں' لیکن دیکھنے والا یہی سمجھے کہ یہ لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ اب زاہد کی سمجھ میں مرزا نصیر بیگ کی بات آگئی تھی' اس نے دل ہی دل میں مرزا نصیر بیگ کو داد دی تھی' خوب ترکیب سوچی تھی مرزا نصیر بیگ نے' یہ ایک بہترین طریقہ تھا اس وقت بچنے کا' چنانچہ دونوں کے دونوں لاشوں کی شکل میں زمین پر لیٹ گئے کہ قریب سے دیکھنے والے کو بھی یہ اندازہ نہ ہوسکے کہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن اس خوفناک ہنگامہ خیزی نے ان کے دل وحشت سے بھر دیئے تھے اور اب بھی انہیں یقین نہیں تھا کہ ان کی زندگی بچنے کا کوئی امکان ہو سکتا ہے۔

وحشی اندر آ گئے تھے اور سی گال کے آدمیوں کو چن چن کر تلاش کر رہے تھے' سارے تاجر مارے گئے تھے۔ ادھر دریا کے دوسرے حصے سے بھی گولیاں برس رہی تھیں اور ادھر سامنے والے حصے سے بھی۔ جبکہ باقی دونوں سمتیں وحشیوں نے سنبھال رکھی تھیں' گویا سی گال کا برا وقت آ ہی گیا تھا۔

وحشیوں نے اس پر بس نہ کیا' کہیں سے انہیں آگ حاصل ہو گئی اور بالآخر انہوں نے سی گال کے جھونپڑوں اور مکانات کو جلانا شروع کر دیا۔ مرزا نصیر بیگ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"زاہد یہ صورت حال اور بھی زیادہ سنگین ہے۔"

"سر میرے ذہن میں ایک خیال آتا ہے۔"

"کیا؟"

"دریائی راستہ کیا بہتر نہیں رہے گا۔"

"کیسے؟"

"آپ کو تیرنا آتا ہے؟"

"ہاں تیرنا تو آتا ہے۔"

"تو پھر ہم دریا کے راستے دوسرے کنارے پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

مرزا نصیر بیگ نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر بولا۔ "لیکن وہاں تک کا فاصلہ طے کرنا آسان ہو گا کیا؟"

"سر زمین پر رینگ رینگ کر چلتے ہیں' جہاں کوئی ہمارے قریب آیا اس طرح پڑ جائیں گے جیسے مر چکے ہیں۔ یہاں تو لاشوں کے انبار لگے ہوئے ہیں۔"

"اور اگر گھوڑوں کے قدموں تلے کچلے گئے تو..........؟"

"سر زندگی کی جدوجہد تو کرنی ہے۔" زاہد نے کہا اور بات مرزا نصیر بیگ کی سمجھ میں آ گئی۔

"آؤ.........." وہ بولا اور اس کے بعد وہ دونوں چھپکلیوں کی طرح رینگتے ہوئے دریا

کی جانب بڑھنے لگے۔ پتہ نہیں سی گال کا کیا حشر ہوا تھا' ان لوگوں کو تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ لڑکیاں کس طرح نکلیں' یا اب کہاں ہیں کسی کو کسی کی خبر نہیں تھی۔ سی گال اور اس کے ساتھی اب زندگی بچانے کی فکر میں سرگرداں تھے۔ انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ پانسہ پلٹ چکا ہے اور وحشی ان پر قابو پا چکے ہیں' یقیناً" ان کی مدد دوسرے لوگوں نے کی ہو گی۔

پھر سامنے سے چلنے والی گولیوں نے سی گال کا بھیجہ اڑا دیا اور سی گال کے مرتے ہی سی گال کے آدمیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ ادھر مرزا نصیر بیگ اور زاہد دریا تک پہنچ چکے تھے۔ دریا کے دوسری جان سے اب گولیاں چلنا بند ہو گئی تھیں کیونکہ تاجروں کی لاشیں کنارے کنارے ڈھیر بند ہو گئی تھیں اور ادھر کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ پتہ نہیں ان دونوں کو دریا میں کودتے ہوئے دیکھا گیا یا نہیں۔ لیکن بہرحال یہ تیز رفتاری سے دریا کو تیرتے ہوئے عبور کرنے لگے' اور جب دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچے تو انہوں نے چند ایسے لوگوں کو پایا جو ان کے آشنا بھی تھے اور اچھی طرح ان سے ملاقات بھی تھی۔ یہ جیمس پیرے وغیرہ تھے اور جیمس پیرے ہی کے ساتھی گولیاں چلا رہے تھے۔ مرزا نصیر بیگ نے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں ڈیئر جیمس پیرے' یہ میں ہوں براہ کرم مجھے ہلاک کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ یہ میں ہوں ڈیئر جیمس پیرے۔"

جیمس پیرے وغیرہ نے مرزا نصیر بیگ کو حیرت سے دیکھا اور پھر خاموشی سے ان کے نزدیک آنے کا انتظار کرتے رہے۔ زاہد اور مرزا نصیر بیگ بالآخر جیمس پیرے کے قریب پہنچ گئے تھے۔

"یہ کیا ہے یہ کیا ہے مسٹر جیمس پیرے' خدا کے لئے ہمیں بتایئے یہ کیا ہے۔"

"مجھ سے پوچھ رہے ہو یہ بات۔"

"تو اور کس سے پوچھیں' آپ لوگ ادھر سے گولیاں برسا رہے تھے' کیا ان وحشیوں کے مددگار آپ ہیں۔"

"نہیں۔" جیمس پیرے نے جواب دیا۔

"اوہ میرے خدا ایک بات جو سمجھ میں آ رہی ہو' کوئی بات جو سمجھ میں آ رہی ہو' آہ دیکھو' کتنی خوبصورت بستی شعلوں کی نذر ہو گئی' وہ لوگ ادھر دیکھتے رہے۔ بہرحال ادھر آنے کے بعد کافی حد تک محفوظ ہو گئے تھے وہ' لیکن انہیں صورت حال کا پتہ نہیں تھا کہ یہاں ہوا کیا ہے۔ غرض یہ کہ یہ خوف دہشت کا ماحول نجانے کتنی طاری رہا۔ سی گال کے تقریباً تمام ساتھیوں کی موت واقع ہو گئی تھی اور سی گال کی بستی سے شعلے بلند ہو رہے تھے' سردار زوما نے اپنے ساتھیوں کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا تاکہ وہ ان شعلوں کی زد میں نہ آ جائیں۔ رفتہ رفتہ لوگ پیچھے ہٹنے لگے۔ اب سی گال کی بستی سے کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی اور تھوڑے فاصلے پر سردار خان خاموش کھڑا اپنی رائفل سنبھالے جلتی ہوئی بستی کا یہ خوفناک منظر دیکھ رہا تھا۔"



یہاں نادر شاہ بھی بے بس ہو گیا تھا۔ انہیں یہ اندازہ تو ہو گیا تھا کہ سی گال اور اس کے ساتھیوں میں سے اب شاید ہی کوئی بچا ہو گا لیکن وحشی سردار پوری بستی اس طرح پھونک دے گا اس کا گمان نادر شاہ کو بھی نہیں ہوا تھا۔ نہ ہی اس نے وحشیوں کو ایسی کوئی ہدایت کی تھی۔ اب ادھر دھڑا دھڑ جلتے ہوئے گھروں اور انسانی گوشت کے جلنے کی چراند کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔

سورج بلند ہو گیا تھا۔ لیکن فضا پر دھواں چھایا ہوا تھا۔ وحشی اب بھی بستی میں کسی زندہ انسان کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ یا پھر ممکن ہے انہیں اپنی عورتوں کی تلاش ہو۔ ریٹا ہاروے کی حالت کافی خراب نظر آ رہی تھی۔ ابتداء میں اس نے بھی گولیاں چلائی تھیں۔ پھر انسانوں کو خون میں تڑپتے دیکھ کر اس نے رائفل پھینک دی تھی اور کانپتی ہوئی' آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر ایک چٹان کے پیچھے جا بیٹھی تھی۔

اب جبکہ یہ سارا کھیل بظاہر ختم ہو گیا تھا تب بھی وہ اسی جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔ میڈم ہاروے!" کیا ہو گیا ہے آپ کو آخر آپ ایسی تو نہ تھیں۔"

"خدا کے لئے خدا کے لئے.........." ریٹا ہاروے کی آواز سسکی بن کر نکلی۔

"آپ کو کیا ہو گیا میڈم ہاروے۔ کیا ہو گیا ہے آپ کو آخر آپ ایسی تو نہ تھیں۔"

"تم لوگ بھی تو ایسے نہ تھے۔ نہ جانے تم سب ایسے کیوں بن گئے۔ نہ جانے کیا

ہوگیا تمہیں۔'' ریٹا ہاروے رونے لگی۔

''اوہ......... کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا ہو رہا ہے آپ کو ریٹا ہاروے آخر کیا ہوا ہے آپ کو۔''

''کتنے لوگ......... کتنے لوگ موت کا شکار ہوئے۔ وہ دیکھو کیا کرتے پھر رہے ہیں وہ لوگ۔''

''کون۔''

''وہ.........وہ کالے لوگ۔ اک یہ شخص۔ لکھ کو تم میری بات مائیکل۔ بالآخر وہ ہم سب کو بھی اسی طرح موت کے حوالے کر دے گا۔''

''کون؟''

''وہی سردار خان۔ وہ کچھ اور ہے بائر......... میری بات مان لو۔ میں بہت کچھ دیکھے ہوئے ہوں۔ مجھے وہ اس طرح کا نہیں نظر آتا جس طرح کا وہ خود کو ظاہر کرتا ہے۔''

''مجھے ایک بات بتاؤ ریٹا۔''

''کیا؟''

''ابھی تک ہمیں اس سے کوئی نقصان پہنچا ہے۔''

''پہنچے گا۔ اطمینان رکھو پہنچے گا۔ اس نے سی گال جیسے شخص کو جلا دیا ہم کس کھیت کی مولی ہیں۔ وہ ہم سب کو فنا کر دے گا۔ آہ وہ نہ جانے کیا ہے۔''

''ہم میں سے کوئی آپ کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہے ریٹا۔ اور اگر ایسی کوئی صورت حال پیش بھی آئی تو ہم نے بھی چوڑیاں نہیں پہن رکھیں۔''

''ایک کام کرو۔''

''ہاں بولو۔''

''مجھے یہاں سے کہیں فاصلے پر پہنچا دو۔ گوشت کے جلنے کی بو مجھے پاگل کئے دے رہی ہے۔''

''ہاں یہ مناسب ہوگا۔'' بائر نے کہا۔ پھر وہاں سے ہٹ کر وہ شمسہ کے پاس آگیا۔

''بے بی۔ تم اگر مناسب سمجھو تو ریٹا کے ساتھ وہاں چلی جاؤ۔ تمہاری بچی کو بھی دھواں نقصان دے گا۔ وہاں تم دھویں سے بچ جاؤ گی۔ اگر تم محسوس نہ کرو۔''

عرشی خاموشی سے اٹھ گئی۔ وہ خود گل کو بھی دھویں سے بے چین محسوس کر رہی تھی۔ اس نے ریٹا کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور ریٹا اس کے ساتھ چل پڑی۔ کافی فاصلے پر پہنچ کر ریٹا رک گئی۔

''بس۔ یہاں ٹھیک ہے۔'' اس نے ہانپتے ہوئے کہا اور زمین پر بیٹھ گئی۔ چند لمحات ہانپتی رہی پھر عرشی کو دیکھ کر بولی۔ ''تم انگلش سمجھ بھی لیتی اور بول بھی لیتی ہو۔ مجھے علم ہے۔ میری بات سنو گی۔

''جی۔'' عرشی نے کہا۔

''تم لوگ جس سطح کے لوگ نظر آتے ہو۔ وہ نہیں ہو۔'' عرشی ایسی اداکاری کرنے لگی جیسے ریٹا کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر وہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں بولی۔

''میں زیادہ انگریزی نہیں جانتی۔ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔''

''تم کون ہو۔''

''میرا نام شمسہ ہے۔''

''اوہ نہیں۔ میں نہیں مان سکتی۔ بالکل نہیں مان سکتی۔'' ریٹا نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ عرشی تمسخرانہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

دوسری طرف نادر شاہ کہہ رہا تھا۔ ''مجھے واقعی ان کے اس طرح بپھر جانے کی امید نہیں تھی۔ لیکن ان کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ اور وہ انتقام میں دیوانے ہو گئے ہیں۔''

''اگر ہم ان کی مدد نہ بھی کرتے تب بھی یہی ہونا تھا۔ اور میں سمجھتا ہوں یہ برا نہیں ہوا ہے۔ اس نے جس طرح ان معصوم انسانوں کو مشکل میں ڈال رکھا تھا وہ اچھا تو نہ تھا۔''

"ہم پہلے بھی یہاں آچکے ہیں۔ ان علاقوں میں خطرات ضرور تھے۔ یہ وحشت خیزی نہیں تھی۔"

"اب کیا کریں۔"

"گولیوں کی اب کوئی آواز نہیں ہے۔"

"آگے بڑھیں۔"

"ضروری ہے۔ دیکھیں تو سہی۔" نادر شاہ نے کہا۔

"تب پھر چلو۔" لارک اینجلو بولا۔ اور سب تیار ہو گئے۔

"شمسہ کہاں ہے اسے بلالیں۔" نادر شاہ نے کہا۔

"اسے بعد میں لیں گے سردار خان۔ ریٹا ان حالات سے دل شکستہ ہو گئی ہے۔ وہ شاید وہاں نہ جاسکے۔ اسے ریٹا کے پاس رہنے دو۔" مائیکل بائر نے کہا۔

نادر شاہ کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے عجیب سے تاثرات پیدا ہوئے۔ اس نے کہا۔ "میڈم ہاروے کو تنہا رہنے دیں۔ شمسہ کو بلالیں۔"

"کمال کرتے ہو۔ وہ یہاں تنہا کیسے رہے گی۔ ہم بعد میں دونوں کو.........."

"شمسہ" نادر شاہ نے زور سے آواز لگائی۔ اور وہ سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ سر ہدایت اللہ گہری نظروں سے نادر شاہ کو دیکھ رہے تھے' وہ خود بھی عرشی کو یہاں نہیں چھوڑنا چاہتے تھے ریٹا ہاروے ہوتی کون ہے۔ اس وقت نادر شاہ کے عمل کو انہوں نے بہت پسند کیا تھا۔

"کیوں آواز دے رہے ہو اسے۔ جو کچھ میں نے کہا ہے تم نے.........."

"شمسہ........" اس بار نادر شاہ نے اور زور سے عرشی کو پکارا اور عرشی گل کو کندھے سے لگا کر آتی نظر آئی۔

"کیسا انسان ہے یہ........" مائیکل بائر نے کہا۔ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اتنی دیر میں عرشی اس کے پاس آگئی تھی۔

"چلو........" نادر شاہ بولا۔ اور عرشی کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"میں ریٹا کو لے کر آتا ہوں۔ تم لوگ آگے بڑھو۔" لارک اینجلو بولا۔ اور ریٹا کی ف چل پڑا۔ باقی لوگ آگے بڑھنے لگے تھے۔ مائیکل بائر نے کنور مہتاب علی سے کہا۔

"کیا یہ شخص ہمارے احکامات ماننے کا پابند نہیں ہے۔"

"کس حیثیت سے مسٹر بائر۔" مہتاب علی مسکرا کر بولا۔

"ہمارے درمیان اس کی کیا حیثیت ہے۔" بائر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اس وقت وہ انچارج ہے۔" کنور نے کہا۔ پھر بولا۔ "عقل سے کام لو بائر میری ئے ہے کہ اس کے دل میں نفرت کا بیج نہ بوؤ نقصان اٹھاؤ گے۔

وہ لوگ کشاں کشاں جلتی آبادی کی طرف بڑھنے لگے۔ بائر اس کے بعد کچھ نہیں ا تھا۔ لیکن وہ پلٹ پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگتا تھا۔ پھر اس نے لارک اینجلو اور ریٹا ہاروے دیکھا۔ لارک اسے سنبھالے ہوئے لا رہا تھا۔

مرزا نصیر بیگ کی حالت خود بھی بہت خراب تھی۔ خون پانی میں تیرنے کی وجہ سے دھل گیا تھا لیکن کپڑے بری طرح غلیظ ہوگئے تھے۔ زاہد کی حالت بھی اس سے مختلف نہیں تھی۔ ادھر جیمس پیرے اور دوسرے لوگ بھی ششدر تھے۔ فیروز' ایمرے اور یوٹ نے جو ناقابل یقین کارنامہ سرانجام دیا تھا اس پر ابھی تک کسی کو یقین نہیں آرہا تھا۔ انہوں نے فوری سفر اس کے لئے اختیار نہیں کیا تھا کہ دن کی روشنی میں انہیں تلاش کیا جاسکتا ہے۔ بہتر یہی تھا کہ یہاں چھپ کر کچھ وقت گزارا جائے۔ یہ انتظار کرلیا جائے کہ ان کی تلاش سے تھک جائیں۔ اس کے بعد یہاں سے آگے بڑھا جائے۔

جیمس پیرے اس بات سے متفق تھا کہ ان لڑکیوں کو لاکر انسانیت کا ثبوت دیا گیا۔ اور ان معصوم لڑکیوں کو وہاں چھوڑا جانا چاہیے تھا۔ لیکن اب یہ سوال انہیں پریشان کر رہا تھا کہ انہیں کہاں پہنچایا جائے۔

بہرحال پہلے تو صبح کا انتظار کرلیا جائے۔ حالات دیکھے جائیں۔ اس کے بعد آگے کے بارے میں فیصلہ کیا جائے۔ غار میں لڑکیاں سہمی ہوئی بیٹھی تھیں۔ ان معصوموں کو یہ باور کرانا مشکل تھا کہ وہ اب دوستوں میں ہیں یا دشمنوں میں۔" مارٹن نے یوٹ سے کہا۔

"یوٹ تم ان کی زبان جانتے ہو۔ ان سے بات کرو' ان کے بارے میں تفصیل معلوم کرو۔" جیمس پیرے نے کہا۔

"میں نے ان سے ان کے بارے میں معلوم کرلیا ہے آپ نے گومی سیانا کو نہیں دیکھا الاشا کو نہیں دیکھا۔ یہ انہی کی بستی کی لڑکیاں ہیں۔ صرف چند ایسی ہیں جنہیں کہیں اور سے لایا گیا ہے۔"

"اوہ۔ پھر تو یہ بے سہارا ہوئیں۔" جیمس پیرے پریشانی سے بولا۔

"ہم ان کے لئے کیا کرسکتے ہیں مسٹر پیرے۔" مارٹن نے کہا۔

"صرف دعا۔ یا پھر گومی سیانا بہتر مشورہ دے سکتی ہے۔"

"ہاں۔ گومی سے بات کی جائے۔" بوڑھی گومی دوسرے غار میں الاشا کو سینے سے لگائے بیٹھی تھی۔ حسین لڑکی معصوم بچے کی طرح اس سے چمٹی سہمی بیٹھی تھی۔ ایک عجیب حسن تھا ایک عجیب چہرہ جو دیکھنے والے کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔ بچوں جیسی معصومیت تھی اس لڑکی کے اندر۔

فیروز جیمس پیرے کے ساتھ اندر آیا تھا۔ ان دونوں کے قدموں کی آواز پر الاشا سیدھی ہوکر بیٹھ گئی۔ اس نے فیروز کو دیکھا اور نہ جانے کیوں فیروز کو محسوس ہوا کہ اس کی آنکھیں بول رہی ہیں۔ وہ کچھ کہہ رہی ہیں۔ یہ تو سمجھ میں نہیں آیا تھا لیکن کچھ ایسا ضرور تھا جو اسے اچھا لگا تھا۔

"آؤ انسان دوست۔ بالآخر تم نے وہ کیا جس کے لئے سرگرداں ہو۔ نیکیوں کے مختلف روپ ہوتے ہیں۔ لیکن نیکی ہر شکل میں نیکی کہلاتی ہے۔"

"میرا اس میں کوئی کردار نہیں ہے مقدس ماں۔"

"تمہارا کردار ہے۔"

"میں نہیں سمجھتا۔ اس پورے کام میں فیروز' یوٹ اور ایمرے سرگرم رہے ہیں۔"

"ان کا رہنما کون ہے۔"

"اصولی طور پر تم۔" جیمس پیرے بولا۔

"مجھے کس نے تلاش کیا۔"

"یوٹ نے۔"

"یوٹ کو یہاں تک کون لایا۔"

"ایمرے۔" جیمس پیرے ہنس کر بولا۔

"بہرحال یہ تمہاری نیکی کا دوسرا روپ ہے آؤ بیٹھو خونی صبح میں دیر ہے۔"

"میں تم سے ایک مشورہ چاہتا ہوں۔"

"کہو۔"

"ایمرے کو ایلما مل گئی۔ اور تمہیں الاشا۔ ان لڑکیوں کا کیا ہو گا۔"

"ستارے بول رہے ہیں۔ ستارے بول چکے ہیں۔"

"کیا مقصد ماں۔" پیرے نے پوچھا اور بوڑھی نے گردن جھکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ دیر تک وہ گردن جھکائے رہی پھر بولی۔ "خون کا بدلہ خون آگ کا بدلہ آگ۔ آگ جل رہی ہے خون ابل رہا ہے۔ بہت کم وقت ہے، صبح ہونے دو۔ ان کا ٹھکانہ تباہ ہو جائے گا۔ ان کے لئے فکر مند نہ ہو۔"

پیرے خاموشی سے باہر نکل آیا تھا۔ "دیکھو کیا ہوتا ہے۔" اس نے کہا۔ "پھر انہوں نے ایک محتاط رات گزاری تھی اور صبح کو بوڑھی گومی سیانا کی پیش گوئی درست ثابت ہوئی تھی۔

پہلے فائر پر وہ چونکے تھے۔ آواز کہیں دور سے آئی تھی پھر گولیوں کی بارش ہونے لگی۔ اور صاف محسوس کر لیا گیا کہ بستی پر حملہ ہوا ہے۔ حملہ آور کون تھے یہ پتہ نہیں چل سکا۔ لیکن ایمرے مچل گیا۔ اس نے لپک کر اسلحہ اٹھالیا۔ یوٹ تو اس کے وجود کا حصہ تھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی رائفل آگئی۔

"کیا کرنا چاہتے ہو ایمرے۔"

"حملہ آوروں کی مدد۔" ایمرے نے کہا۔

"مناسب نہ ہو گا۔"

"کیوں؟"

"سی گال ہماری طرف متوجہ ہو جائے گا۔"

"خاموشی بزدلی ہو گی۔"

"ٹھہرو..........سوچو..........انتظار کرو۔ فیروز تمہارا کیا خیال ہے؟"

"رائفلیں سنبھال کر مورچہ بندی کر لینی چاہیے۔ کہیں دھوکے میں نہ مارے جائیں۔" فیروز نے کہا اور سب اس شخص کی طرف متوجہ ہو گئے جو باہر سے دوڑتا ہوا آیا تھا۔

"کیا ہے؟" جیمس پیرے نے پوچھا۔

"وہ لوگ دریا کنارے جمع ہو رہے ہیں۔ اس طرف اشارے کر رہے ہیں۔" اس شخص نے بتایا۔ صورت حال ہر لمحہ بدل رہی تھی۔ ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ وحشیوں کا شور سنائی دیا اس کے بعد ساری آوازیں مدہم ہو گئیں آگ کا کھیل شروع ہو گیا پھر ایمرے سے نہ برداشت ہو سکا اور اس نے بے اختیار سی گال کے آدمیوں پر فائرنگ شروع کر دی۔ اب انتظار حماقت تھی چنانچہ سب اس ہنگامے میں شریک ہو گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے نصیر بیگ اور زاہد کو دیکھ لیا۔ دونوں کی تقدیر اچھی تھی کہ انہیں پہچان لیا گیا ورنہ پانی میں بھی انہیں گولیوں کا نشانہ بنایا جا سکتا تھا۔

بالآخر دونوں کنارے پر آگئے۔ کچھ ایسے بے حال ہوئے تھے کہ اس ہنگامے کا بھی احساس نہ رہا۔ اور وہ کنارے پر لمبے لمبے لیٹ گئے۔ جیمس پیرے آنکھیں پھاڑے انہیں دیکھ رہا تھا۔ بہرحال اس نے سنبھل کر کہا۔

"ممکن ہے وہ دریا پار کرنے کی کوشش کریں۔ اس لئے غاروں میں آجاؤ۔ انہیں سہارا دو یہ شدید زخمی ہیں۔" پیرے کے آدمیوں نے ہی انہیں گھسیٹ کر محفوظ جگہ پہنچایا تھا۔

"ہم زخمی نہیں ہیں۔ لیکن ہمارے اعصاب ہمارا ساتھ نہیں دے رہے۔" مرزا نصیر بیگ بولا۔ اور پیرے حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"لیکن تمہارے لباس خون میں لتھڑے ہوئے ہیں۔"

"یہ خون دوسرے لوگوں کا ہے جو اچھل کر ہم پر گرا ہے۔ ہم کچھ زخمیوں کے نیچے دب گئے تھے۔"

"اوہ.........." جیمس پیرے نے آہستہ سے کہا۔ مرزا نصیر بیگ نے آنکھیں بند کرلی تھیں اور زاہد سکتے کے سے عالم میں زمین پر چت پڑا ہوا تھا۔ دوسری طرف شور قیامت بلند تھا اور سیاہ فام وحشی اپنا کام کر رہے تھے ان لوگوں نے اب بھی باہر کی مورچہ بندی ختم نہیں کی تھی اور صورت حال سے پوری طرح چوکس تھے۔ سی گال کے چند ساتھیوں نے دریا میں چھلانگ لگائی اور پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہتے چلے گئے۔ کچھ وہ تاجر بھی تھے جو مرنے سے بچ گئے تھے' عورتوں کے سوداگر تھے کم بخت' اپنی برائیاں مکمل کرنے کے لئے دور دراز سے سفر کرکے آئے تھے' لیکن یہاں اس وحشی خطے میں موت نے آلیا تھا' قدرت کا انتقام جب شروع ہوتا ہے تو اس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں' عیش و عشرت کے رسیا' دولت کے انبار دبا کرلانے والے بے کسی کی موت مر رہے تھے۔ ان کی کشتیاں ان کے پاس نہیں تھیں' وہ اپنے جہازوں پر واپس بھی نہیں جاسکتے تھے' اور موت ان کا تعاقب کر رہی تھی۔

یہ سلسلہ نجانے کب تک جاری رہا' خونریزی ہوتی رہی اور پھر بستی سے آگ کے بادل بلند ہونے لگے' اب اس بات کا امکان نہیں تھا کہ وہ لوگ بچ کر یہاں تک پہنچ سکیں۔ قدرت نے اپنا کام پورا کرلیا تھا۔ جیمس پیرے اور اس کے ساتھی اب بھی حالات پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ دریا پار کرکے آنے والوں کو کسی قیمت پر یہاں تک نہیں پہنچنے دینا تھا۔ نجانے کیا کیا ہو رہا تھا۔ بالآخر مرزا نصیر بیگ اور زاہد کی کیفیت درست ہوگئی' اب لباس تو وہ تبدیل نہیں کر سکتے تھے' کیا کہتے کس سے مانگتے' لیکن خود اٹھ کر باہر نکل آئے تھے۔ نصیر بیگ نے جیمس پیرے سے کہا۔

"مسٹر جیمس پیرے اس نازک وقت میں آپ نے جس طرح ہماری مدد کی ہے اس کے لئے شکریہ کے الفاظ تو بے معنی ہیں لیکن آپ کے ساتھ مل کر ہم بھی اپنا فرض پورا کرنا چاہتے ہیں۔"

"تم لوگ آرام کرو' صورت حال ایسی نہیں ہے کہ ہم کوئی غیر دانشمند قدم اٹھائیں۔ ہم تو صرف اپنا تحفظ چاہتے ہیں۔" جیمس پیرے نے کہا اور پھر چونک کر بولا۔

"لیکن تم سی گال کی آبادی میں کیسے آگئے نصیر بیگ۔ مجھے اس بارے میں بتاؤ۔"

"آہ! تقدیر نے ساتھ چھوڑ دیا۔ تقدیر نے ایسا زخم لگایا دل پر کہ اس زخم کا کوئی مداوا نہیں ہوسکتا۔" نصیر بیگ رندھی ہوئی آواز میں بولا۔

"تو کیا ہوا' کیا ہوگیا..........؟"

"کیا ہونا تھا۔ جو ہوا بہت ہی برا ہوا۔ تمہیں میرا ساتھی ولیم آرنلڈ تو یاد ہی ہوگا"

"ہاں مجھے اچھی طرح یاد ہے۔" جیمس پیرے بولا۔

"ہمارے ساتھ اور بھی بہت سے افراد تھے مسٹر جیمس پیرے۔"

"ہاں تو کیا وہ کام آگئے؟"

"کہانی مختصر نہیں ہے مسٹر جیمس پیرے۔ یوں سمجھ لو کہ ایک ایسی جگہ ہم ان لوگوں کے ہاتھ لگ گئے جہاں ان کے آنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ آرام اور سکون کی نیند سو رہے تھے کہ رات کی تاریکیوں میں سی گال اور اس کے ساتھی ہم پر آپڑے۔ لیکن اس سے پہلے کچھ اور لوگ ہمارے لئے یہ کانٹے بو گئے تھے۔"

"کیا مطلب..........؟"

"میں نے تمہیں ان لوگوں کے بارے میں بتایا تھا اور تم نے بھی مجھے ان کی کہانی سنائی تھی یعنی کنور مہتاب علی' سر ہدایت اللہ' مائیکل بائر وغیرہ وغیرہ۔ وہ لوگ بڑے ہی شاطر اور کینہ پرور لوگ ہیں۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے مسٹر جیمس پیرے کہ وہ کس قسم کے لوگ ہیں۔ انہوں نے اپنے بچاؤ کے لئے ہم سب کو موت کی آغوش میں پہنچانے کی کوشش کی تھی۔"

"لیکن کیسے؟"

"انہوں نے سی گال کے کچھ آدمیوں کو ہلاک کر دیا تھا اور اس جگہ ہلاک کیا تھا جہاں ان کے روانہ ہونے کے بعد ہم پہنچے تھے' سی گال کا گروہ ان کی تلاش میں آیا اور ہم

ان کے جال میں پھنس گئے۔ ہمیں گرفتار کر کے وہ لوگ اپنی اس بستی میں لے آئے' وہ تو میری دانشمندی تھی کہ میں نے بمشکل تمام سی گال کو حقیقت بتا کر اپنی جان بچائی۔ ورنہ..........ورنہ.......... مارے گئے تھے ہم لوگ بھی' آہ شاید مسٹر جیمس پیرے آپ کو یہ بات معلوم نہ ہو کہ سی گال آدم خور ہے۔"

"آدم خور..........!"

"ہاں۔"

"مگر وہ افریقی تو نہیں تھا؟"

"یہی تو ایک دلچسپ بات تھی۔ وہ بے شک افریقی نہیں تھا لیکن اتنا خونخوار تھا کہ تصور بھی نہ کیا جا سکے۔"

"پتہ نہیں اس کی کیا کیفیت ہے۔"

"شیطان آسانی سے نہیں مرتا مسٹر جیمس پیرے۔"

"تو کیا تمہارا خیال ہے وہ نکل گیا ہو گا۔"

"یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن میں نے اپنی آنکھوں سے آہ میں نے اپنی آنکھوں سے اپنے دوست ولیم آرنلڈ کو سی گال کے ساتھیوں میں تقسیم ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔"

"تقسیم ہوتے ہوئے دیکھا ہے؟"

"ہاں۔"

"تمہاری باتیں ہمیشہ ادھوری ہوتی ہیں' تم کبھی اپنی بات کی وضاحت نہیں کرتے مرزا نصیر بیگ ہمیشہ گول مول بات کرتے ہو۔"

"ان لوگوں نے' میرا مطلب ہے سی گال کے آدمیوں نے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کئے اور اسے کھا گئے۔"

"اوہ مائی گاڈ کیا واقعی؟"

"ہاں میرے اس ساتھی سے پوچھ لیجئے اور پھر ویسے بھی ہمیں جھوٹ بولنے کی کوئی

ضرورت نہیں ہے مسٹر جیمس پیرے' محسنوں کے سامنے جھوٹ نہیں بولا جاتا۔"

"دیکھو کیا نتیجہ نکلتا ہے ویسے ڈیئر مارٹن' مسٹر ایمرے وغیرہ تم لوگوں کو پوری طرح چوکس رہنا چاہیے' کون جانے کس کا کیا بگڑے اور کیا نہ بگڑے' ہو سکتا ہے سی گال دریا پار کر کے اس طرف آنے کی کوشش کرے' ایسی صورت میں اگر اس نے ہمیں پالیا تو ہمیں کبھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"آپ مطمئن رہیں' دریا جس نے بھی اس علاقے میں پار کیا وہ زندہ نہیں بچے گا۔ ہاں اگر فاصلے پر جا کر وہ لوگ دریا عبور کرنے کی کوشش کریں اور ہماری نگاہوں میں نہ آ سکیں تو ہم کچھ نہیں کہہ سکیں گے' اور کچھ نہیں کر سکیں گے۔"

"دن گزرتا رہا' دھوئیں کے بادل فضا میں بلند ہوتے رہے' آگ نے ایک ایک چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور وحشیوں کی بھاگ دوڑ سنائی دے رہی تھی' جیمس پیرے اور بقیہ افراد بھی اب دن کی روشنی میں ان سیاہ فام وحشیوں کو دیکھ سکتے تھے۔ پھر گومی سیانا اپنے غار سے باہر نکل آئی الاشا اس وقت بھی اس کے ساتھ تھی' الاشا اور گومی سیانا کو دیکھ کر مرزا نصیر بیگ کے چہرے پر مردنی سی پھیل گئی۔ کم از کم الاشا کو وہ پہچانتا تھا اور الاشا اسے' لیکن معصوم لڑکی نے مرزا نصیر بیگ کے بارے میں ایک بھی بات نہ کہی البتہ مرزا نصیر بیگ تعجب سے بولا۔"

"یہ لڑکی..........یہ لڑکی تو..........یہ لڑکی تو ادھر پنجرے میں تھی۔"

"ہاں تمام لڑکیوں کو اس قید سے آزا کروایا گیا ہے۔"

"کیا.........." مرزا نصیر بیگ کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ زاہد بھی حیران رہ گیا۔

"ہاں.......... وہ مظلوم لڑکیاں جنہیں ان تاجروں کے ہاتھ فروخت کیا جاتا تھا اب ہماری تحویل میں ہیں اور ان غاروں میں ہیں۔"

"ناممکن۔"

"مسٹر نصیر بیگ۔"

"نہیں سر میرا یہ مطلب نہیں تھا' میں یہ کہہ رہا تھا کہ کیسے آخر کیسے۔ آپ لوگ

تو دریا پار ہیں اور لڑکیاں۔ اوہ میرے خدا' یہ کیا عجوبہ ہوگیا رات کو تو میں نے انہیں پنجروں میں بند دیکھا تھا' کیا اس لڑکی کے ساتھ ایک اور سفید فام لڑکی بھی ہے؟؟"

"ہاں۔"

نصیر بیگ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر زاہد کی جانب دیکھا۔ اگر ایلما بھی ان لوگوں کے درمیان ہے تو پھر ان کی خیر نہیں ہے کیونکہ ایلما ان کے خلاف وہ باتیں کرے گی' جو یہ لوگ ان لڑکیوں کے لئے کر چکے تھے۔ زاہد کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ بہرحال جیمس پیرے نے کہا۔

"رات کی تاریکیوں میں ہم نے یہی کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ ان لڑکیوں کو وہاں سے نکال لائے۔" مرزا نصیر بیگ نے اتنی دیر میں سوچ لیا تھا وہ کہنے لگا۔

"آہ ڈیئر جیمس پیرے' تقدیر کی بات ہے تقدیر جس کا بھی ساتھ دے' جو کام میں نے سوچا تھا وہ تم نے کر ڈالا۔ آہ میری اور میرے دوست کی دلی خواہش تھی کہ ان لڑکیوں کی مدد کی جائے اور حقیقت یہ بھی ہے کہ ہم نے وہاں سی گال کی دوستی اس لئے حاصل کی تھی کہ جس طرح بھی بن پڑے ان لڑکیوں کی مدد کی جاسکے۔"

"کیا مطلب۔"

"ہمارے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا گیا تھا اور سی گال ہم لوگوں سے بھی بدظن تھا' لیکن ہم نے اسے کچھ ایسی پٹی پڑھائی کہ وہ بالآخر ہمیں رعایت دینے پر آمادہ ہوگیا' شاید تمہیں پتہ نہیں ڈیئر جیمس پیرے کہ سی گال بردہ فروش ہے اور عورتوں کا سوداگر...... ان سیاہ فام لڑکیوں کو اور ان دو سفید فام لڑکیوں کو اس نے اپنی قید میں رکھا ہوا تھا اور وہ ان کی زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کرنا چاہتا تھا ہم نے بمشکل تمام وہ صورت حال پیدا کی کہ جس طرح بھی بن پڑے ان لڑکیوں کو اس پنجرے سے آزادی دلا دیں طے یہ کیا گیا تھا کہ ہم انہیں ان کشتیوں کے ذریعے لے کر فرار ہوں گے۔ جو تاجروں کی کشتیاں ہیں اور ساحل سے لگی ہوئی ہیں۔ لیکن کیا کرتے' ان کم بختوں نے ہمیں اس طرح اپنی نگرانی میں رکھا کہ ہم بتا نہیں سکتے اور چونکہ ہم ان لڑکیوں کے ہم زبان تھے' یعنی کم از کم انگریزی

اس انداز میں بول سکتے تھے کہ ان کی سمجھ میں آجائے اور پھر انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ کہ ہم ان میں سے نہیں ہیں۔ چنانچہ سی گال نے ہماری یہ ذمہ داری لگائی کہ لڑکیوں سے کہیں کہ وہ بناؤ سنگھار کریں اور تاجروں کے ساتھ اچھا سلوک کریں تاکہ ان کی بہتر قیمت حاصل ہو جائے۔ اس بدبخت نے ہمیں اپنا دلال بنا کر ان لڑکیوں کے پاس بھیجا اور ہماری تقدیر دیکھو کہ ہمیں جانا پڑا۔ ہم نے ان سے وہی الفاظ کہے' جو سی گال نے ہم سے کہے تھے لیکن ہمارے دل خون کے آنسو رو رہے تھے۔ اور ہم نے دل ہی دل میں فیصلہ کرلیا تھا کہ بچیو' جس وقت تمہیں نیلامی کے چبوترے پر لے جایا جائے گا اس وقت ہم وہ کام کریں گے' تمہیں ہلاک کرکے خودکشی کرلیں گے یا پھر سی گال کو ہلاک کر دیں گے۔ میں نے اور میرے دوست زاہد نے یہ آخری فیصلہ کرلیا تھا کہ ہم ان پر زندگی نچھاور کر دیں گے۔"

جیمس پیرے کے چہرے پر ہمدردی کے آثار نمودار ہوئے اور وہ نصیر بیگ کی اس بات سے متاثر ہوا تھا اس نے آہستہ سے کہا۔

"جو لوگ نیک کام کا تصور بھی کر لیتے ہیں' نیکیاں ان کا مقدر بن جاتی ہیں' آپ لوگوں نے خلوص دل سے ان کے بارے میں یہ بات سوچی تھی تو آپ نے اپنا فرض تو پورا کرلیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ قدرت نے اس ذمہ داری کو ہمارے سپرد کیا تھا اور ہم نے اسے بحسن و خوبی نبھایا مقصد تو ایک ہی تھا۔"

"میں کیا بتاؤں آپ کو مسٹر جیمس پیرے میں بہت نرم دل انسان ہوں' زندگی میں کبھی کسی کا دکھ نہیں دیکھ سکا بس ان لڑکیوں کو دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا تھا۔ اس کی گواہی میرا دوست زاہد دے گا۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ بالکل بالکل......"

بہرحال وقت گزرتا رہا۔ دھواں اب آہستہ آہستہ کم ہوتا جا رہا تھا' وحشی یکجا ہونے لگے تھے۔ پھر دریا کنارے کچھ اور لوگوں کو دیکھا گیا' یہ لوگ اپنی جگہ محفوظ پوزیشن لئے لیکن جو لوگ انہیں نظر آئے تھے وہ ان کے لئے ناقابل یقین تھے۔ جیمس

پیرے کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"اوہ میرے خدا یہ تو وہی لوگ ہیں۔"

"کون.........." دوسری طرف رخ کئے بیٹھے ہوئے نصیر بیگ نے پوچھا۔

"کنور مہتاب علی، سرہدایت اللہ اور ان کے دوسرے ساتھی۔" جیمس پیرے نے جواب دیا اور نصیر بیگ کے بدن کا خون ایک بار پھر خشک ہوگیا۔ اس نے متوحش نگاہوں سے زاہد کی صورت دیکھی۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھا اور چٹانوں کی آڑ میں رک کر ادھر دیکھنے لگا۔ پورا گروہ تھا سارے کے سارے دریا کے کنارے کھڑے ہوئے تھے۔ مرزا نصیر بیگ کو چکر آگئے۔ اب کیا ہوگا۔ اس نے دل میں سوچا۔

ریٹا ہاروے کی وجہ سے تھوڑی سی سست روی اختیار کی گئی تھی اور اس کا انتظار کرلیا گیا تھا۔ ریٹا ہاروے اب بھی نڈھال نظر آرہی تھی، لیکن صورت حال ایسی تھی کہ اب وہ زیادہ انحراف نہیں کر سکتی تھی، جو کچھ ہوا تھا بظاہر تو وہ بہتر ہی نظر آرہا تھا۔ جہاں تک ان وحشیوں کا تعلق تھا تو انہیں تو یہ سب کچھ کرنا ہی تھا۔ یہ لوگ بھلا انہیں کیسے روک سکتے تھے، بس ریٹا ہاروے کی اپنی فطرت تھی۔ بہرحال کچھ بھی تھا لیکن عورت تھی۔ لارک اینجلو نے اسے اچھی طرح سمجھایا تھا اور کہا تھا کہ ریٹا ہاروے تم ایک مہم جو ہو، اور مہم جو کو زندگی میں ہر طرح کے حالات سے واسطہ پڑتا ہے، ذرا سی طبیعت پر ہمت کرو، خواہ مخواہ دوسروں کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقع دے رہی ہو۔ ان الفاظ نے ریٹا ہاروے پر اثر کیا تھا۔ وہ کہنے لگی۔

"خون اگر جائز طریقے سے بہے تو وہ تو مجبوری ہوتی ہے، نجانے کیوں مجھے اس خونریزی سے بڑی وحشت ہوتی ہے۔"

بہرحال وہ لوگ بڑی احتیاط کے ساتھ بستی کی جانب چل پڑے۔ وحشی اب بھی اپنے کاموں میں مصروف تھے، سردار زوما انہیں پہلے ہی مرحلے پر نظر آگیا، اپنے ہاتھ میں ایک کھوپڑی لٹکائے ہوئے، دوسرے ہاتھ میں نیزہ لئے ادھر سے ادھر بھاگتا پھر رہا تھا، اس پر بے پناہ درندگی اور وحشت تھی اور اس درندگی اور وحشت کا کوئی بدل نہیں

ہو سکتا تھا۔ اتنا خونخوار انسان انہوں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ صرف وہی نہیں بلکہ تمام وحشیوں کے چہروں پر بھی خون ہی خون نظر آرہا تھا ان کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں اور وہ اپنے دشمنوں کو کچا چبا ڈالنے کے لئے سرگرداں تھے۔

زومانے ان لوگوں کو دیکھا اور اس کی وحشت میں کچھ کمی واقع ہوئی۔ پھر وہ دانت نکالتا ہوا آگے بڑھا سردار خان کے قریب پہنچ کر اس نے نیزہ پوری قوت سے زمین میں گاڑھا' کھوپڑی اس کے قریب رکھی اور پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دونوں ہاتھ سیدھے کر دیئے۔ یہ اظہار احترام تھا' عقیدت کا اظہار تھا اور یہ تسلیم کر لینے کا انداز تھا کہ سردار خان کی وجہ سے اسے یہ فتح حاصل ہوئی ہے۔

نادر شاہ نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"میرا خیال ہے ان لوگوں نے سی گال کے تمام افراد ختم کر دیئے۔"

"لاشیں بچھی ہوئی ہیں ان لوگوں کی۔ اب بھلا یہ بات سوچنے کی رہ گئی ہے؟۔" مائیکل بائر نے کہا۔ "وہ لوگ آہستہ آہستہ بستی میں داخل ہوگئے۔ مکانات جل چکے تھے لیکن پوری بستی میں تپش پھیلی ہوئی تھی' جدھر سے بھی گزر رہے تھے لاشوں کے انبار نظر آرہے تھے سی گال کے آدمی' تاجر اور ان کے درمیان جگہ جگہ سیاہ فام وحشی۔ انہوں نے اپنی زندگی کا نذرانہ دے کر یہ فتح حاصل کی تھی۔ کافی سیاہ فام مارے گئے تھے لیکن اب بھی ان کی تعداد بہت زیادہ تھی' وہ اب بھی اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ ہر سیاہ فام اس طرح ایسے لوگوں کو تلاش کرتا پھر رہا تھا جن کی گردن ان کے شانوں پر موجود ہو۔ اس وقت شاید ان کا محبوب مشغلہ یہی تھا یا فتح کا نشان اسی طرح انہیں حاصل ہو سکتا تھا کہ کسی نہ کسی دشمن کی کھوپڑی ان کے ہاتھ میں ہو۔

ریٹا ہاروے یہاں آنے کے بعد پھر چکرانے لگی تھی' چنانچہ مائیکل بائر نے اسے سہارا دیا اور یہ لوگ اس خوفناک ماحول سے نکل کر دریا کی سمت بڑھنے لگے' یہ خوفناک ماحول واقعی سب کو پریشان کئے ہوئے تھا' اس کے علاوہ دھوئیں کی گھٹن' فضا میں آکسیجن کی کمی ہوگئی تھی' چنانچہ سب ہی دریا کی سمت آنکلے۔ دریا کے قرب و

بہتر حالت میں تھا حالانکہ یہاں بھی بہت سی انسانی لاشیں موجود تھیں۔ لیکن اس طرح کی گھٹن نہیں تھی جس طرح بستی کے اندر تھی۔ وہ لوگ حیران حیران سے چاروں طرف پھر رہے تھے۔ تب ہی دور سے انہیں ایک باریک سی آواز سنائی دی۔

"مسٹر مہتاب علی' مسٹر ہدایت اللہ۔" وہ چونک کر اس آواز کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگے۔ تب انہوں نے دریا کے دوسرے کنارے پر کچھ لوگوں کو دیکھا اور کنور مہتاب علی کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"اوہ میرے خدا وہ تو جیمس پیرے ہے۔"

"اور اس کی پوری ٹیم موجود ہے۔"

"ہاں..........واقعی..........اوہ میرے خدا' اوہ میرے خدا.........." کنور مہتاب علی نے شدید حیرانی سے کہا۔

"اب ہم دریا کیسے پار کریں۔"

"یہ تو مشکل کام ہے یہاں کوئی کشتی وغیرہ بھی نہیں ہے۔"

"نہیں میں نے ایک کشتی دیکھی ہے ادھر ٹوٹی پھوٹی سی ہے' لیکن قابل استعمال بنائی جا سکتی ہے۔" مائیکل بائر نے کہا۔

"کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم اس بستی سے دریا کے دوسرے کنارے چلیں۔" ریٹا ہاروے نے کہا۔

"جانا تو چاہیئے۔" ہدایت اللہ بولا۔ اس نے عرشی کی جانب دیکھا اور پھر نادر شاہ کی طرف' نادر شاہ نے غیر محسوس انداز میں اشارہ کیا کہ دوسری طرف جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس کے بعد مائیکل بائر کشتی کی تلاش میں چل پڑا' جسے وہ کہیں پیچھے دیکھ آیا تھا۔ نادر شاہ بھی اس کے ساتھ تھا تھوڑی دیر کے بعد دونوں اس بوسیدہ کشتی کو لئے ہوئے دریا کے کنارے پہنچ گئے۔ یہ بوسیدہ کشتی اس قابل بے شک تھی کہ اس میں دو سے لے کر تین آدمی تک دریا پار کر سکیں۔ سب سے پہلے ریٹا ہاروے اور مائیکل بائر کشتی میں بیٹھے ان کے ساتھ ساتھ ہی کنور مہتاب علی بھی کشتی میں بیٹھ گیا تھا۔ باقی لوگوں کو بعد

میں آنا تھا اور یہ ذمہ داری مائیکل بائر نے اپنے سپرد لے لی تھی کہ وہ کشتی کو لے کر واپس آئے گا اور دو دو آدمیوں کو وہاں پہنچاتا رہے گا۔

کشتی بہرحال اس قابل تھی کہ ان لوگوں کو ادھر لے جایا جاسکے' ریٹا ہاروے اور مائیکل بائر سب سے پہلے کنارے پر اترے تھے اور جیمس پیرے نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا تھا۔ پھر کنور مہتاب علی بھی نیچے اتر آیا اور ان لوگوں نے پر جوش مصافحہ کیا' جیمس پیرے کہنے لگا۔

"یوں لگتا ہے ہماری تقدیر کے ستارے یکجا ہیں اور کسی بھی طور وہ ایک دوسرے سے جدا ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تم لوگوں کو یہاں دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی ہے لیکن جس جگہ سے تم گزر کر آئے ہو وہاں سے تمہارا آنا اتنا حیرتناک ہے کہ ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"واقعی مسٹر جیمس پیرے اس وقت تو آپ سے ملاقات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔"

"بلاشبہ...... بلاشبہ........"

"باقی لوگوں کو بھی اس طرف کیوں نہ بلالیا جائے۔"

"ہاں فی الحال کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ آپ ہمیں اس بات کا یقین دلائیں کہ آپ کے پاس کھانے پینے کی اشیاء کا انتظام ہے۔ لیکن اس قہوے کا نہیں جو ہمیں آپ نے ایک بار پلایا تھا۔" کنور مہتاب علی نے کہا اور جیمس پیرے قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"وعدہ وہ قہوہ میں آپ لوگوں کو اب نہیں پلاؤں گا۔"

مائیکل بائر نے کہا۔ "میں واپس جارہا ہوں لیکن دوسری بار کشتی لانے کی ہمت میرے اندر نہیں ہوگی' کوئی اور لے کر آئے گا اور مجھے یہاں چھوڑ دیا جائے گا۔"

"اس میں کوئی ہرج نہیں ہے مسٹر بائر۔" کنور مہتاب علی نے کہا اور مائیکل بائر کشتی لے کر واپس چلا گیا۔ ریٹا ہاروے آگے بڑھ کر ایک چٹان پر لیٹ گئی تھی۔

"مس ہاروے کی طبیعت کچھ خراب معلوم ہوتی ہے۔" جیمس پیرے نے کہا۔

"ہاں کافی۔ آپ براہ کرم انہیں پانی پلاسکیں تو ضرور پلا دیجئے۔"

"ہاں ہاں میں ابھی اپنے آدمی کو ہدایت کرتا ہوں۔" جیمس پیرے نے کہا اور پھر ریٹا ہاروے کی خاطر مدارت ہونے لگی۔ جیمس پیرے کہنے لگا۔

"آپ لوگ اس بستی سے گزر کر آئے ہیں اب یہ بتایئے کہ سی گال یا اس کے آدمیوں کا اس طرف آنے کا کوئی خطرہ تو نہیں ہے۔"

"نہیں سی گال کو ختم کر دیا گیا۔"

"مارا گیا وہ۔"

"ہاں۔"

"کمال ہوا ہے یہ سب کمال ہوا ہے' لیکن لیکن آپ ان وحشیوں کے درمیان سے گزر کر آئے ہیں انہوں نے آپ کو نقصان تو نہیں پہنچایا؟"

"نہیں مسٹر جیمس پیرے یہ ایک لمبی کہانی ہے آپ کو ذرا اطمینان سے سناؤں گا' ویسے مسٹر جیمس پیرے آپ کا یہاں موجود ہونا میرے لئے بڑا تعجب خیز ہے۔"

"ہم لوگوں نے ایک عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا ہے۔"

"کیا۔"

"ہم نے سی گال کے قبضے سے ان مظلوم لڑکیوں کو آزاد کرایا ہے جنہیں سی گال فروخت کرنا چاہتا تھا۔"

"واقعی؟"

"ہاں۔ اور اس کے لئے باقاعدہ تیاریاں ہو چکی تھیں۔ یہاں مرنے والوں میں وہ تاجر بھی ہیں جو ان لڑکیوں کی خریداری کے لئے آئے تھے۔"

"وہ ختم ہو گئے؟"

"ہاں۔"

"کیا آپ ان لوگوں کے درمیان تھے؟"

"نہیں۔ مرزا نصیر بیگ اور ان کے ساتھی زاہد نے ہمیں اس بارے میں پوری

تفصیل بتائی ہے۔"

"کون........." مہتاب علی چونک پڑا۔

"مرزا نصیر بیگ......... آپ لوگ ایک دوسرے کے شناسا ہیں' اور اگر آپ کو یاد ہو کنور مہتاب علی تو میں آپ کو پھر یہ بات یاد دلاؤں کی نیل کنٹھ کی کہانی مرزا نصیر بیگ نامی شخص نے ہی لکھی تھی اور وہ تصویریں آج بھی میرے ذہن میں ہیں جو آپ کی اور اس کی ساتھ ساتھ چھپی تھیں۔"

"وہ کہاں ہے؟"

"موجود ہے.........ان چٹانوں کے پیچھے بیٹھا ہوا ہے اور بہت بری حالت میں ہم تک پہنچا ہے کیونکہ وہ بھی سی گال کا قیدی تھا۔" جیمس پیرے نے انکشاف کیا اور کنور مہتاب علی کے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ مرزا نصیر بیگ یہاں موجود ہے ایک بار پھر وہ کم بخت سامنے آگیا ہے کنور مہتاب علی نے سوچا لیکن جیمس پیرے کے سامنے تمام حقیقتوں کا اظہار غیر مناسب تھا۔ جیمس پیرے بدستور مسکرا رہا تھا اس نے کہا۔

"اور کیا اب بھی آپ اپنے اس مشن سے ناواقفیت کا اظہار کریں گے کنور مہتاب علی؟"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں مسٹر جیمس پیرے؟"

"یہ کہ جس کہانی کو آپ نے جھوٹ بتانے کی کوشش کی تھی وہ جھوٹ نہیں نکلی۔"

"ہاں شاید ضرورتوں کے مطابق جھوٹ بول ہی لیا جاتا ہے' میرا دل کہتا تھا۔"

"حقیقت کیا ہے یہ تو بہت کم ہی بلکہ بڑی مشکل سے معلوم ہوتی ہے اب حقیقت تو یہ بھی ہے کہ میں نے جس کہانی کے لئے آپ سے جھوٹ بولا' آپ نے بھی مجھ سے جھوٹ بولا۔ مسٹر مچل گارٹ ہیمباسٹر۔"

کنور مہتاب علی کے الفاظ پر جیمس پیرے کی آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئی تھیں' وہ کئی قدم پیچھے ہٹا اور ایک چٹان سے جالگا۔ کنور مہتاب علی دریا کی طرف

ہو گیا تھا جس میں کشتی اب دوسرا پھیرا لے کر آرہی تھی اور اس میں عرشی اور مائیکل بائر تھے جبکہ ساتھ میں نادر شاہ بھی موجود تھا۔

صورت حال واضح تھی اور کوئی ایسی بات نہیں تھی جو باعث تردد ہوتی' کشتی آہستہ آہستہ دریا کی لہروں پر ڈولتی ہوئی ادھر آرہی تھی' کنور مہتاب علی نے گردن گھما کر جیمس پیرے کی طرف دیکھا جو شدت حیرت سے گنگ کھڑا ہوا تھا۔ اتفاق سے آس پاس کوئی اور موجود نہیں تھا۔ بمشکل تمام جیمس پیرے نے کہا۔

"تم نے......... تم نے مجھ کس نام سے پکارا؟"

"مسٹر مچل گارٹ ہیمباسٹر۔"

جیمس پیرے نے ایک گہری سانس لی اور آہستہ سے بولا۔ "مگر یہ میرا نام نہیں ہے۔"

کنور مہتاب علی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

"بعض اوقات حالات ایک ایسی شکل اختیار کر لیتے ہیں مسٹر مچل گارٹ ہیمباسٹر کہ انسان جھوٹ بولنے پر مجبور ہو جاتا ہے جس طرح آپ جیسا شریف النفس آدمی' اس سے زیادہ اگر آپ کچھ اپنے بارے میں جاننا چاہتے ہیں تو میں آپ کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں کہ آپ اپنے استاد کے مشن کو آج تک برقرار رکھے ہوئے ہیں' ایک وقت تھا جب میں آپ سے اتفاق نہیں کرتا تھا اور میرے ذہن میں صرف ایک خیال تھا کہ جس طرح صحرائے اعظم میں دنیا کے بے شمار افراد دولت کی تلاش میں سرگرداں پھرتے ہیں اور زندگی کھوتے ہیں اسی طرح آپ بھی عام انسانوں کی طرح ہیں اور آپ کا مشن بھی وہی ہے جو ان بے شمار انسانوں کا۔"

"میرے خدا......... میرے خدا......... میں اب اس سے زیادہ جھوٹ نہیں بول سکوں گا کنور مہتاب علی۔ مجھے بتاؤ کہ تم میرے بارے میں کیسے جانتے ہو؟"

"نہیں آپ کی کہانی کسی اخبار میں نہیں شائع ہوئی مسٹر ہیمباسٹر لیکن بس جستجو انسان کو بہت کچھ سمجھا دیتی ہے۔ بتا دیتی ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ میرے پاس بھی ایک کارڈ

تھا جو میں نے محفوظ رکھا تھا۔"

"لیکن کیسے.......... یا تو تم جادوگر ہو یا تمہارے پاس کوئی ایسا پراسرار علم ہے جو تمہیں ایسی پوشیدہ باتوں سے آگاہ کر دیتا ہے' جو شاید دنیا بھر کے لئے ناقابل علم ہوں' کنور مہتاب علی تم یقین کرو اب شاید میں ایک بھی رات پر سکون نیند نہ سو سکوں۔ تم نے مجھے میرے اصل نام سے پکارا ہے اور اس سے آگے کی باتیں بھی بتا رہے ہو' یہ.......... یہ کیسے ممکن ہے آہ یہ کیسے ممکن ہے؟"

"اس قدر پریشان نہ ہو ڈیئر جیمس پیرے' دوسرے لوگوں کے سامنے میں تمہیں مستقل جیمس پیرے کہہ کر ہی مخاطب کروں گا اور تمہیں یہ بھی بتادوں کہ یہ راز صرف میرے سینے میں ہے' سرہدایت اللہ' مائیکل بائر یا لارک اینجلو وغیرہ میں سے کوئی نہیں جانتا کہ تمہارا اصل نام کیا ہے۔"

"دیکھو میرا اصل نام اگر منظرعام پر آبھی جائے تو یقین کرو نہ میں مجرم ہوں اور نہ میں نے مہذب دنیا میں کوئی ایسا عمل کیا ہے جس پر مجھے شرمندگی سے منہ چھپانا پڑے اب جب تمہیں اس قدر معلوم ہو چکا ہے تو مجھے یہ بتادو کہ میرے بارے میں تمہیں کیسے پتہ چلا؟"

"اس کے لئے معذرت خواہ ہوں مگر اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اپنی نیندوں کو بے سکون نہ کرنا کیونکہ مجھے تم سے عقیدت ہے اختلاف نہیں۔"

"تمہارا شکریہ میرے دوست' میں اپنے استاد جیمس پیرے کے مشن کے لئے زندگی وقف کر چکا ہوں۔ اور یقین کرو میری اس نیت میں اب بھی کوئی کھوٹ نہیں ہے ہمارے پاس دولت نہیں ہے' جیمس پیرے نے دنیا کے لئے بہتری کا سامان تلاش کیا تھا لیکن اس کی عمر وفا نہ کر سکی اور میں نے ان کے مشن کا یہ علم اٹھا لیا۔ کنور مہتاب علی میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے اپنے مرحوم استاد کے نام پر ہی زندہ رہنے دینا۔"

"میرا تم سے وعدہ ہے' گارث ہیمباسٹر کہ میری زبان سے یہ الفاظ کبھی کسی کے سامنے ادا نہیں ہوں گے۔ چلو اب ایک بات تو بتادو مجھے۔"

"ہاں پوچھو؟"

"کیا تمہارا چہرہ اصلی ہے؟"

جیمس پیرے خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر مغموم انداز میں گردن جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

"نہیں.......... ہمارے چہروں پر میک اپ ہے ایک شاندار میک اپ' ہم سب نوجوان ہیں اور ہماری عمریں بہت زیادہ نہیں ہیں' یہ روپ ہم نے اس لئے اختیار کیا کہ ہم کسی کے ہاتھوں تشدد کا شکار نہ ہوں۔ ہم عدم تشدد کے پجاری ہیں اور یقین کرو ہم نے ہر جگہ یہی کوشش کی ہے کہ ہمارے ہاتھوں کسی انسانی زندگی کو نقصان نہ پہنچنے پائے' اب یہ الگ بات ہے کہ اپنی ان کاوشوں میں ہم بہت سے مرحلوں پر مشکلات کا شکار ہوئے اور ہتھیاروں کا سہارا لینے پر مجبور ہو گئے۔ یا پھر ایسے بھی کچھ جرائم ہمیں کرنے پڑے جسے تمہیں اپنے قابو میں کرنے کے لئے ہم نے نشہ آور ادویات دی تھیں' میرا خیال ہے میرے دوست ہم سلسلہ گفتگو منقطع کرتے ہیں کیونکہ آنے والے قریب آ گئے ہیں۔"

اس بار عرشی اور مائیکل بائر یہاں رک گئے تھے جبکہ نادر شاہ کشتی لے کر واپس چلا گیا تھا۔ یہ لوگ بھی قریب آبیٹھے۔ کنور مہتاب علی نے جیمس پیرے سے کہا۔

"وہ دونوں چور کہاں چھپے ہوئے ہیں؟"

"میں تم سے ان کے بارے میں تفصیلی بات چیت کروں گا' میرا اپنا اندازہ ہے کہ وہ لوگ تم سے پوشیدہ رہنا چاہتے ہیں اگر کچھ دیر کے لئے انہیں پوشیدہ رہنے دو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ویسے انہیں بھی ہمارے پاس پہنچے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی اور وہ ابھی اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکے ہیں' بس ایک جگہ بیٹھے ہوئے وحشت زدہ نگاہوں سے اس پورے منظر' پورے ماحول کو دیکھ رہے ہیں' گو اچھا خاصا وقت گزر چکا ہے لیکن وہ ابھی اپنے حواس میں نہیں ہیں' انہوں نے تمہیں دیکھ لیا ہے وہ ابھی اپنے حواس میں نہیں ہیں' انہوں نے تمہیں دیکھ لیا ہے اور ان کے چہروں پر مردنی چھا گئی ہے' میں نے یہ بات اچھی طرح محسوس کرلی تھی لیکن براہ کرم اگر تمہارے درمیان کوئی اختلاف بھی ہے تو ابھی اس کا اظہار کرنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے' آپ بالکل مطمئن رہیں مسٹر جیمس پیرے۔" کنور مہتاب علی نے اپنا قول نباہتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد وہ عرشی اور مائیکل بائر کا استقبال کرنے لگے جو ان کے قریب آچکے تھے۔ مائیکل بائر زمین پر پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا۔ اس نے

ماۓ

"سی گال کا ایک ایک فرد ختم ہو چکا ہے اب کوئی بھی زندہ نہیں ہے' لیکن وہاں جو چھ ہو رہا ہے اس پر شاید ذہن پر قابو پانا مشکل ہو جائے۔ وہ انسانی کام تو ہے ہی نہیں نتے ہو وہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ نہ انہیں دولت کی تلاش ہے نہ کچھ اور چاہتے ہیں وہ۔ صرف ایسے انسانوں کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں' جن کی کھوپڑیاں ان کے جسموں پر وجود ہوں' کھوپڑیاں کاٹ کر اپنے قبضے میں کرنے کا مشغلہ اس وقت ان کے لئے دنیا کا ب سے دلچسپ مشغلہ ہے۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ ہوا کیسے؟ ان وحشیوں کا تعاون آپ لوگوں لو کس طرح حاصل ہوا؟" جیمس پیرے نے سوال کیا۔

"یہ ہنگامہ خیزیاں ختم ہو جائیں تو ذرا تفصیل سے گفتگو کرنا مناسب ہو گا۔"

نادر شاہ کشتی لے کر واپس چلا گیا تھا۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے تمام لوگ اس انب منتقل ہو گئے' ادھر جیمس پیرے نے مارٹن کو اپنے طور پر جو کچھ بھی ان کے پاس وجود تھا تیار کرنے کی ہدایت کر دی تھی تاکہ ان لوگوں کی خوراک کا معقول انتظام ہو ائے۔ مارٹن نے کہا۔

"اگر ادھر سے خوراک کے کچھ ذخائر ہمارے ہاتھ لگ جاتے تو بہت اچھا ہوتا۔"

"یہ سب کچھ بعد میں دیکھا جائے گا۔ ہم لوگ تلاش کریں گے' اس وقت اگر وراک کے کچھ ایسے ذخائر ہمارے ہاتھ لگ جائیں جو آگے چل کر ہمارا ساتھ دے سکیں تو یں سمجھتا ہوں یہ ہمارے حق میں بہتر ہو گا لیکن بدقسمتی سے چاروں طرف آگ لگی ہوئی ہے' اگر کوئی چیز بچ گئی تو ٹھیک ہے ورنہ ہماری تقدیر۔"

" رفتہ رفتہ تمام ہی افراد اس جانب منتقل ہو گئے تھے۔ ریٹا ہاروے کو ایک جگہ لٹا یا گیا تھا اور وہ آرام سے آنکھیں بند کئے ایک چٹان پر چت لیٹی ہوئی تھی جبکہ باقی لوگ پوری طرح چاق و چوبند نظر آ رہے تھے۔ کشتی بھی کنارے پر کھینچ لی گئی تھی اور پھر یہ ب لوگ بیٹھ گئے۔ کنور مہتاب علی نے ابھی تک باقی لوگوں پر یہ انکشاف نہیں کیا تھا کہ

یہاں مرزا نصیر بیگ اور اس کا ایک ساتھی بھی موجود ہیں۔ بہرحال یہ ایک انتہائی سنسنی خیز خبر تھی لیکن دوسری جانب جو سنسنی خیز مناظر بکھرے ہوئے تھے' ان کی وجہ سے اس سنسنی خیز خبر کو ابھی چھپائے رکھنا ہی مناسب تھا۔ البتہ مرزا نصیر بیگ کے لئے برا وقت تھا۔ اس نے بھی کنور مہتاب علی گروپ کو دیکھ لیا تھا۔ اور بری طرح حواس باختہ ہو گیا تھا۔ اس کے بدن میں شدید سنسنی دوڑ گئی۔"

"زاہد........" اس نے آہستہ سے کہا۔

"جی سر؟"

"ہمارے ستارے بری طرح گردش بھی آ گئے ہیں۔"

"وہ تو ابتداء سے ہیں سر۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ ہے کہ بہت عرصہ سے ہم ایسے حالات سے گزر رہے ہیں جو ہمارے لئے غیر متوقع ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ ہم اپنا گروپ کھو بیٹھے ہیں۔ آپ نے پتہ نہیں محسوس کیا یا نہیں' میں نے ایک بات محسوس کی ہے۔"

"کیا۔"

"اس خطرناک مہم میں صرف ہم دو افراد ایسے ہیں جو مختصر ترین گروپ رکھتے ہیں۔"

"میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔"

"مسٹر آرنلڈ جو کچھ بھی تھے۔ لیکن بہرحال اس کے موجودگی سے ہمارا گروہ نو افراد پر مشتمل تھا اور ہماری ایک طاقت تھی لیکن اب ہم ایک لاوارث گروہ کی حیثیت رکھتے ہیں جو صرف دو افراد پر مشتمل ہے۔"

"وہ خود بھٹک گیا تھا۔ حالانکہ یقین کرو میں بارہا اس سے مخلص ہوا تھا اور میں نے سوچا تھا کہ اس بار اس کی خواہش پوری ہونے دوں گا۔"

"بہرحال اب اس کا تذکرہ بے معنی ہے۔ افواہ' تم نے مجھے اصل موضوع سے بھٹکا

دیا۔ میں کچھ اور کہہ رہا تھا تم آرنلڈ کی کہانی لے بیٹھے۔"

"سوری سر!" زاہد نے کہا۔

"جانتے ہو وہ کون لوگ ہیں۔"

"کہاں۔"

"جو کشتی سے آئے ہیں۔"

"کون ہیں۔"

"کنور مہتاب علی۔ تم نے اندازہ نہیں لگایا۔"

"جی سر۔"

"اور اب سب یہاں آ رہے ہیں۔"

"جی۔"

"کیا جی جی کئے جا رہے ہو۔ تمہیں اس خطرے کا احساس نہیں ہے جو ان کے آنے سے ہمیں ہو جائے گا۔"

"سر میں جانتا ہوں آپ حالات سے نمٹنے کی کوشش کریں گے۔"

"سب کچھ چوپٹ ہو گیا ہے۔ ابھی تک یہی پتہ نہیں چل سکا کہ جیمس پیرے بگ بوردل کا قلعہ چھوڑ کر کیوں آ گیا۔ اور یہاں کیا کر رہا ہے۔ اسے دیکھ لیتے لیکن ان لوگوں کی آمد نے صورت حال بالکل بگاڑ دی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں کیا کروں۔"

"بھتیجے سے مشورہ لو ڈیئر نصیر بیگ۔" عقب سے آواز آئی اور نصیر بیگ اچھل پڑا۔ اس نے پلٹ کر گردن گھمائی اور فیروز کو دیکھ کر دم بخود رہ گیا۔

"تم........!" وہ تھوک نگل کر بولا۔

"ہاں چچا۔ میں ہی ہوں۔"

"تم........ تم ان سے پہلے یہاں آ گئے۔"

"کس سے پہلے؟"

"ہدایت اللہ وغیرہ سے۔ تم ان کے ساتھ کام کر رہے تھے نا؟"

"کہاں کی اڑا رہے ہو چچا۔ میرا خیال ہے اب تم بہت بوڑھے ہو گئے ہو۔"

"کیا بکواس ہے۔ تمیز سے بات کرو۔ نامعقول انسان۔" نصیر بیگ بگڑ کر بولا۔

"بھتیجا کس نامعقول چچا کا ہوں۔" فیروز مسکرا کر بولا۔

"تم ان لوگوں کے ساتھ نہیں تھے۔"

"میں خود اپنا گروہ ہوں چچا۔ تمہارا گروہ دو افراد پر مشتمل ہے۔ مجھے دیکھو۔ میں ون مین شو کر رہا ہوں۔"

"واقعی........."

"چچا کی قسم۔"

"میری قسم تم سچ کہاں کھاؤ گے۔"

"قسموں میں کیا رکھا ہے چچا۔ میں تو اس وقت بھی مسٹر جیمس پیرے کے ساتھ تھا جب تم بگ بوردل کے قلعے میں پہنچے تھے۔"

"او مائی گاڈ۔"

"اور کنور مہتاب علی کے بارے میں سن کر وہاں سے نکل بھاگے تھے۔"

"مگر تم وہاں کیا کر رہے تھے۔"

"وہی جو یہاں کر رہا ہوں۔"

"کیا مطلب۔"

"اب مطلب تم خود سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"مگر جیمس پیرے تو بگ بوردل کا جانشین تھا۔"

"چچا احمق۔" فیروز ہنس کر بولا۔

"بیٹھ جاؤ۔ پلیز بیٹھ جاؤ۔ میں اس وقت حواس باختہ ہوں۔ خدا کے لئے فیروز۔ میں بے بس ہو چکا ہوں۔ میں سخت خطرے میں گھرا ہوا ہوں۔ بیٹھو پلیز......... میری دلجوئی کرو......... ہمارے تعلقات بھی رہ چکے ہیں۔"

"جائز؟" فیروز نے طنزیہ پوچھا۔ اور بیٹھ گیا۔ وہ پہلی بار نصیر بیگ کے سامنے آیا تھا۔ دریا عبور کرتے ہوئے اس نے نصیر بیگ کو پہچان لیا تھا اور اس کے سامنے نہیں آیا تھا۔ اور اب اس نے کنور مہتاب علی اور اس کے گروہ کو بھی دیکھ لیا تھا۔

"دیکھو فیروز انسان کو حالات سے سمجھوتہ کرنا چاہیے' بہترین سیاستدان وہی ہوتا ہے' جو حالات سے تعاون کرے' سمجھ رہے ہو نا تم.........؟"

"چچا کی نصیحت کیوں نہ سمجھوں گا۔"

"دیکھو اپنا یہ طنزیہ انداز ختم کردو' سنجیدگی سے سنو جو میں کہہ رہا ہوں۔ پہلے یہ بتاؤ کہ کنور مہتاب علی سے تمہارے تعلقات کیسے چل رہے ہیں؟"

"وہ عجیب آدمی ہے' جائز یا ناجائز تعلقات رکھنے کا عادی معلوم نہیں ہوتا' میرا تو اس سے ابتداء ہی میں واسطہ ٹوٹ گیا تھا' لیکن جو معلومات مجھے حاصل ہوئی تھیں' میں بھی انہیں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا اور بالاخر میں نے بھی تم لوگوں کے ساتھ قسمت آزمائی کا فیصلہ کرلیا اور اب یہ ایک لمبی کہانی ہے کہ میں کس طرح جیمس پیرے تک پہنچا۔"

"جیمس پیرے کیا چیز ہے؟"

"نہیں چچا کون کیا ہے یہ چھوڑو اپنی کہو۔ باقی ساری باتیں بعد میں ہوں گی۔"

"سنو اصل میں' میں خود بھی ایک گروہ کے ساتھ آیا تھا لیکن ولیم آرنلڈ اچھا آدمی نہیں تھا' حالات سے خوفزدہ ہوگیا اور جان گنوادی اس نے۔ لیکن فیروز لمبی کہانی ہے' مختصراً یہ ہے کہ انتہائی بد ترین حالات کا شکار ہو کر بالاخر نوبت یہاں تک پہنچ گئی۔ میں سی گال کا قیدی تھا اور اس قید سے نجانے کیسے رہائی حاصل ہوئی ہے اور اب یہ صورت حال ہے میں یہ چاہتا ہوں فیروز کہ تم میرا ساتھ دو۔ دیکھو میں تمہیں پیشکش کرتا ہوں کہ اگر اس بار میں تم سے غداری کروں یا میرے ذریعے تمہیں کوئی نقصان پہنچے تو بے شک تم مجھے بے دریغ گولی مار دینا۔ مجھے زندہ مت چھوڑنا' تمہیں اس کا حق حاصل ہو گا۔"

"کرنا کیا ہو گا چچا؟"

"بس میرا ساتھ دو' میں کنور مہتاب علی سے بھی تعاون کرنے پر مجبور ہوں' ہم لوگ دیکھیں گے کہ کہاں تک ہماری گاڑی چلتی ہے اور جہاں ہم اپنی پٹڑی بدل سکتے ہیں' وہاں سے اپنی پٹڑی بدل دیں گے۔"

"ہوں چچا' بات تو غور کرنے کی ہے لیکن تم جانتے ہو کہ کنور مہتاب علی بھی مجھ سے اچھی طرح واقف ہے۔ تم نے ہی میرا تعارف کرایا تھا اس سے۔"

"میں نے.........؟"

"تم نے نہیں بھیجا تھا مجھے وہاں' میرا مطلب ہے مہتاب پور۔" فیروز نے کہا۔

"ہاں یہ تو ہے۔"

"وہ مجھے تمہارا ہی آدمی سمجھے گا۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا' ہم ایک درمیانی راستہ نکالیں گے اور اس راستے پر چل کر کام کریں گے۔"

"ہوں غور کیا جاسکتا ہے چچا۔"

"غور نہیں میری جان فیصلہ کرلو۔"

"چلو کرلیا۔"

"ویری گڈ چلو ہاتھ ملاؤ۔"

"جذباتی نہ ہو چچا ابھی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔" فیروز نے اپنا ہاتھ آگے نہیں بڑھایا تھا' نصیر بیگ شرمندہ سا ہو کر زاہد کی طرف دیکھنے لگا۔ زاہد تمام باتوں سے بے نیاز دوسری جانب رخ کئے بیٹھا ہوا تھا لیکن اس کے کان اسی سمت لگے ہوئے تھے۔

"اب بتا دے یہ جیمس پیرے کیا ہے۔"

"جیمس پیرے جیمس پیرے ہی ہے' بگ بوردل کے قلعے میں ہم لوگ ساتھ ساتھ آئے تھے۔ جانتے ہو وہاں کیا ہوا تھا۔"

"کیا۔" نصیر بیگ نے پوچھا۔

"سی گال نے قلعے پر حملہ کیا تھا اور بگ بوردل وغیرہ کو قتل کر دیا تھا۔ جس وقت تم

وہاں پہنچے تھے ہم لاشیں وغیرہ ہٹا کر قلعہ کی صفائی کر چکے تھے۔"

"اوہ میرے خدا۔" تو کیا جیمس پیرے کا بگ بوردل سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

"بالکل نہیں۔"

"تو پھر جیمس پیرے۔"

"خزانے کی تلاش میں ہے۔" فیروز نے مسکرا کر کہا۔ اور نصیر بیگ نے بے اختیار کہا۔

"لعنت ہے۔"

"تم پر چچا۔" فیروز بولا اور نصیر بیگ اسے گھورنے لگا۔ فیروز نے پھر کہا۔ "سب تمہارا کیا دھرا ہے چچا مجھے تو یہ حیرت ہے کہ یہاں دوسرے بہت سے گروہ برسرپیکار کیوں نہیں ہیں۔"

"میں نے کیا کیا ہے۔"

"مصنف بننے کا شوق جو رہا تھا تمہیں۔ وہ باتصویر کہانی تم نے ہی شائع کرائی تھی۔"

"اوہ تو وہ اس کہانی کو پڑھ کر اس طرف متوجہ ہوا ہے۔"

"ہاں۔"

"مگر اب کیا کریں۔ یہ بتاؤ۔ ویسے پیرے کے کیا وسائل ہیں۔"

"پتہ چل جائے گا۔" فیروز نے کہا اور نصیر بیگ سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔

"تم بتاؤ۔ میرے ساتھ تعاون کرو گے یا نہیں۔"

"اعتبار کرلوں تم پر۔"

"پلیز......... فیروز میں تم سے مخلص ہوں۔" نصیر بیگ نے عاجزی سے کہا۔

"اوکے چچا۔ لیکن ایک خیال رکھنا۔"

"کیا؟"

"مجھے جیمس پیرے کا ساتھی ہی رہنے دینا۔ کسی کو اندازہ نہ ہونے پائے کہ ہم ایک

دوسرے سے تعاون کر رہے ہیں ورنہ کھیل بگڑ جائے گا۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔ تھینک یو فیروز۔ تھینک یو ویری مچ۔" نصیر بیگ نے کہا۔

"میں چلتا ہوں۔" فیروز وہاں سے اٹھ گیا۔ اور اس کے جانے کے بعد نصیر بیگ گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ زاہد خاموشی سے دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔

تمام لوگ دریا کے دوسرے کنارے پہنچ گئے تھے۔ جیمس پیرے نے تمام لوگوں کے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرلیا تھا۔ دوسری طرف کی فضا بہت خراب تھی۔ اور دھوئیں نے ماحول کو آلودہ کیا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے کھانا وغیرہ کھایا۔ تمام لوگ جیمس پیرے سے مل کر حیران بھی ہوئے تھے۔ ریٹا کی حالت نارمل ہوتی جا رہی تھی۔

پھر جیمس پیرے نے کہا۔ "اب یہ بتائیے آپ لوگ کہ ان لڑکیوں کا کیا کریں۔

"کیا مطلب........." ہدایت اللہ چونک کر بولا۔

"میں بتاتا ہوں۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔ اور پھر وہ لڑکیوں کے بارے میں بتانے لگا۔

"ویری گڈ.........یہ نیک کام کیا ہے آپ نے مسٹر پیرے ویسے ممکن ہے ان سیاہ فاموں کی لڑکیاں بھی ان میں شامل ہوں۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہوا تو تب بھی وہ ہم نسل ہیں اور اپنی ہم نسلوں کی مدد وہ لوگ ضرور کریں گے۔"

"پھر آپ لوگ مشورہ دیں۔ کیا کریں۔" ریٹا ہاروے جو اب سنبھل گئی تھی کہنے لگی۔

"میں ایک مشورہ دوں۔"

"کیوں نہیں میڈم ہاروے۔" جیمس پیرے نے کہا۔

"وہ اپنی وحشت خیزیوں میں مبتلا ہیں' انہیں اپنے دشمن پر فتح حاصل ہوئی ہے ہو سکتا ہے یہ لڑکیاں ان کے قبیلے ہی سے تعلق رکھتی ہوں' آپ لوگ یوں کریں کہ انہیں غار سے نکالیں اور دریا کے کنارے کھڑا کر دیں اگر ان کا ان سے کوئی تعلق ہوا تو وہ دوڑے آئیں گے۔"

"اچھی تجویز ہے اگر ایسا نہ بھی ہوا تو پھر سردار خان ان پر اپنے گر آزمائیں گے اور انہیں یہ سمجھانے کی کوشش کریں گے کہ ان لڑکیوں کو ان کے قبیلوں میں پہنچا دیا جائے۔"

"نہیں اگر ایسا ہوا تو ہمارے پاس بوٹ موجود ہے۔"

"بوٹ۔" سرہدایت اللہ نے حیرانی سے کہا اور جیمس پیرے مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔

"آپ لوگ اس نوجوان کو بھول گئے ہیں جس کا نام ایمرے تھا اور وہ وہاں زخمی حالت میں ملا تھا' میری مراد بگ بوردل کے قلعے سے ہے اور اس کا ساتھی ایک بونا افریقی بھی تھا۔ وہ لوگ افریقی زبان سے بخوبی واقف ہیں اس دوران جو کچھ ہو چکا ہے اس کی تفصیل ان ہنگامی حالت میں نہیں بتائی جاسکتی' بعد میں ذرا اطمینان سے بیٹھ کر آپ کو سب کچھ بتائیں گے بس اتنا بتادوں میں کہ وہ لڑکی ایلما برانٹ' سی گال کی قید میں مل گئی ہے۔"

"ایمرے کی محبوبہ.........." عرشی بے اختیار بول اٹھی تھی۔

"ہاں........" جیمس پیرے نے جواب دیا۔ "نادر شاہ نے گہری نگاہوں سے عرشی کو دیکھا تھا اور عرشی جھینپ کر دوسری جانب متوجہ ہوگئی تھی۔ لیکن شکر تھا کہ دوسرے لوگوں نے ان دونوں کی نظروں کے پیغامات کو نوٹ نہیں کیا تھا۔ کنور مہتاب علی نے کہا۔

"مسٹر پیرے بہتر ہو گا کہ ہم اس مرحلے سے بھی نمٹ لیں۔ بعد میں صورت حال کے مطابق فیصلے کرلیں گے۔"

"او کے تو پھر میں انتظام کروں۔" جیمس پیرے نے کہا اور کنور مہتاب علی نے گردن ہلا دی۔ جیمس پیرے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر کے اٹھ گیا تھا' کنور مہتاب علی اپنے

ساتھیوں کے ہمراہ ایک طرف جا بیٹھا' جو جدوجہد ان لوگوں نے کی تھی وہ بڑی تھکا ے والی تھی' اور ان کے بدن ٹوٹ رہے تھے لیکن صورت حال ہی ایسی ہوگئی تھی ان اپنی گاڑیاں اور آرام کرنے کا سامان سب کا سب دریا پار اور کافی فاصلے پر تھے اور اس اس بے آرامی کے سوا اور کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ جیمس پیرے غاروں میں چلا گیا تھا۔

جیمس پیرے کے جانے کے بعد کنور مہتاب علی نے لارک اینجلو سے کہا۔

"اس کے علاوہ ایک اور دلچسپ خبر بھی ہے' آپ لوگ اس کے بارے میں کوئی زہ لگا سکتے ہیں..........؟"

"نہیں کیا خبر ہے۔" لارک اینجلو بولا۔

"ہمارا دوست نصیر بیگ بھی یہاں موجود ہے۔" کنور مہتاب علی نے انکشاف کیا اور کے سب اچھل پڑے۔

سرہدایت اللہ نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"کہاں؟"

"یہیں۔ جیمس پیرے کے پاس۔"

"وہ کم بخت یہاں کیسے پہنچ گیا؟"

"یہ تو وہی بتا سکے گا۔ لیکن بہرحال وہ موجود ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ شیطان آگیا۔ اب کیا کیا جائے۔"

"کچھ نہیں۔ ابھی تو اس ہنگامی صورت حال سے نمٹنے میں ہی وقت لگے گا۔ اس کے ے میں بھی فیصلہ کرلیں گے۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔

"لیکن جیمس پیرے سے اس کا کیا تعلق۔" ریٹا بولی۔

"وہ سی گال کا قیدی تھا۔" کنور مہتاب علی نے کہا اور پھر خاموش ہوگیا۔ ان کی غاروں کی طرف اٹھ گئیں جہاں سے لڑکیاں برآمد ہو رہی تھیں۔

تباہ حال لڑکیوں کو دیکھ کر سب کو بے حد افسوس ہوا تھا۔ جیمس پیرے اور اس کے لڑکیوں کو لے کر ساحل پر پہنچ گئے اور انہیں ایک قطار میں کھڑا کر دیا۔ سب اس

طرف متوجہ تھے۔

پھر وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوگئے۔ دریا پار اپنی دیوانگی میں مصروف سیاہ فاموں نے لڑکیوں کو دیکھا اور پھر ایک جذباتی عمل کا آغاز ہو گیا۔ سیاہ فام دریا میں کود گئے۔ وہ بری طرح چیخ رہے تھے اور سب کچھ چھوڑ کر دریا میں گر رہے تھے۔ لڑکیوں نے بھی شاید اپنوں کو پہچان لیا تھا۔ وہ بے اختیار ہوگئیں۔ ان کے مردہ جسموں میں زندگی دوڑ گئی۔ سیاہ فام دریا عبور کر کے ساحل پر پہنچے اور پھر ایسے دلاویز مناظر نظر آئے کہ سب آبدیدہ ہوگئے۔

محبت ہر شکل میں اپنا مقام رکھتی ہے۔ کچھ کو اپنے مل گئے تھے اور کچھ محرومیوں کا شکار تھے۔ اندازہ ہوا کہ یہ تمام لڑکیاں اسی قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں جو زوما کا تھا۔ سب کو ان کے ساتھی مل گئے تھے۔ ستارہ شناس گومی سیانا کسی کے سامنے نہیں آئی تھی۔ الاشا اس کے پاس تھی۔

سیاہ فام سی گال کی بستی سے نکل آئے۔ وہ اب اس ساحل پر جمع ہوگئے تھے۔ لڑکیاں اب بھی آنسو بہا رہی تھیں اب آگے کے مراحل شروع ہونے والے تھے۔ یوٹ کو سامنے لایا گیا اور زوما کو تلاش کیا گیا۔ زوما سامنے آگیا تھا۔ یوٹ نے اس سے مقامی زبان میں بات کی۔ پھر ان کی طرف رخ کر کے بولا۔

”یہ شخص اپنے قبیلے کا سردار ہے۔ اس کا نام زوما ہے۔ اور یہ اپنے بو آنا سے ملنا چاہتا ہے۔“

”بو آنا کون؟“ پیرے نے پوچھا۔

”اس کا رہنما۔“ یوٹ نے جواب دیا۔ کنور مہتاب علی نے کہا۔

”سردار خان۔ سامنے آؤ۔“ سردار خان پیچھے سے نکل کر آگے آیا تو سیاہ فام سردار بے اختیار ہوگیا۔ وہ جلدی سے آگے بڑھ کر سردار خان کے سامنے زمین پر لیٹ گیا۔ وہ زبان نکل کر اس کے پاؤں چاٹنے لگا تھا۔ نادر شاہ جلدی سے پیچھے ہٹا اور اس نے زوما کو شانوں سے پکڑ کر اٹھایا۔ زوما رو رہا تھا۔

زوما کی دیکھا دیکھی اس کے قبیلے کے تمام لوگ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ اور انہوں نے ہاتھ سیدھے کر کے گردنیں جھکا دیں۔ یہ تعظیم تھی بو آنا کے لئے۔

”مسٹر یوٹ اس سے کہو کہ میں اس کا آقا نہیں دوست ہوں۔ اسے بتاؤ۔“

یوٹ نے افریقی زبان میں زوما سے یہ الفاظ کہے تو زوما سردار خان کے پورے بدن و بوسے دینے لگا۔ وہ اس سے اظہار عقیدت کر رہا تھا۔

”حقیقت تو یہی ہے کہ سردار خان نے ان لوگوں کی مدد کی تھی۔ اس کی ہمت اور مت عملی نے آج انہیں ہی نہیں بلکہ ان مظلوم لڑکیوں کو بھی آزادی دلوا دی تھی جو ر فروخت ہو جاتیں تو نہ جانے ان کا مستقبل کیا ہوتا۔“ سر ہدایت اللہ نے کہا۔

یوٹ نے زوما سے اس کے بارے میں پوچھا تو زوما نے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔

یں ایک بدکار سردار ہوں۔ جو اپنے قبیلے کی حفاظت نہیں کر سکا۔ سی گال نے قبیلے پر ملہ کر کے اسے تباہ کر دیا۔ ہماری لڑکیاں اٹھا لے گیا۔ ہم قبیلے سے بھاگ آئے تھے۔ مگر م تنہا کچھ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ سی گال کے پاس آگ اور دھماکے والے ہتھیار تھے اور ن ہتھیاروں کے سامنے ہمارے ہتھیار کارگر ثابت نہیں ہوئے تھے اور اب بھی نہ ہوتے ر بو آنا ہماری مدد نہ کرتا۔ بو آنا نے آگ اور دھماکوں کا جواب آگ اور دھماکوں ہی سے ’وہ ہمارا رہنما ہے ہم اس کے لئے ہزار بار زندگی قربان کر سکتے ہیں۔ زوما نے کہا۔

”میرے جذبات کی ترجمانی کرنے والے چھوٹے انسان بو آنا سے کہو کہ اس نے ری عزتوں کی حفاظت کی ہے، اس نے ہماری لڑکیوں کو ہمیں دلوا دیا ہے۔ وہ ہم سے ر بار ہماری زندگی مانگے ہم اپنے آپ کو اس پر قربان کرنے کے لئے تیار ہیں اس سے و کہ وہ ہمیں ہدایت دے ہمیں بتائے کہ ہم اس کے لئے کیا کریں ہم اس کی محبت کا ں کیسے ادا کریں۔“

یوٹ نے یہ الفاظ سردار خان کو بتائے تو سردار خان نے مسکرا کر کہا۔

”سردار زوما سے کہو کہ ان کی لڑکیوں کے مل جانے کی خوشی، مجھے بھی اتنی ہی ہے ں نے انسانیت کا فرض ادا کیا ہے، اس سے کہو کہ وہ میری محبت کا قرض اس

طرح ادا کرے کہ اگر کبھی افریقہ کے ان خطرناک علاقوں میں کچھ ایسے لوگ آکر پھنس جائیں جن کے پاس زندگی کا راستہ نہ ہو تو میرے نام پر ان کی مدد کرے اور انہیں ہر قسم کی مشکلات سے نکالے۔"

یوٹ ترجمانی کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ اس نے جب سردار خان کا پیغام ان لوگوں کو دیا تو زوما نے دونوں ہاتھ پھیلا کر سر جھکا کر کہا۔

"بوآنا کی بات میں نے اپنے سینے میں اتار لی ہے اور میں اس کے قرض کی جب تک زندہ ہوں ادائیگی کرتا رہوں گا۔"

سردار خان نے یوٹ کی مدد سے پوچھا۔ "اس سے کہو کہ اب اس کا کیا ارادہ ہے؟"

جواب میں زوما نے کہا۔ "ہم ان لڑکیوں کو ساتھ لے کر اپنی آبادی میں واپس جائیں گے' اس قبیلے کو پھر سے تعمیر کریں گے اور وہاں نئے سرے سے زندگی کا آغاز کریں گے۔

سردار خان نے کہا۔ "یوٹ زوما سے کہو اب وہ دریا عبور کرکے واپس چلا جائے اور اس سے یہ بھی کہو کہ سی گال کی بستی میں اسے اپنے کام کی جو بھی چیز نظر آئے وہ اسے اٹھا کرلے جائے۔ میں نے اسے ان کی ملکیت قرار دیا ہے۔

یوٹ یہ الفاظ دہرانے لگا تو ریٹا ہاروے نے مائیکل بائر سے کہا۔

"دیکھا تم نے' یہ ہوتا ہے' کسی کو حد سے زیادہ آگے بڑھانے کا نتیجہ۔ آخر اس شخص کو اس کے کیا اختیارات ہیں یا یہ سچ مچ ہی بوآنا بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس بات کا جواب مائیکل بائر نے خود ہی ریٹا کو دے دیا' کہنے لگا۔"

"یوں محسوس ہوتا ہے میڈم ہاروے کہ آپ کو اس شخص سے کوئی بنیادی اختلاف ہوگیا ہے' آپ اس کی کسی بھی بات کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتیں' حالانکہ آپ نے دیکھا کہ یہ وحشی اس وقت اس پر کس طرح جان نثار کر رہے ہیں' حقیقتاً" اگر یہ صرف ایک اشارہ کردے تو یہ سب کے سب ہماری تکا بوٹیاں کرکے ڈال دیں ... اگر

کسی شخص کو عظمت مل رہی ہے تو آپ یہ کیوں نہیں سوچتیں کہ وہ ہمارا اپنا ہی ساتھی ہے۔ آپ اسے نظرانداز نہ کریں۔"

"وہ تو سب کچھ ٹھیک ہے لیکن ایک چھوٹے ذہن کے انسان کو اتنا آگے نہیں بڑھنا چاہیے' کچھ کہتے سنتے ہوئے اسے ہم سے مشورہ بھی کرلینا چاہیے' جو اس کا فرض ہے' کیونکہ وہ ہمارے پائے کا آدمی تو نہیں ہے۔"

"آپ کی بھول ہے میڈم ہاروے' آپ کسے چھوٹا سمجھتی ہیں وہ جو آپ کے ساتھ صرف آپ کی خواہش پر آیا ہے' میں اس کی وکالت نہیں کر رہا' کچھ حقیقتیں بیان کر رہا ہوں' مجھے بتائیے کہ اس نے ہر لمحہ سب سے آگے بڑھ کر عمل نہیں کیا۔ کیا وہ ہم سب پر فوقیت نہیں لے گیا۔ اس نے جو کچھ کیا ہے اس کا پھل پارہا ہے۔ اور میرا دعویٰ ہے کہ آئندہ بھی وہ ہمارے لئے بے حد کارآمد ثابت ہوگا۔"

"پھر بھی مسٹر بائر۔ اس شخص کا وہی مقام ہونا چاہیے جو اصولی ہو۔"

"اسے وہی مقام ملا ہے جو اصولی ہے۔"

"آپ بھی ٹریپ ہوگئے مسٹر بائر۔"

"نہیں۔ میں بے جا مخالفت کا قائل نہیں ہوں۔ آخر اس کی کوئی وجہ بھی ہو۔"

"وجہ ہے۔"

"کیا۔"

"میرا ذہن بہت دور تک سوچتا ہے۔"

"اس وقت آپ کا ذہن کیا سوچ رہا ہے۔" مائیکل بائر نے مسکرا کر کہا۔

"وہ تاجر جو لڑکیاں خریدنے آئے تھے ہلاک ہوچکے ہیں۔" ریٹا ہاروے بولی۔

"بالکل۔"

"لڑکیاں خریدنے کے لئے وہ جو کچھ ساتھ لائے ہوں گے وہ کیا ہوگا۔"

"کیا مطلب۔"

"آپ سی گال کو بے وقوف سمجھتے ہیں۔"

"سی گال کو نہیں۔ وہ بے وقوف نہیں تھا۔"

"قیمتی دولت کے عوض وہ لڑکیاں فروخت کرتا ہو گا۔"

"بیشک۔"

"کیا وہ دولت ان بستیوں میں نہ ہو گی۔"

"ایں.........ہاں........." مائیکل بائر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ پھر وہ سرسری آواز میں بولا۔ "خدا کی پناہ۔ آپ کے ذہن نے کتنا دور رس سفر کیا ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ وہ دولت وہاں پڑی ہو گی۔"

"کیا نہ ہو گی۔"

"ہونا تو چاہیے۔"

"اور اس فراخ دل شہنشاہ نے انہیں اجازت دے دی ہے کہ وہ وہاں سے ہر چیز لے جاسکتے ہیں۔" ریٹا ہاروے زہریلے لہجے میں بولی۔ بائر کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ "کیوں.........؟ ہنسے کیوں؟"

"کیا کرو گی اس دولت کا ریٹا۔ کیا اس بوجھ کو لاد کر نیل کنٹھ کی جانب سفر کرو گی۔"

ریٹا خاموش ہو گئی۔

سی گال کی موت کے بعد دولت کے حصول کے لئے ٹھنڈی دماغی جنگ نے کیا رخ اختیار کیا......؟

یہ جاننے کے لئے.........

ملکہ صحرا (حصہ پنجم)

"وادی سنگ" پڑھیں۔


وادیٔ سنگ
ملکۂ صحرا
ایم اے راحت

وحشیوں نے واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ وہ اپنی ساتھی لڑکیوں کو لے کر دریا عبور کر رہے تھے یہاں تک کہ آخری سیاہ فام بھی دریا عبور کر گیا۔ یہ لوگ ان کے عمل کا جائزہ لے رہے تھے۔ پھر ان کا قصہ ختم ہو گیا تو ہدایت اللہ نے کہا۔

"اب ہمیں اپنے بارے میں سوچنا ہو گا۔"

"کیا مسٹر ہدایت اللہ۔" جیمس پیرے بولا۔

"ہماری گاڑیاں وغیرہ دریا کے دوسری طرف ہیں اور سامان انہی میں ہے۔ آپ کا ٹرک کہاں ہے مسٹر پیرے۔"

"موجود ہے۔"

"دریا پر کوئی پل نہیں ہے۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"تو پھر ہم ایک دوسرے کو خدا حافظ کہیں۔"

"اوہ نہیں، کیا اس کے برعکس اس سلسلے میں ہم کچھ اور نہیں کر سکتے؟۔"

"کیا؟"

"ہمیں اب ہر قیمت پر ایک دوسرے کا ساتھ قائم رکھنا ہے۔ بشرطیکہ آپ لوگ پہلے کی طرح ہمیں خود سے دور نہ کرنا چاہیں۔ آج رات ہم ساتھ گزاریں گے۔ کل صبح

ایسی جگہ تلاش کریں گے جہاں سے ٹرک دریا عبور کرسکے اور اس کے بعد ہم سب یکجا ہو جائیں گے ویسے بھی یہاں بہت سے دلچسپ امور باقی ہیں' کچھ لوگوں سے تعارف بھی ضروری ہے لطف رہے گا باقی تو جو کچھ آگے ہے وہ چلتا ہی رہے گا۔ ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات کریں گے۔ آپ لوگ یقین کیجئے ہمارے پاس آپ لوگوں کے لئے بھی کچھ معلومات ہیں اور آپ ان معلومات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر پیرے ایسی بات نہیں ہے بشرطیکہ میرے ساتھیوں کو اس پر اعتراض نہ ہو۔"

"مسٹر پیرے نے جو عمدہ جگہ منتخب کی ہے وہ بذات خود بہت اچھی ہے اور یہاں قیام کیا جاسکتا ہے لیکن کھانے پینے کا بندوبست مسٹر پیرے ہی کو کرنا ہوگا۔"

"اس کی آپ فکر نہ کیجئے۔" جیمس پیرے نے کہا اور پھر وہ لوگ کھلی جگہ سے پہاڑوں کی چھاؤں میں آگئے۔ موسم ویسے بھی زیادہ شدید نہیں تھا' جبکہ چٹانوں کے درمیان کا ماحول بہت پرسکون تھا اور یہاں بہت ٹھنڈک تھی۔ وہ سب کاموں سے فارغ ہو چکے تھے اس لئے ہر ایک نے اپنا ٹھکانہ بنالیا البتہ نہ تو فیروز سامنے آیا تھا اور نہ ہی نصیر بیگ اور زاہد' گومی سیانا اور دونوں لڑکیاں بھی اپنے غار ہی میں تھیں' لیکن ایمرے اور یوٹ ان لوگوں کے ساتھ ہی تھے۔ وہاں آرام کیا گیا۔ اور سب ایک دوسرے سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ پھر جیمس پیرے نے اپنی کہانی سنانا شروع کی کہنے لگا۔

"آپ لوگوں کے آنے کے بعد ہم وہیں بگ بوردل کے قلعے میں وقت گزارتے رہے اور پھر وہاں ایک اور شخص اپنے گروہ کے ہمراہ آیا۔ اس کا نام نصیر بیگ تھا اس نے کچھ وقت وہاں قیام کیا اور پھر آپ لوگوں کا نام سن کر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ ہم اپنی منزل کی تلاش میں سرگرداں ہوگئے ہم نے بھی بگ بوردل کا قلعہ چھوڑ دیا۔ پھر راستے میں ہمیں ایک جگہ گومی سیانا ملی' یہ انہیں سیاہ فام لوگوں کی بستیوں کی ایک داہبہ تھی' ایک انتہائی پراسرار شخصیت کی مالک جس کی پیشن گوئیاں عجیب ہوتی ہیں' اور اسی نے ہمیں ٹاری ویگا کے بارے میں بتایا۔ ٹاری ویگا کا نام سن کر کنور مہتاب علی گروپ اچھل پڑا'

لاک ا-ینجلو نے متحیرانہ انداز میں کہا۔"

"گومی سیانا نے ٹاری ویگا کے بارے میں کیا بتایا۔"

"یہ کہ وہ نیل کنٹھ کی جڑواں آبادی ہے اور گومی سیانا اس کے بارے میں بہت ھ جانتی ہے۔"

"بے شک وہ جڑواں آبادی ہے۔ لیکن بڑی خوفناک حیثیت کی حامل۔ وہاں جادو کا ر دورہ ہے ایک طرح سے اسے جادوگروں کی بستی کہا جاسکتا ہے' جبکہ نیل کنٹھ اس کی بت کچھ کم پراسرار ہے اور وہاں کے معاملات میں اس قدر شدت نہیں ہے۔ سائی ول ہی وہاں سب سے اعلیٰ حیثیت رکھتا ہے لیکن وہ بھی گدھ والوں سے خوفزدہ رہتا ہے۔" سرہدایت اللہ نے انکشاف کیا۔

"بے شک........ لیکن ہمارے لئے یہ بڑی اہم باتیں تھیں اور گومی سیانا اس لاقے میں رہ چکی ہے' اور اس کی اپنی ایک الگ کہانی ہے لیکن وہ اس بات پر آمادہ ہے کہ ہمیں ٹاری ویگا تک لے جائے اور اس کا کہنا ہے کہ ٹاری ویگا میں ایک نئی کہانی ہماری نتظر ہے۔" کنور مہتاب علی نے سرہدایت اللہ سے کہا۔

"ایک بات ہے سرہدایت اللہ۔ واقعی اگر ہم براہ راست نیل کنٹھ جانے کی بجائے اری ویگا کی جانب چلیں اور ہمیں کوئی ایسا سہارا مل جائے تو کیا یہ ایک دانشمندانہ قدم نہیں ہوگا۔"

"اس پر غور کرلیا جائے گا لیکن گومی سیانا ہے کہاں؟"

"انہی غاروں میں موجود ہے اور اس کے ساتھ اس کی بیٹی الاشا بھی ہے۔"

"جیمس پیرے نے گومی سیانا کی مکمل داستان ان لوگوں کو سنائی۔ اور ان کے نظریات میں تبدیلی رونما ہونے لگی۔ سرہدایت اللہ تو خیر اپنے آپ کو ابھی تک واضح نہیں کرنا چاہتا تھا' لیکن کنور مہتاب علی کا خیال تھا کہ ایک جعلی بچی کے حوالے سے سائی تھول کو بے وقوف بنانے کے بجائے اگر ٹاری ویگا جاکر کچھ کام کیا جائے تو یہ اس سے بہتر ہے۔" چنانچہ انہوں نے جیمس پیرے سے اپنا رویہ نرم کرلیا۔ داستانوں کا تبادلہ ہوتا رہا۔

واقعات دہرائے گئے پھر نصیر بیگ کی آمد ہوئی۔

نصیر بیگ کہاں چھپ سکتا تھا۔ گردن جھکائے سامنے آگیا۔ زاہد بھی موجود تھا۔

"ہیلو مرزا نصیر بیگ۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔

"شکست خوردہ کا اضافہ کرلو۔" نصیر بیگ نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"خوب......... کیا ہو رہا ہے۔"

"ماتم!" نصیر بیگ نے کہا۔

"یہ الفاظ ایجاد کرنا تمہاری فطرت ہے۔"

"ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

"معاف کردو۔ تمہاری درخواست تمہاری طرح خوفناک ہوگی۔"

"سن تو لو۔"

"سنا دو۔" اینجلو ہنس کر بولا۔

"تم میں سے ہر شخص اپنا اپنا جوتا اتارو۔ اور جتنے چاہو میرے سر پر برسالو۔ ہو سکتا ہے میرے کچھ داغ دھل جائیں۔"

"دوستو ایسا کبھی نہ کرنا۔" بائر نے کہا۔

"کیوں؟" ریٹا بولی۔

"جیسے ہی پہلا جوتا' مسٹر نصیر بیگ کے سر پر پڑا۔ اچانک ایک دھماکہ ہوگا اور ہم سب کے ٹکڑے اڑ جائیں گے۔ مرزا صاحب نے ضرور کوئی ایسا ہی بندوبست کیا ہوگا۔ ان کا کوئی منصوبہ یا پیشکش سازش سے خالی نہیں ہو سکتی۔" سب نے قہقہے لگائے تھے۔

"درحقیقت میں اسی قابل ہوں۔ لیکن اس کے باوجود میں تم سے معافی ضرور مانگو گا۔ ممکن ہو تو مجھے صاف کردو۔"

"اس کے بعد کیا کریں۔"

"یہ فیصلہ بھی خود ہی کرلینا۔" نصیر بیگ نے بے چارگی سے کہا۔

"تو پھر یہ فیصلہ تو جوتے مارے بغیر بھی کیا جاسکتا ہے۔ ریٹا ہاروے ہنس کر بولی۔"

"مثلاً۔" مائیکل بائر نے کہا۔

"مرزا صاحب فوراً" اپنا راستہ ناپیں۔ اور اپنے گروہ کے اکلوتے ہمسفر کو لے کر یہاں سے رفو چکر ہو جائیں۔ بات ختم۔"

"ہاں یہ ہو سکتا ہے۔"

"میں اس سے بھی انکار نہیں کروں گا۔ لیکن اس طرح میری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ میرے ساتھ یہ غریب بھی مارا جائے گا۔"

"یہ کون صاحب ہیں؟" مائیکل بائر نے زاہد کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"صرف میرا ساتھی جس نے اپنی زندگی کی پہلی مہم میں حصہ لیا ہے۔"

"انہیں اندازہ ہونا چاہیے کہ برے لوگوں کا ساتھ کیسا ہوتا ہے۔"

"سنو......... تم لوگ انتہاپسندی پر مائل ہو۔ تھوڑی سی لچک پیدا کرو۔ ہمیں انسانی نقطہ نظر سے بھی سوچنا چاہیے۔ دو انسانوں کی زندگی کا سوال ہے۔ مرزا نصیر بیگ نے بیشک ہمارے ساتھ بدترین غداری کی ہے۔ لیکن ہم اسے وہ حیثیت تو دے سکتے ہیں جو انسانوں کو دی جاتی ہے۔" سرہدایت اللہ نے کہا۔

"یہ صرف نسل پرستی ہے سرہدایت اللہ۔ آپ صرف اس لئے ایک خطرناک آدمی کو دوبارہ اپنے درمیان جگہ دے رہے ہیں کہ وہ آپ کا ہم وطن اور ہم مذہب ہے۔ ورنہ اس نے ہمارے لئے کونسا گڑھا نہیں کھودا۔" ریٹا ہاروے نے کہا۔ اور سرہدایت اللہ کے چہرے کے نقوش کھردرے ہوگئے۔ انہوں نے گردن گھما کر ریٹا کو دیکھا اور بولے۔

"بالکل ٹھیک' سوچا آپ نے ریٹا ہاروے۔ وہ میرا ہم نسل بھی ہے' ہم مذہب بھی' میں اسے یہ مقام دینا چاہتا ہوں۔ اور دے چکا ہوں۔ نہ آپ میری محکوم ہیں نہ میں آپ کا۔ آپ......... اور آپ کے ساتھی جو بھی مناسب سمجھے اپنے طور پر فیصلہ کر سکتا ہے۔ میں بھلا کسی کو کیا روکوں گا۔"

"ارے ارے......... یہ سلسلہ گفتگو کس طرف مڑ گیا۔" لارک اینجلو نے جلدی

سے صورت حال کو سنبھالا۔

"کسی طرف نہیں مسٹر اینجلو۔ یہ میرا موقف ہے۔" ہدایت اللہ نے کہا۔

"خیر اس موضوع پر بعد میں بات کریں گے۔ ہاں مسٹر پیرے گومی سیانا سے کب ملاقات کرائیں گے۔"

"جلدی نہ کریں۔ ویسے میرا دعویٰ ہے کہ گومی سیانا سے مل کر آپ لوگ براہ راست نیل کنٹھ جانے کے بجائے ٹاری ویگا جانا پسند کریں گے۔ یہ بھی اچھا ہے کہ ٹاری ویگا سے آپ کو واقفیت ہے۔"

"خود نیل کنٹھ میں وہاں کی داستانیں بہت خوفناک تصور کی جاتی ہیں۔" بائر نے کہا۔

"یہ بھی دیکھ لیں گے۔"

"چنانچہ طے ہوا کہ پہلے دریا عبور کر کے اس طرف پہنچا جائے وہاں قیام کر کے باقی منصوبے طے کئے جائیں اس کے بعد عمل شروع کر دیا جائے۔"

"بالکل طے۔"

رات گزاری گئی۔ دوسری صبح دریا کے کنارے دور تک سفر کیا گیا۔ ذریعہ پیرے کا ٹرک تھا وہ لوگ ایک طویل فاصلہ طے کر کے بہت دور نکل آئے۔ اور پھر ان کی جدوجہد کارگر ہوئی۔ ایک جگہ دریا بہت اترا ہوا تھا۔ اس کو بہتر تصور کیا گیا اور ٹرک کو دریا میں ڈال دیا گیا۔ اسٹیئرنگ نادر شاہ نے سنبھالا ہوا تھا۔ وہ لوگ شدید سنسنی کا شکار تھے لیکن نادر شاہ نے ایک شاندار ڈرئیور ہونے کا ثبوت دیا اور وہ دریا پار کر گئے۔

ہر کمال کو زوال ہوتا ہے' سی گال جو کوئی بھی تھا اور جس طرح بھی اس نے یہ بستی بسائی تھی وہ ایک الگ بات تھی لیکن' اس میں کوئی شک نہیں کہ صحرائے اعظم میں آباد چھوٹے چھوٹے قبیلوں کے لئے وہ موت کا فرشتہ بن گیا تھا اور اس نے نجانے کتنی بستیاں تاراج کر دی تھیں' معصوم' نوجوان لڑکیوں کی تجارت' لوٹ مار اس کا پیشہ تھا اور اس نے اپنے سے کمزور انسان کی زندگی محال کر دی تھی۔ اس کے علاوہ صحرائے اعظم میں آنے والے مختلف گروپوں کو اس نے بری طرح پامال کیا تھا اور یہ تو ابتداء تھی' زندگی کا ایک طویل عرصہ تو اس نے اس بستی کو آباد کرنے میں صرف کر دیا تھا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دریا کے کنارے آباد یہ بستی اپنی مثال آپ تھی اور بہرحال اس نے اپنے کام کا آغاز بہت اعلیٰ پیمانے پر کیا تھا' بوالہوس تاجر مشکلات اٹھاتے ہوئے آتے تھے اور اپنی پسند کی لڑکیاں خرید کر لے جاتے تھے۔ پھر نجانے کون کون سی داستانوں کا آغاز ہوتا ہو گا۔ لیکن بہرحال کسی کی بددعا لگ گئی تھی اور آج سی گال اور اس کے تمام وحشی ساتھیوں کا مکمل طور پر خاتمہ ہو چکا تھا اور اب یہ بستی اپنی بدحالی کا منہ بولتا ثبوت تھی۔

گومی سیانا اور الاشا بھی اس بستی کو دیکھ رہی تھیں۔ حالانکہ گومی سیانا کو اس بات کا علم تھا کہ سردار زوما آ گیا ہے اور کچھ فاصلے پر ہے۔ وہ اپنی لڑکیوں کو لے جا رہا ہے' الاشا نے اس وقت گومی سیانا سے پوچھا تھا۔

"بومی آ' کیا ہم بھی ان کے ساتھ بستی میں واپس جائیں گے۔"

"نہیں الاشا وہ ہماری سرزمین نہیں ہے اور ہمیں اس سے کوئی خاص محبت بھی نہیں ہے' زوما نے ہم لوگوں کو بستی سے الگ تھلگ پہاڑوں میں رہنے کے لئے جگہ دی تھی' ہم انسانوں سے دور زندگی کیسے بسر کر سکتے ہیں؟"

"پھر بومی آ ہم کیا کریں گے؟"

"کچھ نہیں ستارے ہمارے لئے راستے منتخب کر چکے ہیں اور میں ستاروں کی کہانیاں ابھی تجھے سنانا نہیں چاہتی۔ کیونکہ وقت سے پہلے کچھ باتوں کا پتہ چل جانے سے ذہن خراب ہو جاتا ہے۔"

"نہیں بومی آ بتاؤ مجھے ستارے کیا کہتے ہیں۔"

"الاشا ضد نہیں کرتے۔"

"بومی آ' میں پریشان ہوں۔"

"کیوں؟"

"بس ہوں۔"

"لیکن تجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔"

"کیوں بومی آ.........؟"

"اس لئے کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔"

"تم تو پہلے بھی میرے ساتھ تھیں اور اس وقت تم نے دیکھا کہ لوٹ مار کرنے والے مجھے اٹھا کر لے گئے۔"

گومی سیانا نے سرد نگاہوں سے الاشا کو دیکھا اور پھر بولی۔

"میں یہ بھی نہیں کہہ سکتی میری بچی کہ جو تیرا دل چاہے وہ کر۔ تو اس قدر معصوم ہے کہ تیرا دل کچھ چاہ ہی نہیں سکتا۔ لیکن اگر تیرے ذہن میں کوئی خاص بات ہے تو مجھے بتا۔"

"نہیں بومی آ میرے دل میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میں تو یہ جاننا چاہتی

ـہ آگے ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"وقت تیرے لئے بہتر راستے منتخب کر چکا ہے بیٹا۔ تو اچھے راستوں کی مسافر ہے' ن اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے بہت سے ایسے ناہموار راستے طے کرنا ہوتے ہیں جو سان کو پسند نہیں ہوتے لیکن اپنی ناپسندیدگی کے باوجود انہیں طے کرنا ہوتا ہے۔"

"تیری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں بومی آ۔"

"سمجھ میں آجائیں گی۔ ہر بات کو فوراً سمجھنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے۔"

الاشا خاموش ہو گئی تھی۔ بہرحال وہ یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ جنگل کا پھول' عصوم' بے ضرر اور ایسے ماحول میں پلنے والا جس میں اس نے دنیا کی کوئی چیز دیکھی ہی ہیں تھی' اسے تو ان لوگوں پر بھی حیرت تھی جو اس کے ساتھ سفر کر رہے تھے' گومی سیانا ن کے درمیان مطمئن تھی تو اسے بھی اطمینان تھا۔ لیکن اپنے طور پر وہ یہ ضرور سوچتی تھی کہ اس کا نجانے کیا ہوگا۔ جس گاڑی میں بیٹھ کر انہوں نے دریا عبور کیا تھا وہ بھی حیرت ناک تھی الاشا کے لئے' اس سے پہلے اس نے یہ سب کچھ نہیں دیکھا تھا۔ بہرحال گومی سیانا اس کے ساتھ تھی اس لئے اسے کسی بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ زندگی میں گومی سیانا کے علاوہ اور کوئی اس کا تھا بھی نہیں۔ جو لمحات اس پر بیتے تھے وہ بڑے روح فرسا تھے' وہ بہت ڈرتی رہی تھی' لیکن بہرحال اب گومی سیانا اس کے پاس تھی۔

دریا عبور کرنے کے بعد وہ لوگ سی گال کی بستی میں داخل ہو گئے۔ پھر چاروں طرف پھیل گئے۔ ریٹا ہاروے لارک اینجلو' مائیکل بائز' سر ہدایت اللہ اور باقی تمام افراد جنگلی کتوں کی طرح سی گال کی بستی میں بھٹکتے پھر رہے تھے۔ سیاہ فام وحشی' سردار زوما اپنے ساتھیوں کو لے کر وہاں سے جا چکا تھا۔ لیکن سردار خان یا نادر شاہ کی بات سے اس نے پورا پورا فائدہ اٹھایا تھا۔ جنگلیوں کے لئے تو سی گال کی بستی ایک عظیم الشان خزانہ ثابت ہوئی تھی' وہ کھانے پینے کی تمام اشیاء اور وہ جو ان کی سمجھ میں آیا' اٹھا کر لے جا چکے تھے' اور اب بستی کے کسی جھونپڑے میں کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ سب سے زیادہ غم ... نصیر نظر آ رہا تھا۔ وہ بڑی ذہانت کے ساتھ ایسی چیزوں کا جائزہ لے رہا تھا جہاں

ایسے خزانے چھپے ہو سکتے تھے جن سے جنگلی واقف نہ ہوں' زاہد اس کے ساتھ تھا۔ بہرحال ابھی تک تو کچھ ہاتھ نہیں آیا تھا۔ مرزا نصیر بیگ نے زاہد سے کہا۔

"زاہد دیکھ رہے ہو اس بستی کو؟"

"جی سر۔"

"زاہد میرا ایک خیال ہے اور تم سے اس کے بارے میں مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا سر؟"

"زاہد' اگر ہم یہاں رک جائیں' چھپ جائیں یہاں تو کیسا رہے گا؟"

"جی.........." زاہد نے آنکھیں پھاڑ کر پوچھا۔

"ہاں زاہد اگر ہم ان لوگوں کو کسی طرح چکمہ دینے میں کامیاب ہو جائیں؟"

"مگر کیوں سر؟" زاہد نے سوال کیا۔

"دیکھو ایک بات کہوں میں تم سے۔ جنگلی جو کچھ یہاں سے لوٹ کر لے گئے ہیں یقیناً اپنی دانست میں انہوں نے یہاں کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ لیکن ہیرے جواہرات اور وہ مال و اسباب جو سی گال نے جمع کیا ہو گا' جنگلیوں کے ہاتھ اتنی آسانی سے نہیں آ گیا ہو گا۔ سی گال بھی بہرحال انسان ہے یا انسان تھا اس نے اپنے خزانے کو کہیں نہ کہیں چھپانے کی کوشش کی ہو گی اور وہ جگہ یقیناً ایسی ہو گی جہاں عام لوگوں کی نگاہیں نہیں پہنچ سکتیں۔"

"جی سر ممکن ہے۔"

"اگر ہم یہاں جنگلوں میں روپوش ہو جائیں اور ان لوگوں کا ساتھ نہ دیں تو ان کے جانے کے بعد ہم ان خزانوں کو تلاش کر سکتے ہیں۔ زاہد کام یہیں کا یہیں بن جائے گا' یقینی طور پر وہ سب کچھ اتنا ہو گا کہ یہ بے وقوف تو اپنی مشکلات کا شکار رہیں گے' میرا مطلب ہے نیل کنٹھ یا ٹاری ویگا جا کر یہ لوگ خزانے تلاش کریں گے اور ہم اپنا حصہ یہیں سے لے کر رفو چکر ہو جائیں گے۔"

زاہد نے عجیب سی نگاہوں سے مرزا نصیر بیگ کو دیکھا اور بولا۔

"سر آپ کی کسی بات سے اختلاف میرے لئے کسی طور ممکن نہیں ۔ لیک..

ایک بات میرے ذہن میں آتی ہے اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ سے کہہ دوں۔"

"ہاں کہو تم سے مشورہ اسی لئے کیا ہے میں نے۔"

"سر اگر ایسا کوئی خزانہ یہاں موجود نہ ہوا تو؟"

"ایں.........." مرزا نصیر بیگ چونک پڑا۔

"ہاں سر یہ ایک مفروضہ ہے نا؟"

"ہے تو مفروضہ.......... لیکن.......... لیکن میرا اندازہ کہتا ہے کہ یہاں ضرور کچھ ہو گا۔"

"فرض کیجئے آپ کا اندازہ غلط نکلتا ہے تو..........؟"

"ہاں.........." مرزا نصیر بیگ کھو سا گیا۔

"ایسی صورت میں سر ہم زندگی کی سب سے بڑی مشکل کا شکار ہو جائیں گے' اول تو ہمارے ہاتھ خزانہ نہیں آئے گا' دوسری بات یہ کہ یہاں ہم صرف دو افراد رہ جائیں گے۔ کیا ہم صرف دو افراد وہ ذرائع پیدا کر سکتے ہیں کہ یہاں سے باآسانی واپس جا سکیں۔ ہمیں ایک گروہ کی ضرورت تھی اور اب اتفاقیہ طور پر ہمیں ایک گروہ حاصل ہو گیا ہے' ان کے اور آپ کے معاملات کیا ہیں یہ بات آپ زیادہ بہتر طور پر جانتے ہیں۔ لیکن میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ یہ لوگ بہت زیادہ سنگدل نہیں ہیں۔ اور آپ کے ساتھ وہ یقینی طور پر اتنا برا سلوک نہیں کریں گے تو ایسی صورت میں اگر ہمیں ان کا سہارا مل رہا ہے تو میرا خیال ہے ہمیں ان کی قدر کرنی چاہیے' اگر ہم پھر کسی مرحلے پر ان کے ساتھ برائی کرتے ہیں تو مجھے یقین ہے کہ یہ اس کے بعد کسی بھی طور [illegible] اپنے ساتھ شامل نہیں کریں گے۔"

مرزا نصیر بیگ پر خیال انداز میں گال کھجانے لگا پھر بولا۔

"ہاں کہتے تو تم ٹھیک ہو۔ پھر تمہارا کیا خیال ہے ہم انہی کے ساتھ چلیں۔"

"سر مناسب تو یہی ہو گا۔"

"اوہ لیکن تم نہیں دیکھ رہے وہ کمینے لوگ میرے ساتھ کتنا برا سلوک کر رہے

نیں۔"

"سر اس کا تو ایک پس منظر ہے نا۔"

"پس منظر۔ میں اس پس منظر کو پیش منظر کے ساتھ ملا کر اگر کھولتی ہوئی دلدل میں نہ ڈال دوں تو میرا نام بھی نصیر بیگ نہیں ہے۔ اور وہ تو مکمل طور پر اپنے لئے تمام انتظامات کر چکے ہیں۔ تم نے دیکھا نہیں زاہد۔ وہ.........وہ بچی بھی ان کے ساتھ ہے۔ آہ وہ بچی بھی ان کے ساتھ ہے۔"

زاہد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مرزا نصیر بیگ اندر ہی اندر کھولتا رہا تھا۔ ویسے مختلف لوگ کیفیات کا شکار تھے۔ ریتا ہاروے نے یہ سب کچھ دیکھا تھا اور بری طرح دانت پیس رہی تھی۔ مائیکل بائز اس کے ساتھ تھا اور دونوں لٹی ہوئی بستی کا جائزہ لے رہے تھے۔ ریتا ہاروے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولی۔

"کچھ بھی کہو مائیکل بائز' وقت اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ انسان کسی بھی طرح ایک دوسرے سے مخلص نہیں ہو سکتا۔ مائیکل بائز نے چونک کر ریتا ہاروے کو دیکھا اور بولا۔"

"کوئی نیا خیال میڈم ہاروے۔"

"نیا نہیں بہت پرانا' خاص طور سے یہ نسل' اس مذہب کے لوگ ہم سے کبھی مخلص نہیں ہو سکتے۔"

"کس نسل اور کس مذہب کی بات کر رہی ہیں مسز ہاروے؟"

"کنور مہتاب علی اور سر ہدایت اللہ یہ لوگ مسلمان ہیں۔ تمہیں صلیبی جنگیں یاد نہیں ہیں؟" مائیکل بائز ہنس پڑا۔ پھر بولا۔

"نہیں اتفاق سے صلیبی جنگوں کے دور میں' میں پیدا نہیں ہو سکا تھا۔"

"میرا مذاق اڑا رہے ہو؟"

"نہیں میڈم ہاروے آپ جو کچھ کہنا چاہتی ہیں واضح الفاظ میں کہیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔"

"تم دیکھ رہے ہو مائیکل بائز تم دیکھ رہے ہو ان وحشیوں نے سب کچھ صاف کر دیا۔ کچھ چھوڑا ہے انہوں نے یہاں۔" مائیکل بائز ہنس پڑا۔ پھر بولا۔

"آپ کیا چاہتی تھیں؟"

"تم کمال کرتے ہو مائیکل بائز' سی گال نے جو کچھ لوٹا ہو گا کیا وہ کم ہو گا۔ نجانے کب سے وہ یہاں اس بستی میں آباد ہو گا اور لوٹ مار کر رہا ہو گا۔ اس نے عظیم الشان خزانے یہاں جمع کر لئے ہوں گے اور وہ سیاہ فام وحشی وہ خزانے یہاں سے لے گئے۔"

"میڈم ہاروے کیا وہ خزانے آپ حاصل کرنا چاہتی تھیں؟"

"خزانوں سے کوئی منہ موڑ سکتا ہے؟"

"نہیں.........ظاہر ہے ہم نے زندگی کی بازی انہی خزانوں کے لئے تو لگائی ہے۔"

"تو پھر.........؟"

"سی گال کے لوٹے ہوئے خزانے ہماری منزل تو نہیں تھے۔" مائیکل بائز نے کہا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"ہم یہ خزانے لوٹنے کے لئے تو نہیں آئے تھے۔ ہم سی گال ٹو تو نہیں بننا چاہتے تھے۔"

"میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم لوگ بھی پوری طرح ٹریپ ہو گئے ہو اور وہی زبان بول رہے ہو جو وہ بولتے ہیں۔"

"نہیں میڈم ہاروے یہ بات نہیں ہے۔ میں نسلی بنیاد پر بھی صحیح' مکمل طور سے آپ کے ساتھ ہوں۔ لیکن جو کچھ آپ کہتی رہی ہیں یا آپ کے اعتراضات جس شکل میں سامنے آئے ہیں' وہ مناسب نہیں تھے میڈم ہاروے اور اسی لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ بلاوجہ اپنے آپ کو تماشہ نہ بنائیں۔"

"ارے تم دیکھ نہیں رہے' تمہاری آنکھیں اور کان بند ہیں کیا.........تم نے دیکھا نہیں وہ لوگ نسلی بنیاد پر مرزا نصیر بیگ کے بارے میں کیا کہہ رہے تھے۔"

"سچ پوچھیں تو بات ذرا مختلف ہے۔"

"کیا.........."

"آپ خود سوچیں۔"

"نہیں تم مجھے بتاؤ۔"

"میڈم ہاروے ساری نسلی باتیں بعد میں آتی ہیں ہمارا ایک گروپ ہے کنور مہتاب علی، سرہدایت اللہ وغیرہ بے شمار مہمات میں ہمارے ساتھ رہے ہیں، ہم اگر نسلی بنیاد پر سوچتے تو کسی نہ کسی جگہ وہ ہمیں قتل کر دیتے یا ہم انہیں۔ لیکن ہم اچھے دوستوں کی طرح ساتھ رہے ہیں۔ یہاں نسلی مسئلہ تو ختم ہو جاتا ہے۔ شوق اور ضرورت کا مسئلہ سامنے آجاتا ہے۔ تو میڈم ہاروے انسانی نقطہ نظر سے اگر اس وقت مرزا نصیر بیگ کو تنہا چھوڑ دیا جائے تو وہ مر جائے گا۔ کیا اس سے بہتر یہ نہیں ہے کہ ہم خود اسے گولی مار دیں۔ حالانکہ اس کے جرائم ایسے ہی ہیں کہ اس سے برے سے برا سلوک کیا جا سکتا ہے اس نے ہمیں اسی طرح نقصان پہنچایا ہے کہ ہم اسے مار کر افسردہ نہیں ہوں گے۔ میڈم ہاروے اگر ہم اسے قتل نہیں کر رہے تو پھر زیادہ بہتر طریقہ یہ نہیں ہے کہ لگا رہنے دیں اسے اپنے ساتھ۔"

"ایک بات جانتے ہو مائیکل؟"

"کیا؟"

"دیکھو، بچھو کا کام کاٹنا ہے، ڈسنا ہے، وہ ڈنک ضرور مارے گا۔"

"ٹھیک کہتی ہیں آپ۔"

"اور مرزا نصیر بیگ بچھو ہے۔"

"بالکل ہے۔"

"تو کیا تم اس کا انتظار کرو گے کہ وہ ہمیں ڈنک مارے۔"

"ہاں.........." مائیکل بائر نے کہا۔

"بہت بڑے مہاتما بن رہے ہو تم؟"

"نہیں میڈم انسان صرف انسان.........۔"

"لعنت ہے، میں بھی فضول خواہ مخواہ اپنا دماغ کھپا رہی ہوں۔"

"میں بھی کہنا چاہتا ہوں میڈم۔"

"شٹ اپ.........."

"ٹھیک ہے جیسی آپ کی مرضی۔" مائیکل بائر مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

بہرحال سی گال کی پوری بستی کا جائزہ لیا جا رہا تھا۔ سب سے زیادہ بدحال چند ہی لوگ تھے جیسے مرزا نصیر بیگ اور جیسے ریٹا ہاروے۔ باقی لوگ پرسکون انداز میں ہر چیز کا جائزہ لے رہے تھے۔ پوری بستی تباہ ہو چکی تھی۔ انسانی لاشیں جابجا پڑی ہوئی تھیں۔ بہرحال بستی کا جائزہ لینے کے بعد جیمس پیرے نے کنور مہتاب علی سے کہا۔

"دوستو اب کیا پروگرام ہے، سب سے پہلے میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی مسٹر پیرے۔" کنور مہتاب علی نے مسکرا کر کہا۔ اصل میں اسے جیمس پیرے کا اصل نام معلوم تھا اور جیمس پیرے کے علم میں بھی یہ بات آچکی تھی کہ اب وہ جیمس پیرے نہیں رہا ہے لیکن کنور مہتاب علی نے اس کی لاج رکھی تھی اور اسے جیمس پیرے ہی کے نام سے رہنے دیا تھا اور مخاطب بھی اسی نام سے کرتا تھا اس بات کی جیمس پیرے نے دل ہی دل میں قدر کی تھی اور کنور مہتاب علی کا ممنون تھا۔

"اصل میں.........میں یہ چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے ہم اس بستی کو چھوڑ دیں۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد یہ لاشیں سڑنے لگیں گی اور فضا میں، ناقابل یقین تعفن پھیل جائے گا، ایسی صورت میں کیا ہم یہاں انتظار کر سکتے ہیں۔؟"

"نہیں۔"

"باقی ہمارے پاس جو کچھ موجود ہے۔ خدا کے فضل سے وہ اپنا ہے کہ ہم اپنا بقیہ سفر سکون کے ساتھ جاری رکھ سکتے ہیں۔ اس وحشت کی بستی سے نکل جانا ہمارے لئے ہر حال میں بہتر رہے گا۔ یہاں سے کافی فاصلے پر نکل جانے کے بعد ہم پہلا پڑاؤ کریں گے اور اس کے بعد طے کریں گے کہ ہمیں آئندہ کیا کرنا چاہیے۔"

"نہایت مناسب تجویز ہے۔"

"کیا دوسرے لوگوں کو بھی یہ تجویز قبول ہوگی؟"

"میرا خیال ہے یقیناً قبول ہوگی اور اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اس بارے میں سب سے بات کرلوں۔"

"پلیز میں یہی چاہتا ہوں۔" جیمس پیرے نے کہا۔

"کنور مہتاب علی نے یہ تمام باتیں سرہدایت اللہ کو بتائیں اور سرہدایت اللہ نے نادر شاہ کو۔ ہرچند کہ سرہدایت اللہ نے اس بات کا اظہار نہیں کیا تھا کہ وہ نادر شاہ کی اصلیت کو پہچان چکے ہیں۔ لیکن ذہنی طور پر وہ اس کی برتری کو قبول کر چکے تھے اور اس سے ہر معاملے میں مشورہ کرلینا ضروری سمجھتے تھے۔ نیز یہ کہ اب تک سردار خان کی حیثیت سے نادر شاہ نے جو کچھ کیا تھا وہ اتنا موثر اور جامع تھا کہ اب ہر شخص اس کا دست نگر نظر آتا تھا۔" نادر شاہ نے کہا۔

"آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں اور چونکہ یہ جگہ ہمارے لئے کسی بھی طور قابل قبول نہیں ہے اور ہم یہاں چند لمحات بھی نہیں گزار سکتے اس لئے بہتر یہی ہے کہ یہاں سے بھی آگے روانہ ہو جایا جائے۔"

چنانچہ یہ بات سب لوگوں نے سنی اور اس کے بعد اس پر متفق ہوگئے۔ اعتراض کسی کو نہیں تھا۔ سی گال کی بستی سے کسی کو کچھ بھی نہیں مل سکا تھا۔ ریٹا باروے اور مائیکل بائر کوئی موثر اعتراض نہیں پیش کرسکے اور تھوڑی دیر کے بعد یہ مختصر سا قافلہ اس بستی سے آگے نکل گیا۔ طے یہ کیا گیا تھا کہ اتنا فاصلہ عبور کرلیا جائے کہ لاشوں کے سڑنے کی بدبو ان تک نہ پہنچ سکے' چنانچہ رفتار بھی تیز رکھی گئی تھی۔ اور ہر شخص خاموشی سے اپنا کام سرانجام دیتا رہا۔ اور پھر دوپہر کے بعد یہ لوگ ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں گھنے درختوں کے انبار تھے اور ان درختوں کے نیچے پناہ گاہ بنائی جاسکتی تھی کیونکہ نیچے کی زمین ہموار اور جھاڑیوں سے پاک تھی البتہ یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ اس جنگل میں درندوں کی کیا کیفیت ہے۔ صحرائے اعظم میں کسی بھی ایسے پر اسرار گوشے کے بارے میں صحیح طور پر کوئی پیش گوئی نہیں کی جاسکتی تھی' وہ سیاح جو یہاں بار بار سفر کرنے کے لئے آچکے تھے وہ بھی یہ

یں کہہ سکتے تھے کہ گزرے ہوئے چند سالوں میں یہاں کی جغرافیائی کیفیت میں کیا تبدیلی ئی ہے۔

تاہم یہ جگہ بہت مناسب سمجھی گئی۔ گاڑیوں کو اس انداز میں کھڑا کر دیا گیا کہ ایک صار سا بن گیا اور اس حصار کے درمیان ان لوگوں نے اپنا وہ ضروری سامان اتارنا شروع کر دیا جو اس وقت ان کی ضرورت تھا۔ چونکہ دن بھر کے سفر میں اب تک کھانے پینے کا کوئی وقفہ نہیں آیا تھا اس لئے سب سے پہلا کام یہی کیا گیا کہ کھانے پینے کی تیاریاں ہونے لگیں۔

عرشی کو شمسہ کی حیثیت سے خاص طور پر اپنے فرائض سرانجام دینے پڑتے تھے لیکن بہرحال اس نے کبھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ لیکن بہرحال دوسرے لوگ جیسے فیروز وغیرہ ایسے معاملات میں ساتھ ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد یہاں ایک شاندار کھانے کا بندوبست کرلیا گیا اور تمام لوگ بیٹھ گئے۔ البتہ اطراف کے ماحول سے بے خبر نہیں رہا جاسکتا تھا۔ چنانچہ کچھ رائفل بردار ایسے بھی تھے جو قرب و جوار کے ماحول پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ ان میں فیروز بھی تھا جو کہ نصیر بیگ سے مل چکا تھا لیکن اس سے دور دور ہی رہتا تھا۔ حالانکہ نصیر بیگ فیروز سے معافی مانگ چکا تھا۔ لیکن اس کے باوجود فیروز کا دل صاف نہیں ہوا تھا اور وہ اس سے بچا ہی رہنا چاہتا تھا اور اب تک اپنے آپ کو چھپانے کی کوششوں میں کامیاب رہنے کے باوجود اس وقت وہ مرزا نصیر بیگ کی نگاہوں میں آگیا۔ فیروز کی چھٹی حس نے اسے احساس دلا دیا تھا کہ اس وقت وہ مرزا نصیر بیگ کی نگاہوں میں آگیا ہے۔ چنانچہ اس نے جان بوجھ کر رخ بدل لیا تھا۔ مرزا نصیر بیگ چند لمحات اسے دیکھتا رہا۔ اس کے بعد اس نے آہستہ سے زاہد کو آواز دی۔

"زاہد..........." زاہد چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"وہ دیکھو.........وہ.........وہ.........!"

"جی سر۔"

"وہ فیروز ہے۔"

"کون فیروز.........؟"

"اوہ زاہد، میں تمہیں.........میں تمہیں اس کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ اور ابھی جیمس پیرے کے ٹھکانے پر تم اس سے مل بھی چکے ہو۔"

"کیا وہ شخص جسے آپ نے کنور مہتاب علی کے پیچھے لگایا تھا۔"

"ہاں۔"

"میں تو اسے کئی بار دیکھ چکا ہوں۔"

"وہ جیمس پیرے کے ساتھ تھا۔"

"وہ کم بخت، وہ کم بخت اتنا شاطر، اتنا شیطان صفت ہے تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے زاہد۔"

"یہ کچھ بھی کر سکتا ہے، کچھ بھی کر سکتا ہے، یہ لندن میں ایک بہت بڑے جعلساز کی حیثیت سے مشہور تھا اور اس کے بعد کے واقعات شاید میں تمہیں بتا چکا ہوں۔"

"جی سر مجھے معلوم ہے۔"

"اور یہ کنور مہتاب علی کے ساتھ بھی تھا۔"

"لیکن جیمس پیرے؟"

"کیا یہ ہمارے لئے خطرناک ہو سکتا ہے؟"

"بے حد......... نا صرف ہمارے لئے بلکہ شاید پوری پارٹی کے لئے۔"

"تو اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس کے بارے میں کنور مہتاب علی وغیرہ کو بتا دیں۔"

"اوہ میری بات کو اس وقت کون اہمیت دے گا۔ میری پوزیشن تو اس وقت ان سب سے زیادہ خراب ہے۔ زاہد اسی لئے میں کہتا تھا کہ اگر ہم سی گال کی بستی میں رک جاتے تو زیادہ مناسب تھا۔"

"ویسے تو سر میں آپ پر کوئی تنقید نہیں کر سکتا اور نہ ہی میری یہ حیثیت ہے،

لیکن اس بات کی میں اب بھی شدت سے مخالفت کرتا ہوں۔ سی گال کی بستی میں رہ کر ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ وہ صرف ایک وہم ہے ہمارا کہ سی گال کے پاس لوٹے ہوئے خزانوں کے انبار ہوں گے۔ اور اگر ہوں گے بھی سر تو میرا خیال ہے سیاہ فام انہیں لے جاچکے ہوں گے۔"

"مگر فیروز.........فیروز.........فیروز........."

"میں ایک مشورہ دوں آپ کو سر۔"

"کیا.........کہو........." نصیر بیگ نے دوبارہ کھانا کھاتے ہوئے کہا۔

"بہتر یہ ہے کہ اس سے اچھے تعلقات استوار کیجئے۔"

"ناممکن ہے۔"

"کیوں؟"

"وہ مجھے چچا کہتا ہے لیکن میرے ہی ناک کان کاٹ کر رکھ دیئے ہیں اس نے۔ میں اس کی کسی بات پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔" زاہد ایک گہری سانس لے کر خاموش ہوگیا۔ وہ جانتا تھا کہ نصیر بیگ سے زیادہ شاطر اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ لیکن بہرحال یہ ضرور سوچا تھا اس نے کہ نصیر بیگ جس شخص سے خوفزدہ ہے وہ یقینی طور پر ایسی ہی حیثیت کا مالک ہوگا۔

نصیر بیگ نجانے کیا کیا سوچتا رہا تھا۔ فیروز ان تمام باتوں سے بے نیاز اپنی ڈیوٹی سر انجام دیتا رہا۔ جب بقیہ لوگ کھانے سے فارغ ہوگئے تو چند افراد رائفلیں سنبھال کر پہرے پر مستعد ہوگئے اور وہ لوگ جو پہرہ دے رہے تھے کھانا کھانے لگے۔ بعد میں یہ چوپال ایک جگہ بیٹھ گئی۔ جیمس پیرے نے کہا۔

"دوستو اب تک جو کچھ ہوتا رہا ہے ان میں ہم سب کے درمیان عجیب و غریب تعلقات رہے ہیں لیکن سب سے پہلے میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ گروپ جو مختلف ٹکڑوں میں بٹ کر یہاں تک پہنچا ہے اب اپنے ایک ہونے کا اعلان کر دے۔ یہ میری درخواست ہے اور شاید وقت کی ضرورت بھی؟" سرہدایت اللہ نے کہا۔

"ہاں یہ کیا جاسکتا ہے لیکن اس کے لئے کچھ شرائط سامنے رکھنا ہوں گی۔"

"میں یہی چاہتا ہوں کہ جس شخص کے ذہن میں جو کچھ بھی ہے وہ اس کا اظہار کر دے۔"

"تو پھر ہمیں اپنے اپنے طور پر ایک لائحہ عمل مرتب کرنا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت مسٹر جیمس پیرے ایک گروپ کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہم لوگ دوسرے گروپ کی باقی اگر مرزا نصیر بیگ کو کسی ایک گروپ کا ممبر کہا جائے تو میں سمجھتا ہوں یہ غیر مناسب بات ہوگی۔ ہم لوگ آپس میں مشورہ کئے لیتے ہیں اور اپنے طور پر اپنے نظریات

کو یکجا کیے لیتے ہیں اس کے لئے ہمیں موقع دیا جائے۔"

جیمس پیرے نے اپنے آدمیوں کو سمیٹا اور ان لوگوں سے کچھ فاصلے پر چلا گیا۔ کنور مہتاب علی' سرہدایت اللہ اور باقی تمام افراد ایک جگہ بیٹھ گئے۔ سرہدایت اللہ نے کہا۔

"مائیکل بائر اور لارک اینجلو اور میڈم ریٹا ہاروے میں آپ سب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ہم جیمس پیرے سے الحاق کر سکتے ہیں؟"

ریٹا ہاروے سب سے پہلے بولی تھی۔ "میرا تو کچھ کہنا فضول ہی ہے۔ مجھے تو ایک عورت قرار دے کر آپ لوگوں نے الگ تھلگ کر دیا ہے۔ جس مسئلے میں رائے دیتی ہوں اس کی مخالفت ہوتی ہے۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ آپ لوگ خود ہی اپنے طور پر فیصلہ کرلیں۔"

سرہدایت اللہ کسی قدر ترش لہجے میں بولا۔ "اگر آپ یہ سمجھتی ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اور اس کے علاوہ جیسا کہ کچھ دیر قبل آپ نے ایک اعتراض کیا مرزا نصیر بیگ کی ہمارے درمیان شمولیت پر۔ تو میں بخوشی اس بات کی اجازت دیتا ہوں کہ اگر لارک اینجلو' مائیکل بائر وغیرہ چاہیں تو اپنے آپ کو آپ کے ساتھ مل کر تیسرے گروپ کی حیثیت دے سکتے ہیں۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو ہدایت اللہ' کیا تم نے یہ محسوس کیا کہ ہم نے میڈم ہاروے کی باتوں سے اتفاق کیا؟"

"نہیں یہ ایک مخلصانہ پیشکش ہے اس میں کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں ہے۔"

"تم لوگ آخر کہنا کیا چاہتے ہو۔ کیا تم لوگ میری شخصیت کو ختم کرنے کے خواہشمند ہو۔" ریٹا ہاروے نے کہا۔

"نہیں میڈم ہاروے' لیکن یہ بھی ایک بنیادی حقیقت ہے کہ آپ ہر معاملے میں اپنے اختلاف کا اظہار کرتی رہی ہیں۔ ہم خود آپ کی اس بات کی مخالفت کرتے ہیں۔" لارک اینجلو نے سرد لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے بابا ٹھیک ہے۔ میں جانتی ہوں کہ میں تنہا ہوں اور اگر اپنے آپ کو اس گروپ کی حیثیت دینا چاہوں تو نہیں دے سکتی بہرحال۔"

"نہیں میڈم یہ طریقہ کار غیر مناسب ہے۔ اگر آپ کو تعاون کرنا ہے تو براہ راست تعاون کیجئے۔ ورنہ پھر صرف ایک ایسی حیثیت اختیار کر لیجئے جیسے ہماری درمیان شمسہ ہے۔"

ریٹا ہاروے اس بات پر آگ بگولا ہو گئی اور اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"دیکھو وزندگی کھونا اتنا مشکل کام نہیں ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں بہت سی کامیابیاں حاصل کی ہیں اگر کسی جگہ ناکام ہو کر زندگی ہار بیٹھوں تو میں ایک مہم جو کی حیثیت سے اپنے آپ کو بہت پہلے اس کے لئے تیار کر چکی ہوں یہ نہ سمجھنا کہ میں کوئی بزدل عورت ہوں۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا؟"

"تم مجھے ایک ایسی عورت سے مماثلت دے رہے ہو' جو ایک ملازمہ کی حیثیت رکھتی ہے' صرف ایک بچی کی پرورش کنندہ ہے۔ کیا میں اس زمرے میں آتی ہوں۔"

"یہاں پھر آپ نے ایک غلط تصور قائم کر لیا میڈم ہاروے۔" لارک اینجلو بولا۔

"تم نے یہ الفاظ کہے ہیں۔" ریٹا ہاروے کرخت لہجے میں بولی۔

"ہاں۔"

"اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اگر آپ نے ہر بات سے منحرف ہونے کی کوشش کی تو پھر ہمیں آپ پر نظر رکھنا پڑے گی۔"

"تو پھر میرا اس گروپ میں شامل رہنا ممکن نہیں ہے۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں الگ تھلگ ہوئی جاتی ہیں' تم لوگ اگر ازراہ کرم مناسب سمجھو تو مجھے اپنے ساتھ رکھو۔ جب یہاں سے واپسی ہو اور ہم لوگ زندہ بچ جائیں تو مجھے میری منزل پر روانہ کر دینا۔ ورنہ میں ان تمام معاملات میں شرکت نہیں کر رہی۔"

کنور مہتاب علی نے اس موقع پر صورت حال کو سنبھالا اور بولا۔ ”میڈم باروے
کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ، آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ ہمارے گروپ میں آپ کی حیثیت
ایک مستند فرد کی سی ہے اور اس سے پہلے بھی آپ ہمارے ساتھ مختلف مہمات میں شامل
رہی ہیں۔ لیکن اس بار نجانے آپ کو کیا ہو گیا ہے۔

”مجھے جگہ جگہ نظرانداز کیا جاتا رہا ہے مجھے صرف اس بات پر اعتراض ہے۔“

”براہ کرم آپ ان تمام خیالات کو ذہن سے نکال دیجئے۔ ابھی تو ہم ابتدائی منزلوں
میں ہیں اصل مسئلہ باقی ہے۔ آپ کے اس اعتراض نے کیا ہمارے لئے مشکلات نہیں پیدا
کردیں اور کیا مستقبل میں یہ مشکلات اور بڑھ نہیں سکتیں۔“

”میں کسی معاملے میں مداخلت نہیں کروں گی وعدہ کرتی ہوں۔“ ریٹا باروے نے
کہا۔

”نہیں آپ مداخلت کیجئے۔ لیکن تعمیری طور پر۔“

”لیکن میری کسی مداخلت کو قبول نہیں کیا جاتا۔“ ریٹا باروے ناراضگی سے بولی۔

”آئندہ اس کا خیال رکھا جائے گا۔“ کنور مہتاب علی نے کہا۔ کچھ دیر یہ اختلافی
ماحول جاری رہا اور اس کے بعد ریٹا باروے خاموش ہو گئی۔ سرہدایت اللہ نے کہا۔

”جیمس پیرے کے گروپ کو اپنے ساتھ شامل کرنے میں ہمیں کافی فائدے ہیں۔
ہمارے صحرائے اعظم میں داخل ہونے کے بعد جیمس پیرے جگہ جگہ ہمیں ٹکراتا رہا ہے
اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ ہمارے لئے کسی بھی جگہ پریشان کن نہیں رہا۔ کارآمد
آدمی ہے تعاون کرنے والوں میں سے ہے۔ ہاں جب اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے اور اس
کے بعد جیمس پیرے نے اگر اپنے ہاتھ دکھانے کی کوشش کی تو ہم لوگ بھی مفلوج نہیں
ہیں۔“

”نہیں میرا خیال ہے وہ اس قسم کا آدمی نہیں ہے۔“ کنور مہتاب علی نے کہا۔

”تو پھر ٹھیک ہے اور اس کے ساتھ گومی سیانا نامی جو عورت ہے وہ بہت کارآمد
معلوم ہوتی ہے اور ہمیں اس سے فائدے ہوں گے۔“

”لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہمیں نیل کنٹھ جانے کی بجائے ٹاری ویگا جانا
چاہیے۔“

”ہاں یہ ایک موثر اختلافی مسئلہ ہے اور ہمیں اس پر غور کرنا ہوگا۔ اور فیصلہ بھی
ابھی کرنا ہے۔“

”سائی تھول یقینی طور پر ہمارے ساتھ دوستی کا سلوک نہیں کرے گا یہ بات آپ
سب لوگ جانتے ہیں اور اگر ہم براہ راست نیل کنٹھ جاتے ہیں تو ہمارا واسطہ سائی تھول
سے پڑے گا۔ ہو سکتا ہے وہ ہمیں گرفتار کرلے یا ہمیں قتل کروا دے۔ یہ سب ممکن
ہے۔“

”ہاں اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہم ایک جعلی لڑکی کو لے کر جارہے
ہیں اور یہ کوئی آسان مسئلہ نہیں ہے سائی تھول ایک قبیلے کو کنٹرول کرتا ہے تو کیا وہ اس
قدر احمق ہوگا کہ ہم جو کچھ اسے بتانا چاہتے ہیں وہ اسے بغیر کسی ثبوت کے قبول کرلے۔“

تمام لوگ گہری سوچ میں ڈوب گئے تھے۔ دیر تک مکمل خاموشی طاری رہی، پھر لارک
انجلو ہی نے کہا۔

”میری رائے تو یہی ہے کہ ہمیں ٹاری ویگا جانا چاہیے، اصل میں کچھ مفادات
ہمارے اس سے وابستہ ہیں، میرا مطلب ہے، جیمس پیرے سے، گومی سیانا ایک پراسرار
عورت ہے اور وہ جو کچھ کہتی ہے، وہ یقیناً کارآمد ہوتا ہے، ٹاری ویگا میں اگر ہمیں کوئی
انعام حاصل ہو گیا تو اس کے بعد ہم نیل کنٹھ کی جانب متوجہ ہوں گے، کنور مہتاب علی
آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟“

”میں پھر یہی کہوں گا کہ جو سب کی رائے۔“

”گویا آپ ہماری بات سے اتفاق کرتے ہیں؟“

”اگر باقی لوگ اتفاق کرتے ہیں، تو بھلا مجھے اس میں کیا انکار ہو سکتا ہے۔“

”کیوں مائیکل بائر؟“

”یقیناً“۔ بائر نے کہا۔

"اور آپ کا ہدایت اللہ؟"

"میں بھی وہی بات کہتا ہوں' جو کنور مہتاب علی کہتے ہیں۔" مائیکل بائر اور لار
اینجلو نے ریٹا ہاروے کی جانب دیکھا اور ریٹا ہاروے نے رخ بدل لیا' ان دونوں نے
خاموشی اختیار کرلی' سب کے سب اس بات سے بددل ہو رہے تھے کہ ریٹا ہاروے بلا
ہر معاملے میں اپنی ٹانگ اڑانے کی کوشش کرتی ہے' اچانک کنور مہتاب علی نے کہا۔

"ہم لوگ بڑے عجیب ہیں۔"

"کیوں؟"

"خود غور کیا جائے۔"

"بھئی' بتاؤ تو سہی؟"

"اس سلسلے میں جو شخص' سب سے نمایاں کارکردگی ظاہر کرتا رہا ہے' ہم نے ا
سے کوئی سوال نہیں کیا؟"

"سردار خان۔"

"جی........"

"سچ کہتے ہیں کنور مہتاب علی۔"

"تو پھر سردار خان سے اس سلسلے میں پوچھا جائے۔"

"کیوں سردار خان کیا کہتے ہو اس بارے میں؟" نادر شاہ نے نیاز مندی سے کہا۔

"بات اصل میں یہ ہے جناب کہ اب تک جو کچھ میں کرتا رہا ہوں' آپ لوگوں
ہمت پر کرتا رہا ہوں' آپ نے مجھے اس کا موقع دیا ہے' تو میری اتنی جرات ہو سکی
ورنہ آپ لوگوں کے کسی معاملے میں بولنا میری اوقات سے بڑی دور کی بات ہے۔" س
کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' پھر لارک اینجلو نے کہا۔

"سردار خان ایسا مت کہو۔"

"سر یہ حقیقت ہے۔"

"حقیقت نہیں ہے' اگر اب تک کی اس مہم میں' سچے دل سے غور کیا جائے تو

نمایاں شخص رہے ہو' جس نے ہر موقع پر ہمارے لئے کام کیا ہے اور مشکلات سے نکالا
ہم اس بات کو نظرانداز نہیں کر سکتے۔"

"یہ آپ کی محبت ہے سر۔"

"نہیں' یہ الفاظ تمہارا حق ہے۔"

"میں خادم ہوں اور ہمیشہ خادم رہنا چاہتا ہوں۔"

"ہمیں تمہاری رائے درکار ہے۔"

"آخری؟"

"ہاں۔" سردار خان کے سوال پر سب نے چونک کر کہا۔

"تو پھر ہمیں ٹاری ویگا جانا چاہیے۔"

"اور دوستو' اس وقت میں زبردستی لیڈر بننے کی کوشش کر رہا ہوں' اگر سردار خان
کہتا ہے کہ ہمیں ٹاری ویگا جانا چاہیے' تو سمجھ لو یہ آخری فیصلہ ہے۔"

"ہم سب کو منظور ہے۔" سردار خان نے نیاز مندی سے گردن جھکالی تھی' دور
بٹھی ہوئی عرشی اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

قیام طویل کر دیا گیا تھا' رات کو بیٹھ کر نقشے ترتیب دیئے گئے تھے۔ مرزا نصیر بیگ ذرا بے غیرت قسم کا انسان تھا اور چھوٹی موٹی بات کی پرواہ نہیں کرتا' چنانچہ نقشوں کی ترتیب میں وہ بھی سرجما کر بیٹھ گیا تھا اور اپنی رائے بھی دیتا رہا تھا' پھر اس نے کہا۔

"بے شک ٹاری ویگا کا سفر ہمارے لئے اجنبی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہم اس جڑواں قبیلے کے بارے میں پہلی مہم کے دوران سن چکے ہیں۔"

"ہاں' لیکن ہم نے یہ بھی سنا تھا کہ وہاں کی روایات نیل کنٹھ سے زیادہ پراسرار ہیں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے' لیکن جو حالات نگاہوں کے سامنے ہیں وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ٹاری ویگا میں داخل ہو کر ہمیں زیادہ آسانیاں حاصل ہو سکتی ہیں۔"

"ان نقشوں کے مطابق یہ جو آخری گزرگاہ ہے' یہاں سے ہمیں دائیں سمت مڑنا تھا' لیکن اگر ہم دائیں سمت مڑنے کے بعد پھر سیدھے نکل جاتے ہیں' تو ہمارا رخ ٹاری ویگا کی جانب ہو گا۔"

"اب تک جو نشانات آپ نے دیکھے ہیں ان کے مطابق کیا ہم مناسب راستے پر ہیں۔" نصیر بیگ نے سوال کیا۔

"یہ بات ہم سے زیادہ تم بہتر جانتے ہو۔"

"میں!"

"ہاں۔"

"وہ کیوں۔"

"اس لئے کہ تم تنہا وہاں سے فرار ہوئے تھے۔"

"آہ کاش' آپ لوگ اس قدر ظرف سے کام لیں کہ مجھے ماضی یاد نہ دلائیں۔"

"یہ ماضی تو ہمیشہ یاد رہے گا مرزا نصیر بیگ' کیونکہ اس کی وجہ سے دوسری مہم کا آغاز ہوا ہے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں' اب تو مجھے بولتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔"

"کیا واقعی۔" کنور مہتاب علی نے سوال کیا اور نصیر بیگ جلتی نگاہوں سے اسے دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

"خیر' تو طے یہ کیا گیا کہ ٹاری ویگا کے لئے ہم اس راستے سے سفر کریں گے اور اب ہمارے تمام راستے درست ہیں۔" یہ فیصلہ ہونے کے بعد سب نے آرام کرنے کے بارے میں سوچا اور اپنی اپنی جگہ جا لیٹے' عرشی کے لئے نادر شاہ کے پاس رہنا مشکل نہیں تھا' کیونکہ سرہدایت اللہ تمام حقیقتوں کو جاننے کے باوجود اس بات سے انکار نہیں کر سکتے تھے کہ نادر شاہ اور عرشی کا ساتھ بہت سی آسانیوں کا باعث بنا ہے چنانچہ اس وقت نانی گل کو سنبھالے ہوئے نادر شاہ کے قریب ہی موجود تھی۔

"وہ جو کہتے ہیں نا عرشی کہ آنکھ کا پانی مر جاتا ہے۔"

"بہت دیر ہو گئی تھی تمہاری کسی بکواس کو سنے ہوئے اور مجھے حیرت ہو رہی تھی؟"

"حیرت ہو رہی تھی یا طلب ہو رہی تھی۔" نادر شاہ شرارت سے بولا۔

"نہیں حیرت ہو رہی تھی کہ جناب نادر شاہ درانی خاموش کیوں ہیں؟"

"بس کیا کیا جائے یار اب اتنی اجازت تو دے دی ہے' سسر محترم نے کہ تم میرے پاس رہ سکتی ہو' لیکن کاش وہ یہ بھی کہہ دیتے کہ ہم جہاں بھی رہیں' اپنا جھونپڑا بنا کر

رہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اگر حجلہ عروسی بنایا جائے تو جھونپڑی ہی میں بنایا جاسکتا ہے۔"

"بناؤں ابھی حجلہ عروسی۔" عرشی نے کہا۔

"آہ کاش' تم سنجیدہ ہو جاؤ۔"

"پتھر اٹھا کر ماروں گی بہت زور سے۔" عرشی نے کہا اور نادر شاہ ہنس پڑا پھر وہ بولی۔

"کیا خیال ہے مطمئن ہو؟"

"کہاں' بالکل غیر مطمئن ہوں۔"

"کیوں۔"

"تم خود سوچ لو' یعنی کم از کم تین فٹ کا فاصلہ ہے میرے اور تمہارے درمیان۔"

"ذرا ادھر دیکھ رہے ہو۔"

"کدھر۔"

"وہ ڈیڈی حضور کی طرف۔"

"یہی تو افسوس کی بات ہے' میں ان کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا۔"

"واقعی نادر شاہ کچھ زیادہ بے تکلف نہیں ہوگئے ہیں ہم لوگ۔"

"ہاں ہو تو گئے ہیں۔"

"کچھ خیال کرلو اس سلسلے میں۔"

"بولو' بولو' جو کہنا ہے کہو' میں تیار ہوں۔" نادر شاہ نے کہا۔

"تو پھر تم ان لوگوں کے پاس جاکر سو جاؤ۔"

"کیا؟"

"ہاں۔"

"اس کے علاوہ اور کچھ۔"

"نہیں بس اتنا ہی کافی ہے۔"

"سوری' رانگ نمبر۔" نادر شاہ نے منہ بنا کر کہا اور عرشی ہنس پڑی پھر بولی۔

"ویسے سچ سچ بتاؤ کیسا لگ رہا ہے۔"

"برا۔"

"نہیں بھئی' اتنا اچھا تو ماحول ہے۔"

"وہ تو سب ٹھیک ہے' لیکن بیچ میں یہ گل بھی تو ہے۔" نادر شاہ نے اپنے اور ع ی کے درمیان لیٹی ہوئی گل کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"باز مت آنا۔"

"باز آگیا تو سارا کھیل ہی ختم ہو جائے گا نا۔"

"چلو ٹھیک ہے اب سو جاؤ۔" نادر شاہ نے برا سا منہ بنایا اور عرشی نے گل کے ۔ تھ کروٹ بدل لی' نادر شاہ واقعی خوش تھا' جو حالات پیش آرہے تھے ان کا اپنا ایک الگ ۔ ا تھا۔ اب تک جو کچھ کرتا رہا تھا وہ کار آمد تھا اور وہ اپنے آپ کو ایک مہم جو کی حیثیت ۔ ے بھی کامیاب انسان ثابت کر رہا تھا' ادھر ایک نیا گل کھل رہا تھا' فیروز اس وقت ڈیوٹی ۔ تھا' گومی سیانا الاشا کے ساتھ لیٹی ہوئی آسمان کو دیکھ رہی تھی الاشا نے کہا۔

"بومی آ۔"

"ہوں۔" گومی سیانا نے کہا۔

"مجھے نیند نہیں آرہی۔"

"کیوں؟"

"بس نہیں آرہی۔"

"کچھ سوچ رہی ہوگی؟"

"ہاں۔"

"کیا؟"

"نہیں معلوم۔"

"ارے واہ' سوچ رہی ہو اور نہیں معلوم۔"

"ہاں نہیں معلوم۔"

"تو پھر مجھے بتاؤ میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں؟"

"مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔" الاشا نے کہا اور گومی سیانا مسکرانے لگی پھر بولی۔

"اچھا ایسا کرو تھوڑی سی چہل قدمی کرلو۔" الاشا کچھ سوچتی رہی پھر اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور آہستہ سے چلتی ہوئی ایک جانب بڑھ گئی' جو حصار بنایا گیا تھا اس کے باہر نکلنے کی اجازت کسی کو نہیں تھی' حالانکہ ابھی تک یہاں نہ تو درندوں کی آواز سنائی دی تھی اور نہ کوئی ایسی بات پیش آئی تھی' جس سے کسی خطرے یا خوف کا احساس ہو' لیکن پھر بھی بہت سے مسائل ہو سکتے تھے' جن پر غور کیا گیا تھا' الاشا ٹہلتی ہوئی آگے بڑھی تو اسے فیروز نظر آیا اور وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے پاس پہنچ گئی' فیروز ابھی تک اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھا لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ الاشا کو دیکھنے کے بعد اس کے دل میں نرم گوشے پیدا ہوئے تھے اور یہ لڑکی اسے کچھ عجیب سی لگی تھی۔ اس کے دل میں بارہا یہ خواہش پیدا ہوئی تھی کہ وہ تنہائی میں اس سے ملے اور اس سے باتیں کرے' الاشا نے فیروز کو دیکھا اور اس کے پاس پہنچ گئی۔

"معافی چاہتی ہوں تم پہرہ دے رہے ہو نا؟"

"ہاں۔" فیروز مسکرا کر بولا۔

"اگر تم اجازت دو تو میں تمہارے پاس کچھ دیر کے لئے بیٹھ جاؤں۔"

"کیوں نہیں۔" فیروز نے اپنی دلی خواہش کو پورا ہوتے دیکھ کر کہا۔ الاشا اس کے پاس بیٹھ گئی' فیروز اسے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ کتنی حسین' کتنی معصوم لڑکی ہے' دیکھ کر ہی احساس ہوتا تھا' حسن و جمال میں یکتا' بے مثال شخصیت کی مالک' لیکن عجیب و غریب ایک جنگلی پھول جو کسی پہاڑی چٹان کے رخنے میں اگ آیا ہو۔ الاشا کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔

"تمہیں میرا یہاں آکر بیٹھنا ناگوار تو نہیں گزرا؟"

"بالکل نہیں' بلکہ مجھے خوشی ہے۔"

"خوشی کیوں ہے؟"

"اس لئے کہ ایک بہت ہی پیاری سی بہت ہی خوبصورت سی لڑکی میرے پاس آکر بیٹھ گئی ہے۔"

"اچھا میں تمہیں اچھی لگتی ہوں؟"

"بہت۔"

"لیکن ہم دونوں تو ایک دوسرے کو پہلے سے نہیں جانتے۔"

"کوئی بھی کسی کو پہلے سے نہیں جانتا' ملنے کے بعد ہی خوشی اور غم کا احساس ہوتا ہے۔"

"ہاں' یہ ساری باتیں میں نہیں جانتی۔"

"کیوں الاشا؟"

"اس لئے کہ' اس لئے کہ.........." الاشا نے جملہ ادھورا چھوڑا اور خاموش ہوگئی۔ فیروز اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

"تم نے بتایا نہیں الاشا۔"

"میں کیا بتاؤں' تمہارا نام کیا ہے؟"

"فیروز۔"

"ہاں' میں نے یہ نام سنا تھا' یہ لوگ تمہیں اسی نام سے پکارتے ہیں' لیکن تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوگیا؟"

"بس معلوم ہوگیا۔"

"لیکن کیسے؟"

"تمہیں بھی لوگ اسی نام سے پکارتے ہیں؟"

"اوہو ہاں اچھا۔" الاشا مسکرائی اور فیروز اس پر نثار ہوگیا۔ اتنی حسین مسکراہٹ تھی کہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ پھر فیروز نے کہا۔

"تم نے کچھ بتایا نہیں الاشا؟"

"دیکھو فیروز' میں دنیا کے بارے میں بہت کم جانتی ہوں بومی آ کہتی تھی کہ ہماری اس بستی سے پرے ایک بہت بڑی دنیا آباد ہے جس میں بڑے عجیب لوگ رہتے ہیں۔ وہ دیکھنے میں بہت اچھے لگتے ہیں اور وہ بہت عقلمند ہوتے ہیں' میں نے تو بس ان لوگوں کی بستی دیکھی تھی جن کا سردار زوما تھا' بومی آ مجھے اپنے ساتھ رکھتی تھی اور بس وہی کچھ باتیں مجھے بتا دیا کرتی تھی' ورنہ میں نے کچھ بھی نہیں دیکھا' وہ لوگ بھی ہمیں ناپسند کرتے تھے اور انہوں نے ہمیں دور دراز رہنے کے لئے جگہ دے دی تھی' بس باقی لوگوں سے میں ملی ہی نہیں۔"

"اچھا یہ بتاؤ الاشا' جب سی گال تمہیں پکڑ کر لے گیا تو تم نے کیا محسوس کیا؟"

"وہ جو ہے نا' جس کا نام ایلما ہے' جانتے ہو اسے؟"

"ہاں۔"

"وہ مجھ سے باتیں کرتی تھی' اس نے مجھے بتایا کہ اب وہ لوگ ہمیں کسی اور کے حوالے کر دیں گے اور پھر جو ہمیں لے جائے گا وہ ہمارے ساتھ بہت برا سلوک کرے گا' میں تو بہت ڈرتی تھی۔"

"اچھا' جب تم آزاد ہو گئیں تو تمہیں کیسا لگا؟"

"بہت اچھا' سب سے بڑی بات یہ کہ بومی آ مجھے مل گئیں۔"

"ہوں' کیا تم نے کسی سے محبت کی ہے؟"

"ہاں۔"

"کس سے؟"

"بومی آ سے۔ بس وہی تو ہے میری۔"

"میرا مطلب ہے کسی اور سے؟"

"نہیں۔"

"محبت کے بارے میں جانتی ہو؟"

"نہیں زیادہ نہیں۔" الاشا نے معصومیت سے جواب دیا۔

"اچھا یہ بتاؤ' میں تمہیں کیسا لگتا ہوں۔"

"میں نے تو تمہارے بارے میں سوچا بھی نہیں۔"

"مجھے غور سے دیکھو اور بتاؤ' میں تمہیں کیسا لگتا ہوں۔" فیروز نے کہا اور الاشا اسے غور سے دیکھنے لگی۔ بہت دیر تک وہ اسے آنکھیں پھاڑے دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

"اچھے ہو۔"

"بہت اچھا نہیں ہوں۔"

"پتہ نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"لیکن الاشا تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو۔"

"اچھا' مگر پھر وہی بات ہے۔ ہم نے تو بہت وقت ساتھ بھی نہیں گزارا۔"

"اب تو گزاریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"پھر تم مجھے بتانا کہ میں تمہیں بہت اچھا لگتا ہوں یا نہیں۔"

"ٹھیک ہے میں بتا دوں گی۔"

"لیکن ایک بات کہوں تم سے؟"

"ہاں۔"

"یہ باتیں کسی اور کو مت بتانا۔"

"کسے؟"

"مثلاً" گومی سیانا کو۔"

"کیوں؟"

"بس یہ میری خواہش ہے۔"

وہ سوچتی رہی تھی۔ پھر بولی۔ "ٹھیک ہے نہیں بتاؤں گی۔"

"کسی کو بھی نہیں؟"

"ٹھیک ہے کسی کو بھی نہیں بتاؤں گی۔"

"وعدہ؟"

"ہاں وعدہ۔"

"تم بہت اچھی ہو' بہت ہی اچھی۔"

"یہ تو تم پہلے بھی کہہ چکے ہو۔" اس نے کہا۔

"اور پھر سنو رات کو تم ضرور میرے پاس آیا کرو۔"

"رات کو کیوں ہم تو دن میں بھی ساتھ ہوتے ہیں۔"

"نہیں' دن میں تو اور لوگ بھی ساتھ ہوتے ہیں۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"فرق پڑتا ہے نا الاشا۔"

"اچھا ٹھیک ہے' میں رات کو تمہارے پاس آیا کروں گی۔ لیکن ہم تو یہاں سے آگے بڑھ جائیں گے۔"

"جہاں بھی ہم لوگوں کا پڑاؤ ہوگا۔ وہاں میں رات کو پہرہ دیا کروں گا اور جب پہرہ دوں تو تم میرے پاس آجایا کرو۔"

"مجھے بھی پہرہ دینا ہوگا۔"

"نہیں.......... مجھ سے باتیں کرنا ہوگی۔"

"جب میں تم سے باتیں کروں گی تو تم پہرہ کیسے دو گے؟"

"تم سے باتیں بھی کرتا رہوں اور پہرہ بھی دیتا رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" الاشا نے جواب دیا۔ بہت دیر تک وہ فیروز کے پاس بیٹھی رہی اور پھر وہاں سے اٹھ گئی۔ محبت کہیں بھی کسی بھی جگہ اپنا ایک مقام بنا لیتی ہے اور محبت کرنے والے کبھی بھی ایک دوسرے سے غافل نہیں رہ سکتے۔ ادھر نادر شاہ صاحب' عرشی سے رومان بگھار رہے تھے۔ ادھر فیروز نے بھی اپنے لئے ایک ٹھکانہ تلاش کر لیا تھا اور ان

ب سے الگ تھلگ کافی فاصلے پر ایمرے اپنی محبوبہ ایلما برانٹ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ہ بھی اس حصار سے باہر نکل آیا تھا اور اس نے اپنے لئے ایک جگہ منتخب کر لی تھی۔ ایلما س کے زانو پر سر رکھے ہوئے لیٹی آسمان پر چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھ رہی تھی۔ ایمرے نے کہا۔

"اور جب ہم ٹاری ویگا سے واپس آئیں گے تو ایلما اپنے ان خوابوں کو پورا کریں ئے جن کے بارے میں نجانے ہم کب سے سوچتے رہے ہیں۔"

"آہ ایمرے' ڈیڈی' ممی اور تمام لوگ ہم سے بچھڑ گئے۔"

"مہمات میں یہی کچھ ہوتا ہے ایلما' حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ ہم یہاں نہیں آنا ہتے تھے۔"

"کیسی افسوس ناک موت رہی ان کی۔"

"ہاں ایلما میں مسٹر برانٹ کو کبھی نہیں بھول سکوں گا۔"

"واپس جانے کے بعد کیا تم مجھ سے شادی کر لو گے؟"

"میری زندگی میری روح تم سے شادی تو میں کر چکا ہوں"

"مگر تم تو ایک اجنبی انسان ہو؟"

"تمہارے لئے بھی؟" ایمرے نے سوال کیا۔

"نہیں میری تو تم زندگی کے مالک ہو۔ لیکن جب تم اپنی آبادی میں پہنچو گے تو وہاں کے لوگ تم سے یہ نہ کہیں گے کہ تم یہاں قیام کرو۔"

"میں دنیا کی ہر چیز ٹھکرا دوں گا تمہارے لئے۔"

"نجانے کیوں میں ڈرتی ہوں ایمرے۔"

"کیوں؟"

"بس مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ تم مجھ سے چھن جاؤ گے۔"

"ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔" ایلما نے پرسکون انداز میں آنکھ یں۔

دوسری صبح کافی پرسکون تھی۔ سب اپنے اپنے طور پر کھانے پینے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے تھی، کیونکہ یہ بنیادی مسئلہ ہوتا ہے، کھانے پینے سے فراغت حاصل کی گئی، کسی کو فوری طور پر آگے روانہ ہونے کی جلدی نہیں تھی، پھر جیمس پیرے اپنے تمام ساتھیوں کے ہمراہ جن میں ایمرے، گومی سیانا اور باقی تمام لوگ موجود تھے یہاں تک کہ فیروز بھی تھا جو ابھی تک جیمس پیرے ہی کا ساتھی بنا ہوا تھا، کنور مہتاب علی وغیرہ کے پاس آ گئے اور ان لوگوں نے مسکراتے ہوئے ان کا استقبال کیا۔ جیمس پیرے بھی مسکرا پڑا۔

"ہاں دوستو، کیسا عجیب اتفاق ہے۔ ہم لوگوں نے کب سے تمہارا دامن پکڑا ہے اور دیکھ لو، چھوڑنے کا نام نہیں لیتے، بہتر یہ ہوگا کہ اب تم لوگ بھی ہم سے دامن چھڑانے کی کوشش مت کرنا۔"

"آپ لوگوں نے کیا فیصلہ کیا مسٹر جیمس پیرے؟"

"ہمارا فیصلہ سو فیصدی تمہارے حق میں ہے، دیکھو دوستو اس بات سے اب نہ تم انکار کر سکتے ہو اور نہ میں اس سے منحرف ہوں کہ ہم دونوں کا مقصد دولت کا حصول ہے، وہ دولت جس کی داستانیں ٹاری ویگا اور نیل کنٹھ سے وابستہ ہیں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ مرزا نصیر بیگ کی اخبارات میں شائع کرائی ہوئی کہانی نے ہمیں ان کی جانب متوجہ کیا اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ہم کچھوے کی چال چلتے ہوئے کسی نہ کسی

طرح بالآخر ان خزانوں تک پہنچ ہی جاتے جن کا ہم نے اپنے ذہنوں میں تعین کیا ہوا ہے۔ لیکن ہمارا نقطہ نظر جو ہے وہ تم لوگوں کے علم میں آ چکا ہے۔ تمہارا اپنا نظریہ کچھ بھی ہو، ٹاری ویگا پہنچنے کے بعد ہم جو کچھ بھی حاصل کریں گے ان میں سے یہ طے کر لیا جائے کہ کتنا فیصد ہمارا حصہ ہوگا، بس ہمیں وہ حصہ دے دیا جائے ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتے۔ لیکن ہم باقی معاملات میں برابر کے شریک رہیں گے۔"

کنور مہتاب علی نے سنجیدگی سے جیمس پیرے کو دیکھا اور بولا۔

"اس سفر میں سب سے پہلے ایک ایسے راہنما کی ضرورت ہے جو ہم لوگوں کو گائیڈ کرے اور ہر طرح سے ہماری سربراہی کرے۔ ہم متفقہ طور پر یہ بات طے کریں گے کہ وہ راہنما کون ہو؟"

"ہم نے اس سلسلے میں بھی بات کی ہے اور پارٹی لیڈر منتخب کر لیا ہے۔"

"آپ کے خیال میں مسٹر جیمس پیرے وہ پارٹی لیڈر آپ کے گروپ سے ہوگا یا ہمارے گروپ سے۔"

"سو فیصدی آپ کے گروپ سے، اور ہمیں اس کے ماتحت کام کر کے خوشی ہوگی۔"

"آپ کی طرف سے اس سلسلے میں کس کا نام پیش کیا جا رہا ہے؟" کنور مہتاب علی نے پوچھا۔

"سرہدایت اللہ کا۔" جیمس پیرے نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ہم اس نام کو ذہن میں رکھتے ہیں۔" کنور مہتاب علی نے کہا اور جیمس پیرے بولا۔

"اب آپ لوگ یہ بتائیے کہ آپ لوگ کسے پارٹی لیڈر منتخب کرتے ہیں۔"

"میرے خیال میں سرہدایت اللہ بہترین آدمی ہیں۔" لارک اینجلو نے کہا۔

"ٹھیک۔ تو پہلا کام یہ کیا جاتا ہے کہ ہم یہ ذمہ داری سرہدایت اللہ کو سونپ دیتے ہیں۔"

"دیکھو بھئی اگر تم لوگ برا نہ مانو تو میں اپنے طور پر اپنے نام کی بجائے ایک اور نام پیش کرنے کا خواہشمند ہوں۔ اور وہ شخص اس بات کی پوری پوری اہلیت رکھتا ہے کہ ہماری راہنمائی کرے، حالانکہ یہ ایک عجیب بات ہوگی لیکن پھر بھی اب تک جو کچھ ہوتا رہا ہے وہ مدنگاہ رکھتے ہوئے وہ نام لینے میں حق بجانب ہوں۔"

"آپ یقیناً" سردار خان کا نام لیں گے سرہدایت اللہ۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔

"ہاں، کیا تم اس سے اختلاف رکھتے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔"

"تو پھر ہم اس نام کو پیش کر دیں"

"بس ایک اختلاف ہے مجھے۔ باقی اور کچھ نہیں۔" سردار خان یا نادر شاہ نے کہا اور سب اس کی جانب متوجہ ہو گئے۔

"کیا..........؟" سرہدایت اللہ نے پوچھا۔

"جناب عالی میں نے جو کچھ کام کئے ہیں۔ وہ اپنی عقل سے کئے ہیں، اور میری خوش بختی اور اللہ کا شکر ہے کہ میں ان میں کامیابی حاصل کر رہا ہوں۔ لیکن میں کوئی مہم جو نہیں ہوں اور صحرائے اعظم میں اس سے پہلے میں نے کبھی قدم بھی نہیں رکھا۔ بہتر یہ ہے کہ ایک تجربہ کار شخص سربراہ ہو، میری تمام تر خدمات اس کے لئے غلاموں کی طرح حاضر ہیں، جہاں میری عقل میرا ساتھ دے گی میں اس کے مطابق تجویز پیش کردوں گا۔ مجھے سربراہ نہ بنایا جائے۔"

"سرہدایت اللہ سردار خان ٹھیک کہتا ہے۔ میرے خیال میں آپ اپنا نام سربراہ کی حیثیت سے رہنے دیجئے اور سردار خان کو پارٹی لیڈر کے اسسٹنٹ اور مشیر کا درجہ دے دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے، اگر آپ لوگ اس سے اتفاق کرتے ہیں تو مناسب ہے۔"

"گڈ..........ہاں اب یہ طے ہونا چاہیے کہ ہم ٹاری ویگا اور نیل کنٹھ تک پہنچ گئے اور خزانہ ہماری دسترس میں آگیا تو اس کی تقسیم کس طرح ہوگی؟"

"سیدھی سیدھی سی بات ہے کہ اس کا پچھتر فیصد ہمارا حصہ ہوگا باقی پچیس فیصد جیمس پیرے گروپ اس کے جتنے بھی افراد ہیں ان میں تقسیم کرے گا۔"

"مجھے اس میں اعتراض نہیں ہے۔ لیکن ایک اور بات میں کہنا چاہتا ہوں۔" جیمس پیرے نے کہا۔

"کیا..........؟"

"ممکن ہے وہاں ہمیں ہماری توقع سے کہیں زیادہ خزانہ دستیاب ہو جائے اور اگر اس عظیم الشان خزانے کو لانے کا کوئی معقول بندوبست ہو جائے تو پھر یہ پابندی نہیں ہونی چاہیے کہ کون کتنا لیتا ہے۔ جس کا جتنا دل چاہے اس میں سے سمیٹ لے۔"

کنور مہتاب علی بے اختیار ہنس پڑا تھا۔ اس نے کہا۔ "مسٹر جیمس پیرے آپ کا یہ کہنا ایک دلچسپ عمل کی حیثیت رکھتا ہے لیکن بہرحال میرا خیال ہے کہ خزانہ کبھی اتنا وافر نہیں ہوتا۔ پھر بھی اگر کوئی ایسی صورت حال ہو تو میرا خیال ہے سرہدایت اللہ سربراہ کی حیثیت سے اس سلسلے پر زیادہ بہتر روشنی ڈال سکتے ہیں۔"

"ہاں اس شکل میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"بالکل ٹھیک.......... اب ہم اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے مکمل طور پر یہ کہتے ہیں کہ ہر مسئلے میں ہم آپ کے ماتحتوں کی حیثیت سے کام کریں گے اور آپ سے ہدایات لیں گے کبھی آپ سے سرتابی نہیں ہوگی اور نا ہی آپ کی ہدایات کی حکم عدولی کی جائے گی۔"

جیمس پیرے کی اس بات کو سب نے پسند کیا تھا پھر یہ تمام مسائل حل ہو گئے اور پھر بارہ بجے کے بعد ان لوگوں نے ہلکا دوپہر کا کھانا کھایا اور پھر آگے کے لئے قدم بڑھا دیئے۔ قافلے کی تعداد کافی بڑھ گئی تھی اور اس کی خاص طور سے ترتیب کی گئی تھی۔ ترتیب دیئے گئے تھے اور لائن بنائی گئی تھی۔ گومی سیانا جیمس پیرے اور کنور مہتاب اشاتو اس کے ساتھ ہی ہوتی تھی۔ فیروز نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اس گروپ کی ڈرائیونگ سنبھال لی تھی۔

دیر تک سفر میں خاموشی رہی۔ اچانک گومی سیانا بول پڑی۔

"ٹاری ویگا کا پجاری کہاں ہے۔"

"کون؟"

"وہ چھوٹی جسامت کا بڑا آدمی.........؟"

"غالباً یوٹ کی بات ہو رہی ہے۔"

"ہاں۔"

"وہ دوسری گاڑی میں ہے۔"

"ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں، کہو بزرگ عورت۔"

"اس کی حفاظت کرنا۔ ہرچند کہ وہ خود اپنا محافظ ہے لیکن تم لوگوں کے لئے بہت قیمتی ہے۔"

"یوٹ........." پیرے حیرت سے بولا۔

"ہاں۔"

"وہ ہمارے کس کام آئے گا۔"

"وقت جب گزرتا ہے تب اس کے بارے میں معلوم ہوتا ہے۔ پہلے کیا کہا جاسکتا ہے۔"

"اسے کوئی خطرہ ہے؟"

گومی سیانا نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا، وہ لوگ اس کے بولنے کا انتظار کرتے رہے لیکن جب وہ کچھ نہ بولی تو انہوں نے بھی اس سلسلے میں کوئی اور سوال نہیں کیا تھا۔ البتہ وہ سب یوٹ کی شخصیت میں کھوگئے تھے۔ یوٹ ایمرے کا خادم لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ کچھ لوگوں کو یوٹ کی پراسرار شخصیت کا تھوڑا بہت اندازہ تھا۔ وہ درحقیقت چھوٹے قد کا لیکن ایک عجیب و غریب انسان تھا۔

بہرحال سفر جاری رہا اور کچھ دیر کے بعد شام ہوگئی لیکن چونکہ دن

آرام کرتے ہوئے گزار دیا گیا تھا، اس لئے وہ اس وقت تک سفر کرتے رہے جب تک کہ یہ ممکن رہا۔ اس کے علاوہ کسی مناسب جگہ کی تلاش بھی ضروری تھی۔ لیکن رات اچھی خاصی ہوگئی اور ناہموار ٹیلوں اور چٹیل میدانوں کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آیا تو پھر ایک ایسی ہی جگہ منتخب کرلی گئی، چھوٹے چھوٹے ٹیلے دور دور تک بکھرے ہوئے تھے لیکن ان کا رنگ حیرت انگیز طور پر سفید تھا حالانکہ مٹی میں چونے کی آمیزش بالکل نہیں تھی۔ لیکن بس صحرائے اعظم کے عجائبات، بہرحال اس سفر میں انہوں نے یہ اندازہ بھی لگالیا تھا کہ یہاں دور دور تک ایسا کوئی خطرہ موجود نہیں ہے، جسے درندوں وغیرہ کا خطرہ کہا جاسکے۔ درندے ان ویرانوں میں کیا کرنے آئیں گے۔ چنانچہ بس ناہموار جگہ پر ہی ڈیرے ڈالے گئے، گاڑیاں کھڑی کردی گئیں اور اس کے بعد تمام لوگ اپنی اپنی گاڑیوں سے نیچے کود آئے۔ زندگی کے معمولات جاری ہوگئے، ہر شخص اپنے اپنے کام میں مصروف تھا، کچھ خوش گپیاں کر رہے تھے، کچھ اس علاقے کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ سر ہدایت اللہ نے کہا۔

"مہتاب میرا خیال ہے ہم افریقہ کے تمام تر سفر میں کبھی اس علاقے سے نہیں گزرے۔"

"بالکل۔ راستے کافی بدل گئے ہیں، لیکن میرا خیال ہے قرب و جوار میں وہ جگہیں بھی موجود ہوں گی جہاں ہم نے پہلی بار سفر کیا تھا۔"

"ہاں اب یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ صحرائے اعظم کی وسعتیں اتنی بڑی ہیں کہ ہم اپنی منزل پر نہ پہنچ سکیں۔"

"اصل میں مسئلہ ایک اور بھی تو ہے۔"

"کیا؟"

"ہم اس بار براہ راست نیل کنٹھ نہیں بلکہ ٹاری ویگا جارہے ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن گومی سیانا نے راستوں کا تعین تو نہیں کیا ہے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب ہم نیل کنٹھ میں تھے تو ٹاری ویگا کے بارے

میں ہمیں تمام تفصیلات معلوم ہو چکی تھیں اور یہ راستے آگے چل کر دو حصوں میں منقسم ہو جاتے ہیں اگر ہم بائیں حصے کی جانب جائیں تو نیل کنٹھ پہنچیں گے اور دائیں طرف چل کر تاری ویگا لیکن آگے جاکر وہ دونوں قبیلے مختصر سرحدوں کے ساتھ یکجا ہو جاتے ہیں۔"

"ہاں........ تمہیں یاد ہے نیل کنٹھ میں ہم نے تاری ویگا کے بارے میں کیا سنا تھا؟"

"جادوگروں کی بستی؟"

"گدھ کے پجاری۔" سرہدایت اللہ نے کہا۔

"ہاں بے شک۔"

"بہرحال بڑی خطرناک جگہ ہوگی اور سچی بات یہ ہے کہ ہمارے تجربات میں ایک دلکش اضافہ........" کنور مہتاب علی مسکرانے لگا تو سرہدایت اللہ نے کہا۔

"کیوں........ مسکراہٹ کی کوئی خاص وجہ........؟"

"سرہدایت اللہ ایک بات بتائیے۔"

"ہاں پوچھو۔"

"کیا واقعی ہمیں خزانوں کی تلاش ہے؟" کنور مہتاب علی کے اس عجیب سوال پر سرہدایت اللہ چونک پڑا چند لمحات سوچتا رہا پھر اس نے بھی قہقہہ لگایا۔

"یہ بات مجھ سے زیادہ بہتر طور پر تم جانتے ہو تم تو ایک اسٹیٹ کے سربراہ ہو۔"

"اور سرہدایت اللہ آپ؟"

"خدا کا شکر ہے کہ میں بھی ایک فارغ البلال آدمی ہوں۔" ہدایت اللہ نے کہا۔

"تو پھر سرہدایت اللہ ہم لوگوں نے اپنی زندگیاں داؤ پر کیوں لگا دی ہیں؟"

"سچی بات یہ ہے کہ کنور مہتاب علی کہ بعض اوقات انسان خود اپنا تجزیہ نہیں کر پاتا۔ شوق ایک الگ چیز ہے اور شوق میں اگر طلب شامل نہ ہو تو ہو سکتا ہے اس کی وہ حیثیت بھی نہ رہے۔"

"میں بھی سوچ رہا ہوں۔ میرا اپنا ایک گھر ہے' کاروبار ہے' زندگی گزارنے کا ایک ماحول ہے' میری بیوی عاجز ہے مجھ سے۔ اور کہتی ہے کہ میں نے اپنی بچیوں پر سے اپنی توجہ ہٹالی اور یہ حقیقت ہے ہدایت اللہ۔ زندگی میں میں نے کبھی کچھ نہیں کیا اپنی بیوی اور بچیوں کے لئے' اصل میں فارغ البالی کی زندگی تھی۔ نا کوئی کام کرنے کی فکر اور نہ کوئی اور بات۔ بس شوق جنون کی شکل اختیار کر گیا اور سچی بات تو یہ ہے کہ اس بار صورت حال بالکل ہی مختلف رہی تھی' کیا بتاؤں سرہدایت اللہ' تم لوگ شاید یقین نہ کرو گے میری بات پر۔ کہانی وہ نہیں ہے جو تم لوگوں کے علم میں ہے بلکہ کہانی کا ایک مختلف ہی روپ ہے۔"

"کیا مطلب........؟" سرہدایت اللہ نے پوچھا تو کنور مہتاب علی نے خلاء میں نگاہیں جما دیں اور کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد سرہدایت اللہ نے پھر کہا۔

"تم نے بتایا نہیں مہتاب علی۔"

"رہنے دو یار کیا فائدہ وقت سے پہلے کچھ باتوں کا انکشاف کرنے سے۔"

"تمہاری مرضی ہے۔ ہم لوگوں میں یہی ایک خراب بات ہے کہ ایک دوسرے پر کھلا اعتماد نہیں کرتے۔" کنور مہتاب علی ہنس پڑا تھا اس نے کہا۔

"ایک مہم جو کی لغت میں کیا لکھا ہے سرہدایت اللہ۔"

"ہاں مجھے یقین تھا کہ تم اسی مثال کا حوالہ دو گے کہ مہم جوئی کے دوران ایک دوسرے پر صرف اتنا اعتماد کرنا چاہیے جتنا ضروری ہو' کچھ باتوں کا صیغہ راز میں رہنا ہی زیادہ بہتر ہوتا ہے۔"

"اور یہ جملہ بہت عظیم مہم جو کا لکھا ہوا ہے۔"

"چلو چھوڑو........ تذکرہ ہی نہیں کرنا چاہیے تھا ایسی کسی بات کا۔"

"ہم یوٹ کے بارے میں سوچ رہے تھے۔"

"ہاں' گومی سیانا کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"پراسرار عورت ہے۔"

"سچ بولتی ہے۔"

"اندازہ تو یہی ہوتا ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے لیکن بہرحال ہم اسے اس کی مرضی کے خلاف کچھ بولنے پر مجبور بھی تو نہیں کر سکتے۔"

کھانے کی تیاریاں ہو چکی تھیں ان لوگوں کو بھی دعوت دے دی گئی۔ کھانے کا دور چلا۔ جیمس پیرے اور اس کے ساتھی بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ گو جیمس پیرے کا راز کھل چکا تھا لیکن بہرحال ان لوگوں نے اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دی تھی۔ جیمس پیرے کسی بھی شکل میں ہو ان لوگوں کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔ نصیر بیگ بھی ساتھ ساتھ تھا اور حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن بہرحال انسانی ذمہ داریاں پوری نہ کرنا بھی بڑا مشکل کام ہوتا ہے اور ان میں سے ہر شخص یعنی وہ جو نصیر بیگ سے زک اٹھا چکے تھے۔ نصیر بیگ کے مخالف ہونے کے باوجود کم از کم اس بات سے اتفاق رکھتے تھے کہ صحرائے اعظم میں اسے تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اس سے بہتر ہے کہ اسے گولی مار کر کہیں ڈال دیا جائے۔ لیکن ظاہر ہے یہ ممکن نہیں تھا' لیکن شاید نصیر بیگ کی فطرت میں وفا یا شرافت تھی ہی نہیں۔ وہ کبھی کسی کے بارے میں بہتر انداز سے نہیں سوچ سکتا تھا۔

کھانے سے فراغت کے بعد سب لوگ چہل قدمی میں مصروف ہو گئے۔ چاند آہستہ آہستہ نکلتا چلا آ رہا تھا اور اندازے کے مطابق اس کی تاریخیں بھی ایسی تھیں کہ چاندنی پوری ہو۔ چونکہ اس ماحول میں کوئی خطرہ نہیں محسوس کیا گیا تھا اس لئے سب اپنے اپنے طور پر چہل قدمی کر رہے تھے۔ مرزا نصیر بیگ نے فیروز کو تلاش کیا۔ وہ گاڑیوں سے دور الگ تھلگ اپنی چہل قدمی میں مصروف تھا یقینی طور پر اسے الاشا کا انتظار تھا۔ لیکن اس کی بجائے نصیر بیگ فیروز کے پاس پہنچ گیا۔ فیروز نصیر بیگ کو دیکھ کر چونک پڑا تھا۔ زاہد تو نصیر بیگ کا سایہ تھا اور نصیر بیگ نے اس وقت بھی زاہد کی قربت سے اعتراض نہیں کیا

ا۔ فیروز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"محترم چچا جان!" اس نے مسکراتے ہوئے نصیر بیگ کو مخاطب کیا اور نصیر بیگ اس کے قریب پہنچ گیا اسے دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

"تم کون سی مٹی کے بنے ہوئے ہو؟"

"ویری گڈ..........ویری گڈ...... چچا جان یہ سوال تو مجھے آپ سے کرنا چاہیے؟"

"تم یہاں تک کس طرح پہنچ گئے؟"

"پیارے چچا جان آپ کو کچھ بتانا واقعی ضروری ہے۔ اصل میں آپ جو کچھ ہیں وہ آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں۔ الٹا آپ مجھ سے یہ سوال کر رہے ہیں؟"

"نہیں فیروز یہ بات نہیں ہے زندگی میں بہت سے تجربات ہوتے ہیں اور یقین کرو کوئی بھی شخص دعوے سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ جو تجربہ اس نے اب تک حاصل کرلیا ہے وہ اس کے لئے مکمل ہے۔"

"اقوال زریں ہیں نوٹ کرتا جارہا ہوں۔" فیروز نے کہا۔

"تم آخر یہ میرا مذاق کیوں اڑاتے ہو۔ کیا سمجھتے ہو تم اپنے آپ کو۔ اگر تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں ایک ناقابل اعتبار آدمی ہوں' شاطر ہوں فراڈ ہوں تو اپنے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے تم کون ہو؟"

"آپ کا بھتیجا۔" فیروز مسکرا کر بولا اور مرزا نصیر بیگ اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"بیٹھو گے نہیں کہیں؟"

"چچا تمہارے ساتھ بیٹھنے سے ہمیشہ خطرے کا احساس ہوتا ہے۔"

"فضول باتیں مت کرو آؤ کچھ دیر کہیں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

"یہ بے چارہ کون ہے۔" فیروز نے زاہد کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

"بس ہے' جو کوئی بھی ہے یوں سمجھ لو وہ ہے جس سے میں زندگی کی کوئی بات کبھی

نہیں چھپاتا۔"

"کیا نام ہے بھائی تمہارا؟"

"زاہد۔"

"ایک بات کہوں؟"

"جی کہئے۔" زاہد بولا۔

"جس شخص کے ساتھ ہونا اس کے سامنے سانپ بچھو کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ پیارے گود میں سلاؤ گے سینے میں ڈنک مار دے گا۔ پشت لگا کر کھڑے ہوگے پشت میں ڈنک مارے گا یوں سمجھ لو ڈنک مارے گا ضرور۔"

"فیروز میں عمر میں تم سے کتنا بڑا ہوں۔"

"جتنا چچا بھتیجے سے بڑا ہوتا ہے۔"

"کیا تمہارے ماں باپ کبھی نہیں تھے؟"

"یہ وہ سوال ہے چچا جس کا جواب دینا قطعی ضروری نہیں ہے۔"

"تم نے کبھی کسی کی عزت کی ہے؟"

"ہاں چچا بہت سوں کی کی ہے۔"

"تو کیا عمر کے لحاظ سے تم میری عزت نہیں کرسکتے؟"

"تمہاری عزت.........چچا کیسی باتیں کرتے ہو۔ اپنے دل میں جھانکو اس کے بعد گریبان میں جھانکو اور پھر خود ہی جواب دو کہ کیا واقعی مجھے تمہاری عزت کرنی چاہیے؟"

"دیکھو فیروز میں ایک بار پھر تمہاری جانب دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہتا ہوں، تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ کرو گے؟"

"چچا دوستی کا ہاتھ تو نہ بڑھاؤ۔ جہاں تک بات کرنے کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے ظاہر ہے یہ قافلہ بن چکا ہے ہم سب لوگ ساتھ ہیں، ایک دوسرے سے باتیں تو کرنا ہی ہوں گی۔ باتیں کرنے میں کیا حرج ہے۔"

"تو پھر آؤ کہیں بیٹھیں۔"

"یہ جگہ کیا خراب ہے۔ ہر جگہ ایک جیسی ہی ہے۔"

"ہوں چلو پتھروں کی وہ چٹان ذرا صاف ستھری ہے۔ ادھر بیٹھتے ہیں۔"

نصیر بیگ، زاہد اور فیروز اس جانب بڑھ گئے اور پھر چٹان پر بیٹھ گئے۔ نصیر بیگ نے

ہا۔

"ہاں اب مجھے بتاؤ۔ تم یہاں تک کس طرح پہنچے؟"

"کیا مطلب ہے چچا جان کیا میں آپ کے سوالات کا جواب دینے کے لئے مجبور وں؟"

"دیکھو فیروز ماضی کو بھول جاؤ۔ میرے ہاتھوں تو کنور مہتاب علی اور سرہدایت اللہ رئی کو بھی شدید نقصان پہنچا ہے، سب کچھ تمہارے علم میں ہے لیکن یہاں صحرائے اعظم ں انہوں نے مجھے معاف کر دیا ہے اور بے شک ان فراخ دل لوگوں کے اس اقدام سے ں بہت متاثر ہوا ہوں۔ خاص طور سے سرہدایت اللہ جنہوں نے مائیکل بائر اور لارک نجلو وغیرہ کی مخالفت مول لے کر مجھے اپنے ساتھ رکھا اور صاف صاف کہہ دیا کہ وہ ل پرستی کرنے پر مجبور ہیں۔"

"ہوں چچا کچھ سبق سیکھا؟"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تمام بری باتوں کے ساتھ کچھ اچھی باتوں کا بھی اس دنیا سے تعلق ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہے لیکن اب بھی میں یہی کہوں گا کہ مطلب نہیں سمجھا۔"

"چلو چھوڑو، سناؤ تم یہاں تک کیسے آئے؟"

"بس بہت سے واقعات تمہیں معلوم ہیں۔ نجانے کہاں کہاں سے ٹھوکریں کھاتا وا یہاں تک پہنچا ہوں۔"

"تم دو افراد افریقہ میں یہ مہم سر کرنے نکل کھڑے ہوئے تھے۔"

"نہیں یار ایسی بات نہیں ہے، سی گال کی بستی میں میرا پورا گروہ مارا گیا۔"

"کون بد نصیب تھے وہ؟"

"تھے بس' شاید تم نہیں جانتے ہو؟"

"کون؟"

"ولیم آرنلڈ وغیرہ۔"

"اوہو.......... وہ تو تمہارا پرانا شکار تھا۔"

"جانتے ہو اسے؟"

"چچا بہت اچھی واقفیت تھی اس کی' میری اور تمہاری۔"

"چھ آدمیوں کے ساتھ آیا تھا۔"

"مروا دیا بے چارے کو؟"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"مطلب یہ کہ کوئی مفاد وابستہ ہو گا اس کی موت سے تمہارا؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ خود اپنی ضد کا شکار ہو گیا۔"

"سب مارے گئے؟"

"ہاں۔"

"چلو چھٹی ہوئی۔ تو اب چچا یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"فیروز میں چاہتا ہوں کہ تم میرا ساتھ دو۔"

"چچا دیکھو عمر کی آخری منزل میں ہو' کوئی بھی لمحہ موت کا لمحہ ہو سکتا ہے' کہیں ایک آدھ جگہ تو شرافت برت لو۔ کم از کم یہ کہنے میں آسانی ہو گی کہ تم نے بھی اس دنیا میں کوئی نیک کام کیا ہے۔"

"تم کیا سمجھتے ہو' کیا میں ان لوگوں سے کوئی غداری کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر چچا میرا ساتھ کس سلسلے میں چاہتے ہو؟"

"بس میری خواہش ہے کہ ان لوگوں کا دل صاف کرنے میں تم میری مدد کرو۔ اب بھی وہ لوگ مجھ سے منحرف ہیں اور بس رحم کھا کر انہوں نے مجھے اپنے درمیان جگہ دے

ی ہے ورنہ ان میں سے کوئی مجھے منہ نہیں لگاتا۔"

"چلو تمہیں احساس تو ہوا چچا کہ بالا آخر تمہاری برائیاں یہاں تک پہنچ گئی ہیں۔"

"میں چاہتا ہوں فیروز تم میرے اور ان کے درمیان مفاہمت کرا دو۔"

"اس سے کیا ہو گا چچا؟"

"بس کچھ نہیں۔ میں اپنی شخصیت کو اس قدر ہلکا نہیں محسوس کروں گا۔ ورنہ ورنہ بروز بالا خر ایک دن مجھے ان سے جدا ہو جانا پڑے گا۔"

"واہ چچا یہ خوشخبری کیا جلدی سننے کو نہیں مل سکتی۔"

"لعنت ہے تم پر۔ تم انسان ہی نہیں ہو۔"

"ارے ارے چچا گالیاں دینے پر آ گئے؟"

"میں تم سے کچھ کہہ رہا ہوں اور تم فضول بکواس کئے جا رہے ہو؟"

"چچا جو کچھ کہہ رہے ہو اس پر اگر خود ہی شرمندہ ہو سکتے ہو تو شرمندہ ہو جاؤ۔ تم جیسے آدمی کو تو سچی بات یہ ہے کہ قریب بٹھانا بھی خطرناک لگتا ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن یاد رکھنا؟"

"پھر دھمکی چچا' پھر دھمکی۔" فیروز نے ہنس کر کہا اور نصیر بیگ جل کر اٹھ گیا۔ پھر وہ زاہد کا بازو پکڑ کر وہاں سے چل پڑا۔ فیروز مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ نصیر بیگ کی رگ رگ سے اسے واقفیت تھی۔ یقینی طور پر وہ اب بھی ان لوگوں کے لئے بہتر ثابت نہیں ہو گا۔ لیکن یہ بات فیروز بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ ان حالات میں وہ لوگ نصیر بیگ کو خود سے جدا بھی نہیں کر سکتے تھے۔ پھر کچھ دیر کے بعد الاشا فیروز کو تلاش کرتی ہوئی آ گئی۔ فیروز کو الاشا کا انتظار تھا یہ ایک سچائی تھی کہ اس نے ساری زندگی عیش و عشرت میں بسر کی تھی۔ لیکن حقیقی معنوں میں عیاش طبع نہیں تھا۔ شراب اور عورت سے دور ہی رہا تھا۔ ایک عجیب و غریب زندگی گزاری تھی اس نے۔ لاوارث' اپنوں سے دور' کہانی تھی اس کی ذات سے وابستہ۔ ماں باپ بچپن سے ساتھ چھوڑ چکے تھے' کچھ ایسے لوگوں کے درمیان پرورش پائی' جنہوں نے اس کے ساتھ ہر برا سلوک روا رکھا اور

اس کی فطرت میں بغاوت پیدا ہوگئی۔ بڑا ہونے پر اس نے ان لوگوں کو چھوڑ دیا' بڑی صحبتیں حاصل ہوئیں اور ان بری صحبتوں نے اسے نجانے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ لیکن شاید خاندانی پس منظر بہتر تھا کہ کچھ چیزوں سے بچا رہا۔ فریب جعلسازی یہاں تک کہ ڈاکہ زنی بھی کی تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی فطرت کا کوئی گوشہ ایسا رہ گیا تھا جس میں شرافت کا عنصر بھی شامل تھا اور چند چیزوں میں اس نے انسانی اقدار کو پامال نہیں کیا۔ محبت جیسی کوئی شے اس کی زندگی میں نہیں آئی تھی لیکن اس حسین جنگلی پھول کو دیکھ کر اس کے دل میں پیار کی کونپلیں کھل گئی تھیں اور یہ کونپلیں آہستہ آہستہ اپنا رنگ جماتی جارہی تھیں' الاشا کی ہر ادا اسے اپنے دل پر دھمک بن کر محسوس ہوتی تھی اور اس دوران اس نے بارہا سوچا تھا کہ یہ لڑکی شاید اس کی تقدیر بدل دیں۔ اور وہ بھی زندگی کے اس رخ کو پالے جس کے ساتھ لوگ سفر کرتے ہوئے بخوشی بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ اس وقت بھی الاشا اسے تلاش کرتی ہوئی آئی تھی اور فیروز نے یہ کسوٹی رکھی تھی اگر اس لڑکی کے دل میں اس کی باتوں کا کوئی اثر ہوا ہے تو وہ آئے گی ورنہ بھول جائے گی۔ الاشا کو اپنی جانب آتے دیکھ کر اسے ایک ایسے ذہنی سرور کا احساس ہوا تھا جس سے وہ اس سے قبل ناآشنا رہا تھا۔ اس نے بڑی محبت سے الاشا کی پذیرائی کی۔

"میں آگئی۔" الاشا معصومیت سے بولی اور یہ ادا فیروز کے دل کو ایسی بھائی کہ وہ بے اختیار ہوگیا۔

"جواب میں کیا کہوں الاشا۔"

"میں نہیں جانتی۔"

"آؤ بیٹھو۔" فیروز نے کہا اور وہ بیٹھ گئی۔

"تم نے مجھے بلایا تھا۔"

"ہاں۔"

"تب ہی تو میں آئی ہوں۔"

"تمہارا شکریہ کیسے ادا کروں الاشا؟"

"کیوں کیا شکریہ ادا کرنا ہوتا ہے؟"

"یقیناً"......... کوئی کسی کی بات کا اتنا احساس کرے تو شکریہ تو ادا کرنا پڑتا ہے۔"

"تو ٹھیک ہے شکریہ ادا کردو۔"

"ایک بار پھر تمہارا شکریہ۔" فیروز نے کہا۔

"اب میں کیا کہوں؟" اس نے سوال کیا اور فیروز ہنس پڑا۔

"تم کچھ نہ کہو۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ گردن ہلا کر بولی۔

"میں تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہوں۔"

"ایک بات کہوں۔ جب تم سے باتیں کرنے کے بعد میں واپس گئی تو بہت دیر تک تمہارے بارے میں سوچتی رہی۔ تم بہت اچھے ہو۔ مجھے اپنی دنیا کے بارے میں بتاؤ۔ میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ مجھے بہت سی باتیں معلوم ہوں۔"

"میں تمہیں بتاؤں گا الاشا ان پہاڑوں میں تم نے زندگی کیسی پائی؟"

"کیا مطلب؟"

"تم خوش رہیں؟"

"پتہ نہیں۔"

"میرا مطلب ہے کبھی تمہارا دل تو نہیں گھبرایا' یہ تو نہیں چاہا تم نے کچھ لوگوں سے تمہاری دوستی ہو؟"

"ہاں چاہا تھا۔"

"پھر؟"

"کس سے دوستی کرتی؟"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"وہ کالے لوگ تو ہم سے نفرت کرتے تھے' ہمیں اپنے درمیان دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے اور پھر میرا دل کبھی نہیں چاہا کہ میں ان سے دوستی کروں۔ وہ مجھے اچھے نہیں

لگتے تھے۔"

"الاشا ہماری دنیا میں بہت کچھ ہے۔"

"کیا کیا......... مجھے بتاؤ؟"

"خوبصورت مکان' کاریں' بہت سی تفریحات' سمندر' سوئمنگ پول' زندگی بہت خوبصورت ہے ہمارے ہاں۔"

"سوئمنگ پول کیا ہوتا ہے؟"

"نہانے کے لئے خوبصورت حوض بنے ہوتے ہیں۔"

"حوض کیا ہوتا ہے؟"

"چھوٹی چھوٹی جھیلیں دیکھی ہوں گی تم نے؟"

"ہاں.........وہ انسانوں کی بنائی ہوئی جھیلیں ہوتی ہیں۔"

"کیا انسان جھیلیں بنا سکتے ہیں؟"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"ان میں پانی کہاں سے آتا ہے؟"

"باہر سے لایا جاتا ہے۔"

"اتنا سارا پانی لانے میں تو بہت وقت لگ جاتا ہوگا۔"

"نہیں زیادہ نہیں اس کا بندوبست کرلیا گیا ہے۔"

"میں نے تو یہ چیزیں بھی نہیں دیکھی تھیں جن میں بیٹھ کر ہم لوگ راستہ طے کر رہے ہیں؟"

"ہاں یہ تمہارے لئے اجنبی ہوں گی۔"

"میں نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا ہے اس دنیا میں۔"

"اب دیکھو گی الاشا؟"

"ایک بات بتاؤ؟"

"ہاں.........پوچھو؟"

"اب ہم ٹاری ویگا جارہے ہیں۔"

"ہاں۔"

"وہاں سے کہاں جائیں گے؟"

"واپس اپنی دنیا میں۔"

"کون سی دنیا میں؟"

"وہ دنیا جو میری ہے۔"

"لیکن میں وہاں کیسے جاؤں گی؟"

"میرے ساتھ۔"

"تمہارے ساتھ۔" وہ چونک کر بولی۔

"ہاں........."

"مم......... مگر گومی سیانا.........؟"

"ایک بات بتاؤ الاشا.........؟"

"پوچھو۔"

"کیا تم گومی سیانا سے یہ کہہ کر آئی ہو کہ تم میرے پاس جارہی ہو؟"

"نہیں۔"

"وہ پوچھتی بھی نہیں ہے؟"

"نہیں۔"

"تم اپنی مرضی سے آگئیں؟"

"ہاں۔"

"تو پھر ہم گومی سیانا کو بھی اپنے ساتھ ہی لے چلیں گے۔" فیروز نے کہا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے مگر تم.........تم.........تم مجھے کیوں لے جاؤ گے اپنے ساتھ؟"

"اس لئے الاشا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔"

"مجھ سے؟"

"ہاں.........." وہ سوچ میں ڈوب گئی۔ چند لمحات سوچ میں ڈوبی رہی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"مگر تم مجھ سے محبت کیوں کرتے ہو؟"

"اس لئے کہ تم مجھے اچھی لگتی ہو۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔ جب کوئی چیز اچھی لگتی ہے تو اس سے محبت ہو جاتی ہے۔ جیسے مجھے ہرن کے چھوٹے چھوٹے بچے بہت پسند ہیں۔ یا پھر وہ سرخ طوطے جو نجانے کیسی کیسی آوازیں نکالتے ہیں۔" وہ ہنس پڑی۔ معصوم معصوم باتیں' دنیا سے ناواقف یہ لڑکی اپنے حسن و جمال سے بھی بے گانہ تھی لیکن ایسا حسن جہاں سوز رکھتی تھی وہ کہ کوئی بھی انسان اسے دیکھ کر پگھل جائے۔ لیکن فیروز اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھ رہا تھا۔ یہاں جتنے بھی نوجوان تھے وہ اپنی اپنی رنگ رلیوں میں مصروف تھے۔ فیروز نے نادر شاہ کو بھی دیکھا تھا۔ اچھی طرح غور کیا تھا اور محسوس کیا تھا کہ بڑی مستحکم اور جاندار شخصیت کا مالک ہے' کون ہے کیا ہے اس کے بارے میں بس فیروز کو مختصر ہی معلوم ہوا تھا لیکن اس نے یہ اندازہ لگالیا تھا کہ اس کے ساتھ جو لڑکی موجود ہے' جو بچی کو گود میں لئے پھرتی ہے وہ اس سے محبت کرتی ہے بعد میں پتہ چلا تھا کہ دونوں میاں بیوی ہیں۔ بہرحال الاشا اس سے باتیں کرتی رہی پھر اس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے تیرنے لگے اور اس کی پلکیں جھپکنے لگیں۔ یہ بھی ایک عجیب انداز دلربائی تھا۔ فیروز نے کہا۔

"نیند آرہی ہے؟"

"ایں.......... ہاں.......... نیند آرہی ہے۔"

"تو پھر جاؤ آرام کرو۔"

"تم بھی سوؤ گے نا؟"

"پتہ نہیں۔"

"پہرہ دو گے؟"

"نہیں میرا خیال ہے آج پہرے کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی۔"

"تو پھر سو جاؤ۔"

"ہاں سو جاؤں گا۔"

"میں جاؤں؟"

"ہاں۔"

"اچھا میں چلتی ہوں۔" الاشا نے کہا اور اٹھ کر خاموشی سے چل پڑی۔ فیروز اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا تھا۔

پھر اس نے گہری سانس لی۔ اور سوچنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ اسی وقت عقب میں سرسراہٹ ابھری۔ اور فیروز چونک کر پلٹا۔ گومی سیانا کو قریب پاکر وہ ایک دم سے خوفزدہ ہوگیا۔ ویسے بھی فیروز اس سے گھبراتا تھا۔

"تقدیر جسے فوقیت دے۔" گومی سیانا بولی۔

"مم.......... میں.........."

"ستاروں کے کھیل ہوتے ہیں۔ کون ہو تم.......... اپنے بارے میں بتاؤ!"

"میں قافلے کے ساتھ ہوں۔"

"میں جانتی ہوں۔"

"فیروز ہے میرا نام۔"

"تو میں کیا کروں؟"

"وہ.......... میں.......... اصل میں۔"

"اصل کیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں بزرگ عورت۔"

"جو سمجھ جاتے ہیں وہ کچھ نہیں پاتے۔ سب کچھ کھو دو گے۔ لیکن جو پاؤ گے اسے پانے کی جستجو رکھتے ہو یا نہیں۔"

"میں کچھ سمجھا نہیں ہوں۔ تم کیا کہہ رہی ہو۔"

"وہ لڑکی۔ اسے چاہتے ہو۔"

"الاشا کو؟"

"ہاں۔"

"چاہتا ہوں۔"

"جھوٹ بول رہے ہو۔ بکواس کر رہے ہو۔ تم اسے نہیں چاہتے۔ سنو وہ بہت ب ہے۔ اس کی عظمتوں کو سنبھال سکو گے؟"

"بزرگ خاتون۔ میں اس سے محبت کرنے لگا ہوں۔"

"مشکل محبت ہے۔ موت سے کھیلو گے۔"

"موت ہی سے کھیلتا آیا ہوں۔ اس کی فکر نہیں کرتا۔" فیروز نے کہا۔ اور گ سیانا اسے دیکھتی رہی۔ پھر اچانک واپس پلٹ پڑی۔ اور نگاہوں سے روپوش ہو گئی۔ فی گہری گہری سانسیں لیتا رہا تھا۔

تقریباً سب ہی مطمئن نظر آ رہے تھے' جو نیا معاہدہ ہوا تھا اس کے تحت کسی کو بھی کوئی اعتراض نہیں تھا' ہر شخص خوشی کے ساتھ اپنے کام سرانجام دے رہا تھا' دوسری صبح کافی مستعدی نظر آئی اور سب نے اپنے اپنے کام سرانجام دے کر بالآخر سفر کی تیاریاں مکمل کر لیں اور سفر کا آغاز ہو گیا' جس وقت انہوں نے سفر شروع کیا تھا' چمک دار دن نکلا ہوا تھا' یہ احساس بھی نہیں تھا کہ سورج چھپ جائے گا' لیکن تھوڑی ہی دور بڑھے تھے کہ سورج پر بادلوں کے ٹکڑے آ کر جمع ہونا شروع ہو گئے اور پھر نا جانے جانے کہاں کہاں سے اندھیرے بادل آتے چلے گئے' موسم کا یہ حسین تحفہ ان لوگوں کو بے حد خوشگوار محسوس ہوا تھا اور وہ زیادہ مسرت کے ساتھ سفر کر رہے تھے اور جو جو وقت گزرتا گیا بادل گہرے ہوتے گئے' پھر ہلکی ہلکی بوندیں ٹپکنے لگیں' کوئی ایسی پریشانی کی بات نہیں تھی' ماحول میں تبدیلیاں سفر کے ساتھ ساتھ ہو رہی تھیں اور اب کہیں کہیں سبزہ بھی نظر آنے لگا تھا جو اس خوشگوار موسم میں اور حسین معلوم ہو رہا تھا البتہ ابھی کہیں دور دور تک جنگل کے آثار نہیں تھے' گاڑیاں چلتی رہیں اور یہ لوگ اپنے راستوں کے بارے میں ضروری گفتگو کرتے رہے' سب خاموشی سے موسم سے لطف اندوز ہو رہے تھے پھر بارش کی قدر تیز ہو گئی اور ماحول دھندلانے لگا' لیکن زمین ایسی نہیں تھی کہ انہیں کسی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا' گاڑیوں کی رفتار بے شک سست کر دی گئی تھی' لیکن سفر نہیں روکا گیا تھا'

بہت فاصلے پر بلند و بالا پہاڑی سلسلے نظر آرہے تھے اور ان پہاڑیوں کے دامن میں بڑ
آرہا تھا' سفر جاری رہا اور وہ خوشگوار احساس کے ساتھ آگے بڑھتے رہے لیکن بارش
ضرورت سے زیادہ ہی تیز ہوتی جارہی تھی' آپس میں مشورے کئے گئے اور فیصلہ کیا
بارش کی تیزی کی پرواہ نہ کی جائے اور سفر جاری رکھا جائے' دوپہر سر سے گزر گئی ا
بھی نہیں ہوسکا تھا' بارش میں یہ سفر زیادہ پر لطف ہوگیا تھا' یہاں تک کہ شام جھک
اور وہ ان پہاڑیوں کے دامن میں پہنچ گئے۔ پہاڑیوں کے درمیان چوڑے رستے
آرہے تھے۔ وہ لوگ تھوڑی سی گہرائی میں اتر گئے اور پہاڑیوں کے دامن کے
ساتھ سفر کرنے لگے' انہیں کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں سے پہاڑیوں میں داخل
جاسکے' کیونکہ انہیں دوسری جانب پہنچنا تھا' کہیں کہیں پہاڑیوں کے یہ سلسلے ختم ہو
تھے' لیکن جگہیں اتنی تنگ تھیں کہ ان میں ٹرک نہیں داخل ہو سکتا تھا' چنانچہ ایک
کی تلاش جاری رکھی گئی' جہاں سے اوپر گاڑی چڑھا کر' پہاڑیوں کے درمیان سے دو
جانب پہنچا جاسکے۔ بارش کا پانی یہاں کچھ زیادہ جمع ہوگیا تھا اور اس میں ذرا احتیاط سے
کرنا پڑا تھا' اتنا آگے بڑھ آئے تھے کہ ان پہاڑیوں کی طرف سے ذرا بلندی ہوگئی تھ
اس بلندی میں ڈھلان تھے لیکن ایسے نہیں کہ ٹرک اور گاڑیوں کو ان پر چڑھایا جا
اچانک ہی یوٹ نے کان کھڑے کئے' اپنی جگہ سے ہلا اور ایک دم پیچھے آکر ٹرک کے
چڑھ گیا' یوٹ کی اس حرکت کو جیمس پیرے اور اس کے ساتھیوں نے ذرا تعجب سے
تھا' لیکن یوٹ ان سب کے تعجب سے بے نیاز بلندی سے ادھر ادھر جھانک رہا تھا پھر ا
وہ ٹرک میں آدھا لٹک آیا اس وقت یہ ٹرک فیروز ڈرائیو کر رہا تھا' دونوں دوسری گا
میں سے ایک نادر شاہ نے سنبھال رکھی تھی اور تیسری گاڑی لارک اینجلو نے کیونکہ
بھی ایک شاندار ڈرائیور تھا' یوٹ نے آدھا لٹک کر کہا۔

"ماسٹر برق رفتاری سے سفر کرو اور جتنی جلد ہوسکے' کسی مناسب جگہ سے ٹر
ڈھلان سے اوپر چڑھالو' جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ کرو اور فوری طور پر بھی دو
گاڑیوں کو یہ ہدایت کرو' جلدی ہری اپ' ہری اپ۔"

"یوٹ کیا بات ہے؟" ایمرے نے سوال کیا۔ اور گومی سیانا ہنس پڑی پھر بولی۔

"تاری ویگا کا پجاری' جو کچھ کہتا ہے اس پر توجہ ضروری ہے۔" گومی سیانا کی اس بات پر کسی نے غور نہیں کیا البتہ فیروز نے پھر چیخ کر کہا۔

"کیا بات ہے یوٹ؟"

"پانی کا ایک زبردست ریلا پہاڑوں سے اتر کر ہمارا تعاقب کر رہا ہے اور اس کی رفتار دوڑتی ہوئی گاڑیوں کی رفتار سے زیادہ تیز ہے اگر ہم اس کی زد میں آگئے اور وہ ہم تک پہنچ گیا تو پھر ہم میں سے ایک بھی نہیں بچ سکے گا۔"

"کیا۔" فیروز چونک پڑا۔

"ہاں' تم لوگ اس کی آواز نہیں سن رہے کیونکہ تمہارے کانوں میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ لیکن وہ آرہا ہے جلدی کرو جلدی کرو۔" فیروز نے پاس بیٹھے ہوئے مارٹن سے کہا۔

"مارٹن جس طرح بھی بن پڑے ان دونوں گاڑیوں کو بھی اس کی اطلاع دو' اس کے ساتھ ہی فیروز ہارن بجانا جانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ اس کے مسلسل ہارن بجانے سے آگے والی گاڑیاں رک گئیں' فیروز قریب پہنچا اور مارٹن نے چیخ کر کہا۔"

"جلدی کرو' کسی مناسب جگہ کی تلاس کرو' گاڑیوں کو اس گہرائی سے اوپر چڑھاؤ' پانی کا ریلا ہمارا تعاقب کر رہا ہے' جلدی' جلدی اور پھر فیروز نے ٹرک کو دونوں گاڑیوں سے آگے بڑھا دیا' مارٹن کی آواز سن لی گئی تھی' حالانکہ بات ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن بہرحال ٹرک کی رفتار کے ساتھ انہوں نے بھی گاڑیوں کی رفتار تیز کر دی تھی اور اب ان کی تیز نگاہیں کسی مناسب جگہ کی تلاش میں تھیں' خوش قسمتی سے تھوڑی ہی دور جانے کے بعد انہیں ایک ایسی جگہ نظر آئی' جہاں سے کوشش کرکے وہ گاڑیوں کو بلندی پر چڑھا سکتے تھے۔ اس سلسلے میں فیروز نے بھی باکمال ڈرائیونگ کا ثبوت ادا کیا اور گاڑیوں سے پہلے اس نے ٹرک کو برق رفتاری سے آگے بڑھایا' اتنے وزنی ٹرک کو اوپر لے جانا زیادہ مشکل کام تھا' ایک لمحے کے لئے تو ایسا محسوس ہوا' جیسے ٹرک بلندی

پر چڑھ کر واپس آجائے گا' لیکن فیروز اسے فرسٹ گیر میں پوری قوت سے آگے بڑھتا اس نے ایکسیلیٹر پر فل دباؤ ڈال دیا تھا اور ٹرک کامیابی سے اوپر چڑھ گیا' دونوں گا نے تھوڑا سا فاصلہ کرلیا تھا تاکہ اگر ٹرک کو مشکل پیش آئے تو کہیں وہ ریورس گاڑیوں پر ہی نہ آرہے' لیکن ٹرک ہموار جگہ پہنچ گیا اور آگے تھوڑا سا سفر کرنے کے رک گیا' دوسری گاڑی جو اوپر پہنچی تھی وہ نادر شاہ کی تھی' نادر شاہ نے اسے ٹرک پیچھے لے جاکر کھڑا کر دیا' لیکن لارک اینجلو اس مہارت کا مظاہرہ نہیں کر سکا تھا' وہ گا کو پیچھے لے گیا اور پیچھے جانے کے بعد اس نے اسے چڑھانے کی کوشش کی' لیکن مہا انداز نہ ہونے کی وجہ سے گاڑی رکی اور اس کے بعد برق رفتاری سے پیچھے ہونے البتہ لارک اینجلو نے مہارت سے اسے بریک کے ساتھ ساتھ نیچے اتارا' تاکہ وہ الٹ جائے' پھر تین چار بار کوشش کی گئی اور اچانک ہی ان لوگوں کی نگاہوں نے ایک خوفنا منظر دیکھا' پانی کی کوئی دس سے بارہ فٹ اونچی لہر تھی' بلکہ لہر کیا تھی ایک سیل رواں تھا دور سے شور مچاتا ہوا چلا آرہا تھا' پتھر کی چٹانیں' پانی کے اس زبردست ریلے کے سا لڑھکتی ہوئی آرہی تھی اور ان کی گڑگڑاہٹ سے پہاڑی سلسلہ گونجتا ہوا' محسوس ہو رہا اوپر موجود لوگ لارک اینجلو کی یہ کوششیں دیکھ رہے تھے اور عقب سے آتے ہوئے کے ریلے کو بھی' اس گاڑی میں مائیکل بائر' ریٹا ہاروے اور دوسرے چند افراد تھے' جن نگاہیں عقب میں اٹھ گئی تھیں اور ان کے چہرے سفید پڑ گئے تھے' اچانک ہی نادر شاہ گاڑی سے باہر نکلا اور ڈھلان کی جانب دوڑنے لگا' لارک اینجلو ایک بار پھر گاڑی کو او چڑھانے کی کوشش کر رہا تھا' ڈھلان پر اچھی خاصی پھسلن ہو رہی تھی' دوڑتے ہوئے شاہ اپنا توازن نہ قائم رکھ سکا اور پھسلتا ہوا نیچے آگرا' لازمی تھا کہ اس کے جسم کو چوٹ لگی ہوں گی' لیکن نیچے پہنچ کر وہ برق رفتاری سے اٹھا اور گاڑی کی جانب دوڑا' پھر اس دھاڑ ابھری۔"

"اسٹیرنگ چھوڑو' مسٹر اینجلو' اسٹیرنگ چھوڑو' اینجلو بدحواسی میں گاڑی کو نیوٹر کرکے برابر کی سیٹ پر کھسک گیا' حالانکہ جگہ نہیں تھی لیکن پھر بھی وہ کھسک کر مائیکل

آغوش میں آبیٹھا تھا' نادر شاہ نے گاڑی میں چھلانگ لگائی' اسے گیر میں ڈالا' تھوڑا سا ریس کیا اور اس کے بعد پوری قوت سے اسے ڈھلان پر لے چلا' بڑی بھیانک کوشش لیکن ٹائروں کے پھسلنے کے باوجود نادر شاہ دانت بھینچے ہوئے' گاڑی کو ڈھلان پر اوپر جاتا رہا' پانی کا خوفناک ریلا اب صرف' بیس سے پچیس گز کے فاصلے پر تھا اور اگر اس گاڑی اوپر چڑھنے میں کامیاب نہ ہوتی تو لازمی طور پر پانی میں ڈوب جاتی' وہ لوگ دہشت کے عالم میں نیچے دیکھ رہے تھے جو اوپر پہنچ چکے تھے' صرف ایک لمحہ تھا اگر گاڑی اوپر آگئی تو ٹھیک ہے ورنہ یہ لوگ گئے' گاڑی کی بھیانک جدوجہد جاری رہی اور نادر شاہ اسے اوپر لانے میں کامیاب ہوگیا۔"

خوفناک پانی کا ریلا ڈھلان کے کنارے کو چھوتا ہوا آگے بڑھ گیا' پانی اتنا اونچا ہوگیا تھا کہ اچھی خاصی بلندی پر پہنچنے کے باوجود وہ آدھے آدھے ٹائروں کو بھگوتا ہوا آگے بڑھا تھا' اس کے ساتھ درختوں کے موٹے موٹے تنے اور پہاڑی چٹانیں بہتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھیں' بہت سے جانوروں کو بھی ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے دیکھا گیا' ایسا بھیانک منظر انسانی نگاہوں نے بہت کم دیکھا ہوگا' ایک خوفناک طوفان تھا جو بڑھتا چلا آرہا تھا' جس درے نما جگہ میں وہ سفر کرتے ہوئے یہاں تک آئے تھے اب وہ ایک خوفناک دریا کی شکل اختیار کرگیا تھا لیکن دریا کا بہاؤ اتنا تیز نہیں ہوتا' دنیا کے کسی خطے میں اتنا خوفناک دریا نہیں دیکھا گیا تھا' اندازہ یہ ہوا کہ یہ ایک برساتی نالہ تھا' بلکہ برساتی دریا تھا جو پانی کے بہاؤ سے آن کی آن میں بھر جاتا تھا اور بارش ختم ہونے کے ساتھ ساتھ اتر جاتا تھا لیکن اتنے مختصر وقت میں جو حشر سامانیاں برپا کر جاتا تھا وہ ناقابل یقین ہوتیں۔

گاڑی میں بیٹھے لوگوں کے اعصاب شل ہوگئے تھے۔ اوپر آنے کے باوجود وہ شاید خود کو پانی میں محسوس کر رہے تھے جیسے پانی ان کے قریب ہی بہہ رہا تھا۔

نادر شاہ نے نیچے اتر کر دوسری طرف کا دروازہ کھولا اور پھر انہیں دیکھتا ہوا بولا۔

"نیچے اترنا پسند کریں گے آپ لوگ۔"

"ایں........" وہ چونک پڑے۔ مائیکل بائر نے ادھر ادھر دیکھا پھر اینجلو کو جھنجھوڑ

کر بولا۔

"ہم اوپر آ گئے۔ ہم پہنچ گئے۔" وہ بدحواسی سے ایک دوسرے کو رگیدتے ہوئے نیچے اترے تھے۔ لیکن ریٹا ہاروے نیچے نہیں اتر سکی تھی۔

"نیچے اتریئے میڈم ریٹا۔"

"میں.........پلیز.........مجھے سہارا دو.........میں.........میں اپنا جسم نہیں ہلا سکتی۔ پلیز........." بائر نے آگے بڑھ کر ریٹا کو سہارا دے کر نیچے اتارا۔ اس کا بدن بری طرح کانپ رہا تھا۔

"یہاں اترنا مناسب نہیں ہے۔"

"پھر کہاں چلیں؟"

"وہ اس طرف۔" مائیکل بائر کی مضمحل آواز ابھری اور سب کی نظریں اس طرف اٹھ گئیں۔

"ہاں۔ وہ بہتر جگہ ہے۔" ہدایت اللہ نے تصدیق کی۔

"پانی کہیں بڑھ نہ جائے۔" لارک اینجلو بولا۔

"کیا مطلب؟" ہدایت اللہ نے پوچھا۔

"وہ اب ڈھلوان کے کناروں سے اونچا ہو چکا ہے۔" اینجلو نے جواب دیا۔

"نہیں۔ وہ جگہ اصل میں گہرائی میں ہے۔ اگر پانی بڑھ بھی گیا تو ہمیں ان پہاڑیوں کی سپورٹ حاصل ہو گی۔"

"پھر چلیں۔"

"ہاں۔"

"گاڑیاں لے کر جانا ہے۔" اینجلو نے کہا اور ہدایت اللہ تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"کیا مطلب ہے۔"

"آہ.........میں تو بالکل ڈرائیونگ نہیں کر سکتا۔" لارک نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ میں ڈرائیونگ کرتا ہوں۔"

ہدایت اللہ نے پارٹی لیڈر کی حیثیت سے سب کو ہدایت کی کہ پہاڑوں کے درمیان جو خنہ نظر آ رہا ہے گاڑیاں وہاں لے جانی ہیں۔

فیروز نے ٹرک اسٹارٹ کیا اور اس کا رخ پہاڑوں کی طرف کر دیا۔ نادر شاہ نے اپنی ی سنبھالی اور ہدایت اللہ نے آخری گاڑی‘ فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ کچھ دیر کے بعد وہ درے میں داخل ہو گئے۔ ٹرک کو سب سے آگے کھڑا کیا گیا۔ پھر فاصلے کے ساتھ دوں گاڑیاں روک دی گئیں اور ہدایت اللہ کی ہدایت پر انجن بند کر دیئے گئے۔

پانی کے خوفناک بہاؤ کا شور اسی طرح سنائی دے رہا تھا اور اب اچھا خاصا اندھیرا ل گیا تھا جس کی وجہ سے یہ آوازیں اور بھیانک ہو گئی تھیں۔

"میرے خدا.........کیا عجیب حادثہ تھا۔"

"ایسا بھیانک بہاؤ کبھی نہیں دیکھا۔ درخت‘ جانور چٹانیں‘ خس و خاشاک بن گئی ہیں۔"

"کیا انسان اس بہاؤ کی زد میں نہ آئے ہوں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"بستیاں بھی تو لپیٹ میں آئی ہوں گی۔ بے چارے سیاہ فام کیا مدافعت کر سکے ہوں گے۔"

"نہیں۔ جنگلوں میں رہنے والے یہاں کی جغرافیائی کیفیت سے واقف ہوتے ہیں۔ وہ ایسی جگہ بستیاں نہیں بساتے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔"

"بھئی.........کیا یہ حالت درست ہے۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ہم سب سہمے ہوئے کبوتر بنے ہوئے ہیں۔ خوف سے پانی کے اس بہاؤ کی آواز سن رہے ہیں۔ ہماری زندگیاں ایک خوفناک حادثے سے بچی ہیں۔ کیا ہم اس نئی زندگی کا

جشن نہیں منائیں گے۔"

"میں بھی یہی کہنا چاہتا ہوں۔" ہدایت اللہ نے کہا۔

"سر.........ہدایت.........."

"کافی......... اور اعلیٰ قسم کے سینڈوچ۔" ہدایت اللہ نے کہا۔

عرشی نے سب سے پہلے اس حکم کی تعمیل کی اور خوراک کے اسٹور سے سامان نکا جانے لگا۔ دوسرے لوگ بھی ایک ایک کرکے اس کے ساتھ شامل ہوگئے۔ اور رفتہ رفتہ خوف کی فضا ختم ہوگئی۔ طوفانی بارش قریب ہی موت کا بہاؤ۔ گڑگڑاتی چٹانیں اور ان کے درمیان بھاگ دوڑ۔ انسانی زندگی کا عجیب انداز تھا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ انداز خوف کا باعث بنا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ چند افراد ایک خوفناک حادثے سے بچے تھے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں تھا کہ نادر شاہ نے ایک بار پھر ان لوگوں کا دل موہ لیا تھا۔ اس کی مردانگی' اس کی دلیری اور اس کی' مہارت نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ اس مہم میں اس کی شمولیت کتنی ضروری تھی۔ جیمس پیرے بھی کہے بغیر نہ رہ سکا۔

"یہ جوان اس وقت اس مہم کا ہیرو ہے۔"

"جب سے اس مہم کا آغاز ہوا ہے' یہی ہیرو ہے اور ایسے ہی کارنامے سرانجام دیتا رہا ہے۔"

"کون ہے یہ۔"

"بس ہمارا ساتھی۔"

بارش اب بھی جاری تھی اور پہاڑوں سے بہہ کر آنے والے پانی کی آواز اب بھی اسی زور و شور سے جاری تھی۔ کوئی کسی کا محکوم نہیں تھا اس لئے سب من مانی کر رہے تھے۔ عرشی کو بس یہ آسانی حاصل تھی کہ سرہدایت اللہ سب کے سامنے اسے اپنے قریب نہیں رکھ سکتے تھے۔ اور اس پورے سیٹ اپ میں اسے شمسہ کا کردار برقرار رکھنا تھا اس لئے وہ نادر شاہ کے ساتھ رہ سکتی تھی۔ رات ہوئی تو سب نے اپنے پڑاؤ بنائے۔ عرشی چونکہ کھانے پینے کے امور میں الجھی ہوئی تھی اس لئے بہت دیر کے بعد وہ نادر شاہ کے

پاس پہنچی تھی۔ اس دوران گل نادر شاہ کے پاس ہی کھیلتی رہی تھی۔

"لیجئے۔ بہت مشکل تجربہ ہوا ہے۔" نادر شاہ نے گل کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

عرشی نے سرد نظروں سے اسے دیکھا اور گل کو لے لیا۔ نادر شاہ اس کے انداز سے بے نیاز بولا۔ "اور مستقبل کے بارے میں کچھ ضروری امور پر گفتگو ضروری ہے۔"

"فضول باتیں مت کرو۔" عرشی بپھرے ہوئے لہجے میں بولی۔

"ارے واہ ایک اچھے خاصے پولیس افسر سے نوکری چھڑائی۔ جنگل میں لا پٹخا اور اب اسے بچے سنبھالنے پڑ رہے ہیں۔"

"سب کچھ جہنم میں جائے۔"

"اف.........اف.........اوپر سے اکڑ دکھائی جا رہی ہے۔" نادر شاہ نتھنے پھلا کر بولا۔

"نادر شاہ......... میں تم سے بات نہیں کر رہی۔"

"ارے واہ......... کتنے گھنٹے سے گل کو سنبھالے ہوئے ہوں۔"

"تو میں کیا کروں؟"

"وضاحت........."

"کیسی وضاحت؟"

"یہی کہ بچے ماں کے پاس رہیں گے اور وہی اس کی ذمے دار ہوگی۔" نادر شاہ نے کہا۔

"کونسے بچے؟"

"ہمارے بچے۔"

"بے فکر رہو۔ اس کی نوبت نہیں آئے گی۔"

"کیوں.........کیا سمجھتی ہو مجھے؟"

"نادر شاہ.........پلیز......... میں بات نہیں کر سکوں گی۔"

"یعنی مذاق ہے کوئی۔ میری مردانگی پر ضرب آ رہی ہے۔ اور تم........."

"ہماری شادی نہیں ہوئی۔"

"میں بچوں کی بات کر رہا ہوں۔"

"ہونہہ........."

"کمال ہے۔ کیا یہ رشتہ کینسل کر رہی ہو؟"

"تم بچو گے تو کچھ ہو گا؟"

"ایں.........کک کیا مطلب.........کیا ارادہ ہے؟"

"تم بتاؤ۔"

"کیا پہیلیاں بجھا رہی ہو یار؟"

"تم زندہ رہو گے تو کچھ ہو گا نا۔ تم پر تو ہیرو بننے کا بھوت سوار ہے مرجاؤ گے اس مہم کے دوران۔"

"کس پر.........!" نادر شاہ بولا۔

"مت بکواس کرو۔"

"تمہیں کچھ ہو جاتا تو۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"کیوں؟"

"گومی سیانا سے پوچھ لینا۔ تمہارا شوہر بننے سے پہلے میرے مرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"نادر شاہ۔"

"جان شاہ۔"

"اس کے بعد تم ایسی دیوانگی کبھی نہیں کرو گے۔ وہ لوگ.........!"

"کیسی باتیں کر رہی ہو عرشی۔ کئی افراد کی زندگی خطرے میں تھی۔ آئندہ بھی اگر ایسی کوئی صورت حال پیش آئی تو میں ہزار بار مرنے کے لئے تیار ہوں۔ مم........." نادر شاہ کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ کوئی اس طرف آ رہا تھا۔ آنے والے کا رخ اسی طرف تھا۔

"خدا خیر کرے۔ شاید میڈم ہاروے ہیں۔" آنے والی ریٹا ہاروے ہی تھی۔ قریب آکر اس نے کہا۔

"ایکسکیوزمی۔ میں کچھ وقت لے سکتی ہوں۔" ریٹا ہاروے نے کہا۔

"آیئے میڈم.......... خیریت.......... ہمارے لائق کوئی حکم۔"

"تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"جی.......... پلیز..........!" ریٹا بیٹھ گئی۔ کچھ دیر سوچتی رہی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"میں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں مسٹر سردار خان۔"

"کیوں میڈم؟"

"تم نے ہمیں ایک بدترین موت سے بچایا ہے۔ میری اور چند دوسرے لوگوں کی زندگی تمہاری مرہون منت ہے۔ خاص طور سے میں تم سے معافی بھی مانگنا چاہتی ہوں۔"

"معافی؟"

"ہاں۔ میں.......... نہ جانے کیوں.......... اب تک تمہاری مخالفت کرتی رہی ہوں.......... نہ جانے کیوں۔ تم سے الرجک رہی ہوں.......... لیکن اب مجھے شرمندگی ہے۔ تم نے اپنی زندگی خطرے میں ڈال کر۔ ہماری زندگی بچائی ہے۔ آئی ایم سوری سردار خان.........."

"ویری گڈ..........یہ ہوئی بڑے لوگوں والی بات۔" عقب سے سرہدایت اللہ کی آواز آئی اور وہ تینوں چونک کر ادھر دیکھنے لگے۔ سرہدایت اللہ ہنستے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ "میں تمہاری تاک میں نہیں تھا۔ بس اتفاقی طور پر ادھر آنکلا تھا۔ لیکن یہ منظر میرے لئے دلچسپ تھا۔ اس لئے خود کو باز نہ رکھ سکا۔"

"کوئی بات نہیں ہے سرہدایت اللہ۔ بلکہ آپ کا آجانا اچھا ہوا ہے۔" ریٹا نے کہا۔

"کیوں؟"

"اس لئے کہ آپ پارٹی لیڈر ہیں۔"

"چلو پھر ٹھیک ہے ہم بیٹھ جاتے ہیں۔" سرہدایت اللہ نے کہا۔

"یہ سردار خان بہت اچھا انسان ہے ہدایت اللہ۔ شاید اس نے بھی میری مخالفت کو محسوس کیا ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود اس نے ہماری جان بچائی ہے۔"

"ایک بار نہیں میڈم۔ اس بار تو آپ نے صرف محسوس کیا ہے۔" ہدایت اللہ نے کہا۔

"یہ کون ہے۔ اس کے بارے میں جو کچھ میرے علم میں ہے وہ ناقابل یقین ہے۔"

"کیوں؟"

"تم لوگ کہتے ہو کہ یہ اس کی زندگی کی پہلی مہم ہے لیکن اس نے جو کارنامے سر انجام دیئے ہیں وہ ایک تجربے کار مہم جو کے ہی ہو سکتے ہیں۔"

"نہیں۔ اس بارے میں جھوٹ نہیں بول رہا۔"

"تب کمال ہے۔ بہرحال کل دن میں سب کے سامنے میں اپنی غلطی کا اعتراف کروں گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے میڈم۔" سردار خان نے کہا۔

"تھینک یو ڈیئر.......... اٹھو ہدایت اللہ۔ اب ہمیں ان دونوں میاں بیوی کے درمیان نہیں رہنا چاہیے۔ ویسے بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم انہیں تنہائی مہیا کریں۔ اوکے.......... تم دونوں اب آرام کرو۔"

"ریٹا ہاروے کے ان الفاظ نے ایک طرف تو سرہدایت اللہ کو شرمندہ کر دیا۔ لیکن عرشی اور نادر شاہ تو بالکل ہی ہونق ہوگئے تھے۔ بہرحال ریٹا ہدایت اللہ کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے لے گئی۔ اور جب وہ کافی دور چلے گئے تو نادر شاہ نے عرشی سے کہا۔"

"آؤ ڈارلنگ گل بھی سوگئی ہے۔ اس چٹان کے عقب میں چلیں۔"

"شٹ اپ۔" عرشی جھینپے ہوئے لہجے میں بولی۔ اور نادر شاہ مسخرے پن سے منہ دبا دبا کر ہنسنے لگا۔

مہم جوؤں کی زندگی میں موت کا خوف دیرپا نہیں ہوتا۔ کوئی واقعہ ہوا۔ زند
موت کے چنگل میں جا پھنسی۔ حالات نے ساتھ دیا بچ گئے۔ نہ بچ سکے تو کہانی بن گ
کچھ دیر پہلے جو بھیانک واقعہ پیش آیا تھا وہ لمحوں میں قصۂ پارینہ بن گیا۔ ہاں کچھ واقعا
اپنے اثرات چھوڑ جاتے ہیں۔ اس خوفناک واقعے کی بعد ریٹا ہاروے سردار خان کی
گرویدہ ہوگئی تھی۔ اور شاید سچے دل سے ہوئی تھی اس بات کو سبھی نے محسوس کیا تھا۔

دوسرے دن سب نے وہاں سے آگے بڑھنے کا متفقہ فیصلہ کیا اور پھر پورے د
ایک پرسکون سفر کیا گیا۔ شام کے قیام میں لارک اینجلو اور مائیکل بائر نے ایک خوشگ
منظر دیکھا۔ گل ریٹا ہاروے کی آغوش میں ہنس رہی تھی۔ دونوں مسکراتے ہوئے اس ک
پاس پہنچ گئے۔

"ہیلو' میڈم ریٹا۔" لارک اینجلو نے کہا اور ریٹا پلٹ کر انہیں دیکھنے لگی پھر مس
دی۔

"ہیلو........"

"ایک خوشگوار تبدیلی دیکھ رہا ہوں میں........"

"یقیناً" لیکن ڈیئر اینجلو تبدیلی تو انسان کی زندگی میں آنی ہی چاہیے۔"

"ہاں بے شک' میں نے اس کے ساتھ خوشگوار کا لفظ کہا ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے' بچے میری زندگی سے دور رہے ہیں۔ آپ لوگوں کو معلوم ہے اور اتفاق سے مزاج بھی کچھ ایسا رہا ہے کہ جس چیز سے براہ راست کبھی کوئی واسطہ نہ رہا ہو میں اس کی جانب توجہ نہیں دیتی۔"

"یقیناً"

"لیکن اگر تم کسی خوشگوار تبدیلی کا تذکرہ کرتے ہو تو یقین کرو میں خود بھی اس تبدیلی کو محسوس کر رہی ہوں' اس بچی کو گود میں اٹھانے کے بعد مجھے یوں لگتا ہے جیسے زندگی میں بچوں کا بھی ایک حقیقی مقام ہے۔"

"کیا مطلب ریٹا' یہ تم نے اب محسوس کیا ہے؟" بائر کہنے لگا۔

"نہیں ڈیئر بائر سمجھنے کی کوشش کرو' مطلب یہ ہے کہ جب تک اپنی ذات پر کوئی تجربہ نہ کیا جائے' کیا ہم اس تجربے کو ایک کامیاب تجربہ کہہ سکتے ہیں۔"

"نہیں کہہ سکتے۔"

"میرا مطلب وہی تھا' کہانیاں بہت سی سنیں' واقعات سنے' بچوں کو دیکھا' لیکن لوگ کہتے رہے' لوگوں کا اپنا نظریہ ہوتا ہے' میں نے خود کبھی ذاتی طور پر تجربہ نہیں کیا اور نہ تجربہ کرنے کے بارے میں سوچا۔"

"اب کیا خیال ہے؟"

"اوہ ناٹی بوائے' اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ایک بچے کو گود میں لینے کے بعد میں شادی کے بارے میں سوچنے لگوں گی تو یہ صرف تمہارا مذاق ہے اور مذاق ہی ہوا کرتا ہے۔"

"ویسے ڈیئر ہاروے زندگی میں کبھی کسی سے متاثر نہیں ہوئیں۔"

"سچ بتاؤں' کبھی کبھی تو مجھے خود اپنی ذات پر شک ہونے لگتا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ایک مرتبہ ڈاکٹر ہارٹ نے کہا تھا کہ ڈیئر ہاروے تمہارے ہارمونز میں کچھ گڑ بڑ ہے۔ تم بے شک ایک نسوانی شکل رکھتی ہو۔ لیکن تمہارا انداز فکر اور کبھی کبھی تمہاری

آنکھوں سے جھلکتی ہوئی ایک عجیب سی کیفیت اس بات کا اظہار کرتی ہے کہ تمہارے اندر عورت بہت کم ہے۔"

"تو ڈاکٹر ہارٹ نے بات اس سے آگے نہیں بڑھائی۔"

"نہیں، میں انہیں برا بھلا کہہ کر خاموش ہوگئی تھی۔ لیکن اب یوں لگتا ہے کہ ڈاکٹر ہارٹ نے میرے ساتھ مذاق کیا تھا اصل میں مجھے کبھی اپنے آپ کو سمجھنے کا موقع نہیں ملا۔"

"اور اب.........."

"نہیں بات غلط رخ پر لے جارہے ہو تم، دیکھو وہی والی بات ہے کہ جب تک انسان نہ سوچے نہیں سوچتا، سوچ لے تو پھر کچھ احساسات شرمندہ کرتے ہیں، اب دیکھو اس ڈیسنٹ انسان سے میں بلاوجہ الرجک تھی اور یقین کرو اس کی بھی کوئی خاص وجہ نہیں تھی، بس اتنی سی بات تھی کہ میں اسے ایک ملازم قسم کا آدمی سمجھتی تھی اور ایک معمولی سے آدمی کو اتنی اہمیت دی جارہی تھی مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ جب تک انسان کے اندر کوئی ایسی خوبی ابھر کر سامنے نہ آئے جو اسے ایک ممتاز شخصیت بخش دے اسے اس کے مقام پر ہی رکھنا زیادہ اچھا لگتا ہے۔"

"لیکن ڈیئر ہاروے، کبھی کبھی دوسروں کے تجربات پر بھی بھروسہ کرنا چاہیے۔"

"اب اگر یہ میری کمزوری ہے تو تم لوگ میرے دوست ہو اسے ایڈجسٹ کرلیا کرو۔"

"نہیں نہیں ہم تو صرف اس بات پر خوش ہیں کہ تمہارے اندر جو ایک بیزاری کی سی کیفیت پائی جاتی تھی اور ہمیں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے تم ہم سب سے شاکی ہو، کم از کم وہ وقت دور ہوگیا۔"

"ہاں واقعی وہ وقت دور ہوگیا میں اعتراف کرتی ہوں۔"

"بچی کو گود میں لینے کے بعد کیسا لگ رہا ہے۔"

"بس ایسا کہ میں سوچتی ہوں کہ یہ بھی ایک زندگی کا بڑا شعبہ ہے۔" مائیکل باٹز

اور انجلو ہنسنے لگے تھے۔ کچھ فاصلے پر شمسہ اور سردار خان بھی موجود تھے اور ان لوگوں کی جانب دیکھ رہے تھے۔ ریٹا ہاروے نے کہا۔

"اب تم لوگ اپنا کام کرو میں ذرا ان کے پاس جاکر بیٹھوں گی۔" باٹز اور انجلو ہنستے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے۔ ریٹا ہاروے ان کے قریب پہنچ گئی اور پھر کہنے لگی۔

"ڈیئر شمسہ، اپنی بچی کو میری گود میں دینے کے بعد تمہیں برا تو نہیں محسوس ہو رہا؟"

"نہیں میڈم، ایسی کیا بات ہے؟" شمسہ نے کہا۔

"تم لوگوں کا انٹرویو کرڈالوں۔"

"ہم لوگ اس قابل نہیں ہیں میڈم۔"

"اب اگر تم کوئی ایسا جملہ کہو گے تو میں یہی محسوس کروں گی کہ تم مجھ سے ناراضگی کا اظہار کر رہے ہو اور ان واقعات کو نہیں بھلا سکے جن میں میں نے تمہاری انسلٹ کی تھی۔"

"میڈم، آپ سچائیوں کو قبول کرتی ہیں۔" شمسہ بولی۔

"جو نہیں بھی کرتا وہ تمہیں یہی جواب دے گا کہ ہاں، لیکن میں واقعی قبول کرتی ہوں۔"

"تو پھر یہ سمجھ لیجئے کہ نہ مجھے اور نہ سردار خان کو آپ سے کوئی شکایت ہے، وہ تو نارمل باتیں تھیں آپ نے جو محسوس کیا اس کا اظہار کیا اب آپ کے تاثرات بدل گئے۔ یہ ہمارے لئے خوشی کی بات ہے۔"

"تھینک یو، تھینک یو ویری مچ، ویسے ایک بات کہوں، تم دونوں بہت فراخدل ہو اور خوبصورت بھی۔"

"تھینک یو میڈم۔" اس بار سردار خان بولا۔

"ڈیئر سردار خان تم ایک بات بتاؤ۔"

"جی میڈم۔" سردار خان نے کہا، ریٹا ہاروے بیٹھ گئی تھی گل کو اس نے اپنی گود

میں ہی رکھا تھا۔

"پہلا سوال میں تم سے یہ کرتی ہوں کہ کیا تمہیں اس بات کا علم تھا کہ تمہیں ویران جنگلوں اور پہاڑوں کا سفر کرنا ہوگا؟"

"جی.........کنور مہتاب علی نے ہمیں یہ بتا دیا تھا۔"

"تمہیں ڈر نہیں لگا؟"

"نہیں ڈر نہیں لگا' کیونکہ ہم نے ویران جنگل اور پہاڑ دیکھے نہیں تھے۔"

"یہاں آنے کے بعد ڈر لگا۔"

"جی میڈم ہمیں یوں محسوس ہوا کہ جو واقعات ہمارے ساتھ پیش آ رہے ہیں کسی بھی لمحے ہماری زندگی ختم کر دیں گے۔"

"مگر تم نے واپسی کے لئے نہیں کہا؟"

"میڈم دماغ میں ایک چیز ہوتی ہے جسے عقل کہا جاتا ہے' میرا خیال ہے تھوڑی بہت وہ ہم لوگوں کے پاس بھی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"یہاں آنے کے بعد بلکہ یہاں آنے سے پہلے ہم سے یہ کہا گیا تھا کہ ہماری بچی کو یہ لوگ ایک خاص مقصد کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں' اسے کوئی نقصان نہیں پہنچ جائے گا' ہم خیریت کے ساتھ واپس آجائیں گے اور ہمیں اس کے بدلے اتنی مال و دولت ملے گی کہ ہم اس بچی کو ایک بہترین مستقبل دے سکیں گے' میڈم ہماری خود یہ خواہش تھی کہ ہم اس بچی کو ایک بہتر مستقبل دیں' لیکن ہمارے پاس وسائل نہیں تھے۔"

"تم نے یہ نہیں سوچا کہ بچی کو کوئی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے؟"

"ہم دونوں اس کے ساتھ تھے اور اسے کسی نقصان سے بچانے کے لئے ہم زندگیاں قربان کر سکتے ہیں۔"

"تو پھر۔"

"دور تک نکل آنے کے بعد جب ہمارے اندر یہ خوف جاگا تو عقل نے ہمیں

واپسی سے بہتر یہ ہے کہ آگے بڑھتے رہا جائے۔"

"ٹھیک' گویا تم پر امید ہو کہ زندہ سلامت واپس آجاؤ گے۔"

"میڈم' زندگی ایک مخصوص وقت تک کے لئے ہوتی ہے اور اس کے بعد اس کی واپسی ضروری ہوتی ہے' ہم اپنے شہر اپنے گھر میں بھی موت کا مزہ چکھ سکتے تھے۔ جب موت ہر جگہ آسکتی ہے تو پھر جگہ کا خوف کیوں کیا جائے' واپس آسکے آجائیں گے' موت آنی ہے تو وہ آجائے گی۔"

"ونڈر فل' ونڈر فل' کبھی بھول کر بھی نہیں سوچا تھا میں نے کہ تم لوگ اتنی اچھی گفتگو کر سکتے ہو' اچھا سردار خان مجھے ایک بات بتاؤ تمہارے اندر یہ زندگی' یہ چستی' یہ مہارت کہاں سے پیدا ہوئی' جب تم رائفل ہاتھ میں اٹھاتے ہو تو تمہارا کوئی نشانہ خالی نہیں جاتا' جب تم ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہو تو شاید تم جیسا ڈرائیور کوئی دوسرا نہیں ملتا' اس کے لاتعداد ثبوت مل چکے ہیں' میں تو سمجھتی ہوں کہ جب تمہیں ہوائی جہاز کے کیبن میں بٹھا دیا جائے گا تو شاید تم سے بہترین پائلٹ اور کوئی نہ ہو' یا سمندروں میں تمہیں کسی جہاز کی کپتانی دے دی جائے گی تو تم وہاں ایک بہترین کپتان ثابت ہو گے۔"

"میڈم اس کا جواب میں پہلے آپ کو دے چکا ہوں۔"

"کیا.........؟"

"زندگی بچانے کے لئے کسی ایک گوشے میں بیٹھ کر مصیبت کے ٹل جانے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے بلکہ عمل اور جدوجہد کرنی چاہیے' عقل و ذہانت کے ساتھ کالے لوگوں کے اس لشکر کو کنٹرول کرنے کے لئے میں نے اپنے ذہن میں ایک طریقہ کار سوچا' مجھے اجازت دی گئی میں نے ٹرائی کی اور کامیاب ہو گیا۔ پہلی پہاڑیوں میں سیگال کے گروہ کے افراد کو ہم پر فوقیت حاصل ہوتی جا رہی تھی' میں نے سوچا کہ بالآخر وہ لوگ ہمیں ختم کر دیں گے اس لئے میں نے انہیں ختم کرنے کی جدوجہد کر ڈالی' آپ لوگ خوفناک نالے کے پانی میں پھنس رہے تھے' آپ میرے ساتھی تھے۔ میں نے یہ دیکھا کہ مائیکل بائر خوف کے عالم میں ڈرائیونگ کر رہے ہیں اور وہ تیکنیک نہیں استعمال کر رہے ہیں جس کے تحت

گاڑی اوپر آجائے۔ میں نے اپنے اعتماد کا سہارا لیا۔"

"ریٹا ہاروے تحسین آمیز نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہی۔ پھر گردن جھٹک کر

"میں جانتی ہوں کہ ایشیا کے لوگ بے حد ذہین ہوتے ہیں۔ لیکن تم ....! میں
جانتی کہ اس مہم کا مستقبل کیا ہے لیکن میری ایک پیشکش ہے۔"

"کیا میڈم؟"

"اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو میرے ملک میں میرے ساتھ قیام کرو۔ میں تم
وہاں کی شہریت دلوا دوں گی۔"

نادر شاہ نے عرشی کی جانب دیکھا اور پھر اپنے مخصوص انداز میں بولا۔

"یہ فیصلہ تو گھر والی ہی کرے گی میڈم جی۔"

"کون گھر والی؟"

"یہ بیٹھی جو ہے۔"

"اوہو تمہارا مطلب ہے تمہاری بیوی؟"

"ہاں۔ آپ کو پتہ نہیں ہے میڈم جی کہ ایشیا میں بیویوں کا مردوں پر کتنا حکم
ہے اور ہم تو جی حکم کے غلام ہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ یہاں آنے میں ہمارا تو
ارادہ نہیں تھا بس گھر والی بولی کہ چلنا ہے سو ہم نے کہا کہ چلیں گے۔"

"اچھا ایک بات بتاؤ۔ کیا تمہیں یہ خوف بھی لاحق نہیں ہوا کہ کہیں تمہاری
کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے؟"

"دیکھو میڈم جی جہاں تک بچی کا تعلق ہے تو ہم نے ان بڑوں کی بات مان لی
انہوں نے ہمیں سمجھایا کہ بچی کا تحفظ وہ کریں گے' لیکن میڈم جی ظاہر ہے ہمیں خود
اس کا خیال رکھنا ہوگا اور آپ کو اس کا اندازہ ضرور ہوگا کہ میں مڑے ہوئے ہاتھ پاؤں
مالک نہیں ہوں۔"

"تم نے اتنی شاندار نشانہ بازی' اتنی اچھی ڈرائیونگ کہاں سے سیکھ لی؟"

"میڈم یہ بتایا تھا ہم نے پولیس میں رہ چکے ہیں۔ ٹریننگ ملی تھی مگر سچی بات بتا

بھی گھر والی ہی کا چکر تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"اس نے کہا پولیس میں نوکری مت کرو' ہم نے کہا نہیں کریں گے۔ ہم تو حکم کے
غلام ہیں جی۔"

"سردار خان۔" عرشی کے ضبط کا بند ٹوٹ گیا۔

"اوہو بھئی بیچ میں نہ بول' دیکھ نہیں رہی ہے کہ میڈم جی سے بات ہو رہی ہے۔
تو میڈم جی روز جھگڑا روز پرڈا روز پھڈا۔ ہم نے سوچا لعنت ہے ایسی نوکری پر جس سے
اتنی پیاری گھر والی ناراض رہے۔"

ریٹا ہاروے ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔ "تم لوگوں کی شادی کیسے ہوئی؟"

"او جی بس اس کی نہ پوچھو۔" سردار خان نے کہا۔

"کیوں؟"

"بس جی ہماری ملاقات کچھ عجیب سے انداز میں ہوئی' میڈم جی یہ بے چاری بھیک
مانگتی تھی سڑکوں پر۔"

"کیا؟"

"ہاں جی جھوٹ تھوڑی بول رہے ہیں۔" نادر شاہ نے عرشی کی طرف دیکھنا چھوڑ
دیا تھا۔

"نہیں بھئی اب یہ تم مذاق کر رہے ہو مجھ سے؟"

"میڈم جی قسم لے لو جو مذاق کرنے کی ہمت کر پائیں' تو ہم نے اسے دیکھا بڑی
خوبصورت تھی جی یہ' اب تو اس کی شکل پر۔ بس کیا کہیں اپنی زبان سے' تو بھیک مانگ
رہی تھی یہ سڑکوں پر۔ ہمیں رحم آگیا' پولیس کی نوکری کرتے تھے ہم اس وقت' بس ہم
نے اس سے بات کی تو پتہ چلا کہ ہری مرچ ہے سسری پوری کی پوری۔ بس جی بچپن ہی
سے ہمیں ہری مرچیں کھانے کا شوق ہے' اماں کہتی تھی کہ ہری مرچ کا بیج پیٹ میں ہوتا
ہے تو ہیضہ کبھی نہیں ہوتا' روٹی کے ساتھ روزانہ ہری مرچ رکھ دیا کرتی تھی اور ہم وہ چبا

لیا کرتے تھے' بس جی کیا بتائیں اس وقت سے ہری مرچ اتنی پسند ہے کہ ہم نے اسے دیکھا تو اسے بھی پسند کرلیا۔"

"ارے واہ ہری مرچ سمجھ کر۔"

"بس جی بالکل ہری مرچ جیسی ہی تھی' ڈنک مارنے والی' کاٹنے والی۔"

"اچھا اچھا تو پھر؟"

"بس جی ہم نے اس سے شادی کرلی۔"

"ہوں بھئی بڑے دلچسپ آدمی ہو تم سردار خان۔" ریٹا ہاروے نے کہا۔ "اور تمہاری یہ بچی اب اسے گود میں لینے کے بعد مجھے پتہ چلا ہے کہ یہ تو بڑی پیاری ہے۔"

"اچھا جی' چلیں ٹھیک ہے آپ رکھ لیں۔" سردار خان بولا اور ریٹا پھر ہنس پڑی۔

"ارے نہیں میرا یہ مطلب تھوڑی تھا۔ ویسے سچی بات یہ ہے سردار خان کہ اس مہم سے واپسی کے بعد اگر تم واقعی پسند کرو تو مستقل نہ سہی کچھ عرصے کے لئے میرے ساتھ ضرور چلنا۔"

"جی میڈم جی اس سے بات کریں گے۔"

"اچھا لو اب اپنی بچی کو سنبھالو۔ میں چلتی ہوں۔" ریٹا ہاروے نے کہا اور گل کو عرشی کی گود میں دے کر وہاں سے اٹھ گئی۔ آگے بڑھی اور کافی فاصلے پر پہنچ گئی تو عرشی نے نادر شاہ سے کہا۔

"نادر شاہ۔"

"حضور انور۔"

"بہت کمینے ہو تم۔"

"تھینک یو جی۔ گھر والی شادی کے بعد گالیاں ہی دیتی ہے میرا خیال ہے آپ پریکٹس کر رہی ہیں۔"

"تم بہت بکواس کرتے ہو نادر شاہ۔ اب دیکھو نا تھوڑی سی احتیاط کرلو۔"

"کیا مطلب ہے میڈم؟" نادر شاہ نے کہا۔

"مجھے بڑی شرمندگی ہوتی ہے نادر شاہ ڈیڈی کے سامنے۔"

"کیا مطلب؟"

"ارے تم سمجھ کیوں نہیں رہے یا بکواس کر رہے ہو' ڈیڈی مجھے دیکھتے ہیں' اب انہیں سب کچھ پتہ چل گیا ہے تو مجھے تمہارے ساتھ رہتے ہوئے بڑی شرم آتی ہے۔"

"میکے چلی جاؤ۔" سردار خان بولا۔

"پھر وہی بک بک۔"

"نہیں تو پھر اور کیا۔ شوہر کے گھر میں رہتے ہوئے شرم آتی ہے تو میکے چلی جاؤ۔ یہ تمہارا سامنے ہی میکہ۔" سردار خان نے ہدایت اللہ کی جانب اشارہ کیا تو عرشی ہنس پڑی۔

"خدا تمہیں سمجھے' زندگی میں کبھی تو سنجیدہ ہو جانا۔"

"ایک بار سنجیدہ ہوئے تھے آج تک بھگت رہے ہیں۔"

"کیوں کیا ہوگیا۔ کیا میرے ناز اٹھا رہے ہو؟"

"کمال ہے یعنی بس صبر کی بھی ایک انتہا ہوتی ہے۔ گھر والی' گھر والی کہہ کہہ کر زبان سوکھی جارہی ہے اور گھر والی کا کوئی نخرہ ہی نہیں ملتا۔ نہ گھر کا پتہ ہے نہ گھر والی کا۔ گھر والی بھی والی نہیں ہے بس بچی کو لے کر سر پر سوار ہو جاتی ہے کسی دن کھوپڑی گھوم گئی تو اچھا نہیں ہوگا۔"

"ٹکڑے کردوں گی تمہارے' سمجھتے کیا ہو مجھے؟"

"ہاں ہاں وہ تو ہمیں پتہ ہے' ہمارے ٹکڑے تمہارے ہی ہاتھوں ہوں گے۔"

اس وقت سر ہدایت اللہ نے نجانے کیوں عرشی کو اشارہ کیا اور عرشی چونک کر بولی۔

"اوہو ڈیڈی شاید مجھے بلا رہے ہیں۔"

"جاؤ جاؤ میکے چلی جاؤ۔ میری اجازت کے بغیر گئیں تو سمجھ لو نکاح ٹوٹ جائے گا۔"

"جب نکاح ہوگا' تب تمہاری اجازت کے بغیر نہیں جاؤں گی۔ ابھی تو اپنے باپ کے گھر میں ہوں۔"

"جاؤ بابا جاؤ۔ میرا کیوں دماغ کھا رہی ہو۔" سردار خان نے کہا اور عرشی گل کو گود میں اٹھا کر سرہدایت اللہ کی جانب چل پڑی۔ ویسے سرہدایت اللہ نے اسے اس سے پہلے کبھی اس طرح نہیں بلایا تھا اس لئے عرشی کو تھوڑی سی الجھن ہوئی تھی۔ سرہدایت اللہ اس وقت ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ عرشی ان کے پاس پہنچ گئی۔ سرہدایت اللہ نے بچی کو گود میں لے لیا۔ کہنے لگے۔

"ہاں بھئی شریر لڑکی کیا ہو رہا ہے؟"

"کچھ نہیں ڈیڈی۔ بس شرمندہ ہوتی ہوں آپ سے۔"

"کیوں؟"

"بس آپ کو پریشان جو کیا ہے۔"

"تو چکنی مٹی کی بنی ہوئی ہے تو اور شرمندہ ہوگی۔"

"نہیں ڈیڈی ایسی کوئی بات تو نہیں ہے۔"

"عرشی مجھے نادر شاہ کے بارے میں اور تفصیلات بتاؤ؟" سرہدایت اللہ بولے۔

"اس وقت ایسے ہی بلالیا تھا مجھے یا کوئی خاص بات تھی؟"

"بس ایسے ہی بلالیا تھا اکیلا بیٹھا ہوا تھا اور تم کیا سمجھتی ہو، میں مطمئن ہوں تمہاری طرف سے؟"

"کیوں ڈیڈی اب کیا بات ہے؟"

"بس نجانے کیوں ذہن الجھا الجھا سا رہتا ہے عرشی یہ نادر شاہ۔ میرا مطلب ہے .... اچھا چلو چھوڑو گل ٹھیک ہے نا؟"

"جی ڈیڈی۔"

"جانا چاہو تو جا سکتی ہو؟"

"نہیں کوئی ایسی جلدی تو نہیں ہے، کوئی کام بھی نہیں ہے۔" عرشی بولی۔

"ہوں تو پھر بیٹھو۔ اچھا چلو جاؤ۔ میں ذرا ان لوگوں سے بات کرلوں........." نجانے کیوں سرہدایت اللہ الجھے ہوئے تھے۔ لیکن عرشی ان کی ذہنی کیفیت کو سمجھتی تھی۔ دراصل

بابا یہ پوچھنا چاہتے تھے کہ نادر شاہ کردار کے سلسلے میں کیسا انسان ہے۔ ظاہر ہے عرشی کو اس کے ساتھ اس حیثیت سے دیکھتے تھے تو نجانے ذہن میں کیا کیا خیالات آتے ہوں گے۔ لیکن بہرحال یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ عرشی کو نادر شاہ پر جس قدر اعتبار تھا اور جس طرح وہ نادر شاہ کی ذہنی طور پر پذیرائی کرتی تھی اس کے بعد نادر شاہ کے کردار کے بارے میں کسی شک کو پسند نہیں کرتی تھی۔ اس نے گل کو کاندھے سے لگایا اور واپسی کے لئے پلٹ پڑی۔

ایمرے دل و جان سے ایلما برانٹ کو چاہتا تھا۔ گو اس کی زندگی کے ساتھ ایک ایسی کہانی وابستہ تھی جو کبھی کبھی خود بھی اسے اضطراب میں مبتلا کر دیا کرتی تھی۔ اسے اپنی تمام زندگی ایک راز ہائے سربستہ محسوس ہوتی تھی اور کبھی کبھی وہ اپنے راز میں خود کھو جاتا تھا۔ نجانے کیا قصہ ہے یہ' نجانے کیا ہے سب کچھ۔ عام انسان کی حیثیت سے ایک مہذب ملک میں زندگی گزاری تھی۔ اگر وہی زندگی قائم رہتی تو کوئی ہرج بھی نہیں تھا۔ اگر اسے اس کے بارے میں سب کچھ نہ بتایا جاتا تو شاید وہ کبھی خود پر غور کرنے کی کوشش بھی نہ کرتا اور زندگی ایلما کی محبت کے ساتھ ساتھ ایسے ہی گزر جاتی لیکن اپنے بارے میں معلوم ہونے کے بعد خود ایمرے کے ذہن میں بھی کبھی کبھی اپنی مملکت کا خیال آجاتا تھا' اور وہ سوچتا تھا کہ ٹاری ویگا کیسا ہوگا' کیسے وہاں زندگی رواں دواں ہوگی۔ وہاں کے لوگ کس انداز میں اپنا وقت گزارتے ہوں گے اور پھر مسٹر برانٹ نجانے کیا کیا کہانیاں سنایا کرتے تھے ٹاری ویگا کے بارے میں.......... اور ان کہانیوں نے ایمرے کے دل میں جگہ بنالی تھی۔ ایلما برانٹ کی محبت اس کے پورے وجود میں جذب تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اسے کبھی کبھی ٹاری ویگا کا خیال بھی آجاتا تھا۔ اور دل میں یہ خواہش چٹکیاں لینے لگتی تھی کہ وہ ٹاری ویگا کو ایک بار دیکھے' پھر یہاں روانہ ہوتے ہوئے مسٹر برانٹ اس قدر پر امید تھے کہ ایمرے نے صورت حال کا اندازہ بھی نہیں لگایا تھا اور اس

کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس مہم میں وہ اپنے سب سے محبت کرنے والے ماں باپ سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ لیکن اب یہاں تک آگیا تھا اور واقعات اس طرح پیش آئے تھے کہ وہ سر سے پاؤں تک اس میں ملوث ہوگیا تھا۔ لیکن کبھی کبھی ایلما کی صورت دیکھ کر اس کے حوصلے پست ہونے لگتے تھے اور وہ عجیب سی نگاہوں سے ایلما کو دیکھتا رہ جاتا تھا۔ اس وقت ایلما ایک پتھر پر بیٹھی ہوئی فضاؤں میں کچھ تلاش کر رہی تھی' ایمرے نے اسے دور سے دیکھا اور اسی کی جانب چل پڑا۔ شام کے سناٹے کافی گہرے ہوگئے تھے اور فضا میں دھند پھیلتی جارہی تھی۔ وہ ایلما کے پیچھے جا کھڑا ہوا' لیکن ایلما کو اس کی آمد کا احساس بھی نہ ہوسکا۔ جب بہت دیر گزر گئی تو اس نے ایلما کو آواز دی اور ایلما چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر تھکے تھکے تاثرات تھے۔ ایمرے اس کے سامنے آکر پتھر پر بیٹھ گیا۔ ایلما کے خشک ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"ایلما.........."

"ہوں.........."

"کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں۔"

"بہت تھک گئی ہو؟"

"نہیں۔"

"جھوٹ بول رہی ہو؟"

"نہیں۔"

"لیکن مجھے تمہارے چہرے سے تھکن کا احساس ہوتا ہے۔"

"تھکن تو ہے ایمرے' لیکن ایسی نہیں جو ناقابل برداشت ہو۔"

"ایلما تمہارے دل میں کیا ہے؟"

"یقین کرو کچھ بھی نہیں ہے' بس خیالات تو ہیں۔ تم خود محسوس کرلو کہ میں کتنے نقصانات سے دو چار ہو چکی ہوں' سوچتی ہوں کہ اگر ہم کسی طرح اس مہم کو ٹال جاتے

یہاں نہ آتے تو کیا اچھا نہ رہتا ایمرے؟"

"بہت اچھا رہتا ایلما۔ لیکن تمہیں اندازہ ہے اور تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں نے یہاں آنے کے لئے ضد نہیں کی تھی۔"

"ہاں میں جانتی ہوں اور یہ الزام میں تم پر نہیں لگا رہی۔"

"مسٹر برانٹ نے اپنے ذہن میں یہ تہیہ کرلیا تھا کہ وہ مجھے میری بستی' میری دنیا تک لائیں گے۔ حالانکہ ایلما میری بستی میری دنیا میری زندگی وہیں تھی تمہارے ساتھ۔ تم جہاں بھی ہو......... وہیں میرے لئے زندگی کا آغاز ہو جاتا ہے اور جہاں تم نہ ہو وہاں اختتام۔"

"میں جانتی ہوں ایمرے۔"

"لیکن میں نے مسٹر برانٹ کی خواہش کی تعمیل کی۔"

"ایمرے ایک بات بتاؤ۔"

"پوچھو۔"

"تم بھی تو کہتے تھے کہ تمہارے دل میں اپنی دنیا دیکھنے کی خواہش ہے۔"

"ہاں میں کہتا تھا۔"

"اب تمہارے کیا احساسات ہیں؟"

"یقین کرو گی؟"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"مسٹر برانٹ کی موت کے بعد میرا دل بجھ گیا ہے۔"

"یہ میں جانتی ہوں۔"

"اور یہ بھی جانتی ہو گی ایلما کہ میں انہیں کیا سمجھتا تھا' ارے میں نے تو آنکھ کھولنے کے بعد دیکھا ہی انہیں تھا۔ میں کیا جانوں ٹاری ویگا کیا ہے' وہاں کی کہانیاں کیا ہیں۔ یہ کہانیاں تو مسٹر برانٹ نے خود ہی میرے دل میں جگائی تھیں ورنہ شاید میں کبھی ان کے بارے میں غور بھی نہ کرتا۔"

"بے شک مجھے اس کا پوری طرح اندازہ ہے۔" ایلما نے کہا۔

"ایلما دیکھو ہم صرف تین افراد ہیں۔ میں' تم اور یوٹ۔ ہم یہاں سے واپسی کا سفر بھی کرسکتے ہیں اور میں راستے کے ماحول سے بالکل خوفزدہ نہیں ہوں' جو کچھ ہوا ہے ظاہر ہے تمہارے علم میں ہے کہ کس انداز میں ہوا۔ ہم باآسانی جان دے سکتے ہیں۔ لیکن میں تمہارے انداز میں یہ تھکن پسند نہیں کرتا۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" ایلما نے پوچھا۔

"یہ کہ یہاں سے واپسی کا سفر بھی کیا جاسکتا ہے۔"

"ایمرے تمہارے دل میں اپنی آبادیاں دیکھنے کی خواہش تھی۔"

"ہاں......... لیکن مسٹر برانٹ کے ساتھ۔"

"اور اب.........؟"

"میں نے کہا نا ان کی موت کے بعد دل بجھ چکا ہے۔"

"کیا ہم تین افراد کامیابی سے یہاں سے واپسی کا سفر طے کرسکتے ہیں؟"

"یقیناً" کوشش کی جاسکتی ہے۔"

"لیکن ایک بات اور بھی میرے دل میں ہے۔"

"وہ کیا؟" ایمرے نے پوچھا۔

"ہم ٹاری ویگا سے بہت قریب آگئے ہیں' اگر ٹاری ویگا دیکھ ہی لیا جائے تو کیا حرج ہے۔" ایلما بولی۔

"ایک بات سن لو ایلما۔"

"ہاں۔"

"یہاں لاکھوں کہانیاں ہماری منتظر ہوں گی۔ نہیں کہا جاسکتا کہ ٹاری ویگا میں کیا ماحول ہو' کیسی کہانیاں ہوں......... اور.........اور........." ایمرے بولتے بولتے خاموش ہوگیا۔ سامنے سے اسے گومی سیانا آتی ہوئی نظر آئی تھی۔ ایمرے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"لو ٹاری ویگا کی بہت سی کہانیاں متحرک ہو کر ہمارے قریب آ رہی ہیں۔" ایلما نے بھی گومی سیانا کو دیکھا اور آہستہ سے بولی۔

"یقین کرو ایمرے، مجھے اس عورت سے بڑا خوف محسوس ہوتا ہے۔"

"ارے نہیں کیوں۔ وہ تو بڑی نرم خو عورت ہے۔"

"ہاں بے شک نرم خو ہے لیکن عجیب و غریب اور پراسرار عورت۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پراسرار تو وہ ہے۔ ستاروں کی ماہر۔"

گومی سیانا مسکراتی ہوئی ان کے قریب پہنچ گئی اور بولی۔

"جب مجھے کسی سے گفتگو کرنا ہوتی ہے تو نہ تو میں اجازت لیتی ہوں اور نہ ہی اپنی مداخلت پر معذرت کرتی ہوں اور آرام سے ان لوگوں کے پاس آکر بیٹھ جاتی ہوں جن سے مجھے گفتگو کرنا ہوتی ہے۔" وہ ان کے سامنے بیٹھ گئی اور دونوں مسکرانے لگے۔

"نہیں معزز خاتون ہم آپ کی آمد سے ناخوش نہیں ہیں۔"

"واپس جاؤ گے تو واپس آجاؤ گے سمجھے، نقصان اٹھانا پڑے گا۔ نقصان اٹھانا پڑے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے کہا نا واپس جاؤ گے تو واپس آنا پڑے گا۔ وقت تمہیں خود بخود پہنچا دے گا کیونکہ ٹاری ویگا کی زمین جب کسی کو آواز دیتی ہے تو اس آواز کا ایک مقصد، ایک محور ہوتا ہے۔ دونوں حیرت سے ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے۔ گومی سیانا کو یہ بات کیسے معلوم ہوگئی کہ واپس جانے کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ ایمرے نے کہا۔

"کیا آپ کو ہمارے خیالات کا علم ہے؟"

"مجھے نہیں ستاروں کو........" گومی سیانا نے جواب دیا۔

"ستاروں کو........"

"ہاں ستارے جانتے ہیں ستارے بہت کچھ جانتے ہیں اور کبھی کبھی یہ مجھ سے باتیں بھی کر لیتے ہیں۔" کہہ رہے تھے کہ محبت بھرے دل ایک دوسرے کے لئے مضطرب

ہیں، واپسی کا ارادہ رکھتے ہیں اور واپس جانا چاہتے ہیں۔ لیکن ان کا واپس جانا مناسب نہیں ہوگا۔ میں نے سوچا کہ ستاروں کی پیش گوئی تمہیں بتا دوں، ہو سکتا ہے تمہارے دل میں واپسی کا خیال ابھر رہا ہو۔"

ایمرے اور ایلما ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ پھر گومی سیانا نے کہا۔

"اتنا بتا دینا میرا فرض تھا۔ باقی فیصلے تمہارے اپنے ہوں گے۔"

"بیٹھیے آپ اٹھ کہاں رہی ہیں؟"

"نوجوانی کی عمر میں جب انسان ایک دوسرے کی قربت میں ہوتا ہے تو کسی دوسرے کی موجودگی اسے پسند نہیں آتی۔"

"یہ بات بھی آپ کو ستاروں نے بتائی ہے۔" ایمرے نے ازراہ مذاق پوچھا۔

"نہیں یہ میرا تجربہ ہے۔"

"میڈم سیانا آپ سے باتیں کرنے کو دل چاہتا ہے؟"

"سچ کہہ رہے ہو یا جھوٹ؟"

"بالکل سچ۔"

"تو میں بیٹھ جاتی ہوں، باتیں کرو۔ میں تو خود لوگوں سے باتیں کرنا چاہتی ہوں پر کیا کروں، انسان جب دوسروں سے ذرا سا مختلف ہوتا ہے تو لوگ اس سے ہٹے ہٹے رہتے ہیں کبھی اس کی عزت و احترام کے نام پر اور کبھی اس کی عمر سے نفرت کرتے ہیں وہ........"

"لیکن ہم آپ سے نفرت نہیں کرتے۔"

"میں جانتی ہوں........بولو کیا بات ہے........؟"

"اصل میں ہمارے دلوں میں یہ بات آئی تھی کہ ہم واپس چلے جائیں یہاں سے آپ کو پوری کہانی کا علم ہو چکا ہے۔ ایلما کے والدین اس مہم میں اپنی زندگی کھو بیٹھے ہیں اس کے دل پر ان کا شدید صدمہ ہوگا۔ لیکن اس مہم جوئی کے دوران وہ اپنے صدمے کے احساس سے بھی نہیں نمٹ سکی۔ میں جانتا ہوں کہ اس کے دل پر کیا بیت رہی ہوگی

اور پھر یہ پر صعوبت سفر۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔ لیکن ایک بات کہوں تم سے۔ یہ صدمہ جو اس مر کا ہے دوسرے نقصانات بھی پیدا کر سکتا ہے سمجھ رہے ہو۔ نرم بستر، گرم ماحول، پرسکو زندگی جب کسی احساس کو دل میں جگہ دے دیتی ہے تو پھر اس احساس کے سوا اور ک تکلیف نہیں ہوتی اور وہ تکلیف شدت اختیار کر جاتی ہے۔ اگر ایلما اپنے والدین کا سو منانے کے لئے اپنے گھر کے کمرے میں قید ہو جائے گی تو بہت سی بیماریاں اس کی جانب لپک پڑیں گی اور اسے اپنی آغوش میں لے لیں گی جبکہ اس مہم جوئی میں جگہ جگ صدمے، پریشانیاں، تکلیف اور تھکن موجود ہے اور جوں جوں وقت گزرے گا احسا تقسیم ہوتا رہے گا اور پھر یہ صدمے کے اثرات کو بھول جائے گی، بعد میں سکون کے لمحات ملے بھی، تو والدین کی موت قصہ پارنیہ بن چکی ہوگی اور یہ سب کچھ اس کی صحت کے لئے بہت اچھا ہے۔ مرنے والے تو بے شک مر گئے لیکن موت کو اپنی جانب اشار سے بلانا کوئی اچھی بات تو نہیں ہے، مہم جوئی میں دلچسپی لیتے رہو۔ ٹاری ویگا جو کچھ بھی ہے جیسا بھی ہے تمہارا ہے ایمرے اور تمہیں وہاں جانا ہے، کیونکہ ایک بار.........ایک بار، ٹاری ویگا کی سرزمین تمہارے قدم چومنا چاہتی ہے۔ یہ میں کہہ رہی ہوں گومی سیانا۔"

ایمرے اور ایلما اس کے ان الفاظ سے بہت متاثر ہوئے تھے۔ ایمرے نے دلچسپی سے کہا۔

"معزز بزرگ خاتون آپ تو ٹاری ویگا میں ایک طویل عرصہ رہ چکی ہیں؟"

"ہاں۔"

"ہم اس کے بارے میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

"لوگ مجھ سے ٹاری ویگا کے بارے میں پوچھنا چاہتے تھے اور میں نے انہیں اس کی ساری تفصیل بتا دی ہے اب کونسی ایسی نئی بات ہے جو تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو؟"

"اگر ہم آپ سے کچھ سوال کرنا چاہیں آپ ناراض تو نہیں ہوں گی۔"

"نہیں ہوں گی بالکل نہیں۔" اس نے کہا۔

"آپ بھی نوجوان ہوں گی کسی وقت معزز گومی سیانا؟"

"ہاں زندگی کے مختلف مراحل ہوتے ہیں اور میں ان تمام مراحل سے گزر کر یہاں پہنچی ہوں، بچی بھی تھی، نوجوان بھی ہوئی اور اب بوڑھی ہو چکی ہوں۔"

"آپ نے وہاں کسی سے محبت کی؟" ایمرے نے سوال کیا اور گومی سیانا اسے ھنے لگی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"ہاں......... لیکن وہ اتنی طویل کہانی ہے کہ مجھ سے اس کے بارے میں مزید کچھ ت پوچھنا۔"

"بتائیں گی نہیں ہمیں؟"

"نہیں۔"

"اچھا یہ بتائیے کہ وہاں زندگی کا انداز کیسا ہوتا ہے؟"

"وہ تم خود دیکھو گے.........پہلے سے بتانا تمہارے ذہن میں نجانے کیسے کیسے وسے پیدا کر دے گا اور میرا یہ مسلک نہیں ہے۔ جو گفتگو تم مجھ سے کرنا چاہتے ہو اور سوالات تم مجھ سے اس کے بعد کرو گے، مجھے احساس ہو گیا ہے کہ وہ کیا ہوں گے۔ ن چونکہ ان کا کوئی جواب میرے پاس موجود نہیں ہے اس لئے میں تمہارے پاس رکنا ی پسند نہیں کروں گی۔" گومی سیانا اپنی جگہ سے اٹھی اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی چل ی۔ ایمرے اور ایلما اسے عجیب سے نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

سفر جاری تھا اور وہ لوگ اپنی مہم کی کامیابی کے لئے سرگرداں، پوری ذہانت ذمہ داری کے ساتھ ہر شخص اپنے اپنے فرائض پورے کر رہا تھا اور اس کے بعد مز دنوں تک کوئی ایسی صورت حال نہیں پیش ہوئی تھی جو سنگین نوعیت کی حامل ہو ویسے تو صحرائے اعظم کا سفر آسان نہیں تھا، اور اپنے اندر نجانے کیسے کیسے مراحل رکھ لیکن بہرحال وہ ان مرحلوں سے گزر رہے تھے، ہر شخص اپنے اپنے طور پر اپنے مش بھی جاری رکھے ہوئے تھا اور اپنے طور پر خوش بھی تھا خاص طور سے دلوں میں کے جذبات رکھنے والے افراد جو اب تعداد میں خاصے ہوگئے تھے، اپنے اپنے لئے پر گوشے تلاش کر لیتے تھے۔ اس وقت بھی عرشی گل کو ٹہلاتی ہوئی آگئی تھی اور نادر نے اسے تاک لیا تھا۔ عرشی ایک بڑے پتھر کی آڑ میں بیٹھی تو نادر شاہ عقب سے اس قریب پہنچ گیا۔

"ہاں اب میں آگیا ہوں۔" اس نے کہا اور عرشی چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیوں آگئے ہیں آپ؟"

"اب زیادہ چالاک بننے کی کوشش مت کرو۔"

"کیا مطلب ہے؟" عرشی نے کہا اور نادر شاہ بیٹھ گیا۔

"اس طرف کیوں آئی ہو؟"

"کیوں ادھر آنا منع ہے؟"

"کون کہتا ہے منع ہے؟"

"تو پھر؟"

"میرا مطلب ہے تمہارے یہاں آنے کی وجہ کیا ہے؟"

"ارے کمال کرتے ہو۔ گل کو ٹہلاتی ہوئی اس طرف آگئی تھی۔"

"گل کو ٹہلاتی ہوئی یا دوسروں کو ٹہلاتی ہوئی۔"

"میں پھر تم سے وہی سوال کروں گی کہ مطلب کیا ہے تمہارا؟"

"عورت کے اندر ایک چیز ہمیشہ قائم رہتی ہے اور لوگ اس کی مثالیں دیتے رہے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے میں ان مثالوں کو سن سن کر ہنستا رہا ہوں۔"

"کون سی مثال؟"

"یہی کہ عورت کی ہاں ناں کی شکل میں ہوتی ہے اور ناں ہاں کی شکل میں ...."

"کیوں عورت پاگل ہوتی ہے کیا؟"

"اللہ جانے بس عشق محبت کے معاملے میں اس کا ہمیشہ ایک ہی انداز رہا ہے۔"

"تم پر اس کے علاوہ اور کوئی بھوت بھی سوار ہوتا ہے؟"

"بھوتنی.........بھوتنی........." نادر شاہ نے کہا اور عرشی اسے گھورنے لگی۔

"بتاؤں ابھی؟"

"ارے نہیں نہیں۔ بب.........بتانے کی کیا ضرورت ہے بہت سی باتیں میں خود سمجھتا ہوں۔"

"تمہارا خیال تھا کہ میں یہاں تنہائی میں اس لئے آئی ہوں کہ پیچھے سے تم آجاؤ۔"

"ہاں بالکل اور یہ خیال نہیں ایک حقیقت ہے۔"

"منہ دھو رکھیں جناب۔"

"کیوں؟"

"اوہو دیکھو کون آرہا ہے۔" عرشی نے کہا اور خاموش ہوگئی۔ آنے والی ریٹا

ہاروے تھی۔ مسکراتی ہوئی قریب آئی اور بولی۔

"سوری بھئی.......... دیکھو میاں بیوی کو تنہائی کی ضرورت بھی ہوتی ہے اور اس تنہائی کو ختم کر دیتے ہیں کبھی کبھی تو دل چاہتا ہی ہو گا کہ تم لوگوں کو تنہائی نہ ہو؟"

"آیئے میڈم ہاروے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" عرشی نے کہا۔

"جی نہیں میں آپ کے پاس بیٹھنے نہیں آئی بلکہ آپ کو تھوڑی سی تنہائی دینا چاہتی ہوں۔"

"میں سمجھی نہیں۔" عرشی بولی اور ریٹا ہاروے نے گل کو اس کی آغوش سے لیا۔

"کچھ دیر کے لئے ادھار دے دو۔ یہ بچی مجھے بہت اچھی لگنے لگی ہے۔"

عرشی نے کچھ اعتراض نہیں کیا اور مسکراتی رہی۔ ریٹا ہاروے گل کو لے کر چلی گئی تھی۔

"سبحان اللہ اس دنیا میں کیسی کیسی نیک عورتیں پڑی ہوئی ہیں۔ دیکھا تم نے؟ خراج ادا کر رہی ہے ہمیں ہمارے احسانات کا۔"

"کبھی کبھی دل چاہتا ہے تمہیں خوب ماروں۔"

"ارے ارے شادی سے پہلے.........." نادر شاہ نے کہا اور عرشی ہنس پڑی۔

"نادر شاہ تم بہت عجیب آدمی ہو!"

"یہ عجیب کا دوسرا رنگ کیا ہو گا؟"

"کچھ نہیں۔" عرشی منہ پھلا کر بولی۔

"میں تو ہنستا ہوں سر ہدایت اللہ پر۔"

"مذاق مت اڑانا میرے ڈیڈی کا۔"

"ارے کون مذاق اڑا رہا ہے' وہ جانتی ہو وہ میرے لئے کس حیثیت کے حامل ہیں۔ یعنی یعنی کمال ہے سارا احسان تو انہی کا ہے۔ نہ وہ تمہارے باپ بنتے اور نہ

میرے سامنے ہوتیں اور نہ میں تم سے عشق محبت کی باتیں کر رہا ہوتا۔"

"یہ پتھر اٹھا کر ماروں گی اگر کوئی فضول بات تم نے اپنے منہ سے نکالی۔"

"آنکھوں کے بارے میں کیا خیال ہے۔" نادر شاہ نے پوچھا۔ اور ایک بار پھر انہیں خاموش ہونا پڑا۔ پھر قدموں کی چاپ سنائی دی تھی۔ نادر شاہ دانت پیس کر بولا۔

"میرا خیال ہے وہ گل کو لے کر واپس آ گئی۔ یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ تھوڑا سا وقت اسے دینا چاہیے تھا۔ یا پھر یہ عورت بار بار ہمارے ارد گرد چکرا کر ہماری باتیں سننا چاہتی ہے۔"

"نہیں بہت شریف عورت ہے۔" عرشی نے کہا۔ اور وہ لوگ تھوڑے سے آڑ میں ہو کر انہیں دیکھنے لگے۔ لیکن پھر جو کچھ انہوں نے دیکھا اسے دیکھ کر ان کی آنکھیں دلچسپی سے پھیل گئی تھیں۔ آنے والے الاشا اور فیروز تھے۔ جو دبے قدموں اسی سمت آ رہے تھے۔

"ویری گڈ' ویری گڈ' یہ حضرات' اماں دیکھ رہی ہو' عرشی بی بی' ان کے آنے کا انداز' یہ نوجوان ویسے اچھی شکل و صورت کا مالک ہے' لیکن یہ جنگلی پھول اس کے چکر میں کیسے پڑ گیا؟"

"خاموش رہو' وہ لوگ ہماری سرگوشی سن لیں گے۔" عرشی نے کہا اور نادر شاہ ساکت ہو کر بیٹھ گیا' فیروز اور الاشا کوئی ایسی ہی دور دراز کی جگہ تلاش کر رہے تھے اور پھر یہ بھی اتفاق تھا کہ انہیں بھی یہ اونچی چٹان پسند آئی اور یہ بھی شکر تھا کہ انہوں نے اس کے عقب میں بسیرا کیا' اب کیفیت یہ تھی کہ یہ چٹان ان دونوں کے درمیان رکاوٹ بنی ہوئی تھی اور دونوں جوڑے ایک دوسرے سے پشت لگائے ہوئے بیٹھے تھے' الاشا کی آواز ابھری۔

"یہ بہت اچھی جگہ ہے۔"

"کیسے الاشا؟"

"پتہ نہیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی کہ تم کسی بات کا اظہار بھی کرتی ہو اور بعد میں کہہ دیتی ہو کہ نہیں؟"

"تم برا مانتے ہو میری بات کا؟"

"تمہاری کسی بات کا تو میں برا مان ہی نہیں سکتا۔"

"دیکھو، میں تم سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ میں نے اپنے قبیلے اور پہاڑوں کے اس غار کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا ہے، بہت سی باتیں میرے دل میں آتی ہیں، لیکن میں ان کا مطلب نہیں جانتی، بس دل میں آجاتی ہیں اور سوچتی رہتی ہوں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟"

"سوری الاشا۔"

"نہیں، میں کچھ کہہ تو نہیں رہی، تم نے ابھی کہا تھا نا کہ یہ جگہ مجھے کیوں پسند آئی تم سچ مانو میں اس کا جواب نہیں دے سکتی بس یہاں کی خاموشی مجھے اچھی لگی ہے۔"

"جواب میں دوں الاشا۔"

"میرے دل کی باتوں کا جواب تم کیسے دے سکتے ہو؟"

"اگر تمہارے دل کی باتوں کا جواب نہ دے سکتا تو تم سے محبت کا دعویٰ کیسے کرتا؟"

"تو کیا جب لوگ محبت کرتے ہیں تو ایک دوسرے کے دل کی باتیں جان لیتے ہیں۔" الاشا نے پوچھا۔

"تو اور کیا، دل ہی تو کہتا ہے کہ کس کے دل میں، کسی کے لئے کتنا پیار ہے۔"

"سچ.........!" الاشا حیرت سے بولی۔

"ہاں، اور کیونکہ تم دنیا کے بارے میں نہیں جانتی، اس لئے جو کچھ میں تمہیں بتاؤں، وہ تم اپنے ذہن میں رکھنا۔"

"ٹھیک ہے، الاشا نے کہا، عرشی نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا اور ہنسی روکنے کی کوشش کرنے لگی، نادر شاہ ایسی ہی حرکات کر رہا تھا۔ اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا

اسے ہنسانے سے باز رہے، ہنسی نکل گئی تو سارا کھیل خراب ہو جائے گا اور نادر شاہ نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی، پھر اس کی آواز ابھری۔

"الاشا تم جانتی ہو، محبت کیا چیز ہوتی ہے؟"

"جتنا تم نے بتایا تھا، بس اتنا ہی جانتی ہوں۔"

"کیوں، اس سلسلے میں تمہارا دل کچھ نہیں کہتا؟"

"کیا، دل بولتا ہے؟"

"ہاں، خاموشی کی زبان۔"

"پلیز، میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔"

"چلو ٹھیک ہے میں تمہارا استاد بن جاتا ہوں۔"

"تو پھر بن جاؤ، مجھے بتاتے رہا کرو۔" الاشا نے کہا۔

"تنہائی، محبت کرنے والوں کے لئے سب سے خوبصورت چیز ہوتی ہے، یاد رکھنا۔"

"ٹھیک ہے، جب میں کسی بات کو یاد رکھنا چاہتی ہوں نا تو پھر وہ مجھے یاد رہتی ہے۔"

"ویری گڈ، تم ایک اچھی طالب علم ہو۔"

"شکریہ۔"

"الاشا جب سے میرے اور تمہارے درمیان محبت کا آغاز ہوا ہے تم نے اپنے اندر کچھ تبدیلیاں محسوس کی ہیں؟"

"غور کرلوں۔" الاشا بولی اور چند لمحات کے لئے خاموشی طاری ہو گئی، پھر اس نے کہا۔

"کوئی خاص نہیں، بس یہ ہے کہ پہلے جب میں رات کو کھانا کھانے کے بعد آنکھیں بند کرتی تھی تو مجھے فوراً نیند آجاتی تھی اب ایسا ہوتا ہے کہ میں تمہارے بارے میں سوچتی ہوں۔"

"کیا؟" فیروز کی آواز میں دلچسپی تھی۔

"وہ باتیں جو تم مجھ سے کہتے ہو۔ مثلاً" تمہاری دنیا' تم کہتے ہو' وہاں بہت بڑے اور اونچے گھر ہوتے ہیں' جو جھونپڑوں سے بہت مختلف ہوتے ہیں' میں سوچتی ہوں وہ گھر کیسے ہوتے ہوں گے۔"

"بے حد خوبصورت الاشا' اتنے اچھے کہ دیکھو تو بس حیران رہ جاؤ' وہاں بہت اچھے اچھے لوگ رہتے ہیں۔"

"سب ایک دوسرے سے ملتے ہوں گے؟"

"ہاں' کیوں نہیں۔"

"اور کیا وہاں جنگیں ہوتی ہیں؟"

"گھروں میں؟"

"ہاں میرا' مطلب ہے کہ ڈاکو آتے ہیں وہاں اور بستیاں جلا دیتے ہیں؟"

"نہیں' ایسا نہیں ہوتا۔"

"نہیں ہوتا؟"

"بالکل نہیں۔"

"تب تو وہ واقعی اچھی جگہ ہوگی۔"

"تم چلو گی نا میرے ساتھ؟"

"ہاں چلوں گی' لیکن گومی سیانا کو ساتھ لے چلیں گے ہم؟"

"اگر گومی سیانا جانا چاہے گی تو میں اسے منع تو نہیں کروں گی۔"

"وہ جائے گی ہمارے ساتھ وہ مجھے بہت چاہتی ہے۔"

"کیا' مجھ سے بھی زیادہ؟"

"ابھی تمہارے بارے میں مجھے اتنی معلومات نہیں ہوئی ہیں۔"

"تو پھر جان لو الاشا" کہ اس دنیا میں تمہیں مجھ سے زیادہ کوئی نہیں چاہتا۔"

"کیا تم میری پرورش کرو گے' جس طرح گومی سیانا نے مجھے اپنے سینے سے لگا کر پالا ہے؟"

"تم سینے کی بات کرتی ہو' میں تمہیں اپنے پورے وجود میں اتار لوں گا۔"

"اتار لوگے؟"

"ہاں' الاشا۔"

"مم' مگر کیسے' میری سمجھ میں تو یہ طریقہ آتا نہیں ہے؟"

"میں' تمہیں بتانا نہیں چاہتا۔"

"کیوں؟"

"سنا ہے' کہ وقت سے پہلے اگر کوئی کسی کو اپنے تصور کی بھینٹ چڑھا لے تو وہ شرافت اور انسانیت نہیں ہوتی' دیکھو الاشا میں کب سے زندہ ہوں' ناجانے کب سے میں اپنے ماحول میں وقت گزار رہا ہوں' میں اچھا آدمی نہیں تھا الاشا' میں نے بہت برائیاں کی ہیں اپنی زندگی میں' جرم کی زندگی تھی میری اور مجرمانہ ذہنیت کے تحت ہی میں یہاں تک آیا تھا اور نہیں جانتا تھا کہ وقت کبھی میرے اندر شرافت کا کوئی لمحہ بیدار کر دے گا لیکن الاشا اب جب تم میرے سامنے آئی ہو تو میں نے اپنا جائزہ لیا ہے' میں نے ایک بار پھر اپنی زندگی کی کتاب کھولی ہے' ماضی کی کتاب اور اس کتاب کو پڑھا ہے میں نے' مجھے خود احساس ہوا کہ میں کوئی اچھا آدمی نہیں ہوں' بہت بڑی شخصیت رہی ہے میری' لیکن الاشا میرا دل چاہتا ہے کہ میں اچھا آدمی بنوں تمہارے لئے اور الاشا تم میری زندگی میں شامل ہوگئیں تو یقین کرو میں ایک اچھا انسان بن جاؤں گا اور اگر نہ ہوئیں تو شاید برائیاں میرے اندر اور زیادہ طاقتور ہو کر ابھر آئیں' سمجھ رہی ہو نا' اس وقت تم جو گفتگو کر رہی ہو الاشا' میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنے اس پیار کی تکمیل کرلوں جو میرے دل میں تمہارے لئے ہے' لیکن تم معصوم ہو' کچھ نہیں سمجھو گی کچھ نہیں جانو گی' میرے ضمیر پر خود ہی بہت سے داغ لگ جائیں گے' میں اب اپنے ضمیر کو داغ دار نہیں کرنا چاہتا الاشا' میں' تمہیں سچے دل سے چاہتا ہوں اور سچائیوں کا تقاضہ یہی ہے' کہ تمہیں جائز مقام دوں جو تمہارا حق ہے' محبت میں بھی اگر فریب سے کام لیا جائے تو پھر اس محبت کو سچا نہیں کہا جاسکتا۔"

"توبہ' توبہ۔" الاشا نے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لئے اور بولی۔

"قسم لے لو مجھ سے ایک لفظ جو میری سمجھ میں آیا ہو۔"

"توبہ ہے۔" فیروز نے اس انداز میں کہا کہ عرشی کے حلق سے قہقہہ آزاد ہو گیا اس کے دونوں ہاتھ منہ سے ہٹ گئے تھے اور ایک دم ہنسی کا پھندا لگ گیا تھا' نادر شاہ اچھل پڑا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی چٹان کے عقب سے بھی آوازیں سنائی دی تھیں' فیروز اور الاشا حیران حیران سے ان کے سامنے پہنچ گئے نادر شاہ نے فوراً" ہی صورت حال کو سنبھالا اور فیروز کو دیکھ کر بولا۔

"ہیلو؟"

"ہیلو۔" فیروز مشکوک نگاہوں سے انہیں دیکھتا ہوا بولا۔

"کیا دیکھ رہے ہو پیارے بھائی' ہم دونوں سندیافتہ میاں بیوی ہیں بلکہ بچہ یافتہ ہیں تم لوگوں کو معلوم ہے۔" فیروز کے چہرے پر شرمندگی کے آثار پھیل گئے اور اس نے کہا

"نہیں وہ' بب بس ایسے ہی آپ لوگ' آپ لوگ کب سے یہاں بیٹھے ہیں؟"

"اماں' کیا پولیس میں نوکری کرتے رہے ہو؟" نادر شاہ نے کہا۔

"نہیں' مم' میں' میں ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔"

"بہت دیر سے بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"خاموش؟"

"پھر وہی۔"

"بھئی سردار خان میں کسی برے ارادے کی وجہ سے نہیں پوچھ رہا' بس ایسے ہی اصل میں ہم لوگوں کو تمہاری آواز نہیں سنائی دی تھی۔"

"تم لوگ کہاں سے آ رہے ہو' اوہو الاشا۔" سردار خان نے کہا۔

"بس یونہی ٹہلتے ہوئے اس طرف نکل آئے تھے۔"

"ہوں' چلو ٹھیک ہے' ظاہر ہے' یہاں چہل قدمی سے کسی نے منع نہیں کیا کسی کو' ٹہلو' ٹہلو' ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"وہ' اصل میں یار کیا کہوں۔" فیروز نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کوئی مشکل پیش آ گئی ہے۔" نادر شاہ نے رازداری سے سوال کیا اور عرشی پھر بڑی' فیروز چونک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

"کیوں آپ ہنسی کیوں شمسہ؟"

"میں تو تھوڑی دیر پہلے بھی ہنسی تھی۔" عرشی نے کہا اور پیٹ پکڑ پکڑ کر ہنسنے لگی' فیروز خجل لہجے میں بولا۔

"مجھے اندازہ ہو گیا ہے' آپ لوگوں نے ہماری باتیں سن لی ہیں۔"

"کہاں' ہم تو تمہارے نزدیک تک نہیں آئے۔"

"نہیں' سن لی ہیں آپ نے بس۔" فیروز نے کہا۔

"ارے بھائی' کیوں جھگڑا مول لے رہے ہو۔"

"کون جھگڑا مول لے رہا ہے' میں تو بس شرمندہ ہو رہا ہوں۔"

"اچھا' دیکھا شمسہ کیسے شرمندہ ہوا جاتا ہے' تم ہمیشہ مجھے کہتی تھیں کہ شرم کرو' نرم کرو' اب دیکھو شرم کرنا' کوئی خاص کام نہیں ہوتا' فیروز صاحب کر رہے ہیں۔"

"سردار خان تم بہت شاندار آدمی ہو' میں دل سے تمہاری عزت کرتا ہوں' یار میری مدد کرو' شمسہ جی آپ بھی میرے لئے کچھ کیجئے۔"

"بتائیے کیا کروں آپ کے لئے؟"

"سب کچھ پتہ چل چکا ہے آپ کو' اب زیادہ بننے کی کوشش مت کیجئے۔"

"بھئی' ہمیں کچھ نہیں پتہ چلا' پہلے ہمیں پتہ چلواؤ' بیٹھو' بیٹھو' بیٹھ جاؤ' یہ جگہ محبت کرنے والوں کے لئے نہایت کار آمد ہے۔"

"بیٹھو الاشا۔" فیروز نے کہا اور الاشا بیٹھ گئی۔ وہ واقعی بہت معصوم تھی۔ بالکل کسی جنگلی ہرن کی مانند' فیروز نے کہا۔

"آپ لوگوں کو قسم ہے اپنی بچی کی' سچ سچ بتائیے آپ نے ہماری باتیں سن لی تھیں نا؟"

"یار یہ تو بڑی گڑبڑ ہو گئی' آخر ہماری ہونے والی بچی ہمارے لئے کوئی حیثیت رکھتی

ہے نا۔" نادر شاہ نے عرشی سے کہا اور عرشی ہنستے ہنستے اٹھ گئی پھر بولی۔

"جی ہاں' بات تو واقعی مشکل ہوگئی ہے' کہیئے میں کوئی انکشاف کروں۔"

"کک' کیسا انکشاف۔" نادر شاہ بوکھلا کر بولا۔

"آپ جو بہت زیادہ چہک رہے ہیں نا اس کے جواب میں مجھے بھی چہکنا چاہیے۔"

"چھوڑو' چھوڑو' اس وقت مسئلہ ان لوگوں کا ہے ہم اپنی باتیں کہاں لے بیٹھے۔"

نادر شاہ بوکھلا کر بولا' فیروز دونوں کی صورت دیکھ رہا تھا پھر اس نے پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"بخدا تم لوگوں کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی؟"

"اماں فیروز بھائی' سیدھا سیدھا عشق کرو' ابھی تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو' دلی دور پڑی ہوئی ہے' وقت خود فیصلے کرے گا ویسے مشغلہ جاری رکھو کوئی ہرج نہیں ہے۔"

"سردار خان' یہ لڑکی واقعی مجھے بہت پسند آئی ہے اور میں کسی وقت تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گا۔"

"جتنا اسے بتایا ہے اس سے زیادہ بتاؤ گے۔"

"اب بھی یہ نہیں' کہو گے کہ تم نے سب کچھ سن لیا ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے سن لیا ہے۔"

"تو پھر مجھے مشورہ دو نا۔"

"میں کوئی تجربہ کار عاشق نہیں ہوں' اگر ہوتا تو اپنا کام نہ بن چکا ہوتا اب تک۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے کہ تم اس سے اپنا سلسلہ جاری رکھو لڑکی تمہاری جانب متوجہ نظر آتی ہے' باقی مسئلہ رہ گیا گومی سیانا کا تو وہ بے چاری بھی اسے کب تک سنبھال سکے گی لیکن اس وقت تک اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھو' جب تک کہ ہماری مہم ختم نہ ہو جائے۔"

"گویا باقی سلسلہ جاری رکھوں؟"

"میرا خیال ہے گومی سیانا کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"ہوں' آؤ الاشا ہم بھلا ان تجربہ کار لوگوں کے درمیان کہاں رہ سکتے ہیں' کوئی اور تلاش کریں۔" الاشا خاموشی سے اٹھ گئی تھی اور فیروز اسے لے کر آگے بڑھ گیا تھا' رشی پھر ہنسنے لگی اور نادر شاہ اسے گھورنے لگا۔

"نجانے کیسی کیسی رومانی گفتگو سننے کو ملتی' تمہاری ہنسی نے خانہ خراب کر دیا۔"

"یار نادر شاہ ایک بات بتاؤں' عشق کرنے والے سارے کے سارے بے وقوف وجاتے ہیں' عقل مندی کی کوئی بات ان کی زبان سے کبھی نہیں نکلتی۔"

"ہو سکتا ہے' آپ کا تجربہ مجھ سے زیادہ وسیع ہو۔" نادر شاہ نے منہ بنا کر کہا اور رشی مسلسل قہقہے لگاتی رہی۔

"ادھر دیکھیئے آپ کے والد صاحب بھی آ رہے ہیں۔" نادر شاہ نے کہا اور عرشی کے قہوں کو بریک لگ گیا۔

"کک' کہاں؟"

"وہ پیچھے۔"

"ارے باپ رے' اب کیا ہوگا؟"

"کیوں خیریت؟"

"کیا بکواس کر رہے ہو' دنیا کو علم نہیں ہے لیکن ڈیڈی تو سب کچھ جان چکے ہیں۔"

"آیئے پھر اٹھیں یہاں سے' سارا کھیل تو خراب ہو گیا ہے۔" دونوں کھڑے وگئے' عرشی نے پلٹ کر پیچھے دیکھا اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگی' پھر بولی۔

"کہاں ہیں ڈیڈی؟"

"وہاں دوسروں کے ساتھ' آیئے۔" نادر شاہ نے کہا اور تیز تیز قدموں سے آگے بڑھ گیا۔

زاہد خاموش رہنے والا آدمی تھا' اس پورے سفر میں اس نے بہت کم گفتگو کی اور بہت کم کسی معاملے میں مداخلت کی تھی' اپنا کام خاموشی سے سر انجام دینے وا شخص' دوسروں کی توجہ بھی نہیں حاصل کر سکا تھا اور پھر مرزا نصیر بیگ کا ساتھی تھا ان لوگوں نے اپنے ساتھ رکھ تو لیا تھا' لیکن ہر شخص اس سے احتیاط برت رہا تھا' پرا کے درمیان' مرزا نصیر بیگ کی وجہ سے جو گڑ بڑ پیدا ہوئی تھی اس نے سب کو مشکا میں ڈال دیا تھا' ورنہ شاید اس مہم کی ضرورت نہ پیش آتی اور سارا کام اسی وقت ہو مرزا نصیر بیگ کی یہ کمینگی وہیں پر ختم نہیں ہوئی' بلکہ جب اپنی سازشوں میں ناکام ہو شہر پہنچا' تب بھی اس نے اپنی برائیوں کا دائرہ بڑھائے رکھا اور ناجانے کیا کیا حرکتیں مائیکل بائر' ریٹا ہاروے اور لارک اینجلو تو دل سے اس کے مخالف تھے' خود کنور علی وغیرہ بھی اس سے خوش نہیں تھے' کیونکہ اس نے آخری کام اس داستان کا منظر لاکر کیا تھا اس طرح ان لوگوں کے لئے کافی مشکلات پیدا کر دی تھیں' لیکن اب جب ویران صحرا میں وہ دوبارہ ان لوگوں کو ملا' تو اس کے لئے ان کے دلوں میں نفرتیں رہیں' لیکن انہوں نے انسانی ہمدردی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور مائیکل بائر کی کے باوجود اسے اپنے ساتھ رکھ لیا.........' زاہد کو ایک ایک بات کی خبر تھی اور کبھی وہ ایک عجیب سی شرمندگی محسوس کرنے لگتا تھا' جب وہ دیکھتا کہ تمام لوگ آپس میں

ں رہے ہیں' صرف مرزا نصیر بیگ ہے' جیسے کوئی اہمیت نہیں دیتا اور اس کی وجہ سے اہد کو بھی بری نگاہ سے دیکھا جاتا ہے' ایسے موقع پر زاہد ایک عجیب سی خلش محسوس رنے لگتا تھا' اس وقت بھی وہ دوسروں سے الگ تھلگ بیٹھے ہوئے تھے' مرزا نصیر بیگ یک چاقو سے ایک چھوٹی سے لکڑی کو نوک دار چھیل رہا تھا اور کس سوچ میں گم تھا' زاہد سے دیکھتا رہا' پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر اپنی جگہ سے اٹھا اور نصیر بیگ کے پاس پہنچ گیا۔

"کیا بات ہے سر' آپ کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔" نصیر بیگ نے نظریں اٹھا کر زاہد کو دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی' زاہد نے اس کی مسکراہٹ کے بدلے ہوئے انداز کو محسوس کیا اور ناجانے کیوں اس کے ذہن میں کچھ خدشات جنم لینے لگے' وہ مرزا نصیر بیگ کے پاس بیٹھ گیا تھا' مرزا نصیر بیگ نے چھلی ہوئی لکڑی کو نوک کی طرف سے زمین میں گاڑھ دیا اور چاقو بند کر کے جیب میں ڈال لیا۔

"کیا بات ہے زاہد؟"

"کچھ نہیں سر۔"

"پھر بھی تمہارے ذہن میں کچھ ضرور ہے؟"

"جی سر۔"

"کیا مجھے بتانا پسند کرو گے؟"

"سر کوئی خاص بات نہیں ہے' بس ایسے ہی ان حالات کے بارے میں سوچ رہا تھا' آپ ان سب سے الگ کیوں رہتے ہیں؟"

"اس لئے کہ وہ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔"

"لیکن سر' میرا خیال ہے اب انہوں نے آپ سے نفرت کرنا چھوڑ دی ہے۔"

"انہوں نے چھوڑی ہے۔" مرزا نصیر بیگ بولا۔

"کیا مطلب؟"

"میں اب بھی ان سے اتنی ہی نفرت کرتا ہوں۔"

"جی!"

"ہاں زاہد، میرے اور ان کے درمیان صرف اور صرف نفرت کا رشتہ ہے۔"

"سر، لیکن آپ کی طرف سے وہ لوگ تو نارمل ہیں۔"

"وہ لوگ جاہل ہیں۔" نصیر بیگ بولا اور زاہد عجیب سی نظروں سے اسے دیکھنے لگا، پھر اس نے کہا۔

"سر، میں گہری باتیں بہت کم سمجھتا ہوں۔"

"نہیں، نہیں کوئی اہم بات نہیں ہے زاہد، بس میرا ذہن سوچ میں ڈوبا رہتا ہے۔"

کوئی خاص سوچ ہے سر۔

"میری تمام سوچیں خاص ہی ہوتی ہیں، زاہد تم ایک بات بتاؤ؟"

"جی سر۔"

"کیا اتنے سارے افراد مل کر، کوئی اہم کارنامہ سرانجام دے سکتے ہیں؟"

"جی۔" زاہد بولا۔

"کیا اتنے سارے افراد مل کر، کوئی اہم کارنامہ سرانجام دے سکتے ہیں؟"

"جی۔" زاہد بولا۔

"کتنی بھیڑ جمع کرلی ہے ان لوگوں نے، یہ آٹھ آدمی ناجانے کون ہیں، کمبخت ہمیشہ ہی غلط ثابت ہوئے اور اب تو اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ بگ بوردل کے قلعے میں ان لوگوں نے ہمیں دھوکا دیا۔"

"جی سر۔"

"اور پھر وہ دیکھو، وہ لڑکیاں، وہ بونا، ایک اور غیر ملکی ان سب کو خزانوں کی تلاش ہے، زاہد ان میں سے ہر شخص وہ عظیم الشان خزانہ حاصل کرنے کا خواہشمند ہے، جو صرف اور صرف میری ملکیت ہے، مرزا نصیر بیگ کی ملکیت، کیونکہ ذہنی طور پر یہ لوگ مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہیں۔" زاہد کچھ نہیں سمجھا تھا۔ وہ خاموشی سے مرزا نصیر بیگ کی صورت دیکھتا رہا تو نصیر بیگ نے کہا۔

"تم نے کوئی تبصرہ نہیں کیا زاہد؟"

"سر میں ایک چھوٹی عقل کا آدمی ہوں۔"

"نہیں، تم ایک بڑی عقل کے، بڑے آدمی کے ساتھ ہو، یہ سب جو یہاں موجود ... میری دماغی قوتوں کے سامنے ننھے ننھے سے کیڑے ہیں، میری سوچ ان سب سے بڑی ... اور زاہد یہ بات تو تم جانتے ہو کہ اس دنیا میں جس نے عقل کا مظاہرہ کیا، وہی برتر ... ملایا۔"

"سر لیکن تعاون بھی بہت اچھی چیز ہے۔" زاہد نے دبی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ ہے سر کہ ان لوگوں نے دوسروں کی مخالفت مول لے کر آپ کے ساتھ تعاون کیا ہے، ورنہ دوسرے لوگ آپ کو اپنا ساتھی بنانے کے لئے تیار نہیں تھے۔"

"تم اسے کیا سمجھتے ہو؟"

"سر انسانیت۔" زاہد نے کہا اور نصیر بیگ ہنس پڑا۔ پھر بولا۔

"نہیں، اسے انسانیت نہیں حماقت کہتے ہیں۔"

"جی!" زاہد کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہاں، تم مجھے بتاؤ زاہد، تم نے ایک سوراخ میں ہاتھ ڈالا اور اس میں سے سانپ نے تمہیں کاٹ لیا، تمہیں شدید نقصان پہنچا، اس کے بعد کیا تم دوبارہ اس سوراخ میں ہاتھ ڈالنا پسند کرو گے؟"

"نہیں سر۔"

"اور اگر تم دوبارہ ہاتھ ڈالتے ہو اس میں تو تم کیا کہلاؤ گے، میں بتاؤں احمق، سو فیصد احمق؟"

"آپ یہ کہنا چاہتے ہیں سر کہ ان لوگوں کو آپ کا ساتھ نہیں دینا چاہیے تھا؟"

"بالکل یہی کہنا چاہتا ہوں میں اور جب عقل ساتھ نہ دے اور انسان صرف

جذبات میں ڈوب کر وہ کام کر بیٹھے تو پھر اسے عقل مند نہیں احمق کہتے ہیں۔

"سر اگر وہ لوگ ہمارا ساتھ نہ دیتے تو ہمارے لئے تو زندگی بچانا مشکل ہو جا

"بے شک' اور جب انہوں نے میرا ساتھ دیا ہے تو ان کے لئے زندگی بچا ہو جائے گا۔" مرزا نصیر بیگ نے کہا اور زاہد عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگا' اس میں اس وقت ایک نفرت کی سی لہر دوڑ گئی تھی' کیسا ہے یہ شخص اپنے دوستوں دغا کر رہا ہے' ایسے حالات میں جب انہوں نے صرف اس کی زندگی بچانے کے دوبارہ جینے کا موقع دیا ہے' بہرحال مرزا نصیر بیگ کے ساتھ بہت اچھا وقت گزار مرزا نصیر بیگ نے اس کے لئے بڑے اچھے جذبات کا اظہار کیا تھا اس لئے زاہد خا رہا۔ مرزا نصیر بیگ پھر سوچ میں ڈوب گیا تھا' اس نے کہا۔

"یہ احمق جب ٹاری ویگا یا نیل کنٹھ میں داخل ہوں گے تو ان کے اپنی اپنی کے منصوبے سامنے آئیں گے اور جانتے ہو کیا ہوگا' سب کے سب مصیبت میں گر جائیں گے۔"

"سر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" زاہد اپنے احساسات کو دبا کر بولا۔

"کہنا نہیں چاہتا زاہد' عمل کرنا چاہتا ہوں عمل۔"

"کیا؟"

"تم سے کوئی بات چھپی ہوئی تو نہیں ہے' تمہیں علم ہے کہ یہ بچی نیل کنٹھ امانت ہے' قبیلہ نیل کنٹھ کا بڑا پجاری خاقان اعظم یا وچ ڈاکٹر جو بھی کہہ لو سائی تھول ہے اور سائی تھول ان بچیوں کی حفاظت کرتا ہے جو نیل کنٹھ کی حکمران ہوتی ہیں بچی مستقبل میں نیل کنٹھ کی حکمران ہے' اگر اسے سائی تھول کے حوالے کر دیا جا یہ بتایا جائے کہ کتنی مشکلات سے نکال کر اسے وہاں لایا گیا ہے تو ہمیں سائی تھول کی اور دوستی حاصل ہو جائے گی اور اس کے بعد ان خزانوں کے منہ ہمارے لئے کھل گے' جن کی وسعتیں لامحدود ہیں اور یہ لوگ' ہم آسانی سے انہیں نیل کنٹھ کا نشانہ ہیں' جہنم میں جائے ٹاری ویگا اور جہنم میں جائیں یہ لوگ ہمارا کام ہونا چاہیے' یہ تو

اور بے وقوف لوگ ہیں جو خواہ مخواہ ادھر ادھر کے چکروں میں پڑ رہے ہیں' حالانکہ ان کے ذہنوں میں ایک ہی مقصد ہے وہ ہے خزانے کا حصول پھر اس کے لئے اتنے لمبے چوڑے راستے کیوں اختیار کئے جا رہے ہیں' یہ لوگ اپنی حماقت کا ثبوت اس انداز میں دے رہے ہیں لیکن میرا نام مرزا نصیر بیگ ہے' میں صرف عمل کے راستے اختیار کرتا ہوں' وہ راستے جو مختصر' لیکن کامیابی کے ساتھ طے ہوتے ہیں' سمجھ رہے ہو نا؟"

"جی سر۔" زاہد نے آہستہ سے کہا پھر بولا۔

"لیکن سر' آپ کا مطلب میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا ہے؟"

"زاہد' یہ بچی ہمارے قبضے میں ہونی چاہیے سمجھ رہے ہو نا' ان سے پہلے ہمیں سائی تھول تک پہنچنا چاہیے اور خزانوں کا مالک بن جانا چاہیے۔"

"لیکن سر؟"

"نہیں زاہد' دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں اور یہاں میں تم سے کہوں گا کہ چٹانوں کے بھی کان ہوتے ہیں' درختوں کے بھی کان ہوتے ہیں' جاؤ آرام کرو' اور سنو' جب میں کوئی فیصلہ کرتا ہوں تو اس میں لفظ "لیکن" غیر ضروری ہوتا ہے۔ جاؤ آرام کرو۔" زاہد وہاں سے اٹھا تو نصیر بیگ غور سے اسے دیکھتا رہا تھا۔

راستے ہموار اور ماحول خوبصورت ہوگیا تھا' درختوں کی قطاریں کچھ ا
تھیں جیسے انہیں ترتیب سے لگایا گیا ہو۔ دائیں سمت ایک عظیم الشان دریا کا شو
تھا اور کچھ ایسی فضا نظر آرہی تھی جسے دیکھ کر دل کو ایک عجیب سی فرحت کا احس
تھا لیکن سرہدایت اللہ' کنور مہتاب علی اور لارک اینجلو وغیرہ کے چہرے پر اس
دیکھ کر ایک عجیب سی کیفیت پھیل گئی تھی۔ اور شام کے تین ساڑھے تین بجے
کے باوجود انہوں نے گاڑیاں رکوا دی تھیں۔ جیمس پیرے حیرانی سے اپنی گاڑی
کنور مہتاب علی کی گاڑی کے پاس پہنچ گیا۔

"کیوں خیریت کیا بات ہے؟"

"ہمیں یہاں قیام کرنا ہے مسٹر جیمس پیرے۔"

"لیکن ابھی تو ہم کافی آگے تک کا سفر طے کر سکتے ہیں؟"

"ہاں' طے کر سکتے ہیں' لیکن اس کے باوجود ہمیں ابھی یہاں رکنا ہے۔"

"یقیناً" اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت' کوئی نہ کوئی ضرورت ہوگی؟"

"کیوں نہیں' کیوں نہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے اور یہ جگہ اتنی خوبصورت ہے کہ یہاں قیام کرنے میں لطف
گا۔" جیمس پیرے متفق ہوگیا اور پھر واپس اپنے ٹرک میں پہنچ گیا۔ اس نے اپنے

تھا کہ کنور مہتاب علی یہاں قیام کرنا چاہتا تھا۔ گومی سیانا دو زانو آنکھیں بند کئے بیٹھی
بھی کچھ عجیب سی کیفیت کا شکار تھا۔ تب اچانک گومی سیانا نے آنکھیں کھولیں
لوگوں کو دیکھ کر مسکرائی اور پھر آہستہ سے بولی۔

"مبارک ہو........." اس کے بعد اس نے آنکھیں بند کرلی تھیں۔ جیمس پیرے
ے سامنے پہنچ گیا۔

"معزز خاتون کس بات کی مبارک باد؟" لیکن گومی سیانا نے آنکھیں نہیں کھولیں نا
جیمس پیرے کی بات کا کوئی جواب دیا تھا۔ جیمس پیرے چند لمحات انتظار کرتا رہا' پھر
نے ہلا کر نیچے اتر گیا۔ بہرحال قیام کا فیصلہ ہوگیا تھا اس لئے قیام کی تیاریاں کی جانے
۔ اب ان لوگوں کے درمیان اس قدر مفاہمت تھی کہ کوئی بھی کسی کی بات سے
ف نہیں کرتا تھا اور سب ایک دوسرے سے مکمل تعاون کرتے تھے۔

کنور مہتاب علی' سرہدایت اللہ اور باقی لوگوں نے بھی یہاں قیام کے لئے مناسب
بست کرلیا اور سب معمولات کے مطابق اپنے اپنے عمل میں مصروف ہوگئے' کسی
کسی سے کوئی سوال نہیں کیا۔ وقت گزرتا گیا' سب خاموش خاموش نظر آرہے تھے
جیمس پیرے محسوس کر رہا تھا کہ اس خاموشی میں کوئی راز پنہاں ہے اس راز کا
شاف رات کو ہوا اور کنور مہتاب علی نے جیمس پیرے سے کہا۔

"مسٹر جیمس پیرے آپ کو یقیناً غیر متوقع طور پر یہاں قیام پر حیرت ہوئی ہوگی؟"

"ہاں' جبکہ باقی دن کافی تھا۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس علاقے کی خوبصورتی کو مد
ظر رکھتے ہوئے یہاں ایک حسین قیام کیا جاسکتا ہے۔"

"اس کے علاوہ بھی یہاں قیام کا کچھ اور مقصد ہے؟"

"کیا.........؟" جیمس پیرے نے سوال کیا۔

"ہم اب اپنے سفر کا اختتام کرچکے ہیں۔ یہاں سے تھوڑا سا آگے چلیں گے تو بائیں
ست ہمیں ڈھلان نظر آئیں گے۔ یہ ڈھلان تھوڑے فاصلے تک چلے گئے ہیں اور اس
کے بعد ایک چٹانی دیوار کے ساتھ ساتھ ہم دریا کے کنارے کنارے آگے بڑھیں گے تو

نیل کنٹھ کی وادی آجائے گی‘ اور اگر یہیں جنگلوں سے ہم داہنی سمت کا سفر اختیار
کریں گے تو کچھ فاصلے پر چل کر ٹاری ویگا کی سرحدوں میں پہنچ جائیں گے۔“

جیمس پیرے کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ چند لمحات وہ سکوت میں رہا
اور پھر اس کے منہ سے نکلا۔

”اوہ مائی گاڈ‘ اوہ مائی گاڈ.........“ کچھ اس حیرت سے اس نے یہ الفاظ کہے تھے
سب ہی اس کی جانب متوجہ ہوگئے۔ کنور مہتاب علی نے کہا۔

”کیوں مسٹر جیمس پیرے خیریت.........“

”ہاں سب خیریت ہے۔ دن کی روشنی میں جب تم نے یہاں قیام کا اعلان کیا
مسٹر مہتاب علی‘ تو میں نے اپنے ساتھیوں کو تمہارے اس فیصلے کے بارے میں بتایا۔ گومی
سیانا آنکھیں بند کئے دو زانو بیٹھی ہوئی تھی اس نے آنکھیں کھولیں اور ہم لوگوں کو
مبارک باد دی......... لیکن اس کے بعد اس نے اور کچھ نہیں کہا تھا۔ اس مبارک باد کے
پس پردہ یقینی طور پر اس کے ذہن میں کوئی خاص بات ہوگی؟؟“

”بوڑھی عورت سمجھ گئی ہوگی کہ ہم ٹاری ویگا کی سرحد پر آگئے ہیں۔“

”ایسی ہی بات ہے لیکن کنور مہتاب علی‘ یقینی طور پر کیونکہ آپ لوگ پہلے بھی
آچکے ہیں اس لئے آپ سے اندازے کی کوئی غلط تو نہیں ہوئی ہوگی؟؟“

”نہیں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ تم آگے جاکر دیکھ سکتے ہو۔ تھوڑے فاصلے پر جہاں
ہم نے یہ گاڑیاں کھڑی کی ہیں وہاں سے کوئی سو گز دور وہ ڈھلان ہیں جن سے ہمیں اترنا
ہوگا۔ ویسے گاڑیاں ہمیں یہیں چھوڑنی ہوں گی کیونکہ اس کے بعد انہیں آگے لے جانے
کا مرحلہ خطرناک ہو سکتا ہے۔“

”وہ تو خیر کوئی ہرج نہیں ہے ہم گاڑیوں کو یہاں لاک کر دیں گے۔ اور یہ بہتر
ہوگا تاکہ وہاں پیش آنے والے واقعات میں ہمارا ذریعہ سفر متاثر نہ ہو۔“

”بالکل بالکل‘ میں یہی چاہتا ہوں۔“

”کیا سنسنی خیز ماحول پیدا ہوگیا ہے صرف ان چند الفاظ سے‘ لیکن یہ دلچسپ ہے

کہ یہاں سے دونوں قبیلوں کی سرحدوں کا آغاز ہوتا ہے اور ہم کوئی بھی سمت اختیار کر
سکتے ہیں۔ ویسے کنور مہتاب علی آپ مجھے بتائیے کہ کیا ہمارے لئے ٹاری ویگا ہی جانا
مناسب ہوگا؟؟“

”جو فیصلے کر لئے جاتے ہیں ان میں ترمیم مناسب نہیں ہوتی۔ اس میں کوئی شک
نہیں کہ اگر ہم ٹاری ویگا میں گومی سیانا‘ یوٹ اور ایمرے وغیرہ کی وجہ سے پاؤں جمانے
میں کامیاب ہوگئے تو ہمیں بہتر ذرائع مل جائیں گے اور ہو سکتا ہے وہاں سے ہمیں نیل
کنٹھ کے سلسلے میں کوئی ایسا نکتہ مل جائے جو ہمارے لئے کار آمد ثابت ہو اور یہ بہت بہتر
رہے گا۔“

”میں خود بھی اس بات سے اتفاق کرتا ہوں‘ واقعی ہمیں اس موقع سے فائدہ اٹھانا
چاہیے‘ انسان کوشش تو کرتا ہی ہے‘ اب باقی سارے معاملات تو تقدیر پر منحصر ہیں‘ تقدیر
کا جو بھی فیصلہ ہوگا ہمیں قبول کرنا ہوگا۔“ جیمس پیرے نے کہا۔

اس ماحول نے ایک عجیب سی فضا کا آغاز کر دیا تھا اور اب سب ہی کو یہ بات معلوم
ہوئی تھی کہ جس منزل تک آنے کے لئے انہوں نے اتنا طویل سفر کیا ہے وہ قریب آگئی
ہے چنانچہ اس سلسلے میں فائنل میٹنگ کا فیصلہ کیا گیا‘ اور وقت مقررہ پر درختوں کے
درمیان ایک صاف ستھری جگہ یہ نشست جم گئی۔ تمام لوگوں کو اسمیں مدعو کیا گیا تھا‘ مرزا
نصیر بیگ بھی خود بخود آ بیٹھا تھا۔ گومی سیانا عقب میں خاموش ہوئی تھی اس کے اوپر ایک
وجدانی کیفیت طاری تھی نہ وہ کسی کے سوال کا جواب دے رہی تھی اور نہ ہی کسی سے
سوال کر رہی تھی‘ حالانکہ سر ہدایت اللہ نے اسے خاص طور سے مخاطب کیا تھا اور اپنے
ساتھ شرکت کی دعوت دی تھی۔ وہ آگئی تھی‘ لیکن بس الگ تھلگ سی بیٹھی ہوئی تھی۔
نادر شاہ کو اس سلسلے میں خصوصی اہمیت دی گئی تھی اور اب وہ ایک غیر متنازعہ شخصیت بن
گیا تھا اس کی زیادہ تر مخالفت ریٹا ہاروے نے ہی کی تھی لیکن اب ریٹا ہاروے اس سے
زیادہ قریب نظر آتی تھی اور یہ ایک خوشگوار تبدیلی تھی جس نے سب کے ذہنوں کو ایک
اچھا اثر بخشا تھا‘ ایک کاغذ خاص طور سے درمیان میں لاکر رکھا گیا پنسل بھی اس کے ساتھ

ساتھ رکھ دی گئی تھی۔ کنور مہتاب علی نے کہا۔

"دوستو! ہم میں سے بہت سوں کو یہ بات معلوم ہے کہ اب ہم اپنی منزل تک
گئے ہیں۔ باقی جو لوگ اس سے ناواقف تھے ان کے علم میں بھی یہ بات لے آئی گئی
جبکہ راستے میں ہمارے درمیان طے ہوا کہ ہمیں نیل کنٹھ جانے کی بجائے ٹاری ویگا
کرنا چاہیے اور اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ٹاری ویگا میں ہمیں کچھ آسانیاں حاصل
جانے کی توقع ہے اور اس کی بنیاد معزز خاتون گوی سیانا' یوٹ' جس کا تعلق اس علاقے
سے ہے اور ایمرے جس کے بارے میں کچھ کہانیاں سنی گئی ہیں۔ ان تین کرداروں
بنیاد پر اس بات کے امکانات پیدا ہوئے ہیں کہ ٹاری ویگا میں ہمیں معزز مہمانوں کی حیثیت
حاصل ہو سکتی ہے' لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ٹاری ویگا کی داستانیں بھی ہماری نگاہوں
سے اوجھل نہیں ہیں۔ ہمیں وہاں داخل ہونے کے بعد ہر طرح کے حالات کا سامنا
پڑے گا۔ دوسرا راستہ نیل کنٹھ کی طرف جاتا ہے۔ قبیلہ نیل کنٹھ کی اپنی روایات ہیں اور
ہم ان روایات میں تھوڑا سا حصہ بن چکے ہیں کیونکہ پچھلے قیام کے دوران ہم سے
ایسی بنیادی غلطیاں ہوگئی تھیں جن کی وجہ سے ہم نیل کنٹھ کے لئے قابل نفرت بن گئے
تھے۔ یہ ایک طویل کہانی ہے جس کے بارے میں مختصرا" آپ تمام لوگوں کو معلوم ہے
ایک بچی وہاں سے لے آئی گئی تھی جس کا مستقبل نیل کنٹھ کے لئے بڑی اہمیت کا حامل
ہے۔ نیل کنٹھ کا پجاری بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ وہاں کا حکمران سائی تھول کہلاتا ہے اور سائی
تھول اس لئے ہمارا دشمن بن گیا ہو گا کہ ہم وہاں کی حکمران لڑکی کو اپنے ساتھ لے آئے
تھے۔ اب ہم اس بچی کو واپس لے جارہے ہیں اور اسے ہمیں سائی تھول کے حوالے کرنا
ہے' لیکن اس بات کے امکانات ہیں کہ نیل کنٹھ کے خطرناک لوگ ہمیں اپنی نفرتوں کا
نشانہ بنالیں اور ہم وہ سب کچھ نہ کرپائیں جن کی دل میں خواہش رکھتے ہیں' مطلب یہ
ہے کہ وہاں ہمارے کے حالات کو رفتہ رفتہ اپنے قابو میں کریں اور کوئی ایسا عمل کریں
جس سے ہمیں نیل کنٹھ میں دوستوں کی حیثیت حاصل ہو جائے تو ہمارے لئے زیادہ
موزوں ہے باقی رہے اس کے بعد کے معاملات تو آپ سب اس مہم کے شریک کار ہیں

اور ہم میں سے کوئی اس سلسلے میں اپنے طور پر غداری کرنے کی کوشش کرے گا تو سب
سے پہلے ہمارے عتاب کا نشانہ بنے گا اور اس کے بعد نیل کنٹھ کے لوگوں کے عتاب
کا.......میں سب سے پہلے ان راستوں کی نشاندہی کرتا ہوں اور آپ لوگوں کے مشورہ کا
طالب ہوں۔"

کاغذ پر راستوں کا نقشہ بنایا گیا اور اس سلسلے میں پھر گومی سیانا سے مدد مانگی گئی لیکن
اس نے خاموشی اختیار کئے رکھی تھی اور یہ لوگ اسے کسی مسئلے میں مجبور کرنے کی
صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ بہرحال سب سے پہلے لوگوں سے اس مسئلے پر رائے لی گئی کہ
نیل کنٹھ کا سفر اختیار کیا جائے یا ٹاری ویگا کا.......... کسی نے بھی اس بات کی مخالفت نہیں
کی کہ ٹاری ویگا کا سفر اختیار نہ کیا جائے سب اس بات سے متفق تھے کہ خطرے کو کم سے
کم کرنا زیادہ موزوں رہے گا خاص طور سے جیمس پیرے......... بہرحال یہ مسئلہ متنازعہ
ثابت نہیں ہوا' سب نے ٹاری ویگا جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ پھر کنور مہتاب علی نے کہا۔

"پچھلے کچھ واقعات میں خصوصا" مرزا نصیر بیگ کی جانب سے بدعہدی ہوئی تھی اور
اس کی وجہ سے ہمیں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا' مرزا نصیر بیگ نے جو کچھ کیا وہ ایک بد
ترین عمل تھا۔ لیکن اس کے بعد جب وہ ہمیں یہاں بے کسی کے عالم میں ملا تو انسانی
ہمدردی کی بناء پر ہم نے اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے۔ لیکن ایک بات اب بھی
ہمارے ذہنوں میں موجود ہے' وہ یہ کہ مرزا نصیر بیگ دل سے ہماری جانب راغب نہیں
ہے بلکہ اس نے صرف وقت سے تعاون کیا ہے' میں مرزا نصیر بیگ سے اس بات کی
وضاحت چاہتا ہوں؟"

مرزا نصیر بیگ آگے بڑھ آیا اور اس نے شرمسار لہجے میں کہا۔

"اصولی طور پر ایک غیرت مند آدمی کو اس وقت تمام معاملات سے دستبردار ہو جانا
چاہیے' جب اس کی بے غیرتی کا پردہ چاک ہو چکا ہو' ہاں مجھے پورا پورا احساس ہے کہ
میں بہت باظرف لوگوں کے درمیان ہوں جنہوں نے میری تمام برائیوں کو نظرانداز کرکے
ایک بار پھر مجھے اپنے درمیان جگہ دی ہے' دوستو' بے شک خزانے انسان کے لئے بنیادی

حیثیت رکھتے ہیں اور کون ہے جو اس بات سے انکار کرسکے کہ اس کے دل میں دولت کی خواہش نہیں ہے' میرے پاس بہت کچھ موجود ہے' اتنا کچھ کہ مجھے زندگی میں کبھی تکلیف نہ ہو اور میرے ساتھ جتنے لوگ منسلک ہیں وہ بھی عیش و عشرت کی زندگی بسر کریں' لیکن اس کے باوجود میرے دل میں یہ بھی خواہش ہے کہ ان خزانوں میں سے تھوڑا سا خزانہ میری بھی ملکیت ہو۔ میں اس سے انحراف نہیں کرتا کہ میرا دل لالچ سے پاک ہے۔ لیکن جو کچھ مجھ سے سرزد ہو چکا ہے اس نے مجھے خون کے آنسو رلائے ہیں۔ اور آج یہ حقیقت ہے کہ میں اپنے آپ کو اس گروہ میں سب سے زیادہ پنچ اور گھٹیا انسان سمجھتا ہوں۔ آپ لوگوں نے غور کرلیا ہوگا کہ آپ کے درمیان میرے رہنے کا انداز بھی ایسا ہے کہ کوئی شریف آدمی اسے قبول نہیں کرسکتا۔ لیکن یہ وہ سزا ہے جو میں نے خود اپنے لئے منتخب کی ہے' اپنی احمقانہ سوچ کی بنیاد پر اور میں اس پر اتنا نادم ہوں کہ شاید آپ لوگ یقین نہ کرپائیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک حلف برداری کی رسم ادا کی جائے اور ہر شخص یہ حلف اٹھائے کہ وہ ایک دوسرے سے غداری نہیں کرے گا اور گروہ کے مفادات اور فیصلوں کی پابندی کرے گا۔"

"یہ اچھی تجویز ہے' مجھے پسند ہے۔" لارک اینجلو نے کہا۔

"ہم سب کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ مرزا نصیر بیگ اگر اپنی دیانت کا اظہار کرنے کے لئے حلف برداری کی اس رسم کا آغاز کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے انہی سے ابتداء کی جائے گی۔" چنانچہ اس رسم کا آغاز ہوگیا۔

مرزا نصیر بیگ نے متبرک قسمیں کھا کر کہا کہ وہ پورے گروہ میں شامل رہ کر ہی کام کرے گا اور اپنے طور پر کوئی ایسا عمل کرنے کی کوشش نہیں کرے گا جو گروہ کے منصوبوں کے خلاف ہو اور وہ زندگی کی آخری سانس تک گروہ کے ساتھ منسلک رہے گا اور کہیں بھی کوئی بد معاملگی نہیں کرے گا۔ یہی قسم زاہد نے بھی کھائی اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے یہاں موجود ہر شخص نے یہاں تک کہ گومی سیانا بھی اپنا موڈ توڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے بہت سی قسمیں کھائیں۔ لیکن اس کے فوراً بعد وہ وہاں سے نکل

بھاگی اور اچھل اچھل کر نجانے کیا عمل کرنے لگی۔ پھر وہ ایک اونچے درخت کے نیچے جا بیٹھی اور اس نے دونوں آنکھیں بند کرلیں۔ غرض یہ کہ آدھی رات تک یہ ہنگامہ خیز ماحول جاری رہا۔ ہر شخص کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات تھے' وہ لوگ گومی سیانا سے ٹاری ویگا کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن گومی سیانا پر تو اس وقت کیفیت ہی عجیب طاری تھی۔ وہ بار بار جگہیں بدلنے لگتی تھی اور ایک عجیب سی بے چینی کا شکار تھی۔ تھوڑا سا پریشان کن خیال زاہد کے دل میں بھی تھا کیونکہ مرزا نصیر بیگ جس خیال کا اظہار کرچکا تھا وہ زاہد کے دل میں چبھ رہا تھا۔ اب چونکہ مرزا نصیر بیگ نے حلف برداری کی اس رسم کی خود ہی پیشکش کی تھی' تو زاہد نے سوچا تھا کہ ممکن ہے کہ اسے اپنی احمقانہ سوچ کا احساس ہوا ہو اور اب وہ ان لوگوں کے ساتھ مخلص ہو' غرض یہ کہ ہر شخص اپنے اپنے طور پر سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ آدھی رات سے زیادہ کا وقت گزر گیا تو یوٹ خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور گومی سیانا کے سامنے جا بیٹھا۔ گومی سیانا اس وقت بھی ایک درخت کے نیچے آنکھیں بند کئے بیٹھی تھی۔ یوٹ نے کچھ دیر خاموشی اختیار کرنے کے بعد اس سے کہا:

"بزرگ خاتون میں وہ ہوں جس کے بارے میں خود تو نے عجیب و غریب الفاظ ادا کئے ہیں اور اب میں تجھ سے رہنمائی کا طالب ہوں۔"

گومی سیانا نے نظریں اٹھائیں' یوٹ کو دیکھتی رہی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"بہت مشکل حالات سے گزرنا ہے ننھے انسان' حالات بہت مشکل ہوں گے اور یہ سب جو سوچ رہے ہیں وہ اس قدر آسان نہیں ہے' لیکن اگر انہوں نے اپنا ارادہ بدلا تب انہیں زیادہ نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا اور سن چھوٹے سے آدمی اور ٹاری ویگا کے پجاری تیرا کردار تو ان سب کے لئے زندگی کا باعث بنے گا' لیکن وقت سے مکمل سمجھوتہ کرنا اور کہیں چوک نہ کھانا' میرے مشورے تیرے ساتھ رہیں گے اور میں .... میں اپنی زندگی کے اختتام تک جارہی ہوں مجھ سے جس قدر فائدے اٹھا سکتا ہے اٹھانا۔ لیکن اس بات کو بھی ذہن میں رکھنا کہ کوئی تیرا رازدار نہ بننے پائے۔"

"کیا میرا آقا بھی؟"

"ہاں......... تیرا آقا ایمرے......... ذرا وقت کا انتظار کر، دیکھ کیا ہوتا ہے۔"

"میں صرف ایک بات جاننا چاہتا ہوں گومی سیانا؟"

"کیا؟"

"میرے آقا کی زندگی کو تو کوئی خطرہ نہیں ہے؟"

"کسے کیا خطرہ ہے یہ تو وقت ہی جانتا ہے اور ستارے بھی بس اتنا ہی کہتے ہیں جتنے کی انہیں اجازت ہوتی ہے ورنہ وہ بھی عتاب میں آجائیں، سمجھ رہا ہے نا؟ لیکن جو کچھ میں نے کہا وہ تو غور سے سن لینا اور میرا ساتھ رکھنا کہ یہ تیرے لئے ضروری ہے۔"

"تیری ہدایت کے بغیر میں کچھ نہیں کروں گا۔ لیکن یہ بتا دے کہ کیا ان لوگوں کے لئے تباہی مقدر ہے؟"

"نہیں کہہ سکتی بالکل نہیں کہہ سکتی، کوشش انسانی فرض ہے، پراسرار قوتیں ان لوگوں کا ساتھ دیتی ہیں جو خطرات میں کودنا جانتے ہیں اور کون جانے وہ پراسرار قوتیں کس کے ہمراہ ہوں، لیکن ایک حقیقت ہے جس کے دل میں نیکی ہوئی اور جو صحیح راستوں پر رہا وہی سچا عمل کر سکتا ہے بس اب جا۔ تیرا میرے پاس بیٹھے رہنا زیادہ مناسب نہیں ہے۔ یہ رات میرے لئے ستاروں کی رات ہے، آج بہت کچھ معلوم کرنا ہے ان سے تاکہ جب بھی تجھے میری ضرورت ہو میں تیری رہنمائی کر سکوں۔"

یوٹ خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور گردن جھکائے اس جگہ چلا آیا جہاں ایمرے زمین پر دراز تھا۔

نصیر بیگ جاگ رہا تھا۔ اس پر شیطان غالب تھا۔ جس منصوبے کے بارے میں اس نے زاہد کو بتایا تھا وہ وقتی یا اتفاقی نہیں تھا۔ اس نے اس پر خوب غور کیا تھا۔ نہ صرف غور کیا تھا بلکہ کچھ عملی اقدامات بھی کر ڈالے تھے۔ مثلاً" اس وقت اس کے پاس ایک جیپ کی چابی موجود تھی۔ اور اس نے بڑی محنت سے یہ چابی حاصل کی تھی۔ اس نے نگاہ رکھی تھی کہ چابیاں کون کہاں رکھتا ہے۔ یہ چابی اس نے لارک اینجلو کے لباس سے حاصل کی تھی اور اسے بڑی احتیاط سے اپنے پاس پوشیدہ کر لیا تھا۔ ہر پہلو مد نگاہ رکھا تھا اس نے، اگر چابی کی تلاش ہوئی اور وہ اپنے منصوبے کو عملی جامہ نہ پہنا سکا تو بڑے خلوص سے یہ چابی انہیں پیش کر دے گا اور کہے گا کہ یہ اسے زمین پر پڑی ہوئی ملی تھی، یہ کوئی ایسی مشکل بات نہیں تھی، رسم حلف برداری کا کھیل بھی اس نے جان بوجھ کر کھیلا تھا، اس احساس کے تحت کہ ممکن ہے کنور مہتاب علی اور ہدایت اللہ اس پر نگاہ رکھتے ہوں اور خفیہ طور پر اس کی جانچ پڑتال کی جاتی رہی ہو، کم از کم اس مخلصانہ اقدام سے ان لوگوں کے دلوں میں گداز پیدا ہوگا اور وہ اس کی جانب سے کسی قدر نرم ہو جائیں گے۔ ابھی تک اسے ان لوگوں کے منصوبوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا، جبکہ مائیکل بائر اور کنور مہتاب علی وغیرہ یہ جانتے تھے کہ سردار خان اور شمسہ کے ساتھ جو لڑکی ہے وہ اصلی نہیں ہے اور اس کے لئے ان لوگوں کو سائی تھول کو بے وقوف بنانے کی کوشش کرنا ہوگی، بعد کے

معاملات کیا ہوں گے اس کا تو خیر ان لوگوں کو بھی علم نہیں تھا۔ لیکن مرزا نصیر بیگ یہ سمجھ رہا تھا کہ یہی وہی لڑکی ہے اور سچی بات یہ ہے کہ وہ حقیقت سے زیادہ قریب تھا۔ بہرحال وہ دم سادھے لیٹا رہا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا کہ ان میں سے کون بے خبر ہے اور کون ہوش و حواس میں ہے‘ جو کچھ اسے کرنا تھا وہ انتہائی سنسنی خیز تھا‘ لیکن یہ تو ہوتا ہے کسی بھی کوشش میں .... یا تو کامیابی حاصل ہوتی ہے یا ناکامی۔ گل کو اغواء کرنا نہایت مشکل کام تھا کیونکہ وہ شمسہ کی آغوش میں سوتی تھی اور پھر اتنی محنت کے ساتھ یہ سب کچھ کرلینا بڑا ہی مشکل کام تھا۔ زاہد کے لئے اس کے دل کے گوشے نرم تھے۔ لیکن زاہد جس طرح کا نوجوان تھا اتنے عرصے میں مرزا نصیر بیگ نے اس کے بارے میں بھی اندازہ لگا لیا تھا۔ وہ اس کے ہر عمل کا بے شک ساتھی تھا‘ لیکن جس طرح اس نے مرزا نصیر بیگ کی اس بات کو سنا تھا اس نے مرزا نصیر بیگ کے دل میں کھٹک پیدا کر دی تھی‘ اگر کہیں زاہد کا ضمیر جاگ گیا تو یہ منصوبہ بری طرح ناکام ہو جائے گا۔ بے شک زاہد نے اب تک اس کا بہترین ساتھ دیا تھا۔ لیکن اب اس منصوبے میں اگر زاہد کی طرف سے کوئی رکاوٹ پیدا ہوگئی تو یہ زندگی کے بد ترین لمحات ہوں گے۔ اپنے ہی ہاتھوں اپنی ناکامی کا عمل ظہور پذیر ہوگا اور یہ بات مرزا نصیر بیگ کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

چنانچہ اس وقت نے اپنے اس پروگرام سے زاہد کو بھی نکال دیا تھا‘ ہاں یہ الگ بات ہے کہ اگر اسے کامیابی حاصل ہو جائے اور نیل کنٹھ کے رہنے والے ان مجرموں کو گرفتار کرلیں‘ جو نیل کنٹھ کے سائیں تھول کو بے وقوف بنا کر خزانہ حاصل کرنے آئے تھے اور ان میں زاہد بھی ہوا تو مرزا نصیر بیگ نے فیصلہ کیا تھا کہ ایسی صورت میں وہ زاہد کو ان کے چنگل سے نکال لے گا اور پھر اسے خزانے کا تھوڑا بہت حصہ ضرور دے گا۔ بس اتنا ہی کر سکتا تھا وہ زاہد کے لئے۔ اس کی تمام کاوشوں کے صلے میں۔ لیکن اس وقت زاہد کو بلا کر اپنے منصوبے میں شریک کرنے کا مطلب تھا کہ رد و قدح ہو اور اس رد وقدح میں کسی کی آنکھ کھل جائے اور وہ ناکامی سے دو چار ہو جائے یہ وہ بالکل نہیں چاہتا تھا۔

جب اسے یقین ہوگیا کہ سونے والے گہری نیند سو گئے ہیں تو سب سے پہلے وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اٹھنے کے بعد آہستہ آہستہ زمین پر رینگتا ہوا اس جیپ کی جانب چل پڑا جس کی چابی اس کے پاس تھی۔ کسی کو آہٹ تک محسوس نہیں ہوئی تھی اور یہ قابل تحسین بات تھی کہ اس عمر میں ہونے کے باوجود مرزا نصیر بیگ کے اندر جوانوں جیسی چستی اور پھرتی تھی۔ زمین پر چھپکلی کی طرح چلنا آسان کام نہیں تھا۔ ہاتھوں اور پیروں کے پنجوں پر بدن کے پورے بوجھ کو اٹھا کر آواز پیدا کیے بغیر ایک لمبے سفر پر جانا آسان کام نہیں تھا لیکن بہرحال وہ جیپ تک پہنچ گیا اور پھر آہستہ سے جیپ پر چڑھ گیا۔ اندرونی حصے میں اس نے تمام اشیاء کا جائزہ لیا اور یہ دیکھ کر مطمئن ہوگیا کہ اس جیپ میں ایسی تمام چیزیں موجود ہیں‘ جو بہرحال اس کا ساتھ دے سکتی ہیں۔ یہ کام سب سے ضروری تھا۔ وقت مرزا نصیر بیگ کر رہا تھا۔ بہرحال جیپ کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد وہ نیچے اتر آیا اور پھر اس نے اپنے دوسرے منصوبے پر عمل شروع کر دیا۔ یہ منصوبہ بھی بہت مشکل تھا‘ دوسری جیپ کے دو ٹائروں کی ہوا نکالنی تھی اسے تاکہ تعاقب کا اندیشہ ختم ہو جائے۔ لیکن یہ جانتا تھا کہ والو کھولنے سے ہوا کی تیز آواز فضا میں بلند ہوگی اور ان لوگوں کو علم ہو جائے گا لیکن اس نے تمام منصوبہ بڑی خوش اسلوبی سے ترتیب دیا تھا اس کے پاس اتنا وقت تھا کہ وہ جیپ اور ٹرک کی ہوا نکال دے۔ کم از کم فوری تعاقب کا خدشہ ختم ہو جائے بعد میں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ اس سلسلے میں وہ خاصا نڈر انسان تھا۔ چنانچہ جیپ کے ٹائر کا والو کھول کر اس نے اس پر انگلی رکھ دی اور حتی الامکان نکلنے والی ہوا کی آواز کو دبانے کی کوششیں کرتا رہا۔ اس نے بڑی محنت کے ساتھ ٹائر کی پوری ہوا نکال دی۔ پھر دوسرے ٹائر کی اور اس کے بعد ٹرک کے ایک ٹائر کی۔ وہ جانتا تھا کہ ان ٹائروں کو تبدیل کرنے میں کتنا وقت صرف ہو سکتا ہے۔ ویسے اس بات کا بھی اسے علم تھا کہ ان لوگوں کے پاس اس قسم کے تمام انتظامات مکمل ہیں۔ بہرحال اسے جتنا وقت درکار تھا اس عمل کے لئے اسے یہ وقت حاصل ہو سکتا تھا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اس نے اطمینان کی گہری سانس لی اور پھر وہاں سے ہٹ آیا۔ اب اسے اپنے اس عمل کے سب

سے نازک مرحلے سے گزرنا تھا۔ بھرا ہوا پستول اس کے پاس موجود تھا۔ اس نے پستو
سنبھال کر ایسی جگہ رکھا کہ ضرورت کے وقت ایک لمحہ صرف نہ ہو۔ پھر وہ آہستہ آہ
اس جانب بڑھ گیا جدھر شمسہ اور سردار خان سو رہے تھے اور گل ان کے پاس موجود
تھی۔ اس نے ایک پتھر کی آڑ سے ان دونوں کو گہری اور مست نیند سوتے ہوئے دیکھ
میاں بیوی کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ یہ فاصلہ شاید جان بوجھ کر رکھا گیا تھا ویسے
حقیقت بھی تھی۔ عرشی جو کچھ بھی کر رہی تھی اس میں اس نے اپنے باپ کے احساسات
جذبات کو مدنگاہ رکھا تھا۔ سردار خان کے ہمراہ سوتے ہوئے وہ کم از کم فاصلہ اختیار کرت
تھی کہ دونوں کے درمیان ایک دیوار ایک آڑ رہے اور اگر سرہدایت اللہ کبھی اپنی ا
کے تحفظ کے احساس سے مجروح ہو جائیں اور یہاں تک پہنچ کر انہیں دیکھنا چاہیں تو انہ
کسی غم کا احساس نہ ہو۔ بہرحال جوانی کی نیند تھی اور جب وہ سو جاتے تھے تو دنیا وما
سے بے خبر ہو جاتے تھے گل اس وقت ان دونوں کے درمیان کوئی پانچ پانچ فٹ کے فاص
پر پڑی ہوئی تھی۔ اور وہ بھی گہری نیند سو رہی تھی لیکن مرزا بیگ نے اپنے کسی منصو
کو ناکامی کے سپرد کرنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا چنانچہ اس نے سب سے پہلے گل کا منہ رو
سے بند کیا اور اس کے بعد اسے اٹھا کر وہاں سے آگے بڑھ آیا۔ اس کا دل بلیوں اچھل
تھا ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے۔ لیکن بہرحال اپنے منصوبے کی تکمیل چاہتا تھا اس لئے ا
اعصاب کو بھی قابو میں رکھے ہوئے تھا۔ گل کو ساتھ لئے ہوئے وہ بالآخر جیپ تک آیا
پھر اپنا ایک رومال بڑی مضبوطی سے گل کے ننھے سے منہ میں ٹھونس کر اس نے ا
ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والی سیٹ پر لٹا دیا۔ وہ اس وقت نہایت بے دردی سے یہ
عمل کر رہا تھا' اس کے بعد وہ برق رفتاری سے وہاں سے گاڑی کے پیچھے آیا۔ گاڑی
نیوٹرل کر دیا تھا اور وہ گیئر فری ہو گئی تھی' چنانچہ عقب سے مرزا نصیر بیگ اسے
طرح دھکیلنے لگا۔ کافی طاقت صرف کرنے کے بعد وزنی جیپ آہستہ آہستہ آگے بڑھی
سے پہلے مرزا نصیر بیگ اس کے راستے کی تمام رکاوٹیں صاف کر چکا تھا اور اسے اندا
کہ کس وقت تک اسے کیا کرنا ہے چنانچہ وہ جیپ کو بڑی محنت اور جانفشانی کے

بڑھتا ہوا بالآخر ان ڈھلانوں تک پہنچ گیا جہاں سے جیپ اب آسانی سے نیچے اتر سکتی
یہ بھی ایک ذہانت کی بات تھی۔ جیپ کو وہیں اسٹارٹ کر لینے کا مقصد تھا کہ تمام
جاگ جائیں۔ اس کے لئے اس نے فیصلہ کیا تھا کہ کم از کم اسے ڈھلانوں کے سروں
ایسے ہی لے جائے گا۔ اور بہرحال وہ جیپ کو وہاں تک لے جانے میں کامیاب ہو گیا
لیکن اس کا سینہ دھونکنی بن گیا تھا اور وہ کتے کی طرح ہانپ رہا تھا۔ اس دوران وہ پلٹ
کر عقب میں بھی دیکھتا جا رہا تھا کہ کسی کو اس کی ان کاوشوں کا علم ہو سکا ہے یا نہیں۔
تقدیر شاید اس پر مہربان تھی کہ کوئی بھی نہیں جاگا تھا۔ غرض یہ کہ ڈھلانوں کے پاس
کر اس نے جیپ کو روکا ایک لمحے کے لئے ڈھلانوں پر نظر ڈالی۔ مہارت سے
ئیونگ کر کے وہ جیپ کو باآسانی نیچے ڈھلانوں تک لے جا سکتا تھا اور بس یہ ڈھلان
ر ہو جائیں تو اس کے بعد کوئی مسئلہ مشکل نہیں رہے گا' چنانچہ وہ آگے بڑھا اور جیپ
جا بیٹھا۔ بدن میں سرد لہریں دوڑ رہی تھیں اور بہت سے خوفناک احساسات دل کو لرزا
ہے تھے لیکن یہ عمل اس کی زندگی کا سب سے کامیاب عمل تھا اور اس کامیابی کے بعد
ایک بار پھر ان لوگوں کے منہ پر کالک مل دے گا۔ بہرحال تھوڑی دیر تک وہ سانس
ست کرتا رہا اور جھانک جھانک کر عقب میں دیکھتا رہا۔ ویسے سائیڈ مرر اسے پیچھے کے
اظر واضح کر رہے تھے اور ادھر مکمل خاموشی طاری تھی جس کا مطلب تھا کہ اس کا کام
ی آسان ہو گیا ہے۔ پھر اس نے چابی نکال کر اگنیشن میں لگائی اور جیپ کا انجن
ٹارٹ ہو گیا۔ جیپ کو فرسٹ گیئر میں ڈال کر اس نے آہستہ آہستہ آگے بڑھایا اور چند
محوں میں وہ ڈھلان میں اتر گئی۔ مرزا نصیر بیگ کی دوہری کیفیت تھی ایک جانب وہ
شی سے کانپ رہا تھا اور دوسری جانب ہلکا ہلکا خوف کا احساس بھی تھا۔ جیپ فرسٹ گیئر
آہستہ آہستہ نیچے اتر رہی تھی لیکن گل سیٹ سے لڑھک کر نیچے گر پڑی تھی وہ تو شکر
ا کہ وہاں ایسی کوئی چیز موجود نہیں تھی جس سے اسے چوٹ لگ جاتی۔ مرزا نصیر بیگ
کے لئے تو اس وقت اسٹیئرنگ سنبھالنا ہی مشکل ہو رہا تھا' گل کو وہ نہیں سنبھال سکتا تھا۔
معصوم بچی رو بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ اپنی جگہ پڑی ہچکولے کھا رہی تھی۔ جیپ جگہ جگہ

اچھل رہی تھی اور گل اپنی جگہ سے جنبش کر رہی تھی وہ لڑھکتی ہوئی کبھی ایک طرف کو جاتی اور کبھی دوسری جانب لیکن اس کے امکانات نہیں تھے وہ گاڑی سے نیچے گر پڑے۔ مرزا نصیر بیگ نے اس وقت اس کے لئے کچھ نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ ہاں ڈھلان عبور ہو جائیں اور کامیابی سے سفر کا یہ پہلا خطرناک مرحلہ طے ہو جائے تو پھر صورت حال کا مکمل طور سے جائزہ لینے کے بعد گل کے لئے بھی کچھ کرے گا اس سے پہلے کچھ کرنا اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی توجہ گل کی جانب سے ہٹالی تھی اور بریک پر پاؤں رکھ کر آہستہ آہستہ جیپ کو نیچے اتار رہا تھا۔

ڈھلان دیکھنے میں تو بہت زیادہ نظر نہیں آتے تھے۔ لیکن اول تو جیپ کی سست رفتاری۔ پھر دل میں بہت سے وسوسے۔ یہ تمام چیزیں اس کی رفتار کو اور سست بنا رہی ہوئے تھیں۔ کافی دیر لگی تھی نیچے پہنچنے میں۔ اور پھر نصیر بیگ کے ہونٹوں سے خوشی کی آواز نکل گئی۔ کیونکہ جیپ ڈھلان عبور کر چکی تھی' یہاں وہ چند لمحات کے لئے رکا پلٹ کر اوپر دیکھا۔ دور دور تک سناٹے اور ویرانی کا راج تھا اس کے فرار کا راز نہیں کھلا تھا لیکن پھر بھی یہاں سے دور نکل جانا بہتر تھا تاکہ وہ لوگ اگر ڈھلان عبور نہ بھی کریں اور اوپری سرے پر ہی آجائیں تو اس کو گولیوں کی باڑھ پر نہ رکھ سکیں اس لئے صرف ایک لمحہ رک کر اس نے جیپ کو دوبارہ آگے کی جانب بڑھا دیا۔ کچھ فاصلے پر پرشور دریا اپنی تند روانی کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ مرزا نصیر بیگ چونکہ خود بھی ان علاقوں میں مکمل طور سے سفر کرچکا تھا اس لئے جانتا تھا کہ نیل کنٹھ کا راستہ کس طرف سے ہے۔ فوری طور پر تو وہ نیل کنٹھ نہیں جانا چاہتا تھا لیکن اتنا فاصلہ ضرور اختیار کرلینا چاہتا تھا کہ اگر وہ لوگ اس کا تعاقب کرنا چاہیں تو اسے پا نہ سکیں' ویسے اسے مکمل اطمینان تھا کہ وہ لوگ آسانی سے اس تعاقب کے لئے تیار نہ ہو پائیں گے اور اسے کافی وقت مل جائے گا۔ غرض یہ کہ وہ اپنا یہ ناپاک منصوبہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہر طرح کا بندوبست کرچکا تھا۔ پھر تقریباً تیس منٹ تک سفر جاری رہا' اب کئی بار اس کی نگاہیں گل پر اٹھ جاتی تھیں' دریا کے کنارے کنارے جس راستے پر وہ سفر کر رہا تھا وہ بھی ہموار نہیں تھا اور اسے مشکلات

پیش آرہی تھیں اس سے زیادہ گل بے چاری مشکلات کا شکار تھی چنانچہ نصیر بیگ نے سوچا کہ اب اس لڑکی کی بدقسمتی کا بھی وقت ختم ہو جانا چاہیے۔ چنانچہ اس نے جیپ کو بریک لگا کر انجن بند کر دیا اور پھر اپنی سیٹ سے نیچے اتر کر دوسری جانب پہنچ گیا۔ دروازہ کھول کر اس نے گل کو اٹھالیا اور اس کے منہ میں ٹھنسا ہوا کپڑا نکال دیا۔ ننھی بچی ہونٹ بسورنے لگی۔ حالانکہ اس قدر تکلیف اٹھانے کے بعد اسے بلک بلک کر رونا چاہیے تھا۔ لیکن یہ بھی ایک دلچسپ اتفاق تھا کہ آج تک ان میں سے کسی نے گل کے رونے کی آواز نہیں سنی تھی۔ وہ عام طور سے ہنستی اور مسکراتی رہتی تھی۔ تھوڑی دیر تک ہونٹ بسور کر وہ خاموش ہوگئی۔

مرزا نصیر بیگ مسرور نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا' اس کے منہ سے آواز نکلی۔

"معاف کرنا میرے سنہرے مستقبل' تیرے ساتھ اس وقت جو کچھ ہوا ہے اس کے لئے میں تجھ سے معذرت خواہ ہوں' آہ کیا آرزو تھی میرے دل میں کہ میں تجھے پالوں اور کتنا وقت ضائع کیا تھا میں نے تیرے لئے۔ اب اس وقت تجھے اپنے قبضے میں دیکھ کر مجھے یقین نہیں آرہا کہ تو میری ملکیت ہے۔"

مرزا نصیر بیگ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا رہا اور پھر اس نے گل کی خوبصورت فراک اٹھائی اور اسے پشت سے ننگا کر دیا لیکن دوسرے لمحے اس کے حلق سے ایک تیز آواز نکل گئی تھی۔

"نہیں' نہیں یہ کیسے ممکن ہے' یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ یہ......... یہ......... یہ کون لڑکی ہے آہ یہ کون لڑکی ہے' کیا یہ وہ لڑکی نہیں ہے جسے نیل کنٹھ سے لایا گیا تھا۔"

وہ گل کی پشت پر ہاتھ پھیرنے لگا اور اس کے ہونٹوں سے غم واندہ کی آواز نکلی۔

"کم بخت کے بچو' خدا تمہیں غارت کرے' یہ تم نے کیا چکر چلایا ہے' کیا کیا ہے یہ......... یہ......... یہ وہ لڑکی نہیں ہے آہ یہ وہ لڑکی نہیں ہے۔" مرزا نصیر بیگ دانت کچکچانے لگا۔"

"یہ تو بہت برا ہوگیا۔ بہت ہی برا ہوگیا اب کیا ہوگا ان لوگوں سے بھی جدا ہوگیا'

سائی تھول‘ سائی تھول کے لئے بھی یہ لڑکی بے کار ہوگی اور زاہد .... زاہد بھی میرے ساتھ نہیں رہا۔ لیکن......... لیکن یہ قصہ کیا ہے‘ کیا قصہ ہے یہ‘ وہ انتہائی دکھ کے ساتھ سوچنے لگا۔ اس کا ہاتھ مسلسل گل کی پشت پر رینگ رہا تھا‘ اچانک ہی اسے ایک ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ محسوس ہوئی‘ گل کی پشت پر کوئی ایسی چیز موجود تھی جو مصنوعی تھی ورنہ اس کی کھال تو اس طرح اوپر سے ادھڑ نہیں سکتی تھی۔ مرزا نصیر بری طرح اچھل پڑا۔ بہت ہی شیطان صفت آدمی تھا۔ اس نے پوری توجہ کے ساتھ گل کی پشت کو دیکھا حالانکہ روشنی نہیں تھی لیکن اسے یہ احساس ہوا کہ اس کی پشت پر کوئی چیز موجود ہے۔ وہ کوئی بے تکا عمل نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ گل کو سنبھالے ہوئے جیپ تک پہنچا۔ پہلی بار اس کی ہیڈ لائٹس روشن کیں اور پھر اس کی روشنی کے سامنے آکر گل کی پشت کو دیکھنے لگا‘ جو چیز ہلکی ہلکی ادھڑ رہی تھی وہ ہلکی پلاسٹک کا ایک ٹکڑا تھا۔ مرزا نصیر بیگ اس ٹکڑے پر غور کرنے لگا۔ پھر اس نے ناخن سے اسے آہستہ آہستہ کھرچنا شروع کیا اور ایک چھوٹا سا ٹکڑا اس کے ہاتھ میں آگیا جسے اس نے گل کی پست پر سے ادھیڑنا شروع کر دیا‘ اور چند ہی لمحات کے بعد ایک جھلی سے گل کی پشت سے اتر گئی اور س کے نیچے نیل کنٹھ کا وہ نشان نظر آنے لگا جس کی تلاش میں مرزا نصیر بیگ نے اس کی پشت کو دیکھا تھا۔ مرزا نصیر بیگ کے حلق سے بچوں جیسی خوشی بھری آواز نکلی اور وہ خوشی سے ناچنے لگا۔

تو یہ قصہ تھا ارے واہ۔ یہ ناکامیوں کے بعد کامیابیوں کی شکل میری تقدیر کے روشن پہلو کی جانب اشارہ کرتی ہے ویری گڈ‘ ویری گڈ‘ ویری گڈ......... اس کے منہ سے بے اختیار آوازیں نکل رہی تھیں۔ پھر اچانک اسے کچھ خیال آیا اور وہ پھرتی سے جیپ کے قریب پہنچا اور اس نے وہ سوئچ آف کر دیا جو ہیڈ لائٹس کا تھا۔

زندہ باد میرے دوستو زندہ باد۔ تم نے میرے لئے جو تحفہ متعین کیا ہے‘ میں اس کے لئے تمہارا شکر گزار ہوں۔ مرزا نصیر بیگ گل کو کاندھے سے لٹکا کر واپسی کے لئے پلٹا لیکن اچانک ہی اسے ایک عجیب سا احساس ہوا ایک انتہائی خوفناک احساس اور اس کا پورا بدن کانپ کر رہ گیا۔

زاہد نجانے کیوں بے چین تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج تک مرزا نصیر بیگ نے اس کے ساتھ انتہائی دوستانہ سلوک کیا تھا وہ جس فطرت کا بھی مالک تھا وہ ایک الگ بات ہے لیکن کم از کم زاہد کے سلسلے میں وہ بالکل مخلص تھا حالانکہ بہت سے ایسے مرحلے آئے تھے جب زاہد کو یہ احساس ہوا تھا کہ مرزا نصیر بیگ ایک انتہائی کمینہ پرور اور غیر معیاری انسان ہے۔ اس کے نزدیک اخلاق کا کوئی معیار نہیں ہے۔ وہ کسی کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ ولیم آرنلڈ کو اس نے جس طرح بے وقوف بنایا تھا اور پھر جس بے دردی سے اس نے ولیم آرنلڈ کو موت کے گھاٹ اتروا دیا تھا زاہد اس سے ناواقف نہیں تھا۔ یہ بھی ایک بہت بڑی حقیقت تھی کہ زاہد کو مرزا نصیر بیگ نے ایک ایسی زندگی عطا کی تھی جس کا حصول اس کے لئے ناممکن ہو گیا تھا۔ یہ مرزا نصیر بیگ ہی کی ذات تھی جس کی وجہ سے اسے زندگی کی وہ خوشیاں حاصل ہو گئی تھیں جن سے وہ قطعی طور پر محروم تھا اور یہی وجہ تھی کہ اس نے مرزا نصیر بیگ کے معاملے میں اپنے دل و دماغ کے دروازے بند کر لئے تھے۔ ولیم آرنلڈ ہی کے مسئلے میں کئی بار اس کے دل نے مچل کر کہا تھا کہ یہ سب کچھ غلط ہے‘ مرزا نصیر بیگ انسانوں کے اس ٹولے کو جانوروں سے بد تر سمجھتا ہے اور اب بھی ان کے سلسلے میں مخلص نہیں ہے۔ لیکن بہرحال وہ مرزا نصیر بیگ سے کوئی انحراف نہیں کرنا چاہتا تھا اور بات یہاں تک پہنچ گئی تھی‘ زاہد کو خود بھی اس ذلت کا احساس ہوتا

تھا جو مرزا نصیر بیگ کی وجہ سے اس کے حصے میں بھی آ گئی تھی حالانکہ براہ راست ا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں رہا تھا لیکن مرزا نصیر بیگ کی وجہ سے اسے بھی نفرت نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

زاہد نے یہ ذلت بھی برداشت کر لی تھی' مرزا نصیر بیگ سے وفاداری کا یہ بھی ایک اظہار تھا' لیکن انسانی ضمیر کبھی نہ کبھی جاگتا ہی ہے' مجموعی طور پر زاہد برا انسان نہیں تھا بس حالات نے اسے ناجانے کیسی کیسی شکلیں اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا' سب سے زیادہ پریشان کن لمحات اس کے لئے پچھلی رات آئے تھے' مرزا نصیر بیگ نے اپنی جس کیفیت کا اظہار کیا تھا' زاہد کو اس کا خواب میں بھی تصور نہیں تھا' ان لوگوں نے جس طرح مرزا نصیر بیگ کو اس کی تمام برائیوں کے باوجود سینے سے لگالیا تھا' یہ معمولی کام نہیں تھا' حالانکہ انہیں مرزا نصیر بیگ سے شدید نقصانات پہنچے تھے' جن کی تمام تفصیل زاہد معلوم ہو چکی تھی لیکن پھر بھی جب لارک اینجلو اور مائیکل بائر نے مرزا نصیر بیگ کو اپ ساتھ رکھنے پر اعتراض کیا تو سر ہدایت اللہ اور کنور مہتاب علی ان کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے تھے اور انہوں نے جن جذبات کا اظہار کیا تھا اس سے زاہد بہت متاثر ہوا تھا' بعد میں مرزا نصیر بیگ نے جو رویہ اختیار کیا تھا اس سے زاہد کو اطمینان ہوا تھا۔ ان لوگوں کے ساتھ رہ کر' اگر مرزا نصیر بیگ کا کام بھی بن جائے تو اس سے زیادہ بہتر بات اور کوئی نہیں تھی' لیکن رات کو مرزا نصیر بیگ نے زاہد سے جو کچھ کہا تھا وہ زاہد کے لئے ناقابل یقین تھا۔ کیا انسان پستیوں کی انتہا تک اس طرح پہنچ جاتا ہے' کیا اقدار کوئی چیز نہیں' کیا ایسا شخص جو زندگی کی بازی ہار رہا ہو' اپنے محسنوں کے لئے مسلسل شیطانی کرتا رہے گا' نصیر بیگ نے زاہد سے جن خیالات کا اظہار کیا تھا وہ بڑے ہی پریشان کن تھے' زاہد واپس تو آ گیا تھا لیکن ایک ذہنی کرب کا شکار رہا تھا' پھر رات کو نصیر بیگ نے دوبارہ چولا بدلا اور ان لوگوں سے حلف برداری کی بات کی۔ زاہد نے یہ سوچا کہ ہو ہے اس کا ضمیر جاگ گیا ہو اور اس نے اپنے اس منصوبے کو ترک کر دیا ہو' حلف برداری میں زاہد کو بھی شریک کیا گیا تھا اور اس نے سچے دل اور خلوص کے ساتھ حلف اٹھایا

تھا اور اس کے بعد خاصی حد تک مطمئن رہا تھا' لیکن بعد میں اس کے دل میں پھر وہی وسوسے جاگ اٹھے' کم از کم مرزا نصیر بیگ کو اس سے تو یہ اظہار کرنا چاہیے تھا کہ اس کے دل میں اب کوئی کھوٹ نہیں رہی ہے اور وہ ان کے ساتھ مخلصانہ طور پر کام کرنے کے لئے تیار ہے' لیکن مرزا نصیر بیگ نے اس سے بھی کچھ نہیں کہا تھا کہ اب بھی اس کے دل میں کوئی کھوٹ ہے' زاہد کو نیند نہیں آئی تھی' وہ بظاہر دوسروں کے ساتھ سوتا ہوا بن گیا تھا لیکن نیند کا اس کی آنکھوں میں دور دور تک پتہ نہیں تھا' مرزا نصیر بیگ اس سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا' زاہد کی نگاہیں کئی بار اس کی جانب اٹھیں تھیں اور اس نے مرزا نصیر بیگ کو سوتے ہوئے ہی پایا تھا لیکن پھر اچانک اسے احساس ہوا کہ مرزا نصیر بیگ اپنی جگہ سے اٹھا ہے' زاہد کے دل میں مرزا نصیر بیگ کے لئے چور تھا اس نے فوراً" ہی آنکھیں کھول کر مرزا نصیر بیگ کو دیکھا اور دوسرے لمحے اس کا دل دھک سے رہ گیا' مرزا نصیر بیگ چوروں کی طرح جاگا تھا اور سونے والوں پر غور کر رہا تھا۔ زاہد نے اپنے آپ کو ساکت کر لیا۔ تاکہ مرزا نصیر بیگ کو اس کے جاگنے کا بھی احساس نہ ہو سکے' پھر اس نے مرزا نصیر بیگ کو گاڑیوں کی جانب بڑھتے ہوئے دیکھا اور اس کا دل خون ہو گیا' اس کا مطلب ہے کہ مرزا نصیر بیگ اپنے منصوبے کو مکمل کرنے کے لئے جاگ رہا ہے' اور اس نے جو چکر چلایا تھا وہ سب جعلی تھا۔ وہ آہستہ آہستہ گاڑیوں کے قریب پہنچا' زاہد اپنی تمامتر بینائی کی قوتوں کے ساتھ اس کی کارکردگی دیکھ رہا تھا' مرزا نصیر بیگ نے جو کچھ کیا تھا وہ زاہد کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہا تھا' وہ اندازے لگا رہا تھا کہ مرزا نصیر بیگ کیا کر رہا ہے اور فیصلے کر رہا تھا کہ اس کا اپنا کیا عمل ہونا چاہیے۔ لیکن کم از کم دیکھنا تو چاہیے ہو سکتا ہے مرزا نصیر بیگ اگر کوئی مجرمانہ کارروائی کر رہا ہے تو دوسروں ہی کو اس کا علم ہو جائے بجائے اس کے کہ زاہد اپنی وفاداریوں کو ترک کر کے' نصیر بیگ کے خلاف کارروائی کرے' کوئی اور اگر اس سلسلے میں قدم اٹھالے تو زیادہ بہتر ہے' لیکن سونے والے گھوڑے بیچ کر سو رہے تھے اور کوئی بھی مرزا نصیر بیگ کی کارروائیوں سے باخبر نہیں تھا' مرزا نصیر بیگ گاڑیوں کے پاس سے اپنا کام ختم کر کے ہٹا اور پھر زاہد نے اسے اس جانب

جاتے ہوئے دیکھا' جدھر وہ بچی سو رہی تھی۔ اب کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی' مرزا نصیر بیگ اپنے شیطانی منصوبے کو مکمل کر رہا تھا' زاہد اپنی جگہ سے اٹھا اور کچھ سوچ کر گاڑیوں کی جانب بڑھ گیا اس نے ان دو گاڑیوں کو دیکھا' جن کے ٹائروں کی ہوا نکال دی گئی تھی' تیسری گاڑی یقیناً" مرزا نصیر بیگ نے اپنے استعمال کے لئے محفوظ رکھی تھی' زاہد نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور دوسرے لمحے وہ خاموشی سے اس جیپ میں پہنچ گیا' جس سے مرزا نصیر بیگ اتر کر گیا تھا' پھر زاہد نے مرزا نصیر بیگ کو بچی کے ساتھ واپس آتے ہوئے دیکھا اور اپنے آپ کو پوشیدہ کرلیا' اسے گمان ہوا تھا کہ مرزا نصیر بیگ بچی کو گاڑی کے پچھلے حصے میں سلانے کی کوشش کرے' لیکن مرزا نصیر بیگ نے ایسا نہیں کیا اور اسٹیرنگ پر گیا' بچی کو غالباً" اس نے سامنے والی سیٹوں پر ہی ڈال دیا تھا' پھر وہ عقب میں آیا اور زاہد کو یہ خوف پیدا ہوگیا کہ اب وہ گاڑی میں اوپر آئے گا' لیکن مرزا نصیر بیگ نے یہاں بھی ذہانت ہی کا کام کیا تھا۔ وہ شیطانی عمل کا ماہر تھا اور اپنی شیطانی ذہانت میں بے مثال' زاہد نے اسے گاڑی کو دھکیلتے ہوئے آگے کی طرف لے جاتے ہوئے دیکھا اور خود دم سادھے پڑا رہا' اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ مرزا نصیر بیگ یہاں گاڑی کو اس لئے اسٹارٹ نہیں کرنا چاہتا کہ دوسروں کی آنکھ نہ کھل جائے' پھر مرزا نصیر بیگ نہایت محنت کے ساتھ گاڑی کو دھکیلتا رہا' زاہد یہ نہ سمجھ سکا تھا' وہ اسے کہاں تک لے جانا چاہتا ہے اس کا خیال تھا کہ مرزا نصیر بیگ گاڑی کو دھکیل کر اتنا فاصلہ کرلینا چاہتا ہے کہ جب وہ اسے اسٹارٹ کرے تو دوسروں کو اس کے بارے میں علم نہ ہو' لیکن زاہد کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ گاڑی ڈھلان تک پہنچ چکی ہے پھر جب مرزا نصیر بیگ نے اسے اسٹارٹ کرکے ڈھلان میں اتارا تو زاہد نے بمشکل تمام اپنے آپ کو سنبھالا تھا ورنہ وہ بھی لڑھک کر آگے کی سیٹ کے قریب پہنچ چکا ہوتا اور ممکن ہے مرزا نصیر بیگ کو اس کی وہاں موجودگی کا علم ہو جاتا' گاڑی ڈھلان پر اتر رہی تھی' زاہد سمجھ گیا کہ مرزا نصیر بیگ اپنے اس منصوبے کو آخری شکل دینے جارہا ہے جو اس کے دل میں تھا' لیکن اب زاہد کی اپنی کیفیات بدلتی جارہی تھیں' یہ شخص اس دنیا میں شاید کسی سے بھی مخلص نہیں ہے اور جو کسی سے بھی

مخلص نہ ہو' وہ انسان نہیں ہوتا' زاہد کے دل میں پہلی بار مرزا نصیر بیگ کے خلاف بغاوت کا احساس جاگا تھا اور وہ اس احساس کے ساتھ گاڑی میں لیٹا ہوا ڈھلانوں کا سفر طے کرتا رہا' یہاں تک کہ یہ سفر ختم ہوگیا' زاہد اپنے طور پر فیصلہ نہیں کرپایا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے' وہ انتظار کر رہا تھا کہ مرزا نصیر بیگ گاڑی روکے تو وہ کچھ کرنے کی کوشش کرے' لیکن مرزا نصیر بیگ نے وہاں سے زیادہ آگے بڑھ جانا مناسب سمجھا تھا اب جو کچھ بھی ہے بہرحال کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا' زاہد کی ذہنی کیفیت کافی خراب تھی اور وہ اپنے بدن میں ایک عجیب سی اینٹھن محسوس کر رہا تھا' یہاں تک کہ سفر ختم ہوا اور مرزا نصیر بیگ نے گاڑی روک دی' اس کے بعد زاہد مرزا نصیر بیگ کو دوسری کارروائی کرتے ہوئے دیکھتا رہا' بچی کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک اس نے کیا تھا وہ بھی انتہائی افسوسناک تھا' مرزا نصیر بیگ نے لائٹس جلا کر بچی کو دیکھنا شروع کر دیا تھا اور پھر زاہد نے اس کے حلق سے نکلنے والی خوشی کی آوازیں بھی سنی تھیں۔ اب اس سے زیادہ انتظار کرنا مناسب نہیں تھا' زاہد نے اپنے طور پر فیصلہ کیا اور پھر وہ گاڑی کے عقبی حصے سے نیچے اتر آیا۔ مرزا نصیر بیگ نے اسے دیکھا اور سہم گیا۔ پھر اس نے زاہد کو پہچان لیا۔

"تم......... زاہد تم.......... تم یہاں کیسے آگئے؟"

"سر' میں آپ کے ساتھ یہاں تک آیا ہوں۔"

"میرے ساتھ۔ کیا بکواس کرتے ہو؟"

"آپ جانتے ہیں' میں آپ سے جھوٹ نہیں بولتا۔"

"مگر کیسے.........؟ کیسے آئے ہو میرے ساتھ؟"

"اسی جیپ میں۔"

"جیپ میں؟"

"جی سر۔"

"جیپ میں تم کہاں سے آگئے؟"

"سر آپ کو علم نہیں ہو سکا تھا۔"

"مگر اس طرح.......... تم مجھ سے پوشیدہ کیوں رہے؟"

"اس لئے سر کہ آپ نے مجھے وہاں چھوڑ دیا تھا۔"

"میں.......... ہاں.......... وہ.......... تمہارے لئے میں ایک اور منصوبہ بنا چکا تھا"

"کیا سر؟"

"تم مجھ سے سوال کیوں کر رہے ہو۔ کیا تمہیں مجھ سے سوال کرنے کا حق ہے؟"

"جی سر.......... اب اس لئے ہے کہ آپ نے مجھے ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔"

"احمق ہو تم جانتے ہو میں نے کیا سوچا تھا۔"

"نہیں سر.......... میں نہیں جانتا۔"

"یہ ایک خوبصورت منصوبہ ہے۔ یہ لڑکی.......... دیکھو اسے۔ یہ خزانے کی ہے۔ سائی تھول کی مطلوب۔ میں اسے نیل کنٹھ لے جا کر سائی تھول کے حوالے کر گا۔ اور اسے بتاؤں گا کہ جو چور اسے لے گئے تھے وہ آ رہے ہیں۔ تم بھی ان کے ہی گرفتار ہوتے لیکن میں سائی تھول کو بتاتا کہ تم میرے آدمی ہو۔ اور میں تمہیں کرا لیتا' یہ میرا منصوبہ تھا۔"

"اور وہ لوگ سر؟"

"کتوں کی طرح مار دیئے جاتے۔ مرزا نصیر بیگ نے قہقہہ لگایا۔ اور شاید اس سے زاہد کو دیکھا کہ وہ مسکرائے گا اسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھے گا۔ لیکن زاہد کا سرد تھا۔"

"کیسا منصوبہ ہے زاہد؟"

"سر.......... آپ نے رات کو حلف برداری کی تھی۔ اس کی کیا نوعیت تھی؟"

"ذہانت.......... عقل مندی' ان احمقوں کو متاثر کرنے کی کوشش۔ تاکہ وہ طرف سے بے فکر ہو جائیں۔"

"لیکن سر.......... حلف تو ایک مقدس عہد ہوتا ہے۔ اس عظیم نام کے

خالق ہے۔"

"کیا بات کرتے ہو زاہد.......... اب یہ تصور بہت عجیب شکل اختیار کر چکا ہے۔"

"کیا مطلب سر؟"

"ذہین لوگوں کا ایک روایتی ہتھیار.......... تم حلف کے بارے میں بات کر رہے ہو۔ ان کی حقیقت سیاستدانوں سے پوچھو۔ ان سے پوچھو جو بڑے بڑے عہدوں کا حلف اٹھاتے ہیں۔ لیکن اس وقت بھی ان کے ذہن میں گمان نہیں ہوتا کہ حلف اٹھاتے ہوئے وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کی تکمیل کریں گے۔ عدالتوں میں بیان دینے والوں سے پوچھو' جو حلف اٹھانے کا کاروبار کرتے ہیں۔"

"سر.......... یہ گناہ نہیں ہے؟"

"زاہد.......... کیوں ایسی باتیں کر رہے ہو۔ تم آ گئے.......... بہت اچھا کیا۔ اصل میں' میں تمہیں اس منصوبے میں اسی وقت شریک کر لیتا۔ لیکن میں نے تمہارے اندر جھجک پائی تھی' تم کچھ الجھے الجھے سے تھے اور میں اپنے منصوبے میں ایک لفظ کی بھی رکاوٹ نہیں چاہتا تھا۔ اب یہاں سے چلتے ہیں صبح ہونے میں بہت کم وقت رہ گیا ہے۔ انہیں جاگتے ہی ہماری کارروائی کا علم ہو جائے گا۔ اور بہرحال تھوڑی بہت دیر میں وہ اپنے ٹائر بھی تبدیل کر لیں گے۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ فاصلہ طے کر لینا چاہیے۔ تم اسٹیرنگ سنبھالو۔ میں بچی کو سنبھالتا ہوں۔"

"سر.......... کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"کیا.........." نصیر بیگ بولا۔

"آپ بچی کو سنبھالیں۔ میں اسٹیرنگ سنبھالتا ہوں۔ لیکن سر.......... میں ڈھلانوں کا رخ کرتا ہوں۔ ہم واپس ان لوگوں کے پاس جائیں گے۔ اگر تقدیر ساتھ دے جائے اور انہیں اس پوری کارروائی کا علم نہ ہو سکے تو بہتر ہوگا۔ ہم خاموشی سے سو جائیں گے۔ اگر علم ہو گیا تو پھر دیکھا جائے گا۔"

"جو کچھ تم کہہ رہے ہو.......... اس کا تعلق عقل سے ہے.........." نصیر بیگ سرد

لہجے میں بولا۔

''عقل ہی کے لئے سر۔''

''مجھے قائل کرو۔''

''سر میں نے پورے خلوص سے حلف اٹھایا تھا اس سے انحراف میرے لئے نہیں ہے۔ جسے ہم گناہ کہہ رہے ہیں۔ سمجھ رہے ہیں اس سے گریز ضروری ہے۔''

''اور اگر میں تمہیں حکم دوں کہ جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو؟''

''میں نے آج تک آپ کے کام سے انحراف نہیں کیا۔''

''اور اب؟''

''اس وقت آپ کا حکم ماننا میرے لئے مشکل ہے۔''

''اگر ہم واپس گئے اور انہیں پتہ چل گیا تو..........؟''

''میں صورت حال سنبھال لوں گا۔''

''گویا تم میرے حکم پر عمل نہ کرو گے۔''

''سوری سر..........!'' زاہد نے کہا۔ ''اور اچانک مرزا نصیر بیگ نے ایک ہاتھ گل کو سنبھال کر دوسرے ہاتھ سے پستول نکال لیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ گئی۔

''اب کیا کہتے ہو؟''

''بہرحال یہی سچ ہے سر..........!''

''تو پھر میں تمہارے دل میں ایک سوراخ کئے دیتا ہوں جس سے سچ بہہ جائے گا۔'' نصیر بیگ نے کہا۔ اور زاہد کے دل کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔

مرزا نصیر بیگ ظالم اور سفاک انسان تھا۔ پتہ نہیں یہ اس کی خوش بختی تھی یا ان
ن کی حد سے بڑھی ہوئی شرافت کہ ماضی کو نظرانداز کر کے انہوں نے اسے دوبارہ
نہ درمیان جگہ دے دی تھی۔ حالانکہ یہ ناقابل یقین عمل تھا۔ پہلی مہم کے دوران اس
ان لوگوں کی موت کا سامان کر دیا تھا خوش بختی نے ہی انہیں زندگی دی تھی۔ پھر وطن
ن جانے کے بعد اس نے بچی کی تلاش کے لئے مہتاب پور ہاؤس کے اندر خونریزی کی
ہ اور کنور مہتاب علی کے دو قدیم ملازموں کو ہلاک کر دیا تھا۔ اس کے بعد کھسیائی بلی
مانند اس نے اس مہم کی پوری تفصیل اخبارات میں شائع کرا کے ان لوگوں کے لئے
یہ مشکلات کھڑی کر دی تھیں۔ اس کے باوجود انہوں نے اس کے ساتھ انسانیت کا
ک کیا تھا اور اسے اپنے درمیان جگہ دی تھی۔..........''

وہ غافل نہیں تھا۔ پھر چونکہ بچی اس کی گود میں تھی اس لئے صحیح نشانہ بھی نہیں
سکا۔ زاہد معمولی سی کوشش سے اس کی چلائی ہوئی گولی سے بچ گیا۔

''نہیں سر.......... خدا کے لئے ایسا نہ کیجئے۔ میں نے آپ کے ساتھ بڑی وفاداری
وقت گزارا ہے۔''

''میں تمہیں تمہاری وفاؤں کا صلہ ہی دے رہا ہوں۔ نصیر بیگ نے دانت پیس کر کہا
دوسرا فائر داغ دیا۔ زاہد نے اپنی جگہ چھوڑ کر یہ فائر بھی خالی کر دیا تھا۔ لیکن اسے

انداز ہو گیا تھا کہ مرزا نصیر بیگ جنونی ہو گیا ہے اور اسے معلوم ہے کہ زاہد نہتا ہے گولی کے جواب میں گولی نہیں چلا سکتا۔ اس لئے جیپ کے عقب میں جاتے ہی اس پھرتی سے اگنیشن پر ہاتھ مارا اور کی ہول سے چابی کھینچ لی۔ یہ سب کچھ لمحوں پر تھا۔ پھر اس نے سیدھی چھلانگ لگا دی۔"

زاہد نے ایک چٹان کے عقب میں پناہ لے لی۔

"زاہد........ تیری زندگی کا خاتمہ ضروری ہے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا

میں اب بھی آپ کا وفادار ساتھی ثابت ہو سکتا ہوں سر۔ دل سے غلط فہمی دیجئے۔ زاہد نے جواب دیا۔

مرزا نصیر بیگ کو عقل آ گئی تھی۔ تین گولیاں باقی تھیں انہیں کارآمد بنانا ضر تھا۔ لیکن بچی صحیح نشان لینے میں آڑے آ رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ زاہد کے پاس ہتھیار نہیں ہے۔ ان ہی تین گولیوں میں سے کسی ایک سے اس کا کام تمام کرنا جیپ کی طرف پلٹا اور پھر بچی کو اگلی سیٹ پر لٹا دیا۔ پھر وہ چٹانوں کی طرف بڑھا اچانک ایک خیال نے اس کے قدم روک دیئے۔ اگر زاہد کو اسی طرح دھوکے میں ر یہاں سے نکل گیا تو زاہد پیدل اس کا پیچھا نہیں کر سکے گا۔ نہ ہی وہ واپس جا کر ان لوگ اطلاع دے سکے گا کیونکہ فاصلہ بہت زیادہ ہو چکا تھا۔

یہ خیال اسے بہت دلکش لگا تھا۔ اس نے واپسی کے لئے قدم اٹھا دیئے چھلانگ لگا کر جیپ میں بیٹھ گیا۔ بچی کو سنبھال کر بٹھایا اور اگنیشن پر ہاتھ مارا چابی نہیں تھی۔

"چابی۔ اس نے سوچا۔ پھر پاگلوں کی طرح اسے نیچے اور ادھر ادھر تلاش لگا۔ پھر اس کا ذہن بالکل تاریک ہو گیا۔ اور اس نے غراتے ہوئے نیچے چھلانگ لگا

"کتے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ زاہد سامنے آ۔" ایک چٹان کے پاس ابھری تو اس نے فائر کر دیا اور زاہد کی کربناک کراہ فضا میں گونج اٹھی۔" مرزا نصیر ہذیانی انداز میں ہنس پڑا تھا۔ پھر وہ بے تحاشہ اس چٹان کی طرف دوڑ پڑا۔ زاہد ا

عقب میں موجود تھا اور سینے پر ہاتھ رکھے لڑکھڑا رہا تھا۔

"نصیر بیگ ہے میرا نام زاہد۔ نصیر بیگ۔"

"سر........ میں........ آپ کا........ وفادار........! زاہد کی اکھڑی اکھڑی آواز ابھری۔"

"اس دنیا میں کوئی کسی کا وفادار نہیں ہوتا۔ وفا صرف اپنی ذات سے کی جاتی ہے۔ ہاں........ صرف اپنی ذات سے۔ نصیر بیگ نے ہنس کر کہا۔"

"سر، آپ کے........ حکم پر میں نے مگرمچھوں کے درمیان چھلانگ لگا دی تھی۔"

"وہ تمہاری بے وقوفی تھی، جس کی اب تمہیں سزا مل رہی ہے۔"

"سر........ میں........ میں۔"

"چابی کہاں ہے۔ چابی نکالو۔"

"آہ یہ........ یہ ہے سر........ زاہد زمین پر گرنے لگا تو نصیر بیگ اس کے قریب آ گیا۔ پھر وہ زاہد کی جیب سے چابی نکالنے کے لئے جھکا تو زاہد کا طاقتور گھونسہ اس کے جبڑے پر پڑا ساتھ ہی اس نے نصیر بیگ کے پستول پر ہاتھ ڈال دیا۔ زاہد ایک طاقتور جوان تھا۔ اس گھونسے نے ہی نصیر بیگ کے اوسان خطا کر دیئے تھے۔ اور اس کے جبڑے کے پٹھے ایسے کھنچ گئے تھے کہ اب جبڑا سیدھا نہیں ہو رہا تھا۔"

"سر........ میں واقعی آپ کا وفادار تھا۔ لیکن سر........ وفاداری اور بے وقوفی میں فرق ہوتا ہے۔ آپ نے مجھے یہ فرق اچھی طرح سمجھا دیا ہے۔"

"نصیر بیگ کے منہ سے آواز نہیں نکل سکی۔ تو زاہد پھر بولا۔" قصور میرا نہیں ہے سر۔ جو کچھ آپ نے سکھایا وہ آپ کو لوٹا رہا ہوں۔ تھینک یو سر........ زاہد نے پستول بڑھا دیا۔ اس کا نشانہ نصیر بیگ کے نشانے کی طرح ناقص نہیں تھا۔ نصیر بیگ کے سینے سے خون ابل پڑا۔

پوری طرح صبح نہیں ہوئی تھی۔ عرشی نے کروٹ بدلی۔ گل ہمیشہ اس کے بازوؤں کی رینج میں ہوتی تھی اور جو کچھ بھی تھا لیکن عرشی گل کی بری طرح عادی ہو گئی تھی۔ نادر شاہ کو بس کوئی موقع ملنا چاہیے تھا۔ ایک بار اس نے کہا تھا۔

”عرشی، ہمیں اس دوران بہت سے تجربات ہوئے ہیں۔“

”ہاں۔ یقیناً“

”اب میں ایک ماہر عاشق بن چکا ہوں۔ مجھے بڑی مشق ہو گئی ہے اور اب میں جانتا ہوں کہ محبوب کونسے تیر سے شکار ہوتا ہے۔“

”ہونہہ........“ عرشی نے کہا۔

”اس کے علاوہ ایک ماہر شوہر بن چکا ہوں۔ بیک وقت چار چھ بیویوں کو خوش رکھ سکتا ہوں“

”زندہ بچو گے تب نا........“

”نہیں........ وہ تو میں تجربے کی بات کر رہا ہوں۔“

”اس میں کوئی شک نہیں ہے نادر شاہ۔ لیکن تم یقین کرو کہ جوں جوں اپنی منزل کے قریب پہنچ رہے ہیں۔ میرا دل بیٹھتا جا رہا ہے۔“

”گل کے لئے........“

”ہاں نادر شاہ۔ ہم اسے خود سے جدا کر سکیں گے۔“

”خدا کی قسم........ بڑی مشکل ہو گی۔“

”میں رات کو جاگتی ہوں تو اسے ٹٹولتی ہوں۔ ایک دن ایسا ہو گا کہ یہ میرے ہاتھ کی گرفت میں نہیں ہو گی۔ عرشی نے گلوگیر آواز میں کہا اور اس وقت وہ اس کے ہاتھ کی گرفت میں نہ تھی۔ کبھی کبھی لڑھک کر دور چلی جاتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ نادر شاہ تک۔ دنیا کو دکھانے کے لئے نادر شاہ اس کے قریب ہوتا تھا لیکن اتنے فاصلے کے ساتھ کہ دونوں کو چھو کر چلنے والی ہوا بھی ان کے وجود کی خوشبو یکجا نہ کر سکے۔ عرشی کو نادر شاہ پر بے حد اعتماد تھا۔“

”کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ گل عرشی کی گرفت میں نہ آئی ہو اور وہ اسے قریب کئے بغیر سو گئی ہو۔“

”اس وقت بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ اس کی گرفت میں نہیں آئی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور اس کی نگاہوں نے گل کو دیکھا۔ لیکن درمیانی جگہ خالی تھی۔ نادر شاہ کروٹ بدلے سو رہا تھا۔“

”ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے کھڑی ہو گئی۔ گل نہ پائینتی تھی نہ سرہانے۔“

”گل........؟ اس کے حلق سے آواز نکلی۔ اور نادر شاہ جاگ گیا۔“

”کیا بات ہے........؟“

”گل........ عرشی نے بے چین نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔ نادر شاہ بھی پریشان ہو کر کھڑا ہو گیا تھا۔“

”کہاں ہے وہ........؟“

”پتہ نہیں۔“

”کیا مطلب........“

”جانے کہاں گئی........“

"وہ کہاں جاسکتی ہے۔"

"دیکھو۔ نظر ہی نہیں آرہی.........عرشی روہانسی آواز میں بولی۔"

"تم ایک کام کرو........."

"کیا........."

"میڈم ریٹا کے پاس جاکر دیکھ لو......... میرا ان کے پاس جانا مناسب نہیں ہو"

"اوہ۔ ہاں وہ بھی کبھی۔ عرشی نے ریٹا ہاروے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ لیکن نے ریٹا ہاروے کو بھی بے خبر سوتے پایا تھا۔"

"میڈم.........میڈم......... اس نے بدحواسی میں ریٹا کو جھنجھوڑ ڈالا...... بھی گھبرا کر اٹھ گئی۔"

"آپ نے گل کو تو نہیں دیکھا۔"

"جیمس پیرے بھی اٹھ گیا۔ پھر ایک ایک کر کے سبھی اٹھ گئے۔ صورتحال معلوم ہوگئی تھی۔ سب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔" اچانک بائر نے کہا۔

"مسٹر ہدایت اللہ۔"

"ہوں۔"

"نصیر بیگ نہیں ہے اور اس کا ساتھی بھی۔"

"ایں......... ہدایت اللہ کے پورے بدن کو جیسے کرنٹ لگا ہو۔"

"اوہ مائی گاڈ......... ایک جیپ بھی غائب ہے۔" مائیکل بائر نے کہا۔ پھر اس نادر شاہ کو کہا۔

"مسٹر......... سردار خان۔ نادر شاہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے کہا نصیر بیگ اور اس کا ساتھی لے گئے ہیں۔ انہوں نے ایک جیپ بھی چرائی ہے........"

"نادر شاہ کو مرزا نصیر بیگ کے بارے میں پوری تفصیل معلوم تھی۔ اس گاڑیوں کی طرف دیکھا پھر چیخا۔"

"براہ کرم جیپ کی چابی۔ دوسری جیپ کی چابی لارک اینجلو کے پاس تھی۔ نادر شاہ چابی لے کر جیپ کی طرف بھاگا اور پھر اس نے جیپ اسٹارٹ کر کے گیئر میں ڈالی۔ لیکن جیپ بری طرح اچھلنے لگی۔"

نادر شاہ کو ایک لمحے میں احساس ہوگیا کہ جیپ کے ٹائر پھٹے ہوئے ہیں اس نے انجن آف کیا اور نیچے اتر آیا۔ تمام ہی لوگ آس پاس موجود تھے اور سب متوحش نظر آرہے تھے۔ نادر شاہ نے اپنے قریب کھڑے ہوئے مائیکل بائر سے کہا۔

"سر، براہ کرم جیپ کا ٹائر بدلوا لیجئے' میں ذرا تھوڑا سا اور کام کر رہا ہوں........."

"مائیکل بائر نے فیروز کو اشارے سے قریب بلایا اور پھر سب ہی جیپ کے ٹائر بدلنے میں مصروف ہوگئے' جبکہ نادر شاہ اس جگہ زمین کو جھک کر دیکھنے لگا جہاں دوسری جیپ کھڑی ہوئی تھی۔ پھر وہ جیپ کے ٹائروں کے نشانات پر آگے بڑھنے لگا۔ گو پتھریلی زمین پر ٹائروں کے نشانات واضح نہیں تھے لیکن ایک پولیس آفیسر کی تربیت ذرا مختلف ہوتی ہے۔ نادر شاہ جانتا تھا کہ ٹائروں کے یہ نشانات اسے کس طرح نظر آسکتے ہیں بس سمت کا اندازہ ہو جائے۔ اس کے بعد اور کسی شئے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ بہت دور تک نکل آیا۔ اس نے اپنی گہری نگاہوں سے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ نصیر بیگ نے کون سا رخ اختیار کیا ہے' اتنی دیر میں ٹائر تبدیل کر لئے گئے تھے' یہ مہم جوؤں کی ہی ذہانت تھی کہ سفر کے لئے انہوں نے صرف ایک ٹائر پر اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ جیپ کے نچلے حصے میں تین تین ٹائر پڑے ہوئے تھے اور انہیں اسٹینڈ بائی رکھا جاتا تھا' کہیں بھی کوئی حادثہ پیش آسکتا تھا۔ یہی کیفیت ٹرک کی بھی تھی۔ تمام لوگوں نے دیکھ لیا تھا کہ جیپ کے ساتھ ساتھ ٹرک کے ٹائروں کی بھی ہوا نکال دی گئی ہے۔ یہ شکر تھا کہ ٹائروں کی صرف ہوا نکالی گئی تھی۔"

غرض یہ کہ جیپ تیار ہوگئی تو نادر شاہ نے اسے سنبھالا۔ کنور مہتاب بھی اچک کر اس کے ساتھ بیٹھ گئے تھے۔ کچھ اور لوگوں نے بھی آنے کی کوشش کی تو نادر شاہ نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں جناب بس ہم دو افراد کافی ہیں۔ آپ ٹرک کو تیار کرنے کے بعد
پر آیئے اور یہاں سے اپنا تمام سازو سامان اٹھا لیجئے گا۔ نادر شاہ کے الفاظ پر باقی
کوئی خاص غور نہیں کیا تھا' لیکن بہرحال اس کی ہدایت کے مطابق ہی عمل کیا جا
نادر شاہ برق رفتاری سے جیپ دوڑاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ ڈھلان کے پاس پہنچ
اس نے ایک بار پھر جیپ سے نیچے اتر کر ٹائروں کے نشانات دیکھے اور مطمئن ا
گردن ہلا کر واپس جیپ میں آبیٹھا۔"

"کیوں سردار خان.........."

"سر اس بدبخت کی چالاکی میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں.........."

"کیا' کنور مہتاب علی نے پوچھا.........."

"وہ اگر وہاں جیپ اسٹارٹ کرتا تو لازمی بات تھی کہ ہم لوگوں کی آنکھ کھل
چنانچہ وہ اور اس کا ساتھی جیپ کو دھکا دیتے ہوئے ڈھلان تک لائے اور پھر یہاں
اس جیپ میں سوار ہو گئے۔ نصیر بیگ نے بڑی چالاکی سے سارا کام سرانجام دیا ہے۔"

"نادر شاہ نے جیپ ڈھلان پر ڈال دی۔ کنور مہتاب علی کے جبڑے بھنچے
تھے' اس نے بالکل خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ نادر شاہ پر ان لوگوں کو مکمل اعتبار
اب تک اس نے جو کچھ کیا تھا وہ اس قدر تھا کہ اس کے بعد اس پر کسی قسم کا شک
بے مقصد ہی تھا۔ کنور مہتاب علی کو یقین تھا کہ نادر شاہ نے صحیح سمت کا اندازہ لگا
چنانچہ وہ خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ پھر ڈھلان سے اترنے کے بعد بھی نادر شاہ نے دو
کیا۔ یہ ایک پولیس آفیسر کا عمل تھا' گو کنور مہتاب علی کو اس کے بارے میں تمام تف
معلوم نہیں تھیں لیکن بہرحال نادر ساہ کی ذہانت سے وہ پوری طرح مطمئن تھا۔ نا
نے صحیح سمت کا اندازہ لگانے کے بعد ایک بار پھر جیپ کو آگے بڑھا لیا اور کنور مہتاب
نے پہلی بار زبان کھولی۔"

"سردار خان' سمجھ میں نہیں آتا کہ نیکی کیا چیز ہوتی ہے۔"

"جی سر.......... نادر شاہ نے سوالیہ انداز میں کہا.........."

"نہیں تمام صورتحال معلوم ہے.........."

"جی سر مجھے معلوم ہے.........."

"ویسے نادر شاہ ایک بات بتاؤ.........."

"جی سر.........."

"تمہارا کیا خیال ہے کیا ہم نے اس بدبخت کو اپنے ساتھ دوبارہ رکھنے کی غلطی کی

"سر اب تو تمام لوگ ہی یہ بات کہیں گے کہ آپ لوگوں نے بڑی غلطی کی تھی۔"

"تم کیا کہتے ہو.........."

"نہیں سر ظاہر ہے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر اس وقت اس شخص کو نظرانداز نہیں
سکتا تھا اگر ہم اسے نظرانداز کر دیتے تو ہمارا ضمیر ہمیشہ ہمیں کچھ کے دیتا رہتا.........."

"حالانکہ یہ تمام بات غلط تھی۔"

"کیوں سر.........."

"اس لئے کہ وہ وہاں تک تو آیا تھا۔"

"میں نہیں سمجھا سر.........."

"جو شخص وہاں تک سفر کرنے کے بعد پہنچ چکا تھا' اس پر پھر ترس کھانے کی
رت نہیں تھی' ظاہر ہے وہ وہاں تک پہنچنے کے ذرائع رکھتا تھا' ہمیں اس کے ساتھ
دی کا یہ سلوک نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"سر بہرحال یہ تو انسانی فطرت کا ایک حصہ ہے۔"

"لیکن میں جانتا ہوں کہ اس وقت مائیکل بائز' لارک اینجلو اور ریٹا باروے ہم
سے نفرت کر رہے ہوں گے۔"

"جی سر.........."

"وہ لوگ قطعی نہیں چاہتے تھے کہ ہم مرزا نصیر بیگ کو ساتھ رکھیں حالانکہ یہ
ایک حقیقت ہے کہ جس قدر نقصان مجھے نصیر بیگ سے پہنچا ہے کسی اور کو نہیں۔

اس بدبخت نے میرے دو ایسے وفادار ساتھیوں کو قتل کر دیا تھا جو بچپن سے میرے ساتھ تھے۔"

"جی سر' میں سمجھا نہیں' کون تھے وہ.........."

"ہاں مہتاب پور ہاؤس میں رہنے والے میرے دو ایسے ساتھیوں کو قتل کیا تھا اس نے' بس میں تمہیں بتا نہیں سکتا کہ ان کے قتل کا مجھے کتنا صدمہ ہوا تھا۔"

"جی سر۔ نادر شاہ نے آہستہ سے کہا۔ اس سے زیادہ یہ بات اور کون جان سکتا تھا کہ مہتاب پور ہاؤس میں ہونے والا یہ قتل کس نوعیت اور کس ہیبت کا حامل تھا۔"

کنور مہتاب علی ایک لمحے کے لئے خاموش ہوگیا اس کے بعد اس نے کہا۔

"نہیں سردار علی خان' واقعی یہ ایک بہت بڑی سچائی ہے کہ کسی پر رحم کھانا دنیا سب سے مشکل کام ہے اور شاید ایک وقت ایسا بھی آجائے کہ لوگ کبھی کسی پر رحم نہ کھائیں۔ ہم لوگوں نے اپنے آپ کو نا صرف مذاق کا نشانہ بنایا ہے بلکہ ایک عظیم نقصان سے دو چار ہوئے ہیں۔"

"سر ہم انہیں تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ نادر شاہ نے کہا۔ کنور مہتاب علی اور نادر شاہ کی نگاہیں دور دور تک بھٹک رہی تھیں' پھر دور سے انہیں ایک دھبہ سا نظر آیا۔ جو متحرک تھا۔ اور نادر شاہ کے حلق سے ایک آواز سی نکل گئی۔ کنور مہتاب علی بھی چونک پڑا تھا۔"

"کیا بات ہے..........؟"

"وہ' وہ' نادر شاہ نے کہا' اور اس کے بعد جیپ کی رفتار طوفانی کر دی' کنور مہتاب علی نے مضبوطی سے دوڑتی جیپ کو پکڑ لیا تھا۔ وہ دھبہ ابھی تک اسے نظر نہیں آ رہا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ اس کی نگاہوں میں بھی واضح ہوگیا البتہ ڈرائیونگ کرتے ہوئے نادر شاہ کو یہ احساس ہوا کہ جیپ کا رخ کسی اور جانب نہیں بلکہ ان ہی کی سمت ہے اس کے باوجود اس نے اپنی جیپ کی رفتار سست نہیں کی تھی۔ آنے والی جیپ تھوڑی دیر میں نمایاں ہوگئی۔ فاصلہ حالانکہ کافی تھا لیکن اس برق رفتاری نے فاصلہ کافی کم کر دیا

جیپ اسی سمت آرہی تھی اور آنے والے نے بھی یقینی طور پر اس جیپ کو دیکھ لیا تھا لیکن اس نے بھی کسی قسم کی جھجک کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ جس بات پر نادر شاہ کو تھوڑی سی حیرت بھی ہوئی تھی۔ پھر اس نے کنور مہتاب علی سے کہا۔"

"سر اسلحہ ہے..........."

"ہاں.........پستول لے آیا ہوں.........کنور مہتاب علی نے ایک پستول نادر شاہ کے حوالے کرتے ہوئے کہا اور نادر شاہ نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی پھر بولا۔"

"ایک مہم جو کو اتنا ہی مستعد ہونا چاہیے۔ حالانکہ اس وقت کسی کو بھی یہ خیال نہ آیا تھا کہ ان لوگوں کو اسلحہ دے دے۔"

کنور مہتاب علی خاموش ہوگیا۔ اصل میں وہ اس وقت بہت زیادہ الجھن کا شکار تھا' طرح طرح کے احساسات سینکڑوں وسوسے اس کے ذہن میں تھے۔ نصیر بیگ کو واقعی اس نے پناہ دے کر بڑی غلطی کی تھی' حالانکہ لارک اینجلو اور مائیکل بائر وغیرہ پر ان لوگوں نے سختی کی تھی اور وہ لوگ بھی یقینی طور پر ان سے بددل ہوگئے تھے۔ اصولی طور پر اگر غور کیا جاتا تو ان کا انکار کرنا بالکل حق بجانب تھا' کیونکہ مرزا نصیر بیگ کی وجہ سے ہی یہ خطرناک حالات پیدا ہوئے تھے۔ ورنہ شاید اس کے امکانات نہ ہوتے' ماضی میں بھی وہ مرزا نصیر بیگ کی وجہ سے کافی نقصانات اٹھا چکے تھے اور اب ایک بار پھر اس نے انہیں ایسی ہی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔ لیکن آنے والی جیپ حیران کن طریقے سے ان کی جانب ہی آرہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ان کے قریب پہنچ گئی۔ تب انہوں نے بخوبی دیکھ لیا کہ جیپ ڈرائیو کرنے والا نصیر بیگ نہیں بلکہ اس کا دوسرا ساتھی ہے۔ نادر شاہ نے ایک جھٹکے کے ساتھ جیپ اس کے قریب لے جا کر روک دی۔

ڈرائیونگ سیٹ پر زاہد بیٹھا ہوا تھا۔ زاہد نے بھی اگنیشن سوئچ آف کر دیا اور اس کے بعد جیپ سے نیچے اتر آیا' کنور مہتاب علی پستول تانے ہوئے اس کے سر پر پہنچ گیا تھا پھر اس نے چیخ کر کہا۔

"کہاں ہے وہ کتا.........وہ کتا کہاں ہے.........."

"زاہد نے مودبانہ انداز سے کہا........." سر پچھلی سیٹ پر.........

"کنور مہتاب علی دوڑ کر پچھلی سیٹ کے قریب پہنچ گیا' لیکن وہاں اس نے جو کچھ دیکھا وہ اس کے لئے حیرانی کا باعث تھا۔ پچھلی سیٹ پر مرزا نصیر بیگ کی خون میں لت پت لاش رکھی ہوئی تھی۔ جبکہ نادر شاہ نے جھپٹ کر گل کو اپنی گود میں اٹھالیا تھا جو ڈرائیونگ سیٹ کی برابر والی سیٹ پر لیٹی ہوئی تھی اور بالکل ٹھیک کیفیت میں تھی......... ادھر کنور مہتاب علی نے جیپ میں چڑھ کر مرزا نصیر بیگ کی لاش دیکھی' سینے میں گولی کا سوراخ تھا اور مرزا نصیر بیگ اب سے کافی دیر پہلے دم توڑ چکا تھا' کیونکہ سوراخ کا خون بدلے ہوئے رنگ میں نظر آرہا تھا اور اب خاصی حد تک روشنی پھیل گئی تھی اس لئے یہ تمام چیزیں باآسانی محسوس کی جاسکتی تھیں لیکن بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ نادر شاہ بھی زاہد کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر کنور مہتاب علی نے کہا۔"

"سردار خان مرزا نصیر بیگ کی لاش جیپ کی پچھلی سیٹ پر موجود ہے۔"

"اوہ" نادر شاہ نے آہستہ سے کہا۔ پھر وہ زاہد سے بولا........" میرا خیال ہے تمہارا ضمیر جاگ گیا تھا........." زاہد نے آہستہ سے کہا........"

"سر میں اغوا کی اس کارروائی میں ملوث نہیں تھا بلکہ جب نصیر بیگ نے مجھ سے اس بارے میں کہا تو میں نے اس کی مخالفت کی تھی' سر چند الفاظ میں آپ کو تھوڑی سی تفصیل بتانا چاہتا ہوں چونکہ یہ بے حد ضروری ہے لیکن اس کے باوجود اگر آپ نہ سننا چاہیں تو میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔

"نہیں مسٹر زاہد آپ براہ کرم حقیقت بتایئے تاکہ ہمیں حقیقت سے آشنائی حاصل ہو سکے۔"

"سر میرے بارے میں آپ یوں سمجھ لیجئے کہ مرزا نصیر بیگ کا زر خرید ہوں۔ ایسے حالات میں اس نے مجھے اپنے ساتھ شامل کیا تھا جن میں یوں سمجھ لیجئے کہ میرے لئے خود کشی کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا۔ میں حالات سے اتنا بد دل ہو چکا تھا' مایوسی کی اس اسٹیج پر پہنچ چکا تھا کہ پھر مجھے خود کشی پر ہی مجبور ہونا پڑ رہا تھا۔ اس وقت مرزا نصیر

بیگ نے مجھے اپنے لئے حاصل کیا اور میرے حالات سدھارے' سر میں فطری طور پر غلام فطرت کا انسان نہیں ہوں اور احسان ماننا جانتا ہوں چنانچہ میں نے مرزا نصیر بیگ کے ساتھ آنکھیں بند کر کے ہر وہ عمل کیا جس کی مجھے اس شخص نے اجازت دی یا حکم دیا۔ سر چونکہ حالات مکمل طور پر میرے علم میں تھے اور میں یہ بات جانتا تھا کہ پہلے بھی مرزا نصیر بیگ آپ لوگوں کے ساتھ زیادتی کر چکے ہیں اس لئے ذہنی طور پر میں اب آپ لوگوں سے منسلک ہو گیا تھا اور جب رسم حلف برداری ہوئی تھی اور مرزا صاحب نے وفاداری کا حلف اٹھایا تھا تو میں بھی ایک طرح سے ان کے ساتھ ہی شریک تھا اور اس کے بعد جب مرزا صاحب نے مجھ پر اپنے دلی معاملات کا اظہار کیا تو میں نے دبی زبان میں انہیں سمجھایا کہ سر حلف ذرا مختلف چیز ہوتی ہے اور اس کی پاسداری کرنا چاہیے۔ سر پھر وہ شاید مجھ سے بھی بد دل ہو گئے حالانکہ مجھ سے انہوں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی لیکن میرے ذہن میں ان کا یہ تصور کھٹک رہا تھا اور سر اس کے بعد جب وہ اس بچی کو اغواء کر کے جیپ لے کر فرار ہوئے تو میں خاموشی سے جیپ میں چڑھ گیا۔ انہوں نے ایک ذہانت آمیز عمل کیا اور اپنی دانست میں مکمل طور پر کامیاب ہو گئے۔ لیکن جب میں ان پر ظاہر ہوا تو وہ حیران رہ گئے تھے اور اس کے بعد سر میں اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ میں نے نمک حرامی کی' مرزا صاحب نے اپنی دانست میں مجھے ختم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ لیکن سر میں مرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس بچی کے لئے اور میرا بھی ایک خاندان ہے جسے میں صرف دولت کے حصول کے لئے اتنی دور چھوڑ آیا ہوں کہ آج جب میں انہیں یاد کرتا ہوں تو میری آنکھوں میں آنسو بھی نہیں آتے اور ایک بات سن لیجئے آپ لوگ اگر میری اس داستان پر آپ کو یقین نہیں آیا ہے تو اس وقت کے بعد ایک لفظ کسی کے سامنے تشریح کے طور پر نہیں ادا کروں گا۔ نہ میں آپ لوگوں سے زندگی کی بھیک مانگ رہا ہوں اور نہ ہی کسی قسم کے رحم کا طلبگار ہوں۔ یہ بچی سنبھالئے اسے بھی۔ یہ آپ کی ملکیت تھی آپ کی ملکیت ہے اور ویسے بھی معصوم بچے کسی بھی طرح مشکلات کا شکار ہونے کے لئے نہیں ہوتے۔ سر اس کے بعد میرے بارے میں فیصلہ کیجئے' کچھ کرنا

چاہتے ہیں تو فوراً کر ڈالیئے میں اپنی ذات کے لئے مشتبہ نگاہیں برداشت نہیں کروں گا اور اگر مجھے یہ احساس ہوا کہ اس تمام تفصیل کے باوجود آپ لوگ مجھے بھی مرزا نصیر بیگ کا ساتھی اور مجرم سمجھ رہے ہیں تو سر شاید اس کے بعد نا میں اپنے آپ کو معاف کر سکوں گا اور نہ آپ کو.........“

”زاہد کا لہجہ اچانک خونخوار ہو گیا اور نادر شاہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”نہیں دوست ہم اس قدر احسان فراموش نہیں ہیں۔ تم نے بہرطور ہم سے تعاون کیا ہے۔“

”نہیں سر۔ میں نے صرف اپنے ضمیر سے تعاون کیا ہے۔“

”تب پھر صاحب ضمیر لوگوں کی قدر ہم بھی کرنا جانتے ہیں۔“ کنور مہتاب علی نے کہا۔

”شکریہ۔“ زاہد نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ کنور مہتاب علی نے ایک بار پھر نصیر بیگ کی لاش دیکھی۔ دیر تک دیکھتا رہا۔ پھر افسوس بھرے لہجے میں بولا۔

”کاش یہ ایسا نہ ہوتا۔“

”وطن میں اس کی کیا حیثیت تھی۔ نادر شاہ نے پوچھا۔“

”صاحب اولاد ہے۔ پورا گھرانہ رکھتا ہے۔“

”مالی حیثیت کیا ہی۔“

”بہت اطمینان بخش۔“

”پھر یہ کیا دیوانگی تھی۔“

”بھائی۔ دیوانگی تو ہم پر بھی طاری تھی اور ہے۔ پتہ نہیں یہ کیا نشہ ہوتا ہے۔“ کنور مہتاب علی ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ اور نادر شاہ بھی کچھ سوچنے لگا۔

”سر دوسرے لوگ بھی پریشان ہوں گے۔“ زاہد نے انہیں چونکا دیا۔

”ہاں۔ ہمیں چلنا چاہیے۔“ کنور مہتاب علی بولا۔

”حالانکہ تم نے بہت طویل فاصلہ طے کر لیا ہے اور واپسی میں وہ جوش نہ ہو گا جو

آتے ہوئے تھا۔ نادر شاہ نے کہا۔ اس وقت دور سے انجن کی گھرگھراہٹ سنائی دی تو نادر شاہ اور کنور مہتاب علی نے چونک کر ادھر دیکھا۔ جیمس پیرے کا ٹرک آتا نظر آرہا تھا.........“

”ارے کمال ہے۔ ان لوگوں نے اس قدر برق رفتاری سے تمام کام بھی کر لئے اور یہ فاصلہ بھی طے کر لیا جبکہ تم نے جس طوفانی رفتار کا مظاہرہ کیا ہے ٹرک کے لئے وہ ممکن نہ تھی۔ اور سامان......... کیا یہ لوگ سامان وہیں چھوڑ آئے ہیں......... کنور مہتاب علی نے متجسس لہجے میں کہا۔“

نادر شاہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ گل کو گود میں لئے ہوئے ادھر دیکھ رہا تھا۔ ڈرائیونگ کرنے والے کو دیکھ کر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ڈرائیونگ فیروز کر رہا ہے۔“

”اوہ۔ فیروز۔“

”جیمس پیرے نے اس شخص کو نہ جانے کہاں سے حاصل کیا ہے۔“

”وہ جیمس پیرے کا نہیں میرا آدمی ہے۔“

”آپ کا۔“

”ہاں۔ لیکن اصل میں وہ نصیر بیگ کا ساتھی تھا۔“

”کیسے.........“

”یہ میں بتا سکتا ہوں.........“ زاہد نے کہا۔

”انہیں بتایا تھا نصیر بیگ نے.........“ کنور مہتاب علی نے پوچھا۔

”جی سر......... وہ اسے دیکھ کر بہت بدحواس ہوئے تھے۔“

”لیکن سر۔ وہ جیمس پیرے کے پاس کیسے پہنچ گیا۔ جواب میں کنور مہتاب علی نے فیروز کی کہانی نادر شاہ کو سنا دی۔ اور نادر شاہ ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔“

”وہ بھی شیر ہے اور اس طوفانی ڈرائیونگ کا مظاہرہ اسی نے کیا ہو گا۔ بہرحال ٹرک ان کے قریب پہنچ گیا۔ ظاہر ہے دونوں جیپوں کو ٹرک سے دیکھ لیا گیا ہو گا۔“

پھر وہ سب ٹرک سے اس طرح نیچے کودے تھے جیسے دشمن پر حملہ آور ہونے والے ہوں۔ عرشی نے کسی بے قرار ماں ہی کی طرح گل کو آغوش میں لے لیا تھا۔ باقی لوگ نصیر بیگ کو تلاش کرنے لگے اور پھر جیپ میں اس کی لاش دیکھ لی گئی۔

”تو یہ مردود کیفر کردار کو پہنچ گیا۔ سر ہدایت اللہ نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔“

”ہاں زاہد نے جان پر کھیل کر گل کو بچایا ہے۔“ کنور مہتاب علی نے کہا۔ اور پھر کسی کے کچھ بولنے سے قبل زاہد کی پوری تفصیل ان لوگوں کو بتا دی۔

”تھینک یو مسٹر زاہد..........“ سر ہدایت اللہ نے کہا۔

”سر.......... میرے مستقبل کے لئے فیصلہ بھی یہیں ہو جائے۔“ زاہد جذباتی لہجے میں بولا۔

”آپ کا مستقبل۔“

”جی سر..........“

”کیا چاہتے ہیں آپ..........“

”کیا اس ٹیم میں مجھے مرزا نصیر بیگ کے ساتھی کی حیثیت سے دیکھا جائے گا۔“

”نہیں مسٹر زاہد۔ ہم آپ کو اپنے محسن کی نگاہ سے دیکھیں گے اور ایک غلط انسان سے نجات دہندہ کی حیثیت سے بھی۔“ ریٹا ہاروے متاثر لہجے میں بولی۔

”ریٹا ہاروے نے ہم سب کی ترجمانی کی ہے۔“ مائیکل بائر نے بھی کہا۔ تب زاہد نے اطمینان کی سانس لی تھی۔

”اب ہمیں یہاں کچھ وقت قیام کرنا ہوگا۔ ٹرک میں تمام سامان الٹا سیدھا ٹھونسا گیا ہے۔ اس کے علاوہ تمام لوگوں کی حالت بھی خراب ہے۔ گومی سیانا تو کئی بار الٹ گئی تھی اسے بمشکل سیدھا کیا گیا ہے۔ پھر اس لاش کی تدفین بھی کرنی ہے۔“

”میرے بھی چوٹیں لگی ہیں۔“ ایلما برانٹ نے کہا اور اس کے بولنے پر سب ہنس پڑے۔ جو دکھ بھری فضاء گل کے اغوا ہونے سے پیدا ہوگئی تھی اب خوشگوار کیفیت میں بدل گئی تھی۔

اور آزاد دنیا سے یہ فضا لاکھ درجے بہتر تھی۔ جہاں انچ انچ زمین پر خونریزی ہو جاتی ہے۔ یہاں بھی دونوں میدان خالی پڑے تھے۔ جہاں چاہو بود و باش اختیار کرو۔ چنانچہ وہیں ڈیرے ڈال دیئے گئے۔ جیمس پیرے نے کہا۔

”ہر چند کہ ہم نے ایک پرسکون رات گزاری ہے۔ لیکن اس خوفناک صبح نے بدن کے جوڑ ڈھیلے کر دیئے ہیں۔ اس لئے یہ پورا دن اور رات ہمیں یہیں بسر کرنی ہے۔“

جیمس پیرے کے اس اعلان کی کسی نے مخالفت نہیں کی تھی۔ چنانچہ سب کاموں میں مصروف ہو گئے۔

ایک واقعہ ایک حادثہ' منتشر ذہنوں کو کس طرح یکجا کرتا ہے اس کی مثال بار بار سامنے آتی ہے۔ فطری طور پر کائنات میں جینے والے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں دکھ درد میں فوری طور پر تمام مخالفت ذہن سے نکل جاتی ہے۔ زمین پر پھسل کر گر جانے والے کو کوئی شخص یہ بھول کر اٹھاتا ہے کہ وہ کون ہے۔؟ یہ اندر کی بات ہے.........کی فضا مسموم ہو۔ یہ الگ ہے.........اس وقت یہ گروہ۔ مختلف ممالک' مختلف مذاہب اور مختلف الخیال لوگوں کا تھا۔ لیکن سب شیر و شکر ایک دوسرے کے غمگسار ایک دوسرے کے لئے سب کچھ کرنے والے تھے۔

جیمس پیرے۔ اس کے ساتھ' کنور مہتاب علی' فیروز' ہدایت اللہ عرشی' نادر شاہ ایمرے' ایلما برانٹ' گومی سیانا' پھر مائیکل اینجلو پارٹی' بہت بڑا گروہ بن گیا تھا۔ لیکن سب ایک دوسرے سے مخلص تھے۔

گل کے غائب ہو جانے سے جو سوگوار فضاء پیدا ہوئی تھی اس کے مل جانے کے بعد ایک خوشگوار تاثر میں بدل گئی تھی۔ اور اس وقت گل ریٹا ہاروے کی گود میں تھی وہ اسے لے کر دور نکل گئی تھی۔

عرشی نے نادر شاہ کو دیکھا اور بولی۔ "کیا انسان کے لئے رشتے ناطے اتنے ضروری ہوتے ہیں۔"

"کیا مطلب۔" نادر شاہ چونک کر بولا۔

"ان سب کو دیکھو۔ لگتا ہے مختلف نسلوں کے لوگ ہیں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"کیوں فرق نہیں پڑتا۔"

"یہ ہمارے رشتے دار تو نہیں ہیں۔"

"مگر کس طرح یکجا ہیں۔ عرشی بولی۔"

"یہ عارضی یکجائیت ہے۔ ہے تو سہی۔"

"میں تم سے متفق نہیں ہو......... نادر شاہ منہ بنا کر بولا۔"

"نہ ہو......... لیکن یہ حقیقت ہے۔"

"نہیں ہے۔"

"آخر کیوں۔"

"میں اور تم یکجا ہیں۔"

"ہاں ہیں۔"

"لیکن رشتہ نہ ہونے سے میری کیا حالت ہے۔ اگر رشتہ ہوتا تو.........تو.........تو.........."

عرشی بے اختیار ہنس پڑی' پھر بولی۔ "خدا کی قسم کبھی نہیں دیکھا تھا۔"

"کیا مطلب۔"

"خود کو اونٹ سمجھتی تھی اور سوچتی تھی کہ مجھ سے اونچا کوئی نہیں ہے۔ مگر تم........."

"میں........"

"تم میرے لئے پہاڑ ہی ثابت ہوئے ہو۔ اور اب لگتا ہے کہ اونٹ پہاڑ تلے آیا ہے۔"

"ہشت۔ نادر شاہ' شرما کر بولا۔"

”کیوں.........“

”جھوٹ بول رہی ہو تم.........“

”کیا مطلب.........‘ عرشی نے کہا۔“

”اپنے الفاظ پر غور کرو۔“ نادر شاہ نے بدستور شرماتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ا

عرشی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اچانک اس کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ نادر شاہ نے اونٹ اور پ

کے محاورے کو دوسرا رنگ دے دیا تھا۔

”تم.........تم پٹو گے میرے ہاتھ سے۔“ وہ نادر شاہ کی طرف بڑھی اور نادر

نے جلدی سے کہا۔

”ڈیڈی......... عرشی فوراً پلٹ کر دیکھنے لگی اور نادر شاہ وہاں سے کھسک گیا۔“

”موسم نے تعاون کیا تھا اور آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ دوپہر کے بعد ،

ایک جگہ بیٹھ گئے۔ ایسا جیمس پیرے کی فرمائش پر ہوا تھا۔ فیروز کے یہاں پہنچ جانے

بعد جیمس پیرے نے کہا۔“

”اصل میں آج کا دن بھی ہم نے ضائع نہیں کیا۔“ ”زیادہ سے زیادہ دو فرلانگ

سفر اور طے کرلیا جاتا۔ اس خوفناک دوڑ میں ہم نے کافی سفر طے کرلیا ہے۔“

”تم لوگوں نے مجھے زخمی کر دیا.........گومی سیانا بولی۔“

”ہاں واقعی۔ تمہیں سب سے زیادہ تکلیف ہوئی معزز خاتون......... ہدایت

نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔“

”گومی سیانا نے پیش گوئی بھی کی ہے۔ اور حالات اس بات کی نشاندہی بھی کر

ہیں کہ اب ہم ٹاری ویگا اور نیل کنٹھ کے قریب ہیں۔ کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ حالات

ایک دم خطرناک ہو جائیں۔“

”ٹاری ویگا اب اتنا قریب ہے کہ تم لوگ سوچ نہیں سکتے۔ یوٹ تجھے کچھ اد

ہوتا ہے۔“

”نہیں مقدس ماں۔ میں نہیں جانتا۔“ یوٹ یکدم بولا۔

”لیکن میں جانتی ہوں۔“

”میرے الفاظ کی تصدیق ہوگئی ہے۔ چنانچہ کنور مہتاب علی اور دوستو۔ میری تجویز

ہے کہ ہمیں مختلف امور طے کرکے ایک لائحہ عمل تیار کرنا چاہیے۔ کیا آپ لوگ مجھ

سے اتفاق کریں گے۔“

”سو فیصدی‘ آج کے سفر کے بعد اس سلسلے میں آخری پروگرام کی ترتیب ضروری

تھی۔“ لارک اینجلو نے کہا۔

”بار بار یہ الفاظ دہرانا ضروری نہیں ہے کہ مصلحت کے تحت ہمیں براہ راست

نیل کنٹھ جانے کے بجائے ٹاری ویگا جانا ہے۔“ جیمس پیرے بولا۔

”ہمارا رخ ٹاری ویگا کی طرف ہی ہے مسٹر پیرے۔“

”ہمیں تمام امور طے کرلینا چاہیے تاکہ ہر شخص کے ذہن میں پروگرام رہے۔“

”پہلے یہ طے کرنا ہے کہ ٹاری ویگا میں ہمارا استقبال کس طرح ہوگا۔ وہ لوگ ہمیں

معزز مہمانوں کا درجہ نہیں دیں گے۔ بلکہ ہمیں دشمن سمجھ کر ہمارے ساتھ برا سلوک کیا

جائے گا۔“

اچانک گومی سیانا ہنسنے لگی اور وہ سب چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔ تم

لوگ بچوں کی طرح سوچ رہے ہو۔ یہ کیوں نہیں سوچتے تم لوگ کہ وہ ایک عظیم قبیلہ

ہے۔ صدیوں سے وہ لوگ یہاں آباد ہیں اور جی رہے ہیں۔ پھل پھول رہے ہیں بیشک وہ

تمہاری دنیا کی طرح ترقی یافتہ نہیں ہیں لیکن بہرحال جینا جانتے ہیں۔“

”آپ کیا کہنا چاہتی ہیں بزرگ خاتون.........‘ ہدایت اللہ نے احترام سے کہا۔“

”یہ کہ انہیں بے وقوف سمجھنا۔ یہ تمہاری بے وقوفی ہوگی۔“

”بالکل ٹھیک ہے۔“ مائیکل بائر نے تائید کی۔ ”نیل کنٹھ کے لوگ بھی بے وقوف

نہیں تھے۔

”پھر بھی۔ آخر وہ لوگ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔“

”وقت سے پہلے اس کے بارے میں نہ سوچو یہ سوچو کہ تم ان کے ساتھ کیا سلوک

کرو گے۔"

"دوستی کا سلوک۔ لیکن اس وقت جب ان کا رویہ ہمارے ساتھ خراب نہ ہو۔"

"وہ اس مشینی سواری کے بارے میں نہیں جانتے۔ کیونکہ یہ اتنا اندرونی علاقہ ہے کہ مہم جو عام طور سے یہاں نہیں پہنچ پاتے۔ تم لوگ ان مشینی سواریوں کو جس طرح یہاں تک لے آئے ہو۔ وہ کوئی ناقابل یقین سی بات ہے۔"

"گویا۔ ہماری گاڑیاں ان کے لئے عجوبہ ہوں گی۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے کیونکہ یہ میرے لئے بھی عجوبہ تھیں اور الاشائے بھی۔ ویسے تم نیل کنٹھ کیسے آئے تھے۔"

"وہ سفر گھوڑوں پر کیا گیا تھا۔"

"مجھے یقین ہے کہ نیل کنٹھ والے بھی انہیں نہیں جانتے ہوں گے۔"

"آتشیں ہتھیاروں کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"یہ میں نہیں کہہ سکتی۔ سی گال جیسے لوگوں نے بہرحال مقامی لوگوں کو آتشیں ہتھیاروں سے آگاہ کر دیا ہے۔"

"یہ قابل قدر انکشاف ہے۔"

"میرا خیال ہے میں نے تمہاری باتوں میں مداخلت بے جا کی ہے۔ تم لوگ آپس میں باتیں کرو۔ گومی سیانا بولی۔"

"نہیں محترم خاتون۔ آپ تو ہمارے لئے قیمتی معلومات کا خزانہ ہیں۔"

"تو سنو۔ پھر جو میں کہہ رہی ہوں۔ وہ کرو۔"

"بتائیے۔"

"اپنے آتشیں ہتھیار چھپا دو۔ اگر تم نے ٹاری ویگا میں کسی ایک شخص کو ہلاک کر دیا تو پھر قبیلے میں کسی کو اپنا دوست نہ پاؤ گے۔ اپنی ان مشینی سواریوں کو ان کے لئے حیرت اور خوف کا نمونہ بنا دو۔ اپنے آپ کو دو حصوں میں تقسیم کرو۔ آدھے مصروف عمل رہیں گے اور آدھے ان سواریوں میں چھپے رہیں گے۔ اگر کسی

دوسرے لوگوں کو شدید ضرورت لاحق ہوئی تو باقی لوگ ان کی مدد کریں۔"

"اور خاتون اگر ہماری گاڑیاں ان کے لئے خوف کی علامت ہیں تو.........." کنور نے سوال کیا۔"

"اس کا اندازہ تمہیں ہو جائے گا۔"

"کیا خیال ہے آپ لوگوں کا.........."

"بہترین تجویز ہے.........پھر اس کے بعد کیا کرنا ہو گا.........." لارک اینجلو نے کہا۔

"یہاں سے پھر تمہارے تصورات کا عمل شروع ہوتا ہے' میں نے بس تمہیں ٹاری ویگا میں داخلے کی ترکیب بتائی ہے اور دیکھو' دنیا جانتی ہے کہ کسی کو دوست بنانا زیادہ مشکل کام ہوتا ہے جبکہ دشمنی کی بنیاد آسانی سے ڈالی جا سکتی ہے' ٹاری ویگا کے بارے میں تم نے سطحی طور پر سوچا ہے اور میں نے بھی......... وہ جادو نگری ہے اور وہاں کوئی ایک آخری حد نہیں رکھتا' جادوگروں کے محل ہیں وہاں پر' کس کا جادو کیا حیثیت اختیار کر چکا ہے یہ وہ جانے۔ میں یا تم نہیں' مانی نیکن چھوٹا آدمی تمہارے لئے نجات کا باعث بن سکتا ہے اور اسے پوشیدہ رکھو اور ایسے موقع پر کام میں لاؤ جب تمہیں اس کی ضرورت ہو اور یہ تو تمہیں ٹاری ویگا جانے کے بعد ہی معلوم ہو گا کہ وہاں تمہیں کس طرح کس شئے کی ضرورت پیش آتی ہے اور میں تو بس ستاروں کی بات کرتی ہوں سو مجھے بھی اپنا ٹھکانہ خود ہی تلاش کرنا ہو گا اور خبردار وہاں میری کھوج میں نہ رہنا جبکہ میں خود ہی تمہیں نگاہوں میں رکھوں گی' منتشر ہونا ہو گا' ہر ایک کو منتشر ہونا ہو گا اور انتشار ہی زندگی کی ضمانت ہے تو پھر بس اتنا میں نے کہا آگے تو تم اپنا کام خود ہی جانتے ہو اور کوئی بھی آخری عقل نہیں رکھتا' تم لوگوں کی اپنی عقلیں بھی تو ہوں گی جنہیں تم استعمال کرنا' ہاں ایک بات کا خیال رہے کہ چھوٹا آدمی' چھوٹا آدمی اور بس.........." گومی سیانا خاموش ہو گئی۔ اس نے ابتداء میں تو بڑے سلیقے سے گفتگو کی تھی اور واقعی جو مشورے اس نے دیئے تھے ان کے بارے میں سوچا جا سکتا تھا' لیکن پھر اچانک ہی پٹڑی سے اتر گئی تھی اور اس کے بعد لاکھ

کوشش کرلی گئی لیکن گومی سیانا کچھ بول کر ہی نہ دی' اس کے خاموش ہونے کے بعد سب لوگ اپنے اپنے طور پر سوچ میں ڈوب گئے' پھر یوں ہوا کہ گومی سیانا اپنی جگہ سے اٹھی اور ایک طرف بڑھتی چلی گئی۔ شاید یہ بات بھی اس نے بھانپ لی تھی اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ پراسرار شخصیت کی مالک تھی اور بارہا یہ محسوس کیا گیا تھا کہ اس کے اندر بہت سے ایسے اسرار پوشیدہ ہیں جو کبھی کبھی بالکل سمجھ میں نہیں آتے۔ چند لمحات مکمل خاموشی طاری رہی تھی' پھر سرہدایت اللہ نے کہا۔

"بجائے اس کے کہ ہم اس کی گفتگو کے طلسم میں کھو جائیں ہمیں اپنے طور پر بھی بہت کچھ سوچنا ہے۔" تمام کے تمام لوگ جیسے سوتے سے جاگ گئے اور پھر کنور مہتاب علی نے ہی کہا۔

"واقعی بڑی عجیب گفتگو کی اس نے' ایک دم سے سحر سا طاری کر دیا۔"

"لیکن اس کی نشاندہی میرے خیال میں کافی حد تک درست ہے۔" ریٹا باروے نے کہا۔

"ہاں جہاں تک اس نے تفصیلات ہمیں بتائیں' بات سمجھ میں آتی ہے جبکہ نیل کنٹھ میں جادو کا ایسا دور دورہ نہیں تھا' ویسے تمہارا کیا خیال ہے' کیا یہ جادو واقعی اس نوعیت کا ہو گا کہ ہم اسے سمجھ نہ پائیں؟"

"اس سوال پر تمام لوگ سوچ میں ڈوب گئے بالآخر کنور مہتاب علی نے ہی گردن ہلا کر کہا۔"

"بہرصورت اب یہاں تک آ گئے ہیں' ذہن کو حاضر رکھا جائے اور اس کے بعد حالات کے تحت سب کچھ کیا جائے۔"

"میری اپنی بھی یہی رائے ہے کہ ہتھیاروں کا استعمال جہاں تک ٹالا جاسکے ٹالا جائے' اور گومی سیانا نے سچ ہی کہا ہے جب کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا تو پھر دوستوں کا تصور رہے گا' لیکن چھوٹا آدمی۔"

"یہ یقینی طور پر یوٹ کے بارے میں کہا گیا ہے۔"

"یوٹ کے بارے میں یہ بھی کہا ہے اس نے کہ یوٹ وہاں کے قدیم پجاری کا ہم شکل بیٹا ہے"۔

"خدا جانے' اصل چکر کیا ہے؟"

"میرا خیال تو یہ ہے کہ گومی سیانا نے یوٹ کی جانب جو اشارہ کیا ہے' وہ اسی حیثیت کا حامل ہے کہ یوٹ اس پجاری کی حیثیت سے ہمارے لئے کارآمد ثابت رہے گا۔"

"عظیم آقا' میرے ذہن میں بھی یہی خیال آتا ہے اور سچائی کی بات یہ ہے کہ میں خود بھی اپنے طور پر اس تصور کو ذہن میں رکھے ہوئے ہوں' میرا اپنا یہ اندازہ ہے کہ مجھے صیغہ راز میں رہنا چاہیے۔" یوٹ نے خود بھی اس گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے یوٹ' ہم ایک کام اور بھی کرتے ہیں۔"

"کیا عظیم آقا.........؟"

"تمہارا چہرہ تبدیل کر دیتے ہیں۔"

"کیا.........؟"

"ہاں.........؟"

"مگر چہرے کیسے تبدیل ہو سکتے ہیں عظیم آقا۔" یوٹ نے کہا۔

"یہ ذمے داری میں قبول کرنے کو تیار ہوں۔" نادر شاہ بولا۔"

"مگر کیسے.........؟"

"میں نے کہا نا کہ میں یہ کام کرلوں گا۔" نادر شاہ کی کہی ہوئی بات کا ایک وزن ہوتا تھا اور یہ لوگ اس پر مکمل اعتبار کرنے لگے تھے۔ پھر اچانک ہی ریٹا باروے مسکرا کر بولی۔

"اور میں اگر آخری تجویز پیش کروں تو کیا مجھے اس کی اجازت ہوگی؟" سب لوگ ہنس پڑے تو ریٹا باروے نے حیرانی سے پوچھا۔

"نہیں میرا خیال ہے میں نے کوئی ایسی مضحکہ خیز بات تو نہیں کی۔"

"تجویز کبھی آخری نہیں ہوتی۔" لارک اینجلو نے کہا اور ریٹا باروے اس کی بات

پر غور کرنے لگی پھر خود بھی شرمندگی سے ہنس پڑی......‘‘

’’ہاں شاید میں نے آخری کا لفظ غلط استعمال کیا ہے۔‘‘

’’لیکن مس ہاروے تجویز بہرحال کوئی بھی ہو‘ پیش کرنا بہت مناسب ہوتا ہے۔‘‘

’’تو میری تجویز یہ ہے کہ اب یہاں کے بعد اس مہم کا انچارج مکمل طور پر سردار خان کو بنا دیا جائے۔‘‘ نادر شاہ نے چونک کر ریٹا ہاروے کو دیکھا ہاروے نے کہا۔

’’ہاں سردار خان! درحقیقت اس پوری مہم کے دوران تم نے جو کردار سرانجام دیا ہے‘ وہ ایسی ہی نوعیت کا حامل ہے کہ ہم ہر معاملے میں تم پر اعتبار کر سکتے ہیں۔‘‘ ریٹا ہاروے بولی۔ نادر شاہ نے نہایت متانت سے کہا۔

’’میڈم ہاروے! آپ نے جو عزت مجھے بخشی ہے میں اس کے لئے آپ کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں لیکن بنیادی طور پر کیونکہ میں ایک مہم جو نہیں ہوں اور جیسا کہ میں نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ یہ صرف اتفاقات ہیں اور بروقت سوچ سے مجھ سے کچھ چھوٹی موٹی کامیابیاں منسوب ہوگئیں ہیں‘ لیکن میں کسی طور ایسی کسی مہم کے سربراہ کے قابل نہیں ہوں‘ یہ کسر نفسی نہیں ہے بلکہ یہاں ہم سب کی زندگی کا معاملہ ہے‘ بنیادی طور پر جو ایک سوال میرے ذہن میں پیدا ہوتا ہے‘ وہ یہ ہے کہ ہم ابھی تک ٹاری ویگا کے بارے میں کوئی مناسب فیصلہ نہیں کر سکے۔‘‘

’’ٹاری ویگا کے بارے میں فیصلہ بھی ہو جائے گا‘ پہلے میری بات پایہ تکمیل تک پہنچ جائے۔‘‘

’’نہیں میں اتنی بڑی کوئی ذمہ داری قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں‘ ہاں ایک بات ضرور ہے اس بات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ جس جگہ اور جہاں بھی میری عقل نے میرا ساتھ دیا میں اپنی تجاویز اور اپنا عمل پیش کر دوں گا اور پھر ویسے بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہاں جا کر ہم منتشر ہو جائیں گے یا یکجا رہیں گے یہ تو وہاں پہنچنے کے بعد ہی دیکھا اور سوچا جا سکتا ہے۔‘‘

’’میرے خیال میں سردار کان کا یہ کہنا بالکل درست ہے انچارج کسی کو بھی نہ بنایا

جائے یہاں کوئی باقاعدہ تنظیم نہیں بن رہی بلکہ ایک مشترکہ عمل ہے جس کے نتائج کا ہم سب انتظار کریں گے لیکن بہرحال سردار خان کی تجاویز اور کوششوں کا ہم خیر مقدم کریں گے‘‘ سر ہدایت اللہ نے کہا اور تقریباً تمام ہی لوگوں نے اس بات سے اتفاق کیا۔ ریٹا ہاروے نے پھر بھی کہا۔

’’سردار خان! چلو ٹھیک ہے جب تمام لوگوں کا متفقہ فیصلہ یہ ہے تو میں اس میں اپنی رائے زبردستی مسلط کرنے کی کوشش نہیں کروں گی۔ ہمیں مقامی طور پر رہنے والی اور پراسرار قوت کی مالک گومی سیانا نے کچھ عوامل سے آگاہ کیا اور یقینی طور پر گومی سیانا نے جو کچھ کہا میں اس کی سچائیوں کو مکمل طور پر تسلیم کرتی ہوں‘ لیکن اس روشنی میں تمہارے ذہن میں کیا تجاویز آتی ہیں‘ براہ کرم کم از کم اتنا تو تعاون کرو۔‘‘

’’کیوں نہیں میڈم ریٹا‘ میں آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ میں ہر تعاون کے لئے تیار ہوں‘ اگر میری رائے پوچھی جاتی تو چند خیالات میرے ذہن میں آتے ہیں۔‘‘

’’وہ کیا......؟‘‘ مائیکل بائر نے سوال کیا۔

’’مسٹر بائر آپ لوگ نیل کنٹھ کا مکمل طور پر جائزہ لئے ہوئے ہیں جبکہ میں نے اپنی زندگی میں افریقہ کا کوئی قبیلہ اندر سے نہیں دیکھا اور مجھے نہیں معلوم کہ یہاں کیا ہوتا ہے‘ کیا آپ مجھے نیل کنٹھ کی زندگی کے بارے میں بتا سکتے ہیں۔‘‘

’’ہاں کیوں نہیں‘ حقیقت یہ ہے مسٹر سردار خان کہ وہ دنیا ہماری دنیا سے بہت مختلف ہے‘ وہاں لباس ہوتے ہیں لیکن جانوروں کی کھالوں کے یا پھر کچھ ایسی بڑی بوٹیوں کے بنائے ہوئے جن کے بارے میں انتہائی حیرت ناک تاثر ملتا ہے‘ وہ معمولی قسم کے بنے ہوئے ہوتے ہیں‘ لیکن بعض اوقات اتنے خوبصورت اور مکمل ترین ہوتے ہیں کہ شاید خوبصورت ترین کپڑے کو ان کے سامنے نظر انداز کر دیا جائے۔ وہاں کے دریا میں موتی بڑی بری طرح نکلتے ہیں اور ان موتیوں کو بھی بعض جگہ ایک دوسرے سے منسلک کر کے لباس تشکیل دیئے جاتے ہیں‘ عورتوں کے جسم پوشیدہ ہوں‘ مراد اوپری جسم پر یا تو جانوروں کی کھالیں سجاتے ہیں یا پھر پتوں وغیرہ کے لباس‘ لیکن ان کے زیریں جسم ڈھکے

ہوئے ہوتے ہیں اور یہ بھی ایک سچائی ہے کہ مہم جو بہت کم ان علاقوں تک پہنچ پائے ہیں اور اس کا اندازہ تمہیں ہو ہی گیا ہوگا کہ تقدیر یا پھر تھوڑی سی معلومات ہی مہم جوؤں کو یہاں تک پہنچا سکتی ہے، ورنہ نیل کنٹھ تک پہنچنا خاصا مشکل عمل ہے۔"

"اور وہاں کی زندگی میں جادو وغیرہ کا کیا دخل ہے.........نادر شاہ نے پوچھا.........

"ایک پراسرار زندگی، اصل میں ہم پراسرار اسے اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ جو کچھ وہ کرتے ہیں وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"لیکن پھر بھی ان کی پراسرار روایات کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً سائی تھول وہ واقعی ایک نہ سمجھ میں آنے والا کردار ہوتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ٹاری ویگا کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہاں جادو کا زیادہ دور دورہ ہے۔"

"ہاں، یہی اندازہ ہوتا ہے۔"

"اگر وہ لوگ اسی قدر غیر مہذب ہیں تو تھوڑی سی چالاکی سے انہیں خوفزدہ کیا جاسکتا ہے۔"

"شاید۔"

"لیکن ہم فیصلہ کن طور پر یہ نہیں کہہ سکتے۔"

"اس کا صحیح اندازہ تو وہاں پہنچ کر ہوگا۔ لوگ اپنی رائے دینے لگے۔ پھر کچھ دیر توقف اختیار کیا گیا۔ آخر میں نادر شاہ نے مسکرا کر کہا۔"

"آپ لوگ سوچیں گے کہ میں فوراً ہی رائے دینے بیٹھ گیا۔"

"ہم نے تم سے اس کے لئے درخواست کی ہے۔"

"تو پھر یہاں ایک نظریہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔"

"کیا۔"

"بہت ذہین لوگ پوری ذہانت سے سوچتے ہیں۔ لیکن کبھی بچکانہ پن بھی کام آجاتا

ہے۔"

"کیوں نہیں۔"

"ہمارے پاس بڑے بڑے ترپال ہیں۔"

"ایں۔ ہاں ہیں۔"

"ہم اپنی گاڑیوں کو خوفناک بھوتوں کی شکل دیدیں۔"

"کیسے۔"

"ترپالوں سے پوری گاڑیاں ڈھک لیں۔ روشنیوں کی جگہ سوراخ کرلیں، اوپر اس طرح کٹنگ کرلیں کہ سامنے دیکھ سکیں۔ ایسی ہی کٹنگ کھڑکیوں کے ساتھ کرلیں تاکہ گھٹن نہ پیدا ہو۔ اس طرح ہم ٹاری ویگا میں داخل ہوں گے اور ہمیں صورتحال کا اندازہ ہو جائے گا، ممکن ہے ہماری یہ کوشش بالکل ہی احمقانہ ثابت ہو، لیکن کوشش تو بہرحال کوشش ہوتی ہے، ویسے بھی اگر وہ ہمیں گرفتار کرنے یا نقصان پہنچانے پر آمادہ ہوئے تو ایسا ہی کریں گے......... لیکن اگر وہ سادہ لوح ہیں اور فوری طور پر صورتحال سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو ہمیں اس سے فائدہ ہو سکتا ہے۔ یہ میری ایک چھوٹی سی رائے ہے خاص طور سے اس لئے کہ میں نے سیاہ فاموں کے ایک قبیلے کو دیکھا ہے۔ وہ لوگ بے شک کارکردگی میں بے مثال ہیں، لیکن اپنی معصومیت اور دنیا ناشناسی کی وجہ سے خود مناسب فیصلے نہیں کرپاتے ورنہ اتنا بڑا گروہ اگر سی گال پر ویسے بھی حملہ آور ہو جاتا تو بے شک ان سے بہت سے لوگ ہلاک ہوتے لیکن بہرحال وہ سی گال پر قابو پاسکتے تھے۔"

"مائیکل بائر نے گردن ہلائی اور دوسروں کی جانب دیکھنے لگا جیسے وہ اس بات کی تائید کررہا ہو۔ کنور مہتاب علی نے بھی فوراً ہی کہا۔"

"حقیقت تو یہ ہے کہ یہ ایک بڑا نفسیاتی پہلو ہے اور ہم اس پہلو کو مدنگاہ رکھتے ہوئے اپنا یہ عمل کرسکتے ہیں۔" ریٹا باروے مسکرا کر بولی۔

"میں نے ایسے ہی تو یہ تجویز پیش نہیں کی تھی۔"

"نہیں میڈم باروے یہ آپ کی محبت ہے کہ آپ مجھے اس قدر اہمیت دے رہی

ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہاں پر کوئی بھی آخری طور پر یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ ماحول پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔"

"خیر اس سے کس کو انکار ہے۔ یہ قدیم مہم جو دنیا کے نجانے کون کون سے خطوں کی خاک چھان چکے ہیں اس سلسلے میں آخری طور پر کوئی بات نہیں کہہ سکتے۔ بہرحال اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ نادر شاہ نے اپنی صلاحیتوں کی بناء پر ان لوگوں سے اپنا لوہا منوا لیا تھا اور اب وہ لوگ اس کی ہر بات سے مطمئن ہو جاتے تھے۔ گومی سیانا' یوٹ' ایمر' ایلما برانٹ وغیرہ سب ان سے تعاون کر رہے تھے اور اپنے طور پر انہوں نے ابھی تک کوئی رائے نہیں دی تھی بلکہ ان کی رائے سے وہ مکمل اتفاق کیا کرتے تھے۔ بہرحال یہ بات طے ہوگئی کہ اب یہاں سے آگے بڑھنے کے لئے پہلے کچھ تیاریاں کی جائیں اور اس کے بعد سفر کا آغاز کیا جائے اور پھر اس وقت تک یہ سفر جاری رکھا جائے جب تک کہ وہ ثاری ویگانہ پہنچ جائیں۔ یہ ایک سنسنی خیز فیصلہ تھا۔"

"بہرحال ترپال نکال لئے گئے اور شام تک ناپ تول کے ساتھ سردار خان یا در پر اور نادر شاہ ان کی ڈیزائننگ کرتا رہا اور تمام لوگوں نے ذمہ داریاں قبول کرلیں کہ ان ڈیزائن کے مطابق وہ کٹنگ کریں گے۔ یہ کام دوسرے دن کے لئے اٹھا رکھا گیا تھا۔"

یہاں جس جگہ ان لوگوں نے قیام کیا تھا وہاں انہیں کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ رات کے قیام کے دوران ایک بار پھر نادر شاہ اور عرشی یکجا ہوگئے۔ نادر شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم لوگوں نے مجھے بہت عزت بخشی ہے عرشی۔"

"سبحان اللہ.......... میں اس جملے میں بھی مذاق کا پہلو تلاش کر رہی ہوں۔"

"نہیں تلاش کرو' وقت ضائع کرو گی.........."

"واقعی.........."

"ہاں.........."

"تو پھر یہ ارشاد کس سلسلے میں ہے.........."

"سرہدایت اللہ کو دیکھتا ہوں میں.........."

"ڈیڈی کو.........."

"جی.........."

"کیا.........."

"وہ ہم لوگوں پر مکمل اعتماد کرتے ہیں اور یہ اعتماد ہی میرے لئے ایک اعزاز..."

عرشی کے ہونٹوں پر ایک محبت بھری مسکراہٹ ابھر آئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں نادر شاہ کہ تم انتہائی قابل اعتماد آدمی ہو۔"

"ارے واقعی۔"

"نہیں پلیز' اس وقت مذاق نہیں' زندگی میں کبھی ایک آدھ بار تو جذباتی ہو لینے ......"

"نہیں میڈم اس طرح کام نہیں چلے گا.........."

"کیا مطلب.........."

"آپ اگر جذباتی ہوں تو ہمیں بھی تو اس کا کوئی صلہ ملنا چاہیے.........."

"نادر شاہ پلیز۔ میں نے کہا نا اس وقت میں مذاق کے موڈ میں بالکل نہیں ہوں۔ تم ...گرد' نصیر بیگ کی موت کا مجھے دلی رنج ہے لیکن اس نے کتنی مذموم حرکت کی..."

"ایک بات اور کہوں' ہمیں ایک نفیس آدمی ملا ہے۔"

"زاہد.........؟"

"ہاں.........."

"واقعی اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے ایک عظیم انسان کی حیثیت سے اپنا ... انجام دیا ہے۔"

"میں اس شخص کی عزت کرنے پر مجبور ہوگیا ہوں۔"

"واقعی وہ قابل عزت ہے۔ گل۔ نادر شاہ یقین کرو۔ جوں جوں وہ وقت قریب آتا

جارہا ہے جب ہمیں گل کو کسی کے حوالے کرنا پڑے گا میری ذہنی کیفیت بہت
ہوتی جارہی ہے۔"

"نادر شاہ بھی سوچ میں ڈوب گیا اس نے آہستہ سے کہا۔"

"ہاں عرشی انسان کو انسان سے محبت تو ہو ہی جاتی ہے اور پھر یہ اتنی پیاری ہے
تم نے دیکھا ہر قسم کی تکالیف سے گزر رہی ہے' گرمی سردی بے آرامی لیکن تم نے
اس کے ہونٹوں پر بسورنے کے آثار پائے' مسکراتی ہی رہتی ہے۔"

"نادر شاہ کیا ہم اسے اپنے آپ سے جدا کر سکیں گے۔ عرشی نے سوال کیا اور
شاہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر کچھ دیر کے بعد اس نے گہری سانس لے کر کہا

"خدا جانے کیا ہوگا' عرشی خدا ہی جانے۔"

"عرشی محبت بھرے انداز میں گل کی پشت پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔ اچانک ہی ا
کچھ احساس ہوا اس نے فوراً ہی گل کو اپنی گود میں اٹھالیا۔ نیل کنٹھ کا نشان نگاہوں
سامنے تھا' عرشی کی آنکھیں شدت خوف سے پھیل گئیں اور اس کے منہ سے لرزتی
آواز نکلی۔"

"نادر شاہ۔"

"ہوں کیا بات ہے.........."

"یہ........ یہ دیکھو.........."

"کیا ہے.........."

"دیکھو تو سہی۔ عرشی نے کہا اور نادر شاہ جھک کر اس کے اشارے کو دیکھنے لگا
خود بھی چونک پڑا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔"

"اوہ مائی گاڈ۔ جانتی ہو یہ کس کا کارنامہ ہے.........."

"نہیں۔ عرشی بولی.........."

"نصیر بیگ کا.........."

"اس.........."

"ہاں سو فیصدی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ حقیقت کو پانے میں کامیاب ہو گیا تھا
"

"مم مگر یہ تو وقت سے پہلے ہو گیا ہے اگر کسی اور نے دیکھ لیا تو کیا ہوگا.......... ریٹا
بھی اسے اکثر گود میں لیتی رہتی ہے۔" نادر شاہ سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے کہا۔

"ویسے تو ہمیں یہ حقیقت اب سامنے لانی ہی ہے لیکن میرا خیال ہے اس وقت
تک یہ حقیقت ہمیں سامنے نہیں لانی چاہیے جب تک کہ ڈیڈی میرا مطلب ہے سر
ہدایت اللہ اس سلسلے میں ہمیں ہدایت نہ کریں۔"

"بالکل.......... خیر فکر کی کوئی بات نہیں ہے' میرے پاس میک اپ کا سامان موجود
ہے۔"

"ہاں مجھے معلوم ہے۔ پلیز جلدی کرو۔"

"وہ ذرا میرا تھیلا.........."

"وہ تو گاڑی میں رکھا ہوا ہے۔"

"کسی بھی طرح سے اٹھا کر لے آؤ۔"

"میں لے آؤں.........."

"ہاں لاؤ' گل کو میری گود میں دے دو۔" نادر شاہ نے کہا اور عرشی نے گل کو نادر
شاہ کی گود میں تھما دیا پھر وہ گاڑی کی جانب چلی گئی' تھیلا لے کر آئی۔ دوسرے لوگ ان
کی جانب متوجہ نہیں ہوئے تھے۔ وہ سب اپنے اپنے طور پر اپنے مشاغل میں مصروف
تھے۔ عرشی تھیلا لے آئی۔ نادر شاہ نے وہ ٹیپ نکالا جس کا ایک ٹکڑا گل کی پشت پر لگا دیا
جاتا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد پھر نیل کنٹھ کے اس نشان کو چھپا دیا گیا۔ نادر شاہ نے کہا۔

"میک اپ کا یہ سامان ہمارے ایک اور کام میں آسکتا ہے۔"

"کس کام.........."

"یوٹ کا چہرہ بدلنا ہے' اصل میں یہ لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال نہیں رکھتے۔
ریٹا بار بار ایک بات کہہ چکی ہے کہ یوٹ وہاں کے بڑے پجاری کا بیٹا ہے اور اپنے

باپ کا ہمشکل' ہو سکتا ہے یوٹ ہمارے کسی خاص کام آسکے۔"

"ہاں بالکل۔"

"اسی لئے ابتداء میں اسے ہمیں چھپانا ہے۔"

"اوہ یہ بات تمہارے ذہن میں پہلے سے موجود تھی؟"

"اصل میں یہی سب سے بڑی بات ہوتی ہے' محکمہ پولیس میں مجھے بلاوجہ نہیں کرلیا گیا تھا' انسان کو باریک سے باریک چیز پر نظر رکھنی چاہیے۔ بہت سے لو اس بات کو نظر انداز کر دیا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلہ ہمارے لئے انتہا کا باعث ہو سکتا ہے۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو.......... تو پھر یوٹ کا میک اپ کب کرو گے۔"

"میرا خیال ہے کل کا دن بہت بھاری مصروفیات کا دن ہو گا۔" نادر شاہ نے دیا اور عرشی خاموش ہو گئی۔

دوسری صبح واقعی ہنگامہ خیز ہی ثابت ہوئی تھی' تمام لوگ صبح جاگنے کے با طرح مصروف کار ہو گئے تھے' جیسے کوئی ہنگامی کیفیت ہو' ہر شخص اپنی اپنی ذمہ پوچھنے کے بعد ان کی تکمیل میں مصروف ہو گیا تھا۔ غالباً" دوسرے تمام افراد کو نادر وہ تجویز بے حد پسند آئی تھی جو اس نے گاڑیوں کے سلسلے میں پیش کی تھی۔ بڑ ترپال اس طرح ناپ تول کر ڈیزائن کئے جا رہے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کوئی میلہ جہ ہے یہاں تک کہ ایلما اور الاشا بھی کاموں میں مصروف ہو گئی تھیں۔ کنور مہتاب قدر دلچسپی لے رہا تھا وہ بھی قابل دید تھی اور سرہدایت اللہ ایک بار پھر نادر شاہ سی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ عرشی نے نادر شاہ کے بارے میں جو تھوڑی بہت بتائی تھیں اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ نادر شاہ بہرحال ایک اچھے خاندان کا آدمی عرشی کے ساتھ اس کی جس طرح بنتی تھی اور جس طرح سرہدایت اللہ نے بے شم لوگوں کو چیک کرنے کی کوشش کی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ دونوں کے انتہائی پاکیزگی کا رشتہ ہے' ایسے کسی شخص کے بارے میں نہ سوچنا عجیب ہو

ہدایت اللہ بعض اوقات گہری نگاہوں سے نادر شاہ کو دیکھنے لگتا تھا۔ بہرحال وقت گزرتا رہا اور نادر شاہ خود بھی اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا پھر ایک بار سرہدایت اللہ اور نادر شاہ کچھ اس طرح ایک دوسرے کے قریب آئے کہ اور لوگ موجود نہیں تھے' سرہدایت اللہ نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔

"سردار خان.......... اور نادر شاہ چونک کر سرہدایت اللہ کی جانب دیکھنے لگا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"سر.........." اس نے آہستہ سے کہا۔

"بہت محنت ہو رہی ہے تمہاری تجویز پر.........."

"سریہی کامیابی کی نشانی ہوتی ہے۔"

"تم سے ابھی تک تفصیلی گفتگو کرنے کا موقع ہی نہیں مل سکا.........."

"جی سر آپ مجھے حکم دیں تو جب آپ چاہیں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں۔"

"نہیں.......... بہرحال ہم ضروری باتیں تو کر ہی لیا کرتے ہیں ایسے ہی تم سے تمہارے بارے میں پوچھنے کو دل چاہتا ہے۔"

"سر اس کے لئے تھوڑے سے وقت کا انتظار کر لیا جائے تو بہتر ہے۔"

"ایمانداری سے ایک بات بتاؤ۔"

"جی پوچھیے۔"

"اس مہم کے بارے میں تمہارے اپنے تاثرات کیا ہیں۔"

"سر ہمیں کامیابی حاصل ہو گی۔"

"کس طرح کی کامیابی؟"

"دیکھئے سر ایک بات آپ سے عرض کروں جہاں تک ہیرے جواہرات' سونے اور دولت کے حصول کا تعلق ہے' میں قطعی یہ نہیں کہوں گا کہ مجھے ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن سر آپ یقین کیجئے زندگی کا آغاز کرتے ہوئے میرے ذہن میں یہ

تصور نہیں تھا کہ زندگی کا مقصد صرف کوٹھیاں اور بنگلے بنالیتا ہے۔ محکمہ پولیس میں ہوتے ہوئے بھی میرے ذہن میں یہ خیال تھا کہ ان لوگوں سے نبرد آزما ہوں گا جو قانون کو مذاق سمجھتے ہیں۔ بہرحال اندر داخل ہونے کے بعد مجھے یہ اندازہ ہوا کہ اس شعبے میں بہت زیادہ ترقی نہیں کی جاسکتی جب تک کہ اپنے ضمیر پر بوجھ نہ برداشت کیا جائے۔ میں کسی کو الزام نہیں دے رہا سر حالات ہی کچھ ایسے ہوتے ہیں' ہم ہر شخص کو کسی ایک بات پر متفق نہیں کرسکتے۔ ہر ایک کا اپنا اپنا نظریہ اپنا اپنا خیال ہوتا ہے اور ہمیں اسی کے مطابق عمل کرنا پڑتا ہے۔ تھوڑا سا بددل تھا میں اس نظریئے سے کہ بعد میں کچھ ایسے عوامل پیدا ہوگئے کہ یہ محکمہ مجھے چھوڑنا ہی پڑا۔ لیکن خدا کے فضل سے گھریلو حالات ایسے نہیں تھے۔ میرے والد صاحب نے صرف میرے شوق کی تکمیل کے لئے مجھے وہ ملازمت کرنے کی اجازت دی تھی ورنہ اصولی طور پر تو مجھے صرف کاروباری ہونا چاہیے تھا۔ میں کاروبار کو بھی برا نہیں سمجھتا لیکن بس یہی سوچا تھا میں نے کہ جب تک زندگی کو دوسرے رنگ میں دیکھنے کا موقع ملتا ہے دیکھتے رہنا چاہیے اور جب یہ محسوس کیا جائے کہ اب ختم ہوگئی ہے تو پھر کاروباری زندگی میں داخل ہو جانا چاہیے۔"

"بھئی تمہارا کیا خیال ہے کیا کاروباری زندگی میں جدوجہد نہیں ہوتی۔ سرہدایت اللہ نے کہا۔"

"سر ہوتی ہے لیکن بہت زیادہ نہیں۔"

"کیوں.........."

"اگر کاروبار میں بھی اس نظریئے کو مدنگاہ رکھا جائے کہ اتنا کماؤ جس پر ضمیر کو بوجھ نہ ہو تو میرا خیال ہے جدوجہد آدھی رہ جاتی ہے' شدید جدوجہد صرف اسی تصور کے ساتھ کی جاسکتی ہے کہ دس کو سو اور سو کو ہزار بنایا جاسکے۔ میرا خیال ہے یہ مارجن بہت زیادہ ہے۔"

"بھئی واہ دلچسپ نظریہ ہے۔ تمہارے خیال میں سو کو کتنا بنانا چاہیے؟"

"سر اصولی طور پر ایک سو دس اور اگر بے اصولی کی جائے تو ایکسو پچیس۔"

"بھئی زبردست اگر تاجروں کا یہ انداز فکر ہو جائے تو میرا خیال ہے ملکی معیشت اور عوامی جیب پر بوجھ تو نہ ہونے کے برابر ہو جائے۔"

"سر یہی تو ایک افسوسناک پہلو ہے کہ ہم انفرادی عمل کرتے ہیں اور اس بات کو نظرانداز کردیتے ہیں کہ ملک عوام سے ہوتے ہیں اور اگر عوام ہی دکھی نظر آئیں تو اس ملک پر نحوست برسنے لگتی ہے۔ سر یہ کام کسی ایک فرد کا نہیں ہے اور یہ تو دنیا کی تاریخ ہے کہ جب قومیں ملک کی تعمیر کرتی ہیں تب ہی اصلی شکل واضح ہوتی ہے' بات کسی ایک فرد کی نہیں ہے حکومت تاجروں کو مراعات دے' تاجر عوام کو مراعات دیں عوام اپنے اخراجات کو کنٹرول کریں' تو پھر ملکوں کی صورت حال حسین ہو جاتی ہے۔ لیکن سر بس ہم اپنے نظریئے سے دوسرے کو متفق نہیں کرسکتے۔"

"خدا کی قسم کیا بے وقوف بنایا مجھے اس لڑکی نے اور سچی بات یہ کہ تم نے بھی۔ تم سے گفتگو کرکے بہت لطف آرہا ہے۔"

"جی سر۔" نادر شاہ تعجب سے بولا۔

"ہاں وہ شمسہ اور سردار خان کا چکر چلا کر' ویسے تم لوگوں نے واقعی بڑی ذہانت سے کام کیا ہماری گود میں بیٹھ کر بے وقوف بناتے رہے۔"

"نہیں سر اس میں بے وقوف بنانے کا تصور نہیں تھا۔ اصل میں دوسروں کا بھی تو معاملہ ہے۔ اس بات کو ان سے پوشیدہ رکھنا تھا۔ ویسے میں آپ سے عرض کروں۔" نصیر بیگ نے اب اسے برا بھلا تو نہیں کہوں گا میں۔ اصل صورت حال معلوم کرلی تھی۔

"کیا مطلب۔"

"گل کی پشت سے وہ میک اپ ہٹا دیا گیا تھا جو نیل کنٹھ کے نشان کو چھپائے ہوئے تھا۔"

"کیا واقعی.........." سرہدایت اللہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"جی سر.........."

"تو پھر تم نے کیا کیا۔"

"کچھ نہیں سر ہم نے اسے دوبارہ درست کرلیا۔" نادر شاہ نے جواب دیا۔

"گڈ......... انتظامات تھے اس کے........"

"جی ہاں۔"

"یہی تو میں کہتا ہوں کہ تم لوگوں نے حیرت انگیز فراست کا ثبوت دیا ہے۔"

"دینا تھا سر' ہمیں تو دوہری مشکلات کا سامنا کرنا تھا' لیکن سر اب جب کہ یہ بات ہو ہی رہی ہے تو میں ایک سوال آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ضرور........"

"اس بات کو کب ڈیکلیئر کیجئے گا!"

"میرا خیال ہے اب ایسی کوئی مشکل تو نہیں رہی ہے لیکن سردار خان بلکہ نادر شاہ انسان کی زندگی بڑی عجیب ہوتی ہے اور اس کی سوچ بھی۔ نجانے کب کسی کے دل میں کوئی بری بات پیدا ہو جائے' یا پھر اس بات کا تصور کرکے کہ اصل لڑکی ہمارے پاس ہے وہ سب اس بات سے مطمئن ہو جائیں کہ سائی تھول کو تو اب ہمارے قابو میں آنا ہی ہے' ایسی بات نہیں نادر شاہ' ہمیں ہر حالت میں باقی تمام عوامل کو مدنگاہ رکھنا ہوگا۔"

"سر میں آپ سے بالکل اتفاق کرتا ہوں۔ نادر شاہ نے پر خیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔"

"تم غور کرو۔" نصیر بیگ اس بچی کو لے کر فرار ہوگیا تھا۔ اور اس کی اس حرکت نے سائی تھول کو ہمارا جانی دشمن بنا دیا تھا۔ پھر کنور مہتاب علی نے اسے دوبارہ حاصل کیا اور وطن پہنچ گیا۔ نصیر بیگ نے اس کے لئے کیا کچھ نہ کیا۔ بچی تو اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی نا۔"

"جی سر۔"

"یہ بھی اتفاق تھا کہ وہ عرشی کے ہاتھ لگ گئی۔ تمہیں تو پورے واقعات معلوم ہوں گے۔"

"جی ہاں۔"

"پھر باقی یہ ہوا۔ اب ہر شخص مستعد ہے۔ کیونکہ انہیں احساس ہے کہ بچی نقلی ہے۔ اگر وہ اس حقیقت کو جان لیتے ہیں کہ یہی اصلی بچی ہے تو نظریات بدل بھی سکتے ہیں اور خطرہ ہے کہ پھر کہیں پہلے جیسے کسی کھیل کا آغاز نہ ہو جائے۔"

"اسی لئے سرگل کا بھی میک اپ کیا گیا ہے۔"

"البتہ ایک بات کا مجھے شدت سے احساس ہے۔"

"کیا سر۔"

"کنور مہتاب علی۔ اسے جب حقیقت کا علم ہوگا تو وہ دل میں خلش محسوس کئے بغیر نہ رہ سکے گا۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کسی مناسب وقت اسے حقیقت سے روشناس کردوں۔ وہ تو اس سلسلے میں مرکزی کردار رکھتا ہے۔"

"جی سر۔ وہ قابل اعتماد ہیں۔"

"ہر طرح۔" ہدایت اللہ نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

"تب ٹھیک ہے۔"

"ویسے تم........ خیر یہ اس وقت کرنے کی باتیں نہیں ہیں۔ تم میرے لئے پسندیدہ نوجوان ہو۔"

"شکریہ سر۔"

"خدا کرے ہم اس مشن میں کامیاب رہیں۔ جاؤ بیٹے اپنی مصروفیات کو دیکھو۔" ہدایت اللہ نے مخلص لہجے میں کہا۔

"دوسرا مرحلہ یوٹ کے چہرے میں تبدیلی کا تھا۔ نادر شاہ میک اپ کا سامان چیک کر رہا تھا۔ پھر اس نے یوٹ کو تلاش کیا اور وہ اسے جیمس پیرے کے پاس نظر آیا۔ ایمرے' ملٹا بھی نزدیک بیٹھے ہوئے تھے۔"

پیرے نے مسکراتے ہوئے نادر شاہ کو دیکھا۔ جیمس پیرے نے پر جوش لہجے میں کہا۔ "ہیلو پارٹی لیڈر........ کام تمہاری پسند کے مطابق ہو رہا ہے۔"

"جی سر........ اس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔" نادر شاہ نے کہا۔

"الٹی بات ہو گئی۔"

"کیوں سر۔"

"ہم سب تمہارے شکر گزار ہیں کیونکہ اب تک تم ہمارے اس مشن کے ل
سب سے بہترین انسان ثابت ہوئے ہو۔"

"میں آپ کا خادم ہوں سر۔"

"نہیں۔ تم ہمارے بہترین دوست ہو۔"

"اس وقت ایک کام سے حاضر ہوا ہوں۔"

"ہاں کہو۔"

"مسٹر یوٹ ہمارے اس مشن میں ایک اہم حیثیت کے مالک ہیں۔ جیسا کہ ہمار
علم میں ہے کہ وہ ٹاری ویگا کے بڑے پجاری کے ہمشکل ہیں' ہم ان سے بہت سے فائد
اٹھا سکتے ہیں۔"

"اپنے الفاظ کی تصحیح کریں مسٹر سردار خان۔" یوٹ نے تھوڑا اعتراض کرتے ہو
کہا۔

"کیا مسٹر یوٹ۔" نادر شاہ مسکرا کر بولا۔

"میرا پورا نام ایڈیمن ہیوریٹ ساویو ویگا یوٹ کنگ آف ویگا ہے۔ اور میں ٹار
ویگا کے بڑے پجاری یعنی بادشاہ کا ہمشکل نہیں بلکہ اس کا بیٹا ہوں۔"

"ہاں مسٹر یوٹ۔ مجھے اپنے ان الفاظ کا افسوس ہے۔" نادر شاہ نے معذرت کی۔

"ٹھیک ہے تو اب کیا کرنا ہے۔" جیمس پیرے نے اس گفتگو میں دلچسپی لیتے ہو
کہا۔

"مسٹر یوٹ کا چہرہ بدلنا ضروری ہے۔ تاکہ کسی مناسب موقع پر صورت حال ک
مطابق ہم انہیں سامنے لا سکیں۔"

"یہ بات تو ہمارے درمیان طے ہوئی تھی لیکن میک اپ؟" پیرے متفکرانہ انداز
میں بولا۔

"آپ نے جو ذمے داریاں میرے سپرد کی ہیں میں انہیں توفیق بھرپوری کرنے کی
کوشش کر رہا ہوں۔"

"یعنی میک اپ۔"

"میں کروں گا۔"

"اور اس کا سامان۔"

"تھوڑا سا میرے پاس ہے۔"

"تمہارے پاس۔"

"جی۔ کام چلانے کی حد تک۔" نادر شاہ نے جواب دیا اور پیرے نے گردن ہلا
دی۔ وہ کچھ کھو سا گیا تھا۔ نادر شاہ نے کہا۔

"مسٹر یوٹ آپ تیار ہیں۔"

"کیوں مسٹر ایمرے۔"

"ہاں ضرور۔"

"یوٹ تم صورت بدل کر کیسے لگو گے۔" ایلما نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جیسا تقدیر میں لکھا ہے۔"

"اب آپ میرے ساتھ آیئے۔" نادر شاہ نے کہا اور یوٹ اٹھ گیا۔ نادر شاہ عرشی
سے کہہ کر آیا تھا اور وہ ایک بڑی چٹان کے عقب میں اس کا انتظار کر رہی تھی۔ گل سے
محبت کرنے والی اب میڈم ریٹا تھی اور وہ فارغ ہو کر عرشی سے گل کو مانگ لیا کرتی تھی
اس وقت بھی گل اسی کے پاس تھی۔ عرشی کو چونکہ خود بھی میک اپ سے دلچسپی تھی اور
یہ فن اس نے ایک ادارے سے سیکھا تھا اس لئے وہ یوٹ کے میک اپ میں نادر شاہ کی
معاونت کر رہی تھی۔ یوٹ کے چہرے کی مرمت ہونے لگی۔ نادر شاہ نے اپنے فن کا کمال
دکھا دیا تھا۔ یوٹ کو اس قدر بدل دیا گیا کہ اگر اپنی پستہ قامتی سے وہ نہ پہچانا جا سکتا تو اس
وقت شاید ایمرے بھی اسے شناخت نہ کر سکتا۔

"عرشی محبت پاش نگاہوں سے نادر شاہ کو دیکھ رہی تھی۔ وہ جب بھی اس کے بارے

میں سوچتی اسے اپنی خوش بختی پر ناز ہونے لگتا تھا۔ نادر شاہ اسے کن معاملات میں
دونوں کے درمیان کیسے معرکے رہے تھے اور پھر دونوں گہرے دوست بن گئے تھے
اب نادر شاہ اس کے لئے ایک قابل فخر شخصیت تھا جسے ان فرانٹ مہم جوؤں نے
تسلیم کیا تھا۔ چونکہ عرشی میک اپ کے فن سے آشنا تھی اس لئے نادر شاہ کے فن کی
باریکیاں دیکھ رہی تھی......... پھر نادر شاہ یوٹ کے میک اپ کو فائنل ٹچ دے کر اپنے
سے فارغ ہوگیا۔ اس نے عرشی کو دیکھا۔

"کیا خیال ہے۔" نادر شاہ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"فنٹاسٹک۔" عرشی نے کہا۔

"مطمئن ہو۔"

"بالکل۔"

"زندگی اچھی گزرے گی۔" نادر شاہ شرارت سے کب باز آسکتا تھا!

"ہاں۔" عرشی نے کہا اور کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ یوٹ نے گھبرائے ہوئے لہجے
میں کہا۔

"کیا تم لوگ مجھ پر ہنس رہے ہو۔"

"کیوں مسٹر یوٹ؟" نادر شاہ نے کہا۔

"مم.........میں......... تم نے مجھے عورت تو نہیں بنا دیا۔"

"ارے نہیں مسٹر یوٹ۔" اس کا کیا سوال ہے۔

"وہ آئینہ تو مجھے دکھاؤ۔" یوٹ نے کہا اور عرشی نے آئینہ اس کے سامنے کر دیا
یوٹ نے آئینہ دیکھا۔ چونک کر چہرہ پیچھے ہٹایا۔ پھر آئینہ دیکھا۔ پھر اس کے حلق سے ایک
چیخ نکلی۔

"آں......... مائی باس......... آوہ.........مائی گاڈ......... آقا۔ مسٹر ایمرے۔ آہ
ہوگیا........." وہ اپنی جگہ کھڑا ہوا۔ اور پھر ایک لمبی چھلانگ لگا کر بھاگ نکلا۔

یوٹ کی چیخ و پکار سن کر سب اپنا کام چھوڑ چھوڑ کر گردنیں اٹھا کر اسے

گئے۔ یوٹ کو کیا ہو رہا تھا۔ وہ دہائی دینے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"آہ آقا۔" جادو ہوگیا۔ تمہارے یوٹ پر جادو ہوگیا۔ کالی دلدل کی قسم، سینگوں
والے سانپ کی قسم یہ تمہارا غلام ہی ہے میں یوٹ ہوں آقا......... لیکن جادو زدہ.........
آہ مجھے دیکھو کہاں ہو تم۔

"یوٹ کیوں شور مچا رہے ہو۔ ایمرے کی آواز سنائی دی اور یوٹ رونی شکل بنائے
اس کے پاس پہنچ گیا۔"

"میرا کیرئیر تباہ ہوچکا۔ آقا اب مجھے ایڈمن ساویو کون کہے گا۔ آقا یہ تمہارا غلام ہی
ہے۔"

"ایمرے نے اس کے پاس آکر اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر پہلے حیرت کے
نقوش بیدار ہوئے پھر اس کے حلق سے بے اختیار قہقہہ آزاد ہوگیا اس نے ہنستے ہوئے
کہا۔"

"یوٹ۔"

"کیا پہلا شکار میں ہوگیا آقا۔"

"تمہاری صورت تو بالکل بدل گئی۔"

"دل نہیں بدلا ہے آقا۔ اس دل میں تمہارے لئے وہی پیار ہے۔"

"احمق بونے یہ تو میک اپ ہے۔"

"کچھ بھی ہے۔ یوٹ تو نہیں ہے۔"

"ایں.........کیوں........."

"انسان اپنی شکل نہ پہچان سکے تو اس پر لعنت ہے۔ آں اب لوگوں کو بتانا پڑے گا
کہ میں یوٹ ہوں۔"

"لیکن یہ تو عارضی شکل ہے۔"

"عارضی۔"

"ہاں۔ یہ میک اپ صاف ہو سکتا ہے۔"

"ایں۔ یعنی میں۔"

"تم دوبارہ اپنی اصل شکل میں آسکتے ہو۔"

"کیا کیا واقعی آقا۔"

"ہاں یوٹ۔ ایلما بھی اس کے قریب آگئی۔" دوسرے لوگ بھی اردگرد جمع ہوتے جارہے تھے۔ اور یوٹ کو دیکھ رہے تھے۔ یوٹ نے کہا۔

"ان دونوں سے ہوشیار رہنا آقا۔ میں اس لڑکی اور اس کے ساتھی کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔ وہ بہت بڑے جادوگر معلوم ہوتے ہیں۔ آں جب انہوں نے میرے طلب کرنے پر آئینہ مجھے دیا اور میں نے اسے دیکھا تو پہلے تو میں نے یہی سمجھا کہ انہوں نے کوئی تصویر میرے ہاتھ میں دیدی ہے۔ لیکن آقا وہ تو میں ہی تھا۔"

"اب تمہیں کوئی نہیں پہچان سکتا یوٹ۔"

"مگر تم تو کہہ رہے تھے........"

"اوہ۔ احمق۔ بعد میں یہ میک اپ صاف ہو جائے گا۔"

"تب تو ٹھیک ہے........" یوٹ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ اور سب ہنسنے لگے۔ یوٹ کی اس اچھل کود اور چیخ و پکار نے ماحول میں کافی قہقہے پیدا کردیے تھے۔

لیکن وہاں سے ہٹ کر جیمس پیرے نے کہا۔ "مارٹن........ میک اپ دیکھا۔"

"ہاں مسٹر پیرے۔" مارٹن آہستہ سے بولا۔

"جو لوگ اتنا شاندار میک اپ کرسکتے ہیں وہ میک اپ شناخت بھی کرسکتے ہیں۔"

"آپ کا کیا خیال درست ہے۔"

"کیا یہ لمحہ فکریہ نہیں ہے۔"

"میرے خیال میں نہیں۔" مارٹن نے کہا۔

"کیوں۔"

"کنور مہتاب علی ہمارے بار میں جانتا ہے۔ لیکن اس نے آج تک کسی کے سامنے

زبان نہیں کھولی۔ اور یہ پھر مسٹر مچل اگر اب حقیقت آشکارا بھی ہو جائے تو کیا فرق پڑتا ہے۔" مارٹن نے اسے مطمئن کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں' ویسے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا' لیکن انسان کا ایک امیج ہوتا ہے وہ امیج ٹوٹ جائے گا' یہ لوگ سوچنے لگیں گے کہ ہم نے ان کے ساتھ فراڈ کیا ہے۔"

"میرا خیال ہے اس وقت ہمیں کنور مہتاب علی کا سہارا حاصل ہوگا۔" مارٹن نے کہا اور جیمس پیرے پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا' اس وقت واقعی یہ کمال کا میک اپ کرکے نادر شاہ نے واقعی سب کو حیران کردیا تھا' لارک اینجلو' مائیکل بائر سے کہہ رہا تھا۔

"بائر کیا اب بھی تمہارے ذہن میں کوئی خاص تصور نہیں جاگتا۔"

"مطلب؟"

"میں سردار خان کے بارے میں کہہ رہا ہوں' اب تک جو حقیقتیں ہمارے سامنے آچکی ہیں وہ یہ ہیں کہ یہ شخص محکمہ پولیس سے متعلق رہا ہے اور وہ بھی بقول اس کے بہت تھوڑے عرصے بلکہ اس نے تربیت حاصل کی اور اس کے بعد کسی وجہ سے اس کا سلیکشن نہیں ہو سکا ایک ایسا نامکمل آدمی اپنی زندگی کے ہر عمل میں اس طرح مکمل نظر آئے' یہ بات قابل غور نہیں ہے۔ پیلی پہاڑیوں میں سیگال کے آدمیوں سے اس نے جس طرح اعظم کی وہ اس کے ایک ماہر جنگجو ہونے کا ثبوت ہے۔ صحرائے جنگ میں خوفناک ترین حالات میں اس نے جس فراست اور ذہانت کے ساتھ پوری ٹیم کو مشکل سے نکالا کیا یہ کوئی عام سی بات ہے مزید یہ کہ اس نے اس وقت ہولناک ڈرائیونگ کرکے سخت حیرت میں ڈال دیا' جب ہماری ٹیم کچھ لمحوں کے اندر اندر موت سے ہمکنار ہونے والی تھی' میں اس کے بارے میں بالکل غلط تاثر نہیں رکھتا' لیکن بس ایک تصور میرے ذہن میں ہے وہ یہ کہ درپردہ یہ کوئی بہت اونچی شخصیت ہے' ارے تم لوگ اس کا چہرہ دیکھو' ایک عام آدمی اس طرح شاندار نظر نہیں آتا' اس کے بدن کی بناوٹ' اس کے رہن سہن کا انداز کہیں سے بھی یہ تیسرے درجے کی کوئی شخصیت نہیں معلوم ہوتی بلکہ لگتا ہے کہ

اس کے پس پشت کچھ اور ہی ہے۔" لارک اینجلو نے کوئی جواب نہیں دیا تھا' یہ اجنبی لوگ تھے' لیکن اس وقت تو کنور مہتاب علی بھی ششدر رہ گیا تھا۔ وہ اس وقت ہدایت اللہ کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہدایت اللہ۔" اور سرہدایت اللہ چونک کر کنور مہتاب علی کو دیکھنے لگا۔

"ہاں کہو۔"

"ہدایت اللہ' ایک ایسی بات بار بار میرے ذہن میں آئی ہے جسے خود بھی اپنی زبان سے ادا کرتے ہوئے میں بڑی شرمندگی محسوس کرتا ہوں' لیکن کیا کیا جائے' اب یہ احساس میرے لئے ناقابل برداشت ہو چکا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں سردار خان کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔"

"کیا؟" سرہدایت اللہ چونکنے انداز میں بولا۔

"کیا یہ شخص واقعی ایک اتنا ہی عام سا آدمی ہے' اور کیا یہ حقیقت ہے کہ وہ صرف ہمارے کہنے سے یہاں تک آگیا ہے حالانکہ یہ سوال مجھے تم سے نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس کی تلاش اور اس کے حصول میں ہم یکجا ہی رہے ہیں' لیکن یہ شخص اس قدر اہم ثابت ہوگا' یہ میرے تصور میں بھی نہیں تھا اور اب تو یہ لگتا ہے جیسے درحقیقت وہی اس کا سربراہ ہو اور ہم اسی کے ساتھ اپنی یہ مہم سرانجام دینے کے لئے نکلے ہوں' میں واقعی ششدر ہوں میک اپ میں اتنی مہارت........." کنور مہتاب علی جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگیا' لیکن سرہدایت اللہ کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت نظر آنے لگی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"اس کے پس پردہ ایک کہانی ہے کنور مہتاب علی' لیکن اتنی مختصر نہیں کہ تمہیں سنانے بیٹھ جاؤں۔"

"کس کے پس پردہ؟"

"انہی تمام سوالات کے جو تم نے مجھ سے کئے ہیں۔"

"کیا مطلب' کیا سردار علی خان سے متعلق کوئی کہانی؟"

"ہاں۔"

"اور وہ تمہارے علم میں ہے؟"

"ہاں۔"

"اور میں اس سے لاعلم ہوں؟"

"ہاں۔"

"کیوں؟"

"بس' جب یہ کہانی تمہارے علم میں آئے گی تو تمہیں اس سوال کا جواب بھی مل جائے گا۔"

"تم نے میرے ذہن میں ہیجان پیدا کر دیا ہے' کیا ایسی کوئی کہانی ہے جو اب تک میرے علم میں نہیں ہے؟"

"ہاں ہے۔"

"اور اس مہم کے سلسلے میں؟"

"ہاں کنور مہتاب علی۔"

"ہدایت اللہ مجھے تعجب ہو رہا ہے' اگر ایسی کوئی کہانی ہے تو ابھی تک تم نے اپنے ذہن میں کیوں رکھی' یا پھر یہ کہو کہ وہ مجھے بتانے کے لئے نہیں تھی؟"

"نہیں' میں نے کہا نا کہ جب تمہیں یہ کہانی سناؤں گا تو تمہیں تمہارے تمام سوالات کا جواب مل جائے گا۔"

"میں واقعی متعجب ہوں۔" کنور مہتاب علی یہ کہہ کر خاموش ہوگیا ادھر سردار خان اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ آخری کام سرانجام دے رہا تھا جس کی تجویز اس نے پیش کی تھی۔ ترپال مخصوص انداز میں سل چکے تھے اور پھر سب سے پہلے ایک جیب پر ان کا تجربہ کیا گیا۔

سیاہ رنگ کے ترپالوں میں دو آنکھیں بنائی گئی تھیں' اوپر تھوڑی سی کٹنگ تھی'

کھڑکیوں کے پاس کٹنگ کی گئی تھی' لیکن اتنے خوبصورت انداز میں کہ کچھ بھی محسوس نہ ہونے پائے اور نہ ہی ان لوگوں کو تکلیف ہو' البتہ جیپ ایک عجیب و غریب شئے نظر آنے لگی۔ اس کے ٹائر فری تھے' باقی تمام چیزیں ٹھیک تھیں' لیکن بس ترپال میں ڈھکنے کے بعد وہ انتہائی بڑے سائز کی ایک کھوپڑی نظر آرہی تھی۔ اگر رات کی تاریکی میں اسے دیکھا جائے تو صرف ایک متحرک کھوپڑی چلتی پھرتی محسوس ہوا اور جب لائٹیں روشن ہو جائیں تو پھر یہ کھوپڑی اور بھی سنگین شکل اختیار کر جائے' ان لوگوں نے اس عجوبے کو انتہائی ہولناک قرار دے دیا تھا۔ ترپالوں کے رنگ کی وجہ سے دن کی روشنی میں بھی جس طرح انہیں کس کر باندھا گیا تھا اور جس طرح ان پر نقوش اجاگر کئے گئے تھے وہ دیکھنے میں بے حد ہولناک لگتے تھے۔ گومی سیانا نے خوف سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"مقدس دیوتاؤں کی قسم' تم نے ایک ایسا عجوبہ تیار کیا ہے۔ جو ٹاری ویگا والوں کے ہوش اڑا دے گا۔"

"اگر تم مطمئن ہو بزرگ عورت تو اس کا مطلب ہے کہ ہماری کوششیں بار آور ثابت ہو گئی ہیں۔" لارک اینجلو نے کہا۔

"پھر ٹرک کو بھی اسی انداز میں بڑے ترپال سے ڈھک دیا گیا اور دوسری جیپ کو بھی اور پھر بہت دور سے ان کا تجزیہ کیا گیا۔ درحقیقت وہ اپنے کارنامے پر خود بھی ششدر تھے' لیکن یہ کارنامہ بھی صرف اور صرف نادر شاہ کی ذات سے ہی منسوب تھا۔ اسی کے منصوبے کے مطابق یہ عجوبے تیار کئے گئے تھے۔" نادر شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اصل میں سر میرے ذہن میں ایک قلم آگئی تھی۔ جاپان میں جب ایک تہوار ہوتا ہے تو وہ لوگ بڑے بڑے ٹرکوں پر اور گاڑیوں پر مصنوعی ڈریگن بناتے ہیں اور یہ ڈریگن اتنے خوبصورت ہوتے ہیں کہ انہیں دیکھ کر دل پر دہشت سوار ہو' بس وہی تصور میرے ذہن میں بھی آیا تھا جو اتفاق سے اس وقت ان معمولی وسائل کے ساتھ ہمارے لئے خاصا کار آمد رہا ہے۔" کسی نے سردار خان کی اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ چونکہ کوئی

بھی اس دیوانگی کا شکار نہیں تھا کہ فوری طور پر ٹاری ویگا پہنچ جائے اس لئے آج کے لئے بھی یہی فیصلہ کیا گیا کہ چونکہ دن میں تمام لوگ مصروف رہے ہیں' اس لئے آج کی رات بھی یہیں گزاری جائے اور اس کے بعد کل صبح کی روشنی میں ٹاری ویگا کے سفر کا آغاز کیا جائے۔ رات کی تاریکیوں میں ٹاری ویگا سے دور رہ کر کم از کم ان متحرک عظیم الشان کھوپڑیوں کا تجزیہ بھی کیا جاسکے گا اور ہر شخص اس بات پر متفق ہو گیا' ویسے بھی چونکہ ان کاموں میں کافی وقت صرف ہو گیا تھا اور پھر ہنستے بولتے پورا دن گزر گیا تھا اس لئے سبھی اس بات کے خواہشمند تھے کہ آرام کریں پھر سب کے اپنے اپنے ذاتی مشاغل کا آغاز ہو گیا' سب سے زیادہ ہنسی یوٹ کی صورت دیکھ کر آرہی تھی جس نے ایک بار عرشی کے پاس آکر بڑے مضمحل لہجے میں کہا تھا۔

"مسی' کیا میں آپ سے آئینہ طلب کر سکتا ہوں؟"

"ضرور یوٹ آئینہ لے لو' لیکن تم مجھے کچھ پریشان نظر آرہے ہو؟"

"ہاں مسی' پتہ نہیں کیوں اپنے آپ کو اس شکل میں دیکھ کر مجھے بڑی شرمندگی کا احساس ہو رہا ہے۔"

"ارے نہیں یوٹ' بالکل بیکار احساس ہے' میں ابھی چند منٹ کے اندر اندر تمہارا چہرہ صاف کر کے تمہیں پہلی جیسی شکل دے سکتی ہوں' لیکن ایک ضرورت کے تحت ایسا کیا گیا ہے تم فکر کیوں کرتے ہو؟" عرشی نے اسے آئینہ دیتے ہوئے کہا۔

"لے جا رہا ہوں' تھوڑی دیر میں واپس کر دوں گا۔"

"میرے پاس دوسرا بھی ہے تم چاہو تو اسے اپنے پاس رکھ سکتے ہو۔"

"تھینک یو مسی۔" یوٹ معصوم سی شکل بنائے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔ نادر شاہ اور عرشی خوب ہنسے تھے۔

"پھر رات ہو گئی' ان لوگوں کو بڑی بے چینی سے رات ہونے کا انتظار تھا' دونوں جیپیں اور ٹرک اسی طرح ترپالوں سے ڈھک ہوئے کھڑے تھے اور وہ لوگ انہیں دور سے دیکھنے کے لئے بے چین تھے۔ نادر شاہ نے اندر بیٹھ کر گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس روشن کر

دیں اور خود بھی دوسروں کے ساتھ جاکھڑا ہوا۔ رات کی تاریکی میں جو ہیبت ناک م
سامنے آرہا تھا وہ ناقابل یقین حد تک خوفناک محسوس ہو رہا تھا۔ سبھی نے انہیں دیکھ
اپنے دلوں پر ایک عجیب سی کیفیت محسوس کی تھی۔" نادر شاہ نے کہا۔

"عرشی، کہیں ناری ویگا کے ساہ لوح ان کی وجہ سے کسی مشکل کا شکار نہ ہو جائی
کہیں یوں نہ ہو کہ وہ اپنی بستیاں ہی چھوڑ کر بھاگ نکلیں۔"

"بہرحال اب جو کچھ بھی ہو اس سلسلے میں کیا کہا جاسکتا ہے۔" سبھی نے متف
طور پر اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ یہ ایک ناقابل یقین کاوش ہے اور اس کے نتائج بہ
نکلیں گے۔

"""

سورج کی سنہری کرنیں لمبی سبز گھاس سے گزر رہی تھیں اور کائنات کا انوکھا کھیل
رہی تھا۔ کہیں کہیں جب یہ کرنیں گھاس کو اپنا مرکز بناتیں تو یوں محسوس ہوتا جیسے
ان سے بہت سی پریاں نیچے اتر آئی ہوں اور سبزہ زاروں پر رقصاں ہوں۔ اروکا کے
م کئی بار ٹھٹکے تھے۔ اس نے اپنے ٹٹو کو روک کر ان پریوں کا رقص دیکھا تھا۔ یہ منظر
کے لئے بڑا انوکھا اور بے حد جاذب نظر لگا تھا۔ ایسا منظر اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

پھر وہ اس منظر کو دیکھنے میں اتنا محو ہوا کہ اس نے اپنا ٹٹو بھی روک لیا۔ اس کی
ب بھری نظریں ان پریوں کا رقص دیکھ رہی تھیں اور اسے ہمبا یاد آرہا تھا.........

جب میں ہمبا کو ان پریوں کے بارے میں بتاؤں گا تو وہ یقین نہیں کرے گا۔ تب
ا سے وادی کے بارے میں بتاؤں گا اور اس سے کہوں گا کہ وہ ہمت کرکے میرے
تھ چلے اور اپنی آنکھوں سے ان پریوں کو دیکھے۔ آہ......... وہ کتنا خوش ہوگا۔

ہمبا اس کا واحد دوست تھا۔ اس کا جانثار اور دوسرے لوگ ان دونوں کی دوستی کا
ڑاتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہمبا بہت بدصورت تھا۔

ہا جاتا تھا کہ ہمبا کے ماں باپ زندہ تھے۔ اور یقیناً" وہ خوبصورت ہوں گے۔ لیکن
ب بدصورت ہمبا ان کے ہاں پیدا ہوا تو وہ اس سے بددل ہوگئے اور رات کی تاریکیوں
سے دیوتاؤں کی پہاڑیوں کے دامن میں چھوڑ گئے۔ شاید وہ اسے مقدس آگھورا کی

بھینٹ چڑھانا چاہتے تھے تاکہ ان کے ہاں زندہ اولاد پیدا ہوا تو خوبصورت ہو لیکن
آگھورا کی اقامت گاہ تک پہنچنا پجاریوں ہی کا کام ہوتا ہے اور ان غاروں تک جانے
مطلب یہ ہے کہ موت کو آواز دی جائے اور اتنی ہمت بھلا کس کے اندر ہوتی
یہی ہوتا تھا کہ کوئی مقدس آگھورا تک نہیں پہنچ پاتا تھا اور یہ بھی بڑی ہمت کی بات
کہ دیوتاؤں کی وادی میں جاکر کسی بچے کو چھوڑا جائے' لیکن زندگیاں ایسے ہی محفوظ
ہیں اور ہمبا کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ اسے لوگوں نے دیکھ لیا اور پھر اس ہولناک
لے کر وہ بستی میں آگئے اور بستی کے سردار نے حکم دیا کہ اسے نحوست کے درخت
نیچے چھوڑ دیا جائے' اور انتظار کیا جائے کہ اس کی زندگی کس طرح محفوظ رہتی ہے یا
موت وہیں آکر اسے دبوچ لے کہ اتنا بد صورت بچہ بستی میں نہ رہے اور یہ مناسب
فیصلہ تھا کیونکہ زندگی لینے اور دینے کا کام تو دیوتاؤں کا تھا۔ انسانوں کا نہیں.........
دیوتاؤں نے یہاں بھی اپنی برتری قائم رکھی کہ رات کو آسمان سے پانی کی دھاریں گر
لگیں اور یوں ہوا کہ سارا ماحول جل تھل ہوگیا اور ہمبا زندہ رہا۔ پھر پورے تیس دن
نحوست کے درخت کے نیچے آرام سے سوتا رہا اور جب سردار کو اس کی یاد آئی تو
نے کہا ہمبا جس کا اس وقت کوئی نام نہیں تھا کی سوکھی ہوئی لاش لینے کے لئے لوگ گئے
انہوں نے ہمبا کو انگوٹھا چوستے ہوئے پایا۔ وہ زندہ تھا اور سردار نے کہا......... کہ تیس دن
کی زندگی اسے دیوتاؤں نے دی ہے تو باقی زندگی چھیننے کا کسی کو حق نہیں ہے' لیکن
وقت ہنگارہ بستی کا مقدس پیشوا نہیں تھا اور سردار جو تھا وہ اتنے بڑے دل کا مالک
نہیں۔ سو اس نے لوگوں سے کہا کہ ہمبا کی پرورش کی جائے۔ یوں ہمبا جوان ہوگیا لیکن
بدصورتی نے اس کا ساتھ نہیں چھوڑا' پوری بستی اس سے نفرت کرتی تھی' لوگ اپنی
کچھ اشیاء باہر پھینک دیا کرتے تھے اور ہمبا ان اشیاء سے گزارا کرتا' لیکن اس وقت
جب تک خود وہ محنت مزدوری کے قابل نہیں ہوا۔ پھر اس نے لوگوں کے کھیتوں میں
کرنا شروع کر دیا۔ وہ سوکھی ہوئی فصلوں کو ہری کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا اور
لوگوں نے اس بدنما اور بد صورت لڑکے کو اپنے کھیتوں اور اپنی کیاریوں میں دیکھ کر

عورتیں بنائیں' لیکن جب ان کی کیاریوں نے سبزیاں اور پھل اگلنا شروع کئے تو پھر
شمار لوگوں نے ہمبا سے کہا کہ وہ ان کے لئے کام کرے اور ہمبا مقدور بھر کام کرتا رہا
صرف اروکا ایسا تھا جس کی عمر ہمبا کے برابر تھی اور اس نے ہمبا سے دوستی کی اور ہمبا
کا واحد دوست بنا۔ چونکہ باقی لوگ جو اس کے ہم عمر تھے ہمبا کی قربت کی وجہ سے
سے دوری اختیار کر گئے' لیکن اروکا دھن کا پکا تھا اور اس نے ہمبا کی دوستی ترک نہ
اور دونوں ساتھ دیکھے جاتے رہے۔ یہ ہمبا کی کہانی تھی اور اروکا کی کہانی یوں تھی کہ
اپنے دادا کا اکلوتا پوتا تھا۔ ماں باپ ایک حادثے کا شکار ہوگئے تھے اور یہ حادثہ بھی بستی
ایک مثالی حیثیت رکھتا تھا۔ یعنی عورت اروکا کے باپ کی موت کا باعث تھی اور یہ
لوگوں کے ذہنوں میں اب سوگئی تھی۔ لیکن بوڑھا دھوا جو اروکا کا دادا تھا اروکا سے
یہی کہتا رہتا تھا کہ عورت اس کائنات میں سارے فساد کی جڑ ہے اور کبھی کسی
خوبصورت چہرے کو نگاہ بھر کے نہ دیکھا جائے کیونکہ وہ ہوش و حواس چھین لیتا ہے اور
جب انسان کے ہوش و حواس چھن جاتے ہیں تو پھر عقل کی کوئی بات سامنے نہیں آتی اور
خوف اس طرح دھوا نے اروکا کے ذہن میں بٹھا دیا تھا کہ جب بھی کوئی عورت اسے
نظر آتی وہ آنکھیں بند کرلیا کرتا تھا اور کئی بار اس طرح ٹھوکریں کھا کھا کر گرا تھا کہ اس
کے بدن کے مختلف حصے زخمی ہو جاتے تھے۔ اس وقت عورتوں کے حسین قہقہے اس کے
کانوں میں رس گھولتے تھے لیکن بوڑھے دھوا نے کچھ اس طرح سے ذہن میں خوف بٹھا
دیا تھا کہ وہ یہی سمجھتا تھا کہ یہ زخم بھی عورت کی نحوست کے زخم ہیں اور اس طرح وہ
ذہنی طور پر عورت سے بہت دور ہوگیا تھا۔ لیکن جوانی کی امنگیں خود بخود راستوں کی
تلاش میں سرگرداں ہو جاتی ہیں۔ بہت دور سے کبھی کبھی بہت ہی دور سے وہ تالابوں کو
دیکھتا جن میں تیرتے ہوئے بدن اس کے رگ و پے میں چنگاریاں دوڑا دیتے تھے۔ پھر وہ
خوف کے ساتھ وہاں سے واپس ہٹ جاتا تھا کہ دھوا کو اس کے دل کی ہر بات معلوم
ہو جاتی ہے اور کیا ہی تیز نگاہیں تھیں بوڑھے دھوا کی کہ وہ ساری باتیں سمجھ لیا کرتا تھا
وہ اپنے دادا کو جادوگر سمجھتا تھا اور یہ حقیقت بھی تھی کہ دھوا کے پاس بہت سے جادو

تھے اور وہ ان سے کام بھی لیتا تھا۔ خاص طور سے اروکا کے معاملے میں، کہ اروکا
بھی کوئی عمل کرتا' بوڑھا دھوا اس عمل کی کہانی اروکا کو سنادیا کرتا تھا۔ تو سورج کی
کرنوں کے سفر کے ساتھ ساتھ اروکا کے ذہن کا سفر بھی جاری رہا اور اس نے
فیصلہ کرلیا کہ کسی وقت ہمبا کو ساتھ لے کر آئے گا.......... اور ہمبا بھی خوب
لڑکیوں کی باتیں کرتا تھا لیکن اس طرح جیسے کسی دور دیس کی کہانی سنا رہا ہو اور یہ کہہ
رہا ہو کہ کہانیاں صرف کہانیاں ہوتی ہیں' حقیقی زندگی میں ان کا کوئی دخل نہ
ہوتا.......... سو پھر اسے اچانک خیال آیا کہ دھوا نے زردہ پتیوں کے حصول کے لئے
کتنا منع کیا تھا لیکن دھوا کی بیماری کا علاج یہ زرد پتیاں ہی تھیں اور ان زرد پتیوں کو
دلیروں سے مانگتے مانگتے کافی وقت گزر گیا تھا جو یہ طویل ترین سفر طے کرکے یہ پتیاں
لاتے تھے اور ان سے اپنی بیماریوں کا علاج کرتے تھے۔ سو پھر یہی ہوا کہ سب نے اس
سے کہا کہ وہ خود ان کے حصول کی کوشش کیوں نہیں کرتا؟

"بھلا ان بوڑھی ہڈیوں میں اتنی جان کہ وہ طویل ترین سفر طے کرکے زردہ پتیاں
حاصل کرے۔"

"تیری بوڑھی ہڈیاں تو تھک گئی ہیں لیکن تیرا پوتا جوان ہے کیا اسے ہمیشہ اپنے
پیروں میں سمیٹے بیٹھا رہے گا۔"

"وہ بچہ ہے' میں بھلا اسے تن تنہا اتنے دور دراز سفر کے لئے کیسے روانہ کرسکتا
ہوں۔"

"وہ بچہ نہیں جوان ہو چکا ہے' اپنی آنکھیں کھول کر اسے دیکھ اور اپنی کمزوری
سے اس کی زندگی خراب نہ کر.........."

"آہ تو میں کیا کروں۔"

"اروکا کو زرد پتیوں کے حصول کے لئے بھیج اور اس سے کہہ کر وہ اپنی زندگی میں
کوئی کارنامہ سرانجام دے۔"

"مگر میں اس کے لئے کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا وہ میرا اکیلا سہارا ہے۔"

"تو پھر اس اکیلے سہارے کے شانے پر ہاتھ رکھ کر موت کے راستوں کی جانب سفر
کر اور بالآخر مرجا اور اسے تلقین کردے کہ وہ تیری سوکھی لاش کو پتھروں میں گرا دے۔"

اور بھلا دھوا کی کیا مجال تھی کہ کسی سے لڑائی جھگڑے کی کوئی بات کرتا۔ ایسے ہی
لڑائی جھگڑے نے تو اس سے اس کا بیٹا چھین لیا تھا چنانچہ وہ صبر کرکے خاموش ہو جاتا۔
لیکن پھر ایک دن کسی شخص نے خود اروکا سے یہ بات کہہ دی اور اروکا کی غیرت جوش
میں آگئی' اس نے کہا۔

"ہونہہ.......... زرد پتیوں کا حصول بھی کوئی مشکل کام ہے میرا دادا جب بھی مجھے
اجازت دے گا میں ان کے حصول کے لئے چل پڑوں گا۔"

"تیرا دادا تو تجھے کبھی بھی اجازت نہیں دے گا اور یہ تم دادا پوتوں نے اچھی
ترکیب لگائی ہے کہ دادا پوتے کو اجازت نہیں دیتا اور پوتا دادا کی اجازت کے بغیر جا نہیں
سکتا اور تم مانگتے پھرتے ہو ہر گھر کے دروازے پر زرد پتیاں۔"

"میرے دادا کو ان کی ضرورت ہے.........."

"تو اپنے دادا کی ضرورت اپنے آپ پوری کرو اور خبردار اب ہمارے ہاں زرد
پتیاں مانگنے کے لئے نہ آنا۔"

تو پھر یہی ہوا۔ اروکا نے اس رات بوڑھے دادا کا تیار کیا ہوا شوربہ نہیں پیا اور نا
ہی پتوں سے بنایا ہوا وہ کھانا کھایا جو بہت ہی لذیذ ہوتا تھا اور دادا خود اپنے ہاتھوں سے
اسے تیار کرتا تھا۔ بوڑھے دھوا نے پریشان لہجے میں کہا۔

"اروکا........"

"ہاں دادا۔"

"کیا تو بیمار ہے۔"

"ہاں دادا۔"

"ارے کیا ہو گیا تجھے۔"

"دادا مجھے اندر کی بیماری ہو گئی ہے۔"

"وہ کیا ہوتی ہے؟"

"لوگوں کا غیرت دلانا میرے، دل کو دکھا گیا ہے اور اب میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔"

"لوگ تو بے وقوف ہوتے ہیں وہ غیرت نہیں دلاتے بلکہ دشمنی نکالتے ہیں۔"

"نہیں دادا کیا تمہیں میرے مضبوط ہاتھ پاؤں پر بھروسہ نہیں ہے۔"

"ہے، کیوں نہیں ہے۔"

"تو پھر۔"

"کیا کہنا چاہتا ہے تو۔"

"میں زرد پتیوں کے حصول کے لئے سفر کرنا چاہتا ہوں۔"

"تیرا دماغ خراب ہے۔"

"نہیں دادا۔"

"تو جانتا ہے اروکا وہ علاقہ کتنا خطرناک ہے، وہاں جنگلی ہاتھی بھی پائے جاتے ہیں اور خبیث سور بھی، جن کے اندر بد روحیں حلول کئے ہوئے ہوتی ہیں اور وہ جنگلوں میں انسانوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔"

"میں انہیں ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ میرا نیزہ انہیں ہلاک کر سکتا ہے۔"

"نہیں میں تجھے اس کی اجازت نہیں دوں گا۔"

"تو پھر میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم اپنا ارادہ بدل نہیں گے۔"

"تیرا دماغ خراب ہے۔"

"یہی سمجھ لو۔۔۔۔۔۔ اور پھر وہ رات بوڑھے دادا نے بھی جاگتے ہوئے گزاری اور صبح کو بڑی عاجزی سے اس سے بولا۔"

"تو نے کھانا نہیں کھایا اروکا۔۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر مجھے اجازت دو۔۔۔۔۔۔"

"لیکن بیٹے کیا تو تنہا جائے گا۔"

"ہاں۔"

"اچھا یوں کر ہمبا کو اپنے ساتھ لے جا۔"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"لوگ طعنے دیں گے۔"

"کیا طعنے دیں گے۔"

"یہی کہ میرے اندر ایسے کسی سفر پر تنہا جانے کی ہمت نہیں ہے۔"

"لوگوں کو بکنے دے۔"

"نہیں دادا میں ہمبا کو ساتھ نہیں لے جاؤں گا البتہ اگر تم مجھے اپنا ٹٹو دے دو گے تو اسے ضرور ساتھ میں لے جاؤں گا۔" بوڑھا دادا سوچ میں پڑ گیا اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں ہزار بار مرنے کے لئے تیار ہوں، لیکن تجھے زرد پتیوں کے حصول کے لئے بھیجنے پر تیار نہیں ہوں البتہ تیری ضد مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں تیری بات مان لوں۔"

"تو کیا میں جاؤں۔"

"میں نے کہا نا میں مجبور ہوں۔"

"تو پھر تمہاری یہ مجبوری اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ میں چلا جاؤں۔"

"یہ تو بہتر جانتا ہے۔"

اور بس اس کے بعد اروکا نے تیاریاں کر لی تھیں۔ اس نے ہمبا سے بھی اپنے اس سفر کا ذکر نہیں کیا تھا چونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ کسی ایسی جگہ جانے کے ارادے کا اظہار کرے گا تو ہمبا اسے تنہا کبھی نہیں جانے دے گا۔۔۔۔۔۔ لیکن اس نے اپنا مضبوط نیزہ ساتھ رکھا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اسے اپنے ٹٹو پر بھی بھروسہ تھا جو اس کا بے حد چہیتا تھا۔ اور پھر جب اس نے یہ سفر طے کرنا شروع کیا اور راستے میں اسے مشکلات نے آگھیرا تو بہرحال اس نے یہ تسلیم کیا کہ زرد پتیاں حاصل کرنے والے دلیر ہوتے ہیں اور ان

خوفناک چنگھاڑنے والوں اور بھونکنے والوں سے زندگی بچا کر زرد پتیوں کے کھیت تک پہنچ
مشکل کام ہے اور زرد پتیوں کے اس کھیت کے بارے میں بھی ہزاروں کہانیاں ٹاری ویگا میں پھیلی ہوئی تھیں۔

ٹاری ویگا والوں کا کہنا تھا کہ یہ کھیت دیوتاؤں نے لگایا ہے اور وہی اس کی آبیاری کرتے ہیں اور وہی پرورش اور حقیقت ہے کہ دیوتاؤں کے لگائے ہوئے ان پودوں کی خصوصیات ناقابل یقین ہوتی ہیں۔ وہ ہر قسم کی بیماریوں میں کار آمد ہوتے ہیں اور زرد پتیوں سے ہر تکلیف کا علاج ہو جاتا ہے۔

غرض یہ کہ بڑی مشکلات اٹھانے کے بعد اروکا نے زرد پتیوں کا بہت بڑا انبار جمع کرلیا۔ انہیں احتیاط سے باندھا حقیقت یہ تھی کہ زرد پتیاں تو ایک سرمایہ تھیں اور اگر انہیں اتنی مقدار میں جمع کرلیا جائے تو جمع کرنے والا گویا مالا مال کہلایا جاسکتا ہے کیونکہ دوسرے لوگ ان زرد پتیوں کے حصول کے لئے بہت کچھ دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

"ویسے ٹاری ویگا میں لوگ اپنے اپنے کاموں کو خود ہی کیا کرتے تھے اور عام طور سے کوئی شخص کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا تھا لیکن اگر ان زرد پتیوں کے عوض کوئی بھی چیز مانگی جاتی تو بیمار ہونے والے اسے دینے میں گریز نہیں کرتے تھے۔"

پھر یہ عظیم الشان خزانہ لے کر اروکا نے واپسی کا سفر شروع کیا۔ لیکن وہ ان راستوں کو ذہن میں نہ رکھ پایا جن سے وہ یہاں تک پہنچا تھا اور یہ بھی یہاں کی ایک روایت تھی کہ لوگ ان راستوں کو بھول جایا کرتے ہیں لیکن دشمنی کی اس دیوار نے اس وقت دوستی کا ثبوت دیا تھا جو ٹاری ویگا اور نیل کنٹھ کے درمیان خاص طور سے قائم کی گئی تھی۔ نجانے کہاں کہاں سے بھٹکتے ہوئی اروکا نے دشمنی کی اس دیوار کو دیکھ لیا اور دیوار نظر آجانے کا مطلب یہی تھا کہ اس کا رخ اپنی بستی ہی کی جانب ہے' چنانچہ اس نے ایک اور طویل فاصلہ طے کیا اور دشمن کی دیوار کے قریب پہنچ گیا اور یہیں پر اسے وہ سنہری پریاں رقصاں نظر آئی تھیں جنہیں دیکھ کر اس کی آنکھیں خیراں ہوگئی تھیں اور وہ حیرت د
دلچسپی کے ساتھ انہیں دیکھتا رہا تھا۔ پھر اسے احساس ہوا کہ اب سورج ڈوبنے والا ہے

پہنچ سفر کی رفتار تیز کر دی جائے سو یہی ہوا اس نے ان سنہری پریوں کو الوداع کہا اور اس کے بعد اپنے ٹٹو کو وہاں سے آگے بڑھا دیا۔ اب وہ جانتا تھا کہ بستی تک سفر کرنے کے لئے گھاس کے ان میدانوں کو عبور کرکے ان ڈھلانوں میں اترنا ہوگا جہاں سے بلندیاں چڑھ کر وہ اپنی بستی پہنچ جائے گا اور جب ڈھلانوں کے آخری سرے [illegible] اس کا ٹٹو اوپر چڑھ رہا تھا تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے ایک سنہری گھنٹی بجی ہو اور اس کی آنکھیں بے اختیار اس طرف اٹھ گئیں سو اس نے دیکھا کہ وہ اسے دیکھ رہی ہے۔ وہ سنہری پری نہیں تھی۔ بلکہ اس سے کہیں زیادہ خوبصورت ایک لڑکی تھی۔

"اس کا ٹٹو اس لڑکی کے پاس جا رکا۔ لڑکی اسے دیکھا کہ مسکرائی اور بولی۔ "زرد پتیوں کے سوداگر۔ تمہارا نام اروکا ہے نا۔"

"ہاں۔" اس نے کہا اور اس کی نظریں جھک گئیں۔

"مجھے اپنے ٹٹو پر بٹھاؤ اور دشمنی کی دیوار کے دوسرے سرے تک لے چلو۔"

"کیوں۔"

"اس لئے کہ میں کہہ رہی ہوں۔ کیا تم میری خواہش پوری نہیں کرو گے۔"

"نہیں کیونکہ کسی اجنبی لڑکی کو اپنے ٹٹو پر بٹھانا پسند نہیں کرتا۔"

"تم میری توہین کر رہے ہو۔" وہ پاؤں پٹخ کر بولی۔

"میں نے تم سے کچھ بھی نہیں کہا ہے۔"

"جو کچھ تم کہہ چکے ہو وہ کچھ بھی نہیں ہے۔"

"مگر میں نے سچ بولا ہے۔"

"تم مجھے دیکھتے کیوں نہیں۔"

"نہیں۔ میں ایسا نہیں کروں گا۔"

"کیوں۔"

"کیونکہ ایک بار دیکھنے سے مجھ پر برے اثرات پڑے ہیں۔"

"کیا مطلب۔"

"میں بتانا نہیں چاہتا۔"

"مجھے جانتے ہو۔"

"نہیں۔"

"جبکہ پوری بستی مجھے جانتی ہے۔"

"جانتی ہوگی۔"

"تم نے پھر میری توہین کی۔"

"ارے میں تم سے کیا کہہ رہا ہوں۔ وہ جھلا کر بولا۔"

"گویا میں تمہارے لئے کچھ بھی نہیں ہوں۔"

"جب میں تمہیں جانتا ہی نہیں تو تم میرے لئے کیا ہو سکتی ہو۔"

"تو مجھے جانو۔"

"کیسے۔"

"مجھ سے میرا نام پوچھو۔"

"دیکھو۔ سورج چھپ گیا۔ میرا دادا میرے لئے پریشان ہوگا۔" اروکا نے جلد

سے کہا۔

"میرا نام ساگی ہے۔"

"ساگی۔" وہ بولا۔

"تم نے میرا نام لیا ہے۔" تم اسے یاد کر رہے ہو۔

"نن۔ نہیں تو۔"

"میری طرف دیکھو۔" وہ بولی۔ "تمہارے اس انکار سے میری آنکھیں میرے

چہرے سے غائب ہوگئی ہیں۔"

"وہ تعجب سے چونک پڑا۔ یہ کیسے ہوگیا۔" اس نے گھبرا کر اس کا چہرہ دیکھا

کی روشن آنکھیں تو اس کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔ ان میں شرارت تھی، مسکراہٹ

تھی۔ جادو تھا۔ وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"مان گئے مجھے۔" وہ بولی۔

"تم نے مجھے بے وقوف بنایا ہے۔"

"میں نے نہیں دیوتاؤں نے۔" وہ ہنسی۔

"گویا تم مجھے بے وقوف بنانا چاہتی ہو۔"

"ہاں۔"

"آخر کیوں۔"

"جو کسی لڑکی کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا وہ بے وقوف ہوتا ہے۔"

"لڑکی۔" وہ چونک کر بولا۔

"تو اور کیا۔"

"تم لڑکی ہو۔"

"ارے۔ پھر تم مجھے کیا سمجھ رہے ہو۔" وہ تعجب سے بولی۔

"اور اروکا نے سوچا کہ واقعی وہ بے وقوفی کر رہا ہے۔ دادا نے تو عورت کے بارے میں کہا تھا کہ وہ فساد کی جڑ ہوتی ہے۔ لڑکی کے بارے میں تو نہیں کہا تھا۔ اس خیال نے اس کی کیفیت بدل دی اور وہ مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔"

"میں بے وقوف نہیں ہوں۔"

"تو اور کیا ہو۔"

"وہ تو میں تم سے مذاق کر رہا تھا۔"

"تو مجھے دیکھو۔"

"دیکھ رہا ہوں۔"

"کیسی لگ رہی ہوں۔"

"بہت اچھی۔"

"کل مجھ سے ملو گے۔"

"ہاں۔"

"کہاں۔"

"جہاں تم کہو۔ میں ڈرتا نہیں ہوں۔ زرد پتیوں کی وادی سے آیا ہوں۔"

"اسی جگہ۔"

"ملوں گا۔"

"کس وقت۔"

"جب آسمان سیاہ ہو جائے گا۔"

"رات کو۔"

"ہاں۔"

"میں آجاؤں گا۔"

"میرا نام یاد ہے۔"

"ساگی۔"

"اور میں نگارا کی بیٹی ہوں۔"

"ٹھیک ہے........" اس نے اپنا ٹٹو آگے بڑھا دیا۔ لیکن اب اس کے دل میں کسک تھی اور اس نے کئی بار مڑ کر اسے دیکھا تھا۔ وہ اپنی جگہ کھڑی تھی۔ مگر اس کا دل چاہا کہ ٹٹو کو واپس لے جائے۔ اسے ٹٹو پر بٹھائے اور خود اس کے ساتھ پیدل چلے۔ لیکن وہ صرف تصور تھا۔ ایسا ہونا ممکن نہیں تھا۔ پھر اس کا ٹٹو دور نکل آیا........اب اسے دھوا کا خیال آیا اور اس نے ٹٹو کی رفتار تیز کر دی۔

جب وہ اپنے جھونپڑے پر پہنچا تو اندر سے ہمبا کی آواز آرہی تھی۔ زرد پتیوں کا گٹھر کاندھے پر لاد کر وہ آگے بڑھا تو اس نے سنا۔

"تم نے غلطی کی ہے دھوا۔"

"میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ اس نے ضد کی تھی۔"

"تمہیں اس کی ضد نہیں ماننی چاہیے تھی۔" ہمبا نے کہا اور دادا کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔

"اب وہ جوان ہو چکا ہے۔ میں کیسے اسے روک سکتا ہوں اور سیانے کہتے ہیں کہ ببر جب تک کچھار سے نہیں نکلتا مکمل شیر نہیں بنتا۔"

"جانتے ہو ان راستوں میں ہاتھی اور کالے چیتے ہوتے ہیں۔" ہمبا نے کہا۔

"اور وہ وہاں تنہا چلا گیا۔ بے وقوف اگر مجھے بھی ساتھ لے جاتا تو اچھا نہ تھا۔"

بے وقوف کے لفظ پر اسے ساگی یاد آگئی۔ وہ غصے سے اندر داخل ہو گیا۔ "بے وقوف نہیں ہوں۔" اس نے غصیلے لہجے میں کہا اور دونوں اسے دیکھ کر چونک پڑے۔

"اور یہ زرد پتیوں کا ڈھیر ہے۔ اگر میں بے وقوف ہوتا تو یہ کیسے لے آتا۔"

"اتنی ساری زرد پتیاں۔" بوڑھے دھوا کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔

"اس سے دس گناہ زیادہ لا سکتا ہوں اور یہ میرے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔"

ہمبا نے اسے تند نظروں سے دیکھا اور باہر نکل گیا۔ بوڑھا دھوا پتیوں کو ٹٹول کر دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"یہ تو واقعی بہت ہیں۔"

"یہ ہمبا کہاں گیا۔"

"تجھ سے روٹھ کر چلا گیا ہے۔"

"روٹھ کر؟"

"ہاں۔"

"مگر کیوں۔"

"اس لئے کہ تو اسے ساتھ کیوں نہ لے گیا۔"

"میں نے اچھا کیا تھا۔"

"کیوں۔"

"اس لئے کہ وہ راستے واقعی بہت خطرناک ہیں، اگر بگڑے ہوئے ہاتھی ہمیں پا لیتے تو اپنی سونڈ میں لپیٹ کر پیروں سے کچل دیتے۔"

"تو پھر۔"

"ہبا مجھ سے پہلے اپنی جان دیدیتا۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کیا کرتا۔ تم جانتے
دادا۔"

"نہیں۔"

"اگر ہاتھی ہمارے پیچھے لگ جاتے تو وہ ٹٹو لے کر دور چلا جاتا ہاتھی کو پتھر مار
طرف متوجہ کرتا اور پھر بھاگتا چلا جاتا۔ پھر ہاتھی اس کے پیچھے لگ جاتا تو وہ اسے کچل
دیتا۔"

"مگر وہ ایسا کیوں کرتا۔"

"تاکہ میں بچ جاؤں۔"

"اوہ۔ وہ تیرا اتنا وفادار دوست ہے۔"

"ہاں۔ تم ٹٹو کو باندھ دو۔ میں اسے تلاش کرتا ہوں۔" اروکا نے کہا اور ہ
تلاش میں نکل گیا۔ لیکن ہبا واقعی اس سے ناراض تھا اور جانتا تھا کہ اروکا اسے
کہاں تلاش کرے گا۔ اس لئے ان جگہوں سے گریز کیا تھا۔ چنانچہ وہ اروکا کو نہ ملا۔

"اروکا مایوس واپس پہنچا تو دھوا کھانا لئے اس کا انتظار کر رہا تھا اور اس کے چہر
دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ ہبا اسے نہیں ملا ہے۔"

"صبح تک اس کا غصہ اتر جائے گا اور وہ خود آجائے گا۔" دھوا نے اسے تسلی د

"رات کو آرام کرتے ہوئے اس نے اچانک دھوا سے کہا۔ "دادا ایک بات ہا

"ہوں۔"

"عورت اور لڑکی میں کیا فرق ہوتا ہے۔"

دھوا نے چونک کر نوجوان پوتے کو دیکھا۔ بہت سے سوال اپنی حقیقت کی اصل
ہوتے ہیں۔ اس سے قبل اروکا کی زبان پر عورت کا نام نہیں آیا تھا۔

بوڑھی آنکھیں رات کے اندھیرے میں پوتے کے چہرے کے تاثرات کو نہیں دیکھ
سکیں۔ لیکن وہ اس سوال کے عقب میں جھانکنے کی کوشش کرنے لگا۔

"جواب نہیں دیا دادا........ اروکا نے دھوا کو خاموش پاکر کہا۔"

"ہر سوال کے پیچھے ایک واقعہ ہوتا ہے' ایک داستان ہوتی ہے تیرے اس سوال
کے پیچھے کونسی داستان ہے۔"

"واہ دادا یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی' سوال کے پیچھے اگر کوئی داستان ہوتی بھی ہے تو
سوال کی حقیقت تو نہیں بدلتی' سوال کا جواب ہوتا ہے دادا سوال کے جواب میں سوال
کرنا تو کوئی اچھی علامت نہیں ہے۔" بوڑھا دھوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے حیرت سے کہا۔

"زرد پتیوں کی وادی میں کیا عقل کی کھیتی بھی اگتی ہے اور لوگ ایسے انوکھے سوال
کرنے لگتے ہیں جن کا جواب مشکل ہو جائے۔" اروکا کو دادا کی اس بات پر بہت لطف آیا'
وہ بولا۔

"تم تسلیم کر رہے ہو دادا کہ میں نے ایک عقل سے بھرپور سوال کیا' اور کیا یہ
حقیقت نہیں ہے کہ تم مجھے میرے اس سوال کا جواب دو۔"

"میں بے شک تجھے جواب دیتا ہوں، لیکن ایک بات ذہن میں رکھ کہ اس سوال کی وجہ تجھے بتانی ہوگی۔"

"تم پہلے جواب دو۔"

"لڑکی اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ صرف ماہ و سال کا معاملہ ہے، ایک سفر کے بعد لڑکی عورت بن جاتی ہے اور عورت یوں سمجھ لے کہ اگر کائنات میں عورت نہ ہوتی تو زندگی اتنی پرسکون ہوتی کہ ہر انسان فخر و مسرت سے ہوتا۔" اروکا سوچ میں ڈوب گیا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر کہنے لگا۔

"لیکن مجھے ایک بات اور بتاؤ دادا۔ سردار کی تو بہت سی بیویاں ہیں اور وہ ان کے درمیان ... بھی کر رہا ہے، خوش بھی ہے، اس کے علاوہ ہم اپنی بستی میں شمار گھروں کو دیکھتے ہیں، ہر گھر میں ایک عورت ہوتی ہے اور اس گھر کے لوگ بڑے بھی نظر آتے ہیں۔"

"مجھے لگتا ہے کہ تو نے ضرور کوئی ایسی چیز استعمال کی ہی جس نے تجھ سے تیرے حواس چھین لئے ہیں، وہ کیا چیز تھی، مجھے اس کے بارے میں بتا؟"

"اب تم ناراض ہونے لگے دادا، سوال تو صرف ایک سوال ہوتا ہے، اس سے بہت سی باتیں منسلک کر دی جائیں یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہوتی۔"

"مگر تو نے یہ سوال کیوں کیا ہے؟"

"بس ایسے ہی، میں نے سوچا کہ دادا سے کچھ معلومات کی جائیں مگر تم تو ناراض ہونے لگے، چلو ٹھیک ہے نہ بتاؤ مجھے اس بارے میں، لیکن سوال میرے ذہن میں سوال ہی رہے گا۔"

"میں تجھے بتا چکا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" اروکا خاموش ہوگیا لیکن بوڑھا دھوا بہت دیر تک اپنی جگہ اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے تشویش سے شانے ہلائے اور اپنے بستر پر دراز ہوگیا۔ اروکا بظاہر سونے کے لئے بستر پر کروٹ بدل لی تھی، لیکن اس کی آنکھیں گزرے ہوئے وقت

دیکھ رہی تھیں۔ میرا نام ساگی ہے اور میں نگارا کی بیٹی ہوں، کل اسی جگہ تجھے ملنا ہے۔ ہما، یقیناً" ہما ویسے ہی ناراض ہوگیا، لیکن وہ اور بات تھی، یہ سچ تھا کہ ہما کو اپنی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں تھا اور وہ بار بار کہہ چکا تھا کہ اگر وہ زندگی دے گا تو اپنے دوست اروکا کے لئے دے گا اور اروکا، ہما کی موت نہیں زندگی چاہتا تھا، ہاں ساگی کا معاملہ ایسا بے شک تھا کہ وہ ساگی کو ہما سے روشناس کرادے، یہ کوئی چھپانے والی بات نہیں تھی۔

پھر دوسری صبح وہ اپنی کیرال سے باہر نکلا تو سب سے پہلے بوڑھا دونا اسے ملا۔ دونا نے اس کا دامن پکڑتے ہوئے کہا۔

"سنا ہی تو بہت امیر شخص بن گیا ہے اور تیرے پاس زرد پتیوں کے انبار ہیں۔"

"میرے پاس نہیں بلکہ میرے دادا کے پاس ہیں"

"دھوا تو بہت کنجوس انسان ہے، کیا وہ زرد پتیوں میں سے کچھ پتیاں مجھے دے سکے گا؟"

"یہ تیرے اور دادا کے درمیان کی بات ہے اور بزرگوں کا کہنا ہے کہ دو بزرگوں کے درمیان نوجوان کو نہیں بولنا چاہیے۔" اروکا نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو بوڑھے دونا نے اس کا دامن پیچھے سے پکڑ لیا۔

"سن، مجھے زرد پتیوں کی اشد ضرورت ہے اور اگر تو مجھے کچھ زرد پتیاں دینے کا وعدہ کرے تو میں تجھے دانائی کی کچھ باتیں بتا سکوں گا۔" دفعتاً ہی اروکا کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ بوڑھے دونا کے بارے میں عجیب و غریب روایات تھیں، کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ دونا بہت دانا ہے اور اس کے پاس بہت انوکھا جادو ہے۔ لیکن جادوگروں نے اسے ہدایت کر دی ہے کہ وہ اپنا جادو کسی کے لئے استعمال نہ کرے، ورنہ اسے نقصانات اٹھانے پڑیں گے۔"

بہرحال دونا کو ایک گوشے میں لے جا کر اس نے کہا۔

"زرد پتیاں بے شک دادا کے پاس پہنچ چکی ہیں اور اب وہ اس کی ملکیت ہیں، لیکن ان میں سے کچھ زرد پتیاں میں تیرے لئے لا سکتا ہوں۔"

"تو پھر دیر کیوں کرتا ہے؟" دونا کی آواز میں گڑگڑاہٹ پیدا ہو گئی تھی۔

اس کا معاوضہ چاہتا ہوں تجھ سے۔" اروکا نے کہا اور دونا دو قدم پیچھے ہٹ گیا اب اس کی پیشانی پر ناگواری کی شکنیں نمودار ہو گئی تھیں۔"

"کنجوس دادا کا کنجوس پوتا' بھلا زرد پتیوں کا معاوضہ میرے پاس ہوتا تو میں کیا سے بھی انہیں نہ خرید لیتا۔"

"معاوضہ زر کی شکل میں ہی تو ضروری نہیں ہوتا۔"

"تو پھر۔"

"بعض قیمتی باتیں بہت بڑا معاوضہ ہوتی ہیں۔"

"قیمتی باتیں!"

"ہاں۔"

"کیا تو سمجھتا ہے کہ وہ قیمتی باتیں میں تجھے بتا سکتا ہوں۔"

"ہاں میں یہ سمجھتا ہوں۔"

"اگر تجھے اس بات کا یقین ہے تو پھر آ کسی گوشے میں چل کر بیٹھتے ہیں اور تو مجھ سے سوال کر' لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اس کے بعد تو مجھے زرد پتیاں دے گا۔"

"میں دھن کا پکا اور وعدے کا سچا ہوں۔" دونوں ایک گوشے میں جا کر بیٹھ گئے اروکا نے دونا سے سوال کیا۔

"دونا' عورت اور لڑکی میں کیا فرق ہے؟" دونا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ایک لمحے حیرت سے اروکا کو دیکھتا رہا' غالباً" اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ کہا۔

"تیرا مطلب کیا ہے؟"

"سوال اور جواب' کیا اس بات کا جواب دے سکتا ہے دونا؟"

"دونوں ایک ہی شے کے دو نام ہیں' بس یوں سمجھ لے لڑکی وہ شکاری ہوتی ہے جس کے پاس ڈالنے کے لئے چارہ ہوتا ہے اور عورت وہ شکاری جو شکار کو قابو میں کر چکی

ہوتی ہے۔" اروکا نے برا سا منہ بنایا اور بولا۔

"تیرا جواب بھی دادا کے جواب سے مختلف نہیں ہے۔"

"کیا کہتا ہے تیرا دادا؟"

"کچھ نہیں۔"

"تو پھر زرد پتیوں کی کیا رہی۔" جواب میں اروکا نے اپنی جیب سے وہ پتیاں نکالیں جنہیں وہ بس احتیاطاً" ہی اپنی جیب میں ڈال لایا تھا اور دونا کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں' پتیاں حاصل کرنے کے بعد اس نے اروکا کو دعائیں دیتے ہوئے کہا۔

"سن تیری آرزو پوری ہو' تو بہت کچھ حاصل کرے لیکن ان صعوبتوں سے گزرنا تیری پیشانی پر تحریر ہے' جو مقصد کے حصول کے لئے ہوتی ہیں۔"

"کیا مطلب۔" اروکا رک گیا تو دونا چھلانگیں مارتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ تب اروکا نے گردن جھکائی اور بولا۔

"انوکھی باتیں کرتے ہیں۔ یہ بوڑھے لوگ بھی عقل سے عاری ہو چکے ہوتے ہیں' مگر ھبا کہاں ہے۔"

"ھبا اپنے کیرال پر موجود نہیں تھا۔ اروکا اس کی تلاش میں بہت دیر تک مارا مارا پھرتا رہا تب اسے ہیرو ملا اور ہیرو اسے دیکھ کر مسکرایا۔"

"کیوں تیرے دانتوں کی گنجائش تیرے منہ کے دہانے میں کم ہو گئی ہے کیا جو باہر آرہے ہیں.........؟"

"مجھ پر گرمی نہ کھا اروکا۔ واقعہ کیا ہوا ہے۔" ہیرو نے سوال کیا۔

"کیسا واقعہ.........؟"

"کیا تیرے اور ھبا کے درمیان کوئی جھگڑا ہوا ہے۔ یہ ھبا تجھ سے چھپتا کیوں پھر رہا ہے۔"

"ھبا مجھ سے چھپتا پھر رہا ہے۔" اروکا نے متعجب لہجے میں کہا۔

"تو اور کیا۔ کتنی بار تیرا اور اس کا سامنا ہوا' لیکن اس نے کہیں نہ کہیں کی آڑ

حاصل کرلی اور تیرے سامنے آنے سے گریز کیا۔ اس وقت بھی وہ ایک کیرال میں بیٹھا ہوا ہے۔ یہ کیرال جو تیرے سامنے ہے اس کے عقب میں ہمبا تجھ سے پوشیدہ موجود ہے۔"

اروکا کی تیوریاں چڑھ گئیں۔ پھر وہ آہستہ آہستہ کیرال کی جانب بڑھ گیا۔ ہیرو مسکراتا ہوا چلا گیا تھا۔ اروکا جانتا تھا کہ جب ہمبا غصے کے عالم میں ہوتا ہے تو اسی طرح اس سے چھپنے کی کوشش کرتا ہے۔

ہیرو کی بات درست نکلی۔ ہمبا کیرال کے عقب میں بڑے سے چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا، جس پر پیپل کا پرانا درخت سایہ کئے ہوئے تھا۔ نجانے کیوں ہمبا کو دیکھ کر اروکا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہمبا کی پشت اس کی جانب تھی اور وہ اپنے آبدار چاقو سے لکڑی کے ٹکڑے کو نوک دار چھیل رہا تھا۔ اروکا پر احتیاط قدموں سے چلتا ہوا ہمبا کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ ہمبا نے اسے دیکھا اور لکڑی کے ٹکڑے کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لے کر نوک کی جانب سے چبوترے میں پیوست کر دیا۔ طاقتور نوجوان کے غصے کی شدت کا اندازہ اس سے ہو جاتا تھا کہ لکڑی کا ٹکڑا پوری طرح چبوترے میں داخل ہو گیا تھا۔

اروکا نے تالیاں بجائیں اور مسکرا کر بولا۔ "آئندہ جب میلہ لگے گا اور جسمانی قوت کے مظاہرے ہوں گے تو میں دوسرے لوگوں کو للکار کر کہوں گا کہ اگر کوئی میرے دوست کی طاقت کا مقابلہ کر سکے تو سامنے آئے اور اس کا مقابلہ کر کے دیکھ لے۔

"اگر تو سمجھتا ہے کہ تیری یہ باتیں تیری طرف سے میرا دل صاف کر دیں گی تو یہ تیری حماقت ہے.........."

"لیکن مجرم کو اس کے جرم کی سزا تو بتائی ہی جاتی ہے۔"

"تو مجھ سے بے کار باتیں نہ کر.........میں تجھ سے بات کرنا نہیں چاہتا۔"

"ٹھیک ہے تو مجھ سے بات نہ کر۔ پر میں تو تجھ سے باتیں کروں گا۔"

"اروکا تو خود غرض ہے۔"

"ہوں۔"

"تو مجھ سے محبت نہیں کرتا۔"

"غلط۔"

"ٹھیک کہہ رہا ہوں میں۔"

"جو بات تو ٹھیک کہہ رہا ہے میں اسے تسلیم کرلوں گا اور جو غلط ہے میں بھلا اسے کیسے مان لوں۔"

"تو وادی گریاں گیا تھا.........."

"ہاں.........."

"کیوں.........؟"

"دادا کے لئے زرد پتیاں حاصل کرنے.........."

"اور تو نے مجھے ساتھ نہ لیا۔"

"تو جانتا ہے ہمبا کہ وادی گریاں کے خوفناک بگولے انسانی زندگی کے دشمن ہوتے ہیں اور میں تیری زندگی کو اپنی زندگی سے کہیں زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں۔"

"اور میری دوستی کو.........؟"

"اسے بھی.........."

"تو پھر تو نے یہ کیوں نہ سوچا کہ اگر تجھے کوئی نقصان پہنچ گیا تو میں کیسے زندہ رہوں گا.........؟"

"میں نے یہ سوچا تھا لیکن میں یہ چاہتا تھا کہ تو میرے سامنے نہ مرے۔"

"دیکھ تیری باتوں پر مجھے غصہ آرہا ہے۔"

"اور جب تجھے میری باتوں پر غصہ آتا ہے تو تو میرا ایک ہاتھ موڑتا ہے اور میری پیٹھ پر ایک گھونسہ جما دیتا ہے۔ پھر جب میں درد سے کراہتا ہوں تو تیرا غصہ ختم ہو جاتا ہے۔ میرا یہ ہاتھ تیرے لئے حاضر ہے۔" اروکا نے اپنا ایک ہاتھ ہمبا کے سامنے کر دیا اور ہمبا کا سارا غصہ پانی کی طرح بہہ گیا۔ اس نے اروکا کا ہاتھ پکڑ کر ہونٹوں سے لگایا اور آہستہ سے بولا۔

"میں تجھے غصے میں نہیں مارتا۔"

"تو پھر تیرا غصہ تو کافور ہو جاتا ہے۔"

"مگر مجھے، تجھ سے شکایت ہے؟"

"نہیں ہمبا دادا دوسروں سے زرد پتیوں کی بھیک مانگتا تھا اور مجھے یہ ناگوار گزرتا تھا۔ بھلا میرے جیسے تن و توش رکھنے والا پوتا اپنے دادا کو بھیک مانگتے ہوئے کیسے دیکھ سکتا تھا' بس میں نے طے کرلیا کہ وادی گریاں جاکر زرد پتیاں لے کر آؤں گا۔"

"اگر مجھے بھی ساتھ لے لیتا تو کیا ہرج تھا۔"

"میں تجھے بتا چکا ہوں کہ میرا نظریہ کیا تھا۔"

"آہ تجھے نہیں معلوم کہ مجھ پر اس دوران کیا گزری ہے۔" ہمبا بولا۔

"یہ کیسے کہہ سکتا ہے تو کہ مجھے نہیں معلوم........"

"تجھے ہر قیمت پر مجھے ساتھ رکھنا چاہیے تھا۔ اچھا یہ بتا کہ وادی گریاں کا سفر کیسا رہا۔"

"جیسا کہ لوگ اس کے بارے میں کہتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جب تک کوئی طوفانی جذبہ دل میں موجود نہ ہو اور زندگی بری نہ لگنے لگی ہو اس وقت تک وادی گریاں کا سفر حماقت سے زیادہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہاں زندگی کم اور موت زیادہ ہوتی ہے۔"

"آہ مجھے اس کے بارے میں تفصیل بتا۔ میں تو کس طرح بے چین تھا اور تم سے ملنا چاہتا تھا۔"

"اسی لئے کیرالوں اور درختوں کے پیچھے چھپتا پھر رہا تھا اور لوگ میرا مذاق اڑا رہے تھے۔"

"اچھا اب بے کار باتیں نہ کر' تجھ سے پوشیدہ رہنے کی وجہ اب تیرے علم میں آچکی ہے۔"

"وادی گریاں' خوفناک بگولوں........ زرد ریت اور چنگھاڑتے ہوئے ہاتھیوں کی وادی ہے۔ وہاں درختوں سے موت لپٹی رہتی ہے' نیلے سانپوں کی شکل میں اور زرد پتیاں

انہی درختوں کے نیچے اگتی ہیں۔"

"رب عظیم تجھ پر رحم کرے پاگل دیوانے........پھر تو نے کیا کیا؟"

"بس میں نے کہا تھا نا کہ دادا کو بھیک مانگتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لیکن وادی گریاں سے واپسی کا سفر بے حد حسین ہوتا ہے........"

"کیسے........؟"

"جب اس وادی سے نکل آتے ہیں تو موسم کی صعوبتیں کم ہو جاتی ہیں اور اس کے بعد جب سنہرے کھیت نگاہوں کے سامنے آتے ہیں تو آسمان سے اترنے والی سنہری پریاں ان پر رقصاں نظر آتی ہیں' یہ سب کچھ اتنا حسین لگتا ہے کہ انسان کا دل وہاں سے واپس آنے کو نہ چاہے........"

"کون سے کھیتوں کی بات کر رہا ہے؟"

"وہ قدرت کھیت جن کا کسی انسان سے کوئی تعلق نہیں اور جن پر انسانی قدم شاید ہی کبھی پہنچتے ہوں۔"

"تو ایسی انوکھی کہانیاں سنا رہا ہے کہ میرے دل میں اشتیاق پیدا ہونے لگا ہے' آہ میں تجھ سے سخت ناراض ہوں کہ تو نے مجھے پہلی بار اپنی ہم نشینی سے محروم کیا ہے۔"

"ہمبا میرے دوست اب چونکہ میں وادی گریاں جا چکا ہوں اور تجھے علم ہو گیا ہے کہ میں دادا کے لئے زرد پتیوں کے انبار لے آیا ہوں' چنانچہ میری ہمت پڑ گئی ہے کہ میں دوبارہ بھی ادھر کا رخ کروں۔ لیکن میں تجھے کچھ اور ہی بتانا چاہتا ہوں۔"

"بتانے کے لئے کچھ اور ہے کیا؟"

"ہاں........"

"یقیناً کوئی جھوٹی کہانی جو تو نے میرے لئے گھڑی ہوگی یہ سوچ کر کہ تو مجھے بچوں کی طرح بہلائے گا۔"

"نہیں ہمبا میں وعدہ کرتا ہوں کہ تجھے کوئی جھوٹی کہانی نہیں سناؤں گا........"

"اور چونکہ یہ وعدہ تو نے مجھ سے کیا ہے اس لئے میں تجھ پر یقین کرتا ہوں۔"

"ہاں یہ وعدہ میں نے تجھ سے ہی کیا ہے۔ اچھا ایک بات بتا.........؟"

"پوچھ.........؟"

"عورت اور لڑکی میں کیا فرق ہوتا ہے.........؟"

"کیا وادی گریاں میں یہ سوال تجھ سے کسی نے کیا ہے؟"

"نہیں.........بلکہ وہاں سے واپسی پر........."

"کیا مطلب.........؟"

"ہمبا تو پہلے میرے سوال کا جواب دے۔"

"میرے خیال میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔"

"مگر دادا تو کچھ اور کہتا ہے۔"

"کیا.........؟"

"دادا کہتا ہے کہ عورت ایک خطرناک بلا ہے اور یہ بلا جس سے چمٹ جائے اسے زندہ نہیں چھوڑتی۔"

جواب میں ہمبا ہنس پڑا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "یہ تیرے دادا کی کہانی ہے........."

"جھوٹ ہے نا.........؟"

"جھوٹ تو نہیں ہے اس لئے کہ بے چارے دھوا کو ایک عورت ہی کی وجہ سے اپنے بیٹے سے ہاتھ دھونے پڑے تھے۔"

"مگر اس میں عورت کا کیا قصور تھا؟"

"دھوا کا خیال ہے کہ اس کے بیٹے کی موت کا باعث وہ عورت ہی تھی جو اس کی بیوی تھی۔"

"حالانکہ دادا کو یہ بات نہیں کہنی چاہیے۔ کیونکہ ماں کا تصور جب بھی میرے دل میں ابھرتا ہے نجانے کیوں میرے اندر یہ آواز پیدا ہوتی ہے کہ کاش میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا۔"

"چھوڑ بہت پرانی بات ہے تو اپنی کہہ کیا کہہ رہا تھا۔"

"ہمبا دادا نے مجھے ہمیشہ عورت سے خوفزدہ کیا ہے اور تو جانتا ہے کہ جب بھی کوئی عورت میرے سامنے آتی ہے میں آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیتا ہوں۔"

"ہاں اور لوگ تیرا مذاق اڑاتے ہیں۔"

"اب میں کیا کروں' دادا نے مجھے اس طرح ڈرا دیا ہے؟"

"دادا کی بات چھوڑ تو اپنا سوال بتا۔ دادا تو اب بوڑھا ہو چکا ہے؟"

"ہو چکا ہے نا۔" اروکا نے پوچھا۔

"اس میں کوئی شک کی بات ہے۔"

"بالکل نہیں ہے......... اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ دادا بچپن ہی سے بوڑھا ہے۔ اس نے ہمیشہ ہی عورت کے بارے میں غلط خیالات اپنے دل میں رکھے ہیں۔ اب تو دیکھنا' جب میں سوچتا ہوں تو مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ عورت تو ہر جگہ موجود ہے۔ ہر گھر میں ایک عورت ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے ننھے ننھے بچے عورت کے وجود ہی سے تو اس دنیا میں آتے ہیں اور اگر دادا بھی تنہا ہوتا اور کوئی عورت اس کے ساتھ نہ ہوتی' تب پھر مجھے بتا وہ بیٹے کا باپ کس طرح بنتا۔ اور اگر اب بیٹے کے لئے وہ ایک عورت کا انتخاب نہ کرتا تو میں کہاں سے وجود میں آتا۔ ہونہہ......... دادا کی باتیں۔" اروکا نے گردن ٹیڑھی کر کے کہا اور ہمبا اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔

"مگر یہ اچانک تیرے ذہن میں عورت کیسے سوار ہو گئی؟"

"ہمبا وادی گریاں سے واپسی پر مجھے ایک عورت ملی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"اس کا نام "ساگی" ہے اور وہ نگارا کی بیٹی ہے۔ اروکا نے کہا اور ہمبا کا چہرہ عجیب سا ہو گیا' وہ گہری نگاہوں سے اپنے دوست کو دیکھنے لگا پھر بولا۔

"تو مجھے تفصیل سے یہ داستان سنا۔" اور اروکا نے اسے "ساگی" کے ملنے کا پورا قصہ شروع سے آخر تک سنا دیا۔ لیکن ہمبا کے چہرے پر گہری سوچ کے آثار تھے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن "ساگی"........."

"کیوں.........؟"

"نہیں ویسے تو کوئی بات نہیں ہے لیکن وہ نگارا کی بیٹی ہے نا.........؟"

"ہاں۔"

"کیا نگارا کی سب سے بڑی بیٹی........."

"اب اتنا میں نہیں جانتا اس کے بارے میں؟"

"ہوں.........تو تو اس سے ملنے جائے گا........."

"تو بتا کیا کرنا چاہیے........."

"نہیں یہ ایسا سوال ہے جس کا جواب تجھے اپنے دل کی گہرائیوں میں تلاش کرنا پڑے گا........."

"کیا تو میرے دل کی گہرائیوں میں نہیں رہتا........."

"ساری باتیں اپنی جگہ ہیں میرے دوست لیکن اس پر تجھے خود ہی غور کرنا پڑے گا........."

"واہ یہ اچھی بات ہے اور تو کہتا ہے کہ ہر جگہ تجھے میرے ساتھ ہونا چاہیے۔ اب اگر میں تجھے ساگی کے بارے میں نہ بتاتا اور خود ہی فیصلے کر لیتا تو پھر تو بلاوجہ درختوں اور کیرالوں کے پیچھے چھپتا پھرتا۔ اروکا نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ اور ہبا پھیکی سی ہنسی ہنس کر خاموش ہو گیا۔"

"میں تجھ سے جواب چاہتا ہوں' خاموشی نہیں۔"

"ارے تو عجیب ہے۔ میں نے کہا نا اس کا فیصلہ تو تجھے خود ہی کرنا ہے۔"

"آخر تو جواب کیوں نہیں دیتا۔"

"اس کی وجہ ہے۔"

"کیا؟"

"نگارا اپنی بیوی کے حصول کے بعد دس سال اولاد سے محروم رہا تھا۔"

"ہاں پھر........."

"اور اس نے بڑے معبد میں جا کر دیوتاؤں سے دعا مانگی تھی کہ اپنی پہلی اولاد کو وہ معبد کے حوالے کر دے گا اور اسے مقدس گدھ کے سامنے پیش کر دے گا' وہ اسی خانقاہ کی داسی بنے گی جہاں مقدس گدھ رہتا ہے' کیا تجھے اس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ دیوتاؤں کے پہاڑوں پر آباد معبد ایسی داستانوں کا امین ہے۔"

"کیا مطلب ہے تیرا.........؟"

"اگر ساگی نگارا کی بیٹی ہے تو جب وہ اپنی عمر کا انیسواں سال پورا کر لے گی تو نگارا اسے آگھورا کی خدمت میں پیش کر دے گا اور پھر وہ خانقاہ کی داسی ہو گی۔ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو مقدس ہنگارا اس پر جادو کے عتاب بھیجے گا کیونکہ وعدے وعدے ہوتے ہیں۔"

"اروکا کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے کہا۔"

"مگر یہ بات تو ساگی کو بھی معلوم ہو گی۔"

"ہاں.........ہو سکتا ہے وہ نگارا کی پہلی بیٹی نہ ہو........."

"تو اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔" اروکا نے کہا اور جواب میں ہبا پھر ہنس پڑا۔ پھر بولا۔

"اگر تیرا دل چاہتا ہے کہ تو اس سے ملے تو پھر تجھے اس سے ملنا چاہیے۔"

"ملوں نا اس سے.........؟"

"ہاں۔"

"لیکن ملنے کے بعد اس سے پہلے سوال یہی کرنا کہ کیا وہ نگارا کی پہلی بیٹی ہے۔"

"یہ سوال تو اس سے کر لینا۔"

"میں........."

"ہاں........."

"میں تیرے درمیان میں کہاں سے آ گیا.........؟"

"تو میرے درمیان میں کہاں تو تو میرے سامنے ہے......... اروکا نے محبت بھرے

لہجے میں کہا اور ہمبا پریشانی سے اپنا داہنا رخسار کھجانے لگا۔" پھر بولا۔

"گویا تیرے دل میں عشق کے جو جراثیم پیدا ہوئے ہیں۔ میں ان کی بھی پرورش کروں گا۔"

"تجھے ساری عمر میری پرورش کرنا ہوگی۔"

"آہ اس سے کس بے غیرت کو انکار ہے۔ ٹھیک ہے۔ لیکن سوال تو کرنا محبت کرنے والے دلوں کے درمیان نہیں رہا جاسکتا۔"

"تو میرے ساتھ تو چلے گا نا.........؟"

"ہاں کیوں نہیں......... ہمبا نے جواب دیا اور اس کے بعد وہ اور اروکا مٹرگشت کے لئے چل پڑے۔ لوگ جانتے تھے کہ ان دونوں کی جدائی عارضی ہوتی ہے اور اگر کوئی کسی سے ناراض ہو جاتا ہے تو دوسرا اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھ سکتا جب تک کہ اسے منا نہ لے۔"

پھر رات کے لئے تیاریاں کی گئیں۔ جو وقت ساگی نے اروکا کو دیا تھا اس وقت سے کچھ پہلے ہی اروکا اور ہمبا اس جگہ پہنچ گئے جہاں اروکا کو جانا تھا اور اس سے ملنا تھا۔ اروکا اپنے جسم میں ایک عجیب سی بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ ایک بلند جگہ سے وہ اس راستے کو دیکھ رہے تھے جدھر سے ساگی کو ادھر آنا تھا۔ پھر جب بہار کے پہلے جھونکے کی مانند اس کی پہلی جھلک نظر آئی تو اروکا کا دل کنپٹیوں میں دھڑکنے لگا۔ "ہمبا" نے بھی ساگی کو آتے ہوئے دیکھ لیا تھا وہ بولا۔

"اور بہتر ہے کہ میں اس درخت پر چھپ جاؤں جو زیادہ گھنا اور زیادہ پتوں والا ہے۔ ورنہ وہ مجھے تیرے ساتھ دیکھ کر بددل ہو جائے گی۔"

پھر یہ ہوا کہ ہمبا درخت پر چڑھ کر پتوں میں روپوش ہوگیا اور اروکا دھڑکتے دل کے ساتھ ساگی کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ مسکراتی ہوئے اس کے قریب پہنچ گئی اور مخمور نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ پھر ہنس پڑی۔ اروکا سے آج کوئی بات ہی نہیں بن پڑ رہی تھی۔ ساگی نے کہا۔

"کچھ بولے گا نہیں تو۔ کل تو تیری زبان بہت تیزی سے چل رہی تھی.........."

"کل کی بات اور تھی۔" اروکا نے آہستہ سے کہا۔

"ارے واہ کل کی بات کیا تھی۔" ساگی آنکھیں چمکا کر بولی۔

"کل.........کل.........کل میرے دل میں دوسرا خیال تھا۔"

"کسی دوسری لڑکی کا' ساگی نے چونک کر پوچھا؟"

"کیا تو مجھے جانتی ہے.........."

"کیوں نہیں۔ کل بھی میں نے تجھے بتایا تھا۔"

"نہیں کل تو تو نے کچھ نہیں بتایا تھا؟"

"میں نے بتایا تھا نا کہ تیرا نام اروکا ہے۔"

"مگر تو مجھے کیسے جانتی ہے؟" اروکا نے حیرت سے سوال کیا اور ساگی ہنس پڑے۔ پھر بولی۔

"میں تو تجھے بہت دن سے جانتی ہوں۔"

"تجھے تعجب ہوگا' مجھے نہیں ہے۔"

"مگر میں نے کبھی تجھے نہیں دیکھا۔ اور اگر تو مجھے اپنے بارے میں نہ بتاتی تو شاید میں کبھی نہ جان پاتا۔"

"اب جان لیا ہے تو نے مجھے.........وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔"

اروکا کو اس کی ہنسی بے حد پسند تھی۔ کل بھی اس نے اس کی ہنسی پر بہت غور کیا تھا پھر وہ کہنے لگی۔

"اچھا یہ بتا تو میرے بلانے پر کیوں آیا ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"جب لوگ یہ کہتے ہیں نا کیا مطلب' حالانکہ بات صاف ہوتی ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ ان سے کوئی جواب نہیں بن رہا۔"

"تو بہت چالاک ہے۔" اروکا نے کہا۔

"سو تو ہوں۔"

"یہ بتا.......... تو نے مجھے کیوں بلایا تھا؟"

"واہ اچھی بات ہے' جو سوال میں نے تجھ سے کیا تھا تو نے وہی سوال دوبارہ میرے سامنے دہرا دیا۔"

"پھر کون جواب دے۔" اروکا نے کہا۔

"تو..........؟"

"بس اصل میں میرے ساتھ ایک دوسرا معاملہ ہے۔"

"کیا.......... کیا معاملہ ہے مجھے بتا.......... آ یہاں بیٹھتے ہیں ساگی نے کہا اور در کے نیچے آ بیٹھی بس کے اوپر ہمبا تھا' اروکا کو ایک لمحے کے لئے احساس ہوا کہ ہمبا نہایت آسانی سے ان لوگوں کی گفتگو سن سکے گا' اسے شرم سی محسوس ہوئی لیکن پھر نے سوچا کہ بعد میں بھی ہمبا کو ایک ایک بات کی تفصیل بتانی پڑے گی۔ اچھا ہے وہ خو سن لے۔ دونوں بیٹھ گئے۔ ساگی نے کہا۔

"یہ نہ سمجھنا کہ میں اپنا سوال بھول گئی ہوں۔"

"بات یہ ہوئی تھی کہ' کہ.......... وہ جو دادا ہے نا میرا؟"

"ہاں.......... دھوالی بات کر رہا ہے؟"

"تو تو میرے سارے خاندان کو جانتی ہے۔"

"تو ہی پاگل ہے۔ سنا ہے لڑکیوں کو دیکھ کر تو اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیتا ہے۔"

"آسمانی باپ رحم کرے' تجھے ان ساری باتوں کے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا"

"یہ ابھی نہیں بتاؤں گی میں.......... پہلے تو بتا؟"

"میرا جواب تو تیرے پاس موجود ہے۔"

"کیا مطلب.........."

"لڑکیوں کو دیکھ کر میں آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیتا ہوں اس کی وجہ جانتی ہے؟"

"نہیں۔"

"میرے دادا کا کہنا ہے کہ عورت موت کا دوسرا نام ہے۔"

"تو اپنے دادا سے تو نے یہ نہیں پوچھا کہ تو کہاں سے اس دنیا میں آگیا.........."

"بس وہ کہتا ہے کہ جو غلطیاں ہو چکی ہیں انہیں دہرایا نہیں جانا چاہیے۔"

"تو کیا کہتا ہے۔"

"میں کہتا ہوں کہ وہ غلطیاں دہرانی چاہئیں۔" اروکا نے کہا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"تو تو وہ غلطی دہرانے آیا ہے۔"

"مم میں.......... میں.......... تیرا مطلب میں سمجھا نہیں۔"

"سمجھ لینا اطمینان سے جلدی کیا ہے۔ بس تو مجھے اچھا لگا اور اچھا لگتا تھا۔ میں نے سنا ہے کہ تو وادی گریاں گیا تھا؟"

"ہاں دادا لوگوں سے زرد پتیوں کی بھیک مانگتا تھا۔ میں نے اسے اس کے انبار لا کر دیئے۔"

"گویا تو نے ٹاری ویگا میں اپنا ایک مقام پیدا کر لیا۔"

"پتہ نہیں۔" اروکا نے جواب دیا۔

"ابھی تو جب لوگوں کو یہ بات پتہ چلے گی تو وہ تیرے پاس آئیں گے.......... اب تو زرد پتیوں کے حوالے سے ٹاری ویگا کا دولت مند نوجوان بن چکا ہے۔"

"یہ زرد پتیاں تو میں بہت بار لا سکتا ہوں۔"

"نہیں نہیں ایسی حماقت نہ کرنا۔"

"کیوں.........."

"ایک بار وادی گریاں سے پہنچ کر آنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ بار بار وہاں زندگی بخیر ہوتی رہے گی۔ تو جانتا ہے مقدس ہنگارا ہمیشہ وادی گریاں میں نہ جانے کی منادی کرتا رہا ہے جو جاتے ہیں ان کے بارے میں وہ کہتا ہی کہ وہ موت کے متلاشی ہیں اور موت کسی وقت انہیں دھوکے سے آ پکڑے گی۔"

"میں موت سے نہیں ڈرتا۔" اروکا بولا اور ساگی پھر ہنس پڑی۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔ اروکا نے کسی قدر غصیلے لہجے میں کہا۔"

"لڑکیوں کے سامنے لوگ ضرورت سے زیادہ ہی بہادر ہو جاتے ہیں۔"

"اس وقت جب میں دادا کے لئے وادی گریاں گیا تھا اس وقت کسی لڑکی سامنے میں نے یہ قسم نہیں کھائی تھی۔" اروکا جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تو جب غصے میں بولتا ہے تو بہت اچھا لگتا ہے.........."

"اپنی بات کر........" اروکا نے کہا۔

"اپنی بات کیا کروں بس میں تیری تلاش میں تھی کہ کہیں تو تنہا مل جائے۔ نجانے کتنے عرصے کے بعد تو مجھے تنہا ملا وہ پھر ہنس پڑی۔ پھر بولی۔"

"ویسے جو بدھو ہوتے ہیں نا' وہ اچھے لگتے ہیں۔ ان کے سوالات ایسے ہوتے کہ ہنسی آئے۔ ارے کرنا کیا ہے ہمیں۔ بس ملا کریں گے یہاں روزانہ اور تو پیار کرے گا۔"

"اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔"

"نتیجہ کیا ہوتا ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"مگر ساگی میں نے تو سنا ہے کہ نگارا نے تجھے آگھورا کے لئے رکھا ہے اس دن جب تیری عمر انیس سال ہو جائے گی۔"

"نگارا میرا باپ ہے لیکن اب وہ میرا مالک نہیں رہا ہے۔ وہ اپنی دوسری بیٹیوں آگھورا کے پاس پہنچا دے' میں تو وہاں نہیں جانا چاہتی۔"

"کیا تو ایسا کر سکتی ہے۔"

"بالکل کر سکتی ہوں۔ میں اس سلسلے میں اپنے باپ سے سوال کروں گی کہ جو میں نہیں کرنا چاہتی وہ اس کی مرضی سے میں کیوں کروں؟"

"نگارا تجھے قتل کر دے گا۔"

"اب اتنا بھی آسان نہیں ہے مجھے قتل کرنا اور اگر وہ مجھے قتل کرے تو کیا تو

بچانے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

"میں........."

"ہاں تو........."

"وہ تیرا باپ ہے........."

"اور تو........." اس نے سوال کیا۔

"مم میں.........میں تیرا کون ہوں........."

"میں تجھے بتاؤں گی کہ تو میرا کون ہے.........؟" ساگی نے کہا۔ وہ بہت بے باک اور نڈر لڑکی تھی اور اروکا یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ اس کے مقابلے میں خاصا کم ہے۔ چند لمحات وہ خاموش رہا تھا' پھر اس نے کہا۔

"لیکن ساگی.........تو.........تو.........میرا مطلب ہے تو مجھے کب سے جانتی اور چاہتی ہے.........؟"

"لو جاننے کی بات الگ ہے چاہنے کی بات تو نے کیوں کر دی.........؟ میں تو تجھے نہیں چاہتی.........؟"

"نہیں چاہتی........." اروکا ایک دم بجھ سا گیا اور وہ پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"اچھا یہ بتا اگر میں یہ کہہ دوں کہ میں تجھے چاہتی ہوں تو کیا کرے گا تو.........؟"

"پپ پتہ نہیں......... اروکا نے بے بسی سے کہا اور درخت کی جانب دیکھا۔ لیکن ظاہر ہے اس وقت وہ ہما سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے بے بسی سے ساگی کی طرف دیکھا پھر بولا۔"

"ساگی تجھے خود ہی معلوم ہے کہ دادا کے کہنے پر میں نے آج تک کسی لڑکی کی جانب نگاہیں بھر کر نہیں دیکھا اور نا ہی اس بارے میں سوچا۔ میں نے تو ہمیشہ ہی یہ سوچا تھا کہ دادا کی ہدایت پر عمل کروں گا اور لڑکیوں اور عورت سے دور بھاگوں گا اور اب جب تو اس طرح میرے قریب آ گئی ہے تو میں تو اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ ہاں اگر تو مجھے تھوڑا سا وقت دے گی تو میں تجھے بتا دوں گا۔"

"بڑا ہی بدھو ہے تو........ دادا کی بات پر تو اس طرح بوڑھا ہو جاتا......."

"تو اور کیا کرتا........"

"ٹھیک ہے تو مجھے بتانا کہ جب تیرے دل میں یہ احساس جاگے گا کہ تو بھی مجھ
محبت کرتا ہے تو پھر تو کیا کرے گا۔"

"کل بتا دوں گا........"

"اور سن۔ کل اس وقت نہ آنا بلکہ جب چاند نکل آئے تب آنا۔ روز ہی ا
وقت پر آؤں گی تو میرا باپ سوچے گا کہ پتہ نہیں میں کیوں اسی وقت جاتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ یہیں اسی جگہ.........؟" اروکا نے سوال کیا۔

"ہاں۔ اسی جگہ کیونکہ یہاں میں نے پہلی بار تجھ سے بات کی ہے۔ ساگی نے جوا
دیا۔ پھر بولی۔ "اب ہمیں چلنا چاہیے۔"

"اتنی جلدی؟" اروکا بے قراری سے بولا۔

"ضروری ہے۔" ساگی اداسی سے بولی۔

"کیوں ضروری ہے۔" اروکا نے کہا اور ساگی اس معصوم سوال پر مسکرا دی۔

"اس لئے کہ میں تیری ملکیت نہیں ہوں۔ کل میں زیادہ دیر تک تیرے
بیٹھوں گی۔ کوئی ایسا بہانہ کرکے آؤں گی کہ زیادہ دیر تک رک سکوں۔"

"تھوڑی دیر اور رک جا ساگی۔" اروکا نے لرزتی آواز میں کہا اور ساگی مسکرا
لگی۔

ہمبا درخت پر چڑھا ہوا تھا۔ جس جگہ وہ دونوں ملے تھے وہ اس درخت سے کچھ فاصلے پر تھی۔ لیکن بعد میں دونوں یہاں آ گئے تھے اور ہمبا بوکھلا گیا تھا۔

"او احمق........او بے وقوف۔ یہ کیا کر رہا ہے۔ کہیں ساگی کو یہ نہ معلوم ہو جائے کہ میں درخت پر موجود ہوں۔ میرا تو کچھ نہیں بگڑے گا۔ وہ ناراض ہو جائے گی۔ لیکن اروکا واقعی احمق تھا۔ اس نے یہ نہ سوچا۔ تب وہ دونوں درخت کے نیچے آ گئے اور ہمبا کو سانس بھی روکنی پڑی۔ تب اس نے ساگی کو دیکھا۔ پھول بدن اور پھولوں جیسی۔ یوں لگے جیسے کسی جھاڑ کی شاخ پر کھلی ہو اور توڑنے کی آرزو ہو۔"

ہمبا کی آنکھوں میں روشنی کوندنے لگی۔ اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ دماغ سونے لگا۔ اس نے آرزو کی کہ........ اروکا کی جگہ وہ ہو........ اور ساگی اس کے سامنے بیٹھی ہو۔ آہ........ میں بھی نوجوان ہوں۔ میں بھی تو دل رکھتا ہوں۔ لیکن ایسا ہو نہیں سکتا۔ میں تو بہت بد صورت ہوں، کوئی نوجوان بھی مجھے اپنا دوست بنانا پسند نہیں کرتا۔ لڑکیاں تو خوبصورت پھول ہوتی ہیں۔ وہ بد نما کانٹوں میں کیسے الجھ سکتی ہیں۔ ہاں یہ تو سچ ہے۔ میری بد نمائی اس قابل کہاں ہے۔ ساگی جیسی کوئی لڑکی مجھے کہاں پسند کر سکتی ہے۔ اس نے ٹھنڈی سانس لی اور ان دونوں سے نگاہیں ہٹالیں اپنا ذہن بٹنے کے لئے وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ تبھی اس نے کچھ فاصلے پر کچھ دیکھا۔ وہ پھولوں کا

ایک جھاڑ تھا اور اس جھاڑ کے عقب میں کوئی تھا۔

کیا وہ کوئی وحشی جانور ہے۔ کوئی چیتا جو چھپ کر شکار پر گھات لگاتا ہے۔ لیکن ناممکن تھا۔ خونی درندے آج تک کبھی بستیوں کے آس پاس نہیں آئے تھے۔ یہ بھی قدیم روایت تھی۔

ایڈیسن ہیوبرٹ ساویو ویگا۔ مقدس پجاری تھا۔ اور تاری ویگا کا باشندہ نہ ہو باوجود اس نے تاری ویگا میں داخل ہو کر یہاں کے علوم سیکھے تھے۔ پھر ان غیر آبادیوں کو اس نے اس قدر مہذب بنا دیا کہ یہاں زندگی کی قیمت سمجھی جانے لگی۔ دھڑنگ اور وحشت زدہ رہنے والے لوگ جو آدم خوری کرتے تھے مہذب بن مقدس پجاری نے یہاں بے حد اصلاحات کیں اور آبادی اس کے قدم چومنے لگی۔ نے وفا نہ کی اور بالآخر وہ موت کی وادیوں میں چلا گیا۔ مگر جو کچھ وہ ان کے لئے تھا وہ بہت تھا اور اب یہ ایک نیم مہذب آبادی تھی جو نیل کنٹھ کی غلام نہیں تھی صدیوں سے سائی تھول اس آبادی کی تقدیر کے مالک بنے ہوئے تھے۔ اسی علم وا یہاں درندوں کی آمد کا مسئلہ حل کیا تھا اور اس کے بعد سے درندے آبادیوں میں آئے تھے۔

"مگر پھر یہ کون........" ھبا نے بینائی کی تمام قوتوں سے اسے دیکھا اور یہ لگا لیا کہ وہ کوئی درندہ نہیں انسان ہی ہے۔ تب اسے فکر ہوئی کہ وہ کون ہے اور ا کیوں پوشیدہ ہے۔

جس جگہ وہ چھپا ہوا تھا وہاں سے یہ جگہ صاف دیکھی جا سکتی تھی جہاں ا ساگی بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ کیا وہ انہیں دیکھ رہا ہے........ آہ یہ تو اچھا نہیں دونوں کی محبت کی داستان بہت جلد عام ہو جائے گی۔ لیکن........ میں کیا کرو درخت سے نیچے آتا ہوں تو ساگی کو میری یہاں موجودگی کا پتہ چل جائے گا اور جانتے ہیں کہ میں اروکا کا دوست ہوں........ ساگی برا نہ مان جائے۔

وہ دونوں دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنے رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ تب

اس چور کو ہاتھوں پیروں کے بل چل کر آگے جاتے ہوئے دیکھا........ اور پھر وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

ھبا کا دل خون ہو گیا تھا۔ اسے بس یہ افسوس تھا کہ وہ اس کی شکل نہیں دیکھ سکا۔ ورنہ........ سب ٹھیک ہو جاتا۔

کچھ دیر کے بعد ساگی اٹھ گئی۔ ھبا نے اروکا کو کہتے ہوئے سنا۔

"میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔"

"بدھو۔"

"کیوں۔"

"کیا بستی کے لوگ ہمیں نہ دیکھیں گے۔"

"چھپ کر چلیں گے۔"

"نہیں اروکا........ میں چلتی ہوں۔ جب میں تمہاری نظروں سے اوجھل ہو جاؤں تب تم یہاں سے آگے قدم بڑھانا۔"

"ایسا نہ کہو ساگی........" اروکا تڑپ کر بولا۔

"کیا مطلب........"

"اب تم کبھی میری نظروں سے اوجھل نہ ہونا۔"

"افوہ۔ میں اس وقت کی بات کر رہی ہوں۔"

"کل آؤ گی۔"

"ہاں۔"

"وعدہ کرتی ہو۔"

"ہاں۔"

"میں انتظار کروں گا۔"

"ٹھیک ہے........" ساگی نے کہا۔ "وہ آگے بڑھی لیکن اروکا کئی قدم اس کے پیچھے گیا تھا۔ "بس اروکا........ اب رک جاؤ........ مجھے دور نکل جانے دو ....اروکا

رک گیا......... وہ دور تک مڑ مڑ کر اسے دیکھتی رہی......... اور درخت سے
اسے......... یہ سب کچھ اس کے لئے کبھی نہیں ہو سکتا۔

پھر وہ درخت سے نیچے کود گیا۔ اور اس کے کودنے کی آواز سن کر اروکا چو
پڑا.........اس نے کھوئی کھوئی نظروں سے ہما کو دیکھا اور ہما مسکرا دیا۔

"مجھے بھول گئے تھے۔" اس نے کہا۔

"ہاں ہما......... جھوٹ نہ بولوں گا......... تم میرے ذہن سے نکل گئے تھے۔

"اس سے ہمیں ایک اندازہ ہو گیا ہے۔"

"کیا۔"

"ہر عورت ساحرہ ہوتی ہے......... جادو گرنی' ساری زندگی جادو سیکھتے ہیں اور
جاکر جادوگر بنتے ہیں......... لیکن عورت......... جادوگر پیدا ہوئی ہے۔"

"حسین جادوگر........." اروکا نے کہا۔

"اس کا حسن ہی تو جادو ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"اب کیا کرو گے۔" ہما نے پوچھا۔

"سچ کہوں......... دل چاہتا ہے یہیں سو جاؤں۔ اور یہاں سے کہیں اور
جاؤں۔"

"کیوں........."

"کیونکہ کل وہ پھر آئے گی۔ اسی جگہ آئے گی۔" اروکا نے حسرت بھرے لہجے
کہا۔

"اور میں کیا کروں۔" ہما ہنس کر بولا۔

"تو بھی میرے پاس رہ ہما۔ میری دلجوئی کر.........!"

"کھائیں گے پئیں گے کیا۔"

"بھوک کس بدبخت کو لگے گی۔"

"عشق کی دیوانگی کے بارے میں پہلے صرف سنا تھا اب دیکھ بھی لیا ....
.... سیدھے گھر چلو۔"

"دل نہیں چاہتا ہما۔"

"دادا سیدھا ادھر آئے گا۔ اور پھر تمہارا دل بہت سی باتیں چاہنے لگے گا۔"

"دادا بے درد ہے۔ تم ٹھیک کہتے ہو......... چلو......... لیکن ہما۔" یہ سب کیا
را

دونوں نے آگے قدم بڑھا دیئے۔ اروکا کے چہرے پر حزن و ملال کے آثار صاف
نظر آرہے تھے۔ کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ پھر بولا۔

"یہ سب میرے ساتھ ہی ہوا ہے یا دوسروں پر بھی ایسی ہی گزرتی ہوگی۔"

"افسوس' مجھے اس کا تجربہ نہیں ہے۔"

"ہما.........تو بھی عشق کر کے دیکھ۔ پھر تو مجھے سب کچھ بتا سکے گا۔"

"میں........." ہما کے لہجے میں مایوسی ابھر آئی۔

"ہاں........." "کیوں"

"کیا میری صورت اس قابل ہے۔"

"عشق کیا صورت دیکھ کر کیا جاتا ہے۔"

"ارے بے وقوف۔ جس طرح تو پہلے عورتوں کو دیکھ کر آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیتا تھا
اس طرح مرد مجھے دیکھ کر آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں۔ پھر بھلا کوئی لڑکی مجھے برداشت
کر سکتی ہے۔" ہما نے ہنس کر کہا۔ لیکن اروکا نے اس کی ہنسی میں ہزار آنسو ٹپکتے محسوس
کئے تھے۔

"کاش.........؟" وہ آہستہ سے بولا۔

"تو خوش ہے اروکا۔"

"ایں.........پتہ نہیں۔"

"کیا مطلب۔"

"پتہ نہیں میں خوش ہوں یا غمزدہ۔"

"غم صرف اس کے جانے سے ہوا تھا۔"

"ہاں۔ دل نہیں چاہتا تھا کہ وہ جائے۔"

"ایک دن ایسا ضرور ہو گا کہ وہ پھر نہیں جائے گی۔" ہما نے کہا۔

"اب زندگی اسی دن کے انتظار میں کٹے گی۔ ہما........" اروکا افسردگی سے بولا۔

"ایک واقعہ ہوا ہے اروکا........" ہما کو یاد آ گیا۔

"کیا؟"

"کوئی چھپ کر تم دونوں کو دیکھ رہا تھا........"

"کب........"

"جب تم باتیں کر رہے تھے۔"

"کون تھا........ کہاں تھا........" اروکا حیرت سے بولا۔ اور ہما نے اسے چور ک تفصیل بتائی۔ "کون ہو سکتا تھا........ تو نے اسے روکا کیوں نہیں۔

"کیا تو نے ساگی کو میرے بارے میں بتا دیا تھا۔ کیا تو نے اس سے کہہ دیا تھا کہ م درخت پر ہوں۔"

"نہیں۔"

"پھر میں درخت سے نیچے کیسے اترتا۔ ساگی کو پتہ چل جاتا اور وہ مجھ سے بدل جاتی۔"

"مگر وہ کون تھا۔ اور........؟"

"پتہ چل جائے گا تو فکر نہ کر۔ جو بھی ہو گا۔ تجھے ہما کی زندگی میں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔" ہما نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

نگارا گھوڑوں کا اسمگلر تھا۔ اس کا باپ بھی یہی کام کرتا تھا۔ دور دراز کے جنگلوں سے گھوڑے پکڑتا' انہیں سدھاتا اور پھر فروخت کرنا اس کا کام تھا۔ قبیلے میں جس شے کو دولت کہا جاتا تھا وہ اس کے پاس تھی۔ پھلوں کے ڈھیر۔ جانوروں کی کھالیں اور جلانے والی لکڑیاں۔ بس ایک شے اس کے پاس نہیں تھی۔ کوئی بیٹا........"

کووال نے اسے بیٹا جن کر نہیں دیا۔ اور اس طرح اس پر حاوی رہی کہ اسے دوسری عورت کی طرف رجوع نہ ہونے دیا۔ اپنی مرضی سے وہ بیٹیوں پر بیٹیاں جنم دیتی رہی۔ کھیل ابتداء میں ہی بگڑ گیا تھا۔ نگارا کے ہاں دس سال اولاد نہ پیدا ہوئی تب اس نے معبد جا کر عبادت کی اور "گدھ" سے وعدہ کیا کہ اس کی پہلی اولاد معبد کی خادم ہو گی اور ایک سال تک اس کی پرورش کر کے وہ اسے اس کے حوالے کر دے گا۔

تب ساگی پیدا ہوئی۔ اور پھر بے شمار........ کووال ہر بار اس سے کہتی کہ اس بار وہ بیٹا پیدا کرے گی........ لیکن........ ہر بار جھوٹ بولتی رہی۔ پھر نگارا ہی پست ہو گیا........ اور یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ اب وہ بہت سی بیٹیوں کا باپ تھا اور اس لحاظ سے سب سے بد قسمت شخص جسے اپنے تمام کام خود ہی کرنے پڑتے تھے۔

اس وقت بھی وہ اپنے گھوڑوں کے سائبان میں گھوڑوں کی نگرانی کر رہا تھا کہ

جوہان اس کے پاس پہنچ گیا.......... جوہان ایک دراز قامت نوجوان تھا۔ سخت کینہ پرور او دوسروں سے الگ تھلگ رہنے والا۔ وہ خود بھی ایک صاحب حیثیت نوجوان تھا اور ساگ کو پسند کرتا تھا۔ اس نے ایک بار نگارا سے کہا تھا۔

"بزرگ نگارا۔ تو جانتا ہے۔ میرے ماں باپ مرچکے ہیں۔"

"ہاں جوان مجھے معلوم ہے۔"

"میں بالکل تنہا ہوں۔"

"بیشک۔"

"اور تو جانتا ہے کہ بے حیثیت بھی نہیں ہوں۔ میرے باغوں میں بہت سے پھل پیدا ہوتے ہیں۔"

"جو باتیں میں جانتا ہوں وہ تو مجھے کیوں بتا رہا ہے۔"

"اس لئے کہ جو میرے پاس نہیں ہے.........وہ میں تجھ سے مانگنا چاہتا ہوں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اب میں جوان ہوں۔ اور مجھے بیوی کی ضرورت ہے۔"

"یقیناً"۔"

"اس کے لئے میں تجھ سے درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا کہنا چاہتا ہے۔"

"ساگی کو اگر تو میری بیوی بنا دے تو میں تیرا احسان مانوں گا۔" جوان نے کہا۔ اور نگارا اسے افسوس بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"افسوس تو نے وہ کہا جو میں نہیں کر سکتا۔"

"کیا مطلب.........؟"

"ہو سکتا ہے تجھے ساگی کی حقیقت معلوم نہ ہو۔"

"کیا حقیقت ہے اس کی۔"

"وہ تو معبد کی پجارن ہے۔ گدھ کی ملکیت ہے۔"

"آہ نہیں۔ یہ مجھے معلوم نہیں تھا۔"

"یہ حقیقت ہے جوان۔" نگارا نے اسے حقیقت بتائی۔ جوہان کچھ دیر بیٹھا رہا پھر

"یہ بات مقدس پجاری کو معلوم ہے۔"

"روحانی باپ سب کچھ جانتا ہے۔"

"مگر ہمیں کچھ کرنا ہوگا نگارا۔" جوہان نے افسردگی سے کہا۔

"کیا کر سکتے ہیں بھلا۔"

"اس بات کو چھپالو۔"

"بے وقوفی کی بات کر رہے ہو۔ کیا اس کے بعد میں نحوستوں کی بارش سے بچ سکتا ہوں۔ پھر مجھے ایسا کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

"مگر مجھے ضرورت ہے۔"

"کیا ضرورت ہے تجھے۔"

"میں ہر قیمت پر ساگی کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"تب پھر ایک کام کر۔"

"ہاں بولو۔"

"معبد جاکر بڑے پجاری کے سامنے معبد کے قانون کو للکار اور کہہ دے کہ ساگی کو رن نہیں بننے دے گا۔ وہاں سے جو فیصلہ ہوگا' مجھے منظور ہوگا۔"

"آہ۔ یہ کیسے ممکن ہے۔"

"تو پھر مجھے مصیبت میں کیوں پھنسا رہا ہے۔"

"جوان مایوس ہوگیا۔ شوخ رنگ اور خوبصورت ساگی اسے بہت پسند تھی۔ وہ اسے رنے کی حسرت میں بیٹھا رہا لیکن آج......... آج اس نے جو کچھ دیکھا تھا اس نے ے وجود میں آگ لگا دی تھی۔ ساگی نے اروکا سے ملاقات کی تھی۔ دونوں تنہا تھے نوں ہی کی آنکھوں میں ایک دوسرے کے لئے محبت کے جذبات تھے۔ وہ ان کی

باتیں تو نہیں سن سکا تھا۔ لیکن اندازے سے سب پتہ چل گیا۔"

واپسی پر وہ بری طرح جھلس رہا تھا۔ بہت سے فیصلے کر رہا تھا۔ دوسرے دن وہ اروکا کے پیچھے لگا رہا۔ دور سے اس کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر شام ڈھلے اروکا بد صورت ھمبا کے ساتھ اسی سمت چل پڑا اور وہاں ساگی نے اروکا کے ساتھ کافی وقت گزارا۔ تیسرے اور چوتھے دن بھی اروکا اور ساگی اسی جگہ ملے تو جوہان نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی۔ پھر وہ نگارا کے گھوڑا گھر پہنچ گیا۔ نگارا حسب معمول یہاں موجود تھا اسے دیکھ کر نگارا نے گردن ہلائی اور اخلاق سے بولا۔

"تیرا کیا حال ہے جوہان۔ بہتر ہے تو اب کسی لڑکی سے شادی کرلے اور اپنا گھر بسالے۔"

"اس کے لئے میں نے تجھ سے بات کی تھی نگارا۔"

"وہ خناس تیرے دماغ سے ابھی نہیں نکلا۔"

"ساگی کی عمر کیا ہوگی نگارا۔"

"انیس سال کی ہونے والی ہے۔"

"اس کے بعد کیا ہوگا۔"

"اسے معبد پہنچا دیا جائے گا۔"

"تب وہ پجارن بن جائے گی۔"

"ہاں۔"

"اور لوگوں کے روحانی علاج کرے گی۔"

"کیا بیکار بات کر رہا ہے۔"

"تجھے بتانا چاہتا ہوں۔ وہ ان دنوں اروکا کا روحانی علاج کر رہی ہے۔ اور تیری حقیقت کھل کر سامنے آرہی ہے۔ شاید تو اس بات سے متاثر ہوگیا ہے کہ اروکا وادی گریاں تک پہنچ گیا تھا اور وہاں سے زرد پتیوں کے ڈھیر لے آیا ہے۔"

"میرے ہاتھ میں یہ گنڈا سا دیکھ رہا ہے۔ ان بوڑھی ہڈیوں میں اتنی جان باقی ہے

کہ تیری گردن اڑادیں۔"

"غیرت آئی نگارا۔"

"دیکھ جوہان یہاں سے چلا جا"

"کیا تو دیکھتا ہے شام ڈھلے تیری بیٹی کہاں ہوتی ہی۔"

"جوہان........" نگارا گرجا۔

"ممکن ہے تجھے معلوم نہ ہو۔ لیکن میں چوٹ کھایا ہوا ہوں۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے۔ دونوں تنہائی میں ملتے ہیں اور بد صورت ھمبا ان کا رکھوالا ہوتا ہے۔"

"ثابت کر سکے گا۔"

"اسی لئے آیا ہوں۔" جوہان نے کہا۔

"میرے ساتھ چلنا ہوگا۔"

"تیری رہنمائی میں ہی کروں گا۔"

"اور شام سے پہلے نگارا جوہان کے ہمراہ چل پڑا۔ جوہان نے بہتر پناہ گاہ تلاش کرلی تھی۔ جہاں دونوں چھپ گئے۔ جوہان کے دل میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ کہیں یوں نہ ہو کہ وہ آج نہ آئیں۔ لیکن پھر انہوں نے ساگی کو دیکھا۔ وہ اٹھلاتی چلی آرہی تھی۔ پھر وہ ایک جگہ بیٹھ کر اروکا کا انتظار کرنے لگے۔ اروکا نے بھی آنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ ھمبا دور رُک گیا تھا۔"

دونوں ایک جگہ بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔ جوہان نے کہا۔

"میری بات کی تصدیق ہوگئی۔"

"ہاں۔" نگارا آہستہ سے بولا۔

"اب کیا کرو گے۔"

"میں سوچ رہا ہوں۔"

"مجھے اجازت دو۔"

"کیوں۔ تو کہاں جارہا ہے۔"

"تم کہتے ہو ساگی معبد کی ملکیت ہے۔"

"ہاں ایسا ہی ہے۔"

"تو پھر میں سامنے آکر کیا کروں گا۔ ہمبا اس کا ساتھی ہے اور اس کالے بھوت سے کون دشمنی لینا پسند کرے گا۔ وہ بھی ایک بے مقصد کام کے لئے۔ ہاں اگر تم وعدہ کرو کہ ساگی کو میری بنا دو گے تو میں سامنے آنے کے لئے تیار ہوں۔"

"تو جا.........جوہان۔ تیرا شکریہ کہ تو نے مجھے یہ سب کچھ بتا دیا۔"

"میرا نام نہ لینا۔"

"نہیں لوں گا۔ وعدہ کرتا ہوں۔ نگارا نے کہا اور جوہان چپکے سے وہاں سے کھسک لیا۔ لیکن وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آگے کیا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ایک جگہ چھپ گیا۔"

ساگی اور اروکا بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ نگارا اچانک نمودار ہوا اور اس طرح ان کے سامنے پہنچا کہ وہ لوگ سنبھل بھی نہ سکے۔ نگارا کو دیکھ کر دونوں کے چہرے فق ہونے لگے۔ نگارا خاموش ان کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

دور موجود ہمبا سنبھل گیا۔ اور اپنی جگہ تبدیل کرنے لگا تاکہ اگر کوئی خاص واقعہ ہو جائے تو مداخلت کر سکے۔ تب اچانک نگارا نے اسے آواز دی۔

"تو بھی قریب آجا بد شکل جانور۔ تاکہ میں جو کچھ کہوں تیری موجودگی میں کہوں۔ آجا اب چھپنے سے کوئی فائدہ نہیں.........“ نگارا کی بات سن کر ہمبا سامنے آگیا تھا۔ نگارا نے کہا۔ "ساگی میری پہلی اولاد ہے اور معبد کے لئے وقف ہے۔"

"ٹھیک ہے نگارا۔" ہمبا نے کہا۔

"یہ بات کیا اروکا کو معلوم تھی۔"

"ہاں۔ ہم جانتے ہیں۔"

"پھر یہ تنہائیوں میں کیوں ملتے ہیں۔"

"اس لئے کہ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔"

"لیکن اس محبت کا فائدہ۔"

"نہیں یکجا ہونا ہے۔"

"معبد کے قانون سے بغاوت۔"

"یہی فیصلہ کیا ہے ہم نے۔"

"تم فیصلہ کرنے والے کون ہوتے ہو۔"

"ساگی بھی اس کے لئے تیار ہے۔"

"ساگی.........“ نگارا نے بیٹی کو دیکھا اور ساگی نے گردن جھکالی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"ہاں۔ میرے باپ میں بھی یہی چاہتی ہوں۔"

"کیا کبھی ایسا ہوا ہے۔" نگارا گرج کر بولا۔

"اب ہونے جارہا ہے۔ ٹاری ویگا میں ایک نئی داستان کا آغاز ضرور ہوگا۔"

"ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ تم لوگ اکیلے ہی برباد نہیں ہوگے ہم بھی اس نحوست کا شکار ہوں گے۔ یہ خیال دل سے نکال دو۔ میں صبر سے کام لے رہا ہوں اس لئے کہ تم بچے ہو۔ دیوانے اور کم عقل ہو۔ ورنہ......... یہ فیصلہ میں یہاں بھی کر سکتا تھا۔"

"ہم تیرا احترام کرتے ہیں نگارا۔ لیکن.........یہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ ان کی خواہش کے مطابق ہوگا۔" ہمبا نے کہا۔

"تو بہت آگے نکل کر بول رہا ہے ہمبا......... بد شکل جانور خود تو کسی قابل نہیں۔ انہیں کیوں برباد کر رہا ہے۔" ہمبا مسکرایا پھر بولا۔

"بہت ٹھیک بات کہی ہے تو نے نگارا......... یہ بد شکل جانور کسی قابل نہیں ہے۔ اس لئے اپنے دوست پر قربان ہونا چاہتا ہے۔"

"کیا کرے گا تو"

"ضرورت پیش آئی تو معبد کے قانون سے بغاوت کروں گا۔ معبد کے عتاب سے ٹکراؤں گا اور ان دونوں کی محبت کو کامیاب کروں گا۔" ہمبا نے کہا۔

"یہ کام اسے کرنا ہے!" نگار نے اروکا کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ فیصلہ ہم پر چھوڑ دو۔"

"ساگی۔ تو کیوں نہیں بولتی۔"

"میرے باپ۔ ایک سوال کرنا چاہتی ہوں میں تجھ سے۔ میں اپنی مرضی سے

نہیں ہوئی۔"

"مطلب۔"

"میرا اپنا فیصلہ وہ نہیں ہے جو تیرا ہے۔ میں معبد کی پجارن نہیں بننا چاہتی

اروکا کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی خواہش مند ہوں۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔"

"وہ بھی ممکن نہیں ہے۔"

"لیکن ایک بات ممکن ہے۔"

"کیا۔"

"مجھے پجارن بننے کے لئے مجبور کیا گیا تو میں دشمنی کے پہاڑ پر چڑھ کر

جاؤں گی۔"

"یہ تیرا مقدر ہے۔" نگارا نے کہا۔

"یہ تو......... پجارن بن کر جینے سے بہتر ہو گا میرے لئے۔"

"کیا ہمیں یہی کرنا ہو گا اروکا......... کیا کوئی اور صورت ہو سکتی ہے.........!"

"دشمنی کے پہاڑ سے کودتے وقت۔ ساگی تنہا نہ ہو گی نگارا۔ میں اس

ہوں گا۔"

"آہ۔ میری اور بھی بیٹیاں ہیں۔ میں یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا جس کے

مجھے مجبور کر رہے ہو۔ ٹھیک ہے......... میں چلتا ہوں۔ اب اور کچھ نہیں کہا جاسکتا

"ساگی نے نگارا کے ساتھ قدم نہیں بڑھائے۔ وہ تینوں وہاں کھڑے رہ

نے کہا۔" ضرور کوئی چور تھا جس نے یہاں تک نگارا کی رہنمائی کی تھی۔

"یہ تو ہونا تھا ہبا......... خاموشی سے تو یہ سب نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر

ہو گا.........!" اروکا نے کہا۔

"جدوجہد.........اب واپس چلو.........اور کل سے تم یہاں نہیں آؤ گے ....

ہمیں دیکھنا ہے کہ اب حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں۔"

نگارا دھوا کے کیرال میں داخل ہو گیا......... وہاں سے وہ سیدھا دھوا کے پاس آیا

تھا۔ دھوا نے اسے دیکھ کر کہا۔ "آہ نگارا......... گھوڑوں کے سوداگر خیریت......... کیا تجھے

زرد پتیاں درکار ہیں۔"

"میرے پاس اتنی دولت ہے دھوا کہ میں زرد پتیاں خرید سکوں......... تیرے پاس

کیا ہے۔"

"زرد پتیاں.........!" دھوا نے ہنس کر کہا۔

"بالا آخر یہ ختم ہو جائیں گی۔"

"اروکا وادی گریاں کا راستہ جان چکا ہے۔ اس بار وہ اس سے زیادہ پتیاں لا سکتا

ہے۔"

"اور اروکا بھی۔" نگارا نے کہا اور دھوا تڑپ گیا۔ پھر غضبناک لہجے میں بولا۔

"نگارا......... منحوس بات منہ سے نہ نکال۔"

"نہیں نکالنا چاہتا تھا مگر کیا کروں۔ اروکا موت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اسے روک

لو۔ مجھے تیرا پوتا ضائع ہونے کا افسوس ہو گا۔" نگارا نے کہا۔

"تو کیا کہنا چاہتا ہے؟" دھوا نے کہا۔ اور نگارا نے اسے پوری کہانی سنادی۔ دھوا سر

پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ بہت دیر تک وہ اسی طرح بیٹھا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "تو جا نگارا.........

اور اس وقت تک خاموشی اختیار کر جب تک میں مایوس نہ ہو جاؤں۔ اس کے بعد سب

کچھ تجھ پر منحصر ہو گا۔

زرد پتیوں کا دھواں فضا میں منتشر ہو رہا تھا اور آس پاس کے لوگ چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ "دھوا پاگل ہوگیا ہے۔ وہ قیمتی دولت پھونک رہا ہے۔ آہ وہ کسی کو یہ پتیاں دے ہی دیتا۔"

اروکا پہنچ گیا۔ اس نے حیرت سے دھوا کو دیکھا۔ "یہ تم نے کیا کیا دادا...... ساری پتیاں جلا دیں۔ آخر کیوں دادا آخر کیوں؟"

"اپنے گھر سے نحوست بھگا رہا ہوں۔ نحوست آئی ہے میرے گھر میں۔"

"کیسی نحوست۔"

"ویسی ہی جیسی ایک بار پہلے آئی تھی اور جو میرے بیٹے کو کھا گئی تھی۔"

اروکا سنبھل گیا۔ پھر اس نے کہا۔ "یہاں کون آیا تھا......دادا؟"

"نگارا۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"مجھے یقین تھا۔ اب یوں کرو کہ اس کے گھر کو بھی آگ لگا دو کیونکہ نحوست ا کے گھر بھی آئی ہے۔"

"تو نے اس دن عورت اور لڑکی کا فرق پوچھا تھا۔"

"ہاں دادا......"

"کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اندازہ ہوگیا تجھے بھی۔"

"اس سے پہلے دادا...... کہ ساگی کے انیس سال پورے ہوں تم اس سے میری شادی کرادو......"

"میں کرادوں۔"

"ہاں۔ تم ہی میرے سرپرست ہو۔ یہ کام تمہیں ہی کرنا ہے۔"

"عورت کے ہاتھوں میں اپنا بیٹا کھو چکا ہوں۔ وہ کام پھر کروں جو کر کے آج تک پچھتا رہا ہوں۔"

"عورت اتنی ہی بری شے ہے دادا۔"

"اس سے بھی بری۔"

"تم نے شادی کی تھی۔"

"ہاں کی تھی۔"

"تمہاری عورت مرچکی مگر تم آج تک زندہ ہو۔ پھر اگر ایسا ہی تجربہ تھا تمہارا تو تم نے میرے باپ کی شادی کیوں کی؟ ٹھیک ہے دادا......میں ساگی سے شادی نہیں کروں گا...... لیکن......"

"لیکن کیا......؟" دھوا چونک کر بولا۔

"ٹاری ویگا میں ایک بھی عورت نہیں ہونی چاہیے۔ سردار سے کہو کہ وہ اپنی تمام بیویوں کو چھوڑ دے۔ ہر عورت کو قبیلے سے نکال دیا جائے۔ میں شادی نہیں کروں گا۔"

"یہ باتیں بھی تجھے عورت نے سکھائی ہیں نا۔"

"اور اگر ایسا نہ کر سکو تو ساگی سے میری شادی کا بندوبست کرو۔"

"سب سمجھتا ہوں میں......مگر ساگی دیوتاؤں کی ملکیت ہے۔"

"ہرگز نہیں......وہ صرف میری ملکیت ہے...... سمجھے دادا ...... وہ صرف میری ملکیت ہے دادا۔ یہ بات تم اپنے دماغوں میں بٹھالو' ساگی کو اب کوئی مجھ سے نہیں چھین سکتا۔"

"آہ مجھے خطرہ تھا خوف تھا مجھے' ناکام رہا میں' نہیں بچا سکا۔ میں تجھے عورت کے

جال سے اور میں تو اسی وقت سمجھ گیا تھا' جب تو نے مجھ سے عورت اور لڑکی کا فرق پوچھا تھا۔ ایسی باتیں اسی وقت ذہن میں آتی ہیں جب مشکلات گھروں کا رخ کرتی ہیں۔" بوڑھے دھوا نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

نگارا اپنی بیوی سے سرگوشیاں کر رہا تھا' اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"سائی نے مجھے مشکل میں ڈال دیا اور میں نے اب تک اسے دوسری لڑکیوں کے برعکس زیادہ محبت اور زیادہ چاہت سے پالا ہے صرف اس خیال کے تحت کہ جوان ہونے کے بعد اسے معبد کی پجارن بننا ہے اور اس کے بعد اس پر سے میرا تسلط ختم ہو جائے گا' لیکن کچھ غلطیاں مجھ سے ہوئی ہیں' اسے آزادی نہیں دینی چاہیے تھی' اسے اس کا موقع نہیں دینا چاہیے تھا کہ وہ کسی سے ملاقات کرے' اب تو بتا مجھے کیا کرنا چاہیے' میرا اندازہ ہے کہ وہ سمجھانے کی حد سے نکل گئی ہے اور اب اسے کوئی نہیں سمجھا سکتا' لیکن آنے والا وقت کس قدر خطرناک ہوگا میرے لئے جب میں اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکوں گا اور نگارا کو یہ بات معلوم ہوگی کہ میں نے معبد سے بدعہدی کی ہے' جانتی ہے تو معبد سے بدعہدی کی سزا کیا ہے؟"

"پورے خاندان کی ہلاکت۔" بیوی نے جواب دیا۔

"ہاں اور اس میں میری بے گناہ بیٹیاں بھی موت کی زد میں آجائیں گی۔ اب تو مجھے بتا کہ سائی کو بچانے کی کوشش کروں' اس کی خواہش کی تکمیل کروں یا اپنی زندگی بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں ماروں۔"

"تو کیا کرنا چاہتا ہے نگارا؟"

"کچھ سمجھ میں ہی نہیں آرہا' ارے وہ تو مجھ سے ایسے بات کر رہی ہے جیسے بڑ
برابر کے لوگوں سے بات کی جاتی ہے۔ اس کی آنکھوں میں نہ شرم ہے نہ حیا' وہ دیوا
چکی ہے اور.........."

"موت کی طرف جانے والوں کو ہم کیسے روک سکتے ہیں نگارا' اگر بات اس کی سمجھ
میں نہیں آرہی' تو پھر اس کے لئے کوئی ایسی ترکیب کرو جس سے سب کچھ ٹھیک ہو
جائے۔"

"میری سمجھ میں کوئی ترکیب نہیں آرہی' وہ بد شکل جانور جس کا نام ہمبا ہے' اپنے
دوست کی محبت میں اپنی زندگی تک کھونے پر آمادہ ہے اور یوں لگتا ہے جیسے تاری دیوتا
کسی بڑی مشکل کا نزول ہونے والا ہے' ہم بھلا ان جادوگروں سے کیسے نمٹیں گے' جن کا
جادو آسمان میں سوراخ کر دیتا ہے۔ ارے ہماری کیا حیثیت ہے؟"

"بالکل ٹھیک کہتے ہو' میرے دماغ میں ایک ترکیب ہے۔"

"بے شک وہ انیس سال کی نہیں ہوئی' لیکن یہ تو ایک رسم ہے کہ جب لڑ
انیس سال کی ہو جاتی ہیں' تب انہیں معبد میں پہنچایا جاتا ہے۔"

"ہاں پھر۔"

"تم یوں کرو کہ اسے معبد پہنچا دو۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب صاف ہے' اسے خاموشی سے معبد پہنچا دو۔"

"کیا ایسا ہوتا ہے؟"

"ہوتا تو نہیں ہے' لیکن ہمیں کرنا پڑے گا۔"

"اور اس کا جواز میں کیا پیش کروں گا؟"

"تم پہلے معبد چلے جاؤ' بلکہ معبد نہ جاؤ اپنے چند خاص آدمیوں کو ساتھ لو اور اسے
بے ہوش کر کے معبد میں لے جاؤ' وہاں جا کر ساری صورت حال بتا دو' ہمیں تو ویسے بھی
اس سے ہاتھ دھونے ہی ہیں اور اگر ایسی لڑکی جو ہماری بات نہیں مان رہی کس حد

لئے توجہ کا باعث ہو سکتی ہے' لیکن کم از کم اس طرح یہ تو ہو گا کہ ہماری نیک نیتی
ہو جائے گی اس کے بعد اگر ساگی اپنے طور پر کوئی قدم اٹھائے یا وہ دونوں ذلیل
کچھ کرتے ہیں تو یہ صرف ان کی ذمے داری ہو گی۔" نگارا بیوی کی بات پر دیر تک
رہا۔ پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"میرے خیال ہے اس کے علاوہ اور کچھ کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

"تو پھر اب تو بتا' تیری اس تجویز پر میں کب عمل کروں؟"

"جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔"

"مطلب۔"

"آج ہی رات۔"

"ہوں۔" نگارا پھر سوچ میں ڈوب گیا اور اس کے بعد اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اسے بے ہوش کرنے کے لئے کیا طریقہ کار اختیار کرے گی؟"

"سوپا کی بوٹیاں۔"

"بوٹیاں ہیں؟"

"تمہیں لانی ہوں گی۔"

"آہ۔ کتنی ذمے داریاں میرے شانوں پر آپڑی ہیں' کاش میرا بیٹا ہوتا تو شاید میری
ذمے داریاں تقسیم کر لیتا۔"

"اگر ایسا ہوتا تو اس کی نوبت ہی نہ آتی"

"ہاں ٹھیک کہتی ہے' تو پھر میں جا رہا ہوں۔" نگارا نے کہا اور اس کے بعد وہ باہر
گیا۔ باقی کام نہایت خاموشی کے ساتھ کیا گیا تھا۔ نگارا نے اپنے چار ایسے خاص
وں کو ہمراہ لیا جو اس کے لئے کام کرتے تھے اور ایک طرح سے اس کے غلاموں کی
ت رکھتے تھے' اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"دوستو تمہیں جو کچھ کرنا ہے انتہائی خاموشی سے کرنا ہے اور تم اس وقت تک اپنی

زبان پر تالے لگائے رکھو گے جب تک میں تمہیں اشارہ نہ دوں۔"

"تو ہمارا آقا ہے نگارا' بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ جو کچھ تو کہے ہم اس منحرف ہو جائیں۔"

پھر سوپا کی پتیاں حاصل کر لی گئیں اور نگارا گھر واپس آ گیا۔ وہ اپنے چار ساتھیوں ہدایت دے کر آیا تھا۔ اس کی بیوی نے خاموشی سے ایک چھوٹی سی دیگچی میں سوپا کی پت ابالیں اور اس محلول کو ایک برتن میں رکھ لیا۔ وہ حسرت بھری نگاہوں سے اپنی خوبصور بیٹی کو دیکھ رہی تھی جو بلاشبہ اس کی تمام بیٹیوں میں زیادہ خوبصورت تھی اور نگارا کی بیو کو اپنی اس بیٹی سے سب سے زیادہ محبت تھی جیسی کہ نگارا کو' اور پھر یہ تو سوچی بات تھی کہ ایک دن ساگی کو اس طرح روانہ ہو جانا ہے' یہ الگ بات ہے کہ وہ وقت کچھ پہلے جا رہی تھی۔

تو یوں ہوا کہ رات کے کھانے میں نگارا کی بیوی نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ محلول ملا لیا جو انسان کو لمحوں میں بے ہوش کر دیتا تھا اور پھر با آسانی اس نے یہ محلول سا کو پلا دیا۔ ساگی کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ ماں باپ اس کے خلاف کیا سازش رہے ہیں' ہاں وہ ذہنی طور پر الجھن میں ضرور تھی۔ محبت میں ایسی منازل آتی ہی ہیں ا وہ ان منزلوں کو عبور کرنا چاہتی تھی۔ اگر ان کوششوں میں زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے کوئی ایسی بات نہیں تھی جس کے لئے پریشان ہوا جائے۔ سو پھر یہی ہوا کہ ساگی ہوش ہو گئی اور نگارا نے اپنی بیوی کے ساتھ مل کر اسے ایک بستر پر ڈالا۔ ایسا بستر جسے چا آدمی با آسانی اٹھا سکتے تھے اور اس کے بعد جب رات کی تاریکیاں گہری ہو گئیں تو نگا نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا اور وہ چاروں اس بستر کو شانوں پر لادے ہوئے نگارا کے سا باہر نکل آئے اور نگارا جانتا تھا کہ رات کی تاریکی میں طے کیا جانے والا یہ سفر کتنا طو ہے' لیکن معبد تک پہنچنا ضروری تھا اور پھر وہ اس جگہ تک پہنچ گئے جہاں معبد اپنی شان شوکت کے ساتھ نظر آ رہا تھا۔ مدہم چراغ روشن تھے اور عبادت کرنے والے جگہ جگہ گوشوں میں بیٹھے ہوئے عبادت میں مصروف تھے' ہنگارا اس وقت اپنی خانقاہ میں ہو

اس کی جگہ ایک اور شخص پر کرتا تھا۔ گدھ والے ہنگارا کو اپنا مقدس رہنما مانتے تھے' نکہ اس کی بھی ایک طویل داستان تھی اور حقیقت یہ تھی کہ ہنگارا اس رہنمائی کے بل نہیں تھا۔ لیکن کچھ داستانیں خاموشی ہی سے شروع ہوتی ہیں اور خاموشی سے ہی تم ہو جاتی ہیں' ہنگارا سے متعلق جو داستان تھی وہ بہت ہی کم لوگوں کے علم میں تھی اور ہنگارا اپنے منصب کو قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور اب وہ مقدس روحانی پیشوا بنا ا تھا۔

رات کی اس تاریکی میں معبد کے پجاریوں نے ان آنے والوں کو تعجب سے دیکھا ر وہ سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔ وہ شخص جو ہنگارا کی غیر موجودگی میں معبد کے معاملات بھالتا تھا' ان کی آمد پر اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے ان لوگوں سے پوچھا۔

"کون ہو تم' اور یہ لڑکی کون ہے۔ کیا یہ سو رہی ہے یا مر گئی۔ کیا تم اسے مقدس گارا کے پاس لائے ہو۔ لیکن یہ وقت اس کے آرام کا ہے اور تم اس سے کچھ نہ پا سکو ے۔" تب نگارا نے آگے بڑھ کر کہا۔

"نہیں مقدس رہنما' یہ زندہ ہے اور صرف بے ہوش ہے' اگر ممکن ہو سکے تو یم ہنگارا کو جگا کر میری مشکل سے روشناس کرا دو' یہ ایک روایت نہ بن جائے اس لئے ارا کا جاگنا ضروری ہے۔" قائم مقام شخص نے آگے بڑھ کر لڑکی کو دیکھا اور اس کی نکھوں میں ہوس کی پرچھائیاں ناچنے لگیں لیکن وہ جانتا تھا کہ ہنگارا کے احکامات کیا ہیں' اس نے کہا۔

"جو کچھ تم مقدس پیشوا کو بتانا چاہتے ہو اس کی تفصیل پہلے مجھے بتاؤ تاکہ اسے تے ہوئے میں اسے بتا سکوں۔" نگارا نے شرمندگی سے آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں یکھا تب قائم مقام نے کہا۔

"تم لوگ یہاں سے دور ہٹ جاؤ۔" اور وہ سب پیچھے ہٹ گئے۔ تب نگارا نے

"عظیم رہنما! یہ میری بیٹی ہے اور جب یہ پیدا نہیں ہوئی تھی تو میں نے مقدس

پیشوا سے وعدہ کیا تھا کہ انیس سال کی ہونے پر میں اسے معبد کی داسی بنا دوں گا۔ سو یہ
اپنے وعدے پر قائم رہا' لیکن یہ بھٹک گئی اور ایک نوجوان سے محبت کرنے لگی' جبکہ اس
کا یہ منصب نہ تھا اور مجبورا" میں اسے بے ہوش کر کے یہاں تک لے آیا اور اب یہ
معبد کی امانت ہے' میں چاہتا ہوں کہ مقدس ہنگارا اسے اپنی تحویل میں لے لے تاکہ میں
اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں۔" قائم مقام کی آنکھوں میں شیطانیت ناچ اٹھی اس
نے کہا۔

"نیک دل انسان تیرا نام کیا ہے؟"

"نگارا۔"

"اور تو ٹاری ویگا کا رہنے والا ہے؟"

"ہاں۔"

"اور اپنا عہد پورا کرنے آیا ہے۔"

"ہاں عظیم رہنما۔"

"ہنگارا نے تیری یہ بھینٹ قبول کی اور اطمینان رکھ' پہلے چاند کی رات تیرا جب بھی دل چاہے آکر اسے دیکھ لینا اور یہ ایک گدھ کا گھر ہے' مقدس پرندہ اس کا سرپرست اعلیٰ رہا اور تو فکر نہ کر یہاں آنے کے بعد دل سے ہر برائی نکل جاتی ہے۔ قطعا" ضروری نہیں ہے کہ اس وقت ہنگارا کو جگایا جائے' بس اتنا ہی کافی ہے کہ تو اسے یہاں لے آیا۔"

سو پھر یوں ہوا کہ نگارا وہاں سے واپس چل پڑا اور جب وہ عبادت گاہ کی سیڑھیاں اترنے کے بعد نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو قائم مقام نے کہا۔

"آہ کیا ہی حسین لڑکی ہے' عظیم رہنما اسے اپنی برکتوں سے نوازے گا تو یہ کھل کر پھول بن جائے گی' چلو اسے خانقاہ میں لے چلو۔"

"تب انہوں نے بے ہوش ساگی کو اٹھایا اور پہاڑی غاروں میں سے ایک غار میں
منتقل کر دیا گیا۔ چند دوسری لڑکیوں کو جگا کر انہیں ہدایت دے دی گئی کہ خانقاہ کی اس
بھینٹ کو پورے آرام و سکون کے ساتھ رکھ جائے اور صبح اسے معبد کے تقدس کی

...بات سے روشناس کرایا جائے۔ واپس آتے ہوئے قائم مقام نے کہا۔"

"یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ......... کہ......... کہ........." اور پھر اس نے اپنا جملہ
...ادھورا چھوڑ دیا۔ پھر وہ واپس اپنی جگہ آگیا لیکن پھر یوں ہوا کہ صبح کو جب ساگی کو ہوش
...تو وہ متوحش نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگی اور اس نے اپنے آپ کو ایک اجنبی
...پایا تو اٹھ کر بیٹھ گئی۔ نہایت ہی خوب صورت جگہ تھی۔ خوشبوؤں کے بھبکے ناک سے
...رہے تھے۔ حسین ترین چیزیں اطراف میں آویزاں تھیں۔ اسے یہ محسوس ہوا کہ وہ
...ب دیکھ رہی ہے۔ پھر کچھ قہقہوں کی آوازیں اس کے کانوں میں گونجیں اور وہ وحشت
...ہو کر غار کے دروازے پر آگئی۔ وہاں اس نے چند لڑکیوں کو دیکھا جو بیٹھی ہوئی آپس
...باتیں کر رہی تھیں اور انہوں نے خاص قسم کے لباس پہنے ہوئے تھے۔ ساگی کو دیکھ کر
...ب سنجیدہ ہو گئیں' ساگی حیران سی آگے بڑھ کر ان کے پاس آکھڑی ہوئی۔

"یہ......... یہ کون سی جگہ ہے........."

"آہ کیا یہاں کا تقدس تجھے اس بات کا احساس نہیں دلاتا کہ یہ عظیم خانقاہ ہے۔"

"خانقاہ........."

"ہاں پاکیزگی کا گھر......... جہاں مقدس ہنگارا رہتا ہے۔ اور یہیں سے اس کی
...ن کا نزول ہوتا ہے۔"

"مم مگر میں یہاں کیسے آگئی۔"

"یہ تو ہمیں نہیں معلوم' رات کو شاید کچھ لوگ تجھے یہاں پہنچا گئے ہیں........."

"کچھ لوگ.........؟"

"ہاں یقینا" ایسا ہی ہوا ہو گا لیکن ہم اس کے گواہ بھی نہیں ہیں۔"

"میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔"

"خانقاہ سے جانا چاہتی ہے۔"

"ہاں۔"

"تجھے معلوم ہے تو کیا کہہ رہی ہے؟"

"ہاں اچھی طرح معلوم ہے۔ میں ہر قیمت پر یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔"

"افسوس تو نے ابھی اس جگہ کو دیکھا ہی نہیں ہے۔ یہاں زندگی ٹاری ونگا آبادیوں سے کہیں زیادہ حسین ہے' مقدس پجاری تیرے قدر دان ہوں گے اور تو یہا شہزادیوں کی مانند زندگی بسر کرے گی' کیا سمجھتی ہے تو' کیا سمبوریہ کی رانیاں یہاں سے زیا عیش و عشرت میں رہتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ پہننے کے لئے زیورات' کھانے کے لئے اعلیٰ کے پھل' دودھ اور ایسی چیزیں جو حسن کو برقرار رکھیں اور کرنا کیا ہوتا ہے ہمیں۔ جب وہ سارے احمق جو خانقاہ کے عقیدت مند ہیں' جمع ہوتے ہیں تو ہمیں دیویوں کا رقص پڑتا ہے اور دیوی اور دیوتا ان پر اپنی برکتوں کا اظہار کرتے ہیں اور بس......... اتنا سا اور اس کے عوض وہ زندگی جو لاکھوں حسین زندگیوں سے زیادہ قیمتی ہے۔"

"تم بے حیا ہو......... بے غیرت ہو......... مقدس عبادت گاہ کے تقدس کو مجرو کر رہی ہو تم........." ساگی نے کہا۔ اور وہ سب کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

"چل تو پھر ٹھیک ہے تو اس مقدس عبادت گاہ کے تقدس میں اضافہ کر......... اور کہا گیا ہے کہ تجھے اس جگہ سے نکلنے نہ دیا جائے۔

"مجھے کون روکے گا؟"

"نہیں ایسا نہ کر ورنہ یوں بھی ہوا ہے کہ سرکشی کرنے والوں کے لئے گدھ ٹھکانہ سب سے بہتر ہے اور وہ جب جسم پر اپنی پہلی چونچ مارتا ہے تو وہ چونچ زمین جاکر ٹکراتی ہے اور بدن میں موجود جتنے اعضاء ہیں وہ منتشر ہو جاتے ہیں تب گدھ انہیں اپنی چونچ میں گھسیٹ لیتا ہے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان کا خوب صورت جسم گدھ پیٹ میں پہنچ جاتا ہے اور وہ بڑی غلیظ جگہ ہے۔"

"تم تم......... تم پاگل ہوگئی ہو' تم اس کے بارے میں یہ الفاظ کہہ رہی ہو جو ہما دیوتا ہے۔"

"ہاں یہی تجھے بتانا چاہتے ہیں کہ دیوتا کہ چونچ سے بچ۔"

"آہ میں یہ نہیں سن سکتی' میں یہ سب کچھ نہیں سن سکتی۔ ساگی نے کہا اور کانو

ہاتھ رکھ کر غار میں واپس چلی گئی۔"

لڑکیاں آپس میں گفتگو کرتے ہوئے اس کا مذاق اڑاتی رہیں۔ ساگی بستر پر بیٹھ کر سوچنے لگی اور رفتہ رفتہ سارے راز اس پر منکشف ہوتے چلے گئے۔ ماں باپ نے اس کے ساتھ دھوکا کیا تھا۔ یقیناً" اس کے ساتھ بدترین دھوکا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے اسے بے ہوش کرکے یہاں تک پہنچا دیا تھا اور یقیناً" اس میں اس کے باپ نگارا ہی کا ہاتھ تھا۔ لیکن یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ موت کے ڈر سے کیا وہ تمام وعدے بھول جائے جو اس نے ارداکا سے کئے تھے۔ اس نے کہا تھا کہ اگر اسے اس کی مرضی کے خلاف مجبور کر دیا گیا تو وہ دشمنی کے پہاڑ سے چھلانگ لگا کر خودکشی کرلے گی۔ اب یہ خودکشی چاہے دیوتا کی چونچ سے ہو یا پہاڑ کی بلندیوں سے۔ لیکن تھوڑا سا انتظار عقل کی ضمانت دیتا ہے۔ تھوڑا سا انتظار کرنا ضروری ہے۔ اور یہ مجھے دیوتاؤں کی داسی بنا کر کیا رکھیں گے۔ داسیاں اگر ایسی ہوتی ہیں جیسی باہر بیٹھی ہوئی ہیں تو یہ کچھ بھی نہیں ہے لیکن ساگی نے ذہانت سے سوچا۔ اس نے کہا کہ جذبات میں آکر زندگی فوراً" ہی کھو دینا دانش کی بات نہیں ہے اپنے آپ کو بہتر صورت حال میں لاکر حقیقتوں کو نمایاں کیا جائے اور وہی بہتر ہوگا .... سو اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور آنے والے وقت کا انتظار کرنے لگی۔

جوہان اٹک میں رہتا تھا اس کی کیفیت وہی تھی کہ بلی کھاتی نہیں ہے لیکن لڑھکا دیتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ساگی اس کی طلب تھی لیکن یہ بھی درست تھا کہ حقیقتوں سے وہ بھی واقف تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ بدعہدی کے مرتکب کو سزا دی جاتی ہے۔ لیکن صبر کرنے کے بعد جب اس نے دیکھا کہ اروکا ساگی کے حصول میں کامیابی کی سرحدوں کو چھو رہا ہے تو اس سے برداشت نہیں ہوا اور پھر یہ ہوا کہ وہ خاموشی سے نگارا کے پاس پہنچا اور اس وقت نگارا کے کیرال میں ایک عجیب سی خاموشی طاری تھی۔ نگارا کیرال کے باہر خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ جوہان کو دیکھ کر اس نے ٹھنڈی سانس بھری اور تلخ لہجے میں بولا۔

"وہی ہوگیا ہے جوہان جو تو چاہتا تھا۔"

"کیا.........." جوہان نے چونک کر پوچھا۔

"ساگی کو معبد کے پاس پہنچا دیا گیا.........."

"کیا.........؟" جوہان اچھل پڑا

"ہاں جوہان۔ وہ درحقیقت بہت آگے بڑھ چکی تھی اور یہ تو ہم پر لازم تھا کہ وہ کریں جو مقدس دیوتا کو خوش کرنے کا ذریعہ ہے۔"

"مم مگر ساگی تو ابھی پورے انیس سال کی نہیں ہوئی تھی؟"

"کیا کرتے مجبوری تھی۔ ورنہ اگر انتظار کیا جاتا تو ہم بدعہدی کے مجرم قرار پاتے۔"

"آہ ساگی خوشی سے وہاں چلی گئی۔"

"خوشی سے۔" نگارا نے جوہان کو اپنا ہمراز سمجھا۔

"تو پھر؟"

"رات کی تاریکی میں اسے بے ہوش کرکے وہاں پہنچا دیا گیا ہے۔"

"اوہو.......... گویا وہ اپنی مرضی سے وہاں جانے کو تیار نہ تھی۔"

"بھلا کیسے جاتی۔ اس پر تو دیوانگی سوار تھی۔"

"اس کا مطلب ہے کہ خود اروکا کو بھی اس بارے میں نہیں معلوم..........؟"

"نہیں.........."

"ہوں.......... چلو ٹھیک ہے اصل اصلیت تک پہنچ گئی اب مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے نگارا۔" جوہان نے کہا اور وہاں سے واپس پلٹا۔ لیکن یہ بات اس کے دل کو ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ وہ کسی کو بتانا چاہتا تھا کہ واقعہ کیا ہوا ہے اور اس سلسلے میں اس نے اپنے ایک ایسے دوست کو راز کی یہ بات بتائی جو اس کے خیال میں قابل اعتماد تھا تب اس کے دوست نے تعجب سے کہا۔

"لیکن ایسا کیوں ہوا؟"

"اس کی وجہ تھی۔"

"کیا.........."

"ساگی کو میں بھی پسند کرتا تھا؟"

"ہاں تو نے مجھے بتایا تھا کہ یہ لڑکی اگر مقدس عبادت گاہ کی ملکیت نہ ہوتی تو تیری ہوتی۔"

"ہاں.......... اور افسوس اسے وقت سے پہلے وہاں پہنچا دیا گیا۔"

"یہی تو تعجب کی بات ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟"

"اروکا کی وجہ سے.........."

"مطلب.........."

"اروکا نے اسے اپنے جال میں پھانس لیا تھا اور ساگی اروکا کا دم بھرنے لگی تھی ا ر وہ بدنما شخص ہمبا بڑھ بڑھ کر دعوی کرتا تھا کہ ساگی کو معبد نہیں جانے دے گا۔ تو اب با بہتر ہوا.........."

"کیا ان دونوں کو اس کا علم ہو گیا۔"

"نہیں.........."

"دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

"ہاں دیکھو.........اور یہی اصل بات بتانے کا سبب بنا۔"

اروکا کو حقیقت بالکل معلوم نہیں تھی۔ لیکن وہ ان دنوں شدید پریشانیوں میں ! رہتا تھا اور ان دنوں اس نے ایک خواب بھی دیکھا تھا۔ ایک انوکھا خواب جو اس حیثیت سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک بڑا سا پرندہ فضا میں نمودار ہوا ہے ا ساگی کو اٹھا کر لے جا رہا ہے اروکا اس کے پیچھے پیچھے بھاگ رہا ہے اس کی نگاہیں آسمان ہیں اور پرندہ اسے لئے ہوئے فضا میں پرواز کر رہا ہے اور پھر اچانک ساگی پرندے پنجوں سے چھوٹ کر نیچے گرنے لگتی ہے تو اروکا اسے نیچے سے لپک لیتا ہے۔ بس اس بعد اس کی آنکھ کھل گئی تھی لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ ساگی پر کیا گزر چکی ہے۔ وہ اس بات کا انتظار کر رہا تھا کہ آسمان کی روشنی چھپے اور چاند کی سنہری شکل نمودار ہو تو ساگی سے اس کی جگہ ملے اور معلوم کرے کہ اس کا باپ نگارا اس کے ساتھ کس قسم زیادتیاں کر رہا ہے۔ لیکن ہوا یوں کہ وہ اس طرف سے گزرا جہاں جوہان کا دوست موجو تھا اور جوہان کے دوست نے اپنی بری فطرت سے مجبور ہو کر اروکا کو آواز دے لی اد اروکا اسے دیکھنے لگا۔

"آہ اروکا شاید تجھے وہ حقیقت معلوم نہیں جو میرے سینے میں مچل رہی ہے۔"

"حقیقت کیسی حقیقت.........."

"ایک بات اگر تو بتانا چاہتا ہے تو سچے دل سے مجھے بتا.........."

"کیا........" اروکا نے سوال کیا۔

"کیا تو ساگی سے محبت کرتا ہے؟"

"اروکا ایک لمحے کے لئے خاموش رہا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔"

"کہا یہ جاتا ہے کہ محبت کرنے والے اپنے محبوب کو بدنام نہیں کرتے لیکن یہ بات ے کانوں تک کیسے پہنچی۔"

"اگر تو کسی کو نہ بتانے کا وعدہ کرے تو میں تجھے بتاؤں.........."

"تو مجھے بتا.........."

"نہیں تو وعدہ کر مجھ سے' ورنہ جوہان مجھ سے ناراض ہو جائے گا.........."

"جوہان.........."

"ہاں.........."

"اوہو اچھا تو کیا یہ حقیقت تجھے جوہان نے بتائی۔"

"نہیں پہلے تو وعدہ کر.........."

"دیکھ مجھ سے ایسے وعدے نہ لے جن کی میں تکمیل نہ کرسکوں۔ اب یہ تو مجھے چل ہی گیا ہے کہ جوہان نے تجھے یہ سب کچھ بتایا ہے لیکن کیا بتایا ہے یہ مجھے نہیں م.........."

"اور اگر میں تجھے بتادوں تو.........."

"تو میں تیرا شکر ادا کروں گا۔"

"کیا تجھے معلوم ہے کہ تیری محبوبہ اب اپنے باپ کے گھر نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"رات کی تاریکیوں میں اسے بے ہوش کر کے معبد تک پہنچا دیا گیا ہے۔"

"کیا.........؟" اروکا پر بجلی گر پڑی۔

"ہاں اب وہ اپنے باپ کے گھر میں نہیں ہے۔"

"اور یہ بات تجھے جوہان نے بتائی ہے؟"

"ہاں........"

"اروکا کے وجود میں قہر و غضب کا طوفان امنڈ پڑا' وہ دیوانوں کی طرح چلتا ہوا آ بڑھا تو ہمبا اسے راستے میں مل گیا۔ ہمبا نے اس کی یہ کیفیت دیکھی تو تعجب سے بولا۔"

"کیا ہوا اروکا۔ کیا بات ہے۔"

"ہمبا وہ ہو گیا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"کیا ہوا مجھے تفصیل تو بتا؟"

"نگارا نے ساگی کو خانقاہ پہنچا دیا ہے۔" اروکا نے بپھرے ہوئے لہجے میں کہا اور ہما انگشت بدنداں رہ گیا۔ وہ دیر تک کچھ نہیں بول سکا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"تجھے یقین ہے۔"

"پتہ چلا ہے۔"

"وہ ایسا کر سکتا ہے۔" ہمبا نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر بولا۔ "تاہم اس ے بات کر لینا مناسب ہے۔"

"میں خود پر قابو نہیں پا سکوں گا۔"

"ہاں۔ مجھے اندازہ ہے۔ تو پھر تو یوں کر........ کہ یہ ذمے داری مجھ پر ڈ دے۔"

"ہمبا میں ٹاری ویگا کی تاریخ بدل دوں گا۔" اروکا نے خونی لہجے میں کہا۔

"ہم ٹاری ویگا کی تاریخ بدلیں گے۔ لیکن ہتھیاروں سے نہیں عقل سے۔"

"مگر کیسے۔"

"اس کے لئے تجھے مجھ پر اعتماد کرنا ہوگا۔"

نگارا نے ہمبا کو دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔ "ہمبا کیا تجھے قیقت معلوم ہو گئی۔" نگارا نے کہا۔

"اس کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ خانقاہ کی امانت تھی۔ حالانکہ میں اسے ان روایات کے ساتھ مقدس آگھورا کی دمت میں پہنچانا چاہتا تھا جو ایسے لمحات کے لئے ہوتی ہیں۔ ان سے میری توقیر میں اضافہ ہوتا۔ لیکن مجھے ایسا نہ کرنے دیا گیا۔"

"شاید تو نے جلد بازی کر ڈالی۔" ہمبا نے کہا۔

"کیا کرتا۔"

"کسی کی مجال نہیں کہ دیوتاؤں کی امانت کو اپنی ملکیت بنا لیں۔ اروکا نادان تھا۔ لانکہ بعد میں بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی........"

"کیا مطلب۔"

"دس نادان دوستوں سے ایک دانا دشمن بہتر ہوتا ہے۔ میں نے اس مقولے میں وڑی سی تبدیلی کی ہے۔"

"تو کیا کہنا چاہتا ہے۔"

"میں اروکا کا دشمن نہیں دوست ہوں۔ دھوا نے پوتے سے قطع تعلق کر لیا اور

کون تھا جو اروکا کا ہمنوا ہوتا۔ بات ہی ایسی تھی۔"

"کیا تو بھی اس سے منحرف ہوگیا ہے۔"

"ہرگز نہیں......... میں خواب میں بھی ایسا نہیں سوچ سکتا۔ مصلحتاً بھی یہ جھو
نہیں بول سکتا۔ لیکن میں نے دانا دوست کا کام کیا۔"

"کیا کیا ہے تو نے۔"

"اروکا ساگی سے دست بردار ہوگیا ہے۔ اس نے اعتراف کیا ہے کہ اس سے غلط
ہوئی تھی۔"

"آہ افسوس۔ میں نے رات کی تاریکیوں میں ساگی کو خانقاہ پہنچا دیا۔ مگر اب کیا
سکتا ہے۔"

"یہ تو تجھے کرنا ہی تھا۔ اب کیا کر سکتے ہیں۔" ہمبا نے کہا۔ پھر وہ وہاں سے چ
پڑا۔ اروکا کو یہ غمناک خبر اسے ہی سنانی پڑی تھی۔ اروکا نے کہا۔

"ساگی وہاں نہیں رہ سکتی۔"

"وہ وہاں نہیں رہے گی۔" ہمبا نے آہستہ سے کہا۔

ساگی نے بڑی ہمت سے خود کو سنبھال رکھا تھا۔ اس وقت جوش میں آکر اس نے لڑکیوں سے تلخ باتیں کر ڈالی تھیں۔ لیکن اب اس نے کچھ نئے فیصلے کئے تھے اور ان کا سبق اسے اس کے باپ نے دیا تھا۔ نگارا نے جس طرح اسے بے ہوش کرکے خانقاہ کے حوالے کیا تھا وہ ایک چال تھی۔ اب وہ بھی چال چل کر اس چال کو ناکام بنانا چاہتی تھی۔

چنانچہ اس نے اپنا انداز بدل لیا۔ وہ لڑکیاں اس کے لئے بھیڑ کا دودھ اور ابلے ہوئے جوار لائیں تو اس نے مسکراتے ہوئے اس خوراک کو دیکھا۔

"یہ کیا ہے۔"

"بھیڑ کا دودھ۔"

"اور یہ۔"

"جوار۔"

"یہ انوکھی خوراک ہے۔ اس سے قبل میں نے یہ دونوں چیزیں نہیں کھائیں۔"

"اس سے پہلے تم معبد کی داسی نہیں تھیں۔"

"کیا مطلب۔"

"بھیڑ کا دودھ حسن بخشتا ہے جوار خون شفاف کرتی ہے اور شفاف خون رگوں میں

روال ہو کر رنگ بناتا ہے۔ اور خوبصورتی میں اضافہ ہوتا ہے۔"

"مگر معبد کی ایک داسی کے لئے خوب صورت ہونا کیا ضروری ہے۔" ساگی چبھتا ہوا سوال کیا۔

"حسن تو ہمیشہ پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔" ان میں سے ایک لڑکی بولی۔

"یہ عبادت گاہ ہے' یہاں کون کسے پسند کرتا ہے' کیا یہاں مقدس آگھورا کی عبادت کے سوا حسن پرستی کا بھی کوئی کام ہوتا ہے۔" ساگی بولی اور ایک لڑکی نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"سوا تو اس کے پاس بیٹھ اس سے باتیں کر تجھے علم ہے کہ مجھے بہت سے کام ہیں" وہ لڑکی اپنی جگہ سے اٹھی اور تیزی سے باہر نکل گئی۔ سوا ہنس پڑی تھی اور پھر اس۔ محبت کی نظر سے ساگی کو دیکھا اور بولی۔

"وہ تیرے سوالات کی تاب نہیں لا سکی؟"

"مگر کیوں؟"

"تیرے سوال ہی ایسے تھے۔"

"کیا میں نے کوئی غلط سوال کیا ہے۔"

"غلط تو بالکل نہیں ہے۔"

"تو پھر۔"

"بس یہاں آنے والے ابتداء میں ایسے ہی سوالات کرتے ہیں اور بعد میں انہیں ان کے سوالات کے جواب مل جاتے ہیں۔"

"وہ جواب کیا ہوتے ہیں؟"

"جواب تو وقت ہی دیتا ہے۔"

"اور اگر میں تم سے کہوں سوا کہ تو مجھے بتادے۔" ساگی بولی۔

"تو میری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"کیا اس معبد میں۔" ساگی نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔"

"یہ کس قسم کا خطرہ ہوگا۔ میں سمجھ نہیں سکی۔" ساگی حیرانی سے بولا۔

"سوا اپنی جگہ سے اٹھی اور غار کے دروازے سے باہر جھانک کر دیکھا۔ پھر مطمئن انداز میں گردن ہلاتی ہوئی اندر آگئی۔ پھر کہنے لگی۔"

"نادان لڑکی تیرا نام کیا ہے.........."

"ساگی۔"

"کیا ہمارے ماں باپ ہم پر ظلم نہیں کرتے' کیا انہیں حق ہے کہ وہ ہمیں ہماری مرضی کے خلاف معبد کی پجارن بنا دیں۔"

"بالکل حق نہیں ہے۔"

"مگر وہ ایسا کرتے ہیں۔"

"کیا تو مجھے اپنے بارے میں کچھ بتائے گی؟"

"ایک وعدے پر.........."

"میں تجھ سے محبت محسوس کرتی ہوں اور میرا دل چاہتا ہے کہ تجھ سے بہت سی باتیں کروں' لیکن ساگی ہماری زندگی اسی میں ہے کہ ہم اپنے دل کی بات دلوں میں ہی رکھیں اور ہاں اس معبد میں زندگی خطرے میں بھی پڑ سکتی ہے اگر ہم مقدس روحانی پیشوا کے احکامات کی خلاف ورزی کریں اور ان کا حکم یہ ہے کہ اپنی بات اپنے تک ہی رکھی جائے۔"

"تو پھر تجھے اپنے بارے میں بتانے سے کیا فائدہ..........؟"

"کیا یوں نہیں ہو سکتا کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے تعاون کریں یعنی ہم جو بات کریں وہ ہمارے سینے میں رہے۔" سوا بولی اور ساگی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ایسا تو ہوگا۔"

"تو پھر مجھے اور کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تو میری دوست بن جا۔"

"دوستی نباہے گی۔"

"ہاں۔" سوا نے جواب دیا اور ساگی نے گردن جھکالی۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی پھر اس نے کہا۔

"معبد میں مجھے میری مرضی کے خلاف بھیجا گیا ہے۔"

"ایسا ہی ہوتا ہے۔" سوا غمگین لہجے میں بولی۔

"تیرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔"

"ہاں۔"

"تجھے یہاں آئے ہوئے کتنا وقت گزر گیا۔"

"ایک سال۔"

"تیرا باپ کون تھا۔"

"لاگا۔"

"میں اسے نہیں جانتی۔ مگر میرے باپ کا نام نگارا ہے۔ اور میں اس کی بیٹی ہوں۔"

"اس کے ہاں اولاد نہ ہوئی ہوگی۔"

"ایسی ہی بات ہے۔"

"وہ ہمارے مالک ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ ہمارے مالک نہیں ہوتے۔"

ساگی کا دل تو چاہا کہ سوا سے دل کھول کر باتیں کرے لیکن عقل نے کہا کہ آہستہ آہستہ۔ سوا خود بھی مجبور ہے اور ممکن ہے اس سے میرے بارے میں پوچھا جائے۔ ہوشیاری ضروری ہے۔ جلدی بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔

"ہاں۔ ہم زبردستی کے غلام ہیں۔ تیرا ایک سال یہاں کیسا گزرا۔"

"بدنما۔"

"کیوں۔"

"یہاں ہوس کے پجاریوں کی حکومت ہوتی ہے۔"

"مجھے سب کچھ بتا سوا۔"

"آہ۔ تو کسی سے کہے گی تو نہیں۔"

"رب عظیم کی قسم۔ نہیں۔"

"جب میں انیس سال کی ہوئی تو مجھے یہاں پہنچا دیا گیا جانتی ہے کیوں۔"

"میں کیا جانوں؟"

"مجھ سے بڑا ایک بھائی ہے میرا۔ اسے شیر نے زخمی کر دیا اور وہ زندگی موت کی کشمکش میں گرفتار ہوگیا۔ تب میرے باپ نے مجھے معبد کے حوالے کرنے کی منت مانگی اور.......... میرا بھائی ٹھیک ہوگیا اور مجھے اس کی زندگی کی قیمت کے طور پر معبد کے حوالے کر دیا گیا۔"

"ظلم ہوا تجھ پر۔"

"جتنی بھی میری دوست لڑکیاں تھیں۔ سب کچھ تھا جو مجھ سے چھین لیا گیا۔"

"پھر کیا ہوا۔"

"مجھے یہاں پہنچا دیا گیا۔ اور پھر۔" اسی طرح مجھے بنایا سنوارا گیا جیسے اب تجھے سنوارا جائے گا۔

"اس کے بعد۔"

"مجھے مقدس پیشوا کے پاس پہنچا دیا گیا۔ جس نے مجھے برکتوں سے نوازا۔"

"کیسے۔"

"یہ میں نہیں بتا سکتی۔" اس نے مغموم انداز میں سر جھکا لیا اور ساگی کی آنکھوں میں چنگاریاں رقصاں ہوگئیں۔

"پھر؟"

"بس۔ مجھے ایک ماہ تک مقدس پیشوا کی خلوت میں رہنا پڑا اور اب میں دوسروں کی ملکیت ہوں۔"

"ساگی کچھ سوچنے لگی پھر بولی۔ مقدس پیشوا مجھ سے کب ملاقات کرے گا۔"

"آج رات۔"

"کوئی اس کا حکم نہیں مانتا تو۔"

"اسے سمجھایا جاتا ہے اور اگر وہ نہ سمجھے تو اسے مقدس آگھورا کے غار میں پہنچا دیا جاتا ہے۔"

"پھر؟"

"پھر وہ کبھی واپس نہیں آتا۔"

ساگی پھر سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے کہا۔ "تیرا شکریہ سوا۔"

"ایک بات تجھ سے پوچھوں ساگی جواب دے گی۔"

"ہاں تو میری دوست بن چکی ہے۔ اب تیرے اور میرے درمیان ہر طرح کی گفتگو ہو گی، پوچھ کیا پوچھنا چاہتی ہے۔"

"دبستی میں کیا تو نے کبھی کسی سے محبت کی۔" سوا نے پوچھا اور ساگی کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے رنگ آگیا۔ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"محبت کون نہیں کرتا سوا، لیکن ہم مجبور ہوتے ہیں۔ ہم اپنی محبتوں کو کامیاب بھی نہیں بنا سکتے۔"

"تیرا محبوب کون تھا؟"

"نہیں اب یہ سب باتیں جانے دے۔ اب تو یہاں یہ زندگی ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ جس طرح تو نے اپنی زندگی سے سمجھوتہ کیا ہے مجھے بھی ایسا ہی کرنا ہو گا۔"

"اس کے سوا اور کوئی چارہ کار بھی تو نہیں ہوتا۔" سوا نے جواب دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چلی گئی اور ساگی کو سوچوں کے سمندر میں غوطہ زن چھوڑ گئی...... وہ اروکا کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ کھو چکی ہو گی کہ میرے باپ نے میرے ساتھ کیا زیادتی کی ہے اور کیا اروکا اس سلسلے میں کوئی کارروائی کرے گا...... اور وہ کارروائی کیا ہو سکتی ہے لیکن بہرحال میں اروکا کی امانت ہوں۔ اگر مقدس پجاری تقدس کی آڑ میں یہ سب کھیل کھیل رہا ہے تو میں اس کھیل کو ختم تو نہیں کر سکتی۔ لیکن کم از کم مجھے وہ اپنی ہوس کا نشانہ نہیں بنا سکے گا۔ میں مدافعت کروں گی اور اس کے بعد جب اس بات سے مایوس ہو

جاؤں گی کہ اروکا میرے لئے کچھ نہیں کر سکتا تو پھر موت کی وادیوں میں جانے کا فیصلہ میں نے پہلے ہی کر لیا ہے اور اس بات سے ساگی مطمئن ہو گئی، اسے اپنے آپ پر مکمل بھروسہ تھا۔ موت کو گلے لگاتے وقت اس کے دل میں ایک لمحے کے لئے اپنی زندگی پر رحم نہیں آئے گا لیکن جلد بازی بھی مناسب نہیں ہے تھوڑا سا یہ دیکھنا ہے کہ اروکا اپنی مردانگی کے جوہر کس طرح دکھاتا ہے۔ تو پھر یوں ہوا کہ دوپہر کے بعد دو پجاری اس کے پاس آگئے ان میں ایک وہی تھا۔ جس نے رات کو اس کی پذیرائی کی تھی لیکن وہ اسے نہیں پہچانتی تھی کیونکہ اس وقت عالم ہوش میں نہیں تھی۔ آنے والے نے کہا۔

"مقدس آگھورا کی برکتیں تجھ پر نازل ہوں لڑکی تیرا نام ساگی ہے۔"

"ہاں عظیم رہنما۔"

"عظیم وہ ہے جو غاروں میں رہتا ہے اور جس کی وسعت بے پناہ ہے۔ لیکن کیا تجھے یہاں آنے کے بعد کوئی تردد کوئی تکلیف محسوس ہوئی۔"

"اپنا گھر چھوڑنا بہت عجیب لگتا ہے لیکن یہ جگہ بے حد خوب صورت ہے۔" ساگی نے جواب دیا۔

"تیرا باپ تجھے بے ہوش کر کے چھوڑ گیا تھا کیوں۔"

"شاید اسے یہ خیال تھا کہ میں مقدس آگھورا کی قدم بوسی کرتے ہوئے مداخلت یا مدافعت کروں گی۔"

"اسے یقین نہیں تھا کہ تو یہاں خوشی سے آنا پسند کرے گی؟"

"میں نہیں جانتی کہ اگر وہ مجھ سے کہتا تو میں اسے کیا جواب دیتی۔ لیکن وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں ایک سرکش لڑکی ہوں لیکن ایسا نہیں ہے۔ مقدس معبد کی پجارنیں تو سب کے لئے قابل احترام ہوتی ہیں اور بھلا کون یہ نہیں چاہے گا کہ اسے احترام نہ ملے۔"

"واہ...... تیرے جواب نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ مجھے مقدس روحانی پیشوا نے ہی بھیجا تھا۔ شام کو وہ تجھ سے ملاقات کریں گے۔"

"میں ان کی قدم بوسی کے لئے اپنے آپ کو کمربستہ پاتی ہوں۔" ساگی نے جواب

دیا۔

"اس حسین جگہ تیری پذیرائی کی جاتی ہے۔ ٹاری ویگا اس سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے۔"

"مجھے احساس ہو رہا ہے۔"

"اسے ان پہاڑوں کی سیر کراؤ۔" قائم مقام نے کہا اور خوش خوش وہاں سے چلا گیا۔ تب کئی لڑکیاں جن میں سوا بھی تھیں وہاں آگئیں اور وہ ساگی کو ساتھ لے کر چل پڑیں۔

خانقاہ اپنی شان و شوکت میں بے مثال تھی۔ پھولوں سے لدے ہوئے پہاڑ۔ چوڑے چوڑے راستے۔ ہر جگہ سے مثالی۔ سامنے آگھورا کا غار تھا۔ جس کے دروازے پر آگ روشن تھی۔ پھر ایک چوڑی چٹان سے ایک آبشار گرتا نظر آیا۔ سفید پانی کی لہریں نیچے گر رہی تھیں اور ایک پر شور ندی تیز رفتاری سے بہتی دور جا رہی تھی۔

ساگی یہاں رکی۔ اس نے سوچا۔ واہ.......... یہاں تو میرے لئے مکمل انتظام ہے۔ اس چٹان سے اس آبشار کا سہارا لیا جاسکتا ہے۔ یہ جگہ خوب ہے.......... اور یہاں کے راستے کو اس نے ذہن میں بٹھالیا۔

رات کو مقدس پیشوا کے سامنے . س کی پیشی ہوئی۔ سرخ آنکھوں والے ہنگارانے اسے دیکھا اور بھیانک مسکراہٹ سے کہا۔ "ہم نے تجھے پسند کیا۔"

"میری تقدیر اور ہے۔" ساگی بولی۔

"ہمارے ساتھ رہ۔"

"میری دلی خواہش ہے۔ لیکن.........."

"لیکن کیا.........."

"مجھے کچھ وقت درکار ہے۔"

"کیوں۔"

"مقدس پیشوا میری مجبوری سمجھئے۔"

"اوہ۔ ہم سمجھ گئے۔ ٹھیک ہے تجھے تیری ضرورت کا وقت دیا جاتا ہے۔"

ساگی کو واپس بھیج دیا گیا۔ غار میں آکر وہ اداس ہوگئی۔ اس نے درد انگیز لہجے میں کہا۔

"اروکا۔ کیا تو میرے لئے صبر کرلے گا؟"

"وادی گریاں میں جن پہاڑوں کو میں نے عبور کیا وہ اس سے مشکل تھے۔" ارو
نے کہا۔

"یہ مشکل پہاڑ نہیں ہیں۔ سامنے سے ان تک آنا تو بہت ہی آسان ہے۔!" ہم
نے جواب دیا۔ پھر بولا۔ "اوپر چلو........ تاریکیاں ہمارا ساتھ دے رہی ہیں۔

دونوں دشوار گزار چٹانوں کو عبور کرنے لگے۔ یہ خانقاہ کے پہاڑ کا عقبی حصہ تھا او
دونوں نہایت جانفشانی سے یہ چٹانیں عبور کر رہے تھے۔

عبادت گزار وہاں جاتے تھے۔ لیکن ان کے لئے ایک دن مقرر تھا اور اس دن
انتظار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ عام دنوں میں سامنے سے جانے والوں کو مشکلوں سے گزرنا ہو
تھا اس لئے دونوں نے یہ رخ اختیار کیا تھا۔

"اروکا؟" ہمبا نے پکارا۔

"ہوں۔"

"کیا تم پہلے عبادت کرنے آچکے ہو۔"

"نہیں۔"

"میں بھی نہیں آیا۔"

"ہم دونوں ہی آگھورا کے باغی ہیں۔"

"پہلے اگر نہیں تھے تو اب ہو گئے ہیں۔"

"ہم مقدس پیشوا سے روگردانی کر رہے ہیں۔"

"وہ مقدس پیشوا ہے ہی نہیں۔"

"ہاں۔ مجھے ہوبرٹ ویگا کی کہانی معلوم ہے۔ ہنگارا تو چور دروازے سے آکر بڑا
ری بنا ہے جبکہ ہوبرٹ ویگا تو روحانی طور پر پجاری تھا۔ ہنگارا نے سازش کرکے اس
بیٹے کو تاری ویگا سے نکال دیا تھا اور اس طرح اسے بڑا پجاری بننے کا موقع ملا اور پھر جو
بھی ہے جب ہم نے بغاوت کا آغاز کر دیا تو ان باتوں کو سوچنا بے حد ضروری ہے۔
ں دشوار گزار اور ایسی چٹانوں سے گزر رہے تھے' جہاں سے کسی بھی شخص کا زندہ بچنا
لات میں شمار کیا جاسکتا تھا۔ درختوں کی جڑیں اور چٹانوں کے رخنے ان کے معاون
اور دونوں کی انگلیاں اپنے وزن کو سنبھالتے سنبھالتے زخمی ہو چکی تھیں لیکن اک
'ایک آرزو انہیں اوپر لے جا رہی تھی اور وہ نہیں جانتے تھے کہ واپسی کی صورت
وگی۔ اور ساگی کی تلاش میں کتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا........ ایک چوڑی
پر رک کر ہمبا نے کہا۔"

"ذرا سانس لے لے اروکا۔ ابھی تو بہت رات باقی ہے۔"

"میں یہ سوچتا ہوں کہ ساگی پر کیا گزر رہی ہوگی۔"

"یقیناً" وہ مضطرب ہوگی۔ لیکن اتنی ملاقاتوں میں کچھ باتوں کا اندازہ مجھے اس کے
میں ہو چکا ہے۔ وہ حوصلہ مند اور آخر وقت تک مدافعت کرے گی اور انتظار کرنے
تو اس کے پاس پہنچ جائے۔"

"آہ کاش ایسا ہی ہو' کہیں وہ ہمت نہ ہار جائے۔ اس نے کہا تھا کہ اگر زندگی نے
ساتھ نہیں دیا تو وہ موت کی پناہ تلاش کرے گی۔"

"مجھے یقین ہے کہ وہ تیرا انتظار کرے گی۔" ہمبا نے کہا۔

"تو پھر رکنے کی کوشش نہ کر ہمبا چل اوپر چل میرے دوست' مجھے احساس ہے کہ
ت ہ کا ... وا ہے ورنہ کون کسی کا اتنا ساتھ دیتا ہے۔"

"میں تو تیرے وجود کا ایک حصہ ہوں اروکا' دنیا کی نفرتوں کا سمندر سمیٹے ہوئے ہوں میں' ایک تیری ہی آنکھوں میں تو مجھے اپنے لئے محبت نظر آتی ہے۔ نفرت اور محبت میں بس اتنا ہی فرق ہے۔ نفرتیں انسان کو نجانے کہاں سے کہاں لے جاتی ہیں اور محبت ان ناقابل یقین راستوں کو تسخیر کر دیتی ہے۔"

ہمبا پھر اوپر چڑھنے لگا۔ ان لوگوں نے بلندیوں کی جانب دیکھنا ہی بند کر دیا تھا' بلندیوں کی طرف دیکھنے سے حسرتوں کا احساس ہوتا ہے اور یہ خیال دل میں آتا ہے کہ پتہ نہیں ان بلندیوں تک پہنچنا نصیب ہو بھی یا نہیں۔ ایسی جگہوں کو دیکھنا ہی بے سود۔ ہاں جب انہوں نے ایک چٹان پر ہاتھ جماکر اپنے بدن کو اوپر اٹھایا اور اپنے گھٹنے اس بڑی چٹان پر جمائے تو انہوں نے دیکھا کہ پہاڑ سرنگوں ہوگیا ہے اور اس نے انہیں اپنے سروں پر قبول کرلیا ہے۔ یہ وسیع و عریض چٹان بہت چوڑی تھی اور اس کے بعد بلندیوں کا خاتمہ ہوگیا تھا۔ لیکن ان لوگوں کے لئے ناقابل یقین۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ اوپر پہنچ گئے ہوں لیکن عظیم الشان خانقاہ کا عقبی حصہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھا اور ٹاری ویگا کی پستیوں سے بلندیوں کی جانب دیکھنے والے اس خانقاہ کو فوراً پہچان لیتے تھے کیونکہ اس کے اوپری حصے پر چمکدار پتھروں کا کلس بنا ہوا تھا اور اس کلس سے پھوٹنے والی روشنی کی شعاعیں ایک چھتری سی بناکر فضا کو منور کرتی رہتی تھی اور اب یہ سب کچھ ان کے سامنے تھا اور دونوں حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ تو ہمبا نے کہا۔

"کیا وہ ناقابل یقین واقعہ ظہور پذیر ہوگیا ہے؟"

"کون سا واقعہ.........."

"ان راستوں سے ان جگہوں تک پہنچنے کا جو معبد کے پجاریوں کی نگاہوں سے روپوش ہیں اور جنہیں دیکھ کر صرف ہنسا جاسکتا ہے کہ کیا ان راستوں کو بھی عبور کیا جاسکتا ہے۔"

"ہمارے سروں پر اب کچھ نہیں ہے اور وہ دیکھ خانقاہ کا کلس.........."

"ہاں میں دیکھ رہا ہوں۔"

"ہم اوپر آگئے ہیں ہمبا۔ دیوتاؤں نے ہماری راہنمائی کی ہے۔"

"ہاں افسوس آج ہم ان دیوتاؤں کے اس معبد میں چوروں کی طرح داخل ہوئے ہیں اور وہ بھی زندگی میں پہلی بار.........."

"اب اپنے لئے چھپنے کی جگہ تلاش کر' ویسے تو اس بات کی امید نہیں ہے کہ پجاری اس سمت نظر رکھتے ہوں گے۔ بھلا اس طرف سے کسی کے آنے کا تصور ان کے ذہن میں کیسے ہو سکتا ہے۔ دونوں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے۔ یہ پجاری جگہ جگہ نظر آرہے تھے۔ دونوں ان سے بچتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ کافی فاصلے پر نکلنے کے بعد ہمبا نے کہا۔"

"یہ جگہ بہت بڑی ہے اروکا.......... یوں کر ہم دونوں الگ الگ ساگی کو تلاش کرتے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد ہمیں اسی جگہ دوبارہ ملنا ہے۔"

"ٹھیک ہے..........؟" اروکا نے کہا اور دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔ اروکا غاروں میں جھانکتا پھر رہا تھا۔ اس نے بہت سی لڑکیوں کو دیکھا مگر ساگی ان کے درمیان نہیں تھی۔ اس کا دل ڈوب رہا تھا۔ اور وہ سوچ رہا تھا کہ ساگی ملے گی یا نہیں۔ کہیں اس نے.......... موت تو نہیں اپنالی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ چیخ چیخ کر ساگی کو پکارنا شروع کردے۔

بہت دیر ہوگئی۔ تب وہ اس طرف چل پڑا جہاں ہمبا نے اس سے ملنے کے لئے کہا لیکن وہ اس جگہ پہنچا بھی نہیں تھا کہ اچانک ایک طرف سے شور اٹھا۔

"پکڑو.......... دیکھو.......... کون ہے.......... پکڑو! جانے نہ پائے.........." اروکا رک گیا۔ تب اس نے ہمبا کو دیکھا۔ ساگی اس کے ساتھ تھی اور پجاری ہاتھوں میں مشعلیں لئے اس کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔

ہبا نے وہ کر دکھایا جو اروکا نہیں کر سکا تھا۔ لیکن اب صورت حال دوسری تھی۔ غصے کی شدت سے چیختے پجاری ہبا اور ساگی کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ راستے وہ نہیں تھا جدھر سے نیچے اترا جا سکتا تھا۔ پجاریوں نے یا تو اس بات کا خیال رکھا تھا کہ ساگی کو لے کر فرار ہونے والا نیچے جانے والے راستے کی جانب نہ جا سکے یا پھر یہ صرف اتفاق تھا کہ ساگی کو جس طرح بھی حاصل کیا' لیکن اسے حاصل کرنے کے بعد ہبا صحیح راستے کا تعین نہیں کر سکا اور پجاریوں کو ان کے فرار کی داستان معلوم ہو گئی لیکن اب صورت حال بالکل مختلف تھی۔ پجاریوں نے مشعلیں پھینک پھینک کر ان لوگوں پر مارنا شروع کر دی تھیں اور اس بات کے امکانات تھے کہ یہ مشعلیں ہبا اور ساگی کو جا لگیں' چنانچہ ان کی زندگی بچانے کے لئے اب وہ کرنا تھا جو شاید کسی بھی شکل میں ٹاری ویگا کا رہنے والا کوئی شخص نہ کر سکے۔ یہ مقدس عبادت گاہ تھی اور یہاں سے متعلق جو کہانیاں شامل تھیں ان میں احترام سرفہرست ہوتا تھا' لیکن محبت کی کائنات ہی مختلف ہوتی ہے' یہاں مسئلہ بالکل الگ ہو گیا تھا۔ اروکا نے چاروں طرف دیکھا' پجاری اس جگہ سے آگے نکل گئے تھے جہاں انہوں نے مشعلیں پھینکی تھیں۔ چنانچہ عقب سے آگے بڑھ کر اروکا نے دو مشعلیں اٹھائیں اور پجاریوں کے پیچھے دوڑنے لگا' بھاگتے ہوئے پجاریوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور انہوں نے اپنے پیچھے کسی کو آتے ہوئے اگر محسوس بھی کیا تھا تو یہ نہیں جان سکے تھے کہ

وہ ان کا دشمن ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے ہاتھ میں بھی مشعلیں تھیں' تب یوں ہوا کہ اروکا ان کے قریب پہنچ گیا اور پھر عقب سے اس نے پجاریوں پر حملہ کر دیا......... پجاری زخمی ہوئے تب انہوں نے پلٹ کر اروکا کو دیکھا' لیکن رات کی تاریکی میں یہ نہ جان سکے کہ حملہ آور انہی میں سے کوئی آدمی ہے یا کہیں باہر سے آیا ہے اور یہی بات ان کے لئے باعث حیرت بن گئی اور اروکا کے لئے آگے جانے کا راستہ بن گیا اروکا بھی اسی سمت دوڑنے لگا جدھر ساگی اور ہبا دوڑ رہے تھے اور وہ تیز آواز قریب آتی جا رہی تھی جو آبشار کے گرنے کی تھی اور آگے جا کر راستہ مسدود ہو گیا تھا' لیکن یہی کرنا تھا انہیں اور یہی کر سکتے تھے کیونکہ سنبھلنے والے پجاری پھر چیخ پکار میں مصروف ہو گئے تھے اور انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ دیکھو دشمن بھاگ رہا ہے اسے جانے نہ دیا جائے۔ پھر وہ اس بڑے پتھر پر پہنچ گئے جہاں سے آبشار نیچے گرتا تھا اور ان گہرائیوں کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ لیکن گہرائیاں تو گہرائیاں ہوتی ہیں۔ سو یوں ہوا کہ ہبا نے اروکا کو دیکھا اور پھر عقب سے آنے والے پجاریوں کو پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہمارے سامنے اب زندگی کا کوئی راستہ نہیں رہا ہے' فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے اروکا' بہتر تو یہی ہو گا کہ اپنی محبت کو ان لوگوں کے حوالے کرنے کے بجائے ہم زندگی کھونے کا فیصلہ کر لیں۔"

"ساگی........." اروکا نے کہا تو ساگی ہنس پڑی پھر بولی۔

"تو کیا سمجھتا ہے اروکا محبت کی وادی میں قدم رکھتے ہوئے کیا میں نے نہیں سوچا تھا کہ یہ راستہ موت پر ختم ہوتا ہے' میری زندگی میں دو ہی مرحلے تھے' تیری قربت یا موت اور میرے باپ نے جو کچھ کیا میں اس کو ناکام بنانے کے لئے تیرے ہمراہ ہوں۔" ساگی نے آگے بڑھ کر اروکا کا ہاتھ پکڑ لیا اور اروکا کے سینے میں محبت کے جوالا مکھی پھوٹنے لگے' اس نے ہبا کو دیکھا اور کہا۔

"اور تو ہبا.........؟"

"اب بھی یہ سوال مجھ سے کرنا چاہتا ہے اروکا' جس طرح تو نے ساگی سے محبت کی

ہے اور جس طرح ساگی نے تجھ سے‘ وہی جذبے میرے سینے میں تیرے لئے ہیں‘ اگر تم دونوں ہی نہ رہے تو میں دیوانوں کی طرح زمین پر پھرتے رہنا پسند نہیں کروں گا‘ آہ دیکھ وہ لوگ قریب آگئے ہیں..........“

اور اس کے بعد ان لوگوں نے انتظار نہ کیا۔ ساگی نے اروکا کا ہاتھ پکڑا اور اروکا نے ہمبا کا اور اس کے بعد تینوں آبشار کی سفید موٹی چادر پر سوار ہوگئے اور ایک انوکھے سفر کا آغاز ہوگیا جس نے آنکھیں بھی بند کردیں اور کان بھی۔ پانی کا شور ان کے حواس چھیننے میں کامیاب ہوگیا اور پھر نیچے گرنے کا احساس اور اس کے بعد موت کا تصور‘ تینوں نے مضبوطی سے ایک دوسرے کو جکڑ لیا اور اس کے بعد دنیا سے بے خبر ہوگئے........

اوپر پجاری مشعلیں اٹھائے نیچے جھانک رہے تھے اور شاید مطمئن تھے کہ جو کچھ ہوا ہے اس کا انجام اس سے مختلف نہیں ہونا چاہیے تھا‘ انجام درحقیقت یہی مناسب تھا‘ لیکن انجام کیا ہوتا ہے اس کا فیصلہ انسان نہیں کرتے‘ آنے والا اور جانے والا اپنے بارے میں بے خبر ہوتا ہے اور یہی بے خبری ایک ایسی پراسرار داستان ہے جس کا کبھی انکشاف نہیں ہوسکا۔

سو یوں ہوا کہ جب سورج نے زمین پر جھانکا تو تین افراد کو ایک دوسرے سے منسلک پایا اور کیا ہی عجیب منظر تھا کہ تینوں ایک دوسرے سے اس طرح پیوست تھے جیسے ایک جان تین قالب ہوں اور سورج کی گدگداتی کرنوں نے اپنا فرض سرانجام دیا اور اس حیرت انگیز منظر کی تفصیل جاننے کے لئے کوشاں ہوگئیں۔ تینوں ہی کرنوں کی اس شرارت سے جاگ اٹھے تھے اور جاگ کر ادھر ادھر کا منظر دیکھنے لگے تھے اور یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ کونسی جگہ ہے جہاں وہ موجود ہیں۔ اور یہ احساس بھی نہیں ہوتا تھا کہ یہاں ان کی موجودگی کی وجہ کیا ہے‘ لیکن جسم متحرک ہوئے‘ تینوں اٹھ کر بیٹھ گئے‘ پہلے انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا‘ پھر آس پاس کے ماحول کو‘ اور شاید عورت کے اندر فطرت نے کچھ زیادہ صلاحیتیں رکھی ہیں تو ساگی ہی نے پہلی آواز اپنے حلق سے آزاد کی تھی۔

”آہ‘ کیا ہم زندہ ہیں‘ یا یہ عالم بالا ہے۔ وہ کہانی جو ہم بچپن سے سنتے آئے ہیں اور جس میں کہا جاتا ہے کہ موت کے بعد ایک اور جنم ہوتا ہے اور اس جنم میں اس جنم کی کہانیاں ہوتی ہیں‘ کیا یہ ہمارا موت کے بعد کا جنم ہے‘ اروکا‘ تیری آنکھیں بھی کھلی ہوئی ہیں‘ اس کا مطلب ہے کہ تو زندہ ہے اور ہمبا بھی زندہ ہے‘ کیا ہم موت کے بعد کی زندگی پاچکے ہیں۔“ تب ہمبا نے ادھر ادھر دیکھا‘ اس کے بعد اٹھ کھڑا ہوا پھر عقب میں دیکھا‘ پانی ان کے جسموں پر سے گزر رہا تھا اور واقعات چونکہ ایک ایک کرکے یاد آتے جارہے تھے‘ چنانچہ تینوں ہی کو یاد آگیا کہ وادی گریاں سے عبادت گاہ کے ذریعے وہ آبشار پر کودے تھے اور اس کے بعد درمیان ہی میں زندگی سے بے خبر ہوگئے تھے اور یہ ندی جو آبشار سے بن رہی تھی اور جس کا پانی بے انتہا ٹھنڈا تھا۔ یہاں آکر ایک عظیم پھیلاؤ اختیار کرگئی تھی اور زمین پانی کے نیچے سے صاف نظر آرہی تھی‘ لیکن اطراف کا ماحول بالکل اجنبی تھا۔ وہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ کونسی جگہ ہے اور یہ اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ یہ علامات موت کے بعد کی ہیں یا وہ زندہ ہی بچ گئے ہیں تو ہمبا نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اروکا ہم تینوں یکجا ہیں‘ چاہے یہ زندگی بعد الموت ہو یا پھر ہوسکتا ہے وقت نے ہم پر رحم کھایا ہو۔“

”ہاں ہمارے لباس بھی وہی ہیں‘ جسموں میں تھکن اور تھوڑی تھوڑی چوٹوں کا احساس ہے کیا تم لوگ بھی اپنے جسموں کو زخمی محسوس کررہے ہو؟“

”یہ سب بعد کے سوچنے کی باتیں ہیں‘ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم کس سمت نکل آئے ہیں‘ کیا ہمیں سمت کا کوئی اندازہ ہوسکتا ہے؟“

”کم از کم اس جگہ نہیں اور یہ بات ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ جگہ ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔“

”آؤ تو پھر اس سردی سے نجات حاصل کریں‘ وہ دیکھو ندی کے اختتام پر درختوں کا جو عظیم سلسلہ پھیلا ہوا ہے‘ وہ ہمیں حرارت بھی دے گا اور شاید اس بات کا ادراک بھی ہمیں ہو جائے کہ ہم کہاں نکل آئے ہیں۔“ اروکا نے ساگی کو سہارا دیا اور وہ لوگ

کنارے کی سمت چل پڑے' فاصلہ بے حد طویل تھا اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے ان کے بھیگے جسموں کو چھوچھو کر گزر رہے تھے تو ان کے بدن میں کپکپاہٹ پیدا ہوتی جا رہی تھی، لیکن سورج ان کی مدد کرنے پر آمادہ تھا اور آہستہ آہستہ اس کی تمازت بڑھتی جا رہی تھی۔ سو وہ کنارے کی جانب سفر کرتے رہے اور پھر یہ فاصلہ ختم ہوگیا۔ پہلا درخت ان لوگوں کے لئے زندگی کی مزید کہانیاں لے کر سامنے آیا کیونکہ یہ پھلوں سے لدا ہوا تھا اور پیلے رنگ کے یہ پھل ایک خاص پھل کہلائے جاتے تھے' لیکن اس سے یہ اندازہ بھی ہوتا تھا کہ وہ کونسی جگہ ہیں' سو ہمبا نے کہا۔

"یوں لگتا ہے اروکا کہ ہم وادی ترانہ میں آنکلے ہیں کیونکہ وادی ترانہ سے یہ پھل توڑ کرلے جائے جاتے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہوا کہ ہمارے داہنے سمت نیل کنٹھ کی وادی ہے۔"

"ہاں یقیناً" وہ سرمئی پہاڑ جو ہمیں یہاں نظر آرہے ہیں ان کی دوسری جانب نیل کنٹھ ہے۔"

تینوں بیٹھ گئے اور دھوپ کی تمازت سے اپنے بدن کو بحال کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

ہنگارہ نے قہر آلود نگاہوں سے پجاریوں کو دیکھا۔ سات افراد دست بستہ ہنگارہ کے سامنے بازو لپیٹے گردن جھکائے بیٹھے ہوئے تھے اور ہنگارہ انہیں گھور رہا تھا پھر اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"اور کیا تم لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہو کہ وہ یہاں سے زندہ واپس نہیں جاسکے۔"

"عظیم ہنگارہ ہم سے زیادہ بہتر جانتا ہے لیکن یہ سچائی ہے کہ وہ آبشار سے نیچے کودے تھے اور اس کے بعد ہم لوگوں نے کنارے کنارے بہت دور تک دیکھ ڈالا تھا لیکن ان کی لاشیں ہمیں نظر نہیں آئیں البتہ یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اتنی بلندی سے گر کر زندہ رہنے کا کوئی امکان باقی رہ سکتا ہے۔"

"لیکن حتمی طور پر یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ وہ مرچکے ہیں۔ یا پھر تم ایسا کہہ سکتے ہو۔" پجاریوں نے کوئی جواب نہیں دیا تو ہنگارہ کہنے لگا۔

"اور تم نے مجھے جس مشکل میں ڈال دیا ہے اس کا تم لوگ تصور بھی نہیں کرسکتے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اب تک میں نے جس محنت سے اپنے لئے ایک جگہ بنائی تھی تم نے وہ سب ختم کر دی ہے اور آنے والے وقت کے لئے کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔"

"مقدس رہنما ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تیرے لئے کوئی مشکل نہیں ہوگی اور تو جانتا ہے کہ تجھے کیا کرنا ہے' ہنگارہ خونخوار نگاہوں سے انہیں دیکھتا رہا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔"

"ہاں میں جانتا ہوں مجھے کیا کرنا ہے اور چونکہ تم لوگ ساری رات آنکھوں میں گزار چکے ہو اور اپنے کئے کا بھگتان بھگتتے رہے ہو اس لئے جاؤ آرام کرو جب چاند نکلے گا تو مقدس آگھورا کے حضور جاکر ہم اس سے مدد مانگیں گے۔" پجاریوں کے چہرے پھیکے پڑ گئے لیکن ہنگارہ آخری حکم دے چکا تھا اور آخری حکم دینے کے بعد کسی طرح یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ وہاں رک جاتے سو وہ واپس چل پڑے لیکن ہنگارہ کی آنکھوں میں موت کی سرخی ناچ رہی تھی پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اپنے حجرے میں آگیا' حجرے کے آخری حصے میں ایک بڑا سا طاق بنا ہوا تھا جس کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا لیکن ہنگارہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا طاق میں داخل ہوگیا' محرابی شکل کا یہ طاق بظاہر بے مقصد ہی نظر آتا تھا لیکن جب ہنگارہ اس میں داخل ہوا تو اچانک ہی اس کا نچلا پتھر اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور ہنگارہ کے سامنے تنگ راستہ نمودار ہوگیا جو گہرائیوں میں جاتا تھا۔ چھوٹی چھوٹی سیڑھیاں صاف ستھری اور شفاف تھیں۔ ہنگارہ ان سے نیچے اترتا چلا گیا۔ ان سیڑھیوں کا اختتام ایک تنگ و تاریک غار پر ہوا تھا جس میں دو چراغ روشن تھے اور اس روشنی میں چھ انسانی کھوپڑیاں نظر آرہی تھیں۔ ہنگارہ ان کے سامنے دو زانو بیٹھ گیا۔ اس نے قریب رکھے ہوئے ایک چوکور سے ڈبے سے کوئی سفوف نکالا اور اسے زمین پر ڈالنے لگا آہستہ آہستہ سفید دھواں بلند ہونے لگا اور غار میں غیر معمولی طور پر تیز روشنی پھیل گئی۔ ہنگارہ چٹکی بھر بھر کر وہ عجیب و غریب سفوف مسلسل زمین پر ڈالتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں رکھی ہوئی انسانی کھوپڑیوں کی آنکھیں روشن ہوتی چلی گئیں اور اس کی بھاری آواز ابھری۔ مقدس رہنماؤں میں نے ہمیشہ ہی تم سے رہنمائی چاہی ہے جو مشکل حالات مجھ پر آپڑے ہیں میں ان کے لئے تمہاری مدد چاہتا ہوں' آگھورا کے پجاریوں مجھے بتاؤ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔" تب درمیان میں رکھی ہوئی ایک کھوپڑی کے جبڑے ہلنے لگے اور

اس کی مدھم آواز ابھری۔

"تو جانتا ہے تیری ہزار راتیں پوری ہو چکی ہیں وہ ہزار راتیں جن کے لئے تو نے ہم سے مدد مانگی تھی اور ان ہزار راتوں میں ہنگارہ تو نے وہ کچھ کیا جو تیری بقاء کے لئے کسی طور سود مند نہیں تھا' ہنگارہ اگر ان ہزار راتوں میں سے کچھ راتیں تو اپنی نفس پرستی سے ہٹ کر گزار لیتا اور وہ سب کچھ کر لیتا جو تیری بقاء کے لئے ضروری ہوتا تو آج تجھے یہ تشویش نہ ہوتی' ہنگارہ ہزار راتوں کے پورے ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ اب ہر لمحہ تیرے زوال کا لمحہ ہے۔"

"نہیں.........ایسا نا کہو' ایسا نہ کہو میں اپنا زوال نہیں چاہتا۔"

"یہ وقت کی تحریر ہے اور تحریریں کبھی مٹتی نہیں ہیں۔"

"لیکن مجھے تمہارا سہارا حاصل ہے' میں تمہاری مدد چاہتا ہوں۔" ہنگارہ نے کہا اور کھوپڑی سے آواز آنا بند ہوگئی تب ہنگارہ پھر وہی سفوف چٹکی چٹکی زمین پر ڈالنے لگا اور روشنی بڑھ گئی تب اس نے ایک اور کھوپڑی کی طرف رخ کر کے کہا۔

"منتورا میں تیرا مشورہ سننا چاہتا ہوں۔"

"سات پجاریوں کی قربانی مقدس آگھورا کے حضور دے اور اس کے بعد یہ جان کہ تیرا آگے کا مستقبل کیا ہے' لیکن قربانی کے بعد۔"

"میں قربانی دوں گا میں جانتا تھا کہ یہ قربانی مجھ سے طلب کی جائے گی اور اس کے لئے میں نے ان پجاریوں کو طلب کر لیا ہے جو درحقیقت قابل سزا تھے کیونکہ انہی کی غفلت سے ایک مقدس پجارن یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوگئی ہے اور میں یہ جانتا ہوں کہ کسی پجارن کا نکل جانا میرے لئے کس قدر نحوست کا باعث ہو سکتا ہے۔"

"جب تو یہ بات جانتا تھا تو کیا تجھے اس کے لئے پہلے سے تیار نا ہو جانا تھا' غفلت ہی تو موت کا راستہ بنتی ہے تو ہم سے کچھ نامعلوم کر پائے گا بس جا قربانی کی رسم سے گزر جا اور اس کے بعد آنے والے وقت کا انتظار کر۔" ہنگارہ خاموش ہوگیا تھا اس کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور باہر نکل آیا۔ اسے یہ احساس تھا کہ جن ہزار راتوں کے لئے اس نے

جاپ کیا تھا' قربانیاں دی تھیں وہ ہزار راتیں پوری ہو چکی ہیں لیکن کاش ان ہزار راتوں کے ختم ہونے سے پہلے وہ اپنی آگے کی زندگی کے لئے کوشش کر لیتا لیکن بھول گیا تھا اور بھولنے کا نتیجہ برا ہی ہوتا ہے سو پھر یوں ہوا کہ سارا دن وہاں سوگ منایا جاتا رہا۔ پجاری خاموش خاموش سے ادھر ادھر گھومتے رہے۔ وہ لڑکیاں جنہیں یہاں داسی بنایا تھا اپنے غاروں میں دبکی رہیں وہ ہوا تھا جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا اور ہر ایک کو اس کی خبر مل گئی تھی کہ ساگی یہاں سے فرار ہو گئی ہے اور اس کے محبوب نے اسے حاصل کر لیا ہے۔ سفید رات کو اسی وقت جب چاند آسمان پر نمودار ہوا وہ ساتوں پجاری ہنگارہ کے حضور پہنچ گئے اور ہنگارہ نے مسکراتے ہوئے ان کا خیر مقدم کیا۔

"پھر انہیں ساتھ لیکر بلندیوں کی جانب چل پڑا اور بالآخر اس غار کے کنارے پہنچ گیا جہاں عبادت کی جاتی تھی لیکن عبادت صرف پجاریوں کے لئے ہوتی تھی۔ غار کی گہرائیوں میں مقدس گھر موجود تھا۔ پھر ہنگارہ نے ان ساتوں کو ایک کنارے کھڑا کر دیا اور خود پیچھے ہٹ کر آسمان کی جانب ہاتھ اٹھا کر بھیانک آواز میں کچھ منت پڑھنے لگا' پجاری تھر تھر کانپ رہے تھے پھر ہنگارہ کی لات اس پجاری کی کمر پر پڑی جو اس کے عین سامنے تھا۔ پجاری کی دلدوز چیخ گونجی لیکن اس سے پہلے کہ دوسرے پجاری کچھ سمجھ سکیں ہنگارہ برق رفتاری سے انہیں اس بڑے غار میں دھکے دینے لگا جو گدھ کی رہائش گاہ تھے اور اس کے بعد ہنگارہ جانتا تھا کہ ان پجاریوں کی کہانی کس طرح غار کی گہرائیوں میں جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ یہ مقدس قربانی دینے کے بعد اس نے پھر وہی راہ اختیار کی تھی جہاں سے گزر کر یہاں تک پہنچا تھا۔ اپنے پچھلے دن کے معمول کے مطابق اس نے ان کھوپڑیوں کے سامنے بیٹھ کر اپنی بھیانک آواز میں پھر ان کی امداد طلب کرنا شروع کر دی اور اس بار ساتوں کھوپڑیوں کی آنکھیں روشن ہو گئی تھیں۔ ان کے جبڑے ہلنے لگے تھے اور ان کی بھیانک آوازیں غار میں گونجنے لگی تھیں۔"

"اور فیصلہ ہو گیا ہے ہنگارہ۔ وہ کچھ نا ہو سکے گا جو تو چاہے گا اور اس کے بعد جو کچھ بھی ہو گا تیرے تصور کے خلاف ہو گا۔"

"میں آسانی سے موت نہیں قبول کروں گا۔"

"موت آسانی سے آتی بھی نہیں ہے ہنگارہ یہی ہمارا فیصلہ اور یہی ہمارا جواب ہے۔" پھر کھوپڑیوں کی آنکھیں بند ہو گئیں ہنگارہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"میرے پاس بہت سے جادو ہیں' بہت سے منتر ہیں۔ ٹاری ویگا کو جہنم بنا دوں گا میں اتنا کمزور نہیں ہوں' میں ہاں میں اتنا کمزور نہیں ہوں۔" وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اس کے بعد اپنی جگہ سے باہر نکل آیا۔ پھر رات کی عبادت کرنے والے پجاریوں نے اسے آسمان کے نیچے کھڑے ہوئے ہی پایا تھا اور وہ سب اس خوف و دہشت کا شکار ہو گئے تھے کہ ہنگارہ کا اس طرح کھڑا رہنا نا جانے کون سے عذاب کا باعث بنے گا۔"

اروکا کو یوں محسوس ہوا تھا جیسے نئی زندگی کی خوشخبری اس کے لئے آسمان سے اتری ہو۔ وہ اس مقولے کا قائل تھا کہ محبت حاصل کرکے اگر ایک دن کی زندگی بھی مل جائے تو وہ صدیوں کی زندگی سے بہتر ہوتی ہے ہمبا اس کا قابل اعتماد ساتھی تھا۔ کافی دیر تک دھوپ میں اپنے آپ کو سینکنے کے بعد وہ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے ساگی بھی مسرور تھی اور ہمبا بھی' انہوں نے آگے کے سفر کا آغاز کر دیا۔ ہمبا نے راستے میں کہا۔

"اور اب ٹاری ویگا کی جانب ہماری واپسی تو کسی طور ممکن ہی نہیں ہے۔ ایک جانب نگارا اپنی بیٹی کے معبد سے فرار ہو جانے پر چراغ پا ہوگا تو دوسری طرف معبد کے پجاری نہ جانے بستی پر کیا ظلم ڈھائیں گے۔ یہ جو کچھ ہوا ہے وہ اپنی جگہ منفرد نوعیت کا حامل ہے اور ٹاری ویگا پر شاید ایسا عذاب کبھی نازل نہیں ہوا ہوگا۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن میں خوش ہوں کہ ساگی کو اس کی مرضی کے خلاف وہاں نہیں رکھا جاسکا اور ہم نے وہ کیا جو ہمیں کرنا چاہیے تھا۔"

"مجھے زندگی کی طلب نہیں ہے لیکن جو کچھ میں اس عبادت گاہ کے بارے میں معلوم کر چکی ہوں وہ اس قدر دلدوز ہے کہ بستی والوں کو اس کی خبر ہونی چاہیے تھی۔" ہمبا نے ساگی کی طرف دیکھا اور پھر ٹھنڈی سانس لیکر بولا۔

"عبادت گاہوں کے بارے میں خاموشی ہی مناسب تصور کی جاتی ہے۔" ساگی خاموش ہوگئی۔ وہ لوگ سفر کرتے رہے۔ جنگلوں کا سلسلہ طویل سے طویل تر ہوتا چلا گیا تھا۔ ہمبا نے کہا۔

"اور ہمارے لئے یہ گنجائش بھی نہیں چھوڑی گئی کہ ہم نیل کنٹھ کی جانب نکل جائیں۔"

"جب ہمارا مقدس راہنما زندہ تھا وہ جو ایک حقیقت تھا اور جس کے دور میں ٹاری ویگا کو کبھی' کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا' میری مراد ہیوبرٹ ایڈلیمن ساویو ویگا سے ہے' تب سب کچھ ٹھیک تھا لیکن اس کے بعد ہنگارہ نے جس طرح نیل کنٹھ سے دشمنی مول لے لی اب ادھر قدم رکھنے کا مطلب فوری طور پر موت کو آواز دینا ہے۔"

"لیکن میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں ہمبا۔"

"کیا..........؟"

"کیا زندگی' انسان اور آبادیاں صرف دو ہی قبیلوں پر مشتمل ہیں' ان وسیع و عریض جنگلات میں دور دور تک کیا کوئی اور قبیلہ موجود نہیں ہوگا' کیا ہم کسی نئی دنیا کی جانب نہیں جاسکتے؟ یہ سوال بارہا میرے ذہن میں پہلے بھی ابھرا ہے مگر میرے دادا نے کبھی مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا.........."

تمہارا مطلب یہ ہے کہ ہم نئے جہانوں کی تلاش میں نکلیں۔""

"کیا یہ مناسب نہیں ہوگا۔"

"ہے تو سہی۔" ہمبا پر خیال لہجے میں بولا۔ وہ سفر کرتے رہے۔ پورا دن گزر گیا جنگلوں کا سلسلہ ختم ہوگیا تھا اور شاید ٹاری ویگا کی سرحدیں بھی۔ پھر رات آگئی اور یہ رات انہوں نے ایک جگہ قیام کرکے گزاری دوسری صبح وہ جب سفر کے لئے نکلے اور انہوں نے ایک طویل سفر طے کرنے کے بعد تھوڑا سا وقت سکون سے گزارا تو ان کی نگاہیں ایک ایسی عجیب و غریب شئے پر پڑی جنہیں دیکھ کر وہ دم بخود رہ گئے تھے یہ تین خوفناک کھوپڑیاں تھیں لیکن پہاڑوں کی مانند ان کی جانب نگراں ایک کھوپڑی انتہائی وسیع و عریض تھی۔ دو اس سے کچھ چھوٹی تھیں لیکن اس جیسی انسانی کھوپڑیوں کا تصور انہوں نے خواب میں بھی نہیں کیا تھا۔ تینوں دم بخود رہ گئے تھے۔

یہ بات تو نادر شاہ بھی جانتا تھا کہ کینوس سے ڈھکی ہوئی ان گاڑیوں میں مکمل وقت نہیں گزارا جاسکتا' اول تو گھٹن' اندھیرا اور پھر ظاہر ہے قیدیوں کی سی حیثیت کون خوشدلی سے قبول کر سکتا تھا' چنانچہ اس نے عقب میں ایسی جگہیں رکھی تھیں جہاں سے باآسانی باہر نکلا جاسکے' لیکن پوری طرح جائزہ لینے کے بعد' یہ طے کرلیا گیا تھا کہ عقبی حصہ مکمل طور پر محفوظ ہے اور ٹاری ویگا سامنے ہے' ایک شخص کی ڈیوٹی وہاں مستقل لگی رہتی تھی۔ مستعد اور جوان العمر لوگوں میں اب زاہد کا بھی اضافہ ہو چکا تھا اور اس کے بارے میں حتمی طور پر یہ فیصلہ کرلیا گیا تھا کہ مرزا نصیر بیگ کو بھول کر زاہد کی اپنی شخصیت کو مدنگاہ رکھا جائے' وہ اگر ایک اچھا انسان نہ ہوتا تو کسی بھی طرح اپنے معاون بلکہ ایک طرح سے باس مرزا نصیر بیگ کی زندگی کا گاہک نہ بنتا اور اصولوں کو بے اصولی پر ترجیح نہ دیتا۔ چنانچہ زاہد کو بھی ایک باعزت مقام دیا گیا تھا اور متفقہ طور پر اس پر مکمل اعتماد کرلیا گیا تھا۔ چنانچہ اب یوں ہوتا کہ فیروز' زاہد اور نادر شاہ کی ڈیوٹیاں لگائی جاتی تھیں اور بھی لوگ تھے جو اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے' اصل میں جب تک ٹاری ویگا کی جانب سے کسی قسم کی کوئی تحریک سامنے نہ آجائے وہ اندر قدم نہیں رکھ سکتے تھے' حالانکہ قبیلہ ان سے بہت زیادہ فاصلے پر نہیں تھا اور کبھی کبھی بلندیوں سے وہ جائزہ لے لیتے تھے اور انہیں لوگ نظر آجایا کرتے تھے۔ لیکن یہ جگہ شاید ان کے لئے بھی عام جگہوں میں سے

ں تھی' اس لئے ابھی تک کسی کو بھی اس جانب بھٹکتے ہوئے نہیں دیکھا گیا تھا۔ البتہ ی بات اس درمیان ضرور ہوئی تھی وہ یہ کہ ہر شخص نے نادر شاہ کو ایک طرح سے اپنا پنی لیڈر تسلیم کرلیا تھا' ان کی حیرتیں اور اس کے بارے میں چہ میگوئیاں اپنی جگہ' لیکن ن کی ہربات اب آنکھیں بند کرکے مانی جاتی تھی' ویسے بھی وہ ایک ایسی شخصیت رہا تھا ن پر کسی کو کبھی اعتراض نہیں ہوا تھا سوائے ریٹا ہاروے کے لیکن ریٹا ہاروے تو اب ی موم ہوئی تھی کہ کبھی کبھی مائیکل بائر اور لارک اینجلو ہنسنے لگتے تھے اور ریٹا پر ازیں بھی کستے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ریٹا اب صحیح معنوں میں عورت بن گئی ہے۔

"میں آخر عورت کب نہیں تھی' کیا آپ لوگ اس بات کی نشاندہی کرسکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں میڈم ہاروے۔"

"بتائیے پھر کیا نظریات ہیں آپ کے؟"

"مسٹر ہاروے آپ کے شوہر کا نام نہیں ہے۔" مائیکل بائر نے کہا اور ہنس پڑا۔ ریٹا ا ہنسنے لگی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"دو باتیں ہیں مسٹر لارک اینجلو اور مسٹر مائیکل بائر۔"

"کیا؟"

"دیکھئے' میں سب کی بات نہیں کر رہی' لیکن میرے مشاہدے میں جو کچھ آیا ہے وہ ہے کہ یا تو مرد بیوی نام کی ایک گائے پال لیتا ہے جو اس کے اشاروں پر سینگ ہلاتی ہے یا پھر عورت کو مرد نام کا ایک بندر پالنا پڑتا ہے جو اگر اس کے اشاروں پر نہ ناچے تو اسے اس کے اشاروں پر ناچنا پڑتا ہے' اس سلسلے میں میرے نظریات بچپن ہی سے اب تھے۔"

"مثلاً" آپ کا یہ خیال تھا کہ شادی نہیں کرنی چاہیے۔"

"نہیں۔"

"پھر؟"

"اپنی مرضی کی بات تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"اور میں آج تک اس پر بہت خوش ہوں۔"

"مس ہاروے کبھی آپ کو کسی ذہنی الجھن کا سامنا تو نہیں کرنا پڑتا۔"

"آپ یقین کریں اگر کبھی کوئی ذہنی الجھن مجھ پر طاری ہوتی ہے تو صرف اس تصور کے ساتھ کہ خدانخواستہ اگر میں شادی کر لیتی تو کیا ہوتا۔" ریٹا ہاروے کی اس ظریفانہ بات پر سب نے قہقہے لگائے تھے، پھر لارک اینجلو کہنے لگا۔

"لیکن مس ہاروے اس وقت آپ مکمل طور پر عورت نظر آ رہی ہیں۔"

"اس بچی کی بات کرتے ہیں آپ؟"

"ہاں۔"

"تو پھر اس سلسلے میں میرا تجربہ بھی سن لیجئے، عورت اور کچھ ہو یا نہ ہو لیکن فطری طور پر ماں ضرور ہوتی ہے اور اس کے اندر یہی جذبہ ایسا ہے جس پر شاید وہ مشکل ہی سے قابو پا سکتی ہو، بچے تو خیر سبھی کو پسند ہوتے ہیں، لیکن اس بچی میں کچھ ایسی خوبیاں ہیں جو اس کا قرب حاصل کرنے کے بعد سامنے آئی ہیں۔"

"مثلاً؟"

"یہ عجیب و غریب فطرت کی مالک ہے، کاش میں الفاظ میں اس کے بارے میں آپ کو بتا سکتی۔"

"پھر بھی۔"

"کیا آپ یقین کریں گے میں نے اس کی آنکھوں میں لاتعداد کہانیاں رقصاں دیکھی ہیں؟"

"زندہ باد، مثلاً" کونسی کہانیاں ہیں وہ؟"

"آہ کاش ان کہانیوں کا مفہوم میں سمجھ سکتی ان کا ترجمہ الفاظ میں کر سکتی۔"

"کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ صرف آپ کی ذہنی اختراع نہیں ہیں۔"

"خیر مطلب یہ ہے آپ کا کہ یہ بچی آپ کو بے حد پسند ہے؟"

"ہاں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی نجانے کیسے کیسے احمقانہ خیالات بھی میرے دل میں آنے لگے ہیں۔" ریٹا ہاروے نے کہا۔

"وہ لوگ فرصت سے تھے، کوئی منصوبہ سامنے نہیں تھا اس لئے اطمینان سے ایک درخت کی آڑ میں بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے۔"

"مسٹر بائر دیکھئے انسان کی اپنی سوچیں ہوتی ہیں غلط بھی اور صحیح بھی، میں آپ کو ایک حیرانی کی بات بتاؤں، پہلے میں نے ان لوگوں سے ایک بے مقصد نفرت کا آغاز کر دیا تھا۔ بس نجانے کیوں ایک عجیب سا احساس میرے دل پر طاری رہتا تھا وہ یہ کہ یہ ملازم قسم کے لوگ ہیں، لیکن انہیں ضرورت سے زیادہ اہمیت دے دی گئی ہے، اول تو میں اگر سچ پوچھیں تو ابتداء ہی سے اس بات کی مخالفت کرتی ہوں اور آج تک اس کے سلسلے میں تشویش کا شکار ہوں کہ ہم ایک پورے قبیلے کے رہنما کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، سائی تھول اس قدر احمق تو نہیں ہوگا کہ ایک نقلی لڑکی کو قبیلے کی تقدیر کا مالک سمجھ کر قبول کر لے، اگر اسکے بھی تو اپنے کچھ ایسے معاملات ہوں گے جن سے وہ حقیقت کا پتہ لگا سکے۔"

"آپ کو اس سلسلے میں یہ بات معلوم ہے کہ وہاں تک پہنچنے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا جائے گا کہ اس لڑکی کی پشت پر کسی قسم کا ایک نیل کنٹھ کا نشان پینٹ کر دیا جائے گا۔"

"اور آپ سمجھتے ہیں کہ یہ بات قابل اطمینان ہوگی"

"یہ کرنا پڑے گا۔"

"بے شک آپ کو یقیناً" کرنا پڑے گا۔ میں سائی تھول کی بات کر رہی ہوں کہ کیا وہ اسے قبول کر لے گا؟" مائیکل بائر، لارک اینجلو کی جانب دیکھنے لگا تو لارک اینجلو نے تشویش سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بات میری سمجھ سے بھی باہر ہے۔"

"لیکن اس وقت تو آپ لوگ اس سے پوری طرح متفق ہو گئے تھے۔"

"بھئی معاملہ یہ تھا کہ اصل بچی تو ہمارے ہاتھ سے نکل چکی ہے اب کنور مہتاب

علی اور ہدایت اللہ بھی تو آخر ہمارے ساتھ ہیں اور بہرحال اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ تجربے کار مہم جو ہیں' پھر سب سے بڑی بات یہ کہ بچی کے باپ کی حیثیت سے کنور مہتاب علی جو موجود ہے' وہ اس بات کی تصدیق کرے گا سائی تھول کے سامنے کہ یہی وہ بچی ہے۔"

"سب کچھ ہو گا' آپ لوگ مجھے صرف یہ بتائیے کہ کیا سائی تھول اس بات کو قبول کرلے گا؟"

"ریٹا' یہ رسک تو بحالت مجبوری لینا پڑے گا ہمیں۔"

"یہ بھی مانتی ہوں۔ آپ لوگوں نے یہ بھی سوچا ہے کہ اگر اس نے یہ تسلیم نہیں کیا تو پھر آپ لوگ کیا کریں گے؟"

"خود کو تقدیر کے حوالے کرنے کے علاوہ اور کیا کرسکتے ہیں؟"

"ایک مذہبی رہنما کو' چاہے ان کا تعلق انہی لوگوں کے مذہب سے کیوں نہ ہو دھوکہ دینا اتنا آسان نہیں ہو گا اور جو واقعات پیش آچکے ہیں اس کے باوجود اگر اس نے انتقامی جذبے اختیار کرلئے تو زندگی بچانا مشکل ہو جائے گی۔" لارک اینجلو ہنسنے لگا پھر بولا۔

"اور اگر قبول کرلیا پھر خزانے ہماری دسترس سے باہر نہیں ہوں گے۔"

"ہاں یہ ایک مفروضہ ہے جس پر سوچا جاسکتا ہے۔"

"بات وہیں آکر ختم ہوگئی یعنی یہ کہ آپ کے ذہن میں' اور کیا خیالات ہیں؟"

"یہ خیال بھی تھا میرے ذہن میں اور دوسری ایک بات جو مجھے محسوس ہوئی ہے وہ بڑی انوکھی ہے۔"

"کیا؟"

"وہ لڑکی جس کا نام شمسہ ہے اور جو سردار خان کی بیوی ہے' ماں نہیں معلوم ہوتی۔"

"واہ' انوکھا خیال ہے۔"

"خیال بے شک انوکھا ہے لیکن نگاہ عورت کی ہے۔" ریٹا ہاروے نے کہا۔

"سوری مس ہاروے آپ کو اس بات کا آخر کیا تجربہ؟"

"مطلب یہ ہے کہ میں اگر ماں نہیں ہوں تو عورت کی نگاہ بھی نہیں رکھتی ہوں؟"

"خیر نہیں' ہم آپ سے آپ کی یہ حیثیت نہیں چھین سکتے۔"

"تو میں کہہ رہی تھی کہ وہ اپنی حرکات و سکنات سے ماں نہیں لگتی اور وہ شخص باپ بھی نہیں لگتا۔"

"چلئے چھٹی ہوئی' مطلب یہ ہے کہ وہ اس بچی کے ماں باپ نہیں ہیں۔"

"بات کو اگر غور سے دیکھیں مسٹر بائز تو میری بات کے وزن کو محسوس کریں گے۔ مذاق اڑانے کے لئے تو خیر کوئی بھی پوائنٹ پکڑا جاسکتا ہے۔"

"نہیں واقعی اب سنجیدگی سے بتائیں کہ اس کے پس منظر میں آپ کو کیا نظر آرہا ہے۔"

"کچھ نہیں' میں کوئی ایسی بات نہیں کہنا چاہتی' وہ دونوں میاں بیوی بہت اچھے لوگ ہیں' خاص طور سے وہ شخص سردار خان' آپ لوگ یقین کریں' میں نے اس کے اندر ایک باہمت پرعزم اور تجربے کار مہم جو چھپا ہوا دیکھا ہے۔ اگر اس کی شخصیت درحقیقت وہی ہے جو ہمارے سامنے ہے تو یہ شخص مجھے جس قیمت پر بھی حاصل ہوا میں اسے حاصل کرنے کی کوشش کروں گی' اس کی اگر تربیت ہو جائے تو آپ لوگ یقین کریں کہ ایک ایسا مہم جو وجود میں آئے گا جس کی ساری دنیا میں شہرت ہوگی۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے وہ لاانتہا ذہین اور اعلیٰ کارکردگی کا مالک ہے' یوں لگتا ہے جیسے موت نام کی کسی شے کا اسے کوئی خوف نہ ہو۔"

"نوجوان بھی ہے اور خوبصورت بھی' خیر یہ تو ہوئی ایک الگ بات میں اس کی شخصیت کے پس پردہ کسی اور شخصیت پر بحث کرنا چاہتی ہوں' ہو سکتا ہے اس کے اندر کوئی اور شخصیت چھپی ہوئی ہو' ایسی حالت میں وہ دونوں ایسے میاں بیوی نہیں ہو سکتے جو

عام طریقے سے ملازمت حاصل کرلیں۔"

"ٹھیک ہے، ممکن ہے ایسی کوئی بات ہو، ممکن ہے وہ درپردہ دو مہم جو ہوں، جو اس طرح ہم سے فائدہ اٹھا کر ہمارے ساتھ آ گئے ہوں۔"

"ہاں۔"

"مگر اس سے فرق کیا پڑتا ہے؟"

"کوئی فرق نہیں پڑتا، اگر وہ ہم پر ظاہر ہو جاتے تو آپ لوگ یقین کریں کہ ہم اس سے زیادہ ان کی قدر کرتے، خیر یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسے ہم قابل بحث نہیں کہہ سکتے، اوہو یہ حضرات ادھر ہی آ رہے ہیں۔"

ریٹا ہاروے نے جیمس پیرے اینڈ کمپنی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

مائیکل بائز وغیرہ نے ان لوگوں کا کھڑے ہو کر استقبال کیا تھا۔ ریٹا ہاروے ہنس کر کہنے لگی۔

"ہم نہیں جانتے مسٹر جیمس پیرے کہ اگر باہر کی دنیا میں ہماری آپ سے ملاقات ہوتی تو ہم کس طرح آپ کا خیر مقدم کرتے۔ لیکن بہرحال جنگلوں کی یہ دنیا بھی بہت دلچسپ ہے اور اگر آپ صرف مہم جو ہوتے تو آپ ان حالات سے اس طرح لطف اندوز ہوتے جس طرح ایک مہم جو اپنی زندگی کے خطرناک لمحات سے لطف اندوز ہوتا ہے۔"

"جیمس پیرے وہاں بیٹھ گیا اور مسکراتا ہوا بولا۔ "حقیقت یہ ہے کہ میں مہم جو نہیں ہوں۔ لیکن آپ لوگوں کا اتنے عرصے ساتھ رہ چکا ہے کہ اب مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ زندگی میں بے شمار شعبے ایسے ہوتے ہیں جو انسانوں کی نگاہوں سے بے شک دور ہوں لیکن ان کی اپنی دلچسپی کا انداز منفرد ہوتا ہے۔"

"گویا آپ کو بھی یہ زندگی پسند آ رہی ہے۔"

"ہاں بری نہیں ہے۔ بس یوں کہیئے کہ آسائشوں کے عادی جسموں کو وہ سب کچھ نہیں مل پاتا جس کے وہ طلبگار ہوتے ہیں۔"

"ہاں اصل میں یوں سمجھ لیجئے کہ جسمانی مشقت کے مختلف انداز ہوتے ہیں۔ اگر

آپ یہ تصور کرلیں کہ اپنی دنیا میں رہ کر آپ بہت آسانی سے وقت گزارتے ہیں تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک غلط خیال ہے۔"

"نہیں آپ ٹھیک ہیں۔ میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔ زندگی کا تو ہر سانس جدوجہد سے عبارت ہے، جدوجہد نہ ہو تو زندگی کا تصور کیا ہوگا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔"

"بالکل میں یہی کہنا چاہتی تھی۔"

"خیر چھوڑیئے، میں تو آپ لوگوں سے یہ سوال کر رہا تھا کہ کب تک ہم یہاں یہ مقدس کھوپڑیاں سجائے بیٹھے رہیں گے۔ وہ شخص جو آپ کا پارٹی لیڈر ہے، بے شک ایک ذہین اور قابل اعتماد انسان ہے لیکن یہاں جتنے افراد موجود ہیں ان میں سے ہر شخص کا اپنی اپنی جگہ ایک مقام ہے اور کچھ تو نہ سہی لیکن کم از کم یہ تو ہے کہ مستقبل کے پروگراموں سے سب کو آگاہ رہنا چاہیے۔"

"اوہو آپ یہاں قیام کی طوالت سے شاید کچھ بیزاری محسوس کر رہے ہیں۔" مائیکل بائز نے کہا۔

"بالکل۔ میں یہی کہنا چاہتا تھا۔" جیمس پیرے آہستہ سے بولا۔

چند لمحات کے لئے مکمل خاموشی طاری ہوگئی لیکن مائیکل بائز اور اس کے رفقاء چونکہ خود مہم جو تھے اور ہر طرح کی صورت حال سے ان کی زندگی کو واسطہ پڑ چکا تھا اور کسی بھی طور وہ اس وقت متحرک پروگرام سے منحرف نہیں تھے۔ چنانچہ لارک اینجلو نے کہا۔

"مسٹر جیمس پیرے، کچھ ایسی فضاء قائم ہے یہاں ہماری اس مہم جو پارٹی کے درمیان کہ کوئی بھی شخص اپنے آپ کو کسی سے کم محسوس نہیں کرتا اور نا ہی کسی کی یہ خواہش ہے کہ دوسرا اس کے احکامات کی پابندی کرے، اگر کسی شخص کے ذہن میں کوئی مؤثر تدبیر آتی ہے تو میرے خیال میں فوری طور پر اس کا اظہار کر دیا جائے تاکہ دوسرا اسی انداز میں سوچے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔"

"مطلب.........؟" جیمس پیرے نے کہا۔

"اگر آپ کے ذہن میں کوئی اور خیال ہے اور آپ اسے مناسب سمجھتے ہیں تو براہ کرم دوسروں کو اس سے آگاہ کیجئے ہم فوری طور پر اس پر عمل کریں گے اگر وہ قابل عمل ہو۔؟"

"نہیں میرا یہ مطلب بالکل نہیں ہے' بس میں یہ کہہ رہا تھا کہ یہاں قیام کی طوالت کتنی ہوگی۔"

"اصل میں مسٹر جیمس پیرے ہم ٹاری ویگا پہنچ گئے ہیں۔ جب تک ٹاری ویگا تک آنے کا معاملہ تھا تو ہم اپنی مرضی کے مطابق سفر اختیار کرسکتے تھے۔ لیکن اب یہاں آنے کے بعد ہمیں سوچنے پر مجبور ہونا پڑا ہے جہاں تک ٹاری ویگا کے بارے میں ہماری معلومات ہیں اور اس کا بھی موقع فراہم کیا جاسکتا ہے کہ گومی سیانا سے ٹاری ویگا کے بارے میں مزید معلومات حاصل کی جائیں کیونکہ وہی اس طرف نشاندہی کا باعث بنی ہے۔ آپ نے یہ دیکھا کہ ہمارا پروگرام کچھ اور تھا۔ لیکن جب آپ نے ایک مناسب تجویز پیش کی اور کہا کہ ٹاری ویگا کے راستے اگر نیل کنٹھ تک رسائی حاصل کی جائے تو بہت بہتر ہوگا' ہم نے فوراً" اس بات پر عمل کیا کیونکہ آپ کی یہ تجویز قابل عمل تھی۔ ہو سکتا ہے آپ کے اپنے ذہن میں اس کے دوسرے معاملات واضح نہ ہوں۔ لیکن آپ اس سلسلے میں سب سے گفتگو کرسکتے ہیں۔ ایک لائحہ عمل ترتیب دیا جارہا ہے اور اس ترتیب میں وقت لگتا ہے۔ ہمارے اندر جو سوچیں بیدار ہو رہی ہیں ان کا انداز بالکل مختلف ہے اور ہم ایک موثر جامع طریقہ کار پر عمل کرنے کے لئے اپنے ذہنوں میں منصوبے ترتیب دے رہے ہیں۔"

"میں ان منصوبوں سے ناواقف ہوں۔"

"یقیناً" آپ ناواقف ہیں کیونکہ ابھی وہ زیر عمل ہیں۔"

"کیا آپ مجھے ان کے بارے میں تھوڑا بہت کچھ بتانا پسند کریں گے۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ یہاں کوئی بات کسی سے چھپانے کا جذبہ کسی کے دل میں موجود

نہیں ہے۔"

"خیر یہ میں جانتا ہوں۔ جیمس پیرے نے اس بات سے اتفاق کیا۔"

"اصل میں مسٹر جیمس پیرے' ہمارا جو ایک نظریہ تھا اور اس کے بارے میں آپ سے مختلف موقعوں پر بات چیت بھی ہو چکی ہے وہ آپ کے علم میں ہے۔ نیل کنٹھ میں سائی تھول حکمران ہوتا ہے اور اسی کے زیر تحت نیل کنٹھ حکمرانی کرتی ہے' آپ کو اس بات کا علم ہے کہ ہم لوگ پہلے نیل کنٹھ آچکے ہیں اور ہمارے درمیان تھوڑے سے ایسے کچھ غلط معاملات پیش آگئے کہ ہمیں یہاں سے فرار ہونا پڑا اور اب پھر ہم وہاں کوشش کرنا چاہتے ہیں' لیکن اس سلسلے میں چونکہ ہمیں کچھ خدشات ہیں جن پر ہم مکمل طور پر سوچ رہے تھے' آپ کی اس تجویز نے ہمارے ذہنوں میں بھی تبدیلی رونما کی اور ہم آپ کی تجویز پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوگئے تو مسٹر جیمس پیرے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا موجودہ طریقہ کار کیا ہو۔ میرا خیال ہے اس سلسلے میں آپ کو مطمئن کرنے کے لئے آج ہم تمام لوگ جمع ہوئے جاتے ہیں یا پھر جو تجویز زیر عمل ہے اور جس پر غور کیا جا رہا ہے اس کی تفصیل ہم بھی آپ کو بتا سکتے ہیں۔"

"پلیز مسٹر مائیکل بائر میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ذہنی طور پر ذرا سا مطمئن کر دیں۔"

"دیکھئے اس وقت ہمارے پاس ٹاری ویگا آنے کا جو جواز ہے وہ یہ ہے کہ چند کردار ہمارے لئے اہمیت کا باعث بن گئے ہیں۔ مثلاً" گومی سیانا جو ٹاری ویگا سے گئی ہے اور ٹاری ویگا کے بارے میں خاصی معلومات رکھتی ہے۔ اس کی ساتھی لڑکی الاشا ایک الگ حیثیت کی حامل ہے۔ دوسرا ایمرے ہے جو پتہ نہیں کس شخصیت کا مالک ہے لیکن اس کا تعلق بھی ٹاری ویگا سے ہے۔ میں خاص طور سے یوٹ کا نام لینا چاہتا ہوں جس کے بارے میں گومی سیانا کا خیال ہے کہ وہ ہیوبرٹ ایڈلیمن کا بیٹا ہے اور ہیوبرٹ ایڈلیمن ساویو ویگا ٹاری ویگا کا بڑا پجاری تھا......... یقیناً" اب اس کی جگہ کسی اور شخص نے سنبھال لی ہوگی۔ لیکن گومی سیانا کا کہنا ہے کہ یوٹ جسے بچپن میں ٹاری ویگا سے لے جایا گیا تھا اصل میں ٹاری

ویگا کے پجاری کا صحیح جانشین ہے۔ یوٹ ذہنی طور پر یہاں کے قابل نہیں رہا۔ لیکن چونکہ اس کی شخصیت قابل بھروسہ ہے' وہ ایمرے کا جتنا وفادار ہے آپ کو بھی اس کا علم ہے مسٹر جیمس پیرے۔ ایسے حالات میں اگر ہم یوٹ سے کوئی بہتر فائدہ اٹھالیں تو یہ ایک کامیابی ہوگی ہماری' بات سمجھ رہے ہیں ناں آپ .... لیکن ان تمام کرداروں کو ان کی جگہ فٹ کرنے کے لئے ہمیں ایک طریقہ کار درکار ہے۔ ہم نے یہاں جو یہ انداز اختیار کیا ہے میرا مطلب ہے جسے آپ مقدس کھوپڑیوں کی سجاوٹ کہہ رہے ہیں تو اس سے آپ یقین کریں کہ ہمارا صرف یہ مقصد ہے کہ اگر ٹاری ویگا کے وحشی یا غیرمہذب لوگ ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں تو اس انداز سے خوفزدہ ہو جائیں اور ہمیں تحفظ حاصل ہو سکے اور جب ہم یہاں کے ماحول سے تھوڑی سی واقفیت حاصل کرلیں گے تو آگے بڑھ کر ٹاری ویگا میں داخل ہوں گے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ ٹاری ویگا میں ہم ایک ایسی موثر حیثیت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں جس کے بعد ہم نیل کنٹھ کی جانب ذرا مختلف انداز میں آگے بڑھیں۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا میرا مقصد......... ہم یہ نہیں چاہتے کہ نیل کنٹھ والے ہمیں اس انداز میں دیکھیں جس انداز میں پہلے دیکھ چکے ہیں۔ اس سے ہمیں نقصانات کا خدشہ ہے جبکہ دوسری شکل ہمارے لئے زیادہ سود مند ہو سکتی ہے یعنی ہم خفیہ طریقے سے نیل کنٹھ کی جانب قدم بڑھائیں اور اپنا کام اس انداز میں کریں کہ ہمیں کوئی دقت پیش نہ آئے۔"

جیمس پیرے سوچ میں ڈوب گیا۔ مائیکل بائر نے بھی یہ سب کچھ اپنی طرف سے نہیں کہا تھا بلکہ اصولی طور پر یہ کنور مہتاب علی کی طرف سے تجویز پیش کی گئی تھی اور کنور مہتاب علی کا نظریہ یہی تھا کہ چونکہ لڑکی اصل حیثیت نہیں رکھتی اس لئے نیل کنٹھ میں انہیں دشواریاں پیش آسکتی ہیں۔ ادھر سرہدایت اللہ کو یہ حقیقت معلوم تھی کہ اصل لڑکی ان کے پاس موجود ہے۔ لیکن وہ یہ چاہتے تھے کہ اس وقت تک یہ بات منظر عام پر نہ آئے جب تک کہ دوسری کوششیں ناکام نہ ہو جائیں' اور ان کے پس پردہ بھی ایک جذبہ تھا۔ وہ دیکھ چکے تھے کہ عرشی کس قدر گل سے منسلک ہوگئی ہے اور پھر یہ بچی

حالانکہ سرہدایت اللہ کا ابھی تک اس سے کوئی واسطہ نہیں رہا تھا کچھ ایسی حیثیت کی حامل ہوگئی تھی کہ وہ لوگ بھی اسے اپنے آپ سے دور کرنا نہیں چاہتے تھے۔ کچھ ایسے الجھے ہوئے معاملات درپیش تھے کہ ہر شخص اپنے اپنے طور پر سوچ رہا تھا اور اس کی وجہ سے یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ اگر ٹاری ویگا میں قدم جمانے کے بعد نیل کنٹھ کی جانب رسائی حاصل کی جائے تو یہ ایک زیادہ دلچسپ مسئلہ ہو جائے گا۔

بہرحال یہ سب کچھ اسی انداز میں طے پایا تھا کہ اس کے لئے کوششیں کی جائیں اور کسی موثر وقت کا انتظار کیا جائے۔ مائیکل بائر نے مختصراً" الفاظ میں یہ تفصیل جیمس پیرے کو سمجھائی تو جیمس پیرے بھی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"آہ مجھے واقعی یہ بات معلوم نہیں تھی۔"

"اصل میں مسٹر جیمس پیرے' مہم جوئی ایک ایسا نشہ ہے کہ انسان اس سے کبھی فرار نہیں حاصل کر سکتا۔ اگر وہ ایک بار مہم جوئی کا مزہ چکھ چکا ہے۔"

"میں اس سے اختلاف نہیں کرتا........."

"نہیں بات اختلاف کی نہیں ہے۔ اصل میں ہم یہ کہہ رہے تھے کہ ہر کام کا ایک طریقہ کار ہوتا ہے اور جلد بازی اور وہ بھی خاص طور سے ایسی جگہوں پر جہاں نہ کوئی تحفظ ہو نہ کسی قسم کی بچت کا ذریعہ.........اب بتائیے آپ ان جنگلوں میں کیا کرسکیں گے' آپ ان وحشیوں کو اپنے خلاف کر لیتے ہیں۔ ہمیں ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا ہوگا۔"

جیمس پیرے اب اس بات سے متفق نظر آرہا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب تو مجھے سوری کہنا چاہیے۔"

"نہیں مسٹر جیمس پیرے ایسی کوئی........." مائیکل بائر نے ابھی اتنا ہی جملہ ادا کیا تھا کہ دفعتاً" ایک سیٹی کی آواز فضاء میں ابھری۔ یہ سیٹی ہمیشہ اس طرف سے بلند ہوتی تھی جدھر پہرہ دیا جاتا تھا اور پہرے پر اس وقت فیروز موجود تھا' سیٹی اسی نے بجائی تھی سب اس کی جانب متوجہ ہوگئے غالباً" فیروز کسی ایسے خاص واقعہ کی نشاندہی کرنا چاہتا تھا جو اس وقت ان لوگوں کے لئے توجہ کا باعث تھا.........

ہنگارہ بہت کم بستی کی آبادیوں میں اترتا تھا اور جب وہ وادی گریاں کی پہاڑیوں سے نیچے آتا تھا تو بستی میں ایک ہیجان پھیل جاتا تھا۔ سب سمجھتے تھے کہ ہنگارہ کوئی ایسی ہی بری خبر لے کر آرہا ہے جو دیوتاؤں کی جانب سے اسے دی گئی ہے اور یقینی طور پر کچھ لوگوں کی موت کچھ کی تباہی اس کے جلو میں سفر کر رہی ہے۔ بستی کے لوگوں نے اپنے اپنے کام چھوڑ دیئے تھے۔ وہ سب کے سب ایک جگہ جمع ہوتے جارہے تھے اور خوفزدہ نگاہوں سے ہنگارہ کو پجاریوں کے جلو میں آگے آتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ چالاک ہنگارہ نے اپنے گرد آگ کا حصار قائم کیا ہوا تھا۔ اس کے پورے بدن سے شعلوں جیسی لپک نپٹی ہوئی تھی اور محافظ آگ اس کے ہمراہ سفر کر رہی تھی' پجاری اس کے دونوں سمت قطاریں بنائے ہوئے چل رہے تھے' ہنگارہ کے ہاتھ میں سانپ جیسی شکل کی لکڑی دبی ہوئی تھی۔ سر پر بہت بڑا سا تاج تھا وہ ایک لمبا چغہ پہنے ہوا تھا اور قہرو غضب کے دیوتا کی شکل اختیار کئے ہوئے بستی کی جانب آرہا تھا۔ بستی والے خود ہی یہ کام کرلیا کرتے تھے کہ جب کبھی ہنگارہ بلندیوں سے نیچے اترتا وہ ایک دوسرے کو خبر کر دیتے اور سارے کے سارے اس جگہ جمع ہو جاتے جہاں ہیوبرٹ ایڈلیمن ساویو ویگا کا پتھریلا مجسمہ ایستادہ تھا۔ ساری باتیں اپنی جگہ لیکن بستی کے لوگ اپنی تاریخ کے مقدس پیشوا کو کبھی فراموش نہیں کرتے تھے اور ہنگارہ یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ بستی والوں کو ہر طرح اپنے جادو سے

ر کیا جاسکتا ہے لیکن اگر کبھی ہیوبرٹ ایڈلیمن ساویو ویگا کے مجسّمے کو کوئی نقصان پہنچایا گیا تو بستی والے اس کے قابو سے باہر ہو جائیں گے اور اس وقت اس کا جادو بھی ان پر اثر انداز نہیں ہوگا۔ وہ اس کو پتھروں سے کچل کچل کر مار دیں گے۔ اتنے ہی عقیدت مند تھے وہ اور ہنگارہ خود بھی اپنے دل میں حسد کی آگ سجائے ایڈلیمن ساویو ویگا کو اپنا مقدس راہنماء مانتا تھا حالانکہ اس کی دلی آرزو تھی کہ اس مجسّمے کی جگہ اس کا مجسمہ تعمیر کیا جائے لیکن وہ جانتا تھا کہ یہ وہ آرزو ہے جسے وہ کسی قیمت پر بھی پورا نہیں کراسکتا اور اس وقت بھی یہی ہوا' بستی کے لوگوں نے ایک دوسرے کو خبر کی اور لوگ ہنگارہ پر لعنت بھیجنے لگے۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ مقدس پیشوا کی حیثیت سے گدھ کا محافظ تھا لیکن بستی والوں کو آج تک اس کی پیشوائی قبول نہیں ہوئی تھی اور وہ صرف برے لمحات سے بچنے کے لئے اس کی اطاعت کرتے تھے۔ سو وہ میدان انسانوں سے بھر گیا جہاں ساویو ویگا کا مجسمہ نصب تھا اور وہ سب کے سب ہنگارہ کی قریب آمد کا انتظار کرنے لگے سو ہنگارہ ساویو ویگا کے مجسّمے کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے اپنا سانپ نما عصا قوت سے زمین پر مارا اور اس کی دم زمین میں پیوست ہوگئی کھڑے ہوئے سانپ کے سامنے وہ رکا اور اس کے بعد گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر ساویو ویگا کے مجسّمے کے قریب جھک گیا۔ اس کے بعد سیدھا ہوا اور رخ بدل کر بستی والوں کی جانب منہ کر کے بولا۔

"اور تم لوگ جانتے ہو کہ جب بھی میں پہاڑوں سے نیچے اترتا ہوں تو کوئی ایسا پیغام لیکر آتا ہوں جو مجھے دیوتاؤں نے دیا ہو' مقدس گدھ کی قسم میں اس وقت بھی تم لوگوں کے لئے ایسا ہی ایک پیغام لیکر آیا ہوں' تم میں سے ایک معزز بوڑھا میرے سامنے آئے' مجھ سے گفتگو کرے اور سوالات کرے تاکہ میں اسے جواب دے سکوں اور ایک بوڑھا آدمی آہستہ قدموں سے چلتا ہوا ہنگارہ کے سامنے آگیا۔ اس نے دونوں ہاتھ سیدھے کئے اور تھوڑی سی گردن خم کر کے بولا۔"

"گدھ کے پجاری میں لوگوں کے ایماء پر تیرے سامنے آیا ہوں۔"

"تو سن اے شخص' جو کچھ ہوا ہے وہ ایسا ہے کہ ہمیں اپنی عبادتوں کو چھوڑ کر نیچے

آنا پڑا..........."

"کیا ہوا ہے مقدس پیشوا.........."

"برائیاں ایک بار پھر آسمان کی جانب رخ کر کے چیخ رہی ہیں۔"

"کیسی برائیاں۔"

"وہ برائیاں جو تم لوگوں کے درمیان پیدا ہوتی ہیں' مقدس گدھ کا معبد تو نیکیوں کا مسکن ہے اور وہاں عبادت گزاروں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوتا لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بستی کے لوگ عبادت گاہوں کا تقدس بھی مجروح کر دیتے ہیں۔"

"ایسا کون ہے؟" بوڑھے نے سوال کیا۔

"مجھے اس کا نام "اروکا" بتایا گیا ہے۔"

"اروکا........" بوڑھے نے کہا۔

"ہاں........ اروکا ہی ہے اس کا نام اوزوہ دھوا نامی شخص کا پوتا ہے۔"

"آہ........وہ اروکا' ہمبا کا ساتھی........"

"ہاں ایک بد شکل اور بد رو نوجوان بھی اس کے ہمراہ تھا۔"

"لیکن ہوا کیا ہے مقدس پیشوا........"

"کچھ وقت قبل ایک شخص نے ایک لڑکی کو معبد کی پجاری کی حیثیت سے معبد میں پہنچایا تھا اور اس کا نام نگارا تھا۔"

"نگارا........"

"ہاں........"

"نگارا سامنے آ........" بوڑھے نے کہا اور مجمع کو چیرتا ہوا نگارا چہرے پر خوف کی پرچھائیاں لئے ہوئے سامنے آ گیا اور بوڑھے نے اسے دیکھا۔

"نگارا کیا تو نے اپنی بیٹی کو مقدس معبد کی نگرانی میں دیا تھا۔"

"ہاں........"

"لیکن بستی والوں کو تو اس بارے میں معلوم نہیں ہو سکا تھا۔"

"اصل میں مجھے بشارت ہوئی تھی۔" نگارا نے گردن خم کر کے چالاکی سے کہا۔

"کیسی بشارت۔" اس بار ہنگارہ نے سوال کیا تھا۔

"مقدس راہنما بہت وقت قبل میں نے اپنی بیٹی کو معبد کی پجارن کی حیثیت سے منتخب کیا تھا اور اس کی خبر بھی معبد کو کر دی تھی۔"

"ہاں پھر کیا ہوا۔"

"اس کے بعد میں اس کی عمر کے وہ دن پورے ہونے کا انتظار کرنے لگا جب مقررہ وقت پر میں اسے معبد کی خدمت میں پیش کر دوں۔"

"بولتا رہ........ بولتا رہ۔" ہنگارہ نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"لیکن پھر مجھے خواب میں بشارت ہوئی کہ میں وقت کا انتظار نا کروں اور اپنی بیٹی کو معبد کی تحویل میں پہنچا دوں' مجھ سے یہ بھی کہا گیا' خوابوں میں آ کر کہنے والے دیوتاؤں کی شکل رکھتے تھے۔"

"کیا تو دیوتاؤں کی شکل پہچانتا ہے۔"

"نہیں' وہ جس کے خدوخال نا ہوں جو سفید لبادے میں ملبوس ہوں اور جو سورج کی کرنوں پر سفر کرتے ہوئے زمین پر پہنچے ہوں وہ دیوتا ہی ہو سکتے ہیں اور اگر نہیں بھی ہوتے تو کم از کم دیکھنے والا انہیں مقدس دیوتا ہی سمجھتا ہے۔" ہنگارہ نے اس چالاک شخص کو غور سے دیکھا پھر بولا۔

"پھر کیا ہوا۔"

"دیوتاؤں نے مجھ سے کہا کہ وقت کے پورا ہونے کا انتظار نہ کروں نام و نمود کی خواہش نہ کروں' اپنا فرض پورا کروں۔" میں نے پوچھا کہ دیوتا میرا فرض کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ ساگی کو معبد پہنچا دیا جائے اور اس خاموشی کے ساتھ پہنچا دیا جائے کہ کسی کو اس کی خبر تک نا ہو سکے' میں بھلا دیوتاؤں کے حکم سے کیسے منحرف ہو سکتا تھا۔ ساگی کو تیار کر کے بالا آخر میں نے معبد تک پہنچا دیا اور اس کے گواہ مقدس پجاری ہیں۔

"ہوں........ کیا تو جانتا تھا کہ ساگی کسی نوجوان سے محبت کرتی ہے۔"

"محبت..........." نگارا نے متحیر رہ جانے کی کوشش کی۔

"ہاں.........اور وہ نوجوان اروکا تھا۔"

"آہ مقدس پیشوا میں نہیں جانتا تھا اور یہ تو ایسی انوکھی بات ہے کہ مجھے اس پر حیرت ہو رہی ہے۔ ہاں بہت دن پہلے جوہان نامی شخص نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اپنی بیٹی کی اس سے شادی کردوں تو میں نے جوہان سے معذرت کرتے ہوئے یہی کہا تھا کہ وہ تو معبد کی داسی ہے' بھلا اس داسی سے میں کیسے شادی کرا سکتا ہوں اس کے بعد بات ختم ہوگئی تھی........." نگارا نے خوف کے عالم میں کہا جبکہ وہ یہ بھول گیا تھا کہ جوہان اب اس سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتا بلکہ یہ ساری صورتحال معلوم ہونے کے بعد تو اس کی آتش غضب اور بھڑک اٹھی ہے لیکن خوف کے عالم میں اسے جوہان کا خیال نہ رہا اور وہ جھوٹ بولتا رہا.........

"پھر کیا ہوا........."

"ساگی کو معبد کی تحویل میں دینے کے بعد میں نے اس سے ہر طرح کے ذہنی رابطے منقطع کر لئے۔"

"ہمبا اور اروکا وادی گریاں میں مقدس عبادت گاہ تک پہنچے اور انہوں نے ساگی کو حاصل کیا پھر وہ آبشاروں کی آغوش میں چلے گئے اور یہ ایک ایسا بدنما عمل تھا جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ وہ اس حد تک سرکش کیسے ہوئے' انہوں نے یہ عمل کیوں کیا میں یہ کچھ نہیں جانتا میں تو صرف یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ بستی والوں نے مقدس معبد کی توہین کیوں کی اور کیا اس کے بعد وہ اس تباہی کا انتظار نہیں کریں گے جو ان پر نازل ہونے والی ہے۔"

"رحم مقدس پیشوا رحم......... ہم سب کا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"نگارا میں تیری بات کو کس طرح تسلیم کر لوں جبکہ میرا علم کہتا ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے۔"

"ہاں یہ شخص جھوٹا ہے مقدس پیشوا......... اور بڑی حیرت کی بات ہے کہ یہ اس

طرح مقدس راہنما کے سامنے سفید جھوٹ بول رہا ہے۔" جوہان نے طیش و غضب کے عالم میں آگے بڑھ کر کہا اور نگارا کا چہرہ تاریک ہوگیا جبکہ سب کی نگاہیں جوہان کی طرف اٹھ گئی تھیں۔

"تو کون ہے.........؟" ہنگارہ نے سوال کیا۔

"میں نام جوہان ہے اور میں وہی ہوں جس کے بارے میں اس نے تجھے بتایا۔"

"یعنی وہ جو اس کی بیٹی ساگی کا طلبگار تھا۔"

"ہاں مقدس راہنما۔"

"تو کیا کہنا چاہتا ہے۔"

"جب میں نے اس شخص سے کہا کہ میں اس کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں تو اس نے فوراً" یہ بات مجھے بتائی کہ اس کی بیٹی ساگی تو معبد کی بھینٹ کر دی گئی ہے اور وہ اپنی عمر کی تکمیل کے بعد معبد میں داسی کی حیثیت سے جاتا ہے۔"

"ہوں' پھر کیا ہوا۔"

"لیکن میں نے دیکھا کہ رات کی تنہائیوں میں آسمان پر نکلے چاند کے تلے اس کی بیٹی ساگی اروکا سے ملنے جاتی ہے اور وہ بدشکل بندر ان کی نگرانی کرتا ہے۔"

"کون ہمبا۔"

"ہاں میں اسی کی بات کر رہا ہوں۔"

"پھر........."

"تو میں نے اپنا فرض سمجھتے ہوئے اور سچ بات یہ ہے مقدس راہنما کہ میں تیرے لئے جھوٹ نہیں بول سکتا میں نے اپنا فرض سمجھتے ہوئے اسے اس بات کی اطلاع دی........."

"نگارا کو........."

"ہاں اسی کی بات کر رہا ہوں۔" نگارا کا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ وہ اس وقت میں پکڑا گیا تھا اور اس وقت اس کو یہ خیال نہیں رہا تھا کہ جوہان

اس کے خلاف گواہی دے سکتا ہے لیکن اب کیا ہو سکتا تھا تیر ہاتھ سے نکل گیا تھا اور مقدس راہنما کے سامنے جھوٹ کی سزا وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ جوہان نے کہا۔

"تو پھر یہ ہوا کہ میں نے اسے اس بات کی اطلاع دی اور یہ چراغ پا ہوا' تب اس نے میرے ساتھ جاکر اپنی بیٹی کو اروکا کی آغوش میں دیکھا اور شاید اس خوف کا شکار ہوکر کہ کہیں اس پر معبد کا عتاب نازل نہ ہو یہ اپنی بیٹی کو لیکر معبد پہنچ گیا اور اسے وہاں چھوڑ دیا گیا۔"

"ہوں.........." ایک طرح سے اس کی نیک نیتی ثابت ہوتی ہے اور یہ قابل قصور نہیں ٹھہراتا سوائے اس کے کہ اس نے اس حقیقت کو چھپانے کے لئے بشارت کے جھوٹے خواب کا ذکر کیا اور گدھ کے پجاری کے سامنے یہ جھوٹ ایک بدترین جرم کی حیثیت رکھتا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اروکا کو اور اس شخص کو یہ جرات کیسے ہوئی کہ معبد کی ایک لڑکی کو نکال کر لے آئے۔"

"مقدس راہنما اروکا ایک بد قماش نوجوان ہے' ہمبا نامی بد شکل انسان کا دوست ہے اور بوڑھے دھوا نے اسے بہت زیادہ آزادی دے رکھی ہے اور جب سے وہ وادی گریاں کے اس پار سے زرد پتیاں لیکر آیا ہے اس کے مزاج ٹھکانے ہی نہیں آتے' وہ اپنے آپ کو بہت بہادر اور بہت بڑا انسان سمجھنے لگا ہے' یہ ایک بدترین بات تھی لیکن افسوس ایسی کوئی صورتحال نہیں ہے کہ ہم ایسے بدقماش لوگوں کی شکایت کسی سے کریں.........."

"ہوں.........میں تو یہ سوچ کر پہاڑوں سے نیچے اترا تھا کہ مجرموں کو سزائیں دوں گا اور اگر یہ سزائیں" قبول نا کی گئیں تو مقدس گدھ کا عتاب ان پر نازل کروں گا لیکن یہاں یہ محسوس ہوتا ہے کہ اصل مجرم کوئی نہیں ہے' دھوا بوڑھا اور اپنے پوتے سے عاجز.........وہ بھی مجرم نہیں تصور کیا جاتا' دھوا تو کہاں ہے.........؟" ہنگارہ نے پکارا اور لڑکھڑاتا ہوا دھوا آگے آکر ہنگارہ کے قدموں پر گرا پڑا.........."

"نہیں دھوا یہ تیرے جرم کا بھگتان نہیں ہے' میں تم لوگوں کو کوئی نقصان پہنچائے

بغیر بس ایک ہدایت کرنا چاہتا ہوں' معبد کے نام پر' معبد کے تقدس کے نام پر' ہدایت یہ ہے کہ بوڑھا دھوا اور نگارا جتنے آدمیوں کو ساتھ لیکر جانا چاہیں ان تینوں کی تلاش میں نکل جائیں۔ آج چاند کا بیسواں روز ہے جب چاند آسمان کی تاریکیوں میں گم ہو جائے تو ان تینوں مجرموں کو معبد میں ہونا چاہیے' یہ تم لوگ جانتے ہو کہ وہ کیسے گرفتار ہو سکتے ہیں' کہاں سے ان کو پکڑا جاسکتا ہے' مقدس گدھ کے پجاریوں کو اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ ان چکروں میں پڑیں' جو تمہارا کام ہے وہ تمہیں ہی کرنا ہے سو جاؤ لیکن یہ بات ذہن میں رکھو کہ اگر ڈوبتے چاند کی رات تینوں مجرم معبد میں نہیں پہنچا دیئے گئے تو پھر بستی پر عتاب نازل ہوگا' میں یہ بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ان لوگوں کی مدد کے لئے بستی کا ہر فرد اپنے آپ کو پیش کردے اور ان کی تلاش میں ان کی مدد کرے اور اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو ڈوبتے چاند کی رات گزرے گی اور دوسرے دن سے ہی بستی میں تباہیوں کا آغاز ہو جائے گا۔ یہ میری طرف سے نہیں بلکہ مقدس دیوتا کی طرف سے حکم ہے کیونکہ معبد کی ایک پجارن کو اس طرح سے اغواء کرکے لایا گیا ہے۔"

"لیکن تیرا کہنا ہے مقدس پیشوا کہ وہ آبشار کے ذریعے نیچے گرے ہیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ زندہ ہوں۔"

"ہاں.........وہ زندہ ہیں کیونکہ جہاں تک دیکھا جاسکا ہے ان کا کوئی نشان نہیں مل سکا اور وہ یقینی طور پر بچ کر نکل گئے ہیں۔ چنانچہ ان کی زندگی کی گواہی میں دیتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے مقدس پیشوا اور تیرا شکریہ کہ تو نے ہمیں ان کے گناہ کی سزا نہیں دی........." ہنگارہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ ایک جھٹکے سے مڑا اور پجاریوں کو اشارہ کرکے واپس عبادت گاہ کی جانب چل پڑا۔

بستی کے لوگ دور تک اسے جاتے دیکھتے رہے تھے۔ پھر ان میں آپس میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

"کیا یہ پجاری کا انصاف ہے؟"

"تم لوگ ہنگارہ سے انصاف کی توقع رکھتے ہو۔"

"بے وقوفو۔" یہ تم نے کیا باتیں شروع کر دیں۔ کیا تم وقت سے پہلے تباہی کو آواز دینا چاہتے ہو۔" ایک بوڑھے شخص نے کہا۔

"تم خود سوچو سوکارا......... گناہ کس نے کیا ہے۔ اروکا' ھمبا اور نگارا کی بیٹی نے اور وہ پوری آبادی کو سزا دینے کا اشارہ کر کے گیا ہے۔"

"وہ دیوتاؤں کا عتاب ہے۔"

"تو ہم کیا کریں۔"

"ان تینوں کو تلاش کرو اور انہیں مقدس گدھ کے سامنے پیش کرو۔"

"اور اگر وہ نہ ملیں تو۔"

"تو مشکل وقت کا انتظار کرو۔"

"میری تو بس ایک تجویز ہے۔" ایک پر جوش نوجوان نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

"کیا تجویز ہے تیری۔" نوجوان کے باپ نے اسے کڑی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"مشکل وقت آئے گا۔ ضرور آئے گا۔ کیونکہ بد صورت دوست بہت چالاک ہے۔ وہ ان لوگوں کو پاتال کی گہرائیوں میں لے جائے گا اور وہ کبھی نہ مل سکیں گے اور ہنگارہ بستی بھر میں تباہی مچا دے گا۔ اس مشکل وقت سے بچنا مشکل ہے تو پھر انتظار کیوں کیا جائے۔ ہنگارہ کے خلاف بغاوت کرو۔ اس سے نجات حاصل کر لو۔"

"تو چل یہاں سے۔ پاگل دیوانے......... بستی کے دوسرے لوگ مشکل کا شکار ہوں یا نہ ہوں تیری ان باتوں سے ہم ضرور مشکل کا شکار ہو جائیں گے۔ چل اٹھ........."

"نہیں سنگال۔ کون تیری شکایت کرے گا۔ یہ تو ہم سب کے دل کی آواز ہے۔ آہ......... مگر ایسا کیسے ہو........." کسی بندے نے کہا۔

"اس کے جادو کا مقابلہ کرو گے کیا؟"

"کرنا پڑے گا........." لوگ باتیں کرتے رہے۔

ان کی خوفزدہ نگاہیں ان عجیب و غریب کھوپڑیوں کا جائزہ لے رہی تھیں اور ان کے جسموں میں خون کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ بہت دیر تک کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکل سکا پھر اروکا نے ہی ھمبا کو مخاطب کیا۔

"ھمبا یہ کیا ہے.........؟"

"میں اپنے ذہن میں ایک ایسی داستان کو یاد کر رہا ہوں' جو کبھی کسی نے مجھے سنائی تھی۔ لیکن اس عمر میں جب میں سوچوں میں مکمل نہیں تھا اور میرے ہوش و حواس بہتر حالت میں نہیں تھے۔ لیکن ایسا کوئی ذکر کہیں ضرور ہوا تھا' میرے ذہن میں اس کی کلبلاہٹ ہے۔"

"کیا مطلب........."

"مقدس کھوپڑیاں........."

"لیکن یہ کھوپڑیاں اگر ہیں بھی تو کیسی......... اور ان کی حیثیت کیا ہے ...."

"کچھ نہیں کہا جا سکتا' مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا۔"

"آہ اس کا مطلب ہے کہ ہمارے راستے بند کر دیئے گئے ہیں۔"

"کیوں........."

"کیا ہم اس سمت جانے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔" اروکا نے کہا۔

"مگر ہمیں روکا تو نہیں جا رہا۔"

"کیا ہم ان کے سامنے جاسکیں گے۔ اروکا نے سوال کیا اور ہمبا گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے متفکر نگاہوں سے ساگی کی طرف دیکھا۔"

"اس لڑکی سے بھی تو کوئی سوال کرو۔"

"کیوں ساگی کیا کہتی ہو.........؟"

"ساگی اس وقت ان دونوں سے زیادہ باہمت ثابت ہوئی۔" اس نے کہا۔

"میں تو صرف ایک بات کہنا چاہتی ہوں اروکا؟"

"کیا.........؟"

"کیا آسمان کی بلندیوں سے پانی کی دھاروں کے ذریعے زمین کا سفر کیا جاسکتا ہے۔"

"کیا مطلب........"

"ہم نے یہ سفر کیا ہے۔"

"ہاں........"

"اور دوران سفر ہم اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے تھے۔"

"بالکل ہمیں کچھ یاد نہیں تھا۔"

"لیکن ہم نے اپنے آپ کو زندہ پایا۔"

"تو کیا کہنا چاہتی ہے۔"

"میں نہیں جانتی اروکا کہ مقدس معبد کی توہین کرکے ہم نے کیا کیا ہے۔ یقیناً یہ ایک گناہ عظیم ہے لیکن اروکا میں صرف ایک بات کہتی ہوں۔"

"کیا........"

"کہا یہ گیا ہے کہ محبت ہی دیوتا ہے' محبت ہی چاند ہے محبت ہی سورج' محبت آسمانوں سے برستی ہوئی بارش ہے' محبت کالے بادلوں میں چمکتی ہوئی بجلی کی مانند ہے' محبت ہی دیوتاؤں کی اطاعت سکھاتی ہے اور محبت ہی زندگی کو موت کی جانب لے جاتی ہے۔ جب محبت ہی سب کچھ ہے اور دیوتا سچے ہیں تو وہ محبت کے محافظ ہوں گے دشمن

نہیں۔"

"ہمبا نے حیرت سے ساگی کی صورت دیکھی اور اروکا کی جانب رخ کرکے بولا۔"

"کیا یہ ساگی بول رہی ہے۔"

"مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے اس کی آواز میں دیوتا بول رہے ہیں۔" اروکا نے عقیدت سے کہا۔

"لیکن اس کا ایک ایک لفظ سچ ہے اور دیوتاؤں کی زبان ہی سچی ہوتی ہے۔"

"گویا یہ تسلیم ہے کہ محبت ہی سب کچھ ہے۔"

"محبت نہ ہوتی اروکا تو بد صورت ہمبا تیری توجہ کا مرکز کیسے بنتا۔ یہ محبت ہی ہے جس نے سب کچھ بھلا کر اس شخص میں تیرے لئے دلچسپی پیدا کی جسے بستی کا ہر شخص نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ یہ محبت ہی ہے کہ ہمبا ساگی کو لے کر آبشار میں کود گیا ورنہ زندگی کسے پیار نہیں ہوتی۔"

"میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔"

"اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ محبت ہی ہے جس نے ہم تینوں کو زندگی بخشی........"

"میں ان تمام باتوں کو مانتا ہوں مگر اس سے نتیجہ کیا نکلتا ہے۔"

"ہمیں اپنے راستے پر سفر کرنا چاہیے۔ اگر محبت اتنی ہی طاقتور ہے کہ پانی کی چادر پر زندگی دے سکتی ہے تو پھر یہ کھوپڑیاں ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گی۔" ساگی نے کہا۔

"ٹھیک ہے' میں انکار نہیں کروں گا اس بات سے' ہمبا تو کیا کہتا ہے۔"

تو مجھ سے یہ سوال کرتا ہے کہ ہمبا تو کیا کہتا ہے تو مجھے بہت دکھ ہوتا ہے اروکا۔ تو زرد پتیوں کے حصول کے لئے تنہا نکل گیا تھا۔ لیکن تیرا موقف میں سمجھتا ہوں تو صرف اپنی زندگی داؤ پر لگانا چاہتا تھا' آبشار کے پانی پر کود کر میں نے تیری اسی بات کا جواب دیا تھا اور اب بھی تجھ سے یہی کہتا ہوں کہ جو فیصلہ تو کرے گا ہمبا اس میں تیرے ساتھ

ہے' ارے بے وقوف یہ کیوں نہیں سوچتا کہ اگر تو اس دنیا میں نہیں ہوگا تو کیا ہمبا اس زمین پر کتوں کی طرح گھومتا پھرے گا۔ تیرے بغیر وہ کیوں زندہ رہے گا......... چنانچہ جو بھی فیصلہ تو کرے' اس میں ہمبا کو اپنا شریک سمجھ۔"

"تو پھر آ ہمبا ہم لوگ چلتے ہیں بلکہ کیوں نہ ہم ان مقدس کھوپڑیوں کی جانب ہی سفر کریں۔"

"ہوں۔" ہمبا نے آہستہ سے کہا پھر ساگی کی طرف دیکھ کر بولا......... "اور تو ساگی.........؟"

ساگی مسکرا دی' اس نے کہا۔ "جب اروکا مجھے پہلی بار ملا تھا تو سچی بات یہ ہے کہ میں نے اپنے دل میں اس کے لئے محبت کے نشتر نہیں محسوس کئے تھے بلکہ یہ مجھے اچھا ضرور لگا تھا اور یوں ہی اسے چھیڑنے کو جی چاہا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ جو لمحات گزرے انہوں نے مجھے یہ احساس دلایا کہ میں تو صدیوں سے اروکا ہی کی منتظر ہوں۔ اسی کے لئے جینا چاہتی ہوں اسی کے لئے مرنا چاہتی ہوں اور جب جینے مرنے کا فیصلہ ہو گیا تو پھر خوف نام کی کوئی چیز کہاں سامنے آسکتی ہے۔"

تینوں کے سینے مضبوط ہو گئے اور انہوں نے ان کھوپڑیوں کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ اب ان کا خوف ان کے دل سے نکل گیا تھا۔ البتہ وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ یہ کون سی آسمانی چیزیں ہیں' کیا یہ دیوتا ہے جو ان کی مدد کے لئے آئے ہیں یا پھر......... یا پھر......... لیکن کوئی فیصلہ کرنا بے حد مشکل تھا......... ان کے قدم ان بھیانک چیزوں کی جانب بڑھنے لگے۔

چمکدار دن تھا اور قرب و جوار کا پورا ماحول روشن' فیروز نے باہوش و حواس ان لوگوں کو دیکھا تھا اور اس کی جوان آنکھوں نے ان کا بھرپور جائزہ لے لیا تھا۔ دو مرد تھے اور ایک عورت......... فیروز نے ان لوگوں کو ہوشیار کرنے کے لئے سیٹی بجائی تھی' سب سے پہلے نادر شاہ ہی اس کے پاس پہنچا تھا' کیونکہ یہ تمام ذمہ داریاں ان لوگوں نے اسی کے سپرد کر دی تھیں اور سب کچھ اس کی سپرویژن میں ہو رہا تھا........."

"کیا بات ہے فیروز........."

"وہ دیکھو سردار خان وہ........." فیروز نے اشارہ کیا اور نادر شاہ کی نگاہیں بھی اس کی جانب اٹھ گئیں۔ رفتہ رفتہ تمام لوگ جمع ہوتے جا رہے تھے۔ نادر شاہ نے ان تینوں کو بغور دیکھا......... پھر آہستہ سے بولا۔

"فیروز بظاہر ان کے آس پاس' آگے پیچھے اور کوئی نظر نہیں آتا........."

"یہی جائزہ میں بھی لے رہا تھا کہ وہ تنہا ہیں یا ان کے پیچھے ٹاری ویگا کا کوئی اور گروہ بھی ہے۔"

"محسوس یہ ہوتا ہے کہ وہ تینوں افراد ایک ساتھ ہیں اور ان کے آس پاس اور کوئی نہیں ہے۔"

"تب تو پھر یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ اتفاقیہ طور پر اس طرف نکل آئے ہیں۔"

"ہاں ابھی تک ہمیں یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ ٹاری ویگا والوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے یا نہیں.........."

"واقعی یہ اندازہ ابھی تک نہیں ہو سکا.........."

"تو پھر اب کیا کرنا چاہیے.........."

"او ہو یہ تمام لوگ ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں وہ انہیں دیکھ بھی سکتے ہیں.........؟"

"ہاں.......... میں انہیں روکتا ہوں۔" نادر شاہ نے کہا اور اپنی جگہ سے واپس پلٹا تو فیروز نے کہا۔

"میرے لئے کیا حکم ہے مسٹر سردار خان۔"

"تم اپنی جگہ متعین رہو اور اگر کوئی اور ایسی بات دیکھو تو ہمیں آگاہ کرنا۔ نادر شاہ نیچے اتر آیا اور ان تمام لوگوں کے قریب پہنچ گیا۔ کنور مہتاب علی' سر ہدایت اللہ اور دوسرے تمام ہی لوگ یکجا ہو گئے تھے۔ مائیکل بائز' جیمس پیرے وغیرہ بھی آ گئے تھے۔ ایمرے اور یوٹ بھی قریب تھے۔ تب نادر شاہ انہیں صورت حال بتانے لگا.........."

"چلو کچھ سلسلہ تو شروع ہوا۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔

"لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"میرا خیال ہے ان لوگوں کو اپنے قبضے میں لینا مناسب رہے گا۔ ہدایت اللہ نے مشورہ دیا۔"

"کس طرح.........."

"کیا وہ مسلح ہیں۔"

"نہیں' ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں معلوم ہوتا' اگر پوشیدہ طور پر انہوں نے اپنے لباس میں خنجر وغیرہ چھپا رکھے ہوں تو الگ بات ہے۔"

"ان کو پہلے نہایت احتیاط کے ساتھ اپنے قبضے میں لیا جائے اس کے بعد ہی ان سے صورت حال معلوم کی جا سکتی ہے۔"

"تو پھر میں کوشش کرتا ہوں۔" نادر شاہ نے کہا۔ جیمس پیرے کے دو ساتھی اور

ہد وغیرہ کو لے کر نادر شاہ نے انہیں ہدایت دیں اور اپنا رخ تبدیل کر لیا۔ لیکن اس نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ اس وقت تک ان پر کسی قسم کا کوئی حملہ وغیرہ نہ کیا جائے ب تک کہ ان کی جانب سے کوئی خطرہ وغیرہ نہ محسوس کر لیا جائے۔ اس کے بعد اس نے فیروز سے چیخ کر پوچھا..........؟

"فیروز کوئی تبدیلی..........؟"

"نہیں.......... پہلے وہ ساکت ہو گئے تھے' اور میرا یہ خیال ہے کہ انہوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔ لیکن اب وہ پھر متحرک ہو گئے ہیں اور ان کا رخ ان کھوپڑیوں کی جانب ہے۔"

"ہمیں یہ جائزہ بھی لینا ہے فیروز کہ وہ لوگ ہماری اس کاوش سے خوفزدہ ہیں یا ر طریقے سے آگے آ رہے ہیں۔"

"میں جائزہ لے رہا ہوں۔"

"کوئی اندازہ.........."

"یوں ہی محسوس ہوتا ہے جیسے ان کا رخ انہی کھوپڑیوں کی جانب تھا.........."

"اس کا مطلب ہے بہادر لوگ ہیں؟"

"یہی اندازہ ہوتا ہے۔"

"او کے تم فکر مت کرو.........." اس کے بعد نادر شاہ' زاہد کے ساتھ رخ بدل کر یک جانب چل پڑا۔ باقی افراد کو بھی اس نے ادھر ادھر منتشر کر دیا تھا۔ لیکن ان سب ہی لو اس نے سختی سے ہدایت کر دی تھی کہ کچھ بھی ہو جائے ان لوگوں کو کوئی جسمانی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔

"پھر نادر شاہ نے ان لوگوں کو دیکھ لیا اور چھپ کر ان کا جائزہ لینے لگا۔ وہ لوگ آہستہ آہستہ اس جانب بڑھ رہے تھے۔ لڑکی درمیان میں تھی' ایک جانب ایک نوجوان تھا' دوسری جانب دوسرا۔ ان کے انداز میں ایک عجیب سی کیفیت پائی جاتی تھی۔ زاہد کہنے لگا۔"

"ایک بات محسوس کر رہے ہیں آپ سردار خان صاحب۔"

"ان لوگوں کے انداز میں ایک عقیدت سی پائی جاتی ہے۔"

"آہ تم نے بھی وہی محسوس کرلیا جو میں نے.........؟"

"ہاں........."

"اصل میں زاہد صاحب یہ لوگ بے چارے معصوم' غیر مہذب لوگ ہیں' دنیا کی ہر انوکھی چیز ان کے لئے باعث حیرت ہوتی ہے اور یہ اسے کسی نہ کسی شکل میں اپنا دیوتا سمجھ لیتے ہیں۔"

"ہاں ایسا ہی لگتا ہے۔"

وہ لوگ جس جگہ موجود تھے ان تینوں کو وہیں سے گزرنا تھا کیونکہ یہی ایک راستہ ان کھوپڑیوں کی سمت آتا تھا۔ وہ لوگ آہستہ آہستہ ان کے قریب پہنچتے جارہے تھے اور اب ان کی صورتیں اور خدوخال بھی ان کی نگاہوں میں تھے۔

لڑکی بہت خوب صورت تھی' بس ایک نوجوان ذرا خراب شکل کا مالک تھا دوسرا اچھی صورت رکھتا تھا۔ وہ لوگ ان ٹرکوں پر نگاہیں جمائے آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ ٹرکوں کے قریب پہنچ گئے اور اب فیروز بھی نیچے اتر گیا تھا اور سب کے سب سانس روکے ان کا انتظار کر رہے تھے۔ یوٹ کو بھی تیار کرلیا گیا تھا۔ نادر شاہ اور زاہد بھی مطمئن تھے کہ یہ لوگ غیر مسلح ہیں اور کسی قسم کی کوئی غلط حرکت نہیں کرنا چاہتے......... تب انہوں نے دیکھا کہ وہ ٹرک کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گئے اور پھر ان کے سر زمین سے جا لگے......... نادر شاہ ہنسنے لگا تھا۔ زاہد نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہی ہوا جس کا اندازہ تھا۔"

"ہاں......... وہ انہیں کوئی مقدس دیوتا سمجھ رہے ہیں۔ آؤ اب ان سے ملنا ضروری ہوگیا ہے......... اور پھر یہ سب یکجا ہو کر ایک نیم دائرے کی شکل میں ان کی جانب بڑھنے لگے۔ تینوں عقیدت مند بدستور سجدے میں پڑے ہوئے تھے۔ کنور مہتاب علی' سر ہدایت اللہ اور دوسرے تمام لوگوں نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا۔ عرشی اور ریٹا

ہاروے بھی خاموشی سے اور دلچسپ نگاہوں سے ان تینوں کو سجدہ ریز دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ سب نیم دائرے کی شکل میں ان کے اردگرد جا کھڑے ہوئے' اپنی عقیدت سے بے خود تینوں بدستور سجدے میں پڑے ہوئے تھے۔ نجانے ان کے ذہنوں میں کیا کیا تاثر ہوگا......... بہت دیر کے بعد انہوں نے سجدے سے سر اٹھالیا اور اپنے سامنے انسانی قدموں کو دیکھ کر دہشت زدہ ہوگئے۔ پھر ان کی نگاہیں اپنے اطراف میں کھڑے ہوئے چاروں طرف لوگوں پر پڑیں۔ لڑکی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ بدصورت نوجوان پھرتی سے کھڑا ہوگیا' دوسرے نوجوان نے بھی خوفزدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور اس کے بعد ان کے منہ سے کچھ الفاظ نکلے جو ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکے تھے......... لیکن ایسے موقع کے لئے یوٹ موجود تھا۔ یوٹ چونکہ میک اپ میں تھا اس لئے اس بات کا خطرہ بھی نہیں تھا کہ ہیوبرٹ ایڈلیمن کے بیٹے کی حیثیت سے اسے پہچان لیا جائے گا۔ نادر شاہ نے فوراً" ہی یوٹ کو قریب بلایا اور بولا۔"

"یوٹ ان لوگوں کی زبان سنو' سمجھو اور اس کا ترجمہ کرکے ہمیں بتاؤ۔" یوٹ آگے آگیا۔ وہ لوگ مسلسل کچھ کہے جارہے تھے اور یوٹ سن رہا تھا' تب یوٹ نے کہا۔

"مسٹر سردار خان' وہ لوگ مقدس دیوتاؤں کے حضور اپنی عقیدت کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ مجبور اور پریشان حال لوگ ہیں اور دیوتاؤں سے امداد کے طالب ہیں۔"

"گڈ' اب تم ان کے سامنے آؤ اور ان سے میری ہدایت کے مطابق سوالات کرو۔" سب لوگ دلچسپی سے یہ عمل دیکھ رہے تھے' یوٹ نے ان کے سامنے کھڑے ہو کر کہا۔

"تاری ویگا کے رہنے والو! تم پر مقدس دیوتاؤں کی برکتیں نازل ہوں' یہاں اپنے آپ کو بالکل محفوظ سمجھو' اگر تم کسی مشکل کا شکار ہو تو اپنے ذہنوں سے ہر اس تصور کو نکال دو جو تمہیں پریشان کرے' آسمانوں سے اترنے والے تمہاری مدد کے لئے تیار ہیں' اگر تم ان مقدس دیوتاؤں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے آئے ہو تو مجھے بتاؤ میں

دیوتاؤں سے تمہاری سفارش کروں اور تمہیں مشکلات سے نکالوں۔" بد صورت شخص نے آگے بڑھ کر کہا۔

"دیوتاؤں کے ہرکارے میرا نام ہمبا ہے' یہ میرا دوست اروکا' یہ لڑکی اروکا کی محبوبہ ساگی۔" یوٹ نے ترجمہ کرکے سردار خان کو ان لوگوں کے الفاظ بتائے اور سردار خان نے کہا۔ "ان سے ان کی مشکل پوچھو۔"

"تمہیں کیا مشکل درپیش ہے اور اس وقت تمہارا نکل آنا کس بنیاد پر ہوا ہے؟"

اروکا نے کہا۔

"دیوتاؤں کے ہرکارے! میں اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں' لیکن کچھ لوگوں نے ہمارے ساتھ ناانصافی کی ہے۔"

"وہ کون لوگ ہیں؟" یوٹ نے پلٹ کر سردار خان کو حقیقت بتانے کے بعد سوال کیا۔

"نمبرایک ساگی کا باپ نگارا' جس نے اپنی مرضی سے ساگی کو مقدس معبد کے سپرد کر دیا تھا' لیکن ساگی یہ نہیں چاہتی تھی۔ اسے اروکا سے محبت تھی اور اروکا اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا تھا' لیکن نگارا نے چھپ کر یہ ظلم کیا۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"پھر یوں ہوا کہ میں اور اروکا معبد پہنچے' ساگی کو ان کے چنگل سے آزاد کرایا اور اس کے بعد زندگی کی بازی لگا کر ہم آبشار کی چادر پر کود گئے' لیکن دیوتاؤں نے ہمیں زندگی دے کر یہاں تک پہنچا دیا اور پھر ہم نے تمہیں دیکھا۔" یوٹ کے ترجمے کے بعد سردار خان نے یوٹ سے کہا۔

"ان سے پوچھا اب یہ کیا چاہتے ہیں؟" یوٹ کے سوال کے جواب میں اروکا نے کہا۔

"اگر ہم مقدس دیوتاؤں کے حضور پہنچ چکے ہیں تو ہمیں پناہ درکار ہے' ہم نہیں جانتے کہ زمین کے کونسے گوشے پر ہمیں زندگی حاصل ہوگی اور اب جبکہ ہماری تقدیر نے

ہمیں دیوتاؤں کے قدموں میں پہنچا دیا ہے تو ہم اس بات کے آرزو مند ہیں کہ دیوتا ہم پر اپنی برکتیں نازل کرے' ہم سچے ہیں اور سچائیوں کے ساتھ جینا چاہتے ہیں۔" سردار خان نے یوٹ سے کہا۔

"ان سے کہو کہ یہ دیوتاؤں کی پناہ میں ہیں اور اب انہیں بالکل تردد نہیں کرنا چاہیے' ان کی مدد کی جائے گی اور انہیں باعزت افراد کی مانند ناری ویگا ہی میں آباد کیا جائے گا' دیوتا ان کے لئے آگے بڑھیں گے اور ناری ویگا میں ان کے مخالفوں کو کچل دیں گے ان سے پوچھو کہ نگارا کے علاوہ اور کون ہیں جو ان کے مخالف ہیں۔"

"دوسرا نمبر ہنگارا کا ہے جو جھوٹا پجاری ہے اور یہ بات سبھی جانتے ہیں اور صورت حال کچھ اور بھی ہے۔"

"وہ کیا.........؟"

"اس کا جواب ساگی دے گی۔" ساگی نے نہایت متانت سے کہا۔

"مقدس دیوتا کے ہرکارو! ہنگارا جھوٹا پجاری ہے' معبد میں تقدس کی آڑ میں اس نے گناہوں کا کھیل شروع کیا ہوا ہے' وہ حسین لڑکیاں جو مقدس گدھ کی بھینٹ چڑھائی جاتی ہیں اصل میں پجاریوں کی داشتائیں ہوتی ہیں اور یہ بات میں غلط نہیں کہہ رہی' ایک لڑکی نے مجھے تفصیل بتائی اور یہ بھی کہا مجھ سے کہا کہ اب میری باری ہے' سب کے ساتھ یہی ہوتا آیا ہے۔" نادر شاہ نے نفرت سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں' یہ کھیل نجانے کہاں کہاں اور کیسے کیسے ہو رہا ہے' بہرحال انہیں اپنی پناہ میں لو اور ان کے لئے مناسب بندوبست کرو۔" تب یوٹ نے ان سے کہا۔

"چونکہ مقدس دیوتا تمہیں اپنی پناہ میں قبول کرتے ہیں اس لئے اب تم ہر برائی کو بھول جاؤ اور ہمارے پاس آرام سے وقت گزارو' تمہارے لئے پناہ ہے اور تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچنے دیا جائے گا۔"

تب انہوں نے ان تینوں کے چہروں پر خوشی کے آثار دیکھے تھے' وہ بہت زیادہ مسرور نظر آ رہے تھے' ایک بار پھر انہوں نے جھک کر کھوپڑیوں کے سامنے سجدہ کیا اور پھر

سیدھے ہوگئے' تب سردار خان کے اشارے پر یوٹ انہیں لے کر ان گاڑیوں کے عقب میں آگیا جہاں انہوں نے اپنی پناہ گاہ بنا رکھی تھی اور اس کے بعد انہیں ایک درخت کے نیچے جگہ دی گئی اور کھانے پینے کی متعدد اشیاء جن میں سے بے شمار چیزیں ان کے لئے بالکل اجنبی تھیں اور وہ بہت دلچسپی محسوس کر رہے تھے' شاید انہوں نے ان مقدس دیوتاؤں کے ہرکاروں پر بھروسہ کر لیا تھا' لیکن ان سے الگ سردار خان نے باقی افراد کو جمع کر کے کہا۔

"یوٹ کی مدد سے ہمیں جو کچھ حاصل ہوا ہے ہم اس پر غور کر سکتے ہیں' اس طرح کم از کم ٹاری ویگا کے کچھ معاملات ہماری سمجھ میں آسکتے ہیں اور اس کے بعد ہمیں اپنے اگلے قدم کے لئے فیصلہ کن مرحلے میں آسانی ہوگی۔"

"ہم سب تم سے اتفاق کرتے ہیں ڈیئر سردار خان۔" ریٹا ہاروے نے سب سے پہلے کہا تھا۔ بعد میں اس نے مائیکل بائر سے کہا۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا مائیکل بائر کہ یہ شخص بڑی اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک ہے اور یقینی طور پر اس کے ہر قدم میں ایک مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے۔ اب دیکھو اس کی یہ کاوشیں بہر طور بار آور ہوئیں' ٹاری ویگا میں داخل ہونے سے پہلے اگر ہمیں وہاں کے بارے میں مفصل معلومات حاصل ہو جائیں تو کتنا بہتر رہے گا۔"

اور پھر رات کو ایک بڑا الاؤ جلا کر ان لوگوں نے اپنے تینوں مہمانوں کو مدعو کیا اور یوٹ کی مدد سے ان سے گفتگو کا آغاز ہوا.......... گومی سیانا بھی خاموشی سے گردن جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ یوٹ نے ہمبا سے سوال کیا۔

"اے شخص! کیا تیرا نام ہمبا ہے جو سوالات تجھ سے کئے جا رہے ہیں ان کے بہتر جواب دے اور تم دونوں اپنے ساتھی کی مدد کرو تاکہ مقدس دیوتاؤں کو ٹاری ویگا میں ہونے والی تمام باتوں سے آگاہی ہو۔" ہمبا نے گردن خم کر کے کہا۔

"ہم موت کی جانب جا رہے تھے تو ہمیں زندگی کا پیغام دینے والو تم ہمیں اپنا غلام پاؤ گے اور ہم تمہیں ہر اس سوال کا جواب دیں گے جو ہمارے ذہن کی گرفت میں

آجائے۔"

"تو پھر میں تم سے سوال کرتا ہوں۔" یوٹ نے کہا اور نادر شاہ سے پوچھا۔

"آپ مجھے وہ سوالات بتاتے جائیں مسٹر سردار خان جو آپ ان لوگوں سے کرنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں میں بتاتا ہوں۔" سردار خان یا نادر شاہ نے کہا اور پھر بولا۔

"ان سے پوچھو کہ ٹاری ویگا اور نیل کنٹھ کے درمیان سرحدی تنازعہ کیسا چل رہا ہے۔" یوٹ کے سوال پر ہمبا نے جواب دیا۔

"دشمنی کی پہاڑی جوں کی توں آباد ہے اور کوئی اس جانب رخ نہیں کرتا صرف اس خیال سے کہ کہیں اسے نقصان نہ پہنچ جائے اور اس دشمنی کو قومی دشمنی بنا دیا گیا ہے۔"

"اس میں کون پیش پیش ہے؟" سردار خان نے یوٹ کی مدد سے سوال کیا۔ تو ہمبا نے جواب دیا۔

"ہنگارا اور ہنگارا' اصل میں ٹاری ویگا میں اس وقت سے برائیوں نے جنم لے لیا ہے جب ہنگارا نے مقدس پجاری کا عہدہ سنبھالا ہے اور اس نے بہت سے ایسے لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا ہے جنہوں نے پجاریوں کی شکل اختیار کر لی ہے لیکن جو ٹاری ویگا میں کبھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھے گئے۔"

"ٹاری ویگا کے باشندوں کا کیا نظریہ ہے؟"

"طاقت ہمیشہ خوف کا باعث بنی رہی ہے اور یہ طاقت ہنگارا کو حاصل ہے' وہ طاقت کے بل پر اور مذہبی عقیدے کی بنیاد پر ٹاری ویگا والوں پر قابو پائے ہوئے ہے۔"

"کیا ٹاری ویگا والوں میں کبھی بغاوت کا تصور نہیں ابھرا' ہنگارا کے خلاف؟"

"ہمارے سامنے ایسا اور کوئی شخص نہیں ہے جسے مقدس پجاری کا درجہ دیا جائے اور ہنگارا نے اپنی جادوئی قوتیں بھی بڑھا لی ہیں اور اس کے مخالف مختلف امراض کا شکار ہو کر مرجاتے ہیں' کبھی انہیں زہریلے بچھو کاٹ لیتے ہیں اور کبھی ان کے ناک' کان اور

منہ سے خون بہنے لگتا ہے' ایسے کئی واقعات وہاں ہو چکے ہیں۔"

"کیا نیل کنٹھ کی جانب سے کبھی کوئی یورش ٹاری ویگا پر کی گئی؟"

"کبھی نہیں۔"

"کیا نیل کنٹھ کی جانب سے کبھی دوستی کی پیشکش کی گئی؟"

"نہیں۔"

"کیا نیل کنٹھ کے حالات ٹاری ویگا والوں کو معلوم ہیں؟"

"نہیں۔"

"اور کیا ٹاری ویگا کے لوگوں میں یہ جذبہ پایا جاتا ہے کہ کبھی نیل کنٹھ سے مصالحت کرلی جائے؟"

"لوگ یہ بات کس سے کہیں۔" ہمبا نے جواب دیا۔

"اگر تم سے پوچھا جائے تو تم کیا جواب دو گے؟"

"دشمنی سے زیادہ دوستی اچھی ہوتی ہے اور دشمنی کی دیوار کے وہ راستے کھول دیئے جائیں جو سوراخوں کے ذریعے ایک دوسرے تک آنے جانے کا ذریعہ بن سکتے ہیں تو دونوں قبیلے سکون کی زندگی گزار سکیں۔" نادر شاہ نے دوسرے لوگوں سے کہا۔

"اس سے آپ کو اس بات کا اندازہ ہوا کہ جس چیز کو یہ دشمنی کی دیوار کہتے ہیں وہ ممکن ہے کوئی پہاڑی ہو جو دونوں قبیلوں کے درمیان سرحد کا کام سرانجام دیتی ہو' لیکن اس کے درمیان راستے ہوں جنہیں بند کر دیا گیا ہے اور یہ راستے ہمیں ٹاری ویگا سے نیل کنٹھ تک جانے میں مدد دے سکتے ہیں۔" سب کے منہ سے تعریفی آوازیں نکل گئی تھیں' تب سردار خان نے ان سے کہا۔

"بستی والے ہنگارا کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہیں؟"

"وہ سب اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔"

"تم لوگوں کا کیا خیال ہے کیا تم لوگوں کے فرار کے بعد ہنگارا نے بستی والوں سے کوئی باز پرس کی ہو گی؟"

"ہاں' میں بوڑھے دھوا کی طرف سے فکر مند ہوں کیونکہ وہ اروکا کا دادا ہے اور یقینی طور پر یہ بات کھل چکی ہے کہ اروکا ساگی کو لے کر وہاں سے فرار ہوا ہے۔"

"کیا ان لوگوں کو اس بات کا علم ہو گا کہ تم زندہ ہو.........؟"

"پتہ نہیں۔" ہمبا نے جواب دیا۔

"اگر ہم ٹاری ویگا میں داخل ہوں تو کیا ٹاری ویگا کے لوگ ہمارے خلاف سرگرم عمل ہوں گے؟"

"اگر ہنگارا ہی انہیں مجبور کرے تو وہ ایسا قدم اٹھائیں گے' ورنہ وہ نہ تو نیل کنٹھ والوں سے لڑنا چاہتے ہیں اور نہ کسی اور کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے خواہشمند ہیں کیونکہ ہیوبرٹ ایڈلیمن ساویو ویگا کی موت کے بعد اس کا بیٹا بستی کا پجاری بننے والا تھا' لیکن تقدیر نے یہ موقع نہیں دیا اور آج بھی ہیوبرٹ ایڈلیمن کا مجسمہ لوگوں کے لئے زیادہ عقیدت کا باعث ہے۔" یوٹ کا سینہ فخر سے پھول گیا تھا' لیکن اس نے اپنے آپ پر قابو ہی پائے رکھا۔ اس گفتگو کا جو نتیجہ ظاہر ہوا تھا اس پر نادر شاہ نے بعد میں بحث کرتے ہوئے کہا۔

"ہم لوگ ٹاری ویگا میں داخل ہو سکتے ہیں اور یہ ہماری رہنمائی کریں گے لیکن پوشیدہ رہ کر' ہمیں بے شک اپنے انتظامات کرلینے چاہئیں یعنی اگر ہمیں آتشزنی کرنا پڑی تو تھوڑی بہت آتشزنی کریں گے لیکن اندازہ یہ ہوتا ہے کہ کم از کم عام لوگ ہم سے مدافعت نہیں کریں گے۔"

"تو پھر کیا خیال ہے تمہارا؟"

"میرا خیال ہے ہم اب ٹاری ویگا کی جانب سفر کا آغاز کر سکتے ہیں۔" نادر شاہ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"کسی کو اس کی بات پر اعتراض نہیں تھا۔ جیمس پیرے جو تردد کا شکار تھا اور جلد از جلد ٹاری ویگا میں داخل ہو جانا چاہتا تھا سب سے زیادہ مسرور نظر آ رہا تھا۔ ٹاری ویگا سے آنے والوں کو بڑی محبت کے ساتھ رکھا جا رہا تھا اور وہ لوگ بڑی عقیدت کی نگاہوں سے

انہیں دیکھ رہے تھے۔ صحیح معنوں میں وہ ان کے لئے بہت اچھے رہبر بھی تھے جبکہ وہ یہ محسوس کررہے تھے کہ دیوتا ان کی مدد پر آمادہ ہوگئے ہیں۔"

"طے یہ کیا گیا کہ ان تینوں گاڑیوں کو اسی انداز میں آگے لے جایا جائے' البتہ کچھ تبدیلیاں ضروری تھیں' مثلاً" ایسی جگہیں جہاں سے وہ لوگ اپنے اطراف' اردگرد اور عقب میں نظر رکھیں تاکہ اگر کسی جانب سے کوئی خطرہ پیش آئے تو اس کا مقابلہ کیا جاسکے......... وہ رات خاموشی سے گزاری گئی' انتظامات مکمل تھے' مزید انتظامات کرلئے گئے اور پھر انہوں نے اس انداز میں آگے بڑھنے کا فیصلہ کرلیا۔

اور دوسری صبح تینوں گاڑیاں عجیب وغریب انداز میں متحرک ہوگئیں' جیمس پیرے کا ٹرک سب سے آگے تھا اور باقی دونوں گاڑیاں اس کے اردگرد چل رہی تھیں ....
یوں ٹاری ویگا کی جانب ایک پراسرار' ہولناک اور پرتجسس سفر کا آغاز ہوگیا۔

سرہدایت اللہ کو اس وقت موقع مل گیا۔ اس پورے سفر میں اس وقت کے بعد سے جب سے اس حقیقت کا انکشاف ہوا تھا کہ سردار خان وہ نہیں ہے جو وہ سمجھتے آئے ہیں اور شمسہ عرشی ہے۔ وہ ایک عجیب سی کیفیت کا شکار رہے تھے۔ عرشی کی فطرت کا انہیں اندازہ تھا اور وہ اس کی انتہاپسندی سے واقف تھے۔ ہر کام کو وہ شدید انداز میں کرنے کی قائل تھی۔ اب ساری صورت حال ان کے علم میں آگئی تھی اور انہیں علم ہوگیا تھا کہ وہ بچی جس کے لئے ایک شدید ہنگامہ برپا ہوگیا تھا عرشی کے ہاتھ لگ گئی ہے اور عرشی اس کے سلسلے میں بڑے خوفناک کھیل کھیلتی رہی ہے' پہلے اس نے گھر والوں کو یہ کہہ کر پریشان کیا کہ بچی اس کی ہے اور اس نے خفیہ شادی کرلی تھی حالانکہ انہیں عرشی پر اس قدر اعتماد تھا کہ جب اہل خاندان سولی پر لٹکے ہوئے تھے اور بات کو چھپانے کی فکر میں سرگرداں تھے' انہیں حقیقت حال کا علم ہوا تو انہوں نے سب کا مذاق اڑایا اور کہا کہ عرشی سے ان میں سے کوئی بھی واقف نہیں ہے لیکن وہ اپنی بیٹی کو اچھی طرح جانتے ہیں' وہ ایسا احمقانہ قدم کبھی بھی نہیں اٹھائے گی اور یہ بھی حقیقت تھی کہ ان کے اس اعتماد کی تصدیق ہوگئی تھی' عرشی نے وہ سب کچھ نہیں کیا تھا جسے وہ اپنی نادانی کی وجہ سے منظرعام پر لائی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ عرشی اس قدر بولڈ ہے کہ کسی کی پرواہ نہیں کرتی' لیکن بہرحال دنیا داری اور دنیا سازی بھی ایک چیز ہوتی ہے' وہ دنیا کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور

یہی فطرت ان کی بیٹی کی تھی۔ لیکن نادر شاہ اور عرشی جس حیثیت میں ساتھ رہ رہے تھے اس سے انہیں ذرا عجیب سا احساس ہوتا تھا بات کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن جب حقیقت حال منکشف ہوگی تو کنور مہتاب علی اور اس معاشرے کے لوگ جن کا تعلق ان کی اپنی دنیا سے تھا' ذرا عجیب سی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھیں گے جو درحقیقت میاں بیوی نہیں تھے.......... لیکن اب تک یہی اظہار کرتے چلے آئے تھے کہ وہ میاں بیوی ہیں اور ان کا رہن سہن بھی اسی انداز کا تھا تاکہ حقیقت میں حقیقت کا رنگ بھرا جاسکے' انہیں یہ سب کچھ برداشت کرنا پڑ رہا تھا' ویسے نادر شاہ کی شخصیت نے بھی انہیں بہت متاثر کیا تھا اور انہیں یہ نوجوان بھی بہت پسند تھا بہرحال اس مہم کے دوران جس میں زندگی کا خطرہ ہر لمحے موجود تھا وہ کسی ایسی کیفیت کا اظہار نہیں کرنا چاہتے تھے جو الجھن کا باعث بنے یا ان لوگوں کو ذہنی طور پر متردد کرے' ان کی گہری نگاہیں ان کا جائزہ لے رہی تھیں اور اب اس قدر احمق بھی نہیں تھے کہ یہ اندازہ نہ لگا سکتے کہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ بس اتنا سا احساس تھا کہ جب یہ حقیقت سامنے آئے گی تو لوگ یہ سوال کریں گے کہ انہوں نے یہ سب کچھ کیسے برداشت کرلیا۔ ان تمام احساسات کو انہوں نے اپنے سینے میں ہی رکھا تھا اور خود بیٹی پر بھی اس کا اظہار نہیں ہونے دیا تھا۔ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے وہ کہ عرشی کہیں بھی اور کسی بھی جگہ کچھ بھی کر سکتی ہے اگر انہوں نے اس بات پر اپنی برہمی کا اظہار کیا تو یہ بھی ممکن ہے کہ عرشی نادر شاہ کے ساتھ ان کی نگاہوں سے ہی اوجھل ہو جائے بہرحال یہ وہ سوچیں تھیں جو انہیں کبھی کبھی تنہائیوں میں الجھالیا کرتی تھیں۔ لیکن اس وقت انداز فکر مختلف تھا.......... وہ اس موقعہ کی تاک میں تھے کہ اگر نادر شاہ سے آئندہ کے پروگرام کے بارے میں پتہ چل جائے تو زیادہ بہتر ہو اور اس وقت انہیں اس کا موقع مل گیا تھا۔ نادر شاہ ان کے داہنی سمت اور عرشی بائیں سمت بیٹھے ہوئے تھے باقی لوگ متجسس انداز میں ٹاری ویگا کی طرف جانے والے راستوں کا نظارہ کر رہے تھے۔ سر ہدایت اللہ نے نادر شاہ کی طرف رخ کرکے کہا۔

"میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"جی جناب۔"

"اب جب کہ ہمارے آپریشن کا آغاز ہو چکا ہے اور نہیں کہا جاسکتا کہ کچھ لمحوں کے بعد ہم کس قسم کی صورت حال سے دوچار ہو جائیں تو کم از مجھے تو یہ رعایت حاصل ہونی چاہیے کہ میں صورت حال سے آگاہ رہوں۔"

"سر ایسی کوئی بات ہے تو نہیں۔ پروگرام تو سب ہی کے علم میں ہے؟"

"میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جو نیا فیصلہ تم نے کیا ہے اس کے پس منظر میں کوئی الجھن تو نہیں ہے۔"

"کیسی الجھن سر۔" نادر شاہ نے سوال کیا۔

"آخر ہم ٹاری ویگا میں داخل ہو کر کریں گے کیا۔"

نادر شاہ نے مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ "سر ویسے تو آپ لوگوں کا یہ پروگرام تھا کہ براہ راست نیل کنٹھ میں داخل ہوں گے اور سائی تھول کو یہ بچی پیش کرکے مراعات حاصل کریں گے۔ حالانکہ جس قدر کہانی میرے علم میں ہے اس میں یہ بات بھی ایک ٹھوس حقیقت رکھتی ہے کہ واقعہ چاہے کسی بھی انداز میں پیش آیا ہو۔ لیکن بہرحال سائی تھول ہمارا دشمن ہے اور ہماری اس کاوش کو وہ پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا۔ ہمیں سائی تھول کی دشمنی تو مول لینا ہی تھی۔

"ہاں.......... کنور مہتاب علی کا خیال تھا کہ اس کے بعد وہ مرزا نصیر بیگ کی کہانی اسے سنائے گا اور پھر تمہیں اس بات کا علم بھی ہے کہ کنور مہتاب علی کو اس سلسلے میں ایک خاص حیثیت حاصل ہے یعنی وہ اس بچی کا باپ بھی ہے اور اس کی بیوی وہاں موجود ہے۔"

"یہ ایک دلچسپ بات ہے۔ لیکن بہرحال فیصلہ تو سائی تھول کے ہاتھ میں ہی ہو گا۔"

"بے شک.........."

"ٹاری ویگا کے سفر کے لئے میں نے مخالفت اس لئے نہیں کی جناب کہ اس طرح

ہمیں نیل کنٹھ کا جائزہ لینے کا موقع مل جائے گا۔ اگر ٹاری ویگا میں ہمیں کسی طرح کوئی مقام حاصل ہوگیا تو ہم انتہائی خاموشی سے پہاڑ کے اس پار نیل کنٹھ کا جائزہ لیں گے اور یہ اندازہ لگائیں گے کہ صورت حال زیادہ سے زیادہ کس قدر خطرناک ہو سکتی ہے' گومی سیانا' ایمرے وغیرہ اس سلسلے میں ہمارے معاون ہو سکتے تھے۔ یوٹ کے بارے میں تفصیل میں نے سنی تھی اس کے تحت میرا خیال تھا کہ ٹاری ویگا میں داخل ہونے کے بعد ہم یوٹ کو استعمال کریں گے' بس یہ ایک آسان راستہ تھا اور چونکہ آپ نے سارے معاملات مجھ پر چھوڑ دیئے تھے اس لئے میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ہمارا مقصد صرف اتنا ہے کہ ہم ایک موثر کامیابی حاصل کریں بلکہ جناب اب جبکہ آپ نے اس گفتگو کا آغاز کر ہی دیا ہے تو میں بھی موقع پاکر کچھ سوالات آپ سے پوچھ لوں؟"

"ضرور ضرور.........."

"سر انتہائی معذرت کے ساتھ ہی آپ سے یہ سوال کروں گا کہ کیا آپ کی اس مہم جوئی کا مقصد صرف اس روایتی خزانے کا حصول ہے جو نیل کنٹھ میں پایا جاتا ہے یا جس کے نیل کنٹھ میں پائے جانے کے امکانات ہیں۔"

"بھئی انتہائی صاف گوئی سے بتاؤں کہ یہ سارے لوگ اور میں صرف اسی نظریئے پر کام کر رہے ہیں۔ بات اگر صرف اس بچی کی ہوتی تو سچی بات یہ ہے کہ اسے وہاں پر بھی پرورش کیا جاسکتا تھا' ہم لوگ خاموشی اختیار کر لیتے۔ لیکن وہ خزانہ واقعی پر کشش ہے اور اس میں ہماری مہم جوئی کے شوق کو بھی دخل ہے۔"

"جی سر یہ سچ ہے' ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ انسان سب سے پہلے اپنے بارے میں سوچتا ہے' بعد میں اور کچھ' اور یہ انسانی فطرت کا ایک حصہ ہے۔ لیکن بہرحال میرے علم میں نہ تو کوئی خزانہ ہے اور نا اس سے پہلے میں نے کبھی مہم جوئی کی ہے' میں ان واقعات کے دلچسپ الٹ پھیر میں لطف لے رہا ہوں' تو سر اب یہ صورت حال ہے کہ اگر ہمیں ٹاری ویگا میں ان کرداروں کے ذریعے کوئی مقام حاصل ہو جاتا ہے تو پھر نہایت سکون کے ساتھ ہم نیل کنٹھ کی جانب توجہ دے سکیں گے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ بہت ہی اچھا ہوا ہے۔ باقی لوگوں نے بھی اختلاف صرف اس وجہ سے نہیں کیا کہ انہیں ٹاری ویگا تک آنے میں فائدے ہی فائدے نظر آرہے تھے' اب کیا کرو گے.........."

"سر موجودہ صورت حال کے تحت میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں بہت آسانیاں حاصل ہو جائیں گی' اگر ٹاری ویگا میں ہمیں شدید مخالفت کا سامنا نہ کرنا پڑا' تو ہمارے لئے بہت کچھ ہو جائے گا۔"

"ہوں تم مطمئن ہو نا۔"

"جی سر.......... ہم دونوں طرح کے حالات کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہیں اگر کوئی بہت مشکل وقت پڑتا ہے ہم پر تو اسے بھی دیکھ لیں گے اور اگر بات کسی آسان طریقے سے بن جاتی ہے' تب تو جواب ہی کیا ہوگا۔"

"ہوں۔ اچھا ایک بات بتاؤ' یہ بہت اہم سوال ہے میرے لئے اور سوچ سمجھ کر اس کا جواب دینا۔"

"جی سر.........."

"تم لوگ جس حیثیت سے سفر کر رہے ہو' میرے علاوہ ابھی تک کسی کو اس بات کا علم نہیں ہے اور نا ہی خوش قسمتی سے اس بچی کے بارے میں حقیقت کا انکشاف ہو سکا ہے' جب یہ بات منظر عام پر آئے گی تو مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"سر اس کا فیصلہ کیا آپ بہتر طریقے سے نہیں کر سکتے۔" نادر شاہ نے کہا۔

"نہیں تم سے مشورہ چاہتا ہوں۔"

"تو پھر میرا ذہن یہی کہتا ہے سر کہ جب تک یہ بات مکمل طور پر منظر عام پر نہ آئے آپ ہم دونوں کی شخصیت سے لاعلم ہی رہیں۔ یہ بہتر ہوگا اور کسی کو آپ پر کوئی شک بھی نہیں ہوسکے گا۔ سر ہدایت اللہ پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگے تھے۔ پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں یہی ٹھیک ہے۔"

ہنگارہ پر جنون طاری تھا۔ بات صرف ایک لڑکی کے معبد سے فرار کی نہیں تھی۔ اس نے جو جال پھیلا رکھے تھے ان کے تحت اس کی ساری پر ہوس کارروائیاں پوری ہوتی رہتی تھیں اور کسی بھی معاملے میں اسے کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑ رہا تھا لیکن اول تو یہ کہ اس کے جادو کی وہ ہزار راتیں ختم ہو چکی تھیں جن ہزار راتوں میں وہ اپنی ساری من مانیاں کر سکتا تھا۔ دوسری بات یہ کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بستی میں اس کا خوف کم ہو جائے۔ وہ دیوانگی کے عالم میں ساری حرکتیں کرتا رہا تھا اور یہ دیوانگی بڑھتی جا رہی تھی۔ اپنے سات آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد بھی اس کا دل نہیں بھرا تھا اور اس کا دل چاہتا تھا کہ یہاں جتنے پجاری موجود ہیں ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دے۔ ان میں کچھ ایسے معتمد بھی تھے اس کے، جن پر وہ مکمل اعتبار کرتا تھا۔ اس سلسلے میں ساندل اس کا سب سے بہترین مشیر تھا۔ ایک مکار بوڑھا جس کی آنکھوں میں شیطان ناچتا تھا اور وہ ہمیشہ ہنگارہ کو خوفناک مشورے دیتا رہتا تھا۔ بستی سے واپس آنے کے بعد ہنگارہ نے کافی وقت خاموشی سے گزارا۔ لیکن اس کا ذہن اسے مضطرب کیے ہوئے تھا پھر اس نے ساندل کو طلب کر لیا۔ مکار ساندل بری سی شکل بنائے اس کے سامنے آ گیا۔

"ساندل بہت کچھ ہو گیا ہے ساندل۔ میرے زمانہ عیش میں تو نے بھی ہر طرح سے اپنی من مانی کی ہے اور جو کچھ تو نے آبادیوں میں کیا ہے، جس طرح تو نے کسی کو زندگی

سے محروم کیا ہے، کسی کو اس کی دولت سے، وہ سب مجھے معلوم ہے اور تو جانتا ہے کہ یہ سب کچھ تو نے کس کے بل پر کیا ہے!؟"

"تیرے بل پر ہنگارہ......... تو میرا بچپن کا دوست ہے اور جو کچھ تو بنا ہے اس میں تجھے میری محبت اور میرا تعاون بھی حاصل رہا ہے۔"

"اور کیا میں نے تجھے تیری محبت اور تیرے تعاون کا صلہ نہیں دیا۔"

"یہ کس احمق نے کہا۔ میرا تو تجھ سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

"اور تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میں نے جادو سیکھنے کے لئے جو کچھ کیا اس میں کیا کچھ کھویا ہے میں نے.........؟"

"میں جانتا ہوں ہنگارہ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تجھے ہزار راتوں کا طلسم ملا ہے۔ یہ ہزار راتیں تیری زندگی میں بہت بڑا مقام رکھتی ہیں اور انہوں نے تجھے وہ سب کچھ دیا ہے کہ آج تو تاری ویگا کا مالک بنا ہوا ہے۔"

"ساندل یہی تو افسوسناک خبر ہے میرے لئے بھی اور تیرے لئے بھی۔"

"کیا مطلب........."

"ہزار راتوں کا وہ طلسم ٹوٹ چکا ہے ساندل، آہ وہ ہزار راتیں گزر گئیں، ہم سوچ بھی نہ سکے کہ ہماری قوتیں ہم سے اس طرح چھن جائیں گی۔ ساندل اب میرے پاس کوئی طلسم نہیں ہے، کوئی بھی شخص مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے، ساندل ہزار راتیں تو یوں بیت گئیں کہ ان کا اندازہ بھی نہ ہو سکا۔ آہ بہت برا ہو گیا یہ ساندل بہت برا ہو گیا۔"

"تو کیا اب تیرے پاس کوئی طلسم نہیں ہے۔" ساندل نے پوچھا۔

"نہیں۔ اور میں تو یہ سمجھ رہا ہوں ساندل کہ اس طلسم کے ختم ہونے کے بعد ہی اس سے متعلق دوسری داستانیں شروع ہو گئی ہیں۔ ورنہ تو خود بتا کہ یہ کیسے ممکن تھا کہ کوئی ان پہاڑیوں تک پہنچتا اور معبد کی ایک داسی کو لے کر اس طرح فرار ہو جاتا۔ بہت مشکل کام تھا لیکن ہو گیا۔"

"مگر تجھے کیسے معلوم ہوا......... کہ ہزار راتوں کا طلسم ختم ہو گیا ہے........."

"اب ان باتوں کو چھوڑ' جب میں تجھ سے اپنے ایک کمزور پہلو کا اظہار کر رہا ہوں تو اس کی تفصیل میں نہ جا اس وقت' ساندل اس وقت میں ایک عام آدمی ہوں میری کوئی حیثیت نہیں ہے' کیا ہم لوگ خاموشی سے یہاں سے فرار ہو جائیں۔ کیا ہم یہ خانقاہ چھوڑ دیں۔ معبد کی زندگی بڑے پجاری کا مرتبہ یہ سب کچھ ایسا ہے ساندل کہ ہم اس کا بدل کبھی نہیں پاسکتے۔ یہ چھوڑنا بہتر نہیں لگ رہا۔"

"مگر کیوں ہنگارہ کیوں..........؟" کیوں ایسا سوچتا ہے۔

"تو تو کیا سمجھتا ہے' کیا اس طلسم کے بغیر جو ہمارے پاس موجود نہیں ہے کیا ہم قائم رہ سکیں گے۔"

"ایک طلسم اور بھی ہوتا ہے ہنگارہ۔ ایک اور طلسم بھی ہوتا ہے۔"

"کیا..........؟"

"عقل کا طلسم۔ عقل کا سمجھتا ہے تو۔ عقل' یہ سر ایک بے مقصد چیز نہیں ہے اور شانوں پر یونہی رکھا ہوا' اس کا ایک استعمال بھی ہوتا ہے ایک ایسا استعمال جس سے سب کچھ ہمارے بس میں آجاتا ہے۔ جن کے پاس طلسم نہیں ہوتا کیا وہ حکومتیں نہیں کرتے' کیا حکومتیں صرف جادو کے زور پر ہوتی ہیں.......... نہیں ہنگارہ عقل کا جادو ہر جادو پر حاوی ہوتا ہے اور اب تجھے بھی عقل کا جادو استعمال کرنا پڑے گا.........."

"تو میرا مشیر ہے' تو میرا ساتھی ہے' مجھے مشورہ دے مجھے بتا کیا کرنا چاہیے مجھے.........."

"ساندل سوچ میں ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ سوچ میں ڈوب رہا۔ پھر اس نے کہا۔"

"سن تو نے بستی والوں پر' کسی ظلم کا آغاز نہیں کیا یہ اچھا ہوا۔ حالانکہ خود مجھ کو بھی حیرت ہوئی تھی' میں نے سوچا تھا کہ تو سب سے پہلے دھوا کو قتل کرے گا جو ارو کا دادا ہے اس کے بعد تو نگارا کو زندگی سے محروم کرے گا کہ وہ ساگی کا باپ ہے' تو نے ان دونوں کو چھوڑ کر بڑی عقلمندی کا ثبوت دیا ہے اور یوں کر کہ اب بستی والوں سے اپنا قہر

سمیٹ لے' ان کے درمیان جا اور ان سے کہہ کہ تو ان کا بہی خواہ ہے۔ لیکن معبد کی توہین تو برداشت نہیں کر سکا اور اس کے لئے تو نے بستی والوں سے یہ سب کچھ کہا۔ یہ انداز اختیار کر جب کہ بستی والے تیرے قہر کے منتظر ہوں گے ان پر قہر کی بجائے اپنی محبت کی بارش کر اور وہ تیری اس بات سے متاثر ہوں گے۔ تو کسی پر یہ اظہار نہ کر کہ اب تو وہ نہیں ہے جو تھا اور اپنا یہ بھرم قائم رکھ۔ کم از کم یہ کام اس وقت تک تو ہو سکے گا جب تک کہ تیرا کوئی مدمقابل نمودار نہ ہو جائے اور جس کا دور دور تک کوئی پتہ نہیں ہے اور اس وقت بھی ہنگارہ جب ایسا ہوا اور تو محسوس کرلے کہ کوئی تیرے سامنے آنے والا ہے تو خاموشی سے اپنا یہ منصب چھوڑ دینا اور اس وقت تک اپنے لئے یہ تمام بندوبست کرلینا جو تجھے تیرا مقام دے سکے گا سمجھ رہا ہے نا تو.........."

ہنگارہ نے عجیب سی نظروں سے اپنے دوست اور مشیر کو دیکھا' پھر ایک دم مسکرا پڑا اور آہستہ سے بولا۔

"میں نے اسی کے لئے تو تجھے یہ تکلیف دی تھی.........."

بستی کے لوگ شدید ذہنی انتشار کا شکار تھے۔ ان کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے سر ابھار رہے تھے۔ ہر شخص ایک ہی پیشنگوئی کر رہا تھا کہ کوئی بہت بڑی مصیبت، کوئی بہت بڑا عتاب نازل ہونے والا ہے، شیطان ہنگارہ انتقام لے گا اور ضرور انتقام لے گا۔ وہی چہ میگوئیاں، وہی اضطراب، وہی انتشار ہر دل میں برپا تھا اور بستی والے کسی بہت بڑی مصیبت کے منتظر تھے۔ نوجوان کے گروہ ادھر ادھر بھٹکتے رہتے تھے اور ہمبا، اروکا اور ساگی کو تلاش کر رہے تھے لیکن جب وہ اپنے قیام کے لئے کہیں یکجا ہوتے تو ان کے درمیان کچھ ایسی گفتگو ہوتی۔"

"فرض کرو ساگی، ہمبا اور اروکا ہمیں مل جائیں تو ہم ان کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔"

"انہیں پکڑ کر ہنگارہ کے حضور پیش کر دیں گے۔"

"تمہاری غیرت، تمہارا ضمیر یہ گوارہ کرے گا۔"

"تو پھر.........."

"اروکا ساگی سے محبت کرتا تھا اور اب یہ بات منظر عام پر آ گئی ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی زندگی میں شامل ہونا چاہتے تھے لیکن ساگی کے ظالم باپ نے اپنی بیٹی کو زبردستی خاموشی کے ساتھ معبد کے حوالے کر دیا اروکا ہمبا دو گہرے دوست جان پر کھیل

کر ساگی کو وہاں سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے اب یہ الگ بات ہے کہ دیوتاؤں نے انہیں زندگی دی یا نہیں لیکن انہوں نے ایک ایسا قدم اٹھایا جو ہمارے لئے قابل تقلید ہے۔"

"تم کیا فضول بات کر رہے ہو، کیا اس طرح تم ہنگارہ کا عتاب مول لوگے۔"

"ہونہہ۔ ہنگارہ اور اس کا عتاب، ہم میں سے کون نہیں جانتا کہ وہ ایک نقلی راہنما ہے، ہنگارہ کے بارے میں تو بستی کے بے شمار لوگوں کے پاس ثبوت موجود ہیں کہ وہ ایک بدکار انسان تھا اور زبردستی خانقاہ کا پجاری بن گیا ہے اور گدھ کا جانشین۔ حقیقت یہ نہیں ہے، حقیقت یہ نہیں ہے، حقیقت تو کچھ اور ہی ہے۔"

"ہوں.........تو پھر کیا کیا جائے.........."

"میری تو ایک رائے ہے.........."

"کیا.........؟"

"اگر وہ لوگ ہمیں مل جائیں تو میں سچ کہتا ہوں کہ ان کا تحفظ کیا جائے، ان کی مدد کی جائے اور انہیں کسی ایسی جگہ پوشیدہ ہونے کی رعایت دی جائے جہاں ان کی زندگی بچ سکے یہ انسانیت کا اصول ہے۔"

"مگر سوچ لو اس کے بعد ہنگارہ سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔"

"ہنگارہ کو پتہ کیسے چلے گا۔"

"کیا بات کرتے ہو، وہ راہنما ہے، وہ جادوگر ہے کیا اس کا طلسم حقیقت کو تلاش نا کرلے گا۔" جواب میں نوجوان ہنس پڑا اور اس نے کہا۔

"دماغ سے سوچو دماغ سے، اگر اس کا طلسم اس کی قوتیں حقیقتوں کو تلاش کر لیتیں تو کیا وہ اپنے جادو اور اپنے علم سے ساگی، ہمبا اور اروکا کو نا تلاش کر لیتا، اس کے لئے بستی والوں کو پریشان کرنے کی کیا ضرورت تھی یا انہیں مجبور کرنا کیا معنی رکھتا تھا.........."

نوجوان کی دلیل کچھ ایسی وزن دار تھی کہ بہت سی آنکھوں میں حیرت کے نقوش ابھر آئے۔ نوجوانوں نے ایک دوسرے کی صورت دیکھی اور پھر ایک نوجوان پر جوش لہجے

میں بولا۔

"آہ......... یہ تو سچ کہتا ہے یہ بات سمجھ میں آتی ہے' وہ جھوٹا جادوگر اپنی طلسمی قوتوں سے آخر انہیں تلاش کیوں نہیں کرلیتا یا بستی والوں کی اس طرف راہنمائی کیوں نہیں کر دیتا' اس کا مطلب تو صاف ہے وہ یہ سب کچھ نہیں کر سکتا۔ ہم لوگ متفق ہیں بجائے اس کے کہ ہم ہنگارہ کے خلاف کوئی ایسی کارروائی کریں اور بستی کے دوسرے لوگوں کا تعاون کھو بیٹھیں۔ ہمیں فی الحال یہی کرنا چاہیے کہ ساگی اور دوسرے لوگوں کو تلاش کرکے انہیں تحفظ دیں اور انہیں پوشیدہ کردیں۔ یہ بات ایک ہی ٹولی کے دل میں نہیں تھی بلکہ نوجوانوں کی ٹولیاں ساری کی ساری ساگی اور اروکا کی ہمدرد ہوگئی تھیں اور ہر جگہ ایک ہی بات کہی جارہی تھی۔ ہاں وہ بوڑھے جو کسی کسی ٹولی میں اپنی بستی اور بستی والوں کی بقاء کے لئے تلاش میں شریک ہوگئے تھے ہنگارہ کے بارے میں دوسرا نظریہ رکھتے تھے ان کا کہنا تھا کہ دیوتا کی شکل میں شیطان ان پر مسلط ہوگیا ہے اور اروکا اور دوسرے لوگ نا ملے تو ہنگارہ بستی پر قہر نازل کرے گا لیکن پھر نوجوانوں کی ایک ٹولی نے جو فاصلے طے کرتی ہوئی بہت دور نکل آئی ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ ایک ایسا بھیانک منظر جس نے ان کے ہوش اڑا دیئے اور وہ خوف ودہشت سے دیوانے ہوکر بستی کی جانب دوڑ پڑے تاکہ بستی والوں کو اطلاع دیں کہ تین خوفناک بلائیں اس طرف آرہی ہیں جن میں دو چھوٹی بلائیں ہیں اور ایک بڑی' یہ خوفناک کھوپڑیاں ہیں جو پہاڑوں کی جسامت رکھتی ہیں اور ان کی کیفیت بڑی ہی ہولناک ہے۔ یہ خبرلے کر وہ بستی کی جانب دوڑ گئے تھے۔ بستی والوں نے ان نوجوانوں کی بات کو سنا تھا اور ان پر یقین نہیں کرپائے تھے' کچھ بزرگوں نے لعنت ملامت کرتے ہوئے کہا۔"

"بے حسوں' بے غیرتوں ہماری جان پر بنی ہوئی ہے اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ہنگارہ ہمارے ساتھ کوئی رعایت کردے گا تو یہ تمہاری بھول ہے۔ احمقوں وہ ہم پر اپنے قہر کی بارش کرے گا اور تم یہ جانتے ہو کہ ہم مدافعت نہیں کرسکیں گے آہ......... وہ بہت برا ہے اور اس کی برائیاں ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گی' وہ ہمیں موت کا نشانہ بنائے گا اور

بستی میں غم واندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے' کیا فضول باتیں کررہے ہو تم۔"

"عمر رسیدہ بوڑھوں' نوجوانوں کو تم صرف کھلنڈرا اور لاابالی ہی سمجھتے ہو' تمہاری عمر اور تمہارا تجربہ حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں جاؤ اس کی تصدیق کرلو اور تین مقدس کھوپڑیاں ہیں پہاڑوں کی طرح بلند اور ہیبت ناک' وہ ٹاری ویگا کی جانب آرہی ہیں' بہت سے لوگ حیرت سے نوجوانوں کو دیکھنے لگے اور بہت سوں نے برے سے منہ بنائے لیکن نوجوانوں کی دوسری کئی ٹولیاں بھی دوڑتی ہوئی آئیں اور جب انہوں نے بھی یہی خبر سب کو سنائی تو پھر وہ تصدیق کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور جب بزرگوں کی آنکھوں نے پہاڑوں کو اپنی جانب متحرک دیکھا تو دہشت سے ان کی چیخیں نکل گئیں اور وہ بستی میں آگئے پھر ان میں سے کچھ عبادت گاہ کی جانب دوڑے اور انہوں نے ہنگارہ کو جاکر اطلاع دی کہ ایک انوکھی بلا اسی طرف آرہی ہے اور وہ اپنے طلسم سے اس بلا کا خاتمہ کرے تو ہنگارہ کو بھی حیرت ہوئی لیکن پہاڑوں کی بلندیوں سے دور دور تک کا جائزہ لیا جاسکتا تھا اور جب ان راستوں کی جانب ہنگارہ نے بلندیوں سے نظر ڈالی تو ان لوگوں کی بات کی تصدیق ہوگئی اور ہنگارہ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اتنی بڑی بڑی اور عظیم الشان کھوپڑیاں کسی نے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ یہ کیا طلسم ہے آہ......... یہ کہیں میری موت تو نہیں ہے جو اس جانب بڑھی چلی آرہی ہے۔ ساندل نے بمشکل تمام ہنگارہ کو پرسکون رہنے کے لئے کہا اور بستی والوں سے بولا۔

"تم لوگ جاؤ اپنے اپنے کیراوں میں خاموشی سے چھپ جاؤ' ہنگارہ کا طلسم ان بلاؤں کو تباہ کردے گا۔" بستی والے واپس آگئے تو ہنگارہ نے دہشت کے عالم میں ساندل سے کہا۔

"کیا یہ ایک خوفناک منظر نہیں ہے ساندل' کیا ہے آخر یہ........."

"مقدس گدھ ہماری حفاظت کرے گا۔"

"احمقوں والی بات مت کرو' اپنا تحفظ کرو۔"

"کیا کرسکتے ہو ہنگارہ۔"

"آہ میرا طلسم میرا ہزار راتوں کا طلسم ختم ہوگیا ورنہ میں سب کچھ دیکھ لیتا۔"

ہنگارہ نے کہا۔

"جو کچھ ختم ہوگیا ہے اس کا ماتم نا کرو یہ دیکھو کہ کیا ظہور میں آتا ہے اور کیا ہوتا ہے۔" ہنگارہ گہرے گہرے سانس لے کر خاموش ہوگیا تھا۔ ادھر بستی میں بھگدڑ مچ گئی تھی پھر کسی نے کوئی شوشہ چھوڑ دیا ایک شخص نے مدبرانہ انداز میں کہا۔

"جانتے ہو یہ کیا؟"

"تم بتاؤ بزرگ کیا تمہاری عقل میں کچھ آتا ہے۔"

"سو فیصدی۔ ان میں سے ایک ہمبا ہے دوسری ساگی اور تیسرا اروکا' ہمبا درمیان میں ہے ساگی اور اروکا اس کے دونوں جانب ہیں' ہنگارہ نے غلط کہا تھا' یہ ان کی بھٹکتی ہوئی روحیں ہیں' آبشار سے گرنے کے بعد وہ زندگی ناپاسکے لیکن اب وہ پوری بستی سے انتقام لینے کے لئے بستی کی جانب متحرک ہیں اور تم دیکھ لینا یہ ضرور تباہی لائیں گے۔" ہر شخص نے اس بات کو دل سے قبول کیا اور چاروں طرف یہ خبر اڑ گئی کہ ہمبا' ساگی اور اروکا کی روحیں بستی پر تباہی نازل کرنے کے لئے آرہی ہیں۔ بوڑھا دھوا ہاتھ میں ڈنڈا لیکر کھڑا ہوگیا اور غصیلے لہجے میں بولا..........

"اگر یہ روحیں ہیں تو میں دیکھوں گا اروکا کے بچے کو' میں نے اسے سینے پر بٹھا کر پرورش کیا ہے اور میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ عورت کے جال میں گرفتار نا ہو زندگی کھو بیٹھے گا بوڑھے دادا کی بات نہیں مانی کہتا تھا دادا عورت اور لڑکی میں کیا فرق ہے' ارے دونوں ہی ایک چیز کے دو نام ہیں۔ لڑکی عورت بن کر تباہی نازل کرتی ہے اور عورت جب لڑکی کے روپ میں ہوتی ہے تو مرد کے دل پر قبضہ کرکے اسے تباہی کے راستے پر ڈالتی ہے۔ اختتام تباہی پر ہی ہوتا ہے اور ہم بوڑھوں کی بات تو کوئی مانتا ہی نہیں ہے' میں دیکھوں گا ذرا اسے آنے تو دو.......... غرضیکہ پوری بستی میں ایک خوفناک ہلچل مچی ہوئی تھی۔"

مقدس کھوپڑیوں نے بستی کے حالات کس طرح
درست کیے اور بستی کے دشمن ایک ایک کر کے
اپنے انجام کو کس طرح پہنچتے رہے۔ گل جو ایک
مقدس امانت کی طرح ان کے درمیان تھی اپنے
لوگوں میں بہ حفاظت کس طرح پہنچی۔ یہ جاننے کیلئے

ملکہ صحرا (آخری جلد)

"مقدس امانت"

میں پڑھیں۔

مقدس امانت

ملکۂ صحرا



ایم اے راحت

طویل ترین سفر جو سینکڑوں واقعات کے ساتھ جاری رہا تھا' اختتام پذیر ہو گیا تھا اور اب وہ سنسنی خیز لمحات شروع ہو گئے تھے جو اس سفر کا حاصل تھے۔ تینوں گاڑیاں ایک ترتیب کے ساتھ ٹاری ویگا کی آبادی میں داخل ہو چکی تھیں اور ہر دل شدید ہیجان کا شکار تھا۔ وہ نادر شاہ کی کمان میں کام کر رہے تھے۔ باہر کے مناظر بخوبی دیکھے جا رہے تھے۔ ٹاری ویگا کی آبادی کیرالوں میں جا گھسی تھی۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ بس کبھی کبھی بچوں کے رونے کی آوازیں سنائی دے جاتی تھیں۔

نادر شاہ نے کہا۔ "سر کیا آپ کو ان لوگوں کے جادو سے کبھی واسطہ پڑا ہے۔"

"ہدایت اللہ محویت سے چونک پڑا۔ پھر اس نے کہا۔ "نہیں.........براہ راست نہیں۔"

"گومی سیانا نے بتایا تھا کہ یہ لوگ جادوگر ہوتے ہیں۔"

"ہاں۔ کچھ روایات انوکھی ہوتی ہیں جو سمجھ میں نہیں آتیں۔ ان کے وچ ڈاکٹر عموماً جڑی بوٹیوں کے ماہر ہوتے ہیں۔ لیکن کچھ اور بھی ضرور ہوتا ہے۔"

"میں نے یہ سوال ایک خاص وجہ سے کیا ہے۔"

"کیا۔"

"ہمیں ہر حال میں یہاں کچھ کرنا تو پڑے گا۔"

"یقیناً"

"میں صرف ان محیر العقول واقعات کے بارے میں سوچ رہا ہوں جو سمجھ میں نہ آئیں۔"

"میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں۔ لیکن ایک مثال دینا چاہتا ہوں۔"

"کیا۔"

"گومی سیانا بھی تو جادوگرنی ہے۔"

"جی۔"

"کیا جادو ہے اس کا۔"

"وہ صرف ستارہ شناس ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس فن میں کمال رکھتی ہے۔"

"بس یہی ان کا جادو ہے۔ اوہو......... دیکھو شاید وہ جگہ آگئی۔" ہدایت اللہ نے کہا۔ بے پناہ وسیع میدان تھا اور اس کے بیچوں بیچ ایک پتھر کا یا لکڑی کا مجسمہ استادہ تھا۔ لیکن یہ دیکھ کر وہ ششدر رہ گئے کہ وہ یوٹ کا مجسمہ تھا۔ بس یوں لگتا تھا جیسے یوٹ اس میدان کے بیچ کھڑا ہو۔

"اوہ میرے خدا........." نادر شاہ کی سرسراتی ہوئی آواز ابھری۔

"سو فیصدی یوٹ۔"

"سر ہمارا کام ہوگیا۔"

"کیا مطلب۔"

"مجھے کامیابی کی امید ہوگئی ہے۔" نادر شاہ نے پر جوش لہجے میں کہا۔ پھر وہ گاڑیوں کو ایک خاص ترتیب سے اس میدان میں آگے۔ "بڑھنے کی ہدایت کرنے لگا۔ ہر کام اس کی ہدایت کے مطابق ہو رہے تھے۔ بڑا ٹرک مجسمے کے سامنے کھڑا ہوگیا اور دوسری دونوں گاڑیاں اس کے دائیں بائیں۔ بستی کا سناٹا بدستور تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ لوگ سخت دہشت زدہ ہوں۔ کہیں کوئی انسان باہر نہیں نظر آرہا تھا۔"

"اصل میں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ وہ لوگ ہم پر حملہ کرنے کی ہمت کرتے ہیں یا نہیں۔" ریٹا ہاروے نے کہا۔

"ابھی تک تو اس کے آثار نہیں نظر آئے۔" مائیکل بائز بولا۔

"رات اس سلسلے میں اہمیت کی حامل ہوگی۔ اگر ایک رات گزر جاتی ہے تو پھر شاید کچھ بھی نہ ہو۔" لارک اینجلو بولا۔

"صبر آزما لمحات گزرتے رہے۔ پھر اچانک شام کو پانچ بجے کے قریب ایک شخص نظر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک موٹا سا ڈنڈا تھا اور وہ اس طرف آرہا تھا۔"

"ہوشیار۔" کنور مہتاب علی نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔ تمام نظریں اسی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ بوڑھا سامنے آکر کھڑا ہوگیا اور زور زور سے چیخ کر کچھ کہنے لگا۔ اور ساگی، اروکا اور ہمبا کچھ مضطرب نظر آنے لگے تھے۔ اروکا نے کچھ کہا تو یوٹ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"کیا کہہ رہا ہے یہ........." کنور مہتاب علی نے یوٹ سے پوچھا۔

"انٹرسٹنگ بگ لارڈ......... انٹرسٹنگ۔ یہ اروکا کا دادا دھوا ہے۔ وہ سمجھ رہا ہے کہ یہ تین بد روحیں ہیں۔ جن میں ایک ہمبا ہے۔ دوسرا اروکا اور تیسری ساگی۔ مگر اس کی باتیں دلچسپ ہیں۔"

"کیا۔"

"وہ کہہ رہا ہے۔ نہ مانی میری بات' اور ہوگیا ایک عورت کا شکار......... آخر مرگیا......... مگر اب بد روح بن کر یہاں کیوں آیا ہے۔ نکل جا اس بستی سے ورنہ ڈنڈے مار مار کر تیری کمر توڑ دوں گا۔"

"تھینکس گاڈ۔ ورنہ ہم اسے کوئی جادوگر سمجھے تھے۔"

"مگر اروکا کے اوسان خطا ہیں۔"

"کہیں وہ واقعی حملہ نہ کردے۔ لائٹیں وغیرہ ٹوٹ جائیں گی۔" مہتاب علی نے تشویش ظاہر کی۔" نادر شاہ کو اس تفصیل سے آگاہ کیا تو اس نے ہدایت کی۔

"گاڑیوں کے انجن بیک وقت اسٹارٹ کرکے روشنیاں جلا دی جائیں اور انہیں خوب ریس دی جائے۔" سب تیار ہوگئے اور پھر ایسا ہی کیا۔

"گرجدار آوازوں کے ساتھ روشنیاں جلیں تو دھوا کے اوسان خطا ہوگئے اور وہ چیختا ہوا بھاگ پڑا۔ یوٹ قہقہے لگا رہا تھا۔ اس نے بتایا۔"

"ٹھیک ہوگیا لارڈ.........! سب؟ ٹھیک ہوگیا.........وہ کہہ رہا ہے کہ یہ اس کے پوتے کی روح نہیں ہو سکتی وہ اتنا نافرمان کبھی نہیں تھا۔"

"بستی کے بیشتر گھروں سے چیخیں ابھری تھیں۔ وہ ان آوازوں سے خوفزدہ ہوکر چیخ رہے تھے۔ چنانچہ نادر شاہ کے کہنے پر انجن بند کرکے روشنیاں بجھا دی گئیں۔"

اس کے بعد رات تک کوئی خاص واقعہ نہیں ہوا۔ گاڑیوں کے اندر ہی اندر خوراک تقسیم ہوئی اور کھانے وغیرہ سے فراغت کے بعد نادر شاہ نے باہر نکلنے کا فیصلہ کیا۔ وہ کچھ خاص تیاریوں کے ساتھ ٹرک سے نیچے اتر گیا تھا اور دوسرے لوگ مستعد ہوگئے تھے کہ اگر اسے کوئی خطرہ ہو تو پھر وہ ناخوشگوار فرض سرانجام دیں جسے وہ بالکل نہیں چاہتے تھے۔

نادر شاہ آہستہ آہستہ اس مجسمے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

ریٹا ہاروے بغور نادر شاہ کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ عرشی اس کے بالکل قریب تھی۔ اس بات کو محسوس کرکے ریٹا اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔ پھر اس نے عرشی کو مخاطب کیا۔

"مسز سردار خان اور عرشی چونک کر ریٹا ہاروے کو دیکھنے لگی۔ پھر نرم لہجے میں بولی.........

"جی میڈم ہاروے.........؟"

"آپ کا نام شمسہ ہے نا۔" ریٹا ہاروے نے کہا اور عرشی ہنس پڑی.........

"اتنے دن سے ہم لوگ ساتھ ہیں میڈم ہاروے اور آپ اب بھی میرا نام پوچھ رہی ہیں.........؟"

"اوہ سوری اصل میں جس وقت انسان ذہنی طور پر اپ سیٹ ہو جاتا ہے تو پھر وہ گفتگو کے لئے صحیح الفاظ تلاش نہیں کرپاتا اور ایسی ہی بے تکی باتیں کہہ بیٹھتا ہے۔"

"آپ اپ سیٹ ہیں۔" عرشی نے پھر سوال کیا اور ریٹا ہاروے ہنس پڑی' پھر بولی ....

"نہیں میں نے شاید لفظ اپ سیٹ بھی غلط ہی استعمال کیا ہے' میں اپ سیٹ نہیں حیران ہوں۔"

"کیوں میڈم ہاروے..........؟"

"تم میری بات کا برا تو نہیں مانو گی۔؟"

"نہیں بالکل نہیں۔"

"حالانکہ تمہیں برا ماننا چاہیے۔"

"کیوں.........؟"

"اس لئے کہ تم عورت ہو۔"

"میں سمجھی نہیں میڈم ہاروے..........؟"

"ایک طویل وقت تک میں نے تم لوگوں کے ساتھ زیادتی کا برتاؤ کیا ہے اور تمہاری مخالف رہی ہوں.........."

عرشی نے ایک نگاہ ریٹا ہاروے کو دیکھا پھر آہستہ سے بولی۔

"وہ آپ کا عمل تھا میڈم ہاروے آپ نے اس میں ترمیم کرلی۔ ہم تو نہ شروع میں اس میں ملوث ہوئے اور نہ اب' اگر آپ کو ہم سے کوئی شکایت تھی تو وقت نے اسے دور کر دیا اور اب تو آپ کا رویہ ہمارے ساتھ بہت اچھا ہے۔"

ریٹا ہاروے پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ پھر بولی۔ "ہاں انسان بہت خود غرض ہوتا ہے۔ میں اس بات پر تم لوگوں سے نفرت کرتی تھی کہ تم نچلی سطح کے لوگ ہو اور تمہیں ہم پر برتری حاصل ہو چکی ہے۔"

"پھر کیا ہوا میڈم ہاروے..........؟"

"پھر یہ ہوا کہ سردار خان نے ہماری زندگی بچائی اور اس طرح بچائی کہ شاید کوئی دوسرا آدمی اتنا بڑا رسک نہیں لے سکتا تھا۔"

"ہاں میڈم یہ انسانی زندگی کا ایک حصہ ہے۔" عرشی نے جواب دیا اور ریٹا ہاروے پھر مسکرانے لگی۔

"میں تم سے ذاتی طور پر کچھ سوالات کرنا چاہتی ہوں۔؟"

"اگر میرے پاس ان کے جوابات ہوئے تو میں آپ کو انکار نہیں کروں گی میڈم

ہاروے..........؟"

"تمہارا اپنے شوہر کے بارے میں کیا خیال ہے' ریٹا نے سوال کیا اور عرشی کی آنکھوں میں ایک شرمگیں مسکراہٹ آئی لیکن دوسرے لمحے اس کی جگہ شوخی نے لے لی۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔"

"میرا شوہر ایک ناقابل یقین انسان ہے۔"

"بڑا ٹھیک جملہ استعمال کیا تم نے.......... ناقابل یقین واقعی اس کی باتوں پر یقین نہیں آتا۔ ہم لوگوں نے تم لوگوں کو صرف اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے حاصل کیا اور سچی بات یہ ہے کہ اس میں خود غرضی شامل تھی اور ہے۔ مسز سردار خان کیا تم لوگوں کو یہ بات معلوم ہے کہ ہم لوگوں نے اصل میں تمہارا ساتھ کس لئے حاصل کیا ہے..........؟"

"جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے میڈم ہاروے یہ دولت کے حصول کا چکر ہے۔"

"وہ تو خیر ہے۔ لیکن تمہاری بچی کو جس مقصد کے لئے حاصل کیا گیا ہے اس کے بارے میں تمہیں علم ہے..........؟"

"نہ ہونے کے برابر.........."

"کیا سردار خان نے تمہیں اس بارے میں تمام تفصیل نہیں بتائی۔؟"

"سردار خان نے مجھے صرف یہ بتایا ہے کہ کنور مہتاب علی اور سرہدایت اللہ ہماری بچی کو کسی خاص مقصد کے تحت استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہمیں اس بات کا یقین دلایا گیا ہے کہ اس سے بچی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اور اس کام کی تکمیل کے بعد ہمیں کافی رقم دے کر رخصت کر دیا جائے گا.........."

"اور مسز سردار خان اگر اس کام کے دوران تمہاری بچی کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو.........."

"نہیں میڈم ہاروے آپ نے ابھی مجھ سے پوچھا تھا کہ میرا میرے شوہر کے بارے میں کیا خیال ہے..........؟"

"ہاں پوچھا تھا..........؟"

"تو پھر آپ اتنا ضرور سمجھ لیجئے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے اسے کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور مجھے اس پر بے حد اعتماد ہے.........."

"او مائی گاڈ' میں جانتی ہوں' یہ مشرق کا ایک روپ ہے.........." میڈم ہاروے بولی۔

"میں سمجھی نہیں۔"

"میرا مطلب ہے کہ مشرقی عورت اپنے ماں باپ کا گھر چھوڑنے کے بعد اپنے شوہر کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد سمجھ لیتی ہے.........."

"عورت کا کام اصل میں یہی ہے۔ میڈم ہاروے بات مشرق کی نہیں ہے' دنیا کے ہر خطے میں عورت عورت ہے اور اسے مرد کا دست نگر رہنا چاہیے۔ کیونکہ یہی تاریخ ہے اور یہی قانون قدرت.........."

"تو تم یورپ کے بارے میں بھی جانتی ہو۔ ریٹا ہاروے ایک پراسرار مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔"

"ہاں ہم لوگ بالکل جاہل نہیں ہیں۔ اصل میں میڈم ہاروے آپ کو بتا چکی ہوں کہ میرا شوہر تھوڑی سی زندگی پولیس میں بھی صرف کر چکا ہے۔ وہاں سے اس نے تربیت بھی لی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی دنیا کا تجربہ بھی ہمیں ہوا ہے اور اس تجربے کی بنیاد پر ہم نے یہ کھیل کھیلا ہے' ورنہ یہ ہماری سطح سے اونچا کھیل ہے۔"

"تعجب کی بات تو یہی ہے مسز سردار خان کہ میں نے بھی یہی سوچا تھا' لیکن اب جو کچھ ہو رہا ہے وہ کیا ہے۔"

"مطلب..........؟"

"سردار خان تو ہم سب پر بازی لے گیا ہے۔"

"آپ یقین کیجئے میڈم ہاروے' وہ جب اور جہاں جس کے سامنے آیا' اس پر بازی لے گیا کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکا تھا۔" ریٹا ہاروے نے تحسین آمیز نگاہوں سے عرشی

کو دیکھا۔ پھر بولی۔

"تم بہت خوش قسمت عورت ہو مسز سردار خان۔ میں تمہیں مبارک باد دیتی ہوں کہ ایسے شاندار مرد کی بیوی ہو تم۔ لیکن میرے ذہن میں ایک بات ہمیشہ الجھتی رہی ہے' میں جانتی ہوں کہ تم انسان ہو اور جو کچھ میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے اس پر تمہیں خوشی نہیں ہوگی' لیکن غلط سوچ کا وقت گزر جاتا ہے بے شک انسان کو اس کے لئے افسوس ہی کرنا پڑتا ہے لیکن میں تم سے کہوں کہ میں اب تم لوگوں سے بہت متاثر ہوں لیکن مجھے ایک بات بتاؤ' کیا تم وہی ہو جو نظر آتی ہو۔؟"

"مطلب..........؟"

"میں یہ سمجھتی ہوں بلکہ کبھی کبھی تو مجھے بہت شدت سے احساس ہوتا ہے کہ تم لوگ درپردہ کچھ اور ہو۔ عرشی ہنسنے لگی تھی۔ پھر اس نے کہا.........."

"نہیں میڈم ہم جو آپ کے سامنے ہیں' وہی ہیں آپ ایسا ہر خیال اپنے دل سے نکال دیجئے۔"

"وہ بہت عجیب آدمی ہے' مجھے حیرت ہوتی ہے میڈم ہاروے نے کہا اور پھر سردار خان کی جانب متوجہ ہوگئی۔ عرشی دل ہی دل میں مسکرا رہی تھی۔ یہ بڑی عجیب بات تھی اور میڈم ہاروے یقینی طور پر ایک دلچسپ عورت' کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی تھی' بہرحال عرشی خود بھی نادر شاہ کی جانب متوجہ تھی۔"

ادھر نادر شاہ اپنی سوچوں کے مطابق کام کر رہا تھا' جو منصوبہ اس کے ذہن میں آیا تھا وہ بڑا سنسنی خیز تھا' چنانچہ اسی منصوبے کے مطابق وہ اس مجسمہ کے پاس پہنچا تھا اور اب قریب سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ اصل میں ٹاری ویگا میں موجود بڑے پجاری کے مجسّمے کے بارے میں گومی سیانا سے اس نے سن رکھا تھا اور یہ خیال اس کے دل میں آیا تھا کہ اگر ٹاری ویگا کے رہنے والے اسی قدر سادہ لوح اور معصوم نکلے تو اسے اپنے کچھ کاموں میں بڑی آسانیاں پیدا ہو جائیں گی اور اس وقت یہاں آنے کے بعد اسے جو اندازہ ہوا تھا وہ یہی تھا کہ وہ باآسانی اپنے اس مشن کی تکمیل کر سکتا ہے۔ بہرحال وہ مجسّمے کے قریب

پہنچ گیا تھا اور اس کا جائزہ لے رہا تھا' ویسے شاید اگر اس ذہانت کا مظاہرہ نہ کیا جاتا تو مجسمے کا اس طرح جائزہ لینے میں اسے اتنی آسانی نہیں ہوتی کیونکہ ممکن تھا کہ ٹاری ویگا کے لوگ اسے اس مجسمے تک نہ پہنچنے دیتے۔ لیکن دونوں گاڑیوں اور ٹرک کو اس طرح مجسمے کے آس پاس کھڑا کر دیا گیا تھا کہ ٹاری ویگا کے لوگ وہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے اور نادر شاہ کو باآسانی مجسمے کا جائزہ لینے کا موقع مل گیا تھا.........

حیرت کی بات یہ تھی کہ اس دور دراز اور تقریباً غیر مہذب آبادی میں اتنا عمدہ سنگتراش کہاں سے آگیا جو اتنا خوب صورت مجسمہ تراش سکے۔ قریب سے دیکھنے پر مزید تصدیق ہوگئی کہ یوٹ کی کاپی ہے' یوٹ کے ہی خدوخال یوٹ جیسا ہی قدو قامت اور بالکل یوٹ جیسی شکل و صورت کا مالک......... ہاتھ میں پتھر کا بھالا اور جسم اسی طرح کسا ہوا' پھر نادر شاہ نے اصل چیز کا جائزہ لیا......... یعنی یہ کہ مجسمہ کس طرح یہاں ایستادہ ہے۔ کیا اسے پتھر کی کسی بڑی چٹان پر اس طرح تراشا گیا ہے کہ اس کے پاؤں بھی اسی چٹان سے ابھارے گئے ہوں......... لیکن یہ دیکھ کہ اسے بڑا اطمینان ہوا کہ مجسمہ الگ سے تراش کر اس چٹان پر کسی مسالے سے جوڑ دیا گیا ہے۔ نادر شاہ نے زمین کے قریب بیٹھ کر مجسمے کے پیروں کے نیچے اس چٹان کو ٹٹولا۔ بے شک وہ سخت چیز تھی۔ لیکن بہرحال اسے اس کی جگہ سے ہٹایا جاسکتا تھا۔ کافی دیر تک جائزہ لینے کے بعد وہ اپنی جگہ سے واپس پلٹ آیا اور ان لوگوں کے درمیان پہنچ گیا.........

آج کل وہ ان سب لوگوں کی نگاہوں کا مرکز رہتا تھا اور آج کل ہی کی بات کیا' بس جب سے اس نے پہلی پہاڑیوں میں اپنی فنکاری دکھائی تھی' میدان اسی کے ہاتھ میں چلا گیا تھا اور اب ہر شخص ہر مسئلے میں اسی کا ہمنوا اور اسی کا ساتھی نظر آتا تھا اور اب اسے پوری طرح اس پارٹی میں لیڈر کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔ ریٹا ہاروے کو ابتداء میں اس بات سے پرخاش ہوتی تھی لیکن بالآخر یہ مسئلہ بھی حل ہوگیا تھا اور ریٹا ہاروے سب سے زیادہ موم ہوگئی تھی۔ کنور مہتاب علی' سرہدایت اللہ' مائیکل بائر' جیمس پیرے وغیرہ سب نادر شاہ کے گرد جمع ہوگئے۔ جیمس پیرے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں بھئی حیرتناک آدمی اب تمہارا ذہن کون سے نئے گل کھلا رہا ہے........."

"نادر شاہ نے مسکراتی نگاہوں سے جیمس پیرے کو دیکھا اور پھر بولا۔"

"مسٹر پیرے میرے دماغ کی بات نہ کریں' جو گل میں کھلا سکتا ہوں ان میں سے بعض گلوں کا کھلانا میرے لئے مناسب نہیں ہوگا اور پھر میں ضروری بھی نہیں سمجھتا کہ کسی کے پوشیدہ رازوں کو افشاء کیا جائے۔"

جیمس پیرے کے بدن میں سنسناہٹ دوڑ گئی ایک لمحے کے لئے اس کے دل میں خیال آیا کہ ممکن ہے کنور مہتاب علی نے جیمس پیرے کے بارے میں انکشافات کر دیئے ہوں لیکن بہرحال اسے یہ بھی اعتماد تھا کہ کنور مہتاب علی اس قسم کا انسان نہیں ہے۔ اس کا اپنا بھی ایک تجربہ تھا زندگی کے بارے میں اور پھر یہی سوچا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے نادر شاہ کے ان الفاظ میں وہ بات پوشیدہ نہ ہو جس کی وجہ سے جیمس پیرے خوف زدہ ہوگیا ہے' ممکن ہے یہ الفاظ اس نے کسی اور نظریئے کے تحت ہی کہہ دیئے ہوں۔ لیکن بہرحال وہ جو کہتے ہیں ناچور کی داڑھی میں تنکا......... جیمس پیرے کو اس طرح چپ لگی کہ دوسرے لوگ بھی حیران رہ گئے اور ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ نادر شاہ کے ان الفاظ نے جیمس پیرے کو اس طرح تخجل کیوں کر دیا ہے۔ البتہ نادر شاہ نے فوراً ہی اپنی گفتگو کا رخ بدل کر ان الفاظ کی اہمیت کو کم کر دیا تھا۔ اس نے کہا۔

"میں اصل میں جو سوچ رہا ہوں اس کا تھوڑا بہت علم آپ کو ہے' لیکن اب میں مکمل طور پر یہ ساری باتیں آپ کو بتا رہا ہوں جو میرے ذہن میں ہیں........."

"یقیناً اگر تم بتانا پسند کرو اور اگر تم نہ بھی بتانا پسند کرو گے تو ہم تمہیں مجبور نہیں کریں گے........." اصل میں بات صرف اتنی سی ہے کہ ان نامساعد حالات میں اگر ہمیں یہ تمام معلومات حاصل ہیں کہ ہمارے اگلے اقدامات کیا ہوں گے تو اس سلسلے میں ہر شخص اپنا فرض سرانجام دے سکتا ہے.........

"کیوں نہیں جناب میری ذمہ داری ہے کہ جو کچھ میرے ذہن میں آئے اس کے لئے آپ سے مکمل مشورہ حاصل کروں۔ میں نے یہاں جس مقصد کے لئے قیام کیا ہے

اس میں آپ نے یہ بات تو محسوس کرلی ہوگی کہ میں نے ٹاری ویگا کے مقدس پجاری کے مجسّمے کو خاص طور سے اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ اصل میں گومی سیانا نے جو تفصیلات بتائی تھیں میں نے ان سے بھی پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے اور میرے ذہن میں یہ خیال موجود تھا کہ ممکن ہے کہ کسی مرحلے پر یوٹ ہمارے لئے کارآمد ہو اور ہم اس سے ایک بہتر فائدہ حاصل کرسکیں۔ آپ نے دور سے تو اس مجسّمے کو دیکھ ہی لیا ہوگا۔ بالکل یوٹ کی شکل و صورت کا ہے اور اب مجھے بھی اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہا ہے کہ وہ یوٹ کا باپ ہی تھا.......... لیکن یوٹ کے بارے میں ٹاری ویگا کے لوگ نہیں جانتے ہوں گے۔ میں صورت حال کا جائزہ لے رہا ہوں اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اگر ٹاری ویگا کے لوگ کسی کی سرکردگی میں ہم پر حملہ آور ہوتے ہیں تو ان کا طریقہ کار کیا ہوگا۔ نیز یہ کہ وہ ہم سے اسی قدر خوفزدہ ہیں جتنا ہم سمجھ رہے ہیں یا کوئی بہتر حکمت عملی تیار کر رہے ہیں۔ بہرحال یہ جائزہ لینے کے بعد میں اپنے آئندہ اقدام کا فیصلہ کروں گا۔ خیال یہ ہے کہ یہ مجسمہ اس کی جگہ سے ہٹالیا جائے گا اور یوٹ کو ہم یہاں اس کا میک اپ اتارنے کے بعد کھڑا کر دیں گے اور ان کی توہم پرستی سے فائدہ اٹھائیں گے یعنی یہ کہ یوٹ قدیم مقدس پجاری کی حیثیت سے اپنے آپ کو ان کے سامنے پیش کرے گا اور جہاں تک میرا اندازہ ہے یہ لوگ جس طرح اپنے اس پجاری کی پوجا کرتے ہیں اور اس کے عقیدت مند ہیں اس کے تحت یوٹ اگر متحرک ہو جائے اور اپنے آپ کو قدیم پجاری ظاہر کرے تو میرے خیال میں باآسانی ہماری پورے قبیلے پر حکمرانی ہو سکتی ہے اور ہم یہاں مستحکم ہوکر اپنے لئے آئندہ اقدامات کرسکتے ہیں۔“

”وہ سب تحسین آمیز نگاہوں سے سردار خان کو دیکھ رہے تھے۔ سرہدایت اللہ کی نگاہوں میں عجیب سی کیفیت تھی‘ کنور مہتاب علی نے ہنستے ہوئے کہا۔“

”سردار خان بار بار کہتے ہوئے اچھا نہیں لگتا لیکن تم بھی بار بار ہی ہمیں حیران کر دیتے ہو۔ تمہیں تو کوئی ایسا مہم جو ہونا چاہیے تھا جس کی کہانیاں کتابوں میں درج ہوتیں اور جسے دنیا کا ذہین ترین انسان کہا جاتا۔ کمال کا ذہن پایا ہے تم نے......... اگر تمہاری یہ

عمر نہ ہوتی تو ہم تو یہی سمجھتے کہ یقیناً" تمہیں مہم جوئی کے سلسلے میں پانچ سو سالہ تجربہ حاصل ہے۔“

”واقعی اب تو اس شخص کے لئے دعائیں مانگنا پڑتی ہیں کہ کہیں اسے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے‘ اس کی ذہانت کو نظر نہ لگ جائے۔“

بہرحال وہ لوگ کافی دیر تک سردار خان کی تعریفیں کرتے رہے‘ نادر شاہ خاموشی سے یہ سب کچھ سن رہا تھا پھر اس نے کہا۔

”آپ لوگوں کی محبت ہی کے سہارے میرے ذہن کو جلا ملتی ہے۔ آپ لوگ میرے اس خیال سے متفق ہیں نا۔؟“

”سو فیصدی سو فیصدی۔ کمال کی تدبیر ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ تم پہلے ہی سے اس کی پلاننگ کرتے رہے ہو‘ اور وقت پر اس صورت حال کا فیصلہ نہیں کیا ہے۔ بہرحال بالکل ٹھیک ہے۔“

”میں نے اس مجسّمے کا جائزہ لیا ہے۔ اسے پتھر سے تراش کر زمین پر کسی مسالے سے جوڑ دیا گیا ہے‘ میرا خیال ہے ہمیں اسے اس کی جگہ سے اکھاڑنے میں خاصی محنت کرنا ہوگی۔“

”لیکن اگر تم اسے پتھر سے اکھاڑنے کی کوشش کرو گے تو کیا اس کی آوازیں نہ بلند ہوں گی۔؟“

”اس کے لئے وہی طریقہ کار مناسب ہے۔“

”کیا..........؟“

”جس طریقہ کار سے وہ ڈنڈے بردار فرار ہوا تھا۔“

”اوہو واقعی یہ تو بہترین بات ہے لیکن میرا خیال ہے ہمیں رات ہی میں یہ کام کرلینا چاہیے۔“

”میں ذرا اسی الجھن کا شکار ہوں کہ فوری طور پر یہ کام کرلیا جائے یا نہیں ....“

"مطلب کیا ہے.........؟"

"مطلب صرف اتنا سا ہے کہ یوٹ کو ہم اتنی دیر تک یہاں نہیں کھڑے رہنے دیں گے اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان لوگوں کے طرز عمل کا بھی تو پتہ چل جائے........."

"تو پھر اس کے لئے ایک کام کر لیتے ہیں۔"

"وہ کیا.........؟"

"میری تو یہ رائے ہے کہ بعد میں ہو سکتا ہے ہمیں اس کا موقع نہ ملے لیکن اس چانس کو ہاتھ سے نہیں گنوانا چاہیے' آئیڈیا بہت ہی اچھا ہے۔ یوں کرتے ہیں کہ اس مجسمے کو اس کی جگہ سے اکھاڑ لیتے ہیں اور اس کے بعد جیسے بھی بن پڑا اسے وہیں کھڑا رہنے دیں گے......... اور اگر صورت حال بہتر ہوئی تو پھر چند لمحوں میں اس کو اس کی جگہ سے پار کر کے یوٹ کو اس کی جگہ کھڑا کر دیا جائے گا' اگر ایسا کر لیا جائے تو کیا ہرج ہے۔ یہ میں صرف اس لئے کہہ رہا ہوں کہ کسی بھی کام میں کاہلی نہ ہونے پائے........." نادر شاہ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں آپ لوگوں سے اتفاق کرتا ہوں........."

"تو پھر کیا خیال ہے کتنی دیر کے بعد........."

"جب عمل کرنا ہی ہے تو پھر انتظار کرنا بے سود۔" نادر شاہ نے جواب دیا۔

"تو گویا تم اس بات پر آمادہ ہو کہ ہم اپنا کام شروع کر دیں........."

"آپ لوگوں کی ہدایت کے مطابق۔" نادر شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"طریقہ کار کیا رہے گا.........؟"

"میرے خیال میں ہمیں ایسی چیزوں کا بندوبست کرنا چاہیے جن سے پتھر پر کھدائی کی جا سکے۔ یہ کام بے شک دیر میں ہوگا اور اس کے لئے سخت مشقت درکار ہوگی۔"

"اس کے لئے تم فکر مت کرو' ہم سب ہی تمہارا ساتھ دیں گے۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔

"تو پھر کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم تیاریاں شروع کر دیں.........؟"

"ہاں ہمیں ہتھوڑے اور چھینیاں درکار ہوں گی۔"

"وہ ہمارے پاس وافر مقدار میں موجود ہیں۔ خیموں کی میخیں جنہیں زمین میں گاڑ کر خیموں کو ایستادہ کیا جاتا ہے اور بڑے بڑے ہتھوڑے' لیکن ایک بات بتاؤ........."

"کیا.........؟"

"یوٹ کو اس سلسلے میں اعتماد میں لو گے یا نہیں۔"

"ضروری نہیں ہے' لیکن آپ نے یہ سوال کیوں کیا۔؟"

"اس لئے کہ وہ اس کے باپ کا مجسمہ ہے........."

"یوٹ ایک روشن خیال انسان ہے' مہذب دنیا میں اس کی فطرت بہت بدل چکی ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ وہ ہمارے لئے بے حد کارآمد ہے۔ پھر بھی میرا خیال ہے اسے بتانے کی ضرورت نہیں۔"

"میں صرف اس خیال سے سوچ رہا تھا کہ اگر وہ مجسمہ ٹوٹ گیا تو.........؟"

"کوشش کریں گے ایسا نہ ہو........."

"اس کے علاوہ اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ وہ جذباتی ہو جائے۔" مائیکل بائر نے کہا۔

"ان تمام چیزوں کو وقت پر چھوڑ دیتے ہیں جیسی بھی صورت حال ہوئی اس کے مطابق کریں گے........."

"تو پھر ٹھیک ہے۔"

"لیکن طریقہ کار ذرا مختلف رکھا جائے۔"

"کیا.........؟"

"میرا خیال ہے ہمیں اپنی ڈائریکشن کو تھوڑا سا اور بدلنا پڑے گا........."

"ہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"صرف ایک گاڑی پیچھے رہنے دی جائے اور دو گاڑیاں آگے لے آئی جائیں اور

اس کے بعد وہی عمل دہرایا جائے..........."

"ٹھیک ہے۔ پھر تمام لوگ اس کارروائی کے لئے ایک دوسرے کو ہدایت دینے لگے اور گاڑیاں متحرک ہوگئیں' نادر شاہ نے یہ کھیل بھی خوب کھیلا تھا حالانکہ یہ بچکانہ سا کھیل تھا لیکن اس کی افادیت کو سب نے ہی محسوس کیا تھا اور نادر شاہ سے متفق ہوگئے تھے۔"

چھینیاں' ہتھوڑیاں زمین پر ڈال دی گئیں اور اس کے بعد گاڑیاں اپنی اس پوزیشن پر آگئیں جہاں سے انہیں بستی والوں کو کور کرنا تھا۔ تاریکیوں میں ایک بار پھر گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس جلادی گئیں اور ان کے ساتھ ہی ان کے انجن اسٹارٹ ہوگئے۔ بستی کے بہت سے گھروں سے شور وغل کی آوازیں ابھری تھیں۔ لیکن یہ ان لوگوں کے لئے سود مند ہی ثابت ہوئی تھیں۔ جیمس پیرے کے طاقتور ساتھیوں نے چھینیاں پکڑ پکڑ کر انہیں مجسمے کے پیروں میں گاڑنا شروع کردیا تھا۔ اور اس کے بعد ان چھینیوں پر ضربیں لگائی جانے لگیں۔ یہ کام بہت زیادہ مشکل نہیں ثابت ہوا' گاڑیوں کا شور اور ان کے سائلنسر سے اٹھنے والا دھواں ان لوگوں کے لئے بڑا کار آمد ثابت ہوا' اس دھوئیں نے ماحول کو ڈھک دیا تھا اور وہ لوگ چھینیوں اور ہتھوڑوں سے مجسمے کے پیروں کے نیچے کھدائی کررہے تھے اور یہ کام زیادہ مشکل نہیں ہوا' اور تھوڑی ہی دیر کے بعد مجسمہ ہلنے لگا۔ لیکن پتھروں کے اس وزنی مجسمے کو اس کی جگہ سے اٹھا کر ٹرک کے عقبی حصے میں لانا' اسے زمین سے اکھاڑنے سے زیادہ مشکل ثابت ہوا۔

یوٹ اب اس قدر احمق بھی نہیں تھا کہ صورت حال سے واقف نہ ہوتا۔ لیکن اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

"پھر مجسمے کو بمشکل تمام ٹرک میں پہنچا دیا گیا۔ یوٹ اس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ ایمرے اور ایلما برانٹ بھی موجود تھے۔ یوٹ نے مجسمے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔"

"آہ مسٹر ہیوبرٹ ایڈلمن ساویو ویگا' بہت عرصے کے بعد تم سے ملاقات ہوئی۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تم وہ نہیں ہو جس کے بارے میں......... میں سوچ رہا ہوں بلکہ تم اپنی

آبادیوں کی عقیدت ہو۔ میں بھی تمہیں خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔"

ایمرے گہری الجھن میں ڈوب گیا تھا۔ اس نے بہت دیر تک اس مجسّمے کو دیکھا پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"یوٹ تمہاری کہانی تو تمہاری نگاہوں کے سامنے آگئی۔ لیکن میں........."

یوٹ نے نگاہیں اٹھا کر اپنے آقا کو دیکھا اور پھر بولا۔

"مائی ڈیئر مسٹر ایمرے' سنا یہ گیا ہے بلکہ آپ ہی کی دنیا میں مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے اب تم دیکھ لو 'کنگ آف ویگا یعنی میں' یعنی ایڈلمن ساویو ویگا یوٹ کنگ آف ویگا ایک بار پھر اپنی کنگڈم Kingdom میں آگیا ہے۔ کیا تم کبھی سوچ سکتے تھے کہ ہمیں اتنی آسانی سے یہ سب کچھ دیکھنے کو مل جائے گا۔ تمہاری کہانی کا انکشاف بھی یہیں کہیں اسی آبادی میں ہوگا۔ اطمینان رکھو۔"

ایلما برانٹ نے ایمرے کی افسردگی کو محسوس کیا اور اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

"ایمرے کیا تم افسردہ ہو.........."

ایمرے کی نگاہیں ایلما کے چہرے کی جانب اٹھ گئیں' چند لمحات وہ اسے دیکھتا رہا' پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' اس نے کہا۔

"انسان بے حد خود غرض ہے ایلما۔ وہ بہت کچھ بھول جاتا ہے لیکن کم از کم میں یہ بات نہیں بھولوں گا کہ میرے مربی اور مجھے زندگی کی ہر دلچسپی سے روشناس کرانے والے مسٹر لیمی برانٹ نے اپنی زندگی میرے مشن کے لئے ختم کردی۔ میرا کچھ کھو گیا ہے وہ اپنی جگہ......... لیکن میں نے اپنے ایک محب اپنے ایک ہمدرد کو بھی تو کھویا ہے۔ میں اس بات کو تو کبھی نہیں بھول سکتا۔ ایلما نے اس کے بازو پر اپنا رخسار رکھ دیا تھا۔"

وادی گریاں کی بلند ترین چوٹی پر بنے ہوئے معبد کے اس سرے پر جہاں سے پوری بستی کا نظارہ کیا جاسکتا تھا' ہنگارہ اپنے دست راست ساندل کے ساتھ کھڑا ہوا حیرت و خوف کی نگاہوں سے یہ سارے مناظر دیکھ رہا تھا اس کے چہرے پر خوف کی پرچھائیاں رقصاں تھیں اور وہ شدید دہشت کا شکار نظر آرہا تھا۔ بوڑھا ساندل بھی اپنی تجربے کار نگاہوں سے ادھر کے مناظر دیکھ رہا تھا۔ بہت دیر تک خاموشی طاری رہی۔ پھر ہنگارہ نے کہا۔

"ساندل یوں لگتا ہے جیسے میرے اقتدار کی شمع بجھنے والی ہے۔"

ساندل نے نگاہیں اٹھا کر ہنگارہ کو دیکھا پھر بولا۔ "مگر ہنگارہ تو نے تو ابھی تک اپنا کوئی مقصد حاصل نہیں کیا..........؟"

"ہاں افسوس تو یہی ہے' میں تو ایک دائمی اقتدار چاہتا تھا۔"

"اور ابھی تک تو نے اس کے لئے کچھ بھی نہ کیا۔"

"اب یہ احساس ہوتا ہے ساندل کہ مجھے کسی حسین لڑکی کو اپنی زندگی میں مستقل طور پر شامل کرلینا چاہیے تھا' وہ میرے جانشین کو جنم دیتی اور میں یہ اعلان کرتا کہ یہ میری نسل کا دوسرا فرد ہے اور آنے والے وقت میں ٹاری ویگا کا رہنما اور گدھ کا پجاری.......... لیکن افسوس میری نگاہیں تو ہر اس چہرے کی جانب اٹھ جاتی تھیں جس میں

مجھے دلکشی نظر آتی تھی۔"

"بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے لئے بعد میں پچھتانا پڑتا ہے لیکن ہمیں ہر صورت میں وقت کو اپنا تابع کرنا ہوگا۔ ساندل نے کہا۔"

"لیکن کیسے..........؟"

"تیرا ذہن مجھ سے زیادہ زیرک ہے اور تو بہت کچھ سوچ سکتا ہے۔"

"آہ کچھ ایسے شواہد مل رہے ہیں ساندل جن سے یہ احساس ہوتا ہے کہ شاید اب میں اپنا منصب کبھی حاصل نہ کرسکوں۔"

"شواہد..........؟"

"ہاں.......... ہنگارہ نے پر خیال نگاہوں سے خلاء میں دیکھتے ہوئے کہا۔"

"کیا تو مجھے اُن کے بارے میں بتانا پسند کرے گا۔؟"

"بتا چکا ہوں۔"

"مجھے یاد نہیں۔"

"میں نے تجھ سے کہا تھا کہ میری ہزار راتوں کا طلسم ختم ہو چکا ہے۔ اگر میں اس وقت یہ سوچ لیتا کہ کوئی ایک لمحہ ایسا بھی آسکتا ہے کہ اس وقت میرے ہاتھوں کی تمام طاقتیں مجھ سے چھن جائیں گی تو میں کچھ ایسے اور عوامل کرتا جن سے مجھے اس وقت سہارا حاصل ہوتا۔ میں چاروں طرف سے بے دست وپا ہو چکا ہوں اور مجھے یوں لگتا ہے کہ وہ بدبخت لڑکی جو معبد میں داخل ہوئی تھی ہمارے لئے نحوست کا نشان بن گئی۔"

"اور ہوا کا پوتا اور بدصورت آدمی..........؟"

"ہاں۔ مگر ہم ان تینوں کو ہی الزام نہیں دے سکتے ہیں۔ میں اصل میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یہ تین خوفناک کھوپڑیاں کہاں سے نمودار ہوگئی ہیں۔؟"

ساندل سوچ میں ڈوب گیا۔ یہ وہ لمحات تھے جب ادھر مجسمہ کو اکھاڑنے کی تمام تیاریاں کرلی گئی تھیں اور پہلی بار ہی ان لوگوں نے دیکھا تھا کہ اچانک کھوپڑیوں کی آنکھیں روشن ہوئی اور ان کے حلق سے ناقابل یقین غراہٹیں بلند ہونے لگیں .... وہ اس

کیفیت سے بری طرح خوفزدہ ہوگئے تھے لیکن ابھی اس گفتگو کا اختتام بھی صحیح طور پر نہیں ہوا تھا کہ دفعتاً" وہی منظر پھر سے نمودار ہوگیا۔ کھوپڑیاں اپنی جگہ سے متحرک ہوئیں۔ انہوں نے جگہ تبدیل کی اور اچانک ہی ان کی آنکھوں کا خوفناک اجالا نمایاں ہوگیا اور وہ قہر کی نگاہوں سے بستی کو دیکھنے لگیں۔ ان کے حلق کی غراہٹیں بے حد خوفناک تھیں اور ان کے جسموں سے قہر کا دھواں خارج ہونے لگا تھا۔ ہنگارہ نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لئے۔ ساندل کی گہری نگاہیں۔ اس کیفیت کا جائزہ لے رہی تھیں' دفعتاً" ہی ساندل کے حلق سے ایک آواز نکلی۔

"عظیم ہنگارہ ایک خیال آیا ہے میرے دماغ میں۔؟"

"کیا خیال.........؟"

"دیکھ دیکھ وہ مسلسل اپنے قہرو غضب کا اظہار کر رہی ہیں۔؟"

"ہم ایک شخصیت کو بھول گئے ہنگارہ........."

"کون..........؟"

"کیا تمہیں وہ شخص یاد نہیں ہے جسے ہم نے پہاڑیوں کا قیدی بنا رکھا ہے........."

"پہاڑیوں کا قیدی.........؟"

"ہاں یاد کرو...... .. وہ اور اس کی بیوی جو ٹاری ویگا میں بہت عرصے سے قیام پذیر تھے اس وقت سے جب ہیو برٹ ویگا بڑا پجاری تھا۔"

"آہ تم شاید اس شخص کی بات کر رہے ہو جس کا رنگ اور بال برف کی مانند سفید ہیں شاید اس کا نام جیمی کاف ہے........."

"ہاں جیمی کاف........"

"اور وہ کسی دوسری دنیا سے یہاں آیا تھا........؟"

"ہاں......... اور اس کے ساتھ کچھ عجیب و غریب واقعات پیش آگئے تھے جن کی بناء پر وہ اپنے پیروں سے معذور ہوگیا تھا۔"

"بے شک بے شک مجھے یاد ہے اور یہ بھی یاد ہے کہ اس کی ایک بیٹی ہے جس کا

بالک "شونتے" بن گیا تھا۔"

"بالکل بالکل......... اور یہ بھی تمہیں یاد ہوگیا کہ ہم نے انہیں بھوری پہاڑیوں کے دامن میں ایک غار میں رکھا ہوا تھا اور ان کے بارے میں ہدایت کردی گئی تھی کہ وہ کبھی وہاں سے فرار نہ ہونے پائیں اور شونتے کو یہی ہدایت کی گئی تھی لیکن شونتے نے اس سے دوسرا ہی فائدہ اٹھایا۔"

"ہاں حالانکہ وہ لڑکی بے حد حسین تھی لیکن مجبوراً" مجھے اسے شونتے کے حوالے کرنا پڑا۔ لیکن اس وقت تم انہیں کیوں یاد کر رہے ہو.........؟"

"جس دوسری دنیا کا وہ باشندہ ہے اس میں ذہانت اور عقل بے پناہ ہے' اور کہیں ایسا تو نہیں کہ مقدس کھوپڑی کا راز بھی اسی دنیا سے تعلق رکھتا ہو۔ ساندل نے کہا اور ہنگارہ حیران نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ بہت دیر تک وہ اسے دیکھتا رہا پھر اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔"

"ساندل میں نے تجھے عقل و ذہانت کا دیوتا کہا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کبھی کبھی تیری عقل مجھے شدت سے حیران کر دیتی ہے۔ ہاں یہ بات حقیقت ہے اور اس سے پہلے کی کچھ داستانوں میں ایسے واقعات درج ہیں۔ جن میں دوسری دنیا سے آنے والے ان آبادیوں تک پہنچ گئے ہیں اور یہاں انہوں نے خاصی ہنگامہ آرائیاں کی ہیں ہم اس خیال کو نظرانداز نہیں کر سکتے لیکن اب اس سے آگے تو کہہ' کیا کہنا چاہتا ہے.........؟"

"اگر ہم جیمی کاف کو یہاں لے آئیں اور اسے یہ سب مناظر دکھا کر اس سے کہیں کہ کیا وہ ان حقیقتوں کو منکشف کر سکتا ہے تو کیسا رہے.........؟"

"میرے خیال میں نہایت موزوں بلکہ بہت بہتر........."

"تو پھر کیوں نہ ہم بھوری پہاڑیوں میں جاکر اس سے ملاقات کریں۔"

"افسوس ہمارے پاس ایسے ذہین اور وفادار لوگ نہیں ہیں' جو ہماری غیر موجودگی میں یہاں کے حالات پر نظر رکھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لمحات میں معبد کی طرف سے

بستی کے رہنے والوں کو تسلی دی جانی چاہیے تھی اور انہیں بتانا چاہیے تھا کہ یہ کیا صورت حال ہے اور اس سے نمٹنے کے لئے ہمیں کیا کرنا ہو گا۔ لیکن بات خود اپنی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔"

"تو کیا کہنا چاہتا ہے مقدس رہنما.........؟"

"کیا ہم ان معاملات کو یونہی چھوڑ کر چلیں۔ ہنگارہ نے کہا اور ساندل مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔"

"عقلمندوں نے کہا ہے کہ پہلے اپنے لئے سوچو پھر دنیا کے لئے۔ ہم یہاں رہ کر ہی کیا کر پا رہے ہیں جو یہاں سے ہٹ کر نہ کر پائیں گے۔ ہاں اگر ہماری کاوشیں اسی طرح کارآمد رہیں تو کیا زیادہ بہتر نہیں ہو گا۔ اور یہ تو راتوں رات کی بات ہو گی، ہم صبح کی روشنی ہونے سے قبل یہاں پہنچ جائیں گے........"

"ہوں تو پھر ٹھیک ہے، لیکن ہمیں بھوری پہاڑیوں تک کا سفر کرنا ہو گا.........؟"

"بھوری پہاڑیوں آبادیوں سے دور تو نہیں ہیں اور پھر ان کی سمت بھی وہ نہیں ہے جہاں اس وقت خطرہ منڈلا رہا ہے۔"

"تو ہم چلتے ہیں۔ ہنگارہ نے کہا اور دونوں عقبی راستے کی جانب چل پڑے، جہاں سے پہاڑیوں سے اترنے کا راستہ نسبتہً آسان تھا۔"

بھوری پہاڑیوں کا سلسلہ وادی گریاں سے منسلک نہیں تھا۔ بائیں سمت سے گھومنے کے بعد یہ سلسلہ بستی کی آبادیوں سے مل جاتا تھا، لیکن آبادی کا سب سے پہلے جھونپڑا بھی یہاں سے خاصے فاصلے پر تھا اور اس کے لئے آبشار سے بننے والی ندی کے درمیان سے گزرنا ہوتا تھا۔ دوسری جانب بلند و بالا پہاڑی سلسلے پھیلے ہوئے تھے جن کے درمیان اونچی اونچی چٹانیں اور نوکیلے پتھروں کا شہر آباد تھا، یہاں سے گزرنے کے لئے سخت مشقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور عموماً لوگ ادھر آنے سے گریز کرتے تھے، ہاں زرد پتیوں کے رسیا کبھی کبھی ان چٹانوں کے درمیان بھٹکتے نظر آتے تھے اور ان میں سے بعض ان چٹانوں کے درمیان رہنے والے زہریلے کیڑوں کا شکار ہو جاتے تھے ان کی لاشیں وہیں پڑی سڑتی رہتی تھیں، سورج کی شعاعیں، شبنم کی نمی اور ہوائیں ان کے ساتھ اپنا کھیل کھیلتی تھیں......... پھر چٹانوں کے درمیان سوکھی ہوئی ہڈیوں کے ڈھانچے اور ان پر منڈلاتے ہوئے گدھ ہی نظر آتے تھے، باقی ان لاشوں کو اٹھانے والا کوئی بھی نہیں ہوتا تھا۔ اس لحاظ سے یہ غار درحقیقت قیدیوں کے غار کہے جاسکتے تھے، کیونکہ ندی عبور کئے بغیر ادھر آمد مشکل ہی تھی، ایسے ہی ایک غار میں جیمی کاف اپنی زندگی کے ایام بسر کر رہا تھا۔ جیمی کاف کی کہانی بھی عجیب تھی۔ اب تو اسے یاد بھی نہیں رہا تھا کہ ان علاقوں کا رخ کئے ہوئے کتنا عرصہ گزر چکا ہے، وہ بھی ایک مہم جو تھا اور مہم جوئی کے جنون میں نجانے دنیا کے

کون کون سے گوشوں میں مارا مارا پھرتا رہا تھا......... پھر وہ اور اس کے بیوی اینا کاف پہاڑیوں کے اس سلسلے کی جانب آنکلے' نجانے کیا کیا تصورات ذہن میں تھے۔ اسی مہم جو کے دوران جیمی کاف کی بیوی اینا کاف نے ایک بیٹے کو جنم دیا اور اس کے ساتھ ہی کچھ ایسے عوامل کا شکار ہوگئے کہ بالآخر انہیں اس علاقے میں آکر پھنسنا پڑا اور یہاں ان زندگی کا بدترین حادثہ رونما ہوگیا' ٹاری ویگا میں کچھ ایسے لوگوں کی حکمرانی قائم ہوگئی سنگدل اور وحشی تھے اور انہی وحشیوں کے درمیان جیمی کاف کو اس کے پیروں سے محرو کر دیا گیا۔ زندگی باقی تھی کہ وہ اس ہولناک درندگی کے بعد بھی محفوظ رہا۔ لیکن پے درپے حادثوں نے اسے ذہنی طور پر ماؤف کر دیا تھا۔ ان میں سب سے بڑا حادثہ بیٹے کی گمشدگی کا تھا۔ اینا کاف ماں تھی' لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ اس حادثے سے اس قد متاثر نہیں ہوئی تھی' جتنا جیمی کاف' اینا کاف کی سب سے بڑے ذمے داری یہ ہوگئی کہ جیمی کاف کو ذہنی طور پر بالکل ختم ہونے سے بچائے اور رفتہ رفتہ وہ اپنی ان کوششوں میں کامیاب ہوگئی خصوصاً" اس وقت جب اس نے ایک ننھا سا وجود جیمی کاف کی گود میں دیا۔ یہ اس کی بیٹی تھی جس کا نام جیمی کاف نے ایموری رکھا تھا' ایموری کے آنے کے بعد جیمی کاف کی حالت کافی حد تک بہتر ہوگئی اور وہ اپنی بچی میں بے پناہ دلچسپی لینے لگا' لیکن یہ بات اینا کاف اچھی طرح جانتی تھی کہ جیمی کاف کی حیثیت اس قبیلے میں قیدیوں جیسی ہے' البتہ اینا کاف کو اب یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ مہم جو شوہر زندگی کی بازی لگانے کے باوجو اب ان علاقوں سے نہیں نکل سکتا' چنانچہ اس نے وہیں کی زندگی اختیار کرنے پر پوری پوری توجہ دی تھی' اور اب تو انہیں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ٹاری ویگا میں ہی پیدا ہوئے' باہر کی دنیا سے ان کے تمام ذہنی رابطے ٹوٹ گئے تھے' اب تو کوئی اپنا یاد بھی نہیں رہا تھا' ہاں یہ الگ بات ہے کہ بستی کے رہنے والے اپنے بن گئے تھے' اتنے برے لوگ نہیں تھے اور ان کے ساتھ محبت اور مفاہمت کا سلوک کرتے تھے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو ان کی جانب سے مشکوک رہتے تھے اور ان میں سب سے بڑا کردار اس کمبخت پجاری کا تھا جس کا نام ہنگارہ تھا' ہنگارہ ان کی جانب سے ہمیشہ ہی محتاط رہا اور جب

اس نے ہیوبرٹ کا اقتدار خود سنبھالا تو سب سے پہلا کام جو اس نے کیا وہ شونتے نامی ایک نوجوان کو ان لوگوں کی نگرانی پر مقرر کرنے کا کیا تھا۔ شونتے ایک امریکن نوجوان تھا اور اپنی عمر سے بہت زیادہ بڑا نظر آتا تھا۔ لیکن کچھ ہی عرصے کے بعد انہیں یہ اندازہ ہوگیا کہ شونتے بے شک ہنگارہ کا عقیدت مند ہے' لیکن فطری طور پر برا انسان نہیں ہے لیکن جب جیمی کاف نے اپنی نوجوان بیٹی ایموری کو شونتے کی جانب متوجہ دیکھا تو اس کے ایک اندر عجیب سی کیفیت بیدار ہوگئی' بیوی سے ٹوٹے ہوئے لہجے میں اس نے کہا۔

"کیا زندگی اتنی قیمت چیز ہے کہ انسان ہر کیفیت میں زندہ رہنا پسند کرے؟" اینا کاف نے اسے غور سے دیکھا اور بولی۔

"میرا خیال ہے' بلکہ اس کے لاتعداد ثبوت بھی ملتے ہیں' بدترین حالت میں ایڑیاں رگڑ رگڑ زندگی کھوتے ہوئے لوگ آخری حد تک یہی کوشش کرتے ہیں کہ زندگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔"

"اینا......... تم زندہ رہنا چاہتی ہو۔" جیمی کاف کے سوال پر اینا کاف نے کہا۔

"اور اس کے باوجود تم کہتے ہو کہ تمہیں بستی کے حالات سے واقفیت ہے........." اس شخص نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"آہ مجھے بتاؤ تو سہی' ٹھہرو تو سہی میں تمہارے لئے کھانے پینے کی کچھ اشیاء مہیا کرتا ہوں آخر میں بھی یہیں رہتا ہوں' جو تباہی تم پر نازل ہوگی وہ مجھ پر بھی ہو سکتی ہے لیکن مجھے کچھ تفصیل تو بتاؤ........."

"برائی تو اسی وقت شروع ہوگئی تھی جب نگارا نے اپنی بیٹی کو معبد پہنچایا تھا اور وہ بھی چوری چھپے........."

"تو پھر......... یہ واقعہ تو مجھے معلوم ہے' بستی میں پچھلے دنوں چہ میگوئیاں ہوتی رہی ہیں اور دھوا کا پوتا اروکا معبد میں داخل ہو کر اس لڑکی کو لے کر فرار ہوگیا ہے لیکن جن آبشاروں سے اس کے گرنے کا تذکرہ کیا جاتا ہے وہاں سے گرنے کے بعد کسی کی زندگی کا تصور حماقت کے سوا کیا ہو سکتا ہے' لگتا ہے بستی کے تمام لوگ ہی احمق ہوگئے

ہیں.........."

"بستی کے لوگوں سے زیادہ شاید ہنگارہ........" اسی شخص نے جواب دیا اور شانتے حیران نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیا تم مقدس پجاری کے بارے میں ایسے الفاظ کہہ سکتے ہو۔ وہ بولا۔"

"کیسا مقدس پجاری۔ وہ عبادت گاہ میں چھپا بیٹھا ہے اور بستی کے لوگ اپنے گھروں میں۔ دیکھو ٹاری ویگا اب کون سی تباہی سے دو چار ہونے والا ہے۔ میں تو چلتا ہوں۔"

شانتے پریشان نظروں سے جانے والے کو دیکھتا رہا۔ پھر واپس اپنی کمین گاہ میں آگیا۔ سب سے پہلے اس نے ایموری کو اپنی پریشانی بتائی۔

"ایموری۔ تجھے بستی کے حالات کا کچھ علم ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔ لیکن بہت سے لوگوں کو میں نے سامنے سے دوڑتے دیکھا ہے جبکہ پہلے ایسا نہیں ہوتا تھا۔"

"ہاں۔ میں یہی کہنا چاہتا تھا۔"

"لیکن کیوں۔ اس کی کوئی خاص وجہ ہے۔"

"پہلے تو مجھے بھی نہیں معلوم تھی۔ لیکن جب میں نے معلومات کی تو ایک عجیب کہانی پتہ چلی ہے۔"

"کیا.........؟" ایموری نے پوچھا اور شانتے نے اسے اپنی معلومات بتادیں۔

ایموری حیران ہوگئی تھی۔ اس نے کہا۔ "بہتر نہ ہوگا کہ تو جاکر معلومات کر۔"

"لیکن، بستی والے اپنے گھروں میں چھپے ہوئے ہیں۔ پوری بستی سنسان ہے۔ میرے خیال میں ہمیں بابا سے اس بارے میں بات کرنی چاہیے۔ تب دونوں جیمی کاف کے پاس پہنچ گئے اور جیمی کاف یہ واقعات سن کر سوچ میں ڈوب گیا۔ لیکن انہیں زیادہ وقت نہ ملا۔ اور ابھی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ سب سے معزز شخصیت نے غار میں قدم رکھا۔ یہ ہنگارہ تھا اور اس کے ساتھ ہی ساندل........."

"ہنگارہ اس سے پہلے شاید ہی کبھی کسی کے پاس آیا ہو، وہ تو احکامات دیتا تھا اور اس کے قدموں کا پہنچنا سعادت کا نشان سمجھا جاتا تھا' یہ لوگ اسے دیکھ کر حیران رہ گئے اور اس کے احترام میں کھڑے ہوگئے' تو ہنگارہ نے اپنا ہاتھ سیدھا کر کے کہا۔"

"کبھی کبھی یوں ہوتا ہے کہ کنواں خود چل کر پیاسے کے پاس پہنچتا ہے اور ایسا کرنا اچھا بھی لگتا ہے کہ اس سے محبت اور یگانگت کا احساس پیدا ہوتا ہے' تو کیسا ہے جیمی کاف' کیا تو نے اب بھی اپنے آپ کو قیدی سمجھا ہے حالانکہ یوں نہیں ہے اور تو کیا سمجھتا ہے' کیا میرا تقدس اور میرا علم یہ بات نہیں جانتا کہ تجھے یہاں کوئی مشکل نہیں ہے اور ایسا ہی ہے کیونکہ میں نے اس کی ہدایت کی ہے کہ بے شک تو بستی سے دور تھوڑا فاصلہ اختیار کرکے رہے' لیکن میں نے خبردار کیا کہ جیمی کاف' اس کی بیوی اور بیٹی کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور یہ شخص کیا یہ میری مرضی کے بغیر تیری بیٹی کے ساتھ شوہر اور بیوی کی زندگی گزار سکتا تھا.........؟ نہیں سب کچھ میرے علم میں تھا اور میں نے تجھے اس کی رعایت دی تھی جیمی کاف' مجھے بتا تیری مشکلات کیا ہیں.........؟"

جیمی کاف نے مودبانہ انداز میں گردن جھکالی۔

جیسا دیس ویسا بھیس ضروری ہی ہوتا ہے اور خاص طور سے اس وقت جب سامنے والے سے لڑائی ختم ہوگئی ہو اور گنجائش ہی نہ ہو کہ لڑا جاسکے تو بہتر یہی ہوتا ہے کہ کمزور طاقتور کے سامنے گردن جھکائے.........اور جیمی کاف بھی یہی طرز عمل اپنائے ہوئے تھا۔ اس نے کہا۔

"ہاں میں جانتا ہوں سب کچھ ہی جانتا ہوں مقدس پجاری' بھلا مجھے یہ کیوں نہ معلوم ہوگا کہ میں تیری عنایتوں کے ساتھ یہاں زندگی بسر کر رہا ہوں........."

"اور کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ کھوٹا پیسہ کام آجاتا ہے' میں تجھے کھوٹا سکہ نہیں کہنا چاہتا' لیکن بہرحال ٹاری ویگا تو تیری خدمت ہی کر رہا ہے اور تجھے ہر طرح سے سہولتیں مہیا کئے ہوئے ہے۔"

"کیوں نہیں........."

"تو پھر تجھے میرا ایک کام کرنا ہے.........."

"مجھے حکم دیا ہوتا' اپنے کسی ہرکارے کو بھیج دیا ہوتا تو میں خود تیرے پاس پہنچ جاتا۔ تو نے یہاں تک آکر میری عزت افزائی کی ہے جس کے لئے میں تیرا شکر گزار ہوں.........."

"مقدس پجاری حکم دے مجھے کیا کرنا ہے..........؟"

چند لمحوں کے لئے ہنگارہ نے کچھ سوچا۔ پھر بولا۔ "اپنی بیوی' بیٹی' اس کے بچے اور شونتے کے ساتھ وادی گریاں کی طرف چل اور عبادت گاہ کی پہاڑی پر میرے پاس آکر میرے معاملات میں میری مدد کر۔ یہ از حد ضروری ہے اور اس کے لئے میں تجھے زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔ پہلے میں نے یہی سوچا تھا کہ تجھے اپنے ساتھ لے جانے کی بجائے حقیقت حال سے آگاہ کروں اور یہیں پر تجھے تمام صورت حال بتاؤں اور تجھ سے تبادلہ خیالات کروں۔ لیکن جو چیز تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا اس میں تیری رائے زیادہ ثابت ہوگی۔ کیا تو میرے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہے..........؟"

"تیرے حکم سے انحراف بھلا کس کے لئے ممکن ہے اور یہ تو میری عین سعادت مندی ہے کہ تیرے کسی حکم کی پابندی کروں.........."

"اور پھر یوں ہی ہوا کہ جلدی جلدی تیاریاں کی گئیں اور اس کے بعد بوڑھا جیمی کاف ہنگارہ کے ساتھ چل پڑا اور عقب میں اس کی بیوی' ایموری اور شونتے اس کے ہمراہ تھے۔ لیکن شونتے کی آنکھوں میں تشویش کے گہرے آثار نمایاں تھے اور ایموری جو اب شونتے سے اس طرح منسلک تھی کہ دونوں کے درمیان دوری کا کوئی تصور ممکن نہیں تھا۔ شونتے کی اس کیفیت سے واقف تھی اور اس نے سرگوشی کے لہجے میں پوچھا..........؟"

"کیا بات ہے تو مجھے کچھ متفکر نظر آتا ہے۔ یہ سرگوشی اس طرح کی گئی تھی کہ کسی اور کو اس کا احساس بھی نہ ہوا.........."

"شونتے نے اپنی زیرک بیوی کی جانب دیکھا اور بولا.........."

"ہاں نجانے کیوں میں الجھن میں مبتلا ہوگیا ہوں۔؟"

"کیسی الجھن ہے' مجھے بتانا پسند نہیں کرے گا..........؟" شونتے کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیلے ہوئے تھے' اس نے کہا۔

"ہنگارہ کے بارے میں میں ہی نہیں تو بھی جانتی ہے کہ وہ نام نہاد پجاری ہے اس کے اندر وہ عظمتیں نہیں ہیں جو ٹاری ویگا کے مقدس پجاریوں کی پہچان ہوتی تھیں اور اس عظمت کا آخری امین تو ہیوبرٹ ویگا تھا جو جانے کے بعد صرف اپنی یادیں چھوڑ گیا اور ہنگارہ کے بارے میں تو ویسے بھی سب جانتے ہیں کہ وہ صرف ایک شاطر ہے جو اپنی شطرنجی چالوں سے اپنا اقتدار قائم کئے ہوئے ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اس کے پاس کوئی جادو ہے تو وہ شیطانیت کا جادو ہے یعنی اس کی چالاک فطرت سب کچھ کر لیتی ہے لیکن ہیوبرٹ ساویو ویگا' جس سے وہ اس کے ہاتھوں شکست کھا گیا اور بھلا مجھ سے زیادہ اس کے بارے میں اور کون جان سکتا ہے کہ میں اس کا خاص نمائندہ ہوں اور اسی کے ایماء پر میں نے تم لوگوں کو اپنی نگرانی میں رکھا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ دیوتاؤں کو کچھ اور ہی منظور تھا اور میرے اور تمہارے درمیان محبت کے وہ رشتے استوار ہوگئے جس میں اتفاق سے اس نے بھی کوئی مداخلت نہیں کی' لیکن اس کا اس طرح ہم سب کو لے جانا مجھے ایک عجیب سی بات محسوس کراتا ہے اگر اسے جیمی کاف سے کوئی کام تھا تو صرف جیمی کاف کو اپنے ساتھ لے جاتا.........."

ایموری کے چہرے پر خوف اور تشویش کے آثار پھیل گئے۔

"تو تمہارا مطلب ہے کہ وہ ہمیں کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہے..........؟"

شونتے نے اپنی خوب صورت بیوی کو دیکھا اور کہنے لگا۔

"لیکن اب یہ ممکن نہیں ہوگا ایموری۔ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے' میں بھی وہی فولاد ہوں جس فولاد سے اس بدبخت نے تخلیق پائی ہے' اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچا تو میں سب کچھ بھول جاؤں گا.........."

ایموری نے پر اعتماد نگاہوں سے اپنے قوی ہیکل شوہر کو دیکھا اور پھر اپنی گود میں

اس کے ہمشکل بچے کو اور مطمئن ہوگئی کہ اس کا محافظ اس کے ساتھ ہے لیکن خود وہ بھی کسی سے کم نہیں تھی۔

"ٹاری ویگا میں پیدا ہوئی تھی' ٹاری ویگا میں پرورش پائی تھی اور وحشیوں کے درمیان اس کی فطرت بھی وحشیوں جیسی ہی تھی......... اور ضرورت پڑنے پر وہ بھی کسی سے پیچھے نہ رہنے والوں میں سے تھی۔"

سو پھر یہی ہوا کہ وہ لوگ آہستہ آہستہ وادی گریاں کی پہاڑیوں پر پہنچ گئے اور معبد کے فاصلے طے کرنے لگے۔ بلندیوں پر پہنچنے کے بعد ہنگارہ نے انہیں ایک جگہ قیام کے لئے کہا اور پھر سب کچھ سمجھانے کے لئے ان کے نزدیک بیٹھ گیا۔ سب کے چہرے تجسّس میں ڈوبے ہوئے تھے......... ہنگارہ نے کہا۔

"جیمی کاف یہ تو تو بھی جانتا ہے اور مجھے بھی معلوم ہے کہ تیری دنیا کے لوگ ان علاقوں کو اپنے لئے سونے کی جنت سمجھتے ہیں اور ان کا رخ اس جانب ہوتا رہتا ہے۔ وہ لوگ نجانے کون کون سے جادو جانتے ہیں' یہ تو صرف تو ہی تھا جو سب کچھ نہیں کرسکا جو تیری دنیا کے لوگ کرسکتے ہیں۔ لیکن یہاں ٹاری ویگا میں کچھ نئی کہانیاں وجود میں آئی ہیں۔ لیکن شاید ان غاروں میں رہ کر وہ کہانیاں تیرے کانوں تک نہ پہنچی ہوں اور یوں لگتا ہے لیکن میں تجھے بتانا چاہتا ہوں نہ صرف بتانا بلکہ دکھانا بھی چاہتا ہوں......... تین انوکھی کھوپڑیاں آئی ہیں جو ٹاری ویگا کے لئے خوف کا باعث بنی ہوئی ہیں۔ میں نے سوچا کہ تجھے بتاؤں تو' اپنی دنیا کا زیرک ہے اور ضرور ان کے بارے میں کچھ جانتا ہوگا۔ بس مجھے شبہ ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو بھی تو اپنی رائے کا اظہار ضرور کر........."

"میں سمجھا نہیں........."

"افوہ کیا سمجھاؤں تجھے......... آ ذرا میرے ساتھ آ' بلکہ تم سب ہی آؤ......... تب ہی بلندیوں سے ہنگارہ نے وہ حیرتناک منظر دکھایا وہ واقعی انوکھی کھوپڑیاں تھیں۔ لیکن جیمی کاف کی زیرک نگاہوں نے بھانپ لیا کہ کینوس کے غلاف کے نیچے کچھ اور ہی ہے اور یہ کیا ہے یہ تو ابھی وہ بھی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ ہنگارہ نے کہا۔"

"اور جب ان کے لئے کسی کارروائی کا تصور کیا جاتا ہے تو ان کی آنکھوں کے سوراخ روشن ہوجاتے ہیں اور یہ قہرآلود نگاہوں سے دیکھتی ہوئی خوفناک آواز میں غراتی ہیں اور وحشت خیزی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کیا یہ تیری دنیا کی کوئی شناسا چیز ہے یا پھر دیوتاؤں ہی کا قہر۔"

"جیمی کاف حیران نگاہوں سے ادھر دیکھتا رہا پھر اس نے کہا........."

"مجھے اندازہ نہیں ہے عظیم ہنگارہ کہ یہ کیا ہے لیکن جو کچھ بھی ہے بہت انوکھی ہے' اے کاش میں ان کی آوازیں اور ان کی غراہٹیں سنو تو مجھے اندازہ ہو کہ یہ کیا ہے۔"

پھر وہیں مورچہ بندی کرلی گئی اور پھر وہ لمحات آئے جب کھوپڑیوں میں ردوبدل ہوئی اور ان کی غراہٹیں اور وحشت ناک نگاہیں بستی والوں کو لرزانے لگیں لیکن جیمی کاف نے سب کچھ دیکھ لیا اور اسے ایک دم احساس ہوگیا کہ کینوس کے نیچے کیا ہے اور یہ فیصلہ بھی اسے لمحوں ہی میں کرنا تھا کہ ہنگارہ کو کیا جواب دے.........؟

اور لمحوں میں اس نے فیصلہ کرلیا' جس دنیا سے اس کا تعلق تھا' وہ اس سے جان بوجھ کر قطع تعلق نہیں کئے ہوئے تھا بلکہ صرف ایک مجبوری تھی۔ ایک غمزدہ احساس جس نے اسے ہمیشہ ہی سے زندہ درگور کئے ہوئے تھا لیکن اس کا دلی لگاؤ اپنی آبادیوں سے تھا اور وہ حیران تھا کہ یہ کون چالاک لوگ ہیں جنہوں نے ٹاری ویگا کے لوگوں کو پوری طرح سمجھنے اور جاننے کے بعد ان کے لئے اقدامات کئے تھے۔ اور نجانے کیوں جیمی کاف کے دل میں امید کی ایک شمع روشن ہوگئی۔ اگر ایسے لوگوں سے اس کا کسی طرح رابطہ قائم ہوجائے تو شاید ایک بار پھر اسے اپنی دنیا دیکھنے کا موقع مل جائے۔ اے کاش ایسا ہو جائے اس نے دل میں سوچا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"نہیں مقدس ہنگارہ یہ سب کچھ تو بہت بڑے جادو کی حیثیت رکھتا ہے اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ ٹاری ویگا کون سی مشکل کا شکار ہونے والا ہے۔ اے کاش ایسا نہ ہو۔ کاش یہ سب کچھ مصیبت ٹاری ویگا سے ٹل جائی اور یہ سب میری شناخت کی چیز نہیں اسے تو تیرا جادو ہی شناخت کرسکتا ہے۔"

ہنگارہ کے چہرے پر یہ سن کر مایوسی کے آثار پھیل گئے تھے۔ پھر اس نے کہا۔

"یہ آخری امید بھی ختم ہوگئی' ٹھیک ہے شونتے اسے عزت و احترام کے ساتھ واپس اس کی رہائش گاہ پر لے جاؤ۔ ہم خود دیکھیں گے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں ...."

شونتے نے گردن جھکا دی تھی۔

ساگی' اروکا اور ہمبا کو ان انوکھے لوگوں کے درمیان پناہ مل گئی تھی اور ان کے ذریعے ہنگارہ اور بستی کے دوسرے افراد کی کہانی کا علم بھی ہوگیا تھا لیکن انہیں بڑی احتیاط سے کچھ ایسے فاصلے سے رکھا گیا تھا کہ یہ ساری کارروائیوں سے باخبر نہ ہو سکیں البتہ ان معلومات سے فائدہ اٹھایا گیا تھا اور نادر شاہ نے ان تمام تفصیلات کو معلوم کرنے کے بعد یوٹ کو خفیہ طریقہ سے کچھ ہدایات دی تھیں۔ ان کینوس کی کھوپڑیوں میں پوشیدہ رہ کر کافی وقت گزر گیا تھا اور ہر شخص گھٹن محسوس کر رہا تھا۔ صورت حال کا منظر عام پر آجانا ہی سب سے بہتر تھا' چنانچہ اس کے لئے آخری کارروائی ترتیب دے دی گئی۔

ادھر بستی والوں کے بارے میں ان سب کو اندازہ ہو رہا تھا کہ تمام کام کاج چھوڑے بیٹھے ہوئے ہیں اور اپنی بستی میں خوف کا شکار ہیں اور شاید منتظر کہ دیکھو آنے والا وقت کب ان پر تباہی کا آغاز کرتا ہے چنانچہ انہیں بھی اس گومگو کیفیت سے نکالنا از حد ضروری تھا اور اس سلسلے میں اب آخری تیاریاں کی جارہی تھیں۔

یوٹ تو ویسے بھی ذہین آدمی تھا اور اسے جو کچھ سمجھا دیا جاتا تھا وہ اسے اس سے بھی بہتر انداز میں کرلیا کرتا تھا۔ چنانچہ سب دن کی روشنی کا انتظار کر رہے تھے اور دلچسپی سے آنے والے وقت کے لئے خود کو آمادہ کر رہے تھے۔

تو پھر صبح کے اجالے کی پہلی کرن سفر کرتی ہوئی زمین تک پہنچی تو یوٹ اپنی اصلی

شکل میں اس مجسمے کی جگہ جا کھڑا ہوا اور اس کے پاس میگا فون تھا جو اسے فراہم کیا گیا تھا اور جو اس کی آواز کو کئی گناہ انلا۔ج کرکے بستی والوں تک پہنچا سکتا تھا اور یہ بڑی ہی عمدہ بات تھی کہ یوٹ ان کی زبان بول سکتا تھا سو اس کی گرجدار آواز ابھری۔

"ٹاری ویگا کے باسیو' متوجہ ہو جاؤ میری طرف' میں تمہارا رہنما' میں مقدس عبادت گاہوں کا پجاری.......... میں گدھ کا خادم' تم سے مخاطب ہوں ....اور جانو کہ میرا نام ہیوبرٹ ایڈلمن ساویو ویگا ہے۔ کیا تم بھول گئے تھے.......... میں تمہارا ہیوبرٹ ایڈلمن ساویو ویگا ہوں۔ ٹاری ویگا کا پجاری 'تم لوگوں کا رہنما۔ اپنے اپنے گھروں سے باہر نکلو اور میرے مجسمے کے سامنے جمع ہو جاؤ' میں تم سے مخاطب ہونا چاہتا ہوں اور ڈرنے کی ضرورت نہیں' میرا قہر تم لوگوں کے لئے نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے ٹاری ویگا کے خلاف سازشیں کیں اور اسے پسماندگی کی انتہا تک پہنچا دیا۔ بستی کے لوگوں اگر تم اپنے گھروں میں گھسے رہے اور میری بات پر توجہ نہیں دی تو میرا قہر و غضب تمہیں زندگی کے برے وقت سے دو چار کر دے گا۔ اپنے گھروں کے دروازے کھول لو۔ باہر نکل آؤ' تمہیں تحفظ ملے گا اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں کوئی پریشانی نہ ہونے دوں گا۔ اس کی آواز بستی والوں تک پہنچی اور ان کی آنکھیں خوف و دہشت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ انہیں اندازہ ہوگیا کہ یہ آواز کھوپڑیوں کے پاس سے اس جگہ سے آ رہی ہے جہاں ان کے رہنما کا مجسمہ نصب ہے۔"

سو بزرگوں نے ہی ہمت کی اور وہ دیوانہ وار دوڑ پڑے ان کی دیکھا دیکھی دوسروں کو بھی جرات ہونے لگی وہ اسی طرح ہیوبرٹ ایڈلمن کے دیوانے تھے کہ اس آواز پر اپنے آپ کو باز نہ رکھ سکے اور یوٹ نے خاموشی سے میگا فون پیچھے سرکا دیا تھا اور مجسمے کی مانند اپنی جگہ ساکت کھڑا ہوا تھا۔

پھر بستی کے لوگ ایک دوسرے کو اطلاع دینے لگے۔ ادھر نادر شاہ نے بڑی خوبصورتی سے اپنا کام کرلیا تھا۔ یعنی یوٹ کی آواز میگا فون سے کیسٹ پر ریکارڈ کرلی گئی تھی اور اب اس کیسٹ کو تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد چلا کر وہ آواز بستی والوں کو سنائی

جا رہی تھی۔ اور ظاہر ہے ان معصوم صفت انسانوں کے لئے یہ بات بڑی تعجب خیز تھی کہ ہیوبرٹ ایڈلمن ساویو ویگا کا مجسمہ اپنی جگہ ساکت ہے لیکن اس کی آواز بستی والوں کو سنائی دے رہی ہے۔ پھر تو پوری بستی ہی جیسے خوف و دہشت سے آزاد ہوگئی۔ ان کا رہنما انہیں پکار رہا ہے۔ وہ تو زندگی دینے پر آمادہ ہوگئے تھے۔"

جب مجسمے کے سامنے والے وسیع و عریض میدان میں مرد' عورتوں' بوڑھوں' بچوں کا ایک جم غفیر جمع ہوگیا تو نادر شاہ کے اشارے پر گاڑیوں کو ان کی جگہ سے ہٹا کر فاصلے پیدا کرلئے گئے تاکہ یوٹ کا علاقہ صاف ہو جائے اور بستی کے لوگ اپنے مقدس رہنما کو صحیح طریقے سے دیکھ سکیں۔ جب یہ کام مکمل ہوگیا تو یوٹ نے اپنے دوسرے کام کا آغاز کیا' اس نے اپنی جگہ سے ایک قدم آگے بڑھایا اور وہاں پر موجود عظیم الشان مجمع کے حلق سے عجیب و غریب آوازیں نکل گئیں۔ وہ سب شدت حیرت سے دیوانے ہوگئے تھے۔ یوٹ اپنی جگہ سے چند قدم آگے بڑھا اور اس نے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے۔

پھر اس کی آواز ابھری.......... "میرے پیارے لوگوں' ٹاری ویگا کے رہنے والوں' وقت نے مجھے تم سے دور کر دیا تھا.......... لیکن میں نے اپنی عبادت گزاری سے' اپنے دیوتاؤں سے نئی زندگی مانگ لی اور وہ مجھ سے خوش تھے اور مجھے تمہارے ہی درمیان آکر سکون حاصل ہوتا ہے' سو مقدس دیوتاؤں نے ایک بار پھر مجھے تمہارے درمیان تمہاری خدمت گزاری کے لئے بھیج دیا ہے۔ اور کیا یہ بات میں اچھی طرح نہیں جانتا کہ ہنگارہ نے تم لوگوں کو کس طرح مشکلات میں ڈالا ہوا ہے' لیکن میں یہ سب کچھ جانتا تھا اور دیوتاؤں کے حضور گڑگڑا رہا تھا کہ مجھے میری بستی میں واپس بھیج دیا جائے اور یہاں میں ہنگارہ کو اس کی بد اعمالیوں کی سزا دوں اور ایک بار پھر تمہارے درمیان نئی زندگی کا آغاز کروں' اب ٹاری ویگا کے باسیو میں تمہارے درمیان آگیا ہوں دیکھ لو مجھے تم نے پتھر سے تراشا تھا لیکن اب میں گوشت پوست میں تمہارے سامنے ہوں۔

یوٹ کے یہ الفاظ عجیب ثابت ہوئے تھی' وہ سب گھٹنوں کے بل بیٹھے اور دونوں ہاتھ سامنے کرکے سجدہ ریز ہوگئے۔ گاڑیوں میں بیٹھے لوگوں کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگی

تھیں۔ یوٹ کی کوششیں کارگر ہوئی تھیں اور ٹاری ویگا فتح ہوگیا تھا۔ پھر سجدہ ریز لوگوں نے سجدے سے سر اٹھائے اور اس کے بعد جو شور و شرابا ہوا وہ دیکھنے کے قابل تھا۔ وہ خوشی سے ناچ رہے تھے۔ طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے۔ یہ باتیں بے شک ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آرہی تھیں لیکن اندازے سے پتہ چل گیا تھا کہ وہ بے پناہ خوشیاں منا رہے ہیں۔

اور پھر ان لوگوں نے یوٹ کے گرد گھیرا بنالیا۔ یہ کھوپڑیاں بھی ان گھیروں کے درمیان آگئی تھیں اور وہ ناچ رہے تھے، خوشیاں منا رہے تھے۔ تمام لوگوں کے چہروں سے خوف و دہشت چھٹ گئی تھی۔ بوڑھوں کا ایک گروہ یوٹ کے بہت قریب آگیا اور وہ اسے غور سے دیکھنے لگے۔ یوٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں آؤ، میرے نزدیک آؤ، مجھے دیکھو اور میں تنہا نہیں ہوں، میرے ساتھ دیوتاؤں کے ہرکارے ہیں جو ہر چیز پر قادر ہیں اور وہ تمہارے لئے ٹاری ویگا میں بہتری پیدا کریں گے۔ یہ سب کچھ اب تمہارے لئے ہوگا، خوشیاں مناؤ، خوشیوں سے دیوانے ہو جاؤ، میں تم لوگوں کے درمیان آگیا ہوں۔"

"بوڑھوں میں سے ایک نے کہا۔"

"مقدس رہنما، آہ ہم تیری آمد کو ٹاری ویگا کی تقدیر کا دوسرا دور کہتے ہیں۔ تیرے جانے کے بعد تو ٹاری ویگا میں برائیوں کے سوا کچھ بھی نہیں رہا۔ ہنگارہ کبھی بھی ہمارا پسندیدہ رہنما نہ بن سکا۔ ہم تو اس کے جادو سے خوفزدہ تھے اور بس اس سے زیادہ اس کے پاس ہمارے لئے کچھ بھی نہیں تھا۔ ہنگارہ کو سزا دے کہ اس نے برائیاں پھیلائیں۔"

"ہاں عبادت گاہ کے درمیان پہرہ لگادو، ہر جگہ کو محصور کردو کہ ہنگارہ نکل کر نہ جانے پائے، ہم دیکھیں گے کہ ہمارا دشمن ہم سے کتنا طاقتور ہے، بزرگوں نے یہ اعلان نوجوانوں کے سامنے کیا اور لاتعداد لوگ بھرا مار کر عبادت گاہ کی پہاڑیوں کی جانب دوڑنے لگے۔ یوٹ نے کہا۔"

"انہیں ہدایت کرو کہ ابھی یہ عبادت گاہ کے اوپری حصے میں نہ جائیں اور کسی کو

کوئی نقصان نہ پہنچائیں جب تک کہ ہم انہیں اجازت نہ دیں......... اور اب تم لوگ منتشر ہو جاؤ۔ میں ان ہرکاروں کو آواز دیتا ہوں جو یہاں آکر سارا انتظام سنبھالیں گے۔ وہ یوٹ کے ایک ایک اشارے پر کام کر رہے تھے۔"

ہر چہرہ مسرت سے کھلا ہوا تھا۔ اور یوں لگتا تھا جیسے خوشیوں کا دن آگیا ہو۔ عبادت گاہ کی پہاڑیوں کے چاروں طرف ٹاری ویگا کے جوان تعینات ہوگئے اور یوٹ نے انگریزی زبان میں کہا۔

"اس کے بعد میرے لئے کیا ہدایت ہے مقدس دیوتا۔ میں تو یہ ہی کہوں گا کہ مجھے دیوتاؤں نے نہیں بلکہ مسٹر سردار خان نے بھیجا ہے۔"

یوٹ کے الفاظ پر سب مسکرا دیئے تھے۔ سردار خان نے کہا۔ "ابھی تمہیں اپنی جگہ رہنا ہے یوٹ۔ اور ہمیں ابھی یہاں کا انتظام بھی نہیں سنبھالنا۔ بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ ہم سب عبادت گاہ کی پہاڑیوں پر جائیں اور وہاں اپنا تسلط جمائیں۔ میرا اندازہ ہے کہ وہاں سے پوری بستی کنٹرول کی جاسکتی ہے۔"

"اوکے۔ ماڈرن دیوتا۔ میں تیری ہدایت پر سر جھکاتا ہوں۔" سردار خان مسکرا دیا۔ پھر اس نے کہا۔

"اب تمام لوگوں کو دیوتاؤں کے ہرکاروں کا روپ دھارنا ہوگا۔ کاش ہمارے پاس کچھ عجیب لباس ہوتے، لیکن نہ سہی البتہ سب کو اپنے چہرے مختلف رنگوں سے رنگنے چاہئیں تاکہ ہمارے بارے میں اندازہ نہ ہوسکے۔"

"رنگ کہاں سے آئیں گے۔؟ جیمس پیرے نے پوچھا۔"

"ان کا انتظام آپ کے سامان میں ہے۔ ان جڑی بوٹیوں کے محلول جو بے ضرر ہیں۔"

"ناقابل یقین۔ اسے یہ بھی معلوم ہے۔" جیمس پیرے نے کہا اور لارک اینجلو ہنس پڑا۔

"حقیقت تو یہ ہے کہ اگر اس مہم کا خاتمہ بالخیر ہو جائے تو ہمیں ایک اور دلچسپ

مشغلہ حاصل ہو جائے گا۔" اس نے کہا۔

"اس شخص پر ریسرچ۔ جس کا نام سردار خان ہے.......... لارک اینجلو نے جواب دیا۔"

"آہ..........واقعی.......... ریٹا ہاروے آہستہ سے بولی۔ اس کے بعد وہ سردار خان کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔"

ہنگارہ ان واقعات سے لاعلم نہیں تھا۔ وہ بزدل انسان تھا اور بزدل ہمیشہ چالاک ہوتا ہے۔ لیکن جو واقعات پیش آئے تھے وہ خود اس کی سمجھ سے باہر تھے۔ وہ سکون و آرام کھو بیٹھا تھا اور اس فکر میں غلطاں تھا کہ دیکھو اب کیا ظہور میں آتا ہے۔ ساندل سے اس نے کہا تھا۔

"یوں لگتا ہے ساندل۔ جیسے حالات آبادی میں مشکل شکل اختیار کرتے جارہے ہیں۔"

"تو روشن ذہن رکھتا ہے ہنگارہ۔ میری عقل خود حیران ہے۔ البتہ میری ایک رائے ہے۔"

"کیا۔؟"

"تو دیکھ رہا ہے پوری بستی دہشت میں مبتلا ہے لوگوں نے اپنے معمولات ترک کر دیئے ہیں۔ وہ اپنے گھروں میں دہشت زدہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہی موقع ہوتا ہے جب لوگوں کا اعتماد حاصل ہوتا ہے۔"

"میں تیری بات کا مطلب نہیں سمجھا۔؟" ہنگارہ نے حیرت سے کہا۔

"اس وقت تو تجھے ان کے درمیان ہونا چاہیے۔ ان کا حوصلہ بڑھانا چاہیے۔"

"تیرا مطلب ہے میں نیچے بستی میں جاؤں۔"

"ہاں۔ یہی مطلب ہے میرا۔"

"تب تو اپنا سر کسی چٹان سے ٹکرا اور مرجا۔

مگر کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی ہے۔"

"اس سے زیادہ غلط بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ یعنی میں نیچے جاکر ان کھوپڑیوں کا شکار ہو جاؤں جن کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ یہ کیا ہیں۔"

ساندل خاموش ہو گیا۔

"پھر دوسرے مناظر کا آغاز ہوا۔ صبح کی روشنی نگاہوں کے سامنے زمین پر اتری۔ اور وہ سب کچھ انہوں نے بھی دیکھا جو پوری بستی دیکھ رہی تھی۔ ہنگارہ نے بھی ہیوبرٹ ایڈلمن کے مجسّمے کو دیکھا جو متحرک ہو گیا تھا اور وہ دنگ رہ گیا۔"

"آہ.......... یہ تو پھر سے زندہ ہو گیا۔ آہ۔ یہ بھرپور جادو کے ساتھ پھر اپنے بدن میں داخل ہو گیا۔ دیوتاؤں کی قسم ہر عمل یہ کہہ رہا ہے کہ میرا اقتدار ختم ہو گیا۔ بے شک غلطیاں مجھ سے ہوئی ہیں لیکن اس کا یہ انجام میں قبول نہیں کروں گا۔ اگر مجھے مرنا پڑا تو.......... اسے بھی میرے ساتھ مرنا پڑے گا۔"

ہنگارہ کے اندر جیسے ایک نیا انسان بیدار ہو گیا۔ اس کا چہرہ انگارے کی طرح سرخ ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "اور اب میری عقل کا جادو اس کے خلاف کام کرے گا۔"

تب اس نے دیکھا کہ لوگوں کا مجمع عبادت کی پہاڑیوں کی طرف دوڑ رہا ہے۔ ساندل کے تو بدن میں خوف کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ دوڑ کر اپنی جان بچائے۔ لیکن یہ اس کے حق میں بہتر نہیں تھا۔

ہنگارہ پتھرایا ہوا کھڑا تھا۔ بستی کے لوگوں نے پہاڑیوں کا محاصرہ کرلیا اور وہیں رک گئے تب ہنگارہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ بہتر ہوا ہے۔ ہمیں اب عمل کا موقع مل گیا۔ اب ہمیں برق رفتاری سے کام کرنا ہے۔"

"ہمیں کیا کرنا ہے؟"

"تمام لوگوں کو اکٹھا کرلے۔ تمام گوشوں میں کھلے پھول توڑ لے۔ اور معبد گاہ کے پجاریوں سے کہہ کر ان کے ہار بنالیں۔ پھولوں کی پتیاں اکٹھی کرلی جائیں۔ یہ کام کر، پھر میں بتاؤں گا کہ ہمیں آگے کیا کرنا ہے۔ اور..........اور.......... آہ۔ مگر ٹھیک ہے باقی کام

میں خود کروں گا۔" ہنگارہ کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی۔ ساندل ہدایت کے مطابق عمل کرنے لگا ہنگارہ ایک طرف بڑھ گیا۔ اس نے خود کلامی کرتے ہوئے کہا۔

"تاری دیگا کے پجاری۔"

"دیوتاؤں نے تجھے بہت مختصر زندگی دے کر اس دنیا میں بھیجا ہے......... تیری دوسری موت بھی میرے ہی ہاتھوں لکھی ہے۔ یہ بات سمجھ لے۔ بہتر کون جانتا ہے کہ دیوتاؤں کی دی ہوئی زندگی کوئی انسان نہیں ختم کر سکتا۔ لیکن مقدس آگھورا........."

ہر شخص جانتا تھا کہ اس وقت صرف ڈرامہ ہی زندگی بچا سکتا ہے۔ یہ ان کے لئے ایک دلچسپ تجربہ بھی تھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لیا گیا تھا کہ انسان کسی بھی عالم میں ہو بے وقوف نہیں ہوتا لیکن ذرا سی لغزش' ذرا سی حماقت سارا کچا چٹھا کھول سکتی ہے اور س کے بعد جو بھیانک موت نصیب ہوگی۔ اس کا تصور موت سے زیادہ بھیانک ہے۔

بہرحال تیاریاں مکمل ہوگئی تھیں۔ طے یہ کیا گیا تھا کہ گومی سیانا' اروکا' ہمبا اور ساگی اس وقت تک یہاں رہیں گے جب تک صورت حال بہتر نہ محسوس کرلی جائے۔ یوٹ کے حکم سے بھلا کون انحراف کرتا' پھر ایک ایک کرکے تمام لوگ کینوس کے عقب سے باہر نکل آئے۔ انہوں نے اپنے چہروں پر رنگ چڑھالئے تھے۔ ہر ایک کے پاس آتشیں ہتھیار تھے حتیٰ کہ یوٹ نے بھی اپنے لباس میں دو بھرے ہوئے پستول پوشیدہ کرلئے تھے۔ یہ اہم ضرورت تھی' کسی وقت بھی کوئی مشکل صورت حال پیش آسکتی تھی۔

یہ تمام پروگرامنگ نادر شاہ کی تھی۔ اس نے صورتحال کے مطابق عمل کیا تھا۔ پھر وہ دو دو کی قطار میں وہاں سے چل پڑے۔ ان کا رخ عبادت گاہ کی پہاڑیوں کی سمت تھا۔ سرہدایت اللہ اور عرشی اتفاق سے اس وقت ساتھ تھے۔ عرشی ان کے ساتھ قدم اٹھا رہی تھی۔ وہ بے اختیار ہنس پڑی۔ اور سرہدایت اللہ کن اکھیوں سے اسے دیکھنے لگے۔

"کیوں؟" انہوں نے پوچھا۔

"اتنی سی بات تھی ڈیڈی۔" عرشی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب.........؟"

"ان کھیل تماشوں کے لئے آپ بھاگے بھاگے پھرتے ہیں۔"

"کیسے کھیل تماشے؟"

"یہی جو اس وقت جاری ہیں۔ ارے ایسے ہی شوق تھا آپ کو تو مجھ سے کہا ہوتا۔"

"تم کیا کرتیں۔"

"وہیں سب کچھ ارینج کر دیتی۔ تھوڑے تھوڑے سے معاوضے پر ایسے آدمی پکڑ لئے جاتے۔ اور ان کے درمیان آپ کو مارچ کرالیا جاتا' میرے خیال میں یہ سب کچھ آپ کے لئے اجنبی نہیں ہے۔"

"نہیں عرشی۔ یہ میری زندگی کی سب سے ہولناک مہم ہے۔"

"اس سے قبل کبھی.........."

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"بہرحال مزا آرہا ہے۔"

"تمہاری خواہش پوری ہوگئی۔"

"مہم جوئی کی"

"ہاں۔"

"تو یہ کافی ہے زندگی بھر کے لئے۔ بلکہ اگر زندہ بچ گئی اور اپنی وطن پہنچنا نصیب ہوا تو ایک خوبصورت فیچر لکھوں گی۔ جن کا اختتام ان الفاظ پر ہوگا کہ اگر کسی کو مہم جوئی کا شوق چرائے تو اس کے لئے لازم ہے کہ فوراً کسی دماغی ہسپتال سے رجوع کرے۔"

"نہیں عرشی......... ایسی بات نہیں ہے......... سرہدایات اللہ عجیب سے لہجے میں بولے۔"

"یعنی اب بھی ڈیڈی۔؟"

"ہاں۔ زندگی بار بار موت کے قریب سے گزرتی ہے تو زندگی کا لطف ہی دوبالا ہو جاتا ہے۔ ورنہ۔ ہر شخص اپنے طور پر جیتا ہی ہے بے خطر زندگی۔"

"عجیب منطق ہے۔"

"ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔" نادر شاہ اس بارے میں کیا کہتا ہے۔

"وہ۔" عرشی نے کہا اور ہنس پڑی۔

"وہ قدرتی سرپھرا ہے۔ اس کے نام سے ہی اندازہ لگا لیجئے!" عرشی نے کہا۔

"وہ۔" سرہدایت اللہ نے گہری سانس لے کر کہا۔ "اس نے ایک مافوق الفطرت ہستی کا کردار ادا کیا ہے۔ اس مہم سے نمٹنے کے بعد اگر کبھی اس ٹیم نے کسی نئی مہم کے بارے میں سوچا تو نادر شاہ کو اس ٹیم کا سربراہ بنایا جائے گا۔ یہ سب کا متفقہ فیصلہ ہے۔"

"ارے باپ رے۔ کیا یہ خطرات بھی لاحق ہیں۔ عرشی نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ اور سرہدایت اللہ اسے دیکھنے لگے۔ پھر بولے۔"

"کیوں مہم جوئی سے دل بھر گیا' ویسے تو ہمیشہ میرے کان کھائے رہتی تھیں۔"

"تو یہ ہے ایسی مہم جوئی سے ڈیڈی' جس میں۔ بس کیا کہوں۔ یہ جو کچھ نگاہوں کے سامنے ہے؟" سرہدایت اللہ مسکرانے لگے تھے۔

وہ قرب و جوار کا جائزہ بھی لیتے جارہے تھے اور یہ دیکھ رہے تھے کہ ٹاری ویگا کے لوگ اس سے کس طرح عقیدت کا اظہار کر رہے ہیں۔ ایک نئی دنیا نگاہوں کے سامنے تھی۔ اس سے پہلے اس انداز میں کسی بستی کو اندر سے نہین دیکھا گیا تھا اور اب یہ احساس ہو رہا تھا کہ یہاں زندگی کا کیا انداز ہے مکانوں کو کس طرح بنایا جاتا ہے' ضرورتیں کس سادگی سے پوری کرلی جاتی ہیں۔ ایک یہ دنیا ہے اور ایک وہ مہذب آبادیاں جہاں انسان تہذیب کا شکار ہوکر انسان سے زیادہ جانوروں کی سی زندگی گزار رہا ہے۔ اس سے تو بدرجہا بہتر یہ لوگ ہیں جن کے مسائل اور وسائل یکساں ہیں۔ بہرحال یہ ان سوچوں میں الجھنے کا وقت نہیں تھا۔ ابھی تو اس مہم کے بہت سے ایسے مراحل تھے جن کے بارے میں

کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ کامیابی ملے گی بھی یا نہیں۔ یہ تو ایک بدلے ہوئے انداز کا حصہ تھا۔ اگر جیمس پیرے نہ مل جاتا اور رکاوٹوں کا یہ انداز نہ ہوتا تو شاید اس مہم کی شکل ہی دوسری ہوتی۔ وہ ٹاری ویگا کی جانب آنے کی بجائے یقینی طور پر نیل کنٹھ کا رخ کرتے اور وہاں کے حالات زیادہ ہنگامہ خیز ہوتے۔ خیر ابھی تو یہ ساری باتیں صرف ایک افسانوی حیثیت رکھتی تھیں۔ ان کے قدم آہستہ آہستہ عبادت گاہ کی پہاڑی کی جانب اٹھ رہے تھے۔ پھر وہ ان کے دامن میں پہنچے تو ہجوم نے ان کے لئے راستہ خالی کر دیا۔ مقدس ہیوبرٹ ایڈلمن کے سامنے سب جھک رہے تھے اور اسے بڑا احترام دے رہے تھے کیونکہ یہ ہدایت کر دی گئی تھی کہ عبادت گاہ کی پہاڑیوں پر ابھی کوئی قدم نہ رکھے اور وہاں موجود ہنگارہ کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ پھر جب پہاڑوں کی بلندیاں طے کی جانے لگیں تو یوٹ نے ہی سامنے کی جانب رخ کئے کئے کہا۔

”کہیں یوں نہ ہو مسٹر سردار خان کہ بلندیوں پر ہمارا استقبال پجاریوں کا وہ گروہ کرے جو مسلح ہو۔ اور ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔“

”اسی لئے یوٹ ہم نے ہتھیار ساتھ لے لئے ہیں‘ دیکھنا ہوگا۔ ویسے ایک گروہ پیچھے چلا آرہا ہے یہ مقامی بزرگ ہیں جو عقیدت مندی میں ہمارے ہمراہ بلندیوں کا سفر کر رہے ہیں ذرا ان پر نظر رکھنا یہ کیا چاہتے ہیں کہیں ان کی کوئی اور ایسی خواہش تو نہیں ہے جو ہمارے علم میں نہ ہو۔“

”میں خیال رکھوں گا.........یوٹ نے جواب دیا۔ کوئی تیس یا چالیس افراد جو کہ سب کے سب بزرگ اور عمر رسیدہ تھے اوپر چلے آرہے تھے۔ حالانکہ انہیں اس کی ہدایت دی گئی تھی نہ اجازت۔ لیکن بہرحال ان لوگوں کا آنا سردار کے خیال کے مطابق بہتر ہی تھا۔ پھر اچانک ایک ایسا کام ہوا جس کی انہیں توقع نہیں تھی۔ اوپر سے پھولوں کی پتیاں اڑتی ہوئی نیچے آرہی تھیں اور وہ محسوس کر رہے تھے کہ یہ پھولوں کی پتیاں اوپر سے خیر سگالی کے طور پر نچھاور کی جارہی ہیں چونکہ بلندیوں سے انہیں پھینکا جارہا تھا اس لئے یہ دور دور تک منتشر ہو رہی تھیں اور ان کے جسموں پر بھی گر رہی تھیں۔

استقبالیہ انداز تھا۔ بہرحال ابھی کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا‘ یہ بھی نہیں پتا چل سکا تھا کہ اس عمل کا محرک کون ہے۔“ لیکن بلندیوں کا راستہ عبور کرتے کرتے یوٹ نے ایمرے سے کہا۔

”بگ باس ہو سکتا ہے تمہاری نگاہیں بلندیوں تک نہ دیکھ پارہی ہوں۔ لیکن میں بے شمار حسیناؤں کو دیکھ رہا ہوں‘ جو بہت خوب صورت ہیں اور مختصر لباس پہنے پھولوں کی یہ پتیاں نچھاور کر رہی ہیں‘ مس ایلما برانٹ کو اس سلسلے میں متردد ہونا چاہیے۔“

ایلما برانٹ جو ایمرے کے ساتھ ہی چل رہی تھی مسکرا دی۔ تاہم اس نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ریٹا ہاروے‘ عرشی وغیرہ بھی بلندیاں طے کر رہی تھیں۔ البتہ سب نے اپنے اپنے ساتھی کو اپنے ساتھ رکھا تھا‘ جیسے الاشا فیروز کے ساتھ تھی اور فیروز اسے سہارا دیئے ہوئے تھا۔ بہرحال ان حالات کے بارے میں ابھی تک کسی نے اپنے نظریات کا اظہار نہیں کیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ کسی کو اس کا موقع ہی نہیں مل سکا تھا۔ البتہ بلندیاں عبور کرتے کرتے ان کے سانس اچھے خاصے چڑھ گئے۔ پھر وہ ہموار سطح پر پہنچ گئے اور یہاں انہوں نے عبادت گاہ اور اس کے آس پاس کے مناظر دیکھے۔

عبادت گاہ کا یہ سارا سلسلہ پہاڑیوں پر ہی بنا ہوا تھا لیکن ناقابل یقین سی حیثیت کا علاقہ تھا۔ وسیع وعریض عمارتیں جو پتھروں کو چن چن کر بنائی گئی تھیں‘ خاص قسم کے حجرے جن کے دروازے غار کے دہانے معلوم ہوتے تھے‘ لیکن وہ انسانی ہاتھوں ہی کی تخلیق و ترتیب تھے۔ ایک عظیم الشان عبادت گاہ اور نجانے کیا کیا۔ وسیع و عریض علاقے میں یہ ہموار سطح موجود تھی اور اس پر ایسے ایسے اسرار تھے کہ شاید ہی کسی کو اس بارے میں کچھ معلوم ہو‘ نیچے ٹاری ویگا کے رہنے والوں کا لشکر عظیم نظر آرہا تھا جن کے چہروں کا رخ بلندی کی طرف تھا۔ وہ حسین لڑکیاں جن کی تعداد کافی تھی اب پتیاں نچھاور کرنے کے بعد پھولوں کے ہار ہاتھوں میں لئے ہوئے کھڑی تھیں اور ان کی آنکھوں میں عقیدت کے آثار تھے اور اب یہ پتہ نہیں کہ دلوں میں کیا تھا۔ لیکن وہ کچھ عجیب و غریب الفاظ گنگناتی ہوئی آگے بڑھیں اور انہوں نے یوٹ کے قدموں میں پھولوں کے ڈھیر لگا دیئے۔

باقی لوگوں پر بھی وہ اس طرح ہار اچھالنے لگیں کہ وہ ان کی گردنوں میں جائیں۔ یوٹ
پھولوں کے انبار پر چلایا جارہا تھا اور اسے اس جگہ لایا گیا جہاں ہنگارہ' ساندل اور چند اف
کھڑے مسکراتی نگاہوں سے یوٹ کو دیکھ رہے تھے۔ ہنگارہ کی آنکھوں میں عجیب سی چمک
تھی اور یوٹ کو یہ علم بھی نہیں تھا کہ یہ ہنگارہ ہے۔ بہرحال جب وہ ہنگارہ کے قریب پہ
تو ہنگارہ آگے بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک عصا تھا جو عجیب و غریب شکل رکھتا تھا۔ اس
نے نوکیلے سرے والا عصا دونوں ہاتھوں پر رکھ کر یوٹ کو پیش کرتے ہوئے کہا۔

"دیوتاؤں کے منظور نظر' دنیا میں تیری واپسی پر میں تجھے خوش آمدید کہتا ہوں اور
تیرا یہ منصب تیرے حوالے کرتا ہوں کہ ہنگارہ تو صرف نگران تھا جس نے یہ وقت خوش
اسلوبی سے گزار دیا اور تیری آمد پر وہ اسی طرح تیرے عقیدت مندوں میں شامل ہو گیا
ہے جیسے ٹاری ویگا کے دوسرے لوگ۔ تب یوٹ کو اندازہ ہوا کہ یہی شخص ہنگارہ ہے۔
اس نے عصا اپنے ہاتھوں میں لیا اور اسے دونوں ہاتھوں سے فضا میں بلند کر دیا۔ ہنگارہ دو
زانو بیٹھ کر دونوں ہاتھ سیدھے کر کے اسی انداز میں جھک گیا تھا جس طرح بستی کے
دوسرے لوگ۔ اور عقب سے جو بوڑھے لوگ آئے تھے وہ ایک قطار بنائے ہوئے ان
لوگوں کو دیکھ رہے تھے اور انہوں نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ ہنگارہ نے اپنی پسپائی قبول کر لی
ہے اور عصا ہیوبرٹ ایڈلمن کے حوالے کر دیا ہے' گویا یہ اظہار تھا کہ وہ ہیوبرٹ ایڈلمن کی
برتری قبول کرتا ہے جبکہ اسی کے ہاتھوں ہیوبرٹ ایڈلمن کو نقصان پہنچا تھا۔ بستی والوں
کے خیال میں اب انہیں یہ دیکھنا تھا کہ مقدس رہنما کا رویہ ہنگارہ کے ساتھ کیا رہتا ہے۔"

یوٹ نے گردن ہلائی اور بولا۔ "مقدس دیوتاؤں کی طرف سے تیری یہ سعادتمندی
میں نے قبول کی ہنگارہ اور تیرے ساتھ اس کے علاوہ کتنے پجاری ہیں۔؟

"جو ہیں وہ سب تیری عبادت کے لئے یہاں موجود ہیں اور ان کے علاوہ یہاں اور
کوئی نہیں ہے۔"

"کیا تو اپنی معذولی پر ناخوش ہے۔؟"

"میں تو مقدس رہنما کا خادم ہوں۔ ہاں بس اتنا درجہ مجھے ضرور حاصل ہو کہ خدام

میں قائم رہنے دیا جائے۔؟"

"میں نے قبول کیا۔ یوٹ نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور ہنگارہ نے دونوں ہاتھ بلند کر کے
ایک زوردار نعرہ لگایا اور بولا۔"

"ہیوبرٹ ایڈلمن ساویو ویگا زندہ باد اور اس کا خادم خاص ہنگارہ اپنی تمام تر خدمات
کے ساتھ اس کی خدمت میں پیش..........."

"پھر لوگ منتشر ہونے لگے اور بلندیوں سے اعلان کیا جانے لگا کہ ہیوبرٹ ایڈلمن
ساویو ویگا نے اپنی جگہ حاصل کر لی ہے اور اس نے ہنگارہ کو پناہ دی ہے چنانچہ اب کسی کو
اوپر آنے کی ضرورت نہیں۔"

ہنگارہ نے یوٹ سے کہا.......... "مقدس رہنما تیرے قیام کے لئے ہم نے جو جگہ
منتخب کی ہے یہ وہ ہے جہاں تو پہلے مقیم ہوتا تھا اور اب بھی تیرے لئے وہی جگہ بہتر
ہے۔"

"تم آگے آؤ۔ یوٹ نے کہا۔ اور اشارے سے سردار خان کو بلایا' زبان مقامی ہی
استعمال کی گئی تھی' لیکن اشارہ اس بات کا ضامن تھا کہ کیا کہا جارہا ہے چنانچہ نادر شاہ
آگے بڑھ گیا۔ یوٹ نے انگریزی میں کہا۔"

"اور وہ جگہ تم دیکھو گریٹ دیوتا تاکہ میں اسے اپنے لئے پسند کرسکوں.........."

"مناسب نہیں ہوگا ڈیئر کیونکہ یہ کام تمہارا ہی ہے' لیکن اگر تم چاہو تو اپنے خادم
کی حیثیت سے مجھے ساتھ لے لو........." یوٹ نے گردن گھمائی اور ہنگارہ نے فوراً" ہی
سوال کیا.........."

"یہ کونسی زبان بول رہے ہو تم مقدس رہنما.........؟"

"یہ دیوتاؤں کی زبان ہے جو ہمارے درمیان رابطے کا کام دیتی ہے اور یہ لوگ جو
دیوتاؤں کی دنیا سے میرے ہمراہ بھیجے گئے ہیں۔ یہی زبان سمجھتے ہیں' آؤ ...." اور
ہنگارہ یوٹ کے ساتھ چل پڑا۔ تب بڑی عبادت گاہ میں داخل ہونے کے بعد اس کے
آخری سرے پر بنی ہوئی سیڑھیوں سے نیچے اترتے ہوئے یوٹ نے نادر شاہ سے کہا۔

"تمہیں یہیں میرے ساتھ رہنا ہوگا ڈیئر سردار خان۔"

"بہتر ہے کہ تم زیادہ گفتگو نہ کرو' ورنہ یہ شخص مشکوک ہو جائے گا۔" وہ جگہ ایک وسیع و عریض غار میں بنی ہوئی تھی اور دنیا بھر کی تمام آسائشیں وہاں جمع کر دی گئی تھیں۔ یہی وہ بدکار جگہ تھی جہاں معبد کی مقدس کنواریوں کو ہنگارہ کے سامنے پیش کیا جاتا تھا اور ہنگارہ یہیں پر اپنا وقت گزارتا تھا۔ اس نے بڑی خوش اسلوبی سے یہ جگہ مقدس رہنما ہیوبرٹ ایڈلمن کو پیش کر دی تھی' لیکن نادر شاہ نے کہا۔

"تم اس جگہ کو بے شک اپنی آرام گاہ کے طور پر قبول کر لو' لیکن یہاں جو کچھ ہے وہ سب کچھ خطرناک ہو سکتا ہے' اس لئے اس سے ہوشیار رہنا ہے تمہیں۔"

"میں نے کہا نا پیارے بھائی تمہاری یہاں موجودگی میرے لئے ضروری ہے ...."

"نہیں بلکہ اس جگہ کو دیکھنے کے بعد تم واپس انہیں لوگوں کے درمیان چلو اور ایک ایسا لائحہ عمل ترتیب دو جس کے تحت اب آگے کی کارروائیاں ہو سکیں۔"

"کیا اس شخص کی موجودگی میں۔؟"

"ہاں۔"

"دیکھو کس طرح کمبخت آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہماری باتیں سن رہا ہے۔"

"ہاں میں دیکھ رہا ہوں' لیکن میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ بہت زیادہ بولنے سے گریز کرو........" یوٹ نے چاروں طرف دیکھا اور پھر مسکرا کر بولا۔

"ہاں' ہمیں رفتہ رفتہ سب کچھ یاد آتا جا رہا ہے ہنگارہ' ہمیں یہ جگہ پسند آئی' لیکن ابھی ہم آرام کرنے کے لئے نہیں آئے۔"

"دیوتاؤں کی بستی سے یہاں تک پہنچتے ہوئے تمہیں یقیناً بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا اور تم تھک گئے ہوگے آقا' اس لئے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ تم آرام کرو۔"

"نہیں اور بہتر یہ ہے کہ میں جو چاہوں تو صرف اسے سن' اور اس پر عمل کر

بہرحال تیری تجویز کردہ قیام گاہ ہمیں پسند آئی۔ اور اس کے بعد یوٹ وہاں سے مڑ کر واپس چل پڑا۔ ہنگارہ نے ساندل کی جانب دیکھا اور آہستہ آہستہ یوٹ کے پیچھے چلتا ہوا واپس اسی جگہ آ گیا جہاں باقی تمام لوگ موجود تھے۔ تب یوٹ نے کہا۔"

"اور تم لوگ مناسب طریقے سے اپنے اپنے لئے قیام گاہ منتخب کر لو اور یہ شخص جو کچھ بھی کہے خبردار اس کی کسی بات کی تعمیل نہ کی جائے اور خیال رکھا جائے کہ یہ کوئی دھوکہ کر سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے یوٹ........" پھر وہ لوگ چاروں طرف منتشر ہو گئے اور مقامی پجاری ان کے اشاروں پر ان کی امداد کرنے لگے' لیکن زبان کا مسئلہ سب سے ٹیڑھا تھا۔ تاہم یہاں بنے ہوئے لاتعداد حجرے ایسے تھے جہاں قیام کیا جا سکتا تھا اور یہ جگہ واقعی ناقابل بیان حد تک خوبصورت تھی' خاص طور سے وہ علاقہ جہاں آبشار بہتا تھا۔ بلندیوں سے گرتا ہوا آبشار کا حوالہ دیا تھا اس کے علاوہ وہ حسین لڑکیاں بھی جو عقیدت بھری نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھیں ان لوگوں کے لئے قابل توجہ تھیں' ان کے بارے میں زیادہ معلومات تو انہیں حاصل نہیں تھی اور یہ بھی جانتے تھے وہ کہ زبان کا رشتہ ان کے ساتھ قائم نہیں ہو سکتا' لیکن بہرحال یہ سب قابل غور تھا۔

وہ مقدس بوڑھے جو یہاں موجود تھے اور ان کے ساتھ ساتھ ہی اوپر تک آئے تھے یوٹ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہیوبرٹ ایڈلمن ٹاری ویگا' ہمارے لئے اب تیرا کیا حکم ہے........؟"

"میرے محبت کرنے والو! واپس جاؤ اور اپنی بستیوں کو خوشیوں کی خبر دے دو' ہنگارہ اب تم پر قائم نہیں ہے' بلکہ اب وہ میرا عبادت گزار ہے اور اس کے بارے میں فیصلہ میں نہیں تم کرو گے' ابھی تو ابتداء ہے بعد میں تم سے معلوم کیا جائے گا کہ میری غیر موجودگی میں ہنگارہ نے تم لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا' اور جب مجھے اس بات کا علم ہو جائے گا' تبھی ہنگارہ کی قسمت کا مناسب فیصلہ ہو سکتا ہے اور ہاں سنو ان مقدس کھوپڑیوں کو کوئی نقصان نہ پہنچانا اور نہ ان کے قریب جانا کہ وہ دیوتاؤں کی امانت ہیں اور

ان کے قریب جانے کا مطلب ہے کہ تم اپنے لئے موت حاصل کرو۔ باقی تم لوگ جس طرح زندگی گزارتے ہو گزارنا شروع کر دو' اور اب میں تمہارے درمیان آگیا ہوں اور تمہیں نئی نئی ہدایات دوں گا جس سے تم پر برکتیں نازل ہوں گی' وہ سب خوشیوں کے نعرے لگاتے ہوئے ان سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئے تھے جو پہاڑی میں تراشی گئی تھیں اور یوٹ نے ہنگارہ کی جانب نگاہیں دوڑائیں' اسے ایک لمحے میں یہ احساس ہوگیا کہ ہنگارہ کینہ توز نگاہوں سے اسے دیکھ رہا ہے' لیکن جب یوٹ سے نظریں ملیں تو اس نے فوراً ہی اپنا انداز بدل لیا تھا۔ یوٹ بہرحال بیرونی دنیا میں پوری عمر گزار چکا تھا اور بہت سے رموز سے آشنا تھا۔ سردار خان اور باقی پورا گروہ وہاں موجود تھا اور اب بستی کے لوگ نیچے جا چکے تھے لیکن ان لوگوں نے دیکھا تھا کہ لاتعداد افراد پہاڑیوں کے کنارے پر موجود ہیں اور انہوں نے وہی محاصرہ آرائی کی ہوئی ہے اس بات پر سردار خان کو ہنسی آگئی اور اس نے کہا۔"

"بڑی غلطی ہوئی یوٹ' ہم نے بستی کے لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ وہ واپس اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں اور محاصرہ ختم کر دیں' وہ ابھی تک محاصرے کے عالم میں ہیں۔"

"اور یہ بہتر رہے گا مسٹر سردار خان' کیونکہ ابھی میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہاں کی صورت حال اطمینان بخش نہیں ہے پجاریوں کی اچھی خاصی تعداد ہے گو ہم انہیں با آسانی سنبھال سکتے ہیں لیکن پھر بھی یہ ان کی رہائش گاہیں ہیں' ہاں اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ ہمارا آئندہ قدم کیا ہونا چاہیے۔؟"

"ایک کھلی جگہ میں قیام اور مستعدی۔" سردار خان نے جواب دیا۔ کھانے پینے کا سامان احتیاطاً ساتھ لایا گیا تھا اور ان کے لباسوں میں بہت کچھ تھا۔ چنانچہ وہ ایک مناسب جگہ منتخب کرکے وہاں فروکش ہوگئے تو ہنگارہ نے کہا۔

"مقدس رہنما' میرے لئے کیا حکم ہے۔؟"

"وہ سامنے جو جگہ بنی ہوئی ہے ہنگارہ' وہاں تو اپنے پجاریوں کے ساتھ قیام کر' ابھی

چند لمحوں کے بعد میرے ہمراہ آنے والے ان تمام جگہوں کا جائزہ لیں گے جہاں انسانوں کی موجودگی متوقع ہو سکتی ہے اور اگر کوئی ایک بھی فرد ان جگہوں پر پوشیدہ نظر آیا تو پھر تیری نیت کی کھوٹ واضح ہو جائے گی۔"

"میری نیت کی کھوٹ۔" ہنگارہ نے بظاہر متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں ہنگارہ' بہت سی ایسی باتیں ہیں جو ابھی تجھ سے کرنا مناسب نہیں ہیں' لیکن آنے والے وقت میں تیرے اور میرے درمیان بہت سی گفتگو ہوگی جس میں ہم مستقبل کے لئے فیصلہ کریں گے۔"

"میں تو تیرا غلام ہوں اور ہر طرح تیرے لئے حاضر خدمت' ویسے میں نے تجھ سے غلط نہیں کہا' پجاریوں کی جو تعداد موجود ہے اس کے علاوہ دوسرے افراد نہیں ہیں تاہم اپنے لوگوں کو جائزے کے لئے بھیجنے سے پہلے مجھے تھوڑا سا جائزہ لے لینے دے' کہیں یوں نہ ہو کہ میری تقدیر تاریک ہو جائے اور تجھے مجھ پر کسی شے کا موقع ملے۔"

"ایسا کرلے تو بہتر ہے' میں تمام لوگوں کو سامنے کی جگہ دیکھنا چاہتا ہوں اور ان لڑکیوں کو بھی جو معبد کی داسیاں ہیں۔"

"ٹھیک ہے مقدس راہنما۔" ہنگارہ نے کہا اور سانڈل کو اشارہ کرکے وہاں سے چل پڑا۔

یوٹ نے سردار خان کو دیکھا اور سردار خان مسکرا کر رہ گیا۔

"یوٹ اس کے چہرے پر کچھ ہے جس کا ابھی صحیح طور سے اندازہ نہیں لگایا جا سکتا لیکن ہمیں اس سے ہوشیار رہنا ہوگا' خاص طور سے تجھے۔"

"مجھے تمہاری رہنمائی درکار ہوگی اور اس بات کا پورا پورا خیال رکھنا' ویسے لڑکیوں سے بھی کوئی گڑبڑ ہو سکتی ہے مسٹر سردار خان' ان پر بھی گہری نگاہ رکھی جائے' میں سمجھتا ہوں تمہاری وائف بہت عمدگی سے یہ کام سنبھال سکتی ہے' میڈم ہاروے اور باقی لڑکیاں بھی اس کام کی نگرانی کریں۔"

سردار خان نے اپنی بیوی شمسہ کی جانب دیکھا' عرشی نے فوراً ہی رخ دوسری

جانب کرلیا کیونکہ سرہدایت اللہ بھی زیادہ فاصلے پر نہیں تھے اور کیونکہ اس وقت سب ہی یوٹ کی جانب متوجہ تھے اس لئے یہ بھی نہیں کہا جاسکتا تھا کہ کسی نے یوٹ کی بات نہ سنی ہو۔

پھر ان سب لوگوں نے اپنی اپنی ٹولیاں بنالیں اور سردار خان نے سب کو ہدایت دیں۔

''ہم میں سے کچھ افراد کو ان سیڑھیوں کی جانب نظر رکھنی ہے حالانکہ ہم میں سے کسی کو بھی بستی والوں کی جانب سے کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن اس بات کے امکانات ہو سکتے ہیں کہ ان میں ہنگارہ کے کچھ ہمنوا بھی ہوں اور ہنگارہ انہیں ہدایت دے دے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی جیسا کہ میں نے جائزہ لینے کے لئے کہا۔ بے شک ہم ان اجنبی جگہوں پر بھرپور طریقے سے جائزہ نہیں لے سکیں گے لیکن اس بات کے امکانات تو ہیں کہ ان لوگوں کے پاس آتشیں ہتھیار نہیں ہیں اور نا ہی یہ ان ہتھیاروں کو پہچانتے ہیں اس لئے دور سے کسی ایسے حملے کی توقع تو نہیں ہو سکتی' تاہم ہوشیاری شرط ہے' ہم اجنبی جگہوں پر اس طرح داخل نہیں ہوں گے کہ وہاں قید ہو جائیں' لیکن پھر بھی ان جگہوں پر نظر ضرور رکھنا ہوگی۔''

فیروز نے اپنی ٹیم بے ساتھ جگہ سنبھال لی' اور اس ٹیم میں اس نے الاشا کو خاص طور پر شامل رکھا تھا۔ وقت گزرتا جارہا تھا اور الاشا اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ فیروز نے ماحول کا ایک جائزہ لیا۔ پھر الاشا سے کہنے لگا۔

''الاشا کیا تمہیں اپنی بستی یاد آتی ہے؟''

''نہیں.........''

''تم اسے بھول چکی ہو.........؟''

''وہ کوئی یاد رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔''

''یہاں کیسا محسوس ہوتا ہے.........؟''

''اب اچھا نہیں لگتا.........''

''کیوں.........؟''

''تم نے مجھے جس دنیا کی کہانی سنائی ہے فیروز' اب میرا دل چاہتا ہے کہ اس دنیا میں وٹ جاؤں.........''

''تنہا.........؟''

''اس دنیا کو تنہا میں کیسے جانوں گی.........؟''

''تو میرے ساتھ چلو گی.........؟''

''ہاں.........''

''کیا تم یہ پسند کرو گی کہ گومی سیانا بھی تمہارے قریب ہی موجود ہو.........''

''میں نہیں جانتی.........''

''کیا مطلب.........؟''

''میں نے کہا نا میں نہیں جانتی.........؟''

''آخر کیوں.........؟''

''اس لئے کہ میری پسند میں گومی سیانا شامل نہیں ہے الاشا نے جواب دیا اور فیروز مسکرانے لگا۔''

ادھر ایلما ایمرے سے کہہ رہی تھی......... ''کیا یہ فضاء بہت زیادہ رومان پرور نہیں ہے ایمرے.........''

ایمرے نے دور سے گرتے ہوئے سفید آبشار کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''اس فضاء میں میری زندگی کے کچھ ایسے لمحات بھی شامل ہیں جن سے میں لاعلم ہوں لیکن ایلما یوں لگتا ہے جیسے ہواؤں میں بسی ہوئی خوشبو اپنی اپنی سی ہو' نجانے یہ اپنائیت کیا رنگ لائے گی.........؟ ایلما ایک گہری سانس لے کر فضا میں پھیلی ہوئی خوشبوؤں کو سونگھنے لگی تھی۔

ہنگارہ'ساندل کے ساتھ آگے بڑھ آیا۔ اس کے انداز میں شدید بے چینی اور اس کے چہرے پر گہرا تجسّس پھیلا ہوا تھا وہ ساندل کو لئے ہوئے ایک سنسان گوشے میں پہنچ گیا اور اس نے مُضطربانہ لہجے میں کہا۔

"ساندل دیوتاؤں کی قسم یہ ہیوبرٹ ایڈلمن نہیں ہے دیوتاؤں کی قسم یہ وہ نہیں ہے جس کا مجسمہ اس بڑی جگہ نصب تھا۔ آہ یہ وہ نہیں ہے' میری پوری عمر کا تجربہ یہی کہتا ہے اور میں بے وقوف نہیں ہوں۔ آہ ساندل یہ ہیوبرٹ ایڈلمن نہیں ہے؟ ساندل حیران نگاہوں سے ہنگارہ کو دیکھنے لگا' پھر اس نے کہا۔"

"تو کیا کہنا چاہتا ہے ہنگارہ' وہ ایڈلمن ہی ہے۔ اس میں نئی زندگی پھونکی گئی ہے' بے شک اس کی عمر اتنی ہے جتنی اس وقت تھی جب وہ ہم سے جدا ہوا' لیکن دیوتاؤں نے اسے جوانی دے کر بھیجا ہے اور ظاہر ہے جسے دیوتاؤں نے بھیجا ہوا وہ ایسی ہی انوکھی حیثیت کا مالک ہوگا۔ اسے تو طویل عرصے تک اب ٹاری ویگا کی رہنمائی کرنی ہے۔ یہ کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے مقدس رہنما کے پیروکار جس پر حیران ہوا جائے۔ اگر تو صرف یہ کہنا چاہتا ہے کہ اس کا چہرہ ان علامتوں سے پاک ہے جو جاتے ہوئے اس کے چہرے پر تھیں تو یہ تو دیوتاؤں کا عمل ہے' کیا تو اس سے انکار کر سکتا ہے.........؟"

"آہ نہیں تو نہیں سمجھتا ساندل یہ دیوتاؤں کا عمل نہیں ہے' ساندل یہ جو زبان

بول رہا ہے اپنے ساتھیوں سے' تو نہیں جانتا وہ جیمی کاف کی زبان ہے آہ وہ جیمی کاف کی دنیا کا آدمی ہے کوئی ایسا عمل لے کر وہ اس دنیا میں آیا ہے جو کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

"وہ کوئی عمل نہیں لایا مقدس رہنما کے پیروکار۔ کیا اب میرا تجھے اس نام سے پکارنا مناسب ہے؟"

"ساندل ساندل میں بہت اعتبار کرتا ہوں تجھ پر تو مجھے حقیر نہ جان' یہ نہ سمجھ کہ میرا دور ختم ہوگیا۔ ہنگارہ کے پاس ہزار راتوں کے جادو نہیں ہیں۔ لیکن عقل کا جادو اب بھی ہے۔ وہ جیمی کاف کی زبان بولنے والا یقینی طور پر اسی دنیا کا آدمی ہے آہ میں کیا کروں۔ لیکن کچھ کرلوں گا میں ضرور کچھ کرلوں گا۔ اوہ اگر ہمیں عقل ہوتی تو کسی طرح ہم جیمی کاف کو یہیں رہنے دیتے اور وہ ہمیں بتاتا کہ یہ لوگ کیا گفتگو کر رہے ہیں آہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر ہم جیمی کاف کو یہیں روک لیتے اسے اپنا مہمان بنا لیتے۔ آہ۔ آہ جیمی کاف........."

"اگر یہ جیمی کاف کی دنیا کے لوگ ہیں بھی مقدس رہنما کے پیروکار تو کیا تیرا خیال ہے کہ جیمی کاف ان کے خلاف کوئی بات تجھے بتاتا........."

"جیمی کاف کی یہاں ایک عمر گزر چکی ہے' وہ اب ہمارے لوگوں میں شامل ہوتا ہے........."

"ایک قیدی کی عمر گزارنا اس سے مختلف ہوتا ہے جو اس جگہ کے رہنے والے گزارتے ہیں........."

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے ہم تو نیچے بھی نہیں جاسکتے' ہم تو اسے بلا کر بھی نہیں لاسکتے کیوں کہ منحوس بستی والوں نے اب بھی پہاڑیوں کو چاروں طرف سے گھیرا ہوا ہے کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں سے نیچے پہنچا جاسکے۔ ورنہ جیمی کاف یہ ضرور ہمیں بتا سکتا تھا کہ یہ لوگ آپس میں کیا گفتگو کر رہے ہیں........."

"مقدس رہنما کے پیروکار.........!"

”تو بکواس مت کر' میں پیروکار نہیں' میں مقدس رہنما ہوں۔ ساندل تو مجھے یہ کہہ کر پکار۔ مصلحت کی بات اور ہے لیکن میں نے اسے ہیوبرٹ ایڈلمن تسلیم نہیں کیا“

”میری عمر کا تجھ سے پہلے آغاز ہوا تھا اور تیرے تجربے سے زیادہ تجربہ میری آنکھوں میں بسا ہوا ہے' میں نے خود دیکھا ہے کہ وہ مجسمہ متحرک ہوا اور پھر اس نے لوگوں کو اپنی آواز سے بہرہ ور کیا۔ اور میں اب تجھے مقدس رہنما نہیں کہہ سکتا' تیری دوستی تیرا احترام سر آنکھوں پر۔ لیکن تو نے اپنی زبان سے اسے مقدس رہنما تسلیم کیا ہے اور اس میں کسی شک کی گنجائش بھی نہیں ہے۔ مقدس رہنما اب وہی ہے' میں کسی بھی صورت تجھے مقدس رہنما نہیں کہوں گا۔ ساندل بھی بگڑ گیا تھا۔“

”وہ مکار ہے فریبی ہے اور دیکھنا تو کہ میں اس کے فریب کا پردہ چاک کردوں گا میں نے اب بھی اس سے ہار نہیں مانی ہے' اب بھی ہار نہیں مانی ہے' ساندل وہ بے شک چالاک ہے اور ایک چالاک شخص ہی یہ بات کہہ سکتا ہے ان علاقوں کا بھرپور جائزہ لیا جائے گا اور اگر کسی کو یہاں پوشیدہ پایا جائے گا تو اسے جرم تصور کیا جائے گا۔ کسی اور کا نہیں میرا جرم۔ اس بات سے تو کیا اندازہ لگا سکتا ہے.........؟“

”ہیوبرٹ ایڈلمن ایک زیرک انسان تھا اور ہے۔ ساندل نے کہا۔“

”نہیں مانے گا نہیں مانے گا تو۔ لیکن کوئی بات نہیں میں بھی یہ بات منوا کے رہوں گا۔ آہ میں بے وقوف نہیں ہوں' میں نے انتظام کرلیا ہے' وقت کا انتظار کر ساندل وقت کا انتظار کر تو خود ایک دن تسلیم کرلے گا کہ ہنگارہ پیدا ہی حکمرانی کے لئے ہوا تھا' وہ ساویو ویگا کا رہنما ہے اور جو کچھ ہوا اس کی رہنمائی میں ہوگا اور ان بستی والوں کو ان بستی والوں کو تو میں ایسی سزا دوں گا کہ یہ صدیوں نہ بھول پائیں گے۔ یہ عہد ہے میرا سمجھا یہ میرا عہد ہے' سن کوئی بات ان کی مرضی کے خلاف نہ ہونے پائے' جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں ساندل اس پر عمل کرنا ہے اور خبردار تو مجھ سے غداری نہ کرنا کیونکہ اس قصے کے خاتمے کے بعد میں تجھے اپنا نائب مقرر کروں گا اور تیرے سوا کون ہے ساندل جو میرا ساتھی ہو اور جسے میری ہر بات کا علم ہو' لیکن آجا آ۔ ہم ایک نگاہ خفیہ مقامات پر بھی ڈال لیں

کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی پجاری کسی جگہ چھپا بیٹھا ہوا ہو اور بعد میں وہ ہمارے لئے الزام بن جائے.........“

بہت دیر تک ساندل اور ہنگارہ ان جگہوں کا جائزہ لیتے رہے تھے اور پھر وہاں سے نکل کر ان لوگوں کے سامنے آگئے تھے' پھر ہنگارہ بڑی محبت اور خلوص کے ساتھ پجاریوں کی ترتیب کرنے لگا اور اس نے تمام پجاریوں اور پجارنوں کو ایک جگہ جمع کردیا۔ پجاریوں کی ہوسناک نگاہیں نوجوان لڑکیوں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس وقت بھی وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے تھے کیونکہ اس سے پہلے یہاں صرف ہنگارہ کی ملکیت تھی یا پھر کچھ ایسے لوگوں کی جو ہنگارہ کے خاص ساتھیوں میں شامل تھے۔ باقی تو بے چارے صرف پجاری تھے۔ پھر ہنگارہ نے یوٹ کے سامنے آکر کہا۔

”مقدس رہنما تجھے آسمان کی عظمتیں حاصل ہوں میں نے پہلے بھی تجھ سے کہا تھا کہ میرا خلوص تیرے لئے کم نہیں ہے ہیوبرٹ ایڈلمن ساویو ویگا کسی بھی طرح اس بستی کے لوگوں کے لئے کسی ایسی شخصیت کا مالک نہیں ہو سکتا جس سے جھوٹ بولا جائے۔ ہم سب تیرے غلام ہیں اور تیری غلامی ہی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ میں مزید احکامات چاہتا ہوں اور اس کے بعد میں بھی ان لوگوں کے درمیان چلا جاؤں گا جنہیں تو نے اپنی نگاہوں کے سامنے رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔“

”ٹھیک ہے تو جاسکتا ہے۔“ یوٹ نے کہا اور ہنگارہ ساندل کے ساتھ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد اس نے کہا۔

”ایک ایک بات محسوس کر' ایک ایک بات محسوس کر' اس شخص کی آنکھوں میں وہ کینہ توزی نہیں ہے جو ہونی چاہیے چونکہ ہیوبرٹ ایڈلمن ساویو ویگا میرے ہی ہاتھوں فنا ہوا تھا......... وہ اپنے دشمن کو ان لمحوں میں نہیں بھول سکتا۔“ ہنگارہ نے کہا۔

”ممکن ہے مقدس رہنما کے پیروکار......... وہ بلند حوصلہ اور فراخ دل ہو اور اس نے اپنی اعلیٰ ظرفی سے تجھے معاف کردیا ہو.........“

ہنگارہ نے دانت پیستے ہوئے ساندل کو دیکھا' لیکن وقت بگڑ چکا تھا اور اسے بگڑے

ہوئے وقت کا ساتھ دینا تھا' صرف اس وقت تک کے لئے جب اس کی بنائی ہوئی منصو
بندی کامیابی کے مراحل تک نہ پہنچ جائے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہنگارہ نے ہ
خطرناک منصوبہ بنایا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کے امکانات بھی تھے کہ اس
اپنا ہی منصوبہ اسے غرق کر دے۔

رات ہوگئی تھی لیکن وہ لوگ بلندیوں سے بستی کی گہما گہمی دیکھ رہے تھے۔ پوری بستی میں چراغاں ہو رہا تھا۔ بستی کے لوگ ہر گھر کو روشن کر رہے تھے۔ یہ ان لوگوں کی اندرونی خوشی تھی جس کا وہ اظہار کر رہے تھے۔ پھر نادر شاہ نے یوٹ کو طلب کرلیا۔ اور سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔

"میں چاہتا ہوں یوٹ کہ تم سے اب تک کی رپورٹ موصول کروں۔ اور ہم آئندہ کے لئے لائحہ مقرر کرلیں۔" نادر شاہ نے کہا۔

"میرے پاس کہنے کے لئے بہت کچھ ہے ماسٹر........." یوٹ نے کہا۔

"ہاں۔ کہو۔"

"ہماری ابتک کی کاوشیں نہایت کار آمد رہی ہیں۔ اور ہم ماسٹر آف سیمونینس بن گئے ہیں۔ دیوتاؤں نے مجھے میرے باپ کا ہمشکل شاید اسی لئے بنایا ہے کہ میں یہ خدمت سرانجام دوں ویسے اجازت ہو تو میں دل کی بات بتادوں۔"

"ضرور........."

"ممکن ہے ہیوبرٹ ایڈلمن ساویو ویگا کی روح میرے اس الفاظ پر مجھ سے ناراض ہو جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں کچھ وقت سے زیادہ اس ڈرامہ کا اداکار بننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

"مطلب.........؟"

"معذرت خواہ ہوں کہ اپنی نسل کی ان حسیناؤں کو دیکھ کر میرے منہ میں پا آیا ہے۔ باہر کی دنیا کی خوبصورت لڑکیاں مجھے دیکھ کر مسکراتی تھیں اور میں ہمیشہ اح کمتری کا شکار رہتا تھا۔ لیکن یہ لڑکیاں جس طرح عقیدت بھری نظروں سے دیکھ رہی ان سے مجھے اپنا فیوچر برائٹ نظر آرہا ہے۔ لیکن آپ لوگ سوچیں جب یہ مجھے مق باپ سمجھیں گی۔ ایک انتہائی عمر رسیدہ شخص تو ان کے جذبات کو کسی طرح ٹھیس گی۔ پھر ان کے دلوں میں میرے لئے صرف عقیدت کا یہ انداز مجھے سخت ناپسند ہے۔"

"یہ کیا بکواس شروع کر دی ہے تو نے یوٹ۔ ایمرے نے ناپسندیدگی سے کہا۔ یوٹ سنبھل گیا۔"

"میں نے اجازت لے لی تھی عظیم آقا۔ یوٹ نے مسمسی سی شکل بنا کر کہا۔"

"اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ ہم یہاں مستحکم ہو گئے ہیں تو یہ تیری کم عقلی ہے۔ ہمیں ہی گھنٹوں کے اندر مشکل حالات سے گزرنا ہوگا۔ اس لئے فضول باتوں سے گریز کر۔ سردار خان اگر آپ اس احمق بونے سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں تو سوال کریں۔" ایمر بولا۔ اور نادر شاہ ہنسنے لگا پھر بولا۔

"یوٹ کی مشکل حقیقی ہے۔ لیکن ڈیئر یوٹ اس کا حل پھر بھی دریافت کر لیا جا گا۔ ہنگارہ کے بارے میں تو کیا کہتا ہے۔"

"میں نہیں میرا کان کہتا ہے کہ اس شاطر نے شکست نہیں قبول کی ہے۔"

"کان........." نادر شاہ بولا۔ اور ایمرے ہنس پڑا۔ اس نے کہا۔

"یہ حقیقت ہے مسٹر سردار خان۔"

"کیا۔؟"

"اگر ہم اس بونے پجاری کو سائنس ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے حوالے کر دیں تو ا کے بارے میں انوکھے انکشافات ہوں گے۔"

"مثلاً.........؟" نادر شاہ نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اس کے کان دو خاص اہمیتیں رکھتے ہیں۔ یہ اگر زمین سے کان لگا دے تو میلوں دور کی آواز سن لیتا ہے۔ اس کے آس پاس اگر کوئی دشمن ہو تو اس کے دونوں کان دور دور سے پھڑکنے لگتے ہیں اور اس پر دشمن کی نیت واضح ہو جاتی ہے۔ اس کی یہ صفت کئی بار ہی ہو چکی ہے۔ اس کی ناک دور دور تک کی بو سونگھ لیتی ہے اور یہ تربیت یافتہ کتے کی طرح سونگھ کر کھوج لگا لیتا ہے۔ لیکن یہ وقت اس کی صفات معلوم کرنے کا نہیں ہے۔ ہمیں پہلے یہاں اپنی حیثیت مستحکم کرنی ہوگی۔"

"میں ہر حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں آقا۔ اس بات کا خیال رکھو کہ میری عقل نے کبھی کوئی کارہائے نمایاں سرانجام نہیں دیا۔ کیونکہ کھوپڑی کا سائز عام کھوپڑی سے بہت چھوٹا اور اس میں بھیجے کا سائز ٹینس کی گیند سے بڑا نہ ہوگا۔"

"یوٹ کی بات پر سب ہنسنے لگے۔ پھر نادر شاہ نے کہا۔"

"ثاری ویگا کے سادہ لوح باشندوں نے یوٹ کو ہیوبرٹ ایڈلمن تسلیم کر لیا ہے۔ لیکن ہنگارہ کی باتوں سے شبے کی بو آرہی ہے۔ ہمیں اس کے لئے فیصلہ کرنا ہے۔"

"کیا.........؟"

"ایسی کوئی زندگی ختم کرنا نہ مجھے پسند ہے نا آپ کو پسند ہوگا جو ابھی تک کسی خطرے کا باعث نہیں بنی۔ لیکن اس خطرے کو نظرانداز بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے علاوہ اس کا اندازہ شاطرانہ ہے۔ اس نے یوٹ کو بڑی عقیدت سے ویلکم کیا ہے۔ لیکن وہ کسی چال سے.........."

نادر شاہ کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ نیچے کچھ غیر معمولی ہنگامہ آرائی نظر آئی تھی۔ وہ مشعل برداروں کا ایک جلوس تھا جو برق رفتاری سے ان سیڑھیوں کی طرف دوڑ رہا تھا جو اوپر کی سمت آرہا تھا۔ نیچے موجود لوگ انہیں روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن وہ انہیں دھکے دیتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ پھر وہ سیڑھیاں عبور کرنے لگے۔

نادر شاہ نے آہستہ سے کہا۔ "ہوشیار۔"

تمام لوگوں نے مورچے سنبھال لئے تھے۔ اور ایسی جگہوں پر تعینات ہو گئے تھے جہاں سے کسی بھی خطرے سے نمٹا جاسکے۔ ابھی تو بہت سے ہنگامے منتظر تھے۔ نادر شاہ نے یوٹ سے کہا۔

"یوٹ وہ لوگ چیخ رہے ہیں۔ اپنی تمام سماعت کی طاقت سے ان کے الفاظ پر غور کرو۔"

"میرا بایونک کان مستعد ہے ماسٹر۔" یوٹ نے کہا اور اوپر آنے والوں کے الفاظ سننے کی کوشش کرنے لگا' پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نہیں ماسٹر کوئی خطرناک بات نہیں ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہیں یہ لوگ؟"

"میرے عقیدت مند ہیں اور میرے پاس آرہے ہیں۔" یوٹ نے کہا۔

"لیکن کیا یہ تعجب خیز نہیں ہے۔"

"کیوں مسٹر سردار خان۔"

"جبکہ انہیں منع کر دیا گیا ہے۔"

"بستی بہت بڑی ہے ماسٹر۔ سب کے الگ الگ افکار ہیں تم اس دنیا کو بھی مہذب انسانوں کی دنیا سے مختلف نہ سمجھو۔"

"کیا مطلب۔"

"ہماری دنیا میں بھی کبھی کبھی لیڈروں کے احکامات کو ایسے ہی ٹھکرا دیا جاتا ہے۔"

"یہی تو گڑبڑ ہے یوٹ۔ کہیں یہاں کی سیاست میں بھی یہ تبدیلی نہ آجائے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے ماسٹر۔"

آنے والے سیڑھیاں عبور کر کے اوپر آگئے۔ کافی تعداد تھی اور ان میں زیادہ تر نوجوان تھے۔ ان میں سے ایک مشعل برادر نے زمین پر سجدہ ریز ہو کر یوٹ کو تعظیم دی۔ پھر کہنے لگا۔

"تجھے اپنا قدیم خادم لوبابا ضرور یاد ہو گا مقدس ویگا۔ میں اس کا پوتا سومایہ ہوں۔"

"آہ۔ لوبابا کے پوتے۔ یہ تو ہے۔ لوبابا مجھے یاد ہے۔" یوٹ نے کہا۔

"اور لوگوں نے کہا کہ اب مجھے یہ حق حاصل ہے کہ تیری غلامی کا منصب سنبھال لوں۔ کیونکہ صدیوں سے یہ منصب مرے خاندان میں رہا ہے۔ یہ سب اس بات کی تصدیق کے لئے آئے ہیں۔"

"تو کیا کرنا چاہتا ہے۔"

"عبادت کی پہاڑیوں کے انتظامات سنبھال کر اپنا درجہ بلند کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا تنہا"

"نہیں مقدس ویگا۔"

"تیرے ساتھ کتنے افراد ہیں۔"

"یہ مرتبہ حاصل کرنے کے لئے تو پورا قبیلہ تیار ہو جائے گا۔ لیکن تیری اجازت کے بعد اپنے ساتھی منتخب کرلوں گا۔ اس نے جواب دیا۔"

"اور تم لوگ اس بات کی تصدیق کے لئے ساتھ آئے ہو۔" یوٹ نے دوسرے لوگوں سے پوچھا۔

"ہاں مقدس پجاری۔ ایڈلیمن ہیوبرٹ کے بعد ہنگارہ نے عبادت کی پہاڑیوں میں نئے پجاریوں کا تقرر کرلیا تھا اور اس خاندان کو معزول کر دیا تھا۔"

"سب ٹھیک ہے۔ سومایہ تو جا! اور اپنے معاونوں کا انتخاب کر یہ منصب تجھے واپس دیا جاتا ہے۔" یوٹ نے کہا اور سومایہ خوشی سے دیوانہ ہوگیا۔ اس کی وحشیانہ اچھل کود قابل دید تھی۔ وہ عقیدت کا رقص پیش کر رہا تھا۔ پھر وہ تمام آنے والوں کے ساتھ مسرت کے شادیانے' بجاتا ہوا واپس چلا گیا۔ یوٹ نے مسکراتے ہوئے نادر شاہ کی طرف دیکھا اور بولا۔

"اور میرے یہ عقیدت مند پہلے میرا سیروں خون خشک کر دیتے ہیں اور میں یہ سوچتا ہوں مسٹر سردار خاں کہ اب یہ میری تکہ بوٹی کرنے کے لئے آرہے ہیں' ان کا انداز عجیب ہوتا ہے۔"

"یوٹ یہ تمہاری قوم ہے۔" سردار خاں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا بتاؤں ماسٹر اتنا فاصلہ ہوگیا تھا میرا اپنی قوم سے کہ میں اس کی عادات و سکنات بھی بھول گیا۔ لیکن بہرحال یہ سب کچھ بہت اچھا لگتا ہے۔ جب وہ مجھ سے عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں نے زندگی بھر غلامی ہی کی ہے اور اب نجانے کیوں میرا دل یہ چاہتا ہے کہ میں ان کی سرداری کروں۔"

"تم تو ان کے سردار بن گئے ہو یوٹ؟"

"نہیں عظیم آقا فیصلہ کرنا بڑا مشکل ہو جائے گا۔" یوٹ نے اپنے مخصوص انداز میں کہا اور سردار خاں مسکرانے لگا۔

"بہرحال یہ ہنگامہ آرائیاں نجانے کب تک جاری رہی تھیں: ٹاری ویگا کے لوگ تو غالباً" دن اور رات کا آرام ترک کر چکے تھے۔ ان کے لئے اس سے زیادہ خوشی کا موقع اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا کہ ان کا پرانا مقدس پجاری ان کے درمیان واپس آگیا ہے۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ نجانے اونٹ کس کل بیٹھے گا۔ ابھی یہاں اپنے پاؤں جمانے کے لئے انہیں کافی وقت درکار تھا' اور یہ بات سب ہی لوگ جانتے تھے اور اس سلسلے میں ایک دوسرے سے چہ میگوئیاں بھی کرتے رہتے تھے۔"

بہرحال ساری رات جشن کا سا سماں رہا۔ سونے کا وقت بہت کم ہی ملا تھا۔ ویسے

یوٹ جو کچھ کر رہا تھا وہ خود اس کے اپنے ذہن میں بھی صحیح طور پر مکمل نہیں تھا۔ زیادہ تر سردار خان کے مشورے پر ہی عمل درآمد ہو رہا تھا۔ اور وہ لوگ بہرحال سردار خان کے اقدامات سے بہت زیادہ مطمئن تھے۔ ٹاری ویگا کا سردار یوٹ بن گیا تھا۔ لیکن ان لوگوں کی سرداری سردار خان نے ہی سنبھال لی تھی اور یہ قدیم مہم جو اس بات پر پوری طرح متفق تھے کہ سردار خان ان سے زیادہ تجربے کار مہم جو ہے۔

پھر صبح ہوگئی۔ یوٹ تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا تھا حالانکہ ٹاری ویگا میں ہونے والی کارروائیاں یا دیگر الفاظ میں ہنگامہ آرائیاں اس آرام کی متحمل نہیں ہو سکتی تھیں۔ وہ لوگ جگہ جگہ گا بجا رہے تھے اور یہ سلسلہ صبح کے آغاز کے ساتھ مزید شدت اختیار کر گیا۔ بلندیوں سے اگر دیکھا جاتا تو پوری ٹاری ویگا میں جگہ جگہ انسانی گروہ نظر آتے جو عجیب و غریب طرح کے ڈھول جو درخت کے کٹے ہوئے تنوں سے بنائے گئے تھے' بجاتے ہوئے نظر آتے تھے اور ان کے درمیان کچھ لوگ تھرک رہے ہوتے تھے۔ لیکن غالباً" یہاں عورت کی پردہ پوشی ایک اہمیت رکھتی تھی کیونکہ رقص کرنے والوں میں کسی عورت کا وجود نہیں تھا۔ ہاں ٹاری ویگا کی نمکین حسینائیں یوٹ کی دلجوئی میں مصروف تھیں اور یوٹ ان سے اس طرح شرما رہا تھا کہ دیکھنے والوں کو اپنی ہنسی روکنا مشکل ہو جائے۔ عرشی نے بھی کئی بار یہ منظر دیکھا تھا اور ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوگئی تھی۔ نادر شاہ نے کہا۔

"انسان کی فطرت بہت عجیب ہے عرشی۔"

"وہ تو ہے لیکن تم اس وقت کس طرف اشارہ کر رہے ہو۔"

"ذرا اس ننھے بونے کو دیکھو' آج تک مٹی میں اٹا رہا۔ لیکن اس وقت اس کی جو قدر ہو رہی ہے وہ دل میں حسد پیدا کرتی ہے۔"

"اچھا جناب تو آپ حسد محسوس کر رہے ہیں۔"

"ہاں عرشی۔"

"تو پھر آپ نے ایسا کیوں نہیں کیا کہ ٹاری ویگا کے پجاری کی حیثیت سے اپنے

آپ کو پیش کر دیتے۔"

"نہیں میرا مسئلہ ذرا مختلف ہو گیا ہے۔"

"کیا.........؟"

"میں نے ایک اور پجاری کی حیثیت سے اپنے آپ کو اپنے دیوتا کے سامنے پیش کر دیا ہے۔"

"توبہ توبہ کفر بک رہے ہو۔ نہ میں دیوتا ہوں اور نہ تم پجاری۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو' پجاری ہونا ایک الگ بات ہے عرشی اور مذہب ایک الگ چیز ہے۔ انسان کسی بھی چیز سے عقیدت اور محبت رکھ سکتا ہے۔"

"ارے ارے یہ سنجیدہ کیوں ہو گئے آپ؟"

"سنجیدہ نہیں رنجیدہ ہوں۔" سردار خان نے کہا۔

"رنجیدہ۔ وہ کیوں جناب.........؟"

"آہ اس حسین ماحول میں بھی ہمارے درمیان کتنے فاصلے ہیں' یہ جدید شہروں میں ظالم سماج ہوا کرتا تھا جو راستے کی رکاوٹ بن جاتا تھا اور اب اسے نجانے کیا کہیں گے؟"

"کچھ نہ کہیں' آیئے ذرا دیکھیں یوٹ صاحب کیا کر رہے ہیں۔" عرشی نے کہا اور سردار خان کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

گل پر توریتا نے قبضہ جما رکھا تھا۔ اس کا گل کو چھوڑنے کا دل ہی نہیں چاہتا تھا اور زیادہ تر گل اب اسی کے پاس رہنے لگی تھی۔ عرشی نے بھی اس کی محبت سے واقف ہونے کے بعد اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں کیا تھا' حالانکہ گل کے سلسلے میں وہ خود بھی بڑے عجیب و غریب احساس کا شکار تھی۔ خاص طور سے یہ سوچ کر کہ جب گل اپنی آبادیوں میں چلی جائے گی تو اس کی ذہنی کیفیت کیا ہو گی! لیکن بہرحال حقیقتوں کو قبول کرنا ہی پڑتا ہے اور اس سلسلے میں عرشی کوئی فیصلہ نہیں کر پاتی تھی۔"

یوٹ کے چہرے پر مظلومیت نظر آ رہی تھی' عرشی اور نادر شاہ کو دیکھ کر وہ بری

طرح شرما گیا' کیونکہ پجارنیں اس وقت اس کی صفائی کر رہی تھیں اور وہ ایک چھوٹے سے کپڑے میں ملبوس ان کے درمیان مجبور بیٹھا ہوا تھا۔ وہ پانی اور کسی اسفنج نما چیز سے یوٹ کا بدن دھلا رہی تھیں۔ عرشی کو دیکھ کر یوٹ نے اپنا بدن چراتے ہوئے کہا۔

"اوہو مسز سردار خان پلیز پلیز.........."

"کیوں کیا بات ہے۔" عرشی نے سوال کیا۔

"وہ دیکھئے اصل میں۔ اصل میں آپ خاتون ہیں اور میں۔ آئی ایم سوری مسز سردار خان' مجھے شرم آ رہی ہے۔"

"ارے واہ اور یہ جو اتنی ساری تمہارے اردگرد پھیلی ہوئی ہیں۔"

"ان سے بھی شرم آ رہی ہے' مگر انہیں زبردستی کہتے ہیں۔" یوٹ نے مسخرے پن سے کہا۔

"کیوں زبردستی کیوں۔" عرشی نے پوچھا۔ "میں سمجھ رہا ہوں کہ اگر میں ان کے ہاتھوں غسل کرنے سے انکار کر دوں تو یہ مجھے اٹھا کر پہاڑی سے نیچے پھینک دیں گی۔"

"خوب خوب۔ اچھا بہانہ تراشا ہے تم نے یوٹ۔" نادر شاہ نے کہا۔

"یقین کریں مسٹر سردار خان ایسی بات نہیں ہے۔ ان کا انداز کچھ ایسا ہی ہے۔"

"ویسے یوٹ سچ بتاؤ' تمہیں کیسا لگ رہا ہے؟"

"ارے بابا چلے جاؤ یہاں سے' مجھے جیسا بھی لگ رہا ہے کم از کم مسز سردار خان کو تو یہاں سے واپس بھیج دو۔"

"میں تو نہیں جاؤں گی۔"

"پلیز مسز سردار خان' واقعی میں بڑا شرمندہ ہوں آپ سے' میں بے حد شرم محسوس کر رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے شمسہ تم جاؤ۔"

"اور تم یہیں کھڑے رہو گے۔" عرشی نے نادر شاہ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"بھئی میں خود تو ان کے درمیان جا کر نہیں بیٹھ رہا۔"

"کیا پتہ جا کر بیٹھ ہی جاؤ۔"

"تو تم نہیں چاہتیں کہ میں یہاں بیٹھوں۔"

"جی نہیں۔" عرشی نے کہا اور نادر شاہ کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے گھسیٹ لے گئی۔ نادر شاہ ہنستا ہوا آگے بڑھ گیا۔ پھر اس نے کہا۔

"یہ یوٹ بہت بدمعاش ہے۔"

"ہر شخص عورتوں کے معاملے میں اتنا ہی بدمعاش ہو جاتا ہے۔"

"عورتوں کے معاملے میں۔" نادر شاہ نے کہا۔

"تو اور کیا۔"

"نہیں جناب آپ ہمیں ایسا نہ سمجھیں۔"

"میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ اگر آپ کو بھی یہاں چھوڑ دیا جائے تو بخوشی آپ یوٹ کی جگہ بیٹھنا پسند کریں گے۔"

"ویسے وہ مسخرہ بونا کتنا خوش نظر آ رہا ہے۔"

"مرد ہوتے ہی ایسے ہیں۔" عرشی نے کہا اور نادر شاہ اسے گھورنے لگا۔

ادھر یوٹ کو اچھی طرح صاف ستھرا کرنے کے بعد اسے ایک خوب صورت لبادہ پہنا دیا گیا تھا اور اس کے سر پر ایک حسین تاج سجا دیا گیا تھا۔ اس طرح یہ مسخرہ بونا واقعی سرکس کا مسخرہ ہی نظر آ رہا تھا' ایمرے بھی اسے دیکھ کر ہنس رہا تھا اور ایلما برانٹ بھی مسکرا رہی تھی۔ ہر شخص اپنے اپنے طور پر اس سلسلے میں تبصرہ آرائی کر رہا تھا' ویسے یہاں عبادت کی پہاڑیوں کا موسم انتہائی خوشگوار تھا اور وہ لوگ ایک عجیب و غریب کیفیت محسوس کر رہے تھے' ہر شخص اپنے اپنے طور پر نجانے کیا سوچ رہا تھا۔ الاشا نے فیروز سے کہا۔

"تمہیں یہ سب کچھ کیسا لگتا ہے فیروز۔"

"نہیں الاشا' یہ ہمارے مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہے۔"

"ہاں' ظاہر ہے' تمہاری دنیا بالکل مختلف ہوگی۔"

"جب تم میری دنیا کو دیکھو گی تو تمہارا دل وہاں سے کہیں اور جانے کو نہیں چاہے گا۔"

"مجھے بڑا تجسس ہے تمہاری اس دنیا کو دیکھنے کا۔"

"جائیں گے الاشا ہم واپس جائیں گے۔" فیروز نے آہستہ سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

ریٹا ہاردے گل کو چومتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"سچ اگر انسان اپنوں سے دور ہونا چاہے تو پھر یہیں قیام کرے۔ یہ ماحول بہت عجیب اور خوشگوار محسوس ہوتا ہے' دیکھنا یہ ہے کہ اب اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ ویسے جیمس پیرے اور اس کے ساتھی یہاں پہنچنے کے بعد بڑے مطمئن اور مسرور نظر آتے تھے' ہر شخص کے اپنے اپنے خیالات تھے' ہر شخص کے اپنے اپنے تصورات تھے۔ یہاں آ کر کوئی بھی ناخوش نہیں تھا اور خاص طور سے اس لئے کہ یہاں آ کر انہیں ایک اعلیٰ کامیابی حاصل ہوئی تھی' جبکہ ان کے ذہنوں میں بہت سے وسوسے تھے انہیں خوف تھا کہ کہیں ٹاری ویگا میں داخل ہونے کے بعد انہیں یہ خوفناک جنگل کے باشندے گرفتار نہ کرلیں۔ اس قسم کی لاتعداد کہانیاں انہوں نے سنی تھیں اور پھر مہم جوئی کی زندگی کے دوران ایسے بہت سے واقعات ان میں سے بیشتر حضرات کو پیش آ چکے تھے' جو ان کے لئے انتہائی خوفناک تھے۔ لیکن سردار خان کے بارے میں وہ جب بھی سوچتے ان کے ذہنوں میں عجیب سے تاثرات قائم ہو جاتے۔ وہ واقعی انہیں کوئی پراسرار کردار معلوم ہونے لگتا تھا' جو ہر طرح کے حالات کو قابو میں رکھنے کا گر جانتا تھا اور یہ سردار خان ہی کا دم تھا کہ اس کی ذہانت نے انہیں بغیر کسی خوف اور تکلیف کے یہاں تک پہنچا دیا تھا اور یہاں بھی انہیں اعلیٰ منصب اور اعلیٰ مرتبہ حاصل ہوا تھا۔"

یوٹ تیار ہو گیا۔ نیچے جب بھی نگاہ جاتی ٹاری ویگا کے لوگ ہنستے' بولتے' مسکراتے اور خوشیاں مناتے نظر آتے۔ دن گزر رہا تھا اور وہاں تمام کارروائیاں خود بخود ہو رہی تھیں' لیکن ان میں سے سبھی کو معلوم ہو چکا تھا کہ ہنگارہ یہ تمام کارروائیاں کر رہا ہے اور اس کے انداز میں بڑی عقیدت مندی پائی جاتی ہے۔ یہ لوگ اس کی جانب سے اب غلط

فہمیوں کا شکار ہوتے جا رہے تھے' ان کا خیال تھا کہ جس طرح ٹاری ویگا کے دور
لوگوں نے ان کی حیثیت کو قبول کر لیا ہے۔ اسی طرح ہنگارہ بھی ان میں سے ایک ہے
اس نے بھی انہیں اپنا مقدس دیوتا مان لیا ہے اور بڑی عقیدت کے ساتھ ان
کارروائیوں میں مصروف ہے۔ ادھر یہ جشن جاری تھا ادھر ہنگارہ اپنی انتقامی کارروائیوں
میں مصروف تھا' پھر جب دوپہر کو اسے موقع ملا تو وہ اپنے خاص دوست ساندل کے
پہنچ گیا۔

ساندل بھی ہنگارہ کی ہدایت کے مطابق مختلف کاموں میں مصروف رہا تھا۔
اس وقت وہ بھی فرصت سے یہاں تھک کر آ بیٹھا تھا۔ ہنگارہ اس کے قریب ہی بیٹھ گیا
ساندل نے کہا۔

"تو نے دیکھا ہنگارہ۔ ٹاری ویگا کے لوگ کس طرح مقدس پجاری کی پذیرائی کر
رہے ہیں۔"

"آہ' تو نہیں جانتا ساندل' میرے سینے پر سانپ لوٹ رہا ہے' ان بدبختوں نے کبھی
مجھے یہ مقام نہیں دیا۔ ہنگارہ نے شدید حسد سے تپتے ہوئے کہا اور ساندل اس کی صورت
دیکھنے لگا۔"

"کیا تجھے جلن محسوس ہو رہی ہے؟"

"آہ میرے سینے میں آگ سلگ رہی ہے' میرے پورے وجود میں ایک الاؤ روشن
ہے' میرے وجود سے شعلے اٹھ رہے ہیں ساندل۔ تو نہیں جانتا یہ سب کچھ جو کر رہا ہوں
کس دل سے کر رہا ہوں؟"

"مگر اب تو کر بھی کیا سکتا ہے ہنگارہ.........؟"

"ہنگارہ جب کچھ نہیں کر سکے گا تو کم از کم کسی بلند پہاڑی سے کود کر خودکشی ضرور
کر لے گا' تو کیا سمجھتا ہے' میں اپنا منصب آسانی سے کسی کے حوالے کرنے کو تیار ہو سکتا
ہوں۔" ہنگارہ نے کہا اور ساندل خوف بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ کافی دیر تک سوچتے
رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"لیکن ہنگارہ آخر تو کرے گا کیا.........؟"

"کیا تجھے سب کچھ بتا دینا بہت ضروری ہے۔"

"ہاں شاید کیونکہ تو ہی کہتا ہے کہ میں تیرا خاص دوست ہوں۔"

"وہ اپنی جگہ......... لیکن بہرحال میں جو کچھ کروں گا پہلے اس کے بارے میں غور و
خوض کر رہا ہوں کیونکہ......... کیونکہ مجھے پہلی اور آخری کوشش کرنی ہے اور اس کے
بعد میں جانتا ہوں کہ میرے لئے کوئی کوشش کرنا ممکن نہیں ہو گا۔"

"یہ بات بھی ٹھیک ہے لیکن کم از کم مجھے بتا تو دے کہ تو کیا کرنا چاہتا ہے۔"

"آہ نہیں بالکل نہیں۔ میرے ذہن میں ایک منصوبہ ہے ساندل۔ میں نہیں کہہ
سکتا کہ اس منصوبے میں مجھے کہاں تک کامیابی حاصل ہو سکتی ہے' لیکن اگر وہ منصوبہ
ناکام بھی رہا تب بھی میں دوسری کوشش میں مصروف رہوں گا۔ لیکن ایک بہت بری بات
ہو گئی ہے۔"

"کیا........."

"وہ کم بخت سومایہ........."

"ہاں رات کو میں نے دیکھا تھا۔"

"یہ میرے لئے سب سے بڑی مشکل ہے' اگر سومایہ کو یہاں کی ذمہ داریاں سونپ
دی گئیں تو پھر میرے لئے کرنے کو کچھ بھی نہیں رہے گا۔"

"کیا تو سمجھتا ہے کہ سومایہ یہاں کامیابی سے انتظامات مکمل کر لے گا۔"

"تو نہیں جانتا۔ وہ درحقیقت جو کچھ کہہ رہا ہے درست ہے۔"

"یعنی........."

"وہ لوبابا کا بیٹا ہے اور لوبابا یقینی طور پر یہاں کا منتظم تھا۔"

"تو پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"اس کے اندر یہ صلاحیتیں موجود ہیں کہ وہ یہاں کی ذمہ داریاں سنبھال لے۔"

"تو پھر تجھے اس سے کیا.........؟"

"مجھے اس سے بہت کچھ ہے' ساندل میں نے جن لوگوں کو قتل کر دیا ہے
میرے ساتھ نہیں رہے' لیکن اب جو لوگ باقی ہیں ان کا اقتدار بھی ختم ہو جائے گا
"مطلب......؟"

"سومایہ کے یہاں آنے کے بعد ہم لوگ معطل کر دیئے جائیں گے۔"

"یہ تو اچھی بات ہے' معطل کرنے کے بعد ہمیں کم از کم ایک عام زندگی گز
کا موقع تو ملے گا۔"

"عام زندگی۔ اے بے وقوف شخص تیرا نام ساندل ہے نا......"

"ہاں' مطلب......؟"

"عام زندگی گزارنے والے ہم جیسے لوگ نہیں ہوتے اور مجھے افسوس ہے
میرا ہم نشین ہونے کے بعد بھی ایسی بات کرتا ہے۔"

"جب ہاتھ میں کچھ نہ رہے ہنگارہ تو پھر انسان کو اپنے طور پر گزارے کے لئے
جگہ تلاش کرنی چاہیے۔"

"تو پھر مجھے افسوس ہے کہ میں نے اس وقت تیرے ساتھ وہ سلوک کیوں نہ
دوسرے لوگوں کے ساتھ کیا تھا۔"

"یعنی ہنگارہ! اگر کوئی امکان ہو تو انسان جدوجہد بھی کرے۔"

"یہ بڑا ضروری تھا' جو لوگ زندگی میں اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے جد
نہیں کرتے وہ قابل موت ہوتے ہیں۔"

"نہیں ہنگارہ! اگر کوئی امکان ہو تو انسان جدوجہد بھی کرے۔"

"ابھی اپنا دل نہ توڑو ساندل' میں زندہ ہوں' میں کوشش کروں گا کہ اپنا وہ م
حاصل کرلوں اور تو دیکھنا مجھے اس میں کامیابی حاصل ہوگی۔ اور اس کے بعد جیسا ک
نے تجھ سے کہہ دیا ہے کہ تو میرا نائب ہو گا۔"

"آہ! کاش ایسا ممکن ہو۔" ساندل نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"وقت گزرتا رہا۔ یہاں ابھی کوئی ایسا لائحہ عمل ترتیب نہیں دیا جا سکا تھا ج

بناء پر یہ لوگ آگے کاموں کا آغاز کرتے اور پھر یہاں آئے ہوئے وقت ہی کتنا گزرا تھا...... ابھی تو اس پورے ماحول کو اپنے قبضے میں لینے کے لئے بہت ہی وقت درکار تھا اور اس سلسلے میں ان لوگوں کے درمیان گفتگو بھی ہو رہی تھی۔ کنور مہتاب علی' سر ہدایت اللہ' جیمس پیرے' مائیکل بائز' لارک اینجلو تمام ہی لوگ صورت حال کا جائزہ لے رہے تھے۔ ان کے درمیان یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ ٹاری ویگا میں داخلہ ایک اور ہی انداز میں تصور کیا جاتا تھا۔ یعنی یہ کہ وہ انتہائی خطرات مول لے کر ان لوگوں کے درمیان پہنچیں گے۔ طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس کے بعد ان مشکلات کا حل تلاش کیا جائے گا' ان کے درمیان جگہ بنانے کے لئے طرح طرح کے جتن کئے جائیں گے۔ نجانے کیسے کیسے واقعات کا سامنا کرنا پڑے۔ پھر اس بعد ہی کچھ ایسا ممکن ہو گا کہ یہاں سے نکلا جائے اور یہ جائزہ لیا جائے کہ آئندہ کے اقدامات کیا ہو سکتے ہیں' لیکن بات گھوم پھر کر سردار خان تک ہی آجاتی تھی' جس کی بے پناہ ذہانت نے ان لوگوں کو یہ آسانیاں فراہم کر دی تھیں کہ اس وقت وہ ٹاری ویگا کے مقتدر لوگوں میں شمار ہوتے ہوئے کم از کم وقتی طور پر اپنے حالات پر قابو پا چکے تھے اور بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے انہیں آگے بھی کسی دشت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر سردار خان اپنی تمام کوششوں میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر یوٹ کا سہارا لے کر وہ یہاں بڑی آسانی سے اپنا اقتدار جما سکتے ہیں اور یہ معلومات حاصل کر سکتے ہیں کہ خزانہ کہاں سے حاصل ہو یا پھر نیل کنٹھ میں داخلے کا موثر اور بہتر طریقہ کیا ہو۔ یہ تو ابتدائی اقدامات تھے جو ان لوگوں نے کئے تھے اور یہاں انہیں یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے واقعی انہیں بڑی فوقیت حاصل ہو گئی ہے۔ اس وقت پوری بستی ان کی آمد پر جشن منا رہی تھی' بجائے اس کے کہ وحشی نیزہ بردار' ان کا چاروں طرف سے گھیراؤ کر کے انہیں کسی جگہ قید کر دیتے جیسا کہ اب تک ہوتا چلا آیا تھا۔

بہرحال دن گزر گیا۔ ان کے آرام و آسائش کا ہر شخص ذمہ دار تھا اور اپنی تمام تر کوششیں صرف کئے دے رہا تھا۔ لیکن ان میں سے سب ہی کا خیال تھا کہ وہ شخص جس

کا نام ہنگارہ ہے اور جو یہاں صاحب اختیار تھا' اگر اتنا ہی مخلص ہے کہ اس نے خوشی ء
اپنا سب کچھ ان کے حوالے کر دیا ہے تو یہ ایک ناقابل یقین سی بات ہے' اس کے مز
پانچ فیصد امکانات ہیں' پچانوے فیصد امکانات یہ ہیں کہ وہ ان کی آمد سے خوش نہ
ہو گا۔ لیکن بہرحال ابھی اس کے ساتھ بھی کوئی ایسا سلوک نہیں کیا جاسکتا تھا۔

وقت گزرتا رہا اور پھر ہنگارہ نے یوٹ کے سامنے پہنچ کر مودبانہ انداز میں گرد
جھکائی اور کہنے لگا۔

"مقدس پجاری! اب جب کہ تو ان کے درمیان آگیا ہے اور تو نے یہ منص
سنبھال لیا ہے تو پھر ان لوگوں کو پرسکون کرنے کے لئے تجھے کوئی طریقہ کار طے کر
ہو گا۔"

"تیرا کیا مطلب ہے ہنگارہ۔"

"یہ لوگ جشن مناتے رہیں گے اور اگر تو انہیں اس جشن کو ختم کرنے کی اجاز
نہیں دے گا تو یہ اپنے سارے معمولات چھوڑ کر یہی سب کچھ کرتے رہیں گے اور اس
میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ سب خوشیوں سے معمور ہیں اور ان کی خوشیاں بے پایاں
ہیں اور میری بھی۔ کیونکہ بہرحال میں بھی تیرے عقیدت مندوں میں سے ہوں' میری بھ
آرزو ہے کہ انہیں برکت کی دعا دے اور یہ وقت متعین کر کہ یہ جشن کب تک منائیں
ورنہ یہ ایسے دیوانے لوگ ہیں کہ کوئی اور کام ہی نہیں کریں گے۔"

یوٹ ہنس پڑا۔ پھر بولا۔ "تو کیا چاہتا ہے ہنگارہ۔"

"میں یہی چاہتا ہوں کہ انہیں تیری رہنمائی حاصل ہو' تو انہیں برکتوں کی دعا د
اور ان سے کہہ کہ یہ سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو جائیں۔"

"اگر یہ جشن منا رہے ہیں تو اس میں تجھے کیا تکلیف ہو رہی ہے۔"

"نہیں آقا یہ تو تیرا منصب ہے اور تجھے وہی سب کچھ کرنا ہو گا مقدس پجاری'
مقدس پجاریوں کا منصب ہے۔"

"اور اگر میں یہ نہ چاہوں تو........"

"اس پر بھی تجھے اختیار ہے۔ لیکن اس کے بعد تو جانتا ہے کہ ان پر نحوستوں کا
نزول ہو گا........"

"کیوں........؟"

"اس لئے کہ جدوجہد انسانی زندگی کے لئے بڑی اہمیت کی حامل ہے' جب تک وہ
عمل کی دنیا میں کچھ نہ کریں ظاہر ہے اپنا گزارہ نہیں کر سکتے۔"

"یہ تیری بات بالکل درست ہے اور میں اسے خلوص دل سے تسلیم کرتا ہوں۔"

"میں تیرا خادم ہوں مقدس پجاری' میں اپنی عمر' اپنے تجربے کی بناء پر تجھ سے کچھ
ایسی باتیں کہہ سکتا ہوں جن میں سے ممکن ہیں کچھ تجھے ناپسند ہوں' لیکن جو باتیں تجھے
ناپسند ہوں' تجھے اس کا حق حاصل ہے کہ مجھے ان سے انکار کر دے۔ لیکن میں تجھے صرف
اس لئے یہ ساری باتیں بتانا چاہتا ہوں کہ یہ میرا فرض ہے کہ میں تجھے ان سے روشناس
کراؤں۔"

"ہوں تو اب مجھے کیا کرنا ہو گا........"

"ان لوگوں کو برکتوں کی دعائیں دینا ہوں گی اس مقدس چٹان پر کھڑے ہو کر جہاں
تو پہلے بھی انہیں برکتوں کی دعائیں دیا کرتا تھا۔"

"کس وقت........"

"اس وقت جب چاند نکلے۔" ہنگارہ نے کہا۔

"تو مجھے اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟"

"نہیں اعتراض کی بات نہیں ہے' اگر تیرا حکم ہو تو میں ان لوگوں کے درمیان
منادی کر دوں کہ رات کو برکتوں کے لئے دعا کی جائے گی........ اور مقدس پجاری ایسا ہی
ہوتا ہے اور یہ ازحد ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے' تو منادی کرا دے........" یوٹ نے جواب دیا۔

"ہنگارہ نے پر ادب انداز میں گردن ہلا دی اور اس کے بعد وہ اپنے مصاحب خاص
کے ساتھ نیچے اتر گیا۔ جشن منانے والوں کے سامنے اس نے اعلان کیا۔"

"ٹاری ویگا کے خوش نصیبو، تم لوگوں کا نظریہ یقیناً" میرے بارے میں کچھ اور
کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جب عقیدوں کی پاسداری کرائی جاتی ہے تو کچھ ایسے
فرائض بھی ادا کیئے جاتے ہیں جو لوگوں کے لئے ناخوشگوار ہوں لیکن وہ دیوتاؤں کی طر
سے عائد کردہ مجبوریاں ہوتی ہیں۔ بہرحال میں اپنی وکالت نہیں کروں گا۔ ٹاری و
مقدس پجاری دیوتاؤں کی نظر عنایت لے کر دوبارہ ہمارے درمیان آگیا ہے، اور یہ
دیوتاؤں کا ایک قدم ہی تھا کہ وہ ٹاری ویگا کے لئے کیا کرنا چاہتے ہیں اور ہم وہ نہیں س
پاتے جو دیوتاؤں کے ذہن میں ہوتا ہے، لیکن اب جب کہ اس کی آمد ہو چکی ہے تو میر
بھی یہی خواہش ہے کہ ٹاری ویگا میں برکتوں کے پھول کھلیں۔ ہر شخص برکتیں حاص
کرے۔ اور مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں تم لوگوں کو بتادوں کہ آج ٹاری ویگا کا مقد
پجاری ایڈلیمن ہیوبرٹ ساویو ویگا برکتوں کی دعا کرے گا' سو اے لوگو چاند نکلنے سے پہ
عبادت کی پہاڑیوں کے گرد جمع ہو جاؤ اور ہر شخص اپنے لئے برکتیں حاصل کرے۔ م
اس کے نائب کی حیثیت سے تم لوگوں کو یہ خوشخبری سنا رہا ہوں اور جن لوگوں نے سنا
پر فرض ہے کہ اس بستی کے بچے بچے کو اس کے بارے میں ساری تفصیل بتادے، یہ ا
کا پیغام ہے۔"

سو لوگ خوشیاں منانے لگے اور ایک دوسرے کو یہ خوش خبری سنانے لگے، جنگلو
کے رہنے والے سادہ لوح ہر سازش سے بے نیاز اپنے مقدس پجاری کی آمد کی ہر خوش
میں شریک تھے اور ادھر یہ سوچا جا رہا تھا کہ اب اس جشن کا خاتمہ واقعی کر دیا جائے تاک
اس ہنگامہ آرائی سے نجات حاصل ہو اور اس شخص کو جس کا نام سومایہ ہے یہاں کی ذمہ
داریاں سونپ دی جائیں، تاکہ اس کے بعد آگے کے اقدامات میں کوئی دقت نہ ہو، او
سردار خان کے مشورے سے یوٹ نے یہ طے کیا کہ اسے اپنی دعاؤں میں کیا کیا کہنا ہے
اور یہ بڑا ضروری تھا کیونکہ یوٹ بھی وہ سب کچھ نہیں جانتا تھا جو یہاں ہوتا تھا۔ وہ تو
ویسے ہی ایک شریر فطرت لیکن اپنے آقا سے محبت کرنے والا انسان تھا۔ اور یہ جو کچھ کر
رہا تھا اس میں صرف اس کے دل میں محبتیں تھیں جن کا اظہار وہ یہاں کر رہا تھا۔ تیا

کرنے والیوں نے اسے تیار کیا اور یہ لمحات بڑے دلچسپ ہوا کرتے تھے، کیونکہ جب وہ یوٹ کو بے لباس کر کے اس کے جسم پر روغنیات کی مالش کرتیں تو یوٹ کی آنکھیں شرم سے جھک جاتیں اور اس وقت اگر اس کے شہری ساتھیوں میں سے کوئی قریب موجود ہوتا تو یوٹ جس طرح بدن چراتا تھا اسے دیکھ کر وہ لوگ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو جاتے تھے۔ لیکن اس وقت چونکہ حالات ایسے تھے کہ ابھی اس ماحول سے پوری طرح لطف اندوز نہیں ہوا جاسکتا تھا، اس لئے وہ بھی احتیاط کرتے تھے لیکن نادر شاہ غیر مطمئن تھا، بے شک وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ تمام تفریحات میں مشغول رہتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس کی نگاہیں چاروں طرف بھٹکتی رہتی تھیں اور وہ یہ سوچتا رہتا تھا کہ یہاں اپنی آمد کو کس طرح مستحکم بنایا جائے۔ ابھی تک اس نے اپنے دل کی بات کسی سے نہیں کہی تھی، لیکن وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ ماحول میں تمام تر آسانیاں ہونے کے باوجود کوئی ایسی چیز ضرور موجود ہے جس کا اشارہ اس کی چھٹی حس کر رہی ہے۔ لیکن ابھی چھٹی حس کے اس اشارے کو وہ پوری طرح سمجھ نہیں پایا تھا۔ بہرحال اپنے طور پر وہ تمام تر مستعدی کا ثبوت دے رہا تھا اور نجانے کیوں اس نے اپنے شانوں پر ان تمام ہی لوگوں کی ذمہ داری قبول کرلی تھی۔ ابھی تک دل جمعی سے کوئی بھی بیٹھ کر یہ آخری فیصلہ نہیں کرپایا تھا کہ آنے والے وقت میں اسے کیا کرنا ہے اور ان تمام چیزوں کا طریقہ کار کیا ہو۔

بہرحال وقت گزرنے لگا اور انہوں نے دیکھا کہ ٹاری ویگا کا ٹڈی دل عبادت کی پہاڑیوں کے گرد سمٹ آیا ہے۔ جہاں تک نظر جاتی تھی عورتیں، مرد، بچے بوڑھے، سارے کے سارے منتظر نگاہوں سے دیکھتے ہوئے نظر آتے تھے۔ ادھر ہنگارہ نے پھولوں کی زمین بنائی تھی اور یہ پگڈنڈی عبادت گاہ کے اس آخری سرے تک جاتی تھی جہاں مقدس چٹان کو سجایا گیا تھا اور اسی مقدس چٹان پر کھڑے ہو کر یوٹ کو اپنے لوگوں کے لئے برکتوں کی دعا کرنی تھی اور یہ دعا یوٹ نے ذہن نشین کرلی تھی۔ چنانچہ جب چاند نے سر ابھارا اور آہستہ آہستہ اس کی روشنی ماحول پر پھیلنے لگی تو ہنگارہ نے مقدس ٹاری ویگا کے پجاری کو برکتوں کی چٹان تک چلنے کے لئے کہا اور خود اس کے ساتھ ساتھ اس کے پیچھے

پیچھے قدم بڑھانے لگا‘ یوٹ اپنے ننھے سے قدو قامت کے ساتھ پھولوں کی زمین پر چلتا چٹان تک پہنچ گیا اور اس چٹان سے تاحد نظر ہر جگہ کا جائزہ لیا جاسکتا تھا۔ منتظر لوگ گردنیں اٹھائے اوپر کی جانب دیکھ رہے تھے اور یہ بھی بڑی حیرتناک بات تھی کہ یوٹ منحنی آواز اس طرح اس چٹان سے پوری آبادی تک پھیلتی تھی کہ یقین نہ آئے۔ لیکن ایک طریقہ کار تھا اور غالباً" ان پہاڑوں میں کوئی ایسی گونج پوشیدہ تھی جو اس آواز کو پناہ بڑا کر کے چاروں طرف پھیلا دیتی تھی اور اس سائنس پر غور بھی کیا جارہا تھا اور لوگ سوچ رہے تھے کہ جہاں بھی صاحب اقتدار لوگ ہوتے ہیں وہ اپنے لئے ایسی طلسماتی فضا ضرور پیدا کرلیتے ہیں جو دوسروں کو متاثر کرنے کے لئے کار آمد ہو۔ سو یوٹ نے کہا

"ٹاری ویگا کے رہنے والو! تمہیں علم ہے کہ مقدس دیوتاؤں کے حکم سے مقدس آگھورا کا پجاری تمہارے درمیان آموجود ہوا ہے‘ اور اب ٹاری ویگا میں ایک نئے دور آغاز ہوگا۔ میں تم لوگوں کو خوش خبری دیتا ہوں کہ میری آمد کے بعد ٹاری ویگا میں ایک نئے دور کا آغاز ہوگا‘ زندگی کا نیا دور شروع ہوگا۔ میں تمہیں دیوتاؤں کی کہی ہوئی باتیں بتاؤں گا اور جب تم ان باتوں پر عمل کرو گے تو تمہارے درمیان خوشیوں کا آغاز ہوگا۔ تم میں سے ہر شخص وہ برکتیں حاصل کرے گا‘ جو دیوتاؤں نے میرے ذریعے تم تک پہنچائی ہیں۔ سو اب میری آمد کا جشن ختم کرو‘ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو جاؤ‘ اپنی تمام ذمہ داریوں کا آغاز کرو۔ اور پھر دیکھو دیوتاؤں نے تمہارے لئے زمین پر کیا کچھ بھیجا ہے۔ تمہاری کھیتیاں سرسبز ہو جائیں گی‘ تمہاری زمینیں سیراب ہو جائیں گی‘ تمہارے گھروں میں اناج کے ڈھیر لگ جائیں گے اور تم خوشیوں کے درمیان زندگی گزارو گے۔ برکتوں کی دعاؤں کے ساتھ میں اس جشن کے خاتمے کا اعلان کرتا ہوں۔"

پھر تو وہ شور ہوا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دے۔ ٹاری ویگا کے لوگ خوشیاں مناتے ہوئے ایک دوسرے کو مبارک بادیں دے رہے تھے اور یوٹ محبت بھری نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کے دل میں یہ احساس جاگزیں تھا کہ بہرحال اس نے یہ زندگی کہیں بھی گزاری ہو لیکن یہ اس کی نسل ہیں‘ اسی کے لوگ ہیں۔ البتہ اسے وہ احساس

اس وقت تک نہیں ہوا تھا‘ جو اچانک ہی ہوا۔

اس نے محسوس کیا کہ وہ جس چٹان پر کھڑا ہے وہ آہستہ آہستہ عقب کی جانب جھک رہی ہے اور پھر وہ کسی صندوق کے ایسے ڈھکنے کی مانند ایک دم اوپر اٹھ گئی‘ جو محسوس بھی نہ ہو۔ لیکن یوٹ اس چٹان پر اپنے پاؤں نہیں سنبھال سکا تھا اور ایک عجیب سی کیفیت محسوس کرتے ہوئے وہ پیچھے لڑھک گیا تھا اور اس کے بعد اسے یہی محسوس ہوا جیسے وہ پاتال کی گہرائیوں میں گرتا جارہا ہو۔ لیکن تھوڑا سا نیچے گرنے کے بعد وہ ایک جگہ اپنے بدن کو ٹکانے میں کامیاب ہوگیا۔ البتہ یہ جگہ اس قدر پھسلواں تھی کہ بس ایک لمحہ اسے گرنے سے سہارا ملا تھا اور اس کے بعد وہ دوبارہ آگے کی جانب پھسلتا چلا گیا اور کئی چکر دار راستے طے کرتا ہوا خاصی گہرائیوں میں اترنے لگا۔

عقل چکرا گئی تھی۔ اور سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب ہوگئی تھیں۔ کبھی یوں محسوس ہوتا جیسے بے کراہ تہہ ہو اور اس میں اس کا بدن معلق ہو۔ ہوائیں اسے سنبھالے ہوئے ہوں۔ اور آنکھوں کے سامنے تاریکی کے سوا کچھ نہ ہو۔ لیکن پھر وہی پر ہول سفر..........

کیا میں آسمان سے گر رہا ہوں۔ چکراتے ہوئے دماغ نے سوچا۔ آہ نہیں۔ وہ تو ایک چٹان تھی۔ آہ سو فیصدی چٹان تھی اور وہ وہاں سے ٹاری ویگا کے باشندوں کو برکتوں کی خوشخبری دے رہا تھا۔ پھر اسے خیال آیا کہ وہ ایڈلیمن ساویو ویگا نہیں ہے .... وہ جھوٹا پجاری ہے۔

دیوتاؤ.......... کیا ایسا ہے.......... کیا تم مجھ سے ناراض ہوگئے ہو۔ کیا ان بلندیوں سے آکر میں چکنا چور ہو جاؤں گا۔ آہ کیسا لگے گا.......... واہ میرے باپ۔ کاش تو میرا بیٹا ہوتا اور میں سچ مچ ایڈلیمن ہیوبرٹ ساویو ویگا۔ کم از کم میرا یہ حال تو نہ ہوتا۔ آہ کچھ اندازہ تو ہو۔ آخر یہ گہرائیاں کتنی ہیں۔ میں گر بھی رہا ہوں یا نہیں۔ لیکن.......... لیکن.......... اس نے غور کیا۔

سردارخان اور ٹیم کے دوسرے افراد گہری نگاہوں سے چاروں طرف کا جائزہ لے رہے تھے' یہ صرف احتیاط کے پیش نگاہ کیا گیا تھا ورنہ بظاہر کوئی ایسی صورت حال نہیں تھی جس پر انہیں تشویش ہوتی' نیچے عظیم الشان مجمع جمع تھا اور اپنے مقدس پجاری کی تقریر سن رہا تھا۔ برکتوں کی دعائیں دی جارہی تھیں اور پھر وہ چند لمحات کے لئے یوٹ کی جانب سے بے پرواہ ہوگئے تھے کیونکہ انہیں یہ احساس ہوگیا تھا کہ برکتوں کی اس دعا میں کوئی خاص بات نہیں ہے' سوائے اس کے کہ یہ ٹاری ویگا کی روایت ہیں اور ہنگارہ ان لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کے لئے اپنے فرائض پورے کر رہا ہے' باقی اس میں اور کوئی خاص بات نہیں تھی' پھر اس وقت بھی ان کی نگاہیں یوٹ کی جانب نہیں تھیں اور اس نے یوٹ کو اپنی جگہ سے غائب پایا تھا' رات کا وقت تھا' گو ہر طرف چاندنی پھیلی ہوئی تھی لیکن پھر بھی اتنا صاف منظر نہیں تھا کہ ہر چیز نمایاں ہو' سردارخان کی نگاہیں بھٹکنے لگیں' ہنگارہ کو اس نے اس جگہ عقیدت سے سر جھکائے کھڑے ہوئے دیکھا' جہاں وہ پہلے کھڑا تھا اور زبردستی اپنے آپ کو مقدس پجاری کا نائب باور کرانے کے لئے آمادہ تھا پھر سردارخان کو ایک عجیب سا احساس ہوا وہ یہ کہ یوٹ قرب و جوار میں کہیں نہیں ہے تو وہ ایک دم چونکا' فیروز اس کے برابر کھڑا ہوا تھا اس نے سرگوشی میں فیروز سے کہا۔

"فیروز۔"

"ہاں' مسٹر سردارخان۔" فیروز نے چونک کر سردار خان کو دیکھا۔

"یوٹ۔" سردارخان آہستہ سے بولا۔ "یوٹ کہاں ہے؟"

"ایں۔" فیروز نے یوٹ کی جانب نگاہیں دوڑائیں اور پھر وہ بھی سردارخان کی طرف چاروں طرح دیکھنے لگا پھر بولا۔

"یوٹ کہاں گیا؟"

"یہی میں کہہ رہا ہوں۔"

"مسٹر سردارخان۔" فیروز سنسنی خیز لہجے میں بولا۔

"ہوں۔"

"وہ حیرت انگیز طور پر گم ہوگیا ہے۔"

"لل' لیکن کہاں۔"

"کچھ نہیں کہا جاسکتا' ہم نے اسے دعا ختم کرنے کے بعد چٹان سے نیچے آتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

"کہیں کوئی..........؟"

"ایسا ہی لگتا ہے آؤ۔" سردارخان نے کہا' اور پھر وہ دوڑتا ہوا چٹان کی طرف چل پڑا' فیروز اس کے ساتھ تھا اور اب تمام لوگوں کو کسی ایسی خاص بات کا احساس ہوا جو شاید ان کی توقع کے خلاف تھی' مہتاب علی اور سرہدایت اللہ سب ہی اس جانب چل پڑے' ہنگارہ اب بھی عقیدت سے خاموش کھڑا ہوا تھا۔ یوٹ چٹان پر موجود نہیں تھا اور کسی نے اسے چٹان سے گرتے ہوئے بھی نہیں دیکھا تھا' تبھی سردارخان نے ہنگارہ کو جھنجھوڑ دیا اور ہنگارہ نے اپنی سرخ سرخ آنکھیں کھول دیں پھر وہ تعجب بھری نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا تو سردارخان نے کہا۔

"یوٹ کہاں گیا' مم میرا مطلب ہے مقدس پجاری۔" لیکن ہنگارہ خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا' وہ ان کی زبان نہیں سمجھ پایا تھا' سردارخان کو فوراً ہی احساس ہوا کہ وہ غلط سوال کر رہا ہے لیکن اس نے ہنگارہ کو گریبان سے پکڑلیا اور ہنگارہ دونوں ہاتھ سیدھے

کر کے رکوع کے انداز میں جھک گیا' سردار خان نے اشارے سے پوچھا.........."کہ یوٹ کہاں ہے" تو ہنگارہ نے دونوں ہاتھ آسمان کی جانب اٹھا دیئے اور یہ ایک انتہائی مشکل وقت آگیا تھا' زبان سے ناواقفیت کی بناء پر وہ یہ بھی نہیں سمجھ پا رہے تھے کہ ہنگارہ کیا کہہ رہا ہے لیکن انہیں یہ احساس ہوگیا تھا کہ کوئی خاص واقعہ ہوگیا ہے اور صورتحال مشکل ہوگئی ہے' لیکن پھر ایسے لمحات میں انہیں گومی سیانا کا خیال آیا اور سردار خان نے ہنگارہ کو اپنے ساتھیوں کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"اس نابکار شخص کو اپنی تحویل میں رکھو اور یہ سمجھ لو کہ اگر اس نے کسی قسم کی جدوجہد کی کوشش کی تو بے دریغ گولیاں استعمال کرنا۔ میرا خیال ہے یہ کوئی چال چل گیا ہے۔"

"تم کہیں جا رہے ہو۔"

"ہاں۔ میرے خیال میں اب ان تینوں مقامی باشندوں اور گومی سیانا کو وہاں رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں انہیں یہاں لانا چاہتا ہوں۔"

"اوہ..........کیا یہ مشکل نہ ہوگا۔"

"لیکن ضروری بھی ہے۔"

نادر شاہ یہ کر سکتا تھا۔ وہ ان لوگوں کو یہاں لانے میں کامیاب ہوگیا۔ پھر اس نے انہیں بتایا۔ "گومی سیانا ہی یوٹ کے علاوہ ان لوگوں کی زبان سمجھ اور بول سکتی ہے اور ہمیں اس سے مدد مل سکتی ہے۔"

"خدا کی پناہ۔ واقعی تمہارے ذہن میں خوب خیال آیا۔"

"میں یوٹ کے لئے پریشان ہوں اور یہ کمینہ ہنگارہ ہی ہمیں اس کے بارے میں بتا سکے گا۔" نادر شاہ نے گومی سیانا سے کہا۔

"گومی سیانا۔" یوٹ غائب ہوگیا۔

"اسے ہونا تھا۔ ہر جدوجہد خراج مانگتی ہے اور وہ خراج ادا کر رہا ہے۔ ایک روایت بدل رہا ہے وہ۔"

"گومی سیانا کیا وہ محفوظ ہے۔"

"ابھی میں نے ستاروں سے اس کے بارے میں نہیں پوچھا' کیا تم اس کے لئے پریشان ہو؟"

"کیا پریشانی کی بات نہیں ہے گومی سیانا؟؟"

"یہ بھی نہ کہوں گی۔"

"ہم تم سے ایک اور کام لینا چاہتے ہیں۔"

"میں اس کے لئے تیار ہوں' کہو کیا کام ہے؟"

"یہاں ایک پجاری ہے' اس سے مقامی زبان میں سوالات کر کے ہمیں جواب دینے ہیں۔"

"کہاں ہے وہ' آؤ اسے" گومی سیانا نے کہا' یہ بھی سردار خان کی ذہانت ہی تھی کہ اس کے ذہن میں گومی سیانا کا خیال جاگا تھا جبکہ اب تک کسی نے اس بارے میں نہیں سوچا تھا کہ گومی سیانا نے بھی تو وحشیوں کے درمیان پرورش پائی ہے اور وہ ضرور ان کی زبان جانتی ہوگی' یوٹ کو تو خاص طور سے سامنے رکھا گیا تھا ورنہ گومی سیانا بھی تو انہی میں سے ایک تھی' پھر سردار خان کے اشارے پر ہنگارہ کو وہاں لے آیا گیا' جہاں گومی سیانا موجود تھی' ویسے ہنگارہ کے ساتھ پجاریوں نے اس معاملے میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی' آبادی کے لوگ تو اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے جا ہی چکے تھے اور کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی' بہرحال ہنگارہ کو لوگ گومی سیانا کے سامنے لے آئے' گومی سیانا اسے دیکھ کر خوب ہنسی تھی اور ہنگارہ کسی قدر پریشان نگاہوں سے اس شیطانی شکل کی بڑھیا کو دیکھنے لگا تھا' تب گومی سیانا نے ہنگارہ سے کہا۔"

"تیرا نام کیا ہے؟"

"ہنگارہ' بڑی عورت اور مجھے کچھ یوں محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے میں نے تجھے کہیں دیکھا ہے۔"

"تجھے بس اتنا ہی محسوس ہونا چاہیے' اس سے زیادہ محسوس کرے گا تو تیری جان

وقت سے پہلے نکل جائے گی۔"

"کیوں لایا گیا ہے مجھے تیرے سامنے۔"

"اس لئے کہ تو مقدس پجاری کے بارے میں بتا سکے۔"

مقدس پجاری اپنی ذات کی تکمیل کے لئے گیا ہے۔

"کیسی ذات' کیسی تکمیل؟" گومی سیانا نے سوال کیا۔

"وہ آسمانوں کے سفر کے لئے روانہ ہو گیا ہے تاکہ دیوتاؤں سے اپنی برکتوں کی دعاؤں کے لئے وہ سب کچھ لائے' جس کا اس نے وعدہ کیا ہے اور ایسا تو ہوتا ہے' تجھے اس پر تعجب کیوں ہے بڑی عورت' کیا میں دیوتاؤں کے حضور نہیں گیا تھا' کیا میں نے مقدس آگھورا سے اپنے عہدے کی تصدیق نہیں کی تھی پھر الجھن کیوں ہے۔"

"کیا وہ آگھورا کے پاس گیا' ہے گومی سیانا نے سوال کیا؟"

"یہ تو دیوتا ہی جانتے ہیں کہ وہ کہاں گیا ہے' لیکن بہت جلد وہ واپس آجائے گا اور اگر وہ سچا دیوتا ہے اور اگر اس کی واپسی نہ ہو تو پھر سمجھ لو کہ وہ جھوٹا دیوتا ہے اور اس نے فریب کیا ہے' عبادت گزاروں کے ساتھ.........."

"آہ تو کیا کہنا چاہتا ہے' کھل کر کہہ" گومی سیانا ہنگارہ سے سوال کر رہی تھی اور پھر اس کا ترجمہ کرکے ان لوگوں کو بتاتی جا رہی تھی' نادر شاہ اور تمام لوگ ششدر کھڑے ہوئے تھے۔ انہیں ہنگارہ کے چہرے پر مکاری نظر آ رہی تھی لیکن ہنگارہ کہہ رہا تھا۔"

"اور ایسا ہی ہوتا ہے' جب کوئی پجاری اپنا عہدہ سنبھالتا ہے تو دیوتا اسے اپنے حضور طلب کرتے ہیں اور اسے وہ قوتیں دیتے ہیں جن سے وہ اپنی آئندہ زندگی کو چلا سکیں' تو ایسا ہی ہوا ہے بڑی عورت اور وہ واپس آجائے گا اور یہ بھی سمجھ لے کہ اگر وہ واپس نہ آئے تو پھر اس نے جھوٹ بولا ہے اور اس کے بعد تم لوگ کچھ نہیں کہو گے۔ ٹاری ویگا کے لوگ تمہیں اس فریب کے نتیجے میں کتے کی موت مار دیں گے۔" گومی سیانا نے ان الفاظ کا ترجمہ کیا تو وہ سب دم بخود رہ گئے' لیکن فیصلہ بھی فوراً ہی کرنا تھا۔ یہ بات ثابت ہو چکی تھی کہ اس شخص کی کوئی مکاری کارگر ہو گئی ہے اور اس نے کوئی ایسا چکر چلا

دیا ہے جو ان لوگوں کے لئے اور خاص طور سے یوٹ کے لئے مشکل کا باعث بن گیا ہے' ایک لمحے کے لئے یہ بھی سوچا گیا تھا کہ شاید یوٹ اب اس دنیا میں نہ رہا ہو' لیکن یہ کیسے ہوا اس کے بارے میں معلوم کرنا کچھ ناقابل یقین سا نظر آ رہا تھا۔

یہاں کچھ دیر کے لئے سردار خان کا دماغ بھی معطل ہو گیا تھا لیکن اس نے ہمت سے کام لیا اور سب سے پہلے ہنگارہ کو ایک ایسی جگہ قید کیا گیا جہاں دوسروں کی مداخلت نہ ہو سکے۔ ہنگارہ کی نگرانی کے لئے جیمس پیرے نے اپنے آدمیوں کو مخصوص کیا اور ہنگارہ کو ہاتھوں اور پیروں سے کس کر وہاں ڈال دیا گیا' حالانکہ اس نے اپنی زبان میں نجانے کیا کچھ کہا تھا اور خوب اچھل کود مچائی تھی' لیکن اس اچھل کود اور چیخ و پکار کے نتیجے میں فیروز نے اس کے منہ میں بہت سا کپڑا ٹھونس کر پٹی باندھ دی اور ہنگارہ کو بھی یہ احساس ہو گیا کہ مقدس پجاری کے ساتھی معمولی حیثیت کے حامل نہیں ہیں' سردار خان نے فیروز سے کہا۔

"فیروز' معذرت خواہ ہوں' لیکن تم سے یہ بات کہنے پر مجبور کہ تم اپنے طور پر اس شخص کی نگرانی رکھنا۔" تھوڑی سی تحقیقات کرلی جائے اس کے بعد ہم اس سلسلے میں آگے کی کارروائی کریں گے۔ تو پھر یوں ہوا کہ سردار خان ان لوگوں کو وہاں متعین کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک گوشے میں پہنچ گیا۔ یہی بہتر تھا کہ بستی والوں کی ہنگامہ آرائی اب نہیں ہو رہی تھی اور وہ مطمئن ہو کر وہاں سے چلے گئے تھے۔ ان پجاریوں پر بھی نظر رکھی جا رہی تھی جن کی سرگرمیاں محدود تھیں' پھر سردار خان نے کہا۔

"اور آپ لوگ اس کے لئے مجھے قصوروار قرار نہیں دیں گے۔ کیونکہ اس سے پہلے میرا واسطہ وحشیوں کی کسی بستی سے نہیں پڑا ہے۔"

"تم کیسی باتیں کرتے ہو سردار خان' تم اب تک جو کچھ کرتے رہے ہو وہی ہم پر احسان ہے' اس انداز میں نہ سوچو' یہ سوچو کہ یہ ہوا کیا؟"

"جہاں تک میرا خیال ہے اس مکار شخص نے یوٹ کے خلاف کوئی کارروائی کی ہے۔"

"لیکن کیا؟"

"یہ بات تو طے ہے کہ اس شخص نے یوٹ کی برتری کو دل سے قبول نہیں کیا ہوگا' لیکن ٹاری ویگا جیسی سادہ آبادیوں میں بھی ایسے مکار لوگ مل سکتے ہیں اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا اور غالباً یہیں میں مار کھا گیا ہوں۔"

"نہیں سردار خان' ہمت نہ ہارو' ہر چیز کا ایک حل ہوتا ہے' یہی غنیمت ہے کہ ہمیں ان کی زبان سمجھنے کے لئے گومی سیانا کا تعاون حاصل ہے ورنہ سچی بات یہ ہے کہ سب سے خطرناک بات تو یہ ہوتی کہ ہمارے اور ان کے درمیان زبان کا ہر رابطہ ختم ہو جاتا' باقی ساری باتیں تو بعد میں آتی ہیں' لیکن آہ کیا اس نے یوٹ کو ختم کر دیا' کیا اس نے واقعی اپنا راستہ صاف کر لیا؟"

"خیر اس نے جو کچھ کیا ہے اس کے نتیجے میں اسے کچھ نہیں حاصل ہوگا' میں اس کی تکا بوٹی کر ڈالوں گا' لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یوٹ کہاں غائب ہو گیا' میرے خیال میں ہمیں اس کی تحقیق کرنی چاہیے۔"

"کیا اس چٹان کے آس پاس کوئی ایسی گہری جگہ موجود ہے جہاں یوٹ کو دھوکے سے دھکیل دیا گیا۔"

"لیکن آخر کیسے' سب کچھ تو ہمارے سامنے تھا۔ پھر بھی آئیے اس کے لئے تحقیقات کرتے ہیں۔"

تو پھر یہی ہوا کہ وہ سب لوگ اس چٹان کی جانب چل پڑے۔ سردار خان بے خوفی سے اس چٹان پر چڑھ گیا' جبکہ کسی دوسرے کی اتنی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ پھر وہاں سے اس نے دور تک پھیلی ہوئی چاندنی میں اطراف کا جائزہ لیا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ اگر یوٹ دائیں بائیں یا سامنے کہیں گرا دیا گیا ہے تو وہ کہاں تک جا سکتا ہے؟ چٹان کی دوسری جانب بے شک لامحدود گہرائیاں تھیں لیکن اس چٹان کے سامنے بھی ایک چوڑا پلیٹ فارم جیسا بنا ہوا تھا جو قدرتی پہاڑی تراش ہی کا ایک حصہ تھا۔ اگر چٹان سے کسی بھی سمت گرا جاتا تو اس پلیٹ فارم پر جو زیادہ نیچا نہیں تھا اور اس پر گرنے کے بعد

زندگی کے کسی خطرے کا سوال نہیں پیدا ہوتا تھا۔ یہی کیفیت دائیں بائیں تھی' عقب میں تو بہرحال پہاڑی سلسلہ تھا ہی' لیکن سردار خان کو ایک دم یاد آیا کہ ہنگارہ کس جگہ کھڑا ہوا تھا۔ وہ چٹان سے اتر کر اس جگہ پہنچ گیا اور وہاں ہنگارہ کی مانند کھڑے ہو کر اس نے چاروں طرف دیکھا' لوگ اس کی کارروائیوں کا بغور جائزہ لے رہے تھے' آس پاس کوئی ایسی جگہ موجود نہیں تھی جہاں کسی میکنزم کے بارے میں سوچا جا سکے' لیکن اس کے باوجود قرب وجوار میں اچھی طرح دیکھ لیا گیا اور کافی دیر تک کی چھان بین کے بعد سردار خان مایوس ہو گیا اور وہاں سے اتر کر ان لوگوں کے قریب پہنچ گیا۔

"نہیں' یہاں ہم کسی ایسی جگہ کا تصور نہیں کر سکتے' نجانے یہ سب کچھ کیسے ہوا ہے بڑی مشکل بات ہے۔ بہت ہی پریشانی کی بات.........."

"اب کیا ہونا چاہیے؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔" سردار خان مایوس لہجے میں بولا اور ان پر درحقیقت اداسی کی لہر چھا گئی' سردار خان اور تمام لوگ یوٹ کے لئے بے حد افسردہ تھے' بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی تھی' بلکہ اب ان کے سامنے ایک تشویشناک مستقبل آکھڑا ہوا تھا' جیمس پیرے کی خواہش تھی کہ وہ ٹاری ویگا آئے اور یہاں اپنے لئے جگہ تلاش کر کے نیل کنٹھ کے بارے میں فیصلہ کیا جائے' سب کچھ بہت اچھے انداز میں ہو گیا تھا' لیکن اچانک ہی تقدیر ان کا ساتھ چھوڑ گئی تھی اور یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ ایسا اچانک ہی کیسے ہو گیا۔ مختلف ٹولیاں بن گئی تھیں اور تمام لوگ شدید الجھن اور مشکلات کا شکار نظر آتے تھے' جیمس پیرے اپنے چند افراد کے ہمراہ بیٹھا ہوا تھا اس نے آہستہ سے کہا۔

"دوستو! یوں لگتا ہے جیسے صورت حال اچانک ہی بگڑ گئی۔"

"مسٹر پیرے! اگر یہ شخص اپنی اس سازش میں کامیاب ہو گیا تو پھر کیا صورت حال ہو گی؟"

"فیصلہ تو خیر سردار خان ہی کرے گا' لیکن ہم اسے مشورہ دے سکتے ہیں۔"

"مسٹر جیمس پیرے' کیا ہم یہاں سے اپنا راستہ الگ نہیں کرسکتے۔" مارٹن نے
"کیا بکواس کر رہے ہو' پہلی بات تو یہ کہ راستہ الگ کرنے کی ضرورت ہی کیا
ہم کونسا ان لوگوں سے الگ ہو کر کوئی بہت بڑا تیر مارلیں گے' پھر راستہ الگ کر
جائے تو ہم کریں گے کیا؟"

"کچھ نہ کچھ یہ لوگ اپنے طور پر کوئی بھی فیصلہ کرتے رہیں اب جبکہ صورت
بگڑ گئی ہے اور ہمیں اس کا احساس ہوگیا ہے تو پھر ہم اپنے تحفظ کا بندوبست کیوں
کریں۔"

"افسوس مارٹن! مجھے تم سے اس احمقانہ تجویز کی امید نہیں تھی' ذرا غور
میرے دوست' اتنا ساتھ دیا ہے ان لوگوں نے ہمارا' یہ سب لوگ تو براہ راست نیل
کی جانب جا رہے تھے' یہ تو میرا ہی مشورہ اور ضد تھی جس کی بناء پر انہوں نے ا
رخ کیا۔ نہیں مارٹن ہم بے شک خزانے کے حصول کے لئے آئے ہیں' لیکن اس
کے پیچھے ہمارا نظریہ کیا ہے' کیا تم اپنے نظریئے کو بھول گئے' کیا تمہیں یہ بات یاد نہیں
کہ ہم انسانیت کی بقاء کے لئے سرگرداں ہیں' اس طرح ایک شدید غیر انسانی عمل کر
کیا ہم اپنے ضمیر کو مطمئن رکھ سکیں گے' کیا ہم یہ کہہ سکیں گے کہ ہم نے جو کچھ کیا
انسانیت کی بہتری کے لئے کیا ہے' ناممکن ہے میرے دوست' کم از کم میں اس انداز
نہیں سوچ سکتا۔"

"آئی ایم سوری مسٹر جیمس پیرے' لیکن پھر کیا کریں گے؟"

"مشورہ کریں گے' دیکھیں گے' تمام فیصلے تقدیر کے ہاتھوں پر چھوڑے جاسکتے
اس وقت جب انسانی جدوجہد میں کوئی عمل کا ذریعہ باقی نہ رہے۔" دوسری جانب
مہتاب علی' سرہدایت اللہ' سردار خان اور اپنے باقی دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے
سلسلے میں بات کر رہے تھے۔

"کچھ بھی ہو جائے یہ بات تو طے ہے کہ یوٹ کی آمد مسلم ہوگئی ہے اور کم
بستی والوں نے اسے اپنے مقدس پجاری کے طور پر قبول کرلیا ہے' اب سردار خان

دوسرے انداز میں سوچنا ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یوٹ اپنا ایک مقام رکھتا ہے
اور ہمارے لئے تو وہ یہاں بنیادی حیثیت اختیار کر گیا تھا اور اس کے ذریعے ہم نے بہت
کچھ سوچ رکھا تھا' لیکن خدانخواستہ اس پہلو کو بھی مدنگاہ رکھنا بڑا ضروری ہے کہ اگر یوٹ
کسی حادثے کا شکار ہوگیا ہے اور ہمیں اس کا پتہ نہیں چل سکا تو تم کیا سمجھتے ہو کیا ہم اس
کے بغیر گزارہ کرلیں گے۔؟" سردار خان گہری سوچ میں ڈوب گیا' اس کا ذہن برق رفتاری
سے کام کر رہا تھا۔ پھر بہت دیر تک خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"یوٹ کی تلاش کے لئے ہر وہ طریقہ کار اختیار کیا جائے گا جو ممکن ہو سکے گا۔
لیکن اس حقیقت کو مدنگاہ رکھتے ہوئے کہ ابھی ہمیں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں
معلوم' ہمارے لئے کم از کم آگے کا لائحہ عمل طے کرلینا ضروری ہے اور میرے اپنے
خیال میں گومی سیانا اس کے لئے اس وقت ایک کارآمد مہرہ ہے۔"

سب کی سنسنی خیز نگاہیں سردار خان کا جائزہ لینے لگیں۔

سردار خان نے چند لمحات خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"ہمارے سامنے اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں۔ اگر یوٹ نہ واپس آسکا تو
گومی سیانا کو اس کی جگہ دی جائے گی۔ یہ مجبوری ہے۔"

یوٹ کا ابتدائی سفر تو خوف اور بے یقینی کے درمیان طے ہوا۔ لیکن کچھ دور
کے بعد اسے یہ اطمینان ہوگیا کہ وہ گہرائیوں میں جا تو ضرور رہا ہے لیکن گر نہیں رہا
بلکہ یہ سرنگ ڈھلوان ہے اور زمین اس کا وزن سنبھالے ہوئے ہے۔

"مسٹر یوٹ ایڈلیمن ساویو ویگا۔ بوڑھا شاطر تمہیں بے وقوف بنانے میں کام
ہوگیا۔ اس نے تمہیں زمین کی گہرائیوں میں دفن کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس میں کام
ہوگیا۔ لیکن اب یہ سفر ہے اور تم۔ اور شہر کے پارکوں میں تم نے بچوں کو پھسلا
جھولوں پر پھسلتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ تو ہنستے کھیلتے گہرائیوں کا سفر کرتے ہیں۔ کیوں نہ ا
طریقہ اپناؤ۔ آہ.........یہ بہتر ہے۔"

چنانچہ اب اس نے خود کو سنبھال کر نیچے پھسلنا شروع کر دیا۔ کیا انوکھی گہرا
تھیں یوں لگتا تھا جیسے زمین کی آخری تہوں تک گئی ہوں۔ نہ جانے کتنی دیر میں یہ سفر
ہوا اور وہ زمین سے جا ٹکا۔

نیچے گہری تاریکی تھی۔ دماغ کو لاکھ قابو میں رکھا تھا۔ لیکن......... بہت لمبے فا
طے کئے تھے اس لئے اعصاب کشیدہ تھے۔ وہ جس جگہ رکا تھا وہیں دونوں ہاتھوں سے
پکڑ کر بیٹھ گیا۔

آہ۔ میں تنہا ہوں......... اس نے سوچا۔ تبھی اس کے کانوں میں ایک آ

ابھری۔

"یوٹ......... میری زندگی میں کچھ نظریات ہیں اور چونکہ تم خاص قوتوں کے مالک ہو۔ اس لئے میں تمہیں کچھ انوکھے تجربوں سے روشناس کرانا چاہتا ہوں۔"

"کیا آقا۔"

"انسان اس کائنات کی سب سے انوکھی مخلوق ہے۔"

"وہ کیسے عظیم آقا........."

"اس طرح کہ وہ پراسرار علوم کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ جبکہ سارے پراسرار علوم اس کی اپنی ذات میں پوشیدہ ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا آقا۔"

"ہر علم اس کے ذہن کی تخلیق ہے۔ جب کہ تم چاہتے ہو کہ وہ مجسم ہو کر تمہارے سامنے آئے۔"

"آہ کاش......... میں اب باتوں کو سمجھ سکوں۔"

"نہیں۔ پہلے خود کو ان باتوں کو سمجھنے پر آمادہ کرو۔"

"کس طرح۔"

"خود کو یکسو کرو۔ اور فیصلہ کرو کہ تم کچھ جاننا چاہتے ہو۔"

"ہاں۔ میں کچھ جاننا چاہتا ہوں۔"

"ایسے نہیں۔ خود کو دل سے آمادہ کرو۔"

"ہاں۔ مجھے تم سے عقیدت ہے۔ میں اس بات کی حقیقت جاننا چاہتا ہوں۔"

"تو سنو۔ تم سوچتے ہو کہ ایک چٹان اپنی جگہ سے متحرک ہو جائے۔ تمہارا یقین اسے متحرک کر دے گا۔"

"شاید۔"

"نہیں......... لفظ شاید بے معنی ہے۔ خود کو یقین کی منزل میں داخل کرو۔"

"مگر کیسے۔"

"تم نے رات کو بلی کی آنکھیں دیکھی ہیں۔"

"ہاں آقا۔"

"کیا نظر آتا ہے اس میں؟"

"چمک۔"

"کیا تم یہ تصور رکھتے ہو کہ وہ رات کو دن کی روشنی کی مانند دیکھ سکتی ہے۔"

"وہ تاریکی میں کچن میں رکھا دودھ ضرور تلاش کرلیتی ہے۔"

"تم خود کو بلی تصور کرلو۔ اور اس خیال کو یقین تک پہنچالو تمہارے اندر بلی کے خواص پیدا ہو جائیں گے اور تم بھی اس کی مانند رات میں دیکھ سکتے ہو۔"

یوٹ اس بات کو سن کر خوب ہنسا تھا۔ لوٹ پوٹ ہوگیا تھا۔ پھر جب وہ خاموش ہوا تو کہا گیا۔

"کیا تمہارا دل ہنسنے سے بھر گیا ہے۔"

"ہاں۔"

"تو آگے سنو۔" اس طرح تم دوسرے علوم کی طرف آسکتے ہو۔ یہ چیز ہماری دسترس میں ہے، بس اسکے لئے ریاض کرنا پڑتا ہے۔

"کیسے آقا؟"

"سب کچھ یقین ہے۔ میں تمہیں ایک طریقہ بتاتا ہوں۔"

"کیا؟"

"رات کی تاریکیاں علوم کی آزادی کی علمبردار ہوتی ہیں کیونکہ اس وقت کائنات پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ کسی بھی وقت ایک تنہا جگہ بیٹھ کر خود کو تنہا سمجھو اور یوں محسوس کرو کہ تمہیں کسی کی ضرورت ہے۔ تمہاری تنہائی جاں گسل ہے۔ تمہارا وجود دو حصے ہو جائے گا۔ ایک دوسرا یوٹ تمہارے وجود میں سے برآمد ہوگا اور تمہاری تنہائی دور ہو جائے گی۔ وہ یوٹ تم سے زیادہ ذہین ہوگا کیونکہ وہ سارے علوم سے واقف ہوگا۔"

"آہ......... کیا میں خود کو اس کا باپ کہوں گا۔"

"دیکھو یوٹ۔ میں یہ علم ایمرے کو بھی دے سکتا ہوں۔ لیکن ایمرے دوسرے ج کا نوجوان ہے۔ اگر اسے کچھ حاصل ہوگیا تو وہ اس کے مظاہرے کے لئے آمادہ ہو ے گا اور یہ مناسب نہ ہوگا۔"

"تو مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"تجربہ........."

"کیسے آقا۔"

"تنہائی میں۔"

"میں یہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور کرو۔ اور نتیجے سے مجھے آگاہ کرو۔"

یوٹ نے تجربہ کیا۔ "رات کی تاریکی میں دیکھنے کی کوشش میں اس کا سر پھٹ گیا تھا لاکھ کوشش کے باوجود یوٹ کے وجود سے دوسرا وجود نہیں برآمد ہوا تھا۔"

لیکن وہ اپنے مالک.........اپنے آقا.........اپنے باپ اور اپنے پرورش کنندہ لیمی ٹ پر پورا یقین رکھتا تھا کیونکہ اس نے اس گومڑی ناک والے سیاہ روبونے سے کبھی ت نہیں کی تھی اور اسے ہمیشہ اپنی اولاد کا درجہ دیا تھا.........اور یہ باتیں اس سے لیمی ٹ نے کی تھیں۔ ہاں اس نے اس تجربے کی ناکامی کی شکایت ضرور کی تھی۔

"اس کی وجہ ہے۔"

"کیا آقا!"

"تم تنہا تھے اور نہ تم نے خود کو تنہا محسوس کیا۔"

"میں نہیں سمجھا آقا۔"

"یہ تجربہ تم نے کہاں کیا تھا۔"

"اپنے کمرے میں۔ اپنی خواب گاہ میں۔"

"آہ۔ تم وہاں تنہا کہاں تھے۔"

"میرے کمرے میں کوئی دوسرا نہیں تھا۔"

"لیکن تم جانتے تھے کہ اس کمرے کے باہر سب موجود ہیں۔ تم صرف ا
دروازہ کھول کر ان کے پاس جا سکتے ہو۔"

"ہاں۔ یہ خیال میرے دل میں تھا۔"

"ایک بلی جب کسی جگہ پھنس جائے اور اسے یقین ہو جائے کہ اب اس کا د
اسے ضرور ہلاک کر دے گا۔ تو وہ زخمی شیرنی سے زیادہ خونخوار ہو جاتی ہے۔"

"مگر آقا.........."

"آہ۔ میں اس تجربے کی حقیقت جاننا چاہتا تھا۔ لگتا ہے تم اس کی تکمیل نہ کر
گے۔"

"آقا۔ کیا تم یہ تجربہ کر چکے ہو۔"

"افسوس نہیں۔ لیکن ایک مہم جوئی کے دوران یہ باتیں مجھے ایک دانا شخص
بتائی تھیں۔ اس کا کہنا تھا کہ مشکل میں گھرا انسان بے حد طاقتور ہو جاتا ہے۔ مجھے ا
تجربات کا موقع نہیں ملا۔ ورنہ میرے دل میں ان کی بڑی خواہش ہے۔"

"کیا میں اس وقت تنہا ہوں۔ کیا میں مشکل میں گھرا انسان ہوں۔ ایسا تو ہے۔ یہ
زمین کی گہرائیاں ہیں اور میرا دشمن مجھے یہاں پہنچانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ آہ' م
یہاں مرجاؤں گا۔ مجھے زندہ رہنا ہے۔ کوئی ہے جو میرے وجود سے باہر نکلے۔"

"میں ہوں مسٹر یوٹ.........." اسے آواز سنائی دی۔ اور اس نے چونک کر ا
دیکھا۔ وہ ایک سایہ تھا.........اسی کی طرح کوتاہ قد.........اسی کی طرح جسامت والا۔

"تم کون ہو؟" یوٹ بوکھلا کر بولا۔

"ایڈلیسن ساویو ویگا یوٹ.........ٹو.........؟"

"تو.........."

"ہاں۔ تمہارا آدھا حصہ۔"

"تم واقعی ہو۔"

"مجھے دیکھو.........مجھے محسوس کرو۔"

"ہاں۔ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔"

"بلی کی طرح۔"

"ایں.........ہاں.........لیکن یہ کیسے ممکن ہے۔"

"تمہارا آقا لیمی برانٹ کیا کہتا ہے۔"

"یہی جو اس وقت ہے۔"

"کیا وہ جھوٹا تھا۔"

"نہیں۔"

"اس پر یقین ہے تو مجھ پر بھی یقین کرو۔"

"اب تو مجھے کوئی خوف نہیں ہے۔ نہ میں تنہا ہوں' نہ تاریکی ہے۔ اب میں یہاں جائزہ لے سکتا ہوں۔ کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ یہ کونسی جگہ ہے۔"

"نہیں۔"

"اوہ۔ تم بھی کچھ نہیں جانتے۔"

"صرف اتنا جو تمہیں معلوم ہے۔"

"پھر تم کیا کر سکتے ہو۔"

"سوچ سکتا ہوں۔ تمہیں مشورے دے سکتا ہوں کیوں کہ میں تمہاری پوشیدہ صلاحیت ہوں۔ تمہارا خفیہ شعور ہوں۔"

"تو پھر آؤ۔ دیکھیں یہ کونسی جگہ ہے۔"

"چلو.........!"

"یوٹ چل پڑا۔ اب اسے مایوسی نہیں تھی کیونکہ اس کی تنہائی دور ہو گئی تھی۔"

"ٹو.........." اس نے پکارا۔

"میں تمہارے ساتھ قدم بڑھا رہا ہوں۔"

"یہ کوئی غار معلوم ہوتا ہے۔"

"بے حد وسیع.........ادھر دیکھو.........ادھر سے قدرتی روشنی بھی آ رہی ہے۔"

"یہ روشنی کہاں سے آرہی ہے۔"

"غالباً کوئی رخنہ ہے۔"

"واہ......... آؤ اسے تلاش کریں۔"

غار بے حد کشادہ تھا۔ اور یوٹ اسے دیکھ سکتا تھا۔ اس کی آنکھیں بلی کی آ[نکھوں] کی طرح چمک رہی تھیں۔ کچھ دور جاکر اسے ایک اور سوراخ نظر آیا۔ جس سے گ[زر کر] دوسری طرف جانے کی جگہ تھی.........مدھم روشنی اسی طرف سے آرہی تھی۔ اس سے گزر کر یوٹ دوسری طرف پہنچ گیا۔ یہاں اسے شدید بدبو محسوس ہوئی......... اور [اس] نے ناک بند کرلی!

"حالانکہ میں بے حد گندا آدمی ہوں۔ مسٹر برانٹ جب تک دس بار نہیں کہتے میں غسل نہ کرتا تھا۔ سو اب بھی مجھے یاد نہیں کہ میں آخری بار کب نہایا تھا۔ لیکن میرے خیال سے بھی گندی جگہ ہے......... آہ......... وہ کیا چمک رہا ہے۔"

"فاسفورس۔"

"کیا مطلب........."

"سوکھی ہوئی انسانی ہڈیاں ہیں۔"

"یہ کہاں سے آئیں۔"

"یقیناً" خانقاہ کے پجاریوں نے یہ جگہ انسانی مقتل گاہ بنائی ہے۔ ان غاروں [میں] دشمنوں کو دھکیل کر وہ ان سے نجات حاصل کرتے ہوں گے۔"

"آہ۔ واقعی ایسا ہی ہے اور یہ بدبو اس سڑے ہوئے گوشت کی ہے۔"

"بالکل۔"

"اوہ دیکھو وہ رخنہ......... غالباً" پہاڑ کی کوئی دراڑ ہے۔ آؤ اس کے قریب چلیں۔"

یوٹ نے دیکھا وہ بلندی پر ایک سوراخ تھا۔ بس اتنا وسیع کہ اس سے روشنی آسکے۔ لیکن اتنا ضرور کہ چھوٹی جسامت کا بونا اس سے گزر سکے۔ بشرطیکہ وہ اس کی بلندی تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے۔ جو آسان نہیں تھا۔

"ٹو........." یوٹ نے پکارا۔

"ہاں۔"

"اس سوراخ سے تو ہم باہر نکل سکتے ہیں۔"

"بیشک.........!" ٹو کی آواز ابھری۔

اسی وقت ایک بھیانک آواز سنائی دی۔ ایک کریہہ اور خوفناک آواز اور یوٹ سہم گیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک پہاڑ نے اپنی جگہ چھوڑ دی ہے اور عجیب سے انداز میں پھدکتا اس طرف آرہا ہے۔ یوٹ نے گھبرا کر کہا۔

"یہ کیا ہے۔"

ٹو بھی اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "آہ اس کے چلنے کا انداز......... اس کے پھیلے ہوئے پر، اس کی مڑی ہوئی چونچ، اور اس کی لمبی گردن بتاتی ہے کہ یہ گدھ ہے۔ عام گدھوں سے پچاس گنا بڑا۔

"آگھورا........."

"شاید وہی۔ کیونکہ یہ مقدس گدھ والے کہلاتے ہیں۔"

"کیا یہ دیوتا ہے۔"

"ہر وہ مہربان۔ جو رحم کرے۔ اچھا ہوتا ہے اور ہر وہ برا......... جو زندگی کو نقصان پہنچادے۔"

"کیا میں دیوتا کا احترام کرو۔"

"مارے جاؤ گے۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ اس کی آنکھوں میں شیطانی چمک ہے۔ اور یقیناً" یہ انسانی جسموں کو کھا جانے والا مردہ خور ہے۔"

"اور اب ہماری باری ہے۔"

"یہی اندازہ ہوتا ہے۔"

"تو میں کیا کروں۔"

"دشمن سے جنگ۔"

"اس سے جنگ مشکل ہے۔"

"تمہارے پاس عقل والوں کا جادو ہے۔"

"عقل والوں کا جادو۔"

"ہاں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"دو پستول پوشیدہ ہیں تمہارے لباس میں۔"

"ارے واہ۔ میں تو بھول ہی گیا تھا۔" یوٹ نے کہا اور برق رفتاری سے دو پستول نکال لئے۔

"عظیم الشان پہاڑی چٹان کی مانند' پر پھیلائے خوفناک گدھ آگے بڑھتا چلا آ تھا۔ یوٹ نے حواس مجتمع کئے اور اس کے سینے کا نشانہ لے کر پہلا فائر کیا۔ گولی نشانے لگی۔ اور خون کی ایک دھار گدھ کے سینے سے پھوٹ پڑی۔"

ایک خوفناک شیطانی چنگھاڑ سنائی دی۔ اور غار میں تہلکہ مچ گیا۔ در و دیوار ا آواز کو نشر کرنے لگے۔ گدھ نے کرب کے عالم میں پر پھڑپھڑائے اور اپنے درخت تنوں عالم جیسے موٹے پیروں سے اچھل کر کوئی محفوظ پناہ تلاش کرنے کی کوشش کی لیک غار کی چھت سے ٹکرا کر نیچے گر پڑا۔ یوٹ کی دوسری گولی پر وہ پھر اسی طرح چنگھاڑا ا پھر مسلسل دھماکے اور چیخوں نے غار کے ماحول کو افسرے جیسی کیفیت میں بدل دیا۔ یوٹ نے پورے اعتماد سے اس پر لگاتار فائر کئے یہاں تک کہ آگھورا نے دم توڑ دیا۔ ٹاری کی صدیوں پرانی کہانی ختم ہوگئی۔ اب وہ گدھ والے نہیں رہے تھے۔ لیکن یہ کوئی نہیں جانتا تھا......... سوائے یوٹ کے۔

"شاید وہ مرگیا۔"

"ہاں۔ اب وہ بے جان ہے۔"

"اب کیا کروں۔"

"یہاں سے نکلنے کی کوشش۔"

"ہوں۔ اس پر غور کرنا ہوگا۔" یوٹ نے کہا۔ "پہلے اس نے قریب جاکر اس مردہ گدھ کو دیکھا اور پھر بولا۔ "وہ کیسے دیوتا ہو سکتا ہے۔ جو انسانی سڑے ہوئی بدن کھاتا ہو۔ نہ جانے اپنی زندگی کی ان صدیوں میں اس نے کتنے انسانوں کو زندگی سے محروم کیا ہو۔ ایسے دیوتا کی موت بہتر ہے۔ آہ......... یہ کیا ہے۔"

یوٹ نے اپنے پیروں کے نیچے کچھ نرم سی چیز دیکھتے ہوئے کہا۔

"کپڑے......... بوسیدہ......... ان لوگوں کے جو اس منحوس پرندے کا شکار ہوئے۔"

"اور......... یہ آوازیں۔"

"یہ ناگوں کی پھنکاریں ہیں جو زندگی اور تحریک کو محسوس کرکے اپنے بلوں سے نکل آئے ہیں۔"

یوٹ نے ان زہریلے سانپوں کو دیکھا جو ایک سوراخ سے ٹپک ٹپک کر نیچے گر رہے تھے اور اس کی روح فنا ہوگئی۔

"آہ یہ تو تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ اور اب میرے پستول میں صرف تین گولیاں ہیں۔ میں ان گولیوں سے ان کا کچھ نہ کرپاؤں گا۔"

"ان کے لئے دوسری ترکیب ہے۔" ٹو نے کہا۔

"آہ...... کیا ترکیب ہو سکتی ہے۔"

"خشک کپڑوں کے ڈھیر میں آگ لگا کر انہیں ان پر اچھال دو۔ یہ بھاگ جائیں گے۔"

"یہ کام تم کرو۔"

"میں نہ کرسکوں گا۔"

"کیوں........."

"کیونکہ میں صرف خیال ہوں۔ عمل نہیں۔"

"مگر آگ کیسے روشن کروں۔"

"حواس اور عقل سے۔"

"حواس چنگاریاں نہیں دیتے........." یوٹ جھلا کر بولا۔

"عقل دیتے ہیں۔"

"تو میں کیا کروں۔"

"جلدی سے خشک کپڑے اٹھاؤ......... ان کا ڈھیر بناؤ۔ تم جب اپنے پستول دھماکہ کرتے ہو تو اس کی نال سے چنگاریاں نکلتی ہیں اور خشک کپڑوں کے لئے اتنا ہے۔"

"ارے واہ.........ایک نیا تجربہ........." یوٹ خوش ہو کر بولا۔ اور اس نے تھ نے غار میں آگ روشن کردی......... یہاں تو کپڑوں کے انبار تھے اور اس کوشش نے میں روشنی اور دھواں بھر دیا۔ پھر سانپ پھنکارتے ایک دوسرے پر گرتے پڑ بھاگے......... اور سوراخوں میں روپوش ہوگئے۔ یوٹ کے حلق سے خوشی کی قلقاریاں تھیں۔ اس نے مسرت سے خالی ماحول کو دیکھا پھر بولا۔ "تو جو کچھ بھی ہے لیکن مر لئے بے حد کار آمد ہے۔ اب اتنا کرو کہ مجھے یہاں سے نکلنے کی تدبیر بتا.........!"

"تدبیر۔" ٹو نے کچھ سوچا۔ پھر بولا۔ "کپڑوں کا بہت سا انبار ابھی باقی ہے۔ اس سے مضبوط کپڑے چھانٹ کر انہیں آپس میں باندھ لو۔ پھر ان میں ایک بڑا پتھر باندھ اسے اس سوراخ میں اچھالو' اگر یہ اس میں پھنس جائے تو اس کے ذریعہ تم اوپر جا ہو۔"

"آہ۔ تو تو مجھ سے کہیں زیادہ ذہین ہے۔ واقعی یہ عمدہ تدبیر ہے۔ یوٹ نے اپ کی تعریف کی پھر اس کی ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ اسے مضبوط کپڑے حاصل ہوگئے اس نے ان کی رسی بنائی۔ گو اس کام میں بہت وقت صرف ہوگیا لیکن وہ کامیاب ہ تھا۔ کئی بار کی کوششوں سے پتھر سوراخ کے دوسری طرف جا پھنسا تھا۔ یوٹ اس رسا

مدد سے سوراخ تک پہنچ گیا پھر وہ کسی گھوڑے کی طرح دونوں پاؤں لٹکا کر سوراخ میں بیٹھ گیا۔ رسی سمیٹ کر اس نے پتھر کو غار کے اندر کی سمت پھنسایا۔ اور پھر دوسری طرف اترنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کے پیروں نے زمین چھولی۔"

تاحد نگاہ اندھیرے کی چادر پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن آثار ایسے تھے کہ کچھ دیر کے بعد صبح ہو جائے۔ اس نے دور تک کا ماحول دیکھا۔ یہ دوسری طرف کا علاقہ تھا۔

"ٹو........."

"ہاں۔ ابھی رات باقی ہے۔"

"اب کیا کروں........."

"تجھے اپنے مسکن واپس جانا ہے۔"

"ہاں۔"

"کوئی بہتر تدبیر کی جائے۔"

"بیشک۔"

"لیکن کیا۔"

"تو میری رہنمائی کر۔"

"ایک تدبیر ہے۔"

"کیا........."

"تجھے سومایہ یاد ہے۔"

"میرا خادم........." یوٹ نے ہنس کر کہا۔

"اس کے بارے میں پتہ چلانا مشکل نہ ہوگا۔"

"ہاں بستی کے لوگ مجھے ضرور بتا دیں گے۔"

"وہ تیری طاقت بن سکتا ہے کیونکہ تجھ سے مخلص ہے۔ اسے لے کر پہاڑوں کا سفر طے کر۔ اور اپنے دشمن پر قابو پا۔"

"تو مجھے اب بستی جانا چاہیے۔"

”یہی بہتر ہے۔“

”دور جلتے چراغ۔ بستی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ ہمیں ادھر چلنا چاہیے۔“

پھر وہ دونوں اس طرف چل پڑے اور جب وہ بستی میں داخل ہوئے تو روشنی پھیل رہی تھی۔ کچھ لوگ اسے مصروف نظر آئے تو یوٹ نے کہا۔

”ٹو.........یہ لوگ ضرور مجھے سومایہ کے بارے میں بتا دیں گے۔ آدھر چلتے ہیں۔“

یوٹ نے پلٹ کر ٹو کو دیکھا وہ موجود نہیں تھا۔ ”ٹو.........!“ اس نے حیران ہو کر پکارا......... لیکن کئی بار کی پکار کا بھی اسے کوئی جواب نہیں ملا تھا .... ”تو کہاں گیا.........“

خاموشی طویل خاموشی۔ یوٹ نے افسردگی سے کہا۔ ”وہ تو تنہائیوں کا ساتھی ہے۔ اور اب جب انسان نظر آگئے ہیں تو وہ کہاں ہو گا۔“

”لیکن.........میں جانتا ہوں میں جب بھی تنہا ہوں گا اور تجھے آواز دوں گا تو! ضرور میرے پاس آجائے گا.........! میں ناامید نہیں ہوں.........!“

تدبیر کارگر رہی تھی۔ لیکن نتیجہ بہتر نہیں نکلا تھا۔ ان لوگوں نے ہنگارہ کو یہاں قید کر دیا تھا۔ البتہ ان سے ایک چوک ہو گئی تھی۔ وہ ابھی خانقاہ کے تمام راز نہیں جانتے تھے۔ جس غار میں ہنگارہ کو قید کیا گیا تھا اس کی دیوار دوہری تھی۔ ایک چٹان اس سوراخ کا پردہ کئے ہوئے تھی جس کے دوسری طرف لڑکیوں کی آرام گاہ تھی۔ اس سوراخ سے خفیہ طور پر اندر داخل ہو کر ہنگارہ کی پسندیدہ لڑکی کو نکال کر اس کے پاس پہنچا دیا جاتا تھا۔

ہنگارہ اس افتاد سے بدحواس تھا۔ اسے بہت دیر تک یہ سب یاد نہیں آیا تھا۔ وہ تو سوچ رہا تھا کہ اب آگے کیا ہو گا اور کچھ ہو یا نہ ہو......... لیکن ایڈیلمن ساویو ویگا ایک بار پھر ختم ہو گیا.........اس کا دشمن!

ایک بار پھر اس کا دماغ خیالات میں کھو گیا۔ گومڑی ناک والا بونا......... آخر آ کہاں سے گیا۔ ماضی کی بیشمار یادیں اس کے ذہن میں کلبلانے لگیں۔ لیکن سوچنے کے لئے اسے زیادہ وقت نہ لگا.........! دیوار کی بغل میں اسے کچھ آہٹیں سنا دی تھیں اور اس نے گردن گھمائی تھی۔ پھر ساندل کے چہرے کو دیکھ کر وہ چونکا تھا۔

”ساندل.........میرے دوست۔ یہ تو ہی ہے۔“

ساندل چٹان کی آڑ سے نکل آیا۔ ”کیا وہ اس پوشیدہ جگہ کے بارے میں نہیں جانتے۔“

"وہ.........." ہنگارہ نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ "وہ تو بہت دور کے لوگ ہیں۔ ابھی تو کچھ جگہیں ایسی بھی ہیں جن کے بارے میں تو بھی نہیں جانتا۔

"شاید ایسا نہیں ہے۔"

"ایسا ہی ہے میری جان۔"

"لیکن یہ سب کیا ہوا.........."

"جو سوچا تھا اس کے خلاف۔"

"مگر کیوں۔"

"اس کی وجہ ہے۔"

"میں وجہ جاننا چاہتا ہوں۔"

"اگر میں نے غلط نہیں سمجھا ہے۔ اگر میں نے غلط نہیں سوچا ہے تو جیمی کاف نے ہم سے غداری کی ہے۔"

"جیمی کاف نے۔"

"سو فیصدی۔"

"ان واقعات کا جیمی کاف سے کیا تعلق۔"

"تعلق ہے۔"

"مجھے بتاؤ ہنگارہ۔"

"جیمی کاف ضرور سب کچھ جانتا تھا۔ ان شیطانی کھوپڑیوں کو بھی جو روشنی کرتی اور غراہٹیں اگلتی تھیں اور انہیں بھی جو اس کی دنیا کے لوگ تھے۔"

"مگر کیسے؟"

"اور اس نے انہیں پہچان لیا تھا۔"

"مگر کیسے؟"

"اور اس نے انہیں پہچان لیا تھا۔"

"مگر بتایا کیوں نہیں۔"

"انہیں محفوظ رکھنے کے لئے۔"

"تعجب ہے۔"

"تعجب نہیں ہے۔ دوسری دنیا کے لوگ عقل کے شیطان ہوتے ہیں اور ان کی بطالی عقل ہی ٹاری ویگا میں ایڈیمن کو لے کر آئی ہے۔ میرا دعویٰ ہے۔"

"آہ۔ میں اس قدر عقلمند نہیں ہوں۔"

"میں ہوں.......... ورنہ مقدس پجاری نہ بنتا۔"

"لیکن تو اپنی عقل سے کوئی کام نہ لے سکا..........اور اب ان لوگوں کا قیدی ہے۔"

"میں اب بھی ان شیطانوں کو کامیاب نہ ہونے دوں گا۔"

"کیا انہیں علم ہوگیا ہے کہ تو نے ساویو ویگا کو دوبارہ ہلاک کر دیا ہے۔"

"ضرور انہیں پتہ ہے۔"

"کہیں وہ تجھے ہلاک نہ کر دیں۔"

"تو مجھے باہر کی کہانی سنا۔"

"میں نے تیری ہدایت پر عمل کیا اور چٹان کے نیچے جگہ پیدا کر دی۔"

"آہ وہ اسی جگہ ہماری "ترکیب" تلاش کر رہے تھے جہاں تو کھڑا ہوا تھا۔ لیکن ظاہر ہے وہ جگہ مخدوش نہیں تھی۔ وہ وہاں کچھ نہیں تلاش کر سکے۔ لیکن.......... پھر انہوں نے باقی تمام لوگوں کو محصور کر دیا ہے۔ اب سب قیدی ہیں؟"

"کیا میری طرح؟" ہنگارہ نے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن انہیں نگاہوں کے سامنے رکھا گیا ہے۔"

"اور تو..........؟"

"میں تو سب سے زیادہ خطرے میں ہوں۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ میں چھپ گیا ہوں اور مسلسل چھپا چھپا پھر رہا ہوں۔" ساندل نے بتایا۔

"وہ تجھے تلاش کر رہے ہیں۔"

"نہیں.......... دیوتاؤں نے ان کا خیال میری طرف نہیں آنے دیا۔ وہ مجھے بھول گئے ہیں۔"

"ہوں..........اب کیا ہو گا۔"

"اب..........ہنگارہ مسکرا دیا۔ پھر بولا۔ "کچھ وقت کے بعد وہ اس سے مایوس ہو جائیں گے۔ پھر وہ یہ تو نہ کہہ سکیں گے کہ وہ جھوٹا دیوتا اصل دیوتا ہے۔"

"یعنی ایڈیسن ساویوویگا۔"

"ہاں ساندل۔ پھر میں بستی والوں کو ان کے بارے میں بتاؤں گا۔ اور وہ انہیں ہلاک کر دیں گے۔"

"تو بتائے گا۔"

"ہاں۔ میں بتاؤں گا۔"

"اور انہوں نے تجھے ہلاک کر دیا تو۔"

"وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔ سن ساندل تو کیا سمجھتا ہے کیا تجھے دیوتاؤں نے میرے پاس نہیں بھیجا۔"

"نہیں.......... میں خود آیا ہوں۔"

"بے وقوف۔ یہ بھی انہی کا حکم تھا کہ تو اب تک ان کی نظروں سے محفوظ رہا۔ اور ان کے ذہن میں تیرا خیال نہیں آیا۔"

"ہو سکتا ہے ایسا ہو۔ مگر اب ہم کیا کریں۔"

"بس تھوڑا سا انتظار کرو.......... اس کے بعد ہمیں یہ جگہ چھوڑ دینی ہو گی۔ کیا بے خبر ہیں۔"

"مطلب۔"

"اس طرف کوئی متوجہ تو نہیں ہے۔"

"نہیں۔"

"تب تو یوں کر، مجھے آزاد کر دے۔ ہم یہاں سے نکل چلتے ہیں۔ پہلے میں نے سوچا تھا کہ میں یہاں انتظار کروں۔ لیکن اب اچانک میں نے فیصلہ بدل دیا ہے۔"

"لیکن ہم یہاں کیسے پوشیدہ رہیں گے۔"

"احمق۔ ہم یہاں پوشیدہ نہیں رہیں گے۔"

"ہیں؟" ساندل حیرت سے بولا۔

"تو مجھے معمولی آدمی سمجھتا ہے۔ میں نے اپنے لئے ایک خانہ خالی رکھا ہے۔ یعنی ایک ایسی جگہ جس کا کسی کو علم نہیں ہے۔ اس سرنگ سے ہم باہر جاسکتے ہیں۔"

"پھر کیا کریں گے۔"

"خود کو پوشیدہ.......... پھر جب چھوٹا پجاری ان کے درمیان نہ آئے گا تو ہم ظاہر ہوں گے اور بستی والوں کو حقیقت بتائیں گے۔"

"آہ۔ ایسی کوئی جگہ ہے۔"

"تو بک بک کئے جا رہا ہے۔ اب مجھے کھول دے۔"

ہنگارہ نے غضبناک لہجے میں کہا اور ساندل اس کی بندشوں پر قوت آزمائی کرنے لگا۔ بمشکل اس نے ہنگارہ کو کھولا تھا۔ ہنگارہ اپنے بدن میں رکے ہوئے خون کو گردش دینے لگا۔ پھر بولا۔ "آ.......... اب دیر نہیں کرنی چاہیے' دیوتا اب بھی ہم پر مہربان ہیں..........!" ساندل خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑا..........؟"

سب سے پہلے وہ اسی چٹان کی آڑ میں سے دوسرے غار میں داخل ہوئے۔ لڑکیاں اب اس غار میں موجود نہیں تھیں بلکہ انہیں بھی وہاں سے نکال کر کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا تھا۔ اور اب تک وہ ثاری ویگا کے قدیم پجاری کی خدمت پر مامور تھیں' چنانچہ یہ غار خالی ملا اور ساندل کو بھی یہی موقع ملا تھا کہ وہ یہاں اپنے آپ کو پوشیدہ کر لے' لیکن یہ بھی بڑی سچائی تھی کہ ہنگارہ جیسا شاطر یہاں ایسے ایسے طریقہ کار اختیار کر چکا تھا کہ دوسروں کے لئے ممکن نہ ہوں' اور پھر تاریکیوں کا فائدہ اٹھا کر وہ بالا خر اس جگہ پہنچ گیا جہاں ایک بڑی چٹان کچھوے کی پشت کی مانند نظر آ رہی تھی اور اس کے نیچے بس اتنا

رخنہ تھا کہ ایک شخص لیٹ کر اندر داخل ہو جائے۔ تو ہنگارہ نے چٹان کے برابر لیٹے ہوئے کہا۔

"ساندل اس رخنے سے اندر سرکنے کے بعد اپنے جسم کو سنبھالنا' تجھے تھوڑا سا نیچے گرنا ہو گا لیکن جگہ بہتر ہے' اس کے بعد آگے جانے کی کوشش کی جائے گی۔"

"لیکن یہ جگہ........."

"کیا یہ تیری بکواس کا وقت ہے' آنا چاہتا ہے تو آ......... ورنہ میں نکل جاؤں گا۔"

ہنگارہ اس رخنے میں رینگ گیا۔ ساندل بھی اب ایک ایسی مشکل کا شکار تھا جس کا کوئی حل اس کے پاس نہیں تھا۔ اسے یقین تھا کہ بالا خر ان پہاڑیوں پر ان تمام لوگوں کی موت واقع ہو جائے گی جو ہنگارہ کا ساتھ دیتے رہے ہیں اور ٹاری ویگا کے آنے والے پجاری کو ساندل نے ہنگارہ کے حکم سے آگھورا کی مملکت میں لڑھکایا تھا۔ یہ بات اور کوئی نہیں خود ہنگارہ ساندل کے بارے میں کہے گا اور مجرم ساندل ہی قرار پائے گا سو اب مجبوری ہے کہ ہنگارہ ہی کا ساتھ دیا جائے اور وہ بھی چٹان کے نیچے رینگ گیا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ پاتال کی گہرائیوں میں گر رہا ہو۔ لیکن ہنگارہ اسے خبردار کر چکا تھا اس لئے اس نے گرنے میں بھی مہارت کا سہارا لیا' چوٹ تو بے شک لگی لیکن کوئی ایسی نہیں کہ ہڈی ہی ٹوٹ جاتی۔ تاریکی میں اس نے محسوس کیا کہ ہنگارہ بھی یہاں موجود ہے۔ ہنگارہ کی سرگوشی سنائی دی۔

"اب اٹھ کھڑا ہوا اور ہاں تجھے تو کچھ نظر نہیں آئے گا لیکن میں جانتا ہوں کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے' ہم محفوظ جگہ پر ہیں۔ ہر خوف کو اپنے دل سے نکال دے۔"

ساندل نے ہنگارہ کا سہارا حاصل کر لیا اور ہنگارہ اسے لے کر چند قدم آگے بڑھا پھر بولا۔

"اب سیڑھیاں شروع ہوتی ہیں' بس میرے بدن سے بدن ملائے اترتا رہ۔ بعض جگہیں خطرناک بھی ہیں۔"

ساندل نے کوئی جواب نہیں دیا' خوف و دہشت کے سائے اس کے دل سے گزر

رہے تھے اور زندگی بچانے کی کوشش اسے مستعد رکھے ہوئے تھی۔ سیڑھیوں کا سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ تاریکی کی وجہ سے خود ہنگارہ بھی اترنے میں احتیاط برت رہا تھا۔ راستے میں کئی جگہ ساندل کو سانپوں کی پھنکار سنائی دی اور اس کے رونگٹے دہشت سے کھڑے ہو گئے۔ اس نے سرگوشی کے لہجے میں کہا۔

"آخر ہم کہاں جا رہے ہیں مقدس ہنگارہ۔"

"پاتال میں۔" ہنگارہ نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"لگ تو یونہی رہا ہے......... مگر یہ پھنکاریں؟"

"سانپوں کی ہیں۔"

"کہیں یوں نہ ہو کہ تاریکی میں کوئی ناگ ہمیں ڈس لے۔"

"ایسا نہیں ہو گا۔ میرا جادو بے اثر ہو گیا ہے لیکن ناگ ہماری جانب رخ نہیں کر سکتے' تو اس جانب سے بے فکر رہ۔"

"کیا ہماری آواز کہیں اور بھی سنی جا سکتی ہے۔" ساندل نے کہا۔ اور ہنگارہ نے قہقہہ لگایا پھر بولا۔

"شاید یہ سرنگ ایڈلیمن ہیوبرٹ سے بھی بہت پہلے تعمیر کی گئی تھی اور شاید ایڈلیمن ہیوبرٹ بھی اس کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ یہ بہت بعد میں' میں نے دریافت کی اور یہ حقیقت ہے کہ جن پجاریوں سے میں نے اس سرنگ کی صفائی کرائی وہ اس سرنگ کو صاف کرنے کے بعد زندہ نہ رہ سکے' لیکن میں نے پوری احتیاط کے ساتھ اس میں سے موت کا وہ خانہ خارج کر دیا' جس کی وجہ سے صفائی کرنے والے پجاری موت کا شکار ہو گئے تھے۔ پھر بارہا میں اس سرنگ سے گزرا اور میں نے اس کا بھرپور جائزہ لیا۔ لیکن یہ نہیں سوچا تھا کبھی میں نے کہ یہ اس طرح میرے کام آئے گی۔"

"مگر یہ کہاں جا کر نکلتی ہے۔"

"ایک دلچسپ بات ہے' آبشار کے دوسری جانب' آبشار سے بننے والی ندی کے نیچے سے گزر کر یہ بھوری پہاڑیوں کی سمت جا نکلتی ہے۔"

"بھوری پہاڑیوں کی سمت..........."

"ہاں........."

"تو کیا ہم اس کی جانب جا رہے ہیں؟"

"ساندل وہ جو کہا جاتا ہے نا کہ کھوٹا سکہ کبھی کبھی اس طرح کام آتا ہے کہ انسان کے تصور میں بھی نہ ہو' تجھے ایک کھوٹا سکہ یاد ہے!"

"میں نہیں جانتا........."

"شانتے کی بات کر رہا ہوں۔"

"اوہو شانتے' ہاں وہ مجھے یاد ہے۔"

"اور وہ جو ایموری سے شادی کر کے بھوری پہاڑیوں میں ہی آباد ہو گیا ہے۔"

"تو پھر.........!"

"شانتے اس وقت ہماری دیکھ بھال کرے گا آخر اسے کس دن کے لئے پالا ہے۔"

"لیکن وہاں جیمی کاف موجود ہے۔"

"جیمی کاف۔" ہنگارہ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"ہاں ہنگارہ' جیمی کاف کو ہم وئیس سے تو لائے تھے۔"

"اور اس نے اپنی قوم کا پورا پورا ساتھ دیا۔ ہنگارہ نے بدستور دانت پیستے ہوئے کہا۔"

"وہ کیسے........"

"تو عقل سے بالکل پیدل ہے کیا۔" جیمی کاف نے جان بوجھ کر ہمیں ان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا جبکہ میں اپنے معمولی سے علم کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں کہ یہ جیمی کاف کی دنیا کے لوگ ہیں اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ ایک چال ہے اور اب ساندل' جیمی کاف ہی اس چال کو بے نقاب کرے گا' یہ میرا عہد ہے۔

ساندل خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا تھا۔ سیڑھیوں کا یہ سلسلہ ختم ہونے ہی کو نہیں آ رہا تھا۔ رفتار بھی بہت سست رکھی تھی اور پھر عبادت کی پہاڑیوں کی بلندیوں سے

نیچے تک کا یہ سفر طے ہوا تو ایک سرنگ کا آغاز ہو گیا جو سیدھی چلی جاتی تھی' اور یہ بھی ایک بھیانک تجربہ تھا ساندل کے لئے' لیکن کم بخت ہنگارہ ان تمام چیزوں سے بے نیاز' بے خوف آگے بڑھ رہا تھا۔

وہ سرنگ میں چلتے رہے اور پھر ساندل کو اپنے جسم پر پانی کی بوندیں ٹپکتی ہوئی محسوس ہوئی' نیچے بھی پانی کی نمی تھی اور پانی ٹخنوں ٹخنوں تک کھڑا ہوا تھا' ساندل کو یاد آگیا کہ ہنگارہ نے کہا تھا کہ یہ سرنگ ندی کے نیچے سے گزرتی ہے جو آبشار سے بنی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہوگا کہ وہ ندی کے نیچے سے گزریں اور اوپر کی چھت بیٹھ جائے' آبشار کا پانی سرنگ میں بھر جائے اور انہیں سانس لینے کا موقع بھی نہ ملے۔

"ساندل کا بدن لرزنے لگا تو ہنگارہ نے کہا۔"

"دہشت زدہ ہے۔"

"ہاں میں ڈر رہا ہوں' یہ پانی.........!"

"یہ پانی آتا بھی ہے اور نکل بھی جاتا ہے یہاں سے' بے فکری سے اپنا یہ سفر جاری رکھ' اور پھر اس کے بعد یہ راستہ بھی طے ہو گیا......... وہ جب سرنگ کے دوسری جانب نکلے تو بستی سے تھوڑے ہی فاصلے پر رہ گئے تھے۔ بھوری پہاڑیوں کی جانب سفر ایک الگ حیثیت رکھتا تھا لیکن بہرحال وہ زیادہ دور نہیں تھیں۔"

"ساندل اور ہنگارہ سوراخ سے باہر آئے اور ساندل کو ہوا میں سانس لینے کا موقع ملا لیکن دونوں ہی نہیں دیکھ سکے تھے کہ تھوڑے فاصلے پر ایک چٹان کی آڑ میں دھوا چٹان کی پشت سے ٹیک لگائے خاموش بیٹھا خلاء میں گھور رہا تھا' اسے اپنا پوتا یاد آ رہا تھا جس سے اسے بے حد محبت تھی اور جس کے سوا اس کا اس دنیا میں اور کوئی نہیں تھا۔ لیکن اس نے دو انسانی ہیولوں کو صاف طریقے سے دیکھ لیا تھا اور پہچان بھی لیا تھا کہ یہ ہنگارہ اور ساندل ہیں۔"

صبح کاذب کا اجالا آہستہ آہستہ فضاء کو اپنی گرفت میں لے رہا تھا' زندگی رواں دواں ہوگئی تھی۔ یوٹ آہستہ آہستہ چلتا ہوا آبادی میں داخل ہوگیا' رات بھر کی مشقت نے اسے خاصا تھکا دیا تھا' لیکن اس بونے کے اندر نجانے کون سی شیطانی قوتیں حلول کر گئی تھیں کہ وہ کسی چیز سے تھکنے کا عادی نہیں تھا اور اس کی قوت ارادی اسے ہمیشہ متحرک رکھتی تھی' لیکن بستی کے پہلے آدمی نے یوٹ کو دیکھا تو اس کے ہاتھوں میں موجود تمام سامان گر پڑا' وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے یوٹ کو دیکھ رہا تھا اور یوٹ جانتا تھا کہ اب اسے کیا کرنا ہے۔ وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگیا' تب وہ شخص سجدہ ریز ہوگیا اور اس نے یوٹ کے قدموں میں سر جھکا کر کہا۔

"آہ.......... مقدس پجاری' ہمارے رہنما' کیا میری آرزو پوری ہوگئی' کیا میری خوش بختی کا وقت آگیا' آہ.......... میں نے تیرا تصور کیا تھا' میں نے دل میں سوچا تھا کہ اگر کبھی مجھے تیرا سامنا کرنے کا موقع ملا اور تو نے التفات کی نگاہ سے مجھے دیکھا تو میں تجھ سے اپنے دل کی بات کہوں گا' آہ.......... میرے مقدس رہنما میری یہ آرزو اس طرح پوری ہو جائے گی۔ میں نے سوچا بھی نا تھا۔"

"اے شخص کھڑا ہو جا۔" یوٹ نے کہا اور وہ کانپتا ہوا کھڑا ہوگیا۔

"تیری آرزو کیا ہے۔"

"مقدس رہنما' میرے پاس زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ کبھی کسی زمانے میں ہم یہاں سے اپنا رزق بخوبی اور با آسانی حاصل کر لیتے تھے لیکن اب نجانے کیا ہوا وہ زمین ناکارہ ہوگئی ہے۔ میں اس میں بیج ڈالتا ہوں' پودے نکلتے ہیں لیکن سوکھ کر مرجھا جاتے ہیں۔ میں نے آرزو کی تھی کہ میں تجھ سے اپنی اس زمین کے لئے دعا کراؤں گا۔"

"کیا نام ہے تیرا.........."

"رفایہ' میرا نام رفایہ ہے مقدس' ایڈلیمن ہیوبرٹ ساویو ویگا۔"

"ٹھیک ہے رفایہ' تیری یہ آرزو پوری ہوگی' میں تم لوگوں کو برکتوں کی دعائیں دے چکا ہوں' اب تو یوں کر کہ میں یہاں موجود ہوں۔ سمایہ کو جانتا ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں' تیرا قدیم خادم جسے ہنگارہ نے معزول کر دیا تھا۔"

"جا..........اور دوڑ کر سمایہ کو یہاں بلا لا.........."

"ہاں.........."

"میں ابھی جاتا ہوں۔" رفایہ نے کہا اور اس طرح بھاگا کہ یوٹ کو ہنسی آگئی' رفایہ کے کمزور بدن میں بجلیاں بھر گئی تھیں اور یوں سوچ رہا تھا۔

"واہ' ایڈلیمن ساویو ویگا' کنگ آف ویگا' تم واقعی بادشاہت کے لئے پیدا ہوئے تھے' لیکن چھوٹے سے قد کا یہ بادشاہ جو اپنی دنیا میں مسخرے بونے کے نام سے مشہور تھا نجانے اس دنیا میں کیا کر رہا تھا' یہ بادشاہت اسے اس طرح مل جائے گی اس نے تو کبھی اس کے خواب بھی نہیں دیکھے تھے' لیکن اب بہتر ہے کہ مجھے یہیں رک کر سمایہ کا انتظار کرنا چاہیے ورنہ آگے بڑھوں گا تو بستی میں ہنگامہ برپا ہو جائے گا اور رفایہ نے واقعی جس برق رفتاری کا مظاہرہ کیا تھا اسے برقرار رکھا' سمایہ پانچ افراد کے ساتھ یہاں پہنچا تھا اور یوٹ دیکھ رہا تھا کہ وہ رفایہ کو دھکے دیتا ہوا لا رہا ہے' گویا رفایہ کی بات پر یقین نہیں کیا گیا تھا اور بھلا یقین کرنے کی گنجائش بھی کہاں تھی۔ سمایہ نے تو سوچا ہوگا کہ رفایہ نے رات کو کوئی خواب دیکھا ہے اور اسی خواب کی دیوانگی کا شکار ہو کر وہ صبح ہی صبح اس کے پاس پہنچ گیا ہے ورنہ عبادت گاہ کی پہاڑیوں پر رہنے والا تنہا زمین پر کیوں اترتا لیکن پھر اس کی

آنکھوں نے حیرت سے مقدس پجاری کو دیکھا جو واقعی منتظر تھا اور سمایہ کے قدم رک گئے‘ اس نے حیرانی سے اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھ کر کہا۔“

”آہ.......... لوگوں دیکھو یہ تو کچھ عجیب ہی سا واقعہ ہے‘ میری آنکھیں دھوکہ نہیں کھا رہی ہیں۔ میں عقیدت میں اس قدر ڈوبا ہوا ہوں کہ ایک تصور کو حقیقت تو نہیں سمجھ بیٹھا‘ لیکن کسی نے کوئی جواب نہیں دیا‘ سب ہی حیرت کی نگاہوں سے چھوٹے قد کے پجاری کو دیکھ رہے تھے جو ان لوگوں کی جانب متوجہ تھا تب سمایہ کانپتا ہوا یوٹ کے پاس پہنچ گیا۔“

”عظیم رہنما یہ کیا تیرا ایک حکم بستی کے ہر شخص کو تیرے قدموں تک پہنچ سکتا تھا لیکن بلندیوں سے پستیوں تک تیری آمد کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔“

”اور میں نے سوچا کہ جو کام کرنے میں تجھے ایک وقت درکار ہوگا سمایہ میں تجھے اس کی ہدایت وقت سے کچھ پہلے کیوں نا کردوں‘ کیا تو نے ان لوگوں کو منتخب کرلیا جو میرا ساتھ دینے کے لئے عبادت کی پہاڑیوں پر میرے ساتھ چلیں گے۔“

”کون ہے جو اس کا خواہشمند نہیں ہے‘ لیکن ایسے بہت سے افراد کا میں انتخاب کر چکا ہوں اور میری خود بھی یہ آرزو تھی کہ اس کام میں زیادہ وقت ضائع نہ ہو‘ اصل میں تجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں عظیم رہنما۔“

”ہاں کہو کیا بات ہے۔“ یوٹ نے جلدی بازی مناسب نہیں سمجھی تھی۔

”وہ شخص جس کا نام ہنگارہ ہے درحقیقت نا تو صاحب علم ہے اور نا ہی وہ قوت علم رکھتا ہی‘ ہاں اس کے پاس شیطانی قوتوں کی کمی نہیں ہے اور وہ شیطان کا ہم عصر ہے‘ مجھے یہ خوف تھا کہ کہیں وہ کوئی ایسا عمل نہ کرے جو ٹاری ویگا کے لئے عذاب بن جائے اور تیری محبت ہم سے ختم ہو جائے‘ عظیم رہنما وہ ایک چالاک شاطر ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔“

”تو ٹھیک کہتا ہے۔ مجھے بھی اس کا اندازہ ہوا‘ تو پھر یوں کر کہ اپنے تمام ساتھیوں کو لے آ اور میرے ساتھ چل کر وہاں کا نظام سنبھال کہ اب مجھے تیری ضرورت ہے۔“

”میں ابھی سب کو جمع کرتا ہوں‘ اور پھر وہ سب کچھ ہوگیا جو یوٹ نے چاہا تھا‘ سمایہ تقریباً ساٹھ افراد کو لیکر یوٹ کے پاس آگیا تھا اور اس کے بعد یوٹ ان کے ہمراہ عبادت کی پہاڑیوں کی جانب چل پڑا۔“

عرشی سردار خان کے چہرے پر پہلی بار الجھن کے آثار پا رہی تھی اور محسوس کر رہی تھی کہ وہ خاصا پریشان ہے اور یہ پریشانی دیکھ کر عرشی کو اچانک ہی احساس ہوا کہ اس کے اندر جو محبتیں پل رہی ہیں ان کی شدت کیا ہے اور سردار خان اب اس کی زندگی کی گہرائیوں میں اس قدر اتر چکا ہے کہ جب کبھی اس سلسلے میں کوئی فیصلہ ہو تو اس کے لئے بے پناہ مشکلات کھڑی ہو جائیں' یعنی سرہدایت اللہ اگر سردار خان کو اس حیثیت سے قبول کرنے سے انکار کر دیں تو شاید عرشی کے لئے دنیا کی سب سے بڑی مشکل کھڑی ہو جائے اور وہ یہ فیصلہ نا کر پائے کہ باپ کی عزت کو زیادہ اہمیت دے سکتی ہے یا نادر شاہ کی محبت کو' اور جب وہ برداشت نہ کر سکی تو نادر شاہ کے پاس پہنچ گئی۔ "عموماً" تو ایسا ہی ہوا ہے کہ کسی بھی مسئلے میں تم نے مجھے اپنی مشکل سے لاعلم نہیں رکھا ہے' کیا اس وقت کوئی ایسی ہی اہم بات ہے جس کے لئے تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھے بتانا ضروری نہیں ہے؟' نادر شاہ کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔"

"کیا یہ ممکن ہے عرشی۔"

"تو پھر تم تنہا پریشان کیوں ہو رہے ہو؟"

"میں پریشان تو ہوں عرشی اس بات سے انکار نہیں کروں گا' اب تک انتہائی مشکل حالات میں مجھے کبھی کوئی الجھن نہیں محسوس ہوئی اور میں نے بڑی خوش اسلوبی سے سب

کچھ کیا ہے لیکن وقت کی ڈور کچھ الجھ گئی ہے عرشی۔"

"یوٹ کی ناموجودگی سے۔"

"ہاں......... اصل میں گومی سیانا محدود عقل کی اور کسی قدر مختلف انداز کی عورت ہے' ہمیں اپنی یہ حیثیت برقرار رکھنے کے لئے یوٹ جیسے شاطر بونے کی ضرورت تھی لیکن آہ......... کمبخت ہنگارہ نے یوٹ کو ہمارے درمیان نا رہنے دیا' میں نہیں سمجھتا کہ اب اس کے بعد ہمارے لئے کون کون سی مشکلات کھڑی ہو جائیں گی اور پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ بونا اپنا ایک انفرادی مقام رکھتا تھا اور شاید اگر اس کی زندگی کو کوئی خطرہ پیش آگیا ہے اور اب وہ ہمارے درمیان نہیں ہے تو میں طویل عرصے تک اس کی شخصیت کو فراموش نہیں کر سکوں گا؟"

"مشکل میرے لئے اب یہ ہے کہ ان لوگوں نے مجھ پر بھروسہ کیا ہوا ہے اور میں نے ان کی لیڈر شپ قبول کی ہوئی ہے تو مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے۔"

"کیا ہماری زندگیوں کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"وہ تو یہاں آنے کے بعد ہر لمحہ ہمارے ساتھ ساتھ سفر کرتا رہا ہے۔"

"نہیں میں اب کی بات کر رہی ہوں۔"

"ہو بھی سکتا ہے لیکن کم از کم ایک فیصلہ مجھے کرنا ہی پڑ گیا جو یقینی طور پر میرے قانون فطرت کے خلاف ہے۔"

"کیا.........."

"ہنگارہ کو زندگی دینا مشکل ہے' اگر یوٹ کے بارے میں کچھ وقت میں کوئی فیصلہ نا ہو سکا تو سب سے پہلا کام تو مجھے یہی کرنا ہے کہ ہنگارہ کو زندگی سے محروم کر دوں' چونکہ وہ اگر قائم رہا تو یقینی طور پر ہمارے خلاف کوئی موثر کارروائی بھی کر سکتا ہے اور یہاں سے عدم واقفیت کی بناء پر میں اس کارروائی کی مدافعت نہیں کر سکوں گا۔"

عرشی کے چہرے پر بھی فکر مندی کے آثار پھیل گئے' اس نے آہستہ سے کہا۔

"میں سمجھ رہی ہوں لیکن ایک بات بتاؤ نادر شاہ........."

"ہاں کہو..........."

"کیوں نا ہم یہاں سے نکل چلیں' ہمارا اصل سفر تو نیل کنٹھ کی جانب تھا۔ جیمس پیرے نے ایک نئی چیز کا آغاز کر دیا اور اب اگر یہ ہمارے لئے ممکن نہیں ہے تو ہمارا یہاں رہنا کیا ضروری ہے۔" نادر شاہ نے پر خیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا

"ساری باتیں اپنی جگہ لیکن عرشی کیا اس کے لئے دوسرے تمام لوگ تیار ہو جا گے۔"

"سب تمہاری باتیں مانتے ہیں' میرے خیال میں انہیں تیار ہو جانا چاہیے۔"

"مجھے مشکل نظر آتا ہے۔"

"پھر بھی انتظار کرلو تھوڑا سا اور اس کے بعد یہ تجویز ان کے۔ عرشی بولتے بو رک گئی۔ ان کی نظریں سامنے کی طرف اٹھ گئی تھیں۔"

ایموری کام کرتے کرتے رک گئی۔ اس نے ان دونوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا اور پہچان لیا۔ یہ ہنگارہ اور ساندل تھے۔

ایموری کا ماتھا ٹھنکا۔ ان کا دوبارہ اس طرف آنا کیا معنی رکھتا تھا۔ جیمی کاف نے ایموری کو اپنے راز میں شریک نہیں کیا تھا لیکن ایموری ان کی باتیں سن چکی تھی۔ عبادت گاہ کی پہاڑیوں سے واپس آکر' رات کو جیمی کاف نے اینا سے کہا تھا۔

"اینا۔ ایموری کہاں ہے۔"

"خواب گاہ میں.......... کیوں.......... اس سے کوئی کام ہے تمہیں؟"

"نہیں۔ میں جاننا چاہتا ہوں۔ ابھی میں نے اسے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔"

"کہاں جاتے ہوئے۔"

"کہیں اور نہیں۔ اس طرف سے گزرنے کی بات کر رہا ہوں۔" جیمی کاف بولا۔

"تمہاری بات ہی میری سمجھ میں نہیں آئی۔ آخر ایموری کے بارے میں تمہیں تجسس کیوں ہے۔"

"اوہ۔ تم بھی جھکی ہو گئی ہو۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ آس پاس تو نہیں ہے۔"

"نہیں.......... کیوں..........؟ ماں کو معلوم نہیں تھا کہ ایموری قریب موجود ہے۔

ایموری یہ الفاظ سن کر دبک گئی۔ اسے حیرت ہوئی کہ آخر ایسی کونسی بات ہے جسے ا
محبت کرنے والا باپ اس سے چھپانا چاہتا ہے۔"

"تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"اور ان باتوں کو ایموری سے چھپانا ہے۔"

"ہاں؟"

"اب تو میں بھی حیران رہ گئی ہوں' میرے خیال میں تو تم اس سے بہت م
کرتے ہو۔"

"اس کے سوا اب اس دنیا میں ہمارا ہے ہی کون۔ لیکن کبھی کبھی زندگی میں ا
عجیب منزل آجاتی ہے۔ ایموری شانتے کی بیوی ہے اور شانتے سے محبت کرتی ہے ا
شانتے ہنگارہ کا غلام ہے۔"

"تو پھر........"

"میں نہیں چاہتا کہ جو بات میں تم سے کرنا چاہتا ہوں وہ ایموری کے ذریعہ شا
کو معلوم ہو۔"

"آخر ایسی کیا بات ہے۔"

"تم نے کچھ محسوس نہیں کیا۔"

"کیا۔"

"ہنگارہ ہمیں عبادت کی پہاڑیوں پر لے گیا تھا۔"

"ہاں۔"

"ان انوکھی کھوپڑیوں کا راز معلوم کرنے۔"

"میں جانتی ہوں۔"

"تم نے ان کھوپڑیوں کے بارے میں کوئی اندازہ لگایا۔"

"یہ جادو نگری کبھی میری سمجھ میں آئی ہے.........اینا کاف نے الجھ کر کہا۔

"ہنگارہ کا خیال تھا کہ وہ ہماری دنیا کے لوگ ہیں۔ اور میں انہیں ضرور شناخت

کرلوں گا۔"

"تو پھر........"

"اور وہ مجھ سے شناخت نہیں ہو سکے تھے۔"

"جانتی ہوں۔"

"حقیقت کچھ اور تھی۔"

"کیا........" اینا حیرت سے بولی۔

"یہ جدید دنیا کے مہم جو ہی ہیں۔ جنہیں میں نے پہچان لیا ہے۔"

"کیا........؟" اب اینا حیران رہ گئی۔

"ہاں اینا........" کچھ دیر بعد وہ بولا۔ جو نہ جانے کیا ارادے لے کر یہاں آئے ہیں۔

"مگر وہ عظیم کھوپڑیاں۔"

"کھوپڑیاں نہیں ہیں اینا۔"

"پھر........"

"کینوس کے غلاف۔ جو گاڑیوں پر چڑھائے ہوئے ہیں۔ وہ ہیڈ لائٹس جلا کر اور انکے انجن اسٹارٹ کرکے انہیں خوفزدہ کر رہے ہیں۔ ڈیزل کے دھوئیں کی بو میرے لئے اجنبی نہیں ہے۔ میں ابھی اس دنیا کو بھولا نہیں ہوں۔"

"لیکن تم نے کاف........"

"ہاں۔ میں نے ہنگارہ سے لاعلمی کا اظہار کیا۔"

"کیوں؟"

"یہ سوال کرنے کی ضرورت ہے۔"

"مطلب........"

"وہ میرے اپنے ہیں۔ میری دنیا کے لوگ ہیں۔"

"اوہ۔ تم انہیں بچانا چاہتے ہو۔"

"سو فیصدی۔" جیمی کاف نے کہا اور اینا سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے وہ کیا جو اس وقت ایموری کے ذہن میں ابھرا تھا۔

"لیکن.........کیا وہ ٹاری ویگا کو نقصان پہنچائیں گے۔"

"ممکن ہے۔"

"آہ.........کیا شونتے بھی ان کا شکار ہو جائے گا۔"

"شونتے ایک غیر متعلق آدمی ہے۔ پھر ہم اس کے تحفظ کے لئے موجود ہیں۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔ وہ ہماری بیٹی کا محبوب ہے۔ اس کا شوہر ہے۔ ہم اس کا نقصا کس طرح چاہیں گے۔"

"بالکل نہیں.........اینا کبھی کبھی میرے دل میں ایک آرزو پیدا ہوتی ہے اور م دل تڑپنے لگتا ہے۔"

"کیسی آرزو۔"

"آہ.........کسی طرح.........کسی مہم جو کے ساتھ.........میرا ایمرے بھی یہا آجائے.........آہ کاش.........!"

ایموری وہاں سے ہٹ گئی۔ اس نے سب کچھ سن لیا تھا۔ اسے تشویش ہوئی تھ لیکن یہ جان کر کہ شونتے کو ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ مطمئن ہوگئی تھی۔ حالان شونتے مکمل قابل اعتبار تھا۔ بیشک وہ ہنگارہ کا غلام تھا۔ لیکن اب وہ ایموری کا شوہر ا اس کے بچے کا باپ تھا۔ اور ایموری جانتی تھی کہ شونتے اب سب سے زیادہ اسے ا اپنے بچے کو چاہتا ہے۔ اس کے باوجود اس نے اپنے باپ کا واقعہ شونتے کو نہیں بتایا تھا۔

لیکن اس وقت ہنگارہ اور ساندل کو آتے دیکھ کر نہ جانے کیوں وہ خوف زدہ ہوگ تھی۔ ان دونوں نے بھی اسے دیکھ لیا۔ ایک لمحے کے لئے ٹھٹکے۔ پھر آگے بڑھ کر اس ک قریب پہنچ گئے۔

"تیرا نام ایموری ہے۔"

"ہاں۔ مقدس پجاری۔" ایموری نے چالاکی سے کہا۔

"تو مجھے مقدس پجاری مانتی ہے۔" ہنگارہ بولا۔

"کیونکہ تو ہے۔"

"اور تیرا باپ۔"

"وہ بھی۔"

"افسوس.........وہ تیری طرح نہیں ہے۔"

"کیوں مقدس پجاری؟"

"اس لئے کہ تو ہم میں سے ہے.........وہ نہیں۔"

"ایسا نہیں ہے مقدس پجاری۔"

"ایسا ہے لڑکی۔"

"میں نہیں سمجھتی۔" اس سے کیا غلطی ہوئی ہے۔

"اس نے اپنی قوم کا ساتھ دیا ہے.........خیر تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ شونتے کہاں ہے۔"

"وہ اس وقت موجود نہیں ہے۔"

"اور وہ روکون.........یعنی تیری ماں.........اور جیمی کاف۔"

"وہ اندر موجود ہیں؟"

"ہوں' آؤ۔" ہنگارہ نے ساندل کو اشارہ کرکے کہا اور وہ دونوں اس غار کی جانب بڑھ گئے جہاں مفرور جیمی کاف اور اینا کاف موجود تھے۔ ایموری کا دل ہول کر رہ گیا۔ اسے اس کے ارادے اچھے نہیں محسوس ہوئے تھے اس کا دماغ چکرا کر رہ گیا۔ ماں باپ پر برا وقت پڑ رہا تھا۔ یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ ہنگارہ ان کے ساتھ کوئی بدسلوکی کرنا چاہتا ہے۔ اسے اس عالم میں کیا کرنا چاہیے۔ شونتے موجود ہوتا تو کچھ کیا جاسکتا تھا اور کچھ نہ سہی تو شونتے اپنی غلامی کا حوالہ دے کر ان دونوں کو باز رکھ سکتا تھا۔ لیکن اس وقت کوئی صورت سمجھ میں نہیں آرہی تھی' پھر بھی وہ ان کا تعاقب کرتی ہوئی اندر تک پہنچ گئی۔ ہنگارہ نے اسے نظرانداز کر دیا تھا۔ اندر جانے کے بعد ہنگارہ نے اینا کاف اور جیمی کاف کو

تلاش کرلیا۔ وہ دونوں بھی حیران ہوئے تھے‘ جیمی کاف تو ایک معذور انسان تھا لیکن اینا کاف نے مقامی روایات کے مطابق ہنگارہ کو تعظیم دی اور ہنگارہ شیطانی انداز میں مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔

"اور میں یہ بات تسلیم کرنے میں عار نہیں محسوس کرتا کہ اس دنیا کے لوگ جہاں سے تم آئے ہو بہت شاطر اور چالاک ہیں اور صحیح معنوں میں کسی کو بے وقوف بنانا جانتے ہیں اور اس وقت بھی میری تعظیم دی اور ہنگارہ شیطانی انداز میں مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔

"تیری تعظیم تو ہم پر واجب ہے ہنگارہ۔" اینا کاف نے کہا۔

"اور مجھے بے وقوف بنا کر جھوٹ بولنا بھی۔" ہنگارہ کا لہجہ غضبناک ہوگیا۔

"آہ کہیں تو کسی غلط فہمی کا شکار تو نہیں ہوگیا ہنگارہ۔" جیمی کاف نے تشویشناک لہجے میں کہا۔

"بے وقوف اور لنگڑے بوڑھے تیرا کیا خیال ہے‘ ذہانت تم ہی لوگوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی ہے؟"

"نہیں مقدس پجاری تو بہت سی صفات کا مالک ہے‘ بھلا تیری ذہانت کے سامنے ہماری ذہانت کیا معنی رکھتی ہے۔"

"لیکن تو نے مجھے بے وقوف بنایا اور خوب بنایا۔ میں اس کا اعتراف کرتا ہوں۔"

"نہیں یہ تیری غلط فہمی ہے اور ایسا نہیں ہے۔ بھلا میں یہ جرات کیسے کر سکتا ہوں اور کم از کم مجھے یہ تو بتا کہ تیرے ذہن میں یہ خیال کیوں پیدا ہوا.........."

"وہ مقدس کھوپڑیاں جو آگ روشن کرتی ہیں اور دھواں اگلتی ہیں کیا ان کا تعلق تیری دنیا سے نہیں.........."

"نہیں عظیم ہنگارہ‘ ہماری دنیا میں جادو کا یہ انداز نہیں ہوتا۔ یا پھر مجھے اس سے واقفیت نہیں۔"

"بکواس کرتا ہے‘ تو‘ ساندل اس بوڑھے کو رسیوں سے باندھ کر زمین پر ڈال دے‘ یہ شاطر ہمیں احمق بنا رہا ہے۔"

"نہیں نہیں مقدس پجاری۔ بھلا اسے رسیوں سے باندھنے کی کیا ضرورت ہے‘ وہ ویسے ہی اپنے پیروں سے نہیں چل سکتا‘ ہم پر رحم کر۔ ہم تو تیرے خدمت گاروں میں ہیں۔"

"نہیں ہو تم میرے خدمت گزاروں میں سے۔" ہنگارہ نے اینا کاف کو گھورتے ہوئے کہا۔

"ہم سے کوئی غلطی ہوگئی ہے تو ہمیں اس کے لئے معاف کر دے اور ضرور ہمیں بتادے کہ ہماری وہ غلطی کیا ہے‘ آہ جس بات کو ہم سمجھ ہی نہ پائیں اس کی تردید یا تائید کیسے کریں۔"

"تم نے جھوٹ بولا‘ وہ تمہاری ہی دنیا کے لوگ ہیں اور ٹاری ویگا میں آکر انہوں نے جو شاطرانہ چالیں چلی ہیں‘ دیوتاؤں کی قسم میں ان تمام چالوں کو ناکام بنا دوں گا اور بہت جلد تم یہ دیکھنا کہ ٹاری ویگا کے رہنے والے ان کے خون کے پیاسے ہو جائیں گے اور انہیں نیست و نابود کر دیں گے۔"

"وہ بے شک ایسا کریں‘ لیکن ہمارا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔ ہم تو ویسے بھی اپنی دنیا سے عرصہ دراز سے دور ہیں اور انہیں بھول چکے ہیں۔ ہمارے اوپر یہ الزام نہ لگا۔" جیمی کاف نے مظلوم لہجے میں کہا۔

"چالاک لنگڑے۔ اب میں تیری لچھے دار باتوں پر یقین نہیں کروں گا۔ تجھے اس غداری کی سزا ملے گی اور ویسے بھی یہ جگہ اب مجھے درکار ہے۔ کم از کم اس وقت تک کے لئے جب تک میں حالات پر قابو نہ پالوں۔"

"ہم تیری خدمت کریں گے ہنگارہ۔" اینا کاف نے روتے ہوئے کہا۔

"کیا واقعی..........؟" ہنگارہ مکاری سے بولا۔

"ہاں۔ تو ہم پر حکمرانی کر.........."

"تو اے عورت.......... جلدی سے مجھے رسی لا کر دے۔ تاکہ میں اس غدار کو جکڑ سکوں۔"

"ہم پر رحم کر ہنگارہ۔"

"ساندل۔ یہ کام تو کر..........!" ہنگارہ نے کہا اور ساندل نے ایک رسی تلاش کرلی۔ اب ایموری سے برداشت نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ کانپتی ہوئی اندر داخل ہوگئی۔

"رک جا ساندل..........رک جا ہنگارہ..........ایسا نہ کر۔" اس نے کانپتے ہوئے کہا۔

"اپنا کام کر لڑکی۔ پجاری کی بات میں دخل نہ دے۔ کیا تجھے اپنی زندگی عزیز نہیں ہے۔ کیا تو چاہتی ہے کہ تیرا بچہ تجھ سے جدا ہو جائے!؟"

"میرے ماں باپ کے ساتھ یہ سلوک نہ کر..........! ورنہ اچھا نہ ہوگا..........!" ایموری غرا کر بولی۔ اس کا چہرہ شدت جوش سے تمتمانے لگا تھا۔

"ایں.........." ہنگارہ نے اسے دیکھا۔ دیکھتا رہا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "ساندل۔"

"ہاں مقدس ہنگارا۔"

"تو ہماری اس بے وقوفی کو دیکھ رہا ہے۔"

"کونسی بے وقوفی.........."

"اسے دیکھ۔ آہ یہ تو بہت حسین ہے۔ کیا اسے نظرانداز کرکے تم نے بے وقوفی نہیں کی۔ دیکھ اس کا کانپتا ہوا چہرہ دیکھ۔ اس پر غور کر..........کیا اسے خانقاہ کی داسی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ آخر ہم نے یہ حماقت کیوں کی اور شاید اس لئے کہ اسے یہاں ہماری دلجوئی کے لئے موجود ہونا چاہیے تھا۔ ہم یہاں جب تک قیام کریں گے۔ ہمارا دل کون بہلائے گا۔ اب تو یوں کر کہ اسے بھی باندھ دے۔ بھلا شونتے کی کیا مجال کہ وہ ہمارے کاموں میں مداخلت کرے۔"

ساندل نے گردن جھکالی۔ ایک لمحے سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "ایک ہی رسی ملی ہے ہنگارہ۔"

"تو پھر پہلے لڑکی کو باندھ دے۔ یہ لنگڑا بوڑھا کہاں جائے گا۔" ہنگارہ نے شیطانیت

سے کہا۔

"میں کچھ اور ہی سوچ رہا ہوں ہنگارہ۔"

"ایں کیا..........؟"

"اس رسی کا صحیح استعمال.........." ساندل نے کہا اور ایک زوردار لات ہنگارہ کے پیٹ پر ماری ہنگارہ شدت تکلیف سے دوہرا ہوگیا تو ساندل نے دوسری لات اس کے منہ پر مار کر اسے نیچے گرا دیا۔ پھر ایموری سے بولا۔ "لڑکی میری مدد کر.......... میں اس بدبخت سے تنگ آگیا ہوں۔ خود کچھ کرتا نہیں ہے۔ مجھے نچائے نچائے پھر رہا ہے' اس سے بہتر ہے کہ اس سے نجات حاصل کرلی جائے۔

ایموری نے دوڑ کر ساندل کا ساتھ دیا تھا۔ وہ لوگ ہنگارہ کو کس کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ دروازے میں شونتے نظر آیا۔

شونتے کو یہ منظر بے حد تعجب خیز محسوس ہوا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ
سب جانے پہچانے لوگ تھے۔ لیکن وہ جو کچھ کر رہے تھے وہ ناقابل یقین تھا۔
کچھ لمحے تو اس کی آواز ہی نہ نکل سکی۔ پھر اس نے ایک قدم آگے بڑھ کر
سے کہا۔ "یہ.......... یہ سب کیا ہے۔"

"تیرے لئے ہم میں سے کون معتبر شخصیت رکھتا ہے شونتے' جسے بھی معتبر
ہوا اس سے اس بارے میں سوال کر۔ تاکہ پورے یقین کے ساتھ تو اس بات کو
سکے۔" جیمی کاف نے کہا۔

"ایموری کے باپ' میں نے تو ہمیشہ تجھے اپنے لئے ایک محترم بزرگ سمجھا ہے
تجھ پر مکمل یقین کیا ہے' پھر یہ سوال تیرے ذہن میں کیوں آتا ہے کہ معتبر شخصیت
نہیں ہے' میں تو سب سے زیادہ تجھے معتبر سمجھتا ہوں اور تیرا احترام کرتا ہوں۔ لیکن
کچھ میری نگاہیں دیکھ رہی ہیں وہ میری سمجھ میں نہیں آرہا اور میں اسے سمجھنا
ہوں۔"

"یہ ہنگارہ ہے۔" جیمی کاف نے نفرت بھری نگاہوں سے ہنگارہ کو دیکھتے ہوئے
جو رسیوں میں جکڑا ہوا پڑا تھا اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے ایک ایک کی صورت دیکھ رہا
"ہاں یہ ہنگارہ ہے.........."

"اوہ بے وقوف شونتے' بجائے اس کے کہ تو آگے بڑھ کر میرے ہاتھ اور پیروں کی رسیاں کھولے' شیطانوں کو ان کی جرات کی سزا دے' تو سوال و جواب میں پھنسا ہوا ہے' کیا تو میری غلامی سے انکار کرتا ہے' اے بدبخت' کیا تو میری قوتوں کو نہیں جانتا' یہ لمحوں کا کھیل ہے' چند ہی لمحوں کے بعد میں اپنی پراسرار قوتوں کو آواز دے کر جو کچھ تم لوگوں کے ساتھ کروں گا تم اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔" سانڈل ایک قدم آگے بڑھ کر بولا۔

"اور اگر میں تجھ سے متفق ہوتا ہنگارہ تو تیری بات کی بے شک تصدیق کرتا۔ لیکن تو یہ الفاظ میرے سامنے کہہ رہا ہے' میرے سامنے جو تیری حقیقت کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔ لوگوں یہ ہنگارہ ایک غاصب اور شاطر ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس نے اپنی زندگی میں صرف شاطرانہ چالیں چلی ہیں یہ نہ جادوگر ہے اور نہ دیوتاؤں کا منظور نظر' یہ فریبی اوباش آدمی ہے اور اس نے عبادت گاہ کو عیاشی کا اڈہ بنا رکھا تھا۔ آہ میں تمہیں بتاؤں وہ لڑکیاں جو معبد کے نام پر لائی جاتی تھیں اس کی ہوس کی بھینٹ چڑھتی تھیں اور اس نے ایسے ایسے بدکاری کے کام کئے ہیں کہ اب جب کہ میں سوچتا ہوں تو خود کو اس کے برابر کا مجرم سمجھتا ہوں اور میرے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ جب اسے سزا ملنی چاہیے تو میرے لئے بھی سزا ضروری ہے۔ ہم درحقیقت مجرم ہیں' شونتے خبردار اس کی باتوں میں نہ آنا' اپنی بیوی ایموری سے پوچھ کہ اس نے آنے کے بعد کیا کچھ کیا تھا۔"

شونتے کی آنکھیں حیرت سے پھٹی جارہی تھیں اس نے کہا۔

"ایموری یہ لوگ تو اپنی اپنی کہانیاں سنا رہے ہیں تو مجھے بتا.......... کیا ہے یہ سب کچھ.........."

ایموری نے آگے بڑھ کر شوہر کے چوڑے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"شونتے یہ.......... یہ.......... بدکار پجاری چھپتا چھپاتا یہاں آیا ہے اور ہمارے ہاں پناہ لینا چاہتا ہے۔ اصل میں اس کی مکاری کی چالیں ختم ہوگئی ہیں۔ یہاں آکر وہ میری ماں کو اور میرے باپ کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ دوسری دنیا کے لوگ ہیں اور

دوسری دنیا کے لوگوں نے اسے نقصان پہنچایا ہے جس کا بدلہ یہ میری ماں' میرے باپ
اس کے بعد مجھ سے لے رہا تھا' آہ یہ کہہ رہا تھا کہ میں کس قدر حسین ہوں اور اب ت
اس نے مجھے اپنی غلام لڑکیوں میں کیوں شامل نہیں کیا۔ یہ بدبخت کہہ رہا تھا کہ اب یہ
یہ مجھے اپنی عورت بنائے گا اور یہ بھی کہہ رہا تھا کہ شونتے کی کیا مجال جو وہ اس کی راہ
مزاحم ہوسکے' وہ تو شکر ہے کہ اس شخص نے جس کا نام ساندل ہے اس کے منصوبے
ناکام بنا دیا۔ ورنہ یہ حقیقت ہے شونتے کہ یہ.........یہ.........ایموری کی آنکھیں
آنسوؤں میں ڈوب گئیں اور شونتے کی آنکھوں میں خون کی سرخی ابھر آئی۔"

"میں نے زندگی بھر تیری غلامی کی ہے ہنگارہ۔" شونتے نے غرا کر کہا۔

"اور اب بھی تجھے میری غلامی کرنی چاہیے۔"

"ان باتوں کو سننے کے بعد.........."

"ہاں.........ان باتوں کو سننے کے بعد.........."

"کیوں.........؟"

"اس لئے کہ میں مقدس پجاری ہوں' میں ثاری ویگا کا سب سے بڑا انسان ہوں"

"کیا اب بھی.........!"

"یہ تو لمحوں کی بات ہے' کچھ وقت کے بعد تو دیکھے گا کہ ثاری ویگا کے لوگ ا
لوگوں کو پتھروں سے کچل کچل کر مار ڈالیں گے۔ یہ سب مکار لوگ ہیں اور دوسری د
سے آئے ہیں۔ شونتے ہم یہاں کے لوگ ہیں اور ہمیں اپنے طور پر یہیں رہنا ہے۔"

"میری بیوی کی خوبصورتی کا تذکرہ کرکے اور اسے اپنی غلامی میں شامل کرکے
شونتے نے کہا۔"

"اے بے وقوف کیا تو یہ نہیں سمجھتا کہ مقدس پجاری کی خدمت میں جو لڑکیاں
رہتی ہیں ان کا مقام کتنا بلند ہوتا ہے اور مقام کی یہ بلندی اگر تجھ تک منتقل ہو جائے تو
کیا چیز ہوگا.........اگر تو ہنگارہ کا منظور نظر بن جائے تو کیا تو یہ نہیں سمجھتا کہ ثاری ویگا
لوگ تیری پوجا کریں گے۔ ساندل نے قہقہہ لگا کر کہا۔"

"یہ پاگل ہوگیا ہے' یہ بالکل پاگل ہوگیا ہے میں تجھے بتاؤں اس نے کیا کیا ہے
شونتے.........!"

"ہاں تو مجھے بتا.........."

"مقدس ایڈیلمن ساویو ویگا دوبارہ جنم پاکر ہمارے درمیان آیا تو اس نے اس کے
خلاف سازشیں شروع کردیں۔ لیکن اگر وہ واقعی دیوتاؤں کا بھیجا ہوا ہے تو بھلا اسے کیا
نقصان پہنچتا ہے' حالانکہ اس نے اسے مقدس گدھ کی رہائش گاہ میں دھکیل دیا ہے اور وہ
بھی دھوکے سے۔ چنانچہ اب یہ دیکھنا ہے کہ مقدس ساویو ویگا دوبارہ واپس آتا ہے یا
نہیں' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ واپس آجائے گا کیونکہ وہ دیوتاؤں کا منظور نظر ہے۔ اس
نے یہ سازش کی اور اسے گرفتار کرلیا گیا۔ پھر اسے قید کردیا گیا۔ لیکن اس بدبخت کو میں
نے اس قید سے رہائی دلائی اور اس نے تمہاری جانب رخ کیا۔ پھر یہ یہاں آیا اور اس نے
یہاں آنے کے بعد جیمی کاف کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ اس کا کہنا ہے کہ جیمی کاف کی دنیا
کے لوگ یہاں آئے ہیں اور جیمی کاف نے اس سے غداری کی ہے حالانکہ جیمی کاف اس
بات کو تسلیم نہیں کرتا اور یہ حقیقت بھی ہے' وہ بے چارہ لنگڑا بھلا اس سلسلے میں کیا
سازش کرسکتا ہے لیکن یہ شخص نہ مانا اور اس نے تیری بیوی کو دیکھ کر یہی کہا کہ ایموری
اب اس کی تحویل میں رہے گی اور تو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ لیکن مجھ سے یہ سب کچھ
برداشت نہیں ہوا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وقت بدل گیا ہے اور یہ شاطر شخص اب اپنی
مکارانہ چالوں سے کوئی کامیابی نہیں حاصل کرسکتا' چنانچہ شونتے میں نے اسے کس کر
باندھ دیا۔ حالانکہ یہ رسی اس نے ان لوگوں کو باندھنے کے لئے مجھے دی تھی۔"

شونتے ہنگارہ کو دیکھنے لگا۔ ہنگارہ پھر بولا۔

"اور اب تیرے دل میں یقیناً" میرے لئے محبت جاگ گئی ہوگی شونتے کیونکہ میں
.........میں تیرا مالک ہوں اور میں نے ہی تجھے یہاں بھیجا تھا اور اس کے بعد میں نے تجھے
اس کا موقع دیا کہ تو اس لنگڑے کی بیٹی سے شادی کرلے۔ ہاں اگر میں چاہتا تو اپنے دور
اقتدار میں تجھے اس کام سے روک کر ایموری کو اپنے پاس بلوا سکتا تھا۔ لیکن میں نے

ایموری تجھے دے دی اور اب اگر میں نے یہ الفاظ کہہ دیئے تو کون سا برا کیا۔ سمجھ
نا تو..........!"

"اب تو سمجھ ہی رہا ہوں ہنگارہ۔ اب تو شاید میں بہت کچھ سمجھ ہی رہا ہو
واقعی جھوٹا پجاری ہے' پجاریوں کے دل میں تقدس ہوتا ہے اور تیرے دل میں
بھرا ہوا ہے' اب جو کچھ میں نے تیرے بارے میں سنا ہے کیا اس کے بعد میں تیری
کر سکتا ہوں؟"

"ایں.........." ہنگارہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہاں ہنگارہ جب وقت ختم ہوتا ہے تو اسی طرح ختم ہوتا ہے۔ تیری برائیوں
بھر گیا ہے اور اب.........."

"گویا تو بھی گیا.........؟" ہنگارہ نے مایوسی سے کہا۔

"تیری بدکاریاں اتنی ہی شدید تھیں ہنگارہ کہ اب تیرا ساتھ کوئی نہیں دے گا

"میں اپنی قوتوں کو آواز دوں گا اور اس کے بعد تم دیکھنا کیا ہو گا۔"

"تو پھر آواز دو تاکہ ہم یہیں سے دیکھ لیں اور اگر تو نے آواز دے لی تو اس
بعد ہم تیری پوجا دوبارہ شروع کر دیں گے۔"

"تم کیا سمجھتے ہو کہ اس وقت میں تمہیں اپنا پجاری تسلیم کر لوں گا۔"

"نہ کرنا۔"

"یہ واقعی پاگل ہو گیا ہے۔ یہ اب بھی یہ سمجھ رہا ہے کہ اسے وہ قوتیں
حاصل ہو جائیں گی اور مقدس ساویو ویگا کو اس کے ہاتھوں نقصان پہنچ جائے گا' لیکن
نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہو گا۔" ساندل نے کہا۔

"او بدکار.......... او کمینے..........او غدار تو دیکھنا تو ضرور دیکھنا' ایسا ہی ہو گا۔
اور یہ بھی سن لے تو غدار کہ تیرے جسم سے کیڑے نکلیں گے اور..........اور.....

ہنگارہ خاموش ہو گیا۔ شدت غیض سے اس کی زبان بند ہو گئی تھی۔ شونتے نے کہا۔

"اس کا سب سے بڑا جرم یہی ہے کہ اس نے میری بیوی کو غلط نگاہوں سے د

جبکہ وہ میرے بچے کی ماں بھی ہے اور ایک شریف زادی بھی۔ اس کی سزا کے طور پر میں اس کی زبان بھی کاٹ سکتا ہوں اور آنکھیں بھی نکال سکتا ہوں' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام میرا نہیں ہے۔"

"تو پھر تو کیا چاہتا ہے شونتے۔" ساندل نے سوال کیا۔

"تم کہتے ہو کہ اس نے مقدس ساویو ویگا کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔"

"ہاں.........."

"تو پھر ہمارے لئے بہتر طریقہ یہی ہے کہ اس غدار کو جو وہاں سے فرار ہوا ہے ان لوگوں کے حوالے کر دیا جائے' وہ خود اس سے نمٹ لیں گے۔"

"ارے کیا بکتے ہو کیا بکتے ہو' وہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔" ہنگارہ نے کہا۔

"ہم لوگ اگر تجھے ماریں گے ہنگارہ تو ہمارے دل میں ایک گناہ کا احساس رہے گا' تجھے انہی لوگوں کے ہاتھوں قتل ہونا چاہیے جن کا تو اصل مجرم ہے۔" شونتے نے کہا۔

اب وہ کلی طور پر ہنگارہ سے باغی ہو گیا تھا۔

"قہر نازل ہو گا تم پر۔ دیوتاؤں کا قہر نازل ہو گا اس طرح مرو گے کہ سوچ بھی نہیں سکتے۔" ہنگارہ بڑبڑاتا ہوا بولا۔

"اس وقت تو تجھ پر دیوتاؤں کا قہر نازل ہو رہا ہے اور تو واقعی اسی قابل ہے ہنگارہ بالکل اسی قابل ہے تو۔" شونتے نے جواب دیا' پھر بولا۔

"تو پھر ساندل یوں کرتے ہیں کہ اس بدبخت کو باندھ کر عبادت گاہ کی پہاڑیوں پر لے چلتے ہیں' مقدس پجاری کے ہم نشینوں کے لئے یہ ایک بہترین تحفہ ہو گا۔"

"ٹھیک ہے ہو سکتا ہے' اس طرح وہ مجھے بھی معاف کر دیں۔" ساندل نے کہا۔

"ضرور معاف کریں گے تجھے ضرور معاف کر دیں گے' ارے مجھ سے زیادہ تیری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ میں انہیں بتادوں گا کہ میں تو قید میں تھا یہ بدبخت خود مجھے نکال کر لے گیا تھا..........اور یہ بھی بتادوں گا میں انہیں کہ اسی نے ساویو ویگا کو غاروں میں دھکیلنے کا منصوبہ مجھے بتایا تھا اور اس نے انتظامات کئے تھے۔"

"اس کے باوجود میں تجھے نہیں چھوڑوں گا ہنگارہ' اگر میری تقدیر میں تیرے ساتھ آسمانوں کی جانب جانا لکھا ہے تو ٹھیک ہے وہاں چل کر ہم دونوں فیصلہ کرلیں گے۔" ساندل نے جواب دیا۔

جیمی کاف کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے پھر اس نے کہا۔

"شونتے کیا تو اسے لے کر عبادت گاہ کی پہاڑیوں کی جانب جائے گا۔"

"ہاں۔ مجھے ایسا ہی کرنا ہے۔"

"تو کیا تو مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاسکتا ہے' میرا بہت دل چاہ رہا ہے' نجانے کیوں میرے دل کو ایک عجیب سا احساس ہو رہا ہے' شونتے کیا تو یہ مہربانی مجھ پر کرے گا۔"

"مہربانی کی کیا بات ہے۔ میں تمہیں ساتھ لے جانے کے لئے تیار ہوں۔"

"تو پھر یوں کرتے ہیں کہ ایک تابوت بناتے ہیں ایسا جس پر اسے باندھ لیا جائے اور ہم لوگ اسے لے کر وہاں چلیں گے۔"

"ارے ارے تمہارا ستیاناس ہو۔ تم.........تم کتے کی موت مارے جاؤ' سرکنڈوں کی بلائیں تمہیں اپنی گرفت میں لے کر اس طرح بھینچیں کہ تمہاری زبانیں باہر نکل آئیں۔"

ہنگارہ انہیں کوستا رہا لیکن انہوں نے ایک نہیں سنی۔ لمبے لمبے بانسوں کا ایک اسٹریچر جیسا بنایا گیا۔ اس پر ہنگارہ کو لٹایا گیا اور پھر بانسوں کے دوسرے شونتے نے اپنے شانوں پر رکھے دوسرے' دوسرے ساندل نے اپنے شانوں پر اور اس طرح انہوں نے ہنگارہ کا جنازہ اٹھالیا اور اس کے بعد جیمی کاف' اینا کاف اور ایموری اپنے بچے کو لے کر چل پڑے......... اور بڑا ہی دلچسپ اور عجیب قافلہ تھا' یہ جو عبادت گاہ کی پہاڑیوں کی جانب جارہا تھا۔

وہ سب حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نیچے دیکھ رہے تھے' اور انہوں نے ان کے درمیان یوٹ کو باآسانی دیکھ لیا تھا' سارے کے سارے وہیں آکر جمع ہوگئے تھے' یوٹ بڑی شان کے ساتھ ان کے ہمراہ اوپر آرہا تھا اور وہ مقدس پجاری کے حق میں نعرے لگا رہے تھے' عرشی نے حیران نگاہوں سے نادر شاہ کو دیکھ کر کہا۔

"خدا کی قسم وہ یوٹ ہی ہے........."۔

"نادر شاہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' اس نے کہا۔ حیرت کی بات ہے عرشی........."

"کیا........."

"یہ شخص یہاں آکر ہمارے لئے کس قدر اہمیت حاصل کرگیا ہے' ویسے میں تمہیں یقین دلاؤں کہ میں نے جب اسے دیکھا تھا تو مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے یہ انتہائی پُراسرار قوتوں کا مالک ہے۔"

"حالانکہ وہ ہے نہیں۔" عرشی نے کہا اور نادر شاہ ہنس دیا۔

"نہیں عرشی ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔"

"کیوں........."

"اس لئے کہ جو کچھ وہ ظاہر ہوا ہے وہ بڑا حیرتناک ہے' یہ تو طے ہے کہ وہ ثاری

ویگا کے پجاری کا بیٹا ہے' مگر میں تو کہہ رہا ہوں کہ ہمیں اس سے کتنا فائدہ ہوا ہے۔"

"نادر شاہ ایک بات کہوں میں؟؟"

"ضرور کہو جان من.........."

"ارے ارے یعنی تم اس ماحول میں بھی پٹڑی سے اتر سکتے ہو.........." عرشی نے کہا۔

"اصل میں مجھے پٹڑی پسند ہی نہیں ہے۔"

"بات بھلا دی مجھے.........."

"سوری سوری۔ کیا کہہ رہی تھیں تم.........."

"یقین کرو اب یاد نہیں رہا۔"

"ہماری صورت ہی ایسی ہے۔"

وہ یوٹ کا انتظار کرتے رہے' باقی لوگ بھی حیرانی سے یوٹ کو دیکھ رہے تھے۔ یوٹ آہستہ آہستہ اوپر آگیا اور پھر اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر گردن خم کرتے ہوئے کہا۔

"ساویو ویگا حاضر ہے معزز دوستو' اب ذرا ٹھہرو میں اپنے عقیدت مندوں کو تسلی دے لوں جنہوں نے اس وقت میرا بڑا ساتھ دیا ہے۔"

یوٹ ان لوگوں کی طرف مڑا اور اس نے کہا۔ "ناری ویگا کے لوگو' بہت جلد میں تمہارے لئے بہت سی ایسی باتوں کا اعلان کروں گا جو تمہیں ترقی اور خوشحالی سے دو چار کریں گی۔ اپنے اپنے کام آرام سے کرو اور سنو اب میں تمہیں یہ بتادوں کہ یہ جشن اور تمام کام ختم کرو' میں تمہارے درمیان آگیا ہوں اور اب یہ سوچوں گا کہ تمہیں خوشحالی اور ترقی کی جانب کیسے گامزن کیا جائے بہرحال تمہاری ترقی کا دور شروع ہوگیا ہے اور اب تک تمہارے ساتھ جو کچھ کیا گیا ہے اب وہ نہیں ہوگا۔ اب تم بہتر وقت میں بہتر زندگی گزارو گے۔"

وہ سب واپس چلے گئے تو یوٹ ان لوگوں کے ساتھ آگے بڑھا اور اس نے سرگوشی کے انداز میں نادر شاہ سے کہا۔

"سردار خان باقی ساری باتیں بعد میں ہوں گی پہلے مجھے ایک بات بتاؤ۔"

"ہاں.......... کیا بات ہے یوٹ..........؟"

"وہ ہنگارہ کہاں ہے۔"

"ہنگارہ کو قیدی بنالیا گیا ہے۔"

"واہ یہ کام تم نے سب سے بہتر کیا.......... کیا وہ مناسب طریقے سے تمہارا قیدی ہے۔"

"شاید۔" سردار خان نے جواب دیا۔

"بس تو اب آؤ میں تمہیں اپنی داستان غم سنتا ہوں' ویسے میں شدید بھوکا ہوں' کیا اس سے پہلے مجھے کھانے کے لئے کچھ دے دیا جائے گا۔"

"کیوں نہیں.........."

وہ سب کے سب یوٹ کا چہرہ دیکھ کر متجسس تھے اور یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ یوٹ کہاں غائب ہوگیا تھا اور اس پر کیا گزری۔ لیکن بہرحال یوٹ کو کھانے پینے کا موقع بھی دینا چاہیے تھا' چنانچہ انہوں نے اس کے لئے کھانا مہیا کیا۔ سب کو کسی قدر اطمینان ہوگیا تھا' وہ جو پریشانی انہیں لاحق ہوگئی تھی اور وہ یہ سوچنے لگے تھے کہ اب صورت حال میں کچھ خرابی پیدا ہو جائے گی وہ اب دور ہوگئی تھی۔

یوٹ کی واپسی ان لوگوں کے لئے بڑی خوشگوار تھی' کھانے پینے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد یوٹ نے ان تمام لوگوں کو ایک غار میں جمع کیا اور اس کے بعد وہ اپنی داستان سنانے لگا۔

"تو ہوا یوں دوستو کہ وہ کم بخت ہنگارہ آستین کا سانپ نکلا' میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آستین میں سانپ کیسے گھس جاتے ہیں۔ لیکن یہ تو صرف محاورہ ہے اور ظاہر ہے اس دنیا کا محاورہ ہے جہاں میں نے زندگی گزاری ہے' چنانچہ میں اسی محاورے کو استعمال کرنے کا حق رکھتا ہوں۔ تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ وہ آستین کا سانپ بظاہر ہمارا پجاری بنا ہوا تھا اور ہمارے عقیدت گزاروں میں شامل تھا' لیکن درپردہ اس کے دل میں میرے لئے کینہ

پرورش پا رہا تھا اور اس کم بخت نے کیا ہی خوب طریقے سے یہ کینہ نکالا۔ یعنی وہ
جہاں میں کھڑا ہوا تھا نیچے سے خالی تھی اور کوئی ایسی کل موجود تھی اس کے پاس جس
وہ پتھر اپنی جگہ چھوڑ دے جس پر میں کھڑا ہوا تھا۔ سو ایسا ہی ہوا' اور دھوکا بھی بڑے
بڑا انسان کھا جاتا ہے' سو میں دھوکا کھا گیا اور اس کے بعد کیا ہی مزا دار سفر
وہ......... بالکل یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہم کسی عظیم الشان پارک میں اس جگہ
پھسل رہے ہوں جو بچوں کے کھیلنے کے لئے ہوتی ہے اور میں بھی یہ سوچ رہا تھا کہ ج
میں زمین کی گہرائیوں تک پہنچوں گا تو میری ہڈیاں پاش پاش ہو جائیں گی' لیکن ایسا نہ ہو
ہاں جس جگہ میں پہنچا تھا' اس کے خوفناک ماحول کا تم لوگ اندازہ نہیں کر سکتے
وہاں لمبے لمبے کالے ناگ تھے' لاشوں کے انبار' انسانی ڈھانچے جو بس اٹھ کر بھاگنے کی آ
میں تھے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ہی ان لوگوں کا مقدس گدھ جس کے نام سے
مشہور ہیں......... اور میں ایک عجیب بات بتاتا ہوں۔ ویسے سنا یہی گیا ہے کہ گدھ کی ع
ہزاروں سال ہوتی ہے لیکن شاید وہ گدھ اپنی جسامت اور اپنی مکروہ صورت کے سا
لاکھوں سال کا تھا......... آہ یقین کرو اس وقت بھی اس کے تصور سے میری جان نکل ر
ہے۔ لیکن بہرحال وہاں میری مدد کی گئی اور جانتے ہو میرا مددگار کون تھا۔"

"نہیں........."

"میری وہ اولاد جس کا ابھی دنیا میں کوئی وجود نہیں ہے........."

"کیا........."

"ہاں......... عورت کے بطن سے اولاد تولد ہوتی ہے لیکن میرے وجود سے ایک
اتنا بڑا وجود باہر نکلا کہ اگر کسی عورت کے بطن سے تولد ہو جاتا تو وہ ایک ہزار ایک
اکتیس بار مرجاتی۔ لیکن وہ مجھ سے ذہین تھا اور اس نے مجھے وہ روشنی دکھائی جس
بالآخر مجھے فتح مندی سے ہمکنار کیا......... آہ شاید تم لوگ مجھے جھوٹا سمجھو لیکن یہ حقیقت
ہے کہ میرے رہنما نے مجھے ہر وہ ترکیب بتائی جس سے میں نے بہرحال وہاں کے ماحول
قابو پایا اور اس کے بعد وہاں سے نکل آیا اور نکلنے کے بعد یہاں تک پہنچا۔ یہ سارا

نہیں ہنگارہ کی تھیں اور وہ یہی چاہتا تھا کہ مجھے جھوٹا پجاری ثابت کر کے اپنا اقتدار
بارہ حاصل کرے۔ اور تم لوگ یہ جانتے ہو کہ اگر اسے دوبارہ اقتدار حاصل ہو جاتا تو
سے پہلے وہ تم لوگوں کو قتل کرتا.........

لیکن بہرحال میں یہ کہتا کہ میرا احسان مانو لیکن مجھے داد دو' میری ذہانت کی اور یہ کہو
کہ ساویو ویگا کنگ آف ویگا ایک زبردست عقل کا مالک ہے۔"

"وہ سب لوگ یوٹ کی روداد سن کر حیران تھے۔ سردار خان یا نادر شاہ نے سخت
لہجے میں کہا۔"

"اور اس کے بعد اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ ہم ہنگارہ کو معاف کر دیں اور
کیا یہ بہتر نہیں ہو گا جناب ہدایت خان صاحب کہ پہلے ہم اس کا قصہ ختم کر دیں۔ آپ کو
یہ بات ذرا عجیب محسوس ہو گی کیونکہ ویسے دوران جنگ اگر کوئی کسی کے ہاتھوں قتل ہو
جائے تو اسے تو جان بچانے کی ایک کوشش کہا جا سکتا ہے لیکن میں جان بوجھ کر ایک شخص
کو قتل کرنا چاہتا ہوں' کیونکہ مجھے اندازہ ہے کہ اس اجنبی جگہ ہمارے پاس بڑے وسائل
نہیں ہیں اور کسی بھی وقت ان سیاہ فاموں کا دماغ گھوم سکتا ہے تو اس سے پہلے کہ ہنگارہ
کسی اور سازش میں کامیاب ہو جائے کیوں نہ ہم اس کا خاتمہ کر دیں........."

کنور مہتاب علی' لارک اینجلو اور ریٹا ہاروے نے کہا۔ "ہم تم سے اتفاق کرتے ہیں
سردار خان واقعی اسے گولی مار دینا چاہیے۔"

"تو میرا خیال ہے پہلے یہی کام کر لیا جائے........."

"اور اگر پستول اس وقت میرے ہاتھ میں ہو تو کیا خیال ہے۔" ماسٹر یوٹ نے کہا۔

"یہ سب سے اچھی بات ہے' کیونکہ وہ سب سے زیادہ تمہارا ہی مجرم ہے۔"

اس بات پر اتفاق رائے ہو گیا۔ باقی لوگوں نے ان کے ساتھ جانا مناسب نہیں سمجھا
تھا کیونکہ بہرحال ایک شخص کی زندگی اور موت کا معاملہ تھا۔ لیکن یوٹ اور سردار خان
خود ہی آگے بڑھ گئے' عرشی بھی ساتھ تھی۔ سر ہدایت اللہ نے ذرا عجیب سی نگاہوں سے
بیٹی کو دیکھا لیکن اس وقت عرشی ان لوگوں کے ساتھ جانا چاہتی تھی اور اس نے اس سلسلے

میں سرہدایت اللہ کی طرف دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی، کچھ دور چلنے کے بعد کہا۔

"میں دیکھنا چاہتی ہوں اس بدبخت کو.........."

"ہاں ہاں ضرور دیکھو۔ لیکن کیا تم کسی شخص کو میرے ہاتھوں قتل ہوتے دیکھ سکو گی۔"

"ارے کیا سمجھا ہے تم نے مجھے اور اب تک تو جیسے تم انسانوں کی زندگی حفاظت ہی کرتے رہے ہو۔"

"کم از کم تمہاری زندگی کی.........."

"ٹھیک ہے، میں جانتی ہوں تم پولیس آفیسر ہو اور نجانے کتنے تمہارے ہاتھوں ویسے ہی قتل ہو چکے ہوں گے؟"

"کیا تم اسے قتل کہو گی.........."

"نہیں کہوں گی بابا نہیں کہوں گی، اب چلو تو سہی یا راستے ہی میں سارے معا طے کر لو گے۔" عرشی نے مسکراتے ہوئے کہا.........اور اس کے بعد وہ اس غار میں گئے جہاں باقاعدہ پہرہ لگا ہوا تھا اور لوگ مستعد تھے اس حقیقت سے بے خبر کہ جس کے لئے وہ پہرہ دے رہے ہیں اس کا یہاں کوئی وجود نہیں ہے۔

اور یہی ہوا.........غار میں داخل ہو کر سردار خان کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ پوٹ نے معنی خیز انداز میں آنکھیں نچائیں اور عرشی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"ارے وہ کہاں گیا۔" عرشی کے منہ سے نکلا۔

سردار خان جبڑے بھینچے خاموش کھڑا ہوا تھا، تھوڑی سی کاوش کے بعد انہوں نے جگہ تلاش کر لی جہاں سے وہ فرار ہوا تھا اور اس کے بعد نجانے کہاں کہاں ہوتے ہوئے بالآخر ان سب کے سامنے پہنچ گئے، سردار خان کا چہرہ لٹکا ہوا تھا، اور باقی لوگ اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

"کیوں کیا ہوا.........؟" کنور مہتاب علی نے پوچھا۔

"وہ نکل گیا.........."

"دیکھا.........."

"ہاں.........."

"مگر کیسے.........."

"بس وہی بات.........."

"یعنی.........."

"یہاں ناواقفیت.........."

"اوہ.........لیکن وہ کہاں گیا.........؟"

"یقینی طور پر اب وہ یہاں اس عبادت گاہ میں نہیں ہو گا۔"

"بہرحال وہ خطرناک آدمی ہے اس کا نکل جانا ہمارے لئے بہت زیادہ خطرے کا ث بن سکتا ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں اور اب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ہم سے بہت بڑی غلطی ئی ہے اور اگر اسی قسم کی غلطی ہم دہراتے رہے تو یقینی طور پر یہاں ہمارے وجود کو ید خطرہ لاحق ہو جائے گا۔" سردار خان نے کہا۔

"ظاہر ہے یہ بات کسی ایک شخص کے شانوں پر نہیں تھوپی جا سکتی.........سب پر ا کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔"

"مگر اب کیا کرنا چاہیے؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا.........."

"اوہ میرے خدا اس کا نکل جانا خطرناک ہوا۔"

"میرا خیال ہے ہمیں اس سلسلے میں ایک جامع میٹنگ کرنی چاہیے اور اس سلسلے ا آخری فیصلہ کرنا چاہیے کہ ہمارے اقدامات کیا ہوں۔ یہاں بہت سا کھیل ہو گیا ہے بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم ان حالات پر قابو پا سکتے ہیں لیکن اب اگر اسی قسم غلطیاں کرتے رہے تو بالآخر یہ کارڈ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"ان لوگوں کے چہرے گہری سوچ میں ڈوب گئے تھے' اس میں کوئی شک
کہ ٹاری ویگا میں آکر انہیں خلاف توقع اب تک زبردست کامیابیاں حاصل ہوئی
اس کے مختلف عوامل تھے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں تھا کہ ان تمام ع
تشکیل نادر شاہ کے ہاتھوں ہوئی تھی اور ہر شخص اس بات کو تسلیم کرتا تھا۔ بہ
ایک الگ بات تھی کہ کس نے کیا کیا۔ اس وقت جو صورت حال پیش آگئی تھی ا
بارے میں غور کرنا ضروری تھا' لیکن یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ تقدیر ان لوگوں کا
ساتھ دے رہی تھی۔ آنے والے حیرت انگیز لوگ تھے اور ان کے پاس جو حیرت ا
تھی وہ سب کے لئے باعث مسرت بھی تھی اور باعث حیرت بھی' یہ مقامی ہی لو
سوائے ان تین افراد کے جو یہاں کے باشندے نہیں معلوم ہوتے تھے' یعنی جیمی کا
کاف اور ان کی بیٹی ایموری یا پھر وہ معصوم ننھا سا بچہ جس کی شخصیت کی ابھی
نہیں ہوئی تھی۔ جس چیز کو وہ لائے تھے اسے دیکھ کر نادر شاہ خوشی سے اچھل پڑا۔

"واہ ہنگارہ' عظیم ہنگارہ' مقدس پجاری۔"

ہنگارہ بے بسی کی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا' یوٹ ابھی عقب میں تھا اور ا
سے کسی نے یوٹ کو نہیں دیکھا تھا۔ ہنگارہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے انہیں دیکھتا رہا اور
نے کہا۔

"سب جھوٹے ہو' سب جھوٹے ہو اور اس کا جو نتیجہ نکلے گا' وقت ہی
بتائے گا' دیکھ لینا تم دیکھ لینا' وقت تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے؟"

"اس وقت تو مقدس ہنگارہ' وقت نے تمہارے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے۔"

"اور ٹاری ویگا والے' یہ تمام اندھے' یہ ایک دن اپنی غلطیوں پر پچھتائیں
کہاں گیا تمہارا مقدس پجاری' کہاں گیا وہ دیوتاؤں کا بھیجا ہوا' بتاؤ مجھے' دکھاؤ مجھے'
ہوں جو تم لوگوں کی ناؤ پار لگا سکتا ہوں۔ ٹاری ویگا والوں کے ساتھ بدترین سازش ہ
ہے اور یہ سازش باہر کی دنیا سے آنے والے کر رہے ہیں' ارے دیکھو' انہیں
انہیں پہچانو' یہ سب غیر لوگ ہیں جو تمہیں بے وقوف بنا رہے ہیں' اگر نہیں بتا

ہن ساویو ویگا کہاں ہے؟"

"میں موجود ہوں ہنگارہ' مقدس گدھ نے مجھے اپنے پروں پر بٹھا کر اوپر پہنچا دیا ہے
نے مجھ سے کہا تھا کہ ہنگارہ نے جو کچھ کیا ہے وہ اسے اس کی سزا دے گا اور تو
لے ہنگارہ تیرے پجاری تجھے پکڑ کر واپس لے آئے اور میں تیرے سامنے موجود
"

"آہ اب تو یوں لگ رہا ہے جیسے تو واقعی سچ ہے' جیسے تو تو سچ مچ ایڈلیمن ساویو ویگا
ے ورنہ ورنہ تیری واپسی' تیری واپسی کیا معنی رکھتی ہے۔" نادر شاہ نے سرگوشی میں
ہتاب علی سے کہا۔

"کنور صاحب' میرا خیال ہے وہ بدنما فرض ہمیں سرانجام دے لینا چاہیے جو
ور مجھے پسند نہیں ہے' لیکن ہماری مجبوری ہے۔ کنور مہتاب علی نے گردن ہلا دی
۔ پھر نادر شاہ کے اشارے پر ہنگارہ کو ایک بار پھر اسی غار میں پہنچا دیا گیا' جہاں اسے قید
کیا گیا تھا۔ نادر شاہ ان کے پیچھے پیچھے چلا گیا تھا باقی تمام افراد یہاں موجود تھے اور اپنے
ے طور پر گفتگو کر رہے تھے۔ پھر ایمرے بھی اس طرف آگیا' وہ ذرا فاصلے پر تھا اور ایلما
کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ پھر اچانک ہی اس نے ایک درد بھری چیخ سنی تھی' کسی نے
کہا تھا۔"

"آہ نہیں' آہ نہیں' آرزوئیں اتنی جلدی پوری نہیں ہوتیں' تقدیریں اتنی جلدی
نہیں بدل جاتیں' دعائیں اس طرح تو پوری نہیں ہوتیں' یہ فریب ہے' دھوکہ ہے' میں
کیسے مان لوں' نہیں مشکل ہے مشکل ہے۔" وہ لنگڑا شخص جو ان لوگوں کے ساتھ آیا تھا
درد بھری آواز میں کہہ رہا تھا اور اس کی پھٹی پھٹی نگاہیں ایمرے کو دیکھ رہی تھیں' یہ جیمی
کاف تھا' اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی' اس نے اینا کی طرف رخ کر کے کہا۔

"اینا' کیا صرف میری ہی نگاہیں دھوکہ دے رہی ہیں یا تجھے بھی یہ نظر آرہا ہے'
دیکھ اسے دیکھ' کیا یہ ہمارے ایمرے کا ہمشکل نہیں ہے' دیکھ اینا اسے دیکھ۔" اور عمر
رسیدہ عورت آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایمرے کو دیکھنے لگی۔ ادھر ایمرے کے پورے بدن میں

بجلی کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ اس کے اعضاء ایک لمحے کے لئے ساکت ہوگئے تھے' وہ پھٹی نگاہوں سے جیمی کاف کو دیکھ رہا تھا اور اب باقی لوگ بھی حیران رہ گئے تھے' تب جی کاف بیساکھی ٹیکتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے درد بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا تو کسی کاف ایمرے کو جانتا ہے نوجوان' اگر نہیں جانتا تو مجھے صرف اتنا بتادے کہ تو نے اس کی شکل کہاں سے پائی؟ وہ میرا بیٹا تھا' میرا بچہ تھا وہ' مجھ سے گم ہوگیا' کچھ گیا' کوئی لے گیا اسے یہاں سے اور میں اس کی یاد میں آج تک تڑپتا ہوں۔"

ایمرے کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی اور وہ ڈیڈی کہہ کر اس شخص سے لپٹ گیا' ایک نئی ہی کہانی شروع ہوگئی تھی جو کسی کی توقع کے مطابق نہیں تھی۔ ایمرے نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں کاف ایمرے ہوں۔ میں تیرا بیٹا ہوں۔ جیمی کاف ہے نا تیرا نام' اور یہ میری ماں اینا کاف ہے' آہ میں تمہارا بیٹا ہوں' میرے ماں باپ میں تمہارا بیٹا ہوں۔" وہ درد بھرے انداز میں کہہ رہا تھا اور سب لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔ ایمرے کی کہانی کسی حد تک ان میں سے سبھی کو معلوم تھی' دور سے گومی سیانا کی آواز سنائی دی' اس نے ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"اور وقت کی کہانیاں یونہی تو ہوتی ہیں' ستارے ان کہانیوں کو تحریر کرتے ہیں اور دیکھنے والی آنکھ ستاروں کی تحریر پڑھ لیتی ہے' لیکن وہ جوان کا مزاج جانتے ہیں' کیا دلچسپ بات ہے بچھڑے ہوئے ملے ہیں' بچھڑے ہوئے ملے ہیں' خوشیوں کا دور ہے خوشیوں کا دور ہے۔" وہ اپنی جگہ بیٹھی بڑبڑاتی رہی' اس کی نگاہیں ان کی جانب اٹھی تک نہیں تھیں۔ بہرحال کاف ایمرے اور جیمی کاف بری طرح لپٹے ہوئے تھے اور تمام خوشیوں کا اظہار کر رہے تھے' ایلما برانٹ بھی ایمرے کے پیچھے آکھڑی ہوئی تھی' اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ تب کنور مہتاب علی نے کاف ایمرے سے کہا۔

"میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں مسٹر کاف ایمرے کہ آپ کو آپ کے ماں باپ مل گئے' اور آپ لوگوں کو بھی میری طرف سے مبارک باد مسٹر جیمی کاف۔ بہرحال وقت

ہانیاں سناتا ہے' آپ لوگ کہاں تھے' اپنے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گے۔"

ی کاف انہیں اپنی کہانی سنانے لگا اور اس کہانی میں نادر شاہ اس وقت شامل ہوا ب کہانی گزر چکی تھی اور نادر شاہ کو عرشی نے یہ تمام تفصیل بتائی۔ نادر شاہ بھی خوشی کا اظہار کرنے لگا۔ اس نے کہا۔

"یہ حسین لمحات ہمیں اس بات کا احساس دلاتے ہیں کہ آنے والے وقت میں انداز کامیابیاں حاصل ہوں گی۔" کنور مہتاب علی نے سرگوشی کے انداز میں نادر پوچھا۔

"اور ہنگارہ؟"

"اب ایک غار اس کا مسکن ہے' ہم نے اسے ہلاک کرکے گہرائیوں میں پھینک دیا کنور مہتاب علی نے عجیب سی نگاہوں سے نادر شاہ کو دیکھا تھا اور یہ سوچنے لگا تھا کہ ہ سب کچھ کر سکتا ہے جو ایک خطرناک مہم جو کے لئے آسان ہو۔

بہرحال اس وقت کاف ایمرے اور جیمی کاف کا معاملہ تھا' ساندل نے ساری ائی تھی اور جو کچھ اس نے کیا تھا وہ ایسا تھا کہ اس کی ساری خطائیں معاف کر یں' ایموری اور اس کا بچہ بھی لوگوں کی توجہ کا باعث بنے ہوئے تھے اور شونتے ے دونوں ہاتھ باندھے عقب میں کھڑا ہوا تھا۔ بہرحال اس ملاپ کا تاثر ان سب میں تھا اور بے پناہ خوشی محسوس کر رہے تھے۔ ریٹا ہاروے نے اس موقع پر یز پیش کی۔

"میرا خیال ہے ان لوگوں کو ایک مناسب جگہ پہنچا دیا جائے' میں سمجھ رہی ہوں یہ ویشن کیسی سنسنی خیز کیفیت کی حامل ہے' ان لوگوں کے سینے شدت سرور سے ہوں گے اور یہ اپنے جذبات کا اظہار سب کے سامنے اس انداز میں نہیں کر جس طرح تنہائی میں یہ ایک دوسرے کے مونس و غم خوار ہوں گے' اپنی اپنی رائیں گے' کیوں نہ انہیں اس کا پورا پورا موقع دیا جائے۔"

"میں تم سے اتفاق کرتا ہوں ریٹا ہاروے۔" سرہدایت اللہ نے کہا اور پھر ان سب

کو ایک بہترین جگہ پہنچا دیا گیا۔ یوٹ کو البتہ ساتھ ہی رکھا گیا تھا۔ حالانکہ یوٹ کے
سے پتہ چلتا تھا جیسے وہ بھی اس سارے کی خوشی میں ان کے ساتھ شریک ہونا چاہتا ہے"
کنور مہتاب علی نے کہا۔

"یوٹ تمہارا ہمارے ساتھ رہنا بہتر ہے' کیونکہ ابھی یہاں کے انتظامی امور ہ
لئے اہمیت کے حامل ہیں۔"

"نہیں ماسٹر ویسے بھی میرا ان لوگوں سے کوئی گہرا رشتہ نہیں ہے اس لئے میرا
کے سروں پر مسلط رہنا مناسب نہیں ہو گا' ہاں شونتے اگر ساتھ رہے تو کوئی ہرج نہیں
کیونکہ اب وہ اس خاندان کا ایک فرد ہے۔"

بہرحال ان تمام لوگوں کو یکجا کر کے تنہائی دے دی گئی اور اس کے بعد یہ سب
ہو گئے' یوٹ اپنی کہانی سنا ہی چکا تھا اور یہ پتہ چل گیا تھا کہ ہنگارہ نے آخری کوشش کر
ہے' وہ تو بس یوٹ کی شخصیت ایسی تھی کہ ایک بار پھر وہ زندہ ان کے سامنے نظر
تھا۔ کنور مہتاب علی نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"یہ ساری سنسنی خیز کہانی عجیب ہنگامی نوعیت کی حامل ہے اور ہدایت اللہ
اس کے بعد کیا ہمارے اندر کسی اور مہم میں شامل ہونے کی سکت رہے گی؟"

"میں تو کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوں' لیکن ابھی سے ہم اپنی یہ ہمت توڑنے کی
کر کے اپنے آپ کو ختم کر لیں گے' ہماری مہم کا آغاز تو ابھی تک ہوا ہی نہیں ہے
ٹاری ویگا ہے' جہاں ہم اتفاقات کے ہاتھوں کھیلتے ہوئے پہنچے ہیں اور یہ بھی خوش قسمتی
کہ ہمیں یہاں یہ حیثیت حاصل ہو گئی' ورنہ ہنگارہ کی شخصیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم
بھی کسی کمزوری کا مظاہرہ کرتے تو اس وقت ہم ان کے قیدی ہوتے اور ہماری موت
سامان ہو رہا ہوتا۔" ریٹا ہاروے کی مسکراتی نگاہیں نادر شاہ کی جانب اٹھ گئیں۔ اس
کہا۔

"میرا دل چاہتا ہے کہ دنیا کی وہ سب سے قیمتی شے جس کا ایک خوبصورت ہار
جا سکے مجھے حاصل ہو جائے' اور میں اس کا ہار پرو کر سردار خان کے گلے میں ڈال دوں

شخص شاید زندگی کی آخری سانس تک میرے ذہن سے فراموش نہیں ہو سکے گا۔
اگر غور کیا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک مکمل داستان ہے' ایک ایسی شخصیت
جس کے بارے میں صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا سحر بڑے بڑے قبیلوں پر بھاری ہے'
کیا اس بات کو نظرانداز کر دیا جائے گا کہ ٹارویگا میں ہمیں جو حیثیت حاصل ہوئی ہے وہ
اس شخص کی ذہانت کی مرہون منت ہے۔"

"کبھی نہیں' اور اگر ہم ساری عمر اس شخص کو خراج عقیدت پیش کرتے رہیں تو
بھی اس میں کمی محسوس ہو گی۔"

"میں شرمندہ ہو رہا ہوں۔" نادر شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں دوست تم اس قابل ہو۔"

"اگر مجھے اس قابل سمجھا جاتا ہے تو یقینی طور پر اگر میں کوئی فرمائش کروں تو اسے
تسلیم کر لیا جائے گا۔" نادر شاہ بولا۔

"دل و جان سے۔"

"تو پھر میں چاہتا ہوں کہ آج کے بعد میری یہ ستائش ختم ہو جانی چاہیے اور اس
وقت ہمارے درمیان اس اہم میٹنگ کا آغاز ہو جائے جو ہم آگے کے معاملات کے لئے
منعقد کرنا چاہتے تھے۔"

"مناسب موقع ہے' یوٹ بھی ہے اور ہمیں تمام مسائل طے کرنے میں آسانی
ہو گی' یوٹ تم کوئی تجویز پیش کر سکتے ہو؟"

"جہاں تک میری اس چھوٹی سی کھوپڑی کا تعلق ہے تو میں اس کا اعتراف کرنے
میں کوئی قباحت نہیں محسوس کرتا کہ یہ آپ لوگوں کے مقابلے میں بہت مختصر ہے اور اس
میں تجاویز نہیں آتیں' جہاں تک اس غار میں بچ جانے کا تعلق ہے تو آپ لوگ یقین
کریں کہ میں کچھ نہیں کر سکتا تھا' میرے اندر سے جو نکلا تھا وہ اصل چیز تھا۔"

"وہ تمہاری شخصیت کا ایک حصہ تھا' تمہارا ہمزاد تھا یوٹ۔"

"جو کوئی بھی ہو' اگر آپ اسے دوبارہ آواز دے کر بلا سکتے ہیں تو آپ یقین کریں

کہ وہ ایک بہترین مشیر ثابت ہوگا۔" یوٹ کی بات پر سب ہنسنے لگے، پھر کنور مہتاب علی نے کہا۔

"اب ہمیں ان تمام حالات کی روشنی میں آئندہ کے لئے فیصلے کرنے ہیں۔ مکمل، جامع اور موثر........."

"میرے خیال میں اس وقت کی نشست کو ایک باقاعدہ شکل دیدی جائے۔" لارک اینجلو بولا۔

"کیوں مسٹر جیمس پیرے۔"

"یہ ضروری ہے۔"

"ریٹا ہاروے، آپ اس وقت تک کی پوزیشن کو اپنے خیالات کی روشنی میں پیش کریں۔ سرہدایت اللہ نے غیر متوقع طور پر یہ ذمے داری ریٹا ہاروے کے سپرد کی۔"

"میں........" وہ چونک کر بولی۔

"جی........ براہ کرم۔"

"اوکے........!" لیکن مجھے کچھ سوچنے کا موقع دیجئے۔ ریٹا ایک خوشگوار حیرت سے بولی اور کچھ لمحات کے لئے خاموشی طاری ہوگئی پھر ریٹا ہاروے نے کہا۔

"میں اس مہم کا تجزیہ پیش کرتی ہوں۔ لیکن بالکل مختصر اور ضروری پیرائے میں۔"

"بہت مناسب۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔

"اس مہم کے سلسلے میں جیسا کہ میں نے کہا کہ تفصیلی تجزیہ نہیں کروں گی کیونکہ اس وقت وہ مناسب نہیں ہے، مختصراً یہ ہے کہ ہمیں نیل کنٹھ پہنچنا تھا اور چونکہ اصلی بچی ہمیں حاصل نہیں ہو سکی اس لئے اس بچی کو جو شمسہ کے ساتھ ہے سائی تھول کے سامنے نیل کنٹھ بناکر پیش کرنا ہے، وہ ایک سخت اور مشکل مرحلہ ہے کیونکہ اس بچی کو سائی تھول کے حوالے کرکے ہمیں ایک قبیلے کے مذہبی رہنما کو دھوکا دینا ہے اور اس کے ذریعے اپنے مقاصد حاصل کرنے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک ایسی مہم ہے جس کا ابھی آغاز بھی نہیں ہوا۔ لیکن مسٹر جیمس پیرے کے درمیان میں مل جانے کے بعد ہمارے

درمیان یہ فیصلہ ہوا کہ ہم براہ راست نیل کنٹھ میں داخل ہونے کی بجائے نیل کنٹھ کے جڑواں قبیلے ٹاری ویگا میں داخل ہوں اور یہاں سے اپنے اصل مقصد کے لئے قسمت آزمائی کریں، میں یہ سمجھتی ہوں کہ مسٹر جیمس پیرے کے ساتھ اس سلسلے میں تعاون غلط نہیں رہا کیونکہ اس سے ہمیں دو فائدے حاصل ہوسکتے ہیں۔ ہیرے اور سونے کے جو ذخائر نیل کنٹھ میں موجود ہیں یا جن کے بارے میں ہماری پاس اطلاعات ہیں ان کا مرکز کہاں ہے، یہ بات صرف سائی تھول جانتا ہے اور اندازہ یہ ہوا کہ ٹاری ویگا میں ایسا کوئی جاننے والا موجود نہیں ہے۔ لیکن چونکہ ٹاری ویگا سے نیل کنٹھ کا فاصلہ زیادہ نہیں ہے اور اس سلسلے میں یہاں اگر قدم جمالئے جائیں تو یہ کوشش کی جاسکتی ہے کہ ادھر کے حالات کا جائزہ لے لیا جائے۔ ایسی شکل میں ہمارا یہاں آنا غلط نہیں ثابت ہوا اور ہم یہاں تک پہنچ گئے۔ خوش قسمتی سے اور ایک بار پھر معذرت کے ساتھ سردار خان کا تذکرہ کرتے ہوئے میں یہ کہوں گی کہ ہم اب تک ٹاری ویگا میں داخلے کے مشن میں کامیاب رہے ہیں، معلومات کے مطابق یہاں سرداری نظام جو کچھ بھی ہے اس کی ایک الگ حیثیت ہے، لیکن بنیادی طور پر یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچ گئی ہے کہ یہاں کا سردار صحیح معنوں میں ہنگارہ تھا۔ ایک سازشی اور باقی جو کچھ بھی ہے وہ ایک الگ بات ہے اور ہمیں یہ خوشی ہے کہ بالآخر ہمیں ہنگارہ سے نجات مل گئی اور مزید خوش قسمتی یہ ہے کہ یوٹ کو یہاں کا مذہبی رہنما یا سردار تسلیم کرلیا گیا۔ اب یہ صورت حال ہے کہ ہمیں یہاں اپنے قدم جمانے ہیں اور اس کے بعد یوٹ ہی کی مدد سے ہمیں اس بستی میں اپنے مخالفوں اور اپنے آپ سے محبت کرنے والوں کا جائزہ لینا ہے، یہ کام مختصر ترین وقت میں ہونا چاہیے۔ پہلے اپنے اطراف سے مطمئن ہو جائیں اس کے بعد اگر یہاں کچھ وقت لگ بھی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، ہم یہ وقت یہاں گزارنے کے بعد اپنے کام کے لئے مستعد ہو جائیں گے اور معلومات حاصل کرلیں گے۔ ہر مہم میں جس کا کوئی مقصد ہوتا ہے اس مقصد کی کامیابی کے وقت کا تعین تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ کوئی حادثہ، کوئی واقعہ معاملات میں اس طرح تبدیلی پیدا کر دیتا ہے کہ پھر وقت ہمارے ہاتھ میں نہیں رہتا، میں یہ چاہتی ہوں کہ اس سلسلے میں کسی

کے دل میں اگر کوئی اضطراب ہے تو اسے دور کر دے۔ آپ لوگ اگر میری بات سے متفق ہیں تو براہ کرم مجھے اس بات کا یقین دلایئے۔ یا اگر اس سلسلے میں کہیں کوئی اختلاف ہے تو اس سے بھی مجھے آگاہ کر دیجئے‘ چونکہ یہ ذمہ داری میرے سپرد کی گئی ہے اس لئے میں نے اپنا مختصر تجزیہ پیش کر دیا۔“

”یہ تجزیہ مختصر اور انتہائی جامع ہے‘ میں اس کی تائید کرتا ہوں۔“ کنور مہتاب علی نے کہا۔

”میں بھی..........“

”اور ہم سب بھی..........کوئی ایسی بات نہیں ہے اس میں جس پر کوئی نکتہ چینی کی جائے‘ تقریباً“ تمام ہی لوگوں نے اتفاق کا اظہار کر دیا۔ جیمس پیرے نے انگلی اٹھا کر کہا۔

”میں کچھ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں۔“

”ہاں مسٹر جیمس پیرے..........“

”آپ لوگوں کا ٹارگٹ نیل کنٹھ ہے یہاں رہ کر اس وقت جب ہم اپنے آپ کو یہاں مستحکم پائیں.......... میں اور میرے ساتھی اگر یہاں خزانوں کو تلاش کرنا چاہیں تو کیا ہمیں اس کی اجازت دی جائے گی۔“

”یقیناً“ دی جا سکتی ہے مسٹر جیمس پیرے. لیکن اس طرح کہ یہاں کی کاوشیں ہم لوگوں کے لئے عذاب نہ بن جائیں۔“

”میں اگر اس سلسلے میں کچھ کروں گا تو اس کی مکمل رپورٹ آپ کے پاس موجود ہوگی۔“

”یقیناً“ یقیناً“ ۔ لیکن اس کاوش کے دوران آپ کو اپنی حفاظت کی تمام ذمہ داریاں خود سنبھالنا ہوں گی۔“ ریٹا ہاروے نے کہا۔

”اس بات کا سب سے پہلے اظہار کروں گا کہ کسی انسان کو میرے ہاتھوں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اگر میں یہ محسوس کروں گا کہ میری تلاش میں کوئی شے رکاوٹ بنتی ہے تو میں اپنے قدم واپسی کے لئے موڑ دوں گا۔“

”واہ یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے‘ یعنی نہ یہاں ضد ہوگی اور نہ یہاں کوئی اور مسئلہ..........“

”اب میں ایک اہم نکتے کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔“ سر ہدایت اللہ نے کہا۔

”ضرور سر ہدایت اللہ۔“ لارک اینجلو بولا۔

”ایمرے‘ گومی سیانا اور وہ تمام افراد جو ایمرے کی پارٹی سے منسلک ہیں۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ایمرے کے ماں باپ کے مل جانے کے بعد صورت حال میں کچھ تبدیلی رونما ہوگی۔ ممکن ہے ایمرے ہمارا ساتھ دے یا ممکن ہے اسے خزانوں وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہ ہو‘ اس کی زندگی کا سب سے بڑا خزانہ اسے حاصل ہو گیا ہے کیونکہ اس کا ٹارگٹ اس کی محبوبہ ایلما برانٹ کا حصول تھا۔ ایلما برانٹ اسے حاصل ہو گئی اور اس کے بعد اسے اپنی زندگی کا سب سے بڑا منافع جو حاصل ہوا وہ اس کے ماں باپ ہیں‘ بہن ایموری ہے‘ اگر ایمرے وغیرہ ہم سے الگ ہونا چاہیں گے تو کیا ہمیں کوئی تردد ہو سکتا ہے..........“

”ذرہ برابر نہیں۔ مگر یہ خیال آپ کے ذہن میں کیوں آیا..........“

”اس لئے کہ میرا ذہن بہت دور تک جاتا ہے اور میری آنکھیں بہت طویل سفر کرتی ہیں۔“

”اگر ایسی کوئی بات ہمارے سامنے آئی تو اس میں تردد کا کیا تصور ہے۔“

”بظاہر کچھ نہیں ہے۔“

”میں تو الاشا کے بارے میں بھی کہتا ہوں کیونکہ وہ اس ماحول کی پروردہ ہے‘ وہ اپنے لئے جو کچھ فیصلہ کرے گی وہ ہمیں قبول ہوگا۔“

فیروز نے فوراً“ ہی اس معاملے میں مداخلت کی اور مسکرا کر بولا۔

”مجھے غلط مت سمجھا جائے‘ میں نے زندگی کا ایک طویل حصہ بہت سی برائیوں میں گزارا ہے لیکن اب آپ لوگوں کے ساتھ رہ کر میں اپنی زندگی میں بڑی تبدیلی محسوس کر

رہا ہوں۔ خدا کرے آپ مجھے اس حیثیت سے قبول کرلیں' میں اب وہ برا انسان نہیں رہا ہوں' مجھے احترام کرنا بھی آگیا ہے' تعاون کرنا بھی اور شاید میں زندگی میں اب کبھی غلط راستے پر نہ جاؤں' یہ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب نہ مجھے خزانے سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ کسی اور شے سے۔ الاشا میری زندگی میں داخل ہو چکی ہے' مجھ میں شامل ہوگئی ہے اور یہ بات میں پورے اعتماد سے کہہ رہا ہوں کہ جہاں بھی میں جاؤں گا وہ میرے ساتھ ہوگی اور میں یہی چاہوں گا کہ آپ لوگ مجھے اپنی سائے میں رکھیں اور کسی بھی شکل میں مجھے اپنے آپ سے دور نہ کریں' جو کچھ بھی فیصلہ ہوگا تقدیر کا فیصلہ ہوگا۔ لیکن بس میری آرزو ہے کہ آپ مجھے اپنوں میں شامل کریں اور اگر ہمیں مہذب دنیا میں واپس جانا نصیب ہو جائے تو میں بھی آپ کے ساتھ ہی رہوں۔ زندگی میں محنت مزدوری کرکے گزارا کرلوں گا۔ الاشا کو اور مجھے اپنوں میں تسلیم کرکے ہمیں اپنے آپ سے دور نہ کریں۔"

"بخوشی فیروز..... بھلا کون بدبخت یہ چاہے گا کہ تم جیسا خوبصورت نوجوان ہم سے دور رہے اور پھر بہرحال مرزا نصیر بیگ کے سلسلے میں تم نے ہمارے ساتھ تعاون کیا ہے۔"

"بہت شکریہ........" فیروز نے جواب دیا۔

"اب یہاں کے انتظامی امور کا مسئلہ پیش آتا ہے۔ ہنگارہ کی موت کے بعد یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمیں مزید مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا لیکن ایک طریقہ کار متعین ہونا چاہیے۔ یوٹ ایڈیلمن ساویو ویگا کی حیثیت سے احکامات جاری کرے گا اور یہاں کا نظام سنبھال لے گا' اس طرح ہمیں بہتر تحفظ حاصل ہو جائے گا۔ وہ لوگ جو یوٹ کے خدمتگار بنے ہیں انہیں یہاں مکمل مقام دے دیا جائے تاکہ یہ مخلص لوگ یہاں کا انتظام سنبھال لیں۔ اس کے باوجود ہمیں ان پر نگاہ بھی رکھنا ہوگی اور اندازے بھی لگانا ہوں گے کہ کہیں ان میں کوئی کالی بھیڑ تو نہیں ہے........"

"ٹھیک ہے' بالکل درست........"

"تو پھر اب میری رائے ہے کہ یہاں جتنے افراد ہیں' یعنی وہ لڑکیاں جنہیں برائی کے لئے یہاں لایا جاتا تھا' اگر ان کے والدین انہیں قبول کرنے کو تیار ہوں تو انہیں یہاں سے واپس کر دیا' یہ سراسر ظلم ہے کہ نوجوان لڑکیوں کو اس طرح بھٹکا کر یہاں تک لایا جائے اور انہیں زندگی کے ان لوازمات سے دور کر دیا جائے جو زندگی کا مقصد ہوتا ہے اور باقی بھی یہاں سے تمام لوگوں کو ہٹا دیا جائے اور وہ نئے لوگ یہاں کا نظام سنبھال لیں' جو یوٹ کے وفادار ہیں۔"

"بالکل........ بہترین بات ہے' لیکن کیا یہ آسان ہوگا۔ ان لوگوں کے ذہن اسی انداز میں ترتیب پائے ہیں۔"

"یوٹ بقول ان کے دوبارہ واپس آیا ہے یعنی ایڈیلمن ساویو ویگا........ اور بڑا پجاری۔ چنانچہ دیوتاؤں کے نئے احکامات اگر وہ نافذ کرے گا تو میرا خیال ہے تسلیم کرلیا جائے گا۔"

"اس کے علاوہ اگر یوٹ یہاں آیا ہے اور اس نے یہ نظام سنبھالا ہے تو ان لوگوں کی بہتری کا بھی جائزہ لے لیا جائے تو کوئی ہرج نہیں ہے........ یعنی اس مختصر وقت میں جب تک ہمارا یہاں قیام ہے۔ باقی تو ان لوگوں کا ذاتی معاملہ ہے' زندگی اسی طرح گزاریں گے اب نہیں ہمارے جانے کے بعد ہی سہی........"

"یوٹ تم نے اس سلسلے میں اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا؟"

"اتنے بڑے بڑے لوگ اتنی بڑی بڑی باتیں کر رہے ہیں تو میں اس سلسلے میں بھلا کیا مداخلت کر سکتا ہوں۔ ہاں ایک بات میں ضرور کہوں گا' اسے چاہے آپ لوگ اچھا سمجھ لیں یا برا........ جب تک آپ حکم دیں گے میں یہاں آپ کی ہدایت کے مطابق اپنی خدمات سرانجام دیتا رہوں گا۔ لیکن جب میرا آقا ایمرے یہاں سے واپسی کا ارادہ کرے گا تو افسوس میں اس بستی میں نہیں رہ سکوں گا کیونکہ اب میرا اس سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔"

"اور اگر ایمرے نے یہاں سے جانا پسند نہ کیا تو........؟"

"تو پھر یہ میری بستی ہے۔" یوٹ مسکرا کر بولا۔

"گڈ ویری گڈ۔ ٹھیک ہے تو پھر اس سلسلے میں عمل شروع کر دیا جائے۔"

"میں اس کے لئے حاضر ہوں۔ یوٹ نے گردن خم کر کے کہا۔"

اینا کاف کا دل خوشیوں سے معمور تھا' جیمس کاف مسرت سے پھولا نہیں سما رہا تھا' ایموری محبت بھری نگاہوں سے اپنے بھائی کو دیکھ رہی تھی' شونتے خاموشی سے ایک سمت بیٹھا ہوا ان لوگوں کے ملاپ سے خوشیاں محسوس کر رہا تھا۔ وہ ٹاری ویگا کا باشندہ تھا اور ہنگارہ نے اسے اپنے حکم کے تحت ان لوگوں کا نگراں مقرر کیا تھا۔ پھر جب ایموری اس کے دل کو بھا گئی تو ہنگارہ نے اسے ایموری سے شادی کرنے کی اجازت دے دی اور اس کے بعد وہ ایموری کے بچے کا باپ بن گیا۔ اسے اپنی بستی سے پیار تھا لیکن اپنی بیوی' اپنی بچی اور اپنا گھر بھی اسے عزیز تھا' بہت دیر ان جذبات میں گزر گئی۔ ان لوگوں نے بہت اچھا کیا تھا کہ انہیں تنہائی کا موقع دے دیا تھا اور اس تنہائی میں جب محبتوں کا آبشار سکون پذیر ہوا تو جیمی کاف نے ایمرے سے پوچھا۔

"بیٹے یہ تو بتاؤ تمہاری زندگی کیسے گزری؟"

"پاپا میں نہیں جانتا تھا کہ مجھے ایک ایسا دن بھی نصیب ہوگا' میرے مربی مسٹر لیمی برانٹ نے مجھے اپنی اولاد کی مانند ہی پروان چڑھایا لیکن یہ بھی حقیقت ہے پاپا کہ میں اتنا چھوٹا نہیں تھا کہ آپ لوگوں کو بھول جاتا۔ وہ صبر کی منزل تھی' مجبوریوں کا مقام تھا لیکن ممّا نے آپ کو یاد رکھا۔ یوٹ میرا وفادار ساتھی تھا اور اس نے ہمیشہ مجھ پر جان چھڑکی۔ پھر ایلما برانٹ مجھ سے منسلک ہوگئی اور جب زندگی کا ایک طویل دور گزر گیا تو میرے

مربی مسٹرلیمی برانٹ صرف یہ تصور لے کر اس طرف آئے کہ ممکن ہے ہمیں زند
محور مل جائے۔ یوٹ کو بھی ہم اس کی بستی تک لانا چاہتے تھے۔ لیکن تقدیر نے ا
یہاں تک آنے کا موقع نہیں دیا اور راستے میں وہ ہلاکت خیزی کا شکار ہوگئے۔ ایلما بر
کو اغواء کرلیا گیا اور ہمیں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ طویل کہانی ہے پاپا........" پھ
ٹیم ہمیں مل گئی اور اس کا بڑا سہارا ہمیں حاصل ہوگیا۔

بہت احسانات کئے ہیں ان لوگوں نے ہم پر اور ان کا سب سے بڑا احسان یہ ہے
انہوں نے مجھے میرے پاپا اور ممی سے ملا دیا' میری بہن سے ملا دیا مجھے' میری کھوئی ہو
منزل دے دی مجھے۔ ایلما برانٹ کو بھی حاصل کرلیا انہوں نے۔ پاپا میں ان لوگوں
بارے میں جو جذبات رکھتا ہوں انہیں الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔ پاپا آپ لوگ مجھے م
گئے ہیں اور اب میں یہ سمجھتا ہوں کہ زندگی کا وہ سکون مجھے حاصل ہوگیا ہے جس کا م
متلاشی تھا۔

"تمہارا آئندہ کیا ارادہ ہے ایمرے۔" جیمی کاف نے پوچھا۔

"میرا ارادہ........میرا اپنا کوئی ارادہ نہیں ہے پاپا۔ آپ فیصلہ کریں گے البتہ میں
آپ سے کچھ سوالات کرسکتا ہوں۔"

"ہاں ضرور........"

"پاپا طویل عرصہ آپ نے یہاں گزارا ہے........"

"ہاں........"

"کیا آپ کو اپنے وطن کی یاد نہیں آتی........"

"وطن........!" جیمی کاف نے مسکراتی نگاہوں سے اپنے بیٹے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں پاپا........جہاں آپ رہتے تھے"

"ایمرے میری زندگی اور میرا پس منظر کچھ ایسا ہے کہ میں اپنی دنیا سے فرار حاصل
کرنا چاہتا تھا۔ کچھ اس طرح کی مشکلات کا شکار ہوگیا تھا' میں وہاں' کہ اگر ہم وہاں سے
فرار نہ ہوتے تو شاید اب تک ہمیں موت کی سزا مل چکی ہوتی یا اگر ایسا نہ بھی ہوتا تو ہم

عذاب میں گرفتار ہوتے' سب منتشر ہوگئے ہوتے' کچھ ایسے ہی حالات تھے جن کی
ے مجھے یہ مہم جوئی اختیار کرنا پڑی۔ میں روپوش ہونا چاہتا تھا۔ پھر ہم یہاں آگئے اور
ں آنے کے بعد جو واقعات ہمیں پیش آئے وہ ایک طویل کہانی کی شکل میں ہے' لیکن
ندگی میں ہمارے لئے سب سے بڑا حادثہ تمہاری جدائی تھا........تم جدا
ئے........اینا کاف کے بارے میں ....میں بتا نہیں سکتا کہ یہ کن حالات کا شکار

پھر آہستہ آہستہ ہم یہاں کی زندگی کے عادی ہوگئے۔ ہمارے ساتھ یہاں کوئی خاص
نہیں ہوئی سوائے اس کے کہ ان لوگوں نے اپنی معصوم حماقتوں سے ہمیں کچھ
انات پہنچانے کی کوشش کی' لیکن وہ نقصانات ایسے نہیں تھے جو ناقابل برداشت ہوں۔
انہیں برداشت کرگئے اور اس کے بعد یہاں کی زندگی ہم نے اس طرح اپنالی کہ اب
ے خوابوں میں بھی یہ بات نہیں آتی تھی کہ ہم اس دنیا کو چھوڑ کر کہیں جائیں گے۔
ے یہاں بے حد سکون ہے' اتنا سکون ہے یہاں کہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔
ری دنیا مختلف حوادثات سے بھری ہوئی ہے' یہاں بھی برائیاں ہوتی ہیں لیکن اتنی چھوٹی
انہیں آسانی سے برداشت کیا جاسکتا ہے۔ ایمرے میں تمہارے ارادوں پر چلوں گا
بات تم پسند کرو گے۔ میں تمہیں یہاں کے بارے میں صرف بتا رہا ہوں اور کوئی مقصد
ہے میرا........"

ایمرے سوچ میں ڈوب گیا' پھر اس نے اپنی بہن ایموری سے کہا۔

"ایموری کیا تمہارے دل میں یہ خواہش ابھرتی ہے کہ تم اپنے پاپا کی دنیا
ھو........"

ایموری نے محبت پاش نگاہوں سے اپنے بھائی کو دیکھا اور بولی۔

"میرے پیارے بھائی تیرا افسانہ میری زندگی میں ایک نئی اہمیت کا حامل ہے اور
محبت کا یہ عالم ہے کہ پاپا نے میرے بیٹے کا نام ایمرے رکھا ہے گویا تیری ضرورت
کی گئی تھی حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ تیرا مقام میں اپنی ماں کی آنکھوں میں دیکھ

چکی ہوں۔ جب اس کی آنکھوں میں چمکتے ہوئے آنسوؤں میں مجھے تیری صورت نظر
تھی ایمرے' اس کے بعد میری زندگی میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا' اور میری محبت
پیار' میری زندگی کی لگن شونتے ہے' کیا تو یقین کرے گا کہ جو کچھ میں بول رہی
شونتے اسے اچھی طرح سمجھ رہا ہے۔"

"کیا یہ ہماری زبان جانتا ہے۔"

"ہاں میں نے اسے سکھائی ہے۔ یہ ہماری زبان بول سکتا ہے لیکن اس نے
اس کا اظہار نہیں کیا۔ یہ ایک محبت کرنے والا شوہر ہے اور یہاں اس کا پورا خاندان
ہے۔ اس کی ساری زندگی یہیں پہ گزری ہے ایمرے' اگر تم لوگوں نے اپنی دنیا میں
جانے کا فیصلہ کیا تو میں شونتے سے یہ بات پوچھوں گی کہ کیا وہ بھی ہمارے ساتھ ہماری
میں جائے گا.......... اور اگر شونتے نے یہ بات قبول نہیں کی تو پھر تم لوگ مجھے خدا
کہہ دینا' میری زندگی اب یہیں سے وابستہ ہے اور ویسے بھی جس دنیا کو میں نہیں
وہاں جانا مجھے خوف دلاتا ہے.........."

"ایمرے مسکرانے لگا۔ پھر اس نے اپنی ماں سے کہا۔ "اور میری ماں........
اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟" اینا کاف نے مدھم لہجے میں کہا۔

"کچھ لوگوں کو زندگی کا مقصد زندگی میں ہی حاصل ہو جاتا ہے۔ میں تو یہ سوچتی
کہ جب میں مرجاؤں گی تو میری روح تجھے تلاش کرتی پھرے گی اور شاید اس کے بعد
پر دنیاوی مشکلات مسلط نہ ہوں' میں تو تجھے ایک نگاہ دیکھنا چاہتی تھی ایمرے' تو جہاں
کہیں ہوتا' میری روح تجھے تلاش کر لیتی اور یقین کر میں نے ہمیشہ اسی تصور سے موت
آرزو کی۔ لیکن مجھے زندگی میں ہی تو مل گیا.......... میرے لئے یہ پہاڑ' پتھر' یہ
صورت ماحول' یہ آبشار' یہ برف پوش وادیاں' تیرے بغیر بے کار تھیں' دنیا کا کوئی
حصہ مجھے تیرے بغیر سونا سونا لگتا' جیسا تم لوگ کہو گے میں تو ویسا ہی کروں گی۔"

"میں تو یہ محسوس کر رہا ہوں کہ میرا باپ اور تم لوگ یہاں سے کہیں اور نہیں
چاہتے اور ظاہر ہے تم ہی میرے سب کچھ ہو۔ ہاں ایلما اگر اپنی رائے دے

ہو گا۔"

ایلما نے آنسو بھری آواز میں کہا.......... "نہیں ایمرے میں کہیں نہیں جانا چاہتی'
ماں باپ مجھ سے بچھڑ گئے ہیں اب اگر میں وہاں جاؤں گی تو میرے دل کے سارے
ہرے ہو جائیں گے' ایک ایک چیز کو دیکھ کر میں انہیں یاد کروں گی اور میرا جینا محال
جائے گا.......... یہ نئی دنیا مجھے بہت پسند ہے' اگر یہ سب مجھے قبول کر لیں۔"

ایمرے ہنسنے لگا پھر بولا۔ "یہاں تو یہ فیصلہ معلوم ہوتا ہے کہ اب ہم ثاری ویگا کے
رہے ہیں۔" ٹھیک ہے پاپا میں بھی کہیں جانا نہیں چاہتا' ایلما ہے' ایموری ہے' شونتے
اور آپ لوگ ہیں' پھر یوٹ ہے۔ یوٹ کے بارے میں میں آپ کو بتا دوں کہ شاید
بھی اس کی محبت' اس کے پیار کا وہ جواب نہیں دے سکا جتنا وہ مجھ سے کرتا ہے۔
سمجھ لیجئے کہ ہر لمحہ وہ اپنی زندگی مجھ پر نثار کرنے کو تیار رہتا ہے۔ اگر اسے اس بات کا
ہو جائے کہ میں یہاں رہنا چاہتا ہوں تو وہ یہاں سے کہیں جانے کا تصور بھی نہیں کر
اور اب مختصراً" میں آپ کو یوٹ کے بارے میں بتا دوں لیکن یہ بات صیغہ راز میں
ضروری ہے' میں آپ سے نہیں چھپا سکتا اور نہ ہی شونتے سے کیونکہ وہ اب ہماری
زندگی کا ایک حصہ ہے۔"

"شونتے پر مکمل اعتبار کرنا ایمرے میرے بھائی" ایموری نے کہا۔

"اسی لئے تو میں نے کوئی بات شونتے سے نہیں چھپائی۔ یوٹ یہاں کے پجاری
ڈیلمن ساویو ویگا کا بیٹا ہے اور وہ ہے جسے میرے ساتھ ہی یہاں سے اغوا کر کے لے جایا
گیا تھا وہ اپنے باپ کا ہمشکل ہے اور موجودہ حالات کے تحت اسے ایڈیلمن ساویو ویگا کی
حیثیت ہی سے ان آبادی والوں میں پیش کیا گیا ہے اور وہ یہاں کا رہنما تسلیم کر لیا گیا ہے۔
بہت ہی ذہین اور سمجھدار انسان ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ باآسانی وہ یہاں کا نظام سنبھال
لے گا۔ اس لئے ہم یوٹ کی تحویل میں رہیں گے اور باقی کوئی مشکل بھی ہمیں پیش نہیں
آئے گی۔"

"ٹھیک ہے بالکل ٹھیک ہے' ہمیں یہاں کوئی دقت نہیں ہوگی' ہم یہیں اپنا مسکن

بنائیں گے۔"

"اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں یوٹ کو یہاں بلالوں ان لوگوں سے الگ
ہمارے درمیان یہ بات طے ہو جائے' ظاہر ہے وہ لوگ تو یہاں نہیں رہیں گے لیکن ہم
اب یہیں رہنا ہو گا۔"

"جیسا تم پسند کرو۔ ایمرے باہر نکلا ہی تھا کہ اسے یوٹ نظر آگیا" وہ مسکرا
بولا۔

""مسٹر ایمرے میں ان لوگوں سے فراغت حاصل کرکے آپ کے پاس ہی آرہا
.........آپ کو یہ بتانا تھا کہ ان لوگوں کا آئندہ پروگرام کیا ہے۔"

"آؤ یوٹ میرے ماں باپ سے تو مل ہی لئے ہو اب ذرا تفصیل سے تمہاری ان
سے ملاقات کرادوں۔"

یوٹ ان لوگوں کے پاس پہنچ گیا۔ تب ایمرے نے یوٹ کا ان سے دوبارہ تعارف
کرایا اور کہا۔

"اور یوٹ اب یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ یہیں ٹاری ویگا میں اپنی زندگی بسر کی
جائے۔ تمہارا اپنا کیا ارادہ ہے.........؟"

یوٹ مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔ "حقیقت تو یہ ہے' آپ لوگ مجھے معاف کریں کہ
مجھے جس دنیا میں لے جایا گیا تھا وہاں مجھے جینا تھا' رہنا تھا وہاں .... لیکن مجھے اپنی
آبادیاں بہت یاد آتی تھیں۔ میرے دل میں یہ آرزو تھی کہ میں یہاں واپس آؤں۔
حقیقت یہ ہے کہ یہیں کی مٹی سے میرا خمیر اٹھا ہے اور شاید میں یہاں کے علاوہ اور کہیں
خوش نہ رہ سکوں......... لیکن اگر میرا بھائی' میرا مالک' میرا آقا ایمرے بھی یہاں رہتا ہے
تو میرے لئے اس سے بڑا خوشی کا مقام اور کوئی نہیں ہو گا۔ ایمرے یہ لوگ تو یہاں سے
واپس چلے جائیں گے۔ ان کا مقصد حاصل کرنے کے لئے ہم ان کی بھرپور مدد کریں گے
کیونکہ انہوں نے ہماری مدد کی ہے .... لیکن اس کے بعد ہم یہاں ایک نظام قائم کریں
گے ایک ایسا موثر نظام جو ہمیں ہر مشکل سے چھٹکارا حاصل کرادے اور مجھے اس میں

تمہاری ذہانت' تمہاری مدد درکار ہو گی........."

"یوٹ وہ نظام ہمارا ہو گا........."

"بس تو پھر میرے لئے اس سے بڑا خوشی کا مقام اور کوئی نہیں ہے کہ مجھے اپنی ہی
یں رہنے کے لئے جگہ مل جائے اور پھر تنہائی میں یوٹ نے ایمرے کے کان میں
"

"اور تمہارا کیا خیال ہے' کیا میں عشق نہیں کرنا جانتا۔ کیا میں اپنی نسلوں کو بڑھانے
اہشمند نہیں ہوں' ایڈیسن ساویوویگا کا بیٹا یوٹ کنگ آف ویگا اپنی نسل یہاں چھوڑنا
ہے اور اس کے لئے مجھے صرف تمہاری مدد درکار ہو گی۔ ایمرے قہقہہ لگا کر ہنس پڑا
"

ایمرے کا فیصلہ ان لوگوں کو معلوم ہوگیا تھا۔ کسی کو اس فیصلے پر اعتراض نہیں تھا

"میں سمجھتا ہوں یہ بہترین فیصلہ ہے اور اس کے بڑے دور رس نتائج نکلیں گے صحرائے اعظم میں مہم جوؤں کی آمد کا سلسلہ شاید کبھی ختم نہیں ہو۔ وہ مشکلات کا شکار ہوتے رہیں گے۔ اگر ان میں سے کچھ یہاں تک پہنچیں گے تو انہیں زندگی حاصل ہوگی۔" نادر شاہ نے کہا۔

"یقیناً.........."

"یوٹ ان لوگوں کا رہنما ہوگا۔ ایمرے یہاں کے وسائل کا جائزہ لے کر ان لوگوں کو زندگی کی سہولتوں سے آشنا کرے گا۔ اور یوٹ بہترین معاون ہوگا۔"

"ہمارا اگلا اقدام کیا ہونا چاہیے مسٹر سردار خان۔" مائیکل بائر نے کہا۔

"پہلے اپنا ٹھکانہ مضبوط کیا جائے۔ میرے خیال میں یوٹ اب تمہیں اپنا کام شروع کردینا چاہیے۔"

"میں رہنمائی چاہتا ہوں مسٹر سردار خان۔"

"ان تمام لوگوں کو یہاں سے ہٹا دو۔ جو ہنگارہ کے دور کے لوگ ہیں۔ اپنے عقیدت مندوں کو یہاں تعینات کرو۔ اس کے علاوہ میں تمہیں کچھ اور ہدایات دوں گا۔"

"او کے ماسٹر.........."

پھر یوٹ نے یہاں کے مخصوص طریقہ کار سے کام لے کر بستی والوں کو پھر سے اکٹھا کرلیا۔ سردار خان نے اسے وہ سب کچھ بتا دیا تھا جو اسے کہنا اور کرنا تھا۔ چنانچہ یوٹ نے کہا۔

"بستی کے لوگو.........دیوتاؤں نے مجھے اپنے پاس بلالیا تھا۔ کچھ نئی ہدایات دینے کے لئے جو تمہارے لئے بہتر اور کار آمد ہیں۔ ہنگارہ نے برائیوں کو فروغ دیا تھا اور کچھ ایسی رسموں کا آغاز کر دیا تھا جو دیوتاؤں کو پسند نہیں آئیں تھیں۔ میں اب نئے احکامات لے کر آیا ہوں۔ اور میرے نئے ساتھی ان احکامات پر عمل کرائیں گے۔ اس لئے میں ان لوگوں کو یہاں سے جانے کے لئے کہتا ہوں جو ہنگارہ کے ساتھ یہاں رہتے تھے۔ وہ سب ابھی یہاں سے چلے جائیں۔ اور ان کی جگہ نئے لوگ لے لیں۔ لیکن.........یہ یہاں عبادت گاہ کے خادم نہیں ہوں گے۔ دیوتاؤں نے غلامی کا دور ختم کر دیا ہے۔ یہ یہاں کے انتظامی معاملات سنبھالیں گے۔ اور ان کا تعلق آبادیوں سے قائم رہے گا۔ ان کے منصب ہوں گے اور یہ اپنے گھروں کو آتے جاتے رہیں گے۔ اب میں سب سے اہم بات کہتا ہوں۔ سنو اور غور سے سنو۔ دیوتاؤں نے یہ رسم منسوخ کر دی ہے کہ لوگ اپنی بیٹیوں کو عبادت گاہ کے لئے مخصوص کر دیں.........اصل میں یہ رسم دیوتاؤں نے بنائی ہی نہیں تھی۔ تم لوگ ان لڑکیوں سے پوچھ لو.........ہنگارہ نے خوبصورت لڑکیوں کے حصول کے لئے یہ رسم ایجاد کی تھی اور یہاں وہ ہنگارہ کی ہوس کا شکار ہوتی تھیں.........." اس کے سوا ان کا کوئی اور مقصد نہیں تھا.........یہاں جو لڑکیاں ہیں میں ان کے ماں باپ سے کہتا ہوں کہ وہ اپنی بیٹیوں کو لے کر اپنے گھر جائیں۔

انہیں اپنی بھرپور محبت دیں کیونکہ وہ خود عبادت گاہ نہیں آئیں.........انہیں یہاں بھیجا گیا ہے۔ ٹاری ویگا کے نوجوان ان سے شادیاں کریں۔ اور انہیں عزت دیں' انہیں عزت حاصل ہوگی۔ یہ لڑکیاں یہاں کھڑی ہیں۔ ایک ایک کر کے میں انہیں سامنے لاتا ہوں۔ ان کے غیرت مند ماں باپ انہیں حاصل کریں۔

پھر بڑے رقت آمیز مناظر دیکھنے میں آئے.......... آخری آدمی نگارہ تھا اس نے

روتے ہوئے کہا۔

"میری بھی ایک بیٹی تھی میرے پجاری.........."

"کیا نام تھا اس کا.........؟"

"ساگی........."

"کہاں ہے وہ.........؟"

"مرگئی۔ میری برائی کی بھینٹ چڑھ گئی.........."

"تو نے کیا برائی کی تھی.........."

"اپنے جنون کا شکار ہو گیا تھا میں۔ اپنی ضد میں گرفتار ہو گیا تھا.........."

"کیسے........."

"وہ ایک نوجوان سے محبت کرتی تھی........."

"پھر........."

"مگر میں نے اسے عبادت گاہ کے لئے مخصوص کیا تھا۔ اور یہ بات صرف میرے دل میں تھی لیکن میں نے اسے زبردستی اور خاموشی سے عبادت گاہ کے حوالے کر دیا۔"

"کہتے رہو........."

"وہ اپنے عاشق کے ساتھ ہلاک ہو گئی۔ میرا دل غم سے پھٹ رہا ہے مقدس پجاری آج جب سب لوگ اپنی بیٹیوں کو لے کر جا رہے ہیں تو......... مجھے بتا میں اپنی بیٹی کو کیسے حاصل کروں........."

"وہ تیرا گناہ تھا........."

"میں جانتا ہوں.........لیکن اگر تو دیوتاؤں کا رہنما ہے تو مجھے میری بیٹی دے دے۔ میں تیرے نام کی پوجا کرتا رہوں گا۔"

"ہرگز نہیں مقدس پجاری.........ایسا بھی نہ کرنا.........." دھوا نے آگے بڑھ کر کہا۔

"کیوں بزرگ.........؟" یوٹ نے دلچسپی سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میری زندگی کا سہارا میرا پوتا اروکا تھا........." اس کی ضد نے بوڑھے سے اس کی آنکھوں کا نور چھین لیا۔ اسے اس کی بیٹی کبھی نہیں ملنی چاہیے۔ اور اگر اسے اس کی بیٹی ملے تو پھر مجھے میرا پوتا بھی ملنا چاہیے۔

"کیا ان دونوں نے شادی کر لی تھی.........."

"نہیں........."

"وہ ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے.........؟"

"ہاں........."

"تب پھر تم دونوں ہی کا ان سے تعلق نہ رہا.........."

"وہ ہماری اولادیں تو ہیں.........."

"بیشک.........لیکن کیا تم انہیں موت کے بعد بھی جدا کرنا چاہتے ہو.........؟"

"آہ نہیں.........ہمارا دل ان کے لئے ترس رہا ہے۔ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے آجائیں بس.........! آہ ہم زندگی بھر ان کے لئے روتے رہیں گے۔" نگارہ نے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔

"اگر وہ تمہیں دوبارہ حاصل ہو جائیں تو تم پھر انہیں دور کرنے کے بارے میں سوچنے لگو گے۔"

"کبھی نہیں۔ ہم ایسا کبھی نہ کریں گے.........."

"تو نگارہ اپنی بیٹی ساگی.........اور اس کے شوہر اروکا کو لے جاؤ ....اور کبھی انہیں تکلیف نہ دینا.........."

اروکا اور ساگی سامنے آئے تو ہزاروں انسانوں کا مجمع سکتے میں رہ گیا۔ پھر طوفان برپا ہوا جو روکے نہ رکتا تھا۔ یوٹ کی روحانیت مستحکم ہو گئی تھی۔

ان تمام انتظامی امور میں کئی دن گزر گئے۔ تاری ویگا کے ہر گھر میں خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ دیوتاؤں کی مہربانیوں کا پرچار ہو رہا تھا۔ اس کے ساتھ آنے والوں کو بھی دیوتاؤں کا درجہ دیا جا رہا تھا۔ اور اب جیمس پیرے کو بھی اندازہ ہو رہا تھا کہ اسے اپنے کام

کے لئے نکلنے میں کوئی مشکل نہیں ہے۔

"کیا خیال ہے سردار خان۔" ہم اپنی مہم کا آغاز کردیں۔ جیمس پیرے نے کہا۔

"لیکن ایک قباحت ہے.........."

"کیا.........."

"ابھی آپ اپنی گاڑی استعمال نہ کرسکیں گے.........."

"میں ان کے لئے پریشان ہوں.........."

"کیوں.........."

"ان کی بیٹریاں ڈاؤن ہو جائیں گی۔" جیمس پیرے نے کہا۔

"اس کا کوئی انتظام کریں گے۔ لیکن میرے خیال میں یہاں آپ کو گھوڑے مل سکیں گے۔"

"یہی میں کہنے والا تھا۔"

"یہ مشکل نہیں ہوگا۔ میں انتظام کردوں گا۔"

یوں تو ٹاری ویگا پورا علاقہ حسین تھا۔ لیکن عبادت گاہ کی پہاڑیاں بے حد حسین تھیں۔ بلندیوں سے گرنے والے آبشار وہاں سے گزرتے تھے۔ غاروں میں حسین رہائش گاہیں بنی ہوئی تھیں۔ اور یہاں انہیں کوئی تکان نہیں تھی۔ اس وقت نادر شاہ آبشار کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھا کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ اسے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ گردن گھما کر دیکھا تو عرشی تھی اور گل اس کے پاس موجود نہیں تھی۔ نادر شاہ مسکرا دیا۔ تو عرشی ہنس پڑی۔ اس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"کیا سوچ رہے تھے آفیسر.........." عرشی نے کہا۔

"گل کہاں ہے..........؟"

"ریٹا ہاروے کے پاس.........."

"سوچیں تو بہت سی ہیں عرشی.........."

"اس وقت کیا سوچ رہے تھے..........؟"

"اس وقت..........؟" نادر شاہ گہری سانس لے کر بولا۔

"میں بتاؤں..........؟" عرشی شرارت سے آنکھیں جھپکاتی ہوئی بولی۔

"بتادو.........."

"پچھل پیری دیکھی ہے کبھی..........؟"

"پچھل پیری.........." نادر شاہ نے عرشی کے پاؤں دیکھتے ہوئے کہا۔ اور مسکرا دیا۔

"اس کی کئی قسمیں ہوتی ہیں.........."

"پاؤں سیدھے بھی ہوتے ہیں..........؟"

"کرلیتی ہے..........؟"

"اوہ۔ اس وقت تو سیدھے ہی ہیں..........؟"

"ہاں۔ لیکن تمہارے لئے میں پچھل پیری ہی ثابت ہوئی ہوں.........."

"کیوں بھئی.......... یہ خوبصورت خیال تمہارے دل میں کیوں آیا.........."

"حالات یہی کہتے ہیں.........."

"مثلاً..........؟"

"اچھی خاصی پولیس کی ملازمت کر رہے تھے۔ اپنی مملکت کے شہنشاہ تھے پھنس گئے ثریا جال میں.........."

"ثریا بھی تو تم جیسی ہو عرشی..........؟"

"نہیں.......... خیر ایسا ہوا تو ہے..........اور اب صحراؤں کی خاک چھان رہے ہو.........."

"میری بات چھوڑو.......... اپنی سناؤ.........."

"خدا کی قسم خوش ہوں.........."

"عشق کی تاریخ سے ناواقف ہو.........." نادر شاہ بولا۔

"کیوں.........."

"محبت کرنے والوں نے تخت و تاج.......... بلکہ کبھی کبھی دنیا چھوڑ دی ہے۔ میں تو

وہ خوش نصیب ہوں جس کا محبوب اس کے ہمراہ ہے۔ اور کیا چاہیے۔" نادر شاہ نے کہا۔

"ارے باپ رے.........کون ہو تم.........؟" عرشی نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"کیوں.........؟"

"تم نادر شاہ نہیں ہوسکتے۔ اتنا سنجیدہ انداز.........اتنے سنجیدہ جملے........." نادر شاہ کے نہیں ہوسکتے۔

"تمہاری محبت میں تو سنجیدہ ہوں........."

"نادر شاہ تمہیں کیا ہوگیا۔ پہلے تو ایسے نہ تھے۔ کیا یہ اس آبشار کا اثر ہے........."

"میرے پیار کے آبشار پر کبھی غور کرو.........!"

"چوپٹ کر دیا.........موڈ ہی بدل گیا......... نہیں جناب۔ نادر شاہ کو زندہ رہنا چاہیے۔"

"میں زندہ ہوں عرشی۔" نادر شاہ نے بظاہر چونک کر آہستہ سے کہا۔

"لٹ گئی دلی........."

"کیوں.........کیا ہوا.........؟" عرشی نے بھی گردن گھما کر دیکھا۔ سرہدایت اللہ اسی طرف آرہے تھے انہوں نے شاید انہیں دیکھ لیا تھا۔ حالانکہ فاصلہ کافی تھا لیکن جگہ ایسی تھی کہ وہ وہاں سے اٹھ نہیں سکتے تھے۔ "اب کیا کروں........." عرشی بولی۔

"کیوں خیریت.........؟"

"وہ ادھر ہی آرہے ہیں........."

"تو آنے دو........."

"یار یقین کرو.........میں اتنی بے حیا کبھی نہیں تھی۔ میرے مذاق کو دوسرے لوگ سمجھتے ہوں یا نہ سمجھتے ہوں ڈیڈی ضرور سمجھتے ہیں۔ لیکن اب تو یہ مذاق بھی نہیں رہا۔"

"خدا کرے وہ اسے بھی مذاق نہ سمجھیں۔"

"بڑی شرمندہ ہوتی ہوں میں ان سے.........نہ جانے کیا سوچتے ہوں گے۔"

دونوں نے کھڑے ہو کر سرہدایت اللہ کا خیر مقدم کیا تھا۔ وہ مسکرا کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولے۔ "کیا خوبصورت جگہ ہے۔ ٹاری ویگا بے حد حسین ہے۔"

"بیٹھیے ڈیڈی.........!" عرشی نے کہا۔

"شکریہ۔ تم لوگ بھی بیٹھو۔" ہدایت اللہ بیٹھ گئے۔ پھر بولے۔ "مجھے تمہاری تلاش تھی نادر شاہ۔"

"جی سر.........میں حاضر ہوں........."

"تم نے حالات کی باگ ڈور اس خوبصورتی سے اپنے ہاتھ میں سنبھالی ہے کہ مجھے حیرت ہوتی ہے۔ ساتھ ہی خوشی بھی۔ لیکن ایک معاملے میں ہمیشہ الجھا رہتا ہوں۔"

"کیا سر.........؟"

"مائیکل' باٹر کمپنی۔ اور کنور مہتاب علی۔ میرے قدیم دوست ہیں ہمارے درمیان ہمیشہ اعتماد کا رشتہ رہا۔ اور سچ یہ ہے کہ ہمارے تمام مفادات مشترک رہے۔ کبھی بھی خود غرضی کا جذبہ نہیں پیدا ہوا لیکن اس بار کچھ مشکلات پیدا ہوگئی ہیں۔"

"کیسی مشکلات سر.........؟"

"تم جانتے ہو.........؟"

"براہ کرم وضاحت کردیں........." سردار خان نے کہا۔

"تم لوگ.........! اس بات کا تمہیں علم ہے کہ مجھے تمہاری حقیقت معلوم نہیں تھی۔ لیکن ان لوگوں سے تذکرہ کروں گا تو.........شاید وہ میری سچائی پر یقین نہ کریں۔ بلکہ حالات کا تقاضا ہے کہ اب صورت حال کھل جانی چاہیے۔ ورنہ مشکلات پیدا ہوں گی۔"

"ہوں۔"

"اس کے بعد ہمیں ٹاری ویگا سے نکل کر نیل کنٹھ میں داخل ہونا ہوگا۔ اور پھر صورت حال بگڑ جائے گی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ نادر شاہ نے سنجیدگی سے گردن ہلائی۔"

"میری پوزیشن بہت خراب ہو جائے گی بلکہ یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ ہماری دوستیوں میں فرق آجائے گا۔"

"نہیں سر..........میں جو ہوں..........!" نادر شاہ بڑی اپنائیت سے بولا۔

"مجھے واقعی تم پر بے حد اعتماد ہے نادر شاہ......... تمہاری ذہانت ضرور کوئی حل نکال لے گی۔ جیمس پیرے خزانوں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا ہے۔ لیکن یہ بات ہم جانتے ہیں کہ ہمیں یہاں کچھ نہیں ملے گا۔ البتہ..........نیل کنٹھ میں یہ سب کچھ ممکن ہے۔ اور اب ہمیں بہت جلد وہاں رسائی حاصل کرلینی چاہیے۔"

"حل موجود ہے سر۔ آپ بے فکر رہیں..........!" نادر شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا..........؟" ہدایت اللہ نے چونک کر کہا۔

"ہم کبھی آپ پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ بس آپ کو ہمارا تھوڑا سا ساتھ دینا ہوگا۔"

"میں تیار ہوں۔ لیکن کرو گے کیا۔"

"یہ انکشاف ہم خود کریں گے۔ اور آپ کو اس انکشاف پر تھوڑی سی برہمی اظہار کرنا ہوگا!" نادر شاہ نے کہا۔ "اور سرہدایت اللہ اسے حیرت سے دیکھتے رہے۔" پھر بولے۔

"بخدا......... یہ بہت موزوں رہے گا۔ لیکن اچانک ہی یہ اظہار کچھ عجیب نہیں لگے گا۔"

"یہ اظہار اچانک نہیں ہوگا.........."

"پھر..........!"

"میں نے ایک لائحہ عمل طے کرلیا ہے.........."

"مجھے بھی بتاؤ........"

"یہ انکشاف ہم خود نہیں کریں گے بلکہ ریٹا ہاروے کرے گی۔ اور اس طرح

کرے گی کہ کسی کو شبہ بھی نہیں ہونے پائے گا۔" نادر شاہ نے کہا۔ اور سرہدایت اللہ اسے دیکھتے رہے۔ پھر پرمسرت لہجے میں بولے۔

"خدا کی قسم۔ بے حد ذہین نوجوان ہو، تم نے میرے دل کی گہرائیوں میں گھر کرلیا ہے۔ بے شک تم ایک کمال کے پولیس آفیسر ہوگے۔ بھئی واہ سارا بوجھ اتر گیا۔"

"آپ اپنے سارے بوجھ مجھے دے دیں سر۔ میں انہیں سنبھالنے کے لئے تیار ہوں۔" نادر شاہ نے پرخلوص لہجے میں کہا۔

"مجھے تو افسوس ہے کہ میں نے پہلے تم سے یہ بات کیوں نہ کرلی، یقین کرو بیشتر راتیں اسی الجھن میں گزاری ہیں۔ اب میں بالکل مطمئن ہوں۔ اب تم یہ کام کرڈالو۔"

"او کے سر.........."

"او کے۔ پھر میں چلتا ہوں۔ سرہدایت اللہ مسرور کیفیت میں وہاں سے اٹھ گئے۔" نادر شاہ نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"والدین پر بیٹیوں کا کتنا بوجھ ہوتا ہے عرشی۔ تم نے دیکھا۔"

"کیا مطلب.........."

"لیکن مجھے خوشی ہے۔ میں نے ان کا بوجھ بانٹ لیا۔ کتنے مسرور نظر آرہے تھے۔ کیا خیال ہے عرشی میں نے مناسب طریقے سے اپنا رشتہ دے دیا ہے نا۔"

"رشتہ........." عرشی حیرت سے بولی۔

"میں نے کہا تھا آپ اپنے سارے بوجھ مجھے دے دیں۔ ان کا سب سے بڑا بوجھ تو تم ہو........."

"خدا تمہیں سمجھے......... تمہاری کھوپڑی میں کسی شیطان کا بھیجہ ہے۔ ارے ہاں تم نے نہایت دلسوزی سے ان سے یہ بات کہی تھی۔ خدا کی پناہ اس وقت میں نہیں سمجھی تھی۔"

"یہ ایک شریفانہ پیشکش تھی۔"

"بکواس مت کرو.........میں بوجھ ہوں۔"

"ہمارے یہاں کی لڑکی بوجھ ہی ہوتی ہے.........پہلے والدین پر پھر شوہر پر........"

"ٹھیک ہے۔ میں کسی پر بوجھ نہیں بنتی........." عرشی نے منہ پھلا کر کہا۔ اور نادر شاہ چٹکی بجا کر بولا۔

"گڈ......... یہ ریہرسل ہے۔ اور میرے خیال میں تم بہترین پرفارمنس دے رہی ہو........."

"نادر شاہ.........میں تمہیں اسی آبشار میں دھکا دے دوں گی........."

"نہیں.........پھر یہ ایک المیہ کہانی بن جائے گی' کیونکہ اس کے بعد تم خود بھی کود پڑو گی........."

"جی نہیں اپنا منہ دھو رکھئے........."

"چلو خیر......... تم کون سا مجھے دھکا دے رہی ہو۔ کیا اب ہمیں سنجیدگی سے اس پروگرام پر سوچنا چاہیے۔"

"کیا........."

"ریٹا ہاروے کا انتخاب سب سے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ ہم سے کافی اٹیچ ہے۔"

"کہو گے کیا اس سے.........؟"

"کچھ نہیں کہیں گے........."

"کیا مطلب........."

"بھئی کچھ نہیں کہیں گے۔ کہنے کے بجائے کچھ کرنا ہے........."

"کیا؟" عرشی نے پوچھا۔ اور نادر شاہ اسے آہستہ آہستہ اپنا منصوبہ سمجھانے لگا۔

"عرشی آنکھیں پھاڑے سن رہی تھی........."

سب سے بڑی بات یہ تھی کہ انہیں ذہنی اطمینان حاصل تھا۔ اور اس بات کو سب تسلیم کرتے تھے۔ مائیکل بائر نے کہا۔ "ہم اس بات کو نظر انداز کر دیں تو الگ بات ہے ن مجھے یوں لگتا ہے کہ سردار خان بہترین تربیت یافتہ انسان ہے۔ اور عظیم ذہنی قوتیں کھتا ہے۔ "میں نے جب بھی اس کا جائزہ لیا۔ میرے ذہن میں بھی یہی احساس را ہے۔" لارک اینجلو نے کہا۔

"لارک۔ کیا یہ شخص کبھی ہمارے لئے خطرہ بن سکتا ہے۔" مائیکل بائر بولا۔

"کس طرح؟"

"ممکن ہے کسی وقت وہ اپنی برتری کا اعلان کر دے۔"

"نہیں بائر.........ایسا مت کہو۔ اس کے بارے میں ایسی بات خواب میں بھی نہیں ی جاسکتی۔" ریٹا ہاروے نے کہا۔ وہ دونوں مسکرانے لگے۔ پھر مائیکل بولا۔

"تم سب سے زیادہ اس کی مخالف تھیں........."

"ہاں۔ اور ان لمحات سے میں سب سے زیادہ شرمندہ ہوں........."

"تم نے کبھی ان پر غور کیا........."

"کیوں نہیں........."

"کوئی اندازہ.........؟"

"بہت سے ...."

"مثلاً ....؟"

ریٹا ہاروے سوچ میں ڈوب گئی پھر مسکرا کر بولی۔ "جو کچھ میں کہہ رہی ہوں۔ اس پر مجھے بھی یقین نہیں ہے۔ لیکن کچھ شبہات ہیں مجھے۔"

"کیا؟"

"عجیب سی بات ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ مجھے وہ دونوں میاں بیوی نہیں لگتے۔ ان کی آنکھوں میں ایک دوسرے کے لئے پیار ہے لیکن اس طرح جیسے ایک محبوب کا دوسرے محبوب سے ہوتا ہے۔ سردار خان اسے دیکھتا ہے لیکن اس کی آنکھوں میں وہ اعتماد نہیں ہوتا جو اپنی ملکیت اپنی بیوی پر ہوتا ہے۔"

"ایک عورت کی نگاہ بہرحال مرد سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔" لارک نے ہنستے ہوئے کہا۔

"خصوصاً اس معاملے میں۔!" بائر نے مسکرا کر کہا۔

"دوسری بات کیا ہے ریٹا........"

"وہ لڑکی ماں نہیں معلوم ہوتی........"

"کیا مطلب........"

"اس کا انداز........اس کا رکھ رکھاؤ........"

"وہ اس کی پہلی بچی ہے........"

"مان لیا........وہ تجربے کار ماں نہیں ہے........لیکن ایک ماں اس تصور سے ہی مرجاتی ہے کہ اس کا معصوم بچہ کسی خاص واقعہ کا ٹارگٹ بننے والا ہے........"

"ہوں........پھر یہ کیا قصہ ہے........"

"خدا جانے........"

"یا دوسرے لوگوں کو بھی ایسا ہی شبہہ ہے........؟"

"میں نہیں جانتی........"

اس رات جب پہاڑوں پر اندھیرا اتر آیا تھا اور ریٹا ہاروے ایک خوبصورت چٹان کی آڑ میں بیٹھی ہوئی تھی' اس نے قدموں کی آہٹ سنی اور پھر اس نے سردار خان اور ثمہ کو اسی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ وہ ایک دم سے سمٹ گئی۔ اچانک اس کے دل میں خیال آیا کہ ان کی گفتگو چھپ کر سنی جائے۔ اس نے خود کو بالکل پوشیدہ کرلیا........ اتفاق سے وہ دونوں اسی چٹان پر آکر بیٹھ گئے تھے۔ ریٹا نے سانس روک لی۔ پھر اس نے ثمہ کی آواز سنی۔

"تمہارا دل تو نہیں اکتا گیا نادر شاہ........؟"

"کیوں عرشی........؟" یہ سردار خان کی آواز تھی۔

نادر شاہ........عرشی........ریٹا کا ذہن بھک سے اڑ گیا۔ وہ دونوں اجنبی ناموں سے ایک دوسرے کو پکار رہے تھے' ان کے یہ نام تو نہیں تھے' ریٹا کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں اور اس نے زیادہ توجہ سے ان کی بات سننا شروع کردی۔

"بس ایسے ہی سوچتی ہوں میری وجہ سے تم بھی مشکل میں پڑ گئے۔"

"نہیں مس عرشی! بھلا مشکل میں پڑنے والی کیا بات ہے۔ میں تو بہت خوش ہوں اور کچھ ہو یا نہ ہو' لیکن ہم دونوں کا ساتھ تو ہے۔"

"تم یقین کرو نادر شاہ' میں تو بہت خوفزدہ رہتی ہوں۔"

"کیوں........؟"

"اگر ڈیڈی کو پتہ چل گیا کہ ہم نے کیا کھیل کھیلا ہوا ہے تو نجانے کیا مصیبت اٹھ کھڑی ہو' میں تو بہت خوفزدہ رہتی ہوں' وہ ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گے۔"

"سر ہدایت اللہ بہت نرم شخصیت کے مالک ہیں اور پھر عرشی ہم نے کوئی ایسا کام تو نہیں کیا ہے جو کسی کے لئے مشکل کا باعث بنا ہو' یا اس سے کوئی برائی پیدا ہوتی ہو' بے شک ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں' لیکن اس محبت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔"

"میں مانتی ہوں' لیکن جس طرح ہم نے انہیں دھوکہ دیا ہے وہ بھی تو ایک خطرناک بات ہے' سب لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گل ہماری بیٹی ہے۔ ان لوگوں کے تصور میں

بھی یہ بات نہیں کہ گل درحقیقت کیا ہے' نادر شاہ یقین کرو جب یہ انکشاف ہوگا تو پتہ نہیں ڈیڈی کی کیا کیفیت ہو' ارے وہ تو یہی محسوس کر کے بری طرح ناراض ہو جائیں گے کہ ہم دونوں میاں بیوی کا جھوٹا ناٹک کھیل رہے ہیں۔"

"ایک نہ ایک دن تو یہ بات سامنے آئے گی عرشی........."

"بس اسی دن سے میں خوفزدہ ہوں........."

"عرشی کیوں نہ اس بات کا انکشاف کر دیا جائے کہ اصل حقیقت کیا ہے........."

"نہیں بھئی مجھے بہت ڈر لگتا ہے........."

"اس سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ ہم اس طرح اپنے آپ کو پوشیدہ رکھیں ...."

"کچھ سوچو نادر شاہ' میں واقعی ان دنوں بہت زیادہ الجھی ہوئی ہوں........."

"اس بارے میں میری عقل واقعی میرا ساتھ نہیں دیتی۔" ریٹا پر قیامتیں ٹوٹی پڑ رہی تھیں۔ اسے یقین نہیں تھا کہ جس شے کا اظہار اس نے آج مائیکل بائز اور لارک اینجلو سے کیا ہے' وہ ایک دم ہی حقیقت بن کر سامنے آجائے گا' ان دونوں کے الفاظ کچھ اور ہی بتا رہے تھے' لیکن لڑکی سرہدایت اللہ کے لئے ڈیڈی کا لفظ استعمال کر رہی تھی۔ ریٹا ہاروے کو اچانک ہی ہدایت اللہ کی بیٹی عرشی یاد آگئی اور اس کے سر میں چکر سا آگیا' کیا یہ عرشی ہے اس نے حیرانی سے سوچا' نوجوان بھی اسے عرشی ہی کہہ کر مخاطب کر رہا تھا' عرشی نادر شاہ' عرشی نادر شاہ' عرشی نادر شاہ اور ریٹا ہاروے برداشت نہ کر سکی' وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان کے سامنے آگئی۔

دونوں کے رنگ فق ہو گئے تھے' لیکن ریٹا ہاروے کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ وہ گہری نگاہوں سے ان کا جائزہ لے رہی تھی اور محسوس کر رہی تھی کہ دونوں چور بنے ہوئے ہیں' پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"میں تمہاری دوست ہوں اور تمہیں اس بات کا یقین دلانے کے لئے مجھے کیا کرنا چاہیے اس کا فیصلہ بھی تم ہی کرو گے۔"

"بالکل بالکل ٹھیک ہے میڈم ریٹا ہاروے' لیکن آپ یہاں۔"

"اتفاق تھا' یقین کرو چھپ کر تمہاری گفتگو سننے کی کوشش نہیں کر رہی تھی' لیکن ب اس بات کو کیا کہو گے کہ بعض باتیں جب منکشف ہونا چاہتی ہیں تو خود بخود ایسے الات پیدا ہو جاتے ہیں........."

"آپ آپ........."

"دیکھو' میں نے سب کچھ سن لیا ہے' اچھی طرح سن لیا ہے اور میں یہ محسوس کر ہی ہوں کہ ایک اچھے دوست کی حیثیت سے اب تمہیں میری ضرورت ہے۔"

"میڈم آپ........."

"نہیں' اگر مجھے اپنا شریک راز نہیں کرو گے تو اس بات کا وعدہ بھی کرتی ہوں کہ الکل خاموش ہو جاؤں گی اور تم سے ایک لفظ بھی نہیں کہوں گی' لیکن مجھے اس کا افسوس رہے گا کہ میں تمہاری دوستی حاصل کرنے میں ناکام رہی۔"

"نہیں میڈم ہاروے' آپ نہایت نفیس خاتون ہیں........."

"ایسے نہیں' جب تم مجھے تسلیم کرو گے تب مجھے یقین آئے گا........."

"ہم آپ کو تسلیم کرتے ہیں۔" عرشی نے کہا۔

"نہیں جھوٹ بول رہے ہو........."

"نہیں میڈم ہم آپ کی واقعی عزت کرتے ہیں........."

"کہا نا جب تک اس بات کا ثبوت نہیں دو گے میں نہیں مانوں گی........."

"ثث......... ثبوت؟" سردار خان ہکلا کر بولا۔

"ہاں........."

"ثبوت ہمیں کیسے دینا ہوگا.........؟"

"مجھ پر اعتبار کر کے........."

"ہم اس کا اظہار کر چکے ہیں........."

"صرف زبانی........."

"تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے.........."

"ان حقیقتوں کا میرے سامنے اعتراف جو آج تک سب کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں.........."

"مگر میڈم.........."

"میں تمہاری باتیں سن چکی ہوں' تمہارا نام نادر شاہ ہے نا.........." ریٹا نے سردار خان کو گھورتے ہوئے کہا۔ "سردار خان نے گردن جھکالی۔

"اور تمہارا عرشی' اگر تم عرشی ہو تو یقیناً" تم نے اپنے چہرے پر میک اپ کر رکھا ہے' کیونکہ سرہدایت اللہ کی بیٹی کی حیثیت سے میں تمہیں پہچانتی ہوں' اب بھی اگر تم چاہو تو انکار کردو بس میں یہاں سے واپس چلی جاؤں گی' لیکن میرے دل میں ایک دکھ کا احساس رہے گا' ایک خلش رہے گی کہ میں کسی کا اعتماد نہیں حاصل کر سکی۔"

"اوہ میڈم ہاروے' ڈیڈی مجھے قتل کر دیں گے.........."

"میں وعدہ کرتی ہوں قتل نہیں کریں گے.........."

"تو پھر اب آپ بتائیے میں کیا کروں.........؟"

"مجھے پوری کہانی بتاؤ' پہلے یہ بتاؤ تم عرشی ہی ہونا.........."

"جی میڈم ہاروے.........."

"بے حد شریر' انتہائی شوخ جس کا تذکرہ سرہدایت اللہ اتنی محبت سے کرتے رہے ہیں کہ میں تمہیں بتا نہیں سکتی' آہ واقعی کیا ہی حیرت ناک بات ہے جب انہیں اس بات کا علم ہوگا کہ ان کی بیٹی ان کے ہمراہ ہے' مگر یہ بتاؤ قصہ کیا ہے اور یہ نوجوان کون ہے.........؟"

"میڈم جب آپ کو تمام حقیقتیں معلوم ہو ہی چکی ہیں تو اب آپ سے چھپانے سے کیا فائدہ ان کا نام نادر شاہ ہے اور یہ ایک پولیس آفیسر تھے.........."

"تھے.........؟"

"ہاں تھے' انہوں نے پولیس کی نوکری چھوڑ دی ہے.........."

"کیوں.........؟"

"میرے لئے.........."

"اور مطلب.........."

"بس میڈم ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔" عرشی نے کہا اور میڈم ہاروے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"وہ تو مجھے اندازہ ہوگیا تھا' مگر یہ سب کیا قصہ ہے عرشی؟"

"ڈیڈی سے میں نے بے شمار بار کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ کسی مہم میں شریک ہونا چاہتی ہوں' لیکن انہوں نے کبھی اس سلسلے میں مجھے لفٹ نہیں دی' پھر مجھے یہ معلوم ہوگیا کہ چکر کیا ہے' ایک بچی کا معاملہ تھا۔" عرشی نے تھوڑی سی ردوبدل کے ساتھ کل کی ساری کہانی میڈم ہاروے کو سنا دی اور میڈم ہاروے کا چہرہ حیرت کی تصویر بن گیا۔

"تت.........تت تمہارا' تت.........تمہارا یہ خیال ہے کہ یہ یہ' مم.........مگر اف میرے خدا' اوہ میرے خدا' کیا کیا یہ واقعی وہی لڑکی ہے یعنی وہ جو.........."

"جی میڈم' یہ وہی لڑکی ہے.........."

"مگر بے بی اس کی پیٹھ پر ایک نشان تھا' نیل کنٹھ کا نشان.........؟"

"وہ ایک ہلکے سے میک اپ سے چھپا دیا گیا ہے۔ آپ اس کی پشت پر سے وہ جھلی اتار دیں گی تو نیل کنٹھ کا نشان برآمد ہو جائے گا.........."

"میرے خدا' دل چاہ رہا ہے اس چٹان سے سر پھوڑ لوں' کیا واقعی اور ہم لوگ اب تک یہی سمجھتے رہے کہ ہم ایک نقلی لڑکی کو لئے پھر رہے ہیں لیکن تم' اس کے بعد کیا ہوا.........؟"

"پوری کہانی میرے علم میں آگئی' میں نے معلومات حاصل کی تھی اور مجھے پتہ چل گیا کہ چکر کیا ہے' تب میں اس لڑکی کو لے کر غائب ہوگئی اور میں نے اس کی پشت کا میک اپ کر دیا' مجھے علم ہوگیا تھا کہ ڈیڈی اور کنور مہتاب علی ایک ایسی بچی کی تلاش میں ہیں اور ہم نے اپنے آپ کو شمسہ اور سردار خان کی حیثیت سے ان کے سامنے پیش کر دیا

اور انہوں نے ہمیں قبول بھی کرلیا' بس اس کے بعد سے اب تک ہم اس حیثیت سے
کر رہے ہیں' لیکن لیکن میڈم ہاروے میں اس بات سے سخت خوفزدہ ہوں کہ ڈیڈی
جب حقیقت کا علم ہوگا تو کیا ہوگا۔؟"

"ریٹا ہاروے کا چہرہ آہستہ آہستہ نازل ہوتا جارہا تھا' اس نے پر مسرت لہجے میں کہا۔"

"اور تم لوگ میری نگاہوں کی داد نہیں دو گے' میں روز اول سے ہی تمہارے بارے میں مشکوک تھی' اور کوئی خاص بات نہیں بس یہی سوچتی تھی کہ تم معمولی حیثیت کے لوگ نہیں ہو اور اسی بات نے میرے اور تمہارے درمیان ایک خلاء پیدا کردیا تھا میں تمہاری حقیقت جاننا چاہتی تھی' لیکن بالآخر تم نے مجھے بھی متاثر کرلیا۔ اور میرے خدا! دوسرے لوگوں پر جب یہ انکشاف ہوگا تو وہ کس قدر حیرت کا شکار ہو جائیں گے۔"

"تو کیا آپ یہ انکشاف ان پر کردیں گی میڈم ہاروے۔؟" نادر شاہ نے پوچھا اور ریٹا ہاروے گہری سوچ میں ڈوب گئی پھر بولی۔

"تم بتاؤ.........؟"

"میں تو عرشی کی وجہ سے خاموش ہوں ورنہ میں تو سچی بات یہ ہے دل سے چاہتا ہوں کہ ہماری حقیقت سرہدایت اللہ کے علم میں آجائے تاکہ ہم پر سے یہ مشکل وقت ختم ہو جائے اور اس کے بعد میں کوشش کروں تو سرہدایت اللہ کے دل کے گوشے میرے لئے نرم ہو جائیں اور ہمارا مستقبل یکجا ہو جائے۔"

"میری جان یہ کام میں کروں گی۔" ریٹا ہاروے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ میڈم ریٹا.........؟"

"ہاں میں' اب تو یہ مجھ پر فرض ہوگیا ہے' تم دونوں میری پسندیدہ شخصیتوں میں سے ہو' مجھ پر فرض ہوگیا ہے یہ کہ میں تمہاری اس مشکل میں تمہارا ساتھ دوں۔"

"اوہ میڈم ہاروے' میں تو بڑی خوفزدہ ہوں۔" عرشی نے کہا۔

"نہیں بالکل نہیں' میں سمجھتی ہوں یہ انکشاف ہو جانا چاہیے' لیکن۔"

"جی میڈم' لیکن.........؟" نادر شاہ نے چونک کر پوچھا۔

"جیمس پیرے کے سامنے نہیں' دیکھو ہمارا گروپ ایک دوسرے سے بالکل مخلص ہے' فیروز بھی ایک نفیس انسان ہے اور بہرحال ہم لوگ ایک دوسرے پر مکمل اعتماد کرتے ہیں' ہم لوگ اس حقیقت کو جاننے کے بعد ذرا بھی نہیں الجھیں گے۔ بلکہ ہمیں سوچنا ہوگا۔"

"دوسرا معاملہ کیا.........؟"

"میری مراد جیمس پیرے سے ہے' ہم اس پر مکمل اعتماد نہیں کرسکتے' ویسے تو وہ اچھا انسان ہے' لیکن پھر بھی ہم میں سے تو نہیں۔" ریٹا ہاروے ٹہلنے لگی اور عرشی اور نادر شاہ گردن جھکائے بیٹھے رہے' پھر عرشی نے کہا۔

"آہ نجانے ڈیڈی پر کیا تاثرات مرتب ہوں گے.........؟"

"نادر شاہ جس شخصیت کا مالک ہے' اگر اس کے بارے میں کوئی برے انداز میں سوچتا ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ انصاف کی بات نہیں کرے گا تم بے فکر رہو........."

"مگر میڈم ہاروے آپ طریقہ کار کیا اختیار کریں گی۔؟" نادر شاہ نے کہا۔

"دیکھو دنیا کا سب سے بہترین اصول' سیدھا اور سچا راستہ ہے' میں باقاعدہ یہ انکشاف کروں گی کہ تم لوگ کون ہو' سب حیران رہ جائیں گے' بس تمہیں خاموشی اختیار کرنی پڑے گی' یا پھر اگر اس وقت تم سے اس سلسلے میں کوئی سوال کیا جائے تو تم سچائی کے ساتھ جواب دو گے' اور پھر یہ سلسلہ ختم ہوگیا' ریٹا ہاروے مسکراتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھی' لیکن وہ بیچاری یہ نہیں جانتی تھی کہ دونوں شریر نوجوان اپنی اس کامیابی پر کس قدر نازاں ہیں۔"

جیمس پیرے اور اس کے ساتھی واپس نہیں آئے تھے' وہ صبح کی روشنی نمودار ہوتے ہی اپنی مہم پر نکل جاتے اور نجانے کہاں کہاں کی خاک چھان کر رات ہی کو واپس آتے تھے۔ ادھر ٹاری ویگا کے معاملات بالکل نارمل ہوگئے تھے' لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے اور بڑے پجاری کی آمد کے بعد مطمئن انداز میں اپنا وقت معمول کے مطابق گزار رہے تھے۔ بڑے پجاری کے مہمان جن کے بارے میں ان کے معصوم ذہنوں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا ا... کے لئے متبرک تھے اور جہاں بھی وہ نظر آتے تھے ان کا احترام کیا جاتا تھا۔

ادھر چھوٹے چھوٹے معاملات بھی اپنے معمول کے مطابق چل رہے تھے' نا... نگارا نے خوشی کے ساتھ اپنی بیٹی دھوا کے جھونپڑے میں بھیج دی تھی اور وہاں کے اصولوں کے مطابق ساگی کو اروکا کی زندگی کا ساتھی بنا دیا گیا تھا جبکہ ہمبا ان کا مسلسل دوست اور نگراں تھا' یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ ہمبا کے دل میں بھی محبت کی ایک کونپل ... تھی جو فوراً ہی کسی کے پاؤں تلے آکر سرنگوں ہوگئی اور اب سوکھ کر ختم ہوگئی تھی۔ اس وقت بھی جیمس پیرے موجود نہیں تھا۔ ریٹا ہاروے اور باقی تمام افراد ایک جگہ ... تھے۔ یوٹ بھی ان کے پاس نہیں تھا اور ایمرے کے ساتھ اپنی رہائش گاہ میں موجود ... ریٹا ہاروے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کنور مہتاب علی' سرہدایت اللہ' ڈیر لارک اینجلو اور مائیکل بائز' تم لوگ اپنے برپور حقیقتوں کا انکشاف کرتے' رہے ہو اور بڑے پراسرار انکشافات کئے ہیں تم لوگوں نے لیکن آج میں تمہارے سامنے جو انکشاف کر رہی ہوں' وہ اتنا عجیب ہے کہ تمہاری ساری کاوشیں اس کے سامنے بے اثر ہو جائیں گی۔" سب نے دلچسپی سے ریٹا ہاروے کو دیکھا تو ریٹا ہاروے کہنے لگی۔

"سرہدایت اللہ ابھی پچھلے ہی دن کی بات ہے کہ مائیکل بائز اور لارک اینجلو مجھ سے سردار خان اور شمسہ کے بارے میں باتیں کر رہے تھے' انہوں نے کہا کہ ایک عورت کی نگاہ کس قدر تیز ہو سکتی ہے' کیا میں اس کا اظہار کر سکتی ہوں۔" میں نے حیرت سے ان سے پوچھا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں تو انہوں نے کہا' انہیں شبہ ہے کہ شمسہ اور سردار خان میاں بیوی نہیں ہیں' اور وہ بچی شمسہ کی بیٹی نہیں ہے۔" سرہدایت اللہ کے کانوں کی لویں سرخ ہوگئیں۔ لیکن انہوں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا' البتہ باقی افراد حیرت سے بولے۔

"تو پھر' پھر کیا ہوا.........؟"

"بس یہ بات میرے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی تھی اور میں نے اس کی کھوج شروع کر دی' لیکن اس کھوج کے نتیجے میں جو انکشاف ہوا وہ میرے لئے بھی اس قدر ناقابل یقین ہے کہ میں بتا نہیں سکتی' لیکن ایک بات میں جانتی ہوں کہ جو کچھ ہوا ہے وہ انتہائی دلچسپ اور حیرت انگیز نوعیت کا حامل ہے اور اگر اس بات پر کسی جانب سے کوئی ردعمل ہوتا ہے تو یقین کریں مجھے اپنی زندگی کا سب سے بڑا صدمہ پہنچے گا' کیونکہ کیونکہ........"

"بھئی تم بہت پراسرار ہوتی جا رہی ہو اور تم نے بڑا سسپنس پیدا کر دیا ہے' معاملہ کیا ہے.........؟"

"انہیں دونوں کی بات ہے.........."

"شمسہ اور سردار خان کی.........؟"

"ہاں..........؟"

"کوئی خاص بات معلوم کرلی ہے تم نے۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔

"ایسی خاص بات کنور مہتاب علی کہ تم سنو گے تو حیرت سے دیوانے ہو جاؤ گے.........."

"تو پھر تم وہ خاص بات ہمیں نہ سناؤ کیونکہ ابھی ہمیں بہت سے کام کرنے ہیں۔" کنور مہتاب علی نے ہنس کر کہا۔

"نہیں اس بات کا انکشاف بھی بے حد ضروری ہے ورنہ یقین کرو اگر وہ اتنا ضروری نہ ہوتا تو میں خود اسے دل میں دبا جاتی۔ کیونکہ وہ دونوں بچے مجھے بھی اس قدر پسند ہیں کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔"

"تعجب ہے تعجب ہے.........."

"واقعی تعجب کی بات ہے.......... مگر قصہ کیا ہے کچھ بتاؤ تو سہی۔"

"حیرت کی بات یہ ہے کہ ایک باپ اپنی اولاد کو نہیں پہچان سکا' سب سے زیادہ حیرت ناک بات یہی ہے۔"

"گڈ ویری گڈ وہ کون بے وقوف باپ ہے۔ سرہدایت اللہ نے کہا اور ریٹا ہارڈے کے حلق سے ایک زوردار قہقہہ نکل گیا.........."

"سوری سرہدایت اللہ اگر میں کہوں کہ وہ تم ہو تو.........؟"

"کیا کیا کیا.........؟"

"ہاں اگر میں یہ کہوں کہ وہ تم ہو تو.........؟"

"تو میں سمجھوں گا کہ کسی بات پر ناراض ہو کر تم مجھے گالیاں دینا چاہتی ہو.........؟"

"نہیں جناب ہرگز نہیں۔"

"تو پھر کیا بات ہے بتاؤ.........؟"

"حقیقت یہ ہے کہ سرہدایت اللہ کہ وہ باپ تم ہی ہو.........؟"

"میں.........؟"

"ہاں.........."

"بھئی کیا فضول باتیں لگا رکھی ہیں تم نے' سچ سچ بتاؤ۔"

"سرہدایت اللہ کیا تم اس بات کو تسلیم کرو گے کہ تمہاری بیٹی عرشی بھی اس مہم میں تمہارے ساتھ شریک ہے.........؟"

"کیا.........؟"

سرہدایت اللہ سے زیادہ کنور مہتاب علی' مائیکل بائز اور لارک اینجلو حیران ہوئے تھے۔

"ہاں سرہدایت اللہ وہ تمہاری بیٹی ہے.........."

"کک کون......... عرشی.........؟"

"ہاں.........."

"کہاں ہے.........؟"

"شمسہ کے روپ میں.........."

"کیا بے کار باتیں کر رہی ہو.........؟"

"دیکھو یہ بات طے ہے کہ اس بات کا برا بالکل نہیں مانا جائے گا' میں نے کہہ دیا ہے اور اگر اس بات پر تم چراغ پا ہوئے اور کوئی غلط بات نکلی تو میرا خیال ہے یہ ہمارے مشن کے لئے بہت خطرناک بات ہوگی.........."

"تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو صاف صاف کہو.........."

"میں اس کھوج میں تھی کہ میں نے ان دونوں کو باتیں کرتے ہوئے سنا' یعنی سردار خان اور شمسہ کو۔ شمسہ اس بات پر سخت پریشان تھی کہ اگر یہ بات سرہدایت اللہ کے علم میں آگئی تو وہ اس سے سخت ناراض ہوں گے' شمسہ کے روپ میں عرشی ہے جس نے میک اپ کیا ہوا ہے۔ سرہدایت اللہ وہ کہانی ایک بار پھر دہرانی پڑے گی جو شاید تم نے ...پوری تفصیل سے سنائی تھی یعنی اس بچی کی کہانی جو نیل کنٹھ سے لے جائی گئی تھی

اور جو نیل کنٹھ کا مستقبل ہے۔"

"تم بتاؤ کیا ہوا تھا.........؟"

"نہیں کنور مہتاب علی آپ بتایئے یا پھر سرہدایت اللہ کو بتانا چاہیے ...."

"بھائی میں کیا بتاؤں.........؟"

"ایک بچی عرشی کے پاس تھی۔ سرہدایت اللہ اور عرشی نے اس بچی کو کہیں حاصل کیا تھا' کسی بھی حیثیت سے کسی بھی شکل میں اور اس کے بعد اس بچی کو اپنی بیٹی کر گھر میں ڈرامہ کرتی رہی اور اس کے بعد جب تمہیں علم ہوا کہ بچی تو وہی ہے جسے م نصیر بیگ اور کنور مہتاب علی تلاش کرتے پھر رہے تھے اور کنور مہتاب علی جسے نیل ک سے لے کر گئے تھے تو سرہدایت اللہ نے وہ بچی اغوا کرلی........."

"ہاں میں نے ایسا کیا تھا........"

"اس کے بعد وہ بچی پھر تمہارے پاس سے غائب ہوگئی........"

"ہاں........"

"کیا تمہیں علم ہے وہ بچی کہاں گئی تھی........؟"

"نہیں میرے علم میں نہیں ہے........!"

"اسے ایک بار پھر عرشی نے حاصل کرلیا تھا........!"

"پھر جب تم اس مہم کے لئے نکلے تو عرشی نے تم سے ضد کی تھی کہ اسے بھی ا مہم میں شریک کرو........"

"ہاں کی تھی........"

"اور تم نے اس کی بات نظر انداز کر دی تھی........؟"

"ہاں........"

"لیکن ایسا نہیں ہوا۔ عرشی نے اپنے ایک پولیس افسر دوست کی مدد سے ایک پروگرام بنایا میک اپ کر کے وہ شمسہ کی حیثیت سے ہمارے ساتھ شامل ہوگئی اور ا پولیس افسر جس کا اصل نام نادر شاہ ہے سردار خان کی حیثیت سے ہمارے ساتھ یہا

ہی آگیا ہے۔ وہ لڑکی عرشی ہے اور وہ بچی۔ وہ بچی اصل نیل کنٹھ ہے........"

ان سب پر سکتہ سا طاری ہوگیا تھا۔ سرہدایت اللہ بھی آنکھیں بند کئے بیٹھے ہوئے تھے تاکہ ان کے تاثرات کا اندازہ کسی کو نہ ہوسکے۔ کنور مہتاب علی کا سر چکرا رہا تھا' لارک اینجلو اور مائیکل بائز بھی شدید حیرت کے عالم میں تھے۔ ریٹا ہاروے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اس نے کہا۔

"وہ اصل بچی ہے اب ذرہ گزرے ہوئے واقعات پر غور کرو........ مرزا نصیر بیگ اسے لے اڑا تھا' کیا مرزا نصیر بیگ کی قسمت نے اس کا ساتھ نہیں دیا تھا' وہ تو شکر ہے کہ ہماری قسمت اس کی قسمت پر حاوی ہوگئی اور زاہد نے یہ مسئلہ حل کر ڈالا' ایک قابل قدر شخصیت زاہد جس نے بہرحال ہم پر ایک احسان کیا ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے' وہ بے چارہ تو مرزا نصیر بیگ کے ختم ہو جانے کے بعد اس قدر دبا دبا رہا ہے کہ کبھی اس کی شخصیت کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی گئی........"

"نہیں یہ بات نہیں ہے' یہ سوچ غلط ہے۔"

"لیکن۔ لیکن عرشی........؟"

"ہاں سرہدایت اللہ وہ بچی اصل نیل کنٹھ ہے اور عرشی تمہاری بیٹی' لیکن میں تم سے ایک درخواست کروں گی' ان دونوں کو معاف کر دیا جائے' ذرا یہ غور کیا جائے کہ ان دونوں کی شمولیت نے ہمارے اس گروپ کو کس قدر فائدے پہنچائے ہیں' یہ دو شریر بچے ہیں جو شاید ایک دوسرے سے محبت بھی کرتے ہیں اور میں سمجھتی ہوں کہ انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ دونوں صاف ستھری طبیعت کے مالک پاکیزہ افراد ہیں اور........ اور میں سفارش کرتی ہوں سرہدایت اللہ کہ اس سلسلے میں عرشی سے کچھ بھی نہ کہا جائے........"

"بڑی عجیب بات ہے' بڑی ہی عجیب بات ہے" سرہدایت اللہ نے کہا۔

"جو کچھ بھی ہے بہرحال تمہاری بیٹی بڑی ذہین ہے اور اس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جس پر اسے سرزنش کیا جائے........"

"میں واقعی ایک بے وقوف باپ ہوں" سرہدایت اللہ نے کہا اور کنور مہتاب علی قہقہہ مار کر ہنس پڑا اور پھر بولا۔

"چلو ٹھیک ہے یہ کریڈٹ بھی انہی کو جاتا ہے کہ تم نے اپنی حماقت کو تسلیم کیا اور سرہدایت اللہ مسکرانے لگا تھا۔"

"دوستو۔" پھر کنور مہتاب علی نے۔ "اس انکشاف کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے اور سرہدایت اللہ میں تم سے اب یہ سوال کر رہا ہوں کہ ان واقعات کے علم میں آجانے کے بعد عرشی کے ساتھ تمہارا رویہ کیسا رہے گا" سرہدایت اللہ کچھ دیر سوچتے رہے پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"وہ بہت شریر ہے لیکن آپ لوگ ایک بات کا یقین کر لیجئے کہ اس کے کردار میں کوئی خامی نہیں ہے۔"

"اور یہ یقین تم ہمیں دلا رہے ہو' افسوس" کنور مہتاب علی نے کہا۔ "کیا ہم اسے نہیں جانتے۔"

"نہیں واقعی' وہ بے مثال شخصیت کی مالک ہے اور یہ شخص نادر شاہ تعجب ہے بھئی' بے حد تعجب ہے' لیکن تم کچھ کہتے کہتے رک گئے تھے۔" ریٹا ہاروے بولی۔

"ہاں' جب سچائیوں کا دن آگیا ہے اور حقیقتوں کا انکشاف ہونا ہے تو پھر انتہائی مختصر الفاظ میں تمہیں ایک کہانی میں بھی سنانا چاہتا ہوں۔"

"وہ کیا بھائی' آج تو بڑے بڑے انکشافات کا دن ہے" سرہدایت اللہ نے کہا۔

"دل ہی دل میں وہ بے حد مسرور ہو رہے تھے کہ عرشی اور نادر شاہ نے بڑی خوبصورتی سے ان پر سے یہ بوجھ اتار دیا تھا۔" کنور مہتاب علی پر خیال لہجے میں بولا۔

"میں بھی ایک شریف آدمی ہوں اس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے آپ لوگوں کو۔"

"چلو اخلاق" مان لیتے ہیں۔" سرہدایت اللہ نے کہا۔

"اب جیسے بھی مانو' یہ تمہاری مرضی ہے' میں تمہیں وہ مختصر داستان سنا رہا ہوں

کا تعلق ہمارے ماضی کی مہم سے ہے وہاں میرا مطلب ہے نیل کنٹھ میں جس لڑکی میری شادی کی گئی تھی' ظاہر ہے وہ شادی میرے مذہب کے مطابق نہیں ہوئی تھی لئے وہ میری بیوی کسی طور قرار نہیں پائی تھی۔"

"مگر سائی تھول نے اپنے طور پر تو یہ سب کچھ کر ہی ڈالا تھا۔"

"ہاں بے شک' یہ کرلیا گیا تھا لیکن میں نے اسے اپنی بیوی تسلیم نہیں کیا تھا۔"

"لاحول ولا قو' پھر وہ بچی.........؟"

"پوری بات سنو بھئی' بیچ میں ٹانگ مت اڑاؤ" کنور مہتاب علی نے کہا اور وہ سب تن گوش ہو گئے' کنور مہتاب علی نے کہا۔

"وہ لڑکی ایک اور نوجوان سے محبت کرتی تھی جو اسی قبیلے کا باشندہ تھا' جب مجھے محبت کا علم ہوا تو مجھے معاف کرنا میں نے اس کے ساتھ حجلہ عروسی میں ایک لمحہ نہیں ارا بلکہ انسانی نقطہ نظر سے ان لوگوں کی محبت سے متاثر ہو کر میں نے اس نوجوان کو لڑکی کی قربت میں پیش کر دیا اور اپنے طور پر' میرا مطلب ہے جو ان کا طرز زندگی تھا جس انداز میں وہ ایک دوسرے کو شوہر اور بیوی کی حیثیت سے قبول کرتے تھے انہیں ر دیا' وہ بچی انہی کے ملاپ کا نتیجہ تھی جسے میری اولاد سمجھا جاتا رہا۔ آپ لوگوں کو یہ کر ضرور ہنسی آئے گی کہ میں اس بچی کا باپ نہیں تھا بلکہ وہ دونوں اس کے ماں باپ جبکہ سائی تھول اور دوسرے افراد یہی سمجھتے تھے کہ میں ہی اس بچی کا باپ ہوں' یہ 'سا واقعہ آپ لوگوں کے علم میں نہیں تھا' جبکہ باقی واقعات آپ جانتے ہیں' مرزا بیگ نے جو کمینہ پن کیا اس کا شکار ہم سب ہوئے تھے' اگر وہ اس طرح بچی کو لے کر بھاگتا تو ہمیں ہمارا مقصد اسی وقت حاصل ہو جاتا' کسی نہ کسی طرح میں اس ہیروں ذخیرے میں سے کچھ نہ کچھ حاصل کر لیتا' اور آپ لوگ جانتے ہیں کہ وہ کچھ نہ کچھ ہی ت کچھ ہوتا اور ہمیں دوبارہ یہاں نہیں آنا پڑتا' میں اس بچی کو اس کے ماں باپ کے الے کرنے کے لئے بھی یہاں آنا چاہتا تھا اور میں نے اس کے لئے یہ سارا کھیل کھیلا گر میں کیا کرتا وہاں میں نے اپنی بچی کو' میرا مطلب ہے اس بچی کو اپنی ایک ملازمہ کے

پاس پرورش کے لئے دے دیا اور مرزا نصیر بیگ اس کی تلاش میں سرگرداں ہوگیا، نتیجہ ہوا کہ وہ بچی ملازمہ کے پاس سے بھی نکل گئی۔ اور مرزا نصیر بیگ نے میرے دو ملازم قتل کر دیئے۔ تو میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ اصل میں وہ بچی میری نہیں ہے اور اس کے ماں باپ نیل کنٹھ میں موجود ہیں۔"

یہ انکشاف بھی کم حیرتناک نہیں تھا۔ وہ سب دیر تک گم صم رہے۔ پھر کنور مہتاب علی قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ اور وہ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"کیا بات........"

"ایک اور بھی انکشاف ہے۔ جب یہ دن یوم انکشاف ٹھہرا تو پھر میں جیمس پیرے کو بھی کیوں چھپاؤں........"

"کیا مطلب........؟" سب چونک کر بولے۔ اور کنور مہتاب علی نے کہا۔

"وہ نوجوان بوڑھے بھی میک اپ میں ہیں۔" اس کے بعد مہتاب علی میچل گارٹ ہیمباسٹر کی داستان سنانے لگا۔

سب محو حیرت گارٹ ہیمباسٹر کی کہانی سن رہے تھے۔ کنور مہتاب علی کے خاموش ہونے کے بعد بھی دیر تک خاموشی طاری رہی تھی۔ پھر مائیکل بائز نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب کچھ بہت عجیب ہے۔ اور اب........ ہمیں........" وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگیا۔ سامنے سے عرشی اور نادر شاہ آ رہے تھے۔

عرشی نے ایک نگاہ میں بھانپ لیا کہ کام ہوگیا ہے۔ ان لوگوں کے نگاہوں سے یہ احساس ہو رہا تھا۔ نادر شاہ کے قدم ٹھٹک گئے تھے۔ اس نے رفتار سست کرتے ہوئے کہا۔

"عرشی"

"ہوں۔ دیکھ رہی ہوں۔ عرشی نے نادر شاہ کے لہجے سے اس کی کیفیت کا اندازہ لگایا تھا۔"

"یار۔ میں نروس ہو رہا ہوں۔"

"میری انگلی پکڑ لو۔ عرشی نے کہا۔"

"کیا مطلب۔"

"دو پہیوں کی گاڑی میں جب ایک پہیہ جام ہونے لگے تو دوسرا سہارا بن جاتا ہے۔"

"تم نروس نہیں ہو۔"

"بالکل نہیں۔ عورت عورت ہے۔"

"خوب ذلیل کر رہی ہو۔ ذرا دیکھو۔ وہ ہمیں کس طرح دیکھ رہے ہیں۔"

"چلے آؤ تمہاری سست رفتاری زیادہ مشکوک ہے۔ عرشی نے کہا۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ وہ ان کے قریب پہنچ گئے۔ ریٹا ہاروے نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

"آؤ بیٹھو۔ تم لوگوں کی چوری پکڑی گئی ہے۔ اور میں ایک مخلص دوست حیثیت سے تمہاری یہ الجھن دور کرنا چاہتی ہوں۔"

"کونسی الجھن میڈم ہاروے۔" عرشی نے کہا۔

"جب چہروں پر میک اپ ہوتا ہے تو طویل عرصہ میک اپ رہنے سے چہرے رنگ متاثر ہو جاتا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ تمہارے چہرے خراب ہو جائیں۔"

"آپ کی بات سمجھ میں نہیں آرہی میڈم ہاروے۔ عرشی نے تعجب کا اظہار کر ہوئے کہا۔"

"حالانکہ تم دونوں سمجھ چکے ہو اور ہم یہ اعتراف بھی کر چکے ہیں کہ ہمارا تمام تجر تمہاری ذہانت سے مات کھا چکا ہے۔ میں تمہاری سب سے بہتر وکیل ہوں۔"

"کاش آپ کی باتیں ہماری سمجھ میں آجاتیں۔ عرشی بولی۔" تم بالکل خاموش ہو سردار خان۔

"سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ نادر شاہ نے کہا۔"

"مجھ سے تعاون کرو۔ ورنہ۔ میں تم سے مقابلہ کروں گی۔" میڈم ہاروے ہنس کر بولی۔

"میں تو تیار ہوں۔ لیکن۔"

"تمہاری مسز نہیں مان رہیں۔ کیوں۔ ریٹا ہاروے نے قہقہہ لگا کر کہا۔"

"تم عرشی ہو۔ سرہدایت اللہ نے اس موقع پر صورتحال کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

اب عرشی نے حیران ہونے کی اداکاری شروع کر دی۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔"

"مجھے آپ سے شکایت ہے ڈیڈی۔"

"پہلے یہ بتاؤ۔" تم عرشی ہو۔

"شکایت تو یہی ہے کہ اتنے طویل سفر میں آپ نے مجھے کیوں نہیں پہچانا۔ روایت تو یہ ہیں کہ خون تو فوراً" خون کو پہچان لیتا ہے۔ آپ کو کیا ہو گیا۔"

"مگر تم نے یہ سب کیوں کیا۔" ہدایت اللہ تیکھے لہجے میں بولے۔

"کیا کرتی۔ کتنی بار آپ سے کہا کہ میں بھی ایڈونچر کی شائق ہوں۔ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیں۔ آپ مانے۔"

"اور اگر تمہیں کوئی حادثہ پیش آجاتا تو.........."

"نہیں مسٹر ہدایت اللہ۔ مجھے آپ کے ان الفاظ سے اختلاف ہے۔ آپ کو اعتراف کرنا پڑے گا کہ یہ دونوں اس مہم کے ہیرو رہے ہیں۔ اور انہوں نے ہمیں حادثوں سے بچایا ہے۔"

ٹاری ویگا کے معاملات اب ان لوگوں کے مکمل کنٹرول میں تھے' بستی میں امن و امان قائم ہو گیا تھا۔ یوٹ تو تھا ہی ٹاری ویگا کے سردار کا بیٹا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس نے اپنا منصب اپنے طور پر نہیں بلکہ اپنے باپ کے نام پر سنبھالا تھا۔ لیکن سادہ لوح انسان ایسا ہی مزاج رکھتے تھے' حقیقت کو منظر عام پر لانے کا تصور ہی خطرناک تھا۔ ان لوگوں کا دماغ گھومتے ہوئے کوئی دقت پیش نہیں آسکتی تھی۔

"دھوا کو اپنا پوتا مل گیا تھا۔ اور بد صورت ہمبا ان لوگوں کو معتقد ہو گیا تھا۔ ساگی اروکا کے ساتھ اس کے جھونپڑے میں منتقل ہو گئی تھی اور دھوا نے جھونپڑا خالی کر دیا تھا۔" اس نے کہا۔

"حالات کچھ بھی ہو جائیں ایک عورت پر ایک ہی بے وقوف بھروسہ کر سکتا ہے۔ اور وہ دن ضرور آئے گا جب احمق اروکا اپنے دادا کے پاس پہنچ کر کہے گا کہ دادا عورت سے بچنے کی کیا ترکیب ہو سکتی ہے۔"

یوٹ کے بے شمار معتقد اس کے اشارے پر جان دینے پر آمادہ تھے اور بستی کو ہر اس شخص سے پاک کر دیا گیا تھا جو کسی بھی شکل میں ٹاری ویگا کے پجاری کا مخالف ہو۔ اور یہ بات سب کو سمجھا دی گئی تھی کہ نجات دہندہ کی اطاعت گزاری میں ہی نجات ہے ورنہ کسی اور کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ تو یوں سارے معاملات ہموار ہو گئے تھے۔ سازشی موت کے گھاٹ اتر گئے تھے اور اب کوئی سازش نہیں تھی۔ ادھر ایمرے خاندان نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ یوٹ کے ساتھ اس بستی میں رہیں گے اور تہذیب کی دنیا سے دوران

غیر مہذب وحشیوں کے ساتھ زندگی بسر کریں گے۔ کسی کو اس پر اعتراض نہیں ہوا تھا۔ یہ تو ہر شخص کی مرضی تھی' یوٹ کی درخواست پر ایمرے نے یہ بھی قبول کرلیا تھا کہ ٹاری ویگا کو ایک ایسی نیم مہذب آبادی بنا دیا جائے گا جہاں زندگیاں سکون سے گزریں۔ ایمرے انتہائی باصلاحیت نوجوان تھا اور ایلما برانٹ کی قربت نے اس کے ذہن کو مکمل سکون بخشا تھا۔ اور پھر ماں باپ کا مل جانا بھی بنیادی حیثیت رکھتا تھا۔ دوسری جانب ایموری تھی جو شونتے کے بچے کی ماں تھی اور شونتے ٹاری ویگا کا باشندہ تھا۔ اس کا شوہر اس کا محبوب۔ چنانچہ کچھ ایسی کھچڑی پک گئی تھی کہ ان لوگوں کے لئے ٹاری ویگا چھوڑنا ممکن نہیں رہا تھا' البتہ ایمرے نے کہا تھا۔

"مسٹر مہتاب علی! یہ الگ بات ہے کہ ایلما اور میرے ماں باپ کبھی اس دنیا سے اکتا جائیں' اور مہذب دنیا کی آبادیوں کی طرف رخ کرنے کی کوشش کریں۔ اس وقت میں یوٹ کو الوداع کہہ کر واپس اپنی دنیا میں آجاؤں گا' اب میرے لئے یہی لازم ہے کہ میں اس بستی کی خدمت کروں اور میں نے یہ اندازہ لگالیا ہے کہ ان زرخیز زمینوں کو اگر ترتیب دیا جائے تو اس آبادی کی خوشحالی میں بے انتہا اضافہ ہو سکتا ہے اور پھر یہ لوگ اسے مقدس پجاری کی آمد کی برکتیں ہی سمجھیں گے اور پھر ہماری زندگی پرسکون ہو جائے گی۔"

"ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہے ڈیئر ایمرے۔"

"باقی جو اور خدمتیں سرانجام دینی ہیں ان کے لئے آپ مجھے اپنی ذمہ داریوں میں پیچھے نہیں پائیں گے۔ چونکہ یہاں کے معاملات تقریباً مکمل ہو گئے تھے اور اس کے بعد یہ ذمہ داری یوٹ پر عائد کردی گئی تھی کہ وہ یہ بتائے کہ اس جگہ سے مہم جوؤں کے لئے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ لیکن ایسی کوئی بات یوٹ کے علم میں نہیں آئی تھی۔"

"چنانچہ اب دوسرے مرحلے پر کام کرنا تھا۔ یعنی نیل کنٹھ کا سفر۔"

"بہرحال اب ان لوگوں کے لئے کوئی مشکل نہیں رہی تھی' چنانچہ انتہائی مناسب انتظامات میں ان لوگوں نے وہ معلومات حاصل کرنا شروع کردیں۔ ایک پہاڑی دیوار ان دونوں قبیلوں کے درمیان سد راہ بنی ہوئی تھی۔ اس پہاڑی دیوار کو عبور کرکے یہاں سے حاصل شدہ معلومات کے مطابق نیل کنٹھ میں داخل ہوا جاسکتا تھا۔ یوٹ کی خدمات حاصل کی گئیں اور کسی ایسے آدمی کی تلاش کی جانے لگی جس نے کبھی ان پہاڑیوں کو عبور کرکے اس طرف قدم رکھا ہو' اور ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جو اس کا دعویٰ کرسکتا' لیکن اروکا کا دادا بوڑھا دھوا اس بارے میں جانتا تھا اور چونکہ وہ ان لوگوں کا ممنون کرم تھا اور پھر بڑے پجاری کی تو بات ہی کیا جس نے ٹاری ویگا کو ایک حسین اور نئی زندگی سے نوازا تھا' سودھوا نے کہا۔"

"ہاں۔ مگر یہ میری جوانی کی بات ہے اور اس وقت کی جب میں عورت کا شکار بن چکا تھا۔"

"عورت کا شکار.........."

"آہ' صبح جب سورج نکلتا ہے تو اس کی کرنیں بھی کسی ایسی جگہ کا رخ کرنے سے گریز کرتی ہیں جہاں ان کا واسطہ عورت سے پڑے۔"

"دھوا کی دلچسپ بات پر سب کو ہنسی آگئی تھی۔"

"کیا عورت سے آپ کے کچھ تلخ تجربات وابستہ ہیں۔"

"تلخ........یوں سمجھ لو اس نام سے میرے منہ میں کڑواہٹ گھل جاتی ہے۔ اور وہ بدبخت جسے میں نے دنیا کی ہر آفت سے بچائے رکھنے کی کوشش کی عورت کے چکر میں پڑا اور برباد ہوگیا۔"

"کون........"

"ارے اپنے پوتے اروکا کی بات کر رہا ہوں۔ تم خود سوچو زرد پہاڑیوں سے خزانوں کا حصول اور پھر عورت کی قربت........"

"بابا دھوا تم غلط راستوں پر نکل آئے........"

"میں اور غلط راستے........عمر کے ان تجربات نے ہی تو صحیح راستوں کی راہ دکھائی ہے۔"

"یہ مطلب نہیں ہے۔"

"تو پھر........"

"ہم تو تم سے یہ سوال کر رہے تھے کہ کیا تم ان پہاڑیوں کے دوسری جانب جاچکے ہو........"

"ہاں........مگر عورت کا تذکرہ نکال کر تم لوگوں نے خود میری ذہنی حالت خراب کردی۔"

"ہمیں بتاؤ اس طرف کیا ہے۔"

"آبادی۔ نیل کنٹھ۔ لیکن نیل کنٹھ ان پہاڑیوں کے دامن سے شروع نہیں ہو جاتی۔ پہاڑیوں کے دوسری طرف بھیانک جنگل ہے' خوفناک دلدلیں ہیں' بے انتہا غار پھیلے ہوئے ہیں۔ کوئی آسان راستہ نہیں ہے۔ اور تم کیا سمجھتے ہو سائی تھول بے وقوف ہے........اس نے کبھی اس جانب رخ نہیں کیا اور نہ ہی اس طرف سے تشویش کا اظہار کیا' کیونکہ اس پہاڑی دیوار کے دوسری طرف بھی حفاظتی اقدامات موجود ہیں۔ ہاں وسیع

...قے کو عبور کرنے کے بعد تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تم نیل کنٹھ کی حدود میں داخل ہوگئے۔"

بوڑھے دھوا کی بات پر کنور مہتاب علی سے رابطہ کیا گیا تو مہتاب علی نے کہا۔

"نیل کنٹھ کا جو راستہ میں جانتا تھا یا میرے یہ ساتھی وہ بالکل الگ تھا مسٹر جیمس پیرے' اور اس طرف سے ہم زیادہ آسانی کے ساتھ نیل کنٹھ میں داخل ہو سکتے تھے لیکن پوشیدہ نہیں رہ سکتے تھے' جبکہ یہ سوچا گیا تھا کہ ممکن ہے ٹاری ویگا سے ہمیں زیادہ آسانیاں حاصل ہوسکیں۔ لیکن یہاں ایک عظیم مہم جوئی کے باوجود کوئی خاص فائدہ نہیں حاصل ہوسکا۔ جیمس پیرے خود بھی دکھ کا شکار تھا۔ وہ دکھ بھرے لہجے میں بولا۔

"شاید ہماری تقدیر میں وہ سب کچھ نہیں جو ہم چاہتے ہیں' میچل گارٹ ہمباسٹر ایک عظیم انسان تھا اور اس عظیم انسان کی عظیم ایجادات کو دنیا سے روشناس کرانا کوئی آسان بات تو نہیں۔ حالانکہ میں نے سب کچھ اسی کے نام کرنا چاہا تھا لیکن شاید تقدیر کو یہ منظور نہیں ہے۔ جیمس پیرے کے لہجے میں اداسی گھلی ہوئی تھی' سرہدایت اللہ نے کہا۔

"نہیں مسٹر جیمس پیرے یہ تو ہم نے سوچا بھی نہیں تھا کہ خزانوں کا حصول ہمیں ٹاری ویگا سے ہو جائے گا۔ ٹاری ویگا کی جانب تو اس لئے رخ کیا تھا کہ یہاں سے وہاں جانے کے لئے کچھ آسانیاں حاصل ہو جائیں' اور اب بھی اس کے مواقع ہیں' کم از کم اس سے فائدہ تو ضرور ہوا ہے کہ ہم براہ راست نیل کنٹھ کے سائی تھول کے انتقام کا شکار نہیں ہوئے بلکہ ہمیں اس کا موقع مل جائے گا کہ خفیہ طریقے سے وہاں کے حالات کو قابو میں کریں۔ میرا خیال ہے کہ بددل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"نجانے کیوں میرے دل میں ایک عجیب سا احساس جاگنے لگا ہے۔"

"کیا مسٹر جیمس پیرے۔"

"بس یونہی کچھ پریشان کن خوابوں نے ذہن کو مضطرب کر دیا ہے۔"

"آپ سمجھدار آدمی ہیں مسٹر جیمس پیرے' آپ کو اس انداز میں نہیں سوچنا چاہیے۔"

"خیر یہ ایک الگ بات ہے' لیکن اب ٹاری ویگا آنے کے بعد یہ تو ممکن نہیں ہو

سکتا کہ ہم کوئی نیا رخ اختیار کریں اور سامنے کے راستوں سے اس طرف جائیں۔"

"نہیں۔"

"تب یہ پہاڑی دیوار ہی رہ جاتی ہے۔"

"بالکل۔"

"تو پھر کیا پروگرام ہے مسٹر ہدایت اللہ۔"

"متفقہ طور پر فیصلہ کیا جانا چاہیے کہ کیا ہو.........."

اور پھر وہ سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ نادر شاہ بھی ان میں شریک تھا۔ کنور مہتاب علی نے کہا۔

"جیسا کہ مسٹر جیمس پیرے نے کہا کہ اب یہ تو ممکن نہیں ہے کہ ہم دوبارہ واپسی کا راستہ اختیار کریں اور نیل کنٹھ کے سامنے کی سمت سے داخل ہونے کا فیصلہ کریں، اس طرح تو بڑا نقصان ہو جاتا ہے ہمارا، اور ہم ٹاری ویگا کے ان ہنگاموں کو اپنے بدترین دنوں میں شمار کرنے پر مجبور ہو جائیں گے، لیکن بہرحال ہمیں اس پہاڑی دیوار کے دوسری جانب سے سفر کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی چارہ کار نہیں ہے۔"

"سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس پہاڑی پر چڑھنا ایک مشکل کام ہے اور پھر دوسری جانب اترنے کے بعد جیسا کہ ہمارے علم میں آیا، ہمیں وہ خوفناک وسیع میدان، دلدلیں اور غار عبور کرنے ہوں گے۔ یہ خاصا مشکل کام ہے۔"

"اور اس مشکل کام میں ہم اپنی گاڑیوں کو استعمال نہیں کرسکتے۔ نادر شاہ نے کہا اور سب تشویش زدہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھنے لگے۔"

"بالکل ٹھیک کہتے ہیں نادر شاہ، گاڑیوں کو استعمال کرنے کا کیا سوال ہے۔"

"تو پھر کیا کیا جائے۔"

"سیدھی سیدھی سی بات ہے کہ پہاڑیوں کی بلندیوں کا سفر۔"

"نادر شاہ کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔"

"میرا خیال ہے ہمیں ایک گروپ بنا کر سب سے پہلے اپنے سفر کا جائزہ لینا ہوگا"

کیونکہ یہاں سے ہمیں بالکل اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں ملی۔ یہ معصوم لوگ مکمل طور سے ہماری نشاندہی نہیں کرسکتے۔"

"بالکل ٹھیک کہتے ہیں نادر شاہ، یہ اشد ضروری ہے۔"

"پھر گہری سوچوں کے بعد بالآخر کچھ فیصلے کئے گئے اور جیمس پیرے نے کہا۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ تمام افراد کو فوری طور پر اس طرف کا رخ نہیں کرنا چاہیے بلکہ پہلے ان راستوں کا تعین کرلیا جائے تو بہتر ہے جس کے تحت ہم لوگ ادھر جائیں گے۔ پھر یہ بھی اندازہ لگانا ہوگا کہ وہاں ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔ کم از کم ایک گروپ یہاں رہ جائے تو عقب سے ہماری مدد کرسکتا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن اس گروپ کو بھی ٹاری ویگا سے نیل کنٹھ تو جانا ہوگا۔"

"ہاں یہ بات بھی ہے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس پہاڑی بلندی پر ہم اپنا ٹھکانہ بنائیں اور اس کے بعد ٹاری ویگا سے نیل کنٹھ جانے والوں کے اشارے کے منتظر رہیں۔"

"بڑا مشکل مسئلہ ہے، گویا اس طرح سے تو ہم یہاں سے بالکل کٹ جائیں گے۔"

"تو کیا خیال ہے یہاں مستقل رہنا تو ممکن نہیں ہے۔ یوٹ نے اس موقع پر اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے کہا۔"

"اگر آپ لوگ ادھر جاتے ہیں اور یہ محسوس کرتے ہیں کہ میری بھی ضرورت ہے تو میں چلنے کے لئے تیار ہوں، لیکن اگر مجھے یہاں کے انتظامات کے لئے چھوڑا جائے تو پھر میں یہ کوشش کر سکتا ہوں کہ پہاڑوں کی بلندیوں پر آپ لوگوں کے لئے ایک مسکن تعمیر کروں۔ گروپ کے چند افراد نیل کنٹھ چلے جائیں اور باقی افراد پہاڑیوں کی چوٹیوں پر دوسری طرف سے ملنے والے اشاروں کا انتظار کریں۔"

"یوث کی اس پیش کش پر سب نے غور کیا اور یہ محسوس کیا کہ یہ پیش کش کس حد تک مناسب ہے تب۔ نادر شاہ نے تجویز پیش کی۔"

"تو پھر میرا خیال ہے دو یا تین افراد پہاڑی کی چوٹیوں پر اپنے لئے ٹھکانہ تلاش کریں اور اس کے بعد دوسرے لوگوں کو اس سلسلے میں ہدایات دیں۔"

"یہ چند افراد کون ہو سکتے ہیں۔"

"اس کا فیصلہ آپ لوگ خود کرلیں۔ ویسے ہمیں اپنے آپ کو اس کے لئے پہلے نمبر پر پیش کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے' میں یہ سمجھتا ہوں نادر شاہ کے تمہارا یہاں رہنا ضروری ہے' میں' کنور مہتاب علی' اور جیمس پیرے پہاڑیوں کی ان بلندیوں کو عبور کرتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ یوث کی مدد سے ہم چند جوانوں کو اپنے ساتھ لے لیں گے جو ہماری مدد کریں۔ ویسے بھی یہ پہاڑیاں بلند بے شک ہیں لیکن ناقابل عبور نہیں ہیں۔"

"ایسا کرلیجئے ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"تو پھر یوں ہوا کہ تین افراد کا یہ گروپ ضروری سازو سامان کے ساتھ تیار ہو گیا اور اس کے بعد ان لوگوں کو الوداع کہا گیا۔"

"مجوزہ گروپ تمام سازو سامان سے لیس ہو کر پہاڑیوں کی جانب سفر کرنے لگا۔

...ری ویگا میں انہیں ہر طرح کی آسانیاں حاصل تھیں۔ چنانچہ وہ لوگ فاصلے عبور کرتے ...ے بالآخر پہاڑیوں کے دامن میں پہنچ گئے اور پھر یہاں سے پہاڑوں کی مہم جوئی کا آغاز ...یا۔ ثاری ویگا کی پہاڑیاں دور سے جس قدر آسان نظر آتی تھیں' بلندیوں کا سفر کرتے ...ے یہ احساس ہوا کہ یہ اس قدر آسان نہیں ہیں۔ ان لوگوں کو یہ دشوار گزار پہاڑیاں ...ر کرتے ہوئے کوہ پیمائی کا مزہ آگیا تھا۔ لیکن اس سے یہ فائدہ ضرور ہوا تھا کہ انہوں ...ے بلندیوں تک پہنچنے کے لئے مناسب راستے منتخب کرلئے تھے۔ اور دوسروں کو اس میں ...سانی ہوگئی تھی۔ ان لوگوں کا جائزہ لیا جارہا تھا اور یہ اندازہ لگایا جارہا تھا کہ انہیں یہ ...یاں طے کرتے ہوئے کتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑرہا ہے۔ لیکن بہرحال یہ پیغام ان کی ...ب سے پہنچ گیا کہ چوٹیوں تک کے راستے دشوار گزار ضرور ہیں لیکن ناقابل عبور نہیں ...' تین افراد کا یہ گروپ بلندی پر پہنچنے کے بعد دوسری طرف کا جائزہ لینے لگا تھا اور دھوا ...لنا بالکل درست ثابت ہوا تھا۔ لق ودق ویرانے بکھرے ہوئے تھے جن میں دلدلوں کا ...ازہ بھی ہوتا تھا۔ اور جنگلوں اور پہاڑی غاروں کا بھی.......... خاصی بھیانک سرزمین ...' لیکن پہاڑوں کی بلندیوں پر ایسی بہت سی جگہیں موجود تھیں جہاں ایک طویل عرصے ...یہ گروپ کام کرسکے اور وہاں سے دوسری جانب نظر بھی رکھ سکے' ایک دلچسپ اور ...ن کھیل شروع ہو چکا تھا' چنانچہ یہ پیغام باقی افراد تک پہنچ گیا اور اس کے بعد ایمرے ...ے' ا... برانٹ نے ان تمام لوگوں کو خدا حافظ کہا۔ یوث خود ان کے ساتھ بلندیوں تک ...کرنے پر آمادہ ہوگیا تھا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے یوث' تمہارا یہاں رہنا بہت زیادہ مناسب ہے۔"

"عظیم آقا اگر یوث کے دل کی بات پوچھتے ہو' تو یوث تو یہ کہتا کہ جیسی اس کے ...لا کی رائے ہو' وہ واپس مہذب دنیا تک جانے کے لئے بھی تیار ہے کیونکہ بہرحال ...مہذب دنیا میں اس نے زندگی پائی ہے اور اگر تمام لوگ یہاں ثاری ویگا میں آباد ہو ...ئیں تو اسے اس پر بھی اعتراض نہیں ہے کیونکہ یہ زندگی اس کے لئے بے حد شگوار ہو ...ے گی' لیکن بہرحال وہ اس وقت تک اپنے آقاؤں کا خیال رکھے گا جب تک وہ ثاری

ویگا کی حدود میں موجود ہیں۔ یوٹ نے محبت بھرے خلوص سے کہا۔"

"بہرحال یہ قافلہ انہی راستوں سے گزرتا ہوا' پہاڑیوں کی دشوار گزار بلندیاں طے کرتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا جہاں قافلے کے پہلے تین افراد نے مناسب انتظامات کر لئے تھے۔ مسطح جگہ تھی اور چٹانوں کے سائبان اس طرح پھیلے ہوئے تھے کہ ان کے نیچے ان سے کہیں زیادہ تعداد میں لوگ فروکش ہو سکیں' وہ تینوں گاڑیاں ضروری سازو سامان سے خالی کرنے کے بعد وہیں چھوڑ دی گئی تھیں اور یہ ایک طرح سے ان لوگوں کا نشان بن گیا تھا' کیونکہ کہ مقدس پجاری کے مجسمے کے گرد ان کا نمودار ہونا ہی ٹاری ویگا میں انقلاب کا باعث بنا تھا......... یوٹ' ایمرے وغیرہ نے یہ بات بڑے خلوص سے کہی تھی کہ اس وقت تک وہ ان گاڑیوں کی انتہائی مناسب دیکھ بھال کریں گے اور انہیں بہتر حال میں رکھنے کی کوشش کریں گے جب تک یہ لوگ اپنی کامیاب مہم سے واپس نہ آجائیں......... یہ ایک جذباتی پیش کش تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ضروری بات بھی تھی' کیوں کہ بہرحال واپسی کا سفر انہیں اسی طرح کرنا تھا' جس طرح یہاں تک پہنچے تھے۔"

گاڑیوں کو ترپالوں سے اس طرح ڈھک دیا گیا تھا کہ وہ گرد' بارش اور دیگر چیزوں سے محفوظ رہیں۔ پہاڑیوں کی بلندیوں پر موجود تین افراد نے بقیہ قافلے کا استقبال کیا اور وہ لوگ بڑی خوشدلی سے ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات کرتے رہے۔ دوسری جانب کے ہولناک مناظر ان کی نگاہوں کے سامنے تھے۔ لیکن ابھی ان پر تبصرہ کرنا مناسب نہیں تھا۔

"یوٹ اور ایمرے کو بقیہ افراد کے ساتھ رخصت کر دیا گیا۔ ایمرے نے دلسوزی سے کہا۔"

"آپ لوگوں نے جس طرح میری پذیرائی کی اور مجھے میری منزل حاصل کرنے میں امداد فراہم کی اس کا احسان میں ساری زندگی نہیں بھول سکتا' میں اپنے دلوں میں ہمیشہ آپ کو زندہ رکھوں گا۔ وقت کسی بھی منزل پر پہنچ جائے' میری محبت اور میری وفاداری آپ کے ساتھ رہے گی۔"

"کنور مہتاب علی اور سرہدایت اللہ وغیرہ نے ان لوگوں کو بڑے خلوص سے نت کیا تھا۔ اب ایک طرح سے ان کے درمیان رابطہ ٹوٹ ہی گیا تھا' یہ الگ بات ی کہ کوئی ایمرجنسی پیش آجائے تو بہرحال ٹاری ویگا کا ہی رخ کیا جاسکتا ہے' سب سے ی یہاں ایک طویل قیام کا انتظام کیا گیا۔ پہاڑی چٹانوں کے گرد اس طرح خیمے لگائے گئے ہ وہ ہر قسم کی ہواؤں برفباری اور طوفان' گرد باد سے محفوظ رہ سکے اور یہاں طویل ہ قیام کیا جاسکے۔ یہ ایک بالکل نیا مرحلہ تھا اور اس نئے مرحلے کے لئے ان لوگوں نے ہی محنت کی تھی۔ لوہے کی میخیں گاڑھ کر رسیاں باندھ دی گئیں اور ایک احاطہ تعمیر ر لیا گیا۔ ریٹا ہاروے نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

"انسان بھی کیا چیز ہے کنور مہتاب علی۔"

"ہاں میڈم ہاروے' اس کے تجربات تو ہمیں زندگی میں بار بار ہو چکے ہیں۔"

"اور کبھی کبھی عجیب خواہشات دل میں جنم لیتی ہیں۔ میڈم ہاروے بولی۔"

"مثلاً........."

"نہیں بس ایسے ہی۔"

"ارے نہیں آپ بتایئے' اس وقت آپ کے دل میں کیا خیال ابھرا ہے۔"

"آپ غور کیجئے ہم میں سے ہر شخص اپنے طور پر ایک حیثیت کا مالک ہے۔ سب ا یہ بات جانتے ہیں۔"

"بے شک۔"

"اس کے باوجود ہم اپنی ان آسائش گاہوں کو چھوڑ کر یہاں ایک نامعلوم دنیا میں پہاڑ کی چوٹی پر مقیم ہیں۔"

"ہاں۔ کنور مہتاب علی نے گہری سانس لے کر کہا۔ وہ اپنے خیالات میں ڈوب گیا تھا اس کا اپنا بھی ایک مقام تھا۔ اس کے گھر میں اس کی لاڈلی اولاد اور بیوی موجود تھی۔ لا ان سب کو چھوڑ کر پہاڑوں کی اس دنیا میں بھٹک رہا تھا' اس طرح سرہدایت اللہ اور لا دوسرے تمام افراد یہ اپنی اپنی زندگی کے بارے میں سوچ سکتے تھے۔ ریٹا ہاروے نے کہا۔"

"لیکن یہاں آکر زندگی کا ایک عجیب سا سرور حاصل ہو رہا ہے۔ یہ ماحول اس جانب آباد بستی' جو رات کی تاریکی میں' مدھم مدھم روشنیوں میں ڈوبی نظر آتی ہے اور ایک ایسی بستی جس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے اور دوسری جانب یہ ویرانے یعنی ہم یہاں کی دشوار گزاریوں کے باوجود مزید دشوار گزار راستوں کے متلاشی ہیں۔ یہ سب کیا ہے' کیا ہے یہ سب کچھ۔"

"انسانی وحشت.........کنور مہتاب علی نے کہا۔"

"کیا مطلب........."

"بات بڑی عجیب ہے۔ ہم جنگل میں درندوں کو شکار کرتے ہوئے دیکھتے ہیں' خونخوار درندے اپنی تمام وحشت خیزیوں کے ساتھ اپنے ماحول پر حکمران۔ لیکن اگر ہم ماضی میں چلے جائیں اور بہت دور کا سفر کرلیں تو ہمیں اس تمام وحشت خیز ماحول پر انسان حاوی نظر آتا ہے۔"

"کس انداز میں........."

"آپ غور کریں' کبھی ہم بھی ان پہاڑوں میں' جنگلوں میں درندوں کی مانند رہا کرتے تھے' یہ ایک الگ بات ہے کہ ہماری عقل و دانش ہمیں ان پہاڑوں جنگلوں میں غیر مطمئن رکھتی تھی اور ہم کسی اور ہی شکل میں رہنے کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ پھر ہم جنگلوں اور پہاڑوں سے نکل آئے اور ہم نے آبادیاں منتخب کرلیں' ہمارے درمیان تہذیب کے درخت اگے اور ہم نے اپنے آپ کو مہذب کہا۔ لیکن ذرا سا غور کریں تو انسانی فطرت میں وحشت کا وہی عنصر نظر آجاتا ہے' جو جنگلوں اور پہاڑوں میں رہنے والوں کے دلوں میں تھا۔ قتل و غارتگری' وحشی خیزی' ایسے مجنونانہ کھیل جس سے وحشت و بربریت کا اظہار ہوسکے' جنگ و جدل' ہتھیاروں کی ایجادات' ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرلینے کا جذبہ۔ یہ بات صرف اتنی سی بدلی ہے کہ کم عقل جانور جنگلوں میں رہ گئے اور جو ان سے کچھ زیادہ عقل مند تھے وہ مہذب آبادیاں تخلیق کرکے ان آبادیوں میں فروکش ہوگئے۔ لیکن اگر کبھی انہیں ان جنگلوں میں رخ کرنے کا موقع ملتا ہے تو وہ بڑے

خلوص کے ساتھ یہاں آکر آباد ہو جاتے ہیں اور پھر ان کا دل انہیں جنگلوں میں رہنے کو چاہتا ہے اور حقیقت تو یہ ہے میڈم ہاروے کہ ان جنگلوں میں جو سکون محسوس ہوتا ہے وہ ہماری ابتدائی فطرت کا ایک حصہ ہے۔"

تمام لوگ اس بات سے بے حد متاثر ہوئے تھے' پھر یہاں جنگل میں منگل منایا جانے لگا۔ کھانے پینے کی تیاریاں اور اس کے بعد پہاڑیوں کی سیر......... ٹاری ویگا یہاں سے بہت خوب صورت اور خوشگوار نظر آتا تھا اور یہ لوگ اس بات سے بہت متاثر تھے۔ زندگی کے دو رخ ان کے سامنے تھے۔ ویسے یہاں سے دور بینوں کے ذریعے دوسری جانب کی گہرائیوں کا اندازہ لگایا جارہا تھا.........نیچے اترنے کے لئے مناسب راستے اور اس کے بعد دور دور تک پھیلی ہوئی ان جگہوں میں جو یہاں سے بلاشک و شبہ اس قدر واضح نظر نہیں آتی تھیں' لیکن بہرحال ان میں اپنے لئے سمتوں کا تعین کیا جاسکتا تھا۔ پہاڑیاں بہت دور تک چلی گئی تھیں اور ان کے درمیان نجانے کیا کیا کچھ موجود تھا.........لیکن بہرحال انہیں درندے نظر نہیں آتے تھے۔ دو دن تک پوری طرح یہاں کا تجزیہ کیا جاتا رہا اور یہاں سکون کے ساتھ ان لوگوں نے یہ وقت گزار کر اپنے آپ کو چاق و چوبند کرلیا۔ پھر آگے کے لئے منصوبہ بندی ہونے لگی اور طے یہ پایا کہ چار افراد نیل کنٹھ کا سفر کریں گے' گل کو یہیں رہنے دیا جائے گا۔ پہلے وہاں کے معاملات کو اچھی طرح ذہن نشین کیا جائے گا اور یہ جائزہ لیا جائے گا کہ وہاں داخل ہونے میں انہیں کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ سر ہدایت اللہ نے تجویز پیش کی کہ جو چار افراد وہاں جائیں' وہ انہی لوگوں کا سا رنگ و روپ اختیار کریں جو وہاں آباد رہتے ہیں' کیونکہ یہ لوگ پہلے بھی وہاں جاچکے تھے اور ان کے طرز زندگی سے واقف تھے۔ اس لئے وہ رنگ اور وہ شکل اختیار کرنے میں انہیں کوئی دقت پیش نہیں آسکتی تھی اور ان کے پاس ایسے انتظامات موجود تھے۔

نادر شاہ کو وہ لوگ ٹرائی کرہی چکے تھے کہ وہ میک اپ کا ماہر ہے اور یہ کام باآسانی کرسکتا ہے۔ جن چار افراد کا وہاں جانے کے لئے انتخاب کیا گیا تھا ان میں کنور مہتاب علی' جمس پیرے' مائیکل بائر اور نادر شاہ تھے......... ان سب نے خوشی سے یہ سفر قبول کرلیا تھا

لیکن عرشی کے چہرے پر اضطراب کے آثار پھیل گئے تھے۔ پھر جیسے ہی اسے موقع ملا اس نے نادر شاہ سے کہا۔

"یہ کیا حماقت کی ہے تم نے نادر شاہ.........؟"

"کیوں ڈارلنگ کیا ہوا.........؟"

"میں یہاں رہوں گی۔ عرشی رندھی ہوئی آواز میں بولی........."

"تم اس جگہ کو اپنا میکہ سمجھ سکتی ہو بلکہ میکہ نہیں میرے خیال میں اسے "باپہ" کہنا زیادہ مناسب ہے۔

"کوئی بکواس نہیں سنوں گی۔" عرشی نے غصے سے کہا۔

"ارے ارے، اپنے مجازی خدا سے یہ بدزبانی، روز قیامت تمہارا کیا حشر ہوگا۔" نادر شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن عرشی کی آنکھوں میں آنسوؤں کی لڑی دیکھ کر وہ ایک دم سنجیدہ ہوگیا........."

"عرشی......... یہ کیا ہے بھئی........." عرشی چند لمحات کچھ نا بولی پھر اس نے کہا۔

"تمہیں خود اس کا خیال کرنا چاہیے تھا........."

"کیا مطلب ہے تمہارا........."

"میں تنہا رہ جاؤں گی یہاں........."

"عرشی یہ سب لوگ موجود ہیں........."

"یہ سب لوگ......... میں ان سب لوگوں کے ساتھ تو یہاں نہیں آئی تھی........."

"میں جانتا ہوں ڈیئر لیکن تم ذرا سوچو یہ تو ضروری تھا........."

"نادر شاہ......... یہ ہمارا شوق تھا، تمہیں اس کے لئے تیار نہیں ہونا چاہیے تھا........."

"عرشی، اب تو میری تمام حیثیت بھی منظر عام پر آچکی ہے، اور تم دیکھو سرہدایت اللہ نے کس فراخ دلی کے ساتھ ہماری قربت کو قبول کرلیا ہے ایسے عالم میں، میں انہیں

پیٹھ دکھا جاتا........."

"میں کچھ نہیں جانتی نادر شاہ، یا تو مجھے بھی ساتھ لے چلو یا پھر تم ان لوگوں کے ساتھ نا جاؤ، بعد میں اگر ہمیں وہاں جانا پڑا تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا، لیکن بس تم تنہا نہیں جاؤ گے........."

"سمجھنے کی کوشش کرو عرشی، ابھی ہم نیل کنٹھ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے، وہاں شدید خطرات لاحق ہوسکتے ہیں، کیا میں تمہیں ان خطرات میں لے کر جاسکتا ہوں........."

"اور تم جو جارہے ہو........."

"بھئی میرا جانا تو بہت ضروری ہے........."

"نادر شاہ تم نے مجھے شکایت کا ایک موقع دے دیا ہے........."

"عرشی میری خواہش ہے کہ تم محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی شخصیت کھونے سے گریز کرو........."

"ایک بات کہوں نادر شاہ........." ۔

"ضرور کہو لیکن سوچ سمجھ کر........."

"تمہارے بغیر میری شخصیت کچھ نہیں ہے........." عرشی نے مدھم لہجے میں کہا......... "اور نادر شاہ محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا........."

"میں جانتا ہوں۔ مجھے تمہاری محبت اور تمہاری وفاداری پر ناز ہے عرشی........."

"نہیں رہ پاؤں گی میں اب تمہارے بغیر........."

"تم اس قدر جذباتی بھی ہو جاؤ گی کبھی میں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا........."

"نادر شاہ میں......... میں بس، میرا دل نہیں چاہتا کہ تم اس طرح تنہا جاؤ........."

"عرشی......... اب تک کی ریاضت خاک میں مل جائے گی........." میں نے مشکل سے ان لوگوں کی نگاہ میں ایک مقام حاصل کیا ہے، وہ مقام چھن جائے گا، مجھے بزدل

قرار دے دیا جائے گا۔ تمہاری زندگی کے ساتھی کو اگر مضحکہ خیز نگاہوں سے دیکھا جائے تو میرا خیال ہے تم اسے برداشت نہیں کروگی اور پھر اب تک ہم جس انداز میں کام کرتے چلے آئے ہیں اور جس طرح ان لوگوں نے ہماری پذیرائی کی ہے سب کچھ خاک میں مل جائے گا۔ ویسے ایک بات کا یقین کرو میں آنکھیں بند کرکے اس بات سے انکار کرسکتا ہوں کہ میں اس مہم میں آگے جانے کے لئے تیار نہیں ہوں' ظاہر ہے میرے اوپر کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہ سب کچھ الگ ہی ہو جائے گا لیکن اگر تم اسے برداشت کرسکو تو ٹھیک ہے.........“عرشی اسے دیکھنے لگی۔” پھر اس نے کہا.........

“نادر شاہ میں اپنی ہار تسلیم کرتی ہوں.........”

“کیسی ہار.........”

“بہت سرکش تھی میں' ہر شخص کو بے وقعت سمجھتی تھی اپنے آپ کو دوسرے تمام انسانوں سے منفرد خیال کرتی تھی لیکن اب یہ احساس ہو رہا ہے کہ میں احمق ہوں' نادر شاہ میں' میں تمہارے سامنے یہ اعتراف کرتی ہوں کہ میں تمہارے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہوں.........” نادر شاہ بھی چند لمحات کے لئے جذباتی ہوگیا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

“اور عرشی میں پورے خلوص دل کے ساتھ جوابی کارروائی کے طور پر نہیں بلکہ دل کے اندر سے یہ کہتا ہوں کہ اب میں تمہارے بغیر کچھ نہیں ہوں.........” دونوں ایک دوسرے کی شکل دیکھتے رہے اور پھر عرشی بے اختیار ہنس پڑی' نادر شاہ بھی قہقہے لگانے لگا۔ بہت دیر تک دونوں احمقوں کی طرح ہنستے رہے' پھر نادر شاہ نے کہا۔

“کیا ہی خوفناک چیز ہے یہ محبت بھی.........”

“خدا کی قسم میں بھی یہی سوچ رہی تھی' انسان کتنا ہی ذہین اور چالاک کیوں نا ہو کیا خوبصورتی سے احمق بنتا ہے.........” دونوں کے چہرے شگفتہ ہوگئے' کنور مہتاب علی اور مائیکل بائر چونکہ پہلے نیل کنٹھ کا سفر کرچکے تھے اس لئے وہ ان علاقوں کو عبور کرنے کے بعد سائی تھول کی خانقاہ اور نیل کنٹھ کی آبادی کے نقشے ترتیب دینے لگے' جیمس

ے اپنے ساتھیوں سے مشورے کر رہا تھا' مارٹن' لوتھر وغیرہ اس کے گرد بیٹھے ہوئے جیمس پیرے نے کہا۔

“دوستوں زندگی اتنی ہی کٹھن چیز ہے اور مقصد انسانی زندگی کو رواں دواں رکھنے کا ث' ورنہ کسی پرسکون گوشے میں بیٹھ کر ہم زندگی کی لطافتوں سے ہم کنار ہوسکتے تھے ن کیا کیا جائے ایک مقصد ہی زندگی کے لئے ضروری ہوتا ہے' میں تم لوگوں سے جدا ہو ہوں اور تم جانتے ہو کہ اس کی وجہ صرف ایک مقصد ہے جس کے لئے ہم نے یہاں ں کا سفر کیا ہے' مجھے یقین ہے ڈیئر مارٹن کہ تم اور بقیہ افراد ان لوگوں سے اپنا تعاون ری رکھو گے' کیونکہ بہرحال اب انہی سے ہمارا واسطہ ہے اور ہم اپنی زندگی کا ایک بیشتر ہ اور مقصد ان سے وابستہ کرچکے ہیں.........”

“آپ بالکل بے فکر ہوکر جائیں مسٹر جیمس پیرے ہم آپ کی واپسی کا انتظار کریں ے۔” پھر نادر شاہ کی ذمہ داریاں اسے سونپ دی گئیں اور نادر شاہ نے کنور مہتاب علی ر مائیکل بائر کے مشورے کی روشنی میں اپنے چہروں پر میک اپ شروع کردیا' لباس یرہ کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اس کا انتظام کرلیا گیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ذہانت سے تمام انتظامات بھی جو ان لوگوں کے لئے ضروری تھے اور پھر اس چمکدار صبح انہوں نے ہاڑی ڈھلانوں کی جانب کا رخ اختیار کرلیا' چار مہم جو ایک نئے انداز میں ایک نئی مہم کی نب چل پڑے تھے اور جو بلندیوں سے انہیں رخصت کر رہے تھے' بڑی حیرت اور تشویش سے انہیں دیکھ رہے تھے' کیونکہ یہ مہم بہرحال زندگی اور موت کی مہم تھی' کیا کہا جاسکتا تھا کہ نیل کنٹھ میں ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے یا کس طرح یہ اپنی منزل پہنچنے کے بعد یہاں تک واپس آئیں گے' بہرحال ایک سنگین مسئلہ تھا لیکن اب ذہنوں کو آزاد چھوڑ دیا گیا تھا' کنور مہتاب علی حالانکہ عمر رسیدہ انسان تھا لیکن ساری زندگی مشقت ں گزارنے کے بعد آج بھی وہ جوانوں جیسی قوت اور صلاحیت رکھتا تھا' یہی کیفیت ائیکل بائر کی تھی۔ جیمس پیرے بھی ایک مضبوط آدمی تھا حالانکہ اس نے اپنے آپ پر بڑھاپا طاری کر رکھا تھا' لیکن بہرحال اور نادر شاہ' وہ تو چھلاوہ تھا اور اس وقت وہی نیچے

جانے والوں کے لئے راستے کی راہنمائی کر رہا تھا۔ باقی کسی اور کو ساتھ نہیں لیا گیا تھا چنانچہ چاروں اپنے اپنے طے شدہ منصوبے کے مطابق ان ڈھلانوں کو عبور کر رہے تھے اور جوں جوں وہ آگے بڑھ رہے تھے انہیں یہ احساس ہو رہا تھا کہ راستے مشکل ہیں اور معاملات سنگین' لیکن دلوں میں اعتماد ہو اور جذبوں میں لگن تو فاصلے طے ہو ہی جاتے ہیں' پھر اوپر والے ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئے حالانکہ سب کے سب وہیں موجود تھے لیکن فاصلہ اتنا ہوگیا تھا کہ اب وہ انہیں نہیں دیکھ سکتے تھے' ایک منظم منصوبہ بندی کے تحت وہ لوگ ان ڈھلانوں کا سفر طے کرتے رہے' صبح دوپہر میں تبدیل ہوئی اور دوپہر شام میں بدل گئی' پہاڑیوں کا دامن اب ان کے عقب میں رہ گیا تھا اور وہ ان دشوار گزار راستوں پر پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے' جہاں کسی آبادی کا نام و نشان نہیں تھا' شام ہونے کے ساتھ ساتھ ہی آسمان پر گہرے بادل چھاتے چلے گئے اور مناظر دھندلے سے پڑ گئے' کسی بھی لمحے بارش ہو سکتی تھی' کبھی ڈھلان اترنی پڑتی اور کبھی چڑھائیاں چڑھنی پڑتیں' سفر خاصہ محتاط کرنا پڑ رہا تھا' بادل چھاتے جا رہے تھے لیکن بارش نہیں برسی تھی' پھر کافی آگے چلنے کے بعد ایک بڑی ندی کا کنارہ نظر آیا جس کے ساتھ ساتھ ہی قدرتی چٹانی پشتہ تھا۔ یہ پشتہ میلوں تک چلا گیا تھا لیکن اس پہاڑی کے دامن میں سیاہ ریچھ نظر آ رہے تھے جو بہت بڑے بڑے تھے' بلندیوں سے یہ اندازہ ہوا تھا کہ اس علاقے میں درندے نہیں ہیں لیکن ان پہاڑی ریچھوں کو دیکھ کر سنبھلنا پڑا..........''

''ریچھوں کی فطرت بے حد خراب ہوتی ہے' یہ بہت چالاک اور خونخوار ہوتے ہیں۔'' کنور مہتاب علی نے کہا۔

''میرا خیال ہے ہمیں اس راستے کو ترک کرکے اسے تبدیل کر دینا چاہیے۔'' نادر شاہ بولا۔

''بہت مناسب ہے.........'' پھر آگے جانے کے بعد پہاڑ اس طرح گھوم جاتے تھے کہ راستہ بند سا محسوس ہوتا تھا' یہاں آکر وہ لوگ چکرا گئے۔ مائیکل بائر نے کہا۔

''اگر ہم چکر کاٹنے کی کوشش کریں تو واپس اسی جگہ پہنچ جائیں گے جہاں سے سفر

کیا تھا.........''

''میں خود یہی اندازہ لگا رہا ہوں.........''

''مگر اس کا حل.........''

''ہمیں یہ ندی عبور کرنی ہوگی'' کنور مہتاب علی نے کہا۔

''لل.........لیکن اس کی رفتار تو بہت تیز ہے۔'' جیمس پیرے نے کہا۔

''تو پھر کیا کیا جائے.........''

''نہیں دیکھتے ہیں کہ ندی سے بچ کر نکلنے کا موقع مل جائے' بات انہی سیاہ ریچھوں کی ہے لیکن بہرحال جوں جوں تاریکی پھیلتی چلی گئی ریچھ بھی اپنے مسکن کی جانب چلے گئے تھے' ان لوگوں کو انتہائی سنسنی خیز حالات میں ایک جگہ قیام کا بندوبست کرنا پڑا پھر آدھی رات کے قریب ایک دوسری آفت نازل ہوگئی' یہ موسلا دھار بارش تھی اور اس طرح اچانک ہی برسنے لگی تھی کہ وہ لوگ ایک لمحے کے لئے بدحواس ہوگئے اور بھاگ بھاگ کر چٹانوں کی آڑ تلاش کرنے لگے' دیکھتے ہی دیکھتے' بارش کے ساتھ ساتھ ہوا کا طوفان بھی نمودار ہوگیا' ندی کا شور الگ کان پھاڑے دے رہا تھا اور ماحول بڑا وحشت ناک ہوگیا تھا۔ چٹانوں کے نیچے بہرحال اتنی جگہ مل گئی تھی کہ وہ لوگ بارش سے محفوظ رہ سکیں' بارش ساری رات برستی رہی اور حیرت کی بات یہ تھی کہ جوں ہی صبح ہوئی بارش بند ہوگئی اور آسمان پر سورج نکل آیا لیکن بارش ہونے کی وجہ سے ہوا میں جو خنکی پیدا ہوگئی تھی وہ ان کے لئے خاصی پریشانی کا باعث تھی۔ صبح کو ناشتہ وغیرہ کیا گیا اور پھر سفر شروع ہوگیا لیکن اب تک کے تمام سفر کے برعکس یہ سفر واقعی ہولناک تھا' ہوائیں اب بھی چل رہی تھیں اور کوئی راستہ بظاہر نظر نہیں آتا تھا سوائے اس کے کہ ندی کو عبور کیا جائے اور ان لوگوں نے اس کے لئے ایک حکمت عملی تیار کرلی' سب سے زیادہ پریشان ان لوگوں میں جیمس پیرے تھا۔ حالانکہ نادر شاہ بھی کوئی مہم جو نہیں تھا لیکن ایک جوان انسان اور وہ بھی مضبوط' اور پھر بے پناہ نڈر اس لئے اس کی پیشانی شکن آلود نہیں ہوئی تھی جب کہ کنور مہتاب علی اور مائیکل بائر نے تو زندگی ہی مہم جوئی میں گزاری تھی۔

بہر حال وہ ندی کی جانب چل پڑے اور اسے عبور کرنے کے راستے تلاش کرنے لگے۔ ندی تک پہنچنے کے لئے بہت پھسلوان ڈھلان تھے جن پر قدم جما کر اترنا جان جوکھوں کا کام تھا۔ بارش کے باوجود ندی میں کوئی خاص تبدیلی نہیں پیدا ہوئی تھی' بس رات کے وقت بارش کے شور نے یہ احساس دلایا تھا کہ ندی بھی پر شور ہو گئی ہے' پھر وہ ایک ایسی جگہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے جہاں سے بظاہر یہ احساس ہوتا تھا کہ ندی زیادہ گہری نہیں ہے' جیمس پیرے کے چہرے پر شدید خوف کے آثار نظر آ رہے تھے لیکن بہرحال وہ ان لوگوں کے ساتھ تھا۔ اس کا دل بری طرح لرز رہا تھا لیکن اندر سے ایک ہمت بھی اسے سہارا دے رہی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے سوچا کہ وہ ایک اچھے مقصد کے لئے زندگی کی بازی لگائے ہوئے ہے' اگر اس مقصد کے سلسلے میں جان کی قربانی دینی پڑ جائے تو یہ زندگی بے مقصد نہیں ہو گی' وہ اپنے آپ کو سہارا دیئے ہوئے تھا' جوان العمر نادر شاہ نے یہاں بھی سب سے پہلے پانی میں قدم رکھا تھا۔ ان لوگوں نے اپنی اپنی کمر میں ایک رسی باندھ لی تھی اور آپس میں ایک دوسرے سے منسلک کر لیا تھا۔ چنانچہ اس طرح ندی کا خوفناک سفر شروع ہو گیا اور وہ لوگ بالآخر شدید جدوجہد کے بعد دوسری جانب پہنچ گئے۔ ایک عجیب سی خوشگوار خوشی کا احساس ہوا تھا اور دوسرے کنارے پر آنے کے بعد وہ بے حد پر اعتماد ہو گئے تھے۔ پھر تھوڑی دیر یہاں گزاری گئی اور اس کے بعد آگے کا سفر شروع کر دیا گیا' دوپہر ڈھلے وہ نرسلوں کے ایک ایسے جنگل سے گزر رہے تھے جس میں ان کے قامت چھپ گئے تھے اور اس طرح اب سفر کا یہ نیا مرحلہ ان نرسلوں کو ہٹا ہٹا کر آگے بڑھنے کی شکل اختیار کر گیا تھا" مائیکل بائر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مسٹر جیمس پیرے حقیقت یہ ہے کہ ہم یہ سوچ رہے تھے کہ نیل کنٹھ میں سامنے سے داخلے کا مسئلہ خاصہ مشکل ہے کیونکہ وہاں ہمارے دشمن براہ راست ہمارے سامنے تھے لیکن اب یہ احساس ہوتا ہے کہ اگر ہم نیل کنٹھ کے سامنے کی سمت سے سفر کرتے تو شاید ہمیں اس سے زیادہ پریشان کن حالات کا سامنا نا کرنا پڑتا........"

"میں تو اب معافی مانگنے کی پوزیشن میں بھی نہیں ہوں۔" جیمس پیرے نے کہا۔

"نہیں مسٹر جیمس پیرے بات اس لئے نہیں کی گئی کہ آپ معافی مانگیں' وہ تو بس رے کے طور پر یہ کہا گیا ہے........"

"ہوں........بہر حال اب جیسا بھی ہے ہمیں آگے کا سفر جاری رکھنا چاہیے ......"

"سفر تو جاری ہے........" پھر دوسری شام قریب آ گئی' امید نہیں تھی کہ یہ فاصلے تنے طویل ہو جائیں گے لیکن جگہ جگہ موجود دلدلیں اور پھر یہ خوفناک ماحول' رات بھی ل ہی میں ہوئی تھی۔ لیکن یہ ایک شفاف رات تھی۔ چاند آہستہ آہستہ بلند ہو رہا تھا روہ چاندنی میں پھیلے ہوئے اس پر اسرار ماحول کو دیکھ رہے تھے پہاڑی' ٹیلے' غار' جنگل ل' کیا نہیں تھا یہاں........رات کا پہلا پہر تھا کہ مائیکل بائر نے ایک سمت نگاہیں ائیں۔ اسے ایک مدہم سی روشنی نظر آئی تھی اور وہ اس پر غور کرنے لگا تھا' یہ کسی ندے کی آنکھ بھی ہو سکتی تھی اور ....اور........پھر اس نے کنور مہتاب علی کو اس ب متوجہ کیا........

"مہتاب علی........"

"ہاں........کیا بات ہے........؟"

"وہ دیکھو ادھر........"

"کیا........؟" مہتاب علی نے سوال کیا........؟

"ذرا دیکھو........؟"

"کس طرف........؟"

"وہ مشرق کی جانب ذرا بلندی پر........" مائیکل بائر نے کہا اور مہتاب علی اس رف دیکھنے لگا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا........

"روشنی........؟"

"تم نے دیکھی........؟"

"ہاں........"

"کیا خیال ہے.........؟"

"کچھ عجیب سی روشنی ہے........."

"کیا کسی درندے کی آنکھ.........؟"

"ممکن نہیں ہے........."

"تو پھر.........؟"

"یوں لگتا ہے جیسے کوئی چراغ جل رہا ہے........."

"کیا ان ویرانوں میں کوئی چراغ ہو سکتا ہے.........؟"

"نا ہونے کی کیا بات ہے........."

"مطلب.........؟"

"بھئی کوئی بھی ہو سکتا ہے........."

"تو پھر کیا خیال ہے.........؟"

"چلنا ہے ادھر.........؟"

"میرا خیال ہے مناسب رہے گا........."

"کیوں مسٹر جیمس پیرے.........؟"

"اس وقت........." جمس پیرے خوفزدہ لہجے میں بولا.........

"کیا حرج ہے، ہمیں ظاہر ہے آگے تو بڑھنا ہی ہے قیام یہاں نا سہی وہاں سہی، اور پھر میں دیکھ رہا ہوں کہ فاصلہ بہت زیادہ نہیں ہے........." نادر شاہ نے کہا۔

"سب لوگوں کی رائے ہے تو میں بھلا کیسے انکار کر سکتا ہوں۔ اور اس کے بعد یہاں قیام کا فیصلہ ترک کر دیا گیا۔ وہ سب تیز رفتاری سے اس جانب چل پڑے تھے۔ فاصلوں کا بہرطور اندازہ تھا یقین تھا کہ کئی میل چلنا ہو گا لیکن اپنے تجسس کو روکا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ وہ لوگ روشنی پر نگاہیں جمائے آگے بڑھتے رہے، فاصلے طے ہوتے رہے۔ چٹانوں کے درمیان روشنی کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا اور کچھ دیر کے بعد وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے یہ مدھم روشنی ابھر رہی تھی۔ کسی غار میں ایک سوراخ تھا جس میں سے یہ مدھم

نی نظر آ رہی تھی اور روشنی کے ساتھ ساتھ ہی ایک ہلکی سی بو بھی فضاء میں پھیلی ی تھی غالباً" کسی جانور کی چربی سے یہ چراغ روشن کیا گیا تھا' وہ چاروں گہری نگاہوں آس پاس کے ماحول کا جائزہ لینے لگے۔ اس ماحول کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اس اگر کوئی قیام پذیر ہے تو اس نے نہایت مناسب فیصلہ کیا ہے کیونکہ یہ جگہ قیام کے موزوں تھی۔ آس پاس درختوں کے جھنڈ ایک چھوٹی سی جوہڑ قسم کی جگہ جو یقینی طور ارش کے پانی سے بھر گئی ہو گی اور اس کے بعد یہاں شکار وغیرہ بھی موجود تھا' کسی کے رہنے کے لئے بے حد مناسب لیکن تاحد نظر آبادی کا نام و نشان نہیں تھا اور اس انے میں اس روشن چراغ کی موجودگی اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ بہرحال یہاں کوئی ان ضرور ہے' نادر شاہ سرگوشی میں بولا.........

"اگر یہاں کچھ لوگ آباد ہیں تو یقیناً" ان کی تعداد زیادہ نہیں ہے........."

"دیکھے بغیر چارہ کار نہیں ہے' اندازہ تو ہو کون ہے........."

"لیکن احتیاط سے........." جیمس پیرے نے کہا۔ اور وہ چاروں غار کی طرف ے لگے۔

"چاروں غار کے دہانے کی جانب بڑھ گئے۔ غار کے دہانے سے بھی روشنی آرہی تھی اور یہ روشنی اسی چراغ کی تھی' دہانے کا رخ چونکہ دوسری جانب تھا اس لئے بس اس سوراخ سے یہ ننھی روشنی دیکھی جاسکتی تھی۔ وہ لوگ چند لمحات سن گن لیتے رہے۔ اندر جو کوئی بھی تھا اسے بہرحال قدموں کی آہٹوں کا احساس نہیں ہوسکا تھا' پھر ہمت کرکے چاروں بیک وقت اندر داخل ہوگئے' غار خاصہ کشادہ تھا اور اس کے اندر ہی ایک اور غار کا دہانہ بھی نظر آرہا تھا' وہ لوگ غار میں نگاہیں دوڑانے لگے' ضروریات زندگی کی کچھ اشیاء وہاں موجود تھیں اور ایک شخص ایک گوشے میں بے خبری کے انداز میں سو رہا تھا۔ اسے بے خبری کی نیند ہی کہا جاسکتا تھا کیونکہ لاش کا تصور ذہن میں نہیں ابھرتا تھا' غار کا پوری طرح جائزہ لینے کے بعد کنور مہتاب علی اس شخص کی جانب متوجہ ہوا۔ اس نے مناسب آواز میں کہا۔"

"کیا اس شخص کو جگانا مناسب ہے' بیچارہ آرام کی نیند سو رہا ہے........." یہ الفاظ اسی لئے کہے گئے تھے کہ اگر وہ شخص زندہ ہے اور نیند شدید گہری نہیں ہے تو ان الفاظ کو سن کر چونکہ جائے گا' اور یہی ہوا' اچانک ہی اس نے کروٹ بدلی اور پھر متوحش انداز میں اٹھ کر بیٹھ گیا' ادھیڑ عمر آدمی تھا' جسم دبلا پتلا اور مدقوق' لباس بوسیدہ' داڑھی بے تحاشہ بڑھی ہوئی۔ وہ چندھیائی ہوئی نگاہوں سے ان کا جائزہ لیتا رہا اور پھر بولا.........

"سنا ہے موت کے فرشتے تو دو ہوتے ہیں' تم چار فرشتے کیسے آئے ہو.........؟"

"ہم انسان ہیں........."

"انسان........." اس شخص نے کہا اور پھر بے تحاشہ ہنس پڑا.........

"یار کیا کہہ رہے ہو' یہ طویل عرصے کے بعد ایک لطیفہ سننے کو ملا ہے........."

"کیوں.........؟"

"تم انسان ہو........." وہ مذاق اڑانے والے انداز میں بولا۔

"تمہارا کیا خیال ہے.........؟"

"انسان ہو تو کون سے سیارے سے آئے ہو' اپنے سیارے کا نام بتاؤ گے.........؟"

"زمین........." نادر شاہ نے کہا۔

"بکواس کرتے ہو' زمین پر اب انسان نہیں رہتے........."

"پھر کون رہتا ہے.........؟"

"درندے صرف درندے' پتہ نہیں کہاں کی بات کر رہے ہو جاہل کہیں کے' اپنے آپ کو انسان کہتے ہیں' انسانوں کا اب زمین سے کیا تعلق' ہوتے ہوں گے کسی دور میں' اب تو یہ درندوں کی کائنات ہے سمجھے........."

"ہم بیٹھ سکتے ہیں........."

"انسانوں جیسی باتیں کر رہے ہو.........؟"

"تمہاری باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آرہیں........."

"تو پھر کیوں نہیں تسلیم کرلیتے کہ کسی سیارے سے آئے ہو' زمین کے باشندے نہیں ہوسکتے........."

"ہم نے تم سے بیٹھنے کی اجازت طلب کی تھی۔"

"یہ زمین میرے باپ کی نہیں ہے اور نہ ہی تمہارے باپ کی ہے' میں تو اس بات کا اعتراف کرتا ہوں' تم نہیں کرو گے' اجازت کیوں لے رہے ہو' بالکل انسانوں کی طرح'

اس دور میں کون کسی سے اجازت لیتا ہے' کسی کی ملکیت پر قبضہ کرلینا تو آدمیوں کا کھیل ہے۔ درندوں کی بستی میں انسانوں جیسی باتیں کرنے والے بے وقوف' بیٹھ جاؤ........"

اور وہ چاروں بیٹھ گئے........بوڑھے کی باتوں سے اس کی شخصیت کا کسی قدر اندازہ ہو رہا تھا۔ وہ کہنے لگا۔"

"اگر اسی زمین کے درندے ہو تو یقیناً" صحرائے اعظم میں دولت کے انبار تلاش کرنے آئے ہوگے' بولو بولو ہے نا........؟"

"ہاں........" اس بار جیمس پیرے نے کہا۔

"اور کہتے ہو اپنے آپ کو انسان' تم جانتے ہو یہ دولت کس کی ہے' اس سرزمین پر بسنے والوں کی' ان کی جن کی نسلیں دھوپ میں جھلس جھلس کر ختم ہوگئیں' یہ ان کی دولت ہے جو یہاں آباد ہیں' یہ ان کا گھر ہے' یہ ان کی سرزمین ہے' تم کیوں یہ دولت حاصل کرنے آئے ہو' بول' یہ ڈاکہ زنی نہیں ہے' کسی کے گھر سے اس کا مال چھین کر لے جاؤ' یہ وحشت خیزی نہیں ہے اور کہتے ہو اپنے آپ کو انسان........" اس کا لہجہ طنز میں ڈوبا ہوا تھا۔

"مگر تم کون ہو........؟"

"گدھا' سمجھتے ہو' گدھا دیکھا ہے کبھی' میں انسانی شکل میں گدھا ہوں........"

"بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر........" نادر شاہ نے ازراہ مذاق کہا۔

"ہونہہ بکواس' اور تمہارا خوش ہونا بالکل بے کار ہے' کیونکہ نہ تو میں کسی خزانے کے بارے میں جانتا ہوں' نہ تمہاری مدد کرسکوں گا' سمجھ رہے ہو نا' میری بات سمجھ رہے ہو نا........"

"تمہارا نام کیا ہے........؟"

"بتا چکا ہوں گدھا' اس کے علاوہ میرا اور کوئی نام نہیں ہے........"

"حالانکہ تم گدھے نہیں ہو........"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو........"

"اس لئے کہ تمہاری شکل گدھوں جیسی نہیں ہے........"

"شکل و صورت پر جانا حماقت ہے۔ گدھوں کی بھی مختلف اقسام ہوتی ہیں' ارے وہ آدمی یا انسان ہوسکتا ہے جس نے ساری زندگی گدھوں جیسی حرکت کی ہو........"

"بہرحال' تمہارا یہ کہنا تو بالکل درست ہے کہ ہم یہاں خزانوں ہی کی تلاش میں آئے ہیں' ہم جھوٹ نہیں بولیں گے' لیکن یہ خزانے ہم کسی کو نقصان پہنچانے کے بعد نہیں حاصل کرنا چاہتے بلکہ صحرائے اعظم کے مختلف گوشوں میں' جو دولت بے کار پڑی ہوئی ہے اور یہاں اس کا کوئی مصرف نہیں ہے ہم اس کی تلاش میں آئے ہیں........"

"آہ' میں نے اس دوران بہت کچھ سوچا ہے' بہت غور کیا ہے میں نے' بے شمار مشنری تبلیغ کے لئے نکلتی ہے' انسانیت کا درس بھی دیا جاتا ہے اور مذہب کا بھی' یہاں بھی لوگ انسانوں کو مذہبی بنانے کے لئے آتے رہے ہیں' کیوں آتے رہے ہیں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا' لیکن کیا ایسے لوگ کبھی نہیں آسکتے تھے یہاں جو انہیں زندہ رہنے کا گر سکھاتے' جو انہیں بتاتے کہ یہ دولت جو دوسرے اٹھا کر لے جاتے ہیں خود ان کے کام آسکتی ہے' یہاں بستیاں آباد ہوسکتی ہیں' زراعت ہوسکتی ہے' مکانات بنائے جاسکتے ہیں' صنعتی ترقی ہوسکتی ہے' لیکن صحرائے اعظم بھی اس وقت سے ہی آباد ہے جب سے انسانوں کی دوسری بستیاں وجود میں آئی ہیں' دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی اور ان بیچاروں کی رہنمائی کسی نے نہیں کی' جانتے ہو کس لئے' اس لئے کہ یہ خطہ اس دولت سے مالا مال ہے جو دوسروں کے کام آتی ہے' انہیں اس دولت سے روشناس کرا کے وہ لوگ اس پر قبضہ نہیں جما سکتے' یہی ان کا نظریہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ انہیں انسان بننے سے روکے رکھتے ہیں۔"

"کیا تم ان کے ہمدرد ہو........؟"

"میں کسی کا ہمدرد نہیں ہوں' ایک بات کہہ رہا ہوں میں' بے وزن ہے تو بتاؤ........؟"

"تم یہاں کیا کر رہے ہو........؟" کنور مہتاب علی نے سوال کیا اور وہ کنور مہتاب

علی کو دیکھنے لگا' دیکھتا رہا........ پھر اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے اور اس نے آہستہ سے کہا۔

"کفارہ ادا کر رہا ہوں' اپنی وحشتوں کا' اپنی دیوانگی کا کفارہ ادا کر رہا ہوں........"

"نام نہیں بتاؤ گے اپنا........؟"

"گدھا........" وہ بولا اور ہنس پڑا........

"تو مسٹر گدھے' یہ کفارہ تم کس سلسلے میں ادا کر رہی ہو........؟"

"اس لئے کہ میں نے بھی تمہاری ہی طرح دولت کی آرزو کی تھی' ڈاکو تھا میں ڈاکو۔ بینک لوٹے' بستیاں لوٹیں' قتل و غارتگری کی اور جب دنیا میری دشمن ہو گئی تو اپنوں کو لے کر یہاں نکل آیا' اپنی بہت سی دولت لے کر میں ادھر آ گیا۔ بہت تعاقب کیا گیا میرا' لیکن میں اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ صحرائے اعظم میں روپوش ہو گیا' مجھے گرفتار کرنے والے مایوس ہو گئے' خزانہ میرے پاس موجود تھا اور میں مطمئن تھا کہ مجھے کوئی فکر نہیں ہے' لیکن یہاں آنے کے بعد یہ احساس ہوا کہ خزانہ بے کار چیز ہے۔ انسان کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی' انسان کو انسانیت کی ضرورت ہوتی ہے' اور پھر یہی ہوا سزا ملی مجھے سزا ملی' سزا آسمانوں سے برسی تھی' میری بیوی مر گئی اور بچے بھی' یہاں زندگی بچانا بہت مشکل کام تھا' آہ میرے پاس دولت تھی' دولت تھی میرے پاس' لیکن میرے بچے جو یہاں زرد بخار کا شکار ہو گئے تھے۔ میری اس دولت سے فائدہ نہیں اٹھا سکے' سمجھے' میری اس دولت سے میری بیوی زندہ نہ بچ سکی' کس کام کی تھی یہ دولت بتاؤ' کس کام کی تھی' میں نے سوچا کہ اسے جمع کرنے کے لئے میں نے کتنوں کی زندگیاں لی ہیں' لیکن میں اس سے اپنے بچوں کو زندہ نہ رکھ سکا' میں اپنے بچوں کو زندہ نہیں رکھ سکا اس دولت سے........"

"بہت دکھ بھری داستان ہے تمہاری' بہت دکھ بھری داستان ہے........"

"اور آخری کوشش جو میں نے کی تھی وہ میرے لئے بڑی پریشان کن تھی' آہ سب مر گئے تھے' سب مر گئے تھے' میں زندہ بچ گیا پتہ نہیں کیوں' اوہ مجھے زندہ نہیں بچنا

چاہیے تھا' بالکل زندہ نہیں بچنا چاہیے تھا مجھے' مگر میں کیا کروں' سمجھ رہے ہونا' میرے دونوں بچے مر گئے' اور میری بیوی' میں میں' میں نہیں جانتا کہ میں کیوں زندہ ہوں' بس زندہ ہوں' مگر موت کا انتظار بڑا دلکش ہوتا ہے۔ تم نے کبھی موت کھائی ہے۔" ان لوگوں کو اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ ذہنی طور پر بالکل معطل ہو چکا ہے اور بالکل دیوانہ ہے' پھر وہ اچانک رونے لگا۔ اس نے کہا۔

"آؤ' دیکھو میرا گھر دیکھو' میرے بچوں کو دیکھو' آؤ ادھر آؤ میرے ساتھ آؤ' تمہیں اچھا لگے گا........"

اور پھر وہ غار کے دوسرے دہانے کی جانب چل پڑا' باقی لوگوں نے بھی اس کا تعاقب کیا تھا' اس نے وہاں پہنچنے کے بعد دیوار میں لگی ہوئی ایک مشعل روشن کی اور مشعل کی روشنی نے غار کو منور کر دیا' اس غار میں تین قبریں موجود تھیں' دو چھوٹی اور ایک بڑی........

"یہ میرا خاندان ہے' اسی خاندان کے لئے میں نے قتل و غارتگری کا آغاز کیا تھا' میں اسے بہت اچھی زندگی دینا چاہتا تھا۔ میں اسے دنیا کی وہ تمام نعمتیں دینا چاہتا تھا جس کی انہوں نے خواہش کی تھی' مگر میں انہیں صرف موت ہی دے سکا' بڑا بدقسمت انسان ہوں میں' اب تم مجھ سے پوچھو گے کہ وہ دولت میں نے کہاں چھپا کر رکھی ہے تو میں تمہیں بتاؤں۔ وہ یہیں محفوظ ہے اور اتنی ہے کہ تم تصور نہیں کر سکتے' مگر میں تمہیں اس کے بارے میں بتاؤں گا نہیں' بے شک اب وہ میرے لئے بے کار ہے لیکن میں نے اپنی محنت سے جمع کی ہے تمہیں کیوں دوں' بولو بولو' کیوں دوں تمہیں........؟"

"نہیں' ہمیں تمہاری وہ دولت نہیں چاہیے' ہمیں تمہارے ساتھ پیش آنے والے اس حادثے کا افسوس ہے........"

"بکواس مت کرنا' بالکل بکواس مت کرنا' کہہ دیا ہے میں نے تم سے' بے وقوف بنا رہے ہو مجھے' ارے مارو مجھے' میری کھال اتار دو' ہڈیاں توڑ دو میری' مجھے اذیتیں دو' ہو سکتا ہے میری زبان کھل جائے' دیکھو میں موت سے ڈرتا ہوں' یہ مت سمجھنا کہ میرے

اندر وہ حس نہیں ہے کہ میں تکلیف کو برداشت کرلوں' اپنی اذیت پر ہنسوں' مارو گے تو زبان کھول دوں گا اور بتادوں گا کہ میں نے دولت کہاں چھپا رکھی ہے' دوسری صورت میں تو میں تمہیں وہ سب کچھ دینے سے رہا" نادر شاہ نے ایک گہری سانس لی اور کنور مہتاب علی کی طرف دیکھ کر بولا.........

"کیا خیال ہے چلیں یہاں سے.........؟" کنور مہتاب علی نے مغموم نگاہوں سے بوڑھے کو دیکھا اور بولا۔

"تمہارا اب یہاں رہنا بے کار ہے' جانے والے واپس نہیں آتے' کفارہ ادا کرنے کا یہ طریقہ بھی نہیں ہے' اپنی دنیا میں واپس جاؤ اور اس کے بعد کسی کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرکے یہ کفارہ ادا کرو.........."

"یہ نیکی میں میں تمہارے ساتھ کیوں نہ کردوں' اپنی دولت تمہیں دے دوں' تمہیں عیش کرنے کا موقع دوں' یہ بھی تو ایک نیکی ہے' بے وقوف بنا رہے ہو' بے وقوف بنا رہے ہو' گدھے کو گدھا بنا رہے ہو' ہیں' نہیں بنا سکو گے ہاں دوسرا طریقہ یہ ہے کہ میری کھال ادھیڑ دو' بھس بھر دو میرے بدن میں دولت کا پتہ بتادوں گا۔"

"آیئے.........." نادر شاہ نے کنور مہتاب سے کہا اور وہ سب باہر نکل آئے' بوڑھا ان کے پیچھے پیچھے باہر آیا تھا.........

"ارے بے وقوفو! گدھا میں ہوں تم کیوں گدھے پن کا اظہار کر رہے ہو' دولت کا پتہ پوچھ لو مجھ سے' یہیں سے واپسی کے امکانات ہو جائیں گے' آگے کی مشکلات میں نہیں پڑو گے........" لیکن نادر شاہ اس کی بات سنے بغیر وہاں سے آگے بڑھ گیا تھا۔

"جانتے ہیں' یہ کیا چاہتا ہے.........؟" نادر شاہ نے کہا۔

"ہاں اندازہ ہو رہا ہے........." مائیکل بائر بولا۔

"کیا.........؟" جیمس پیرے نے پوچھا۔

"وہ ہمارے ہاتھوں اذیت چاہتا ہے' دولت وغیرہ اس کے پاس شاید کچھ بھی نہیں ہے یا اگر ہے تو اس نے چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ وہ جنونی ہے' دیوانہ ہو گیا ہے۔ کہانی تو وہ

اپنی سنا ہی چکا ہے۔"

"کیا ہے انسان بھی' اب یہ یہیں مرجائے گا........."

"ہاں ہم اس کے لئے کچھ نہیں کرسکتے........ وہ واپس اپنے ٹھکانے پر آگئے۔ بوڑھا کافی دور تک ان کا پیچھا کرتا رہا تھا۔ پھر وہ رک گیا تھا' اب وہ نگاہوں سے اوجھل تھا۔"

بوڑھے کی کہانی نے ذہنوں پر بوجھ ڈال دیا تھا۔ اپنے ٹھکانے پر آکر وہ دیر تک خاموش بیٹھے رہے تھے۔ پھر کنور مہتاب علی نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔"

"میرے خیال میں اب سو جاؤ۔ اور اپنے ذہن کو اس کہانی سے آزاد کرلو۔"

"ہاں کیا کرسکتے ہیں۔" جیمس پیرے بولا۔

"ویسے مہتاب علی ایک بات ضرور کہوں گا.........!" مائیکل بائر نے کہا۔

"کیا؟"

"اگر زندہ نکل جانے کا موقع مل جائے تو اس کے بعد کی زندگی سے کسی مہم کا نام نکال دیا جائے۔"

"ہاں' میرا بھی یہی فیصلہ ہے۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ ہمارا اصل مقصد کیا تھا۔"

"ہاں۔ مجھے اندازہ ہے۔"

"لیکن میں نہیں جانتا جناب۔" نادر شاہ بولا۔

"نادر شاہ۔ ہمارے پاس قدرت کی عطا کی ہوئی ہر نعمت موجود ہے اور یقین کرو ہمارا مقصد صرف دولت کا حصول نہیں ہے۔ نصیر بیگ اگر اس بچی کو لے کر نہ نکل جاتا تو ہم یہاں دوبارہ آنے کی کوشش نہ کرتے۔"

"مقصد اس بچی کو یہاں پہنچانا تھا۔"

"آپ غلط کہہ رہے ہیں جناب۔"

"کیوں۔"

"بچی تو گم ہوگئی تھی اور آپ ایک نقلی بچی کو لے کر یہاں آرہے تھے۔" نادر شاہ

نے کہا اور وہ لوگ شرمندہ ہو گئے۔ پھر اس کے بعد کوئی کچھ نہیں بولا تھا۔

دوسری صبح انہوں نے آگے بڑھنا شروع کر دیا اور اسی دوپہر کو انہوں نے نیل کنٹھ کی آبادی دیکھی۔ نادر شاہ کو احساس تھا کہ رات کے بعد وہ لوگ اس سے شرمندہ شرمندہ سے ہیں۔ اسے افسوس ہونے لگا۔ کبھی کبھی اتنی صاف گوئی بھی اچھی نہیں ہوتی۔ بہرحال انسانی کمزوریاں اپنے لئے بہانے تلاش کرتی ہیں۔

اس نے کسی خیال کے تحت کہا۔ "کنور مہتاب علی صاحب۔ میں ایک بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔"

"ہوں۔"

"آپ لوگوں نے غور نہیں کیا۔"

"کس بات پر.........؟"

"بوڑھے نے ہم سے انگریزی زبان میں بات کی تھی۔"

"کیا مطلب۔"

"حالانکہ ہم نے حلیئے بدلے ہوئے تھے۔ کیا ہم نیل کنٹھ والوں جیسے نہیں نظر آرہے۔"

"اوہ۔ مائی گاڈ.........!" جیمس پیرے خوفزدہ ہو گیا۔

"بات اہم ہے۔ لیکن میرا کچھ اور موقف ہے.........مائیکل بائر پر خیال لہجے میں بولا۔"

"کیا۔"

"وہ خبطی بوڑھا تھا......... اس نے غور ہی نہیں کیا ہو گا اور ہم نے اس کی بات کا جواب فوراً ہی دیدیا تھا۔"

"ہاں۔ ہو سکتا ہے۔"

"آپ دونوں تو نیل کنٹھ دیکھ چکے ہیں۔" نادر شاہ نے کہا۔

"ہاں۔"

"کیا ہم ان جیسے نہیں نظر آرہے۔"

"سو فیصد۔"

"تب پھر مسٹر مائیکل کی بات ہی درست کہی جاسکتی ہے۔" نادر شاہ نے کہا اور خاموشی چھا گئی۔ ان کی نگاہیں بستی دیکھ رہی تھیں۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ ثاری ویگا سے کچھ بہتر آبادی نظر آرہی تھی۔ یہاں زراعت بھی تھی اور جھونپڑوں کی ترتیب بھی۔ عموماً گھروں میں پتھروں کی سلیں بھی استعمال کی گئی تھیں۔ انسان یہاں بے لباس نہیں تھے۔

"یہ آبادی کچھ مہذب نظر آتی ہے۔" جیمس پیرے نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں کسی حد تک۔"

"آپ تو پہلے یہاں رہ چکے ہیں کنور مہتاب علی۔"

"یقیناً"

"ان لوگوں کا تجزیہ بھی کیا ہو گا آپ نے۔"

"خاصی حد تک۔"

"ثاری ویگا میں اور اس میں کیا فرق ہے۔"

"کوئی فرق نہیں۔"

"کیا مطلب۔"

"یہاں سائی تھول کی حکمرانی ہوتی ہے اور آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ سائی تھول ایک مہذب اور تعلیم یافتہ آدمی ہوتا ہے۔" کنور مہتاب علی نے کہا۔

"تعلیم یافتہ۔"

"ہاں۔ جس سائی تھول سے میرا واسطہ پڑا وہ بہترین انگلش بولتا تھا۔"

"جس سائی تھول سے کیا مطلب؟"

"جہاں تک میرا اندازہ ہے سائی تھول بھی ان کے مقدس پجاری کا نام ہوتا ہے اور نسل در نسل سائی تھول ہوتے ہیں۔ گویا یہ ایک تعجب ہے۔"

"مگر انگلش۔ یہ کہاں سے سیکھ لیتے ہیں۔"

"بات حیرتناک ہے۔ لیکن کچھ پتہ نہیں چل سکا۔"

"آپ کی اس سے گفتگو ہوئی تھی۔"

"میرا کافی وقت اس کے ساتھ گزرا ہے۔"

"آپ نے پوچھا۔"

"اس کا موقع ہی نہیں مل سکا۔"

"اس کا ایک جواز ہو سکتا ہے۔"

"کیا؟"

"ممکن ہے جس سائی تھول سے آپ کی ملاقات ہوئی ہو اس کا تعلق کسی طور مہذب دنیا سے رہا ہو۔"

"ہاں ممکن ہے۔"

"اور اس کی ترتیب یہاں کے رہن سہن میں نظر آتی ہے۔ یقیناً" یہی بات ہے۔"

"شاید؟"

"خیر اب کیا پروگرام ہے۔"

"میرے ذہن میں ایک پروگرام ہے نادر شاہ.........رات کی تاریکی میں.........میں اور تم بستی میں داخل ہوں گے۔ میں میگنا کو تلاش کروں گا' اس کے مل جانے سے کافی کام بن سکتا ہے۔"

"میگنا کون۔"

"وہی نوجوان جو گل کی ماں کا محبوب تھا۔"

"اچھا خیال ہے۔ لیکن کنور مہتاب علی کیا بچی کے غائب ہو جانے کے بعد وہ آپ کا دشمن نہ بن گیا ہوگا۔"

"میں اسے سمجھاؤں گا۔"

"وہ آپ کی زبان سمجھ سکے گا۔"

"اشاروں کی زبان پوری دنیا میں سمجھی جاتی ہے۔"

"میں اس پروگرام میں تھوڑی سی ترمیم چاہتا ہوں۔" جیمس پیرے نے کہا۔

"جی مسٹر جیمس پیرے۔"

"ہم چاروں ساتھ رہیں تو بہتر ہے۔ میں اور نادر شاہ تو اس پورے نظام سے ناواقف ہیں۔ اگر ہم کسی مشکل میں پھنس گئے تو موت کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہے گا۔"

"اس لئے میں نے مائیکل بائر کو تمہارے ساتھ چھوڑا ہے جیمس پیرے۔"

"نہیں مہتاب علی۔ میں جیمس پیرے سے اتفاق کرتا ہوں۔ میں یہ رسک نہیں لے سکتا۔ سچ مانو تو ہماری اصل مہم تو یہی ہے اور ہم نے ان لوگوں کی مشکل اپنے سر لے لی ہے۔ وہاں ٹاری ویگا میں وہ سب سکون سے ہیں اور ہم نے جان کی بازی لگا دی ہے۔" مائیکل بائر نے کہا۔

"یہ میں نے اس خیال سے کہا تھا کہ زیادہ تعداد میں ہمارے دیکھ لئے جانے کا خطرہ ہے۔"

"یہ خطرہ مول لیا جاسکتا ہے۔"

"اوکے.........یوں کرلو......... مجھے اعتراض نہیں ہے۔ کنور مہتاب علی نے گہری سانس لے کر کہا۔ اور پھر یہ موضوع ختم ہوگیا۔ وہ لوگ پوشیدہ ہو کر رات کا انتظار کرنے لگے تھے۔"

پھر جب رات گہری ہوگئی اور پوری بستی شہر خموشاں بن گئی تو وہ اپنی کمین گاہ سے نکلے اور بستی کی طرف چل پڑے۔

ہر شخص اپنے اپنے طور پر اس خوفناک مہم میں حصہ لے رہا تھا' جو لوگ اس مہم کے روح رواں تھے وہ تو اپنے طور پر اپنی مصروفیات میں لگے ہی ہوئے تھے' لیکن کچھ ایسے بھی تھے جو خاموشی سے ان کا ساتھ دے رہے تھے جیسے زاہد یا فیروز۔ یہ لوگ بھی تمام معاملات میں پوری طرح ملوث تھے۔ فیروز نے تو زندگی کے بہت سے اتار چڑھاؤ دیکھے تھے' اب تو وہ سب خواب کی باتیں معلوم ہوتی تھیں' لندن کی فضاؤں میں جرائم کی زندگی گزارنے والا اب ایک بالکل ہی بدلا ہوا انسان تھا' محبتوں میں ڈوبا ہوا اور کسی کی قربت سے سرشار۔ فطرت کے وہ پہلو سامنے آگئے تھے' جو نجانے کون سی ہواؤں میں گم ہوگئے تھے۔ ماضی کیا تھا' بچپن کیا تھا' ماں باپ کیا تھے' وہ کون سے حالات تھے' جنہوں نے فیروز کو ان راستوں پر لا ڈالا تھا' اب یہ سب کچھ قصہ پارینہ بن چکا تھا۔ مرزا نصیر بیگ کے چکر میں وہاں پہنچا تھا اور اس کے بعد تقدیر کے دھاروں نے نیا ہی رخ اختیار کرلیا تھا۔ افریقہ کی مہم کبھی ذہن کے کسی گوشے میں نہیں آئی تھی' لیکن یہ سب تقدیر کے کھیل ہوتے ہیں۔ وہ نجانے کیسے کیسے چکروں میں الجھ کر یہاں تک پہنچا تھا اور پھر یہاں الاشا اسے مل گئی تھی' پاکباز نوجوان نہیں تھا' زندگی میں بہت سے اتار چڑھاؤ آئے تھے لیکن محبت کی کہانی ہی مختلف ہوتی ہے' یورپ کی وہ لڑکیاں جو اس کی زندگی میں آئی تھیں' کبھی بھی اس کے دل کی گہرائیوں کو نہیں چھو سکی تھیں اور اس نے ہمیشہ انہیں سطحی نگاہوں

دیکھا تھا' لیکن الاشا نے نجانے کون سے چور دروازوں سے دل کی گہرائیوں پر حملہ کیا تھا اور باآسانی وہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئی تھی' یہ معصوم سی لڑکی جس کا ماضی خود اس کی نگاہوں سے اوجھل تھا۔ گومی سیانا کے ساتھ پروان چڑھی تھی اور اب دونوں کے درمیان اتنے فاصلے ہوگئے تھے کہ لگتا ہی نہیں تھا کہ اس کا گومی سیانا سے کوئی تعلق تھا۔

گومی سیانا پہلے اس کے لئے بے حد مضطرب اور بے قرار رہتی تھی۔ لیکن جب اس نے اسے فیروز کی قربت میں مطمئن پایا تو اس کا ذہن بھی اس جانب سے ہٹ گیا۔ ویسے بھی وہ دوسری قسم کی عورت تھی اور اس کے اپنے راستے بھی مختلف تھے۔ اب وہ خاموشی سے ثاری ویگا میں اپنی زندگی کے بقیہ دن گزار رہی تھی اور نہیں کہا جاسکتا تھا کہ ان کی زندگی کا یہ سفر کتنا طویل تھا' جب وہاں سے روانگی ہوئی تھی تو الاشا گومی سیانا کے پاس پہنچی تھی۔

"ماما کونا میں جارہی ہوں۔" اور گومی سیانا نے اسے اتنی اجنبی نگاہوں سے دیکھا تھا کہ لگتا ہی نہیں تھا کہ اس کا الاشا سے کوئی تعلق رہ چکا ہے.........وہ خاموش رہی تو الاشا نے پھر کہا۔

"میں جاؤں.........؟"

"جا جا.........ستارے تیرے موافق ہیں اور جہاں تو جارہی ہے وہی جگہ تیرے لئے بہتر ہے جا جا چلی جا.........."

"گومی سیانا نے کہا اور اٹھ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔"

پھر الاشا فیروز کے ساتھ چل پڑی اور اب وہ فیروز کے ساتھ انہی پہاڑیوں پر مقیم تھی جہاں بقیہ لوگ موجود تھے۔ الاشا کی معصومیت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی' فیروز جب اسے اس دنیا کی کہانی سناتا جہاں عجوبے ہی عجوبے بکھرے ہوئے تھے تو الاشا کی آنکھوں میں اس دنیا کے خواب بس جاتے اور پھر وہ معصومیت سے بچوں کی طرح فیروز سے وہاں کے بارے میں سوالات کرتی اور فیروز اسے بتاتا کہ وہاں زندگی کس انداز میں گزرتی ہے۔ اس وقت بھی ایک پہاڑی چٹان پر دونوں بیٹھے ہوئے تھے' کنور مہتاب علی کی ٹیم کی روانگی کے

بعد یہاں کے حالات بالکل پرسکون تھے اور کوئی ایسی بات سامنے نہیں آئی تھی جو باعثِ الجھن ہو' سوائے اس کے کہ ہر دل میں اپنے طور پر خیالات تھے۔ جیمس پیرے کے ساتھی جیمس پیرے کے بارے میں سوچ رہے تھے اور ان کی گفتگو کچھ اس انداز کی ہوتی تھی۔

"ڈیئر لوتھر کیا واقعی کوئی ایسا دن بھی آئے گا جب ہم یہاں سے واپسی کا فیصلہ کریں گے۔"

"امید پر دنیا قائم ہے مارٹن' کیا کہا جاسکتا ہے' ہو سکتا ہے زندگی کی شام یہیں ہو جائے۔"

"کبھی کبھی جب میں ان حالات پر غور کرتا ہوں تو یوں لگتا ہے کہ ابتدائی کچھ وقت کے بعد ہماری زندگی انہی پہاڑیوں اور جنگلوں میں گزری ہو' یقین کرو اب تو شہری آبادیاں ذہن تک سے محو ہو گئی ہیں۔"

"بہرحال جو کچھ بھی ہے مسٹر مچل گارٹ ہمباسٹر اپنے طور پر جو مہم سرانجام دے رہے ہیں' وہ ہمارے لئے وہی حیثیت رکھتی ہے جو مچل گارٹ ہمباسٹر کی کامیابی کے وقت ہمیں حاصل ہوتی۔"

"مطلب.........؟"

"مطلب یہ کہ ہم نے ایک نیک کام کے لئے قسم کھائی تھی اور یہ طے کرلیا تھا کہ انسانیت کی بھلائی کے لئے عمل کرتے ہوئے اگر ہماری زندگی کام آگئی تو ہم سمجھیں گے کہ اس سے بہتر موت ہمیں کوئی دوسری نصیب نہیں ہوگی' ہمارے مسائل تھے اور ان مسائل کا حل ہمارے پاس ممکن نہیں تھا اور پھر مسٹر مچل گارٹ ہمباسٹر نے جو راستے منتخب کئے ہم انہی راستوں پر ان کے ساتھ چل پڑے اور آج بھی ہم ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔"

"لیکن یقین کرو یہاں آکر میری ہمت جواب دے گئی ہے۔"

"کیوں آخر.........؟"

"مسٹر ہمباسٹر ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔"

"لیکن وہ ایک اور مہم پر گئے ہیں۔"

"مہم در مہم۔"

"ہاں یہ کہہ سکتے ہو۔"

"کیا واقعی ان کی واپسی ممکن ہوگی۔"

"کیوں نہیں۔"

"تمہیں یقین کیوں ہے!؟"

"اور تمہیں یقین کیوں نہیں ہے!؟"

"نہیں بس یہاں کے حالات مجھے کبھی کبھی اتنا بددل کر دیتے ہیں کہ میں یہ سوچتا ہوں کہ ہماری زندگی کی آخری سانسیں یہیں پوری ہوں گی اور اس کے بعد ہم ان ویرانوں میں ڈھانچوں کی شکل میں تبدیل ہو جائیں گے اور پھر جب نئے مہم جو اس علاقے سے گزریں گے تو انہیں ہمارے ڈھانچے ملیں گے' لیکن ہماری کہانی ان کے ذہنوں تک کبھی نہیں پہنچ سکے گی۔"

"دنیا کی یہی کہانی ہے مائی ڈیئر مسٹر مارٹن' لوگ کہاں کہاں کس کس طرح مرجاتے ہیں' کیا آپ کو سب کے بارے میں پتہ ہے!؟" لوتھر نے پوچھا۔

"نہیں۔"

"تو پھر یہ سمجھ لیجئے کہ ہم بھی ان عام لوگوں سے مختلف تو نہیں ہیں۔" لوتھر نے جواب دیا اور مارٹن گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس کی نگاہیں خلاؤں میں بھٹکنے لگیں جہاں اس کے اپنے ساتھی' رشتہ دار اور عزیز و اقارب بستے تھے' نجانے ان کے بارے میں ان کے خیالات کیا ہوں' نجانے وہ ان کے بارے میں کیا سوچتے ہوں۔ شاید اپنے طور پر وہ یہ طے کر چکے ہوں کہ یہ لوگ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔

ادھر شاما پتھر کی چٹان پر بیٹھی ہوئی خاموشی سے فضا میں اترنے والی کہر کو دیکھ رہی تھی۔ [illegible] ہو چکی تھی اور آسمان صاف و شفاف ہو گیا تھا' لیکن بارش کے چھوڑے ہوئے

اثرات قرب و جوار میں منڈلا رہے تھے۔ زمین سے اتنی بلندی پر موجود وہ اپنے آپ کو بڑا عجیب محسوس کرتے تھے' گہرائیوں میں ٹاری ویگا آباد تھا اور بہت دور پہاڑیوں پر یوٹ کا بسیرا تھا جہاں وہ اپنے طور پر سارے کام کررہا تھا۔ ایمرے وغیرہ اب ان کے درمیان موجود نہیں تھے۔ الاشا نے فیروز کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"فیروز کیا سوچ رہے ہو!"

"میں سوچ نہیں رہا الاشا تمہیں دیکھ رہا ہوں۔"

"مجھے.........!"

"ہاں تمہیں.........."

"مجھے کیوں دیکھ رہے ہو.........!"

"میں اپنا مستقبل دیکھ رہا ہوں۔"

"مستقبل کیا ہوتا ہے۔"

"آنے والا وقت۔"

"مگر تم آنے والا وقت کیسے دیکھ رہے ہو!"

"چشم تصور سے۔"

"اوہ تمہاری باتیں میری سمجھ میں بہت کم آتی ہیں۔"

"ہاں الاشا جب تم ان تمام باتوں سے واقف ہو جاؤگی تو تمہیں اس میں لطف آ گا۔"

"تم مجھے ان باتوں سے واقف کرو۔"

"یہ کام انسان کے بس کا نہیں ہے۔"

"تو پھر.........!"

"وقت خود یہ کام کرتا ہے۔"

"ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے' میں تمہیں کیا بتاؤں فیروز میں نے تو کبھی وقت بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔"

"جب تم ان وحشیوں کی بستی میں رہتی تھیں الاشا تب تمہارے کیا تصورات تھے!"

"تصورات کے بارے میں تو میں جانتی ہی نہیں تھی۔"

"کچھ تو سوچتی ہوگی؟"

"یقین کرو کچھ بھی نہیں سوچتی تھی' بس وقت گزر رہا تھا۔ گوی سیانا تھی اور میں اور اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔"

"کیا تمہارے دل میں یہ خیال کبھی نہیں آیا الاشا کہ تم اس دنیا کے علاوہ اور کوئی دیکھو۔"

"نہیں مجھے کسی اور دنیا کے بارے میں معلومات ہی نہیں تھیں۔"

"گویا تم یہ سمجھتی تھیں کہ یہ بستی جہاں تم لوگ رہتے ہو دنیا کی پہلی اور آخری ہے۔"

"یہ بھی نہیں سوچا تھا میں نے کبھی۔" الاشا نے جواب دیا اور فیروز ہنسنے لگا۔ الاشا ہنسنے لگی تھی۔ چند لمحات کے بعد وہ بولی۔

"لیکن جب سے تم نے مجھے اپنی دنیا کے بارے میں بتایا ہے' میں عموماً اس دنیا کے میں سوچتی رہتی ہوں۔"

"کیا سوچتی ہو۔"

"بس یہی سوچتی ہوں کہ وہ دنیا نجانے کیسی ہوگی!"

"وہ دنیا بہت خوب صورت ہے الاشا۔"

"لیکن کیا ہم اس دنیا میں واپس جا سکیں گے؟"

"کیوں نہیں الاشا۔ کیا تمہیں اس کی امید نہیں ہے؟"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے بس میں سوچتی ہوں کہ جتنا وقت زیادہ سے زیادہ گزرتا ہے نجانے کیوں میرے دل میں مایوسی کی لہریں پیدا ہونے لگی ہیں۔"

"نہیں الاشا میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ ایک دن بالآخر میں تمہیں اپنی اس دنیا

میں لے جاؤں گا اور اس کے بعد ہم اسی دنیا میں جا کر آباد ہو جائیں گے۔"

"کاش ایسا ہو جائے۔"

"اسی وقت زاہد کے قدموں کی چاپ سنائی دی اور وہ ادھر سے گزرنے لگا۔ ان دونوں کو دیکھ کر ٹھٹکا اور پھر وہاں سے آگے بڑھنے لگا تو فیروز نے اسے آواز دے لی۔"

"زاہد ادھر آؤ.........." اور زاہد ان کے قریب پہنچ گیا۔

"بیٹھ جاؤ' تم سے میری بہت کم گفتگو ہوئی ہے!"

"ہاں مسٹر فیروز آپ نے جس قدر مجھے اہمیت دی ہے بس میں نے اسی کو غنیمت سمجھا ہے۔"

"نہیں زاہد آؤ بیٹھو پلیز۔" اور زاہد ان کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

"مائی ڈیئر زاہد کیا تم بھی مایوس ہو؟"

"نہیں۔ مایوس نہیں ہوں۔"

"لیکن میں نے تمہارے چہرے پر ہمیشہ ہی گہری سنجیدگی طاری دیکھی ہے۔"

"ہاں۔ اپنوں سے دور رہ کر انسان کے جذبات و احساسات کچھ ایسے ہی ہو جاتے ہیں۔"

"وہاں کون کون ہے تمہارا!"

"میری بیوی ہے' بچے ہیں۔"

"اوہو تو تم بیوی بچوں کو چھوڑ کر یہاں آئے ہو!"

"ہاں.........."

"کیوں..........!"

"بس ان کے لئے بہتر زندگی کی تلاش میں۔"

"ہوں.........." فیروز نے ایک گہری سانس لی' پھر اس کے ہونٹوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔

"زاہد انسان کس قدر بے بس اور مجبور ہے۔"

"ہاں مسٹر فیروز اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اب یہاں آنے کے بعد جب تنہائیوں میں مجھے سوچنے کا موقع ملا ہے تو میں یہ سوچتا ہوں کہ پتہ نہیں میں نے اپنے بیوی بچوں سے دور ہو کر اچھا کیا یا برا۔"

"نہیں بہرحال تم نے ان کی بہتری کے لئے قدم اٹھایا ہے اور نجانے کیوں مجھے یہ امید ہو چلی ہے مائی ڈیئر مسٹر زاہد کہ ہم میں سے کچھ ایسے افراد بھی ہیں جن کے انتظار کرنے والے ان کے لئے دعائیں بھی مانگتے ہوں گے تو پھر ہم ضرور اپنی دنیا میں پہنچیں گے' مجھ جیسا آدمی جس کا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے اب سوائے الاشا کے اور الاشا بھی مجھے یہاں ملی ہے تو میں یہ سوچتا ہوں کہ میرے لئے دعائیں کون مانگتا ہوگا۔ لیکن تم جیسے لوگوں کو دیکھ کر دل کو سہارا ہوتا ہے کہ کم از کم تمہاری دعاؤں میں ہم بھی شریک ہوں گے اور ہم بھی تمہارے لئے مانگی جانے والی دعاؤں کے سہارے ہی اپنے وطن واپس پہنچ جائیں گے۔"

"میری دعا آپ کے ساتھ ہے مسٹر فیروز۔" زاہد نے کہا۔ چنانچہ اس طرح ہر شخص اپنے اپنے طور پر سوچوں میں گم تھا اور پہاڑوں پر یہ زندگی عجیب و غریب انداز میں گزر رہی تھی مہم جوؤں کے علاوہ بھلا کسی عام انسان کو ایسی زندگی کہاں نصیب ہوتی ہے۔

"عرشی کو بھی اپنی زندگی میں پہلی بار دل کے گداز کا اندازہ ہوا تھا۔ نادر شاہ اس کی زندگی میں جس انداز میں شامل ہوا وہ بہت ہی دلچسپ اور عجیب و غریب تھا۔ لیکن اس کے بعد نادر شاہ جس طرح اس کے دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا گیا اس کا عرشی کو خود بھی کوئی اندازہ نہیں ہوسکا۔ اس کا شرارت بھرا انداز' اس کے الفاظ اس کے قریب نہ ہونے کے بعد عرشی کو یاد آرہے تھے اور وہ سوچ رہی تھی کہ یہ کیا ہوگیا۔ اس طرح کوئی انسان کسی بندھن میں کیسے بندھ جاتا ہے ویسے اس میں بھی کوئی شک نہیں تھا کہ نادر شاہ ہر طرح سے ایسی شخصیت کا مالک تھا کہ اسے صرف اور صرف چاہا جائے۔ ہر شخص اس کی تعریف کرتا تھا' اس کی وجہ سے عرشی کا سینہ فخر سے پھول جاتا تھا لوگ اس کے گن گاتے تھے تو عرشی کو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے اس کی تعریف کی جارہی ہے' وہ درحقیقت ایک مشرقی لڑکی تھی' اپنی تمامتر ذہنی آزادی اور شرارتوں کے باوجود اسکے دل میں پاکیزگی کا جو تصور تھا اس کا ثبوت یہ تھا کہ نادر شاہ سے اتنی قربت ہونے کے باوجود آج تک دونوں کے ذہنوں میں کبھی کوئی کھوٹ نہیں آئی تھی' عرشی کو بس اس کی قربت ہی بہتر محسوس ہوتی تھی ایک لمحے کے لئے بھی دل میں خیال نہیں آیا تھا کہ وہ ایک مرد ہے اور وہ خود ایک عورت۔

ہاں اب اس کے جانے کے بعد اسکے دل میں نجانے کیسے کیسے خیالات آنے لگے

تھے ایک لمحہ جو جی لگ رہا ہو' گل تو اب زیادہ تر ریٹا ہاروے کے پاس رہتی تھی اور یہاں صحرائے اعظم میں داخل ہونے کے بعد عرشی نے اپنے آپ کو حقیقت سے روشناس کرایا تھا اور خود کو احساس دلایا تھا کہ گل تو بس لمحوں کا کھیل ہے' بہت جلد وہ وقت آجائے گا جب اسے جدا ہونا ہوگا' سوچتی تھی تو ذہن میں عجیب سے تاثرات پیدا ہو جاتے تھے' یہ احساس بھی دل میں تھا کہ گل کے ماں باپ موجود ہیں اور بہرحال ماں کا جو تصور ہوتا ہے عرشی' اس سے واقف تو بیشک نہیں تھی لیکن دنیا دیکھی تھی سوچ سکتی تھی کہ ایک ننھی سی بچی اپنی ماں کے لئے کیا حیثیت رکھتی ہے' خود خاصی سخت مزاج تھی اور دل میں یہ سوچا تھا کہ بڑی محبت کے ساتھ گل کو اس کی ماں کی آغوش میں پیش کردے گی' یہ تو کرنا ہی ہے لیکن اپنے آپ کو آنے والی مشکل سے بچانے کے لئے اس نے ریٹا ہاروے کو مکمل آزادی دے رکھی تھی کہ گل اس کے ساتھ رہے۔

اب یہ حقیقت تھی کہ گل زیادہ تر ریٹا ہاروے کے پاس ہی رہتی تھی۔ اس وقت بھی گل اس کے پاس موجود نہیں تھی اور وہ بیٹھی خلاؤں میں گھور رہی تھی کہ گل کی مدھم سی آواز اس کے کانوں میں ابھری اور وہ چونک کر عقب میں دیکھنے لگی' ریٹا ہاروے ہی تھی جو گل کو بڑے پیار سے اپنے سینے سے لگائے ہوئے آرہی تھی' وہ عرشی کے پاس پہنچ گئی۔"

"ہیلو ڈیئر عرشی.........."

"ہیلو میڈم ریٹا ہاروے۔"

"بھئی سچی بات یہ ہے کہ تمہیں دیکھ کر بعض اوقات بڑی حیرت ہوتی ہے۔"

"کیوں؟"

"عرشی ایک بات بتاؤ۔"

"جی میڈم.........."

"کیا تم نے اپنی اسٹوڈنٹ لائف میں اسٹیج پلے کئے ہیں۔"

"نہیں میڈم مجھے ایسے فضول کاموں سے کوئی دلچسپی نہیں رہی؟"

"فضول کام۔"

"تو اور کیا۔"

"نہیں بہرحال یہ بھی زندگی کا ایک حصہ ہیں۔"

"میری زندگی کا نہیں، مگر آپ نے یہ سوال کیوں کیا۔"

"اس لئے کہ تم اب تک جو اداکاری کرتی رہی ہو وہ کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے، اس کے لئے ایک ایکسپرٹ چاہیے ہوتا ہے۔" عرشی مسکرا دی اور بولی۔

"ہاں میڈم ہاروے کم از کم میں وقت کی ضرورت کا پورا پورا خیال کر لیتی ہوں۔"

"مگر تمہیں اتنی پریکٹس کیسے ہوئی۔" عرشی مسکرانے لگی، ریٹا ہاروے اس کے سامنے ہی بیٹھ گئی تھی، عرشی نے کہا۔

"میڈم مجھے ایک عجیب و غریب شوق رہا ہے۔"

"کیسا شوق.........."

"میں نے کہا نا بہت ہی عجیب و غریب.........."

"مجھے بتاؤ اس کے بارے میں.........."

"بس میڈم مجھے فیچر رائٹنگ کا شوق تھا۔"

"اوہ گڈ لارڈ "فیچر رائٹنگ" یہ تو ایک بہترین سبجیکٹ ہے۔"

"ہاں میڈم اور اس کے لئے بھی میں نے ایک عجیب و غریب طریقہ کار اختیار کیا۔"

"کیا؟"

"اصل میں میڈم میرے فادر کے بارے میں تو مجھ سے زیادہ آپ جانتی ہیں۔ ان کی زندگی زیادہ تر مہمات میں گزری۔ گھر والے بیچارے سیدھے سادھے دقیانوسی قسم کے لوگ تھے اور میں اپنے باپ کی اکلوتی اور منظور نظر، میری کسی بات کی کاٹ نہیں کی جاتی تھی۔ جس طرح چاہتی اپنی زندگی گزارتی اور اس طرح مجھے خود سری کی عادت پڑ گئی، میں نے اخباروں میں زندگی کے جس شعبے سے متعلق فیچر لکھے اس میں اپنے آپ کو شامل

کر کے دیکھا اُس کی حقیقتیں تلاش کیں؟"

"یہ تو بہت بڑا کام ہے۔"

"جیسا بھی ہے میڈم، بہرحال میں نے ایسا کیا اور اس کے بعد میں نے جو فیچر لکھے وہ اس قدر حقیقی تھے کہ لوگ حیران رہ گئے۔"

"جی میڈم اور اسی دوران مجھے یہ بچی ملی تھی۔"

"درجنوں بار میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں اس کے بارے میں تم سے سوال کروں۔"

"جی میڈم۔"

"تو پھر مجھے بتاؤ یہ کس طرح تمہیں ملی۔"

"میڈم ان دنوں میں بھکارنوں پر فیچر لکھ رہی تھی، سڑکوں پر بے شمار بھکاری بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ آپ نے کم از کم میرے وطن میں دیکھا ہی ہوگا۔"

"ہاں.........."

"اور ان کا انداز عجیب و غریب ہوتا ہے۔ بڑے ٹیکنیکل لوگ ہوتے ہیں یہ اور بھیک مانگنے کے ایسے ایسے طریقے ایجاد کرتے ہیں میڈم کہ آپ سنیں تو حیران رہ جائیں۔"

"اوہ.......... مائی گاڈ مجھے پتہ نہیں تھا کہ تم سینے میں اتنے راز چھپائے بیٹھی ہوئی ہو.........." ریٹا ہاروے نے دلچسپی سے مسکراتے ہوئے کہا پھر بولی۔

"مگر یہ تو بتاؤ بھیک مانگنے کے کیا کیا انداز ہیں۔"

"ایک بوڑھا آدمی جو بھیک مانگتا ہے میڈم وہ کہتا ہے۔"

"بوڑھا ہو گیا ہوں، ہاتھ، پاؤں کام نہیں کرتے مجھے کچھ دو۔ ایک نوجوان آدمی جس کے پاس بھیک مانگنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اپنے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے کر کے اور آنکھیں الٹی کر کے بھیک مانگتا ہے اور رحم کھا کر لوگ اسے بھیک دیتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ہی عورتوں کا بھی ایک شعبہ ہے اور یہ بہت تیز اور چالاک ہوتی ہیں، کسی نوجوان جوڑے کو

دیکھ کر کہتی ہیں چاہے وہ آپس میں بھائی بہن ہی کیوں نا ہوں کہ ”اللہ جوڑی سلامت رکھے........ دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو“ اور وہ جوڑا انہیں کچھ نہ کچھ دے جاتا ہے‘ کسی ایسے شخص کو دیکھ کر جس کے چہرے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ نوکری کی تلاش میں جارہا ہے یہ فوراً“ کہتی ہیں۔ ”اللہ تیری نوکری لگائے بابو‘ بھکارن کو کچھ دے جا۔“ اس کے ساتھ ساتھ ہی یہ بعض جگہ کسی ننھے سے بچے کو گود میں لئے ہوئے بھیک مانگتی پھرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ بابو جی میرے چھوٹے چھوٹے یتیم بچے ہیں‘ اب آپ سوچئے‘ میڈم وہ یتیم بچے آخر کہاں سے وارد ہو جاتے ہیں۔“ ریٹا ہاروے ہنس پڑے پھر اس نے کہا۔

”بہرحال عجیب اسٹائل ہے اور پروفیشن بھی‘ میرا خیال ہے بہت پرانا ہے۔“

”ہاں میڈم‘ اسی طرح جب نوجوان بھکارنیں بھیک مانگنے نکلتی ہیں تو ان کے ساتھ بڑے دلچسپ واقعات پیش آتے ہیں۔“

”او مائی گاڈ‘ میں نے واقعی کبھی زندگی کے اس شعبے کے بارے میں نہیں سوچا‘ مجھے ذرا تفصیل سے بتاؤ........“ اور عرشی اسے تفصیل سے ساری کہانی سنانے لگی‘ بچی کا مل جانا اور اس کے بعد کے واقعات تمام کے تمام ریٹا ہاروے کو سنانے کے بعد اس نے کہا۔

”اور بالاخر ڈیڈی نے اس بچی کو غائب کر دیا لیکن میں نے چند لمحوں میں اسے حاصل کرلیا پھر جب ڈیڈی کو کسی ایسے جوڑے کی تلاش ہوئی جو بچی کو ان کے حوالے کرسکے تو میں نے اور نادر شاہ نے یہ طے کیا کہ بھیس بدل کر ان لوگوں کا ساتھ دیں۔“

”مائی گاڈ‘ تم یقین کرو کہ کبھی ہم لوگوں کو تم پر شبہ نہیں ہوسکا۔ میں تو نادر شاہ کے اس لئے خلاف تھی کہ ایک بہت ہی عام قسم کے لوگ ہمارے معاملات پر اس قدر حاوی ہوتے جارہے ہیں لیکن بالاخر نادر شاہ نے اپنا لوہا منوالیا اور بعد میں یہ جان کر مجھے جس قدر شرمندگی ہوئی ہے میں تمہیں بتا نہیں سکتی کہ تم لوگ کس قدر اعلیٰ پائے کے لوگ ہو‘ مجھے تو حیرت اس بات پر ہے کہ خود تمہارے ڈیڈی تمہیں نہیں پہچان سکے۔“

”ہاں میڈم........ یہ اس کی وجہ ہے جو میں نے آپ کو بتائی۔“

”بھئی عرشی ونڈر فل‘ اب تمہیں عرشی کہتے ہوئے میری زبان لڑکھڑا جاتی ہے۔

ئہ میں تمہارا نام شمسہ ہی لیتی رہی ہوں اور پھر میں تو کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی تم اتنی شاندار انگلش بول لیتی ہوگی‘ تم سے کبھی بات ہی نہیں ہوئی۔“

”ہم جو کریکٹر ادا کر رہے تھے میڈم اس میں بھلا اتنی اعلیٰ قسم کی انگریزی کی کیا ئش تھی؟“

”بہت چالاک ہو تم دونوں اور وہ ڈیسنٹ آدمی‘ یقین کرو اگر میں نوجوان لڑکی ہوتی اید تمہیں میری رقابت برداشت کرنا پڑتی؟“ ریٹا ہاروے نے کہا اور ہنس پڑی‘ عرشی ہنسنے لگی تھی۔

”آپ بہت اچھی ہیں میڈم۔“

”نہیں میں اچھی نہیں ہوں میں نے تم لوگوں کے ساتھ بڑا سخت رویہ اختیار کئے ا ہے۔“

”اس وقت آپ کو معلوم نہیں تھا لیکن یہ بہت بڑی بات ہے کہ جب انسان کسی لو تسلیم کرے تو پھر اس کا ازالہ بھی کردے۔“

”ہیں........ اگر کبھی مجھے موقع مل سکا تو ازالہ تو میں کروں گی ڈیئر۔ تم دیکھنا میں تم دل کو لندن میں سیٹل کرادوں گی‘ ویسے ایک بات بتاؤ عرشی........“

”جی میڈم۔“

”نادر شاہ یاد آتا ہے۔“

”ہاں میڈم انکار نہیں کروں گی اس بات سے........“

”نادر شاہ تمہیں عجیب و غریب انداز میں ملا‘ پہلے تم لوگوں کے درمیان دشمنی ٹی۔“

”ہاں میں بتا چکی ہوں۔“

”بہرحال ایک بات کہی گئی ہے کہ بد ترین دشمنی بہترین دوستی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔“

”جی میڈم مجھے اس مقولے کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہے۔“

"بھئی سب سے بڑا اندازہ تو یہ ہے۔"

"شاید.........."

"ویسے تم اطمینان رکھو ڈیئر' نادر شاہ جہاں گیا ہے وہاں اپنی کامیابی کا ضامن وہی بنے گا.........."

"جی.........."

"ہاں.........باقی لوگ بھی اچھی کارکردگی کے حامل ہیں۔ کنور مہتاب علی بہت ہی اعلیٰ پائے کا مہم جو ہے لیکن نادر شاہ نے ہم سب کو جس طرح پیچھے چھوڑ دیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے میں اس وقت بھی یہی کہہ سکتی ہوں کہ اس مہم کی کامیابی کا سہرا نادر شاہ کے سر ہی ہوگا اور ہم کامیاب و کامران لوٹیں گے۔"

"تھینک یو میڈم آپ نے میرے ذہن سے بہت بڑا بوجھ ہلکا کر دیا ہے ورنہ نادر شاہ کے جانے کے بعد میں خاصی پریشان محسوس کر رہی تھی اپنے آپ کو.........."

"میں محسوس کر رہی ہوں لیکن تم اپنے آپ کو سنبھالے رکھو پلیز۔"

"جی میڈم.........."

"ویسے تم لوگ اس کے بعد شادی کرلو گے۔" ریٹا ہاروے نے سوال کیا۔

"یہ ہم نہیں کہہ سکتے میڈم۔"

"کیا مطلب۔" ریٹا ہاروے حیرانی سے بولی۔

"میڈم ساری باتیں اپنی جگہ لیکن ہماری زندگی گزارنے کا انداز ذرا مختلف ہے' ہمارے یہاں کے اقدار بالکل ہی الگ اور بدلے ہوئے ہوتے ہیں۔"

"کیا مطلب میں سمجھی نہیں۔"

"میری شادی کا فیصلہ بہرطور میرے والدین ہی کریں گے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن شادی تو تمہاری نادر شاہ کے ساتھ ہی ہوگی۔"

"جب فیصلہ بزرگوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے میڈم تو یہ بات ہم پورے دعوے کیسے کہہ سکتے ہیں۔" عرشی نے قدرے اداس لہجے میں کہا اور ریٹا ہاروے اسے غور سے

دیکھنے لگی' دونوں ہی کو نہیں معلوم تھا کہ جس جگہ وہ بیٹھی ہوئی ہیں اس کے عقبی چٹان کے ساتھ سرہدایت اللہ بھی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ریٹا ہاروے اور عرشی کی گفتگو کی جانب وہ خود متوجہ نہیں ہوئے تھے بلکہ اتفاقیہ طور پر ہی ان کی آوازوں نے انہیں چونکا دیا تھا اور پھر اس کے بعد انہوں نے ریٹا ہاروے اور عرشی کی پوری گفتگو سنی' خود بھی دنیا دار تھے' ناتجربے کار اور احمق نہیں تھے کہ بیٹی کی کیفیت سے واقف نہ ہوتے' عرشی جس انداز میں نادر شاہ سے بے تکلف تھی اور اپنی معصومیت میں اس نے جس طرح نادر شاہ کو سردار خان کی حیثیت سے اپنا شوہر تسلیم کیا تھا اور بعد میں ساری باتیں عیاں ہوگئیں تھیں' ان پر غور کیا تھا انہوں نے کئی بار' اور سوچوں میں ڈوب گئے تھے لیکن بعد میں جب انہیں تفصیلات معلوم ہوئیں تو ان کا ذہن خاصہ مطمئن ہوگیا تھا' نادر شاہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھا ایک بڑے آدمی کا بیٹا اور ایک اچھے خاندان کا فرد تھا' چنانچہ اگر عرشی اس سے متعارف ہو بھی گئی ہے تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے بلکہ وہ تو اس بات سے خوش تھے کہ ان کی سرکش بیٹی جو کبھی انہیں بیٹی محسوس نہیں ہوئی تھی اپنے لئے کوئی راستہ منتخب کر چکی ہے' انہیں یہ بھی دیکھنا تھا کہ اس راستے کو منتخب کرتے ہوئے عرشی نے کتنا سفر طے کیا ہے' پھر جب ریٹا ہاروے اور عرشی کے درمیان ہونے والی گفتگو انہوں نے سنی تو ان کا دل فخر و مسرت سے بھر گیا' عرشی کے بارے میں انہوں نے جو رائے قائم کی تھی وہ بالکل غلط نہیں تھی' جبکہ اہل خاندان عرشی کی شرارت کو حقیقت سمجھ بیٹھے تھے اور انہوں نے یہ سوچ لیا تھا کہ عرشی جو کچھ کہہ رہی ہے وہ سچ ہے لیکن آج انہیں یہ احساس ہو رہا تھا کہ بیٹی پر مکمل اعتماد کرکے انہوں نے درحقیقت ذہانت کا ثبوت دیا ہے' عرشی جو کچھ بھی تھی لیکن بہرحال ان سے اتنی محبت اور عقیدت رکھتی تھی کہ اس نے صاف صاف ریٹا ہاروے سے یہ بات کہہ دی تھی کہ اگر اس کے ماں باپ نے یہ رشتہ ناپسند کیا تو تمامتر محبتوں کے باوجود وہ بہرحال اپنے والدین ہی سے تعاون کرے گی' یہ درحقیقت مشرق کا ایک انداز تھا اور عرشی نے نہایت ماڈرن ہونے کے باوجود مشرق کی ان روایات کو پامال نہیں کیا تھا۔ لیکن عرشی کے نظریات کی تمامتر تفصیلات معلوم ہونے کے

بعد سرہدایت اللہ کسی قدر تشویش کا شکار ہوگئے تھے' ویسے تو اس مہم میں بیٹی شریک تھی اور وہ خلوص دل سے یہ چاہتے تھے کہ مہم کامیاب ہو اور اس کے بعد یہاں سے واپسی' لیکن اب ان کے دل میں نادر شاہ کا خیال مزید جڑ پکڑ گیا تھا اور وہ یہ سوچ رہے تھے کہ جس طرح بھی ہو نادر شاہ کی واپسی جلد ہونی چاہیے اور اسی شکل میں اس مہم کا خاتمہ بھی' بہرحال وہ خاموشی کے ساتھ وہاں سے اٹھے اور آگے بڑھ گئے تاکہ دونوں خواتین کو یہ احساس نہ ہو کہ ان کی گفتگو سن لی گئی ہے۔ پھر کافی دور سے انہوں نے عرشی اور ریٹا ہاروے کو ٹہلنے کے انداز میں اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا اور اپنے آپ کو اس طرح انجان کرلیا جیسے وہ ان کی آمد سے بے خبر ہی ہوں' تھوڑی دیر کے بعد دونوں ان کے پاس پہنچ گئیں۔

"ہیلو.......... سرہدایت اللہ.........." ریٹا ہاروے نے اسے مخاطب کیا اور سرہدایت اللہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"ہیلو ریٹا۔"

"اوہو.........بوندیں پڑنے لگیں کہیں بارش تیز ہی نا ہو جائے۔ گل کو ہلکا سا نزلہ بھی ہو رہا ہے آؤ عرشی سائبان کے نیچے بیٹھتے ہیں۔" ریٹا ہاروے نے کہا اور سرہدایات اللہ نے گردن ہلا دی' نا انہوں نے یہ کہا تھا کہ وہ دونوں ان کے پاس آکر بیٹھ جائیں۔ بہرحال وہ آپس میں گفتگو کرنا چاہتی تھیں اور سرہدایت اللہ ان کی گفتگو میں مداخلت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے وہ زاہد کی جانب متوجہ ہوگئے جو انہی کی سمت آرہا تھا پھر وہ اور زاہد بہت دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے تھے' بوندیں تیز نہیں ہوئی تھیں اور مدھم مدھم ہی برس رہی تھیں ان کا ذہن ان لوگوں میں الجھ گیا جو ایک خطرناک مہم پر گئے تھے اوہ کافی دیر تک اس مہم کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔

"جوں جوں یہ لوگ آگے بڑھ رہے تھے انہیں ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا' اس
اس کو کوئی نام نہیں دیا جاسکتا تھا لیکن بستی میں قدم رکھنے کے بعد نجانے کیوں ایسا لگنے
یسے یہ سوئی ہوئی بستی سو نہ رہی ہو لوگ اپنے گھروں میں جاگ رہے ہوں' خاموش
ا کسی کی آہٹوں کے منتظر ہوں اور جیسے ہی یہ آہٹیں انہیں ملیں وہ اپنے گھروں کے
ازے کھول کر نکل پڑیں' ایک عجیب کیفیت طاری تھی اور سب ہی اس احساس کا
تھے حالانکہ ذہنوں کی بات ذہنوں ہی میں ہوتی ہے لیکن نادر شاہ بولے بغیر نہ رہ
......."

"مہتاب علی صاحب.........."

"ہوں.........." مہتاب علی ایک دم چونک پڑے۔

"وہ جگہ کہاں ہے جہاں آپ کو جانا ہے۔"

"ہمیں سیدھا راستہ اختیار کرکے بائیں سمت مڑنا ہوگا۔ رات کا وقت ہے اور
ا ہر جگہ کچھ نہ کچھ تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں' یہاں بھی میں کچھ تبدیلیاں محسوس کر رہا
لیکن مجھے یقین ہے کہ میں صحیح جگہ پہنچ جاؤں گا۔"

"مجھے ایک عجیب سا احساس ہو رہا ہے۔" نادر شاہ نے کہا۔

"کیا ایسا جیسے اس خاموش بستی کے لوگ سو نہ رہے ہوں۔" جیمس پیرے جلدی

سے بول پڑا۔

"بالکل ایسا ہی احساس۔" مائیکل بائر نے کہا۔

"یعنی تمہیں بھی۔" کنور مہتاب علی حیرت سے بولا۔

"ہاں.........." یقین کرو بس یوں لگ رہا ہے جیسے ابھی پوری بستی روشن ہو جائے گی' دروازے کھلیں گے اور سب لوگ باہر نکل آئیں گے۔" کنور مہتاب علی نے کوئی جواب نہیں دیا' بہرحال افریقہ کی پراسرار روایتیں اس کی نگاہوں سے اوجھل نہیں تھیں یہ تو پھر بھی خاصی حد تک مہذب بستیاں تھیں۔ یہاں تو ایسی ایسی آبادیاں بھی تھیں جہاں جادو کا دور دورہ تھا اور یہ جادو اتنا عجیب ہوتا تھا کہ انسانی ذہن کچھ بھی نہ سمجھ پائے' خود کنور مہتاب علی بھی اسی ہیجانی احساس کا شکار تھا۔ وہ لوگ اس گفتگو کے بعد پھر آگے بڑھنے لگے اور کنور مہتاب علی نے اپنے اندازے کے مطابق ایک سمت گھومتے ہوئے کہا۔

"اب یہاں سے تھوڑے فاصلے پر وہ جگہ موجود ہے جہاں میگنا رہتا ہے' خدا کرے وہ زندہ ہو اور مل جائے؟ بالآخر کنور مہتاب علی ایک جگہ رک گیا' جھونپڑی اندر سے بند تھی اور اندر روشنی نظر آرہی تھی۔ کنور مہتاب علی نے ان لوگوں کو محتاط کیا اور پھر احاطے میں داخل ہونے کے بعد جھونپڑی کے دروازے پر پہنچ گیا۔ تب اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا' لیکن دروازہ کھول کر اس نے جس شخص کو اپنے سامنے دیکھا وہ میگنا نہیں تھا بلکہ ایک مقامی آدمی تھا۔ پورے لباس میں ملبوس۔ مہتاب علی کو دیکھتے ہی اس نے دونوں ہاتھ سیدھے کئے اور پھر ایک مخصوص انداز میں جھک کر پاؤں کے انگوٹھے چھولئے' یہ ان کا استقبالیہ انداز تھا اور اس طرح وہ کسی کی آمد پر اپنی اطاعت کا اظہار کرتے تھے' لیکن یہ شکل مہتاب علی کے لئے اجنبی تھی۔ مہتاب علی عجیب سی نگاہوں سے اس شخص کو دیکھنے لگا۔ تب وہ شخص جھونپڑی کے دروازے کی جانب بڑھا اور اس نے مہتاب علی کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔"

کنور مہتاب علی کچھ نہیں سمجھ پایا تھا۔ باہر موجود افراد بھی چونک پڑے تھے

نپڑی میں ملنے والا ان کی رہنمائی کے سے انداز میں آگے بڑھا اور جب یہ لوگ اس پیچھے نہ چلے تو اس نے ایک بار پھر ان کی جانب دیکھا اور ہاتھوں کو زور زور سے ہلا کر ھ کہنے لگا.......... الفاظ بے شک سمجھ میں نہیں آئے تھے لیکن کنور مہتاب علی اور مائیکل اچھی طرح سمجھتے تھے کہ وہ انہیں اپنے ساتھ آنے کے لئے کہہ رہا ہے۔ مائیکل بائر نے وشی کے سے انداز میں کہا۔

"یہ تو میگنا نہیں ہے۔"

"نہیں اور میگنا اپنی جھونپڑی میں ہے بھی نہیں۔"

"مگر یہ کہہ کیا رہا ہے۔"

"کیا تمہیں اندازہ نہیں ہے۔"

"جہاں تک میرا اندازہ ہے یہ ہمیں اپنے ساتھ آنے کے لئے کہہ رہا ہے۔"

"بالکل میں بھی یہی سمجھ پایا ہوں۔"

"لیکن یہ یہ..........!"

"جھونپڑی کے اندر مجھے ملا تھا۔"

"تنہا تھا؟"

"ہاں۔"

"تو یہ ہمیں کہاں لے جانا چاہتا ہے۔"

"پتہ نہیں۔"

"کہیں اسے کوئی غلط فہمی تو نہیں ہوئی!؟"

"ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"سمجھ میں نہیں آرہا۔"

"میگنا نہیں ملا تو اس کے بعد تم کیا کرو گے؟"

"میرے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ ہم سائی تھول سے مد"

"اگر میگنا مل جاتا تو ہمارے راستے آسان ہو جاتے۔" نادر شاہ قریب ہی موجود تھا۔ نادر شاہ نے آہستہ سے کہا۔

"جب وہ اپنی جگہ موجود نہیں ملا تو کیا سائی تھول سے ملنا مناسب ہوگا!"

"آہ مناسب تو کچھ بھی نہیں ہے' کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔"

"رسک تو لینا ہی پڑے گا۔"

"تو کیا ہم اس کے ساتھ چلیں۔"

"چلنا ہوگا۔ میرا خیال ہے یہ شخص جس شدومد سے ہمیں اپنے ساتھ آنے کے لئے کہہ رہا ہے اس کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ہے۔"

"بہرحال یہ غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے۔"

"اب جو بھی ہو' کم از کم ہمیں دیکھنا تو ہوگا' ورنہ دوسری طرف اور کیا ہے ہمارے پاس!"

"چلو دیکھتے ہیں اس کے بعد اگر یہ ہمیں لے کر کسی مناسب جگہ نہیں پہنچا تو پھر ہمیں سائی تھول کی خانقاہ کی جانب رخ کرنا پڑے گا اور یہ بہتر ہوگا کہ رات کی تاریکی میں ہم سائی تھول سے ملاقات کریں۔ اس وقت بستی کے لوگ سو رہے ہیں ورنہ دوسری صورت میں اگر ہماری یہاں آمد کی اطلاع بستی والوں کو بھی ہوتی تو وہ اپنے اپنے طور پر ردعمل کا اظہار کرتے' آؤ چلتے ہیں۔"

وہ شخص منتظر کھڑا ہوا تھا اور پھر جیسے ہی یہ لوگ آگے بڑھے اس نے بھی قدم آگے بڑھا دیئے۔ اس وقت زبان کا نہ جاننا ان کے لئے خاصی مشکلات کا باعث بن رہا تھا لیکن بہرحال کنور مہتاب علی اور مائیکل بائر تھوڑے بہت الفاظ ان کے سمجھتے تھے۔ چنانچہ مائیکل بائیر نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ کر کہا۔

"رکو' رکو' رک جاؤ........" اور یہ الفاظ مقامی زبان میں ہی کہے گئے تھے۔" شخص رک گیا اور اس نے عجیب سی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"کیا تم ہمیں جانتے ہو۔" مائیکل بائر نے سوال کیا۔ لیکن شاید اس نے صحیح الفاظ

استعمال نہیں کئے تھے' کیونکہ اس شخص کے چہرے پر اجنبیت نظر آتی رہی۔ پھر اس نے ہاتھ سے انہیں اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور مائیکل بائر نے کنور مہتاب علی سے کہا۔

"مہتاب علی میرا خیال ہے اب اس کے ساتھ چلنا ہی مناسب ہوگا۔ دیکھیں پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ کنور مہتاب علی نے بھی اس سے اتفاق کیا۔ اور اس کے بعد وہ دونوں اس کے ساتھ چل پڑے........ وہ اچھا خاص طویل فاصلہ طے کرکے اس علاقے میں آنکلا جہاں سے کچھ فاصلے پر خانقاہ نظر آتی تھی۔"

مائیکل بائر اور کنور مہتاب علی کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔ نادر شاہ بھی صورت حال کا بغور جائزہ لے رہا تھا لیکن اس نے اس سلسلے میں کوئی مداخلت نہیں کی اور ان کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ خانقاہ کے دروازے پر پہنچ گئے تب کنور مہتاب علی نے کہا۔

"آنا تو ہمیں یہیں تھا لیکن یہ سب کچھ میری سمجھ میں نہیں آرہا۔"

پھر وہ خانقاہ میں داخل ہوگئے۔ خانقاہ تاریک پڑی ہوئی تھی۔ اس شخص نے آگے بڑھ کر خانقاہ کے اس دروازے کی جانب اشارہ کیا جو درحقیقت ایک عظیم الشان غار کا دہانہ تھا اور کنور مہتاب علی پہلے بھی اس دہانے کو دیکھ چکا تھا۔ سائی تھول یہیں موجود ہوا کرتا تھا۔

یہ عظیم الشان غار عظیم الشان ہیئت کا حامل تھا۔ کنور مہتاب علی نے اسے پوری طرح تو نہیں دیکھا تھا بس چند لمحات کے لئے اس نے اس کی ایک جھلک دیکھی تھی وہ لوگ تن بہ تقدیر ہو کر اندر داخل ہوگئے۔ چند سیڑھیاں نیچے اترنے کے بعد وہ اس ٹھنڈی اور پراسرار جگہ پہنچ گئے جو اس وقت بالکل تاریک پڑی ہوئی تھی' ان کا راہبر عقب میں رہ گیا تھا۔ پھر اچانک ہی ایک مشعل روشن ہوئی' مشعل کے سائے میں سیاہ لبادے میں ملبوس ایک شخص نظر آرہا تھا' مشعل اسی کے ہاتھ میں تھی۔ دیواروں میں اور بھی بہت سے مشعلیں لگی ہوئی تھیں۔ وہ شخص ان مشعلوں کو روشن کرتا رہا اور اس کے بعد۔ بالکل درمیان میں پہنچ گیا۔ یہاں ایک بڑا سا پتھر کا چبوترہ بنا ہوا تھا اس چبوترے کے عقب میں

بھی ایک بڑی مشعل لگی ہوئی تھی' جسے روشن کرتے ہی پورے غار میں تیز روشنی پھیل گئی اور اس روشنی میں ان لوگوں نے اس سیاہ لبادے والے کو دیکھا۔ کنور مہتاب علی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں کیونکہ وہ سائی تھول تھا۔ بہرطور وہ اسے پہچانتے تھا۔ سائی تھول اپنی جگہ خاموشی سے ساکت کھڑا ان لوگوں کو دیکھتا رہا۔ کنور مہتاب علی' مائیکل بائر' نادر شاہ اور جیمس پیرے پر سکتہ سا طاری تھا۔ پھر سائی تھول نے اپنے سامنے رکھے ہوئے ایک بخوردان میں آگ روشن کی اور بخوردان سے دھوئیں کی لکیریں بلند ہونے لگیں اس کے ساتھ ہی ایک خوشبو فضا میں پھیل گئی تھی۔ سائی تھول کی مدھم' ٹھہری لیکن گرجدار آواز سنائی دی۔

"مہمانوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔" زبان انگریزی استعمال کی گئی تھی اور الفاظ بے مدشستہ تھے۔ کنور مہتاب علی دو قدم آگے بڑھا اور پھر بولا۔

"سائی تھول کیا تم نے مجھے پہچان لیا..........؟" جواب میں سائی تھول کے چہرے پر مدھم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں میں نے تمہیں پہچان لیا۔"

"کیا نام ہے میرا۔"

"کنور مہتاب علی۔"

"اور انہیں!"

"یہ مائیکل بائر ہے.........."

"اور یہ..........!" کنور مہتاب علی نے نادر شاہ اور جیمس پیرے کی طرف اشارہ کیا تو سائی تھول مسکرا کر بولا۔

"یہ اجنبی شکلیں ہیں۔"

"لیکن سائی تھول میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔"

"کرو۔"

"تمہارا رویہ ہمارے ساتھ حیرت انگیز طور پر بہتر ہے۔"

"فوراً ہی یہ بات معلوم کرلینا چاہتے ہو کہ ایسا کیوں ہے؟" سائی تھول نے پوچھا۔

"ہائی سائی تھول ہم تو سخت خوفزدہ تھے اور اس احساس کا شکار تھے کہ تم ہمارے لئے دل میں انتقامی جذبہ رکھتے ہوگے؟"

"رکھتا تھا مگر اب نہیں۔"

"وجہ جان سکتے ہیں ہم.........."

"ہاں بتاتا ہوں۔ مگر جلدی کر رہے ہو تم۔ سب سے پہلے میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اپنے آپ کو یہاں محفوظ سمجھو تمہارے لئے ہمارے دل میں کوئی برائی اور کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

"کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے؟"

"تمہارے لئے ہے۔ لیکن اس کا ایک پس منظر ہے۔"

"سائی تھول نہ تو میں تمہیں مقدس کہہ سکتا ہوں اور تمہارے احترام کی وجہ سے میں تمہیں بے تکلفی سے بھی نہیں پکار سکتا اس لئے تمہیں سائی تھول ہی کہہ کر پکاروں گا۔"

"کہو کیا کہنا چاہتے ہو!"

"کیا یہ بات باعث حیرت نہیں ہے!"

"میں نے کہا نا کہ تمہارے لئے ہوگی لیکن اس کی جو وجوہات ہیں انہیں جاننے کے بعد تم مطمئن ہو جاؤ گے۔ چنانچہ اگر چاہو تو آرام سے یہاں بیٹھو۔ تم ہر طرح یہاں محفوظ ہو۔"

"پوری بستی میں مجھے ایک عجیب وغریب احساس رہا ہے کیا میں تم سے اس کی وضاحت طلب کر سکتا ہوں۔"

"ہاں.......... کیا احساس رہا ہے تمہیں!"

"مجھے یوں محسوس ہوا جیسے پوری بستی جاگ رہی ہے لیکن اپنے گھروں میں قید ہے؟ اور پھر یہ بھی میرے لئے باعث حیرت بات تھی کہ میگنا کی جھونپڑی میں وہ شخص مجھے ملا جو ہمیں یہاں تک لے آیا۔"

"یہ اس کی ذمہ داری تھی۔ کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ تم میگنا کی جھونپڑی پر جاؤ گے اور میگنا ہی کو تلاش کرو گے۔"

"تمہیں معلوم تھا!"

"ہاں۔"

"کیسے..........؟ کیسے معلوم ہوا تمہیں۔" کنور مہتاب علی نے متحیرانہ انداز میں سوال کیا اور سائی تھول مسکرانے لگا' پھر اس نے کہا۔

"بیٹھ جاؤ میں تمہیں سب کچھ بتادوں گا۔ یہ بات مجھے معلوم تھی کہ تم آ رہے ہو۔ اور یہ بات بھی مجھے معلوم تھی کہ اب تم اس بستی میں داخل ہو چکے ہو۔ اور یہ بات بھی میں جانتا تھا کہ اب تم میگنا کی جھونپڑی کی جانب رخ کر رہے ہو۔ اور اس کے بعد میں نے اپنے آدمی کو وہاں چھوڑ دیا تاکہ وہ تمہیں کسی مشکل میں نہ پڑنے دے اور یہاں تک تمہاری رہنمائی کردے۔"

"حیرت کی بات تو یہی ہے سائی تھول کہ تم یہ ساری باتیں کیسے جانتے تھے؟"

"سائی تھول کی قوتوں سے ناواقف ہو تم کنور مہتاب علی۔ یہ پوری بستی اپنے گھروں میں خاموشی سے تمہارا استقبال کر رہی ہے کیونکہ یہ جانتی ہے کہ نیل کنٹھ اب اپنی دنیا میں واپس آنے والی ہے۔ کنور مہتاب علی ہی نہیں تمام لوگ شدت حیرت سے گنگ ہوگئے تھے' دیر تک کنور مہتاب علی کے منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی' انہوں نے بیٹھنے کے بعد گہری گہری سانسیں لیں' پھر کنور مہتاب علی نے کہا۔"

"یہ بات تم جانتے تھے..........!"

"ہاں.......... کنور مہتاب علی تم سائی تھول کی عظمتوں سے ناواقف ہو ہم پشت ہا پشت سے ان خانقاہوں کے امین چلے آ رہے ہیں' ہمارا راہنما اس دنیا سے جاتے ہوئے اپنے تمام علوم ہمیں بخش دیتا ہے اور ہمیں ہدایت ہوتی ہے کہ ہم ان علوم میں اضافہ کریں اور پھر ہم اپنے طور پر کوشش کرتے ہیں اور ہمارے علوم میں جتنا بھی اضافہ ہوتا ہے ہم اپنے خاتمے کے وقت وہ تمام علوم اپنے جانشین کو سونپ دیتے ہیں' میرے باپ

نے بھی مجھے لاتعداد علوم سے نوازا ہے۔ ہم آنے والے وقت کا تعین کرلیتے ہیں اور اس کے لئے ہمارا علم ہمارا مددگار ہوتا ہے۔"

"اوہ۔ کنور مہتاب علی نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا۔ اس وقت تو نادر شاہ بھی ان تمام واقعات سے بے حد متاثر ہوگیا تھا اور حیرانی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور سن رہا تھا۔"

سائی تھول چند لمحات خاموش بیٹھا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

"اور نیل کنٹھ' اس کی ایک ہی کہانی ہوتی ہے میرے دوستو ایک ہی کہانی۔ نیل کنٹھ جب پیدا ہو جاتی ہے تو اس کے بعد اسے اپنے قبیلے سے نکلنا ہوتا ہے اور اس کا ذریعہ جو کچھ بھی ہو۔ لیکن ذریعہ بنتا ہے پھر وہ خون کی قربانی لیتی ہے جہاں بھی وہ جاتی ہے اس کے نام پر کچھ انسانوں کو خون کی قربانی دینا ہوتی ہے اور اس کے بعد جب وہ اپنی پوری بھینٹ لے لیتی ہے تو پھر واپسی کا سفر کرتی ہے اور بالآخر اپنے قبیلے میں واپس پہنچ جاتی ہے۔ کنور مہتاب علی تمہیں اتنا تو معلوم ہی ہے کہ اس قبیلے میں نیل کنٹھ حکمران ہوتی ہے اور اس کی نمود اور اس کی پرورش کا ایک طویل وقفہ ہوتا ہے اور اس طویل وقفے میں سائی تھول اس کے مفادات کی نگرانی کرتا ہے۔ اگر نیل کنٹھ اپنا یہ محور پورا نہ کرلے تو یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ قبیلے کی حکمراں بننے کے قابل نہیں ہے' لیکن اگر وہ اپنا سفر مکمل کرلے' اپنے خون کی بھینٹ لے لے تو پھر اس کے نام کا بول بالا ہوتا ہے اور بستی خوش حال ہو جاتی ہے۔ نیل کنٹھ پیدا ہوئی اور اس کے بعد تمہارا ایک ساتھی بددیانتی کے نام پر اسے اپنے ساتھ لے گیا لیکن تمہیں اس کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔ یہاں تک کہ نیل کنٹھ دوبارہ تم تک پہنچی اور تم اسے اس کی منزل تک پہنچانے آگئے۔ ستاروں کی کہانی تو یہی ہے اگر تم اس کہانی میں کوئی تبدیلی پیدا کرنا چاہتے ہو تو یہ الگ بات ہے۔"

ان سب کے چہرے تصویر حیرت بنے ہوئے تھے۔ سائی تھول کی بات پر کوئی کچھ نہ بول سکا تو سائی تھول نے پھر کہا۔

"اور اگر میرا علم سچا ہے تو اس کی تصدیق کرو کیا نیل کنٹھ نے خون کی بھینٹ نہیں
"

"نہیں سائی تھول وہ بہت سے انسانوں کے خون کی بھینٹ لے چکی ہے۔"

"اور کیا تم اسے یہاں واپس نہیں لے آئے' حالانکہ وہ تمہارے ساتھ نہیں ہے۔ لیکن تم اسے اپنے ساتھ لائے ہو۔ ستارے یہی بتاتے ہیں۔"

"تمہارا ستاروں کا علم درست کہتا ہے سائی تھول۔ وہ یہاں آچکی ہے اور اس نے خون کی قربانیاں بھی لے لی ہیں۔"

"پھر تمہیں حیران نہیں ہونا چاہیے' جب سائی تھول تمہیں یہاں تک بتا سکتا ہے تو پھر یہ سمجھ لو کہ ستاروں نے تمہاری آمد کی مخبری کردی تھی اور یہ بتا دیا تھا کہ کب اور کس وقت تم بستی میں داخل ہوگے' چنانچہ پوری بستی کو منادی کرادی گئی کہ کوئی تمہارے راستے میں مزاحم نہ ہو' ہم نے اپنا ایک آدمی وہاں پہنچا دیا کیونکہ ستاروں نے یہی بتایا تھا کہ تم میگنا کی تلاش میں جاؤ گے اور میگنا کی کہانی اگر تم دہرانا چاہتے ہو تو تمہیں اس بات کی بھی خوشی ہوگی کہ وہ کہانی ہمارے علم میں ہے اور کنور مہتاب علی اس بات نے تو تمہاری قدر اور عزت اور بڑھا دی ہے کہ تم نے موقع اور وقت سے فائدہ نہیں اٹھایا اور ایک محبوبہ کو اس کا محبوب دے دیا' جبکہ صورتحال اس کے برعکس تھی۔ کچھ لوگوں نے اس بات پر ناک بھوں چڑھائی' اعتراض کیا لیکن میں نے انہیں حقیقت بتائی اور ان سے کہا کہ بے شک کوئی بھی تبدیلی رونما ہو جائے لیکن قبیلے کا خون قبیلے ہی سے جنم لیتا ہے اور اگر باہر سے کوئی آمیزش کی جائے تو پھر نیل کنٹھ نیل کنٹھ نہیں رہتی' وہ ایک الگ شخصیت اختیار کر جاتی ہے۔"

"میرے خدا میرے خدا۔ سائی تھول تمہارا علم بے پایاں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں اور آج مجھے صحرا کے جادوگروں کا ایک نیا تجربہ ہوا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ صحرائے اعظم میں ہر جگہ وچ ڈاکٹر ہوا کرتے ہیں اور وہ قبیلوں کے لئے مقدس اور تبرک......... لیکن وچ ڈاکٹر یا ان قبیلوں کے روحانی پیشوا اس قدر بہتر علم رکھتے ہیں اس

کا حقیقت میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔"

سائی تھول کے ہونٹوں پر پھر مدہم سی مسکراہٹ پیدا ہوئی۔ اس نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ کنور مہتاب علی نے ہی کہا۔

"اور یہ حقیقت ہے کہ جو پیش گوئی تمہارے ستاروں نے کی یا تمہارے علم نے کی ہم اسے اب تک جرم ہی سمجھتے رہے اور بہت خوفزدہ تمہارے درمیان پہنچے اور اس دوران بھی ہمیں یہ احساس رہا کہ ہم نے جو گناہ کیا ہے نیل کنٹھ میں ہمارے لئے اس کی سزا موجود ہے لیکن جیسا کہ تم نے کہا یہ بات ہمارے ذہنوں میں رہی کہ بہرحال نیل کنٹھ کو واپس اس کے قبیلے میں پہنچانا ہے اور جس قدر دقتیں ہمیں اس کے لئے اٹھانی پڑی ہیں سائی تھول تم سوچ بھی نہیں سکتے یا پھر ممکن ہے جب تمہارا علم تمہیں ہمارے یہاں تک پہنچنے کا وقت بھی تو بتا سکتا ہے تو ممکن ہے تم اپنے علم سے یہ بھی جانتے ہو کہ ہمیں کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔"

"سائی تھول مسکرایا پھر بولا۔ نہیں میں یہ نہیں جانتا لیکن بس جتنا میں جانتا ہوں میں نے تمہیں بتا دیا۔ اب تم یہ بتاؤ وہ کہاں ہے۔"

"جہاں تمہاری ان سرحدوں کا اختتام ہوتا ہے۔ وہاں ٹاری ویگا کے اور تمہارے درمیان ایک پہاڑی دیوار سرحد کا کام دیتی ہے۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔"

"اسی پہاڑی پر میں اور میرے تمام ساتھی موجود ہیں، لیکن سائی تھول اب جب کہ تم نے مجھے یہ ساری باتیں بتائی ہیں تو میں تم سے ایک سوال اور کرنا چاہتا ہوں۔"

"کرو میں تم پر مہربان ہوں اور تمہیں اپنا دوست گردانتا ہوں۔ جبکہ تم درحقیقت خوف کے عالم میں یہاں پہنچے ہو۔ سائی تھول ہر طرح تعاون پر آمادہ تھا۔ اور یہ سب کچھ غیر متوقع تھا۔ نادر شاہ سوچ رہا تھا کہ کون سے مناسب الفاظ میں وہ اپنے مقصد کا تذکرہ کرے۔ اس پر بھاری ذمے داری تھی چنانچہ پھونک پھونک کر قدم اٹھانا تھا۔ وہ خود کو اس کے لئے تیار کرنے لگا۔"

سائی تھول ان کے بولنے کا منتظر تھا۔ بالآخر نادر شاہ نے کہا۔ معزز سائی تھول ان پہاڑوں اور جنگلوں کی دنیا سے دور وہ دنیا جہاں ہم رہتے ہیں بہت مختلف ہے۔

"میں جانتا ہوں۔ سائی تھول پراسرار مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ سائی تھول کے ان الفاظ پر وہ سب چونک پڑے لیکن پھر کنور مہتاب علی کو یاد آ گیا کہ سائی تھول ایک پراسرار شخصیت کا نام ہوتا ہے، جو اس وقت بھی بہترین انگریزی زبان میں ان سے گفتگو کر رہا ہے، پہلے بھی یہ بات کنور مہتاب علی کے لئے حیرت ناک تھی، لیکن وہ اس کا سراغ نہیں لگا سکا تھا کہ ایسا کیسے ممکن ہے، بہرحال یہ ان کے قومی راز تھے۔ اس کے بارے میں سائی تھول ہی بہتر جانتا تھا، لیکن مائیکل بائر پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔"

"مسٹر سائی تھول آپ کو ہماری دنیا کے بارے میں کیسے معلوم؟" سائی تھول نے عجیب سی نگاہوں سے مائیکل بائر کو دیکھا اور کسی قدر خشک لہجے میں بولا۔

"ہر بات بتانے کے لئے نہیں ہوتی، مسٹر مائیکل بائر، بعض راز ایسے ہوتے ہیں جو ایک مقدس امانت کے طور پر انسانوں کے سینے میں رہتے ہیں، آپ براہ کرم مجھ سے یہ سوال نہ کیجئے۔"

"اوہو سوری، معافی چاہتا ہوں۔" مائیکل بائر جلدی سے بولا۔ سائی تھول پھر نادر شاہ کی جانب متوجہ ہو گیا اور کہنے لگا۔

"تم پوری بے تکلفی کے ساتھ وہ الفاظ ادا کرو جو تمہارے دل میں مچل رہے ہیں۔"

"جب آپ ہماری دنیا کے بارے میں اتنا کچھ جانتے ہیں تو شاید آپ کو اس بات کا علم بھی ہوگا کہ سنہری دھات اور چمکنے والے پتھر ہماری دنیا کے لئے قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں۔"

"ہاں' میں یہ بات جانتا ہوں اور اگر سرزمین افریقہ کے بارے میں تمہارے دل میں کچھ توہمات ہیں تو ان کی تصیح کرلو کہ گزرا ہوا دور بے شک افریقہ کے سیاہ فام باشندوں کے لئے ایک ایسا دور تھا جس میں وہ معصومیت کی انتہاء کو پہنچے ہوئے تھے اور انہیں تمہاری اس دنیا کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا جسے تم تہذیب کی دنیا کہتے ہو' ہمارے اپنے افکار و خیالات ہیں اور ہم اپنے طور پر تمہاری دنیا کو غیر مہذب سمجھتے ہیں' میں اس پر تفصیلی گفتگو تم سے بعد میں کروں گا' پہلے میں تم سے یہ کہوں کہ تمہاری دنیا کے مہذب لوگ چمکدار پتھروں اور سنہری دھات کی تلاش میں اکثر یہاں آتے رہتے ہیں اور ہمیں ان سے نبرد آزمائی کرنا پڑتی ہی' کیونکہ وہ اپنے طور پر سوچتے ہیں اور ہمیں اپنی راہ کی رکاوٹ سمجھتے ہیں' بہرحال یہ تو ایک الگ سی گفتگو تھی' اگر تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جو کاوش تم نے ہمارے لئے کی ہے اس کے صلے میں ہم تمہیں وادی تہرا کا پتہ بتادیں تو مجھے اس میں کوئی عار نہیں ہے' لیکن وادی تہرا تک کے سفر میں ہم تمہاری کوئی معاونت نہیں کریں گے' یہ بھی ہمارا ایک قومی راز ہے' یوں سمجھ لو کہ دیوتاؤں کی ہدایت پر ہم نے وہ راستے اپنے لئے بند کرلئے ہیں کیونکہ وہ موت کے راستے ہیں اور دیوتاؤں کی یہی ہدایت ہے ہمیں کہ موت کے ان راستوں پر سفر نہ کیا جائے۔"

"وادی تہرا۔" کنور مہتاب علی نے دہرایا۔

"ہاں' مقدس دیوتاؤں کی وادی' وہ جو سنہری دھات کے پہاڑ اور چمکدار پتھروں کی سرزمین پر رہتے ہیں۔"

"گویا وہ دیوتاؤں کی وادی ہے۔"

"ہاں' وہی ان خوبصورت محلات میں رہتے ہیں اور وہی وہاں کے نگراں ہوتے ں' ہمارے پاس جو کچھ ہے اس میں سے اگر تم کچھ لینا چاہو تو ہم تمہیں خوشی کے ساتھ ا کردیں گے' کیونکہ یہ تمہاری محنت کا صلہ ہوگا' اس سے زیادہ کے خواہشمند ہو تو تمہیں دی تہرا کا سفر کرنا ہوگا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے سائی تھول' کیا وادی تہرا میں ہیرے اور سونے کے ذخائر ں۔"

"وادی تہرا کی زمین سنہری دھات کی زمین ہے' وہاں پتھروں میں سنہری دھات گوند ی مانند ابھرتی ہے اور اگر تم وہاں کے پتھر توڑو تو تمہیں اس کے عظیم الشان ذخائر ملیں ے' وادی تہرا کے پہاڑوں کے دامن میں سبز' سرخ' نیلے اور فیروزی پتھروں کے انبار ہیں ہ تم ان میں سے جتنے چاہے اٹھالو' سمجھ رہے ہو نا' لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ وہ تاؤں کی وادی ہے اور دیوتا نہ چاہیں تو تمہیں وہاں سے کچھ نہیں حاصل ہوگا' اور اگر یہ سمجھتے ہو کہ ہم توہم پرست ہیں تو تمہاری محبت اور تمہاری یگانگت کے سلسلے میں ہم ہیں کچھ نہ کہیں گے اور وادی تہرا کا مکمل پتہ بتادیں گے اور اگر تم وادی تہرا سے اپنی رورت کی اشیاء حاصل کرکے یہاں تک واپس آجاتے ہو تو یہ ہمارا فرض ہے کہ جس حد ک تمہیں واپسی کے سفر کی آسانیاں فراہم کی جاسکتی ہیں ہم تمہیں وہ آسانیاں فراہم کریں ے۔"

یہ سب گہری سوچ میں ڈوب گئے' سائی تھول کے الفاظ میں سچائی نظر آتی تھی' کن بہرحال اس سلسلے میں ان کے اپنے نظریات ایک الگ مسئلہ تھے' البتہ جیمس پیرے' ئی تھول سے یہ سوال کئے بغیر نہ رہ سکا۔

"مسٹر سائی تھول' ابھی آپ نے تہذیب کی دنیا کے بارے میں اپنے کچھ خیالات کا ہار کیا تھا۔"

"ہاں' یوں سمجھ لو دوست کہ اب تہذیب کا تصور بدل گیا ہے' زمانہ قدیم میں لف علاقوں کے لوگ صحرائے اعظم کا رخ کرتے تھے' ہاتھی دانت' سیاہ پتھر جو سنگ

موسیٰ کہلاتا ہے' اس کے علاوہ وہ نشہ آور گوند جو یہاں کے درختوں میں پایا جاتا ہے' پھر سنہری دھات کے انبار اور چمکدار پتھروں کی تلاش میں آنے والے یہاں آکر قتل و غارتگری کرتے تھے' سیاہ انسانوں کا خون بہا دینا ان کے لئے کچھ مشکل نہیں تھا' معصوم بچوں اور نوجوانوں کو گرفتار کرکے غلاموں کی حیثیت سے اپنے جہازوں میں لے جانا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ پھر ان غلاموں کی تجارت ہوتی تھی اور معصوم سیاہ فاموں کے تاجر اس سے اپنے لئے مالی مفاد حاصل کرتے تھے۔ پھر یوں ہوا کہ وقت نے کروٹ بدلی' سیاہ فاموں کی اتنی تعداد تمہارے ملکوں اور شہروں میں جمع ہوگئی کہ انہیں اپنے وجود کا احساس ہونے لگا اور بعض جگہوں پر انہوں نے اپنے وجود کو منوالیا' اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ تمہاری دنیا کی روشنی لے کر اپنی سرحدوں تک پہنچے اور وہاں انہوں نے تمہارے ہی طرز زندگی پر اپنی حکومتیں قائم کرلیں اور انہی کے انداز میں زندگی گزارنے لگے۔ انہوں نے وہی طرز زندگی اپنالیا اور یوں ان سے اور صحرائے اعظم کے اندرونی علاقوں میں کچھ رابطے قائم ہوئے' وہ قبیلے جو بالکل ہی وحشی نہیں تھے' تمہاری دنیا کے افکار و خیالات سے روشناس ہونے لگے اور انہیں معلومات حاصل ہونے لگیں۔ پھر مشترکہ طور پر یہ نظریات قائم کئے گئے کہ وحشی ہم نہیں تم لوگ ہو' تمہاری اپنی دنیا میں کیا کیا کچھ ہوتا ہے' تم جدید ترقی کے نام پر ایک دوسرے کے دشمن بن گئے ہو' تمہارا محبوب مشغلہ اپنے جیسوں کی ہلاکت ہے' تم نے اپنے آپ کو اپنی ضروریات کا غلام بنالیا ہے' تم تن آسان اور سہل پسند ہوگئے ہو اور یہ تمام معلومات حاصل ہونے کے بعد ہمارے درمیان یہ طے پایا کہ ہماری وحشت کی یہ دنیا تمہاری تہذیب کی دنیا سے بہت بہتر ہے' ہمارے ہاں بھی مسائل ہوتے ہیں' ہمارے ہاں بھی جرم ہوتا ہے' لیکن انفرادی طور پر' اجتماعی طور پر بھی کبھی قبیلے آپس میں لڑ پڑتے ہیں لیکن بہت عرصہ ہوا ہم نے اس وحشت کا خاتمہ بھی کرلیا ہے اور یہ طے کیا ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے صحرائے اعظم کو تہذیب کی دنیا کی روشنی سے محفوظ رکھا جائے تاکہ وہ تباہی ہم تک نا پہنچے جو تمہاری دنیا میں نازل ہو چکی ہے اور تمہیں نیست و نابود کر رہی ہے' ہمارا مشترکہ فیصلہ ہے کہ بالاخر ایک دن تم اپنی تہذیب کو اپنے ہاتھوں

کردو گے اور ختم ہو جاؤ گے جبکہ ہم غیر مہذب قبیلے یوں ہی آباد رہیں گے' یہ ہمارا نظریہ ہے اور میں اسی کے بارے میں تم سے کہہ رہا تھا۔"

یہ سب سناٹے میں آگئے تھے اور سائی تھول کی باتیں سن رہے تھے۔ ایک ایک ظ حقیقت پر مبنی تھا۔ کیا تہذیب واقعی اسی کو کہتے ہیں کہ سڑکوں پر خون بہے' دہشت ردی ہو اپنے' اپنے گھر بھرنے کے لئے دوسروں کے گھر تباہ کر دیئے جائیں' اپنوں کو صان پہنچایا جائے' یہ سب ایک ٹھوس حقیقت تھی جو اس وقت ان لوگوں کے سامنے یک وحشی قبیلے کے روحانی پیشوا نے بیان کی تھی۔ سائی تھول پھر بولا۔

"اور ہم ان چمکدار پتھروں اور سنہری دھات سے نفرت کرتے ہیں جو انسان سے کی انسانیت چھین لیتے ہیں اور مجھے معاف کرنا اس کا اعلیٰ ترین نمونہ تم لوگ ہو۔"

نور مہتاب علی نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور پھر نرم لہجے میں بولا۔

"سائی تھول تمہارا اپنا ایک نظریہ ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ غلط ہے لیکن تہذیب دنیا جن چیزوں کی غلام بن چکی ہے ان کی غلامی سے نکلنے کے لئے بھی اسے صدیاں ہئیں اور شاید ایسا کبھی ممکن نا ہو۔"

"تم یہ نا سمجھنا کہ میں تمہیں کوئی تبلیغ کر رہا ہوں' میں جانتا ہوں کہ پانچ افراد کے میان تبلیغ کرنا خود اپنا مذاق اڑوانے کے مترادف ہے' دنیا اسی رنگ میں رنگی ہوئی ہے انہیں کہاں سنبھالا جاسکتا ہے' یہ تو بس میں نے اپنے طور پر تم سے کہہ دیا ہے۔ خیر ڑو ان باتوں کو۔ تو تم اگر مجھ سے وادی تہرا کے لئے مدد کے طالب ہو تو میں تمہیں کے ایسے نقشے بتاؤں گا کہ تمہیں وہاں پہنچنے میں دقت نا ہو اور وہاں سے اگر تم چمکدار اور سنہری دھات حاصل کرسکو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا ہاں یہاں تک پہنچنے کے آگے کے سفر کے لئے میں تمہیں ہر طرح کی سہولیات فراہم کر سکتا ہوں۔"

"تمہارا یہی سب کچھ ہمارے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے سائی تھول.........."

"اور جہاں تک ہمارے یہاں کے معاملات کا تعلق ہے تو تم چنداں فکر نہ کرو۔ ا تو تم صرف میرے علم میں ہو جب تم دوسروں کے علم میں آؤ گے تو یہ لوگ تمہارا

بہترین استقبال کریں گے اور یہاں نیل کنٹھ میں تمہیں مقدس مہمانوں کا درجہ حاصل ہوگا اور میری اس بات میں نہ تو کوئی فریب تصور کرنا اور نا اسے غلط سمجھنا' ایک بات اور تم سے کہہ دوں' آتشیں ہتھیاروں کو اپنے ساتھ لانے سے گریز کرنا کیونکہ ہم ان سے بھی ناواقف نہیں ہیں اور ان کی موجودگی اس بات کی مظہر ہوگی کہ تم قبیلوں سے دشمنی پر آمادہ ہو اور یہ بات کبھی پسند نہیں کی جائے گی۔"

"تو اب ہمیں کیا کرنا چاہیے سائی تھول.........."

"میں تمہیں ساری تفصیل بتا چکا ہں۔ اب یوں کرو کہ واپس جاؤ اور ٹاری ویگا کی پہاڑیوں سے نیل کنٹھ کو لے آؤ اور جب تم وہاں سے آؤ گے تو تمہیں استقبال کرنے والوں کا ہجوم ملے گا۔ کچھ وقت ہمارے مہمان رہنا اور اس کے بعد یہاں سے مناسب نقشے لے کر وادی تہرا چلے جانا۔ آگے تمہاری قسمت اور تمہاری تقدیر.........."

"وادی تہرا کا فاصلہ یہاں سے کتنا ہے.........."

"تین چاند اور تین سورج تمہیں گزارنا ہوں گے' تب تم وادی تہرا پہنچو گے۔"

"ذریعہ سفر کیا ہوگا۔"

"تمہیں گھوڑے دیئے جاسکتے ہیں.........." سائی تھول نے جواب دیا۔

"تو پھر مقدس سائی تھول کیا ہمیں واپسی کی اجازت ملے گی۔"

"اس سے پہلے تم میگنا اور سومتی سے مل لو کیونکہ یہ دو اہم کردار اس مسئلے میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔"

"ہاں یہ ضروری ہے لیکن کیا ابھی.........."

"کوئی حرج نہیں ہے' سومتی نیل کنٹھ کی ماں اور میگنا اس کا باپ' وہ دونوں دن رات تمہارا انتظار کرتے ہیں۔"

"تو کیا وہ ہمیں..........؟"

"آؤ میرے ساتھ.........." سائی تھول اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ خانقاہ کے پر پیچ راستے' سرنگیں اور غار اور پھر وہ اختتام جو ایک غار ہی کے دہانے پر ہوا تھا' سائی تھول

ب سے پہلے غار میں داخل ہوا تھا اور اس نے بلند آواز میں مقامی زبان میں جو کچھ کہا تھا اس کے نتیجے میں کنور مہتاب علی نے سومتی اور میگنا کو ہڑبڑا کر اٹھتے ہوئے دیکھا۔ وہ ونوں نندا سی آنکھوں سے انہیں گھورتے ہوئے۔ ان کے پاس پہنچ گئے پھر دونوں ہی نے نور مہتاب علی کو پہچان لیا مائیکل بائر بھی شناسا شخصیت تھا جبکہ نادر شاہ اور جیمس پیرے ن کے لئے اجنبی تھے۔ سومتی اور میگنا کنور مہتاب علی کے قدموں میں جھک گئے۔ ہوں نے اس کے پاؤں پکڑ لئے' سومتی اس کے قدموں سے اپنی آنکھیں رگڑنے لگی تو نور مہتاب علی نے اسے اٹھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں تم ایسا نہ کرو۔" پھر ان کی بیتاب نگاہیں قرب و جوار کا جائزہ لینے لگیں تو ائی تھول نے انہیں ساری حقیقت بتائی اور وہ دونوں ہی بے چین ہوگئے' سائی تھول نے کہا۔

"یہ کہتے ہیں کہ انہیں بھی اپنے ساتھ لے چلو۔"

"مناسب کیا ہوگا۔" کنور مہتاب علی نے سوال کیا۔

"مناسب یہی ہوگا کہ تم اسی وقت واپسی کا سفر شروع کردو اور میں یہاں کا انتظام ھالتا ہوں۔"

"بہت مناسب.........."

"میں تمہاری واپسی کے لئے گھوڑوں کا بندوبست کرتا ہوں۔"

"لیکن وہاں سے ہمارے ساتھ زیادہ افراد یہاں آئیں گے۔"

"گھوڑے سوار تمہیں تمہاری منزل تک چھوڑنے کے بعد واپس آجائیں گے بلکہ شخص ایک علیحدہ گھوڑے پر جائے گا اور تمہیں ٹاری ویگا کی سرحد پر چھوڑ کر باقی ڑوں کو لے کر واپس آجائے گا۔ بقیہ سفر تمہیں پیدل ہی کرنا ہوگا۔"

"بہت مناسب.........." اور جو کچھ ہونا تھا رات کی تاریکی میں ہی ہوگیا۔ سائی نے تمام بندوبست کر دیا تھا چنانچہ چار گھوڑے ان لوگوں کی سواری کے لئے دیئے ور پانچویں گھوڑے پر ایک مقامی آدمی سوار ہو کر ان کی راہنمائی کرنے لگا۔ اور ان کا

رخ ناری ویگا کی جانب ہو گیا' یہ مہم اور یہ مشن اتنی خوبصورتی سے سرانجام پا جائے گا اس کا تصور کسی کے دل میں نہیں تھا' واپسی میں وہ بہت مسرور تھے اور کسی قدر متفکر بھی۔ گھوڑوں پر سفر کرتے ہوئے بالآخر وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے تھوڑا فاصلہ طے کر کے ناری ویگا کی سرحدوں کا آغاز ہوتا تھا اور پہاڑیوں پر ان کے ساتھی فروکش تھے۔ لیکن کچھ ضروری امور کے تحت کنور مہتاب علی نے سرحد سے کچھ فاصلے پر ہی ایک ایسی جگہ جہاں پہاڑی ٹیلوں کی آڑ تھی گھوڑے رکوا لئے اور اشارے سے سوار کو واپس جانے کے لئے کہا۔ اس نے پانچوں گھوڑوں کی لگامیں آپس میں باندھیں اور اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گیا۔ جیمس پیرے' نادر شاہ اور مائیکل بائر نے اس وقت تو کنور مہتاب علی سے کوئی سوال نہیں کیا تھا لیکن جب گھوڑا سوار گھوڑوں کو لیکر دور چلا گیا تو مائیکل بائر بولا۔

"یہاں سے گھوڑے کیوں واپس کر دیئے مہتاب علی' یہاں سے اس جگہ کا فاصلہ اچھا خاصہ ہے۔"

"وہاں دوسرے لوگوں کے درمیان پہنچنے سے پہلے میں اس سلسلے میں آپ لوگوں سے کچھ مشورے کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیسا مشورہ۔" جیمس پیرے چونک کر بولا۔

"جو کچھ ہم دیکھ کر آئے ہیں اس کے سلسلے میں آپ لوگوں کے ذہنوں میں کوئی خاص بات آتی ہے۔"

"مثلاً۔"

"کیا آپ سائی تھول پر مکمل بھروسہ کرتے ہیں۔"

"تمہارا اپنا کیا خیال ہے مہتاب علی۔"

"دیکھئے مسٹر جیمس پیرے' میں اور مائیکل بائر تو پہلے بھی یہاں آ چکے ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سائی تھول کے نظریات اور اس سے ہونے والی گفتگو میرے نزدیک بڑی جامع اور اطمینان بخش تھی لیکن پھر بھی میں آپ لوگوں کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"نہیں ڈیئر مہتاب علی' ہم تو یوں سمجھ لو ایک طرح سے تمہارے ہم رکاب ہیں یعنی جو فیصلہ تم کرو گے وہی ہمارا اپنا فیصلہ ہو گا' ہم اس سلسلے میں اپنے طور پر تو کوئی فیصلہ کرنا ہی نہیں چاہتے۔"

"نہیں میں آپ کو اس کا پورا پورا حق دیتا ہوں بلکہ مائیکل بائر میں تمہاری بھی ماہرانہ رائے چاہتا ہوں' مائیکل بائر ہنسنے لگا پھر وہ بولا۔

"ماہرانہ رائے سے تمہاری کیا مراد ہے مہتاب علی۔"

"کیا تم سائی تھول کی باتوں سے مطمئن ہو۔"

"یہی سوال میں تم سے بھی کر سکتا ہوں۔"

"نہیں میں غیر مطمئن نہیں ہوں۔"

"تو پھر بھلا کسی کے غیر مطمئن ہونے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔"

"اور نادر شاہ ہمیں اس سلسلے میں تمہاری رائے بھی معلوم ہونی چاہیے۔" نادر شاہ بھی ہنسنے لگا اور بولا۔

"جناب عالی اب تو آپ لوگوں کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ میں صرف ایک پولیس مین ہوں میرا تجربہ اس سلسلے میں کوئی خاص وسعت نہیں رکھتا۔ آپ لوگوں نے مجھے ایک مقام دیا ہے یہ آپ کی بڑائی ہے ورنہ ان معاملات میں تمامتر فیصلوں کا حق آپ کو ہے' میں ہر حالت میں آپ کے ہمراہ ہوں۔"

"بھئی یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی یعنی کوئی شخص اپنے طور پر ذمہ داری قبول کرنے دیتا ہی نہیں ہے۔"

"نہیں کنور صاحب اگر ذمہ داری کی بات ہے تو آپ یوں سمجھ لیجئے کہ جو الفاظ آپ کی زبان سے ادا ہوں گے ہم انکی مکمل ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔" نادر شاہ کے الفاظ پر سب ہنس پڑے تھے۔ کنور مہتاب علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ پولیس والوں نہیں بلکہ وکیلوں والی بات ہے۔" نادر شاہ بھی ہنسنے لگا پھر بولا۔

"اب آپ جو کچھ بھی سمجھ لیں' نہیں نادر شاہ پلیز ہم تمہاری نگاہوں کی باریک بینی

کے قائل ہیں اور یہ اندازہ لگا چکے ہیں کہ تم انسانوں کی شناخت میں ہم سے کہیں زیادہ مہارت رکھتے ہو۔ یہاں پر میں تمہاری ہی بات دہراؤں گا' ظاہر ہے اگر ایک پولیس آفیسر انسان شناس نا ہو تو وہ جرائم کی تفتیش کیسے کر سکتا ہے۔"

"افسوس یہ کالے مجرم اپنے چہرے کے تاثرات اپنے چہرے کی سیاہی میں چھپائے رکھتے ہیں اس لئے اگر مجھے کبھی کالوں کے کسی علاقے میں کوئی تحقیق کرنے کا موقع ملتا تو شاید میں اتنے اعتماد سے ان کے بارے میں آخری بات نہیں کہہ سکتا تھا۔" نادر شاہ پر مزاح لہجے میں بولا۔

جیمس پیرے نے حتمی انداز میں کہا۔

"میں سمجھتا ہوں سائی تھول کی بات غلط نہیں تھی اور پھر ہماری مہم تو ہر لمحے خطرناک حالات سے دو چار ہو تی رہی ہے' بظاہر ہمیں وہ سب کچھ کرنے میں کوئی خطرہ نظر نہیں آتا ہاں اگر خطرہ ہے تو وادی تہرا کا جس کے بارے میں بھیانک داستانیں سنائی گئی ہیں' دیکھیں تقدیر کیا فیصلے کرتی ہے۔ ویسے یہ مہم تین خطرناک حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ پہلا خطرناک حصہ ٹاری ویگا کا سفر تھا' ٹاری ویگا میں ہمیں جو مشکلات پیش آئیں اور جو جدوجہد کرنی پڑی ان میں سے کچھ کی افادیت بھی ہم لوگوں کی نگاہوں کے سامنے رہی یعنی یوٹ کو ٹاری ویگا کی سرداری مل گئی اور ایمرے کو وہاں پناہ' اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کے ماں باپ بھی.........."

"بہرحال یہ خوشگوار اقدامات ہیں' تو پھر یہ طے ہوا کہ ہم لوگوں کو وہی سب کچھ کرنا چاہیے جس کا وعدہ سائی تھول سے کر کے آئے ہیں۔"

"اس میں تو کوئی گنجائش ہی باقی نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

"او کے۔" پھر یہ تھوڑا سا سفر تو طے کرنا ہی ہے' آیئے چلتے ہیں۔" اور اس کے بعد وہ لوگ ٹاری ویگا کی پہاڑیوں کی جانب چل پڑے۔

عرشی کافی اداس تھی اور اس کی اداسی کو بخوبی محسوس کیا جا رہا تھا۔ سرہدایت اللہ نے بھی اس دوران عرشی کا گہرا تجزیہ کیا تھا اور اس کے بعد ایک ٹھنڈی سانس لے کر نادر شاہ کے بارے میں سوچنے لگے تھے۔

ادھر ریٹا ہاروے اپنے طور پر اداس تھی۔ اتفاق سے سرہدایت اللہ کا اس سے سامنا ہو گیا تو ریٹا ہاروے سرہدایت اللہ کو دیکھ کر رک گئی۔ اس کے ہونٹوں پر مدہم سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"ہیلو سرہدایت اللہ.........."

"ہیلو ریٹا' اس بچی کو تو تم اب مستقل ہی اپنی گود میں لئے رہتی ہو اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ تمہیں اس سے خاصا لگاؤ پیدا ہو گیا ہے۔"

"ریٹا ہاروے نے گود میں سنبھالی ہوئی گل کو دیکھا' دیکھتی رہی اور پھر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے' پھر وہ ایک غمزدہ سانس لے کر ایک پتھر پر بیٹھ گئی' سرہدایت اللہ بھی اس کے سامنے ہی بیٹھ گئے تھے۔ تب اس نے کہا۔"

"مسٹر ہدایت اللہ' میری زندگی کے واقعات آپ کو بخوبی علم ہیں' کبھی اپنی ذات کو کوئی روگ نہیں لگایا۔ مہم جوئی کا شوق مجھے ورثے میں ملا تھا اور میرے فادر مسٹر ڈونالڈ ہاروے نے ساری زندگی ایک مہم جو کی حیثیت سے گزاری۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ

اس وقت عرشی اور آپ کا ساتھ دیکھ کر مجھے اپنا بچپن یاد آجاتا ہے' فرق صرف اتنا ہے کہ مسٹر ڈونالڈ ہاروے یعنی میرے فادر پوری خوشی کے ساتھ مجھے اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے' میری ماں بھی میرے ساتھ ہوا کرتی تھیں اور ہم لوگوں نے ایک طویل عرصے تک جنگلوں' پہاڑوں اور صحراؤں میں زندگی بسر کی۔ بعد میں وہ لوگ مجھ سے جدا ہو گئے لیکن میری فطرت ایسی بن گئی کہ میں نچلی بیٹھنے کی عادی ہی نہیں رہی۔ میری زندگی میں رومانس کا بھی کوئی دخل نہیں رہا' یہ بات بھی آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں اور اس کی وجہ بھی میری مہم جو فطرت ہی تھی۔ بچوں کا میں نے زندگی میں کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا.........لیکن اس بچی نے نجانے کیا سحر پھونک دیا ہے مجھ پر کہ اب مجھے اس کی جدائی کے تصور سے وحشت ہوتی ہے۔ بہت پیاری لگتی ہے یہ مجھ کو.........میں تو عرشی کے بارے میں سوچتی ہوں' اس نے تو اسے مجھ سے بھی زیادہ پیار کیا ہے۔"

"ہاں ریٹا......... عرشی بھی بہت اداس ہے۔" سر ہدایت اللہ نے کہا اور ریٹا ہاروے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"سوری سر ہدایت اللہ۔ اصل میں آپ کے ہاں روایات اور اقتدار ذرا مختلف نوعیت کی حامل ہیں اس لئے آپ سے کوئی بات کہتے ہوئے مجھے خصوصی طور پر احتیاط برتنا پڑتی ہے۔ لیکن آپ میرے دوست بھی ہیں اس لئے دل نہیں چاہتا کہ آپ کے سامنے کوئی بات ذہن میں رکھوں۔"

"کیا تم نے کبھی یہ بات محسوس کی ریٹا کہ میں نے تمہاری کسی بات کا برا مانا ہے۔"

"نہیں یہ بات نہیں ہے سر' بس ایسے ہی عرشی کی اداسی کی وجہ آپ جانتے ہیں۔"

"کیا مطلب۔ سر ہدایت اللہ نگاہیں چرانے لگے۔"

"مسٹر ہدایت اللہ ویسے تو آپ اپنی دنیا کے مالک ہیں اور بچوں کے بارے میں ماں باپ ہی بہتر سوچ سکتے ہیں لیکن ایک دوست کی حیثیت سے میں آپ کو یہ مشورہ دیتی ہوں کہ عرشی کو نادر شاہ کے ساتھ منسوب کرا دیجئے۔ دونوں ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں اور ان لوگوں کی زندگی میں اگر کوئی انقلاب آیا تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ دونوں اسے

برداشت نہیں کر پائیں گے۔"

سر ہدایت اللہ گہری سوچ میں ڈوب گئے' دیر تک خاموش رہے۔ پھر ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نہیں.........اول تو میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو بچوں کے حقوق سلب کرتے ہیں' عرشی میری اکلوتی بیٹی ہے اور مجھے ہر حالت میں اس کی خوشی عزیز ہے۔ پھر ریٹا ہاروے آپ نے یہ بھی دیکھا کہ نادر شاہ ہر طرح سے ایک قابل فخر نوجوان ہے۔ اس نے اپنا ایک مقام بنایا ہے' یہ سچ ہے کہ ان لوگوں نے بڑی چالاکی سے ایک عرصہ تک ہم لوگوں کو بے وقوف بنائے رکھا۔ لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ انہوں نے کیا کیا ہے اور کیا یہ کمال کی بات نہیں ہے کہ انہوں نے ہمارا تمام تجربہ خاک کر دیا۔"

"اسے آپ کیا سمجھتے ہیں مسٹر ہدایت اللہ!"

"کیا مطلب.........!"

"اس کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ اس قدر ذہین لوگ ہیں کہ ہم جیسے تجربے کار افراد کو احمق بنا سکتے ہیں۔"

سر ہدایت االلہ مسکرانے لگا' ریٹا ہاروے نے کہا۔ "لیکن ان کی زندگی میں کوئی المیہ برپا نہیں ہونا چاہیے۔"

"بے شک۔ سر ہدایت اللہ نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔"

"پھر یوٹ' ایلما اور ایمرے آ گئے' ہرچند کہ ٹاری ویگا کی آبادی کا فاصلہ اس پہاڑی سے کافی تھا لیکن ان لوگوں کا ذہنی لگاؤ آپس میں اتنا زیادہ تھا کہ وہ ان کی یہاں قربت اور اپنے آپ سے دوری برداشت نہیں کر سکے تھے' چنانچہ آ ہی جایا کرتے تھے۔ ان لوگوں کے آنے سے اس گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور سب یکجا ہو گئے۔ پھر وہ باتیں کرنے لگے۔ ایمرے نے کہا۔

"آپ لوگ یقین کیجئے اس تصور سے دل کو ایک عجیب سا احساس ہوتا ہے کہ اب ہم بہت جلد جدا ہو جائیں گے۔"

"ایمرے تم یہاں خوش ہو۔" سرہدایت اللہ نے سوال کیا.......... اور ایمرے سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے اداس سے لہجے میں کہا۔

"کچھ عجیب سی صورت حال پیدا ہوگئی ہے جناب' یہ درست ہے کہ میں یہاں ناخوش نہیں ہوں اور اس کی کچھ بنیادی وجوہات ہیں۔"

"مثلاً".........."

"مثلاً" یہ کہ ایلما برانٹ اب یہاں سے جانا نہیں چاہتی' ہر چند کہ یہ دنیا ہماری اس پر آسائش دنیا سے بہت مختلف ہے اور بڑی مشکل سے ہم اپنے آپ کو یہاں ایڈجسٹ کر پارہے ہیں۔ لیکن ایلما وہاں اس لئے نہیں جانا چاہ رہی کہ اب مسٹر لیمی برانٹ اور مسز لیمی برانٹ وہاں نہیں ہوں گے اور ایک عجیب سا احساس دلوں میں جاگزیں رہے گا۔ ہماری نگاہیں ہر لمحہ انہیں تلاش کریں گے اور ہم اس ماحول سے بیزار ہو جائیں گے' دوسری بات یہ کہ ایموری اپنے شوہر کو چھوڑنا پسند نہیں کرتی۔ تیسری بات یہ کہ یہاں ہم نے ان معصوم اور سادہ لوح انسانوں کے لئے جو پروگرام شروع کیا ہے وہ ان کی زندگی کے لئے ایک اہم نوعیت کا حامل ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اس پروگرام کی تکمیل کریں۔"

"نہیں ایمرے تمہارا یہاں رہنا درست ہے۔" سرہدایت اللہ نے کہا اور اسی وقت فیروز کی آواز سنائی دی۔

"وہ دیکھئے..........وہ دیکھئے جناب۔ اوہو وہ دیکھئے شاید وہ لوگ واپس آرہے ہیں.........." فیروز نے دور سے کنور مہتاب علی اور نادر شاہ وغیرہ کو آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ تمام گفتگو کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور وہ لوگ ان کی جانب متوجہ ہوگئے جو ایک اہم ذمہ داری پوری کرکے آرہے تھے۔

یہ سب ان کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتے رہے اور قیاس آرائیاں کرتے رہے کہ وہ کس کیفیت میں واپس آئے ہیں' پھر اس وقت تک یہ قیاس آرائیاں جاری رہیں جب تک کہ نادر شاہ' کنور مہتاب علی' جیمس پیرے اور مائیکل بائز وہاں پہنچ نہیں گئے۔ سب نے ایک دوسرے سے پرجوش مصافحے کئے تھے اور اس کے بعد انہیں

اپنے درمیان بٹھالیا تھا۔

"اگر تم لوگ تھکے ہوئے ہو' تو ہم تمہارے آرام میں ذرا بھی مداخلت نہیں کریں گے۔ باقی باتیں بعد میں ہو جائیں گی اور اگر تم اپنے آپ کو تازہ دم محسوس کرتے ہو تو ظاہر ہے ہم میں سے ہر ایک کی یہ خواہش ہے کہ تمہاری اس مہم کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔"

تمام کے تمام لوگ ہمہ تن گوش تھے۔ جیمس پیرے نے کہا۔

"ہم ایک کامیاب مہم سرانجام دے کر لوٹے ہیں۔"

"ونڈر فل۔" سب نے پرجوش نعرے لگائے۔ تب جیمس پیرے بولا۔

کنور مہتاب علی اس سلسلے میں ساری تفصیلات بتائیں گے اور ابھی اور اسی وقت تاکہ آپ لوگوں کا مشورہ بھی اس میں شامل ہو جائے۔ یوٹ بھی ہے اور ایمرے بھی' ٹاری ویگا کے حکمران ہماری بہتر راہنمائی کرسکتے ہیں۔ کم از کم ہمیں وہ بتائیں گے کہ جو کچھ ہمارا نظریہ ہے اور جو کچھ ہم نے عمل کیا ہے اس کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے..........؟"

"ہوا کیا..........تم بتاؤ کنور مہتاب علی..........!"

"سائی تھول ہمارا انتظار کر رہا تھا' اس کے علم نے اسے بہت پہلے سے اطلاع دے دی تھی کہ ہم آچکے ہیں۔"

"تو پھر..........؟" سرہدایت اللہ پھٹی پھٹی آواز میں بولا۔ لارک اینجلو بھی حیرت سے منہ پھاڑے ہوئے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"اور سائی تھول نے جو کہانی سنائی وہ میں آپ لوگوں کے سامنے دہرائے دیتا ہوں۔ ہم اسے دنیا کی حیرت انگیز کہانی کہہ سکتے ہیں۔ پھر کنور مہتاب علی نے وہ تمام تفصیلات ان لوگوں کو سنائیں اور واقعی سب انگشت بدنداں رہ گئے تھے۔ دیر تک کسی کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلی۔ پھر یوٹ نے کہا۔

"عظیم آقا یہ بات بالکل درست ہے کہ سائی تھول پراسرار قوتوں کا مالک ہوتا ہے

اور اس کا علم مجھے کئی لوگوں کی زبان سے ہوا ہے' وہ جو نیل کنٹھ سے قدیم تعلق رکھتے ہیں' ایسا ممکن ہے' ایسا بالکل ممکن ہے۔"

"میگنا اور سومتی بھی ملے.........؟"

"ہاں.........وہ خانقاہ کے مقدس غاروں میں ہیں لیکن سب سے زیادہ بھیانک بات جو ہمارے علم میں آئی ہے وہ سونے اور ہیروں کے حصول کے سلسلے میں ہے۔"

"وہ کیا؟" سرہدایت اللہ نے پوچھا اور کنور مہتاب علی نے ساری تفصیل سنا دی۔ ان سب کے چہرے لٹک گئے تھے۔ بہت دیر تک خاموشی طاری رہی۔ پھر ریٹا ہاروے نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تیسری مہم.........."

"اور شاید سب سے زیادہ خطرناک۔ نادر شاہ نے پہلی بار لب کشائی کی اور سب اس کی جانب متوجہ ہو گئے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے نادر شاہ' سائی تھول نے جو کچھ کہا وہ حقیقت پر مبنی ہے یا پھر وہ کوئی انتقامی عمل کر رہا ہے۔" سرہدایت اللہ نے سوال کیا۔

"حتمی طور پر تو نہیں کہا جاسکتا لیکن اس کے امکانات پچانوے فیصد تک نہیں ہیں!"

"یعنی.........."

"یعنی وہ سچ کہہ رہا ہے اور ہمارے سلسلے میں وہ مخلص ہے۔"

"تو پھر.........!" اس تیسری مہم کے لئے ہمیں کیا تیاریاں کرنا ہوں گی؟

"نہیں تیاریاں تو نہیں البتہ فیصلے کرنے ہوں گے۔"

"کیسے فیصلے۔"

"یہ کہ دیوتاؤں کی وادی میں قدم رکھنا مناسب ہوگا یا نہیں۔"

"لیکن ہمارا اصل مقصد تو وہی ہے۔"

"میں مانتا ہوں' لیکن پھر بھی آپ سب لوگ فیصلہ کرلیں ہو سکتا ہے ہمیں مقدس

دیوتاؤں سے جنگ بھی کرنی پڑے۔"

"عظیم آقا یہ الفاظ منہ سے ادا مت کرو۔ میں ہر چند کہ کیتھولک ہوں لیکن بہرحال صحرائے اعظم میں دیوتاؤں کا تصور موجود ہے اور سائی تھول کی روحانیت سے آپ لوگ بھی اندازہ لگا چکے ہیں کہ ان میں کچھ نہ کچھ سچائی ضرور ہے۔"

"خیر ہم تو اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔" سرہدایت اللہ نے کہا۔

"اور ظاہر ہے میں بھی نہیں۔"

"تو پھر بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔ ہم لوگ بے دھڑک مقدس وادی کا سفر کریں گے جسے یہ لوگ وادی تہرا کے نام سے مخاطب کرتے ہیں اور اس کے بعد دیکھیں گے' کم از کم سائی تھول نے اس بات کی تصدیق تو کر دی ہے کہ وادی تہرا کے پہاڑوں میں سونا پوشیدہ ہے اور اس کے دامن میں ہیرے جواہرات بکھرے پڑے ہیں' چنانچہ ہمارا مقصد وہی ہے........."

"تو پھر میں ایک ہی رائے دے سکتا ہوں۔" جیمس پیرے کو اپنا مقصد خطرے میں نظر آیا تو جلدی سے بولا اور تمام نگاہیں اس پر مرکوز ہو گئیں۔

"ضرور رائے دیجئے مسٹر جیمس پیرے۔"

"ہر خطرے' ہر خدشے کو ذہن سے بھلا دیا جائے۔ سائی تھول سے اگر ہمیں وادی تہرا تک پہنچنے میں مدد مل سکتی ہے تو یہ مدد حاصل کی جائے اور اس کے بعد خود کو تقدیر کے حوالے کر دیا جائے' دیکھیں گے کہ وہ مقدس دیوتا کون ہے جو سونے اور ہیرے کے حصول میں ہماری راہوں کی رکاوٹ بنتے ہیں' کیا خیال ہے آپ لوگوں کا۔"

"ہم سب اس بات سے اتفاق کرتے ہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے اب اس کے بعد ہمیں یوٹ' ایمرے اور ایلما برانٹ وغیرہ سے آخری اجازت لینی چاہیے اور اس کے بعد نیل کنٹھ کا سفر شروع کر دینا چاہیے کہ سائی تھول ہمارے استقبال کے لئے تیار ہو گا۔"

"بالکل ٹھیک ہے' ہم سب اس بات سے اتفاق کرتے ہیں۔ یہ رات یہیں گزارنے

کا فیصلہ کیا گیا تھا اور رات کے خاصے پہر تک یوٹ اور ایمرے وغیرہ یہاں موجود رہے تھے۔ پھر ان لوگوں کو آخری ملاقات کر کے روانہ کر دیا گیا اور اس کے بعد سر ہدایت اللہ کی ہدایت پر آرام کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔"

"لیکن وہ آنکھیں جو ایک دوسرے سے کچھ عرصے کے لئے ناآشنا ہو گئی تھیں' بھلا ان میں نیند کیسے آسکتی تھی۔ نادر شاہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلتا ہوا ایک دور دراز گوشے میں گیا تو عرشی بھی چند لمحات کے بعد اس کے پاس پہنچ گئی۔ نادر شاہ رخ بدلے ہوئے کھڑا تھا۔ عرشی آہستہ آہستہ اس کے قریب جا کھڑی ہوئی۔ چند لمحات یونہی خاموشی سے گزر گئی پھر نادر شاہ واپس پلٹا اور عرشی کو دیکھ کر مسکراتا ہوا بولا۔"

"یار کمال ہے بجائے اس کے کہ تم آکر میرے سینے سے لپٹ جاتیں اور اپنے سر میرے رخسار پر رکھ دیتیں خاموشی سے پیچھے کھڑی ہوئی ہو۔"

"شٹ اپ۔" عرشی شرمائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"یعنی آپ یہ کہنے کے لئے تشریف لائی تھیں۔"

"کیا کہنے کے لئے؟"

"یہی کہ شٹ اپ۔"

"افسانوں اور فلموں جیسی باتیں کر رہے ہو!"

"یار عرشی ایک بات کہو' حقیقت تو یہ ہے کہ انسان اپنے آپ سے فرار حاصل کرتا ہے' جب ہم ان افسانوں کو من گھڑت اور فلمی کہانیوں کو اختراع کہتے ہیں تو دو ہی صورتیں ہوتی ہیں یا تو یہ کہ ہم خود اپنے جذبات سے آشنا نہیں ہوتے یا آشنا ہونے کے باوجود اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں۔"

"مطلب کیا ہے جناب کا........"

"مطلب یہ کہ جس تن لاگے سو تن جانے........"

"واہ۔ نیل کنٹھ سے یہ سیکھ کر آئے ہیں آپ۔" عرشی مسکراتے ہوئے بولی۔

"اماں چھوڑو عرشی' یہ تو ہم بہت عرصے سے سوچ رہے ہیں۔"

"کیسا رہا نیل کنٹھ کا سفر........"

"بے مزا........"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ تم ساتھ نہیں تھیں۔"

"آؤ نادر شاہ فلمی باتیں کریں۔"

"کیا واقعی........!" نادر شاہ اچھل کر بولا۔

"دیکھو معیار برقرار رہنا چاہیے۔"

"اسکرپٹ ہے۔"

"ہاں........"

"کہاں ہے لاؤ مجھے دو........"

"نہیں واقعی سنجیدہ گفتگو کرتے ہیں۔"

"فلمی گفتگو یا سنجیدہ گفتگو۔"

"بور کرو گے تو میں واپس چلی جاؤں گی۔"

"ارے بابا تم نے خود ہی تو کہا ہے کہ آؤ فلمی باتیں کریں۔"

"ہاں کہا تو ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے' آغاز تم کرو تاکہ میں اسکرپٹ کی پہلی لائن سمجھ جاؤں۔" نادر شاہ نے کہا۔ اور عرشی ہنس پڑی۔ پھر بولی۔

"یہ باتیں مجھے یاد آئی تھیں۔"

"کب........!"

"صدیوں سے........"

"ارے ارے زندہ باد۔" آگے بڑھو آگے بڑھو۔"

"اور مجھے ایسا ہی محسوس ہوتا تھا جیسے تمہیں گئے ہوئے صدیاں بیت گئی ہوں۔"

"زندہ باد زندہ باد' زور کس پر ہوا صدیوں پر........" نادر شاہ نے کہا۔

"تمہارے احساسات کیا تھے؟"

"میں صدیوں کو سو سے ضرب دے لیتا ہوں۔"

"جھوٹ؟"

"یہ کوئی بات ہے۔ میں نے تمہاری بات جھوٹ کہی۔"

"یار مگر ہو گا کیا اب؟"

"نیل کنٹھ کا سفر.........."

"اس کے بعد..........؟"

"وادی تہرا کا سفر.........."

"اس کے بعد؟" عرشی جھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"تحت الثریٰ کا سفر۔"

"کیا مطلب؟"

"ہو سکتا ہے آسمانوں کا سفر ہو جائے۔"

"خدا نہ کرے۔"

"دیوتاؤں کی وادی میں دیوتاؤں سے جنگ آسان تو نہیں ہو گی۔"

"چکر کیا ہے اور آخر یہ چکر کب تک چلتا رہے گا؟"

"جب تک تمہارے باپ کے دماغ میں دولت کا سودا سمایا رہے گا۔"

"میرا باپ ہی اس میں کہاں ملوث ہے۔"

"وہی گروپ تو ہے اور ہے کیا؟"

"پتہ نہیں ان لوگوں کو کیا سوجھی ہے' ایسا کریں کیوں نہ ہم اس خزانے کے حصول کا بائیکاٹ کریں؟"

"اس کے لئے ایک ہی طریقہ کار اختیار کیا جا سکتا ہے۔"

"کیا؟"

"شمسہ اور سردار خان کی حیثیت سے یہ نوکری چھوڑ کر بھاگ نکلیں۔" نادر شاہ

ز کہا اور عرشی ہنس پڑی۔

"ایسا بھی تو ممکن نہیں ہے ورنہ واقعی گل کو لے کر یہاں سے فرار ہو جاتے' مگر ی بھی تو ساتھ ہیں اور پھر اور پھر.........."

"گل........" نادر شاہ نے ایک گہری سانس لی اور سنجیدہ ہو گیا۔ کچھ لمحے خاموش ہنے کے بعد اس نے کہا۔

"عرشی! اب گل کو ہمیں ان کے حوالے کرنا پڑے گا۔"

"کیسی عجیب بات ہے ویسے یقین کرو نادر شاہ یہ تصور بھی میرے لئے بڑا روح فرسا ے۔"

"میں جانتا ہوں' انسان انسان سے محبت کرنے کا عادی ہے' لیکن بہرحال مجبوری ....."

"دیکھو نجانے تقدیر میں آگے کیا کیا لکھا ہوا ہے؟"

"خیر ایسی کوئی بات نہیں' ایسی درجنوں گل تمہاری آغوش میں لہرائیں گی۔"

"پھر شٹ اپ۔"

"اوکے۔" نادر شاہ نے شانے ہلائے پھر وہ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے تھے۔

دوسرے دن انہوں نے سفر کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ذہنوں میں ایک عجیب سا احساس' ایک عجیب سا خوف جاگزیں تھا' لیکن مہم جو اس تمام خوف کو نظرانداز کرکے اپنی مہم کے سلسلے میں آگے بڑھنے لگے۔ زاہد' فیروز' الاشا اور اس کے بعد ریٹا ہاروے وغیرہ تمام کے تمام شدید تجسس کا شکار تھے' فیروز نے چونکہ اپنی زندگی ان لوگوں سے وابستہ کرلی تھی اس لئے وہ بھی ان کا ساتھ دینے پر مجبور تھا۔ ورنہ الاشا اب اس کی زندگی کا محور بن گئی تھی۔ اب چونکہ کوئی راز راز نہیں رہا تھا اس لئے فیروز اور کنور مہتاب علی بھی ایک دوسرے کے سامنے کھل کر آگئے تھے اور اکثر ساتھ ہی دیکھے جاتے تھے۔ اس وقت بھی د ساتھ ساتھ ہی سفر کر رہے تھے' سب کے سب سوچوں میں گم تھے' سائی تھول نے مہتاب علی کو بتایا تھا کہ وہ لوگ ان کے استقبال کے لئے موجود ہوں گے۔ لیکن ظاہر ہے فاصا مختصر نہیں تھا اور انہیں بہرحال یہ تمام منازل طے کرنی تھیں۔ زندگی کی ایک طویل جدوجہد اب عمل کی دنیا میں داخل ہو رہی تھی' لیکن اس احساس نے انہیں تھوڑا مضمحل بھی کر دیا تھا کہ یہ اس مہم کا خاتمہ نہیں ہے' بلکہ اس کے بعد ایک اور سنسنی خ مہم ان کی منتظر ہے' ہر ذہن میں اپنے طور پر ایک احساس موجود تھا کہ کنور مہتاب علی نگاہ فیروز پر پڑی اور فیروز کو دیکھ کر وہ مسکرا پڑے' فیروز بھی اتفاق سے اس وقت مہتا علی کی جانب ہی دیکھ رہا تھا۔ مہتاب علی کو مسکراتا دیکھ کر وہ بھی مسکرا دیا اور آہستہ

"خیریت سر! آپ مجھے دیکھ کر کیوں مسکرائے؟" کنور مہتاب علی نے ہنستے ہوئے

"فیروز' کیا زندگی میں کبھی ایسا دولت کا تصور کیا تھا؟" فیروز نے پر خیال انداز میں دن ہلائی اور آہستہ سے بولا۔

"بس اصل میں کنور صاحب زندگی کی کہانی ایک ہی جگہ تو ساکت نہیں رہتی' گی ایک تحریک کا نام ہے اور اگر یہ تحریک بھرپور نہ ہو تو پتہ نہیں ہم زندگی کو کیا نام ے"

"بڑی فلسفیانہ بات کہی ہے تم نے؟"

"کیا حقیقت سے دور ہے؟"

"نہیں میرا خیال ہے بالکل نہیں.........."

"اب آپ دیکھئے لندن میں ایک طویل عرصہ میں نے گزارا اور یقین کیجئے کوئی شیخی ں ماروں گا آپ سے' بس یوں سمجھ لیجئے کہ لاابالی زندگی تھی' اپنا کھانا' اپنا پینا' اپنا رہنا نا اور کنور صاحب یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ چونکہ بچپن ہی سے برائیوں کی زندگی ئی ہوئی تھی اور برائیوں کی انتہاء تک پہنچا ہوا تھا' لندن کی زندگی میں بھی وہی شب و تھے جو لندن کی زندگی کے ساتھ تصور کئے جاسکتے ہیں کہ مرزا نصیر بیگ درمیان میں یلہ انتقام کا ایک خیال ذہن میں ابھرا اور مرزا نصیر بیگ تک پہنچ گیا۔ پھر اس کے بعد رنے اپنی کہانی کا آغاز کیا' نصیر بیگ نے ایک سازش کے تحت آپ کی طرف بھیجا تھا' ن وہ سازش اسی پر الٹ گئی اور پھر جو نتائج سامنے آئے وہ آپ کے علم میں ہیں' مگر ر صاحب' ایک عرض کروں گا آپ سے؟"

"ہاں ضرور۔"

"انسان اپنی ذات میں کچھ نہیں ہوتا۔ وقت اس کے لئے سمتیں متعین کرتا ہے' کا بدترین شخص کے بارے میں اگر آپ یہ تصور کرنا چاہیں کہ وہ ہمیشہ بدترین رہے گا

اور اس کے اندر کبھی انسانیت نہیں جاگے گی تو خدارا ایسا کریہہ فیصلہ نہ کریں۔"

"نہیں فیروز! میں جانتا ہوں یہ بات' انسان بدترین ہوتا ہی نہیں ہے' بس حالات اور ماحول کے ہاتھوں بھٹک کر کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے' لیکن یہ سب کچھ نہیں ہوتا' وقت بدلتا ہے اور ضرور بدلتا ہے' اس کے اندر تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔"

"یہ لڑکی آپ یقین کیجئے ایک عام لڑکی ہے' جنگلوں میں پلی بڑھی ہے' اس کے اندر مہذب انسانوں جیسی صلاحیتیں ہیں اور نہ اس کا انداز ایسا ہے کہ اسے کوئی خاص اہمیت دی جائے' لیکن بس شاید یہ میری تقدیر میں تھی' شاید یہ وقت آنا تھا کہ میں سب کچھ بھول کر اس کی ذات میں گم ہو جاؤں' کنور صاحب جہاں تک دولت کا مسئلہ ہے' آپ یقین کیجئے برائیوں کے راستوں میں دولت بے پناہ ہوتی ہے' ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ ان راستوں پر سکون نہیں ہوتا' لیکن دولت ہوتی ہے اور میرے لئے اب بھی ان راستوں میں اپنی جگہ تلاش کرلینا مشکل کام نہیں ہے لیکن میں یہ نہیں چاہتا' اب میں یہ بالکل نہیں چاہتا' میرے دل میں ایک عجیب سا تاثر ابھرتا ہے' میں یہ سوچتا ہوں کہ ہم یہاں سے واپس جائیں' خزانہ تھوکتا ہوں میں اس خزانے پر جو ان کاوشوں کے بعد حاصل ہو' میرا خزانہ تو مجھے مل چکا ہے کنور صاحب یعنی الاشا! اب اس کے بعد تو صرف آپ لوگوں کا ساتھ ہے' آپ کی محبت ہے' اور اس وقت کا انتظار جب ہم یہاں سے واپسی کے لئے رخت سفر باندھیں گے اور آپ یقین کیجئے کہ میں الاشا کو وہ کمائی نہیں کھلاؤں گا جس سے خود میرا دل مطمئن نہ ہو۔" کنور مہتاب علی پر تاثر نگاہوں سے فیروز کو دیکھنے لگے اور انہوں نے کہا۔

"میں نے کہا ہے نا فیروز کہ انسان قطعی طور پر برا نہیں ہوتا' وہ برائیوں کے راستے پر بھی اتفاقیہ طور پر جانکلتا ہے لیکن بہرطور اگر اس کے اندر برائیوں کی دنیا سے واپسی کے جذبے موجود ہیں تو پھر ہم اسے کسی طور برا نہیں کہہ سکتے اور ویسے بھی میرا ایمان ہے کہ انسان قدرتی طور پر نیک ہوتا ہے' جب اس کی نمود ہوتی ہے تو وہ بالکل معصوم ہوتا ہے؟ وقت اور حالات اس کے لئے راہیں متعین کرتے ہیں۔ بہرحال فیروز میں تمہیں تمہاری

ں نئی زندگی کی مبارکباد پیش کروں گا اور میری دلی آرزو ہے کہ تمہیں اپنے مقصد میں پوری پوری کامیابی حاصل ہو۔"

فیروز مسکرا کر خاموش ہوگیا تھا۔ سفر جاری رہا اور بالآخر وہ وقت آگیا جب انہوں نے نیل کنٹھ کا لشکر عظیم ایک جگہ فروکش دیکھا' جس جگہ وہ اس وقت موجود تھے وہ کسی بلندی پر تھی اور یہاں سے گہرائیوں کا اختتام ہوتا تھا اور اسی اختتام پر نیل کنٹھ کے لوگ موجود تھے۔

یہ سب انہیں دیکھ کر رک گئے' بہت سارے افراد تھے جو ساکت و جامد خاموش کھڑے ہوئے تھے' یہاں سے نظر نہیں آرہا تھا' لیکن اس بات کا انہیں بخوبی اندازہ تھا کہ سائی تھول ہی ان کی رہنمائی کر رہا ہوگا۔ کنور مہتاب علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واقعی یہ ہماری زندگی کا سب سے انوکھا واقعہ ہے۔ ہم تو یہ سوچ رہے تھے کہ جب ہم بچی کو لے کر نیل کنٹھ میں داخل ہوں گے تو ہمیں سائی تھول کے عتاب کا شکار ہونا پڑے گا اور وہ ہم سے اس بات کا محاسبہ کرے گا کہ ہم نیل کنٹھ کی آبرو کو لے کر یہاں سے کیوں فرار ہوگئے تھے لیکن یہاں تو کیس ہی الٹا نکلا.........."

"جیمس پیرے نے کہا۔"

"مسٹر ہدایت اللہ زندگی میں اگر کبھی کوئی موقع ملا تو میں افریقہ کی ان پراسرار روایات کے بارے میں بھی تحقیقات کروں گا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارا مقصد کچھ اور تھا اور اب میرے چھپانے سے کچھ نہیں ہوتا' آپ سب لوگ یہ جانتے ہیں کہ میں خزانے کے حصول کے لئے یہاں آیا ہوں۔ لیکن یہ حصول میری اپنی زندگی میں عیش و عشرت کے لئے نہیں ہے بلکہ یہاں بھی انسانیت کی بھلائی کے لئے ایک جذبہ کار فرما ہے۔ لیکن بہرحال صحرائے اعظم میں آنے کے بعد مجھے جو تجربات حاصل ہوئے ہیں ان سے مجھے یہ اندازہ ہوا ہے کہ اس انوکھی سرزمین میں ایسی لاتعداد کہانیاں بکھری ہوئی ہیں جنہیں نظرانداز نہیں کیا جاسکتا اور اگر زندگی کبھی موقع دے اور وقت اجازت دے تو ان پر ریسرچ کرنی چاہیے۔ اب جیسے آپ دیکھ لیجئے کہ سائی تھول کو یہ تمام علم تھا کہ آپ

لوگ اس بچی کو لے کر جائیں گے۔ اور اس کے بعد واپس اسی بستی میں آئیں گے، یہ اعتماد معمولی چیز نہیں ہے اور اس کا کہنا ہے کہ یہ سب کچھ ممکن تھا اور اسی انداز میں ہوتا تھا جس انداز میں وہ سوچ رہا ہے' کیسی انوکھی بات ہے کیا آپ اسی بات کو تسلیم نہیں کرتے..........!"

وہ سب مسکرا کر خاموش ہوگئے' جیمس پیرے کی بات کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا کیونکہ یہ ایک ٹھوس سچائی تھی۔

بہرحال ان لوگوں نے آگے قدم بڑھائے۔ نیل کنٹھ کے لوگ ایک پتھریلی دیوار کی مانند خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے اندر کوئی تحریک نہیں تھی' اور اس طرح کھڑے ہونا بھی ان کے لئے عجیب تھا۔ کیونکہ ان گہرائیوں کو طے کرکے ان تک پہنچنا تھا اور بہرحال یہ اتنا فاصلہ نہیں تھا کہ اسے عبور کرنے میں دیر لگے۔

گل اس وقت بھی عرشی کی گود میں تھی' نادر شاہ بھی قریب ہی موجود تھا۔ دوسری شخصیت ریٹا ہاروے کی تھی جس نے دو قدم آگے بڑھائے اور بولی۔

"عرشی کیا محسوس کر رہی ہو..........!"

"عرشی کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی تھی۔ وہ کوئی جواب نہیں دے سکی تو ریٹا ہاروے نے پھر کہا۔"

"تم تو بہت عرصے سے اس بچی کی پرورش کر رہی ہو۔ لیکن مجھے دیکھو' چند روز ہوئے ہیں اس کے ساتھ اور یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے ہم اپنی اولاد کسی کے حوالے کرنے جا رہے ہیں۔"

عرشی کی آنکھوں سے آنسو لڑھک پڑے' اور اس کے کپکپاتے ہونٹ اس بات کا اظہار کرنے لگے کہ وہ بہت غمزدہ ہے۔ ریٹا ہاروے نے کہا۔

"لیکن بہرحال عرشی تم نے جن نیک جذبوں کے تحت اس بچی کو اتنے عرصے اپنے ساتھ رکھا ہے وہ معمولی بات نہیں ہے' اور تم خود سوچو جس بچی کو چند روز اپنے ساتھ رکھنے کے بعد ہم اس کی محبت سے اس قدر متاثر ہوگئے ہیں۔ بہرحال اس کی رگوں میں

سی اور کا خون ہے اور جس کا بھی خون ہے اسے بہرحال اس سے ہم سے کہیں زیادہ بت ہوگی۔ ہم کسی کی امانت اس کے حوالے کرنے کا ذریعہ بن رہے ہیں اور یہ بات معمولی نہیں ہے کہ ہم کسی کی ماما کو اس کے سینے تک پہنچا رہے ہیں۔"

عرشی نے آنکھیں بند کرکے گردن ہلائی۔ گل کی پشت سے اب وہ جھلی ہٹا دی گئی ھی جس کے نیچے نیل کنٹھ کا نشان چھپا ہوا تھا۔

بہرحال یہ ایک المناک کیفیت تھی' جو شاید ان دونوں پر ہی نہیں بلکہ تھوڑی بہت ادر شاہ پر بھی طاری تھی۔ کیونکہ بہرحال اس دوران وہ بھی بچی کی دیکھ بھال میں ملوث رہا تھا۔

غرض یہ کہ ان کے قدم آگے بڑھتے رہے تب انہوں نے سائی تھول کو دیکھا' جو سونے کا ایک نیزہ ہاتھ میں لئے کھڑا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے پجاریوں کا ایک غول تھا جو مدہم آوازوں میں کچھ بدبدا رہا تھا۔ یہ الفاظ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے لیکن مکھیوں جیسی بدبداہٹ صاف سمجھ میں آ رہی تھی۔ کنور مہتاب علی نے کہا۔

"عرشی بیٹے بچی کو میرے حوالے کردو.........."

"ٹھیک ہے انکل یہ لیجئے۔" عرشی نے گل کو کنور مہتاب علی کے حوالے کر دیا۔

کنور مہتاب علی بچی کو آہستہ آہستہ تھپک رہا تھا۔ نجانے اس کے ذہن میں کیا تاثرات تھے۔ بہرحال یہ لوگ اتنے آگے بڑھے کہ سائی تھول کے قریب پہنچ گئے۔ تب عقب سے' میگنا اور سومتی آگے بڑھے' دونوں کے جسموں پر فاخرانہ لباس تھے اور غالباً نیل کنٹھ کی وجہ سے ان کی اپنی اہمیت بھی بڑھ گئی تھی۔ سائی تھول نے سومتی کو اشارہ کیا اور سومتی اس کے قریب پہنچ گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور اس کے چہرے سے ماں کی مامتا چھلک رہی تھی۔ اس کے ہونٹ کپکپا رہے تھے اور خوب صورت چہرہ مرتعش تھا۔ ہلکی ہلکی سسکیاں گونج رہی تھیں' اسے دیکھ کر ریٹا اور عرشی کو خاصا سکون حاصل ہوا۔ ایک مامتا کتنے عرصے سے اپنے جگر گوشے کے لئے تڑپ رہی تھی اس کا اندازہ اب ہو رہا تھا۔ یہ تڑپتی ہوئی عورت اپنی بچی کی حقدار تھی۔ بلاشبہ یہ دونوں تو اس کے امین تھے۔

ریٹا نے آہستہ سے کہا۔

"دیکھ رہی ہو عرشی..........!"

"ہاں۔" عرشی کی مدہم سی آواز ابھری۔

"اور اس کے بعد بھی افسردہ ہو۔" ریٹا ہاروے نے کہا اور عرشی کے ہونٹوں سے سسکیاں نکل گئیں۔ ریٹا پھر بولی۔

"نہیں عرشی رونا نہیں' تم نے تو اس مامتا کی حفاظت کی ہے' تم نے بہت بڑا کام کیا ہے عرشی' ورنہ اگر یہ بچی کم بخت مرزا نصیر بیگ کے ہاتھ لگ جاتی تو نجانے وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرتا.........بہت بڑا کام کیا ہے تم نے عرشی اپنے آپ کو سنبھالو۔"

تب سائی تھول کے اشارے پر سومتی آگے بڑھی اور پھر اس نے دونوں ہاتھ گل کی جانب بڑھا دیئے۔ پھر یہ منظر بھی قابل حیرت تھا کہ گل اس طرح لپک کر اس کے پاس گئی تھی جیسے خون نے خون کو پہچان لیا ہو۔ وہ اس طرح سومتی سے چمٹ گئی تھی جیسے اس کے بدن کا ہی ایک حصہ ہو۔ ریٹا ہاروے نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"اور یہ بھی دیکھا تم نے.........آہ عرشی اس کے بعد بھی اگر ہم اس بات کا دعویٰ کریں کہ گل پر ہمارا کوئی حق تھا تو ہم سے زیادہ احمق اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"بچی جونہی سومتی کی آغوش میں پہنچی اچانک ہی چاروں طرف شور مچنے لگا' نیل کنٹھ کے رہنے والوں نے جو ٹاری ویگا کی نسبت کسی قدر مہذب باشندے معلوم ہوتے تھے' وحشیوں کی طرح شور و غل مچانا شروع کر دیا اور اس قدر شور و غل مچایا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دی۔ وہ سب خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ پھر سائی تھول کے اشارے پر راستہ بنا دیا گیا اور یہ لوگ اس بنے ہوئے راستے سے آگے بڑھنے لگے۔ تب ان پر دونوں طرف سے پھولوں کی بارش شروع ہو گئی۔ نیل کنٹھ کا ہر شخص ان کے لئے پھول لایا تھا اور ان سے اپنی عقیدت کا اظہار کر رہا تھا۔ یہ ایک عجیب منظر اور ایک عجیب مرحلہ تھا۔ سائی تھول اب ان کی رہنمائی کر رہا تھا اور وہ اس کے ہمراہ آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ سائی تھول کا رخ خانقاہ ہی کی جانب ہے' عظیم الشان خانقاہ

کے احاطے میں ان کے استقبال کے لئے مزید انتظامات کئے گئے تھے اور اس جگہ کو پھولوں سے سجایا گیا تھا' سومتی بھی ساتھ ہی تھی۔ پھر سومتی' میگنا اور یہ سب لوگ خانقاہ کے ایک اندرونی حصے میں پہنچے۔ یہاں سنگ سفید کا ایک خوب صورت تخت بنا ہوا تھا۔ اس تخت پر گل کو بٹھا دیا گیا' اس وقت کوئی اس کے ساتھ نہیں تھا بلکہ سب عقیدت سے اس کے سامنے دو زانو بیٹھ گئے تھے۔ البتہ باہر سے آنے والے صرف ایک دلچسپ تماشائی کی حیثیت رکھتے تھے۔"

گل پر اطمینان انداز میں اس تخت پر بیٹھ گئی اور معصوم نگاہوں سے ان سب کو دیکھنے لگی۔ عرشی اور نادر شاہ اس وقت قریب تھے۔ عرشی نے آہستہ سے کہا!

"تم اب بھی شرارت کرو گے!"

"کیا مطلب!"

"دیکھ رہے ہو یہ سب کچھ.........."

"ہاں دیکھ رہا ہوں۔"

"کوئی اندازہ لگایا۔"

"ہاں.........."

"کیا.........."

"یہ کہ جب ہمارے ہاں پہلی بیٹی پیدا ہوگی تو ہمیں ایک ایسا ہی سنگ مرمر کا تخت بنوانا پڑے گا۔"

"بس یہی کہوں گی کہ خدا تمہیں سمجھے۔ میں کہہ رہی تھی کہ تم شرارت سے باز نہیں آؤ گے۔"

"ارے کمال کی بات ہے یہ جنگل کے لوگ اگر اپنی اولاد کو اس طرح پروان چڑھا سکتے ہیں تو کیا نادر شاہ اتنا ہی ناکارہ انسان ہے.........."

عرشی ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگئی۔ نادر شاہ کو عرشی کے دکھ کا احساس تھا اور وہ یہ سوچ رہا تھا کہ جس طرح بھی بن پڑے عرشی کے ذہن سے یہ بوجھ کم کرنے کی

کوشش کی جائے۔ ظاہر ہے انسانی مسئلہ تھا' اتنے عرصے سے گل کو سینے سے لگائے ہوئے تھی اور اس کے سہارے زندگی گزار رہی تھی اب یہ تو ممکن نہیں تھا کہ چند لمحات میں وہ اسے بھلا دے۔ بہرحال یہ ایک المیہ تھا۔ لیکن سومتی نے جس طرح گل کو اپنی آغوش میں لیا تھا اور جس طرح گل اس سے چمٹی تھی اس سے نادر شاہ بھی بہت متاثر تھا۔ حق بحق حقدار رسید ہوا تھا' پھر اس کے بعد سائی تھول کی آواز ابھری۔

"نیل کنٹھ کے لوگو.......... وہ مرحلہ طے ہوا جس کے بعد نیل کنٹھ برکتوں کی دیوی بن کر اپنے قبیلے کو خوشیاں بخشتی ہے ہماری ننھی سی دیوی آگئی ہے' اور اب ہم اسے پروان چڑھائیں گے۔ سومتی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ اس کی پرورش کنندہ ہوگی۔ اکیس سال کی عمر میں نیل کنٹھ کو اس کا مرتبہ دے دیا جائے گا اور تم سمجھتے ہو کہ اس کے بعد کیا ہوگا.......... ایسا عمل صدیوں کے بعد ہوتا ہے' صدیوں سی گزر کر ہوتا ہے اور ہم خوش بخت ہیں کہ ہمیں اس مرحلے سے گزرنا پڑا اور وہ ہمارے معزز مہمان ہیں جنہوں نے ہمارے اس عمل کی تکمیل کی۔ چنانچہ اب اپنے اپنے گھروں کو جاؤ' خوشیوں کے چراغ جلاؤ' جشن مناؤ نیل کنٹھ اپنے گھر واپس آگئی ہے' وہ ہمارے درمیان ہے اور نیکو کاروں نے نیکیوں کا ثبوت دیا ہے جس کا صلہ انہیں دیا جائے گا.......... لیکن آج سے تیسرے دن جب تمہارے جشن کا اختتام ہوگا۔"

پھر بستی کے لوگ گئے اور ان لوگوں کے قیام کے لئے ایک ایسی جگہ منتخب کی گئی جو انسانی ہاتھوں کی تراش ہی تھی۔ یعنی خانقاہ کا وہ مشرقی گوشہ جس میں دو درجے بنے ہوئے تھے' اور ان میں ان کی آسائش کے لئے ہر وہ چیز مہیا کی گئی تھی' جو مہیا کئے جانا ممکن ہوسکے۔

تمام لوگ یہاں فروکش ہوگئے' بہت سے لوگ ان کے خادموں کی حیثیت سے متعین کر دیئے گئے تھے اور ان سے ان کی خواہشیں پوچھی جانے لگی تھیں لیکن ظاہر ہے انہیں یہاں کسی اور شے کی حاجت کہاں ہوسکتی تھی۔ ان کا تو مسئلہ ہی کچھ اور تھا۔ جب یہ تمام ہنگامے ختم ہوئے اور رات ہوئی تو پھر یہ سب لوگ یکجا ہوگئے' مشعلوں سے ماحول

کو منور کر دیا گیا تھا' کنور مہتاب علی' سرہدایت اللہ' مائیکل بائرے لارک اینجلو' جیمس پیرے وغیرہ تمام ہی لوگ یکجا ہوگئے تھے۔ عرشی اور ریٹا ایک گوشے میں مغموم بیٹھی ہوئی تھیں۔ کنور مہتاب علی نے کہا۔

"ارے بھئی تم لوگ الگ تھلگ کیوں ہوگئے ہو..........؟"

"بس میں اس عرشی کو سمجھا رہی ہوں۔" ریٹا ہاروے نے کہا۔

"عرشی بیٹے ادھر آجاؤ۔ تعجب ہے ایک ایسی مہم جو جس نے ایک طویل عرصے تک ہم جیسے تجربے کار لوگوں کو بے وقوف بنائے رکھا اور جس نے انتہائی مشکل مرحلوں میں اتنی ثابت قدمی کا ثبوت دیا کہ انسان کو یقین نہ آئے..........وہ اب ان حقیقتوں سے اس طرح گریز کرے' یہ تعجب کی بات ہوگی' ویسے تو یہ بات میں مانتا ہوں کہ انسانی فطرت میں محبت کا عنصر بہت زیادہ ہوتا ہے اور اس سے گریز ممکن نہیں۔ لیکن حقیقت پسندی اور حالات کا تجزیہ ایک الگ نوعیت کا حامل ہوتا ہے' میں سمجھتا ہوں کہ تم حقیقت پسندی کا ثبوت دوگی آجاؤ ادھر آجاؤ.........."

عرشی اپنی جگہ سے اٹھی اور ان کے قریب آبیٹھی۔ وہ سب ان دلچسپ حالات پر گفتگو کرنے لگے۔ پھر جیمس پیرے نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں کنور مہتاب علی اب ہم میں سے کسی کی کوئی بات کسی سے پوشیدہ نہیں رہی ہے' تمہارا نکتہ نظر جو کچھ بھی تھا۔ میں سمجھتا ہوں اب اس کی تکمیل ہوگئی ہے' میری خواہش ہے کہ میں تمہارے بارے میں اس سے آگے کی بات جان سکوں.........."

"کیا مطلب ہے مسٹر جیمس پیرے..........!"

"ہم یہاں کتنا عرصہ قیام کریں گے اور وادی تہرا تک کے لئے سفر کرنے کا ذریعہ سفر کیا ہوگا۔ مزید یہ کہ وادی تہرا کے متعلق سائی تھول کی بتائی ہوئی تفصیل کب معلوم کی جائے گی..........بہت وقت گزر چکا ہے۔ آنے والے وقت میں جس قدر مختصر عمل کرلیا جائے ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔ وہ خاموشی سے ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے' پھر کنور مہتاب علی نے کہا۔"

"بہرحال تین دن کے جشن کا اعلان کرنے کے بعد ہمارے لئے فیصلے کا مقصد یہ ہے کہ یہ تین دن تو ہمیں یہاں گزارنا ہی پڑیں گے..........!"

"ہاں یہ حقیقت ہے.........."

"تو پھر باقی مسئلے اس کے بعد ہی طے ہو سکیں گے۔ سائی تھول سے بہرحال اس بات کی امید کی جاسکتی ہے کہ وہ ہمیں بھرپور امداد دے گا.........." لارک اینجلو نے کہا۔

"پھر وہ لوگ آرام کرنے لیٹ گئے تھے اور اپنے اپنے طور پر نجانے کیا کیا سوچیں ان کے ذہن میں رقصاں تھیں۔ ان لوگوں کی جس طرح پذیرائی کی جارہی تھی۔ وہ یقینی طور پر ایک حیرتناک اور خوشگوار عمل تھا۔ انہیں ہر طرح کی سہولتیں حاصل تھیں' خانقاہ کے باہر بھی وہ ہر قسم کی تفریحات میں حصہ لے سکتے تھے۔ پورا قبیلہ جشن منا رہا تھا.......... یہاں شاید پھولوں کی بہتات تھی' کیونکہ ہر سمت پھول ہی پھول نظر آرہے تھے۔ نیل کنٹھ یعنی گل کو اب ان کی نگاہوں سے پوشیدہ کر دیا گیا تھا۔ سومتی اور میگنا بھی موجود نہیں تھے' لیکن وہ خود بھی یہی چاہتے تھے۔ کنور مہتاب علی نے سرہدایت اللہ سے کہا تھا۔

"میرا خیال ہے اب بچی کو عرشی کے سامنے نہ آنے دیا جائے۔ بہرحال وہ لڑکی ہے اور عورت کی فطرت میں ممتا کا جذبہ کچھ زیادہ ہی ہوتا ہے..........حالانکہ تم یقین کرو میں بھی اس محبت میں کسی سے کم نہیں ہوں۔ شاید تمہیں اس بات پر یقین نہ آئے کہ ان دنوں مجھے اپنی بچیاں بہت یاد آرہی ہیں' میرا گھر' میری زندگی سب کچھ اس طرح جدا ہوگئے ہیں کہ اب میں سوچتا ہوں تو مجھے حیرت ہوتی ہے کہ میں نے ان کے ساتھ کتنی ناانصافی اور کس طرح ان کی حق تلفی کی ہے۔"

سرہدایت اللہ سوچ میں ڈوب گئے تھے۔ کافی دیر خاموش رہنے کے بعد انہوں نے کہا۔

"مہتاب علی ایک بات کہوں..........!"

"ہاں ضرور.........."

"یار ایک بات بتاؤ' ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے..........؟"

"کیا مطلب.........؟"

"مطلب یہ کہ خدا نے ہمیں وہ سب کچھ دے رکھا ہے جس کے بارے میں ہمیں یقین ہے کہ ہماری پشتیں اس سے عیش کر سکتی ہیں۔"

"بے شک........."

"اور ہم مہم جو ہیں.........یعنی ہماری ان تمام کاوشوں کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہیرے اور سونے کے انبار لے کر گھر واپس جائیں........."

مہتاب علی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے کہا۔

"ٹھیک کہتے ہو ہدایت اللہ.........!"

"تو پھر اب یہ بتاؤ کہ ہمیں وادی تہرا جانے کی کیا ضرورت ہے۔ یعنی ہماری یہ مہم ہی دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ٹاری ویگا میں ہمیں جو کچھ کرنا پڑا اس سے ہماری مہم جوئی کی فطرت کو پوری پوری تسکین ملی ہے' کیا ہنگامہ خیز مرحلے رہے ہیں' کیا ایڈونچر رہا ہے اور پھر صحرائے اعظم میں یہاں تک کا سفر۔ ہمیں اندازہ ہے کہ جو جو مشکلات ہم نے اٹھائیں' ابھی ہمیں واپسی میں بھی انہیں مشکلات کو اٹھانا ہے.........؟"

"ہاں........."

"تو کیا ہمارے جسموں میں اتنی قوت ہے کہ ہم وادی تہرا کے لئے ایک اور نئی مہم منتخب کریں........."

"کیا کہنا چاہتے ہو ہدایت اللہ.........؟"

"یار صرف ایک مشورے کی بات ہے' میں پوچھ رہا ہوں تم سے.........ہمارا مقصد تو صرف یہ تھا کہ نیل کنٹھ کو یہاں تک پہنچا دیں........."

"اس وقت سر ہدایت اللہ ہمارا یہ مقصد نہیں تھا.........!"

"کیا مطلب........."

"بچی کو.........میرا مطلب ہے نقلی گل کو یہاں تک لانے کا مقصد یہ تھا کہ ہم وہ دولت حاصل کریں۔ حالانکہ یہ ایک مجرمانہ عمل تھا لیکن اب اسے اپنی خوش بختی ہی کہا

جا سکتا ہے کہ یہ عمل مجرمانہ نہیں رہا اور حقیقی گل یہاں پہنچ گئی......... میرا مطلب ہے نیل کنٹھ........."

"ہاں پھر.........؟"

"نقلی نیل کنٹھ کو یہاں تک لانے کا مطلب یہ تھا کہ ہم ان لوگوں کی مراعات حاصل کر کے دولت کے اس انبار تک پہنچیں........."

"میں مانتا ہوں اور چلو یہ بھی تسلیم کر لیتا ہوں کہ اس وقت ہمارا نظریہ یہ نہیں تھا جو اب بن چکا ہے۔ لیکن اب یہ بتاؤ کہ کیا ہم وادی تہرا تک کا سفر کریں........."

"میں اس سلسلے میں اپنی ذاتی رائے کسی پر مسلط نہیں کروں گا بلکہ جو سب کی رائے ہو گی........."

"غور کرنا اس پر.........ایک بار ضرور غور کرنا........." دونوں گہری خاموشی میں ڈوب گئے تھے.........

پہلا دن' دوسرا دن گزرا اور پھر تیسرا دن آ گیا۔ اس دوران نیل کنٹھ میں جس طرح جشن کا سماں رہا تھا وہ قابل دید تھا۔ جگہ جگہ ڈھول تاشے بجائے جا رہے تھے' رقص و موسیقی کی محفلیں جاری تھیں۔ لوگ خوشیاں منا رہے تھے......... تیسرے دن ان کے سامنے سپاس گزاری کا مظاہرہ کیا گیا' اور خانقاہ ہی کے احاطے میں وہ تھوڑا سا جشن برپا ہوا' لوگوں نے اپنے اپنے طور پر نذرانے پیش کئے.........ان میں پتھروں کے ہار' قیمتی پتھر' سونے کی بنی ہوئی بہت سی اشیاء' جو برتنوں وغیرہ کی شکل میں تھیں' اور نوادرات کی حیثیت رکھتی تھیں' ان کے سامنے انبار کر دی گئیں......... یہ اشیاء بھی خاصی قیمتی تھیں' لیکن ظاہر ہے اس خزانے کا بدل نہیں جو ان کے ذہنوں میں محفوظ تھا.........

بہرحال سائی تھول نے ان لوگوں کی جانب سے اپنی قوم کا شکریہ ادا کیا اور اس کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا......... چوتھے دن سائی تھول ان کے پاس صبح ہی صبح آ گیا تھا.........

یہ سب ضروریات زندگی سے فارغ ہو کر بیٹھے ہوئے تھے اور یہی باتیں کر رہے تھے کہ اب سائی تھول سے کہیں کہ انہیں آگے کی روانگی کی اجازت دے اور یہ بتائے

کہ وادی تہرا تک کے سفر کے لئے وہ ان کے ساتھ کیا معاونت کر سکتا ہے' ویسے یہ اندازہ لگالیا گیا تھا کہ نیل کنٹھ میں وہ تمام ضروریات زندگی موجود ہیں' جنہیں وہ اپنے لئے آسانیوں کے ساتھ بنا سکتے ہیں..........

سائی تھول ان سے پوری طرح مخلص تھا اور ہر طرح ان کے کام آنے کے لئے تیار ....چنانچہ کنور مہتاب علی کی فرمائش پر اس نے کہا۔

"معزز دوستو' نیل کنٹھ کے لئے تم لوگوں کا وجود برکتوں کا باعث ہے اور تم نے دیکھا ہو گا کہ وادی نیل کنٹھ کے رہنے والے سپاس گزار محبت کرنے والے لوگ ہیں۔ وہ اپنے محسنوں کو اپنی ہر طرح کی محبت پیش کر دیتے ہیں۔ میں تو یہی کہوں گا کہ تم لوگ نیل کنٹھ میں ایک طویل وقت گزارو اور ہمیں اپنی محبتوں سے سرشار کرو .... لیکن اگر تمہارے دلوں میں کچھ اور مقصد ہے اور تم اپنی دنیا میں واپس جانا چاہتے ہو یا جیسا کہ میرے علم میں ہے کہ تم وادی تہرا کا سفر کرنا چاہتے ہو تو میں اس سلسلے میں تمہیں اپنی وہ تمام خدمات پیش کر سکتا ہوں جو میرے لئے ممکن ہوں........."

"سائی تھول ہمارا مقصد یہی ہے کہ ہم وادی تہرا جائیں اور وہاں جا کر قسمت آزمائی کریں۔ ظاہر ہے ہم یہی چاہیں گے کہ تم اس کے لئے ہماری معاونت کرو ...." جیمس پیرے نے کہا۔

"میں بتا چکا ہوں آپ کو کہ وادی تہرا پر دیوتاؤں کی حکمرانی ہے اور شاید آس پاس کے قبیلوں کے لوگ اس وقت تک دیوتاؤں تک نہیں جانا چاہتے' جب تک کہ ان کی جانب سے کوئی طلبی نہ ہو اور ایسا آج تک نہیں ہوا......... دیوتاؤں کی یہ سرزمین سحر کی سرزمین ہے اور یہاں کے بارے میں جو قصے مشہور ہیں وہ کچھ یوں ہیں کہ دیوتاؤں کی اجازت کے بغیر وہاں جانے والے شدید مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ میں تمہیں نیل کنٹھ سے آگے کی داستانیں سناؤں.........نیل کنٹھ سے آگے تمہیں ایسے حیرت انگیز قبیلے ملیں گے جو تمہارے لئے ناقابل یقین ہوں ...."

"کیا مطلب.........؟ کیسے.........؟" جیمس پیرے ہی سوالات کر رہا تھا۔

"اب تک تم جتنا فاصلہ طے کر کے آئے ہو اس میں تمہیں ایسے قبائل ملے ہوں ئے جو غیر مہذب اور نیم وحشی حیثیتوں کے حامل ہیں' لیکن یہاں سے آگے بڑھتے ہوئے' ادی تہرا کی جانب سفر کرتے ہوئے جب تم آگے قدم بڑھاؤ گے تو تمہیں ایسی بستیاں ملیں ی جو اس قدر غیر مہذب نہیں ہیں' بلکہ ان کا رہن سہن ان کی زندگی کا انداز تمہیں اپنی نیا سے بہت قریب محسوس ہو گا' وہاں تنظیم بھی ہے' سرداری نظام بھی ہے اور وہ لوگ ناصی مہذب شخصیت کے مالک ہیں........."

"مگر ایسا کیسے ہے.........؟"

"آہ کاش اس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا' ہماری معلومات بہرحال محدود ہوتی ہیں' لیکن جو بات میں تمہیں بتا رہا ہوں اس میں کہیں کوئی شک و شبے کا عمل نہیں ہے........."

"یعنی تمہارے خیال کے مطابق وہاں کے لوگ افریقہ کے ان قبائل سے زیادہ مہذب ہیں........."

"ہاں.........اور اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان میں کچھ دوغلی نسلیں شامل ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ ان سرحدوں کے دوسری جانب کیا ہے لیکن بہرحال جیسا کہ میرے آباؤ اجداد نے کہا کہ یہاں سے مشرق کا جو حصہ ہے۔ اس میں مختلف النسل لوگ آباد ہیں اور ان میں افریقہ کی شباہت ضرور ہے' لیکن تہذیب کا وہ عمل بھی ان کے درمیان ہے جو مغربی سمت کے اس حصے کو ان سے مختلف کرتا ہے۔ یہ صرف داستانیں ہیں اور میں نے ان کے بارے میں پہلے کچھ نہیں سنا۔ لیکن بہرحال کبھی کبھی ہمیں اس قسم کے تجربات ہوتے رہتے ہیں اور اندازہ بھی یہی ہے کہ دیوتاؤں کے قبائل اسی سمت سے وادی تہرا منتقل ہوئے ہیں اور وادی تہرا جو خزانے کا مسکن ہے اور جہاں سونے کے پہاڑ ہیں اور جن کے دامن میں ہیرے جگمگاتے ہیں۔ انہی دیوتاؤں کی سرزمین ہے۔ میں یہ تمام باتیں قصے کہانیوں کی شکل میں جانتا ہوں' البتہ مجھے اس بات کا علم ہے ایک سائی تھول کی حیثیت سے کہ وادی تہرا تک جانے والے راستے کیا حیثیت رکھتے ہیں.........؟"

”تمہارا کیا خیال ہے سائی تھول کیا ہم ان وادیوں تک پہنچ سکیں گے.........“

”آہ کاش اس کے بارے میں میں تمہیں کچھ بتا سکتا۔“

”تم اس راستے کے نقشے تو بتا سکتے ہو ہمیں.........؟“

”ہاں مکمل طور پر۔ میں وہ نقشے آپ کو بتانے کے لئے تیار ہوں۔“ سائی تھول نے کہا۔

”تو پھر ہمیں اس سے آشنا کرو۔“ جیمس پیرے بولا۔ نجانے کیوں اس وقت کنور مہتاب علی اور سر ہدایت اللہ وغیرہ خاموش تھے‘ البتہ مائیکل بائر جیمس پیرے کے سوالات میں خاصی دلچسپی لے رہا تھا اور کبھی کبھی اس کی گفتگو میں لقمہ بھی دیتا جاتا تھا۔ سائی تھول نے پتھر کا ایک ٹکڑا اپنے ہاتھ میں اٹھایا اور اس سے زمین پر لکیریں بناتا ہوا بولا۔

”یہاں سے جب تم سفر کا آغاز کرو گے تو آگے جا کر تمہیں ایسے مختلف پنج شاکے ملیں گے جو مختلف سمتوں کو جاتے ہیں۔ تمہیں ان میں سے ان راستوں سے گزرنا ہو گا جن کی میں نشاندہی کرتا ہوں‘ مثلاً یہ کہ آگے جانے کے بعد جب تین راہیں تمہارے سامنے آئیں جس میں سے دو دائیں سمت اور ایک بائیں سمت نکلے تو تم دائیں سمت کی دوسری راہ پر اپنا رخ تبدیل کر دو گے۔ سیدھا راستہ سمندر کی جانب جاتا ہے۔ لیکن اس رخ کو تبدیل کرنے کے بعد جب تم آگے کا سفر کرو گے تو انہی صحراؤں کی سرزمین میں تمہیں راستہ ملتا رہے گا۔ اس جگہ کچھ مشکلات بھی پیش آئیں گی وہاں جنگل ہیں‘ دلدلیں ہیں‘ صحرا ہیں‘ دریا ہے‘ سب کچھ موجود ہے اور مشکلات بھی ہیں لیکن وادی تہرا جانے کا وہی راستہ ہے اور دیوتا اتنے معصوم نہیں ہوتے کہ ان راستوں کو کھلا چھوڑ دیں‘ تمہیں آگے بڑھ کر اپنے لئے راہیں تلاش کرنا ہوں گی.........“

سائی تھول انہیں مختلف راستوں سے روشناس کراتا رہا اور جیمس پیرے اپنے طور پر ان تمام راستوں کو ذہن نشین کرتا رہا۔ پھر اس نے کہیں سے ایک کاغذ بھی نکال لیا تھا‘ جس پر وہ لائنیں ترتیب دے رہا تھا۔ کنور مہتاب علی اور ہدایت اللہ بھی اس کی کاوشوں میں دلچسپی لے رہے تھے۔ بہرحال سائی تھول انہیں راستوں کی تفصیل بتاتا رہا اور اس

وادی تہرا تک جانے کا تمام راستہ انہیں بتا دیا۔ جیمس پیرے نے کہا۔

”اور یہ راستے طے شدہ ہیں.........؟“

”ہاں......... مختلف عوامل سے یہ تفصیلات مجھ تک پہنچی ہیں اور میں نے انہیں رے گوش گزار کر دیا ہے۔“

”ہمارے لئے سفر کا کیا ذریعہ متعین کر سکتے ہو۔؟“

”بہترین قسم کے گھوڑے آپ کے حوالے کر دیئے جائیں گے اور ضرورت کا وہ سازو سامان جو اس سفر میں آپ کی معاونت کرے گا۔“

”آہ اس کے علاوہ اور کیا درکار ہے۔“ جیمس پیرے نے اپنے ساتھیوں کی جانب ھا۔

”اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک مکمل معاونت ہے اور اس کے علاوہ ہم ان سے طلب بھی نہیں کر سکتے‘ ہاں سوائے ہتھیاروں کے.........“

”جیسا کہ تم جانتے ہو ہمارے ہاں آگ‘ آہن کا فقدان ہے‘ ہم صرف ایسے ہتھیار کرتے ہیں جو سادہ ہوں لیکن استعمال میں بہتر۔ مثلاً تیر کمان‘ برچھے‘ بھالے اور ایسے دھار ہتھیار جو ضرورت پہ کام آسکیں۔“

”یہی کافی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں انہی سے کافی مدد مل سکتی ہے.........“

”وہ سب آپ کو مہیا کر دیا جائے گا.........“

”لیکن ہم چاہتے ہیں کہ ایسا جلد ہو.........“

”ایسا آج شام تک بھی ہو سکتا ہے.........“

”تو پھر تم یہی سب کچھ کر دو سائی تھول ہم تمہارے شکر گزار ہوں گے.........“

”یہ سب کچھ آپ کی خواہش کے مطابق ہو جائے گا۔“ سائی تھول نے مسکراتے ا جواب دیا۔

”دوستو سائی تھول سے اور کوئی سوال.........؟“

”نہیں‘ اس سے زیادہ اور کیا سوالات کئے جاسکتے ہیں۔“ کنور مہتاب علی نے الجھے

الجھے انداز میں کہا۔ کنور مہتاب علی کے انداز میں ایک بے چینی سی بیدار ہوگئی تھی۔ جسے سب محسوس کر رہے تھے۔ لیکن ان کے خیال میں بھی سائی تھول سے ہونے والی گفتگو اطمینان بخش تھی پھر نہ جانے کنور مہتاب علی کیا سوچ کر مضطرب ہوگیا تھا۔ بہرحال سائی تھول ان سے اجازت لے کر اٹھ گیا.........

"سائی تھول کے جانے کے بعد دیر تک خاموشی طاری رہی تھی۔ جیمس پیرے پر جوش تھا اور اپنے ساتھیوں کی سمت دیکھ رہا تھا۔ کنور مہتاب علی نے سرہدایت اللہ کو دیکھ جو عرشی کی جانب نگراں تھا۔ پھر اس نے کہا۔"

"میرے عزیز دوستوں اس دوران ہم لوگ' میرا مطلب ہے میں اور سرہدایت اللہ اپنے اس مشن اور اپنی اس مہم کے بارے میں سوچتے رہے ہیں' یہ بات تو آپ لوگوں کے علم میں ہے کہ جب ہم پہلی بار نیل کنٹھ آئے تھے تو ہمارے ذہنوں میں خزانے کے حصول کا تصور تھا۔ ہم نے اس سلسلے میں کوششیں بھی کیں۔ یہاں کے حالات کا آپ لوگوں کو اب بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا' میں جن حالات کا شکار ہوا ظاہر ہے وہ میری پسند کے مطابق نہیں تھے۔ یعنی مجھے سومتی سے منسوب کر دیا گیا تھا۔ آپ لوگوں نے اب بھی دیکھا کہ وہ کس قدر نوخیز اور نوجوان لڑکی ہے۔ میں بال بچوں والا آدمی ہوں' میری اپنی بھی بیٹیاں ہیں' میری فطرت میں ایسا کوئی تصور نہیں تھا اور جب مجھے اس بات کا علم ہوا کہ نیل کنٹھ کی یہ لڑکی ایک اور شخص کو اپنے ذہن میں بسائے ہوئے ہے' تو میں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور میری نیک نیتی آج میری سرخروئی کا باعث بنی ہے' وہ بچی جو مرزا نصیر بیگ لے کر بھاگ گیا تھا' بہرحال میرے ذہن میں ایک مقام رکھتی تھی۔ اور میں نے اس کے حصول کے لئے مرزا نصیر بیگ سے شدید جدوجہد بھی کی تھی اور شدید نقصانات بھی اٹھائے تھے۔ لیکن پھر جن حالات کا میں شکار ہوا ان میں سے تمام کی تفصیل آپ لوگوں کے علم میں ہے۔ میرے ذہن میں یہ ایک نیک جذبہ بھی تھا کہ میں اس بچی کو یہاں تک پہنچاؤں' لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکوں گا کہ ایک اور مہم میرے ذہن پر سوار تھی اور اس مہم میں خزانے کا حصول بھی پیش نگاہ تھا۔ لیکن

اس سفر کے دوران جو تجربات مجھے ہوئے اور جن پر میں نے غور کیا اور سوچا سمجھا وہ یہ ہیں کہ دولت کی ہوس تو کبھی پوری نہیں ہوتی' اور انسان بالآخر کبھی کبھی اس ہوس کے لئے زندگی کھو بیٹھتا ہے۔ میری زندگی یہ حقیقت ہے کہ طویل عرصے تک میرے اپنے شوق میں گزری لیکن اب میں محسوس کرتا ہوں کہ میں نے ایک گھر کے سرپرست کا کردار ادا نہیں کیا۔ آج مجھے اپنی بچیاں یاد آ رہی ہیں' اپنا گھر' اپنی بیوی یاد آ رہی ہے' خدا کے فضل سے میرے پاس اتنا کچھ ہے کہ میں اپنی زندگی آرام و سکون سے گزار سکتا ہوں' حالات میں کچھ تبدیلی رونما ہوئی' میں نے اور ہدایت اللہ نے بالکل عام انداز میں سوچا لیکن آج میں اور ہدایت اللہ اس بات پر متفق ہیں کہ دولت کے حصول کے لئے ہمیں دیوانگی کی شکل نہیں اختیار کرنی چاہیے' یہ میں صرف اپنے اور ہدایت اللہ کے بارے میں کہہ رہا ہوں' چونکہ ہدایت اللہ سے میری اس موضوع پر گفتگو ہو چکی ہے۔ ہم لوگ دوسری لائنوں پر سوچ رہے ہیں..........''

''وہ کیا..........'' لارک اینجلو نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

''جیمس پیرے کی زندگی کا ایک مقصد ہے۔ انہوں نے خود ہمارے ساتھ شمولیت اختیار کی اور اس بات سے وہ انکار نہیں کر سکیں گے کہ بالآخر وہ خزانے کی کنجی تک پہنچ گئے اور اب وادی تہرا کا مکمل نقشہ ان کے پاس ہے۔ جہاں ان لوگوں کی روایت کے مطابق مال و دولت کے خزانے بکھرے ہوئے ہیں۔ ان کے راستے میں کوئی مزاحم نہیں ہے یہ آگے جا سکتے ہیں۔ قسمت آزمائی کر سکتے ہیں۔ ویسے بھی یہ تنہا نکلے تھے اور اس بات کی بھی گواہی موجود ہے کہ ہم نے ان کا ساتھ قبول نہیں کیا تھا' لیکن تقدیر انہیں ہمارے راستوں پر لا رہی تھی۔ بالآخر ہم مل گئے اور اس کے بعد سے آج تک نیک نیتی کے ساتھ ہم لوگ یکجا رہے۔ نا ہمیں جیمس پیرے سے کوئی شکایت ہوئی اور نا مسٹر جیمس پیرے کو ہم سے' لیکن مستقبل کے فیصلے کرنے کا حق ہم میں سے ہر ایک کو ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب یہاں سے ہماری واپسی ضروری ہے۔ ہم اپنے دلوں سے اس خزانے کے حصول کا تصور ترک کر رہے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو آگے جا کر جدوجہد کرنے کی خواہش

رکھتے ہیں ان کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ جیسے مسٹر جیمس پیرے اور ان کا گروہ۔ اور معذرت کے ساتھ لارک اینجلو تم اور تمہارا گروہ۔ اگر یہاں سے آگے بڑھ کر خزانے کے حصول کی کوشش ہم میں سے کوئی شخص کرنا چاہتا ہے' تو دوسرا اس پر قطعی نکتہ چینی نہیں کرے گا۔ بلکہ دلی دعاؤں کے ساتھ اسے رخصت کرے گا..........'' وہ سب حیرت سے اچھل پڑے تھے۔ مائیکل بائر نے چونک کر سر ہدایت اللہ کو دیکھا اور کہا۔

''کیا واقعی ہدایت اللہ تم نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے..........''

''ہاں.......... لیکن ابھی یہ فیصلہ یا تجویز جو کچھ بھی سمجھ لو صرف ہم دونوں کے درمیان ہے۔ یعنی میرے اور کنور مہتاب علی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا ہے۔ ہم نے کسی دوسرے فرد سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ لیکن میری خواہش ہے کہ ہر فرد کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا جائے۔ ہم میں سے ہر شخص ایک مستحکم اور اہم حیثیت کا حامل ہے اور کسی کی کسی پر اجارہ داری نہیں ہے' میں اپنی بیٹی سے بھی یہی سوال کروں گا۔ نادر شاہ سے بھی اور باقی تمام افراد سے بھی کہ ان کے اپنے ذہن میں کیا تصور ہے۔ میرے خیال میں جیمس پیرے تمہیں ذرا سا یہ خیال تو ہوگا کہ ہم نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا۔ لیکن اب اس موقع پر اور اس لمحے پر آ گئے ہیں ہم لوگ جہاں سے تمہارے سامنے خزانوں کے راستے کھلے ہوئے ہیں اور ہمارے سامنے واپسی کے' فرض کرو ہم ان لوگوں سے جدا ہو کر آگے بڑھ جاتے ہیں اور وادی تہرا تک پہنچ جاتے ہیں تو وہاں کے مسائل میں نا تو سائی تھول ہمارا ساتھ دے گا اور نہ ہی کہیں اور سے ہمیں کوئی مدد ملے گی' ایسی شکل میں اگر ہم دو راستے منتخب کر لیں۔ یعنی جیمس پیرے اپنے ہم خیال لوگوں کے ساتھ وادی تہرا کی جانب بڑھ جائے اور ہم واپسی کے سفر کی تیاریاں کریں اور اپنے گھروں کو چلے جائیں' تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ نا تو کوئی ایسے معاہدے کی خلاف ورزی ہے۔ جو ہم لوگوں کے درمیان نہیں ہوا اور نا کسی کے ساتھ زیادتی۔ آپ لوگ خود ٹھنڈے دل سے سوچئے' ہم اس خزانے سے دست بردار ہو رہے ہیں۔ جس تک ہم ابھی نہیں پہنچ سکے' اس میں کوئی زیادتی کی بات نہیں ہے۔ مسٹر جیمس پیرے کیا آپ اس سلسلے میں اپنی رائے

کا اظہار کریں گے.........؟"

جیمس پیرے عجیب سی الجھن میں گرفتار ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا پھر بولا۔

"اور یہ تو حقیقت ہے کہ ہمارے درمیان ایسا کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ لیکن ایک شدید جدوجہد ہم لوگوں نے مل کر کی ہے اور اب ہم جب خزانے کے غار کے دہانے پر آ چکے ہیں تو آپ لوگوں کی واپسی میری سمجھ میں نہیں آتی........."

"نہیں مسٹر جیمس پیرے ہم اپنے فیصلے' آپ کو سمجھانے کی ذمہ داری نہیں قبول کرتے۔ یہ تو ہماری اپنی پسند کا معاملہ ہے........."

"میں تسلیم کرتا ہوں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم لوگوں کے درمیان صرف ایک انڈر اسٹینڈنگ ہے۔ کوئی معاہدہ یا کوئی لالچ نہیں ہے۔ نا ہی میں یہ سوچ سکتا ہوں کہ آپ اپنے طور پر اس سلسلے میں کوئی کاوش کر رہے ہیں' یعنی ہم سے الگ ہٹ کر خزانے کی جانب جانا چاہتے ہیں........."

"غیر معیاری گفتگو سے پرہیز کیجئے مسٹر جیمس پیرے.........؟" کنور مہتاب علی نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"آئی ایم سوری کنور........." آئی ایم ویری سوری' لیکن اگر آپ محسوس کریں تو یہ تو ایک ایسی بات ہے جسے میں نے صاف لفظوں میں کہا ہے۔ جبکہ اس بات کا اعتراف آپ نہیں' میں کر رہا ہوں کہ مجھے آپ پر اعتبار ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں ایسی کوئی صورتحال درپیش نہیں ہے پھر بھی اگر آپ نے میرے ان الفاظ سے کچھ ناخوشگوار کیفیت محسوس کی ہے تو میں آپ سے معذرت خواہ ہوں........."

"میں چاہتا ہوں کہ اب ہم میں سے ہر شخص فردا" فردا" اپنے آگے کے نظریات کا اظہار کرے۔ مسٹر زاہد اس سلسلے میں پہلا سوال میں آپ سے کرتا ہوں' آپ کیا پسند کریں گے......... ہمارے ساتھ واپس جانا یا آگے کی جانب قدم بڑھانا ...." زاہد نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"مرزا نصیر بیگ نے جب مجھے اپنے ساتھ شامل کیا تھا تو اس نے مجھے اپنا مقصد بھی بتایا تھا۔ میرے حالات زندگی ایسے ہیں جناب کہ میں نے اپنے آپ کو اس کسوٹی پر چھوڑ دیا تھا کہ یا تو اپنے بچوں کے لئے زندگی کی خوشیاں لے کر جاؤں یا پھر ان تک واپس ہی نا جاؤں اور اس مخلصانہ کوشش میں زندگی کھو دوں' چنانچہ میں ہر قیمت پر خزانے کے حصول کی کوشش کرنا چاہتا ہوں اور جو گروپ بھی وادی تہرا کی جانب جائے گا میں اس کے ہمراہ سفر کروں گا........."

"نہایت مناسب بات ہے۔ میں اسے خلوص دل سے تسلیم کرتا ہوں۔ فیروز اب آپ کی باری آتی ہے........." فیروز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جناب والا جیسا بھی میں نے ایک وقت گزارا یہاں ان پہاڑوں میں آ کر ان میں ایک تبدیلی ہوئی' آپ یقین کیجئے میرا خزانہ الاشا کی شکل میں میرے ساتھ موجود ہے اور میں اسے حاصل کر چکا ہوں۔ مہذب دنیا میں اگر زندہ واپسی ممکن ہوئی تو میں اپنے اندر وہ قوتیں' وہ صلاحیتیں پاتا ہوں کہ الاشا کو ایک بہتر زندگی دے سکوں اور آپ لوگ یقین کیجئے میری زندگی میں پہلی بار اس جدوجہد کا آغاز ہو گا جس میں نیکیاں شامل ہوں گی۔ چنانچہ میں کنور مہتاب علی کے ساتھ واپسی کے سفر کو زیادہ ترجیح دیتا ہوں........."

"نادر شاہ آپ کی باری آتی ہے........." کنور مہتاب علی نے کہا اور نادر شاہ مسکرا دیا پھر بولا۔

"میں نا کسی خزانے کے حصول کے لئے اپنے گھر سے چلا تھا اور نا آج میرے دل میں کسی خزانے کے حصول کا تصور ہے۔ میرے دل میں جو خزانہ آباد ہے میں اس سے مطمئن ہوں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ میرا براہ راست تعلق میرے اہل وطن سے ہے۔ یعنی سرہدایت اللہ اور کنور مہتاب علی چنانچہ ان لوگوں کا جو فیصلہ ہو گا وہی میرا فیصلہ ہے۔ اگر یہ آگے کی جانب قدم بڑھائیں گے تو میں بخوشی ان کا ساتھ دوں گا اور یہ واپسی کے لئے قدم بڑھائیں گی تو میری دلی خواہش ہو گی کہ میں اپنے وطن واپس پہنچ جاؤں........."

"اب باری آتی ہے آپ لوگوں کی' مائی ڈیئر لارک اینجلو' مائیکل بائر اور ریٹا

ہاروے..........“ مائیکل بائز اور لارک اینجلو نے بیک وقت کہا۔

”نہیں ہم مسٹر جیمس پیرے کا ساتھ دیں گے اور آگے کی جانب کا سفر کریں گے ....“ پھر ریٹا ہاروے بولی۔

”اور میں کنور مہتاب علی کے ساتھ واپس جانا پسند کروں گی۔“ لیکن ان لوگوں کے یہ الفاظ غیر متوقع نہیں تھے۔ غیر متوقع الفاظ جیمس پیرے کے دو ساتھیوں کے تھے جنہوں نے کنور مہتاب علی کے ساتھ ہی واپسی کا اعلان کیا تھا۔ جیمس پیرے نے چونک کر کہا۔

”تم لوگ کیا اپنے مشن سے غیر مخلص ہو گئے ہو..........“

”مائی ڈیئر مسٹر میچل گارٹ ہم آپ کے مشن سے پوری طرح متفق ہیں لیکن ہم اپنی وہ قوت ارادی کھو بیٹھے ہیں‘ ٹاری ویگا کی مہم ایک بھیانک شکل رکھتی ہے اور ہم نے اس میں آپ کا پورا پورا ساتھ دیا‘ اس کے بعد نیل کنٹھ کی باری آئی۔ لیکن اب ہم ایک اور مہم کے لئے اپنے آپ کو تیار نہیں پاتے۔ اس سے بہتر ہے کہ واپسی کا سفر کیا جائے چنانچہ ہم اس بات سے متفق ہیں..........“

”خوب..........ٹھیک ہے تو میرے ساتھ لارک اینجلو‘ مائیکل بائز جائیں گے اور مسٹر زاہد اور میرے باقی چھ ساتھی‘ ایسا کر لیا جاتا ہے‘ ہم لوگ اپنے طور پر کوشش کریں گے‘ ہو سکتا ہے ہمیں کامیابی حاصل ہو جائے۔ بہرحال یہ سب میرے لئے غیر متوقع ہے۔ ایک گروہ بن گیا تھا جس کی آپس میں بڑی انڈر اسٹینڈنگ ہو گئی تھی۔ ہمیں دکھ تو ہو گا لیکن بہرحال یہ ایک افسوسناک امر ہے۔ دیکھیں آگے کیا ہوتا ہے..........“

”تو پھر یہ صورت حال آخری شکل میں داخل ہو گئی ہے..........“

”ہاں..........ہم یہاں سے جو مراعات حاصل کریں گے‘ ان کے تحت آپ لوگ مشرقی سمت چلے جائیں گے اور ہم مغرب میں واپسی کا سفر اختیار کریں گے..........“ بات ختم ہو گئی لیکن ایک ہلکی سی کشیدگی کی فضاء پیدا ہو گئی تھی۔ جیمس پیرے‘ مائیکل بائز‘ لارک اینجلو وغیرہ ایک سمت اکٹھے ہو گئے تھے۔ زاہد بھی ان کے ساتھ تھا جبکہ دوسرا گروپ ریٹا ہاروے‘ فیروز اور الاشا وغیرہ کا بن گیا تھا۔ اپنے طور پر تیاریاں ہونے لگیں۔

یہ لوگ مستقل مزاجی سے اپنے فیصلوں پر عمل کر رہے تھے اور بالآخر جیمس پیرے اپنے گروپ کے ساتھ آگے روانہ ہو گیا۔ سب نے ایک دوسرے کو ”خدا حافظ کہا تھا“ سائی تھول کو اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ کون کدھر اور کہاں جا رہا ہے۔ وہ ان لوگوں کی ہر طرح سے مدد کرنے پر آمادہ تھا۔ پھر یہ دوسرا گروپ واپسی کے لئے تیار ہو گیا۔ انہوں نے طے کیا تھا کہ یہاں سے ٹاری ویگا کا راستہ اختیار کیا جائے گا اور مزید سہولتیں اور مراعات حاصل کرنے کے بعد وطن واپسی کا فیصلہ کیا جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کے لئے تیاریاں کیں اور سائی تھول نے انہیں نیل کنٹھ کی سرحدوں سے ٹاری ویگا کی جانب رخصت کر دیا۔ واپسی کا یہ فیصلہ بڑا انوکھا تھا لیکن اس میں بڑی ندرت محسوس ہو رہی تھی اور جو لوگ واپسی کے لئے چل پڑے تھے‘ وہ یہ سوچ رہے تھے کہ واقعی انہوں نے بہت مناسب فیصلہ کیا ہے اور یہی فیصلہ ہونا چاہیے تھا۔ بہرحال وہ سب مطمئن تھے۔ ٹاری ویگا کی سرحد کی جانب پہلی رات کا قیام کیا گیا اور ان لوگوں نے وہاں کیمپ لگا لیا۔ خاصا سازو سامان ساتھ تھا جسے بوجھ ہی سمجھا جا رہا تھا۔ کیونکہ جن لوگوں نے واپسی کا سفر کیا تھا وہ اب اس حقیقت سے آشنا ہو گئے تھے کہ زندگی پر جتنے بوجھ کم ہوں بہتر ہے۔ ورنہ انسان کی ضرورتیں اور ہوس کبھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتیں اور تا عمر اسے سرگرداں رکھتی ہیں۔ بہرحال پھر بھی رات کی نشست میں اس موضوع پر گفتگو ہوئی۔ ریٹا ہاروے نے کہا۔

”اور اب جب ہم واپسی کے سفر کا آغاز کر چکے ہیں تو مجھے اپنا گھر یاد آ رہا ہے۔ کنور مہتاب علی یہ بات تمہارے علم میں ہے کہ ایک عورت ہونے کے باوجود میں نے اپنی زندگی کس طرح گزاری ہے۔ دوستو‘ بعض اوقات انسان شوق کی خاطر اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ کیا تم لوگوں میں سے کسی کو حیرت نہیں ہوئی کہ میں نے کبھی عورت بن کر نہیں سوچا..........“

”نہیں میڈم ہاروے ہم شوق کی حیثیت کو سمجھتے ہیں..........“

”لیکن اب مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ میں نے اپنے آپ میں بہت کچھ کھویا ہے‘

"کیا انسان کی زندگی میں یہ تصور نہیں ہوتا کہ اس کا تعلق کچھ لوگوں سے ہو' وہ اس کا مستقبل بنیں.........."

"بے شک ہوتا ہے.........."

"اور میں سچ بتادوں میرے اندر عورت اس وقت جاگی جب میں نے اس معصوم سی پیاری سی بچی کو سینے سے لگایا تب بارہا میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ کاش میں اس لمس سے پہلے آشنا ہوتی اور وہ راستے اختیار کرتی جن سے یہ لمس مجھے حاصل ہو جاتا.........."

"ویسے میڈم ہاروے برا نا مانئے گا آپ اب بھی اتنی دلکش ہیں اور نا ہی آپ کی عمر اتنی زیادہ ہے کہ آپ یہ تصور ذہن سے نکال دیں.........." ریٹا ہاروے ہنسنے لگی اور بولی۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں ہدایت اللہ لیکن ہر دور کا تعلق ایک عمر سے ہوتا ہے اور صحیح فیصلے عمر کے ساتھ ساتھ ہی کئے جاسکتے ہیں۔ بعد میں تو دیر ہو جانے کا ہی احساس رہتا ہے اور میرا خیال ہے مجھے دیر ہو چکی ہے.........."

"یہ صرف آپ کا خیال ہے ورنہ حقیقت نہیں ہے.........." ریٹا ہاروے مسکرا کر خاموش ہوگئی تھی لیکن تنہائی ملتے ہی نادر شاہ نے بڑے متفکر لہجے میں کہا۔

"ہمیں دیر تو نہیں ہوئی عرشی.........." بات غیر متوقع تھی اور بہت دیر کے بعد کہی گئی تھی' عرشی کو ریٹا ہاروے کے الفاظ یاد نہیں تھے۔ چنانچہ وہ چونک کر بولی۔

"کس سلسلے میں کب.........کہاں.........؟"

"میرا مطلب ہے کہیں ایسا نا ہو کہ کل ہم بھی اسی انداز میں سوچنے لگیں جس انداز میں ریٹا ہاروے سوچ رہی ہے.........."

"اوہ......... میرے خدا تم کبھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے.........."

"یار کمال ہے اتنی محنت کر چکے ہیں کہ اب تو ہر شخص نے محنت کی سند دے دی ہے اور اب بھی تم ہماری ان خواہشات کو حرکت قرار دیتی ہو.........."

"تو بابا میں کیا کروں.........."

"بات کرو اپنے ڈیڈی سے.........."

"کیا بات کروں........." عرشی نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"یہی کہ ڈیڈی ابھی تو واپسی میں ہمیں کافی وقت لگ جائے گا' آپ اپنے شانوں کا بوجھ ہلکا کر دیجئے.........."

"منہ دھو رکھئے جناب میں اتنی بے غیرت نہیں ہوں.........."

"یعنی کمال ہے اپنی زندگی کا حق مانگنے والے کو بے غیرت کب کہا جاسکتا ہے مس عرشی' آپ کہیں تو یہ بات میں سر ہدایت اللہ سے کہہ دوں.........."

"کیا بکواس ہے' کیا کہو گے تم.........."

"یعنی کہ سر میری ڈیوٹی مجھے سونپ دیجئے۔ آپ نے اپنی بیٹی کا کافی بوجھ اٹھالیا اب یہ محترمہ میری ذمہ داری بن چکی ہیں۔ چنانچہ بیچ میں ٹانگ نا اڑایئے اور مجھے میرا حق دے دیجئے.........."

"نادر شاہ بہت بڑھ چڑھ کر بات کر رہے ہو' اصل میں ان لوگوں نے تمہیں آسمان پر چڑھا دیا ہے اور دلیری کا سرٹیفکیٹ دے دیا ہے۔ ورنہ میں چیلنج کرتی ہوں کہ تم اس قدر دلیر نہیں ہو.........."

"مس عرشی غلط فہمی کا شکار ہیں آپ.........." نادر شاہ نے سینہ تان کر کہا۔

"کیوں.........."

"نادر شاہ کو ابھی آپ نے ایک فیصد بھی نہیں دیکھا۔ تاریخ کا ایک اہم ترین کردار ہوں میں۔ میری جرات اور دلیری کی داستانیں کتابوں میں درج ہیں.........."

"صرف نام کے نادر شاہ ہیں آپ سمجھے.........."

"کام کا بن کے دکھا سکتا ہوں.........."

"سوچ لیجئے.........."

"ہونہہ.........سوچنا کیا جو کہا ہے وہ کر بھی سکتے ہیں ہم.........."

"تو پھر ٹھیک ہے بات کر لیجئے ڈیڈی سے میں تیار ہوں.........." عرشی نے کہا اور

نادر شاہ ایک بار پھر آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا.........."

"کک.........کیا مطلب........."

"آپ بات کر لیجئے ڈیڈی سے........."

"یار کیا واقعی سچ کہہ رہی ہو........." نادر شاہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"جی۔ جی۔ جی۔ تین دفعہ کہہ دیا ہے........."

"ارے باپ رے یہ کیا ہو گیا........." نادر شاہ خوفزدہ لہجے میں بولا اور عرشی قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔

"بس سٹی گم ہو گئی........."

"بب.........بالکل نہیں' اب دیکھو نا ایسے موقع پر ماں باپ کتنے یاد آتے ہیں۔ ایک اشارہ کرنے کی دیر ہوتی' پھر دیکھتے کہ سر ہدایت اللہ کس طرح ہم سے روح گردانی کرتے ہیں........."

"تو پھر باتیں بنانے کی کیا ضرورت ہے........."

"یار عرشی کتنی حسرتوں کا شکار کرو گی تم........."

"بالکل کوئی حسرت نہیں ہے آپ کو' آپ بس فضول باتوں سے گریز کیا کریں........."

"کم از کم کچھ تو تسلی آمیز جملے کہہ دو........."

"انسان کی اپنی عقل ہوتی ہے........."

"کبھی کبھی عقل سے سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں........."

"تو اس بیماری کا کوئی حل نہیں ہے........."

"کچھ حل نکالو عرشی کچھ حل نکالو........."

"اب آپ میرے پاس زیادہ نا گھسے رہا کریں' واپسی کا سفر ہو رہا ہے۔ ڈیڈی بھی نجانے کیا سوچتے ہوں گے میرے بارے میں........."

"ارے کچھ سوچ کر دکھائیں تو سہی' فرض ہے ان کا آنکھیں بند کئے بیٹھے ہوئے

ہیں........."

"اے مسٹر سردار خان میرے ڈیڈی کو کچھ نا کہیں آپ........."

"سس.........سردار خان........." یہی تو سب سے بڑی خامی ہو گئی ہے۔ سردار خان کے نام سے میں اپنے آپ کو تمہارا شوہر سمجھنے لگتا ہوں اور جب تم مجھے نادر شاہ کہہ کر پکارتی ہو تو یوں لگتا ہے جیسے مجھ سے میرا عہدہ چھین لیا گیا ہو........."

"ہونہہ.........فرضی شوہر........."

"تو بابا یہ سلسلہ ختم کر دو نا........."

"بس اب پلیز میرے کان نا کھاؤ' یقین کرو گل کے جانے کے بعد یہ احساس ہو رہا ہے کہ میں کیا کھو چکی ہوں........."

"تو گل کو پانے کی کوشش کرو نا گل کے جانے کی بات کرتی ہو بس........." نادر شاہ نے کہا اور عرشی وہاں سے اٹھ گئی پھر چند قدم آگے بڑھاتی ہوئی بولی۔

"باتوں میں تم سے کوئی جیت سکا ہے جو میں جیت سکوں گی........." نادر شاہ گردن خم کر کے مسکرانے لگا تھا۔

بالآخر انہوں نے ٹاری ویگا کی سرحدیں عبور کرلیں اور بلند و بالا پہاڑیوں سے انہیں دیکھ لیا گیا کیونکہ جب وہ پہاڑیوں کے دامن مین پہنچے تھے تو ایمرے' یوٹ' ایلما برانٹ ان کے استقبال کو دوڑ پڑے تھے۔ ساتھ میں اور بھی چند افراد تھے۔ جن میں شونتے بھی تھا۔ جسے اب یہاں ایک خاص مقام حاصل ہوگیا تھا۔ یوٹ اور ایمرے نے ان کا پرجوش خیر مقدم کیا اور عقب میں دیکھنے لگے۔ غالباً انہیں دوسرے لوگوں کی تلاش تھی۔ کنور مہتاب علی نے ہنس کر ایمرے سے کہا۔

"کہو ایمرے ٹاری ویگا میں کیسی گزر رہی ہے.........."

"بہت خوبصورت' بہت مناسب' ہم یہاں بڑے بڑے منصوبے شروع کرچکے ہیں اور باقاعدہ ان کے لئے پلاننگ کر رہے ہیں۔ آپ دیکھ لیجئے ایک زمانے میں ٹاری ویگا کسی بھی طرح ایک مہذب آبادی سے کم نہیں ہوگا.........."

"میری طرف سے مبارک باد قبول کرو.........."

"لیکن بقیہ ساتھی کہاں ہیں..........؟" ایمرے نے سوال کیا۔

"یہ ایک طویل کہانی ہے.........."

"گویا وہ آپ کے ساتھ نہیں ہیں..........؟"

"ہاں اب وہ ہمارے ساتھ نہیں ہیں.........."

"اوہ کوئی اختلاف' مگر سوری' میرے خیال میں آپ لوگ پہلے آرام سے قیام کریں' اس کے بعد ساری باتیں ہوں گی.........."

پھر یوٹ کی عیش گاہ پر پہنچنے کے بعد ان لوگوں نے سفر کی تھکن دور کی اور اس کے بعد یکجا ہوگئے.......... یوٹ' ایمرے اور دوسرے افراد ان میں بڑی دلچسپی لے رہے تھے۔ یوٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عظیم آقا! پہلے تو یہ بتائیے کہ نیل کنٹھ میں آپ کی مہم کیسی رہی.........."

"بے حد کامیاب' ہماری خواہشات کے مطابق.........."

"مگر دوسرے لوگ.........."

"وہ وادی تہرا کی جانب چل پڑے ہیں.........."

"اور آپ لوگ ان کے ساتھ نہیں گئے..........؟"

"نہیں.........."

"وجہ.........."

"ہم ان خزانوں کے حصول کا ارادہ ترک کرچکے ہیں۔ جن کے لئے ہم نے یہ طویل سفر طے کیا تھا اور اس سلسلے میں دو گروپ بن گئے' جن میں سے ایک واپسی کا حامی تھا اور دوسرا آگے جانے کے لئے تیار.........."

"بہت خوب۔ تو اب آپ لوگ واپسی کا سفر طے کر رہے ہیں.........."

"ہاں یوٹ' یہاں سے ہمیں اپنی اپنی آبادیوں کی جانب روانہ ہونا ہے.........."

"میری ہر طرح کی خدمات آپ کے لئے حاضر ہیں۔ اور ساتھ ساتھ ہی دعائیں بھی کہ آپ لوگ کامیابی سے اپنی منزل پر واپس پہنچیں.......... اس کے لئے ٹاری ویگا سے آپ کو جس قسم کی سہولتیں درکار ہوں میں ان کا مکمل بندوبست کرنے کا پابند ہوں۔"

"یوٹ' جو لوگ آگے گئے ہیں۔ ممکن ہے انہیں ایک کامیاب واپسی نصیب ہو جائے۔ ہماری یہ تین گاڑیاں ہیں۔ ان میں سے ایک بڑا ٹرک جیمس پیرے کا ہے۔ جو بہرطور ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ ہمارے پاس جو یہ دونوں گاڑیاں ہیں ہم ان کی دوبارہ چیکنگ

کریں گے اور ہمارے لئے بہتر یہی ہوگا کہ ہم اپنے گاڑیوں سے واپسی کا سفر کریں۔ ویسے تمہاری اب کیا کیفیت ہے..........؟"

"ٹاری ویگا پر میرا مکمل اقتدار قائم ہے اور میرا مالک' میرا دوست ایمرے مجھے وہ روشن راستے دکھاتا ہے جو میرے مستقبل کے لئے بے حد معاون ہیں۔ چنانچہ اب میں یہاں سب کچھ کر سکتا ہوں......"

"لیکن ان گاڑیوں کے بارے میں ٹاری ویگا والوں کا ایک تصور ہے۔ اس کا کیا کرو گے..........؟"

"نہایت خوبصورتی سے ان میں سے دو گاڑیوں کی واپسی کا بندوبست کرلیا جائے گا۔ یہ مقدس دیوتاؤں کا ایک عطیہ تھا۔ اب دیوتاؤں کے حکم سے یہ گاڑیاں واپس جارہی ہیں تو بھلا ٹاری ویگا والوں کو اس پر کیا اعتراض ہوگا۔ آپ لوگوں کو کچھ دور تک انہیں اسی انداز میں لے جانا پڑے گا۔ خفیہ طریقے سے آپ ان میں داخل ہو جائیں گے اور اس کے لئے رات کی تاریکیاں مناسب رہیں گے اور اس کے بعد جب آپ ٹاری ویگا سے نکل جائیں گے تو پھرانہیں بہتر حالت میں لے آیئے ...."

"ویری گڈ۔ لیکن نادر شاہ' ہمیں پہلے ان کا جائزہ لینا ہوگا.........."

"یہ کام میں کرلوں گا آسانی سے.........."

"ٹھیک ہے........"

اوراس کے بعد یہ منصوبہ طے ہوگیا اور وہ لوگ اپنے طور پر ان تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔ رات کی تاریکیوں میں نادر شاہ' فیروز اپنی جگہ سے یوٹ کی رہنمائی میں نکلے اور جب ٹاری ویگا کی پوری بستی اپنے اپنے گھروں میں آرام کی نیند سو رہی تھی' انہوں نے گاڑیوں کے انجن وغیرہ چیک کئے۔ لائٹیں وغیرہ درست کیں۔ فیول کا جائزہ لیا۔ منصوبے کے مطابق کام کیا گیا تھا اور زیادہ توجہ اس بات پر دی گئی تھی کہ فیول کا ذخیرہ اتنا قائم رہے کہ واپسی کے سفر میں وقت نہ ہو۔ سب کا سب محفوظ تھا۔ گاڑیوں کے انجن اسٹارٹ کئے گئے' بیٹریاں ڈاؤن تھیں لیکن چونکہ وہ اس کنڈیشن کی تھیں اس لئے

تھوڑے سے سیلف لگنے کے بعد انہوں نے سیلف اٹھالیا اور ٹاری ویگا کے گھروں میں کھلبلی مچ گئی۔ لوگ جاگ گئے۔ وہ ان آوازوں کو پہچانتے تھے۔ لیکن بہرحال بڑے پجاری کی موجودگی ڈھارس کا باعث بنی' دیوتاؤں کا معاملہ' دیوتاؤں کا ہرکارہ ہی جانے۔ چنانچہ وہ' مطمئن ہوگئے۔ گاڑیوں کے انجن کافی دیر تک اسٹارٹ رکھے گئے اور اس کے بعد مطمئن ہوکر انہیں بند کر دیا گیا.........پھر نادر شاہ اور فیروز نے وہیں قیام کیا کیونکہ بستی والے ہوشیار ہوگئے تھے۔ باقی لوگوں کا معاملہ دوسری رات پر ملتوی کر دیا گیا تھا......... پورا دن ان لوگوں نے انہی گاڑیوں میں گزارا۔ فیروز اور نادر شاہ آپس میں باتیں کرتے رہے تھے۔ طے یہ تھا کہ رات کی تاریکی میں بقیہ افراد گاڑیوں تک پہنچ جائیں اور پھر یہ گاڑیاں واپسی کا سفر اختیار کریں۔ یوٹ اور ایمرے نئے سرے سے ان لوگوں کے لئے ایسی اشیاء جمع کر رہے تھے جو سفر میں ان کے لئے آسانیاں بن سکیں۔ پھر مغرب کا وقت ہوا تو ان لوگوں میں ہلچل مچ گئی۔ اب ان پر سفر سوار ہوگیا تھا۔ تیاریاں مکمل تھیں۔ رات کے دوسرے پہر غمزدہ چہروں اور غمناک آنکھوں سے انہیں رخصت کیا گیا۔ یہ سحرانگیز سفر تمام لوگوں کے لئے الگ الگ احساسات کا حامل تھا جو مہم جو تھے وہ اس مہم سے مطمئن تھے جو خزانے کے خواہش مند تھے وہ آگے بڑھ گئے تھے۔ لیکن دو افراد ایسے بھی تھے جو اپنے دلوں میں امنگوں اور آرزوؤں کی تکمیل کا خزانہ لے جارہے تھے۔ اور بیشک یہ خزانہ انہیں صحرائے اعظم سے حاصل ہوا تھا۔ یہ عرشی اور نادر شاہ تھے۔